جلد 6/2

بیان الامامت

ترجمه و تشریح

نہج البلاغہ

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام

خُطبات (16 - 34)

الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

Presented by Ziaraat.Com

جلد 6/2

(بیان الامامت)

ترجمہ و تشریح

نہج البلاغہ

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام

خُطبات (16 - 34)

الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

Presented by Ziaraat.Com

جُملہ حقوق بحق مُصنف محفوظ

نام کتاب	:	بیان الامامۃ (ترجمہ و تشریح نہج البلاغۃ)
مترجم	:	الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد) ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس
جلد	:	دوم
طبع	:	دوم
سنِ اشاعت	:	2018
تعداد	:	500
قیمت	:	

****

Presented by Ziaraat.Com

نمبر شمار	خطبہ نمبر: (محمد احسن زیدی)	خطبہ نمبر: علی نقی طہرانی	خطبہ نمبر: مفتی جعفر حسین	عنوان	صفحہ نمبر
1	16	16	16	----	722
2	17	17	17	ایسے دو قریشی لیڈروں کا تذکرہ جو نزول قرآن کے دوران نظام اجتہاد مسلمانوں میں لائے اور بعد وفاتِ رسولؐ قرآن کے خلاف حکومت و شریعت کے بانی ہوئے۔ جو گمراہی پھیلانے میں اور قیامت تک آنے والے لوگوں کو گمراہ کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ جو فتنہ وفساد اور بدامنی کے موجد ہیں۔ خون ناحق اُن کے فیصلوں پر چیخیں مار رہے ہیں۔ قرآن کی غلط تنفیذ اُن کا دینی مشغلہ ہے۔	758
3	18	18	18	نظام اجتہاد کا امام یعنی قرآن میں مذکور طاغوت: اجتہادی احکام میں اختلاف ترقی کا پیش خیمہ ہے؛	804
4	19	19	19	حضرت علی علیہ السلام کو صورت شکل، ظاہری خلوص و خدمت دھوکا نہ دے سکتی تھی۔	879
5	20	20	20	موت کے وقت وہ تمام حالات قلب ونظر اور جسم و روح پر عملاً وارد ہوتے ہیں جن کو کانوں سے سن کر سرسری طور پر ٹال دیا جاتا ہے۔	889
6	21	21	21	منزل پر بہر حال پہنچنا ہے خواہ خوشی خوشی پہنچو یا دھکیلنے والوں کے دھکوں سے پہنچو؛	892
7	22	22	22	حضرت علیؑ کو دشمن کی جنگی تیاریوں کی اطلاع ملی تو اپنے صحابہ کو اپنے ارادوں سے خبر دار کیا۔ اپنے برحق ہونے اور دشمن کے باطل پرست ہونے پر گفتگو؛	898
8	23	23	23	ہر ذی حیات کے لئے ہر لحہ مقدرات وقوانین کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اُن لوگوں کے لئے محتاط طرز زندگی جو مذکورہ مقدرات وقوانین سے رابطہ نہیں رکھتے؛	908
9	24	24	24	حق کی مخالفت کرنے والے گمراہوں سے جنگ ہو تو اُن کی رعایت کرنا اور اُن سے دب جانا علیؑ کا کام نہیں۔ اگر تم اللہ کی ہدایات پر عمل کرو تو علیؑ تمہاری کامیابی کا ضامن ہے۔	917
10	25	25	25	بُسر بن ارطاۃ اور دیگر چھاپہ ماروں کی تاخت و تاراج کی اطلاع ملنے پر اور بھگوڑی نسل کے عبیداللہ بن عباس کے اپنی جان بچا کر اور ننھے بچوں کو بھینٹ چڑھا کر بھاگ آنے پر علیؑ کا ردّعمل۔	931
11	26	26	26	محمدؐ پوری کائنات اور کائنات میں موجود مخلوقات کو متنبہ کرنے کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔ اہل بیتؑ کے علاوہ کوئی بھی حضرت علیؑ کا ناصر و مددگار نہ تھا اور خانوادہ رسولؐ کو محفوظ رکھنے کیلئے علیؑ نے صبر کیا اور تکلیفیں برداشت کیں	940
12	27	27	27	جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ نے اپنے مقرر و مخصوص کردہ حکمرانوںؑ کے لئے کھولا ہے جہاد ذمہ داریوں کی پوشاک ہے اللہ کی عطا کردہ زرہ اور سپر ہے۔ غدار ساتھیوں کی مذمت اور پوزیشن۔	1019

Presented by Ziaraat.Com

نمبر شمار	خطبہ نمبر: (محمد احسن زیدی)	خطبہ نمبر: علی نقی طہرانی	خطبہ نمبر: مفتی جعفر حسین	عنوان	صفحہ نمبر
13	28	28	28	زمانۂ رجعت وقیامت	1100
14	29	29	29	ایک ہمہ گیر، بے باک اور مطمئن رأہنما دب کر بات نہیں کرتا۔ مخاطب خواہ کوئی ہواُسے یہ محسوس ہونا چاہئے کہ مقرر یا خطیب نہ کسی سے ڈرتا ہے نہ کسی کا محتاج ہے اور نہ موقع پرست ہے۔	1180
15	30	30	30	قریشی لیڈر اور سرداران قوم عثمان کے مخالف ہو گئے ان کی مخالفت عثمان کے قتل کا سبب بن گئی۔ عثمان اور اس کے مخالف وحمایتی تینوں سے مواخذہ ہوگا۔	1255
16	31	31	31	حضرت علی السلام کا وہ خطبہ جس میں عبداللہ بن عباس کو زبیر کے پاس زبانی پیغام دے کر بھیجا تھا تاکہ جنگ جمل سے پہلے پہلے اسے اپنی اطاعت کی دعوت دے کر اس پر اتمام حجت کردیں۔ اس خطبہ میں عبداللہ ابن عباس کو بھی نصیحت فرمائی ہے کہ وہ صرف زبیر سے ملے طلحہ سے بات نہ کرے۔	1295
17	32	32	32	عہدِ مرتضوی کے مسلمانوں کا دینِ اسلام سے تعلق اور عمل درآمد، مسلمانوں کی چار بڑی بڑی قسمیں، منبر نشین لُٹیرے اور متقی ومقدس قزّاق۔	1318
18	33	33	33	عربوں پر حکومت کرنے والوں کی اور عربی مملکت کی قیمت حضرت علیؑ کے شکستہ جوتے سے بھی بہت کم تھی۔ حضرت علیؑ کا مشن باطل کو مٹا کر حق قائم کرنا تھا۔	1356
19	34	34	34	حضرت علیؑ قریش کو عہد رسولؐ میں ان پر گزرنے والی حالت کا مرقع دکھاتے ہیں۔ قرآن کریم میں پیش کردہ نظارہ ان کے سامنے رکھتے ہیں۔	1419

☆☆☆☆☆

Presented by Ziaraat.Com

1)''ابی جارود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ''لوگ ہم سے کیا انتقامی سلوک کرتے ہیں حالانکہ خدا کی قسم کہ ہم لوگ ہی تو وہ درخت ہیں جس سے نبوت کی شاخیں نکلیں اور نبوت جاری ہوئی ہے۔ہم ہی تو وہ گھر ہیں جہاں سے کائنات پر رحم و کرمِ خدا ہوتا رہا ہے۔اور ہم وہ کان یا خزانہ ہیں جہاں سے علم خداوندی ملتا رہا ہے۔اور ہم تو وہ لوگ ہیں جن پر ہر وقت ملائکہ کی آمد و رفت رہتی ہے''۔

(ایضاً باب ان الآئمة معدن العلم)

اسی سلسلے اور باب کی آخری حدیث سنئے:

عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو عَبْدِاللّٰه عليه السلام: يَاخَيْثَمَةُ ! نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ ،وَبَيْتُ الرَّحْمَةِ وَمَفَاتِيح الحِكمة وَ مَعْدَنُ الْعِلْمِ وَمَوْضَعُ الرِسَالَةِ وَمُخْتَلِفُ الْمَلَائِكَةِ وَمَوْضَعُ سِرّ اللّٰهِ وَنَحْنُ وَدِيعَةُ اللّٰهِ فِيْ عِبَادِهِ وَنَحْنُ حرم اللّٰه الْاَكْبَرُ وَنَحْنُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَنَحْنُ عَهْدُاللّٰهِ فَمَنْ وَ فِي بِعَهْدِنَا فَقَدْ وَ فّٰى بِعَهْدِ اللّٰهِ وَمَنْ خفرَهَا خفرَ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَعَهْدِهِ.

''جناب خیثمہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نبوّت کا درخت ہیں اور رحمت خداوندی کا مسکن ہیں اور حکمت و دانش کی کنجیاں ہیں اور علم کا خزانہ ہیں اور وہ مقام ہیں جہاں سے رسالت جاری ہوتی ہے۔اور وہ مقام ہیں جہاں ملائکہ ہر وقت نازل ہوتے رہتے ہیں۔اور وہ جگہ ہیں جہاں اللہ کے تمام راز و رموز موجود ہیں اور ہم اللہ کے بندوں پر اس کی امانت اور سونپی ہوئی چیز ہیں۔اور ہم اللہ کا سب سے بڑا حرم و احترام کی جگہ ہیں۔ہم اللہ کی ذمہ داری ہیں اور ہم اللہ کا عہد ہیں جس نے ہمارا عہد پورا کیا اس نے اللہ کا عہد پورا کر دیا اور جس نے ہمارے عہد کو توڑ دیا اس نے خدا کی عائد کردہ ذمہ داری اور عہد کو توڑ دیا''۔(ایضاً حدیث نمبر 3)

(8۔ج) جن حضرات کو اللہ کی طرف سے کائنات میں واقع ہونے والے اور گذرنے والے تمام حالات و حادثات کا علم دیا جا رہا ہو۔

ان حضرات پر جبرئیلؑ والی نام نہاد وحی کا لانا خود جبرئیلؑ کے لئے ناممکن تھا۔اللہ و محمدؐ اور آئمہؑ اہلبیتؑ میں تو ہر لمحہ رابطہ قائم ہے۔اس رابطہ کے لئے ملائکہ ایسے وسائل و وسائط و ذرائع ایک سیکنڈ بھی کام نہیں آسکتے۔اس سلسلے میں ایک حدیث کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ یہ طویل حدیث گوش گزار رہے سنئے۔ **''یہ وہ باب ہے جس میں صحیفہ اور جفر اور جامعہ اور مصحف فاطمہ علیہا السلام کا تذکرہ ہوگا''**

حدیث:''ابو بصیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضورؐ مجھے کچھ سوالات اس طرح کرنا ہیں کہ کوئی شخص نہ سنے آپ نے ساتھ والے کمرے کے دروازہ پر پڑا ہوا پردہ ہٹا دیا میں نے دیکھا کہ وہاں اور کوئی نہیں ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ اے ابامحمد اب جو چاہو دریافت کرو۔میں نے عرض کیا کہ میں قربان جاؤں یہ بتائیے کہ شیعوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ایک ہزار ابواب علوم ایسے سکھائے تھے جن میں سے ہر دروازے سے ہزار ہزار دروازے کھلتے جاتے ہیں؟ حضورؐ نے اس سوال کی تصدیق فرما دی تو میں نے عرض کیا کہ یہ تو لامحدود علم ٹھہرا؟ اس پر حضورؐ نے اپنی اُنگلی ذرا دیر زمین پر رکھی پھر فرمایا کہ یہ علم تو واقعی ہے مگر دراصل علم صرف اسی قدر تو نہیں ہے۔ہمارے پاس اس علم کے علاوہ ایک کتاب جامعہ بھی تو ہے اور لوگ درایتاً یہ نہیں جانتے کہ کتاب جامعہ درحقیت کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نثار جاؤں مجھے بتائیے کہ جامعہ کیا ہے؟ فرمایا کہ وہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی لمبائی رسولؐ اللہ کے ستر (70) ہاتھ ہے جو انہوں نے خود لکھوائی اور علیؑ نے لکھی تھی۔اس میں تمام حلال و حرام کی تفصیلات ہیں اور ہر وہ بیان ہے جس کی انسانوں کو احتیاج ممکن ہے۔یہاں تک کہ ایک خراش آجانے اور نوچنے تک کی سزا لکھی ہوئی ہے۔یہ فرمایا اور

Presented by Ziaraat.Com

مجھے تھپکی دے کر فرمایا کہ کیا مجھے عملی مثال دینے کی اجازت دیتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ حضور میں سر سے پیر تک آپ کا ہوں جو چاہیں کریں۔ آپؑ نے ہلکی سی چٹکی (نوچنا) بھر کر پھر فرمایا کہ اس کی سزا تک جامعہ میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ کا لہجہ ذرا غضب آلود تھا۔ میں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم یہ تو مکمل علم کہلانے کی مستحق ہے۔ فرمایا کہ یہ بھی علم تو ہے مگر علم صرف اتنا ہی نہیں اور فرمایا کہ جامعہ کے ساتھ ساتھ ہمارے پاس جفر بھی تو ہے۔ جسے لوگ مادی ذرائع سے نہیں جان سکتے میں نے پوچھا کہ میں فدا جاؤں مجھے سمجھایئے کہ جفر کیا ہے؟ فرمایا کہ جفر ایک ظرف (بوری، گونی جس میں غلہ بھرا جاتا ہے) ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک تمام انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کا علم بھی ہے اور بنی اسرائیل میں سے گزرنے والے تمام علما کا علم بھی ہے۔ میں نے حیران ہو کر کہا قسم بخدا اسے تو باقاعدہ علم ماننا ہی پڑے گا۔ فرمایا علم تو یہ ضرور ہے مگر علم صرف اتنا نہیں ہوتا۔ پھر ذرا دیر چپ رہ کر فرمایا کہ بھائی ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام بھی تو ہے۔ اور انہیں یہ بھی تمیز نہیں کہ مصحف فاطمہ کیا ہوسکتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نثار مجھے تو بتا دیں کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اس قرآن سے تین گنا بڑا ذخیرہ ہے جس میں تمہارے اس قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا اُسے تو بخدا علم ماننا ہی ہوگا۔ فرمایا کہ علم تو وہ ضرور ہے مگر اتنا ہی تو نہیں علم تو بہت سارا ہے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر فرمایا کہ ہمارے پاس جو کچھ ہو چکا اس کا بھی علم ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کا بھی علم ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں قربان جاؤں یہ تو بے انتہا علم ہوگیا۔ فرمایا کہ ہاں یہ سب کچھ علم تو ضرور ہے مگر علم اتنا ہی تو نہیں ہے۔ آخر میں نے عرض کیا کہ نثار ہو جاؤں آخر علم ہے کیا؟ فرمایا کہ جو کچھ کائنات میں دن رات جدت ہو رہی ہے ایک امر کے بعد دوسرا اور ایک چیز کے بعد دوسری وقوع میں آتی جاتی ہے اور قیامت تک علم الٰہی کا نیا نیا ظہور ہوتا رہتا ہے اس سب کا ساتھ کے ساتھ معلوم ہوتے جانا علم ہے''۔

(متن نہیں لکھا گیا)

اب خطبہ کا بیان دیکھئے کہ حضورؑ نے اپنے اِس خطبے میں اپنے اس لامحدود ولا انتہا علم کا کُھلا کُھلا ثبوت یہ فرما کر دیا ہے کہ:۔

''میں جو کچھ بھی کہتا ہوں'' اس کے صحیح اور برحق ہونے کا ذمہ دار ہوں'' (خطبہ 16، جملہ نمبر 1)

سوچئے کہ یہ دعویٰ، وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰیO اِنْ ھُوَاِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیO (53/3-4) سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

''میںؑ جو کچھ بھی کہتا ہوں''۔ اور ''وہؐ جو کچھ بھی کہتا ہے'' سوفیصد ایک ہی بات کا دعویٰ ہے کہ:

''محمدؐ ہوں یا علیؑ ہوں ان کے منہ سے نکلنے والی کوئی بات خلافِ واقعہ نہیں ہوسکتی''۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ ان کی زبان سے بولتا ہے۔ ان کے خیالات وخواہشات وپسند وناپسند ان کی اپنی ہوتی ہی نہیں ہے۔ اس عظیم الشان تعلق اور رابطہ کو لفظ ''وحی'' کے پیچھے چھپا دیا ہے۔ تاکہ قریش کے باطل پرست لیڈر بروقت دخل اندازی نہ کرسکیں۔ اور حضرت علیؑ نے بھی لفظ ''نُبِـئْـتُ'' کے پردہ میں چھپا دیا ہے۔ لیکن جس طرح ان پردوں کے پیچھے قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاانتہا ولامحدود علوم کو بیان کر دیا اور قریش کو اعتراض کا موقعہ نہ ملا۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام نے لفظ ''نُبِئْتُ'' (مجھے خبر دی گئی ہے) فرما کر اتنی بڑی اور حیران کن بات کا اعلان کر دیا ہے کہ جس کا تصور بھی، قرآن وحدیث سے مدد لئے بغیر، ناممکن ہے۔ سنئے فرمایا ہے کہ:۔

(1) ذِمَّتِی بِمَا اَقُوْلُ رَهِينَةٌ ؛(2) وَاَنَا بِهِ زَعِيمٌ ؛(3) اِنَّ مَنْ صَرَّحَتْ لَهُ الْعِبَرُ عَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْمَثُلاتِ ؛

(4) حَجَزَتْهُ التَّقْوٰی عَنْ تَقَحُّمِ الشُّبُهَاتِ ؛ (خطبہ نمبر 16، جملے 1 تا 4)

میں جو کچھ بھی کہتا ہوں (یا کہوں گا) اس کے صحیح اور برحق ہونے کا ذمہ دار ہوں۔ اور اپنی ہر بات کے لئے ہر حال میں حقیقت واقعی ہونے کا فخر یہ مدعی ہوں۔ جس شخص کے سامنے دنیا کے حادثات و انقلابات واضح ہو چکے ہوں اور جس کے ساتھ ساتھ عبرت انگیز نتائج چلتے رہے ہوں۔ یقیناً اسی شخص کو تقویٰ ہر قسم کے الجھاؤ اور شبہات سے بچاتا ہے۔ (خطبہ نمبر 16، جملے 1 تا 4)

سوچئے کہ اپنی ہر بات کے صحیح اور برحق ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ اس دنیا میں جتنے حادثات اور انقلابات واقع ہوئے۔ وہ سب میرے سامنے ظہور میں آئے اور جتنے بھی عبرت انگیز نتائج برآمد ہوتے رہے وہ سب میرے ساتھ ساتھ چلتے رہے ہیں ایسی حالت میں رہتے ہوئے میں ہی تو وہ شخص ہو سکتا ہوں جس کو اس کا تقویٰ شکوک و شبہات سے ہر حال میں محفوظ رکھے گا اور میرے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کے برحق و حقیقتِ واقعی ہونے کی ذمہ داری لے گا۔ اور ان حضرات علیہم السلام کی یہ پوزیشن احادیث میں گزر چکی ہے کہ اس کائنات کی اور اس کی ہر مخلوق کی تخلیق ان حضراتؑ کے سامنے ہوئی اور ہر مخلوق پر ان کی اطاعت واجب کی گئی اور انہیں تمام موجودات پر عینی شاہد بنایا گیا ہے۔ جو ہر ہر چیز کی تمام حالتوں، نشو ونما، ترقی و زوال پر چشم دید گواہی دیں گے۔ ساری امتیں، تمام انبیاءؑ اور ہر امت کے چشم دید شاہد جمع کئے جائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سب پر گواہ بنا کر قائم کیا جائیگا اور حضورؐ سب کے اعمال واقوال و تصورات وعقائد پر گواہ ناطق ہوں گے (نساء 4/41، نحل 16/89) یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ ابتدائے تخلیق سے قیامت تک کی ہر ہر چیز کی تخلیق ونشو ونما ترقی و زوال اور موت وفنا کی تمام کیفیات ان حضرات کے سامنے متحضر ہوں۔ اور یہی تو وہ لا انتہا و لامحدود علم ہے جو قرآن (سورہ نساء 4/41، 16/89) کے ساتھ ساتھ احادیث اور خطبہ نمبر 16 میں بیان ہوا ہے۔ جس کی فراہمی کے لئے لفظِ جبرئیل اور وحی بہت چھوٹے اور تنگ الفاظ و توجیہات ہیں۔

(8۔د) قرآن اور حدیث میں محمدؐ اور اجزائےؑ نورِ محمدؐ کے لامحدود علم کا دوسرا تائیدی رخ تمام مخلوقات کو صورت سے پہچاننا۔

یوں تو فضائل محمدؐ اور آئمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین لاتعداد و لاتحصیٰ ہیں اور ہم برابر لکھتے ہی رہیں گے لیکن اس عنوان کے ماتحت ہمیں یہ دکھانا ہے کہ وہ مقدسؑ افراد جو کہ قیامت کے دن ایسی باتیں کریں جو مخلوق کے تمام سابقہ حالات سے واقفیت کے بغیر ناممکن ہوں، محمدؐ و علیؑ اور باقی اجزائے نورِ محمدیؐ ہی ہو سکتے ہیں۔ اور یہاں ہم اسی قسم کے بیانات قرآن مجید واحادیث سے دکھانا شروع کریں گے اور منشا و مقصد وہی ہوگا کہ ایسا بے پناہ علم عطا کرنے کے لئے قریش کے مذموم وسائل، وحی یا جبرئیل یا دونوں کسی طرح کافی نہیں ہو سکتے۔

(8۔ھ) قیامت کے آخری فیصلے کے بعد دو ایسے اشخاص سے اللہ کا خطاب کرنا جو ہر مجرم سے اور اس کے جرائم سے واقف تھے صورت سے جہنمی اور جنتی کو پہچانتے ہیں۔

قارئین سورۃ قٓ کی بیسویں آیت سے لے کر چھبیسویں (50/20-26) آیت تک قیامت کا نظارہ دیکھیں کہ صور پھونک دیا گیا ہے، ہنگامہ دار و گیر برپا ہے (50/20) ہر مجرم کے ساتھ ایک گواہ ہے جس نے اس مجرم کو زندگی کے دوران اس کے تمام جرائم کو بچشم خود دیکھا تھا اور دوسرا شخص وہ ہے جو اُسے گرفتار کئے ہوئے ہانکتا ہوا لایا ہے۔ (50/21) اِسی شان سے وہ تمام مجرم حاضر کر دیئے گئے ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت کا اعلان ہونے تک جرائم کے مرتکب ہوتے رہے تھے۔ یوں جتنے مجرم حاضر ہیں ان سے تعداد میں دوگنا ان پر گواہ اور ہانک کر لانے والے لوگ ہیں جو رپورٹ کر کے چپ چاپ کھڑے ہیں (50/23) اللہ ہر مجرم سے کہہ رہا ہے کہ تم لوگ آج کی اس بازپُرس اور نتیجہ سے برابر غفلت برتتے رہے۔ مگر آج ہم نے تمہاری غفلت کا پردہ کھول دیا اور آج تمہاری نظر بڑی تیکھی ہے (50/22) اور جب تمام مجرموں کے

Presented by Ziaraat.Com

ساتھیوں نے اپنے اپنے مجرم کوسپرد کرنے کا اعلان کر دیا(50/23) تب دواشخاص سے فرمایا کہ:۔

اَلْقِیَافِیْ جَھَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ Oمَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ مُّرِیْبٍ Oالَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَاَلْقِیٰہُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ (سورہ قٓ 26-50/24)

''تم دونوں ان تمام مجرموں کوجہنم سے ملاقات کراؤ جوحق کو چھپاتے اور دشمنی وبغض رکھتے تھے۔ جوعمل خیر سے منع کرتے تھے اور حدود شکنی کرنے والے اور لوگوں کوشش و پنج میں مبتلا کرنے والے تھے۔اور دیکھوتم دونوں اسے تو شدید ترین عذاب سے دوچار کرو جوخدائی فرمانروائی میں ایک دوسرا واجب الاطاعت معبود بنانے کا مجرم بھی ہے''۔(مزید دیکھیں سورہ فرقان 29-25/27)۔

ان آیات پر تفصیلی گفتگو ہماری تفسیر سورہ قٓ میں ملے گی یہاں قارئین یہ نوٹ کریں کہ یہاں بھی علما نے قریشی افسانوں کی تائید کے لئے ان آیات میں حقیقی صورتِ حال کو چھپایا ہے۔مگر اللہ نے یہاں دوافرادؑ کو یہ حکم دیا ہے کہ:۔

''تم تمام مجرموں کوجہنم واصل کرو'' قرآن کریم کے اس حکم کو ہر اُس شخص کے سامنے پیش کرو جو ہمارے ترجمہ کے خلاف کچھ کہنا چاہے۔اُس سے پوچھو کہ جناب صرف ایسے دوافراد مطلوب ہیں جوجہنم میں جانے والے تمام مجرموں کوجہنم میں پھینکیں۔اگر یہاں یہ مطلب ہوتا کہ جودو دوافراد ایک ایک مجرم کو لے کرآئے تھے ان سے کہا گیا ہے؟ تو وہ تو صرف اس ایک مجرم کوجہنم میں پھینک سکتے تھے جسے وہ لے کرآئے تھے۔مگر حکم میں دو ایسے افراد ہیں جو تمام جہنمیوں کوجہنم واصل کرنے پر مامور کئے گئے ہیں۔پھر وہ دونوں ایسے افراد ہونا چاہئیں جو تمام کفار کو،عناد رکھنے والوں،عمل خیر سے روکنے والوں کو،اور حد سے بڑھنے والوں کو اور شکوک وشبہات پھیلانے والوں کو پہچانتے اور جانتے ہوں۔اور وہ کروڑوں افراد جومجرموں کو لے کرآئے تھے صرف اپنے اپنے مجرم سے واقف تھے تمام مجرموں سے واقف نہ تھے۔یہ جن دوافرادؑ کو حکم دیا گیا ہے وہ تو تمام مجرموں پر چشم دید اور پوری زندگی کے تمام اعمال پر شہید یا گواہ ہونا چاہئیں اور ایسے ایک گواہ کا نام محمدؐ ہے جسے قرآن میں دوجگہ مخاطب کر کے پوری نوع انسان پر شہید فرمایا گیا ہے۔(نساء4/41،نحل16/89)

اور دوسرا فردؑ بھی ایک کائناتی اور ہمہ گیر گواہ ہونا چاہئے۔اور وہ وہی ہے جسے اللہ نے رسالت محمدؐیہ پر اپنے برابر کا شہید قرار دیا ہے اور جسے الکتاب کا یعنی تمام کتبہائے خداوندی کا عالم فرمایا ہے۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ O(13/43)

''حقائق پر پردہ ڈالنے والے لوگ کہتے ہیں اور کہتے رہیں گے(مضارع) کہ تم اللہ کے بھیجے ہوئے رسولؐ نہیں ہو۔ان سے کہہ دو کہ میری رسالت پر میرے اور تمہارے درمیان چشم دید گواہی کیلئے ایک تو اللہ کافی ہے دوسرا وہ شخص کافی اور چشم دید گواہ ہے جو الکتٰب کا عالم ہے''۔

لٰہذا یہ بالکل قدرتی ہے اور فطری ہے اس لئے کہ علیؑ اور محمد صلوٰۃ اللہ علیہما دونوں ایک ہی نور سے تو ہیں۔جو ساری کائنات اور کائناتی مخلوقات کی تخلیق ونشونما اور ترقی وزوال وفنا کے ہر ہر مرحلہ پر حاضر وشاہد تھے۔وہ کیوں نہ تمام انسانوں کے اچھے اور برے تمام اعمال پر گواہ ہوں گے؟

(8۔و) مندرجہ بالا آیت(50/24) کی معصوم تفسیر میں محمدؐ وعلیؑ ہی وہ افراد ہیں جوجہنمیوں کوجہنم میں داخل کریں گے۔

یہاں ہم بطور تائید چند احادیث لکھتے ہیں تاکہ مندرجہ بالا بیانات اور آیات میں کچھ شک وشبہ نہ رہنے پائے۔چنانچہ کتاب ینابیع المودۃ میں نقل کیا گیا ہے کہ:۔

Presented by Ziaraat.Com

اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیامۃ وَقَفَ محمدٌ وَ علیٌ عَلٰی الصّراطِ وَیَنَادِی مَنَادٍ یَامحمدٌ ویَاعلیٌ اَلْقِیَافِیْ جَھَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ بِنُبُوتِکَ یَا محمدٌ وَعَنِیْدٍ بِوِلَایَتِکَ یَاعَلیٌ (صفحہ 70 مبطوعہ بمبئی)

''جب قیامت کا دن ہوگا تو محمدؐ اور علیؑ پُل صراط پر کھڑے ہوں گے اس وقت ایک ندا دینے والا آواز دے گا کہ اے محمدؐ اور اے علیؑ تم دونوں ان تمام لوگوں کو جہنم میں پھینک دو جو تمہاری نبوت کے کافر تھے اور جو تمہاری حکومت سے دشمنی رکھتے تھے''۔

دوسری حدیث: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی ایک طویل حدیث کے آخری حصہ میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان بیان کیا کہ:

قَالَ امیر المومنین علیہ السلام: اَنَا قَسِیمُ اللّٰہ بین الجنّۃ و النّار، لَا یَدْخلھا داخلٌ اِلَّا علٰی حدِّقِسمی. وَاَنَا الامام لِمَنْ بعدی و المؤدّی عَمَّنْ کَانَ قَبْلِیْ لَا یَتَقَدَّمُنِیْ اَحَدٌ اِلَّا اَحْمَد صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم، وَاِنِّی وَاِیَّاہُ لَعَلٰی سبیل واحد۔الخ (کافی کتاب الحجۃ باب ان الآئمۃؑ ارکان الارض)

آپؑ نے فرمایا کہ: ''میں اللہ کے حکم سے جنت اور دوزخ کو تقسیم کرنے والا ہوں۔ میری طے کردہ قسم کے علاوہ کوئی اور شخص نہ جنت میں داخل ہوسکتا ہے اور نہ جہنم میں داخل ہوسکتا ہے اور میں اپنے بعد والوں کیلئے بھی امام ہوں۔ اور جو سربراہانؑ اسلام مجھ سے پہلے تھے میں انکے مشن کو آگے بڑھانے والا ہوں۔ محمد مصطفیٰؐ کے علاوہ اور کوئی مجھ پر مقدم نہیں ہے اور میں اور وہ دونوں ایک ہی طریقہ کے لوگ ہیں''۔

ان آیات واحادیث سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ محمدؐ اور ان کے نور میں برابر کے شریک نمائندگانِ خداوندی صلوٰۃ اللہ علیہم پوری کائنات اور کائناتی مخلوقات وموجودات پر عینی شاہد رہتے ہوئے قیامت تک پہنچے اور وہاں تمام جہنمی اور جنتی لوگوں کو پہچان کر انہیں جنت وجہنم میں داخل کیا (کرینگے)۔ یہی حقیقت قرآن میں دوسرے مقام پر ذرا تفصیل سے لکھی ہوئی ہے جسے ہم دکھانا ضروری سمجھتے ہیں۔

(8۔ز) قیامت کے منتظمینؑ، اپنے حکم واذن واذان سے لوگوں کومحروم وصاحب المرام کرنے والے اور پوری نوع انسان سے واقف ومطلع۔

محمدؐ وآلِ محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کا جو مقام اللہ نے قرآن میں واضح کیا ہے اس کا مدعی کوئی اور صاحب عقل نہیں ہوسکتا ہے۔آیئے سورہ اعراف میں بڑی تفصیل سے قیامت کا ہر پہلو بیان ہوا ہے وہاں سے چند آیات آپ کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ زیر قلم عنوان کے حقائق پر قلوب مطمئن ہوجائیں۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ:۔

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَھَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَھُمْ اَنْ لَّعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ O الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ کٰفِرُوْنَ O وَبَیْنَھُمَا حِجَابٌ وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ کُلًّا بِسِیْمٰھُمْ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَمْ یَدْخُلُوْھَا وَھُمْ یَطْمَعُوْنَ O وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُھُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ O وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ قَالُوْا مَا اَغْنٰی عَنْکُمْ جَمْعُکُمْ وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ O اَھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ O (سورۃ الاعراف 49-7/44)

''اور اہل جنت جہنم والے لوگوں کو پکار کر دریافت کریں گے کہ ہم نے تو اُن سارے وعدوں کو برحق پالیا ہے جو ہم سے ہمارے رب نے کئے تھے۔ کیا تم نے بھی ان تمام وعدوں کو برحق پالیا ہے جو تم سے تمہارے پروردگار نے کئے تھے؟ جہنمیوں نے کہا کہ ہاں اور ان کے

Presented by Ziaraat.Com

درمیان ایک پردہ ہوگا۔اور مقامِ شناخت ومعرفت پر جولوگ فائز ہیں اور پوری نوع انسان کوان کے چہروں سے پہچانتے ہیں وہ ان لوگوں کو پکار کرسلام علیکم کریں گے جو جنت میں داخل ہو چکے اور جو ابھی جنت کے شوق میں داخلہ کے لئے آ رہے ہیں۔اور جب ان کی نظریں جہنمیوں کی طرف پھریں گی تو کہیں گے۔اَے ہمارے پروردگار ہمیں ظالم قوم کی معیت سے محفوظ رکھنا۔ہم اُن سے بے تعلق ہیں پھر وہی صاحبانِ معرفت کچھ خاص جہنمیوں کوان کے چہروں سے پہچان پہچان کر پوچھیں گے کہ بتاؤ آج تمہارا اقتدار اور جمع پونجی تمہارے کیوں کام نہ آئی؟ اور تمہاری بالا دستی اور گھمنڈ کیوں خاک میں مل گیا؟ اور کیا یہ اہل جنت وہی لوگ نہیں ہیں؟ جن کے متعلق تم قسمیں کھا کھا کرلوگوں کو بہکایا کرتے تھے کہ ان لوگوں کا تو اللہ کی رحمت میں کوئی حصہ نہیں ہے؟ پھر وہ صاحبانِ معرفت حضرات جنت میں داخل ہونے والی پارٹیوں سے کہتے جائیں گے کہ تم سب جنت میں اس طرح داخل ہوتے جاؤ کہ تمہارے لئے اب کوئی خوف وغم نہیں ہے''۔

(8۔ح) اللہ اوراس کے نمائندوں میں کبھی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ساری نوعِ جن وانس کواللہ اور وہیؑ پہچانتے ہیں۔

اگر قرآن میں استعمال شدہ الفاظ کے معنی نہ بدلے جائیں اور مترجم اپنی طرف سے قرآن کے الفاظ کے مفاہیم میں اضافہ نہ کرے تو حقائق قرآن کبھی قاری سے پوشیدہ نہ ہونے پائیں۔چنانچہ تمام اہل مذاہب جانتے اور مانتے ہیں کہ جنت اور جہنم میں تمام جِنات اور تمام انسان موجود ہوں گے اوران سب کو چہروں سے پہچاننا اللہ اور محمد وعلی وحسن وحسین اور فاطمہ اور باقی آئمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ اور کسی کے لئے ممکن ہی نہیں۔حتیٰ کہ باقی انبیاء علیہم السلام بھی ساری امتوں کے افراد کونہیں پہچان سکتے۔یہ تو اُن ہی حضرات علیہم السلام کا مقام ہے جوتخلیق کائنات سے کروڑوں سال پہلے عالم وجود میں لائے گئے اور انہیں وہ بے انتہا ولا محدود علم وقدرت وگنجائش عطا کی گئی جس سے ساری کائنات پر احاطہ کرسکیں۔

جواس کائنات کی تخلیق کا باعث بنے اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور بقول مرتضیٰ علیہ السلام:

''کائنات کے تمام انقلابات وحادثات اور نتائج قدم بقدم ان کے ساتھ چلتے چلے آئے (خطبہ 16، جملے 3،4)''

وہی جنابؑ تھے جنہیں ان آیات میں موذن فرمایا گیا ہے۔

(8۔ط) حدیث کی رُو سے بھی حضرت علیؑ موذن ہیں۔

جنہوں نے تمام ظالمین پرلعنت کرنے کا حکم دیا اوران کونعماتِ خداوندی سے محروم کرکے جہنم واصل کیا۔فرمایا گیا کہ:

عَنْ احمد بن حلّال قال: سالت ابا الحسن علیه السلام عن قوله تعالیٰ .فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَهُمْ اَنْ لعنة اللّٰهِ علی الظلمین"قال: اَلْمُؤَذِّنُ امیر المومنین علیه السلام .(کافی کتاب الحجة باب فیه نکت و نتف حدیث نمبر 70)

''احمد بن حلال کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اُس موذن کے لئے سوال کیا جس کا ذکر اللہ نے یوں کیا ہے کہ ایک نے اپنی اذان میں تمام ظالمین پرلعنت کی تھی۔فرمایا کہ وہ المو‌ذن امیر المومنین حضرت علیؑ ہیں۔(حدیث نمبر 70)

یہ بھی دیکھ لیں کہ مقام اعراف اورخود اعراف محمدؐ اوران کے جانشین آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

(8۔ی) مجسمہ معرفت (الاعراف) بھی اور مقامِ معرفت پر فائز بھی آنحضرتؐ اوران کے نوری ظہور ہی ہیں۔

عَنْ مقرن قال :سَمِعْتُ ابا عبداللّٰه علیه السلام یقول: جَاءَ ابن الکوَّا اِلٰی امیر المومنین علیه السلام فقال : یا امیر المومنین وَعَلَی الاَعْرافِ رِجَالٌ یَعْرِفُوْنَ کُلًّا بِسِیْمٰهم؟فقال: نَحن علی الاعراف نعرف انصارنا بسیما هم و نحن

Presented by Ziaraat.Com

الاعراف الَّذِی لا یُعرَف اللہ عزّوجلّ اِلاَّ لِبَسَبِیْل معرفتنا وَ نحن الاعراف یُعرّفَنَا اللّٰہ عزّوجَلّ یَوْمَ القیامۃ عَلَی الصراط، فَلا یدخل الجنّۃَ اِلاَّ مَنْ عرفنا وَعَرَفْنَاہُ وَلا یدخل النار الا مَنْ انکرنا انکرناہ؛ اِنَّ اللّٰہ تعالیٰ لَوْشَاءَ لَعَرَّف الْعِبَاد نفسہ ولکن جَعَلَنَا ابوابہ و صراطہ وسبیلہ و الوجہ الَّذِی یُؤْتِی مِنْہُ ؛فَمَنْ عَدَلَ عَنْ ولایتنا اَوفَضَّلَ عَلَیْنَا غَیْرَنَا فَاِنَّھُمْ عن الصراط لَنَاکِبُوْنَ فَلاَ سِواء مَنْ اَعْتَصَمَ الناس بہ وَلَا سَوَاء حیث ذَھَبَ النَّاسَ اِلٰی عُیُوْن کدرۃ یفرغ بعضھا فِی بعض ؛وَذَھَبَ مَنْ ذَھَبَ اِلَیْنَا اِلٰی عُیُوْن صافیہ تجری بِاَمْرِرَبّھا لاَنفادلَھَا وَلَا انْقِطَاع۔

(کافی کتاب الحجۃ باب معرفۃ الامام و الرد الیہ)

’’مقرن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے امام جعفر صاؑدق کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن الکوا حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور آیت عَلَی الاعراف رِجَالٌ کے متعلق سوال کیا کہ حضوؑر وہ کون لوگ ہیں جو تمام جنتیوں کو اور تمام جہنمیوں کو ان کے چہروں سے پہچانتے ہیں؟ فرمایا کہ اعراف پر ہم لوگ ہیں جو اپنے انصار اور مخالفین کو ان کے چہروں سے پہچانتے ہیں اور ہم خود ہی الاعراف یعنی مجسم معرفت ہیں جن کے وسیلے کے بغیر اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ہم ہی وہ مجسم معرفت ہیں جنہیں قیامت کے روز پُل صراط پر جنتی اور دوزخی کی شناخت کے لئے قائم کیا جائے گا۔چنانچہ جنت میں صرف وہی لوگ جاسکیں گے جو ہماری معرفت رکھتے ہوں اور ہم ان کی معرفت کی تصدیق کردیں۔اوراسی طرح جہنم میں بھی صرف وہی لوگ جائیں گے جو ہماری معرفت نہ رکھتے ہوں اور ہم بھی ان کی معرفت کا انکار کردیں۔یقیناً اگر اللہ نے چاہا ہوتا تو خود بھی اپنی معرفت کراسکتا تھا مگر اس نے ہمیں اپنی معرفت کے لئے اپنے دروازے بنایا اور اپنی پسندیدہ طرزِ زندگی اختیار کرانے کے لئے ہمیں اپنا صراط مستقیم بنایا اور اپنی نعمتیں حاصل کرانے کا ذریعہ بنایا اور اپنی وہ وجہ بنایا جس سے ساری مخلوقات کو ان کی ضروریات فراہم کرے۔چنانچہ جو شخص ہماری ولایت وحکومت کے خلاف چلنے میں عدل سمجھے یا ہمارے اوپر کسی ہمارے غیر کو بزرگی دیتا رہے۔وہ یقیناً پل صراط سے اوندھے منہ جہنم میں جاگرے گا۔وہ دونوں گروہ کیسے برابر ہوسکتے ہیں جن میں ایک گروہ ہمارے مخالف لوگوں کی پناہ لے اور گندی نالیوں سے سیراب ہوتا رہے۔اور دوسرا گروہ ہم سے وابستہ رہتا ہوا زندگی بسر کرے اور ایسی پاک وپاکیزہ نہروں اور چشموں سے سیراب ہو جنہیں اللہ نے خود جاری کیا ہو جو نہ ختم ہونے والی ہیں نہ منقطع کی جاسکتی ہیں‘‘۔(باب معرفۃ الامامؑ حدیث نمبر 9)

9) بہت شور کرتا تھا اخذ وحی کا + جو ڈانٹا تو نکلا جمورا کسی کا۔ تمام فاتح، تمام موحِد، تمام کافرِ صحیح اخذ وحی کرتے ہیں مگر رسوؐل اللہ؟؟؟

اس عنوان میں ہم مودودی کے قلم سے وحی کے معنی اور اس کی حقیقت وحیثیت دکھائیں گے تا کہ قارئین کو اُس دشمنی کی گہرائی کا اندازہ ہوسکے جو قریش کو علی علیہ السلام کی وجہ سے اسلام اور تعلیمات اسلام سے تھی۔اور جس کی بناپر اُن ملاعین نے قرآن کو مہجور کرکے اُسی سے اپنا مذہب ایجاد کیا (فرقان 25/30) اور یوں قرآن کی آڑ میں اُسے اسلام کے نام سے جاری کرکے قرآن کو جھٹلایا (انعام 6/66) قرآن اور رسوؐل کے قائم کئے ہوئے طریقہ کے خلاف دولیڈر یاروں نے اپنی قومی حکومت قائم کی (فرقان 29-25/27) نسل رسوؐل اور نسل آدمؑ کو تہہ تیغ کرنے اور دنیا کو قتل وغارت ولُوٹ مار کا اکھاڑہ بنانے کا قدیم منصوبہ پورا کیا (بقرہ 205-2/204) اللہ، رسوؐل اور اسلام کے متعلق اپنے ساختہ عقائد پھیلائے ایک جعلی تاریخ وحدیث وتفسیر تیار کرکے دنیا کو فریب میں مبتلا رکھا۔اور چودہ سو سال تک پیہم ڈھنڈورا پیٹا کہ دنیا طاغوتی نظام کو اسلام سمجھتی رہے۔

Presented by Ziaraat.Com

(9۔الف) وحی کے لُغوی معنی اور وحی کے مطالب، مودودی کے قلم سے وہ بکواس جسے قریش کے علما ہی ہضم کرسکتے ہیں۔

مسٹر مودودی رقمطراز ہیں غور سے پڑھیے:

1)''وحی کے لغوی معنی ہیں''خفیہ اور لطیف اشارے'' کے۔ جسے اشارہ کرنے والے اور اشارہ پانے والے کے سوا کوئی اور محسوس نہ کرسکے''۔ (مسلسل لکھا ہے کہ:)

2)''اسی مناسبت سے یہ لفظ''اِلقاء''(دل میں بات ڈال دینے)اور''الہام''(مخفی تعلیم وتلقین) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے''(مسلسل لکھا ہے کہ)

3)''اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جو تعلیم دیتا ہے وہ چونکہ کسی مکتب ودرسگاہ میں نہیں دی جاتی بلکہ ایسے''لطیف طریقوں'' سے دی جاتی ہے کہ بظاہر کوئی تعلیم دیتا اور کوئی تعلیم پاتا نظر نہیں آتا، اسلیئے اس کو قرآن میں''وحی''،''الہام''اور''القاء''کے الفاظ سے''تعبیر'' کیا گیا ہے''(مسلسل لکھا ہے کہ:)

4)''اب یہ تینوں الفاظ(وحی، الہام، القاء۔احسن) الگ الگ اصطلاحوں کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔لفظِ''وحی''انبیاءؑ کے لئے مخصوص ہوگیا ہے۔اور''الہام''کو اولیاء اور بندگانِ خاص کے لئے خاص کر دیا گیا ہے۔اور اِلقاء نسبتاً عام ہے''(مسلسل لکھتے جاتے ہیں کہ:)

5)''لیکن قرآن میں یہ اصطلاحی فرق نہیں پایا جاتا۔ یہاں آسمانوں پر بھی وحی ہوتی ہے۔جس کے مطابق ان کا سارا نظام چلتا ہے(وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا (حٰمٓ سجدہ 41/12)۔زمین پر بھی وحی ہوتی ہے جس کا اشارہ پاتے ہی وہ اپنی سرگزشت سنانے لگتی ہے(یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا O بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا (الزلزال 5-99/4) ملائکہ پر بھی وحی ہوتی ہے جس کے مطابق وہ کام کرتے ہیں(جبرئیل پر جبرئیل؟۔ احسن) (اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ ۔(الانفال 8/12)شہد کی مکھی کو اس کا پورا کام وحی(فطری تعلیم) کے ذریعہ سے سکھایا جاتا ہے۔جیسا کہ آیت(نحل 16/68) زیر بحث میں آپ دیکھ رہے ہیں۔اور یہ وحی صرف شہد کی مکھی تک ہی محدود نہیں ہے۔2۔مچھلی کو تیرنا، 3۔پرندے کو اُڑنا اور، 4۔نوزائیدہ بچے کو دودھ پینا بھی وحی خداوندی ہی سکھاتی ہے،5۔پھر ایک انسان کو غور وفکر اور تحقیق وتجسس کے بغیر جو صحیح تدبیر، یا صائب رائے، یا فکر وعمل کی صحیح راہ سُجھائی جاتی ہے وہ بھی وحی ہے(وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ (القصص 28/7)۔6۔اور اس وحی سے کوئی انسان بھی محروم نہیں ہے۔7۔دنیا میں جتنے انکشافات ہوئے ہیں،8۔جتنی مفید ایجادیں ہوئی ہیں،9۔بڑے بڑے مدبرین، 10۔فاتحین،11۔مفکرین اور،12۔مصنفین نے جو معرکے کے کام کئے ہیں ان سب میں اس وحی کی کارفرمائی نظر آتی ہے بلکہ،13۔عام انسانوں کو آئے دن اس طرح کے تجربات ہوتے رہتے ہیں کہ کبھی بیٹھے بیٹھے دل میں ایک بات آئی یا،14۔کوئی تدبیر سوجھ گئی۔یا، 15۔خواب میں کچھ دیکھ لیا اور بعد میں تجربے سے پتہ چلا کہ وہ ایک صحیح راہنمائی تھی جو غیب سے انہیں حاصل ہوئی تھی''(مسلسل لکھا ہے کہ:)

6)''ان بہت سی اقسام میں ایک خاص قسم کی وحی وہ ہے جس سے انبیاء علیہم السلام نوازے جاتے ہیں۔16۔اور یہ وحی اپنی خصوصیات میں دوسری (پندرہ)اقسام سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔اس میں وحی کئے جانے والے کو پورا شعور ہوتا ہے کہ یہ وحی خدا کی طرف سے آرہی ہے۔اُسے اس کے مِن جانب اللہ ہونے کا پورا یقین ہوتا ہے۔وہ عقاید واحکام اور قوانین وہدایات پر مشتمل ہوتی ہے اور اسے نازل کرنے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ نبیؐ اس کے ذریعہ سے نوعِ انسانی کی راہنمائی کرے''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 551-552)

(9۔ب) وحی کے لغوی معنی پر ایک قرآنی نظر ڈالیئے۔

علامہ نے وحی کے لغوی معنی''خفیہ اور لطیف اشارہ'' لکھے ہیں۔اور تفصیل وشرط یہ بتائی ہے کہ:۔

Presented by Ziaraat.Com

''ایسا اشارہ جسے اشارہ کرنے والے اور اشارہ پانے والے کے سوا کوئی اور محسوس نہ کر سکے''۔
ان لغوی معنی اور تفصیل کو جانچنے کے لئے قرآن کا وہ مقام بہترین ہے جہاں حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری پا کر اس خوشخبری کی سچائی اور تصدیق کے لئے اللہ سے ثبوت یا دلیل طلب کی تھی اور کہا تھا کہ:

قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّیۡۤ اٰیَۃً قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّاO(مریم 19/10)

علامہ مودودی کا ترجمہ ''زکریا نے کہا'' پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دے'' فرمایا'' تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ تو پیہم تین دن لوگوں سے بات نہ کر سکے گا'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 58-59)

قارئین اللہ اور زکریاؑ میں یہ بات طے ہوگئی کہ تین روز تک زکریاؑ منہ سے نہ بول سکیں گے اور نہ بات کر سکیں گے۔ لہٰذا یہ موقع وہ ہے جہاں حضرت زکریاؑ تین روز صرف اشاروں سے اپنا مافی الضمیر لوگوں کو بتائیں گے۔ چنانچہ اگلی آیت کہتی ہے کہ:۔

فَخَرَجَ عَلٰی قَوۡمِہٖ مِنَ الۡمِحۡرَابِ فَاَوۡحٰۤی اِلَیۡہِمۡ اَنۡ سَبِّحُوۡا بُکۡرَۃً وَّ عَشِیًّاO(19/11)

مودودی: ''چنانچہ وہ محراب سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آیا اور اُس نے اشارے سے اُن کو ہدایت کی کہ صبح و شام تسبیح کرو''
یہ بات تو واضح ہے کہ جب حضرت زکریاؑ کی زبان بندی ہوگئی تو ظاہر ہے انہیں قوم سے جو کچھ کہنا تھا یا کہنا ہو بول کر تو کہہ نہ سکیں گے۔ اب دو صورتیں تھیں اول اشارہ، دوم لکھ کر۔ اگر یہاں لفظ اَوۡحٰۤی اِلَیۡہِمۡ (وحی کی ان کی طرف) کے معنی اشارہ کر لئے جائیں تو بڑا موزوں معلوم ہوگا۔ چنانچہ مودودی نے بے تکلفانہ لکھ دیا کہ ''اشارے سے اُن کی ہدایت کی''۔ لیکن مودودی اینڈ کمپنی کی وہ شرط ختم ہوگئی کہ ''وحی کے معنی خفیہ اور لطیف اشارہ ہیں''۔ اور یہ کہ ''اس اشارہ کو صرف اشارہ کرنے والا اور اشارہ پانے والا ہی دیکھے اور سمجھے''۔ پھر دوسری خرابی یہ ہے کہ حضرت زکریاؑ نے جو ہدایت کی اس میں لوگوں کو اشارے سے یہ تین مطالب سمجھانا تھے۔ 1۔ ہر صبح۔ 2۔ ہر شام۔ 3۔ تسبیح کرو۔ قارئین کسی راہ چلتے کو روک کر یہ تین باتیں اشاروں سے سمجھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اشارے ان تینوں باتوں کے لئے کام نہ کریں گے۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ اشارہ خود عربی زبان کا لفظ ہے اور اسی سورہ میں استعمال ہوا بھی ہے۔ علامہ کا اپنا ترجمہ دیکھئے۔ ارشاد ہے:۔

فَاَشَارَتۡ اِلَیۡہِ قَالُوۡا کَیۡفَ نُکَلِّمُ مَنۡ کَانَ فِی الۡمَہۡدِ صَبِیًّاO(19/29)

''مریمؑ نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا'' ہم اس سے کیا بات کریں جو گہوارے میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 66)
سوچئے کہ جب لفظ ''اشارہ'' موجود ہے تو وحی کے معنی اشارہ ہونا ہی نہ چاہئیں۔ اس لئے بھی کہ عربی زبان میں ہر تصور کے لئے ایک مستقل تصدیق یا لفظ موجود ہے۔ اور کسی ایک مصدر سے کسی دوسرے مصدر کے الفاظ کے معنی تبدیل نہیں کئے جا سکتے۔ لہٰذا مودودی والے لغوی معنی باطل ہو گئے۔

(9۔ج) علامہ کی دوسری بات بھی غلط ہے۔ قرآن نے لفظ وحی کو الفاظ ''القا'' اور ''الہام'' کی جگہ استعمال نہیں کیا۔

قارئین نوٹ کریں کہ اللہ نے لفظ ''وحی'' جگہ جگہ استعمال کیا ہے لیکن سب جگہ اس کے ایک ہی معنی بیان کئے ہیں اور مودودی نے خود بھی لکھا ہے کہ:
''لیکن قرآن میں یہ اصطلاحی فرق نہیں پایا جاتا'' (5) اور اس کیلئے انہوں نے پندرہ مختلف حالتیں لکھ دیں ہیں جہاں لفظ ''وحی'' کو اللہ نے بلا تکلف استعمال کیا ہے۔ لہٰذا علامہ اینڈ کمپنی نے خود ہی جہاں چاہا وحی کے معنی القاء کر لئے کہیں الہام کر لئے کہیں فطری تعلیم کر لئے۔ یعنی انہیں خود بھی وحی کے معنی معلوم نہیں ہیں۔ اصطلاحات وغیرہ بھی سب ان کی اپنی گھڑی ہوئی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اوراخذِ وحی کی بکواس بھی کہیں قرآن میں نہیں ہے یہ بھی ان کے مذہب کی ضروریات ہیں جوافسانوی انداز میں قرآن کے ذمہ چپکادی گئی ہیں۔

(9۔د) قرآن کریم میں اللہ نے لفظ الہام استعمال کیا ہے۔اورعلامہ نے الہام اوروحی کوایک ہی چیز ثابت کردیا ہے۔

مودودی نے الہام کووحی بنا کراُسے ہرمخلوق میں فطری طور پرودیعت شدہ مانا ہے۔قرآن اوران کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰهَاO فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰهَاO (91/7-8) (تفہیم القرآن جلد6 صفحہ 351)

مودودی:۔''اورنفس انسانی کی اوراُس ذات کی قسم جس نے اُسے ہموار کیا پھراُس کی بدی اوراُس کی پرہیزگاری اس پرالہام کردی''
(شمس 8-91/7، تفہیم القرآن جلد6 صفحہ 351)

(9۔ھ) مودودی تشریح، الہام کوکھینچ کروحی بنادیا گیااور پھروحی فطرت میں ودیعت ہوگئی۔

''۵الہام کا لفظ لَھم ٌ سے ہے جس کے معنی ''نگلنے'' کے ہیں ''لھم الشیءَ والتھمہ'' کے معنی ہیں کہ فلاں شخص نے اُس چیزکونگل لیا''اور''الھمتہ الشیءَ '' کے معنی ہیں ''میں نے فلاں چیز اُس کونگلوادی'' یا ''اُس کے حلق سے اتاردی'' اِسی بنیادی مفہوم کے لحاظ سے اِلہام کا لفظ اصطلاحاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''کسی تصوریاکسی خیال کوغیرشعوری طور پربندے کے دل ودماغ میں اتاردینے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔نفس انسانی پراُس کی بدی اوراس کی نیکی وپرہیزگاری الہام کردینے کے دومطلب ہیں: ''ایک یہ کہ اس کے اندرخالق نے نیکی اوربدی دونوں کے رجحانات ومیلانات رکھ دیئے ہیں'' اور یہ وہ چیز ہے جس کو ہرشخص اپنے اندرمحسوس کرتا ہے۔دوسرامطلب یہ ہے کہ: ''ہرانسان کے لاشعور میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصورات ودیعت کردیئے ہیں کہ اخلاق میں کوئی چیز بھلائی ہےاورکوئی چیز بُرائی، اچھے اخلاق و اعمال اوربُرے اخلاق واعمال یکساں نہیں ہیں، فجور(بدکرداری) ایک قبیح چیز ہے۔اورتقویٰ (برائیوں سے اجتناب) ایک اچھی چیز۔یہ تصورات انسان کے لئے اجنبی نہیں ہیں۔بلکہ اس کی فطرت ان سے آشنا ہےاورخالق نے بُرے اوربھلے کی تمیز پیدائشی طور پراُس کوعطا کردی ہے۔یہی بات سورہ بلد(90/10) میں فرمائی گئی ہے کہ وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ(اورہم نے اُس کوخیروشر کے دونوں نمایاں راستے دکھائے ہیں'' اِسی کوسورہ دھرمیں یوں بیان کیا گیا ہے۔اِنَّا هَدَيۡنٰهُ السَّبِيۡلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوۡرًا ''ہم نے اُس کوراستہ دکھایا خواہ شاکر بن کررہے یا کافر'' (آیت 3)۔اوراسی بات کوسورہ قیامت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:۔''انسان کے اندرایک نفس لوّامہ (ضمیر) موجود ہے جو برائی کرنے پراُسے ملامت کرتا ہے (آیت 2)۔اور ہرانسان خواہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے مگروہ اپنے آپ کو خوب جانتا ہے کہ وہ کیا ہے (آیات 14-15)۔اس جگہ یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ فطری الہام اللہ تعالیٰ نے ہرمخلوق پر اُس کی حیثیت اورنوعیت کے لحاظ سے کیا ہے، جیسا کہ سورہ طٰہٰ (20) میں ارشاد ہوا ہے۔اَلَّذِىۡۤ اَعۡطٰى كُلَّ شَىۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ''جس نے ہرچیز کواس کی ساخت عطا کی پھرراہ دکھائی'' (آیت 50)۔مثلاً حیوانات کی ہرنوع کواس کے ضروریات کے مطابق الہامی علم دیا گیا ہے۔جس کی بناپرمچھلی کوآپ سے آپ تیرنا، پرندے کواُڑنا، شہد کی مکھی کوچھتہ بنانا، اور بئے کوگھونسلا تیارکرنا آجاتا ہے۔انسان کوبھی اُس کی مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے الگ الگ قسم کے الہامی علم دیئے گئے ہیں۔انسان کی ایک حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک حیوانی وجود ہے۔اوراس حیثیت سے اُسے جوالہامی علم دیا گیا ہے اس کی ایک نمایاں ترین مثال بچے کا پیدا ہوتے ہی ماں کا دودھ چوسنا ہے جس کی تعلیم اگرخدانے فطری طور پراُسے نہ دی ہوتی تو کوئی اُسے یہ فن نہ سکھا سکتا تھا۔اس کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک عقلی وجود

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔اس حیثیت سے خدا نے انسان کی آفرینش کے آغاز سے مسلسل اس کو الہامی راہنمائی دی ہے جس کی بدولت وہ پے در پے اکتشافات اور ایجادات کر کے تمدن میں ترقی کرتا رہا ہے۔ان ایجادات اور اکتشافات کی تاریخ کا جو شخص بھی مطالعہ کرے گا وہ محسوس کرے گا کہ اُن میں شاید ہی کوئی ایسی ہو جو محض انسانی فکر و کاوش کا نتیجہ ہو۔ورنہ ہر ایک کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے کہ یکا یک کسی شخص کے ذہن میں ایک بات آ گئی اور اس کی بدولت اس نے کسی چیز کا اکتشاف کیا، یا کوئی چیز ایجاد کر لی۔ان دونوں حیثیتوں کے علاوہ ایک اور حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک اخلاقی وجود ہے۔اور اس حیثیت سے بھی اللہ تعالیٰ نے اُسے خیر و شر کا امتیاز، اور خیر کے خیر اور شر کے شر ہونے کا احساس الہامی طور پر عطا کیا ہے۔یہ امتیاز و احساس ایک عالم گیر حقیقت ہے جس کی بنا پر دنیا میں کبھی کوئی انسانی معاشرہ خیر و شر کے تصورات سے خالی نہیں رہا ہے۔اور نہ کوئی ایسا معاشرہ تاریخ میں پایا گیا ہے نہ اب پایا جاتا ہے جس کے نظام میں بھلائی اور برائی پر جزا اور سزا کی کوئی نہ کوئی صورت اختیار نہ کی گئی ہو۔اس چیز کا ہر زمانے ہر جگہ اور ہر مرحلۂ تہذیب و تمدن میں پایا جانا اس کے فطری ہونے کا صریح ثبوت ہے اور مزید برآں یہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ ایک خالق حکیم و دانا نے اسے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے، کیوں کہ جن اجزا سے انسان مرکب ہے اور جن قوانین کے تحت دنیا کا مادی نظام چل رہا ہے اس کے اندر کہیں اخلاق کے ماخذ کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی''۔(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 353,352)

(9۔و) اگر ہر مخلوق کی نوعیت اور حیثیت اور ضروریات کے مطابق وحی اور الہامی علم اُن کی فطرت میں ودیعت ہے تو آنحضرتؐ کیوں محروم ہیں؟

قارئین نے مودودی کے طویل بیانات، وحی اور الہام کے معنی اور ان کی عملی تفصیلات ملاحظہ کر لئے اور یہ کہ انہوں نے وحی کے جو معنی لکھے تھے ان میں وہ ایک مخصوص اشارہ تک محدود رہے تھے۔اور پھر جب الہام کے معنی لکھے تو وہ وحی کے معنی سے بالکل الگ اور مختلف تھے۔یعنی ''کسی کو اشارہ کرنا اور کسی کو کوئی چیز نگلوانا'' یا کسی کے حلق سے نیچے اُتارنا''۔آپس میں کوئی تعلق نہیں رکھتا۔اشارہ آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور نگلنے کا کام منہ اور حلق اور گلے سے کیا جاتا ہے۔لیکن علامہ نے کچھ دل لگتی غپ شپ شامل کر کے وحی کو وہی کچھ بنا دیا جو الہام کو بنایا تھا۔پھر دونوں کے ساتھ اپنی طرف سے لفظ ''فطری'' لگا کر دونوں کے لئے لکھا ہے کہ:۔

1''نفسِ انسانی کے اندر خالق نے نیکی اور بدی دونوں کے رجحانات و میلانات رکھ دیئے ہیں''۔

2''انسان کو خیر و شر کے دونوں نمایاں راستے دکھا دیئے ہیں''۔

3''ہم نے انسان کو راستہ دکھا دیا ہے خواہ شاکر بن کر رہے یا کافر''۔

4''انسان کے اندر ایک نفسِ لوّامہ (ضمیر) موجود ہے جو بُرائی کرنے پر اُسے ملامت کرتا ہے''۔

5''فطری الہام اللہ نے ہر مخلوق پر اُس کی حیثیت اور نوعیت کے لحاظ سے کیا ہے''۔مثلاً:

6''حیوانات کی ہر نوع کو اُس کی ضروریات کے مطابق الہامی علم دیا گیا ہے''۔

7''جس نے ہر چیز کو اُس کی ساخت عطا کی پھر راہ دکھائی''۔

8''انسان کو بھی اُس کی مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے الگ الگ قسم کے الہامی علم دیئے گئے ہیں''۔

9۔ایک خالق حکیم و دانا نے خیر و شر کا احساس و امتیاز انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے''۔

Presented by Ziaraat.Com

(9۔ز) ظاہر ہے کہ یہ نو (9) عدد بیانات آنحضرتؐ کو مخلوقات سے الگ نہیں کرتے لہٰذا اِن تمام صورتوں میں حضورؐ یقیناً شامل ہیں۔

یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ یہ پوری کائنات اور اس کائنات کی تمام مخلوقات وموجودات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اور آپؐ ہی کے لئے اور آپؐ ہی سے پیدا ہوئیں۔ اور جسے بھی جو کچھ ملا وہ حضورؐ سے ملا لہٰذا ہر وہ چیز جو مخلوقات کو عطا کی گئی محمدؐ ہر اُس چیز کا ذخیرہ ہیں۔ چنانچہ وہ وحی والہام کا بھی ذخیرہ ہیں اور یہ تمام حقائق احادیث سے ثابت ہو چکے ہیں۔ اُن سب کو ان کی نوعیت اور حیثیت اور ضرورت کے لحاظ سے جو کچھ بھی ملا اور جتنا بھی ملا وہ بہرحال جزئی تھا اور محمدؐ ان تمام چیزوں کے کُل ہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقلِ کُل ہیں۔ حیاتِ کُل ہیں۔ شعورِ کُل ہیں۔ فطرتِ کُل ہیں۔ اختیارِ کُل ہیں۔ الغرض وہ بنیادِ کائنات ہیں۔ ان کی ساخت کا نام نور ہے۔ اُن کے بغیر یہ کائنات اس کی تمام موجودات ظلماتِ محض رہ جاتی ہیں۔ ان کی ضروریات پوری کائنات کو رحمت سے وابستہ رکھنا، ہر شے کی ہدایات بروقت پہنچانا اور سب کی ضروریات کا سامان فراہم کرنا ہیں۔

(9۔ح) مودودی نے پندرہ صورتیں ایسی پیش کی ہیں جن میں وحی جبرئیل کے توسط سے نہیں پہنچتی ہے۔ وحی جبرئیل کی محتاج نہیں۔

مودودی نے قرآن کا حوالہ (انفال 8/12) دیا ہے کہ: ’’ملائکہ پر بھی وحی ہوتی ہے جس کے مطابق وہ کام کرتے ہیں‘‘

سوال یہ ہے کہ جبرئیل بھی ایک ملک یا فرشتہ ہے کیا اس پر بھی کوئی جبرئیل وحی لے کر آتا ہے؟ کیا ہر فرشتے کے پاس اور ہر آسمان پر جبرئیل وحی پہنچاتا ہے؟ پھر کیوں تم محمدؐ کو جبرئیل اور اپنی ناسمجھی ہوئی وحی کا محتاج مانتے ہو؟ کیا حضرت زکریا علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو وحی کی تھی تو جبرئیل کو استعمال کیا تھا؟ کیا وحی کے معنی اشارہ کرنے کے بعد بھی جبرئیل کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ کیا الہام کی بات کے ساتھ ساتھ جبرئیل کو نگلوایا یا گلے سے نیچے اُتارا جائے گا؟ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم کتنی بے جوڑ، بے تکی اور بچگانہ باتیں قرآن کے بیانات میں داخل کرتے ہو۔ قرآن میں اللہ اپنی مخلوقات سے اپنے رابطہ کو لفظ ’’وحی‘‘ سے ظاہر کرتا ہے۔ اور تم اُسی وحی کو کبھی ’’خاص وحی‘‘ بنا کر اپنے باطل اغراض وابستہ کرتے ہو۔ کہیں اُسے ’’فطری وحی‘‘ کہہ کر فریب دیتے ہو۔ کہیں اُسی سادہ لفظ کو ’’الہام‘‘ بنالیتے ہو۔ کہیں اُس کا ترجمہ خود ہی ’’اِلقا‘‘ کردیتے ہو۔ تم نے اور تمہارے بزرگوں نے آنحضرتؐ سے قرآن کی پہلی تلاوت سنتے ہی قرآن میں معنوی تبدیلیاں اور فریب سازیاں شروع کی تھیں اور آج تک تمہارا یہ کاروبار جاری ہے (فرقان 31-25/27) مگر اب تمہارا فریب کھل چکا ہے۔ تم اب اپنی نقاب سمیت پہچانے جاچکے ہو۔ دانشوروں کی محفلوں میں تمہارا اور تمہاری دانشورانہ حماقتوں کا مذاق اُڑایا جارہا ہے۔ تم نے ایجادات اور اکتشافات کو بھی وحی اور الہام کی وسعتوں میں لپیٹ دیا ہے۔ اور ٹھیک لکھا ہے کہ بیٹھے بیٹھے بلا کسی غور وفکر کے اچانک کوئی ایسی بات ذہن میں آجاتی ہے جو کسی نہ کسی ایجاد کی بنیاد بن جاتی رہی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ ایجاد کی بنیاد بننے والی باتیں قریشی مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں سے کیوں دُور رہتی چلی آئی ہیں؟ اور کیوں اللہ کا یہ وحی والہام کا رابطہ تم سے اور تمہارے مذہب کے مسلمانوں سے منقطع ہو کر رہ گیا ہے۔ کیا یہ تمہارے اسی کفر کی سزا نہیں کہ تم نے آنحضرتؐ کو اخذِ وحی میں اناڑی اور غلط کار اور جبرئیل کا شکار بنا کر دکھایا ہے؟

(9۔ط) چند ضروری باتیں، قرآن، وحی اور محمدؐ کی پوزیشن کے متعلق۔

اول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولین اور بنیادی مخلوق ہیں وہ آئندہ وجود میں آنے والی کائنات اور ہمہ قسم کی مخلوقات وواقعات وعلوم کائنات وعلومِ خداوندی ومقدرات ومشیت ووحی وملائکہ وارواح وعرش وکرسی ولوح وقلم وصفاتِ خداوندی کا ذخیرہ تھے۔

دوم۔ جس طرح علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ اور دیگر آئمہؑ آنحضرتؐ کے مختلف ظہور ہیں اور حضورؐ اکرم اللہ کے مکمل ظہور ہیں اسی طرح اس کائنات

کے مختلف مراحل و واقعات بھی آنحضرتؐ ہی کے وجود کے مختلف پہلو اور ظہور ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام بھی ان کے ظہور ہیں ان ہی کا قرآن انبیاؑء پر قسطوں میں بھیجا گیا تھا۔ سابقہ انبیاؑء اور پوری کائنات سے اللہ کے رابطہ کے ذریعہ کا نام بھی محمدؐ ہے ہر وحی اور ہر فرشتہ محمدؐ ہی کی معرفت نظام کائنات میں برسر کار رہا ہے۔ اور رہے گا۔

سوم۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق میں بھی محمدؐ و علیؑ اور دیگر اجزائے نورانی برسر کار رکھے گئے اور ان کا پَرتو حضرت آدمؑ کے رگ و پے میں وہ کام کرتا رہا جو آدمؑ کے کام کہلایا۔ جس طرح محمدؐ کا نوری وجود بحیثیتِ کُلّی پوری کائنات کی رگ و پے میں اللہ کی مشیت و رضا اور ارادہ نافذ کرتا رہا۔ اُسی طرح اُس نور کا پَرتو یکے بعد دیگرے تمام انبیاؑء کی رگ و پے میں برسرِ عمل رہا۔ جبرئیلؑ اور دیگر ملائکہ و ارواح کی پروازیں اُس نورِ کُلّیؐ اور اُس کے پَرتو کے درمیان رابطہ کا دوسرا نام ہیں۔ آخر وہ وقت آیا جب اللہ نے اُس پَرتو نورؐ کو حضرت عیسیٰؑ کی طرح مادی اور انسانی صورت بخشا تھی۔ لہٰذا اُس پَرتو کو دو حصوں میں کر دیا گیا اور حضرت محمدؐ اور جناب علی علیہم السلام کی صورت میں وہ پَرتو سامنے آگیا۔ نہ بھولئے کہ جس طرح آپ کی صورت اور نقل و حرکت آئینہ میں دکھائی دیتی ہے اُسی طرح اُس نور کلّیؐ کی شکل و صورت اور نقل و حرکت اب محمدؐ و علیؑ کی صورت میں نظر آتی تھی۔ اور وہ نور کلّیؐ برابر دیگر آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی شکل میں نظر آتا رہا ہے۔ اور پوری کائنات پر مسلّط و حاکم رہا ہے۔ لہٰذا حقیقی صورتِ حال یہ رہی ہے کہ محمد و آئمہ اہل بیت علیہم السلام روزِ ازل سے ترجمانِ خداوندی ہیں، اور وحی و جبرئیل و ملائکہ و ارواح اُن کے اپنے نظام کے کَل پُرزے ہیں اُن کے خادم ہیں۔ یہی اُن کی اپنی قوتوں کے نام ہیں۔

چہارم۔ علم القرآن ہی نہیں، علم لوح محفوظ ہی نہیں بلکہ لحہ بہ لحہ اور ساعت بہ ساعت اللہ کی طرف سے ظہور میں آنے والے تمام علوم کا وہی حضراتؑ سرچشمہ ہیں اور کائناتی مخلوق کو جس علم و شے کی ضرورت ہوتی رہی وہی حضراتؑ فراہم کرتے رہے۔ وہ جن آیات یا سورتوں کی تلاوت کر کے سناتے اور لکھواتے تھے، عربوں نے یہ مشہور کر دیا کہ وہ آیات اور سورتیں اُسی وقت اُن پر جبرئیل کی معرفت نازل ہوتی تھیں اور اس سے پہلے (معاذ اللہ) ان حضرات کو ان کا علم نہ ہوتا تھا۔ یہ قریشی فریب تھا۔ قرآن سے ان کو اس پر دلیل نہیں ملتی کہ وہ آیات یا سورتیں اُسی وقت نازل ہوتی تھیں۔ چنانچہ جنؑ کے سامنے پوری کائنات اور کائنات کی تمام مخلوقات و واقعات مستحضر ہوں وہی اپنی ہر بات کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔ اور یہی مُسلّمہ حیثیت ہے کلامِ مرتضوی کی کہ وہ جناب جو کچھ فرمائیں وہ سراسر حقیقتِ واقعی ہو۔ اور ان کے کلام کا کوئی جملہ، کوئی لفظ اور کسی لفظ کا ایک شوشہ بھی حقیقتِ واقعی کے خلاف نہ نکلے۔

10۔ قریشی حکومت، سارے قریش، اور قریش و قریشی حکومت کے تمام طرفدار اُسی مذہب پر پلٹ گئے تھے۔ جو عہدِ رسولؐ سے پہلے اُن کا مذہب تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے منہ سے نکلنے والی ہر بات کا حقیقتِ واقعی ہونا بار بار اور طرح طرح ثابت ہو چکنے کے بعد اب یہ دیکھئے کہ حضورؑ نے اپنے مخصوص مخاطبوں سے یہ فرمایا ہے کہ: اَلَا وَ اِنَّ بَلِيَّتَكُمْ قَدْ عَادَتْ كَهَيْئَتِهَا يَوْمَ بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّكُمْ صلى الله عليه و آله وسلم ؛
''خبردار رہو کہ تمہارے یہاں وہی مجتہدانہ تجربات کی مہم پلٹ آئی ہے۔ جو اس روز تک دین میں جاری تھی جب اللہ نے تمہارے اندر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تھا''۔ (خطبہ نمبر 16، جملہ 5)

قارئین کو ہمارے ترجمہ میں وہ اندھی طرزِ ترجمانی نہ ملے گی جو نابینا مترجمین کے یہاں ملتی ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ ہمیں اللہ اور

Presented by Ziaraat.Com

امام علیہ السلام کے کلام کی غرض وغایت ہر جگہ نظر آتی ہے۔ہم جانتے ہیں کہ معاندین اور جھٹلانے والے لیڈروں کی موجودگی، طرزِ تکلم اور ترتیبِ الفاظ پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے اور متکلم یا مقرر اپنا حقیقی مدعا قلوب واذہان تک پہنچانے میں بلاغت سے کس طرح کام لیتا ہے؟

ہمارے ترجمہ کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے وضاحت؟

یہاں مفتی جعفر حسین کا ترجمہ اُس وضاحت کی بنیاد میں رکھ لیں جو ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔لکھا ہے کہ:

''تمہیں جاننا چاہئے کہ تمہارے لئے وہی ابتلا آت پھر پلٹ آئے ہیں جو رسوؐل کی بعثت کے وقت تھے''۔

یہاں لفظ''ابتلا آت'' کے معنی اٹھانوے(98) فی صد قاری نہیں سمجھتے لہٰذا ہم اس ترجمہ کو ابتلا آت کے معنی کے ساتھ دوبارہ لکھتے ہیں سنئے:۔

''تمہیں جاننا چاہئے کہ تمہارے لئے وہی آزمائشیں پھر پلٹ آئی ہیں جو رسوؐل کی بعثت کے وقت تھیں''

یعنی حضوؐر اپنے مخاطبین کو یہ بتا رہے ہیں کہ''جن آزمائشوں میں بعثتِ رسوؐل کے وقت کے لوگ مبتلا تھے تم بھی ان ہی آزمائشوں میں مبتلا ہو''اور لفظ''اَلا''(خبر دار) بتاتا ہے کہ حضوؐر اپنے مخاطبین کو ایک ایسی صورت حال سے خبر دار کر رہے ہیں جس سے وہ واقف نہیں ہیں۔اگر وہ اس صورت حال سے واقف ہوتے تو حضوؐر کو یہ جملہ بولنے اور اطلاع دینے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔لہٰذا وہ سب خود کو کسی خطرناک صورتحال سے دو چار نہیں سمجھتے جو اس پر غور کریں اور اس سے نکلنے یا محفوظ رہنے کا بندوبست کریں۔وہ تو اس صورتحال کو اپنی قدرتی اور عمدہ صورت حال سمجھتے ہیں۔مگر حضرت علی علیہ السلام ان کو یہ بتاتے ہیں کہ تم ایسے حال میں ہو کہ رسوؐل کی بعثت تمہارے لئے بے کار ہوگئی ہے اور تم اسی حالت پر پلٹ گئے ہو جو بعثت سے پہلے تھی اور جسے رسوؐل اللہ نے تبدیل کر دیا تھا۔لہٰذا اس صورت حال سے بچو ورنہ وہ آفات وحادثات تمہیں تہہ وبالا کر دیں گے جو موجودہ صورت حال کا نتیجہ ہیں(16/6) یہ مفہوم مفتی والے ترجمہ سے بھی نکلتا ہے اور اس کا نچوڑ یہ ہے کہ''تمہیں جو دین رسوؐل اللہ نے دیا تھا تم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔بلکہ تم بعثت رسوؐل سے پہلے والے دین پر پلٹ گئے ہو''ہمارا ترجمہ دوبارہ پڑھنے سے پہلے قرآن کی بہت سی آیات میں سے صرف ایک آیت اور مودودی ترجمہ دیکھیں:

آزمائشوں میں مبتلا ہونا ہی دینی اختلافات میں مبتلا ہونا ہے۔

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ O(مائدہ 5/48)

مودودی ترجمہ:''لہٰذا تم خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اُس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور ایک راہِ عمل مقرر کی۔اگر چہ تمہارا خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امت بھی بنا سکتا تھا۔لیکن اس نے یہ اس لئے کیا کہ اس نے جو کچھ تم لوگوں کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے،لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔آخر کار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 477-478)

معلوم ہوا کہ بعثت رسوؐل سے پہلے قریش اور اہلِ عرب مختلف مذہبی اختلافات میں مبتلا تھے اور اسی دینی اختلاف میں مبتلا ہونے کو اللہ نے آزمائش میں مبتلا رکھنا فرمایا ہے۔اس آزمائشی حالت سے نکالنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی اور حکم ملا تھا کہ وہ اپنی

Presented by Ziaraat.Com

دینی تعلیم کو اللہ کے نازل شدہ احکام وعقائد پر منحصر رکھیں اور قریش واہلِ عرب کے مذہبی میلانات سے پاک رکھیں۔اب دیکھئے کہ حضرت علی علیہ السلام کے جملے میں یہی کچھ فرمایا گیا ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے بھی تم دین میں اجتہادات کر کے اپنے خودساختہ عقائد وقواعد واختلاف کی آزمائشوں میں مبتلا تھے اوراب بھی ابوبکر وعمر وعثمان اینڈ کمپنی کے خودساختہ مسائل میں الجھے ہوئے ہو۔اور یہی ہمارا ترجمہ ہے۔یعنی اللہ وامام علیہ السلام کا مقصد ومدعا ہمارے ترجمہ میں موجود ہے۔اور دعوت دی گئی ہے کہ اپنے تمام آزمائشی اختلاف کو دور کرنے کے لئے علی علیہ السلام سے وابستہ ہوجاؤ جن کی کوئی بات خلافِ حق نہیں ہوسکتی۔اوراگر تم نے اپنے اسی اختلافی مذہب پر زندگی گزاری تو تمہیں اس کے بدترین نتائج گھیرلیں گے اور تمہیں ذلیل وخوار کریں گے۔

(10۔الف) حضرت علیؑ کا یہ جملہ (5) اپنی گہرائی میں بہت ہی سنگین اور قریش کے مذہب ومنصوبوں پر زبردست چوٹ ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے جملے(5) میں بعثتِ رسولؐ کے وقت کی بات کہہ کر قریش کونہایت سادگی سے قرآن کے سپرد کردیا ہے۔اور جولوگ حضورؐ کی اس بات کی تحقیق کے لئے قرآن سے رابطہ قائم کریں گے تو معلوم ہوگا کہ قرآن قریش کو اس وقت مشرک اور کافر کہتا ہے۔ یعنی حضورؐ نے اپنے جملے کی گہرائی میں قریش کوشرک اور کفر کی طرف پلٹ جانے والا کافرومشرک قرار دیا ہے۔اور قرآن یہ بھی بتائے گا کہ قریش کے مذہب اور نظامِ زندگی کا ایک نام''جاھلیّت'' بھی ہے۔چنانچہ ذرا دیر پہلے سورہ مائدہ کی آیت (5/48) میں جہاں قریش کے زمانہ قبل بعثت کے اختلافات واجتہادی آزمائش کا ذکر ہوا تھا۔وہیں رسولؐ اللہ پر تاکید کی گئی تھی کہ وہ خالص قرآن کے الفاظ میں احکام وفیصلے نافذ کیا کریں اور قریش کے دینی تصورات کوقطعاً نظرانداز رکھیں۔یعنی اُدھر قریش نہیں چاہتے کہ ان کے دینی تصورات کونظرانداز کر کے خالص مُنَزَّل مِنَ اللہ احکام اور فیصلے نافذ کئے جائیں اور ادھر اللہ کو اصرار ہے کہ قریشی مذہب سے تعلیماتِ قرآن کو الگ اور خالص رکھا جائے۔پھر اللہ نے اسی ایک آیت (5/48) میں ایک دفعہ منع کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قرآن میں باربار روکا ہے۔چنانچہ اگلی دوآیات میں بھی منع کیا ہے۔

(10۔ب) بعثت سے قبل کے قریشی مذہب سے بچ کر الگ رہنے کی تاکید مزید، اور ان کے مذہب کا نام''جاہلیت'' اور جاہلیت کی ہمہ گیری مودودی سے۔

وَاَنِ احۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ وَاحۡذَرۡہُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنُوۡکَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّصِیۡبَہُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِہِمۡ وَاِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ○اَفَحُکۡمَ الۡجَاہِلِیَّۃِ یَبۡغُوۡنَ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکۡمًا لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ○(5/49-50)

مودودی کا غلط اور جانبدارانہ ترجمہ:

''پس اَے محمدؐ! تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ہوشیار رہو کہ یہ لوگ تم کو فتنہ میں ڈال کر اُس ہدایت سے ذرہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں جو خدا نے تمہاری طرف نازل کی ہے۔پھر اگر یہ اس سے مُنہ موڑیں تو جان لو کہ اللہ نے اُن کے بعض گناہوں کی پاداش میں اُن کو مبتلائے مصیبت کرنے کا ارادہ ہی کرلیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں میں سے اکثر فاسق ہیں (اگر یہ خدا کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو کیا پھر''جاھلیت'' کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جولوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 479)

Presented by Ziaraat.Com

ہم اس ترجمہ پر بعد میں نظر ڈالیں گے فی الحال آپ مودودی کی تشریح بھی سُن لیں تو بہتر ہوگا۔

(10۔ج) مودودی کے نزدیک ''جاہلیت'' کی اصطلاح اسلام کی مدّ مقابل ہے۔اسلام سے مختلف ہر نظام زندگی نظامِ جاھلیت ہے۔

علامہ لکھتے ہیں کہ: '' ''جاہلیت'' کا لفظ ''اسلام'' کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے اسلام کا طریقہ سراسر علم ہے۔کیونکہ اس کی طرف خدا نے راہنمائی کی ہے جو تمام حقائق کا علم رکھتا ہے۔اور اس کے برعکس ہر وہ طریقہ جو اسلام سے مختلف ہے۔جاہلیت کا طریقہ ہے۔عرب کے زمانہ قبل اسلام کو جاہلیت کا دَور اسی معنی میں کہا گیا ہے کہ اس زمانے میں علم کے بغیر وہم یا قیاس وگمان یا خواہشات کی بنا پر انسانوں نے اپنے لئے زندگی کے طریقے مقرر کر لئے تھے۔یہ طرزِعمل جہاں، جس دَور میں بھی انسان اختیار کریں اُسے بہرحال جاہلیت ہی کا طرزِعمل کہا جائے گا۔مدرسوں اور یونیورسٹیوں میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ محض ایک جزوی علم ہے اور کسی معنی میں بھی انسانی راہنمائی کیلئے کافی نہیں ہے۔لہٰذا خدا کے دیئے ہوئے علم سے بے نیاز ہو کر جو نظامِ زندگی اُس جزوی علم کے ساتھ ظنون واوہام اور قیاسات وخواہشات کی آمیزش کر کے بنا لئے گئے ہیں وہ بھی اُسی طرح ''جاہلیت'' کی تعریف میں آتے ہیں جس طرح قدیم زمانے کے ''جاہلی'' طریقے اس تعریف میں آتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 479-480)

(10۔د) ''جاہلیت'' ایک مستقل دین، طریقہ زندگی'' طرزعمل، اور نظام زندگی کو کہا گیا ہے جس پر قریش قائم چلے آرہے تھے۔

قارئین لفظِ جاہلیت کی اِس مودودی تعریف کو نوٹ کریں اور پھر اللہ کی اس ممانعت اور تاکید کی اہمیت پر نظر ڈالیں جو سابقہ آیات (50 تا 5/48) میں مذکور ہو چکی ہے اور ساتھ ہی مودودی کے جانبدارانہ ترجمہ پر غور فرمائیں کہ:۔

مودودی نے قریش کو بچا کر ترجمہ کیا ہے تاکہ اُن کا مذہب نہ پٹے۔

اُن آیات میں قریش مخاطب ہیں مگر مودودی ترجمہ میں کہیں بھی یہ محسوس نہیں ہونے دیتے کہ بات قریش سے ہو رہی ہے۔اور آنحضرؐت کو قریش کے دین کو، قریش کے نظام زندگی کو، قریش کے طریقہ زندگی کو، اور قریش کے طرزعمل کو قرآنی تعلیمات سے الگ رکھنے کی تاکید بار بار کی جارہی ہے اور بتایا گیا ہے کہ تم صرف خدا کے نازل کردہ احکام نافذ کرنا۔

1۔ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ ....(5/48)

2۔اَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ....(5/49)

''تم قریش کے درمیان اللہ کے نازل کردہ احکام جاری کرو مگر مودودی نے یہ ترجمہ کیا کہ:

''تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرو''۔

یعنی علامہ اپنی طرف سے ترجمہ میں لفظ ''قانون'' اور ''کے مطابق'' کا اضافہ کرتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ فیصلہ لفظ بلفظ اللہ کا نازل کردہ ہو۔اس کے برعکس قرآن کے الفاظ ''بِمَـا أَنـزَلَ اللّٰـهُ (اللہ کے نازل کردہ سے) کو ڈھیلا کرنے کے لئے پہلے لفظ ''قانون'' لاتے ہیں جو قرآن کا ایک مردود لفظ ہے۔پھر لفظ ''مطابق'' لاتے ہیں جسے اللہ نے ہرگز استعمال نہیں کیا ہے اور قرآن کو ان دونوں طاغوتی الفاظ سے پاک رکھا ہے۔قارئین جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے تمام فرقے اپنے اپنے مسائل کو قرآن کے مطابق کہتے ہیں۔مگر اللہ مطابق کی بات ہی نہیں کرتا۔بلکہ یہ کہتا ہے کہ:۔

''تمام احکام یا فیصلے اللہ کے نازل کردہ سے ہونا چاہئیں''۔(5/48-49) اور اس سے بالکل پہلے فرمایا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ O .... وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَO .....وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ O(5/44,45,47)

''جوکوئی اللہ کے نازل کردہ سے حکم یا فیصلہ نہ کرے وہی کافر ہیں، وہی ظالم ہیں، وہی فاسق ہیں''۔(5/44,45,47)

اللہ کی اس شرط کو مودودی اور اُن کے بزرگ قریشی مسلمانوں نے کبھی قبول نہیں کیا۔ چنانچہ مسلمانوں کا کوئی بھی فرقہ نہ یہ دعویٰ کرتا ہے اور نہ کرسکتا ہے کہ اُس کے یہاں تمام مسائل واحکام اللہ کے نازل کردہ سے دیئے گئے ہیں۔یعنی مسلمانوں کے تمام موجودہ فرقے بفضل قریش کافروظالم و فاسق ہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیات (49-5/48) میں اصل جھگڑا اس بات پر ہے کہ قریش قرآن میں نازل شدہ احکام کو مِن وعَن قبول نہیں کرتے اور ہر حکم، ہر مسئلہ اور ہر فیصلہ اپنے سابقہ دین، سابقہ نظامِ زندگی اور سابقہ طریقۂ حیات کے مطابق چاہتے ہیں۔ جسے اللہ نے یوں واضح کیا ہے کہ: اَفَحُکۡمُ الۡجَاھِلِیَّۃِ یَبۡغُوۡنَ(5/50)

''پھر کیا وہ جاہلیت والے دین کا حکم چاہتے ہیں؟ یعنی ''کیا وہ قریشی مذہب والا حکم چاہتے ہیں؟

یعنی''کیا وہ ایسا حکم چاہتے ہیں جسے انہوں نے خود اپنی کوشش سے اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق بنالیا ہو؟ اسی کوشش کو اللہ نے ان کے''اَھۡوَآء'' سے ظاہر فرمایا ہے۔ اور اسی کوشش کو قبول کرنے سے اللہ نے اپنے رسولؐ کو منع کیا ہے۔لَا تَتَّبِعۡ اَھۡوَآءَ ھُمۡ (49 تا5/48) اور یہ بھی بتایا ہے کہ قریشی راہنما ایسے دانشمند ہیں کہ تمہیں کوئی نہ کوئی ایسا چکّر وچکمہ دیں گے کہ اللہ کے نازل کردہ احکام سے ذرا اور سا اِدھر اُدھر ہٹا ہی لیں گے۔(5/49) یعنی وہ قرآن کے احکام میں اپنی کوشش ضرور داخل کرکے رہیں گے تاکہ قرآن اُن کے سابقہ دین کے مطابق ہوجائے۔ چنانچہ یہ کوشش قرآن کے ہر مسئلہ اور ہر حکم اور ہر فیصلے میں داخل ہوجانے کا یہی ثبوت ہے کہ آج مسلمانوں کے تمام فرقوں کا مذہب قرآن نہیں ہے بلکہ قرآن کے مطابق ہے۔ یہاں یہ بھی ان ہی آیات (50 تا5/48) سے سمجھ لیں کہ تمام قریش کو اللہ نے منکر اسلام نہیں قرار دیا ہے بلکہ اُن کی کثرت پر فاسق ہونے کا فتویٰ دیا ہے؛ وَاِنَّ کَثِیۡراً مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَO(5/49)

مودودی: ''اور یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں میں سے اکثر فاسق ہیں''۔

اور مسلمانوں کے تمام فرقے فاسق کو اسلام سے خارج نہیں کہتے۔اُسے گنہگار مسلمان سمجھتے ہیں۔لہٰذا قریش بعثت سے پہلے بھی مسلمان ہی تھے مگر فاسق مسلمان تھے۔قرآن نے ہر اُس شخص کو مسلمانوں سے خارج نہیں کیا جو کسی نہ کسی صورت میں اور کسی نہ کسی مقدار میں قرآن کو مانتا تھا۔ چنانچہ جو لوگ خالص قرآن کو نہیں مانتے بلکہ اپنی بصیرت وا پنی سوجھ کو شامل کرکے مانتے رہے ان کو کافر یعنی حق پوش مسلمان کہا، ظالم یعنی بے جا استعمال کرنے والا مسلمان فرمایا۔ فاسق یعنی بے لگام مسلمان قرار دیا (47 تا5/45)۔یعنی حضرت علی علیہ السلام نے اپنے طرزِ تخاطب اور بلاغت میں لپیٹ کر اپنے مخاطبین کو کافر وظالم اور فاسق قرار دیا تھا۔ اور چونکہ ان کے وہ مخاطب خلفائے ثلاثہ کے پیروکار و ہم مذہب تھے لہٰذا ان کے اُسی جملہ نمبر5 سے ثلاثہ اینڈ کمپنی اور ان کے متعلقین سب کافر وظالم وفاسق ثابت ہوگئے۔

(10۔ھ) قریش دینِ ابراہیمیؑ کے پیرو اور اُسی طرح کے سکّہ بند مسلمان تھے جیسا کہ آنحضرتؐ کے زمانہ کے یا بعد کے قریش سکّہ بند مسلمان تھے

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر وعمر اور ان کی پارٹی نے ہزاروں ایسے احکام ومسائل تیار کئے جن کا قرآن وحدیثِ رسولؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(ملاحظہ کریں تشریحات خطبہ نمبر3) اُسی طرح اور ان ہی قواعد کے مطابق عہد رسولؐ سے قبل کے

Presented by Ziaraat.Com

قریش نے بھی تعلیماتِ انبیاؑء میں اجتہاد کر کے ایک مکمل شریعت تیار کی تھی جسے سابقہ عنوان میں مودودی نے ایک مکمل دین، ایک نظامِ زندگی اور طریقہ حیات قرار دیا ہے۔ ان ہی کے متعلق مودودی لکھتے ہیں کہ:

''زمانہ جاہلیت کے عرب اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کا پیرو کہتے اور سمجھتے تھے اور اس بنا پر اُن کا خیال یہ تھا کہ جس مذہب کا وہ اتباع کر رہے ہیں وہ خدا کا پسندیدہ مذہب ہی ہے۔ لیکن جو دین ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ سے سیکھا تھا اس کے اندر بعد کی صدیوں میں مذہبی پیشوا، قبائل کے سردار، خاندانوں کے بڑے بوڑھے اور مختلف لوگ طرح طرح کے عقائد اور اعمال اور رسوم کا اضافہ کرتے چلے گئے جنہیں آنے والی نسلوں نے اصل مذہب کا جزو سمجھا اور عقیدت مندی کے ساتھ اُن کی پیروی کی۔ چونکہ روایات میں، یا تاریخ میں، یا کسی کتاب میں ایسا کوئی ریکارڈ محفوظ نہ تھا جس سے معلوم ہوتا کہ اصل مذہب کیا تھا اور بعد میں کیا چیزیں کس زمانہ میں کس نے کس طرح اضافہ کیں، اس وجہ سے اہل عرب کے لئے اُن کا پورا دین مشتبہ ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ کسی چیز کے متعلق یقین کے ساتھ یہی کہہ سکتے تھے کہ یہ اُس اصل دین کا جُز ہے جو خدا کی طرف سے آیا تھا، اور نہ یہی جانتے تھے کہ یہ بدعات اور غلط رسوم ہیں جو بعد میں لوگوں نے بڑھا دیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 587)

(10۔و) بعثت سے پہلے کے قریش اپنے مجتہدانہ دین پر چلنے والے مسلمان تھے اور قریش کا سابقہ مذہب بھی مجتہدین ہی نے تیار کیا تھا۔

اس عنوان میں مودودی کے قلم سے یہ دکھانا ہے کہ جس طرح عہدِ رسوؐل کے بعد والے مسلمان اپنے لیڈروں اور مجتہدین کے خود ساختہ مجتہدانہ مذہب پر عمل پیرا چلے آرہے ہیں۔ اسی طرح بعثتِ رسوؐل کے وقت تک قریش اپنے مجتہدین کے خود ساختہ مجتہدانہ مذہب پر عمل پیرا تھے۔ اور ان ہی سابقہ قریش نے رسوؐل پر ایمان لانے کے بعد یہ چاہا تھا کہ قرآن کے احکام میں ان کی بصیرت اور کوشش کو شامل کر کے زیادہ مفید احکام نافذ کئے جائیں اور اُن ہی کی بصیرت سے بچ کر رہنے کا حکم بار بار رسوؐل اللہ کو دیا جاتا رہا (5/48-49) اور اُن ہی کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ قریش آپ کو چکّر اور چکمہ دے کر قرآن کے احکام میں اجتہاد شامل کر لیں گے (5/49)۔

قریشی مسلمانوں کا چکّر اور چکمہ دینا اور اسلام میں اجتہادی مسائل کا ملانا۔

چنانچہ قرآن میں قریشی مومنین کو چکّر اور چکمہ دینے سے یہ کہہ کر روکا گیا ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ....الخ (سورہ مائدہ 5/101)

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں، لیکن اگر تم انہیں ایسے وقت پوچھو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ تم پر کھول دی جائیں گی''۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 507)

اتنے سوال کرو کہ رسوؐل چکرا جائے اور جلدی میں دیئے ہوئے جواب سے فائدہ اُٹھا کر اجتہاد کرا لیا جائے۔

مندرجہ آیت (5/101) کی تشریح مودودی سے سنئے تو قریش کی قدیم وجدید اجتہادی پالیسی واضح ہو جائے گی۔

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض لوگ عجیب عجیب قسم کے فضول سوالات کیا کرتے تھے جن کی نہ دین کے کسی معاملے میں ضرورت ہوتی تھی اور نہ دنیا ہی کے کسی معاملہ میں۔ مثلاً ایک موقع پر ایک صاحب بھرے مجمع میں آپؐ سے پوچھ بیٹھے کہ ''میرا اصلی باپ کون ہے؟ اسی طرح بعض صحابہ احکام شرع میں غیر ضروری پُوچھ گچھ کیا کرتے تھے اور خواہ مخواہ پوچھ پوچھ کر ایسی چیزوں کا تعین کرانا چاہتے تھے جنہیں شارع

Presented by Ziaraat.Com

نے مصلحتاً غیر معین رکھا ہے۔مثلاً قرآن میں مجملاً یہ حکم دیا گیا ہے کہ حج تم پر فرض کیا گیا ہے۔ایک صحابی نے حکم سنتے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ’’کیا ہر سال فرض کیا گیا ہے‘‘ آپؐ نے کچھ جواب نہ دیا۔انہوں نے پھر پوچھا۔آپ پھر خاموش ہو گئے۔تیسری مرتبہ پوچھنے پر آپ نے فرمایا ’’تم پر افسوس ہے اگر میری زبان سے ہاں نکل جائے تو حج ہر سال فرض قرار پا جائے۔پھر تم ہی لوگ اُس کی پیروی نہ کرسکو گے اور نافرمانی کرنے لگو گے‘‘ ایسے ہی لایعنی اور غیر ضروری سوالات سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابہ کو کثرتِ سوال سے اور خواہ مخواہ ہر بات کی کھوج لگانے سے منع فرماتے رہتے تھے۔چنانچہ حدیث میں ہے کہ ’’مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال چھیڑا جو لوگوں پر حرام نہ کی گئی تھی اور پھر محض اُس کے سوال چھیڑنے کی بدولت وہ چیز حرام ٹھہرائی گئی۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 507)

قرآن کے احکام کی قسمیں وغیرہ بنانا، قیاس واستنباط کرنا حرام ہے۔

مودودی صاحب قرآن کے احکام میں دخل دینے، ان کی قسمیں بنانے اور قیاس واستنباط سے تفصیلات تیار کرنے کی ممانعت میں ایک حدیث لکھتے ہیں:۔

’’دوسری حدیث میں ہے کہ ’’اللہ نے کچھ فرائض تم پر عائد کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو۔کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان کے پاس نہ پھٹکو۔کچھ حدود مقرر کی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو۔اور کچھ چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے بغیر اس کے کہ اسے بھول لاحق ہوئی ہو، لہٰذا ان کی کھوج نہ لگاؤ‘‘۔(مسلسل لکھا کہ) ان حدیثوں میں ایک اہم حقیقت پر متنبہ کیا ہے۔جن اُمور کو شارع نے مجملاً بیان کیا ہے اور ان کی تفصیل نہیں بتائی، یا جو احکام بر سبیل اجمال دیئے ہیں اور مقدار یا تعداد یا دوسرے تعینات کا ذکر نہیں کیا ہے، ان میں اجمال یا عدم تفصیل کی وجہ یہ نہیں کہ شارع سے بھول ہوگئی۔تفصیلات بتانی چاہئے تھیں مگر نہ بتائیں، بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شارع ان امور کی تفصیلات کو محدود نہیں کرنا چاہتا اور احکام میں لوگوں کیلئے وسعت رکھنا چاہتا ہے۔اب جو شخص خواہ مخواہ سوال پر سوال نکال کر تفصیلات وتعینات اور تقیّدات بڑھانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر شارع کے کلام سے یہ چیزیں کسی طرح نہیں نکلتیں تو قیاس سے، استنباط سے کسی نہ کسی طرح مجمل کو مفصل، مطلق کو مقیّد، غیر معیّن کو معین بنا کر ہی چھوڑتا ہے، وہ درحقیقت مسلمانوں کو بڑے خطرے میں ڈالتا ہے۔اس لئے کہ مابعد الطبیعی امور میں جتنی تفصیلات زیادہ ہوں گی ایمان لانے والوں کیلئے اتنے ہی زیادہ الجھن کے مواقع بڑھیں گے۔اور احکام میں جتنی قیود زیادہ ہوں گی پیروی کرنیوالوں کیلئے حکم کی خلاف ورزی کے امکانات بھی اُسی قدر زیادہ ہوں گے‘‘۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 508)

(10۔ز) مودودی نے ابوبکر وعمر وعثمان وابوحنیفہ ومالک وشافعی اور احمد بن حنبل اور تمام ہی مجتہدین کو باطل پرست ومُخرّبِ دین بنا دیا۔

مندرجہ بالا بیان قریش کے قدیم وجدید خود ساختہ اسلام کو باطل ثابت کرنے کے لئے کافی تھا۔مگر اگلی اور اسی صفحہ پر دوسری تشریح نے تو قریشی مذہب کا ستیاناس کر دیا۔سنئے:

’’یہ لایعنی پہلے انہوں نے خود ہی عقائد اور احکام میں موشگافیاں کیں اور ایک ایک چیز کے متعلق سوال کر کر کے تفصیلات اور قیود کا ایک جال اپنے لئے تیار کرایا۔پھر خود ہی اُس میں اُلجھ کر اعتقادی گمراہیوں اور عملی نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے۔اس گروہ سے مُراد یہودی ہیں جن کے نقشِ قدم پر چلنے میں قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہات کے باوجود مسلمانوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی‘‘۔(تفہیم القرآن اول صفحہ 508)

یہ تھے وہ قریش جو بعثتِ رسوؐل کے وقت بھی خود ساختہ مجتہدانہ اسلام کے پیرو اور کافر وظالم وفاسق تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے

Presented by Ziaraat.Com

بعد بھی حقیقی تعلیماتِ خدااور رسوؐل اوراحکاماتِ قرآن کے خلاف اپنے خودساختہ اور مجتہدانہ اسلام پر عمل پیرارہےاور کافروظالم وفاسق برقرارر ہے۔ انہیں حضرت علی علیہ السلام نے یاددلایا ہے کہ تم اپنے اُسی کفروظلم وفسق پر پلٹ گئے ہوجس پر تمہارے اباواجداد عمل پیرا تھے۔

یاددہانی، کافروظالم وفاسق کے قلم سے نکلی ہوئی حقیقت نہ بھولیں۔

مودودی نے یہ مان لیاہے کہ:

’’اگر رسوؐل کی زبان سے ’’ھاں‘‘ نکل جائے توحج کرنا ہرسال فرض ہوجائے‘‘۔(عنوان نمبر’’10۔ؤ‘اور تفہیم القرآن جلداول صفحہ 507)

یعنی رسوؐل کی زبان سے نکلنے والی ہر بات دین ہوتی تھی۔یہ وہ مقام ہے جومودودی اوراسکے بزرگوں کو ہرگزمنظور نہیں ہے۔مگرحق سرچڑھ کر بولتا ہے۔

(10۔ح) قریش نے اپنی پالیسی پرفٹ کرنے کے لئے قرآن کومھجورکیا،قرآنی حقائق کوجھٹلایااورکبھی حقیقی ایمان نہ لائے رسوؐل کاشکوہ۔

اللہ نے رسوؐل سے شکایت کی تھی کہ تیری قوم نے اس قرآن کوحقِ مجسم ہوتے ہوئے بھی جھٹلا دیا ہے(انعام 6/66) پھر رسوؐل اللہ نے اللہ سے شکایت کی کہ اَے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کومھجور چھوڑ دیا ہے(فرقان 25/30)

پھراللہ نے قرآن میں یہ فرمایا کہ:

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ○فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ○(زخرف 89-43/88)

رفیع الدین کا ترجمہ: ’’اور بہت کہا کرتا ہے پیغمبرکہ اَے رب میرے تحقیق یہ قوم ہیں کہ نہیں ایمان لاتے پس منہ پھیرلے ان سےاور کہہ سلامتی مانگتے ہیں شرتمہارے سے پس البتہ جان لیویں گے‘‘(ترجمہ قرآن، رفیع الدین)

معلوم ہواکہ پوری قوم بعثت کے دن سے لے کر قیامت کے روزتک ویسا ایمان کبھی نہ لائی جیسا اللہ ورسوؐل چاہتے تھے۔اورآخرنوبت یہ آئی تھی کہ اللہ نے رسوؐل کوقطع تعلق کر کے قیامت تک چیلنج کاحکم دیتے ہوئے فرمایا کہ:

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ○(انعام 6/136)

رفیع الدین ’’کہہ اَے قوم میری عمل کرواوپرجگہ اپنی کے تحقیق میں بھی عمل کرنے والا ہوں پس البتہ جانو گے تم کون شخص ہے کہ ہوگا واسطے اس کے آخراُس گھر کا۔تحقیق نہیں فلاح پانے کے ظالم‘‘(ترجمہ قرآن، رفیع الدین)

یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ قریش خودکوبرحق اوراسلام پرکاربند سمجھتے تھےاوررسوؐل اللہ انہیں گمراہ یقین کرتے تھے۔اس لئے انہیں مزید تبلیغ کرنا بندکردیااور قیامت تک چھٹی دے دی تاکہ وہ اپنے خودساختہ اسلام پرآزادانہ عمل پیرارہیں اور قیامت میں سیدھے بے روک جہنم میں چلے جائیں۔چنانچہ اس عنوان کی یہ پانچوں آیات(فرقان 25/30،انعام 6/66,136،زخرف 89-43/88)قریش نام کے تمام افرادکو جہنمی ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

11۔قریشی دین یابے دینی کی بھرمار میں چندغلط فہمیوں کاامکان ہے۔قرآن اورحقیقی دینِ ابراہیمؑ کی لاجواب پوزیشن۔

یہاں تک قریش کے جدیدوقدیم مذہب کے بیان میں ایسے حوالےاوراقتباسات آئے ہیں جن سے قرآن کے متعلق اورحضراتِ ابراہیم واسماعیل علیہم السلام کے دین کے متعلق غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے۔مثلاً

Presented by Ziaraat.Com

(اول) مودودی کا قرآن کے متعلق یہ بیان کہ: ''جن اُمور کو شارع نے مجملاً بیان کیا ہے''۔(عنوان نمبر 10۔و)

قارئین نوٹ کریں کہ قرآن، قرآن کے بیان (یوسف 12/111) کی رُو سے مفصل ہے۔لہٰذا مودودی کے بیان پر یہ پورا اقتباس (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 508) خود مودودی کا عقیدہ ہے ہمارا نہیں۔

(دوم) قارئین کو یہ خیال آسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت اسلام قطعاً حقیقی صورت میں موجود نہ تھا اور یہود و نصاریٰ اور قریش نے موسوئی اور عیسوٰی اور ابراہیمیؑ تعلیمات اور کتابوں کو بگاڑ کر اپنا اپنا مجتہدانہ مذہب جاری کر رکھا تھا۔

یہاں یہ نوٹ کریں کہ ہر دَور میں اور ہمیشہ حقیقی دین اور دین کا حقیقی سربراہ علیہ السلام موجود رہے ہیں۔یہ زمین اور یہ کائنات کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی حجتِ خداوندی سے خالی نہیں رہی ہے۔چنانچہ تمام کتبہائے خداوندی ہر طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ظاہری سے پہلے خانوادۂ نبوت میں پہنچ چکی تھیں۔اور سلسلۂ امامتِ ابراہیمیؑ میں دست بدست منتقل ہوتی چلی آئی تھیں۔چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے آخری جانشین امام حضرت ابوطالب علیہ السلام نے تمام انبیاء علیہم السلام کے تبرکات اور کتابیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھیں (کافی و دیگر کتب حدیث)

(11۔الف) تمام کتبہائے خداوندی خانوادۂ نبوّت کے پاس بطورِ وراثت منتقل ہوتی ہوئی پہنچیں اور وہؑ اُن کی زبانیں جانتے تھے۔

قریش، قریش کے لیڈروں اور قریشی حکومتوں نے آنحضرتؐ اور علیؑ اور قرآن اور اسلام اور حقیقی پیرؤانِ اسلام کے ساتھ جو کچھ قیامت تک کرنا تھا وہ اللہ اور رسولؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کو مِن وعن معلوم تھا۔اس لئے اُن سب کی ذمہ داری تھی کہ اسلام کی حقیقی تعلیمات اور ان کا زبانی و تحریری ریکارڈ ہر زمانہ میں برقرار رکھا جائے چنانچہ انہوں نے زبانی روایات کی صورت میں اور قلمی کتابوں کی شکل میں منتقل کرنے اور منتقل ہوتے چلے جانے کا بھرپور انتظام کیا تھا زبانی ریکارڈ کا پتہ وہ کروڑوں روایات تھیں جن میں سے چھ لاکھ چورانوے ہزار (694000) احادیث علامہ محمد اسماعیل بخاری (وغیرہ) محدث نہ لکھ سکے اس لئے کہ قریشی حکومت موجود تھی اور تحریری و قلمی کتابوں کی شکل میں دو بوری یا دو گونیاں ابوھریرہ کو بھی دی تھیں (بخاری پارہ اول باب حفظ العلم) اور بخاری ہی میں ہے کہ حضورؐ نے قیامت تک کے تمام حالات بیان فرمادیئے تھے (پارہ نمبر 14 کتاب بداء الخلق جلد اول صفحہ 453) اور ظاہر ہے کہ حضورؐ صرف بیان پر اکتفاء نہ کرتے تھے۔اس لئے کہ احادیث کے بیان کو جرم قرار دیا جانا اُن حضراتؑ کو معلوم تھا۔لہٰذا انہوں نے معصوم و بے خطا انتظام کیا تھا کہ علومِ خداوندی ہر زمانہ میں محفوظ و ریکارڈ ہوتے چلے جائیں اور حقیقی ضرورت مندوں کو حسبِ ضرورت ملتے رہیں۔اور یہ انتظام بھی اَکہرا (Single) نہ تھا۔کم از کم دوہرا تھا۔ایک خانوادۂ نبوت کا گھریلو ریکارڈ اور دوسرا وہ ریکارڈ جو مخصوص صحابہ کو سونپا جاتا تھا۔اور وہ ریکارڈ جو اپنے چچازاد بھائیوں کی حکومتوں کے خزانوں میں محفوظ کر (Master Copy) دیا جاتا تھا اور جو آج میرے زمانے (جون 1981ء) تک محفوظ و موجود ہے۔گھریلو ریکارڈ کے موجود ہونے پر کتاب اصول کافی کی کتاب الحجۃ میں ایک باب کی سرخی (عنوان) ہے:۔

''اِنَّ الْاَئِمَّۃَ عَلَیْھِمُ السلام عِنْدَھُمْ جَمِیْعَ الْکُتَبِ الَّتِی نَزَلَتْ مِنْ عِنْدِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاَنَّھُمْ یَعْرِفُوْنَھَا عَلٰی اِخْتِلَافِ اَلْسِنَتِھَا''۔''یقیناً آئمہ علیہم السلام کے پاس وہ تمام کتابیں موجود ہیں جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں اور وہ حضراتؑ اُن کتابوں کو اُن کی اصلی اور مختلف زبانوں میں جانتے ہیں''

Presented by Ziaraat.Com

اس باب کی پہلی حدیث کے آخری جملوں میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

’’فَقَالَ بَرِیْه: اَنّٰی لَکُمُ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَکُتُبَ الْاَنْبِیَآءِ ؟قَالَ :هِیَ عِنْدَنَا وِرَاثَةً مِنْ عِنْدِهِمْ نَقْرَؤُهَا کَمَا قَرَؤُهَا وَ نَقُوْلُهَا کَمَا قَالُوْا، اِنَّ اللّٰهَ لَا یَجْعَلُ حُجَّةً فِی اَرْضِهٖ لِیَسْئَالُ عَنْ شَیْءٍ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ‘‘

’’بریہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ حضراتؑ کے پاس یہ توریت اور یہ انجیل اور یہ باقی انبیاءؑ کی کتابیں کہاں سے اور کیسے پہنچیں؟ امامؑ نے فرمایا کہ یہ سب کتابیں ہمیں ان ہی سے ورثہ میں ملی ہیں۔ہم ان کتابوں کو اُسی طرح پڑھتے ہیں جیسے وہ حضراتؑ پڑھا کرتے تھے اور ہم اِن کے احکام و مسائل بھی اُسی طرح بیان کرتے ہیں جیسے وہ حضراتؑ بیان کیا کرتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ اپنی زمین پر ایسے شخص کو اپنی حجۃ نہیں بناتا جس سے اگر کوئی سوال کیا جائے تو اُسے کہنا پڑے کہ میں نہیں جانتا‘‘ (یعنی حجۃ اللہ علیہ السلام کو ہر سوال کا جواب مادّی دلائل و درایت کے ساتھ معلوم ہونا لازم ہے)

(11۔ب) آنحضرتؐ کی بعثت حقیقی مسلمانوںؑ میں ہوئی اور ایک مسلم قوم اور مسلم اُمّت حقیقی اسلام پر عمل پیرا موجود تھی۔

قرآن کریم گواہ ہے کہ حضرات ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے اپنی لمبی چوڑی دعا میں مندرجہ ذیل درخواست بھی کی تھی:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ.. (بقرہ 2/128)

’’اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنا مسلم بنالے اور ہماری ذُریّت میں ایک مسلم امت بنادے‘‘۔ (بقرہ 2/128)

اور بلا وقفہ اُسی سانس میں یہ درخواست بھی کی کہ:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ .. (بقرہ 2/129)

’’اے ہمارے پالنہار اور اُس مسلم امت میں اُسی مسلم امت میں سے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کرنا جو اُس مسلم امت پر تیری آیات تلاوت کرتا رہے اور اُس مسلم امت کو مکمل کتاب کی اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا رہے اور اُس کا تزکیہ کرتا رہے‘‘۔

حضرات ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی اسی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کی بنا پر یہ مانا اور کہا گیا ہے کہ:۔

دعائے خلیلؑ و نوید مسیحاؑ   ہوئی پہلوئے آمنہؑ سے ہویدا

اسی دعا کو پورا کر کے اللہ نے اپنا احسان یُوں جتایا تھا کہ:۔**لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ....** (آل عمران 3/164)

’’حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنین پر اُس وقت منّتی احسان کیا تھا جب مومنین میں مومنین ہی میں سے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کیا تھا جو اُن مومنین پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے۔اور اُن مومنین کا تزکیہ کرتا ہے اور اُن مومنین کو مکمل کتاب کی اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا ہے‘‘۔

اِن آیات سے ثابت ہوا کہ حضراتِ ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے زمانے سے لے کر حضورؐ کی مادی پیدائش تک مسلسل اللہ کی تیار کردہ مسلم اُمت موجود رہتی چلی آئی اور اس مسلم امت میں مسلسل سلسلۂ امامت جاری رہا یعنی برابر خانوادۂ نبوتؑ و رسالتؑ و امامتؑ برقرار تھا یہاں تک کہ حضرات ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی دعا اور تمنا اور منت کے مطابق اللہ نے اُس قدیم خانوادہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظہور بخشا۔اور حضرت ابو طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرتؐ کے لئے پناہ یعنی آوی بنایا (93/6) اور وہ تمام سامان فراہم کیا جو اُن کے لئے مادی صورت میں ضروری تھا اور انسانی

Presented by Ziaraat.Com

شکل میں تمام سابقہ ھدایات کا سنگم بنا دیا(93/7) اور یوں حضورؐ کو ہر ہر قسم کی احتیاج وضرورت سے مستغنی وغنی کر دیا(93/8) اور حکم دیا کہ:

1) وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰھِیمَ حَنِیْفًا(نساء4/125)

2) ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰھِیمَ حَنِیْفًا(نحل16/123)

1) اورتم ملتِ ابراہیمؑ کی یکسوئی سے پیروی کرو‘‘

2) پھر ہم نے تمہاری طرف وحی کی کہ تم یکسوئی سے ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کرو‘‘

قارئین سوچیں کہ اگر ملتِ ابراہیمؑ موجود نہ تھی تو اُس کی پیروی کا یہ دوہرا دوہرا حکم نہ دیا جاتا۔ پھر یہ سوچیں کہ پیروی کے معنی ہیں کسی کے نقشِ قدم پر قدم رکھتے ہوئے پیچھے پیچھے چلنا۔

وَاتَّبِعْ اَدْبَارَھُمْ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَO(حجر15/65)

’’اورتم سب اُن کی اتباع میں اُن کے پیچھے پیچھے اس طرح چلو کہ تم میں سے کوئی ایک بھی اِدھر اُدھر التفات(توجہ) نہ کرے اور اُن کے ساتھ وہاں تک جاؤ جہاں تک اُن کا حکم ہو‘‘۔ اتباع کا یہ حکم اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ عذاب سے بچائے جانے والے مومنین کو دیا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ پیروی کسی بے جان و بے حس وحرکت چیز کی نہیں کی جاتی بلکہ جس کی پیروی واجب ہے اُسے صاحبِ حیات ومعصوم ہونا چاہیئے، تاکہ پیروی کرنے والا ہمیشہ راہ راست پر رہے اور گمراہی ناممکن ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ رسولؐ آخر الزمان کو جس کی پیروی کا حکم دوہرا دوہرا کر دیا گیا ہے۔ وہ معصومؑ ہو اور موجود ہو اور تاحیاتِ رسولؐ موجود وقریب ہو تاکہ پیروی میں دقت نہ ہو۔ اور قارئین جانتے ہیں کہ جس کی پیروی واجب ہو وہ افضل واعلیٰ ومقدس ہستی ہونا لازم ہے اور مندرجہ بالا آیت(15/65) کی رُو سے پیروی کے دوران اُس کا حکم ماننا بھی واجب ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ پر تاحیات پیروی واجب تھی اس لئے زندگی بھر اطاعت بھی واجب تھی اور تابع ومتبوع میں اور مطاع اور مطیع میں فرق مراتب مُسلّمہ ہے۔ بہرحال ملتِ ابراہیمؑ موجود تھی۔ رسولؐ کی مادی پیدائش کے پہلے سے موجود تھی۔ اُس ملت کی پیروی کرنے والے مسلم موجود تھے۔ اور ایک اُمت مسلمہ موجود تھی۔ یعنی دین اسلام بھی موجود تھا۔ اُس کے ماننے والے بھی موجود تھے اور دین اسلام کا سربراہؑ بھی موجود تھا جس کی اتباع واطاعت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ پر بھی واجب تھی۔ پھر اُس سربراہ کا فطری جانشین بھی ملتِ ابراہیمی کی مکمل پوزیشن میں موجود تھا اور حیاتِ رسولؐ کے برسوں بعد تک موجود تھا اور ہم اُسی جناب کے کلام کی تشریح کر رہے ہیں اور یہ بتا کر یا یاد دلا کر بات ختم کر دیں کہ وہ سب محمدؐ بھی تھے علیؑ بھی۔ وہ سب ایک دوسرے کے تابع بھی تھے متبوع بھی اُنؑ کے مختلف ظہور الگ الگ شخصیتیں نہ تھے جو اُلجھن ہو۔

(12) دشمنانِ دین سے دینداروں کو اور دینی ریکارڈ کو محفوظ رکھنے اور دشمنوں کو ناکام کرنے کا ازلی نظام۔

یہ عنوان بہت وسیع ہے اور ہم خطبہ نمبر 16 کی تشریحات کے اختتام کے قریب آ چکے ہیں۔ اس لئے نہایت اختصار سے چند پہلو نمایاں کر کے گزر جانا چاہتے ہیں۔ وہ نظام جو دین کو اور دینداروں کو اور دین کے مکمل ریکارڈ کو دشمنانِ دین سے محفوظ رکھنے اور دشمنانِ دین کی تمام تخریبی پالیسیوں کو بے اثر کرتے کرتے دشمنوں کو ناکام وتباہ کرنے کا ذمہ دار ہے اُس کا نام ’’تحریک تشیّع‘‘ ہے۔ اور اس نظام کو بیان کرنے کے لئے ہم نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام نامی ہے۔ **’’مذہب شیعہ، ایک قدیم تحریک وہمہ گیر قوت‘‘۔**

ہم نے یہ دکھایا ہے کہ ہر نبیؑ کے عہد میں مذہبِ شیعہ یعنی مذکورہ تحریک موجود رہی ہے اور مندرجہ بالا مقاصد کو برسرِ عمل لانے کے لئے

Presented by Ziaraat.Com

اُس کا پہلا اصول غیبت تھا۔یعنی وہ نظام اور نظام کے کارکن،لوگوں سے پوشیدہ رہیں۔اور زیر زمین منصوبے بنائیں اور تنفیذ وتبلیغ کرنے والے حضرات ماہرینِ نفسیات و مذہبیات وسیاسیات وعمرانیات ہوں،ازسرتا پا تقویٰ سے مرصع اور اخلاقیات میں بے نظیر ہوں مختلف طبقات میں گھل مل جائیں اور مرکزی ہدایات کی تعمیل کریں۔ ہر رنگ میں رنگ جائیں۔آپ کو معلوم ہے کہ قریش اور قریشی مورخین اُن چار پانچ سو مسلمانوں کو نہ پا سکے جو اصحابِ صُفہ (چبوترے والے) لقب سے معلوم ومشہور تھے۔وہ قریش کی قومی حکومت قائم ہوتے ہی غائب ہوگئے۔یہ اصول غیبت تھا۔یہ بتانے اور جاننے کی ضرورت نہیں کہ انہوں نے غائب ہوکر اسلام اور سربراہِ اسلام کی کیا خدمات انجام دیں؟ اُن کا یک لخت غائب ہوجانا،قریشی نظام اور حکومت کے لئے ایسا خطرہ تھا جو ان کی تباہی کے لئے مَلک الموت کا حکم رکھتا تھا۔اور قریش نے اس خطرے کو کبھی محسوس بھی نہ کیا یہ بہت ہی خطرناک بات تھی۔ایسی خطرناک کہ دشمن اطمینان سے ہر پالیسی کا شکار ہوتا چلا گیا۔اور خلافت کا جنازہ بے گور وکفن کتوں کی ضیافت کے بعد علیؑ کے رحم وکرم سے یہودی قبرستان میں گاڑا گیا۔نمازِ جنازہ کون پڑھتا تو وہ نعثل لقب والا یہودی بنا دیا گیا تھا؟ اُس کے دوست دشمن ہو گئے تھے۔دوسرا اصول یہ تھا کہ اُن کے راز ورموز وخفیہ فیصلے اور منصوبے قبل ازعمل درآمد معلوم ہوتے رہیں۔اُس کے لئے اُن کے ساتھ ایک قابلِ اعتماد اور اعتماد انگیز گروہ تعینات کیا جائے۔ جسے وہ سو فیصد اپنا معتمد سمجھیں،وہ ریکارڈ تیار کرکے مرکز کو مطلع رکھے(زخرف 43/78-80) اُسی طرح جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی پارلیمنٹ کی بحث اور مشورے سے مطلع کرنے کے لئے اُن کی تحریک تشیع کا ایک ممبر پہنچا تھا(قصص 28/20-21) اور جس طرح موسیٰ بروقت پہنچ کر اپنے شیعہ ممبروں کی مدد کیا کرتے تھے۔(28/15-19)

(12۔الف) ہمہ گیر ظلم وستم وتباہی کی تفصیل اور مقصد بتا کر نظامِ غیبت کو نظام کے اصول ومقاصد پر متوجہ کیا گیا اور اصلاح حال پر زور دیا ہے۔

اس خطبہ نمبر 16 میں لوگوں کو اُن ہولناک نتائج سے خبردار کیا گیا ہے جو حق کی حمایت کرنے اور نہ کرنے والوں کو پیش آیا کرتے ہیں۔وہ لوگ جو حضرت علی علیہ السلام کی حمایت اور قریش کی مخالفت کے نعرے مار رہے تھے کثیر تعداد میں تھے۔اور جو اُن کی حمایت میں جان پر کھیل رہے تھے اور دشمن کو فنا کے گھاٹ اتارنے میں سردھڑ کی بازی لگائے ہوتے تھے نہایت قلیل تعداد میں تھے۔آپؑ اپنے طرفداروں کی نام نہاد کثرت کو تنبیہات کرتے کرتے یہ بھی بتا دیا کرتے تھے کہ تم لوگ اگر میری اسکیم کے مطابق میری نصرت کرو تو دشمن میرے بعد تمہیں ستانے کے قابل نہ رہے گا۔لیکن اگر تم برائے نام میرے حمایتی بنے رہے تو تمہیں میرے ناصر ہونے کے جرم میں تباہ کرکے رکھ دیا جائے گا۔وہ لوگ یہ نہ دیکھیں گے کہ سچ مچ میرے حمایتی کون کون تھے؟ اور برائے نام کون کون ساتھ لگے ہوئے تھے۔لہٰذا خبردار ہوجاؤ کہ تمہیں تہہ وبالا کرکے رکھ دیا جائے گا۔اس قسم کی تنبیہات کے دوران یہ جملے بھی فرمائے تھے کہ: فَاسْتَتِرُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ، وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ؛(خطبہ16، جملے 37,38)

''چنانچہ تم لوگ خود کو اپنے اپنے گھروں میں پوشیدہ رکھو۔اور اپنے آپس کے حالات وتعلقات کی اصلاح کئے چلے جاؤ۔''

وَالتَّوْبَةُ مِنْ وَّرَائِكُمْ ؛(خطبہ16، جملہ 39) اور تمہاری اصلاح کے لئے بار بار متوجہ ہونے والا نظام تمہاری پشت پر موجود ہے''۔

یہ تینوں جُملے اپنی سادہ سی صورت میں عام فہم نہ تھے۔اس لئے کہ جب تمام سامعین اس حکم یا مشورے پر عمل کرنے کے لئے اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں تو کئی ایک قباحتیں پیش آئیں گی۔اور سب سے پہلی قباحت وہ ہوگی جو اس حکم پر عمل نہ ہونے دے گی۔یعنی اپنے اپنے گھروں میں بھی رہیں اور اپنی اور دوسروں کی اصلاح بھی کریں۔یہ دونوں حکم ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔پھر کاروبار،دکان اور ملازمت، کھانے پکانے کا سامان کون کرے گا؟ پھر سب کو سب کے گھر معلوم ہیں۔سب گھروں میں رہیں بھی تو پوشیدہ اور چھپ کر رہنا بے معنی ہوگا۔پھر

Presented by Ziaraat.Com

توبہ کا پیچھے ہونا یا اُدھر کہیں پرے ہونا کون سمجھتا؟ سب ہی سمجھتے اگر یہ فرمایا ہوتا کہ تم سب اللہ سے اپنے گناہوں اور غلطیوں پر توبہ کرو معافی مانگو۔ اللہ قبول کرے گا۔ یہ تینوں جملے ان لوگوں کے لئے فرمائے گئے جو تحریک تشیع کے ممبران اور حضرت علی علیہ السلام کے طرزِ کلام وطریق خطاب اور اصطلاحات سے مانوس تھے۔ جنہیں نظام غیبت کی زبان میں اور متعلقہ ھدایات موقع بموقع ملتی رہتی تھیں۔ جو قرآن کریم میں اس نظام کا دستور پڑھ چکے تھے اور عام مسلمانوں کی طرح مولیٰ علیہ السلام کے جلسوں میں کُھلے ملے رہتے تھے اور اپنے متعلق اشارہ تک ٹھیک ٹھیک سمجھتے تھے۔

(12۔ب) نظامِ غیبت اور تحریکِ تشیع کو قرآن کریم میں ان تینوں جملوں کی قسم کا ایک مرکزی حکم بنی اسرائیل کو دیا گیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی پوری قوم (بیس لاکھ کے مجمع کو) (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 430) کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ:

وَقَالَ مُوسٰی یٰقَوۡمِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ فَعَلَیۡہِ تَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِیۡنَO(یونس 10/84)

مودودی ترجمہ:

''موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ ''لوگو، اگر تم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہوتو اُس پر بھروسہ کرو اگر مسلمان ہو'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 306)

قرآن کا بیان آگے بڑھانے سے پہلے یہ نوٹ کرتے چلیں کہ موسیٰ کی قوم ویسی ہی مسلم ومومن تھی جیسی رسوؐل کی قوم قریش تھی۔ اُن سے بھی ایمان اور اسلام کی اپیل اسی طرح کر کر کے کام کرنے کا کہا جاتا تھا (مثلاً، انفال 8/41، بقرہ 2/278)

حضرت موسیٰ کے جواب میں کہا گیا کہ:

فَقَالُوۡا عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلۡنَا رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَۃً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَOوَنَجِّنَا بِرَحۡمَتِکَ مِنَ الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَO(یونس 86-10/85)

مودودی: ''انھوں نے جواب دیا ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، اے ہمارے رب ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہم کو کافروں سے نجات دیدے'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 306)

(12۔ج) حضرت موسیٰ وھارونؑ کو نظام غیبت کے لئے انتظامی وحی جسے اَور تو اور مودودی بھی نہ سمجھے۔ گھروں میں چھپنے کا مطلب؟

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰی وَاَخِیۡہِ اَنۡ تَبَوَّاٰ لِقَوۡمِکُمَا بِمِصۡرَ بُیُوۡتًا وَّاجۡعَلُوۡا بُیُوۡتَکُمۡ قِبۡلَۃً وَّاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَO(یونس 10/87)

مودودی ترجمہ: ''اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو اشارہ کیا کہ مصر میں چند مکان اپنی قوم کے لئے مہیا کرو اور اپنے اُن مکانوں کو قبلہ ٹھہرا لو اور نماز قائم کرو اور اہل ایمان کو بشارت دیدو''۔

یہاں قارئین یہ نوٹ کریں کہ اس آیت (یونس 10/87) میں مودودی نے ''وحی'' کے معنی اس لئے ''اشارہ'' کئے ہیں تا کہ حضرت ھارون علیہ السلام کو توریت میں شرکت سے الگ رکھا جائے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ وھارونؑ دونوں پر توریت نازل ہوئی تھی (انبیا 21/48، الصفٰت 37/117)

(12۔د) حضرت موسیٰ وھارونؑ اور اُن کے نظامِ غیبت کے سلسلے کی آخری آیت پھر مودودی کی تشریحات اور اثباتِ مقصد۔

یہ دیکھا جاچکا ہے کہ حضرت موسیٰ کی پوری قوم (بیس لاکھ افراد) قریش کی طرح ساری کی ساری مسلمان تھی لیکن حقیقی مسلمان ان کے ساتھ بھی تھے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ابتدا میں صرف ذُرّیت موسیٰ کے افراد تھے۔ یہ حقیقت آیت اور مودودی کے ترجمے میں دیکھیں:

فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوۡسٰۤی اِلَّا ذُرِّیَّۃٌ مِّنۡ قَوۡمِہٖ عَلٰی خَوۡفٍ مِّنۡ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۠ئِہِمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَہُمۡ ؕ وَاِنَّ فِرۡعَوۡنَ لَعَالٍ فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَاِنَّہٗ لَمِنَ

Presented by Ziaraat.Com

الْمُسْرِفِيْنَO(10/83)

مودودی ترجمہ:''(پھر دیکھو کہ) موسیٰ کو اُس کی قوم میں سے چند ''نوجوانوں'' کے سوا کسی نے ''نہ مانا''، فرعون کے ڈر سے اور خود اپنی قوم کے سربرآوردہ لوگوں (مُلاّؤں۔احسنؔ) کے ڈر سے (جنہیں خوف تھا کہ) فرعون اُن کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔اور واقعہ یہ ہے کہ فرعون زمین میں غلبہ رکھتا تھا۔اور وہ ان لوگوں میں تھا جو کسی حد پر رکتے نہیں ہیں''۔(تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 305-304)

(12۔ھ) حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے متعلق مندرجہ بالا آیات پر مودودی تشریحات، ذرّیت کو نوجوان کیوں بنایا گیا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قریش کو خانوادۂ نبوت صلوٰۃ اللہ علیہم کے مقام بلند کو ہلکا کر کے دکھانے کیلئے جہاں اور بہت سی چالیں چلنا پڑی ہیں وہیں انہیں الفاظ: 1۔آلؑ،2۔اہلبیتؑ اور۔3۔ذرّیت کے معنی بدلنے میں کوشاں رہنا پڑا ہے۔چنانچہ مودودی نے لفظ ''ذرّیت'' کو قوم کے ''چند نوجوان'' بنانے میں پہلا مقصد یہی مدّنظر رکھا ہے تاکہ قرآن کے قاریوں کو بدلے ہوئے معنی کو پسند اور برداشت کرنے کی عادت رہے۔اب اُن کی دوسری مصلحتیں اور فریب کاریاں اُن کی تشریحات میں دیکھ لیں۔لکھتے ہیں کہ:۔

اول۔پُرخطر زمانہ میں قوم کے دانشور مصلحت کوشی کیا کرتے ہیں۔

''۸؎ متن میں لفظ ''ذُرِّیۃ'' استعمال ہوا ہے جس کے معنی ''اولاد'' کے ہیں۔ہم نے اس کا ترجمہ ''نوجوان'' کیا ہے۔مگر دراصل اس خاص لفظ کے استعمال سے جو بات قرآن مجید بیان کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس پُرخطر زمانہ میں حق کا ساتھ دینے اور علم بردارِ حق کو اپنا راہنما تسلیم کرنے کی جرأت چند لڑکوں اور لڑکیوں نے تو کی مگر ماؤں اور باپوں اور قوم کے سن رسیدہ لوگوں کو اس کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ان پر مصلحت پرستی اور دنیاوی اغراض کی بندگی اور عافیت کوشی کچھ اس طرح چھائی رہی کہ وہ ایسے حق کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوئے جس کا راستہ اُن کو خطرات سے پُرنظر آرہا تھا بلکہ وہ الٹے نوجوانوں کو بھی روکتے رہے کہ موسیٰ کے قریب نہ جاؤ، ورنہ تم خود بھی فرعون کے غضب میں مبتلا ہو گے اور ہم پر بھی آفت لاؤ گے''۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 304)

دوم۔مودودی کے اس بیان کو برقرار رکھیں الفاظ اور معنی بدلنے نہ دیں۔

اس بیان کی دو باتیں ذہن میں جمالیں کہ مودودی اپنے بیان کو کروٹ دے کر تبدیل کریں تو آپ سے پوشیدہ نہ رہے۔پہلی بات یہ ہے کہ بقول مودودی حضرت موسیٰ کو ماننے والے صرف ''چند لڑکے اور لڑکیاں تھیں''، جن میں کوئی ''ماں یا باپ'' کہلا سکنے والا مرد یا عورت نہ تھے۔دوسری بات یہ ہے کہ ''چند لڑکوں اور لڑکیوں کے علاوہ باقی پوری قوم یعنی بیس لاکھ بنی اسرائیل نے ایمان و اسلام کا ایسا اعلان نہ کیا تھا جس سے فرعون اُن کو مسلمان سمجھ کر مبتلائے عذاب کر سکتا۔بلکہ وہ اپنے مذکورہ لڑکوں اور لڑکیوں کو بھی موسیٰ پر ایمان لانے سے اعلانیہ منع کرتے تھے''

1۔چند کم سن لڑکے اور لڑکیاں ایمان لائے۔اور (یعنی موسیٰ پر)

2۔پوری قوم ایمان نہ لائی تھی۔

(12۔و) قریش اور بنی اسرائیل کو برابر کرنے کے لئے پہلے لڑکوں اور لڑکیوں کو، نوجوان، پھر جوان، پھر بڈھے تک بنا دیا گیا ہے۔

مودودی صاحب کا ارادہ یہ تھا کہ قریش کو عہد رسولؐ کا بنی اسرائیل قبیلہ ثابت کریں۔لیکن ان کے سامنے ابوبکر جیسے گھاگ اور عمر ایسے عیّار اور عثمان ایسے سرمایہ دار آ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ''برخوردار اگر تم نے یہ صحیح صورتِ حال بیان کر دی تو ہماری ساری محنت و منصوبہ برباد ہو جائیں گے لہٰذا

Presented by Ziaraat.Com

گنجائش نکالو اور ہمیں اولین قسم کے مومنین میں داخل کرو' اِن بزرگواروں کو بچانے کے لئے علامہ نے اپنی تشریح (۸۔ے) کا باقی حصہ یُوں لکھا کہ:

''یہ بات خاص طور پر قرآن نے نمایاں کر کے اس لئے پیش کی ہے کہ مکہ کی آبادی میں سے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے لئے جو لوگ آگے بڑھے تھے وہ قوم کے بڑے بوڑھے اور سن رسیدہ لوگ نہ تھے بلکہ چند باہمت نوجوان ہی تھے۔ وہ ابتدائی مسلمان جو اِن آیات کے نزول کے وقت ساری قوم کی شدید مخالفت کے مقابلہ میں صداقت اسلامی کی حمایت کر رہے تھے اور ظلم وستم کے اس طوفان میں جن کے سینے اسلام کے لئے سپر بنے ہوئے تھے، اُن میں مصلحت کوش بوڑھا کوئی نہ تھا، سب کے سب جوان لوگ ہی تھے۔ علیؓ ابن ابیؓ طالب، جعفرؓ طیار، زبیرؓ طلحہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، مصعبؓ بن عمیر، عبدؓاللہ بن مسعود جیسے لوگ قبول اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر کے تھے۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف، بلالؓ اور صہیبؓ کی عمریں ۲۰ اور ۳۰ کے درمیان تھیں۔ ابوعبیدہؓ بن الجراح، زید بن حارثہؓ، عثمانؓ بن عفان، عمرؓ فاروق ۳۰ اور ۳۵ سال کے درمیان عمر کے تھے۔ اِن سے زیادہ سن رسیدہ ابوبکرؓ صدیق تھے اور اُن کی عمر بھی ایمان لانے کے وقت ۳۸ سال سے زیادہ نہ تھی۔ ابتدائی مسلمانوں میں صرف ایک صحابی کا نام ہمیں ملتا ہے جن کی عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھی۔ یعنی حضرت عبیدہؓ بن حارث مطلبی اور غالباً پورے گروہ میں ایک ہی صحابی حضوؐر کے ہم عمر تھے یعنی عمارؓ بن یاسر'' (تفہیم القراان جلد 2 صفحہ 304-305)

(12۔ز) مولوی مودودی نے اپنی اسلامی تاریخ کو جھٹلایا۔ اسلام لانے والے ابتدائی لوگوں میں حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی لڑکا نہ تھا۔ (تاریخِ اسلام)

ساری دنیا جانتی ہے کہ موجودہ تاریخ اسلام کے مطابق اوّلین مسلمانوں میں حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی بھی تو ''لڑکا'' نہ تھا۔ لہٰذا مودودی سر سے پیر تک جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ ان میں کئی کئی بچوں کے ماں باپ بھی تھے اور ابوبکر وعمر تو کہلاتے ہی شیخین ہیں۔ اور کئی بچوں کے باپ تھے۔ مگر مودودی نے انہیں کھینچ کر یا دبا کر لڑکوں، نوجوانوں اور پھر جوانوں میں بٹھا دیا ہے۔

(12۔ح) بنی اسرائیل کو مسلمان ثابت کرتے ہیں لیکن قریش کو ہم مثل نہیں کہتے، حالانکہ قریش بھی موسیٰؑ کی قوم کی طرح کے مسلمان تھے۔

قارئین نے نوٹ کر لیا کہ مودودی نے قریش کو بنی اسرائیل کے ہم مثل و مانند دکھانے کے لئے کھینچ تان کر ''لفظ۔ ذرّیۃ'' کے معنی لڑکے اور لڑکیاں کئے تھے اور پھر قریش میں لڑکے اور لڑکیاں دکھانے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ بڈھوں کو لا بٹھایا۔ اور نہایت چابکدستی سے اپنی پہلی بات کو بدل دیا۔ دوسری بات میں پوری قوم بنی اسرائیل کو منکر اسلام قرار دیا تھا اب اپنی تشریح میں اُن کو مسلمان ثابت کرتے ہیں سنئے:۔

''۹ے متن میں فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰی کے الفاظ ہیں (10/83) اس سے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ شاید بنی اسرائیل سب کے سب کافر تھے اور ابتداءً اُن میں سے چند آدمی ایمان لائے تھے۔ لیکن ایمان کے ساتھ جب لام کا صلہ آتا ہے تو وہ بالعموم اطاعت وانقیاد کے معنی دیتا ہے، یعنی ''کسی کی بات ماننا'' اور ''اُس کے کہنے پر چلنا'' پس دراصل ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ چند نوجوانوں کو چھوڑ کر بنی اسرائیل کی پوری قوم میں سے کوئی بھی اس بات پر آمادہ نہ ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کو اپنا رہبر و پیشوا مان کر اُن کی پیروی اختیار کر لیتا اور اُس دعوت اسلامی کے کام میں اُن کا ساتھ دیتا۔ پھر بعد کے فقرے نے اس بات کو واضح کر دیا کہ اُن کے اس طرزِ عمل کی اصل وجہ یہ نہ تھی کہ انہیں حضرت موسیٰؑ کے صادق اور ان کی دعوت کے حق ہونے میں کوئی شک تھا بلکہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اور خصوصاً ان کے اکابر و اشراف، حضرت موسیٰؑ کا ساتھ دے کر اپنے آپ کو فرعون کی سخت گیری کے خطرے میں ڈالنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اگر چہ یہ لوگ نسلی اور مذہبی دونوں

Presented by Ziaraat.Com

حیثیتوں سے ابراہیم، اسحٰق، یعقوب اور یوسف علیہم السلام کے اُمتی تھے اور اس بنا پر ظاہر ہے کہ سب مسلمان تھے، لیکن ایک مدت دراز کے اخلاقی انحطاط نے اور اس پست ھمتی نے جوزیردستی سے پیدا ہوئی تھی، اُن میں اتنا بل بُوتا باقی نہ چھوڑا تھا کہ کفروضلالت کی فرمانروائی کے مقابلے میں ایمان وہدایت کا علم لے کر خود اُٹھتے، یا جو اُٹھا تھا اس کا ساتھ دیتے''۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 305)

آ گے چل کر علامہ نے بائبل اور تلمود سے وہ شکوہ لکھا ہے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کیا تھا کہ تم نے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ یہاں قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ مودودی نے پوری قوم بنی اسرائیل کو مسلمان مانا ہے۔اور ایمان لانے میں قریش کی مثال دی ہے۔اور کہا ہے کہ بنی اسرائیل نسلی ومذہبی حیثیت سے ابراہیمؑ واسحاقؑ وغیرہ کی مسلمان امت تھے۔اسی اصول پر انہیں یہ ماننا چاہئے کہ قریش بھی بعثت رسوؐل کے وقت مسلمان تھے اور جب کہ مودودی اور قریش نسل ابراہیمؑ ہونے کے دعویدار بھی ہیں۔بہرحال ہم نے اپنی ہر تصنیف میں قریش کو مسلمان ثابت کیا ہے اور ایک لمحہ کے لئے ان کو منکر اسلام نہیں مانا ہے۔اور ابھی مودودی کی اپنی قرآنی دلیل سے قریش کو بھی بنی اسرائیل جیسا مسلمان ثابت کریں گے آپ مودودی کی اگلی متعلقہ تشریح پڑھیں۔

(12۔ط) مودودی قرآن سے تمام بنی اسرائیل یعنی بیس لاکھ افراد کو مسلمان ثابت کرتے ہیں۔اور ہم قرآن کے ان ہی الفاظ سے قریش کو مسلمان کہتے ہیں۔

مودودی نے لکھا ہے کہ:۔

''۸۱ظاہر ہے کہ یہ الفاظ (ان کنتم امنتم اور ان کنتم مسلمین۔احسن) کسی کافر قوم کو خطاب کر کے نہیں کہے جا سکتے تھے۔حضرت موسیٰ کا یہ ارشاد صاف بتا رہا ہے کہ بنی اسرائیل کی پوری قوم اس وقت مسلمان تھی اور حضرت موسیٰ ان کو یہ تلقین فرمار ہے تھے کہ اگر تم واقعی مسلمان ہو جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو فرعون کی طاقت سے خوف نہ کھاؤ بلکہ اللہ کی طاقت پر بھروسہ کرو'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 306)

معلوم ہوا کہ جس قوم کو مخاطب کرتے ہوئے ان کنتم امنتم یا ان کنتم مسلمین کہا جائے تو وہ قوم مسلمان ہوتی ہے۔

(12۔ی) قریش مانند بنی اسرائیل تھے اور محمدؐ مانند ومثلِ موسیٰ تھے اور موسیٰ وھارونؑ میں جو رشتہ تعلق اور منزلت تھی وہی علیؑ ومحمدؐ میں تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے مثیلِ موسیٰ قرار دیا ہے۔چنانچہ فرمایا کہ:

اِنَّـآ اَرۡسَلۡنَآ اِلَيۡكُمۡ رَسُوۡلًا شَاهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا Oفَعَصٰى فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِيۡلًا Oفَكَيۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ كَفَرۡتُمۡ يَوۡمًا يَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِيۡبَا Oالسَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌ بِهٖ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا Oاِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا O اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ....الخ (مزمل 20-73/15)

مودودی ترجمہ:''تم لوگوں کے پاس ہم نے اُسی طرح ایک رسوؐل تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسوؐل بھیجا تھا۔(پھر دیکھ لو) کہ جب فرعون نے اُس رسوؐل کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔اگر تم ماننے سے انکار کرو گے تو اس دن کیسے بچ جاؤ گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور جس کی سختی سے آسمان پھٹا جا رہا ہو گا؟ اللہ کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہنا ہے۔یہ ایک نصیحت ہے اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کر لے۔اے نبیؐ، تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دوتہائی رات

Presented by Ziaraat.Com

کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہو، اور تمہارے ساتھیوں میں سے بھی ایک گروہ یہ عمل کرتا ہے۔۔۔" (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 132-131)

(12۔ک) اس ترجمہ میں موسیٰ اور محمدؐ، قریش اور بنی اسرائیل ہم مثل ثابت ہو گئے۔ بلکہ فرمانبرداروں کی ہم مثل جماعت بھی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ قرآن ان آیات (73/15-20) میں قریشی قوم کو خطاب کر رہا ہے اس کے باوجود مودودی یہ بتاتے ہیں کہ "اب مکہ کے اُن کُفّار کو مخاطب کیا جا رہا ہے جو رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے تھے۔ اور آپ کی مخالفت میں سرگرم تھے"۔ (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 131) بالکل یہی صورتِ حال تھی بنی اسرائیل اور اُن کے لیڈروں کی۔ مودودی اپنی طرف سے مصلحتاً قریش پر کفر کا جرم لگاتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں کہا گیا کہ: اِن کَفَرْتُمْ یعنی اگر تم کفر کرو گے؟ یعنی خطاب کے وقت وہ کافر نہ تھے۔ مگر مودودی اپنی اسکیم کے ماتحت ان کو نہ صرف کافر کہتے ہیں بلکہ رسوؐل کو جھٹلانے اور مخالفت میں سرگرم بھی قرار دیتے ہیں۔ بہرحال اِن آیات میں قریش کو دھمکی دی گئی ہے اور کفر سے منع کیا گیا ہے۔ اور انہیں یہ بتایا ہے کہ موسیٰ کی نافرمانی پر فرعون کو ماخوذ کیا گیا تھا اگر تم اس رسوؐل کی نافرمانی کرو گے تو تمہیں بھی چھٹکارا نہ ملے گا۔ لٰہذا نافرمانی نہ کرنا۔ ان آیات سے حضوؐر کا مثیلِ موسیٰ ہونا اور قریش کا مثیلِ بنی اسرائیل ہونا ثابت ہو گیا۔ جب یہ دونوں ہم مثل ہو گئے تو حضوؐر کا اور حضوؐر کے خلیفہؑ کا موسیٰؑ و ہارونؑ کا ہم مثل ہونا از خود ثابت ہو جاتا ہے۔ دونوں میں رشتہ بھی وہی تھا اور اپنا خلیفہ بناتے ہوئے فرمایا بھی یہی تھا کہ:۔

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا لانبی بعدی. "تم مجھ سے وہی منزلت رکھتے ہو جو ھارؐن کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد نبی نہیں ہے"۔ اس حدیث کو تمام علماء نے صحیح مانا ہے۔

(12۔ل) پوری قریش قوم بنی اسرائیل کی طرح مسلمان تھی۔ انہیں کفار و کافر کہنے کے اصلی معنی ہیں "حق کو چھپانے والے" (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129)

اب ہم قارئین کو وہی طرزِ تخاطب دکھاتے ہیں اور وہی الفاظ سامنے لاتے ہیں جو اللہ نے بنی اسرائیل سے فرمائے تھے۔ اور مودودی نے انہیں مسلمان ماننے کی دلیل قرار دیا ہے۔

اول۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَO (8/1)

مودودی ترجمہ "تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں؟ کہو "یہ انفال اللہ اور اس کے رسوؐل کے ہیں، پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات کو درست کرو اور اللہ اور اس کے رسوؐل کی اطاعت کرو۔ اگر تم مومن ہو" (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 128)

اس آیت کے مخاطب سب لوگ بنی اسرائیل کی طرح کے مومن ہیں مگر اللہ و رسوؐل کی اطاعت نہیں کرتے نہ ڈرتے ہیں۔

دوم۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌO (8/41)

مودودی ترجمہ "اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسوؐل اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو فیصلے کے روز، یعنی دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے دن، ہم نے اپنے

Presented by Ziaraat.Com

بندے پر نازل کی تھی۔(تو یہ حصہ بخوشی ادا کرو)اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 145-146)

یہاں پھر قریش کو مالی تقسیم کا پابند کیا گیا ہے اور ان کو یہ یاد دلایا گیا ہے کہ:

''اگر تم واقعی ایمان لائے ہو تو ان احکام پر عمل کرو'' اور یہی بات بنی اسرائیل سے کہی گئی تھی۔وَقَالَ مُوسٰی یٰقَوْمِ اِنْ کُنْتُمْ آمَنْتُمْ ''اور مُوسٰیؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ''لوگو اگر تم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو''(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 306)

لہٰذا قریش اور بنی اسرائیل ہم مثل ثابت ہوئے۔

سوم۔وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَO(آل عمران 3/139)

مودودی''دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے۔اگر تم مومن ہو؟''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 289)

یہ ہیں وہ مومن قریش جو اللہ پر بھروسہ نہیں رکھتے ہمت ھار کر بیٹھ جاتے ہیں اور اللہ انہیں بڑھاوا دیتا ہے اور ان سے ان کے ایمان کی اپیل کرتا ہے۔

چہارم۔قریش ایمان کی نقاب میں حقیقی مومنین میں اُسی طرح ملے ہوئے تھے جیسے بنی اسرائیل ذریت مُوسٰیؑ میں ملے ہوئے تھے۔

اب ایک آخری مقام دیکھ لیں جس میں حقیقی مومنین کے ساتھ قریش ایسے کفار(حق پوش)اور خبیث مومنین ملے ہوئے تھے تا کہ بنی اسرائیل والی صورت حال سو فیصد سامنے آجائے جہاں حضرت مُوسٰیؑ کی ذرّیت سے، باقی لاکھوں بنی اسرائیل، ملے جُلے فائدہ اُٹھا رہے تھے اور اُن خبیثوں کی توریت اور قرآن میں برابر مذمت ہوتی رہی ہے۔حالانکہ وہ بقول مودودی بھی مسلمان تھے۔

اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَOوَلَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ اِنَّھُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَلَّا یَجْعَلَ لَھُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ Oاِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ Oوَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ Oمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ .....الخ(3/175-179)

مودودی ترجمہ:''اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ وہ دراصل شیطان تھا جو اپنے دوستوں سے خواہ مخواہ ڈرا رہا تھا۔لہٰذا آئندہ تم انسانوں سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحبِ ایمان ہو(اے پیغمبرؐ)جو لوگ آج کفر کی راہ میں بڑی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ان کی سرگرمیاں تمہیں آزردہ نہ کریں یہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اُن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے، اور بالآخر ان کو سخت سزا ملنے والی ہے۔جو لوگ ایمان کو چھوڑ کر کفر کے خریدار بنے ہیں وہ یقیناً اللہ کا کوئی نقصان نہیں کر رہے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔یہ ڈھیل جو ہم انہیں دیئے جاتے ہیں اس کو یہ کافر اپنے حق میں بہتری نہ سمجھیں، ہم تو انہیں اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ خوب بارِ گناہ سمیٹ لیں، پھر ان کے لئے سخت ذلیل کرنے والی سزا ہے۔اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو۔وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 304-305)

(12۔م) اللہ نے ان آیات(3/175-179)میں کیا فرمایا اور مودودی نے کیا سمجھایا؟ یہ کافروں کا نہیں پاک وناپاک مومنوں کا ذکر ہے۔

مودودی کے اس ترجمہ سے وہ صورت حال دب کر رہ گئی ہے جسے اللہ ابھار کر ذہن نشین کرانا چاہتا ہے۔مودودی نے دونا کام کوششیں کی

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ چاہتے ہیں کہ یہاں ان آیات میں مذکورلوگ کافر ثابت ہو جائیں اس لئے ترجمہ میں اپنی طرف سے الفاظ ''یہ کافر'' خود ہی بڑھادیئے ہیں۔ پھرآیت کے جملے اِنَّ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡکُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ کا غلط ترجمہ کیااور یہ تصور پیدا کیا کہ گویا،ان لوگوں کے سامنے خریدنے کے لئے ایمان بھی موجود تھااور کفر بھی تھا۔انہوں نے ایمان کوخریدنے کے بجائے کفرخریدلیا۔حالانکہ اس جملے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ:۔

''اُن لوگوں نے اپنے ایمان کے بدلے میں کفرخریدلیا ہے''یعنی وہ پہلے ایماندار یا مومن تھے پھر کافر ہو گئے تھے۔

چنانچہ علامہ رفیع الدین سے آیت کے اس جملہ کا ترجمہ سُنئے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡکُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ ''تحقیق جن لوگوں نے مول لیا کفر کو بدلے ایمان کے'' (صفحہ 80) یعنی اللہ نے ان لوگوں کومومن قرار دیا تھااور وہ مومن تھے۔پھرانہوں نے مومنیت کی جگہ کفرخریدلیا۔اب کفر کے معنی مودودی سے پھرسنئے:

''۱۶۱؎ ''کفر'' کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں''(تفہیم القرآن جلداول صفحہ 129)

لہٰذا اسی فریب ساز مولوی مودودی کے بیان سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں کا تذکرہ ہورہا ہے اور جنہیں مودودی کافر ثابت کرنے کی کوشش کررہا ہے وہ کافر تو تھے مگر کافر کے معنی منکر اسلام کے نہیں بلکہ حقائق کو چھپانے والے کے ہیں۔لہٰذامعلوم ہوا کہ وہ لوگ مسلمان اور مومن تھے اور مومن رہے مگرانہوں نے حقائق پر پردے ڈالنے کا کام اختیار کرلیا تھا۔اورشروع میں ان ہی سے ان کنتم مومنین کہہ کراپیل کی گئی تھی۔یہ ہی لوگ تھے جن کوشیطانی لیڈروں سے ڈرنے والا کہا گیاان ہی کوکفر میں عجلت کرنے (یسارعون فی الکفر) یعنی حقائق کوجلد سے جلد چھپا دینے میں کوشاں قرار دیا گیا۔ان ہی کو آخرت کے اجر وثواب سے محروم بتایا گیا۔اور آخر میں سارے مسلمانوں کی دوقسمیں بیان کی گئیں ایک خبیث قسم کے مسلمان اور دوسرے طیب وپسندیدہ مسلمان ان میں اول الذکر یعنی قریش خبیث مسلمان تھے اور دوسرے حقیقی مومن ومسلم لوگ تھے اور یہی حال ہے بنی اسرائیل کا جو قرآن میں بھرا پڑا ہے۔ان خبیث مومنین کے منصوبوں اور حق پوشیوں کو بے اثر کرنے کے لئے حضرت مُوسیٰ اور دیگرانبیاء علیہم السلام نے تحریک تشیع قائم کی تھی اوراس تحریک ہی کے افراد تھے جنہیں ذریۃ مُوسیٰ (10/83) فرمایا گیا ہے جنہیں مودودی نے ''لڑکے اورلڑکیاں'' بنادیا تھااور یہی افراد تھے جنہوں نے اللہ پر بھروسہ کا اعلان اور فرعون کے نظام سے نہ ڈرنے کا وعدہ کیا تھا(10/85)۔

تحریک تشیع میں ذرّیتِ مُوسیٰ شامل تھی۔

اور مودودی نے مانا ہے کہ: ''۸۲؎ یہ جواب (10/85) ان نوجوانوں کا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوئے تھے۔یہاں (10/85) قَالُوۡا کی ضمیر قوم کی طرف نہیں بلکہ ذرّیت کی طرف پھر رہی ہے''(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 306)

(12۔ن) تحریک تشیع کے افراد کی دعااور کوشش کہ تخریب کار وخبیث مومنین کے شر سے محفوظ رہ کرمشن کوکامیاب کرتے رہیں۔

تحریک تشیع یانظام غیبت کوسمجھانے کے لئے سابقہ تمام عنوانات یہ مدد کرتے ہیں کہ خود مسلمانوں پرایک جماعت مقاصدِ اسلام کے خلاف اپنے ذاتی وقومی وملکی مقاصد لے کرمسلط ہوجاتی تھی۔اس جماعت کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہنے کے لئے مسلمانوں ہی میں ایک جماعت تیار کی جاتی تھی جو قلت میں ہونے کی وجہ سے خفیہ نظام چلاتی تھی۔آپ نے بنی اسرائیل اور قریش کامختصر اور مثالی حال دیکھا دونوں کوششیں دین کے خلاف ملاحظہ کیں اور شروع میں یہ دیکھا کہ حضرت مُوسیٰ کوفرعون کی پارلیمنٹ کی بحث اور فیصلے سے مادی طور پرمطلع رہنے کا موقع حاصل تھا اس لئے کہ تمام کلیدی مقامات پرتحریک کے افراد تعینات تھے۔اب یہاں ذریۃ موسیٰؑ والی جماعت کی دعا پر مودودی تشریح آپ کوزیر بحث مقصد سے

Presented by Ziaraat.Com

اورقریب لے جاتی ہے سنئے:

''اُن صادق الایمان نوجوانوں کی یہ دعا کہ ''ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنانا'' بڑے وسیع مفہوم پر حاوی ہے۔گمراہی کے عام غلبہ اور تسلط کی حالت میں جب کچھ لوگ قیامِ حق کے لئے اٹھتے ہیں، تو انہیں مختلف قسم کے ظالموں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ایک طرف باطل کے اصلی علمبردار ہوتے ہیں جو پوری طاقت سے داعیانِ حق کو کچل دینا چاہتے ہیں۔دوسری طرف نام نہاد حق پرستوں کا ایک اچھا خاصا گروہ ہوتا ہے جو حق کو ماننے کا دعویٰ تو کرتا ہے (جیسے قریش اور بنی اسرائیل۔احسنؔ) مگر باطل کی قاہرانہ فرمانروائی کے مقابلے میں اقامتِ حق کی سعی کو غیر واجب، لاحاصل یا حماقت سمجھتا ہے۔اور اس کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی اس خیانت کو جو وہ حق کے ساتھ کر رہا ہے کسی نہ کسی طرح درست ثابت کر دے اور لوگوں کو الٹا برسرِ باطل ثابت کر کے اپنے ضمیر کی اُس خلش کو مٹائے جو ان کی دعوتِ اقامتِ دین حق سے اس کے دل کی گہرائیوں میں جلی یا خفی طور پر پیدا ہوتی ہے۔تیسری طرف عامۃ الناس ہوتے ہیں جو الگ کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہوتے ہیں اور ان کا ووٹ آخر کار اُسی طاقت کے حق میں پڑا کرتا ہے جس کا پلّہ بھاری رہے، خواہ وہ طاقت حق ہو یا باطل۔اس صورتِ حال میں ان داعیانِ حق کی ہر ناکامی، ہر مصیبت، ہر غلطی، ہر کمزوری اور ہر خامی ان مختلف گروہوں کے لئے مختلف طور پر فتنہ بن جاتی ہے۔وہ کچل ڈالے جائیں یا شکست کھا جائیں تو پہلا گروہ کہتا ہے کہ حق ہمارے ساتھ تھا نہ کہ ان بیوقوفوں کے ساتھ جو ناکام ہو گئے۔دوسرا گروہ کہتا ہے کہ دیکھ لیا! ہم نہ کہتے تھے، کہ ایسی بڑی بڑی طاقتوں سے ٹکرانے کا حاصل چند قیمتی جانوں کی ہلاکت کے سوا کچھ نہ ہوگا، اور آخر کار اس تہلکہ میں اپنے آپ کو ڈالنے کا ہمیں شریعت نے مکلّف ہی کب کیا تھا، دین کے کم سے کم ضروری مطالبات تو ان عقائد و اعمال سے پورے ہو ہی رہے تھے جن کی اجازت فراعنۂ وقت نے دے رکھی تھی۔تیسرا گروہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ حق وہی ہے جو غالب رہا۔اسی طرح اگر وہ اپنی دعوت کے کام میں کوئی غلطی کر جائیں، یا مصائب و مشکلات کی سہار نہ ہونے کی وجہ سے کمزوری دکھا جائیں، یا ان سے، بلکہ ان کے کسی ایک فرد سے بھی کسی اخلاقی عیب کا صدور ہو جائے، تو بہت سے لوگوں کے لئے باطل سے چمٹے رہنے کے ہزار بہانے نکل آتے ہیں۔اور پھر اس دعوت کی ناکامی کے بعد مدت ہائے دراز تک کسی دوسری دعوتِ حق کے اُٹھنے کا امکان باقی نہیں رہتا۔پس یہ بڑی معنی خیز دعا تھی جو موسیٰ علیہ السلام کے ان ساتھیوں نے مانگی تھی کہ خدایا ہم پر ایسا فضل فرما کہ ہم ظالموں کے لئے فتنہ بن کر نہ رہ جائیں۔یعنی ہم کو غلطیوں سے، خامیوں سے، کمزوریوں سے بچا اور ہماری سعی کو دنیا میں بارآور کر دے، تاکہ ہمارا وجود تیری خلق کے لئے سببِ خیر بنے نہ کہ ظالموں کے لئے وسیلۂ شر''۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 306-307)

اس تشریح میں مودودی بہت سی کلیدی باتیں لکھ گئے ہیں۔مگر ان میں اسی قدر خامی کا رہ جانا ناگزیر تھا جو علامہ کے عقیدے میں خامی ہے۔

(12-س) علامہ کی کلیدی باتوں میں جو خلاء اور خامیاں رہ گئیں ان کو درست کرنا علامہ کے قابو کی بات نہ تھی۔

مودودی نے داعیانِ حق کے مخالفوں کی صرف اُس قسم کا ذکر کیا ہے جو حق اور داعیانِ حق کو مٹا دینے اور کچل ڈالنے کے لئے اٹھتی ہے۔ اور دنیا میں نہ کوئی فرد ایسا پیدا ہوا ہے نہ جماعت جو ''حق'' کی مخالف ہو۔جو لوگ حق کی مخالفت کرتے ہیں وہ اُسے حق نہیں سمجھتے۔اگر وہ اُسے حق سمجھتے تو ہرگز مخالفت نہ کرتے۔یا تو وہ اس میں باطل کی آمیزش سمجھتے ہیں یا اس حق کو نافذ کرنے کے طریقے کو غلط سمجھتے ہیں۔یا نافذ کرنے والوں کو غلط کار آدمی سمجھتے ہیں۔چنانچہ جھگڑا آدمیوں میں اور آدمیوں سے ہوتا ہے۔حق سے نہیں ہوتا۔لہٰذا داعیانِ حق کی پہلی مخالف قسم وہ ہوتی ہے جو سرے

Presented by Ziaraat.Com

سے اُسے حق نہیں سمجھتی یا حق و باطل کا مجموعہ سمجھتی ہے اور اس میں سے باطل کو نکلوانے پر اصرار و تکرار کرتی ہے۔ دوسری قسم وہ ہوتی ہے جو اپنے باطل اغراض و مقاصد کو اس حق کی آڑ یا لباس میں نافذ کرنا چاہتی ہے اور یہ مخالف جماعت آنحضرتؐ کے زمانہ میں قریش تھی۔ اور پہلی قسم کی مخالف جماعت اس زمانہ میں قریش کے علاوہ باقی مذاہب کے لوگ تھے۔

علامہ کی دوسری کلیدی بات یہ ہے کہ داعیانِ حق سے غلطیاں، خامیاں اور کمزوریاں سرزد نہ ہوں۔ اور یہ کام دعاؤں سے نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے ایک معصومؑ سربراہ اور معصوم عملی پروگرام موجود ہو۔ تیسری کلیدی بات وہ اندیشہ ہے جس میں داعیانِ حق کی پوری جماعت کے کچل دیئے جانے یا شکست کھا جانے کا خطرہ ہو۔ اس سے بچانے ہی کے لئے نظامِ غیبت تیار کیا جاتا ہے۔ جو ہمیشہ کامیاب رہتا ہے ناکامی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ناکامی یا شکست یا کچل دیا جانا داعیان حق کی اس جماعت کو پیش آسکتا ہے جو اعلانیہ محاذ پر کام کرتی ہے اور یہ اُسی صورت میں جب کہ نظام غیبت ساتھ ساتھ عمل پیرا نہ ہو۔ ان آیات (یونس 87-10/83) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذرّیت اور نظام غیبت کی بات ہو رہی ہے جو خفیہ طور پر کام کررہا تھا۔

(12۔ع) قیامِ نظامِ غیبت اور تحریکِ تشیع کا مرکز قائم کرنے اور گھروں کو قبلہ بنانے کی وحی پر مودودی کی خیالی تشریح۔

یہاں آیت (10/87) پر مودودی کی تشریح اور علما کا اختلاف ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ:

''۸۴؎ اس آیت کے مفہوم میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔ اس کے الفاظ پر اور اس ماحول پر جس میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے گئے تھے، غور کرنے سے میں یہ سمجھا ہوں کہ غالباً مصر میں حکومت کے تشدد سے اور خود بنی اسرائیل کے اپنے ضعفِ ایمانی کی وجہ سے اسرائیلی اور مصری مسلمانوں کے یہاں نماز باجماعت کا نظام ختم ہو چکا تھا، اور یہ ان کے شیرازے کے بکھرنے اور ان کی دینی روح پر موت طاری ہوجانے کا ایک بہت بڑا سبب تھا۔ اس لئے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا گیا کہ اس نظام کو از سر نو قائم کریں اور مصر میں چند مکانات اس غرض کے لئے تعمیر کریں یا تجویز کرلیں کہ وہاں اجتماعی نماز ادا کی جایا کرے۔ کیونکہ ایک بگڑی ہوئی اور بکھری ہوئی مسلمان قوم میں دینی روح کو پھر سے زندہ کرنے کے لئے اور اس کی منتشر طاقت کو از سر نو مجتمع کرنے کے لئے اسلامی طرز پر جو کوشش بھی کی جائے گی اس کا پہلا قدم لازماً یہی ہوگا کہ اس میں نماز باجماعت کا نظام قائم کیا جائے۔ ان مکانوں کو قبلہ ٹھہرانے کا مفہوم میرے نزدیک یہ ہے کہ ان مکانوں کو ساری قوم کے لئے مرکز اور مرجع ٹھہرایا جائے اور اس کے بعد ہی ''نماز قائم کرو'' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ متفرق طور پر اپنی اپنی جگہ نماز پڑھ لینے کے بجائے لوگ ان مقررہ مقامات پر جمع ہو کر نماز پڑھا کریں۔ کیونکہ قرآن کی اصطلاح میں ''اقامت الصلوٰۃ'' جس چیز کا نام ہے اس کے مفہوم میں لازماً نماز باجماعت بھی شامل ہے'' (صفحہ 307-308)

اگلی تشریح ''۸۵؎ یعنی اہل ایمان پر مایوسی، مرعوبیت اور پژمردگی کی جو کیفیت اس وقت چھائی ہوئی ہے اُسے دور کرو، انہیں پُر امید بناؤ، ان کی ہمت بندھاؤ اور ان کا حوصلہ بڑھاؤ ''بشارت دینے'' کے لفظ میں یہ سب معنی شامل ہیں'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 308)

(12۔ف) بیس لاکھ مسلمان بت پرستوں اور اسلام کے مخالفوں میں نماز باجماعت کی تفہیم بچگانہ یعنی مولویانہ ہے۔

کہا گیا ہے کہ '' اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی''

آخر مودودی بھی تو بنی اسرائیل کی طرح کے قریشی مسلمان اور مولوی ہیں، مدتوں نماز جماعت پڑھائی اور دین کے نام پر ساری عمر کمائی

Presented by Ziaraat.Com

کر کے لکھ پتی بنے، ہمیشہ دائم المریض رہے اور اپنے کفار سے آخری معالجہ کرانے امریکہ پہنچے اور آخر کار محمدؐ و آل محمدؐ کی دشمنی پر موت آئی اور واصل جہنم ہوئے۔ ساری عمر کا تجربہ تھا کہ قریشی قسم کے مسلمانوں نے ہمیشہ نماز باجماعت اس سختی سے قائم رکھی کہ جنابت کی حالت میں بھی پیش نماز نے نماز باجماعت پڑھائی اور ہر آنے والے دن زوال سے دوچار ہوتے چلے آئے۔ نماز باجماعت کو آخری نسخہ سمجھتے اور پڑھتے ساری دنیا کی اقوام کے بھکاری بن گئے۔ ارے حضور جس نماز باجماعت نے آپ کو چودہ سو سال میں محض نقصان پہنچایا وہ کسی اور کو کیسے فلاح یاب کر سکتی تھی؟ یہ نمازیں یہ روزے یہ حج اور تہجد ہی تو ہیں جنہوں نے تمہیں تباہ کیا اس لئے کہ یہ سب رسولؐ کا چرایا اور غصب کیا ہوا مال ہیں، اولادِ رسولؐ سے مودۃ اور اجر رسالت ادا کئے بغیر اس مال کو استعمال کرنا ہی تو تباہی کا سبب ہے۔

(12۔ص) بنی اسرائیل کا حال اور ان کی تعداد اور ان کے ساتھ فرعونی حکومت کا سلوک اور طرزِ عمل معلوم ہونے کے بعد مولانا کی تفہیم قابل تعجب ہے۔ مودودی نے بنی اسرائیل کی تعداد و تفصیل یہ بتائی ہے کہ:۔

بنی اسرائیل کی تعداد اور متعلقہ تفصیلات:

''بائبل کی روایت ہے کہ خروج کے بعد دوسرے سال بیابانِ سینا میں حضرت موسیٰ نے اُن کی جو مردم شماری کرائی تھی اس میں صرف قابل جنگ مردوں کی تعداد 603550 تھی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عورت، مرد، بچے، سب ملا کر وہ کم از کم بیس لاکھ ہوں گے۔ کیا کسی حساب سے پانچ سو سال میں 68 آدمیوں کی اتنی اولاد ہو سکتی ہے؟ مصر کی کُل آبادی اگر اس زمانے میں 2 کروڑ فرض کی جائے۔ (جو یقیناً بہت مبالغہ آمیز اندازہ ہوگا) تو اس کے معنی یہ ہیں کہ صرف بنی اسرائیل وہاں 10 فیصدی تھے۔ کیا ایک خاندان محض تناسل کے ذریعہ سے اتنا بڑھ سکتا ہے؟ اس سوال پر غور کرنے سے ایک اہم حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔۔۔۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 430)

آگے چل کر علامہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اس بیس لاکھ کی تعداد میں مصری مسلمان بھی شامل ہیں جو ان پانچ صدیوں کی تبلیغ سے مسلمان ہوتے اور بڑھتے رہے۔ قارئین سوچیں کہ حکومت کے شدید کنٹرول اور گرفت کے زمانہ میں کیا ایسا حکم دیا جا سکتا ہے جس سے قوم میں ہم آہنگی اور مرکزیت پیدا ہو جائے اور یہ قیدی و غلام قوم سر جوڑ کر بیٹھے اور فرعونی نظام کو تہہ و بالا کرنے کے مشورے کرتی رہے؟ اور فرعونی نظام تماشائی بنا رہے؟

کیا علامہ کی تفہیم روزہ نماز و عبادات وغیرہ اور مرکزیت بنی اسرائیل کے مزاج کے مطابق تھی۔

مودودی داعیانِ حق کے مخالفوں کے سلسلے میں ایک خطرناک کثرت کو ان کا مخالف مان چکے ہیں۔ وہ لکھ چکے ہیں کہ ''چند لڑکوں اور لڑکیوں نے موسیٰ کے مشن کو قبول کیا۔ اور باقی تمام لوگ فرعون کی رضامندیاں حاصل کرنے کی فکر میں تھے'' اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ:

''بنی اسرائیل کی ذہنیت کو اھل مصر کی غلامی نے جیسا کچھ بگاڑ دیا تھا اس کا اندازہ اس بات سے بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ مصر سے نکل آنے کے 70 برس بعد حضرت موسیٰ کے خلیفہ یوشیع بن نونؑ اپنی آخری تقریر میں بنی اسرائیل کے مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''تم خداوند کا خوف رکھو اور نیک نیتی اور صداقت کے ساتھ اُس کی پرستش کرو اور ان دیوتاؤں کو دُور کر دو جن کی پرستش تمہارے باپ دادا بڑے دریا کے پار اور مصر میں کرتے تھے اور خداوند کی پرستش کرو۔ اور اگر خداوند کی پرستش تم کو بُری معلوم ہوتی ہو تو آج ہی تم اُسے جس کی پرستش کرو گے چُن لو۔۔۔۔ اب رہی میری اور میرے گھرانے کی بات سو ہم تو خداوند ہی کی پرستش کریں گے'' (یشوع 15-24:14)

''اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ چالیس سال تک حضرت موسیٰ کی اور 28 سال تک حضرت یوشع کی تربیت اور راہنمائی میں زندگی بسر کر لینے کے بعد

Presented by Ziaraat.Com

بھی یہ قوم اپنے اندر سے اُن اثرات کو نہ نکال سکی جو فراعنہ مصر کی بندگی کے دور میں ان کی رگ رگ میں اُتر گئے تھے‘‘ (تفہیم جلد 2 صفحہ 75)

کوئی مودودی سے پوچھتا کہ کیا تم نے اسی قوم کے لئے نماز باجماعت اور مرکزیت کی بات کی تھی؟ کیا یہ قوم اُس تمہارے مطلوبہ مرکز میں وہ سب کچھ کرنے کے لئے جمع ہوسکتی تھی جو تم نے بطور اسلامی نعروں کے لکھا ہے؟

(12۔ق) نظامِ غیبت اور اس کی مرکزیت کا حکم جس انداز میں دیا گیا ہے وہی انداز حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ میں اختیار کیا ہے۔

اللہ نے جو حکم (10/87) حضرات موسیٰ و ھارون علیھما السلام کو دیا ہے وہ سارے بنی اسرائیل، فرعون اور ساری قوم فرعون اور مودودی مُلّا و مسٹر کے سمجھنے کا نہیں ہے۔ وہ حکم کہتا ہے کہ:

مودودی ترجمہ: ’’ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو اشارہ کیا کہ ’’مصر میں چند مکان اپنی قوم کے لئے مہیّا کرو اور اپنے ان مکانوں کو قبلہ ٹھیرا لو، اور نماز قائم کرو اور اہل ایمان کو بشارت دے دو‘‘ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 307)

رفیع الدینؒ کا ترجمہ: اور وحی بھیجی ہم نے طرف موسیٰ کے اور بھائی اس کے کے یہ کہ جگہ دو واسطے قوم اپنی کے بیچ مصر کے گھر اور کرو گھروں اپنوں کو رُو بقبلہ یعنی مسجدیں بناؤ اور قائم رکھو نماز کو اور بشارت دے ایمان والوں کو‘‘۔

قارئین اس آیت (10/87 یونسؑ) کا ترجمہ ہی دیکھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ مترجمین اس آیت کے الفاظ کو دیکھ کر بوکھلا گئے اور گھبرا کر جھٹ سے اپنے اپنے مذہبی تصورات کو برقرار رکھنے کی فکر میں جو پسند آیا وہ لکھ گئے ہیں۔ البتہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے وہی ترجمہ لکھا ہے جو اللہ نے آیت کے الفاظ میں فرمایا تھا چونکہ یہ ترجمہ فارسی زبان میں ہے اس لئے ہم فارسی کا اُردو ترجمہ بھی لکھتے ہیں:

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ: ’’و وحی فرستادیم بسوئے موسیٰ و برادروے کہ ساکن کُنید قومِ خود را بہ شہرِ مصر در خانہ ھا و بسازید آنخانہائے خود را و برپا دارید نماز را و بشارت دہ مومناں را‘‘۔

ہمارا ترجمہ کا ترجمہ ’’اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف کہ اپنی قوم کو مصر میں مکانوں کے اندر بساؤ اور اپنے اُن گھروں کو قبلہ بنادو اور نماز برپا کرو اور مومنوں کو خوش خبری دے دو‘‘۔

ہم اس ترجمہ کو صحیح سمجھتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ شاہ صاحب نے بھی حاشیہ میں اپنے مذہب کے تحفظ میں یہ جملہ لکھ دیا ہے کہ:

’’یعنی مساجد البیت بنا کنید‘‘ ’’یعنی مسجدوں والے گھروں کی بنیاد رکھو‘‘۔

مطلب یہ ہے کہ باقی مترجمین نے تو خود ترجمہ کے اندر اضافہ کرنے میں خوفِ خدا نہ کیا اور اللہ کو سکھایا کہ یوں نہیں تجھے یوں کہنا چاہئے تھا۔

جیسا کہ حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطبہ (16) کے جملے (37-38) عام فہم نہیں ہیں اور جو لوگ ان کے نظام غیبت پر مطلع نہیں ہیں وہ لوگ جو کچھ سمجھیں گے اس پر عمل نہ کرسکیں گے۔ اُسی طرح یہ آیت اور آیت میں آئے ہوئے الفاظ عام فہم نہیں ہیں۔ جو کچھ یہ ہمارے مترجمین سمجھے اور اپنی سمجھ سے جن ترجموں کو بگاڑا یا سنوارا ہے وہ سب غلط اور نا قابل عمل ہیں۔ اور ان سب کی اجتماعی یا انفرادی تفہیم سے بھی اس آیت کے الفاظ پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ اور آیت میں ایک ایسی بات جو ان سب کو بے وقوف بنا کر ان کا منہ چڑا رہی ہے۔ فرمایا یہ گیا ہے کہ:

’’اے موسیٰ اور ہارونؑ تم اپنی قوم کو مصر میں گھر کے اندر بساؤ یا آباد کرو‘‘۔

اور ابھی ابھی آپ نے پڑھا تھا کہ بنی اسرائیل پانچ سوسال سے مصر کے اندر اپنے اپنے مکانات میں آباد چلے آرہے تھے اور یہاں رہتے رہتے ان

Presented by Ziaraat.Com

کی تعداد اڑسٹھ سے بیس لاکھ ہو چکی تھی۔سوچو کہ اس آیت (10/87) پر کیسے عمل ہوگا؟ اور جو بھی اُس زمانے میں اس حکم کو سنے گا کیا سمجھے گا پھر فرمایا ہے کہ: ''اے موسیٰ و ہارونؑ تم اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ''

یعنی عام سمجھ یہ سمجھے گی کہ آئندہ نماز ان گھروں کی طرف منہ کر کے پڑھی جائے گی۔ بنی اسرائیل کی مہیب کثرت مشرک قسم کی یا قریشی قسم کی مسلمان ہے اس لئے یہ حکم بھی ان کو کسی ہیجان میں مبتلا نہ کرے گا۔اور فرعون اور فرعونی دانشور و منتظمین بھی ان دونوں احکام سے کسی سوچ بچار میں مبتلا نہ ہوں گے۔وہ مذہبی لوگوں کو جاہل سمجھتے تھے اور ان کو جاہلانہ احکام کہہ کر نظر انداز کر دیں گے۔یعنی دونوں احکام ایسے ہیں جن کو غیر اہم سمجھ کر کوئی خطرہ محسوس نہ کرے گا۔اور جب وہ احکام ان لوگوں کے کان تک پہنچیں گے جو نظامِ غیبت کے ممبر ہیں تو وہ احکام کی اہمیت کو گہرائی تک محسوس کریں گے اور ان احکام ہی میں خوشخبری بھی پالیں گے۔

<u>(12۔ر) ایک بڑا موٹا اور مشہور اصول وقاعدہ ایسا ہے جس سے موٹی عقل کے بُدھو لوگ بھی وہ بات سمجھ لیں گے جو علّامّاؤں کو نہ سوجھی۔</u>

قارئین وہ اصول سنیں جو وحی بھیجنے والے نے تمام مومنین ومنکرین وانبیاؑء ومرسلین کو بتایا ہے اور جسے بھلا دینا ہزاروں غلطیاں کرواتا ہے۔ارشاد ہے کہ: رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضۡلَلۡنَ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡ وَمَنۡ عَصَانِیۡ فَاِنَّکَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌO(14/36سورۃ ابراھیمؑ)

<u>مودودی ترجمہ</u>:''یاد کرو وہ وقت جب ابراہیمؑ نے دعا کی تھی کہ ''پروردگار، اس شہر کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بُت پرستی سے بچا، پروردگار اِن بتوں نے بہتوں کو گمراہی میں ڈالا ہے (ممکن ہے کہ میری اولاد کو بھی یہ گمراہ کر دیں، لہٰذا اُن میں سے) جو میرے طریقہ پر چلے وہ میرا ہے۔اور جو میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو یقیناً تو درگزر کرنے والا مہربان ہے'(36-14/35،تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 488-489)

<u>مودودی کے کافرانہ ترجمہ</u> کو فی الحال نظر انداز کر دیں اور دیکھیں کہ قدیم ومعروف ومقبول اصول کے مطابق موسیٰ وہارونؑ اور اُن کی اتباع کرنے والے تمام افراد خواہ وہ موسیٰ وھارونؑ کی اپنی ذرّیت کے ہوں یا قوم کے ہوں حقیقی منشاء کو فوراً بلا دقت ومحنت سمجھ جائیں گے کہ یہ حکم خبیث قسم کے مسلمانوں میں سے طیب مسلمانوں کو الگ کرنے کے لئے دیا گیا ہے (آل عمران 3/179) اور اُنہیں سمیٹ کر یکجا کر لینا مطلوب ہے اور اب معروف ومشہور قبلہ کی جگہ موسیٰ وھارونؑ اور ان کی قیام گاہ، خواہ کہیں ہو، قبلہ ومرجع قرار پا گئی ہے۔اب تمام عبادتوں سے بڑی عبادت اُن کے اشاروں پر چلنا ہے۔اور ہر وہ کام اور طریقہ اب جائز ومباح ہے جس کے نتیجہ میں قیامِ صلوٰۃ یعنی (مودودی والی باجماعت نماز نہیں بلکہ) علیؑ والی صلوٰۃ قائم کی جاسکے۔علیؑ نے فرمایا ہے کہ:۔

(خطبہ نمبر 145)اقام الصلوٰۃ انھا الملۃ (نماز کا قائم کرنا ہی تو پورا دین ہے۔) یعنی نماز دین کا ستون نہیں بلکہ خود عمارتِ دین ہے۔اور اس سے بڑی خوشخبری مومنین کے لئے اور کوئی نہیں کہ وہ نبیؐ کے اپنے لوگ ہیں جنہیں ناپاک قریشی ٹائپ کے بنی اسرائیل سے الگ کر کے اپنی تحریک تشیع میں شامل کر لیا گیا ہے۔اور جن پر پورے دین کی عمارت کھڑی کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔اور اب جن کی عبادت سمت کر موسیٰ وہارونؑ پر درود وسلام بھیجنا رہ گئی ہے اور ان کو اور ان کے مشن کو سلامت رکھنا بن گئی ہے (سَلٰمٌ عَلٰی مُوۡسٰی وَ ھٰرُوۡنَ (صافات 37/120)

یہ ہے وہ طریقہ تبلیغ جو نہج البلاغہ کی خطبات میں اختیار کیا گیا ہے یعنی ''سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے''

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 17

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر:17

خُطبہ ﴿17﴾

(1) ایسے دو قریشی لیڈروں کا تذکرہ جو نزول قرآن کے دوران نظام اجتہاد مسلمانوں میں لائے اور بعد وفاتِ رسولؐ قرآن کے خلاف حکومت و شریعت کے بانی ہوئے۔

(2) جو تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ اللہ کے غیظ و غضب اور قہر کا نشانہ ہیں۔

(3) جو گمراہی پھیلانے میں اور قیامت تک آنے والے لوگوں کو گمراہ کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

(4) جو فتنہ و فساد اور بدامنی کے موجد ہیں۔

(5) خون ناحق اُن کے فیصلوں پر چیخیں مار رہے ہیں۔

(6) غلط لوگوں کو پہنچنے والی میراث و وراثت نالہ و فریاد اور آہ و فغاں میں مصروف ہے۔

(7) انہوں نے علم کو مٹانے اور جہالت کو علم بنانے میں زندگی گزاری ہے۔

(8) قرآن کی غلط تنفیذ اُن کا دینی مشغلہ ہے۔

قریشی مرکز کا تیار کردہ اسلام اور اسلامی عقائد و اصول ہی آج شیعہ مجتہدین نے ایک ہزار سال سے اختیار کر رکھے ہیں مرتضویؑ تنقید کی زد میں:

چونکہ آج جنہیں علمائے شیعہ کہا جاتا ہے وہ سب قریشی نظام اجتہاد کے پیرو ہیں اس لئے ساری نہج البلاغہ عموماً اور خطبات سترہ و اٹھارہ (17-18) خصوصاً اُن کو باطل پرست قرار دیتے ہیں اور جب نہج البلاغہ کا مترجم اور شارح خود مجتہد ہو تو اُس کے لئے بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ چنانچہ مفتی جعفر حسین خطبہ (17) کی تشریح میں اپنے مذہب کو بچانے کے لئے یہ جملہ لکھتے ہیں کہ: ”جو قرآن و سُنت کو پس پشت ڈال کر اپنے قیاس و رائے سے احکام گھڑ لیتے ہیں۔ اور اپنے مقلدین کا ایک حلقہ پیدا کر کے اُن میں خود ساختہ شریعت کی ترویج کرتے رہتے ہیں۔“ (ترجمہ نہج البلاغہ، طبع اول، صفحہ 125) یعنی مفتی صاحب کے اپنے مذہب میں قیاس اور رائے کو شرعی احکام میں داخل نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا وہ اور اُن کا مذہب حضرت علیؑ کے خطبہ (17) کی مذمت میں داخل نہیں ہے۔ یہ جملہ لکھتے ہوئے مفتی نے چند سطروں یعنی آٹھ سطروں میں تشریح ختم کر دی۔ گویا اس خطبہ میں اور کوئی بات تشریح طلب بات ہی نہیں۔ بہر حال ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو کچھ مفتی صاحب نے خود کو اور اپنے اجتہادی مذہب کو بچانے کے لئے لکھا وہ نہ صرف غلط ہے بلکہ ایک تہمت بھی ہے۔ اس لئے کہ رسولؐ کی وفات کے بعد سے آج تک مسلمانوں میں کوئی مسلمان کہلانے والا فرقہ یا مذہب ایسا نہ پیدا ہوا نہ موجود ہے جس نے بقول مفتی: ”قرآن اور سنت کو پس پشت ڈال کر اپنے قیاس و رائے سے احکام گھڑے ہوں اور اپنی خود ساختہ شریعت کی ترویج کی ہو۔“

Presented by Ziaraat.Com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اَبْغَضَ الْخَلَائِقِ اِلَى اللّٰهِ رَجُلَانِ؛	1	یقیناً ساری مخلوقات میں دو ہی شخص ایسے ہیں جو اللہ کے یہاں سب سے زیادہ قہر و غضبِ خداوندی کے مستحق ہیں۔
رَجُلٌ وَّكَلَهُ اللّٰهُ اِلٰى نَفْسِهٖ؛	2	ایک وہ جسے اللہ نے ڈھیل دے کر اُس کے نفس کو اُس پر وکیل بنا دیا ہے اور اپنی وکالت سے خارج کر دیا ہے۔
فَهُوَ جَائِرٌ عَنْ قَصْدِ السَّبِيْلِ؛	3	چنانچہ وہ وہی شخص ہے جس نے راست روی کو خیر باد کہہ کر بے راہ روی کا پختہ ارادہ و انتظام کر لیا ہے۔
مَشْغُوْفٌ بِكَلَامِ بِدْعَةٍ وَّ دُعَآءِ ضَلَالَةٍ؛	4	وہ دین میں ایجادات کرنے اور گمراہی پھیلانے کی تحریک میں تن من دھن سے مشغول ہو گیا ہے۔
فَهُوَ فِتْنَةٌ لِّمَنِ افْتَتَنَ بِهٖ؛	5	وہ شخص ہر اُس آدمی کے لئے مجسم فتنہ اور آزمائش ہے جو اس کی فتنہ انگیز تحریک میں دلچسپی لیتا ہے۔
ضَالٌّ عَنْ هَدْىِ مَنْ كَانَ قَبْلَهٗ؛	6	وہ اُس ہدایت سے گم گشتہ ہے جو اُس سے قبل کے لوگوں کو حاصل تھی۔ یعنی وہ سابقہ قریش کے نزدیک بھی گمراہ ہے۔
مُضِلٌّ لِّمَنِ اقْتَدٰى بِهٖ فِىْ حَيَاتِهٖ وَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ؛	7	اور اُن تمام لوگوں کو گمراہ کرنے والا بھی ہے جو اُس کی زندگی میں یا اُس کے مرنے کے بعد اُس کی پیروی کریں۔
حَمَّالٌ خَطَايَا غَيْرِهٖ؛	8	وہ دوسروں کی خطاؤں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہے۔
رَهْنٌ بِخَطِيْئَتِهٖ؛	9	اور خود اپنی اجتہادی خطاؤں میں رہن پڑا ہوا ہے۔
وَ رَجُلٌ قَمَشَ جَهْلًا؛	10	دوسرا شخص وہ ہے جس نے جاہلیت کے تمام علوم اِدھر اُدھر سے جمع کر لئے۔
مُوْضِعٌ فِىْ جُهَّالِ الْاُمَّةِ؛	11	اور امت کے جاہلیت پسند لوگوں میں جاہلانہ علوم کی اشاعت کر رہا ہے۔
غَارٌّ فِىْ اَغْبَاشِ الْفِتْنَةِ:	12	وہ فتنہ کی تاریک گہرائیوں میں اترتا چلا جا رہا ہے۔ یعنی جاہلیت کے علوم کو مستحکم کر رہا ہے۔
عَمٍ بِمَا فِىْ عَقْدِ الْهُدْنَةِ؛	13	اسلامی امن و اصلاح کی تمام پابندیوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔
قَدْ سَمَّاهُ اَشْبَاهُ النَّاسِ عَالِمًا وَّ لَيْسَ بِهٖ؛	14	حقیقت یہ ہے کہ کچھ انسانوں سے مشابہ حیوانوں نے اُس شخص کا نام ''عالم'' رکھ دیا ہے حالانکہ وہ عالم نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بَكَّرَ فَاسْتَكْثَرَ مِنْ جَمْعٍ مَا قَلَّ مِنْهُ خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ؛	15	وہ علی الصباح بیدار ہو کر ایسے قوانین وقواعد کثرت سے جمع کرتا رہتا ہے جن کا کم سے کم ہونا ان کی کثرت سے بہتر ہے۔
حَتّٰى اِذَا ارْتَوٰى مِنْ مَّآءٍ اٰجِنٍ؛	16	یہاں تک کہ جب وہ ان باطل علوم و ناکارہ قواعد وقوانین سے پوری طرح سیراب ہو چکتا ہے۔
وَ اكْتَنَزَ مِنْ غَيْرِ طَائِلٍ؛	17	اور مجتہدانہ نصاب کا ذخیرہ اپنے یہاں جمع کر چکتا ہے۔
جَلَسَ بَيْنَ النَّاسِ قَاضِيًا؛	18	تو وہ نہایت ذمہ دارانہ انداز میں لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لئے مسند فتویٰ پر جلوہ افروز ہو جاتا ہے۔
ضَامِنًا لِتَخْلِيْصِ مَا الْتَبَسَ عَلٰى غَيْرِهٖ؛	19	اور اُن تمام معاملات کو خالص اور واضح انداز میں بتانے کی ضمانت لیتا ہے جو دوسروں کی نظر میں اُلجھے ہوئے مسائل ہیں۔
فَاِنْ نَزَلَتْ بِهٖ اِحْدَى الْمُبْهَمَاتِ هَيَّاَ لَهَا حَشْوًا رَّثًّا مِّنْ رَّاْيِهٖ ثُمَّ قَطَعَ بِهٖ؛	20	چنانچہ جب اُس کے رُوبرو کوئی الجھا ہوا مسئلہ آتا ہے تو وہ اُس کو حل کرنے کے لئے اپنی رائے اور قیاس واجتہاد کی حاشیہ آرائی کو موزوں کر کے ایک یقینی فیصلہ کر دیتا ہے۔
فَهُوَ مِنْ لَّبْسِ الشُّبُهَاتِ مِثْلِ نَسْجِ الْعَنْكَبُوْتِ؛	21	اس قیاسی واجتہادی حاشیہ آرائی کے ہر مرحلہ میں وہ شکوک وشبہات میں اس طرح لپٹ جاتا ہے جیسا کہ ایک مکڑی خود اپنے جالے میں الجھی رہتی ہے۔
لَا يَدْرِىْ اَصَابَ اَمْ اَخْطَاَ؛	22	وہ حقیقی و مادی دلائل سے یہ نہیں جانتا کہ وہ اجتہادی فیصلے میں حق تک پہنچا ہے یا خطا کر گیا ہے۔
فَاِنْ اَصَابَ خَافَ اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ اَخْطَاَ؛	23	چنانچہ اگر اس کا مجتہدانہ فیصلہ برحق بھی ہو تو اسے یہ خوف لگا رہتا ہے کہ شاید وہ خطا کر گیا ہو۔
وَ اِنْ اَخْطَاَ رَجَا اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ اَصَابَ؛	24	اور اگر اُسے خود اپنی خطا معلوم ہو تو یہ امید کرتا ہے شاید وہ فیصلہ حق کے مطابق نکل جائے۔
جَاهِلٌ خَبَّاطُ جَهَالَاتٍ؛	25	حق وصدق کے نزدیک وہ ایک جاہل ہے اور جہالتوں کے خبط میں مبتلا ہے۔
عَاشٍ رَّكَّابُ عَشَوَاتٍ؛	26	خود بھی دین حقہ سے اندھا ہے اور سواری بھی اندھے جانوروں پر کرتا ہے۔
لَمْ يَعَضَّ عَلَى الْعِلْمِ بِضَرْسٍ قَاطِعٍ؛	27	کبھی اُسے علم حقیقی سے واسطہ نہیں پڑا اور کبھی اُسے حقائق کی طرف متوجہ ہونے کی توفیق نہیں ہوئی۔ بلکہ قیاس اور اوہام ہی میں مبتلا رہا۔

Presented by Ziaraat.Com

يُذْرِى الرِّوَايَاتِ اِذْرَآءَ الرِّيْحِ الْهَشِيْمَ؛	28	وہ احادیث رسولؐ کو اس طرح بکھیر کر اڑا دیتا ہے۔ جس طرح ہوا تنکوں اور خشک پتوں کو اُڑا کر منتشر کرتی رہتی ہے۔
لَا مَلِیءٌ وَاللّٰهِ بِاِصْدَارِ مَا وَرَدَ عَلَيْهِ؛	29	قسم بخدا کہ وہ شخص نہ تو علم سے اس قدر لبریز ہے کہ اُن مسائل و مشکلات کو حل کر سکے جو اُس کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔
وَ لَا هُوَ اَهْلٌ لِمَا فُوِّضَ اِلَيْهِ؛	30	اور نہ ہی وہ اُس بلند مقام کا اہل ہے جو اس کو سونپا گیا ہے۔
لَا يَحْسَبُ الْعِلْمَ فِیْ شَیْءٍ مِمَّا اَنْكَرَهُ؛	31	وہ تو اتنا نامعقول ہے کہ جس چیز کا اُسے پتا نہیں ہے اُسے علم سے خارج سمجھتا ہے۔ یعنی جس قدر وہ جانتا ہے علم بس اتنا ہی ہے۔
وَ لَا يَرٰى اَنَّ مِنْ وَّرَآءِ مَا بَلَغَ مَذْهَبًا لِغَيْرِهٖ؛	32	وہ یہ مانتا ہی نہیں ہے کہ جہاں تک اُس کی معلومات کی رسائی ہے اُس سے آگے بھی کوئی جا سکتا ہے۔
وَ اِنْ اَظْلَمَ عَلَيْهِ اَمْرٌ اكْتَتَمَ بِهٖ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ نَفْسِهٖ؛	33	اگر اُس کو کوئی بات گنجلک یا اُلجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے تو اُسے چھپائے رکھتا ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے وہ درحقیقت جاہل اور جھوٹا ہے اور نہیں چاہتا کہ لوگ بھی اُسے جاہل سمجھیں۔
تَصْرُخُ مِنْ جَوْرِ قَضَآئِهِ الدِّمَآءُ؛	34	ناحق بہائے ہوئے خون اُس کے ظالمانہ فیصلوں کی وجہ سے چیخ رہے ہیں۔
وَتَعِجُّ مِنْهُ الْمَوَارِيْثُ	35	غیر مستحق لوگوں میں بھیجی ہوئی میراثیں چلّا رہی ہیں۔
اِلَى اللّٰهِ اَشْكُو مِنْ مَّعْشَرٍ يَعِيْشُوْنَ جُهَّالًا؛	36	میں اللہ سے اُن لوگوں کا شکوہ کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا جو بڑے اطمینان سے جہالت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔
وَّ يَمُوْتُوْنَ ضُلَّالًا؛	37	اور جو گمراہی کی موت مر رہے ہیں۔
لَيْسَ فِيْهِمْ سِلْعَةٌ اَبْوَرُ مِنَ الْكِتٰبِ اِذَا تُلِیَ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ؛	38	اُن میں قرآن سے زیادہ اور کوئی بے قدر و قیمت چیز نہیں ہے جب کہ اُسے اُسی طرح پڑھا جائے جس طرح اللہ نے نازل کیا تھا۔
وَ لَا سِلْعَةٌ اَنْفَقُ بَيْعًا وَّ لَا اَغْلٰى ثَمَنًا مِّنَ الْكِتٰبِ اِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ؛	39	اور اس قرآن سے زیادہ اُن میں اور کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں ہے جب کہ اُس کے الفاظ اور مفاہیم کو بدل بدل کر اُن کی تائید میں پڑھا جائے۔
وَلَا عِنْدَهُمْ اَنْكَرُ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَ لَا اَعْرَفُ مِنَ الْمُنْكَرِ؛	40	اُن کی پالیسی کے خلاف نیکی سے بُری اور کوئی بات نہیں ہے اور پالیسی کے حق میں رہنے والی بُرائی سے کوئی نیکی اچھی نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

روزِ اول سے سارے فرقوں کا عموماً اور شیعہ مجتہدین کا خصوصاً یہ دعویٰ رہتا چلا آیا ہے کہ اُن کا فرقہ قرآن کے سو فیصد مطابق ہے۔

چنانچہ مفتی صاحب آج 15 ذیقعدہ 1402ھ مطابق 4 ستمبر 1982ء زندہ ہیں اُن سے دریافت کرلیں اُن کی مجال نہیں کہ ہماری تردید کریں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام جن مسلمانوں پر اعتراض فرمارہے ہیں وہ بھی خود کو قرآن کے مطابق ہی کہتے ہیں۔ حضورؐ کا اعتراض ثابت کرتا ہے کہ وہ مسلمان اور اُن کے بعد والے وہ تمام مسلمان باطل پرست اور قرآن کے مخالف ہیں جو خود کو قرآن کے مطابق کہتے ہیں لہٰذا شیعہ مجتہدین بھی باطل پرست ٹھہرے۔ قارئین نوٹ کریں اور کبھی نہ بھولیں کہ مسلمان علماء کا خواہ شیعہ ہوں یا سُنّی ہوں، اپنے مذہب کو یا مذہبی احکام کو قرآن کے مطابق کہنا بہت بڑا فریب ہے۔ اُن سے کہئے کہ تم لفظ مطابق کی جگہ یہ کہو کہ:

''ہمارا مذہب اور ہمارے مذہبی احکام قرآن سے ہیں'' یا یہ کہو کہ: ''ہمارا مذہب اور ہمارے مذہبی احکام قرآن میں ہیں۔''

یا یہ کہا کرو: ''ہمارا مذہب اور ہمارے مذہبی احکام وہی کچھ ہیں جو قرآن نے بیان کئے ہیں''

غور سے سُنیں کہ آج جتنے مسلمان کہلانے والے فرقے ہیں اُن میں سے، سوائے ہمارے، نہ کسی کا مذہب قرآن میں ہے نہ کسی کے احکام قرآن میں ہیں۔ اس لئے وہ سارے مسلمان فرقے خطبات نمبر (17۔18) کی رُو سے حضرت علیؑ اور قرآن کے مخالف اور باطل ہیں۔ اُن کے ننانوے فیصد (99%) احکام خودساختہ اور اُن کے قیاس اور رائے پر مبنی ہیں۔

نظامِ اجتہاد اور مسلمانوں کے تمام فرقے قرآن کو جھٹلاتے ہیں

یہ بات ہوچکی کہ قریش نے قرآن کے معانی و مفاہیم کو بدل کر اپنے خود ساختہ معانی و مفاہیم قرآن کے ساتھ وابستہ کردیئے تھے۔ اور عہدِ رسولؐ ہی میں قرآن کے ساتھ اپنے مطالب کو وابستہ کرکے قرآن کے مطالب و مقاصد کو جھٹلا دیا تھا۔ (31-25/30، 6/66) قریش کی اس اسکیم کو حضورؐ نے مفتی کے ترجمہ کی رُو سے یُوں ظاہر فرمایا ہے کہ:

''اُن میں قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں جب اُسے اس طرح پیش کیا جائے جیسا کہ پیش کرنے کا حق ہے۔ اور اِس قرآن سے زیادہ کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں اُس وقت جب کہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے۔'' (خطبہ 17 جملے 38-39) یعنی قریش کے تیار کردہ مفاہیم برقرار رکھنا ضروری ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ قرآن نے قریش کا عملدرآمد یہ بتایا تھا کہ: **يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ** (مائدہ 5/41)

مودودی: ''الفاظ کو اُن کا صحیح محل متعین ہوجانے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں۔''

اور حضرت علیؑ قریش کا عملدرآمد یُوں بتاتے ہیں کہ: **اِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ** (خطبہ 17 جملہ 39)

مفتی صاحب: ''جب اُس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے۔''

معلوم ہوا کہ جن مسلمانوں کی مذمت کی جارہی ہے وہ عہدِ رسولؐ والی قریشی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور قرآن کے مطابق کہہ کر اپنے تصورات و عقائد و مطالب قرآن کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ قریش کے اس عملدرآمد کے متعلق اُس مفتی کو نہ کوئی اعتراض ہے اور نہ اُس نے اُس پر تشریح لکھنا ضروری سمجھا ہے۔ بہرحال اب حضرت علی علیہ السلام کا جملہ (خطبہ 18 جملے 12-13) سامنے لائیں جس کا خود مفتی نے خطبہ (18)

Presented by Ziaraat.Com

کی تشریح میں ترجمہ یوں لکھا ہے کہ: ''اللہ سبحانہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کو اُٹھا نہیں رکھا اور ایک ایک چیز کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔'' (ترجمہ مفتی طبع اول، صفحہ 129)

یعنی مفتی صاحب بھی مانتے ہیں کہ قرآن میں ہر ایک چیز کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جس کا بیان کرنا رہ گیا ہو۔ اور یہی نہیں بلکہ مفتی صاحب یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ:

''تو پھر قرآن سے ہٹ کر جو حکم تراشا جائے گا وہ شریعت سے باہر ہوگا۔ اور اُس کی اساس علم و بصیرت اور قرآن و سنت پر نہ ہوگی۔ بلکہ اپنی ذاتی رائے اور اپنا ذاتی فیصلہ ہوگا۔ جس کا دین و مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں سمجھا جا سکتا۔'' (ایضاً صفحہ 129)

یہاں ہر قاری کو یہ سمجھنا پڑے گا کہ مفتی قرآن میں ہر مسئلہ اور ہر ضرورت کا بیان مانتا ہے اور قرآن کے باہر سے یا اپنی رائے اور ذاتی فیصلے سے طے کی ہوئی بات باطل اور بے دینی ہے۔ مگر یاد رکھیں کہ قریش نے چودہ سو سال سے اور مفتی اور اس کے ہم مسلک شیعہ علماء نے ایک ہزار سال سے کبھی قرآن میں ہر مسئلے اور ہر ضرورت کی چیز اور ہر بات کا بیان موجود ہونا نہیں مانا ہے حالانکہ قرآن نے کہا کہ اُس میں ''ہر چیز کی یا تمام چیزوں کی تفصیل موجود ہے (تَفۡصِيۡلَ كُلِّ شَىۡءٍ ۔ سورہ یوسف 12/111) اور یہ کہ قرآن میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ (انعام 6/38 نحل 16/89)

مفتی اور مجتہدین کا قرآن کو جھٹلانا خود مفتی کے قلم سے

مفتی صاحب نے اہلسنت کے مجتہدین کا مسلک بیان کرنے کے بعد اپنے مسلک کو یوں بیان کیا ہے کہ:

''لیکن فرقہ امامیہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ نے نہ کسی کو شریعت سازی کا حق دیا ہے اور نہ کسی چیز کے حکم کو مجتہدین کی رائے کے تابع ٹھہرایا ہے۔ اور نہ آراء کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک ہی چیز کیلئے واقع میں متعدد احکام بنائے ہیں۔ البتہ جب مجتہد کی حکم واقعی تک رسائی نہیں ہونے پاتی تو تلاش و تفحص کے بعد جو نظریہ اس کا قرار پاتا ہے اس پر عمل پیرا ہونا اس کے لئے اور اُس کے مقلدین کے لئے کفایت کر جاتا ہے۔ لیکن اُس کی حیثیت صرف حکم ظاہری کی ہوتی ہے جو حکم واقعی کا بدل ہے۔ اور ایسی صورت میں حکم واقعی کے چھوٹ جانے پر وہ معذور قرار پا جاتا ہے۔ کیونکہ اُس نے (یعنی مجتہد نے۔ احسن) اُس دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگانے اور اُس کی تہہ تک پہنچنے میں کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی۔ مگر اس پر کیا اختیار کہ دُرِّ شاہوار کے بجائے خالی صدف ہی مجتہد کے ہاتھ لگے۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ دیکھنے والے اُسے موتی سمجھیں اور موتی کے بھاؤ بکے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوششوں کا پرکھنے والا اس صدف کی بھی آدھی قیمت لگا دے۔ تاکہ نہ اُس کی محنت اکارت جائے اور نہ اُس کی ہمت ٹوٹنے پائے۔'' (ترجمہ نہج البلاغہ جلد اول طبع اول صفحہ 128)

یہ بیان نہ صرف قرآن کا مخالف ہے بلکہ بے علم اور سیدھے سادے لوگوں کے لئے فریب بھی ہے

قرآن کا مخالف اس لئے کہ اس میں قرآن کے اندر ہر بات اور ہر مسئلے اور ہر ضرورت کے کھول کر بیان کرنے کا انکار ہے۔ ورنہ تلاش و تفحص کے بعد بھی اللہ کا حقیقی حکم نہ ملنے کی بات بکواس ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر واقعی ایک مجتہد کو یا کسی مجتہد کو تلاش و تفحص کے بعد اللہ کا واقعی حکم نہ ملنا صحیح ہے تو قرآن کو لاتعداد احکام سے خالی ماننا لازم ہے اور وہی مجتہدین کا عقیدہ ہے کہ قرآن میں چار پانچ سو احکام کے علاوہ اور کوئی حکم نہیں ہے، اس لئے اجتہاد کرنا ضروری ہے۔ دوم اس لئے مخالف ہے کہ قرآن میں کہیں نہیں کہا گیا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

(1)قرآن میں تلاش وتفحص کے بعد بھی بعض دینی یا اسلامی احکام نہ ملیں گے۔

(2)حکم واقعی نہ ملے تو اپنے نظریے والے ظاہری حکم پر عمل کرلیا کرو۔

(3)حکم ظاہری حکم واقعی کا بدل ہوجائے گا۔اور اللہ قبول کرے گا یعنی دُرِ شاہوار کی جگہ صدف یعنی سیپی قبول کرلی جائے گی۔

(4)جب نہ وہ موتی ہے نہ اللہ کا حکم ہے تو کون سی آیت سے اس کو لینا اور اس پر مجتہد کا اور مجتہدین کے مقلدوں کا عمل کرنا کفایت کرے گا؟

(5)حکم واقعی کے چھوٹ جانے پر مجتہد اور مقلدین معذور ہیں۔

(6)حکم واقعی کی تلاش میں مجتہد کو غوطے لگانا چاہئیں۔

(7)ناکام کوششوں کا آدھا اجر یا قیمت ملے گی۔

قارئین ان سات باتوں میں سے اگر دنیا کے سارے مجتہد مل کر کسی ایک کیلئے بھی قرآن کی آیت دکھادیں تو ہم اجتہاد کو حرام اور مجتہدین کو حرام کار کہنا بند کردیں گے اور توبہ کریں گے۔مگر: ''وہی دن ڈوبا جو گھوڑے چڑھا کُبَا (مجتہد)'' (کُبڑا)

اللہ کا حکم یہ ہے کہ:وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ۔۔ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ،۔۔ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ (مائدہ 47،45،5/44)

''جو کوئی اللہ کے نازل کردہ سے حکم جاری نہیں کرتا وہ ہی لوگ ظالم وکافر وفاسق ہیں۔''

لہٰذا ہر حکم ہر فیصلہ مُنَزَّل مِنَ اللّٰہ الفاظ میں ہونا لازم ہے۔اور یہ نہیں کرسکتا مگر صرف امام معصوم علیہ السلام۔

خطبہ سے سرسری تعارف

اس خطبہ 17 کے متعلق کسی نے یہ نہ بتایا کہ یہ خطبہ کب دیا گیا تھا؟ نہ یہ لکھا کہ اس خطبے کے مخاطب ہیروز کون کون ہیں؟ اس خطبے کے شروع ہونے سے پہلے، حسبِ سابق ایک جُملہ بطورِ بسم اللہ لگا چلا آیا ہے وہ جملہ کھُا تا پتا بتاتا ہے سنیے:

''فِیْ صِفَۃِ مَنْ یَّتَصَدّٰی لِلْحُکْمِ بَیْنَ الْاُمَّۃِ وَلَیْسَ لِذٰلِکَ بِاَھْلٍ''

''اُن اشخاص کے سلسلے میں حضرت علیؑ کا بیان جو اُمت میں حکمرانی کریں اور اس منصب کے لائق نہ ہوں۔''

یہ جملہ کافی ہے یہ بتانے کے لئے کہ یہ خطبہ خلفائے ثلاثہ کے منصبِ خلافت اور اُن کی نالائقی سے متعلق ہے۔اور یہ کہ اس خطبے میں مذکور مذمت ابوبکر وعمر وعثمان کی مذمت اور حالت ہے۔بہرحال چونکہ یہ جملہ حضرت علی علیہ السلام کا اپنا جملہ نہیں ہے اس لئے خطبے کے متن سے یہ پتا لگانا ہوگا کہ خطبہ میں کون دو اشخاص مذکور ومطلوب ہیں؟ اور خطبہ کس زمانہ میں دیا گیا تھا؟

1۔خطبہ میں ایک کلیدی لفظ ہے؛ آیئے اُس کی مدد سے تحقیق شروع کریں

اس خطبے سے بعض مترجمین اور شارحین کو یہ مغالطہ ہوا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام دو خاص اشخاص کا تذکرہ نہیں کرتے بلکہ دو ذہنیتوں کی مذمت بیان فرمارہے ہیں۔حالانکہ حضورؑ نے ایسا کوئی لفظ یا اشارہ تک استعمال نہیں کیا جس سے مطلب کو یوں اُلٹا جاسکے۔وہ جگہ جگہ ماضی کے صیغے بولتے ہیں۔گذرے ہوئے زمانے میں اُن کے فتنہ وفساد پھیلانے اور خونِ ناحق بہانے کی بات کرتے ہیں۔اُنہوں نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ ''جو ایسا کرے'' یا ''جو ایسا چاہے'' وہ کھلے الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ اَبْغَضَ الْخَلَائِقِ اِلَی اللّٰہِ رَجُلَانِ (خطبہ 17 جملہ 1) ''ساری مخلوقات سے زیادہ غیظ وغضب خداوندی کے مستحق یقیناً دو مرد ہیں۔''

Presented by Ziaraat.Com

قارئین غور فرمائیں کہ ساری مخلوقات میں ابلیس بھی داخل ہے۔ لہٰذا اُن دو مردوں کے کردار کو ایسا ہونا چاہئے کہ جو شیطان کے کردار سے سنگین تر ہو۔ یعنی ہمیں قرآن، حدیث اور تاریخ سے ایسے دو مرد تلاش کرنا پڑیں گے جن کا مقابلہ ابلیس کے ساتھ کیا جائے اور وہ جرائم میں ابلیس سے بڑھ جائیں۔ ابلیس نمازی تھا اُنہیں ابلیس سے بُرا نمازی ہونا چاہئے۔ ابلیس کا سب سے بڑا اور عزازیل سے ابلیس بنا دینے والا جُرم، آدمؑ کو سجدہ نہ کرنا تھا۔ لہٰذا اِن دونوں کو نہ صرف منکرِ سجدہ ہونا چاہئے بلکہ رسوؐل اللہ کی کُھل کر توہین کا مجرم بھی ہونا چاہئے تاکہ ابلیس سے بڑھ جائیں۔ ابلیس کا مشن نبوت کے مقابلہ میں محاذ بنانا، دھوکا پٹی دے کر لوگوں کو بہکانا، اغوا کرنا اور صراط مستقیم سے ہٹانا تھا۔ اُن دونوں کو ابلیس سے بڑا مکار، فریب ساز، اور اغوا کرنے والا ہونا چاہئے۔ انسانوں کو صراط مستقیم سے مستقلاً دُور رکھنے کا ذمہ دار ہونا چاہئے۔ اور چونکہ وہ دونوں اشخاص حضرت علی علیہ السلام کے زمانے کے ہیں لہٰذا اُن کا مشن اسلام اور رسوؐل کے خلاف ہونا چاہئے۔ ابلیس نے مقبولِ بارگاہِ خداوندی کے مقام تک پہنچ کر اللہ اور انبیاءؑ کے خلاف مشن شروع کیا تھا لہٰذا ضروری ہے کہ مذکورہ دونوں اشخاص بھی مقام قربتِ محمدؐ یہ تک پہنچ کر مخالفت پر پختہ ہوئے ہوں۔ یعنی وہ ایمان لائے ہوں مومن اور مسلمان کہلائے ہوں۔ صحابہ رسوؐل میں اونچے مرتبے تک پہنچے ہوں۔ غیر ہوتے ہوئے رسوؐل سے قُربت کی ممکن راہیں نکالی ہوں اور مقامِ اعتماد سے دشمنی اور مخالفت کی راہ اختیار کی ہو۔ یعنی یہ دونوں اشخاص ایسے دشمن نہ تھے جو خالص منکرِ اسلام تھے۔ یعنی وہ ابولھب و ابوجھل و ابوسفیان کی قسم کے لوگ نہ تھے۔ وہ ایسے گمراہ اور گمراہ کرنے والے بھی نہ ہونا چاہئیں جن کی گمراہی اُنکے مرنے کے ساتھ مرگئی ہو بلکہ انہیں گمراہی کا علمبردار اور مبلغ ہونا چاہئے۔ اُن کا ایک گمراہ کرنے والا مذہب و مشن ہونا چاہئے جسے اسلام کے مقابلے میں لوگ قیامت تک اختیار کرتے اور گمراہ ہوتے چلے جائیں (خطبہ 17 جملے 1-9) تاکہ وہ اپنے گناہوں اور گمراہیوں کے بوجھ کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کے لوگوں کے گناہوں اور گمراہیوں کا بوجھ بھی اُٹھائیں (خطبہ 17 جملے 8-9) جن کے پیروکار اُن کے مرنے کے بعد بھی قیامت تک موجود ہیں (خطبہ 17 جملہ 7) جن کو اپنے مشن کی تنفیذ میں اللہ نے چھوٹ دے رکھی ہو (خطبہ 17 جملہ 2) جنہیں گمراہی پھیلانے میں کوئی دقت پیش نہ آئی (خطبہ 17 جملے 1-7) ہو۔ جنہیں کُھل کر شریعت سازی کا موقع ملا ہو (خطبہ 17 جملے 18-19) جنہوں نے مسندِ قضا سے دھڑا دھڑ خلافِ قرآن مسائل و احکام نافذ کئے ہوں (خطبہ 17 جملہ 20) جنہوں نے ایسے فتنوں کو جنم دیا ہو جو روز بروز بڑھیں اور بچے دیتے جائیں (خطبہ 17 جملہ 5) جنہوں نے باقاعدہ قرآن و اسلام کے خلاف مذہب و قانون کی ذخیرہ اندوزی کی ہو (خطبہ 17 جملے 15-17) جنہیں عالم و مفتی و قاضی مانا گیا ہو (خطبہ 17 جملہ 14) جو اپنی رائے اور قیاس سے مسائل کا فیصلہ کرتا اور غلط اجتہاد سے ڈرتا بھی رہا ہو (خطبہ 17 جملے 22-24) جو روایات کو اِدھر اُدھر کرکے رد کرتا رہا ہو (خطبہ 17 جملہ 28) جسے حلِ مشکلات اور مسائل و مہمات کا مقام لوگوں نے تفویض کیا اور خود ذاتی طور پر اس کا اہل نہ ہو (خطبہ 17 جملے 29-30) جس کے فیصلوں سے غلط وراثتیں تقسیم ہوئی ہوں (خطبہ 17 جملہ 35) جس کے ذمہ ہزاروں خونِ ناحق ہوں (خطبہ 17 جملہ 34) جو زندگی بھر اپنی اسلامی جہالت کو چھپاتا اور خود کو جاہل سمجھتا رہا ہو (خطبہ 17 جملے 32-33) جنہوں نے اپنی رعایا کو یا قوم کو ایسی عادت ڈال دی ہو کہ قرآن کی صحیح ترجمانی انہیں بُری لگتی ہو اور غلط ترجمانی اُن کے لئے مفید ہوگئی ہو (خطبہ 17 جملے 36 تا 40) اِنَّا لِلّٰہِ و اِنَّا اِلَیۡہِ راجِعُوۡن۔

2۔ خطبہ میں عائد کردہ تمام جرائم سامنے آجانے کے بعد بھی اُن کا ابلیس سے بڑھا ہوا ہونا قابل اطمینان حد تک ثابت کرنا ضروری ہے

ابلیس تمام اہل مذاہب کے نزدیک اتنی مذموم ہستی ہے کہ یہ لفظ گالی بن کر رہ گیا ہے۔ یقین نہ آئے تو کسی کو ابلیس کہہ کر تجربہ کرلیں۔ یہ

بھی صحیح ہے کہ اس کو گمراہی پھیلانے کا بہت طویل زمانہ ملا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے زیادہ گمراہ کرنے والا اور گمراہی پھیلانے والا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ مطلب یہ کہ اُس کے مقابلہ میں کسی ایک یا دو اشخاص کو ابغض الخلائق (ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ اللہ کے مبغوض) کہنا کچھ جچتا نہیں ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام کا جملہ سُننے اور پڑھنے کے بعد بھی ابلیس ہی سب سے بڑا مجرم و گنہگار معلوم ہوتا ہے۔ ہم اس شبہ یا مغالطہ کا ابھی ابھی بڑا صحیح اور دردناک دفعیہ پیش کریں گے۔ لیکن یہاں ذرا سے غور کی ضرورت ہے۔ دیکھئے قرآن میں ابلیس کو لعنتی قرار دیا گیا۔ اُسے کافروں میں سے ایک کافر فرمایا گیا اور اس کی سزا جہنم بتائی گئی ہے۔ اور بس اس سے زیادہ سزا اُس کے لئے مذکور نہیں ہے۔ اور یہی سب کچھ انسانی اور جناتی مجرموں کے لئے فرمایا گیا ہے۔ اس صورت حال کو جاننے کے بعد کس دلیل سے ابلیس کو انسانوں سے بڑا مجرم کہا جاسکتا ہے؟ جب سزا دونوں کی برابر ہے؟

3۔ ابلیس اور انسانوں کے جرائم کی پوزیشن ابلیس کے جرائم انسانوں سے سنگین تر نہیں ہیں۔

ابلیس کے قصور، اُس کے گناہ اور اُس کے جرائم تمام اہل مذاہب کو معلوم ہیں۔ اور اُس کے تمام قصور سارے گناہ اور جرائم جیسے بھی ہوں اور جتنے بھی ہوں، انسانوں سے سنگین تر نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اس نے اپنے کسی قصور کسی گناہ اور جرم میں کسی پر اور کسی طرح کا اور کسی مقدار میں بھی جبر نہیں کیا۔ قوت استعمال کر کے کسی کو بے دست و پا اور مجبور نہیں کیا۔ کسی کو بھوکا پیاسا نہیں رکھا، کسی کا گھر نہ جلایا نہ مسمار کیا۔ کسی کا گلا نہیں کاٹا۔ نہ کسی کو ستایا نہ ستا کر خوش ہوا۔ کسی کا حق نہیں مارا۔ کسی کو اُس کے والد کی میراث سے محروم نہیں کیا۔ ماں باپ کے سامنے اُن کے بچوں کو قتل نہیں کیا۔ بہنوں کو دکھا کر بھائیوں کو اور بچوں کو دکھا کر اُن کے باپوں کا قتل عام نہیں کیا۔ لیکن انسانوں نے یہ تمام جرائم کئے۔ اِن جرائم کو جائز قرار دینے کے لئے زیر بحث دونوں مردوں نے اسلام کے نام پر قوانین بنائے جن پر چودہ سو سال سے عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ ایسے قوانین کو سب سے پہلے رسوؐل کی بیٹیؑ اور دامادؑ پر جبر و قوت سے نافذ کیا گیا۔ دونوں کو دونوں کے باپوں کی اور خاندانی وراثت سے محروم کیا گیا۔ اُن کے گھر میں یعنی بیت النبوۃ میں آگ لگائی۔ اُن کے خلاف بغاوت کی، اور ہر ضروری تہمت لگائی گئی۔ اُن کے اور رسوؐل کے فضائل کی تمام حدیثوں کا بیان کرنا جرم قرار دیا گیا اور بیانِ حدیث پر لوگوں کو کوڑے لگائے گئے اور قید کیا گیا۔ رفتہ رفتہ خانوادہ رسوؐل پر ہر منبر و مسجد سے لعنت کا حکم دیا گیا ایک سو سال تک اس ملعون اور ملاعین کے حکم کی تعمیل کی گئی یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ نے اس کو بند کیا۔ اور 61 ہجری میں رسوؐل کے بچہ بچہ کو میدان کربلا میں تہہ تیغ کر دیا گیا۔ بقیۃ السیف عورتوں کو قید کیا گیا۔ سوچئے کہ ابلیس کے جرائم اُن دونوں کے جرائم سے کتنے ہلکے ہیں؟

4۔ قرآن نے اُن دونوں کی مطلوبہ ظالم و جابر و سفاک و تباہ کن حکومت کی پیشگوئی اور اُن کے مظالم کی تصویر اپنے صفحات میں رکھی ہے

قرآن میں اللہ نے وہ اسکیم محفوظ رکھی ہے جو اُن تصورات کو واضح کرتی ہے جو اُن کے قلب و ذہن میں اسلامی تعلیمات سے راسخ ہو گئے تھے چنانچہ وہ حیاتِ دنیا میں نہایت پسندیدہ اسکیم آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتاتے تھے۔ قرآن کی آیات اور مودودی کے ترجمہ سے حکومت کا قیاسی تصور اور اُن کی حکومت کا مقصد سنئے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ

Presented by Ziaraat.Com

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ o وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ o

(بقرہ2/204-207)

مودودی ترجمہ: ''انسانوں میں سے کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔ جب اُسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو زمین میں اُس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ 1 فساد پھیلائے 2 کھیتوں کو غارت کرے 3 اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنارہا تھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور جب اُس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، تو اپنے وقار کا خیال اُس کو گناہ پر جما دیتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے تو بس جہنم ہی کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ دوسری طرف انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 158-159)

5۔ اس ترجمہ پر مودودی کی دو وضاحتی تشریحات بھی ہیں۔ آیات میں مذکور پہلا ہیرو ابلیس سے بڑا دشمن ہے

مودودی کی تشریحات کے بعد ہم صحیح صورت حال پیش کریں گے۔ سنئے:

''223 یعنی کہتا ہے: خدا شاہد ہے کہ میں محض طالبِ خیر ہوں، اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ صرف حق و صداقت کے لئے یا لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کررہا ہوں۔'' (ایضاً صفحہ 159، حاشیہ 223)

دوسری تشریح ''224 ''اَلَدُّ الْخِصَام'' کے معنی ہیں ''وہ دشمن جو تمام دشمنوں سے زیادہ ٹیڑھا ہو''۔ یعنی جو حق کی مخالفت میں ہر ممکن حربے سے کام لے۔ کسی جھوٹ، کسی بے ایمانی، کسی عذر اور بدعہدی اور کسی ٹیڑھی سے ٹیڑھی چال کو بھی استعمال کرنے میں تامل نہ کرے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 159، حاشیہ 224)

6۔ مودودی کے ترجمہ پر توجہ۔

کیا علما میں مودودی سے ٹیڑھا اور بدترین دشمنِ علیؑ ہوسکتا ہے؟ کیا اُن سے بڑا ثلاثہ کا دوست ممکن ہے؟

مودودی کے ترجمہ میں پہلی بات تو یہ دیکھیں کہ یہاں دو آدمیوں کا ذکر ہوا ہے اور علامہ نے دونوں کو یہ کہہ کر فرضی لوگ بنا دیا ہے کہ:

1 ''انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے۔''

2 ''انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہے۔''

لیکن آیت میں اللہ نے، پہلے شخص کو، رسولؐ سے بار بار باتیں کرنے والا فرمایا ہے۔ اور ایسا شخص بتایا ہے جس کی باتیں رسولؐ کو ''بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں۔'' بھلی بھی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنی باتوں پر اللہ کو گواہ بنا کر اپنی بے غرضی، خلوص اور مفادِ عامہ کا یقین بھی دلاتا ہے۔

قارئین سوچیں کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس شخص کی کوئی بات بُری معلوم نہیں ہوتی اور نہ وہ کوئی بُری بات کہتا ہے۔ نہ رسولؐ کو کوئی دھوکا دے رہا ہے۔ پھر اللہ نے اُسے اَلَدُّ الْخِصَام ''سارے دشمنوں سے ٹیڑھا یا خطرناک دشمن'' کیوں کہا؟ جب کہ اس آیت (2/204) میں کوئی بُری، ناپسندیدہ اور دشمنی کی بات ہے ہی نہیں؟ دراصل اگلی آیت میں (2/205) اللہ اُسے اَلَدُّ الْخِصَام کہنے کی وجہ اور تفصیل بتاتا ہے یعنی: وہ شخص رسولؐ کے سامنے وہ طرزِ حکومت پیش کررہا تھا جو فی الحال اُسے اور رسولؐ کو پسند اور مفید معلوم ہورہی تھی۔ جس میں اسلام کا ساری دنیا پر

Presented by Ziaraat.Com

حاکمانہ تسلط ہوگا۔تمام اقوامِ عالم اسلامی نظام کے ماتحت زندگی گزاریں گی۔ساری دنیا کا ایک مذہب اور ایک قانون ہوگا۔اور دنیا عدل وانصاف سے لبریز ہوجائے گی۔وہ شخص قرآن سے ایسی ہی ایک عالم گیر حکومت سمجھا تھا اور اسی عنوان پر بار بار بات کیا کرتا تھا۔

7۔اللہ کا منشاء اور اعلان یہ ہے کہ ایک عالم گیر حکومت قائم کی جائے

اللہ کو گواہ اس لئے بناتا تھا کہ اللہ ہی نے تو قرآن میں فرمایا ہے(ترجمہ پڑھئے آیات خود دیکھیں) کہ: ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی (نور) کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنی روشنی (نور) کو مکمل کئے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُسے (محمدؐ کو) پوری جنس دین پر غالب کردے۔خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔''(توبہ 9/32-33)(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 190-191)

8۔مودودی اور تمام علما ان آیات سے ایک ہمہ گیر حکومت سمجھے ہیں؟

اس ترجمہ کی آیات آپ قرآن میں خود پڑھ لیں یہاں مودودی کی تشریح پڑھیں تاکہ عنوان (7) کی تصدیق ہو۔

''32 متن میں ''اَلـدِّیـن'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔جس کا ترجمہ ہم نے ''جنسِ دین'' کیا ہے۔دین کا لفظ،جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں عربی زبان میں اُس نظامِ زندگی یا طریقِ زندگی کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کے قائم کرنے والے کو سند اور مطاع تسلیم کر کے اس کا اتباع کیا جائے۔پس بعثت رسولؐ کی غرض اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت یا دینِ حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے اُسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کردے۔دوسرے الفاظ میں رسولؐ کی بعثت کبھی اس غرض کے لئے نہیں ہوئی کہ جو نظامِ زندگی لے کر وہ آیا ہے وہ کسی دوسرے نظامِ زندگی کا تابع اور اُس سے مغلوب بن کر اور اُس کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے۔بلکہ وہ بادشاہِ ارض وسما کا نمائندہ بن کر آتا ہے اور اپنے بادشاہ کے نظامِ حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے۔اگر کوئی دوسرا نظامِ زندگی دنیا میں رہے بھی تو اُسے خدائی نظام کی بخشی ہوئی گنجائشوں میں سمٹ کر رہنا چاہئے۔جیسا کہ جزیہ ادا کرنے کی صورت میں ذمیوں کا نظامِ زندگی رہتا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 190،حاشیہ 32)

یہ ہے وہ تصورِ حکومت جو آج تک شیعہ سنی علما نے ان آیات (9/32-33) سے سمجھا ہے۔لہٰذا اگر وہ شخص بھی اسی تصور کو رسولؐ اللہ کے سامنے بیان کرتا تھا اور اللہ کو شاہد قرار دیتا تھا (2/204) تو کیا غلطی تھی؟

بہرحال ہم اس بحث میں نہ جائیں گے اور مانے لیتے ہیں کہ وہ اپنے بیان میں نیک نیت بھی تھا اور سمجھا بھی ٹھیک تھا۔لیکن جب اُس نے خود اقتدار حاصل کر لیا تو اللہ بتاتا ہے کہ ساری دنیا میں فساد پھیلا دیا تمام اقوامِ عالم کو تہہ وبالا کر دیا زراعت اور کھیتیاں فوج کشی اور لشکروں کی یلغار سے فنا ہوگئیں قتلِ عام اور لوٹ مار سے انسانی نسلوں کو تباہ کر دیا اور اپنے وقار کی خاطر اُس تباہ کن اسکیم پر کاربند رہا۔(2/205)

لہٰذا اُس کا بیان جس صورت حال کو رسولؐ سے منوانے کیلئے تھا وہ اللہ،رسولؐ اور اسلامی تعلیمات سے ایسی دشمنی تھی جو ہر بے ایمانی اور غداری کو جائز قرار دیتی ہے اور اس لئے أَلَدُّ الْخِصَام فرمایا گیا۔یعنی ایک برابر کا مدمقابل کبھی نہ ماننے والا شخص۔لہٰذا رسولؐ اللہ نے اُس کی اُس طرزِ حکومت کو اختیار کرنے سے بحکم خدا انکار کر دیا اس کا نام مدمقابل وحریف لوگوں میں لکھ دیا۔اور وہ بھی حیاتِ رسولؐ میں اپنی قوم کو قومی حکومت کے تصور سے متفق کرنے میں لگا رہا۔اور شخصی حکومت سے لوگوں کو متنفر کرتا رہا۔اور آخر کار اُس نے قریش سے یہ فیصلہ کرا لیا کہ حکومت خانوادہ رسولؐ یعنی علیؑ کو نہ

Presented by Ziaraat.Com

دی جائے گی۔تا کہ پوری قوم کی بصیرت سے حکومت چلائی جائے اور قرآن کو بہترین مفاد میں استعمال کیا جائے۔(الفاروق، طبری)

9۔ قومی یا جمہوری حکومت کے لئے قانون وقواعد کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اقوام عالم کی پیروی اور قرآن سے ہجرت۔

چونکہ اُس شخص کا قرآن نے باقاعدہ تذکرہ کردیا ہے لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ رسوؐل اللہ کا اقتدار وحکومت اس شخص نے حاصل کرلیا تھا۔اور یہ بات ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ دو شخص جنہوں نے حکومت رسوؐل حاصل کی اور حضوؐر کی جگہ امت کی راہنمائی اختیار کی وہ ابوبکر وعمر تھے۔اور اِن دونوں نے جس شخص کے خلاف اپنی حکومت کو تیار کیا تھا اور اقتدار سے محروم کرنا طے کیا تھا وہ حضرت علی علیہ السلام تھے۔جن کا ذکر اُن ہی آیات کے آخر میں ہوا ہے(2/207)اور جسے علامہ نے بلا کسی ریمارکس (تشریح) کے چھوڑا ہے اور ایک عام آدمی بنایا ہے جس کے لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ: وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ ...... (2/207)

یعنی جن مسلمانوں میں وہ أَلَدُّ الْخِصَام ہے جو اللہ ورسوؐل کا مدمقابل اور خصم بنا ہوا ہے اور ایک ظالم وجابر وقاہر وتباہ کن حکومت بنانا چاہتا ہے اُن ہی مسلمانوں میں وہ شخص ہے جس نے اللہ کی مرضیاں، رضامندیاں اور پسندیدگیاں خریدنے کے لئے اپنی ہستی کو فروخت کردیا۔یعنی اب اللہ کی مرضیاں اس شخص کی مرضیاں ہیں جس نے مسلمانوں کو موقع دیا کہ وہ اپنی طرزِ حکومت کو آزما دیکھیں۔لہٰذا اُن دونوں نے خود اُن ہی پر جانگداز مظالم کئے اور انہوں نے جواب میں صبر کیا اور صبر کے ہتھیاروں سے اُن کو شکست دے کر مجبور کردیا کہ خود آکر حکومت اُن کے حوالے کریں۔اور خود اُن کی حکومت کے دوران یہ تقریر کی جو اُن کے پورے نظام حکومت کو باطل کر رہی ہے۔(خطبہ نمبر17)

10۔ حکومتِ رسوؐل پر قبضہ کرنے اور ساری دنیا کو جبراً وقہراً زیرتسلط لانے کے مجرم بھی وہی دونوں تھے قرآن کریم اُن کا بیان سناتا ہے

قارئین اب قرآن کریم کے الفاظ میں وہ نظارہ دیکھیں جب اعلانِ حکومتِ الٰہیہ ہوجائے گا اور قریشی حکومت اور حکمرانوں کو پکڑا جائے گا اور اُن کے سامنے اُن کی کارکردگی کا ریکارڈ رکھا جائے گا تو اس باطل حکومت کا کرتا دھرتا کتنا نادم وپشیمان ہوگا۔

وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِشِمَالِہٖ فَیَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُوۡتَ کِتٰبِیَہۡ O وَلَمۡ اَدۡرِ مَاحِسَابِیَہۡ O یٰلَیۡتَہَا کَانَتِ الۡقَاضِیَۃَ O مَآ اَغۡنٰی عَنِّیۡ مَالِیَہۡ O ھَلَکَ عَنِّیۡ سُلۡطٰنِیَہۡ O خُذُوۡہُ فَغُلُّوۡہُ O ثُمَّ الۡجَحِیۡمَ صَلُّوۡہُ O ثُمَّ فِیۡ سِلۡسِلَۃٍ ذَرۡعُہَا سَبۡعُوۡنَ ذِرَاعًا فَاسۡلُکُوۡہُ O (حاقہ 69/25-32)

ہمارا ترجمہ: ''اور جس کسی کو اس کی کتاب بائیں ہاتھ میں دی جائے گی۔وہ کہے گا ''اے کاش میری کتاب مجھے نہ دی گئی ہوتی تو اچھا ہوتا۔اور درایت ودلیل سے مجھے یہ بھی نہ جاننا پڑتا کہ میرا حساب کیا کیا ہے؟ اے کاش میری پہلی ہی موت فیصلہ کن ہوتی۔مجھے میرے مال ودولت نے آخر کار غنی نہ رہنے دیا۔مجھ سے میری حکومت وحاکمیت وسلطنت بھی چھن گئی۔یہی نہیں بلکہ حکم دیا جارہا ہے کہ اُسے پکڑ کر گرفتار کر وطوق وغیرہ پہناؤ پھر اُسے شدید ترین گرم قید میں رکھو پھر اُسے ایسی ایک زنجیر پہناؤ جس کی لمبائی ستر ہاتھ کی ہے۔''

یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ اس سلطان یا خلیفہ کو ابھی مواخذہ کے لئے تیار کیا گیا ہے۔اُس کو اس کا اعمالنامہ دے دیا گیا ہے تا کہ وہ باقاعدہ پڑھ لے اور بازپرس کے لئے تیار ہوجائے اور حساب لینے والوں کو جواب دے سکے۔سنئے:

Presented by Ziaraat.Com

مجرم بیان دیتا ہے۔ بیان دینے کے وقت کا نظارہ اور بیان

اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَکَانَ یَوْمًا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا Oوَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا O یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا O لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَ نِیْ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا O وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا O وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ وَکَفٰی بِرَبِّکَ ھَادِیًا وَّ نَصِیْرًاO (فرقان 31-25/26)

''آج حقیقی حکمرانی صرف رحمٰن کی ہے اور آج کا دن حق پوشوں کے لئے بڑی تنگ دامنی کا ہوگا۔ اس دن ایک مجسمہِ ظلم وستم شخص عدالت کے رُوبرو لایا گیا۔ 2 وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو چبا چبا کر اپنی ندامت کا مظاہرہ کر رہا ہوگا۔ 3 وہ اپنے کرب وکوفت اور اظہار پشیمانی کے لئے کہتا ہے کہ اے کاش میں رسوؐل اللہ کے طریقہ حکومت کو قبول کر لیتا اور 4 ہائے افسوس اے کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا یار نہ بنایا ہوتا جس نے مجھے رسوؐل کے خلاف حکومت قائم کرنے پر ایسی حالت میں بھی آمادہ کر لیا جب کہ آنحضرؐت نے میرے پاس آکر مجھ سے مذاکرات کر لئے تھے۔ 5 وہ مجسم شیطان تو اپنے دوست کو بھی بے یار ومددگار چھوڑ گیا۔ 6 اُس کے بیان کے بعد رسوؐل اللہ نے کہا کہ اے میرے پالنے والے یقیناً اسی کی وجہ سے اور اسی کی تائید کے لئے میری قوم نے اس قرآن کو مہجور چھوڑ کر راہنمائی کا دوسرا ٹھکانہ اختیار کر لیا تھا۔ 7 اس پر اللہ نے کہا کہ جس طرح تیری قوم نے تیرے ساتھ دشمنی کی ہے اُسی طرح ہم نے جرائم پیشہ لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو تمام نبیوںؑ کے دشمن بنائے رکھا ہے اور اس سلسلے میں تیرا پروردگار تیری راہنمائی اور نصرت کے لئے کافی ہے۔''

یہ آیات بڑے واضح انداز میں دو ایسے اشخاص کا تعین کرتی ہیں جو دونوں آپس میں یار تھے۔ رسوؐل کی نام نہاد قوم کے افراد تھے اور جن میں سے ایک وہ تھا جس کے کہنے اور اثر ورسوخ نے دوسرے کو رسوؐل کا طریقہ چھوڑنے پر آمادہ کیا۔ اور اس کا اپنے دونوں ہاتھوں کو چبانا بتاتا ہے کہ قصور یا خلاف ورزی پر دونوں ہاتھوں سے معاہدہ کیا تھا (الفاروق) اور اپنی حکومت پر بیعت لی تھی۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ قریشی ریکارڈ اور قریشی زبانیں اُن دونوں یاروں کا نام ابوبکر وعمر بتاتے ہیں۔ لہٰذا پہلا خلیفہ مندرجہ بالا بیان دینے والا شخص ہے اور بہکانے والا وہی شخص ہے جو رسوؐل کو بھی ایسی ہی حکومت بنانے کی ترغیب دیا کرتا تھا (بقرہ 205-2/204) اور یوں حضرت علی علیہ السلام کے خطبہ نمبر 17 میں مذکور دونوں مرد متعین ومشخص ہوگئے۔ اور تاریخ وحدیث سے بھی یہ دونوں اشخاص متعین ومشخص ہیں۔

11۔ نبوّت ورسالت علیؑ کے موروثی، مسلّمہ آبائی حق حکومت میں روک بن گئی تھی جسے ہٹانا خود اللہ ورسوؐل کی ذمہ داری ٹھہرتی ہے

خطبہ (17) میں مذکور دوسرا شخص بڑی دُوررس پالیسیاں بنایا کرتا تھا۔ وہ اس قابل تھا کہ اگر رسوؐل کے ساتھ تعاون کرتا اور قومی مفاد کو مدنظر نہ رکھتا تو اللہ اُسے بھی بلند درجات عطا کرتا لیکن اس نے قومی مصلحتوں کو بنیاد بنا کر قرآنی بیانات وآیات کے ایسے دل لگتے مفاہیم تیار کئے جنہیں سنتے ہی لوگ اُس کے ہم خیال ہو جاتے تھے اور لوگوں کو یہ یقین ہو جاتا تھا کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کے مفاہیم کو اپنے خاندان اور علیؑ کے اقتدار کی طرف موڑتے اور جھکاتے جاتے ہیں۔ یعنی تعصب اور جرگہ پرستی نے حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور لوگ یہ فراموش کر دیتے تھے کہ قرآن ہوتا یا نہ ہوتا، رسالت ہوتی یا نہ ہوتی، علی علیہ السلام تو بہر حال جناب ابوطالب علیہ السلام کے بیٹے اور جانشین تھے اور یہ وہ حق تھا جو انہیں سربراہِ عرب ومکہ وقریش بناتا تھا۔ اس حق کے لئے نہ حضرت علی علیہ السلام کو قرآن سے ثبوت کی احتیاج تھی نہ

Presented by Ziaraat.Com

ابوطالبؑ کا جانشین بننے کے لئے رسوؐل اوراحادیث رسوؐل کودلیل میں پیش کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ تو وہ حق تھا جوصدیوں سے عملاً عرب وعجم کو منظور ومقبول تھا۔ یعنی قریش نے نبوت کو بہانہ بنالیا اوراس مستقل اور مسلم حق کو اپنا نشانہ بنالیا اس لئے اللہ ورسوؐل کے لئے بھی ضروری ہوا کہ مقامِ مرتضوؑی کو بیان کریں اُن کے سابقہ قدیم حق کے ساتھ ساتھ نبوت ورسالت کی تنفیذ سے پیدا شدہ جدید اور موعود حق کو یاد دلاتے رہیں چنانچہ اللہ نے سینکڑوں آیات میں مقامِ مرتضوؑی کی وضاحت کی اور دومرتبہ واضح الفاظ میں رسوؐل اللہ کو حکم دیا کہ:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا O اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا O (بنی اسرائیل 27-17/26)

''اے نبیؐ آپ سابقہ سربراہوں کے خانوادے والے شخص کواُس کا ذاتی حق دے دیں اور تمام مساکین اور راہوں کے محافظین کوشامل رکھیں اور صرف باتوں ہی سے پیٹ نہ بھر دیا کریں۔ یادرکھو کہ صرف خوش آئند باتوں سے پیٹ بھرنے والے لوگ شیاطین کے بھائی بند ہوتے ہیں اور یقیناً شیطان کا مشن تو حقائق وحقوق کو چھپاتے رہنے ہی کا ہے۔''

12۔ حضرت علیؑ کواُن کا خاندانی اوراسلامی حق دینے کا دوبارہ حکم

مندرجہ بالا آیات ہوں یا خاندان رسوؐل اور حضرت علی علیہ السلام کے سلسلے کی دوسری آیات ہوں وہ آج اس لئے فوراً سمجھ میں نہیں آتیں کہ اُن کا رُخ موڑنے اور مفاہیم بدلنے کی کوشش چودہ سوسال سے جاری ہے۔ معنی بدلنے کیلئے نئی نئی راہیں اور نئے نئے انداز سے مخصوص لغات (ڈکشنریاں) تیار کی گئیں۔ درسگاہوں میں عربی زبان کوسر کے بل کھڑا کرنے کے لئے باقاعدہ تعلیم دی گئی اور معانی ومفاہیم کو بتدریج ڈھیلا کرکے بدلا گیا اور غلط معانی کو ادبی وسعت کے نام پر استعمال کرنے کے طریقے جاری کئے گئے، معانی اور بیان جیسے ابلیسی عنوانات کا عادی بنایا گیا، فصاحت وبلاغت کے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے، روایات وشان نزول کے قصے، افسانے اور واقعات گھڑ کر قرآن کواُن پر فٹ کیا گیا۔ مگر قریش حضرت علیؑ کے متعلق ہراشارہ اور ہرآیت کوآیت کے مفہوم کی وسعت سے کچھ زیادہ سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ''ذاقربیٰ'' اور ''ذاالقُربیٰ'' کس کے لئے استعمال ہوتا ہے؟ ذِی القربیٰ سے کون مراد ومقصود ہے؟ علمانے ذاالقربیٰ اور ذی القربیٰ کے معنی عام رشتہ دار مشہور کرکے پھیلائے۔ اورلوگوں کواس کا عادی بنایا گیا ہے یہاں تک کہ ڈکشنریوں میں بھی یہی معنی لکھ دیئے گئے مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ ''ذاالقربیٰ'' کے معنی ''رشتہ دار'' ہیں۔ نہ ''ذِی الْقُربیٰ'' کے معنی رشتہ دار ہیں اور نہ ہوسکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ تحقیق کرنے والا مسلمہ قواعد کے ماتحت رہے۔ یادرکھیئے کہ ''ذاالقربیٰ'' اور ''ذی القربیٰ'' دوالفاظ کا مرکب ہے۔ ایک لفظ ہے۔ ذا یا ذی۔ اور دوسرا لفظ ہے۔ ''قربیٰ'' اوران دونوں الفاظ میں رشتہ داروں یا رشتہ داری کا وہم تک بھی نہیں ملتا۔ لہٰذا آیئے پہلے لفظ ''ذا'' اور ''ذی'' کے لئے وہ بیان پڑھئے۔

ذاالقربیٰ اور ذی القربیٰ کے معنی: ''لغات القرآن'' میں اُس کے مولف مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نے لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

''ذَا (1) یہ؛ (2) جو؛ (3) صاحب (والا) پہلے معنی کے اعتبار سے اسم اشارہ ہے قریب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور جب اس پر ھاءِ تنبیہ داخل ہوتی ہے تو ھٰذَا بولتے ہیں۔ مگر قرآن میں بغیر ھاءِ تنبیہہ کے صرف ذَا کا استعمال اسم اشارہ کے معنی میں نہیں ہوا ہے۔ دوسرے معنی کے اعتبار سے بمعنی اَلَّذِیْ ہے۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب وہ بعد مَا استفہامیہ اور مَن استفہامیہ کے واقع ہو۔ اور اشارہ کے لئے نہ ہو۔ اور تیسرے معنی کے اعتبار سے اسم ہے بمعنی صاحب کے۔'' (جلد سوم صفحہ 20)

Presented by Ziaraat.Com

لہٰذا ذَا الْقُرْبیٰ کے معنی ہوئے'' قُر بیٰ والا ''اور سنیئے :

ذُو: 1 والا؛ 2 صاحب؛ اسم ہے۔ اس کے ذریعہ اَسماءِ اَجناس وانواع سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ اسمائے ستّہ مکبّرہ میں سے ہے۔ یعنی اُن چھ اسموں میں سے ہے کہ جب اُن کی تصغیر نہ ہو اور وہ غیر یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہوں تو اُن کو پیش کی حالت (رفعی) میں و، زبر کی حالت (نصبی) میں ''الف''، اور زیر کی حالت (جرّی) میں ''یا'' آتی ہے جیسے ذُو۔ ذَا۔ ذِی۔ یہ ہمیشہ مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتا ہے۔ اور اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ ضمیر کی طرف نہیں۔ اور اس کا تثنیہ بھی آیا ہے اور جمع بھی۔ علامہ سہیلی کا بیان ہے:

''ذُو کے وصف میں صاحب کے وصف کی بہ نسبت زیادہ بلاغت ہے۔ اور اس کے ذریعہ اضافت میں زیادہ شرف ہے کیونکہ ذُو تابع کی طرف مضاف ہوتا ہے اور صاحب متبوع کی طرف۔ چنانچہ ''ابُو ہُر یرہ صَاحِبُ النَّبیؐ ''بولتے ہیں ''النَّبیؐ صاحب ابی ھریرۃ'' نہیں بولتے۔ لیکن ذُو کے ساتھ جب ذُو الْمَال اور ذُو الْعَرش کہو گے تو پہلا اسم تمہیں متبوع ہی ملے گا تابع نہیں۔ اور یہی فرق ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاؑ میں فرمایا ہے۔ ''وَذَالنُّون'' اور اس کی اضافت نون کی طرف کی ہے۔ جس کے معنی مچھلی کے ہیں اور سورہ نون میں ارشاد ہے: ''وَ لَا تَکُنْ کَصَاحِبِ الْحُوتِ'' حالانکہ معنی ایک ہی ہیں۔ لیکن دو مختلف حالتوں کی طرف جس خوبی کے ساتھ دونوں لفظوں میں اشارہ کیا ہے۔ بڑا تفاوت ہے۔ کیونکہ تعریف کے موقع پر جب اُن کا ذکر کیا تو ذَا لایا گیا کہ اس ذریعہ اضافت میں زیادہ بزرگی ہے نیز لفظ نُون استعمال کیا کہ وہ لفظ حوت سے اشرف ہے۔ کیونکہ اوائل سورہ میں موجود ہے۔ اور لفظ حوت میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جس کے ذریعہ اس کو یہ شرف حاصل ہو۔ اس لئے اسی کو استعمال کیا گیا۔ اور جب ایسے مقام پر اُن کا ذکر کیا جہاں اُن کی پیروی سے نہی ہے تو صاحب کا استعمال کیا گیا۔'' (ایضاً صفحہ 37-38)

لہٰذا تحقیق ہوگئی کہ ذَاالْقُربیٰ اور ذِی الْقُربیٰ کے معنی ''قُربیٰ والا'' ہیں اور قُربیٰ کے مادی ومصدری معنی ''قریب والے'' ہیں۔ اور اَقْرَباء کے معنی ''قریب ترین'' ہیں۔ اور یہ سب الفاظ ق۔ ر۔ ب کے مادہ سے بنتے ہیں۔ اور اس مادہ سے بننے والے ہر لفظ کے اور ہر لفظ کی ہر صورت کے معنی میں ''قُربت'' کا موجود ہونا لازم ہے۔ کسی شخص کے عزیز ورشتے دار چونکہ جسمانی یا پیدائشی طور پر اُس کی ماں سے یا اُس کے باپ سے یا ماں باپ دونوں سے یا خود اُس سے قریب ہوتے ہیں اس لئے انہیں قُرباءَ (مذکر جمع) یا قُربیٰ (مونث جمع) کہہ دیا جاتا ہے۔ لیکن درحقیقت اُن کے لُغوی معنی عزیز ورشتہ دار ہوتے نہیں ہیں۔ معنی صرف ''قریب والے'' (قُربا) اور بہت قریب والے (اقرباء) ہوتے ہیں۔ لہٰذا ''ذَاالْقُربیٰ'' یا ''ذِی الْقُربیٰ'' کے لغوی معنی ہیں ''قریب والوں کا مالک یا ذمہ دار'' اور مجازی معنی ہیں ''رشتہ داروں والا'' مطلب یہ ہوا کہ ''جو رشتہ داروں والا ہے'' یا ''جو قریب والوں کا ذمہ دار ہے'' اُسے اس کا حق دے دو۔'' اور واقعات وحالات کے مطابق یہاں ''سابقہ مسلمہ سربراہوں کے رشتے داروں کے ذمہ دار کی بات ہو رہی ہے اور اُس کا حق اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ علیؑ کو سابقہ سربراہوں کی جگہ، مثلاً ابو طالبؑ کی جگہ عرب کی سربراہی دی جائے۔''

یعنی حضرت علی علیہ السلام کی نسلی، فطری اور موروثی سربراہی کو نبوت ورسالت کے مقام سے قرآن کی سند کے ساتھ نافذ کر دیا جائے۔ اس لئے دوبارہ فرمایا گیا کہ:

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَشَآءُ وَ یَقْدِرُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ O فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَ الْمِسْکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ذٰلِکَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O (روم 38-30/37)

''کیا یہ لوگ جو قریب والوں کے ذمہ دار کو اُس کا حق دینے میں حارج ہیں یہ نہیں دیکھتے اور نہیں مانتے کہ وہ اللہ ہی تو ہے جو سامانِ حیات وترقی کو

Presented by Ziaraat.Com

مقدرات سے بڑھا دیتا ہے اور مقدرات کے ماتحت رکھتا ہے اور ایسا کرنے میں اُس قوم کے لئے بڑے بڑے معجزات ہیں جو حقیقی مومن قوم ہے۔ چنانچہ اے نبیؐ تم قربیٰ کے ذمہ دار کو اس کا حق دے دو اور تمام مساکین اور تمام محافظانِ راہ کو شامل رکھو اُس حق کی ادائیگی اُن لوگوں کے حق میں خیر ہے جو وجہ اللہ کو حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہی لوگ اس ادائیگی کے بعد کامیاب رہنے والے ہیں۔ (روم 38-30/37)

13۔ زمینی حکومت اور دائمی اقتدار کی خاطر آسمانی رفعتوں اور درجات کو چھوڑ کر قرآن میں ایسی تاویلات کیں کہ ابلیس اُس کا مرید ہو گیا

وہ شخص جو ساری دنیا پر اسلامی تسلّط اور حکومت و اقتدار قائم کرنے کی دنیاوی اسکیم بنا رہا تھا اور خود رسوؐل اللہ اُس کی تمہیدات کو پسند کرتے تھے اور اللہ نے اُس کے تصوراتِ حکومت قبول کرنے سے آنحضرتؐ کو منع کر کے اُسے اُن کا اور اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور مدّ مقابل فرمایا تھا اور اُس کی تصوراتی حکومت میں عملاً جو فساد و قتل و غارت ہونا تھا وہ رسوؐل اللہ سے بیان کر دیا تھا (بقرہ 205-2/204) اُس نے قرآن میں نازل شدہ اُن تمام آیات کی ایسی موزوں، دل پسند اور نتیجہ خیز تاویلات کر دی تھیں جن سے حکومت الٰہیہ علوّیہ دب کر، خاندانی اور مطلق العنان اور شخصی حکومت بن کر رہ جاتی تھی اور قومی و جمہوری حکومت ہی حقیقی اسلامی حکومت معلوم ہونے لگتی تھی۔ چنانچہ ساری قوم قریش اس کی پیش کردہ تاویلات پر ایمان لے آئی تھی اور اجماعی فیصلہ کر لیا تھا کہ نبیؐ کے بعد حکومت کا مذکورہ بالا حق خاندانِ رسالت میں نہ رہنے دیں گے (الفاروق۔ طبری)۔ اُدھر اُن تاویلات کو دیکھ کر ابلیس نے اُس کے سامنے سر جھکا دیا تھا اور آئندہ اُس کے منصوبے کی تائید و اتباع کا ارادہ کر لیا تھا یعنی وہ قریشی مردِ ابلیس کے نظام کا سربراہ بن گیا تھا۔ آیئے قرآن سے اِس صورت حال کو سمٹی ہوئی صورت میں سنئے اور دیکھئے کہ اللہ نے بھی آنحضرتؐ کو اُس مرد کی کارکردگی پر، پردۂ غیب میں چھپی ہوئی حقیقت کی تلاوت کر کے داد دینے کا حکم دیا تھا کہ:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ .... (الاعراف 176-7/175)

''اے نبیؐ آپ اِن قریش کو اُن کے راہنما کی کارکردگی کی خبر بھی تلاوت کر کے سُنا دیں اور بتا دیں کہ ہم نے اُس کو اپنی قرآن کی آیات دی تھیں جن کی اُس نے موشگافیاں کر کر کے کینچلی (کھال) اتار لی اور اُن تاویلات کی بنا پر ابلیس نے اُس کی اتباع اور پیروی اختیار کر لی ہے۔ اور خود ابلیس بھی اغوا شدہ لوگوں کی مُقلّد جماعت کا ممبر بن گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اُس شخص کو اپنی دی ہوئی آیات سے بلند مرتبہ عطا کر دیتے۔ لیکن وہ تو خود اپنی مجتہدانہ کاوشوں کا سہارا لے کر زمینی اقتدار و حکومت سے چمٹ کر رہ گیا ہے۔''

قارئین کرام خطبہ نمبر 17 میں مذکور ایک شخص کی لیڈرانہ قابلیت کی عظمت ملاحظہ ہو کہ ابلیس نے اس کی اطاعت و اتباع اور پیروی اختیار کر لی یعنی اپنے تمام منصوبوں اور گمراہ کن اسکیموں کو اُس کے سپرد کر کے آئندہ اُسے نظام ابلیسی کا سربراہ مان لیا۔ کیا قرآن کے اس واضح بیان کے بعد بھی اُن دونوں قریشی لیڈروں کے تمام مخلوق سے یعنی شیطان سے بھی بڑا مجرم اور بڑے سے بڑے عذابِ خداوندی کا حقدار ماننے میں شک ہو سکتا ہے؟ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ جملہ قرآن سے بار بار برحق ثابت ہو گیا کہ:

اِنَّ اَبْغَضَ الْخَلَائِقِ اِلَى اللّٰهِ رَجُلَانِ؛ (خطبہ 17 جملہ 1) ''یقیناً اللہ کی ساری مخلوق میں دو مرد سب سے زیادہ مبغوض ہیں۔''

Presented by Ziaraat.Com

14۔ خطبہ نمبر 17 میں مذکور پہلے شخص کے ابوبکر اور دوسرے کے عمر ہونے کی تائید قریشی تاریخیں اور دیگر کتب کرتی ہیں

ہم نے خطبہ 3 کی تشریحات میں بھی بڑی تفصیل سے ابوبکر و عمر کو متعین و متشخص کر دیا ہے۔ وہ شخص جس نے قریشی علماء کے بقول اسلامی شریعت کو تیار کیا، جس کو وحی اُترنے سے پہلے منشائے خداوندی اور آنے والا مسئلہ معلوم ہو جاتا تھا (ملاحظہ کریں خطبہ نمبر 3) یعنی جس کی رائے اور فیصلے کی تائید میں وحی اترتی تھی، اور جو علومِ اسرارِ دین کا سب سے بڑا عالم مانا جاتا ہے وہ عمر ہے۔ اور عمر کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے جس کی دنیاوی اسکیم رسولؐ اللہ کو حیران کن حد تک پسند آئے؟ (2/204) اور وہ عمر ہی تو ہے جس کو اللہ نے آیات عطا کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور جس کی تاویلات و تعبیرات کو دیکھ کر ابلیس اتباع کرنے لگے۔ بہر حال خطبہ نمبر 17 میں مذکور دوسرا شخص عمر ہے۔ رہ گیا پہلا شخص، وہ وہی ہے جو عمر کو اپنا دوست، شیطان اور رسولؐ کے طرزِ عمل سے ہٹا کر اپنے طریقے پر لگانے والا کہتا ہے یعنی پہلا شخص بھی ابلیس کی طرح عمر کا پیرو تھا۔ مولفۃ القلوب کے سلسلے میں یہ بات تمام تواریخ میں موجود ہے کہ ابوبکر سے بطور اعتراض دریافت کیا گیا کہ:

''کیا خلیفہ آپ ہیں یا عمر خلیفہ ہے؟ تو ابوبکر نے کہا کہ: ''درحقیقت خلیفہ تو عمر ہی ہے میں تو پچھ لگو ہوں۔''

یہ اس لئے کہ عمر ابوبکر کے تحریری فیصلوں کو بھی پھاڑ کر پھینک دیا کرتا تھا۔ اور ابوبکر چپ چاپ منہ دیکھتا رہ جاتا تھا۔ جس شخص نے یہ سوال کیا تھا کہ خلیفہ تم ہو یا عمر خلیفہ ہے وہ سنیوں کا بزرگ صحابی طلحہ بن عبیداللہ تھا۔ (تاریخ خمیس جلد 2 صفحہ 247)

دوسرا واقعہ: ابوبکر نے خالد بن سعید کو ایک فوج پر سردار مقرر کر دیا اور جنگ پر جانے کی ہدایات بھی دے دیں لیکن عمر نے ڈانٹا اور سعید کی جگہ فوراً یزید بن ابوسفیان کو متعین کر دیا۔ (تاریخ طبری)

تیسرا واقعہ: مسلول نام کی زمین بطور جاگیر زبیر کے نام لکھوا رہے تھے اور معاویہ یہ فرمان لکھ رہے تھے۔ عمر کے اچانک آجانے پر ابوبکر نے وہ کاغذ چھپالیا اور عمر کے جانے کے بعد تحریر مکمل کرائی تھی۔ (کنز العمال جلد 2 صفحہ 189)

چوتھا واقعہ: حضرت فاطمہ علیہا السلام کی گفتگو کے بعد ابوبکر نے فدک اُن کے نام لکھ دیا۔ عمر اچانک آگئے اور وہ کاغذ لے کر پھاڑ دیا۔ (سیرۃ حلبیہ جلد 3 صفحہ 391)

ابوبکر کا فیصلہ: ابوبکر فرمایا کرتے تھے کہ لَا اُجَدِّدُ شَیْئًا رَدَّهُ عُمَر۔ میں اُس بات کو منظور نہیں کرسکتا جسے عمر نے نامنظور کر دیا۔'' (کنز العمال جلد 4 صفحہ 371)

15۔ خطبہ نمبر 17 میں مذکور پہلا شخص ابوبکر، دوسرے شخص عمر کا پیرو، مقلِّد و مطیع و مسخر تھا اور کہتا تھا کہ اُس پر ایک شیطان مسلّط رہتا ہے

جیسا کہ سابقہ عنوان سے ثابت ہوا کہ عمر ابوبکر پر مُسلط رہتا تھا یہاں ہم یہ دکھائیں گے کہ عمر نے ابوبکر کو آلہ کار کی طرح استعمال کیا۔ اور ابوبکر جان بوجھ کر عمر کے اشاروں پر کٹھ پتلی کی طرح ناچتا رہا۔ ساری دنیا اور بکری و عمری مسلمان بھی مانتے ہیں کہ ابوبکر کو پہلا خلیفہ بھی عمر ہی نے بنایا تھا اور سب سے پہلے عمر ہی نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور قرآن نے بتایا تھا کہ یہ پہلا شخص پہلا خلیفہ اپنے یار کے کہنے سے رسولؐ اللہ کے حکم کے خلاف بنا تھا (فرقان 29-25/27) اور قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ عمر نے مصلحتاً ابوبکر کو خلیفہ اول بنایا تاکہ اپنی باطل اسکیم اس کے ہاتھ سے نافذ کرے اور پھر دوسرے نمبر پر خلافت خود سنبھال لے۔ چنانچہ اُس کی مشہور صفات کے تذکرے اور مقصد کے ساتھ فرمایا کہ:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ O ثَانِىَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهٗ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ O (حج 9-22/8)

''اے رسولؐ پھر سنو کہ تمہاری قوم کے لوگوں میں وہ لیڈر جو اللہ کے دین میں ایک نئی راہ (نساء 4/150) یعنی درمیانی راہ نکال رہا ہے وہ نہ علم کی راہ ہے نہ ہدایت کی رُو سے راہِ راست ہے اور نہ روشن کتاب کی تعلیم ہے۔ اُس نے دوسرے نمبر پر رہنا پسند کیا ہے تاکہ وہ پہلے نمبر والے کو اور تمام متعلقین کو راہِ راست سے ہٹا کر گمراہ کردے (فرقان 29-25/27) اُس کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت میں ہم اُسے جلانے والے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔''

قارئین غور فرمائیں کہ اس سے زیادہ وضاحت تو یہی ہوسکتی ہے کہ قرآن میں ابوبکر وعمر کا نام نازل کردیا جاتا اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو یہ قرآن ہم تک ہرگز نہ پہنچا ہوتا۔ اس لئے کہ قرآن روزِ اول سے قریش کے قابو میں رہا ہے۔ یہی تو اللہ کی تنزیل کا کمال تھا کہ نہ قریش کو قرآن کے الفاظ بدلنے کا موقع ملا نہ وہ اس کی نشرواشاعت روک سکے اور جہاں جہاں بلانام اُن کی مذمت یا بدکاری مذکور تھی وہاں اُن کے پاس تاویل وتبدیل وتحریف کا موقع تھا۔ جس سے فائدہ اٹھانے میں وہ یہود ونصاریٰ کے مجتہدین سے بھی بڑھ گئے۔ بہرحال ابوبکر نے اپنی بیعت کا پتہ ہاتھوں کو چپا چپا کر دیا۔ رسولؐ کی منشاء کے خلاف اپنے یارعمر کے تقاضے سے پہلا خلیفہ بننے کو قبول کیا (فرقان 29-25/27) اور اپنے یارعمر کو غداری کرنے والا شیطان کہا (25/29) اور اپنے پہلے خطبے میں بھی یہ اعلان کیا کہ ''میرے اوپر ایک شیطان مسلّط رہتا ہے''۔

(15-الف) **<u>پہلے خلیفہ ابوبکر کا پہلا خطبہ، میں پیرو ہوں ھادی نہیں ہوں۔تمہارے جیسا ہی ایک مسلمان ہوں۔ مجھے میرا شیطان اغوا کرتا ہے</u>**

ابوبکر نے اپنے خطبے میں کہا کہ:

''اے لوگو میں بھی تمہارے جیسا مسلمان ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ آیا تم مجھ سے اُن ہی باتوں کی توقع رکھتے ہو جنہیں رسولؐ اللہ آسانی سے پوری کرتے تھے۔ یاد رہے کہ اللہ نے محمدؐ کو تمام اہل عالم کے لئے انتخاب کیا تھا۔ اُس نے اُن کو آفات سے محفوظ رکھا۔ میں صرف پیرو ہوں ھادی نہیں ہوں۔ اگر میں راہِ راست پر گامزن رہوں تو میری اتباع کرنا اگر بھٹک جاؤں تو مجھے سیدھا کرنا۔ سُن لو کہ میرا شیطان مجھے اغوا کرتا ہے ایسی صورت میں اگر میں اُس کے اغوا میں آجاؤں تو مجھ سے علیحدہ ہوجانا اس وقت تم پر میرا کوئی حق نہ رہے گا''۔

(تاریخ طبری خلافتِ راشدہ صفحہ 35 ترجمہ)

(15-ب) **<u>ابوبکر پر شیطان کا غلبہ، عمر کا غلبہ اور تسلط تھا</u>**

ابوبکر کہا کرتے تھے کہ: **اِذَا رَأَيْتُمُوْنِىْ زَغَتُّ فَقَوِّمُوْنِىْ وَ اعْلَمُوْا اَنَّ لِىْ شَيْطَانًا يَعْتَرِيْنِىْ۔**

جب تم لوگ یہ دیکھو کہ میں ٹیڑھا ہو رہا ہوں تو مجھے سیدھا کردینا اور یہ جان رکھو کہ میرے لئے ایک شیطان ہے جو مجھ پر تسلط رکھتا ہے۔

(صواعق محرقہ صفحہ 7 باب اول فصل اول، تاریخ الخلفاء صفحہ 49 و ریاض النضرہ صفحہ 176 مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 142)

<u>قارئین یہاں یہ فیصلے کرلیں</u> کہ ابوبکر نے مجمع عام میں اعلان کیا کہ:

<u>1</u> ابوبکر ہادی نہیں تھا۔ لہٰذا آنحضرتؐ کے بعد اُمت کی ہدایت قریشی خلفا کے ذمہ نہ تھی۔ اور

<u>2</u> ابوبکر پر خود ایک شیطان تسلط رکھتا تھا۔ لہٰذا وہ خود گمراہی سے دوچار رہتا تھا دوسروں کو شیطان سے کیسے بچا سکتا تھا؟ اور

Presented by Ziaraat.Com

3 وہ یہ بھی نہ جانتا تھا کہ ایک خلیفہ کی کیا کیا ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور اُمت کو اس سے کیا کیا توقعات ہونا چاہئیں؟اور

4 اس نے واضح کر دیا کہ اُس سے وہ امیدیں نہ رکھی جائیں جو اُمیدیں رسوؐل سے تھیں۔یعنی وہ جانشین رسوؐل نہ تھا۔جو رسوؐل والی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا اُس سے مطالبہ کیا جائے۔

(15۔ج) اللہ اور ابلیس دونوں نے اعلان کیا تھا کہ:

ابلیس کا اعلان: قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِي لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ O اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ O قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ O (حجر 41-15/39)

''ابلیس نے کہا کہ اَے میرے پروردگار جس طرح تو نے مجھے اغوا کیا ہے اسی طرح میں بھی انسانوں کے لئے زمین میں اُن کے لئے زیبائشیں اور آرائشیں فراہم کردوں گا اور اُن زیبائشوں اور آرائشوں سے اُن سب کو اغوا کردوں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔اللہ نے جواب دیا کہ یہی تو علیؑ کا صراطِ مستقیم ہے (یعنی تیرے کہنے سے پہلے ہی یہ بات طے شدہ ہے)

دوسرا اعلان: قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ O اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ O قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ O لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَO (ص 85-38/82)

ابلیس نے کہا تیری عزت ہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تیرے مخلص بندوں کے علاوہ تمام اولادِ آدمؑ کو اغوا کر کے رکھ دوں گا۔اللہ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے اور حق بات ہی کہا کرتا ہوں کہ میں بھی تجھ سمیت اولادِ آدمؑ میں سے اُن سب سے جہنم کو بھر دوں گا جو تیری اتباع کریں گے۔''

ابوبکر مخلص بندہ نہ تھا بلکہ وہ جہنمی تھا:

ابوبکر کا خطبہ اور یہ دونوں اعلانات اُسے اللہ کے مخلص بندوں سے خارج کرتے ہیں اس لئے اس پر ابلیس کا تسلط ہوتا تھا اور اُس نے خود مانا ہے کہ اُس نے اپنے یار شیطان کے کہنے سے رسوؐل اللہ کا طریقہ چھوڑ کر اس کا اتباع کیا تھا۔(فرقان 29 تا 25/27)اس لئے ابوبکر جہنمی بھی تھا۔

ابوبکر نے رسوؐل کے جس طریقے کو چھوڑا تھا وہ علیؑ کا صراط مستقیم تھا:

پہلے اعلان کی رُو سے ابلیس کی پیروی کرنا ثابت ہوا کہ یہ پیروی علیؑ کی مخالفت تھی (اور علیؑ کی پیروی ہی صراط مستقیم ہوتی ہے) اور اَبْغَضَ الْخَلَائِقِ ہونے کے لئے کافی ہے۔

ابوبکر کے دونوں بیانات اور تاریخی واقعات سے ابوبکر کا اپنا شیطان عمر ہی ہوسکتا ہے:

سورہ فرقان (29 تا 25/27) میں ابوبکر نے جسے اپنا یار کہا ہے اسی کو شیطان قرار دیا ہے۔اور اپنے خطبے میں اُس نے ابلیس نہیں کہا بلکہ ''میرا شیطان'' کہا لہٰذا یقیناً اس نے عمر کو ہی اپنا اغوا کرنے والا شیطان قرار دیا ہے اور ہم دکھا چکے ہیں کہ واقعی عمر ہی وہ شخص تھا جو ابوبکر پر پُورا قابو رکھتا تھا۔اور یہی وہ دونوں مرد ہیں جن کی وجہ سے دنیا فتنہ وفساد سے لبریز چلی آئی ہے۔اور دونوں وہ دو مرد ہیں جن کو خطبہ 17 میں ساری مخلوقات سے زیادہ غضب خداوندی کا حقدار فرمایا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

16۔ ابوبکر وعمر اور قریش کے قرآن میں مذکور جرائم کو چھپانے اور اُنہیں مقدس بزرگ بنانے کیلئے جھوٹی تاریخ اور واقعات گھڑے گئے

قارئین کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی کثرت کے نزدیک ابوبکر وعمر وعائشہ اور عثمان وغیرہ، رسوؐل اللہ کے بعد سب سے یعنی حضرت علیؑ سے بھی بڑے مقدس بزرگ مانے جاتے ہیں اور یہ بات چودہ سو سال سے مسلسل مانی جاتی رہی ہے۔ گو شیعہ علما نے اُن صحابہ اور صحابیات کے کیریکٹر پر خود اہل سنت کی کتابوں سے بہت سا سامان پیش کیا لیکن مسلمانوں کی کثرت بدستور انہیں عظیم الشان بزرگی کا حامل کہتی چلی آئی ہے اور آج بھی کہتی ہے شیعہ علما کی مخالفانہ کوششوں اور محنتوں کا کیوں اثر نہ ہوا؟ اس کے کئی ایک اسباب ہیں جن کا ہم اس زیر قلم عنوان میں بھی ذکر کریں گے مگر سب سے بڑا سبب یہ ہوا کہ شیعہ علماء نے بھی قرآن فہمی اور قرآنی ترجمانی کا وہی طریقہ اختیار کیا جو قریشی لیڈروں اور قریشی حکومتوں نے رائج کیا تھا اور جسے شیعہ مجتہدین نے بھی اختیار کر لیا تھا۔ دوسرا سبب یہ ہوا کہ شیعہ اور سنی کی آپسی مخالفت اس قدر مشہور کی گئی کہ ایک دوسرے کی صحیح بات کو بھی فریقین نے سننا اور ماننا بند کر دیا۔ بڑی سے بڑی اور حقیقی بات پر جب یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ یہ تو صحابہ کے دشمنوں یعنی شیعوں نے کہی ہے تو وہ بات بے اثر اور ناقابل توجہ ہو کر ضائع ہوتی رہی۔ اور دونوں فریق نے ایک دوسرے سے دن رات مناظرے کئے اور اپنا روزگار چلانے کیلئے ایک دوسرے کے خلاف نفرت انگیز کتابیں لکھیں تہمتیں لگائیں، شیعوں نے ابوبکر وعمر وعائشہ پر لعنت وتبرا برسر عام کیا، جس سے سُنی عوام مذہب شیعہ کے بھی دشمن ہو گئے یہاں تک کہ دونوں طرف کے علما دونوں فریقین کے لئے ناقابل اعتبار ہو گئے اور انہوں نے شیعہ علما سے اور شیعوں نے سنی علما سے قرآن تک سننا اور قرآن پر یقین کرنا بند کر دیا۔ اور آج ہمارے دور میں دونوں کی تعلیمات وتبلیغات بے اثر و بے نتیجہ اور بکواس بن کر رہ گئی ہیں۔

ہم اس معاملہ میں شیعہ علما کو ڈبل مجرم پاتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہہ اور لکھ چکے ہیں کہ شیعہ علماء مذہب شیعہ کے علما ہرگز نہیں ہیں۔ ورنہ یہ ابوبکر وعمر وغیرہ کے ساتھ ہرگز وہ سلوک نہ کرتے جو معاویہ نے حضرت علیؑ اور خاندانِ رسوؐل علیہم السلام کے ساتھ کیا تھا۔ مذہب شیعہ میں لعنت و تبرا کے نہ یہ معنی ہیں نہ اس کی اجازت ہے جو نام نہاد شیعہ علما نے کیا۔ بہرحال ہم دونوں فریق کے علما کو باطل پرست اور جہنمی کہتے اور لکھتے ہیں اور انہیں پوری امت کی گمراہی کا آخری اور پہلا ذریعہ یقین کرتے ہیں۔ ان دونوں فریق کے علما نے اُمت کو قرآن سے دُور رکھا ہے اور آج تمام مسلمانوں کو اقوام عالم کا بھکاری بنا کر ذلیل ورسوا کر دیا ہے۔ رہ گئے امت کے عوام، خواہ سُنی ہوں یا شیعہ، اُنہیں ہم فریب خوردہ اور تعلیمات اسلام سے بے بہرہ سمجھتے ہیں اور جس مذہب کو آج اسلام کہا جا رہا ہے اُسے ہم ایک ابلیسی فریب قرار دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں۔ نہ شیعوں کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں نہ سُنیوں کو مسلمان مانتے ہیں۔ ہم اسی لئے خانہ نشین رہ کر زندگی کا بڑا حصہ گزار چکے اور اسی خانہ نشینی اور عزلت گزینی کے عالم میں رہتے ہوئے ایک عالم گیر انقلاب کا انتظام کرتے رہے ہیں۔ اور جو اشخاص ہم سے کسی طرح مل کر جاتے ہیں وہ اس انقلاب کو ساتھ لے کر جاتے ہیں اور وہ خاموشی سے اِدھر اُدھر پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ حالانکہ ہم نہ لوگوں میں تبلیغ کرتے ہیں نہ ہمارا کوئی اخبار یا نشر واشاعت کا ذریعہ ہے نہ ہم نے کوئی ادارہ بنا کر تبلیغ ونشر واشاعت کا انتظام کیا ہے نہ رؤساء اور سرمایہ داروں کو پاس پھٹکنے دیتے ہیں۔ نہ لیڈروں کو منہ لگاتے ہیں۔ نہ چندہ مانگتے ہیں نہ حلقہ احباب وحلقہ فکر بڑھاتے ہیں۔ ذرا سی بات پر لوگوں کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر رخصت کر دیتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی قرآن اور حقائق ومتعلقاتِ قرآن دِن رات بلا تکان لکھ رہے ہیں اور ایسے حقائق پر کتابوں کا انبار لگا دیا ہے جسکے خلاف ایک لفظ منہ سے نکلنا ناممکن ہے۔ بامذہب و بے دین لوگ بھی جسے سُن کر تسلیم کرتے اور خوش ہوتے ہیں اور منتظر ہیں کہ یہ موجودہ مذاہب اور اُن کا پیدا کردہ تعصب ونفرت مٹ جائیں تو یہ ہماری

Presented by Ziaraat.Com

تصنیفات چاروں طرف پھیل جائیں گی اوراز سرنو تعلیماتِ قرآن پھیلیں گی۔اور مذاہب کا پیدا کردہ فریب ختم ہو جائے گا حقیقی اسلام اوراس کی نعمتیں سامنے آئیں گی۔

(16۔الف) اللہ، رسولؐ اورقرآن نے کسی مذہب کی، کسی نبیؑ کی اورکسی کتاب کی مذمت نہیں کی وہ کسی کی دل شکنی نہیں کرتے

اگرقرآن کی تعلیمات کواللہ، رسولؐ اورخودقرآن کے طریقہ کے ساتھ پیش کیا جاتا توکسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی اسلام کا انکار کرتا سوچئے کہ تمام کتبہائے آسمانی اللہ نے بندوں تک پہنچائی ہیں۔یہ کیسے ممکن ہوسکتا تھا کہ اللہ اپنی ارسال کردہ کتابوں یارسولوںؑ کے خلاف کچھ کہتا؟اوراللہ اُن مذاہب کوکیسے بُرا کہتا یا بُرا سمجھتا جواُن کتابوں کے مطابق ظہور میں آئے جو اللہ نے بھیجی تھیں اورجن کواُن نبیوںؑ نے تیار کیا تھا جواللہ کے بنائے ہوئے نبیؑ تھے؟اللہ نے تو یہ کہا ہے کہ تم اپنے اپنے یہاں اُس کتاب کا مذہب اختیار کرلو جوتمہیں تمہارے رسولؐ نے دی تھی اور جوتم میں اب بھی موجود ہے۔جب یہود ونصاریٰ کے علمانے ایسا نہ کیا تو فرمایا کہ:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَ كَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَO(5/66)

''اوراگر یہود ونصاریٰ اپنے اپنے یہاں توریت اورانجیل اور جوکچھ اُن کے پروردگار نے اُن پر نازل کیا تھا اُسے قائم کرلیتے تو انہیں اوپر سے رزق برستا ہوا ملتا اورزمین سے رزق اُن کے لئے اُبلتا۔اُن میں ایک امت راست رَو بھی ہے لیکن اُن کے بہت سے لوگ بُرے کام کرتے ہیں۔''(مائدہ5/66)

بتایئے قرآن نے یہ شرط نہیں لگائی کہ پہلے تم محمدؐ پرایمان لاؤ تب تمہیں نعماتِ خداوندی ملیں گی۔ایسی بات کہی جوخود اُن کے یہاں بھی اچھی بات تھی۔یعنی تم یہودی رہو تم عیسائی رہومگراپنی اپنی کتابوں کے مطابق عمل کروتو ہم نعمتوں کا ڈھیر لگا کردکھادیں گے۔مگرنہ انہوں نے توریت وانجیل پر عمل قبول کیا نہ اُن کتابوں کا انکار کیا اورکثرت بدکاری پرقائم رہی۔پھراُن سے کہا گیا کہ جن حقائق اورعقائد کوہم تم دونوں مانتے ہیں آؤ اُن میں تعاون کریں اوراُن کی خلاف ورزی نہ کریں (آل عمران 3/64) قارئین بتائیں کہ اس سے زیادہ اورکیا رواداری کی بات ہوسکتی تھی؟ وہ اس کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔اُن سے یہ بھی کہا گیا کہ تم لوگ جوفیصلے کرتے ہو جوحکم اوراحکام نافذ کرتے ہووہ توریت اورانجیل میں نازل شدہ احکام ہونا چاہئیں (مائدہ 5/47)۔اس پربھی انھوں نے عمل نہ کیا توانہیں اورمسلمانوں دونوں سے کہا گیا کہ:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَO (5/45)

اور جوکوئی اللہ کے نازل کردہ سے احکام یافیصلے نافذ نہ کریں وہ ظالم ہیں(5/45)،وہ کافر ہیں(5/44)وہ فاسق ہیں(5/47)۔

اورآخر کہہ دیا گیا کہ:''اے اہل کتاب جب تک تم توریت اورانجیل کواور جوکچھ اُن کے علاوہ تم پرتمہارے پروردگار نے نازل کیا ہے اُس کو اپنے یہاں قائم نہیں کرتے تم نہ عیسائی ہو نہ یہودی ہو(5/68) یعنی تم بے دین ہو۔

قارئین اللہ، رسولؐ اورقرآن کی مختصراً یہ تعلیم تھی کہ تم خودساختہ مذاہب کواللہ کی کتابوں کے سرنہ چپکاؤ خالص اللہ کے نازل کردہ احکام پرعمل کرو اور دوسروں سے بھی عمل کراؤ تا کہ تم پراللہ کی برکتیں اورنعمتیں نازل ہوتی رہیں۔مگریہ تاکید نہ یہود کوپسند آئی نہ عیسائیوں نے اس پرعمل کیا اور مسلمانوں نے تویہ کہہ دیا کہ یہ حکم ہمارے لئے ہے ہی نہیں یہ تویہودیوں اورعیسائیوں کے لئے فرمایا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

(16۔ب) مسلمانوں نے اللہ، رسوؐل اور قرآن کے خالص احکام کو اختیار کرنا قبول نہ کیا مودودی سے سنئے اور سوچئے۔

مودودی مندرجہ بالا آیات (5/44-47) کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

''یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں جو خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تین حکم ثابت کئے ہیں۔ایک یہ کہ وہ کافر ہیں، دوسرے یہ کہ وہ ظالم ہیں، تیسرے یہ کہ وہ فاسق ہیں۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو انسان خدا کے حکم اور اُس کے نازل کردہ قانون کو چھوڑ کر اپنے یا دوسرے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر فیصلہ کرتا ہے، وہ دراصل تین بڑے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔اولاً اُس کا یہ فعل حکم خداوندی کے انکار کا ہم معنی ہے، اور یہ کفر ہے۔ثانیاً اس کا یہ فعل عدل وانصاف کے خلاف ہے، کیونکہ ٹھیک ٹھیک عدل کے مطابق جو حکم ہوسکتا تھا وہ تو خدا نے دے دیا تھا۔اس لئے جب خدا کے حکم سے ہٹ کر اُس نے فیصلہ کیا تو ظلم کیا۔تیسرے یہ کہ بندہ ہونے کے باوجود جب اُس نے اپنے مالک کے قانون سے منحرف ہو کر اپنا، یا کسی اور کا قانون نافذ کیا تو درحقیقت بندگی واطاعت کے دائرے سے باہر قدم نکالا اور یہی فسق ہے۔یہ کفر اور ظلم وفسق اپنی نوعیت کے اعتبار سے لازماً انحراف از حکم خداوندی کی عین حقیقت میں داخل ہیں۔ممکن نہیں کہ جہاں وہ انحراف موجود ہو وہاں یہ تینوں چیزیں موجود نہ ہوں۔البتہ جس طرح انحراف کے درجات ومراتب میں فرق ہے۔اُسی طرح ان تینوں چیزوں کے مراتب میں بھی فرق ہے۔ 1 جو شخص حکم الٰہی کے خلاف اس بنا پر فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو غلط اور اپنے یا کسی دوسرے انسان کے حکم کو صحیح سمجھتا ہے وہ مکمل کافر وظالم وفاسق ہے۔ 2 اور جو اعتقاداً حکمِ الٰہی کو برحق سمجھتا ہے مگر عملاً اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ اگرچہ خارج از ملت تو نہیں مگر اپنے ایمان کو کفر، ظلم اور فسق سے مخلوط کر رہا ہے۔ 3 اسی طرح جس نے تمام معاملات میں حکم الٰہی سے انحراف اختیار کرلیا ہے وہ تمام معاملات میں کافر وظالم وفاسق ہے۔اور جو بعض معاملات میں مطیع اور بعض میں منحرف ہے، اس کی زندگی میں ایمان واسلام اور کفر وظلم وفسق کی آمیزش ٹھیک ٹھیک اسی تناسب کے ساتھ ہے جس تناسب کے ساتھ اس نے اطاعت وانحراف کو ملا رکھا ہے۔بعض اہل تفسیر نے ان آیات (47 تا 5/44) کو اہل کتاب کے ساتھ مخصوص قرار دینے کی کوشش کی ہے مگر کلام الٰہی کے الفاظ میں اس تاویل کے لئے کوئی گنجائش موجود نہیں۔اس تاویل کا بہترین جواب وہ ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیا ہے۔اُن سے کسی نے (یعنی کسی صحابی نے۔احسؔن) کہا کہ یہ تینوں آیتیں (5/44،45،47) تو بنی اسرائیل کے حق میں ہیں (یعنی مسلمان اپنے احکام نافذ کرسکتے ہیں۔احسؔن) کہنے والے (یعنی صحابی۔احسؔن) کا مطلب یہ تھا کہ یہودیوں میں سے جس نے خدا کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کیا ہو وہی کافر، وہی ظالم، وہی فاسق ہے۔اس پر حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ:

نِعْمَ الْاِخْوَۃُ لَکُمْ بَنُو اسرائیل اَنْ کَانَتْ لَھُمْ کُلُّ مُرَّۃٌ وَّ لَکُمْ کُلُ حُلْوَۃٌ کَلَّا وَ اللّٰہِ لَتُسْلِکُنَّ طَرِیْقَھُمْ قدر الشّراک''

کتنے اچھے بھائی ہیں تمہارے لئے بنی اسرائیل کہ کڑوا کڑوا سب اُن کے لئے ہے اور میٹھا میٹھا سب تمہارے لئے۔ہرگز نہیں خدا کی قسم تم اُن ہی کے طریقے پر قدم بقدم چلو گے''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 475-476)

(16۔ج) مسلمانوں نے مودودی کے زمانہ (22 ستمبر 1979ء) تک قرآن کے حکم (5/44,45,47) پر عمل نہ کیا یہود کا طریقہ جاری رکھا۔

مودودی کے اس بیان پر اور دیگر قرآنی حقائق پر بات کرنے سے پہلے مودودی کا ایک اور تائیدی بیان سنتے چلیں لکھا ہے کہ:

''117 یعنی پہلے انہوں (یہودیوں۔احسؔن) نے خود ہی عقائد اور احکام میں موشگافیاں کیں اور ایک ایک چیز کے متعلق سوال کر کر کے

Presented by Ziaraat.Com

تفصیلات اور قیود کا ایک جال اپنے لئے تیار کرایا، پھر خود ہی اس میں اُلجھ کر اعتقادی گمراہیوں اور عملی نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے۔ اس گروہ سے مراد یہودی ہیں جن کے نقشِ قدم پر چلنے میں، قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہات کے باوجود، مسلمانوں نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 508، حاشیہ 117)

(16۔د) حذیفہؓ نے کس بنیاد پر قسم کھائی کہ مسلمان قدم بقدم یہود کے نقش قدم پر چلیں گے؟ اور مودودی کے بیان پر ایک نظر

مودودی کے بیان میں اُس شخص کا نام نہیں ہے جس نے مندرجہ بالا آیات (5/44,45,47) کو بنی اسرائیل کے حق میں سمجھا تھا۔ ظاہر ہے کہ جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سب ہی صحابہ کہلانے والے لوگ تھے۔ اور قرآن کی اِن آیات کی تاویل جاننے یا دریافت کرنے والے حضرات یقیناً علمائے صحابہ میں شمار ہوں گے۔ اصل سوال یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ قسم اُسی صورت میں کھا سکتے ہیں جب کہ انہیں اللہ یا رسولؐ نے یہ بتایا ہو کہ مسلمان قدم بقدم یہود ونصاریٰ کا راستہ اختیار کریں گے۔ اور چونکہ جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا کہ:

''خدا کی قسم تم اُن ہی کے طریقے پر قدم بقدم چلو گے۔''

چنانچہ یہاں لفظ ''تم'' سے اگر سارے مسلمان مراد لئے جائیں تو یہ غلط ہوگا۔ اس لئے کہ اُمتِ محمدؐیہ میں کچھ لوگ ہر زمانے میں سو فیصد اللہ و رسولؐ کی پسند کے مومنین کا موجود رہنا ثابت ہے۔ لہٰذا لفظ ''تم'' سے وہ شخص اور اس کے ہوا خواہ، ہم خیال و ہم مذہب اور اُس کی قوم مراد لینا پڑتی ہے۔ اُدھر علامہ کے دوسرے بیان میں سارے مسلمان مقصود ہیں۔ لہٰذا یہ بھی کُلّیہ ہونے کی بنا پر غلط ہے یہاں بھی وہی لوگ مراد لئے جانا چاہئیں جو عہد رسولؐ کے اُسی مذہب سے یا قوم سے متعلق ہوں جنہیں حضرت حذیفہؓ نے مخاطب کیا تھا۔ مودودی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ نے قرآن میں اور آنحضرتؐ نے اپنے بیانات میں بار بار منع کیا تھا، تنبیہہ کی تھی کہ وہ قرآن کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں جو یہودی علما نے توریت کے ساتھ کیا تھا۔ یعنی مسلمانوں کو چاہئے کہ ہر معاملے میں وہ حکم، وہ فتویٰ اور وہ فیصلہ صادر کریں جو قرآن میں نازل ہوا ہو۔ مگر جس طرح اہل کتاب نے توریت وانجیل کو برائے نام اپنا راہنما بنائے رکھا اور عمل اپنے ذاتی احکام پر کیا اُسی طرح مسلمانوں نے قرآن میں نازل شدہ احکام کو اختیار نہ کیا۔

(16۔ھ) رسولؐ اللہ نے صحابہ کو بتایا کہ تم یہود ونصاریٰ اور ایران و یونان کے لوگوں کی سو فیصد پیروی کرو گے اور قرآن کو چھوڑ دو گے

مسلمانوں نے یہود ونصاریٰ اور ایران و یونان اور دیگر اقوام کی کس طرح اور کس کس معاملے میں پیروی کی؟ یہ بتانے کیلئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے (دیکھو کتاب فاروقی شریعت اور تشریحات خطبہ 3) لیکن اختصار کی غرض سے یہاں قریش کی معتبر ترین کتاب کا ایک مقام دیکھنا کافی ہوگا۔

قرآن اور رسولؐ کو چھوڑ کر صحابہ سابقہ لوگوں کی پیروی کریں گے

صحیح بخاری میں علامہ محمد اسماعیل بخاری نے یہ عنوان قائم کر کے حدیث لکھی ہے کہ:

حَـدَّثَـنَا احمد بن یونس قال حدثنا ابن ابی ذئب عن المقبری عن ابی ہریرہ عَن النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال لَا تَـقُـوم الـسـاعة حتّٰی تَـاخُـذَ اُمتی باخذ القرون قبلها شِبرًا بِشِبرٍ وَّ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، فَقِیلَ یَا رسولَ اللّٰہ کَفَارِسَ و الرُّوم؟ قَالَ وَ مَنِ النَّاسُ اِلَّا اُولٰئِک؟ (پارہ نمبر 29)

''احمد بن یونس نے ہم سے حدیث بیان کی اُس نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے مقبری سے اور اُس نے ابوہریرہ اور ابوہریرہ نے رسولؐ اللہ کی زبانی بیان کیا کہ فرمایا'' قیامت آنے سے پہلے پہلے میری اُمت اپنے سے پہلے والے لوگوں کے تمام اعمال واقوال وطریقے

Presented by Ziaraat.Com

بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ بھرناپ ناپ کراختیار کر چکی ہوگی۔'' پوچھا گیا کہ یارسولؐ اللہ کیا اہلِ ایران وروم کے اعمال واقوال وطریقے اختیار کرلے گی؟ فرمایا کہ: ''اُن کے علاوہ اورکون لوگ ہیں جن کی یہ پیروی کریں گے؟''

دوسری حدیث: اگلی حدیث سنئے: عَن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال: لَتَتَّبِعُنَّ سُنن مَنْ قبلکم شِبرًا شِبرًا وَ ذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتّٰی لَوْ دَخلُوْا حجر ضَبٍّ تَبِعْتُمُوھُم۔ قُلْنَا یا رسوؐل اللّٰہ الیھود و النصارٰی؟ قَالَ فَمَنْ؟

''ابی سعید الخذری نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلے والے لوگوں کی سنت کی پیروی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ بھرناپ کر پوری کروگے۔ یہاں تک کہ اگر سابقہ لوگوں میں سے کوئی شخص گوہ کے بھٹ میں گھسا ہوگا تو تم بھی اُس کی پیروی کروگے۔ہم نے کہا کہ یارسوؐل اللہ کیا یہودیوں اور عیسائیوں کی پیروی کریں گے؟ فرمایا اور میرا مطلب کن لوگوں کی پیروی ہوسکتی ہے؟ (بخاری کتاب الاعتصام جز29 مطبع نورمحمد کراچی)

مودودی نے بھی اسی قسم کی سینکڑوں احادیث پڑھی تھیں اور اُن ہی کو مدنظر رکھ کر اس نے لکھا کہ رسوؐل اللہ کی تنبیہات کے باوجود مسلمانوں نے یہود کی پیروی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔''

(16۔و) رسوؐل نے اللہ کے فیصلے کوسُن کر مندرجہ بالا پیشگوئی کی تھی۔اُنہوں نے قریش کا قرآن سے سلوک دیکھا تب شکایت کی تھی

یہاں یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ نزول قرآن کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریشی لیڈروں اور راہنماؤں کا عملدرآمد دیکھ کر اور اُنہیں تنبیہات کرکر کے جب یہ یقین کر چکے کہ قریش بھی یہود ونصاریٰ کے علما کی پیروی میں قرآن کے ہر حکم کو اپنی رائے اور مصلحت پر ڈھال ڈھال کرقوم میں تبلیغ کر رہے ہیں اور قرآن کی تاکیدات (مائدہ 5/44,45,47) کی پرواہ نہیں کرتے اور کسی معاملہ میں بھی قرآن میں نازل شدہ احکام اور فیصلوں کو بجنسہ قبول نہیں کرتے تو اللہ سے عرض کیا کہ:

قریش نے قرآن کومہجور کیا اور اجتہاد کو راہنما بنایا:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا O وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ ھَادِیًا وَّ نَصِیْرًا O (فرقان 31-25/30)

''اور محمد رسوؐل اللہ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار حقیقت یہ ہے کہ میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر دیا ہے۔اور یہ تمہاری قوم کا اخذ و استنباط اُسی طرح کا ہے جیسا کہ ہم نے ہر نبیؐ کے لئے جرائم پیشہ لوگوں میں سے کچھ دشمن بنائے رکھے ہیں اور تیری قوم کے اس عمل درآمد کے باوجود تیرا پروردگار تیری ہدایت ونصرت کے لئے کافی ہے۔اور دیکھو کہ:

تیری قوم نے قرآن کو جھٹلانے کے لئے اخذ واستنباط کیا ہے

وَ کَذَّبَ بِہٖ قَوْمُکَ وَ ھُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ (انعام 6/66)

''اور تیری قوم نے تو اس قرآن کو حق ہوتے ہوئے بھی جھٹلا دیا ہے۔اُن کو بتادو کہ میں اب تمہارا وکیل نہیں ہوں۔''

(16۔ز) اِن آیات (31-25/30، 6/66) اور اُن احادیث کو سامنے رکھ کر ہمیں یہ بتایا جائے کہ جو قوم قرآن کو جھٹلادے اُس کا مرتبہ کیا ہونا چاہئے:

یہاں پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اللہ اور رسوؐل جھوٹ بول سکتے ہیں یا کسی پر خواہ مخواہ تہمت لگا سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ مان لیجئے کہ قریش

Presented by Ziaraat.Com

ایک مُکذّ بِ قرآن قوم تھی۔اُس نے قرآن کو اپنے اخذ واستنباط سے اللہ ورسوؐل کی منشا کے خلاف الٹ کر رکھ دیا۔اُن کے منصوبوں کے خلاف اللہ نے حضوؐر سے وعدہ فرمایا کہ وہ قریش کے مقابلے میں رسوؐل کی اور رسوؐل کے مشن کی نصرت کرتا رہے گا اور قرآن کی غلط اور جھوٹی تاویلات واخذ و استنباط کو بے اثر کرنے میں رسوؐل کی نصرت کرے گا اور قرآن کو اُس کے صحیح منشاء اور مقصد کے ساتھ انسانوں کے سامنے لائے گا اور قریش کی تمام جدّ وجہد کو باطل کر کے حق کو ثابت کرے گا۔

<u>قریش نے قرآن کو مہجور کیا ہے تم بھی اُن کو مہجور کردو</u> اُسی نے یہ وعدہ بھی کیا کہ:

وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِیۡلًا O وَذَرۡنِیۡ وَالۡمُكَذِّبِیۡنَ اُولِی النَّعۡمَةِ وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِیۡلًا O اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡكَالًا وَّجَحِیۡمًاOوَّطَعَامًا ذَاغُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیۡمًاO(مزمل 13-73/10)

''تم بھی قرآن سے ہجرت کرنے والوں سے کچھ بڑھ کر ہجرت کرلو اور انہیں دَم لینے کے لئے مہلت دو اور قرآن کو جھٹلانے کی سزا دینے کے لئے ہمارے سپرد کردو۔تم اُن کے اقوال پر صبر سے کام لو۔ہم نے انہیں نعمتوں سے مالا مال رکھا ہے لیکن ہمارے پاس اُن کے لئے طوق وزنجیر بھی تیار ہے جھلس دینے والی قید اور گلے میں پھنس جانے والی خوراک بھی موجود ہے اور دردناک عذاب اُن کا منتظر ہے۔''

یہ پوزیشن ہے رسوؐل کی نام نہاد قوم قریش کی۔مگر ان آیات کو پڑھتے ہوئے چودہ سوسال گزر گئے۔اور قریش ایک معزز قوم کہلاتی رہی ہے۔بلکہ قریشی ہونا بجائے لعنتی کے قابل فخر سمجھا جاتا رہا۔یعنی مسلمانوں کے شیعہ سنی علمانے قرآن کی اِن آیات (31-25/30،6/66) کا منشاء بھی مہجور کر کے چھپائے رکھا۔اللہ نے قرآن میں اُن کو کافر کہا (5/44) وہ مومن بنے رہے۔انہیں ظالم (5/45) قرار دیا وہ عادل مشہور ہوئے۔انہیں فاسق (5/47) فرمایا وہ مقدس اور پاک باز کہلاتے رہے۔صرف اس لئے کہ انہوں نے رسوؐل کی حکومت اپنے قابو میں کر لی یعنی رسوؐل کے جانشین بن گئے۔اب لوگ کیسے سمجھیں کہ وہ غاصب تھے؟ رسوؐل کے جانشینوں کو ظالم وکافر وغادر وخائن کہنا پسند نہ آیا۔لیکن بات پسند وناپسند کی نہیں ہے بات اللہ کی ہے رسوؐل کی ہے اور قرآن میں لکھی ہوئی ہے۔وہاں یہ قوم مردود وملعون ہے۔اگر کسی نے مسلمان رہنا ہے تو اُسے قرآن کی تصدیق کرنا ہوگی اور وہی کچھ کہنا اور ماننا پڑے گا جو اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔وہ واقعی رسوؐل کے بعد مسلسل سات سوسال تک خلافت کے مالک رہے۔لہٰذا یوں کہنا ہوگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد سات سوسال تک خلافت کافروں،ظالموں،فاسقوں،قرآن کو جھٹلانے اور بدلنے والوں کے ہاتھ میں رہی۔مطلب یہ کہ اُن کی خلافت کا انکار نہ کرو۔پہلے کو پہلا کہو دوسرے کو دوسرے نمبر پر مانو مگر انہیں دشمن خدا ورسوؐل اور مجرم خلفاء کہو (25/31) جس طرح اللہ نے قرآن میں بہت سے نبیوؐں کا نام بنام ذکر کیا (مریم 58 تا 19/49) اور فرمایا کہ:

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّاO (19/59)

''چنانچہ اُن مندرجہ بالا نبیوںؑ کے بعد بہت سے ایسے خلیفہ ہوئے جنہوں نے صلاۃ کو ضائع کردیا اور شہوت رانی اور نفس پروری میں منہمک ہو گئے چنانچہ عنقریب وہ بدکاریوں کے انجام سے ملاقات کریں گے۔'' یعنی کسی کا کسی نبیؑ کے بعد خلیفہ بن جانا کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے اس خلیفہ کا یا خلفا کا احترام واجب ہوجاتا ہو۔اگر یہ کہا جائے کہ وہ لوگ اللہ ورسوؐل کے حکم سے خلیفہ بنائے گئے تھے یا خود اللہ ورسوؐل نے اُن کی خلافت کا اعلان کیا تھا۔تو یہ اس لئے ناقابل غور وقبول ہے کہ اللہ ورسوؐل ہرگز کسی کافر وفاسق وظالم ومکذب قرآن اور اپنے دشمن (25/31) ومجرم کو اپنا جانشین نہیں بناسکتے جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے یعنی جب تک قرآن کی آیات سے یہ نہ دکھا دیا جائے کہ فلاں فلاں اشخاص قوم قریش کے افراد نہ

Presented by Ziaraat.Com

تھے یا یہ کہ افراد تو اسی قوم کے تھے مگر وہ مندرجہ بالا تمام جرائم سے الگ تھے یا معاف کر دیئے گئے تھے۔
یعنی آیات میں جس طرح یہ تعین وتشخص ہے کہ ''رسولؐ کی قوم نے قرآن کو مہجور کیا۔'' اسی طرح قوم کا نام لے کر تعین وتشخص کے ساتھ خلفا کو جرائم سے مستثنیٰ یا معاف دکھانا ہوگا۔ یہ نہیں کہ مہاجرین میں یا انصار میں کچھ لوگ بڑے شاندار مومن تھے۔ فدا کار تھے۔ اس لئے کہ نہ مہاجر کے معنی قریش ہیں نہ انصار کو قریش کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جرم قرآن نے عائد کیا ہے۔ جرم سے معافی یا علیحدگی بھی قرآن سے دکھانا ہوگی۔ اور یہ قیامت تک ناممکن ہے۔ رہ گئیں روایات وتاریخ وغیرہ وہ اِس لئے قابل قبول نہیں کہ تمام کتبِ تواریخ واحادیث وتفاسیر وسوانح حیات وکتبِ رجال واصول فقہ و شریعت وغیرہ خود اُن خلفاء کی سرپرستی میں اُن کی ہدایات ومصلحت اور پالیسی کے ماتحت لکھوائی گئی تھیں اور اسی عنوان (16) میں یہ ثابت کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں بعض وقتی یا واقعاتی تقاضوں کے ماتحت خود اُن کی تیار کردہ تواریخ سے بھی اُن خلفاء کا باطل پرست وکافر وفاسق وظالم ودشمنانِ رسولؐ ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔

(16۔ح) سب سے پہلے خلفاء ابوبکر وعمر نے قرآن کے خلاف عمل کیا اور ایران وروم اور دیگر عجمی وعربی اقوم کی سنت کی پیروی کی

یہ حقیقت سورج سے زیادہ نمایاں ہے کہ قرآن کی تا قیامت خلاف ورزی کی بنیاد رکھنے والے اور ایران وُروم ویہود ونصاریٰ کی پیروی کرنے کا مستقل انتظام کرنے والے ابوبکر وعمر ہیں۔ اُنہوں نے وہ راستہ اختیار کیا جو سراسر رسولؐ اللہ کے خلاف تھا۔ اس پر قرآن کی سینکڑوں آیات ہم پیش کرتے ہیں (مثلاً فرقان 25/27-29) اور کرتے رہیں گے۔ فی الحال علامہ شبلی نعمانی کی دو چار باتیں سن لیں۔ ارشاد ہے کہ:

اول۔ قریشی خلافت کا بانی مبانی عمر، بخاری کی احادیث کی تصدیق میں ایران وروم کی پیروی کا بھی بانی مبانی ہے

''حضرت عمر کی سیاست کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ وہ قدیم سلطنتوں اور حکمرانوں کے قواعد اور انتظامات سے واقفیت پیدا کرتے تھے اور اُن میں جو چیزیں پسند کے قابل ہوتی تھیں اُن کو اختیار کرتے تھے۔ خراج، عشور، دفتر، رسد، کاغذاتِ حساب، ان تمام انتظامات میں انہوں نے ایران وشام کے قدیم قواعد پر عمل کیا ...... عراق کے بندوبست کا جب ارادہ کیا تو حذیفہ اور عثمان بن حنیف کے نام حکم بھیجا کہ عراق کے دو بڑے زمینداروں کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ یہ زمیندار مع مترجم کے اُن کے پاس آئے اور اُنہوں نے اُن سے دریافت کیا کہ سلاطین عجم کے یہاں مالگذاری کی تشخیص کا کیا طریقہ تھا؟ جزیہ حالانکہ مذہبی لگاؤ رکھتا ہے تاہم اس کی تشخیص میں وہی اصول ملحوظ رکھے جو نوشیروان نے اپنی حکومت میں قائم کئے تھے۔ علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے جہاں نوشیروان کے انتظامات وبالخصوص جزیہ کا ذکر کیا ہے لکھا ہے کہ:

''هِیَ الْوَضَائِعُ الَّتِیْ اقْتَدیٰ بِهَا عمر بن الخطاب حِیْنَ افْتَحَ بَلَادِ الفرس۔

یعنی ''یہ وہی قاعدے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے جب فارس کا ملک فتح کیا تو اُن کی اقتداء کی۔'' اِس سے زیادہ صاف اور مصرّح علامہ ابن مسکویہ نے اس مضمون کو لکھا ہے۔ علامہ مذکور نے، جو حکیم اور فلسفی اور شیخ بوعلی سینا کا معاصر وہم پایہ تھا، تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''تجارب الامم'' ہے۔ اس میں جہاں حضرت عمر کے انتظاماتِ ملکی کا ذکر ہے لکھا ہے کہ: **و کان عمر یلکثر الخلوۃ بقوم مِنَ الفرس یقرؤن علیه سیاسیات الملوک و لاسیما ملوک العجم الفضلا و سیماا نوشروان و انه کان معجا بِهَا کثیر الاقتداء بها** ۔ یعنی عمر فارس کے دانشوروں کو اپنی صحبت خاص میں رکھتے تھے۔ یہ لوگ اُن کو بادشاہوں کے آئین حکومت پڑھ کر سنایا

Presented by Ziaraat.Com

کرتے تھے۔خصوصاً شاہانِ عجم کے آئین حکومت اور اُن میں بھی خاص کر نوشیرواں کے اس لئے کہ اُن کو نوشیرواں کے آئین بہت پسند تھے اور اُن کی بہت پیروی کرتے تھے۔'' علامہ موصوف کے بیان کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ عموماً مورخوں نے لکھا ہے کہ جب فارس کا رئیس ہرمزان اسلام لایا تو حضرت عمر نے اس کو اپنے خاص درباریوں میں داخل کیا اور انتظاماتِ ملکی کے متعلق اُس سے اکثر مشورہ لیتے تھے۔'' (کتاب الفاروق حصہ دوم صفحہ 88-89)

قارئین یہ بیان اور بخاری میں مذکور احادیث رسولؐ بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ عمر نے لفظ بلفظ تصدیق کر دی اور چونکہ اہل فارس وروم کی اقتداء خود اختیار کی اور اُن کی سنت کو اسلامی بنا کر مسلمانوں میں جاری کیا لہٰذا تا قیامت سارے متعلقہ مسلمان اُن احادیث کے مطابق عمل اور پیروی کرتے چلے جائیں گے۔اور یہ بیان کافی ہے کہ امت رسولؐ نے اپنے سے پہلے لوگوں کے قوانین کو اختیار کیا اور قرآن کو نظرانداز کر دیا۔اب پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے ایک پوری قوم کو مکذبِ قرآن، مُحرّفِ قرآن قرار دیا۔اُسے اللہ اور رسولؐ کا دشمن اور مجرم بتایا۔رسولؐ نے اس قوم کو تارکِ اسلام وقرآن اور سابقہ اقوام کا پیرو بتایا۔اور اس قوم نے ثابت کر دیا کہ جو کچھ اُن کے لئے کہا گیا تھا وہ اُس سے کہیں بڑھ کر اللہ ورسولؐ اور قرآن کی کافر وظالم وفاسق ہے۔اس کے باوجود قوم اور اُس کے لیڈر ایک مقدس قوم اور بزرگ ومحترم اشخاص بنے رہے۔یہ کیسے ہوا؟ قرآن کی موجودگی اور دن رات قرآن کی تلاوت کے باوجود کیسے ہوا؟ اس کا جواب قرآن (25/30) میں موجود ہے کہ اُس قوم اور اس کے لیڈروں نے قرآن کو مہجور کر کے پڑھا اور پڑھایا قرآن کی ہر کلیدی بات کو بدل کر دوسرا رنگ دے کر لوگوں کے دلوں میں راسخ کیا۔جھوٹے قصوں اور افسانوں کو احادیث اور واقعات کہہ کر لوگوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔قلب وذہن سے قبول حق وتلاش کو بالکل خارج کر دیا۔اپنی خود ساختہ تفہیم کو چار دانگِ عالم میں پھیلا دیا۔کمال یہ کیا کہ مسلمانوں میں فرقے تو مصلحتاً بہت سے بنائے مگر سوچنے اور دلیل وبرہان پیش کرنے کا ایک ایسا سانچہ حوالے کر دیا جو مخالفت کے باوجود بھی تائید قریش ہی کی کرے۔اور بحث ومناظرہ کا نتیجہ کسی نہ کسی طرح قریش ہی کے حق میں نکلے اور لوگ خود کو حق پر سمجھتے اور خوش ہوتے رہیں۔بہرحال عوام الناس نے اُنہیں رسولؐ کے صحابہ سمجھ کر اور انہیں علمائے اُمت سمجھ کر اعتماد کیا۔اُن کا اکرام واحترام واجب سمجھا اُن کی ہر بات کو صحیح سمجھا۔مگر صحابہ اور علما نام کے لوگوں نے عوام کے اعتماد واعتبار واحترام سے دن رات ناجائز فائدہ اُٹھایا اور انہیں تباہی وگمراہی کے غار میں دھکیل دیا اور اُلٹا اُن پر بدکرداری کا الزام لگاتے اور انہیں شرمندہ کرتے اور نچوڑتے رہے۔

دوم۔ <u>آخر ہمارا نمبر آیا اور ہمیں اجازت وقدرت وہمت ملی کہ فریقین کے علما کو قرآن کے سامنے روکیں اور لگام دیں</u>

<u>باطل کو شکست دینے اور حق کی فتح کے لئے قرآن کی پناہ لازم ہے</u>

حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ:

وَ كِتَابُ اللّٰهِ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ نَاطِقٌ لَّا يَعْيٰى لِسَانُهُ، وَ بَيْتٌ لَّا تُهْدَمُ اَرْكَانُهُ وَ عِزٌّ لَّا تُهْزَمُ اَعْوَانُهُ (خطبہ 133 جملے 6 تا 8)

''اللہ کی کتاب تمہارے سامنے اس بے باکی سے بولنے والی ہے کہ اس کی زبان کبھی لڑکھڑاتی نہیں ہے۔وہ ایسا گھر ہے جس کے ستون منہدم نہیں کئے جاسکتے ہیں۔اور وہ ایسی مستقل عزت کی مالک ہے کہ اُس کی اعانت کرنے والے لوگ کبھی شکست کھاتے ہی نہیں ہیں۔''

<u>مکمل عصمت یا تحفظ کے لئے اور مکمل طور پر نجات کے لئے قرآن کو اپنے اوپر واجب کرلو</u>۔ دوسرے مقام پر فرمایا کہ:

وَ عَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ؛ فَاِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِيْنُ؛ النُّوْرُ الْمُبِيْنُ وَ الْعِصْمَتُ لِلْمُتَمَسِّكِ؛ وَالنَّجَاةُ لِلْمُتَعَلِّقِ؛ (خطبہ 155)

Presented by Ziaraat.Com

''اور تم عمل کے لئے اپنے اوپر اللہ کی کتاب کو واجب کرلو۔ یقیناً وہی اللہ کی مضبوط رسی و وسیلہ ہے، وہی بیان کرنے والا نور ہے وابستہ رہنے والے کے لئے مکمل تحفظ و عصمت ہے۔ اور تعلق رکھنے والے کے لئے مکمل نجات ہے۔''

قرآن سے وابستگی ہر احتیاج سے مستغنی کر کے کامیاب کر دیتی ہے

یہ بھی فرمایا ہے کہ:

وَاعْلَمُوْا اَنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ هُوَالنَّاصِحُ الَّذِیْ لَایَغُشُّ ؛وَالْهَادِی الَّذِیْ لَایُضِلُّ وَالْمُحَدِّثُ الَّذِیْ لَایَكْذِبُ ؛ وَمَا جَالَسَ هٰذَاالْقُرْاٰنَ اَحَدٌ اِلَّا قَامَ عَنْهُ بِزِیَادَةٍ اَوْنُقْصَانٍ؛ زِیَادَةٍ فِیْ هُدًی وَّنُقْصَانٍ مِنْ عَمًی؛وَتَوَجَّهُوْا اِلَیْهِ بِحُبِّهٖ ؛وَلَاتَسْئَالُوْا بِهٖ خَلْقَهٗ ؛اِنَّهٗ مَاتَوَجَّهَ الْعِبَادُ اِلَی اللّٰهِ بِمِثْلِهٖ ؛وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ شَافِعٌ وَّمُشَفَّعٌ وَّقَائِلٌ وَّمُصَدَّقٌ وَاَنَّهٗ مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْاٰنُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شُفِّعَ فِیْهِ ؛وَمَنْ مَّحَلَ بِهِ الْقُرْاٰنُ یَوْمَ الْقِیَامَةِصُدِّقَ عَلَیْهِ ؛فَاِنَّهٗ یُنَادِیْ مَنَادٍ یَّوْمَ الْقِیَامَةِ :" اَلَا اِنَّ كُلَّ حَارِثٍ مُبْتَلٰی فِیْ حَرْثِهٖ وَعَاقِبَةِ عَمَلِهٖ غَیْرَ حَرَثَةِ الْقُرْاٰنِ"فَكُوْنُوْا مِنْ حَرَثَتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ ؛ وَاسْتَدِلُّوْهُ عَلٰی رَبِّكُمْ ؛ وَاسْتَنْصِحُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ وَاتَّهِمُوْا عَلَیْهِ آرَائَكُمْ وَاسْتَغِشُّوْا فِیْهِ اَهْوَائِكُمْ ؛ (خطبہ 190 بیان الامامة)

''یہ سمجھ لو کہ یہ قرآن ایسا ناصح ہے جو دھوکا نہیں دیتا اور ایسا ہادی ہے جو گمراہ نہیں کرتا اور ایسا حدیث بیان کرنے والا ہے جو رسولؐ پر جھوٹ نہیں بولتا۔ اس قرآن کا ہم نشین (ساتھی) ایسا ہو ہی نہیں سکتا جو بلا اضافہ اور بلا نقصان کئے اس کے پاس سے اُٹھے۔ اضافہ اپنی ہدایت میں کرتا ہے اور نقصان لاعلمی کا کرتا ہے۔ (یعنی جہالت گھٹ جاتی ہے) قرآن کی طرف قرآن کی محبت سے متوجہ ہوا کرو (جیسے ایک پیارے دوست سے ملتے ہیں) قرآن کے وسیلے سے بھیک مت مانگنا۔ یقیناً اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور اُسے متوجہ کرنے کا قرآن سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہ جان لو کہ قرآن ایسا شفیع اور قیامت میں بھی سفارش کرنے والا ہے کہ جس کی شفاعت اور سفارش ہر جگہ اور ہر حال میں مقبول ہے۔ اور ایسا بولنے والا ہے جس کی ہر ہر بات تصدیق شدہ ہے۔ یاد رکھو کہ بروز قیامت ایک منادی، میدان محشر میں آواز دے کر اعلان کرے گا کہ دیکھو آج قرآن کی کھیتی بونے والوں، قرآن کے کاشتکاروں کے سوا ہر قسم کا کاشتکار اپنے اپنے انجام میں مبتلا ہے۔ لہٰذا تم قرآن کے کاشتکار بن جاؤ اور اُس کی پیروی میں لگے رہو۔ اور اپنے پروردگار سے مربوط رہنے کے لئے قرآن کو دلیل بناؤ۔ قرآن سے اپنی ذات کی اصلاح اور اپنے نفوس کو نصیحت کرو اور سمجھاتے رہو۔ اور اپنے دل و دماغ میں قرآن کے متعلق پیدا ہوتی رہنے والی رائے پر تہمت لگاؤ اُسے کبھی قبول نہ کرو۔ اور قرآن کے مقابلہ میں اپنی خواہشات، مصلحتوں اور تمناؤں کو فریب خوردہ چیزیں سمجھو اور قرآن کو اُن سب پر ترجیح دو۔'' (خطبہ نمبر 190)

ذاتی رائے واجتہاد سے لوگوں نے حکومت بنائی اور فتنہ کھڑا کیا

اِنَّمَا بَدْءُ وُقُوْعِ الْفِتَنِ اَهْوَآءٌ تُتَّبَعُ؛ وَ اَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ؛ یُخَالَفُ فِیْهَا كِتَابُ اللّٰهِ؛ وَ یَتَوَلّٰی عَلَیْهَا رِجَالٌ رِجَالًاعَلٰی غَیْرِ دِیْنِ اللّٰهِ ...... الخ (خطبہ 50)

اس لئے کہ: ''فتنوں اور فساد کا آغاز اُن خواہشوں اور مصلحتوں اور ذاتی رائے واجتہاد سے ہوتا ہے جن کی پیروی کی جائے اور ایسے احکام سے ہوتا ہے جو اللہ کی کتاب کے خلاف ایجاد کر لئے جائیں اور جنہیں نافذ کرنے کے لئے کچھ لوگ ایک دوسرے کو حاکم بنا لیتے ہیں۔''

Presented by Ziaraat.Com

سوم۔ ہم نے قرآن کی پیروی اور پناہ لیکر ہزاروں سال قدیم اجتہاد سے ٹکر لی اور قریشی منصوبوں اور انتظامات کو بے نقاب کر کے رکھ دیا

علی مرتضٰی علیہ السلام کی ہدایات کے ماتحت ہم نے اپنے نمبر پر یہ سوچا کہ تمام علماء قرآن کو اپنا ہادی و راہنما مانتے اور لکھتے ہیں۔ اگر ہم بھی وہی کچھ مانیں جو وہ مانتے ہیں تو ہمارا بھی وہی حال ہونا چاہئے جو اُن کا ہے اور جو ہمیں ہرگز پسند نہیں ہے۔ وہ اُن تمام چیزوں سے محروم ہیں جن کا وعدہ اور اعلان حضرت علی علیہ السلام نے کیا ہے۔ مسلمانوں کے علما دیگر اقوام کے علما سے شکست کھاتے، پٹتے چلے آئے ہیں۔ اُنہیں نہ عصمت حاصل ہے، نہ تحفظ، نہ نجات حاصل ہے نہ ممکن معلوم ہوتی ہے۔ اُن کا قرآن بولتا ہی نہیں ہے۔ بلکہ وہ کوشش کر کے قرآن کے مطالب بیان کرتے ہیں۔ جگہ جگہ قرآن کی اصلاح کرتے ہیں۔ یعنی قرآن اُن کے ہاتھوں میں گونگا اور ناقص ہے۔ دنیا کی اقوام ہی کی نظر میں نہیں بلکہ خود اُن علما کی نظر میں قرآن ایک غیر اہم کتاب ہے۔

وہ صبح سے شام تک جس قدر استفادہ ملکی اخباروں اور ریڈیو، ٹیلیویژن اور ڈائریوں اور کیلنڈروں سے کرتے ہیں۔ اتنا فائدہ اور مدد انہیں قرآن سے نہیں ملتی۔ نہ قرآن اُن کو نور مبین کا کام دیتا ہے۔ نہ انہیں اللہ سے مربوط کرتا ہے۔ اُن کے گھر ہی نہیں بلکہ اُن کے ممالک بھی روز منہدم ہوتے رہتے ہیں۔ نہ اُن کی ہدایت میں قرآن سے روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے نہ اُن کی جہالت وحقائق کائنات سے لاعلمی میں کمی آ رہی ہے۔ بلکہ اُن کی جہالت روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ ہدایت روزانہ گھٹ رہی ہے۔ وہ قرآن کو روزگار اور لکھ پتی بننے کا ذریعہ بنائے بغیر بھوکے مرجائیں گے۔ اُن کو قرآن کے ذریعہ اللہ کی توجہات حاصل نہیں بلکہ اللہ کی نفرت حاصل ہو رہی ہے۔ نہ قرآن اُن کے لئے شفیع ہے نہ سفارش کرتا ہے۔ ہماری اس سوچ اور وحشت کو حضورؑ نے یہ فرما کر اطمینان سے بدل دیا کہ ''اپنے دل و دماغ میں قرآن کے متعلق پیدا ہوتے رہنے والی رائے کو پسند نہ کرو بلکہ ہر رائے پر تہمت لگاؤ۔ یعنی رائے اچھی ہو یا بُری، مخالف ہو یا موافق اُسے بُرا ہی سمجھا کرو۔''

ہم نے ساری عمر دیکھا کہ قرآن کے ساتھ علما کا سلوک، اِس کے سراسر اور جائز سمجھ کر، خلاف ہے۔ پھر حضورؑ نے اپنی تمام خواہشات اور مصلحتوں کی بھی قرآن سے نفی کر دی ہے اور مسلمان علما نے اس پر بھی عمل نہیں کیا ہے۔ بلکہ حضورؑ نے تو یہ بھی بتا دیا ہے کہ مسلمانوں کی یہ بدترین حالت اور فتنہ وفساد کا ہنگامہ ہی اس لئے ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی رائے اور خواہش سے نئے نئے احکام اور بدعتیں نافذ کرنے کے لئے ہی حکومت بنائی تھی۔ (یَتَوَلّٰی عَلَیۡھَآ رِجَالٌ رِجَالًا عَلٰی غَیۡرِ دِیۡنِ اللّٰہِ) کہ دین خداوندی کے علاوہ ایک اور دین تیار کر دیا جائے۔ اور زیر بحث خطبہ 17 کے آخر میں یہ فرمایا تھا کہ:

''انہیں تب تک قرآن کی تلاوت پسند ہی نہیں آتی جب تک قرآن کے طے شدہ خدائی مفاہیم کو بدل کر پیش نہ کیا جائے۔''

(خطبہ 17 جملے 38-39) اور یہ سب کچھ عہد مرتضوی میں ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ عہد مرتضوی میں خوبیاں قابل نفرت و مذمت اور زشتیاں قابل مدح وثنا بن گئی تھیں۔ (خطبہ 17 جملہ 40)

حضرت علی علیہ السلام کے اِن بیانات اور مسلمانوں اور اُن کے علما کے حالات وواقعات کی وجہ سے ہم نے اپنی ذات اور بضاعتِ قلب وذہن وفکر ورائے وقیاس وخیال وگمان اور وہم کو قرآن کے سپرد کر دیا اور اپنی اصلاح وہدایت کا ذمہ دار قرآن کو بنا لیا۔ اور طے کر لیا کہ اس کے وہی معنی ومفاہیم اختیار کریں گے جو اس کے الفاظ کے مادوں اور مصدروں سے برآمد ہوں گے۔ اور معنی کرتے وقت کسی خارجی چیز کا اثر اور دباؤ محسوس نہ کریں گے۔ جو کچھ قرآن کہے اور جس طرح کہے اُس کو اُسی طرح اختیار کریں گے۔ اپنی طرف سے ہرگز کچھ نہ کہیں گے۔ اور جہاں مشکل پیش آئے گی

Presented by Ziaraat.Com

قرآن ہی سے مدد طلب کریں گے۔ جب تک مدد نہ ملے گی اور مشکل حل نہ ہو جائے گی، کچھ نہ کریں گے۔ کسی سے نہ پوچھیں گے نہ خود رائے قائم کریں گے۔ اگر کچھ بگڑتا ہو گا تو بگڑنے دیں گے۔ اور قرآن کو ذمہ دار سمجھیں گے۔ اُسے ہم سے خود بات کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ تو ناطق ہے۔ اس کی زبان لڑکھڑاتی نہیں ہے۔ ہمیں راہ دکھانے اور ہدایت کی طرف بڑھانے کے لئے نور المبین بننا چاہیئے۔

مختصر یہ کہ ہم نے حضرت علی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق قرآن کریم کو اپنا رفیق وجلیس وہم نشین وراہنما بنا کر ہر وقت اس کے پاس رہنا شروع کر دیا (وَ مَا جَالَسَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اَحَدٌ اِلَّا قَامَ عَنْهُ بِزِيَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ) اور فیصلہ کر لیا کہ جب تک ہدایت حاصل نہ کر لیں گے اور جہالت ولاعلمی کم نہ ہو جائے گی نہ اٹھیں گے۔ (زِيَادَةٍ فِيْ هُدًى وَّ نُقْصَانٍ مِنْ عَمًى) اور اُن تمام عقائد واعمال سے بالکل باز رہیں گے جو دین کے نام پر مسلمان علما واجب ولازم کہتے ہیں۔ مثلاً نماز کیوں پڑھیں؟ اور کون سی نماز پڑھیں؟ شیعوں والی یا سُنیوں والی؟ جب کہ ہر قسم کی نماز پڑھنے والوں کا اللہ سے کوئی تعلق ورابطہ نہیں ہے۔ جب کہ وہ تمام اقوام عالم کے، یہود ونصاریٰ اور لادینوں یعنی کیمونسٹوں تک کے سامنے بھکاری اور ہر چیز کے محتاج ہیں؟ اب یہ کام قرآن کا اور قرآن کی صفات بیان کرنے والے کا ہے کہ وہ آگے بڑھیں، ہمیں وہ نماز بتائیں جو اللہ قبول کرکے ہمیں نماز کے متعلق نتائج وانعامات دے۔ ہم میں اور سابقہ نمازیوں میں محسوس ومشہود فرق پیدا کرے۔ اور ہمیں وہ سب کچھ خود بتائیں جو اللہ ہم سے چاہتا ہے۔ ورنہ ہم اُن تمام عبادتوں اور اعمال پر نفرین کرتے رہیں گے جو اسلامی کہلاتے اور بے نتیجہ ثابت ہوتے رہے۔ اور اُن پر عمل کرنے والے ذلت ونکبت ورسوائی کی معراج تک جا پہنچے اور خود اپنی اور ساری دنیا کی نظر میں حقیر وبے مایہ اور بدنام ترین لوگ ہیں۔

چہارم۔ چودہ سو سال کی دین کے نام پر تیار کی ہوئی بے دینی چھوڑتے ہی ہم حقیقی مسلم ودیندار وکامیاب وکامران ثابت ہو گئے

قارئین سُنیں، مانیں یا نہ مانیں، کہ قرآن اور صاحبِ قرآن (اہل الذکرؑ) نے بولنا شروع کر دیا اور وہ سب کچھ دے دیا جس کی ہمیں ضرورت تھی، ہم ہادی اور ہدایت کے حضور میں پہنچ گئے۔ ہمیں ہمارے کرنے کے کام بتائے اور اب تک حقیقی دین سے جدا رہنے پر ہمیں ہماری غلطیاں بتائیں۔ ہم سے پوچھا گیا کہ:

1: جس قوم کو اللہ ورسولؐ نے قرآن جھٹلانے کے لئے معنوی ردوبدل کرنے کا مجرم کہا ہے (فرقان 25/30) اور جسے اللہ ورسولؐ کا دشمن قرار دیا ہے (25/31) تم نے اُس کو اللہ ورسولؐ کا دشمن سمجھنے کے بجائے اُس کا تیار کیا ہوا دین کیوں اختیار کیا؟ 2: اُس کی لکھی ہوئی قرآن کی تفاسیر پر کیوں اعتبار کیا؟ 3: تم نے اس کی پسندیدہ روایات کو رسولؐ کی احادیث کیوں سمجھا؟ 4: کیا تمہارے اس عمل درآمد سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تم بھی اللہ ورسولؐ کو جھوٹا سمجھتے ہو؟ 5: بتاؤ کہ ''قوم'' کسے کہتے ہیں؟ 6: اور رسولؐ کی قوم کون سی تھی اُس کا نام کیا ہے؟ 7: کیا رسولؐ کے بعد اُسی قوم کی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی؟ 8: کیا صدیوں تک قریشی حکومت قائم اور غالب نہیں رہی؟ 9: کیا تم کسی ایسی حکومت کا نام بتا سکتے ہو جو اپنی رعایا کو اپنی مخالفت میں جو چاہے لکھنے اور کہنے کی اجازت دیتی تھی؟ 10: پھر تم نے کس بنیاد پر اُن کتابوں کو صحیح سمجھا جو اس حکومت نے لکھوائی تھیں جو دشمنِ خدا اور رسولؐ تھی؟ 11: کیوں نہ تم نے اُن کی دین داری، روزہ، نماز وغیرہ کو فریب سمجھا؟ 12: اس پورے عمل درآمد کے معنی اس کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ تم نے قرآن کی واضح اور عام فہم آیات پر یقین نہیں کیا؟ اب تم نے قریش کو اور اُن کے پیش کردہ اسلام کو ترک کر دیا اور تمہارے قلب وذہن سے یہ قوم اور اُس کا بزور قائم کردہ احترام جاتا رہا اس لئے اب تم اللہ ورسولؐ کے دشمن کو دشمن اور دوست کو دوست سمجھنے لگے۔ اور یوں تمہارا شمار مومنین اور ہدایت کے حقداروں میں ہو گیا ہے۔ لہٰذا قرآن میں جو کچھ کہا گیا، جس کے لئے کہا گیا اُس پر اسی طرح ایمان لاتے اور مانتے جاؤ بس تم

Presented by Ziaraat.Com

ہدایت یافتہ اور کامیاب ونجات یافتہ ہو جاؤ گے۔

قارئین خود بھی مندرجہ بالا (12) باتوں کا کم از کم اپنے اطمینان کی حد تک جواب تیار رکھیں تاکہ تم اللہ کو یا کسی باز پرس کرنے والے کو صحیح جواب دے سکو۔ اور اُن جرائم سے بچ نکلو جو ہم نے لاشعوری میں ترک کر کے نجات پائی۔

پنجم۔ قرآن کو مہجور کر کے اس کے معنی ومفاہیم کا رُخ موڑنے کی ایک عملی اور ہمہ گیر مثال جس میں شیعہ وسُنی دونوں برابر کے مجرم ہیں

یہ سب کو معلوم ومنظور ہے کہ قرآن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اور رسولؐ نے اپنی قوم کی شکایت اپنی تبلیغی مہم کے دوران تجربہ کے بعد کی تھی۔ یعنی قریش حضورؐ کی موجودگی میں ''قرآن کو'' نزول قرآن کے ساتھ ساتھ مہجور کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں فرمایا تھا کہ:

وَ قَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَھۡجُوۡرًا ٥ (فرقان 25/30)

رفیع الدین: ''اور کہا رسولؐ نے اے رب میرے تحقیق قوم میری نے پکڑا ہے اس قرآن کو چھوڑا ہوا'' (صفحہ 436 فرقان 25/30)

اللہ ورسولؐ اور قرآن کا منشا ومقصد ومعنی کیسے تبدیل کر دیئے گئے؟

اگر قرآن کے الفاظ کا یہ ترجمہ یوں ہی باقی رکھا اور لوگوں تک پہنچایا گیا ہوتا تو قریش نزول قرآن کے زمانہ سے لے کر مجرم رہتے چلے آتے اور اُن کی قرآنی ترجمانی وتفہیم وتفسیر مجرمانہ سمجھی جاتی اور کوئی اُس کا اعتبار نہ کرتا اور اُن کی دینداری ودین سازی فریب ومکر وحکومت کی پالیسی سمجھی جاتی۔ مگر چونکہ وہ مسلمانوں پر حکمران ہو گئے اس لئے قریش کو اس جرم سے بچانے اور قرآن کی تفسیر وترجمانی کو مستند ٹھہرانے کے لئے جو تدبیر کی گئی اُس کی رُو سے اُسی آیت وَقَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَھۡجُوۡرًا ٥ (فرقان 25/30) کا ترجمہ اور مطلب یوں سامنے لایا گیا کہ:

1: مولوی اشرف علی سُنّی ''اور (اُس دن) رسولؐ کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری اس قوم نے اس قرآن کو (جو کہ واجب العمل تھا) بالکل نظر انداز کر رکھا تھا'' (ترجمہ صفحہ 578)

اشرف علی کی تشریح: ''مطلب یہ کہ خود کفار بھی اپنی ضلالت کا اقرار کریں گے۔ اور رسول بھی شہادت دیں گے۔ اور ثبوتِ جرم کی یہی دو صورتیں معتاد ہیں۔ اقرار اور شہادت اور دونوں کے اجتماع سے یہ ثبوت اور بھی موکّد ہو جائے گا۔ اور سزایاب ہوں گے۔'' (صفحہ 578)

یعنی قرآن کو مہجور کرنے کے معنی قرآن کے الفاظ کے معنی بدلنا ہوئے چنانچہ قَالَ کو یقول بنا دیا گیا

مطلب واضح ہے کہ رسولؐ اللہ نے اپنی زندگی میں قریش پر قرآن کو مہجور کرنے کا جرم عائد نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ قیامت میں وہ شکایت کریں گے جو اس آیت (25/30 سورہ فرقان) میں مذکور ہے۔ لہٰذا کوئی ابوبکر وعمر اور دیگر قریش کا دنیا میں اعتبار کیوں نہ کرتا جب کہ رسولؐ نے اپنی زندگی میں یہ شکایت کی ہی نہیں تھی؟ مگر یہ عذر قابل قبول نہیں اس لئے کہ لفظ ''قَالَ'' کے معنی کہے گا نہیں ہوتے۔ بلکہ کہہ چکا ہوتے ہیں۔ ذرا اس آیت (25/30) سے دو آیات پہلے والی آیت (25/27) میں لفظ ''یَقُوۡلُ'' دیکھ کر اسی مولوی کا یا کسی اور مترجم کا ترجمہ دیکھیں تو لکھا ہوا ملے گا ''کہے گا'' معلوم ہوا کہ ماضی کو مستقبل میں بدلا گیا اور قَالَ کے وہ معنی کئے گئے جو یَقُوۡل کے ہوتے ہیں۔ یوں قریشی پالیسی نے رسولؐ کی شکایت کا زمانہ بدل کر اس آیت کو مہجور کیا تھا۔ اور اس وقت بھی مہجور کیا ہوا ہے۔

آیت (25/30) میں مذکور قوم یعنی قریش سے کفار مراد لے کر آیت کا رُخ موڑا گیا ہے

دوسری ترکیب یہ کی گئی ہے کہ اس آیت میں اپنی طرف سے لفظ کفار کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ رسولؐ کی شکایت کا رُخ کفار کی طرف موڑ

Presented by Ziaraat.Com

دیا جائے۔ حالانکہ آیت میں نہ مومنین کا ذکر ہے نہ کافروں کی بات ہے۔ بلکہ ''رسولؐ کی قوم'' (اِنَّ قَـوْمِـیْ) کی شکایت ہوئی ہے خواہ وہ کافر تھے یا مومن تھے سب کے سب پوری قوم مجرم تھی۔ لفظ ''قَوْمِی'' کے معنی صرف ''میری قوم'' ہیں اور اِس میں قوم کے تمام افراد، عورتیں، بچے اور ہر قسم وعمر کے لوگ داخل ہیں۔ آیت کو کافروں یا مومنوں یا کسی خاص زمانے کے لوگوں سے مخصوص کرنے کے لئے یا تو اس آیت میں یا کسی اور آیت میں اللہ کا بیان ہونا چاہیے۔ چونکہ آیت تمام قریشیوں کو مجرم قرار دیتی ہے اس لئے ضروری ہوا کہ قوم کے لیڈر خود کو بچانے کے لئے ہیرا پھیری کر کے آیت (25/30) کو مہجور کریں۔ لہٰذا مجرم کی بات اُس کے حق میں قابل قبول نہیں ہے۔ قرآن نے قوم کو مجرم قرار دیا ہے (25/30-31) اس لئے قرآن کی ایسی آیت پیش کرنا لازم ہے جس میں اس قوم سے اس جرم کو الگ کیا گیا ہو یا قوم قریش کی معافی کا بیان ہو۔

حیاتِ رسولؐ کے جرم کو اور قول رسولؐ کو قیامت تک ملتوی کرنا اگلی آیت سے باطل ہو جاتا ہے

مترجمین اور قریش کا جرم آیت (25/30) کے معنی بدلتے ہی ثابت ہو گیا۔ اس لئے کہ اُن کا جرم ہی یہ بتایا گیا ہے کہ ''میری قوم نے اس قرآن کے معنی تبدیل کر کے اپنے حق میں ڈھال لیا ہے۔'' (25/30) پھر اگلی آیت میں اللہ نے رسولؐ کی اس شکایت پر قریشی قوم کو رسولؐ کا دشمن اور مجرم فرمایا ہے اور حضورؐ کی مدد و نصرت و راہنمائی کا ذمہ لیا ہے (25/31) اگر یہ شکایت صرف قیامت میں کی ہوتی تو اب نہ کسی نصرت کی ضرورت رہے گی نہ قریش کے خلاف راہنمائی کی حاجت ہوگی۔ اس لئے کہ قیامت میں قریش مومن تھے تب، کافر تھے تب اور منافق و مرتد تھے اور سب کچھ تھے تب، جہنم واصل کر دیئے جائیں گے۔ لہٰذا جرم عہد رسولؐ میں ثابت ہے۔ شکایت حیات رسولؐ میں کی گئی تھی۔ اور قریش قرآن و رسولؐ کے دشمن تھے اور بس۔

ششم۔ آیت کے معنی اور زمانہ بدلنے میں تسلسل اور مخالف و موالف یعنی شیعہ و سُنی علما کا ہمنوا رہنا جاہل عوام کے لئے کافی ہو گیا

ساری دنیا جانتی ہے کہ شیعہ علما بھی قریش کے اس فریب میں مبتلا ہوئے ہیں کہ (معاذ اللہ) خود رسولؐ اللہ اور علیؑ و ابوطالبؑ یعنی خانوادہ رسولؐ بھی قریش ہی تھے۔ اس لئے شیعہ علما نے بھی لفظ ''قوم'' سے قوم کے بجائے چند لوگ مراد لئے اور یوں خلفائے قریش سے جرم کو ساقط کرنے کے لئے وہی ترجمہ اور مفہوم عوام کے سامنے رکھا جو قریشی پالیسی نے گھڑ کر دیا تھا۔ لہٰذا شیعہ مجتہدین اور اُن کے شیعہ مقلدین بظاہر خلفائے ثلاثہ پر لعنت بھیجتے رہے لیکن بباطن اُن کے برحق ہونے کی بالواسطہ تصدیق کرتے رہے۔ اس سلسلے میں چند اور سُنی شیعہ ترجمے پیش کئے جاتے ہیں جو سب کے سب یک زباں ہو کر قَالَ (وہ کہہ چکا) کے معنی ''وہ کہے گا'' کرتے ہیں۔ اور شکایت کا موقع قیامت کا دن بتاتے ہیں۔ شیعہ حضرات خاص طور پر اپنے مترجمین کا حال نوٹ کریں۔

2: مولوی فتح محمد جالندھری۔ سُنی: ''اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔'' (صفحہ 492)

فتح محمد کی تشریح: اس ترجمہ کے بعد مولانا نے یہ وضاحت کی ہے کہ:

''جناب رسالتمآبؐ قیامت کے روز خدا سے شکایت کریں گے کہ میرے پروردگار میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا'' چھوڑ دینے کی کئی صورتیں ہیں۔ 1: اس کو نہ ماننا اور اُس پر ایمان نہ لانا بھی چھوڑ دینا ہے۔ 2: اس میں غور نہ کرنا اور سوچ سمجھ کر نہ پڑھنا بھی چھوڑ دینا ہے۔ 3: اس کے اوامر (احکام) کا بجا نہ لانا اور منہیات سے اجتناب نہ کرنا بھی چھوڑ دینا ہے۔ 4: قرآن کی پرواہ نہ کر کے دوسری چیزوں جیسے بیہودہ ناولوں، دیوانوں، لغو

Presented by Ziaraat.Com

باتوں، کھیل تماشوں راگ ورنگ میں مصروف ہونا بھی چھوڑ دینا ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل کے مسلمان قرآن کی طرف سے نہایت غافل ہو رہے ہیں۔ اس کے پڑھنے، سوچنے، سمجھنے اور ہدایات سے مستفید ہونے کی طرف توجہ نہیں کرتے اور یہ کھلم کھلا ترک قرآن مجید ہے۔'' (صفحہ 492)

1: امداد حسین کاظمی شیعہ ''اور رسولؐ عرض کریگا کہ اَے میرے پروردگار بے شک میری قوم نے اس قرآن کو بالکل متروک ٹھہرالیا۔'' (صفحہ 433)

2: مقبول احمد شیعہ ''اور رسولؐ (اُس وقت) یہ فرمائیں گے کہ اَے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن (قرآنِ ناطق) کو بالکل چھوڑ دیا تھا۔'' (صفحہ 578)

مقبول احمد کی تشریح۔ ''یہ پوری آیت جناب رسولؐ خدا کا ''عرضی دعویٰ'' ہے۔ پس مدعا علیہم اسے خوب غور سے پڑھ لیں اور تاریخ پیشی کے آنے سے پہلے اپنی اپنی فکر کرلیں۔ لفظ مہجور یا ہجر ھائے مقصورہ سے ہے جس کے معنی چھوڑ دینا ''یا ترک کر دینا'' ہے یا ہجر ھائے مفتوحہ سے ہے۔ جس کے معنی ہذیان بکنا یا بکواس کے ہیں۔ برطبقِ اول معنی یہ ہیں۔

''کہ اَے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن (یعنی میری آل قرآن ناطق) کو چھوڑ دیا تھا۔'' اور برطبق ثانی مطلب یہ ہے کہ:

''میری قوم نے اس قرآن کو بکواس قرار دے لیا تھا۔ کہ باءِ بسم اللہ سے سین ناس تک پڑھ گئے مگر خدا اُن کا ستیاناس کرے جو ایک حرف بھی سمجھے ہوں کہ تیری غرض اس کے نازل کرنے سے کیا تھی۔'' (صفحہ 578)

شیعہ تراجم پر چند جملے یعنی وہ شیعہ نہیں ہیں

یہ ہے وہ کمال جو قریشی پالیسی اور عملدرآمد نے کیا تھا۔ قارئین غور فرمائیں کہ مولوی مقبول احمد کے ہر لفظ سے خلفائے ثلاثہ ہی سے نہیں بلکہ تمام اہل سنت والجماعت سے دشمنی اور بغض ٹپک رہا ہے۔ اور اُنہوں نے بریکٹ لگا کر اپنے خیال میں آل محمدؑ اور علیؑ سے عقیدت و دوستی کا ثبوت بھی دیا ہے۔

مگر تائید اُسی پالیسی کی کی ہے جو خلفائے ثلاثہ یا قریش نے بڑے تدبر اور محنت سے نافذ کی تھی۔ یعنی

1: قریش نے اس سطروں میں لکھے ہوئے قرآن کو نہ چھوڑا اور نہ مہجور کیا نہ ہذیان بتایا نہ بکواس قرار دیا۔ بلکہ رسولؐ کی شکایت کا مطلب یہ ہے کہ قریش نے علیؑ و آل محمدؑ کو چھوڑے رکھا۔ یعنی قریش بہرحال قرآن کو چھوڑنے کے مجرم نہ تھے۔ یہی مقصد تھا قریش کا۔ جو حاصل ہو گیا۔

2: اور یہ بھی کہ دنیا میں رسولؐ اللہ نے اللہ سے نہ علیؑ و آل محمدؑ کو چھوڑنے کی شکایت کی تھی نہ قرآن کو ترک کرنے کی شکایت کی تھی بلکہ وہ جنابؐ قیامت میں یہ شکوہ کریں گے۔

یعنی مقبول احمد اور امداد حسین نے بھی قال کو یقول بنا کر ''کہہ چکا'' کی جگہ ''کہے گا'' معنی کئے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان دونوں شیعہ مترجمین کے نزدیک اللہ نے قرآن میں قریش کو نہ دشمن رسولؐ قرار دیا (25/31) نہ انہیں قرآن کریم میں گڑبڑ کرنے والا فرمایا لہٰذا مسلمانوں کو قریش پر کوئی شک وشبہ نہ ہونا چاہئے اور نہ اُن کی قرآنی ترجمانی وتفسیر کو یکسر رد کرنا چاہئے۔ بلکہ جو بات صحیح ہواُسے قبول کرنا چاہئے اور جو غلط ہواُسے رد کرنا چاہئے۔ یعنی شیعہ علمائے قریش کو اسلام وقرآن کے میدان میں ڈٹے رہنے کا موقع فراہم کیا۔ حالانکہ قرآن کی یہ دونوں آیات (25/30-31) انہیں قیامت تک اسلامی اور قرآنی میدان سے خارج کرتی ہیں۔ اور انہیں قرآن ورسولؐ کا مستقل دشمن کہتی چلی آئی ہیں۔ لہٰذا یہ شیعہ لیبل کے علماء درحقیقت شیعہ نہیں بلکہ قریشی علماء ہیں جو اپنے لیبل کی وجہ سے شیعوں کو گمراہ رکھنے کے ذمہ دار ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

لفظ مہجور کے معنی کر کے بھی ان علما نے جہالت کا ثبوت دیا ہے

ہجر و مہجور و ہجرت اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مہاجر بھی ترک وطن کرتا ہے مگر وہ تارک الوطن نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ مہاجر خوشی اور آزادی سے وطن نہیں چھوڑتا۔ اُسے حالات مجبور کرتے ہیں۔ مستقبل کو تاریک ہو جانے سے بچانے کے لئے ہجرت کی جاتی ہے اس لئے مہاجر ترک وطن پر مغموم ہوتا ہے۔ اور جس وطن کو یا جن لوگوں کو چھوڑ کر جاتا ہے وہ سب مہجور کہلاتے ہیں۔ اور انہیں بھی مہاجر کی ہجرت پر دکھ و رنج ہوتا ہے۔ لہٰذا مہجور کے معنی متروک نہیں ہوتے۔ متروک خوشی اور آزادی سے بُری سمجھ کر چھوڑی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ لہٰذا رسوؐل کی شکایت میں قرآن کو ترک کر دینا یا قرآن کو چھوڑ نا نہیں ہیں۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ قریش نے قرآن کو ایک منٹ کے لئے بھی نہ ترک کیا نہ چھوڑا۔ وہ قرآن کو حفظ کرتے رہے۔ پڑھتے پڑھاتے رہے۔ تفسیریں لکھیں۔ نصاب تعلیم میں لازم رکھا۔ یعنی برابر قرآن سے لپٹے رہے۔ قرآن سے روپیہ کماتے رہے۔ قرآن کی دُہائی دے کر جان بچاتے رہے۔ اس کے باوجود انہوں نے قرآن کو روز اول سے مہجور رکھا۔ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ آپ نے دیکھا تھا انہوں نے لکھا تھا کہ ''پکڑا ہے قرآن کو چھوڑا ہوا'' یعنی قرآن کو اس طرح قابو میں کیا ہے کہ چھوڑا ہوا بھی رہے اور پکڑا ہوا بھی یعنی انہوں نے راہنمائی حاصل کرنے کے لئے اس قرآن سے ایسے راہنما کی طرف ہجرت کی ہے جو قرآن کی بہترین تنفیذ سکھاتا ہے۔ اور وہ بہترین راہنما قومی مجتہد واجتہاد تھا۔ یعنی قرآن کا وہ مطلب اختیار کیا جائے گا جو قومی مجتہد بیان کرے گا چنانچہ سربراہ قریش نے یہ حکم نافذ کر دیا تھا کہ:

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ...... الخ (مائدہ 5/41)

<u>مودودی ترجمہ</u>: ''لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مانو نہیں تو نہ مانو۔''

<u>مودودی تشریح</u>:''66 یعنی جاہل عوام سے کہتے ہیں کہ جو حکم ہم بتا رہے ہیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی حکم تمہیں دیں تو اُسے قبول کرنا ورنہ رد کر دینا۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 470)

ہماری دو باتیں 1: مودودی نے خیانت کی اور 2: اصل حقیقت کو چھپالیا ہے

قارئین فی الحال علامہ کی وہ بات نوٹ کریں جو ہمیں بھی عرض کرنا ہے۔ یعنی رسوؐل کے مقابلہ پر کچھ ایسے لیڈر یا راہنما موجود ہیں جن کا حکم مانا جاتا ہے۔ اور جس طرح وہ حکم دیں اُسی طرح مانا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ کبھی کبھی اُن کا حکم اور رسوؐل کا حکم ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی وہ راہنما بھی اسلام ہی کی تعلیم اور احکام دیتے ہیں اور وہ بھی مسلمان ہیں اور اُن کے احکام کی تعمیل کرنے والے بھی مسلمان ہیں۔ اور یہ بھی ماننا ہو گا کہ اُن کے اور رسوؐل کے اسلامی احکامات میں کبھی کبھی اختلاف بھی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ راہنما یہ نہیں چاہتے کہ مسلمان کسی ایسے حکم پر عمل کریں جو اُن کے حکم سے مختلف ہو۔ اس لئے وہ مسلمانوں کو رسوؐل اللہ کے اُن احکام پر عمل کرنے سے روکتے ہیں جو اُن کی بصیرت کے خلاف ہو۔ اس صورتِ حال سے یہ ثابت ہے کہ وہ راہنما رسوؐل کے مقابلے میں مسلمانوں کو زیادہ پسند ہیں۔

اب یہ دیکھئے کہ مودودی نے اُن مخصوص راہنماؤں کے احکام کی تعمیل کرنے والوں کو اپنی رائے اور قیاس سے جاہل بھی کہا ہے اور عوام بھی لکھ دیا ہے۔ حالانکہ آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں۔ یعنی علامہ کے نزدیک قرآن کے مفہوم میں تبدیلی جائز ہے۔ پھر انہوں نے ترجمہ میں لکھا ہے کہ: ''نہیں تو نہیں مانو'' اور تشریح میں لکھا ہے کہ: ''ورنہ رد کر دینا''

قارئین آیت کو دیکھیں اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس کے معنی ''نہ ماننا'' یا ''رد کر دینا'' کئے جا سکیں۔ اور ایسا حکم عقل مند مدّ مقابل

Presented by Ziaraat.Com

راہنمانہیں دے سکتے اس لئے کہ پھر تو مسلمانوں میں دو مخالف گروہوں کا راز کھل جائے گا۔ اور رسوؐل کے حکم کو رد کرنے یا نہ ماننے والوں پر منکر ہونے کا فتویٰ لگ جائے گا جو مذکورہ راہنماؤں کی پالیسی کے خلاف ہوگا۔ اس لئے انہوں نے بڑے محتاط الفاظ میں یہ حکم دیا ہے کہ: ''اگر رسوؐل تمہیں ایسا حکم دیں جو ہمارے بتائے ہوئے حکم کے خلاف ہو تم ترکیب سے بچ نکلا کرو (فَاحْذَرُوْا) حذر کرنے کے معنی ''خوفزدہ رہتے ہوئے بچنا'' چنانچہ الفاظ ''اَلْحَذَرْ اور اَلْاَمَانْ'' اردو لکھے پڑھے لوگ بھی بولتے ہیں۔ بہر حال وہ مخصوص راہنما اپنے مطیع لوگوں کو مسلمانوں میں گھلا ملا رکھنا اور اپنے طرزِ تعلیم و تفہیم پر عمل پیرا رکھنا چاہتے ہیں۔ رسوؐل کے مقابلے میں ڈٹ کر مخالفت کرنا انہیں پسند نہیں ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ راہنما بھی اسلامی تعلیمات دے رہے ہیں اور رسوؐل بھی یہی کام کر رہے ہیں اور وہ راہنما وہی لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کے مفاہیم کو اپنے اجتہاد و بصیرت سے تیار کر کے پھیلا دیا ہے۔ اُن کا گروہ پہلے سے جانتا ہے کہ ہمارے راہنماؤں کا فلاں مسئلے میں کیا حکم ہے اور منتظر رہتا ہے کہ رسوؐل اس مسئلے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ اسی صورتِ حال نے جب حدود پار کرلیں تو رسوؐل اللہ نے اللہ سے شکایت کی تھی کہ میری قوم نے اس قرآن کے مفاہیم کو اُلٹ پلٹ کر کے پھیلا دیا ہے۔ یعنی قرآن کو مجبور کر دیا ہے اور اللہ نے جواب میں قریش کو رسوؐل کا دشمن اور مجرم قرار دیا اور نصرت اور راہنمائی کا وعدہ کیا۔ (25/30-31)

<u>ہفتم۔ رسوؐل کا مدمقابل شریعت ساز ادارہ، قریش کو نیا اسلام، نئی شریعت اور حکومت بنا کر دینے والا قرآن میں طاغوت کہلاتا ہے</u>

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عمر وہ راہنما تھا جس نے تمام سابقہ اقوام اور حکومتوں کے قوانین و قواعد کی خود اقتداء اور پیروی کی اور مملکت میں پبلک سے اُن قوانین و قواعد کی اتباع اور پیروی کرائی اور اس طرح حدیثِ رسوؐل کو صحیح ثابت کیا۔ عمر اور دیگر خلفائے قریش نے اس عملدرآمد سے قرآن کے اس دعویٰ کو جھوٹا اور باطل ثابت کر دیا کہ:

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (یوسف 12/111)

<u>مودودی ترجمہ</u>: ''یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں اُن ہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 438)

اُن کے عمل درآمد سے لوگوں کو یقین ہوگیا کہ قرآن میں ہر چیز کی ہرگز تفصیل نہیں ہے اور یہ کہ یہ ایک بناوٹی بات تھی۔ اگر تفصیلات ہوتیں تو عمر، یہود و مجوس و نصاریٰ کی سنت کو کیوں اختیار کرتا؟ یعنی عمر اینڈ کمپنی نے جہاں مندرجہ بالا دعویٰ کو جھوٹا ثابت کیا ہے وہیں قرآن کے اس بیان کی تصدیق کر دی کہ: وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ ......الخ (انعام 6/66) ''تیری قوم نے قرآن کو جھوٹا ثابت کر دیا حالانکہ وہ مکمل حق ہے۔''

<u>قرآن اور رسوؐل کے احکام ناکافی تھے اس لئے طاغوت سے تفصیل درکار تھی</u>

عمر اور اس کی قوم سے یہ اپیل کی گئی تھی کہ:

''اے مومنین تم اللہ کی اطاعت کیا کرو اور تم رسوؐل کی اطاعت کیا کرو اور اللہ و رسوؐل جس کو تم پر حاکم بنائیں اُن کی اطاعت کیا کرو اور اگر کسی معاملہ میں تم میں تنازعہ پیدا ہو جایا کرے تو اُس معاملہ کو خود طے نہ کر لیا کرو بلکہ اس کو فیصلے کے لئے اللہ اور رسوؐل کی خدمت میں پیش کیا کرو یہ طریقہ اور تاویل بہترین ہے اگر تم اللہ پر اور آخرت کے مواخذہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس تاویل پر عمل کیا کرو (نساء 4/59) اے رسوؐل کیا آپؐ نے اُن مومنین کو نوٹ نہیں کیا جن کا اعلان اور دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ مومنین یقیناً اُس تمام سامان پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو تم پر

Presented by Ziaraat.Com

نازل ہوا ہے اور اُن کتابوں پر بھی وہ ایمان رکھتے ہیں جو تجھ سے پہلے نازل ہو چکی ہیں۔ مگر اُس دوہرے دوہرے ایمان کے باوجود اُن کا ارادہ وتہیہ یہ ہے کہ احکام اور فیصلوں کے لئے وہ طاغوت کو حاکم مانیں گے۔ حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا جا چکا ہے جسے انہوں نے مانا نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ شیطان نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ انہیں گمراہی کی تمام حدود پار کرا کے چھوڑے گا۔'' (نساء 4/60)

ان دونوں آیات کی عربی قرآن میں خود دیکھیں اور قریش کے متعلق ہمارے بیان کو سامنے رکھیں تو آپ کے سامنے ایک ایسی قوم آ کھڑی ہوگی جو مومن ہے مگر اللہ ورسولؐ کی اطاعت اپنے خود فہمیدہ طریقے پر کرتی ہے اور اس اطاعت کا معیار اور حدود اُن کے قومی سربراہ نے طے کر دی ہیں اور یہ بتا دیا ہے کہ قوم نے رسولؐ کے احکام میں سے کس قسم کے احکام کی تعمیل کرنا ہے اور کون سے احکام کا انکار کئے بغیر رد کرنا ہے۔ اس آخری آیت (4/60) میں لفظ اَلشَّیۡطَان آیا ہے یعنی ایک خاص شیطان مطلوب ہے۔ جس کو اس قوم پر یقین ہو کہ اس کے ہر حکم کی تعمیل ضرور ہوگی اس یقین پر اس شیطان نے اس قوم کو حدود فراموش بنانے کا ارادہ کر رکھا ہے اور یقیناً یہ شیطان وہی ہے جسے اُس کے یار نے شیطان کہا تھا جو اس پر غالب رہتا تھا اور وہ کہنے والا ابوبکر تھا اور جس نے اُس سے رسولؐ کا راستہ چھڑایا تھا وہ عمر تھا جس نے نیا دین بنایا، نئی شریعت تیار کی اور قرآن کو جھوٹا ثابت کیا سابقہ اقوام کی قدم بقدم اقتداء اور پیروی کی اور قرآن کو مہجور کرا کے چھوڑا۔

(16-ط) رسولؐ کی قوم قریش نے رسولؐ کے اقتدار وحکومت پر قبضہ کے لئے قرآن کو مہجور کیا اور اللہ کی نظر میں مردود ہو کر رہ گئی

قریش کی تمام اسکیمیں، منصوبے اور نقل وحرکت قرآن میں اس حُسن کے ساتھ بیان کر دیئے گئے کہ خود قریش کو محسوس نہ ہوا کہ ہماری مذمت کی جارہی ہے یا ہمارا راز کھولا گیا ہے۔ لیکن اہل قرآن علیہم السلام سے کوئی بات پوشیدہ نہ تھی نہ ہوسکتی تھی۔ اس لئے قریش کا قرآن کے معنی و مفاہیم کا بدلنا بے کار و بے نتیجہ ہوتا چلا گیا۔ اور صاحبانِ قرآن علیہم السلام سے وابستہ لوگ قریش کو ہر رنگ ولباس میں پہچانتے رہے اور جب ضرورت ہوئی قریش کو اُن کی برہنہ اور مجرمانہ تصویر دکھاتے رہے اور جن چیزوں کا قریشی راہنماؤں کو وہم وخیال بھی نہ تھا وہ چیزیں انہیں خود اُن کے تیار کردہ قرآنی ریکارڈ سے تفصیل کے ساتھ دکھاتے رہے۔ یوں قریشی راہنما اور علما مجبور ہو کر اپنے مذہبی ڈھانچے کی مرمت اور اصلاح میں لگے رہے اس اصلاح اور مرمت کا نتیجہ بھی قریش کے خلاف نکلا یعنی اُن کا ہر اصلاح یافتہ مذہبی ڈھانچہ پہلے ڈھانچے سے مختلف ہوتا چلا گیا۔ یعنی اُن کا مذہب متخالف ومتضاد فرقوں میں بٹتا اور منتشر ہوتا چلا گیا اور آج حالت یہ ہے کہ اُن کا ہر فرقہ اپنے سوا باقی تمام فرقوں کو گمراہ اور جہنمی کہہ کر قریشی پالیسی کی شکست وریخت کا اعلان کرتا ہے اور قرآن اور صاحبانِ قرآن کے رویے کے برحق ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ قریش کے اختیار کردہ اسلام کی پوزیشن اللہ نے طرح طرح سے بیان کی ہے۔ جسے قارئین برابر دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ یہاں یہ دیکھئے کہ قریش نے یہ فیصلہ بھی کر رکھا تھا کہ رسولؐ اللہ اور حقیقی مسلمانوں میں گھُلے ملے رہو مگر تیغ بکف یا مال بدست رہ کر رسولؐ کی حقیقی نصرت کبھی نہ کرو ٹالتے رہو، بہانے تیار رکھو اور منہ کھول کر مخالفت نہ کرو۔ اس پالیسی پر عمل کرنے سے وہ عوام میں اپنے حقیقی مومن ہونے کا یقین تو پیدا کر سکے مگر وہ اللہ ورسولؐ کو دھوکا کیسے دے سکتے تھے؟ لہٰذا قرآن نے نہ صرف اس پالیسی کا ریکارڈ قرآن میں محفوظ کر دیا اور لکھ دیا کہ قریشیوں نے نہ کبھی تلوار سے اسلام کی نصرت کی نہ اسلام کے فروغ میں مال صرف کیا۔ لہٰذا آج بھی ہم انہیں روک کر مندرجہ ذیل آیات سے اُن کی فداکاری اور مالی مدد کے افسانوں کی دھجیاں بکھیر سکتے ہیں اور انہیں بتا سکتے ہیں کہ اللہ ورسولؐ نے تمہیں ملتِ اسلام سے خارج کرنے کی دھمکیاں بھی دی ہیں اور قریش کے بدلے میں ایک اور قوم کو اُن کی جگہ لانے کا اعلان یوں کیا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَکُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیۡلٌ ○ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا وَّ یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ وَ لَا تَضُرُّوۡہُ شَیۡئًا وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ○ اِلَّا تَنۡصُرُوۡہُ فَقَدۡ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذۡ اَخۡرَجَہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ھُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡھَا وَ جَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا السُّفۡلٰی وَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الۡعُلۡیَا وَ اللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ○ (سورہ توبہ 9/38-40)

''اے مومنین! تمہاری کون سی مصلحت آڑے آ رہی ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ جب بھی تم سے کہا گیا کہ تم اللہ کی راہ میں مسلح ہو کر نکلو تو تم نے ہمارے اس حکم کو بہت ثقیل سمجھا اور زمین گیری اختیار کر لی کیا تم آخرت کی نجات کے بدلے میں دنیاوی زندگی پر راضی اور متفق ہو گئے ہو؟ سُنو کہ آخرت کی نجات کے مقابلے میں دنیا کا سارا مال و متاع بہت حقیر اور کم ہوتا ہے۔ اگر تم جنگ کے لئے اب بھی نہ نکلے تو تمہیں دردناک عذاب کی سزا دی جائے گی۔ اور تمہارے بدلے میں تمہاری جگہ ایک دوسری قوم لائی جائے گی۔ اور تم اُس کا کوئی بھی نقصان نہ کر سکو گے۔ یعنی تمہاری پوری قوم کے نکال دینے سے کوئی نقصان نہ ہو جائے گا۔ یہ سمجھ لو کہ تمہیں نکال دینا اور دوسری قوم کا لانا ہی نہیں بلکہ اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔ اگر تم اس کی مدد نہیں کرتے اور آئندہ بھی اس کی مدد نہ کرو گے (مضارع) تو کوئی پرواہ نہیں ہے اس لئے کہ اللہ نے تو اُس کی مدد اس وقت بھی کی تھی جب اُسے حق کو چھپانے والے لوگوں نے بے یار و مددگار کر کے مکہ سے نکال دیا تھا۔ اور وہ غار میں دو میں کا دوسرا تھا۔ اور اپنے صحابی سے کہہ رہا تھا کہ غمگین نہ ہو اللہ ہم دونوں کے یہاں بھی ساتھ ہے۔ چنانچہ ہم نے رسولؐ کی مدد کے لئے ایسی فوجیں بھیج دی تھیں جنہیں تم دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ اور اُس پر سکینہ بھی نازل کیا تھا۔ اور یوں حق پوشوں کی بات کو اللہ نے مٹی میں ملا دیا اور یوں اللہ کا کلمہ بلند تر ہوتا رہتا ہے۔ اور اللہ تو عزت و حکمت کا مالک ہے۔''

(16-ی) قریش نے رسولؐ کی مالی و جانی نصرت نہیں کی پوری قوم کو بدلنے سے نقصان نہ ہونا، قریش کا جہنمی ہونا؛ ابوبکر کی ہجرت اور نصرت کی نفی

قارئین کرام اِن تین آیات (9/38-40) میں قریش کی چند اہم ترین اور بنیادی حیثیتوں کی نفی کر دی گئی ہے۔ چنانچہ آپ ان آیات کے الفاظ کو ترجمے کے ساتھ ساتھ دیکھتے چلیں اور خود بھی وہ فیصلے کریں جو اللہ نے ریکارڈ کئے ہیں۔ دیکھئے: پہلا فیصلہ کہ قریش نے کبھی اور کسی مقدار میں اسلام اور رسولؐ کی نہ مال سے مدد کی نہ جان سے نصرت کی۔ یہ فیصلہ ایک لفظ ''اِذَا قِیۡلَ'' سے کیا گیا ہے۔ یعنی جب بھی قریش سے جنگ کے لئے کہا گیا تو انہوں نے زمین گیری اختیار کر لی یعنی بیٹھے رہنا، ساتھ ساتھ رہنا مگر تلوار نہ چلانا اُن کا عمل رہا۔ پھر اُن پر دنیا کے مال و اسباب اور سامانِ حیات سے مستقل وابستگی کا الزام عائد کیا۔ یعنی وہ مال و دولت اور زندگی کو اتنا عزیز سمجھتے تھے کہ انہیں آخرت اور نجات کی بھی فکر نہ تھی۔ لہٰذا مالی نصرت نہیں کی اور اسی سے دوسرا فیصلہ بھی ہو گیا یعنی انہیں نجات درکار نہیں چنانچہ وہ آخرت سے محروم ہوئے اور انہیں اسی بنا پر دردناک عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ تیسرا فیصلہ پہلے فیصلے کی تائید بھی کرتا ہے۔ یعنی اُنہوں نے کسی قسم کی اور کسی مقدار میں رسولؐ کی نصرت نہیں کی۔ اس کے لئے مضارع کے صیغے سے نفی کی ہے کہ ''اِنۡ لَّا (اِلَّا) تَنۡصُرُوۡہُ'' ''اگر تم اس کی مدد نہیں کرتے اور آئندہ بھی نہ کرو گے۔''

چوتھا فیصلہ یہ ہے کہ ابوبکر ہجرت میں بھی رسولؐ کا ساتھی نہیں۔ وہ رسولؐ کا ناصر و مددگار بھی نہیں ہے۔ وہ کفار کا نکالا ہوا ہجرت نہیں کر رہا ہے اور اُس کا یہ ایمان بھی نہیں ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ اور اس پر یقین نہیں رکھتا کہ اللہ اپنے رسولؐ کی اس غار میں مدد کر سکتا ہے اور ضرور مدد

Presented by Ziaraat.Com

کرے گا۔ اس فیصلے کو اس طرح سمجھئے کہ اللہ قریش کو ایک ایسا موقعہ بتانا چاہتا ہے جب رسوؐل اللہ کا نہ کوئی مددگار پاس تھا نہ کہیں دور سے مدد کی توقع تھی۔ اس سلسلے میں غار کا اور غار میں جو صحابی تھا اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور اس موقعہ پر اپنی مدد کا ثبوت دیا ہے۔ لہٰذا یہ بات خود بخود ثابت ہوگئی کہ ابوبکر غار میں رسوؐل کا مددگار نہ تھا اور رسوؐل اس کی موجودگی میں بھی مدد کے ضرورت مند تھے۔ اور اللہ نے اُن کی مدد کی تھی۔ اور چونکہ اُس موقعہ پر اللہ نے اپنی مدد کو لفظ ''اَیَّدَہٗ'' سے ظاہر فرمایا ہے اور ''اَیَّدَہٗ'' میں واحد کی ضمیر استعمال کر کے ابوبکر کے موجود ہوتے ہوئے اپنی مدد سے خارج کر دیا ہے۔ ورنہ اگر ابوبکر کی مدد بھی کی گئی ہوتی تو لفظ ''اَیَّدَھُمَا'' فرمایا جاتا۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوگیا کہ غار میں ابوبکر کو کوئی خطرہ نہ تھا نہ مدد کی ضرورت تھی۔ اور یہ بہت بُری بات تھی۔ یعنی اگر گرفتار کرنے والے آجاتے تو ابوبکر ان کا اپنا آدمی تھا اسے گرفتار نہ کرتے بلکہ احسان مند ہوتے کہ ابوبکر نے گرفتاری میں مدد کی ہے۔ غالباً لَا تَحْزَنْ ڈانٹ کر کہا گیا تھا۔ یعنی خبردار شور نہ کرنا ورنہ گلا گھونٹ دوں گا۔ یاد رکھ یہاں اللہ ہمارے پاس ہی ہے کہیں دُور نہیں۔ اور وہ ڈر کر خاموش ہوگیا ہوگا۔ پھر ایسی ہی صورت لفظ ''اَخْرَجَہٗ'' سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی دشمنوں نے تنہا رسوؐل کو نکالا تھا۔ اگر ابوبکر کو بھی نکالا ہوتا تو یہاں لفظ ''اَخْرَجَھُمَا'' چاہیئے تھا تو یہ بات طے ہو جاتی کہ دشمنوں نے رسوؐل کو مع ابوبکر نکالا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ابوبکر کو نہ تو دشمنوں نے نکالا نہ وہ رسوؐل کے ساتھ نکلا۔ لہٰذا پھر تائید ہوئی کہ ابوبکر دشمنوں کا اپنا آدمی تھا جو کسی ترکیب سے غار میں ساتھ تھا۔ لہٰذا ابوبکر کی نصرت کے ساتھ ساتھ ہجرت اور ہمدردانہ معیت بھی ختم ہو کر رہ گئی۔ اور یہی شخص اُس قوم کا بنائے جانے والا پہلا خلیفہ تھا۔ قارئین نوٹ کریں کہ ان تین آیات (9/38-40) نے قریشی حکومت کا؛ قریشی حکومتوں کے تیار کرائے ہوئے سینکڑوں افسانوں کا اور خود قوم قریش کا ستیاناس کر کے رکھ دیا ہے۔ اور ان میں آخری آیت (9/40) پر چودہ سو سال سے قریشی علما فخر کرتے اور شیعہ علما کو تنگ پکڑتے آئے ہیں۔ انہیں پاس بٹھا کر ہمارا یہ عنوان (**16**۔ی۔ک) سنایئے اور مزاج پرسی کیجئے۔

<u>(**16**۔ک) کنجوسی میں بھی یہودیوں کو خواہ مخواہ بدنام کیا ہے۔ قریش کا باقی بداخلاقیوں کے ساتھ ساتھ کنجوسی میں بھی پہلا نمبر ہے۔ ملت سے اخراج کی دھمکی:</u> اب ہم آپ کو پھر دکھاتے ہیں کہ قریش کو اُن کی ناہنجاری سے باز رکھنے کے لئے طرح طرح اور بار بار ملت سے خارج کرنے کی دھمکی دی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا تھا کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ O اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ O فَلَا تَھِنُوْا وَ تَدْعُوْٓا اِلَی السَّلْمِ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰہُ مَعَکُمْ وَ لَنْ یَّتِرَکُمْ اَعْمَالَکُمْ O اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ وَلَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ O اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَکُمْ O ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَمِنْکُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ وَ اللّٰہُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ O (محمدؐ 47/33-38)

''اے مومنین تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسوؐل کی اطاعت کرو اور اطاعت نہ کر کے اپنے اعمال باطل نہ کر لیا کرو۔ یقیناً جن لوگوں نے حق کو چھپایا اور خدا کے طریقہ سے لوگوں کو باز رکھا اور حق پوشی کرتے کرتے مر گئے اُن کو تو اللہ نہ بخشے گا۔ چنانچہ تم کمزوری اور بوداپن نہ دکھاؤ۔ اور دشمنوں سے بلا اجازت صلح کی بھیک نہ مانگو تو تم ہی غالب رہنے والے ہو۔ اللہ تمہارے بھی ساتھ ہے اور تمہارے اعمال کو وہ ہرگز ضائع

Presented by Ziaraat.Com

نہ کرے گا۔ یہ دنیا کی زندگی تو کھیل اور تماشہ ہے۔اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرلو تو اللہ تمہیں تمہارے اجر دے گا اور تم سے تمہاری دولت نہ مانگے گا۔اس لئے کہ اگر کہیں اللہ تم سے تمہاری دولت مانگ لے اور ساری مانگ لے تو تم بُخل (کنجوسی) کروگے۔اور ایسا کرکے وہ تمہارا چھپا ہوا کھوٹ ظاہر کردے گا۔اَرے تم وہی لوگ تو ہو جن کو اللہ کی راہ میں مال دینے کی دعوت دی جارہی ہے اور تم کنجوسی کرتے جارہے ہو۔ بہرحال جو کنجوسی کرتا ہے وہ خود اپنی ذات سے کنجوسی کرتا ہے اور کرے گا۔اور حقیقت یہ ہے کہ تم سب اس حال میں بھی فقیر ہو اور اللہ ہی غنی و بے نیاز ہے۔اور اگر تم ولایت وحکومت قائم کروگے تو اللہ تمہیں ایک دوسری قوم سے بدل لے گا جو تمہارے جیسی نانہجار نہ ہوگی۔''

(16-ل) قریش میں وہ تمام بُری باتیں تھیں جن کی بناپر اُسے ملت سے خارج کئے جانے کے قابل سمجھا جانا چاہئے۔نافرمان اور باغی

یہ دوسرا مقام ہے جہاں قریش کو ملت سے خارج کردیئے جانے کی دھمکی دی گئی ہے۔یہاں یہ بات نوٹ کرلیں کہ عہد رسولؐ میں لفظ قوم صرف قریش کے لئے استعمال ہوا ہے۔لہٰذا جب مومن قوم کا تذکرہ ہو آپ بلاتکلف قریش کو مراد لے لیں اس لئے کہ انصار قوم نہیں کہلاتے تھے اور جب کسی پوری قوم کو لانے یا قوم سے بدلنے کی بات ہو تو قوم کے بدلے میں جانے والی بھی قوم ہی ہونا چاہئے نہ کہ چند افراد اور خارج کئے جانے والی قوم وہی ہوسکتی ہے جو مجرم اور دشمن رسولؐ ہو جس نے قرآن کو مہجور کیا ہو(25/30-31) قرآن کو جھٹلا کر رکھ دیا ہو(6/66)اور ایسی قوم رسولؐ کی قوم یا قریش تھے۔

سابقہ عنوان نمبر(16-ک) میں قریش کو مالِ دنیا کی دل دادہ، وایمان وآخرت دادہ قوم کہا تھا۔اُس زیرِ قلم عنوان میں اُن کے مال ودولت کا اور دولت کی پرستاری کا باقاعدہ ذکر کیا گیا ہے۔انہیں یہاں تک رعایت دی گئی ہے کہ اگر وہ قریشی مومنین صرف سچا ایمان لے آئیں اور پرہیزگاری اختیار کرلیں تو اُن سے راہ خدا میں مال ودولت نہ لینے کا وعدہ کرلیا گیا ہے(47/36)اس لئے کہ مال خواہ کم مانگا جائے یا سارا مانگ لیا جائے تو وہ انکار کردینگے اور اُن کی مومنیت کا بھانڈا پھوٹ جائیگا(47/37)اِس کے بعد وہ صورتحال بیان کی جو درپیش تھی یعنی مال خرچ کرنے کا انہیں حکم دیا تھا اور وہ بخل کررہے تھے اور برداشت کیا جارہا تھا(47/38) آخر انہیں ملت سے خارج کرنے کی دھمکی سے بغاوت کرنے اور رسولؐ کے مقابلے پر مسلمانوں میں ایک اور حکومت بنانے سے روکا گیا۔(اِنۡ تَتَوَلَّوۡا) اور چاہا گیا کہ وہ کم ازکم اللہ ورسولؐ کی ظاہری اطاعت ہی کرتے رہیں۔

(16-م)ان آیات(47/33-38)میں اِدھر مسلمانوں میں دوجماعتیں قائم ہونے کا یقین ہے اُدھر حکومت رسولؐ ہاتھ سے نکل جانے کا یقین ہے:

یہ بات قرآن سے ثابت ہوچکی ہے کہ قریش کی اسلامی راہنمائی مجتہدانہ انداز میں داخلی مرکز سے کی جارہی ہے مسلمانوں میں دوسری طرف رسولؐ اللہ راہنما ہیں۔قریشی مرکز یا طاغوت صرف ان احکام پر عمل کی اجازت دیتا ہے جو قریشی ادارہ کی بصیرت کے مطابق ہوں۔اُدھر رسولؐ طاغوت سے کفر کا حکم نافذ کرنا چاہتے ہیں۔مگر قریش دن دہاڑے اپنے طاغوت سے فیصلے کرارہے ہیں۔یہ دوعملی ڈھکی چھپی چل رہی ہے۔رسولؐ خم ٹھونک کر قریش کو اس لئے چیلنج نہیں کرتے کہ قرآن کے نام پر مسلمان دودھڑوں میں تقسیم ہوجائیں گے۔مدِّ مقابل راہنما یعنی قریشی سربراہ رسولؐ پر الزام تراشیاں کرے گا۔قرآن کی تعبیرات کا جھگڑا کھڑا کردے گا۔خاندانی جانبداری کا الزام لگائے گا۔الگ الگ حکومت قائم ہوجائے گی۔اور آخر خون ریز تصادم ہوگا جو نہ اللہ چاہتا ہے نہ رسولؐ اور نہ مفید ہے۔اس لئے رسولؐ کو صبر وتحمل لازم ہے اور یہی اللہ نے بار بار حکم دیا ہے کہ یہ جو کچھ بھی کہیں تم صبر کرو اور اِن سے نہایت حَسین انداز میں ہجرت کرلو۔لہٰذا قریش کی زیادتیاں برداشت کی جارہی ہیں۔نظامِ غیبت اور تحریک تشیع

Presented by Ziaraat.Com

برسرکار ہیں، بہترین اور کارگرترین ہجرت کی تیاری ہورہی ہے۔اُدھر قریش بھی رسولؐ سے کھلے تصادم کو پسند نہیں کرتے اس لئے کہ اس میں سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ وہ رسولؐ کے جانشین اور خلیفہ نہ کہلاسکیں گے۔اور ہوسکتا ہے کہ کہیں رسولؐ اُن پر منکر اسلام ہونے کی وحی تلاوت نہ کر دیں۔لہٰذا وہ بھی اللہ اور رسولؐ کی دھمکیاں برداشت کرنے پر مجبور ہیں اور رسولؐ کی موت کا انتظار کررہے ہیں۔اور اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لئے ادھر مسلمانوں کو راضی رکھنے میں کوشاں رہتے ہیں (توبہ 9/62) اور اُدھر دشمنوں سے بھی صلح صفائی میں لگے رہتے ہیں (47/35) جس سے باز رہنے کے لئے گذشتہ آیات (38-47/33) میں تقاضا ہوا ہے۔بہرحال اس داخلی اور خاموش تصادم میں قریش ہی کو دب کر رہنا پڑتا ہے اور بُری سے بُری بات سننا پڑتی ہے گو قرآن کے الفاظ اُن کا پردہ رکھتے ہیں مگر اُن کے لیڈر کافی کچھ سمجھتے ہیں۔

(16-ن) قریشی مومنین کو ایک اور تنبیہ اور ایک معلوم و پسندیدہ محبوب قوم کو مقابلے پر لانے کی دھمکی اور اعلانِ حکومت الٰہیہ سے ڈرایا گیا

اس عنوان میں سامنے آنے والی آیات بتاتی ہیں کہ قریشی قسم کے قومی مسلمانوں میں کچھ لوگ رسولؐ اللہ سے الگ ہوجانے کے لئے سربراہِ قریش پر دباؤ ڈالتے تھے یا خود حضورؐ ہی کو دھمکیاں دیا کرتے تھے۔بہرحال اللہ نے ایسے لوگوں کو الگ ہوجانے کی پالیسی سے باز رکھنے کے لئے جوابی دھمکی یوں دی ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌO اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَO وَ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَO (مائدہ 56-5/54)

''اے مومنین جو کوئی ایک بھی تم میں سے اپنے دین کا رد وابطال کرے گا تو یاد رکھو کہ اللہ بہت جلد ایک ایسی قوم کو لا کھڑا کرے گا جن کو اللہ پیارا سمجھتا ہے۔اور جو خود بھی اللہ سے محبت کرتے ہیں اور مومنین کے ساتھ خاک نشین و نرم خُو ہیں اور حق پوشوں کے سامنے بہت بھاری بھرکم اور معزز ہیں اور ڈٹ کر راہِ خدا میں جنگ کرتے ہیں اور حق بات پر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔اُن کی وہ پوزیشن اللہ کا خاص فضل ہے۔اللہ جسے پسند کرتا ہے اُسے اُس فضل سے نوازتا ہے اور اللہ وسعتیں پیدا کرنے والا علیم ہے۔اور وہ حقیقت جس میں کوئی ردّ و بدل نہیں ہوسکتا یہ ہے کہ تمہارے لئے حقیقی حاکم جو ہر حال میں ہمدرد رہتے ہیں وہ اللہ ہے، اُس کا رسولؐ ہے اور وہ مخصوص مومنینؑ ہیں جو مقاصدِ خداوندی کے لئے نادار وزبوں حال رہتے ہوئے (راکع) بھی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔اور جو کوئی حاکم بنا لے اللہ کو، اللہ کے رسولؐ کو اور اِن مومنینؑ کو وہی یقیناً اللہ کا گروہ ہے اور وہ ہمیشہ غالب رہنے والا ہے۔''

قارئین ان آیات (56-5/54) میں دو اقوام کا ذکر ہوا ہے۔ایک قوم اللہ کی محبوب ہے جسے لانے کی دھمکی دی گئی ہے۔دوسری قوم وہی مومن قوم ہے جس کا تذکرہ ہوتا چلا آرہا ہے جو اپنی دشمنی میں کامیابی کے لئے ایمان لائی ہے اور جسے دھمکی دی جارہی ہے۔دوسری آیت (5/55) میں اُن مستقل حاکموںؑ کا ذکر کیا گیا ہے جو حقیقی معنی میں اسلام اور ساری کائنات کے سربراہ ہیں تاکہ قریش کو اور تمام مسلمانوں کو معلوم رہے کہ اُن حاکموںؑ کے علاوہ ہر حاکم باطل اور اللہ کا مخالف ہوگا۔یعنی قریش نے جسے درپردہ حاکم بنا رکھا ہے وہ طاغوت اور دشمن خدا و رسولؐ ہے۔اس آیت اور اِن حاکموںؑ کی تفصیل کے لئے ہماری تفسیر ملاحظہ ہو یہاں پر ایک کلیدی نکتہ سامنے رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت (5/56) میں جو لوگ

Presented by Ziaraat.Com

مخاطب ہیں اُن میں اُن حضرات کوشمار کرنا غلط ہے جن کو ولی فرمایا گیا ہے یعنی اس خطاب میں اللہ داخل نہیں اس لئے وہی تو مخاطب کر رہا ہے اور اس لئے کہ اُس پر کوئی ولی مقرر نہیں ہوسکتا ہے۔اور اس خطاب میں رسوؐل بھی مخاطب نہیں ہے اس لئے کہ اُن کو ولی بنایا گیا ہے اور جن مومنین کو اللہ، رسوؐل کے ساتھ ساتھ برابر کا ولی بنایا گیا ہے وہ بھی مخاطب نہیں ہیں۔اس لئے بھی کہ ولی بنائے جانے والے الگ ہیں اور جن پر ولی مقرر کئے گئے ہیں وہ الگ ہیں اور وہ تمام حاضر وغیر حاضر اور قیامت تک آنے والے مومنین ہیں۔اور انہیں پہلی آیت (5/54) کے شروع ہی میں یٰآیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا کہا گیا ہے۔ولی مقرر کئے جانے والے حضرات کو اس لئے اَلَّذِیۡنَ آمَنُوۡا کہا گیا ہے کہ وہ بھی اللہ اور رسوؐل پر ایمان رکھتے ہیں۔پھر اُن حضرات کی شناخت یہ ہے کہ وہ سب کے سب حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔یہ اگر نماز والا رکوع ہوتا تو اُسے یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃ سے الگ کرنے کی ضرورت نہ تھی اور کہہ دیا جاتا کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور نماز ہی میں زکوٰۃ ادا کردیتے ہیں(یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزکوٰۃ وَ ھُمۡ فِی الصَّلٰوۃ) یہاں رکوع کے معنی لینا ہوں گے''اور وہ ناداری، بےبسی وبےکسی اور زبوں حالی میں ہیں۔'' لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ وہ اللہ کے حکم قُلِ الۡعَفۡوَ (2/219) کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنے پاس کچھ جمع نہیں ہونے دیتے ہر نماز سے پہلے ہی اُن کی زکوٰۃ ادا شدہ ہوتی ہے۔ اور وہ صرف علیؑ اور آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور کوئی نہیں۔

(16-س) حکومت الٰہیہ اور خدائی حکمرانوں کو اگر قریش مان لیتے تو اُن کی قومی حکومت نہ بنتی اس لئے اُنہوں نے قرآن کو جھٹلایا اور مجبور کیا

مندرجہ بالا آیات (مائدہ 56-5/54) میں اسلام وکائنات کے حقیقی حکمرانوں یا سربراہوں کا تعین کیا گیا ہے اور قریش کو ایک محبوب ترین قوم کو لانے اور اُنہیں ملت سے خارج کرنے کی دھمکی دی ہے۔اب جو آیات آرہی ہیں اُن میں اللہ نے مذکورہ بالا حکمرانوں کی حکومت کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ اگر قریش اُن حکمرانوں اور اس حکومت کی حقیقت کو چھپاتے رہیں تو اُن پر اُسی محبوب قوم کو مسلط کردیا جائے گا۔سنئے:

اول۔ **آلِ ابراہیمؑ کو کتاب وحکمت اور عظیم الشان مملکت دی گئی ہے**

اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ فَقَدۡ اٰتَیۡنَآ اٰلَ اِبۡرٰھِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَاٰتَیۡنٰھُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًاO فَمِنۡھُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ بِہٖ وَ مِنۡھُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡہُ وَ کَفٰی بِجَھَنَّمَ سَعِیۡرًاO (نساء 55-4/54)

''کیا یہ لوگ اس بات پر حسد کررہے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے محمدؐ اور اُن کے خانوادہ کو عطیات دیئے ہیں اور یقیناً ہم نے تو آلؑ ابراہیمؑ کو مکمل کتاب ومکمل حکمت اور عظیم الشان مملکت وحکومت بخش دی ہے؟ چنانچہ اُن حسد کرنے والوں میں ایک وہ ہیں جنہوں نے اُس کتاب وحکمت اور مملکت کو مان لیا ہے اور ایک وہ ہیں جو اس کتاب وحکمت اور مملکت کی راہیں روک رہے ہیں۔جن کے لئے بھڑکتا ہوا جہنم کافی ہے۔''

دوم۔ **قریش علیؑ کی حکومت قائم ہونے سے روکنے ہی کے لئے تو آیات کے معنی بدلتے تھے**

قارئین آیات کے الفاظ کے ساتھ ساتھ چلا کریں تو کبھی حقیقت چھپی نہیں رہ سکتی۔مندرجہ بالا آیات (55-4/54) میں کچھ لوگ آل ابراہیمؑ کی نبوت وکتاب وبادشاہت پر حسد بھی کرتے ہیں اور اس پر ایمان بھی لائے ہیں۔اس لئے کہ ایمان لائے بغیر آیات کے معنی بدل کر مسلمانوں سے منوائے نہ جاسکیں گے اور غیر مسلم کو رسوؐل کی حکومت نہ ملے گی۔لہٰذا یہ پالیسی قریش کی تھی کہ اسلام لاؤ، مسلمانوں میں قابل اعتماد مقام حاصل کرو، صحابہ کہلاؤ اور اب اُن تمام آیات کی تاویلات کرڈالو جو حکومت الٰہیہ کو علیؑ یا خانوادہ رسوؐل میں مخصوص کریں، قومی اور مشاورتی

Presented by Ziaraat.Com

حکومت اور شخصی حکومت کا فرق اور افادیت پر متوجہ کرو اور کم از کم قریشی قوم کو تیار کر لو کہ علیؑ تک حکومت نہ جانے دیں گے (طبری والفاروق) اس لئے وہ حسد کے باوجود اسلام لائے اور اپنے ایک گروہ کو مسلح تصادم اور جنگ وجدل پر لگا کر تعاون شروع کیا۔ یہ ان دونوں آیات (4/54-55) سے ثابت ہوا اب دوسرا مقام دیکھیں کہ حاسد کون تھے اور مملکتِ عظیم اور کتاب وحکمت کن لوگوں کو ملی تھی۔ ارشاد ہے کہ:

وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ الۡیَسَعَ وَ یُوۡنُسَ وَ لُوۡطًا ؕ وَ کُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۙO وَ مِنۡ اٰبَآئِہِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِہِمۡ وَ اِخۡوَانِہِمۡ ۚ وَ اجۡتَبَیۡنٰہُمۡ وَ ہَدَیۡنٰہُمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ O ذٰلِکَ ہُدَی اللّٰہِ یَہۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ ؕ وَ لَوۡ اَشۡرَکُوۡا لَحَبِطَ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ O اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحُکۡمَ وَ النُّبُوَّۃَ ۚ فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِہَا ہٰۤؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِہَا قَوۡمًا لَّیۡسُوۡا بِہَا بِکٰفِرِیۡنَ O اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ فَبِہُدٰىہُمُ اقۡتَدِہۡ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡعٰلَمِیۡنَ O (6/86-90)

''ابراہیمؑ ہی کے خاندان سے اسماعیلؑ، اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ ہیں اُن میں سے ہر ایک کو ہم نے پوری کائنات پر فضیلت عطا کی تھی۔ نیز اُن کے آبا واجداد اور اُن کی ذریت اور اُن کے بھائیوں کو ہم نے صراط مستقیم کی ہدایت کی اور مجتبیٰ بنایا وہی اللہ کی ہدایت ہیں جس سے اللہ جس کو اپنے بندوں میں سے پسند کرتا ہے، ہدایت کر دیتا ہے اور اگر انہوں نے نظام شرکت کو اختیار کیا ہوتا تو اُن کا سارا کردار ہی ضائع ہو جاتا۔ وہ وہی لوگ ہیں جنہیں ہم نے مکمل کتاب اور مکمل حکومت اور مکمل نبوت عطا کی ہے۔ چنانچہ اگر یہ قریش ان عطیات پر پردہ ڈالیں تو پرواہ نہ کرو۔ ہم نے اِن عطیات کو ایک قوم کی وکالت میں دے دیا ہے جو اُن کو چھپائے گی نہیں بلکہ اشاعت کرے گی اور وہ وہی قوم ہے جن کی خود اللہ نے راہنمائی کی ہے۔ تم بھی اُن کی اقتداء اور پیروی کا نظام چلاؤ اور اِن سے کہہ دو کہ میں تم سے اس سلسلے میں کوئی بدلہ نہیں چاہتا مطلب یہ کہ مانو یا نہ مانو یہ تو ایک ایسی مفید بات ہے جس کا تعلق پوری کائنات سے ہے۔ یعنی تم کائنات سے باہر نہیں ہو۔''

یہ تھی وہ قوم اور اُس قوم کے سربراہ جس نے قریش کو ناکام ونامراد کر کے بھکاری بنانا تھا اور قرآن کو اُس کی حقیقی اسپرٹ اور تعلیمات کے ساتھ پیش کرنا تھا۔ اور قریش کا سارا تار و پود اور ریکارڈ بکھیر کر بے مایہ اور ڈھونگ ثابت کرنا تھا۔

17۔ قریش کی حکومتوں نے قرآن سے اپنا خود تراشیدہ اسلام حقیقی اسلام کی جگہ پھیلانے کے لئے تاریخ وتفاسیر سے نیا رسولؐ اور نیا اسلام گھڑا

قریش نے قرآن کو مہجور کرنے اور مہجور رکھنے کے لئے قران کی ہر سورت کا ایک شان نزول تیار کیا تا کہ ہر سورت سے اُس صورت حال کی تصدیق ہو جائے جو قریشی عقائد وکردار کے لئے ضروری تھی۔ پھر وہ فرضی واقعات گھڑوائے گئے جو قرآن کے مفاہیم کا رخ موڑ دیں اور مقاصد قرآن الٹ کر رہ جائیں۔ پھر ہر آیت کی ایسی توجیہہ وتفسیر تیار کی گئی جو قریش کے کردار کی صحت پر مہر ثبت کر دے۔ ایسی تاریخ تیار کی گئی جو قریش کو اللہ ورسولؐ کے پسندیدہ لوگ بنا دے۔ اور جو کچھ اُن تواریخ وتفاسیر وکتبِ احادیث وسیئر میں لکھا ہو، وہی اسلام اور اسلام کی تعلیمات اور اللہ ورسولؐ کی ہدایات سمجھی جائیں۔ لہٰذا اس عنوان میں ہم یہ دکھائیں گے کہ یہ تمام کتابیں قریشی خلفا نے تیار کرا کر پبلک میں پھیلائیں اور ساری دنیا میں وہ اسلام کا صحیح ریکارڈ سمجھا گیا۔

(17۔الف) معاویہ ودیگر بنی اُمیہ نے کتبِ تواریخ وحدیث وغیرہ لکھوائیں۔ اُن کتابوں کی حیثیت

قارئین ہی نہیں بلکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ معاویہ نے حضرت علیؑ اور خاندان مرتضویؑ علیہم السلام پر ہر محراب ومسجد سے لعنت بھیجنے کی

Presented by Ziaraat.Com

سُنت جاری کی جو مملکت اسلامیہ کی ہر مسجد میں سو سال تک جاری رہی۔ اور یہی معاویہ وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے تاریخ و حدیث و تفاسیر وغیرہ پر کتابیں لکھوائیں۔ علامہ شبلی نعمانی سے سنئے:

''صحابہ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں اگرچہ فقہ و حدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہوئی۔ بہت سے درس کے حلقے قائم ہوئے۔ لیکن جو کچھ تھا زیادہ تر زبانی تھا۔ لیکن بنواُمیہ نے حُکماً علماء سے تصنیفیں لکھوائیں۔ قاضی عبدالبر نے کتاب جامع بیان العلم میں امام زہری کا قول نقل کیا ہے: کُنَّا نَکْرَہُ کِتَابُ الْعِلْمِ حَتّٰی اَکْرَھُنَا عَلَیْہِ ھٰؤُلَاءِ الْاُمَرَاء یعنی ''ہم لوگ علم کا قلمبند کرنا پسند نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اُمراء (حکمرانوں) نے ہم کو مجبور کیا۔''

''سب سے پہلے امیر معاویہ نے عبید بن شریّہ کو یمن سے بلا کر قدماء کی تاریخ مرتب کرائی۔ جس کا نام اخبار الماضیین ہے۔ امیر معاویہ کے بعد عبدالملک بن مروان نے جو 65ھ، 684ء میں تخت نشین ہوا۔ ہر فن میں علماء سے تصنیفیں لکھوائیں۔ سعید بن جُبیر جو عالم العلما تھے۔ اُن کو حکم بھیجا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھیں۔ چنانچہ امام موصوف نے تفسیر لکھ کر بھیجی جو کتب خانہ شاہی میں رکھی گئی۔ عطاء بن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے۔ اُنہی کی تفسیر ہے۔ عطاء بن دینار کو خزانہ شاہی سے یہ نسخہ ہاتھ آ گیا تھا۔ اور اُنہوں نے اپنے نام سے مشہور کر دیا۔'' (سیرۃ النبی حصہ اول صفحہ 20)

(2) علامہ شبلی کا ایک اور بیان: ''تمام وہ بڑی بڑی تصنیفیں جن کو دنیا نے اسلامی تاریخ کا لقب دیا ہے۔ سُنیوں ہی کی تصنیفیں ہیں۔ اور بظاہر ان میں مذہبی حیثیت کا خاص لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ تاریخی واقعات کی نسبت ہم کو اُن ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔'' (المامون مطبوعہ قومی پریس لکھنؤ صفحہ 61 زیرِ عنوان حضرت علی رضا علیہ السلام کی وفات اخیر صفر 203ھ)

(17۔ب) معاویہ کے زمانہ تک حدیث سازی کا تقاضا تھا کہ لوگوں کو زبانی یاد کرائیں تا کہ الفاظ و بیانات کی اصلاح ممکن رہے

علامہ شبلی کا یہ بیان کہ معاویہ سے پہلے:

''صحابہ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اگرچہ فقہ و حدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہوئی بہت سے درس کے حلقے قائم ہوئے لیکن جو کچھ تھا زیادہ تر زبانی تھا۔'' (سیرۃ صفحہ 20)

یہاں قارئین نوٹ کریں کہ وہ تمام بیانات جن کو حدیث کہا جاتا ہے۔ اُن کا پہلا راوی کوئی نہ کوئی صحابی ہونا لازم ہے جو رسوؐل کے نام سے وہ بیان دوسروں کو سنائے گا۔ دوسرے سننے والے اس پہلے راوی کے نام سے بیان کریں گے۔ مطلب یہ ہوا کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں وہ تمام ذخیرہ لوگوں کو رٹوا دیا گیا تھا جو قریشی حکومت رسوؐل کے نام سے آگے بڑھانا چاہتی تھی۔ اگر یہ خلفائے راشدین روایات کو لکھنے اور لکھوانے پر زور دیتے تو لکھے ہوئے بیانات میں مطالب کو گھٹانے، بڑھانے اور اصلاح کرنے کی گنجائش نہ رہتی۔ چنانچہ راویوں کے سلسلے کے پہلے، دوسرے اور تیسرے راوی اسی زمانہ میں تیار کئے گئے تھے۔ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ وہ تمام صحابہ مدینہ میں نظر بند رکھے گئے تھے جن کی طرف سے قریشی حکومت کو خطرہ تھا یا جن سے مکمل تعاون کا یقین نہ تھا۔

اگر روایت ساز ادارہ روایات کو لکھنا بھی شروع کرا دیتا تو ممکن تھا کوئی ناواقف یا لاپرواہ شخص وہ تحریری روایات مدینہ میں بھی لے آتا۔ اس لئے کہ عوام کو یہ راز معلوم نہ تھا کہ مدینہ میں مقید صحابہ اُن روایات کو غلط قرار دیں گے۔ یعنی مدینہ میں بند صحابہ بھی وہ رکاوٹ تھے جس کی وجہ سے

Presented by Ziaraat.Com

روایات کو زبان و ذہن اور ذہن سے ذہن تک محدود رکھا گیا تا کہ مدینہ سے باہر کی دنیا میں ایک قریش پسند اللہ، ایک مساوی مقام رکھنے والا رسولؐ اور قریشی عملدرآمد اور کردار کی مدح وثنا کرنے والا اسلام رائج ہو جائے اور اہل مدینہ کو اس دین سازی کا جب پتہ چلے تو معلوم ہو کہ اُن کا معلوم اللہ، اُن کا عظیم الشان رسولؐ اور اُن کے حلقہ میں بچا ہوا اسلام بڑی کسمپرسی میں ہیں اور ہر زبان پر یہاں سے وہاں تک سارے عرب میں اور مفتوحہ ممالک میں اُن کے اندر محصور اسلام نہیں ہے اور اُن کے اسلام کو اور اسلام کے ہیرو علیؑ وغیرہ کو کوئی نہیں جانتا۔ انہیں اسلام کا اور اسلامی حکومت کا دشمن اور باغی مشہور کر دیا گیا ہے۔ اور صورتحال یہ ہے کہ اگر وہ اسلام کی حقیقی تعلیم اور احادیث بیان کریں تو چاروں طرف سے اُن کو جھٹلانے والوں کا ہجوم جمع ہو جائے گا۔ اور ہر اُس حدیث کا توڑ سامنے رکھ دیا جائے گا جو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں آنحضرتؐ نے بیان کی تھیں اور اب انہیں مدینہ میں نظر بند قیدی صحابہ کے علاوہ لاکھوں مسلمان نہیں جانتے۔ اور جن کا بیان کرنا اب اسلام سے اور قائم شدہ حکومت سے بغاوت کا ثبوت ہوگا۔ اور ایسی مخالفانہ حدیث بیان کرنے والا مجرم اور قابل تعزیر ہوگا۔

لہٰذا اس خوفناک اکثریت کے سامنے یہ گنتی کے صحابہ کیسے زبان کھولیں گے؟ اور اُن کے کہنے سے وہ احادیث کیسے غلط مان لی جائیں گی جنہیں عرب وعجم، عوام وخواص اور رعایا وحکومت بیان کر رہی ہے اور جن کے مطابق تمام کاروبار حکومت چلتا چلا آ رہا ہے۔ اور جن سے (مہجور) قرآن بھی متفق ہے؟ البتہ اُن چند صحابہ کی بیان کردہ احادیث کو جب چاہیں غلط قرار دیا جا سکے گا اور کثرت تائید کرے گی۔ یہ تھا وہ سبب جس کی وجہ سے حکومت ساز روایات کو لکھنا منع تھا۔ خانہ ساز وقریش نواز احادیث کو لکھنے اور کتابوں کی صورت میں جمع کرنے کا کام مدینہ سے دُور معاویہ کو سپرد کیا گیا تھا۔ جسے اُس نے اور اس کی جانشین حکومتوں نے نہایت قوت وتدبر اور حُسنِ انتظام سے انجام دیا تھا۔ یہ نظام بھی قائم کیا کہ قریشی خیالات، تصورات، عقائد اور پالیسیوں کی قدامت ثابت کرنے کے لئے مصنوعی خطوط، خطبات، اشعار وقصائد وکہانیاں لکھوائی گئیں اور انہیں سابقہ وقدیم زمانہ کے لوگوں کے نام سے شائع کیا گیا۔ دوسروں کی تصنیفات کو اپنے نام سے لکھا گیا۔ اپنی تصنیفات کو دوسروں کے نام سے پھیلایا گیا۔ اور اتنی شہرت دی کہ ہر شخص اُن فریب کارانہ چیزوں کو حقیقت سمجھنے اور بیان کرنے لگا۔ اور وہ سب کچھ آج تک موجود ہے۔

(17۔ج) معاویہ نے بھی دن رات روپیہ اور خون پانی کی طرح بہایا تا کہ ابوبکر وعمر وعثمان کو علیؑ سے بڑھا کر اُن کے کردار کو اسلامی بنایا جا سکے

ہم نے بارہا کہا ہے کہ یہ اسلام جسے قارئین چاروں طرف پھیلا ہوا دیکھتے ہیں اس کو تعمیر کرنے اور سجانے میں نوع انسان کا لاکھوں من خون صرف کیا گیا، کروڑوں انسانوں کی گردنیں کاٹی گئیں، آنکھوں میں لوہے کی گرم سلاخیں پھیری گئیں، زبانیں گدّی سے کھینچی گئیں۔ قریش کی خودساختہ تاریخ سے وہ تمام مظالم ثابت ہیں جو اس سلسلے میں کیے گئے اور اسلام کی خدمت کے لئے اسی اسلام کی رُو سے اور اُن ہی احادیث و تفاسیر کی سند سے کیے گئے جن کا ذکر ہو رہا ہے اور جو خلفائے راشدین نے ہر زبان اور ہر دماغ تک پہنچا دی تھیں۔ ذرا سوچئے کہ معاویہ نے علیؑ و خاندان علیؑ پر نام بنام لعنت کرنے کا حکم دیا اور ساری مملکت کی ہر مسجد ومنبر سے اس پر عمل ہوا۔ کوئی ہنگامہ اور تصادم نہ ہوا اور یہ عمل سو سال تک جاری رہا۔ یقیناً خلفائے راشدین نے جو تصویر لوگوں کے ذہن میں علیؑ کے نام سے مرتسم کی تھی وہ یقیناً قابل نفرت وملامت تھی اور اسی لئے تمام صحابہ اور مسلمانوں نے مزاحمت نہیں بلکہ تعمیل کی اور ثواب کی امید پر عمل جاری رکھا۔ اور جب اس رسم کو عمر بن عبدالعزیز نے بند کیا تو ہنگامے ہوئے مظاہرے کیے گئے اور کہا گیا کہ: ''علیؑ وخاندان علیؑ پر لعنت نہ کریں گے تو ہمارے اعمال وعبادات کیسے قبول ہوں گے؟''

لہٰذا معاویہ تو چوتھا خلیفہ تھا۔ پہلا نہ تھا۔ اُس نے تو خلفائے ثلاثہ کی اُس محنت کو (یعنی تحریک بلاتحریر کو) جو انہوں نے لوگوں کی زبان وذہن تک محدود

Presented by Ziaraat.Com

رکھی تھی ضبطِ تحریر میں لانے اور لامحدود کر دینے کا انتظام کیا تھا۔ ہم اس مکمل انتظام کو خطبہ نمبر 201 کی ذیل میں لکھیں گے اس لئے کہ وہاں اس عنوان پر سرکار علیہ السلام نے اصولی روشنی ڈالی ہے۔ یہاں اس انتظام کے چند ایسے بنیادی پہلو سامنے لانا ضروری ہیں جن سے قریش کے اسلامی ریکارڈ تاریخ وتفسیر وحدیث کی حیثیت واضح ہو کر یہ عنوان (17) مکمل ہو جائے۔ چنانچہ ہم یہاں محض ترجمہ اور ضروری مقامات لکھتے ہیں سنئے:

(17۔د) معاویہ کے حصے کا کام، خلفائے راشدین نے پبلک کو تیار کر رکھا تھا وہ معاویہ کے احکام کی تفصیلات خود سمجھ جاتے تھے

(1) ''معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے صلح کے بعد اسلامی مملکت کے ہر گورنر اور ذمہ دار افسر کو ایک ہی مضمون کا فرمان بھیجا جس میں سب کو لکھا کہ میں ہر اُس شخص سے بری الذمہ ہوں جو علیؑ اور اولادِ علیؑ کے فضائل بیان کرے۔'' یعنی اگر کوئی اُن کو قتل کر دے تو حکومت کے ذمہ قتل کا قصاص نہیں ہے اور لکھا ہے کہ اس حکم کے بعد:

(2) ''ہر طبقہ وسرزمین میں ہر منبر پر لکچرار کھڑے ہو گئے اور حضرت علیؑ پر لعنت کرتے تھے اور اُن سے بیزاری چاہتے تھے۔ اور اُن کی اور اُن کی اولاد کی مذمت کرتے تھے۔''

مطلب یہ ہے کہ پورا انتظام اس طرح تیار تھا کہ بٹن دباتے ہی ساری مملکت میں تبرا کی مشین حرکت میں آ گئی اور اسلام کے باغی اور اُس کی اولاد پر نفرین شروع ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ لوگ پوچھتے ہوں گے ''علیؑ'' کون ہے؟ اس نے کیا جرم کیا تھا؟ جواب میں ایسی باتیں لازم تھیں جن کے بعد سوال کرنے والا مطمئن ہو کر خود بھی لعنت ومذمت میں حصہ لے۔ اور یہ اور اسی قسم کے سوالات وجوابات تو ہیں جو آگے بڑھ کر تاریخ وحدیث کی کتابوں میں لکھے جایا کرتے ہیں۔ اور اُن ہی پر قرآن کی تفسیر کا دارومدار وانحصار ہو جاتا ہے اور یوں اللہ (قرآن) اور رسولؐ (حدیث) قریشی اسلام وکردار کی تائیدی خدمات بجالانے لگ جاتے ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ:

(3) ''معاویہ نے چاروں طرف اپنے عاملوں، گورنروں اور افسروں کو لکھا کہ عثمان کے پیروؤں اور دوستداروں اور اہل ولایت پر مہربانی کرو اور اُن لوگوں کے ساتھ حُسن سلوک کرو جو عثمان کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہیں۔ اور اُن کو اپنے درباروں میں اپنے قریب جگہ دو اور بٹھایا کرو۔ اُن کو اپنا مقرب بناؤ، اُن کی عزت واحترام بڑھاؤ۔ اُن کی بیان کردہ احادیث وروایات لکھ کر مجھے بھیجا کرو۔ بیان کرنے والے کا نام، اُن کے باپوں اور قبیلے کا نام اور ضروری معلومات مجھے لکھا کرو۔

اس فرمان پر باقاعدہ عمل ہوا حتیٰ کہ عثمان کے فضائل ومناقب کے انبار لگ گئے اس لئے کہ معاویہ روایات بھیجنے اور لکھنے والوں کو رقومات بھیجتا تھا۔ انہیں باغات اور جاگیریں دیتا تھا۔ اور ان احادیث وروایات کو مملکت میں نشر وشائع کرتا تھا۔ اور دوستداران عثمان کے پاس بھی بھیجتا تھا (تاکہ نمونہ کے طور پر مدد دیں)۔ پھر ہر شہر میں اس حدیث سازی کی کثرت ہو گئی۔ لوگ دنیا اور وجاہتِ دنیا کی طرف جھک پڑے وغیرہ۔''

(4) ابوبکر وعمر کے فضائل ومناقب: یہ بات بالکل قدرتی تھی کہ عثمان کے ساتھ ساتھ کچھ لوگوں نے ابوبکر وعمر کی شان میں بھی روایات گھڑ کر معاویہ کو متوجہ کیا ہو۔ بہرحال آگے چل کر لکھا ہے کہ:

''پھر معاویہ نے فرمان جاری کیا کہ عثمان کے حق میں فضائل ومناقب کی کثرت ہو گئی ہے اور وہ ساری مملکت میں پھیل گئے ہیں۔ لہٰذا میرا یہ فرمان ملتے ہی تم صحابہ اور ابوبکر وعمر کے فضائل ومناقب بیان کرنے پر مائل ومتوجہ کرو۔ اگر تم کوئی حدیث ابوتراب کے حق میں سنو تو ویسی ہی اور اُس کی مثل ونظیر دوسری حدیث صحابہ کے حق میں تیار کر کے مجھے بھیجو۔ یہ کام ادھر مجھے راحت وچین عطا کرنے والا ہے اور اُدھر

Presented by Ziaraat.Com

شیعوں کی دلیل کو توڑنے والا ہے۔اور اُن لوگوں کو فضائل ابوبکر و عمر و عثمان بہت گراں گزریں گے۔معاویہ کے یہ فرمانات درباروں میں پڑھ کر سنائے جاتے تھے۔چنانچہ اُن صحابہ کی تعریف و مدح و ثنا میں بہت احادیث تیار ہوگئیں۔یوں تیار کی ہوئی احادیث منبروں سے بیان اور مشتہر کی گئیں۔استادوں کو مکتبوں اور اسکولوں میں دی گئیں۔اور انہوں نے اپنے شاگردوں اور طالب علموں اور لڑکوں کو سکھایا جس طرح مدرسوں میں قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی اُسی طرح اِن روایات کی تعلیم دی جانے لگی۔معلموں نے اپنی بیٹیوں اور بیٹوں اور عورتوں کو تعلیم کیا۔اور اس طرح نسلیں گزریں۔''

(ان تمام بیانات کیلئے دیکھیں شرح ابن ابی الحدید جز ثالث صفحہ 15-16 تشریح خطبہ اِنَّ فِی اَیۡدِی النَّاسِ حَقًّا وَّ باطِلًا خطبہ نمبر 201 اور ابوالحسن المدائنی کی کتاب الاحداث اور تاریخ ابن عرفہ المعروف بہ نفطویہ) مندرجہ بالا طویل بیان کے آخر میں لکھا ہے کہ:

(5)''اس سلسلہ میں سب سے بُرا حال، قتل امام حسین علیہ السلام کے بعد عبدالملک اور حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں ہوا اور ابن عرفہ نفطویہ نے جو بہت بڑے محدث ہیں اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ''زمانہ بنوامیہ میں صحابہ اور خلفائے ثلاثہ کی شان میں بہت سی حدیثیں بنائی گئی تھیں تاکہ اُن احادیث کو دکھا کر حکومت کا قرب حاصل کیا جائے۔کیوں کہ بنوامیہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ اُن احادیث سے شیعوں کی ناک رگڑتے ہیں۔''(حوالہ مندرجہ بالا)

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ قریش کے حق میں جو کچھ لکھا گیا وہ خود قریشی حکمرانوں نے لکھوایا اور یہی دلیل ہے جو اُن کے اپنے تیار کردہ ریکارڈ کو اُن کے حق میں بطور ثبوت رد کر دیتی ہے۔یوں وہ نہ قرآن سے سند پاتے ہیں نہ حدیث اُن کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔یعنی نظامِ ولایت نے انہیں گھیر کر منکرین اسلام، دشمنانِ رسولؐ اور قاتلانِ اہل بیتؑ بنا کے کونے میں کھڑا کر دیا ہے۔اس طرح اُن مبغوض ترین خلائق دونوں یاروں کی ساری جدوجہد تباہ کر کے رکھ دی گئی ہے حالانکہ اُن دونوں نے اور قریش کے تمام دانشوروں نے اپنا منصوبہ اس مہارت سے تیار کیا تھا اور اس احتیاط و تدبر سے پایہ تکمیل کو پہنچایا تھا کہ اس کے بکھر جانے کا وہم تک بھی ممکن نہ چھوڑا تھا۔لیکن نظام مرتضویؑ نے بتدریج اُن کے تمام مکر و فریب کھول کر رکھ دیئے۔آج اُن کی ہر چال اور ہر ترکیب پٹی پڑی ہے۔اُن کی ہر دلیل مذاق بن کر رہ گئی ہے۔اور لطف یہ ہے کہ جواب میں کوئی مکر نہیں کیا گیا، کوئی فریب نہیں دیا گیا۔جھوٹ نہیں بولا گیا۔غداری نہیں کی گئی۔انسانی ہمدردی اور رحم و کرم کا دامن نہیں چھوڑا گیا۔اُن کے خلاف پبلک کو بہکایا نہیں گیا اور کبھی کسی سے دب کر بھی نہیں رہا گیا۔نصیحت و ہدایت اور بے باک صحیح مشورے سے کبھی جی نہیں چرایا، کبھی انتقامی سلوک نہیں کیا۔الغرض اتنا ہمدردانہ سلوک مسلسل جاری رکھا کہ وہ بے غیرت اور دشمنانِ دین حضورؐ کو (معاذ اللہ) چوتھا یار قرار دیتے ہیں۔اور چار یار زندہ باد کے نعرے آج تک لگاتے ہیں اور ابوبکر و عمر کو حضرت علیؑ سے بزرگ تر اور افضل مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ ابوبکر نے کہا تھا کہ:

لَسۡتُ بِخَیۡرِکُمۡ وَ عَلِیٌّ فِیۡکُمۡ۔میں تم سے اس لئے بہتر نہیں ہوں کہ علیؑ تمہارے اندر ہیں۔''

(سر العالمین غزالی، تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی صفحہ 36)

اور عمر نے کہا تھا:(1) لَوۡ لَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عمر۔اگر علیؑ مجھے میری غلطی اور صحیح فیصلہ نہ بتاتے تو عمر کا دین و دنیا دونوں تباہ ہو جاتے۔''اور

(2) ''اے اللہ میرے اوپر کوئی مصیبت نہ ڈالنا جب تک کہ اس کے حل کرنے کے لئے علیؑ موجود نہ ہوں۔''(ریاض النضرۃ)

لیکن یہ دونوں کاذب تھے۔موقع شناسی سے کام چلاتے تھے۔اُن کے اقرار و انکار دونوں کا اعتبار کرنا غلط ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 18

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر:18

خُطبہ ﴿18﴾

نظامِ اجتہاد کا امام یعنی قرآن میں مذکور طاغوت

(1) قومی یا جمہوری حکومت اور حکمرانوں کا طرزِ حکمرانی؛

(2) قرآن کو ناقص و نامکمل و ناکافی ثابت کرنا ضروری ہے؛

(3) رسوؐل کو غلط کار اور منشائے خداوندی سمجھنے سے قاصر کہنا؛

(4) اللہ ضروریاتِ انسانی پر احاطہ نہیں کرتا، بہت سی ضروریات اُس سے چھوٹ گئیں یا اُس نے خود چھوڑ دیں؛

(5) مجتہدین اُن دینی خامیوں اور کوتاہیوں کا تدارک کرتے ہیں جو اللہ سے قرآن میں اور رسوؐل سے حدیث میں رہ گئیں؛

(6) قرآن میں موجود اختلافات و تضادات کی اصلاح اور مرمت کرنا نظامِ اجتہاد کی ذمہ داری ہے؛

(7) نظامِ اجتہاد کے فیصلوں کو تسلیم کرنا اور اُن کے فیصلوں کے مطابق انسان کو جزا و سزا دینا اللہ کی ذمہ داری ہے؛

(8) اجتہادی احکام میں اختلاف ترقی کا پیش خیمہ ہے؛

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تَرِدُ عَلٰی اَحَدِهِمُ الْقَضِيَّةُ فِیْ حُكْمٍ مِّنَ الْاَحْكَامِ فَيَحْكُمُ فِيْهَا بِرَأْيِهٖ؛	1	نظامِ اجتہاد کے حکمرانوں یا قاضیوں میں سے کسی بھی ایک حکمران یا قاضی کے پاس دین کے احکام سے متعلق کوئی معاملہ فیصلے یا حکم کے لئے پیش ہوتا ہے تو وہ حکمران یا قاضی اُس معاملہ کا اپنی مجتہدانہ رائے سے فیصلہ کر دیتا ہے۔
ثُمَّ تَرِدُ تِلْكَ الْقَضِيَّةُ بِعَيْنِهَا عَلٰی غَيْرِهٖ فَيَحْكُمُ فِيْهَا بِخِلَافِهٖ؛	2	پھر وہی معاملہ، مع اُس فیصلے کے، دوسرے حکمران یا قاضی کے پاس، نظرِثانی کے لئے، پیش کیا جاتا ہے چنانچہ دوسرا حکمران یا قاضی پہلے فیصلے کے خلاف فیصلہ صادر کر دیتا ہے۔
ثُمَّ يَجْتَمِعُ الْقُضَاةُ بِذٰلِكَ عِنْدَ الْاِمَامِ الَّذِی اسْتَقْضَاهُمْ فَيُصَوِّبُ اٰرَآئَهُمْ جَمِيْعًا؛	3	پھر وہ دونوں قاضی یا قاضیوں کے فیصلے اُس امام کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جس نے اُن قاضیوں یا حکمرانوں کو اس عہدے پر تعینات کیا ہے اور وہ امام دونوں قاضیوں کے اجتہادی فیصلوں کو درست قرار دیتا ہے۔ حالانکہ
وَ اِلٰهُهُمْ وَاحِدٌ؛	4	اور اُن سب کا معبود بھی ایک ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَّ نَبِيُّهُمْ وَاحِدٌ؛	5	اور اُن کا نبیؐ بھی ایک ہے۔
وَّ كِتَابُهُمْ وَاحِدٌ؛	6	اور اُن کی کتاب بھی ایک ہی ہے۔
اَ فَاَمَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْاِخْتِلَافِ فَاَطَاعُوْهُ؟	7	کیا اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اختلاف کرنے کا حکم دیا تھا جو وہ اختلاف کر کے اس کی تعمیل واطاعت کر رہے ہیں؟
اَمْ نَهَاهُمْ عَنْهُ فَعَصَوْهُ؟	8	یا اُنہیں اختلاف کرنے سے منع کیا تھا اور وہ اس کی نافرمانی کر رہے ہیں۔
اَمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ دِيْنًا نَاقِصًا فَاسْتَعَانَ بِهِمْ عَلٰى اِتْمَامِهٖ؟	9	یا اللہ پاک نے ایک ناقص دین نازل کیا تھا اور اُن سے اس دین کو مکمل کرنے میں مدد چاہی تھی؟ اور وہ مدد کر رہے ہیں؟
اَمْ كَانُوْا شُرَكَآءَ لَهٗ فَلَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا وَ عَلَيْهِ اَنْ يَّرْضٰى؟	10	یا وہ اللہ کے ساتھ حصہ دار ہیں کہ وہ جو چاہیں کہیں اور اللہ پر واجب ہے کہ وہ قبول کرتا رہے؟ اور اُن کی تعمیل کرتا رہے۔
اَمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ دِيْنًا تَامًّا فَقَصَّرَ الرَّسُوْلُ (صلى الله عليه و آلهٖ) عَنْ تَبْلِيْغِهٖ وَ اَدَآئِهٖ؟	11	یا اللہ نے تو دین کو مکمل نازل کیا تھا مگر رسولؐ نے دین کی تبلیغ میں اور اُسے پوری طرح ادا کرنے میں کمی اور کوتاہی کی تھی؟
وَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ: مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتَابِ مِنْ شَىْءٍ؛ (انعام 6/38)	12	اور اللہ پاک نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ "ہم نے قرآن میں کسی قسم کی اور کسی چیز کی بالکل کمی نہیں کی ہے"۔
وَ قَالَ: فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَىْءٍ؛	13	اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن میں ہر ہر چیز کا باقاعدہ بیان کر دیا گیا ہے۔
وَ ذَكَرَ اَنَّ الْكِتَابَ يُصَدِّقُ بَعْضُهٗ بَعْضًا؛	14	اور یہ ذکر بھی کر دیا ہے کہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں۔
وَ اَنَّهٗ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ؛	15	اور یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن میں ہرگز اختلاف نہیں ہے۔
فَقَالَ سُبْحَانَهٗ: وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا؛ (4/82)	16	چنانچہ اُس ذات پاک نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کثرت سے اختلاف پائے جاتے"۔
وَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ ظَاهِرُهٗ اَنِيْقٌ؛	17	یقیناً اس قرآن کی ظاہری صورت و معنی بڑی احتیاط سے حسین ترتیب رکھتے ہیں۔
وَ بَاطِنُهٗ عَمِيْقٌ؛	18	اور قرآن کا پس منظر لاانتہا گہرا ہے۔
لَا تَفْنٰى عَجَائِبُهٗ؛	19	اِس کے عجائبات فنا ہونے والے نہیں ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

وَ لَا تَنْقَضِیُ غَرَائِبُہٗ وَ لَا تُکْشَفُ الظُّلُمَاتُ اِلَّا بِہٖ؛	20	اِس کے بے بہا حقائق کبھی اختتام پذیر ہونے والے نہیں ہیں اور اگر قرآن سے مدد نہ لی جائے تو تاریکیاں کبھی روشنی میں نہ آئیں گی۔

تشریحات:

1۔نظامِ اجتہاد کے امام، یعنی طاغوت، کا طرزِ حکمرانی

اس خطبہ میں اُس طریقہ کار کا، بطور نمونہ ذکر فرمایا ہے جو خطبہ 17 میں مذکور دو سربَراہانِ قریش یا پہلے دو خلفا نے جاری کیا تھا۔ اور جسے ماہرانہ طریقہ پر جاری کرنے کیلئے اُس نے: وَ رَجُلٌ قَمَشَ جَھْلاً، مُوْضِعٌ فِیْ جُھَّالِ الْاُمَّۃِ (خطبہ 17 جملے 10-11)

بَکَّرَ فَاسْتَکْثَرَ مِنْ جَمْعٍ مَا قَلَّ مِنْہُ خَیْرٌ مِمَّا کَثُرَ؛ حَتّٰی اِذَا ارْتَوٰی مِنْ مَّاءٍ اٰجِنٍ وَ اکْتَنَزَ مِنْ غَیْرِ طَائِلٍ؛ جَلَسَ بَیْنَ النَّاسِ قَاضِیًا (خطبہ 17 جملے 15 تا 18)

''ایامِ جاہلیت کے تمام علوم اِدھر اُدھر سے جمع کر لئے ہیں تا کہ جاہلیت پسند جاہلوں میں اُن کی اشاعت کرے۔ وہ علی الصبح بیدار ہو کر ایسے قوانین و قواعد کثرت سے جمع کرتا رہتا ہے جن کا کم سے کم ہونا اُن کی کثرت سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان باطل علوم اور ناکارہ قواعد و قوانین سے پوری طرح سیراب ہو چکتا ہے۔ اور مجتہدانہ نصاب کا ذخیرہ جمع کر چکتا ہے تو لوگوں کے درمیان اُن کے مقدمات کے فیصلے کرنے کے لئے قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ قارئین اب آسانی سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ حضورؐ نے خطبہ 17 میں جن دو مخصوص اشخاص کا تذکرہ کیا تھا وہ خود ایسے حکمران یا قاضی بنا چاہتے تھے کہ پوری اُمتِ محمدؐیہ کے ہمہ قسمی مسائل، مقدمات اور قضیئے، مکمل ضمانت اور ذمہ داری کے ساتھ حل کر کے رکھ دیں اور ایسے احکام و فیصلے صادر کریں جن پر انگشت نمائی ناممکن ہو جائے (خطبہ 17 جملے 19-20) اسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے اُنھوں نے حق و انصاف اور دادرسی کے علمی طریقوں کی حد بندی کر دی تھی اور کہہ دیا تھا کہ اُن کے طرزِ استدلال و استنباط کے طریقہ سے ہٹ کر نہ کوئی علمی طرزِ فکر ہے نہ حق و حقانیت ہے (خطبہ 17 جملے 31-32) یعنی نظامِ اجتہاد ہی وہ آخری ضابطہ قوانین دیتا ہے جس کے بعد عدالت کو مقدمات کی تفتیش و تحقیق اور نتائج مرتب کر کے آخری فیصلہ کرنے کے لئے کسی اور سامان کی احتیاج نہیں رہتی۔ (خطبہ 17 جملے 31-32)

2۔قارئین خود کو علیؑ کی پوزیشن میں رکھ کر ناک بھوں نہ چڑھائیں، اپنی عقل و حیثیت کے مطابق تنقید و تبصرہ کریں

قارئین سے درخواست کی جاتی ہے کہ ابوبکر و عمر و عائشہ اور قریش کے دیگر افراد پر محض اس لئے اعتراض کر دینا کہ حضرت علی علیہ السلام اُن کی مذمت کرتے ہیں۔ اُن پر اعتراض کرتے ہیں اور انہیں باطل پرست کہتے ہیں، انصاف نہیں ہے۔ حضرت علیؑ حضرت علیؑ تھے۔ اور ہم اور آپ، ہم اور آپ ہی ہیں۔ ہمیں حضرت علی علیہ السلام کے اعتراضات میں سے وہ پہلو اختیار کرنا چاہیئے جسے ہماری عقل و فکر بھی غلط کہتی ہے۔ جو بات ہماری اپنی رسائی سے باہر ہو یا جسے ہم خود نہ سمجھتے ہوں اُس پر اعتراض کی بنیاد رکھنا غلط ہوگا۔ آپ ذرا غور فرمائیں اور ساتھ ہی انصاف بھی فرمائیں اور خود کو ابوبکر و عمر کی پوزیشن میں رکھ کر سوچیں کہ کیا آپ اُن سے بہتر انتظامات و فیصلے کر سکتے ہیں؟ کیا آج ساری دنیا کی عدالتیں، قانون دان اور ساری حکومتیں اُن سے اچھا نظام چلا رہی ہیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دانشورانِ عالم اُن کی اتباع اور پیروی کر رہے ہیں۔ اور تو اور وہ لوگ جو شیعہ اور پیروانِ علیؑ و آئمہ علیہم السلام کہلاتے ہیں وہ خود ابوبکر و عمر کے جاری کردہ نظامِ اجتہاد پر عمل کر رہے ہیں۔ ایک ہزار سال سے اُن کے علماء اور دانشورو

Presented by Ziaraat.Com

قانون دان اور مجتہد اور آیت اللہ اور امام خمینی کہلانے والے لوگ' حضرت علی اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے طریقہ کو اختیار کرنے کے بجائے اُسی اجتہاد پر کاربند ہیں جس کی داغ بیل ابوبکر وعمر نے ڈالی تھی۔ اصل موضوع کو چھیڑنے سے پہلے ایک چمچہ ٹائپ مجتہد اور مفتی جعفر حسین ہی کا ایک بیان سُن لیں جو اُنھوں نے اسی خطبے (خطبہ 18) کی ذیل میں سُنیوں پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے اور اقرار کیا ہے کہ اُن کے یہاں بھی نظام اجتہاد کے بحرِ مواج میں غوطہ لگا کر مسائل واحکام نکالے جاتے ہیں جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ہوتے ہیں اور غلط حکم یا فیصلہ صادر کرنے پر بھی انہیں اللہ کی طرف سے دادوثواب اور اجر ملتا ہے اور غلط احکام پر عمل کرنے والوں کا عمل اللہ قبول کرتا ہے۔ سُنیئے ارشاد ہے کہ:

3۔ شیعوں میں ابوبکر وعمر کا جاری کردہ اجتہاد، مفتی جعفر حسین کا شرمیلا' فریب کارانہ اقبال

''لیکن فرقہ امامیہ کا نظریہ، یہ ہے کہ اللہ نے نہ کسی کو شریعت سازی کا حق دیا ہے۔ اور نہ کسی چیز کے حکم کو مجتہد کی رائے کے تابع ٹھہرایا ہے اور نہ آراء کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک ہی چیز کے لئے واقع میں متعدد احکام بنائے ہیں۔ البتہ جب مجتہد کی حکم واقعی تک رسائی نہیں ہونے پاتی تو تلاش وتفحص کے بعد جو نظریہ اس کا قرار پاتا ہے۔ اُس پر عمل پیرا ہونا اس کے لئے اور اُس کے مقلدین کے لئے کفایت کر جاتا ہے۔ لیکن اُس کی حیثیت صرف حکم ظاہری کی ہوتی ہے جو حکم واقعی کا بدل ہے اور ایسی صورت میں حکم واقعی کے چھوٹ جانے پر وہ معذور قرار پا جاتا ہے۔ کیونکہ اُس نے اُس دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگانے اور اُس کی تہہ تک پہنچنے میں کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی۔ مگر اس پر کیا اختیار کہ دُرِّ شاھوار کے بجائے خالی صدف (سیپی۔ احسن) ہی اُس کے ہاتھ لگے۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ دیکھنے والے اُسے موتی سمجھیں اور موتی کے بھاؤ بکے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوششوں کا پرکھنے والا اس (صدف۔ احسن) کی بھی آدھی قیمت لگا دے تاکہ نہ اُس کی محنت اکارت جائے اور نہ اُس کی ہمت ٹوٹنے پائے۔'' (ترجمہ نہج البلاغہ جلد اوّل صفحہ نمبر 128)

4۔ شیعہ مفتی ومجتہد کے مکارانہ اور فریب کارانہ بیان کی وضاحت

جعفر حسین نے مان لیا ہے کہ شیعوں میں بھی مجتہد ہوتے ہیں اور وہ بھی اجتہاد کرتے ہیں۔ اور جب انہیں کسی معاملے یا مسئلے کا حکم واقعی معلوم نہیں ہوتا یعنی یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اُس مسئلے یا معاملے میں اللہ ورسولؐ کا اپنا حکم کیا ہے؟ تب وہ اجتہاد سے اللہ ورسولؐ کے اُس نامعلوم ونامذکور حکم واقعی کا پتہ لگاتے ہیں۔ اور پتہ لگانے کے لئے شیعہ مجتہد کسی ایسے دریا میں غوطہ مارتے ہیں جس کے کنارے اور لمبائی اور چوڑائی کسی کو معلوم نہیں ہے جو لا انتہا وسیع ہے۔ اور جس میں مجتہد کو یقین ہے کہ کہیں نہ کہیں حکم واقعی' یا اللہ ورسولؐ کا وہ حقیقی فیصلہ جو مطلوب ہے، غرقِ آب ہے۔ جعفر صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ مجتہد اُس بے پایاں اور لامحدود دریا میں کتنے غوطے مارتا ہے اور کہاں کہاں تلاش کرتا ہے مگر یہ جملہ ہماری مدد کے لئے لکھ دیا کہ: ''اُس نے اُس دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگانے اور اُس کی تہہ تک پہنچنے میں کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی۔'' معلوم ہوا کہ مجتہد دریا کی لمبائی اور چوڑائی میں ہر جگہ لاکھوں غوطے لگاتا ہے اور کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑتا جہاں اُس حکم واقعی کے ہونے کا شبہ بھی ہوتا۔

پھر جعفر یہ تو نہیں بتاتے کہ مجتہد کو کبھی اُس دریائے ناپیدا کنار سے حکم واقعی بھی مل جاتا ہے۔ مگر یہ واضح الفاظ میں بتا دیا کہ اِس تلاش اور تفحص میں یعنی غوطہ زنی اور پیرا کی اور چھان بین کے بعد بھی اُسے حکم واقعی نہ ملے اور حکم واقعی کی جگہ کوئی حکم غیر واقعی مل جائے۔ یعنی اللہ اور رسولؐ کے حکم کے علاوہ کوئی اور حکم مل جائے تو اُس کی مجبوری ومعذوری ہے۔ یعنی اُس دریائے ناپیدا کنار میں بے شمار ایسے حکم بھی غرق آب ہیں جو اللہ ورسولؐ کے احکام نہیں۔ مجتہد نے چونکہ اپنی کوشش کو انتہا تک پہنچا دیا لہٰذا اُن کوششوں، غوطہ خوریوں، اُچھل پھاند کو دیکھنے والا اللہ اُس مجتہد کو جو غلط حکم

Presented by Ziaraat.Com

نکال لایا ہے اس کی محنت پر آدھا ثواب دیتا ہے اور اُس غلط حکم کو ہی اپنے اور اپنے رسوؑل کے حقیقی اور حکم واقعی کے بدلے میں قبول کرتا ہے اور اُس غلط حکم پر عمل کرنے والے مقلدین کے غلط اعمال صحیح اعمال کی جگہ قبول کرتا ہے۔ یہ سب رعایت اس لئے بھی کرتا ہے کہ شیعہ مجتہد اپنے نکالے ہوئے حکم کو حکم واقعی نہیں کہتے بلکہ اللہ ورسوؑل کے حکم کے بدلے میں حکم مانتے ہیں۔

5۔ شیعوں کے اجتہاد اور مجتہد کے مندرجہ بالا بیان پر ایک تنقیدی نظر اور تبصرہ کرلیں

اس بیان میں یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ اگر حکم واقعی کی تلاش میں بہت سے مجتہد اُس دریائے ناپیدا کنار میں کود پڑیں اور غوطے لگائیں تو ہر ایک کو ایک ہی حکمِ غیر واقعی ملے گا یا ہر ایک کو مختلف احکامِ غیر واقعی ملیں گے؟ ظاہر ہے کہ ہر مجتہد اپنے اپنے علم و تجربے اور قوت برداشت کے مطابق غوطے کھائے گا اس لئے سب کو الگ الگ اور مختلف احکامِ غیر واقعی ملنا فطری اور قدرتی ہے۔ لہٰذا ہر مجتہد کے مقلدین اللہ اور رسوؑل کے ایک حقیقی حکم کے بجائے بہت سے غلط احکام پر عمل کریں گے اور اللہ کو ہر مجتہد کو اور ہر مقلد کو معاف کرنا اور مختلف غلط اعمال کو قبول کرنا ہوگا۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ جس دریا میں مجتہد غوطے لگاتا ہے وہ لامحدود ہے لہٰذا مجتہد کو لامحدود زمانے تک غوطے لگاتے رہنا لازم تھا۔ مگر اُس کی عمر محدود ہے لہٰذا اُس نے حکم واقعی کی تلاش میں وہ کوشش نہیں کی جس کا جعفر نے ذکر کیا ہے کہ ''اُس نے کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی۔'' اُسے پہلے سے معلوم تھا کہ وہ دریا لامحدود ہے جس میں اُس نے حکم واقعی تلاش کرنا ہے۔ اور یہ کہ اُس کی عمر محدود ہے۔ لہٰذا اُسے خود اپنے علم کی رُو سے یہ تلاش اور غوطہ زنی کرنا ہی نہ چاہیئے تھی۔ اور جب اُس نے ایسا کیا تو اپنے علم و یقین کے خلاف کیا جو ایک باطل فعل ہے۔ لہٰذا اُس غلط فعل پر اُسے کسی رعایت کی اُمید کرنا بھی غلط ہے۔ پھر مجتہد کے پاس کوئی ایسا ذریعہ یا آلہ نہ بتایا گیا ہے اور نہ ممکن تھا کہ وہ ہر دوسرا غوطہ وہاں نہ لگائے جہاں پہلے غوطہ لگایا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس کا ایک ہی جگہ غوطے لگاتے رہنا ممکن ہے۔ اور یہ بھی اس کی کوشش میں ایک معلوم خامی ہے۔ اس لئے بھی اُسے کسی اجر کی اُمید نہ ہونا چاہیئے۔ پھر جب اُسے حکمِ واقعی معلوم ہی نہیں ہے تو وہ حکمِ واقعی کو تلاش کیسے کرے گا؟ اور پھر حکمِ واقعی اور حکمِ غیر واقعی میں تمیز کیسے کرے گا؟ ظاہر ہے کہ غوطہ مارنے کے بعد اُسے جو کچھ بھی ملے گا وہ اس کے لئے صحیح اور غلط اور واقعی اور غیر واقعی میں فرق نہ بتائے گا۔ لہٰذا اُسے یہ پہلے ہی سمجھ لینا چاہیئے کہ اُسے جو کچھ بھی ملے گا وہ مشکوک ہوگا۔ اور یہ کہ وہ ایک مشکوک حکم کی تلاش میں یہ غوطے مار رہا ہے۔ نہ کہ حکمِ واقعی کی تلاش میں۔

<u>جعفر کی فریب سازی:</u> مفتی اور مجتہد اگر دھوکہ نہ دے تو اُسے مجتہد نہیں بلکہ نقّال یا قوّال سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ جعفر نے بڑی چابکدستی و عیاری سے یہ حقیقت چھپالی ہے کہ اللہ نے زیر بحث مجتہد کو نہ ملنے والے احکامِ واقعی اُس ناپیدا کنار دریا یا سمندر میں دریا بُرد کیوں کر دیئے؟ اگر کسی مجتہدانہ وجہ سے تمام احکامِ واقعی کو دریا بُرد کرنا ضروری ہی تھا تو اُس دریا میں خالص حقیقی احکام کیوں نہ ڈالے؟ اور اُن کے ساتھ احکامِ غیر واقعی کا انبار کیوں ڈبو دیا؟ یعنی اللہ نے یہ کیوں کیا؟ کیا وہ مجتہدین کو دھوکہ دینے اور غلط احکام نکالنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا؟ یعنی کیا یہ چاہتا تھا کہ ہر مجتہد غلط حکم نکال کر لائے اور اپنے اپنے مقلدوں سے غلط حکم بجالانے کا انتظام کرے؟ دراصل جعفر نے یہ کہا ہے کہ اللہ نے اس لامحدود دریا میں لامحدود حقیقی یا لامحدود احکامِ واقعی کو انسانوں سے چھپا دیا ہے اور خود چاہا ہے کہ مجتہد غلط حکم نکالے اور انسان غلط احکام کی تعمیل میں لگے رہیں اور وہ اُن کو غلط اعمال پر اجر و جزا دیتا اور احسان کرتا رہے؟ یہ ہے بقولِ جعفر شیعوں کا اللہ، شیعوں کے مجتہدین اور شیعہ مجتہدین کا اجتہاد جس پر آج شیعوں کا عمل ہے۔ کیا قارئین اپنی سادہ عقل و بصیرت سے ایسے اللہ کو پسند کرتے ہیں جو اپنے حقیقی احکام کو بندوں سے چھپا کر کہیں دریا میں ڈال دے۔ اور لوگوں کو غلط اعمال بجا لانے پر مجبور کردے؟ اور کیا ایسے مجتہد پسند ہیں جو یہ بھی نہ بتائیں کہ اُنہیں یہ اطلاع کہاں سے ملی ہے کہ اللہ نے اپنے حقیقی اور صحیح احکام کو چھپا دیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے؟ کیا مجتہدین کواللہ نے یہ بتایا ہے؟ اگر بتایا ہے تو کہاں؟ کیا قرآن میں یہ کہا گیا ہے؟ وہ کون سی آیت ہے؟ پھرانہیں یہ غوطہ زنی کا حکم کون سی آیت میں دیا ہے؟اور یہ کہاں کہا ہے کہ تمہارے نکالے ہوئے حکمِ غیرواقعی کوحکمِ واقعی کا بدل مان لیا جائے گا؟اور یہ کس آیت میں ہے کہ اُن احکام غیرواقعی کے نکالنے پراجر بھی دیا جائے گا؟اوراُن احکام پرعمل کرنے والوں کے اعمال قبول کر لئے جائیں گے؟

6۔ ابوبکروعمراوراُن کے اجتہاد کی بات بعد میں کریں اور کرتے ہی رہیں۔یہاں تو یہ دیکھیں کہ شیعوں کا اجتہاد بھی اس خطبے سے باطل ہے

جعفرکےاس بیان سے ثابت ہے کہ اللہ نے ایک ناقص دین نازل کیا تھا(خطبہ 18 جملہ 9)جس میں لاتعداد ولامحدود احکامِ واقعی موجوداور معلوم اورانسانی دسترس کے اندر نہیں ہیں(جعفر)اور مجتہد کو غلط حکم پر اجر دیا جانا اور غلط اعمال کو قبول کر لینا گویا اُس جذبہ احسان مندی کا ثبوت ہے جو اپنے دین کو مکمل کرنے اور جان جوکھم میں ڈال کر سمندروں کی تہہ سے حکم نکالنے اوراللہ کی خامی کو پورا کرنیوالوں کے ساتھ لازم تھا۔ اور ہر مجتہد کا حکم چونکہ مختلف ہوگا لہٰذا ثابت ہوا کہ خود اللہ نے دین میں اختلاف کرنے کا حکم دیا تھا(خطبہ 18 جملہ 7)اور تمام مجتہد اللہ کے حکم کی تعمیل واطاعت کرتے ہیں۔اور چونکہ اللہ کو ہر مختلف حکم اوراس پرعمل قبول کرنا لازم اوراجر وسزا دینا واجب ہے لہٰذا مجتہدین اللہ کے ساتھ کم ازکم دین میں برابر کے شریک ومختار ہیں(خطبہ 18 جملہ 10)یہ ہیں وہ تمام چیزیں جن کو حضرت علی علیہ السلام نے اُمت کے سامنے رکھا ہے اور سادہ ترین عقل والے لوگوں کیلئے دلائل قائم کر دیئے ہیں۔کہ ہر شخص نہ صرف ابوبکروعمر کو بلکہ شیعہ مجتہدین کو بھی باطل پرست کہہ سکے اور فوراً دلیل وثبوت سمجھا سکے۔لہٰذا ہم ابوبکروعمر وقریش کی حضرت علی علیہ السلام کے معیار پر نہیں بلکہ خود اپنی عقل وبصیرت کے معیار پراُن کی مذمت کرتے ہیں۔اُن کو باطل پرست ثابت کر کے لعنتی وجہنمی کہتے ہیں۔رہ گیا مولائے کائنات علیہ السلام کا معیاراُس پر الگ سے بات کرتے ہیں اور دین سیکھتے ہیں۔

7۔خطبہ 18 سے تعارف اور علماء کا مسلّمہ قدیم سے چلا آنے والا شانِ نزول

ہمیں اسی پر تعجب ہے کہ جناب رضی صاحب رضی اللہ عنہ اور دیگر علماء نے ان خطبات(17-18)کو الگ الگ دوخطبات کیوں سمجھا؟ جب کہ خطبہ 17 میں واضح طور پر نظام اجتہاد کی تیاری اور مقصد اور عملدرآمد بیان فرمایا ہے اور خطبہ 18 میں نظام اجتہاد کا طریقہ کار بیان فرما کر دونوں خطبات میں مذکورلوگوں کی اوراُن کے اجتہاد اور طریق کار کی مذمت کی ہے۔اوراُن کے بطلان کے واضح اور عام فہم دلائل بیان فرمائے ہیں۔یعنی دونوں خطبات مسلسل ایک ہی تقریر ہے اور دونوں کا موضوع اور عنوان بھی ایک ہی ہے۔لیکن علماء نے دو الگ الگ شان نزول لکھ کر باقاعدہ ایک ہی خطبہ کے دوخطبے بنا دیئے ہیں۔چنانچہ خطبہ 18 کے ساتھ یہ شانِ نزول چپکایا ہے کہ:

''فِیْ ذَمِّ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِیْ الْفُتْیَاء''

مفتی جعفر: فتاویٰ میں علماء کے مختلف الآرا ہونے کی مذمت میں یہ جملہ فرمایا:

یہ جملہ ہرگز ابوبکروعمر اور قریش کی مذمت کی طرف متوجہ نہیں کرتا۔اس لئے کہ اُس وقت ابوبکروعمر اوراُن کے تعینات کئے ہوئے مفتیوں، قاضیوں اورعُمال وگورنروں کے لئے لفظ ''علماء'' استعمال نہ ہوتا تھا۔اور نہ حضرت علی علیہ السلام نے اِن دونوں خطبات میں لفظ''علماء'' استعمال کیا ہے۔اور نہ علما کہہ کر مذمت کی ہے۔البتہ یہ ضرور فرمایا ہے کہ کچھ انسان نما جانوروں نے اُس مجتہد کا نام عالم رکھ دیا حالانکہ وہ عالم نہیں ہے(قَدْ سَمَّاہُ اَشْبَاہُ النَّاسِ عَالِمًا وَّ لَیْسَ بِہٖ)(خطبہ 17 جملہ 14)

Presented by Ziaraat.Com

حقیقت یہ ہے کہ اس شانِ نزول کو چپکانے والوں کا مقصد یہ تھا کہ مذمت کا رُخ ابوبکر وعمر کی طرف سے موڑ کر مستقبل میں آنے والے علما کی طرف موڑ دیا جائے۔ گویا حضورؐ نے سچ مچ اپنے عہد کے لوگوں کی مذمت نہیں کی بلکہ ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ آنے والے زمانے میں فتاویٰ کا یہ اختلاف واقع ہوگا۔ حالانکہ حضرت علی علیہ السلام ابوبکر وعمر اور اُن کی قائم کردہ قومی حکومت کا طریقہ کار بیان فرماتے رہے ہیں۔ اور اُن کے سلسلے میں قرآن کی پیش گوئیوں کو متعین فرما رہے ہیں۔ اور عملاً قرآن کو مہجور کرنے اور جھٹلانے کا نظام بیان فرما رہے ہیں۔

8۔ نظامِ اجتہاد کہیں بھی ہو وہ کتابِ خداوندی اور رسوؐل کی تکذیب کے اصولوں پر استوار ہوتا ہے۔ خطبہ 18 یہی بتاتا ہے

خطبہ 18 میں حضرت علی علیہ السلام نے اجتہاد کی بنیاد یہ بتائی ہے کہ ''اللہ کے نازل کردہ دین کو ناقص و نامکمل سمجھا جاتا ہے۔'' (خطبہ 18 جملہ 9) یعنی قرآن کریم قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی تمام ضروریات کا اور زندگی کے تمام تقاضوں اور تمام مختلف حالات کا حل و تدارک پیش نہیں کرتا ہے بلکہ چند اصولی اور بنیادی قوانین مختصر ومنجمد طور پر بیان کردیئے ہیں اور رسوؐل نے بھی اپنے زمانے میں پیش آمدہ حالات اور تقاضات ہی پر توجہ دی تھی وہ بھی آنے والی نسل انسانی کے لئے فیصلے نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے نظامِ اجتہاد ہی وہ دینی ادارہ ہوگا جو قرآن اور حدیث کو سامنے رکھ کر اپنے زمانے میں پیش آنے والے حالات کا ایسا حل پیش کرے گا جو اُس وقت تک کے تمام سابقہ فیصلوں سے زیادہ مفید و نتیجہ خیز ہوگا اور نوعِ انسان میں کوئی شخص اُس سے بہتر فیصلہ تجویز نہ کر سکے گا۔ یعنی نظامِ اجتہاد کا فیصلہ پوری نوعِ انسان کی اجتماعی بصیرت کا نچوڑ ہوگا۔ نظامِ اجتہاد عہدِ رسوؐل میں بھی اس طریقہ کو بہترین دینی طرزِ عمل سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمام ماہرین، مجتہدین اور دانشوران قوم مل کر بیٹھیں، رسوؐل قرآن کی آیات کو سب کے سامنے رکھ دے اور خود بھی نظامِ اجتہاد کے ایک ممبر کی حیثیت سے آیات کی بہترین تنفیذ پر غور کرے اور دوسرے ممبروں کی طرح اپنی تجویز بھی پیش کردے اس کے بعد اُن تمام پیش کردہ تجاویز میں جو سب سے مفید اور نتیجہ خیز اور وسیع تر مفادِ عامہ کو مدِ نظر رکھنے والی تجویز ہو اُس کو اللہ کا آخری حکم سمجھ کر نافذ کردیا جائے۔

قارئین نوٹ کریں کہ حضرت علی علیہ السلام کے اِس خطبہ کے جملہ 9 کی تشریح میں ہم نے نظامِ اجتہاد کا جو موقف پیش کیا ہے۔ وہ اس چودہ سو سال میں گزرنے والے تمام مسلمان مجتہدین کے بیان کردہ موقفوں کا نچوڑ اور بہترین موقف ہے۔ آج بھی مجتہدین اس سے بہتر موقف پیش نہیں کر سکتے۔ ہم نے مجتہدین کی جماعتِ مشاورت میں جہاں نبیؐ کو جماعت کا ایک ممبر لکھا ہے وہیں ماہروں اور دانشوروں کو بھی جماعت مشاورت کا ممبر قرار دیا ہے۔ یہ اس لئے کہ یہ جماعت حقیقی معنی میں نمائندہ جماعت بن جائے۔ یعنی نبیؐ خدا کی طرف سے نمائندہ ہو اور مجتہدین، ماہرین اور دانشور نوعِ انسان کے نمائندہ ہوں۔ نبیؐ مجتہدین کے نزدیک اُن کے مثل و مانند بشر ہوتا ہے۔ مجتہدین اپنے زمانہ تک قرآن وحدیث کے انتہائی عالم ہوتے ہیں۔ ماہرین تمام انسانی فنون، صنعت وحرفت کے انتہائی نمائندہ ہوتے ہیں۔ دانشوروں میں وہ لوگ شامل ہیں جو عام انسانی علوم کی علمی حیثیت تک نمائندگی کرتے ہوں۔ یوں جماعتِ مشاورت ایک انتہائی درجہ کی نمائندہ جماعت ہوتی ہے جس کے اجتماعی فیصلے کے بعد یہ کہنا کہ اُس سے بہتر فیصلہ بھی ممکن ہے، خالص جہالت وحماقت ہے۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام اس پوری صورتِ حال کو اس سارے نظام و انتظام کو طرح طرح باطل قرار دیتے ہیں اور یہاں (خطبہ 18 جملہ 9) میں اُسے پورے دین کی تکذیب کا اور دین کو ناقص قرار دینے کا مجرم قرار دیتے ہیں۔ اور اس کا بہت نمایاں ثبوت یہ ہے کہ یہ نظامِ اجتہاد اللہ کے اُس بیان کو جھٹلاتا ہے جو اُس نے قرآن میں بار بار اور اصرار و تکرار کے ساتھ دیا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

9۔ وہ آیات جن کو نظام اجتہاد نہیں مانتا اور خود حضرت علیؑ نے خطبہ 18 میں پیش کردی ہیں

وَ مَامِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ یَّطِیۡرُ بِجَنَاحَیۡهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمۡثَالُکُمۡ مَّافَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمۡ یُحۡشَرُوۡنَ O (انعام 6/38)

''اے قریش ایک تم ہی اُمت نہیں ہو بلکہ اس زمین پر حرکت کرنے والے تمام ہی جانور اور ان ہواؤں میں پرواز کرنے والے تمام پرندے بھی تمہاری مثل امتیں ہیں۔ہم نے الکتاب (قرآن) میں کسی بھی قسم کی فروگزاشت نہیں کی ہے۔چنانچہ تمام امتوں کو باز پرس و حساب کتاب کے لئے اپنے پروردگار کے سامنے اکٹھا کیا جائے گا۔''

دوسری آیت جو حضورؐ نے خطبے میں بیان کی ہے: یہ آیت تمام مخلوقات کو اُمتوں میں شمار کرتی ہے اور قیامت میں اُن کے حشر ونشر ہونے کا اعلان کرتی ہے اور کہتی ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی اور کسی چیز کی کمی نہیں یعنی اُن تمام مخلوقات کو وہ سب کچھ بتانے اور سکھانے کا مکمل انتظام اس قرآن میں موجود ہے جس کی خلاف ورزی پر سزا اور تعمیل پر جزا دینے کے لئے قیامت برپا ہوگی۔اگر اس آیت پر مجتہدین ایمان لاتے تو انہیں نظام اجتہاد اور جماعت مشاورت اور انسانی عقل وفکر وتجربات سے دین کے نام پر مسائل تیار کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔لہٰذا انہوں نے کتاب اور دین کو ناقص مان کر نظام اجتہاد کی تعمیر کی ہے۔جو باطل ہے۔اور سنیئے:

وَ یَوۡمَ نَبۡعَثُ فِیۡ کُلِّ اُمَّةٍ شَهِیۡدًا عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَجِئۡنَا بِکَ شَهِیۡدًا عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّ هُدًی وَّرَحۡمَةً وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ O (نحل 16/89)

''اے رسولؐ تم قریش کو بتاؤ کہ اُس دن سے خبردار رہ کر عمل کریں جس دن ہم تمام اُمتوں کو جمع کرکے ہر قسم کی امت میں سے اُن ہی کے اندر سے ایک ایک ایسا گواہ تعینات کریں گے جو اپنی اپنی امت کے کردار پر چشم دید گواہی دے سکے اور پھر اے محمدؐ تمھیں اُن سب چشم دید گواھوں پر اور تمام اُمتوں پر ایسے گواہ کی حیثیت سے مقرر کریں گے جس نے تمام امتوں اور گواھوں کے ہر ہر فرد کے فکر وعمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہوگا۔اسی مقصد کی تیاری میں مدد دینے کے لئے ہم نے تم پر ایسی کتاب بھی نازل کی ہے جو اُن تمام متعلقہ چیزوں کو بیان کرتی ہے جو شہادت کے سلسلے میں ضروری تھی۔اور ساتھ ہی یہ کتاب تمام اسلام لانے والوں کے لئے تمام ہدایات اور ساری رحمتوں اور خوشخبریوں کا ذخیرہ بھی ہے۔''

قارئین سوچیں کہ پہلی آیت (6/38) میں تمام مخلوقات کی اُمتوں کا اور قیامت میں حشر ونشر کا ذکر ہوا تھا اور یہ دوسری آیت (16/89) وہ اہتمام بیان کرتی ہے جو حساب اور باز پرس کے لئے کیا جانے والا ہے۔اور پہلے اللہ نے یہ فرمایا تھا کہ کتاب میں کوئی فروگزاشت نہیں کی گئی ہے (6/38) اور یہ بتایا کہ کتاب میں ہر چیز بیان کردی گئی ہے۔اس صورت میں وہ کونسا مسئلہ باقی رہ سکتا ہے جس کے مطابق مخلوقات نے عمل کرنا تھا اور اس قرآن میں بیان نہ کردیا گیا ہو؟ پھر ہمارا یہ رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ رسولؐ ہے جس نے تمام مخلوقات کے اعمال وکردار و نقل وحرکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو یعنی جس طرح اللہ تمام اعمال پر شہید ہے (وَاللّٰهُ شَهِیۡدٌ عَلٰی مَا تَعۡمَلُوۡنَ) (عمران 3/98) اُسی طرح رسولؐ تمام اعمال پر شہید ہیں۔اور جس طرح اللہ ہر چیز پر عینی گواہ ہے وَ اَنۡتَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ (مائدہ 5/117) بالکل اسی طرح آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مخلوق پر عینی شاہد یعنی شہید ہیں۔اس قدر علم وقدرت وتجربہ رکھنے والا رسولؐ ہو اور اُسکے پاس وہ کتاب ہو جس میں

Presented by Ziaraat.Com

کسی چیز کونظر انداز نہ کیا گیا بلکہ ہر چیز کا بیان کر دیا گیا ہو۔ کیا وہ رسوؐل اور وہ کتاب ایسا دین پیش کرینگے جس میں لاتعداد مسائل اور فیصلے موجود نہ ہوں اور جنہیں مجتہدین ایک ناپیدا کنار دریا میں تلاش کریں اور پھر نہ پائیں؟ یعنی نظام اجتہاد نہ صرف قرآن واسلام ورسوؐل کو ناقص و نامکمل کہتا ہے بلکہ وہ اللہ کا کھلا مذاق اُڑاتا ہے۔ اور ابلیس کے منصوبے کی تائید کرتا ہے۔

10۔ حضرت علیؑ نے نظام اجتہاد کو حقیر سمجھ کر صرف دو آیات کافی سمجھیں ورنہ اس ابلیسی نظام کے بطلان پر پورا قرآن گواہ ہے

حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک نظامِ اجتہاد بہت ذلیل وحقیر نظام ہے جس کے بطلان پر وؑہ صرف دو آیات پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم ایسے زمانہ میں ہیں کہ ساری دُنیا اس نظام کے ماتحت کام کر رہی ہے۔ مسلمانوں میں یہ نظام چودہ سو سال سے موجود ہے اور خود پیروانِ علیؑ کہلانے والے نام نہاد شیعہ عوام وعلما بھی ایک ہزار سال سے اس نظام کو اپنائے ہوئے ہیں۔ اور یہ سب بھی اب اس نظام کو اللہ ورسوؐل کا پسندیدہ اور قرآن کے مطابق اسلامی نظام سمجھتے ہیں اور اس کی گرفت اور وقار اس لئے اور بھی بڑھ گیا ہے کہ مدت دراز سے یہ مان لیا گیا ہے کہ قرآن میں واقعی ہر ہر چیز کا اور ہر ہر انسانی ضرورت کا نہ بیان موجود ہے نہ ذکر ہی کیا گیا ہے۔ یعنی قریشی علما اور حکومتوں نے قرآن کو مہجور کرنے کے بعد اُس وقت تک دم نہیں لیا جب تک حدیث کے نام پر سینکڑوں ایسے افسانے تیار کرا کے گھر گھر اور ہر شخص کے دماغ تک نہ پہنچا دیئے جن سے یہ یقین ہو جائے کہ قرآن میں صرف چند اصولی باتیں اور احکام ہیں۔ تفصیلات ہرگز قرآن میں نہیں ہیں۔ اس لئے اُن کے نزدیک ضروری ہے کہ تفصیلات اخذ کر کے مرتب صورت میں پیش کرنے کے لئے نظام اجتہاد ومشاورت موجود رہے۔ لیکن ہم حضرت علیؑ کی تائید اور نظام اجتہاد کی تردید میں آیات واحادیث کا ڈھیر لگا دیتے ہیں اور تمام مکر وحیلے باطل کر دیتے ہیں اور وہ تمام راہیں اور عذرات بند کر دیتے ہیں جو نظامِ اجتہاد اور مجتہدین نے چودہ سو سال کے تجربے سے نکالی ہیں۔ سُنیئے کہ قرآن میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے کسی خبیث کو مزید تفصیل اخذ کرنے کی گنجائش چھوڑی ہی نہیں گئی ہے۔

11۔ زیادہ مکار وماڈرن مجتہدین کو ہمارا جواب اور ثبوت کہ قریشی مجتہدین قرآن کو جھٹلاتے ہیں

قارئین سنیں اور یاد کریں کہ قرآن کریم میں جب اللہ کے رسوؐل نے قریش کو قرآن کے مہجور کرنے والی قوم قرار دے دیا (فرقان 25/30) اور اللہ نے قرآن میں جواباً قریش کو دشمن قرآن ورسوؐل فرما دیا (25/31) اور پھر اللہ نے اس قوم کو تکذیب کرنے کا مجرم بھی ٹھہرا دیا (6/66) تو کس دلیل سے قریش کا قائم کردہ نظامِ اجتہاد قرآن کا دشمن اور تکذیب کرنے والا نہ ہوگا؟ اِن جرائم کے بعد تو عقلمند مسلمان قریش کی کسی بات کو قرآن کے معاملہ میں قابلِ اعتبار نہ سمجھیں گے۔ اور جبکہ رسوؐل کی آنکھ بند ہوتے ہی مسلمانوں کی حکومت پر قریش کا تسلط قائم ہو گیا اور سات سو سال تک انہیں یہ قدرت ومواقع ووسائل حاصل رہے کہ وہ رسوؐل وقرآن کے نام پر جو چاہیں کہیں اور اُمت میں پھیلائیں۔ قرآن کی جس آیت کے جو معنی اُن کے لئے مفید ہوں بیان کریں اور لوگ انھیں رسوؐل کے صحابہ اور مقبولِ بارگاہِ رسوؐل سمجھ کر قبول کریں۔ اور انھوں نے خود کو قرآن (25/30-31، 6/66 وغیرہ) کی مار سے بچنے اور بات بنانے کے لئے صدیوں تک تاریخ وحدیث وتفسیر کے نام سے اپنی پالیسیاں اور منصوبے قرآن وحدیث کی سند سے لکھوائے۔ اُن ہی منصوبوں میں سے ایک منصوبہ اجتہاد ہے۔ جو قریش کی طرف سے پیش کئے جانے ہی سے باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ ورسوؐل اور قرآن کی دشمن قوم کی بات اُن کے اپنے حق میں اور اللہ ورسوؐل وقرآن کے خلاف عقلاً اور خود نظامِ اجتہاد کی رُو سے قابل قبول واعتناء نہیں ہو سکتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

12۔ قرآن مفصل ومکمل کتاب ہے'اس میں کسی کمی یا خامی کا ماننا انکارِ حقیقت اور دشمنانِ اسلام کا کام ہے

اب ہم قارئین کو ایک مقام پھر دکھاتے ہیں کہ قرآن میں ہر ہر چیز کی تفصیل خود اللہ نے نازل کی ہے۔اللہ نے فرمایا ہوا ہے کہ:

مَاکَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَ لٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَ تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَ ھُدًی وَ رَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ O (یوسف 12/111)

مودودی کا ترجمہ صحیح مگر تشریح میں انکار کردیا ہے: ''یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جارہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں اُن ہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لئے ھدایت اور رحمت۔''(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 438)

اس آیت کو پڑھنے اور مودودی کا ترجمہ دیکھنے کے بعد اس آیت کی رُو سے بھی اللہ، رسوؐل اور قرآن پر ایمان لانے والے تو یہ ضرور مانیں گے کہ اس قرآن میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔

مودودی قرآن پر نہیں بلکہ اجتہاد پر ایمان رکھتے ہیں: مگر وہ لوگ جو نظام اجتہاد پر ایمان رکھتے ہیں۔ترجمہ صحیح کرنے کے بعد بھی لکھ دیں گے کہ: ''بعض لوگ ''ہر چیز کی تفصیل'' سے مراد خواہ مخواہ دنیا بھر کی چیزوں کی تفصیل لے لیتے ہیں اور پھر اُن کو یہ پریشانی پیش آتی ہے کہ قرآن میں جنگلات اور طِب اور ریاضی اور دوسرے علوم وفنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی۔''(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 438)

یہ ہیں نظامِ اجتہاد کے ماحول میں پلے ہوئے علماء کہ قرآن میں ''تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ'' موجود ہوتے ہوئے بھی نہیں مانتے کہ ''ہر چیز کی تفصیل ہے۔''اور کمال یہ ہے کہ ترجمہ یہی کرتے ہیں کہ ''ہر چیز کی تفصیل ہے'' یہ صرف اس لئے کہ اُنھوں نے نبیؐ کو اپنے مثل بشر سمجھ کر اُس کو نظرانداز کر دیا۔خود قرآن پڑھا تو انہیں اُس میں ہر چیز کی تفصیل نہ ملی لہٰذا قرآن میں نازل شدہ جملے ''تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ'' کو اپنی عقل وبصیرت کے ماتحت رکھ کر مجبور کر دیا۔یعنی جملے کے معنی تو نہ بدل سکے مگر مفہوم بدل دیا یعنی ''تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ'' کے معنی ہوئے کہ: ''قرآن میں ہر ہر چیز کی تفصیل نہیں ہے۔'' پھر علامہ مودودی تو صرف ''دنیا بھر کی چیزوں کی تفصیل'' کے منکر ہیں۔آیت میں تو مطلقاً تمام چیزوں کی تفصیل'' فرمایا ہے جس کے معنی اہلِ ایمان کے نزدیک تو ''اس کائنات کی اگلی پچھلی اور آئندہ کی ہر چیز کی اور ہر مخلوق کی تفصیل ہیں۔'' اور اہلِ ایمان کے نزدیک چونکہ اس کائنات کی ہر چیز اور تفصیل کا عالم اسی آیت سے ہے اس لئے قرآن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھنا لازم ہے تاکہ وہ سب کچھ قرآن میں ملے جس کا قرآن میں دعویٰ کیا گیا ہے اور وہ اہلِ ایمان کے لئے ہے (12/111) اہلِ اجتہاد کے لئے نہیں ہے تاکہ وہ گمراہی میں پختہ ہوتے اور جہنمی بنتے جائیں۔اور یہ سزا ہے رسوؐل کو اپنے برابر جماعتِ مشاورت کا ایک ممبر سمجھنے کی۔اور اس کی کہ جہاں بھی اللہ نے قرآن کی ہمہ گیری کا اعلان کیا ہے وہیں مجتہدین نے معنی تبدیل کئے یا مفہوم بدلا یا معنی میں کمی وزیادتی کی ہے اور اسی کا نام ہے قرآن کو مجبور کرنا۔چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کی پیش کردہ آیت (سورہ نحل 16/89) میں تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ آیا تھا وہاں مودودی نے مندرجہ بالا آیت (12/111) کی طرح اُس کا ترجمہ تو صحیح کیا ہے مگر مفہوم بدل کر نفی کردی ہے۔

مودودی صحیح ترجمہ کرنے کے بعد بھی مُصر رہتے ہیں کہ قرآن کو ناقص اور اجتہاد کو صحیح ثابت کریں

اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ: وَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ .. الخ (سورہ نحل 16/89)

مودودی ترجمہ:

''ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کردی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے''۔(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ نمبر 564)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی پر نظامِ اجتہاد کا دباؤ:

"غلطی سے لوگ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ اور اسکے ہم معنی آیات کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ قرآن میں سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے۔ پھر وہ اسے نباہنے کیلئے قرآن سے سائنس اور فنون کے عجیب عجیب مضامین نکالنے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ نمبر 564)

قارئین سوچیں کہ قرآن صاف اور سادہ الفاظ میں بلکہ یوں کہیے کہ اردو زبان میں "تفصیل۔ کُل۔ شے" فرماتا ہے مگر مجتہدین اس کا انکار کرتے ہیں۔ وہ قرآن میں تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ فرماتا ہے یعنی "ہر شئے کو بیان کرنے والی" کہتا ہے اور حد بندی نہیں کرتا کہ زمین کی ہر چیز یا آسمان کی ہر چیز مگر مجتہد کہتا ہے کہ نہ ہر چیز کا بیان ہے نہ ہر چیز کی تفصیل ہے۔ کیا قارئین، قرآن کے ساتھ اتنی کھلی دھاندلیاں دیکھنے کے بعد بھی اللہ، رسولؐ اور قرآن کی اس بات پر ایمان نہ لائیں گے کہ: یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا (25/30)

"اے میرے پروردگار یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر دیا"۔

اس سے بڑی اور خیانت کیا ہوگی کہ صحیح ترجمہ کرکے قرآن کی اور قرآن میں نازل شدہ الفاظ کی تصدیق بھی کرتے جاتے ہیں اور معنی اور مفہوم کو اُلٹ کر قرآن کا انکار بھی جاری رکھے ہوئے ہیں؟ صرف اس لئے کہ اُن کی قومی حکومت اور اجتہاد کا جواز نکل آئے؟ اور قرآن سے جاہل لوگوں کو اللہ و رسولؐ کا جانشین مانا جائے؟

13۔ عہدِ رسولؐ کے مجتہدین رسولؐ اللہ پر بھی دباؤ ڈالتے تھے تاکہ وہ جناب بھی طاغوتی طریقہ پر فیصلہ کرانے کے لئے راضی ہوجائیں

یہ بات سترھویں (17) خطبہ میں ہو چکی ہے کہ عہدِ رسولؐ کے قریشی مومنین اپنے مرکزی راہنما سے قرآن کے معنی و مفاہیم سمجھا کرتے تھے اور اپنا صحیح حاکم اُسی سربراہ کو سمجھتے تھے جس کو اللہ نے طاغوت فرمایا ہے اور جس سے کفر کرنے کا حکم دیا تھا (نساء 4/60)۔ اور یہ بھی قرآن نے بتا دیا ہے کہ اس طاغوت کے مقابلہ میں قریش رسولؐ کے احکام کو نظر انداز کر دیتے تھے مگر نظامِ اجتہاد کے امام کا حکم ہرگز نہ ٹالتے تھے۔ بلکہ رسولؐ اللہ کا بھی صرف وہی حکم مانتے تھے جس کے ماننے کی مرکزی سربراہ یا طاغوت نے اجازت دے رکھی تھی (5/41) چنانچہ قرآن اُس صورتِ حال کا ذکر کرتا ہے جب رسولؐ پر جماعتِ مشاورت کا ممبر بن کر آخری فیصلہ مرکز سے حاصل کرنے کا تقاضا ہو رہا تھا تو اللہ نے فرمایا کہ:

وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ يُوۡحِىۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوۡهُ فَذَرۡهُمۡ وَمَا يَفۡتَرُوۡنَ ۝ وَلِتَصۡغٰٓى اِلَيۡهِ اَفۡـِٕدَةُ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ وَلِيَرۡضَوۡهُ وَلِيَقۡتَرِفُوۡا مَا هُمۡ مُّقۡتَرِفُوۡنَ ۝ اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡتَغِىۡ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكُمُ الۡكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَقِّ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ۝ (انعام 114 تا 6/112)

"اور اے محمدؐ ہم نے تو اُن قریش ہی کی طرح انسانی شیطانوں کو اور جناتی شیطانوں کو ہر نبیؐ کا دشمن بنائے رکھا ہے وہ دونوں قسم کے دشمن شیاطین آپس میں ایک دوسرے کو وحی کرتے رہتے ہیں اور انسانوں کو سجا کر دھوکا دینے کی باتیں آپس میں ایک دوسرے کو بتاتے رہتے ہیں اور تیرے رب کی مشیت اگر نہ ہوتی تو وہ انسانوں کو فریب نہ دے سکتے تھے۔ چنانچہ آپ اُن جناتی اور انسانی شیطانوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دو تاکہ وہ آزادی

Presented by Ziaraat.Com

سے اپنی مجتہدانہ ایجادات کرتے اور قوم کو دھوکہ دیتے رہیں۔اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل اُن کے منصوبے کی طرف مائل ہوتے اور اُن کی اسکیم پر خوش ہوتے رہیں اور جو نتائج وہ قومی حکومت سے حاصل کرنا چاہتے ہیں حاصل کرلیں۔تب رسولؐ نے قریشی نظام کے راہنماؤں کو جواب دیا کہ کیا میں اللہ کے علاوہ بھی کسی کو حکم دینے والا یا فیصلہ کرنے والا پسند کرلوں جب کہ اللہ وہی تو ہے جس نے تمھاری طرف احکام اور فیصلوں کی یہ مفصل کتاب نازل کردی ہے؟ اور اس پر اللہ نے رسولؐ سے فرمایا کہ جن لوگوں کو ہم نے درحقیقت یہ مکمل کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ حقِ مجسّم کی صورت میں تیرے پروردگار نے نازل کی ہے چنانچہ اے رسولؐ تم آیات کے معنی نچوڑنے والوں سے الگ رہو۔''

معلوم ہوا کہ قرآن تمام قسم کے احکام پر ایک مفصل کتاب ہے اور رسولؐ اللہ نے قریش کو بتایا تھا کہ میں اللہ کے فیصلوں کے علاوہ کسی اور کا فیصلہ اس کتابِ مفصل کی موجودگی میں قبول نہیں کرسکتا۔لیکن قریش کے وہ شیاطین' جن کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے (25/27-29)، برابر نظام اجتہاد پر برقرار رہے اور وہ تمام فریب کارانہ تاویلات قوم میں پھیلاتے رہے جن سے قوم خوشی خوشی رسولؐ سے ہٹ کر قریشی طاغوت سے وابستہ ہو جائے۔لہٰذا اِن آیات (6/112-114) کے بعد یہ کہنا کہ قرآن نے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ضروریات اور تقاضوں کو مدِ نظر نہیں رکھا اس لئے نظام اجتہاد کی ضرورت ہے سراسر اللہ' رسولؐ اور قرآن پر تہمت ہے۔اور قرآن کی کھلی ہوئی تکذیب ہے''۔

اور یہی حضرت علی علیہ السلام نے قریش کے مفتیوں اور قاضیوں سے فرمایا ہے۔

14۔ قرآن کریم کی ہمہ گیری اور مجتہدین اور قریش کے موقف کی تردید اور بطلان پر قرآن اور صاحبانِ قرآن کے مزید بیانات

اس عنوان میں ہم چاہتے ہیں کہ قارئین حضرات پہلے قرآن سے پھر قرآن والوںؑ سے ایسے چند اور بیانات سُن لیں جن سے یہ یقین ہو جائے کہ یہ قرآن ایک ہمہ گیر کتاب ہے اس میں پوری کائنات اور کائنات کی تمام ہی مخلوقات اور اشیاء پر معلومات کا ذخیرہ فراہم کردیا گیا ہے۔چنانچہ یہاں سے آپ نے دیکھا ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔اور ہر چیز کہنے کے بعد کوئی چیز ایسی نہیں رہتی جس کا بیان و تفصیل قرآن میں نہ ہو۔اور یہ کہ قریشی مخالفوں نے صاحب قرآن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الگ چھوڑ کر قرآن سے استفادہ چاہا اور بدنیتی و دشمنی اور مخالف تصورات رکھتے ہوئے استفادہ چاہا لہٰذا گمراہ ہوئے اور انہیں قرآن سے اور تو اور نماز کی رکعات اور اوقات بھی نہ ملے اور انہوں نے طے کرلیا کہ قرآن میں چند اصولی باتوں، قصوں کہانیوں کے سوا کچھ نہیں ہے اُن کی اس دشمنی اور نیت کو قرآن ہر اس موقع پر بیان کرتا ہے جہاں وہ اپنی ہمہ گیری کا ذکر کرتا ہے۔

(14۔الف) قرآن میں ہر چیز کو مثالیں دے کر بیان اور واضح کیا گیا ہے مگر قریشی کثرت رُوگردان اور حق پوش ہے

قریش پر حق پوشی کا جرم لگاتے ہوئے فرمایا کہ:

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۔ (بنی اسرائیل 17/89)

''اور ہم نے اس قرآن میں انسانوں کی ضروریات کی یقیناً ہر مثال (تمام مثالیں) طرح طرح بیان کردی ہیں البتہ انسانوں کی کثرت رُوگردانی کے لئے اس حقیقت پر پردہ ڈال رہی ہے (كُفُوْرًا)۔''

معلوم ہوا کہ ہر چیز کی تفصیل کو مثالیں دے دے کر بیان کردیا گیا ہے۔مگر مجتہدین کو یہ حقیقت اُن کی راہِ اجتہاد میں رکاوٹ لگتی ہے اِس لئے اُسے چھپا رہے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

(i) قریش کی کثرت کو ایک خاص انسان نے بحث ومجادلہ سے مخالف بنایا ہے

اب قریش کے سب سے بڑے مجتہد کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا O (کہف 18/54)

''اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں انسانوں کی ضروریات کی تمام مثالیں ہیر پھیر کر بیان کردی ہیں مگر ایک خاص انسان اکثر معاملات میں بحث ومجادلہ کرتا رہتا ہے۔''

اس کے بعد کی دو آیات (18/55-56) پڑھنے سے اُس شخص اور اس کی قوم کا باطل اجتہاد بھی سامنے آجاتا ہے۔

(ii) لوگوں کی نصیحت کے لئے ہر مثال بیان کی گئی ہے تاکہ وہ ذمہ دار پوزیشن اختیار کرلیں

ہر شخص کو ذمہ دار بنانے کیلئے اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے تمام مثالیں بیان کردی گئی ہیں چنانچہ فرمایا ہے کہ:

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ O قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ O

(سورہ زمر 39/27-28) (سورہ روم 30/58)

''اور یقیناً ہم نے انسانوں کے لئے ذمہ داریوں اور نصیحتوں کے سلسلے میں اس قرآن کے اندر تمام قسم کی مثالیں ٹھونک بجا کر بیان کردی ہیں جن کا مجموعہ یہ بے عیب عربی قرآن ہے شاید یہ لوگ بھی پرہیزگار بن جائیں۔''

(14-ب) قرآن کی ہمہ گیری کا انکار کرنے کے لئے ''کِتَابٌ مُبِيْنٌ'' کو لوح محفوظ بنانے کی کوشش۔ قرآن کتاب المبین ہے

قرآن کریم کو قرآن میں جگہ جگہ الفاظ ''کِتَابٌ'' ''الکِتَابُ'' ''کِتَابٌ مُبِیْنٌ'' اور ''کِتَابُ الْمُبِیْنُ'' کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور لوحِ محفوظ کو کہیں بھی کتاب یا الکتاب یا کتابٌ مبینٌ اور کتاب المبین نہیں فرمایا ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ کتاب المبین کو تو ایسی ظاہر کتاب ہونا چاہیئے جو سب کے دیکھنے، چھونے اور پڑھنے میں آئے۔ اور لوحِ محفوظ انسانوں کی دسترس ومشاہدہ اور محسوسات سے باہر ہے۔ لہٰذا لوحِ محفوظ کو معنوی وعملی دونوں حیثیتوں سے کتاب المبین کہنا اور ہونا بھی نہیں چاہیئے۔

قرآن کو کتاب المبین فرمایا گیا ہے: حٰمٓ O وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ O اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ O وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ O (زخرف 1 تا 43/4)

ایک مجتہد اور دشمنِ اہلبیت کا ترجمہ: ''ح۔م۔ قسم ہے اس واضح کتاب کی کہ ہم نے اُسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم لوگ اسے سمجھو۔ اور در حقیقت یہ اُم الکتاب میں ثبت ہے، ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب۔''

مودودی کی تشریح: ''قرآن مجید کی قسم جس بات پر کھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس کتاب کے مصنف ''ہم'' ہیں نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قسم کھانے کیلئے قرآن کی جس صفت کا انتخاب کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ''کتاب مبین'' ہے۔'' (تفہیم القرآن 4 صفحہ 523)

یہ کتنا بڑا ظلم اور بددیانتی ہوگی کہ یہی علامہ قرآن کو ناقص ثابت کرنے کی غرض سے کتاب المبین کو قرآن نہ مانے۔

(14-ج) قرآن کریم سے پوری کائنات کی کوئی چیز باہر اور غائب نہیں ہے حتیٰ کہ قریش کے سینوں میں پوشیدہ منصوبہ بھی معلوم ومذکور ہے

آیئے قرآن کا وہ مقام دیکھئے جہاں قرآن کریم کی ہمہ گیری پر پردہ ڈالنے کے لئے یہی ملعون خود اپنی تردید کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اللہ کا ارشاد ہے کہ: وَاِنَّ رَبَّکَ لَیَعْلَمُ مَاتُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ o وَمَامِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ o
اِنَّ ھٰذَاالْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ ھُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ o (نمل 76 تا 74 / 27)

مکذبِ قرآن قریشی عالم کا ترجمہ وتشریح: ''بلاشبہ تیرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ اُن کے سینے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ آسمان وزمین کی کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے جو ایک واضح کتاب میں لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔''

تشریح: ''92۔ یہاں کتاب سے مراد قرآن نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا وہ ریکارڈ ہے جس میں ذرہ ذرہ ثبت ہے'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 602)

قارئین قریش اور اُن کے علماء پر لعنت بھیج کر خود سمجھ لیں کہ قریش اسلامی عقائد کے متعلق جو لوگوں کے سامنے اعلان کرتے تھے (یُعْلِنُوْنَ) وہ فریب تھا اور اُن کے سینوں میں منصوبہ اجتہاد وقومی حکومت دفن تھا۔ اور یہ کہ قرآن کریم میں زمین وآسمان کی ہر غائب ومشہود چیز لکھی ہوئی موجود ہے اور بقول مودودی' کائنات کا ذرہ ذرہ ثبت ہے۔ اور وہ لوگ فریب ساز ہیں جو قرآن کو چند اصولوں والی کتاب کہتے اور اجتہاد کرتے ہیں۔

(14۔د) غیب کے حالات' غیب کی کنجیاں' خشکی وبحر کے حالات، درختوں کے ہر ہر پتہ کی عمر، زمین کی تاریکیوں کا ہر ذرّہ قرآن میں مذکور ہے

قرآن کی ہمہ گیری بیان کرنے میں اللہ نے کوئی پہلو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ وَیَعْلَمُ مَافِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُھَا وَلَاحَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَارَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ o (انعام 6/59)

مودودی کا ترجمہ: ''اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحر وبر میں جو کچھ ہے وہ سب سے واقف ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اُسے علم نہ ہو۔ زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو۔ خشک وتر سب کچھ ایک کھلی ہوئی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 546)

یہاں بھی مودودی نے قرآن کے بجائے ایک کھلی کتاب لکھ دیا ہے اور تشریح کی ہوتی تو حسبِ سابق یہاں بھی کتابٌ مبین کو اللہ کا پرائیویٹ ریکارڈ لکھ دیا جاتا۔

بہر حال بات مکمل ہوگئی کہ اللہ نے قرآن کریم کی ہمہ گیری بیان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور قریش وقریشی علماء نے قرآنی حقائق کو چھپانے یعنی کفر کرنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔

(14۔ھ) اگر قرآن کائنات کی ہر چیز کے لئے مفصّل قوانین وتفصیلات نہ رکھتا ہوتا تو کائنات کی ہر چیز کیسے مسخر کی جاسکتی تھی؟

اللہ نے قرآن میں تمام انسانوں کو مخاطب کر کے بار بار اور طرح طرح سے فرمایا ہے کہ ''اس کائنات کی ہر چیز وہر مخلوق کو تمہارے لئے مطیع ومسخر کر دیا ہے'' (16/12)، (45/13)۔ ظاہر کہ پوری کائنات اور اس میں سنکھوں میل پھیلی ہوئی مخلوقات واشیاء کو اپنا مطیع ومسخّر بنانے کے لئے ہر چیز کی تفصیل درکار ہے، ہر ایک تک رسائی کا طریقہ وقوت مطلوب ہے۔ تمام متعلقہ قوانین وعملی ہدایات کی احتیاج ہے۔ وہ چھومنتر سے مطیع نہ ہو جائیں گے۔ اور یہ تمام ضروریات پوری کرنے کے لئے ہی اس قرآن اور اس کے لانے والے اور تعلیم دینے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے جانشینوں کو ہمہ گیر علوم وقدرت عطا کی گئی ہے۔ لیکن قریش نے قرآن اور رسوؐل دونوں کی اس پوزیشن کو چھپایا۔ انہیں اپنے ایسا بشر اور قرآن کو ایک نامکمل کتاب قرار دیا تو دیکھ لو کہ آج مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ وہ ساری دنیا کی اقوام کے سامنے بُری قسم کے بھکاری ہیں۔ اور

Presented by Ziaraat.Com

دنیامیں چاروں طرف اُن کی مذمت ہورہی ہے۔اور وہ خود بھی اپنی مذمت کرتے رہتے ہیں۔

(14-و) احادیث معصومین سے قرآن کی ہمہ گیر پوزیشن

جس طرح حضرت علی علیہ السلام نے قرآن کی عالم گیر پوزیشن پر قرآن کی آیات سے استدلال فرمایا ہے۔ بالکل اُسی طرح اور اُسی آیت سے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

پہلی حدیث: عَن مرازم عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام قال: اِنَّ اللّٰہ تَبَارَکَ وَ تعالٰی اَنْزَلَ فِیْ الْقُرْاٰنِ تِبْیَانَ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی وَ اللّٰہِ مَاتَرَکَ اللّٰہ شَیْئًا یَحْتَاجُ اِلَیْہِ الْعِبَاد، حَتّٰی لَا یَسْتَطِیْعُ عَبْدٌ یَقُوْلُ "لَوْکَانَ ھٰذَا اُنْزِلَ فِیْ الْقُرْاٰنِ اِلَّا وَقَدْ اَنْزَلَہُ اللّٰہ فِیْہِ۔(کتاب فضل العلم بَاب الرَّدِ اِلی الکتاب)

"یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کو ہر چیز کے بیان کرنے کے لئے نازل کیا ہے۔ یہاں تک کہ اُن چیزوں میں سے کسی چیز کو بیان کرنے سے نہیں چھوڑا۔ جن کو جاننے یا سمجھنے کی بندوں کو ضرورت واحتیاج ہوسکتی تھی۔ اور اس حد تک بیان کردیا کہ اب کوئی شخص یہ کہنے کی گنجائش نہیں رکھتا کہ:۔"کاش قرآن میں فلاں چیز بھی بیان کی ہوتی" مگر یہ کہ اللہ نے وہ چیز بھی قرآن میں پہلے ہی بیان کی ہوئی ہے۔"

دوسری حدیث: عن عمر بن قیس عن ابی جعفر علیہ السلام قال: سمعتہُ یقول: اِنَّ اللّٰہَ تبارک وتعالیٰ لم یدع شَیْئًا یحتاج الیہ الْاُمۃ اِلَّا اَنْزَلَہُ فِیْ کتابہ وَ بَیَّنہ لِرسولہ وجعل لِکُلِّ شَیْءٍ حَدًّا وَّجَعَل علیہ دَلیلا یَدَلُّ علیہ وَجَعَل عَلٰی مَنْ تَعدّٰی ذٰلِکَ الْحَدّ حَدًّا (دوسری حدیث، باب وکتاب ایضاً)

"جناب محمدؑ باقر علیہ السلام سے عمر بن قیس نے سُنا، فرماتے تھے: "یقیناً اللہ نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی چیز نازل کئے بغیر نہیں چھوڑی جس کی اُمت کو ضرورت واحتیاج ہوسکتی تھی اور اُن تمام چیزوں کو اپنے رسولؐ کے لئے واضح کردیا۔ اور تمام چیزوں کی حدود بھی مقرر فرما دی ہیں اور اُن پر دلائل بھی قائم کردیئے ہیں اور جو کوئی اُن حدود سے تجاوز کرے اس کے لئے سزا بھی طے فرمادی ہے۔"

تیسری حدیث: عَنِ المعلی بن خنیس قال: قال ابوعبداللّٰہ علیہ السلام مَا مِنْ اَمْرٍ یَخْتَلِفُ فِیْہِ اثْنَانِ اِلَّا وَ لَہُ اَصْلٌ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ عزّ وَ جَلَّ وَ لٰکِنْ لَّا تُبْلِغُہُ عُقُوْلُ الرِّجَالِ (ایضاً حدیث نمبر 6)

جناب امام جعفرؑ صادق نے فرمایا ہے "ایسا کوئی مسئلہ یا ایسی کوئی چیز یا ایسا کوئی معاملہ ہے ہی نہیں کہ جس پر دو آدمیوں میں اختلاف ہو اور وہ اپنی بنیاد کے ساتھ اللہ کی کتاب میں موجود نہ ہو۔ البتہ تمام لوگوں کی عقلیں اس تک پہنچتی نہیں ہیں۔"

قارئین یہاں رُک جائیں اور سوچیں کہ ان تینوں احادیث نے کیا ان لوگوں کا راستہ روک نہیں دیا جو یہ کہنا چاہیں کہ قرآن میں فلاں مسئلہ یا بیان یا تفصیل یا جزئیات نہیں ہیں؟ رہ گئی یہ ترکیب کہ قرآن کی ہر بات ہر آدمی کی سمجھ میں نہیں آتی؟ تو یہ بھی تیسری حدیث میں بتادیا گیا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ کوئی بھی الہامی یا انسانی کتاب ایسی نہیں ہے جس کی ہر بات ہر جاہل و عالم و جوان و بڈھا اور بچہ اور عورت سمجھتی ہو۔ کوئی ڈاکٹری وحکمت کی کتاب ایسی نہیں ہے جسے سارے لکھے پڑھے لوگ سمجھتے ہوں۔ ننانوے فیصد لوگ ڈاکٹر کا لکھا ہوا نسخہ نہیں سمجھتے مگر سمجھنے والے سمجھتے ہیں اور سو فیصد ٹھیک دوائیں دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ ترکیب کہ مجتہدین کو یا کسی اور کو قرآن میں فلاں بات نہیں ملتی۔ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ناکام ہوئے ہیں۔ وہ جاہل ہیں۔ قرآن کو پڑھنا نہیں جانتے۔ اُنہیں اور تمام انسانوں کو کتاب یا قرآن دے کر آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔ اُنہیں قرآن سیکھنے اور سکھانے

Presented by Ziaraat.Com

کیلئے بھی آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے۔اگر انہیں کوئی چیز قرآن میں نہیں ملتی یا نہ ملے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ قرآن فہمی کے لئے نالائق ہیں نہ کہ یہ کہنا کہ خدا نالائق ہے۔انہیں اپنی کوشش میں کوتاہی کا اقرار کرنا چاہیئے نہ کہ اللہ پر کوتاہی کی تہمت جڑ دینا چاہیئے۔جب اللہ، رسولؑ، قرآن اور صاحبانِ قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ قرآن میں ہر بات ہر چیز تفصیل سے مثالیں دے دے کر بیان کر دی ہے۔اگر وہ مومن ہیں تو ایمان کا تقاضا ہے کہ پہلے اللہ، رسولؑ، قرآن اور صاحبانِ قرآن کی بات مانیں اور ایک لاکھ دفعہ کہیں کہ واقعی ہر چیز قرآن میں موجود ہے ہم نالائق ہیں، جاہل ہیں، ہماری تلاش میں کوئی خامی ہے ورنہ مطلوبہ چیز ضرور قرآن میں موجود ہے۔تمہارا اپنا بچہ گم ہو جاتا ہے۔تمھیں نظر نہیں آتا۔محلے میں نہیں ملتا۔بس مطمئن ہو جانا چاہئے کہ وہ دنیا میں نہیں ہے۔مگر تم ملعون ہوا پنے بچے کے لئے آس لگائے رہتے ہو۔منادی کراتے ہو۔مسجدوں سے اعلان کراتے ہو۔پولیس کے تھانوں پر جاتے ہو۔اخباروں میں اشتہار دیتے ہو۔اور پھر بھی آس لگائے رہتے ہو۔

یہ اللہ، رسولؑ، قرآن اور صاحبانِ قرآن ہی ہیں جن سے تم فوراً مایوس ہو جاتے ہو۔اور اُنؑ کے خلاف فیصلہ کر کے بیٹھ جاتے ہو کہ قرآن ایک ایسی اصولی کتاب ہے جس میں کروڑوں اربوں ضرورتوں اور سوالوں کا حل نہیں ہے۔اور اللہ و رسولؑ کی جگہ بیٹھ جاتے ہو تا کہ وہ خامیاں دُور کرو جو اللہ و رسولؑ سے رہ گئی تھیں۔اور اُمید کرتے ہو کہ تمہاری غلط باتوں کو بھی اللہ کو ماننا پڑے گا اور اُمت سے غلط عمل کرا کے یہ سمجھتے ہو کہ خدا کو انہیں غلط اعمال پر اجر و ثواب دینا پڑے گا۔سُنو تم سب کچھ ہو مگر مسلم و مومن نہیں ہو تم قرآن میں لعنتی لوگ ہو تم جہنم کا ایندھن ہو۔اَے شیطان زادو ذرا کل کسی عدالت میں، ہائی کورٹ یا کسی کورٹ میں جاؤ تعزیرات پاکستان (P.P.C) لے جاؤ اور جج کے برابر بیٹھ کر مقدمہ سُننے اور قانونِ پاکستان کے مطابق فیصلہ کرنے کا اعلان تو کرو۔اگر تم نے جلدی سے معافی نہ مانگی تو سنو کہ تمہیں جیل کی ہوا اور روٹیاں کھانا پڑیں گی۔جب تک تم یہ نہ مان جاؤ کہ تمھاری بغل میں، تمہاری لائبریری میں تھی تو وہی کتابیں جو پاکستان کا قانون ہے۔مگر قانون کے معاملے میں تم لکھے پڑھے گدھے ہو۔اس لئے کہ تم یہ بھی نہیں جانتے ہو کہ قانون کی کتاب ہر اردو دان یا انگلش دان کے لئے نہیں ہے۔یعنی پاکستان کا قانون ہر ایک پاکستانی کے سمجھنے اور استعمال کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ ہر (B.A LL-B) بی اَے ایل ایل بی کے لئے بھی نہیں ہے۔اُس کے سمجھنے سمجھانے اور استعمال کرنے والے صرف وہ لوگ ہیں جن کو اس سال لائسنس دیا گیا ہے۔اور بس۔تم تو چوکور ملعون ہو۔جانتے ہو کہ پاکستانی قانون کی نمائندگی کرنے کیلئے کورسز پاس کرنا پڑتے ہیں حکومت کے قانونی مسلمہ اور متعین نمائندوں سے سند لینا پڑتی ہے۔انگلینڈ جا کر چھ سات سال باقاعدہ قانون پڑھنا پڑتا ہے بیرسٹر کی سند لینا پڑتی ہے پھر کسی کامیاب وکیل کی چپراسی کی حیثیت میں خدمت کرنا پڑتی ہے۔فائلیں اٹھائے اٹھائے پھرنا۔عدالتوں سے تخاطب سیکھنا۔تاریخیں لینا ڈائری مرتب کرنا۔ملزموں اور مدعیوں سے گفتگو کرنا سیکھنا پڑتی ہے۔برسوں ڈانٹیں کھا کر درخواست دینا ہوگی سفارش کرانا ہوگی تب جگہ خالی ہونے پر آپ کو عدالت اور نمائندگی کا حق ہوگا۔

یہ کیا مذاق ہے۔ہر اندھا، لنگڑا، لُولا اور اپاہج بچہ اسلامی مکتب میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ہر وہ لڑکا جو چوتھی پانچویں جماعت تک پبلک اسکول میں کامیابی سے نہ چلے اُسے یتیم خانہ کا مجتہد، مجتہد بننے کے لئے عراق بھیج دیتا ہے اور وہ مجتہد بن کر چلا آتا ہے۔تمام دُھنیے، جُلاھے، چمار چُوڑھے قرآن کے عالم بن جاتے ہیں۔ترجمہ و تفسیر لکھ ڈالتے ہیں اور اللہ و رسولؑ اور قرآن کے خلاف جو چاہتے ہیں کہتے ہیں؟ سُنو یہ طریقہ اُن لوگوں نے جاری کیا تھا جو ایک حرامی نسل کے مضروب حرامی تھے۔ارے قرآن تو آج تک کہہ رہا ہے کہ ”جو چیز تمہیں معلوم نہ ہو وہ اہلؑ ذکر سے پوچھ لیا کرو (21/7،16/43)یعنی اہلؑ ذکر وہ لوگ ہیں جو قیامت تک ہر جگہ اور ہر زمانہ میں دستیاب رہیں گے اور ہر لاعلمی اور جہالت کو علم سے

Presented by Ziaraat.Com

تبدیل کر دیں گے۔

کیا تم نے کبھی سوچا کہ قرآن پڑھنے اور قرآنی علوم حاصل کرنے کا قرآن نے کیا طریقہ بتایا ہے؟ اس کی تعلیم کا کون ذمہ دار ہے؟ وہ ذمہ داری اُسے کس نے دی ہے؟ کیا اُس کے پاس اللہ ورسولؐ کی دی ہوئی تحریری سند موجود ہے؟ سند اس بات کی کہ اُس نے خود اللہ ورسولؐ سے مکمل قرآن پڑھا اور امتحان دے کر پاس ہوا ہے اور سند اس بات کی کہ وہ اُسی طرح لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے گا جس طرح اُسے اللہ ورسولؐ نے سند دی ہے؟ تم نے کسی کی سند دیکھی ہے؟ تمھارے پاس کوئی سند ہے؟ وہ سند کس نے دی ہے؟ سُنو یہ قرآن صرف اور صرف لسانِ رسولؐ پر آسان کیا گیا ہے۔ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا (مریم 19/97)''اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہیں کہ ہم نے اس قرآن کو صرف تمہاری زبان کے ساتھ آسان کیا ہے تاکہ تم اس قرآن سے مخصوص متقین کو خوشخبریاں دیتے رہو اور اَلَدُّ الْخِصَام (2/204) کی اپنے مدِ مقابل دشمن قوم کو خبردار کرتے رہو۔''

یادرکھو جن لوگوں نے عربی زبان جاننے کی وجہ سے قرآن کو خود پڑھا اور رسولؐ کی زبانی مدد نہیں لی وہ قرآن ہرگز نہیں سمجھ سکتے اور اُن ہی کو وہ تمام دقتیں اور اُلجھنیں اور شکوک اور شُبہات پیش آنا چاہئیں جو رسولؐ کو قرآن سے الگ کر دیں اور جو لوگ اس آیت (19/97) میں لفظ لِسَانِکَ کے معنی عربی زبان کر لیں۔ عربی زبان تمام عربوں کی زبان ہے اور تھی اور رسولؐ کی پیدائش سے بہت پہلے سے موجود تھی۔ یہ صحیح ہے کہ رسولؐ کے والدین علیہم السلام عربی زبان بولتے تھے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بچپن سے عربی ہی بولتے تھے۔ مگر یہ غلط ہے کہ حضورؐ کی زبان عربی تھی حضورؐ اس کائنات کی تمام مخلوقات کیلئے نذیر ورسولؐ تھے اُن کی کوئی ایک مستقل زبان نہ تھی۔ وہ چرند وپرند ونباتات و جمادات وحیوانات اور تمام انسانوں کی زبانیں بولتے تھے اور وہ سب حضورؐ کی زبانیں تھیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ تمام کتب الٰہیہ اُسی زبان میں نازل ہوئی ہیں جو زبان رسولؐ کی مخاطب قوم بولتی تھی۔ لیکن اللہ کے انتظام سے اُسے جنات بھی سُنتے تھے تو اپنی زبان میں سنتے تھے۔ یعنی رسولؐ کی زبان سے نکلنے والی قرأت کائنات بھر کی مخلوق کو اُن کی اپنی زبان میں پہنچتی تھی۔ اسی اصول پر یونائٹڈ نیشن (United Nation) کے اسمبلی ہال میں زبانوں کا ترجمہ ہو کر تمام ممبروں اور مندوبین کو اپنی اپنی زبانوں میں سنائی دیتا ہے۔

بہر حال رسول اللہ' فدا اَبی واُمّی' اِس کائنات اور کائناتی مخلوقات اور اُن کی زبانوں سے پیدا ہونے سے کروڑوں اربوں سال پہلے نورانی وجود کی نورانی صورت میں پیدا کئے گئے تھے۔ اور برابر عباداتِ خداوندی بجالاتے رہے۔ اُن کی اپنی وہی زبان تھی جس میں انہوں نے کروڑوں اربوں سال حمد وثنا وعبادت الٰہی کی تھی۔ وہ وہی زبان ہے جو اللہ بولتا ہے جسے زمین وآسمان بلاتکلف ودقّت سمجھتے ہیں۔ (41/11)

چوتھی حدیث۔ لوگوں نے قرآن کے متعلق ہر پہلو پر سوالات کر کے پوزیشن واضح کرالی تھی

ثلاثہ اور کمپنی کی حکومتوں کے زمانے میں یہ بات پبلک میں مشہور اور مسلّم چلی آرہی تھی کہ قرآن ایک مختصر سی کام چلاؤ اصولی کتاب ہے۔ اس سے مسائل اخذ کرنا مجتہدین اور حکمرانوں کا کام ہے۔ ورنہ خود قرآن میں کچھ بھی نہیں ملتا۔ ادھر قریشی حکومتوں کے مقابلے پر معصومؑ نظام تعلیمات خداوندی کا تحفظ کرتا چلا آرہا تھا۔ جو لوگ اُن سے باقاعدہ وابستہ ہو جاتے تھے وہ قرآن کی تاکیدات کے ماتحت صاحبانِ قرآن علیہم السلام سے سوال کر کر کے اپنی ہر دقّت اور عقائد واعمال درست رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ:

عن سماعة عن ابی الحسن موسی علیه السلام قال: قُلْتُ له: اَ کُلُّ شَیْءٍ فِیْ کتاب اللّٰهِ و سُنَّة نَبِیّهٖ اَوْ تَقُوْلُوْنَ فِیْهِ؟ قَال:

بَلْ کُلّ شَیْءٍ فِیْ کتاب اللّٰہِ و سنّۃ نبیِّہٖ (ایضاً کتاب وباب حدیث نمبر 10)

’’میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ کیا واقعی قرآن میں ہر ہر چیز کا ذکر و بیان موجود ہے یا آپ حضرات رعب وداب رکھنے کے لئے کہتے رہتے ہیں؟ جواب میں فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ سچ مچ قرآن میں بھی اور نبیؐ کی سُنت میں بھی تمام چیزوں کا بیان موجود ہے۔‘‘

پانچویں حدیث۔ قرآن میں موجود سامان کی مختصر مگر جامع فہرست اور قرآن کے نگہبانوں کا علمی مقام

قرآن کی پوزیشن ہم ہر خطبے کی تشریح میں بالواسطہ مطالب کی بنا پر لکھتے آئے ہیں۔ مگر اس خطبے میں براہ راست قرآن زیر بحث ہے۔ اس لئے ہم یہاں ذرا کھُل کر قرآن کی اور صاحبانِ قرآن کی پوزیشن سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہزاروں احادیث میں سے ایک مختصر حدیث اور ایک ذرا طویل حدیث لکھیں گے تاکہ قرآن اور صاحبانِ قرآن علیہم السلام پر اعتراض اور شکوک کا دروازہ بند ہو جائے۔ سُنیئے کہ:

عن عبدالاعلیٰ بن اعین قال: سَمِعْتُ اباعبداللّٰہ علیہ السلام یقول: ’’قَدْ وَلَدَنِیْ رسول اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم وَاَنَا اَعْلَمُ کتاب اللّٰہِ وَ فِیْہِ بَدْءُ الْخَلْقِ وَمَاھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ القیامۃِ وَفِیہ خبر السَّماء وخبر الارضَ وخبر النَّار وخبر الجنۃ وَ خبر مَاکَانَ وَخبر ماھُوَ کَائِنٌ اَعْلَمُ ذٰلِکَ کَمَااَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ فِیہِ تِبْیَان کُل شَیْ۔ ایضاً حدیث نمبر 8)

جناب عبدالاعلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا فرماتے تھے کہ ’’مجھے رسُول اللہ نے جنم دیا ہے اور اسی لئے میں قرآن کا سب سے بڑا عالم ہوں قرآن میں تخلیق کائنات سے لے کر قیامت تک جو کچھ بھی ہونا ہے سب موجود ہے اور قرآن میں آسمانوں کی خبریں اور حالات ہیں اور زمینوں کی خبریں اور حالات ہیں۔ اُس میں جنتوں کی خبریں ہیں جہنم کی خبریں ہیں۔ اور اُن تمام چیزوں اور واقعات کی خبریں ہیں جو گزر چکے اور اُن تمام چیزوں اور واقعات کی خبریں ہیں جو مستقبل میں ہونے والے ہیں۔ اور میں اُن سب کا ویسا ہی عالم ہوں جیسا کہ اپنی ہتھیلی کا عالم ہوں اور میں اُن سب کو دیکھ رہا ہوں۔‘‘

ہے کوئی جو آگے بڑھے اور وہ چیز یا چیزیں بتائے جو امام علیہ السلام کی اس حدیث میں نہیں ہیں۔ یہ ہے قرآن اور قرآن کا اپنے زمانہ کا عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

چھٹی حدیث۔ عہدِ عباسیہ میں باقاعدہ امامت وخلافت پر کھُلی بحثیں ہونے لگیں تو مخالفین کے دلائل کو باطل کرنے کے لئے امامؑ کا بیان

عن عبدالعزیز بن المسلم قال کُنَّا مع الرضا علیہ السلام بِمَرْو ۔ فَاجْتَمَعْنا فی الجامِع یوم الجمعۃ فِیْ بَدء مقدمنا فَاداروا اَمرَ الْاِمامَۃِ وَ ذکر و اکثرۃ اختلاف الناس فیھا ۔ فَدَخَلْتَ علی سیدی علیہ السلام وَ اَعْلَمْتُہٗ خوض الناس فِیْہِ فَتَبَسَّمَ علیہ السلام ثم قال: یا عبدالعزیز جَھِلَ الْقَوْمُ وَ خَدَعُوْا عَنْ آرائِھِمْ، اِنَّ اللّٰہ عزّ و جلّ لَمْ یقبض نبیَّہٗ حَتّٰی اَکْمَلَ لَہُ الدّین وَ اَنْزَلَ علیہ القرآن فِیْہِ تبیان کلّ شیءٍ بَیَّنُ فیہ الحلال و الحرام و الحدود و الاحکام وَ جَمِیْعَ مَا یَحْتَاجُ اِلَیْہِ النَّاسُ کَمَلاً، فَقَال عزّ و جلّ مَا فَرَّطْنَا فِی الکتاب مِنْ شیءٍ ۔ وَ اَنْزَلَ فی حجۃ الوداع و ھی آخرِ عمرہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ اَلْیَومَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دینکم وَ اَتْمَمْتُ علیکم نعمتی وَ رضیت لکم الاسلام دیناً وَ اَمْرُ الْاِمَامَۃِ مِنْ تَمَامِ الدِّینِ وَ لَمْ یمض صلی اللّٰہ علیہ و آلہ حتّٰی بَیَّنَ لِاُمَّتِہٖ معالم دینھم وَ اَوْضَحَ لھم سبیلھم وَ تَرَکَھُمْ علٰی قصد سبیلِ الْحَقِّ و اقام لَھُمْ عَلِیًّا علیہ السلام عَلَمًا و امامًا وَ مَا تَرَکَ شَیْئًا یَحتاج اِلَیْہِ الامّۃ اِلَّا بَیَّنَہٗ ۔ فَمَنْ زَعَمَ اَنَّ اللّٰہ عزّ

Presented by Ziaraat.Com

و جلّ لَمۡ یکمل دینه فقد رَدَّ کتاب اللّٰہِ وَ مَنۡ ردّ کتاب اللّٰہِ فَھُوَ کَافِرٌ به۔ھَلۡ یعرفون قدر الامامۃ وَ محلّھا......الخ

''عبدالعزیزؒ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ امام رضا علیہ السلام کے ساتھ ایک دفعہ شہر مرو میں مقیم ہوئے۔اپنی آمد کے قریب ہی ہم جمعہ کو جامع مسجد میں جمع ہوئے اور مسئلہ امامت پر گفتگو کی جس میں بہت سے لوگوں کے اختلاف کا بھی ذکر آیا تھا۔چنانچہ اس کے بعد میں اپنے سیدؑ و سردار کے پاس آیا اور اُن حضرتؑ کو اُس بحث کی اور لوگوں کی فکری حالت کی روداد سنائی تو مسکرائے۔پھر فرمایا کہ اَے عبدالعزیز بات یہ ہے کہ اس خاص قوم یعنی قریش نے اپنے اجتہاد اور رائے سے جہالت اور دھوکا عام کر دیا ہے اور لوگ دین کو اور قرآن کو ناقص اور نامکمل سمجھنے لگے ہیں حالانکہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو اُس وقت تک واپس نہیں بلایا جب تک دین کو مکمل نہ کر دیا اور حضوؐر پر تمام چیزوں کو بیان کرنے والا قرآن نازل کیا ہے(16/89) قرآن میں تمام حلال وحرام بیان کر دیئے اور تمام حدود اور احکام واضح کر دیئے ہیں اور تمام چیزیں مکمل طور پر بیان کر دی گئیں جن کی انسانوں کو کبھی بھی ضرورت ہوسکتی تھی۔اور اللہ نے اسی بناء پر فرمادیا کہ ہم نے قرآن میں کسی بھی چیز کو نظرانداز نہیں کیا ہے۔اور آخری وداعی حج میں جب کہ حضوؐر کی عمر آخر ہونے والی تھی قرآن میں یہ بھی نازل کر دیا کہ آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کی تکمیل کر دی ہے اور تم سے اسلام دین کے لئے راضی ہو گیا ہوں۔'' (مائدہ 5/3) اور امامت کا تقرر ہی دین کا مکمل ہونا اور نعمتوں کا پورا ہو جانا ہے۔اور رسوؐل اللہ اس وقت تک امت سے رخصت نہیں ہوئے جب تک انہوں نے دین کے تمام پہلو وعلوم بیان نہ کر دیئے اور اُن کے لئے راہِ راست واضح نہ کر دی ہو۔ اور انہیں راہِ حق پر لگائے بغیر نہیں چھوڑا اور ایک راہنما اور امام کی حیثیت میں حضرت علی علیہ السلام کا تقرر کر دیا۔اور ایسی بات بتائے اور سمجھائے بغیر نہ چھوڑی جس کی امت کو کبھی بھی ضرورت ہوسکتی تھی۔ان تمام انتظامات اور اقدامات کے بعد بھی اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ اللہ نے اپنے دین کو مکمل نہیں کیا تھا تو وہ قرآن کو رد کرتا ہے۔اور جو قرآن کو ٹھکرائے وہ بلاشبہ قرآن کا کافر ہے۔'' (کافی کتاب الحجۃ باب فصل امام و صفاتۂ)

(14۔ز) مقامِ امامؑ وامامت کو ذرا بہتر صورت میں سمجھنے اور ثابت کرنے کیلئے ضروری ہے کہ قارئین مندرجہ بالا حدیث پوری سُن لیں

یہاں تک مندرجہ بالا حدیث کا جو حصہ آپ نے مطالعہ کیا ہے اُس میں زیرِ قلم عنوان ''تکمیل دین وقرآن اور اجتہاد کا بطلان'' مکمل ہو گیا ہے۔ساتھ ہی یہ حقیقت ثابت ہوگئی کہ قریشی لیڈروں نے رسوؐل کی قائم کردہ حکومت پر قبضہ کرنے اور خانوادہِ رسوؐل اور علیؑ کو حکومت سے محروم کرنے کیلئے اللہ، رسوؐل اور قرآن کے ساتھ دنیا کا سب سے بڑا فراڈ وظلم ومکر کیا۔قرآن کریم نے جیسا رسوؐل اور جیسا نظامِ حکومت پیش کیا تھا۔ویسے رسوؐل کی جانشینی اور اس نظامِ حکومت کی سربراہی کیلئے قریشی راہنما ہرگز موزوں نہ تھے۔اس لئے ضروری ہوا کہ اُس رسوؐل اور نظام کو ایسا بنالیا جائے جس کی جانشینی اور سربراہی کے لئے قریشی لیڈروں کا قد وقامت موزوں نظر آئے۔یہ سب کچھ نہیں ہوسکتا تھا جب تک قرآن کو درمیان سے نہ ہٹادیا جائے۔اس لئے کہ وہ محمدؐ وعلیؑ کے بعد بھی امت کے ہاتھوں میں رہے گا اور ایک روز قریشی لیڈروں کی پوزیشن امت میں واضح ہو جائے گی۔

لہٰذا انھوں نے قرآن کو غائب کرنے کے لئے قرآن کو جمع کرنا رسوؐل کی مخالفت قرار دینے کا اعلان اور کوشش کی (بخاری) لیکن چند مخالف تقاضوں سے ڈر کر یہ رائے بدل دی گئی۔پھر قرآن جمع کرنے کی اسکیم میں قرآن کو نامکمل ومشکوک کرنے کا انتظام کیا۔یہ انتظام بھی ناکام ہو گیا۔پھر اُسی کوشش پر انحصار کیا جو عہدِ رسوؐل میں اعلان خلافت ووزارت مرتضویؑ سے شروع کیا تھا یعنی قرآن کے الفاظ وآیات کا بدل دینا تو ناممکن ہے اس لئے کہ وہ لوگوں کے حافظوں میں محفوظ ہے۔مگر الفاظ کے معنی ومراد تبدیل کرتے رہو اور جہاں جہاں علیؑ وخانوادہِ رسوؐل کی یا خود رسوؐل کی پوزیشن قریشی قومی حکومت کے منصوبے کے خلاف جاتی ہو وہاں الفاظ کے معنی ومفہوم کو عربی زبان کی خودساختہ وسعت کی آڑ میں چھپاتے اور

Presented by Ziaraat.Com

موزوں معنی چسپاں کرتے چلے جاؤ مثلاً لفظ عالمین کو ساری دنیا بنا دو، ولی کو دوست اور رفیق کردو۔ کفر اور کافر کو انکار اور منکر قرار دو وغیرہ۔ اسی کاروبار کو قرآن کے مہجور کرنے کا نام دیا گیا تھا (25/30) بہرحال رسولؐ، جانشینِ رسولؐ، نظام حکومتِ الٰہیہ اور خود قرآن کی ہمہ گیری کو تبدیل کرکے انہیں اپنے ایسا بلکہ کچھ گھٹیا درجہ کے انسان بنایا، قرآن کو ایک ایسی کتاب بنایا جو دانشورانِ عرب کی اصلاح و اضافہ کی محتاج رہے۔ نظامِ حکومت کو قومی حکومت بنالیا۔ اور یہ سب کچھ اپنی خود ساختہ تاریخ و تفاسیر و کتبِ احادیث اور اُن کی اشاعت اور محمدؐ و علیؑ کے فضائل کی ممانعت کے ذریعہ سے کیا۔ اور اس اشاعت اور ممانعت پر حکومت کی سطح سے زرو جواھر اور انسانی خون کے دریا بہا دیئے۔ جبر و استبداد اور داد و دھش کو انتہا تک پہنچا دیا۔ چونکہ سامنے شیعہ نام کے مخالف بھی تھے اُن سے اپنی تیار کی ہوئی تاریخ اور دیگر کتب کو منوانے کے لئے اُن کتب میں بڑی چابکدستی سے مناسب مقامات پر اپنی مذمت اور محمدؐ و علیؑ کی فضیلت بھی بیان کرتے رہے۔ شیعہ علماء نے ابوبکر و عمر وغیرہ کو اہل باطل ثابت کرنے اور علیؑ کو برحق ثابت کرنے کے لئے مذکورہ کتب کے حوالے دینا شروع کئے۔ اور یہی قریش چاہتے تھے۔

شیعہ کی پیش کردہ مذمت اور فضائل کیا نتائج حاصل کریں گے یہ تو بعد کی بات ہوگی پہلی بات تو یہ ثابت ہوگئی کہ شیعہ علما نے اُن خود ساختہ تواریخ کا وجود مان لیا۔ اور اسی قسم کی سیاسی چالوں میں الجھا کر رفتہ رفتہ شیعوں سے بھی نظام اجتہاد یعنی ابوبکر و عمر کا نظامِ حکومت قبول کرالیا اور آج ایک ہزار سال سے وہ بھی اس نظام کے حامی و مددگار رہیں اور سنّی علما سے کچھ بڑھ کر اور زیادہ مضبوط دلائل سے نظامِ اجتہاد کا دفاع کرتے چلے آرہے ہیں۔ جس پر ہم آگے چل کر بات کریں گے۔ یہاں تو یہ دیکھ لیں کہ قریش نے جو کچھ کیا اور اُسے ساری دنیا سے منوالیا وہ سب کچھ قرآن سے باہر کیا گیا۔ قرآن کے بیان معنی بدلنے سے بدل نہیں گئے وہ بجنسہٖ آج تک قرآن میں موجود ہیں۔ عربی زبان کے قوانین خود قریش کے تسلیم کردہ موجود ہیں بس ان دونوں چیزوں سے ہم نے جو کچھ کیا وہ قارئین دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ نوبت یہاں تک آئی ہے کہ قرآن کے معاملے میں قرآن کی رُو سے قریش کی تمام باتیں ناقابلِ اعتماد قرار پاگئیں یعنی قرآن کی صرف ایک آیت (فرقان 25/30) کے صحیح معنی کرلینے سے قریشی حکومتوں کے سات سو سالہ دور میں لکھوائی ہوئی تمام تاریخیں، تمام تفسیریں، تمام کتب احادیث اور سارا ریکارڈ قریش کے حق میں بے کار ہو کر رہ گیا اور فضائلِ محمدؐ و علیؑ علیہما السلام سامنے آگئے اور قریش دشمنانِ خدا و رسولؐ اور مجرم قرار پاگئے (25/31) اور زیر قلم حدیث میں مقامِ امامؑ اور امامت سامنے لایا جا رہا ہے۔ یہاں ہم حدیث کی عربی عبارت کو اختصار کی غرض سے ساقط کرکے صرف ترجمہ لکھیں گے اور جہاں قارئین پر ترجمہ گراں گزرتا محسوس کریں گے وہاں وہ الفاظ بریکٹ میں لکھ دیں گے جن کا وہ ترجمہ ہوگا تاکہ قارئین کا اطمینان ہوجائے اور یہ اس لئے کہ چودہ سو سال میں قریشی پروپیگنڈے اور اُن کے باطل و ابلیسی ریکارڈ نے محمدؐ و علیؑ و آئمہؑ علیہم السلام کے لئے بڑا گھٹیا تصور دماغوں میں جما دیا ہے جسے ہر حدیث جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔ امام رضا علیہ السلام کا باقی بیان سُنیئے۔

(14۔ح) حدیث کا باقی حصہ' امامؑ اور امامت کے اوصاف

''اب سوال یہ ہے کہ کیا' قریشی قسم کے' مسلمان امت میں امامت کے واقع ہونے اور اُس کی قدر و قیمت پر مطلع ہیں کہ اُنہیں خود اپنے انتخاب اور رائے سے امام مقرر کرلینا جائز ہوجائے؟ یہ سمجھ لو کہ دانشورانِ قوم کی رائے اور اُن کی عقل و فہم و فراست کے لئے امامت کا مفہوم اُن کی رسائی اور طاقت سے زیادہ گہرا ہے۔ امامت کا مقام اُن کے مقام سے بہت بلند و بالا ہے۔ اور اُن کی شان و شوکت سے امامت کی شان بہت عظیم ہے۔ اور امامت اُن کی نااہلی کی بناء پر اُنہیں اپنے پاس پھٹکنے سے روکتی ہے۔ امامت وہ بزرگ ترین مقام ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس

Presented by Ziaraat.Com

وقت دیا گیا جب وہ نبوت و رسالت اور خُلّت کے بلند ترین عہدوں پر فائز ہو چکے تھے۔ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو امامت سے نوازتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''میں تمہیں تمام انسانوں کا امام بنا رہا ہوں۔'' حضرت ابراہیمؑ نے از راہِ مسرت و شادمانی سوال کیا تھا کہ ''کیا یہ عہدۂ امامت میری ذرّیت میں بھی جاری ہوگا؟ جواب ملا تھا کہ ''یقیناً جاری رہے گا مگر ظالموں تک نہ پہنچے گا۔'' یہ آیت ہر اُس شخص کی امامت اور راہنمائی کو باطل کرتی ہے جس سے کوئی ایک فعل بھی بے محل سرزد ہوا ہو۔ لہٰذا قیامت تک کوئی ایسا شخص امام نہیں مانا جائے گا جو غلط کار بھی ہو۔

بہر حال اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو تیسرے اور آخری عہدۂ امامت سے سرفراز کیا اور امامت کے وسیلے سے اُن کا نام و مقام بلند کیا۔ اور اپنے مخصوص برگزیدہ و پسندیدہ لوگوں کے لئے اس عہدے و منصب کو مخصوص کر دیا۔ اللہ نے اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو برابر عزیز و محبوب رکھا اور اُن کی ذریت کے بہت پسندیدہ و منتخب حضرات میں عہدۂ امامت کو جاری رکھا اور اس سلسلے میں فرمایا کہ ''ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ بطور تحفہ عطا کئے جو ہمارے عطیات میں سے فاضل عطیہ تھا۔ اور اُن سب کو بھی اصلاح کرنے والے صالح بندے بنایا تھا۔ اور انہیں بھی ہم نے امام بنایا تھا اور انہیں برابر اختیارات و خیرات کرنے کے لئے وحی کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور وہ سب ہماری عبدیت، اطاعت و عبادت کرتے تھے۔

یہ عہدۂ امامت برابر اُن کی ذریت میں موروثی رہتا چلا گیا وہ ایک دوسرے سے یہ عہدہ میراث میں لیتے چلے گئے اور صدیاں گزرتی چلی گئیں۔ یہاں تک عہدۂ امامت مسلسل چلتے چلتے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ (یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد مسلسل خانوادۂ رسوؐل میں امامت اور امام علیہم السلام باقی رہے اور حضرت ابو طالبؑ و عبد المطلبؑ و ہاشمؑ وغیرھم علیہم السلام امام تھے) اسی سلسلے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ''ابراہیمؑ سے متعلق لوگوں میں سے سب سے زیادہ مستحقِ حکمرانی وہ حضرات ہیں جنہوں نے امامت میں ابراہیمؑ کی اتباع کی جو ابراہیمؑ کے نقشِ قدم پر چلے اور یہ نبیؐ اور وہ مخصوص مومنین حکمران ہیں اور اللہ تمام مومنین کا ہمدرد ترین حاکم ہے۔ اور عہدۂ امامت آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا اور اللہ نے مسلسل چلے آنے والے دستور کے مطابق عہدۂ امامت کے لئے حضرت علیؑ کو ذمہ دار بنایا۔ اور اُن کے بعد عہدۂ امامت اور اُس کی ذمہ داریاں اُن کی پاک و منتخب ذُریت میں منتقل ہوتی رہیں۔ یہ وہ حضراتؑ ہیں جنہیں اللہ نے روزِ ازل سے مکمل علم و مکمل ایمان عطا کیا ہوا تھا۔

چنانچہ اللہ نے اُن حضرات کا یہ جواب قرآن میں نقل فرمایا ہے کہ: ''جن لوگوں کو اللہ نے مکمل علم اور مکمل ایمان دے رکھا تھا۔ اُنہوں نے بروزِ قیامت جواب دیا تھا کہ ''تم سب تو برابر کتاب اللہ میں مذکور رہتے چلے آئے ہو یہاں تک کہ قیامت واقع ہوگئی ہے اور یہی قیامت کا دن ہے مگر تم نہ جانتے تھے (روم 30/56) اور وہ جواب دینے والے حضرات فرزندانِ علیؑ ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد رسالت و نبوت نہیں ہے۔ یہ سب کچھ نہ جاننے کے باوجود وہ کیسے خود ہی امام اور امامت گھڑ سکتے ہیں؟ امامت تو مقامِ انبیاءؑ اور میراثِ اوصیاءؑ ہے۔ امامت اور خلافت تو خدا اور رسوؐل کی طرف سے مقامِ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ اور میراثِ حسنؑ و حسینؑ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امامت دین کی عِنان (لگام یا لجام) ہے۔ اور اسلام لانے والوں کے لئے نظام الحیات ہے۔ اور مومنین کی عزت ہے۔ اور امامت ہی انسانوں کے لئے صلاحیت فراہم کرنے والی چیز ہے۔ امامت ہی دینِ اسلام کی اساس یا بنیاد ہے۔ اور اسلام ایک برکتیں فراہم کرنے والی شاخ ہے۔ اور امامت ہی کے وسیلے سے نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و جہاد صحیح قرار پاتے ہیں۔ امامت ہی سے غنیمت اور صدقات میں

Presented by Ziaraat.Com

اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔حدود واحکام نافذ ہوتے ہیں۔امامت ہی سے مملکت اسلامیہ کی حدود اور اطراف محفوظ رہتے ہیں۔امامؑ اللہ کے حلال و حرام کو بیان کرتا ہے۔اور اللہ کی عائد کردہ پابندیوں اور حد بندیوں کو نافذ اور برسرِ عمل رکھتا ہے۔اور دین خداوندی کا تحفظ اور دفاع کرتا ہے۔اور بڑے حکیمانہ وعظ ونصیحت سے اور اثر انگیز دلائل سے راہِ خدا کی طرف دعوت دیتا ہے۔امامؑ ہمہ گیری کے ساتھ سورج کی طرح طلوع کرتا ہے اور افقِ عالم پر برقرار رہتا ہے اس تک لوگوں کی دسترس اور نظری گرفت نہیں ہوسکتی۔امامؑ چمکتا ہوا چاند اور جگمگاتا ہوا چراغ ہوتا ہے۔دھکتا ہوا نور اور وہ راہنما ستارہ ہوتا ہے جو رات کی تاریکی اور ہر قسم کے اندھیروں میں اور بیابانوں میں اور دریاؤں اور سمندروں کے طوفانوں میں راہنمائی کرتا ہے۔

امامؑ پیاسوں کی پیاس بجھانے والا میٹھا پانی اور راہِ حق دکھانے والا' نجات فراہم کرنے والا اور فنا ہو جانے سے بچانے والا ہے۔وہ اُس شعلہ ور آگ کی مانند ہوتا ہے جو بلندیوں سے راہنمائی کرے اور سردی سے کانپتے ہوئے لوگوں کو گرم رکھے۔وہ تاریکیوں میں روشنی کی ایسی دلیل ہے کہ جو کوئی اُس سے جُدا ہو جائے تباہ ہو جاتا ہے۔امامؑ برسنے والے بادل کی طرح ہوتا ہے اور ایسی بارش ہوتا ہے جو سیلاب پیدا کرسکتی ہے۔امامؑ آسمان کی طرح دنیا پر سایہ کئے ہوتا ہے۔سورج کی طرح چمکتا اور اھلِ زمین کو روشنی فراہم کرتا ہے۔زرخیز زمین کی مانند ہوتا ہے اور جوش مارنے والا چشمہ ہوتا ہے۔اور وہ ایک تالاب اور ایک باغ بھی ہے۔امامؑ ایک امانت دار دوست،ایک مہربان باپ اور پشت پناہ ہمدرد بھائی ہوتا ہے۔آفات ومصائب اور خوف وہراس کے دوران بندگانِ خدا کے لئے پناہ ونجات دہندہ ہوتا ہے۔اللہ کی مخلوق کے درمیان اللہ کا امین ہوتا ہے اللہ کے بندوں پر حجت خدا ہوتا ہے۔اور شہروں اور آبادیوں میں اللہ کا جانشین وخلیفہ ہوتا ہے۔اور اللہ کی طرف دعوت دینے والا ہوتا ہے۔اور اللہ کے حقوق کی حفاظت اور دفاع کرنے والا ہوتا ہے۔امامؑ وہ ہوتا ہے جو گناہوں سے پاک اور تمام عیوب اور نقائص سے مبرّا ہوتا ہے۔وہ دانش اور علم سے مخصوص ہوتا ہے اور حلم وبردباری وتحمل میں اس کا نام ہوتا ہے۔اس پر منافق لوگوں کو غصہ آتا ہے۔اور حق پوش لوگوں کی تباہی ہوتا ہے۔امامؑ اپنے زمانہ میں یکتا ویگانہ ہوتا ہے۔اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہوتا۔نہ دانشمندی وبصیرت میں کوئی امامؑ کا ہم پلہ ہوتا ہے۔امامؑ کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا۔نہ امامؑ کا کوئی مثل ونظیر ہوتا ہے۔کمائی اور کوشش اور طلب کئے بغیر اُسے ہر فضیلت وبزرگی کے لئے مخصوص کیا جاتا ہے۔

یہ تمام خصوصیات وفضل وبزرگی اور علم ودانش اُسے اللہ کی طرف سے ھبہ کی جاتی ہیں۔چنانچہ کون ہے جو امامؑ کی معرفت تک بھی پہنچ سکے یا اُس کے اختیارات حاصل کرسکے۔افسوس ہزار افسوس کہ عقلیں گمراہ ہو کر رہ گئیں اور فراستیں گم ہو گئیں۔اور فہم رسا بھٹک گئے اور آنکھیں چندھیا گئیں۔عظیم ترین لوگ امامت اور امامؑ کے مقابلے میں حقیر وکوتاہ آستین ہیں' اہل حکمت اور حُکماء حیران ہیں۔بردبار لوگ اُن کے سامنے کوتاہ نظر ہیں۔اعلیٰ درجہ کے مقرر اور خطیب اُن کی بارگاہ میں گونگے ہیں۔وہاں دانشور نادان اور جاہل ہیں۔وہاں شاعروں کی گویائی ختم ہو جاتی ہے اور ادیب اور اہل زبان عاجز رہ جاتے ہیں۔وہاں صاحبانِ بلاغت ہکلاتے ہیں۔یہ سب مل کر بھی امامؑ کے کسی ایک پہلو کی شرح کرنے سے قاصر ہیں۔اور امامؑ کے لاتعداد فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو بھی حقیقی صورت میں نہیں جانتے۔تمام اپنی عاجزی اور بے بضاعتی کا اعتراف کرتے ہیں۔امامؑ کی حقیقتِ واقعی کا وصف کیسے بیان ہوسکتا ہے؟ اور امامؑ کی حقیقت کے سربستہ راز کیسے سمجھے جاسکتے ہیں۔پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امامؑ کے تمام فضائل واوصاف کوئی بیان کردے۔یا امامؑ کے معاملات میں سے کسی ایک کو بھی سمجھ لے؟ کیسے کوئی شخص امامؑ کی جگہ امام بن کر کھڑا ہوسکتا ہے؟ اور امامؑ سے وابستہ ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔کسی طرح اور کسی مقدار میں بھی نہیں کرسکتا۔امامؑ تو اپنے مقام پر وہ ستارہ ہے جو نورافشانی کرتا ہے اور لوگوں کی مداخلت اور پہنچ سے دُور تر وبالاتر ہے۔اور حالات واوصاف بیان کرنے والوں کی فہم وفراست سے

ارفع واعلیٰ ہے۔انسانوں کا انتخاب اُس مقامِ مقدس تک کیسے پہنچ جائے گا۔

کہاں عقل اور کہاں مقامِ امام، یعنی اُن کی تو عقلیں بھی ناقص ہیں خود بھی ناقص ہیں۔امام ایسی شخصیت کہاں سے ملے گی؟ وہ اس خبط میں مبتلا ہیں کہ خاندانِ رسالتؐ کے باہر والے خاندانوں میں امام مل جائے گا۔وہ تو خود اپنی تکذیب کرتے رہے ہیں۔ناہنجار قسم کی آرزوئیں رکھتے ہیں۔سر بلند کر کے گردنیں ہلاتے ہوئے چلتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اپنی آرزوؤں کو کمینہ طریقہ سے حاصل کر سکیں گے۔اور اپنی کوتاہ اور نارسا عقل سے امام گھڑ لیں گے۔اور خود کو گمراہ کرتے رہنے والی رائے سے اپنا پیشوا تیار کر لیں گے۔مقصد سے دُور ہی دُور ہوتے چلے جانے کے سوا اُنہیں اور کوئی فائدہ نہ ہوا۔خدا انہیں قتل کرے کس حد تک دروغ بافی کی ہے۔اور سخت گمراہی میں جا گرے ہیں۔اور سرگرداں رہنے میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ کیسے خطرناک ڈھلوان پر پہنچ گئے ہیں کیسی افترا پردازی اختیار کر لی ہے؟ اُنھوں نے سمجھ بوجھ کر جانتے پہچانتے ہوئے اپنے حقیقی امام کو چھوڑا اور باطل کا جھنڈا بلند کر دیا۔ایک خاص شیطان نے اُن کیلئے اُن کے اعمال کو پسندیدہ اور برحق بنا کر دکھا دیا ہے اور اس ترکیب سے انہیں راہِ راست تک پہنچنے سے روک دیا ہے۔حالانکہ یہ تمام لوگ بڑے بابصیرت لوگ تھے(عنکبوت 29/38) اُنھوں نے اللہ و رسولؐ کے انتخاب کردہ امام کی تو مخالفت کی اور اپنے باطل انتخاب پر مجتمع ہو گئے۔اسی سلسلے میں قرآن اُن سے کہتا ہے کہ'' تیرا پروردگار جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اختیار و پسند کرتا ہے اور اِن لوگوں کو اختیارات حاصل نہیں ہیں اللہ اُن کے شرکا کے مقابلہ میں بہت پاک و بلند مرتبہ ہے۔''(قصص 28/68)اور اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ'' نہ مومن کے لئے جائز ہے نہ کسی مومنہ کے لئے جائز ہے کہ جب اللہ اور اللہ کا رسولؐ کسی بھی بات کا فیصلہ کر دیں تو وہ اُس بات کو کر گزرنے کا اختیار استعمال کریں۔انہیں اپنے ذاتی معاملات میں بھی اللہ و رسولؐ کے فیصلے کے بعد اختیار نہیں رہتا اور جو کوئی اِس کی یا اللہ و رسولؐ کی نافرمانی کرے وہ گمراہی میں بہت دور نکل چکا ہے''(احزاب 33/36)اور فرمایا ہے کہ''تمھیں یہ کیا ہو گیا ہے کیسے احکام اور فتاویٰ جاری کرتے ہو؟''(قلم 68/36)'' کیا تمہارے پاس الگ سے کوئی کتاب ہے جس میں سے یہ احکام صادر کرتے ہو۔''(68/37) کیا تمہیں اس کتاب سے یہ حق مل گیا ہے کہ جو تم پسند کرو اسی کو حکم کے ذریعہ سے نافذ کر دو؟''(68/38) ''یا یہ کہ تم نے ہم سے کوئی عہد لے رکھا ہے کہ تم قیامت تک جو بھی فیصلے کرو ہم انہیں ضرور مانتے رہیں گے۔''(68/39) اے رسولؐ ان قریش سے دریافت کرو کہ وہ کون ہے جو ایسی کتاب اور فیصلوں کے جواز کا دعویدار ہے؟''(68/40)''اور اگر وہ خود دعویدار اور صاحبانِ کتاب نہیں تو کیا کوئی اُن کے دین میں احکام نافذ کرنے کے اختیارات میں شریک ہے؟ اگر ہے تو اپنے اُن شرکا کو پیش کریں اگر وہ کسی طرح بھی سچے ہوں۔''(68/41)

یہاں رُک کر قارئین سوچیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے قریشی حکمرانوں پر یہی جرائم تو قائم کئے ہیں کہ:

(1) آیا قریش اللہ کے ساتھ حصہ دار ہیں کہ وہ جو چاہیں کہیں اور اللہ پر واجب ہے کہ قبول کرتا اور اُن کی تعمیل کرتا رہے؟

(2) آیا اللہ نے دین کو ناقص حالت میں نازل کیا تھا اور قریش سے دین کی تکمیل میں مدد طلب کی ہے اور وہ اُسے مکمل کر رہے ہیں؟

(3) یا یہ کہ دین تو مکمل نازل کیا گیا تھا مگر رسولؐ نے اُسے پہنچانے اور سمجھانے میں کوتاہی کی ہے؟

(4) کیا اللہ نے اختلافات پھیلانے کا حکم دیا تھا اور وہ اختلاف کر کے اللہ کی اطاعت کر رہے ہیں؟ (وغیرہ وغیرہ)

<u>حدیث مسلسل جاری ہے:</u>''اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ:'' کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر ہی نہیں کرتے؟ یا اُن کے دلوں پر قفل یا تالے پڑے ہوئے ہیں(محمد 47/24) کہ قرآن اندر تک پہنچ ہی نہیں سکتا؟'' یا یہ وہی مومنین ہیں جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم نے سُن لیا مگر دراصل نہ سُنتے ہیں اور نہ

Presented by Ziaraat.Com

سُنیں گے (انفال 8/21) ''یا اُن کے قلوب پر مُہریں لگی ہوئی ہیں اس لئے وہ سمجھتے ہی نہیں ہیں؟'' (توبہ 9/87 منافقون 63/3) یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ حقیقت کے سُننے کے لئے بہرے اور حق گوئی کے لئے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے صحیح کام نہیں لیتے اگر اللہ کو اُن کے اندر ذراسی بھلائی کا وجود بھی معلوم ہوتا تو ضرور انہیں حق بات سُننے کی توفیق دے دیتا۔ لیکن اگر بھلائی کے وجود کے بغیر ہی انہیں توفیق دے دی گئی ہوتی تو بھی وہ بے رُخی کر کے قومی ولایت بناتے۔ (انفال 23-8/22) یا یہ کہ ان لوگوں کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں جو قرآن کے الفاظ کو اُن کے موضوع سے ہٹاتے رہتے ہیں۔ (یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ) اور بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپؐ کا بیان سُن لیا اور آہستہ سے کہتے ہیں کہ ہم نے خلاف ورزی طے کر رکھی ہے (نساء 4/46) (بقرہ 2/93) بلکہ وہ تو اللہ کا فضل ہے جسے پسند کرتا ہے اُسے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور اللہ تو عظیم الشان فضل کا مالک ہے۔ (حدید 57/21)

سوال یہی ہے کہ ایسی صورت میں انہیں امام بن جانے کا یا امام بنا لینے کا اختیار کہاں سے مل گیا ہے؟ حالانکہ امامؑ تو حقیقی معنی میں عالم ہوتے ہیں اُن میں نہ جہالت کا شائبہ ہوتا ہے نہ لاعلمی ہو سکتی ہے۔ وہ رعایا پرور ہوتے ہیں اور اس سے کبھی دستکش نہیں ہوتے ہیں۔ بے عیبی اور پاکیزگی، طہارت، نور و زہد و علم و عبادت کی کان ہوتے ہیں۔ وہ رسولؐ اللہ کی جانب سے متعین ومقرر ہوتے ہیں انہیں دعوت الی اللہ کی سند دی جاتی ہے۔ وہ فاطمہ زہراؑ علیہا السلام سے مخصوص اور اُن کی اولاد میں مقرر و متعین ہیں۔ اُن کے حسب و نسب میں خرابی تاریکی و برائے نام بھی عیب نہیں ہو سکتا وہ قریش کو قریش بنانے والے خاندان کے بہترین افراد ہوتے ہیں وہ خاندانِ ھاشم کے اعلیٰ ترین افراد ہوتے ہیں۔ وہ رسولؐ کی عترت ہیں اور اللہ کی پسند کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ وہ تمام شریفوں اور اشراف کا شرف ہیں اور اولادِ عبد مناف علیہ السلام ہیں۔ وہ چیر کر حقائق کو نمایاں کرنے والے اور مقام کمال کے دعویدار و حقدار ہیں، بردباری اور صبر وسکون کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔ امام تدبیر و سیاست اور معنویاتِ امامت سے لبریز ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے احکام پر سو فیصد قائم رہتا ہے اور اُس کی اطاعت سب پر واجب ہوتی ہے خدا کے بندوں کو ہر حال میں اور ہر طرح کی نصیحت کرنے والا اور اللہ کے دین کا محافظ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبروںؑ اور اماموںؑ کو اللہ خاص توفیقات و علوم وحکمت اپنے خزانوں سے اس طرح عطا کرتا ہے کہ اُس طرح اور اتنا کسی اور کو نہیں دیتا۔ اور اُن کی بصیرت اور دانش کو اُن کے زمانوں والوں سے ارفع و اعلیٰ اور مکمل تر رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

''پھر بھلا بتلاؤ تو کہ جو حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے اِس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ شخص جو خود راہِ گم گشتہ ہے اور اس وقت تک راہِ راست نہیں پا سکتا جب تک کوئی اُس کی راہنمائی نہ کرے؟ آخر تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اُلٹے اُلٹے فیصلے صادر کرتے رہتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ محض قیاس وگمان والے اجتہاد کے پیچھے چلے جارہے ہیں۔ حالانکہ قیاس وگمان حق کی ضروریات کو کچھ بھی تو پورا نہیں کر سکتا ہے۔ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ اور یہ قرآن وہ کتاب نہیں ہے جو اللہ کی وحی و تعلیم کے بغیر گھڑ لی گئی ہو بلکہ یہ تو جو کچھ پہلے آئی ہوئی کتابیں ہیں اُن کی تصدیق بھی کرتی ہے اور ایک خاص کتاب کی تفصیلات کی حامل ہے اور رب العالمین کی طرف سے آئی ہوئی کتاب ہے (یونس 37 تا 10/35) اور اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جسے مکمل حکمت دے دی جاتی ہے یقیناً کثیر خیر و اختیارات دے دیئے جاتے ہیں (بقرہ 2/269) اور دانشوروں کے علاوہ اس حقیقت کا تذکرہ کوئی نہیں کرتا (2/269) امامت اور امامؑ کی برتری کے سلسلے میں طالوت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''یقیناً اللہ نے طالوت کو تم پر برگزیدگی عطا کی ہے اور اُسے تم پر علمی اور مادی وجسمی فراوانی دی ہے۔خدا جسے چاہتا ہے اُسے حکومت ومملکت عطا کر دیتا ہے۔خدا فراوانیاں عطا کرنے والا علیم ہے۔'' (بقرہ 2/247) اور اپنے رسوؐل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''اور تیرے اوپر مکمل کتاب اور مکمل حکمت نازل کی ہے اور تو جو کچھ نہ بھی جانتا تھا وہ سب کچھ بھی تجھے سکھا دیا ہے اور تیرے اوپر تو اللہ کا عظیم الشان فضل اپنا کام کرتا رہا ہے (نساء 4/113) اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت واہلبیت وذریت صلوٰۃ اللہ علیہم کے متعلق فرمایا کہ:

کیا ان قریش کا حکومت الٰہیہ میں کوئی حصہ ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگ دوسروں کو پھوٹی کوڑی تک نہ دیتے۔تو پھر کیا اس لئے حسد کر رہے ہیں کہ اللہ نے آلِ ابراہیمؑ کو اپنے فضل سے نواز دیا ہے؟ اگر یہ آلِ ابراہیمؑ سے حسد کر رہے ہیں تو سُنیں کہ ہم نے تو آل ابراہیمؑ کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت عطا کی ہے اور انہیں عظیم الشان مملکت بھی دی ہوئی ہے۔ان ہی لوگوں میں سے تو وہ لوگ ہیں جو حسد کو پروان چڑھانے کے لئے ایمان لے آئے ہیں اور اُن ہی میں سے وہ لوگ ہیں جو تیغ بدست آلِ ابراہیمؑ کی حکومت قائم ہونے کو روک رہے ہیں اور اُن کو تو بھڑکتا ہوا جہنم کافی ہے۔(نساء 55-4/54)

اور حق یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ اپنے بندوں کے معاملات اور حالات کے سنوارنے کے لئے اختیار کر لیتا ہے تو وہ اُس کے سینے میں کشادگی پیدا کر دیتا ہے۔اور اُسکے دل میں حکمت وفرزانگی کے چشمے جوش زن کر دیتا ہے۔اپنے علوم وحکمت اسکے قلب وذہن میں پہنچا دیتا ہے۔لہٰذا امام کسی قسم کے سوال اور فیصلے میں نادان ثابت نہیں ہوسکتا۔اور کسی حالت میں بھی حق وحقیقت سے کنارہ کش وجاہل نہیں ہوتا۔اسی لئے وہ منجانب خدا معصوم ہے۔اللہ کی تائید ومدد ہر وقت اسکے شامل حال رہتی ہے۔غلطی، غلط فہمی اور خطا ولغزش اور کوتاہی سے اللہ کی امان میں ہوتا ہے۔اللہ نے اُسے ان صفات کی بنا پر خصوصیات عطا کی ہیں۔تاکہ اللہ کی حجت بالغہ جہاں جہاں درکار ہے پہنچ کر رہے۔یہ اللہ کا اپنا فضل ہے وہ جسے پسند کرتا ہے اُسے فضل سے نوازتا ہے اور اللہ تو عظیم الشان فضل کا مالک ہے (حدید 57/21) کیا ساری نوع بشر اس پر قدرت رکھتی ہے کہ وہ اپنے لئے امام چُنے یا اُنکے انتخاب کردہ امام میں یہ صفات موجود ہیں جسے وہ پیش نظر رکھے ہوئے ہیں؟ بیت اللہ کی قسم! اُنہوں نے مکمل حق پر زیادتی کی ہے اور قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا ہے گویا کہ وہ یہ جانتے ہی نہیں کہ انہوں نے قرآن کے خلاف عمل درآمد کیا ہے۔مکمل ہدایت اور ہر مرض سے شفا قرآن میں ہے جسکی طرف اُنہوں نے پشت کر لی ہے اور اپنے اجتہاد ومصالح کی پیروی کر رہے ہیں۔اللہ نے مسلسل اُن کی مذمت کی ہے۔انہیں دشمن سمجھا ہے اور بدبختی اُن کا مقدر بنا دی گئی ہے۔اور فرمایا ہے کہ: ''اُس سے گمراہ تر اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے خلاف اپنے ذاتی اجتہاد کی پیروی کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ غلط کار لوگوں کو ہدایت کرتا ہی نہیں (قصص 28/50) اور فرمایا ہے کہ: ''اُن کے لئے تو ڈانواں ڈول رہنا طے شدہ ہے اور اُن کے تمام اعمال گمراہ کر دیئے گئے ہیں (محمدؐ 47/8) اور فرمایا ہے کہ ''وہ لوگ اللہ کے نزدیک بھی اور مومنین کے نزدیک بھی بہت بڑے قہر وغضب اور نفرت کے لائق ہیں اُسی طرح اللہ نے تمام اُن لوگوں کے دلوں پر فطرت بنا کر مہر کر دی جو کبریائی اور جبر پر عامل رہے۔

(مومن 40/35)'' و صلی اللّٰہ عَلَی النبّی محمدؐ و آلہ وسلم تسلیمًا کثیرًا۔(کافی کتاب الحجۃ باب فی فضل الامام وصفاتہ۔پہلی حدیث)

15۔قوانین ومقدرات بنانے والا اللہ اور مشیئت اللہ وارادۃُ اللہ بنائے جانے والے حضرؐات خود اپنی مخالفت نہ کر سکتے تھے

اللہ تو اللہ ہے ایک شریف آدمی بھی یہ پسند نہ کرے گا کہ خود اپنے بنائے ہوئے قواعد وقوانین واصول کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرے اور

جب اپنے بنائے ہوئے قوانین کی خلاف ورزی اللہ کے لئے شایانِ شان نہیں ہے تو اُن حضرات علیہم السلام کے لئے بھی خلاف ورزی ممکن نہیں ہو سکتی جنہیں اللہ نے اپنی مشیت وارادہ کی حیثیت سے پیدا کیا ہو۔ مثال کے طور پر اسلام کا یا اللہ کا یہ قانون ہے کہ صاحبِ ارادہ واختیار مخلوق کو ایک دفعہ ارادہ واختیار دے کر اُن کو اُن کے ارادوں اور اختیارات کے خلاف مجبور کرنا عدل کے خلاف ہے۔ یعنی ''اسلام میں جبر نہیں ہے'' (لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن) یہی ازلی وابدی قانون تھا جس کو بحال رکھنے کے لئے ابلیس کو مجبور نہیں کیا گیا۔ اور مجبور نہیں کیا گیا تو دیکھ لو کہ اُسے آزاد رکھنے سے کیا کیا ہوا اور ابھی کیا کیا ہونا ہے؟

اسی طرح اللہ نے قریش کو آزاد رکھا روزِ ازل سے تیار کی جانے والی حکومتِ الٰہیہ کو اُن پر جبراً مسلط نہیں کیا۔ اُنہیں طرح طرح تیئس 23 سال تک سمجھایا؛ معجزات وبے مثال حالات دکھا کر سمجھایا؛ اُنہیں قرآن سے سابقہ اقوام کی مثالیں دیں؛ اُنہیں حضرت سُلیمان علیہ السلام کی حکومت کا قصہ سُنایا؛ انہیں ساری کائنات کو مطیع ومسخر کر سکنے کا طریقہ بتایا؛ انہیں اُن کے امام علی علیہ السلام کے علم وقدرت سے عملاً دوچار رکھا۔ امامت اور امام کی وہ صفات اور قدرتیں دکھائیں اور سُنائیں جو آپ نے مندرجہ بالا حدیث میں دیکھیں لیکن قریش نے نہ چاہا کہ علیؑ اور اولادِ علی علیہم السلام کی بے چوں وچراں اطاعت وعبدیت اختیار کرلیں اور جس اسلامی نظام کے ماتحت پیدا ہو کر بڑھے پلے تھے وہ اُن کی قوم کے حریت پسند مجتہدین اور راہنماؤں کا تیار کیا ہوا اسلامی نظام تھا اُس نظام میں اللہ کی بھی بے چوں وچراں اطاعت ممنوع تھی۔ اسی لئے اللہ نے ذرا ذرا سے وقفے کے بعد قرآن میں اُن پر تقاضا رکھا کہ: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْل (نساء 4/59 وغیرہ وغیرہ) ''تم لوگ اللہ کی اطاعت کرو اور رسوؐل کی اطاعت کرو۔'' لیکن اُن قدیم مسلمانوں نے نہ کبھی اللہ کی اطاعت کی اور نہ رسوؐل کی اطاعت کی وہ اپنے راہنما مجتہد کی اطاعت کیا کرتے تھے (نساء 4/60) اور اُسی کے حکم کے ماتحت اللہ اور رسوؐل کے وہ احکام مانتے رہتے تھے جو قومی پالیسی کے مطابق ہوا کرتے تھے (مائدہ 5/41) قریش کو وہ تمام تنبیہات و ہدایات کی گئیں جو ایک غلط فہمی میں مبتلا قوم کو راہِ راست پر لاسکتی تھیں۔ لیکن قریش کسی غلط فہمی یا دھوکے میں مبتلا نہ تھے۔ انھوں نے اپنی پوری بصیرت ودانش سے یہ طے کیا تھا کہ اُنہیں ہر حال میں اپنی رائے اور اپنے ضمیر کو آزاد رکھنا ہے۔ اپنی بصیرت اور قوم کے اجتماعی تجربے کے ماتحت رہ کر کام کرنا ہے۔ اپنی عقل وجذبات کو ہر گز کسی کے ماتحت نہیں رکھنا ہے۔ چنانچہ قریش نے برسہا برس پہلے یہ فیصلہ اجماعی طور پر کرلیا تھا کہ حکومت ہماری قوم کے ماتحت رہنا چاہیے تاکہ ہم اپنی قوم اور ساری دنیا کو اُس تصورِ حیات پر قائم کریں جو ہم نے تعلیماتِ قرآن (بقرہ 205-2/204) سے سمجھا ہے۔ اور اس قومی فیصلے کو پروان چڑھانے کے لئے کسی نافرمانی کو نافرمانی نہیں سمجھا جائے گا، کسی دھمکی اور دھونس کی پرواہ نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ہمارا فیصلہ اور پروگرام ہی حقیقی معنی میں اللہ کی منشا کو پورا کرتے ہیں۔ اور یہ پروگرام تباہ ہو کر رہ جائے گا اگر ہم نے خلافت وحکومت اور اسلام وقرآن کی سربراہی کو خاندان نبوت میں موروثی ہو جانے دیا۔ (الفاروق حصہ اوّل صفحہ نمبر 103 تاریخ طبری جلد سوم صفحہ نمبر 279 تا 283)

وہ لوگ غور فرمائیں جو قریش پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ اُنہیں سمجھنا چاہیئے کہ قریشی لیڈروں نے طرفدارانِ محمدؐ وعلیؑ کی عقلوں سے اسلام کو نہیں سمجھا تھا۔ وہ اپنے سروں سے اور اپنی بصیرت سے فیصلے کرتے اور سمجھتے تھے اور اُن کے فیصلوں میں مدد دینے کے لئے یہ حقیقت موجود تھی کہ ابوطالب علیہ السلام سربراہِ مکہ، قریش وعرب تھے۔ اور اُن کے بعد حضرت علی علیہ السلام اُن کے جانشین اور سربراہِ عرب ومکہ وقریش تھے۔ مگر نبوت کے اعلان نے اس جانشینی اور سربراہی کے اعلان وعمل کو ملتوی کر دیا تھا۔ لہٰذا قریش آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر لیکچر اور تبلیغ کو سُنتے ہوئے اس انتظار میں رہتے تھے کہ اسلامی وقرآنی تعلیمات کے دوران کب رسوؐل اللہ علیؑ کے اُس حق کا ذکر کریں گے؟ اور قوم کو بھی اس

Presented by Ziaraat.Com

سلسلے میں حساس بنا دیا تھا۔ لہٰذا پوری قوم آنحضرتؐ کے ہونٹوں پر نگاہ جمائے رہتی تھی اور منتظر تھی کہ رسولؐ کی طرف سے ایسا، براہِ راست یا بالواسطہ، بیان یا اعلان ہوتے ہی یہ طے ہو جائے گا کہ رسولؐ اللہ...... اللہ، اسلام اور قرآن کو اپنے خاندان اور علیؑ کے اقتدار کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ جو اللہ کا منشا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اللہ کسی ایک شخص یا خاندان کے اقتدار کے سامنے پوری نوع انسان کو محروم نہیں کر سکتا۔ اس تصور اور تہیہ کے بعد قریش نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سُنا کہ رسولؐ اللہ نے علیؑ کی جانب داری میں حد کر دی۔ جب موقع ملا علیؑ کی مدح وثنا اور تعریفوں کے پُل باندھ دیئے۔ اپنے خاندان کے اقتدار کے لئے جو کچھ اُن کیلئے ممکن تھا، بلا تکلف کہتے اور کرتے رہے اور قریش کو یقین دلاتے رہے کہ میں علیؑ اور علیؑ کی اولاد کا طرفدار ہوں اور ہر اُس شخص کو منافق و مرتد اور دشمنِ اسلام سمجھتا ہوں جو علیؑ کے خلاف تصورات رکھتا ہو۔ چنانچہ علیؑ سے خلوص اور محبت کو ایمان کی اور اُن سے بغض وعناد و دشمنی کو نفاق کی علامت اور شناخت بنا دیا اور کبھی اس سلسلے میں نرمی و رواداری اختیار نہ کی۔ اس رویہ نے قریش کو اُن کے منصوبے اور اجماعی فیصلے پر پختہ تر اور متعصب تر کر دیا۔ اور قریش نے اُن تمام نعمتوں، راحتوں اور بزرگیوں کو نظر انداز کر دیا جو اُدھر عام فہم نہ تھیں اور ادھر تمام کی تمام اُدھار تھیں۔ اُنھوں نے اپنی اسکیم سے نقد اور یقینی اور عام فہم برآمد ہونے والے مفاد کو ہر وقت سامنے رکھا۔ (سورہ دہر 76/27، سورہ قیامۃ 21 تا 75/18، سورہ بنی اسرائیل 17/18)

(15۔الف) جس طرح قریش اپنی فکر و عمل میں آزاد تھے اُسی طرح ہم بھی اُن کے خود فہمیدہ اسلامی نظام کے تجزیہ ونتائج و مقاصد کو سمجھنے اور بیان کرنے میں آزاد ہیں: اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ قریشی حکومت نے بیس سال سے کم عرصے میں قریش اور پورے عرب کو دولت مند و خوشحال و فارغ البال کر دیا تھا۔ انہیں تمام اقوامِ عالم کا حاکم بنا کر چھوڑا تھا۔ ساری دنیا کو اُن کا محتاج اور زیرِ نگیں کر دیا تھا۔ اُن کے سامنے قیصر و کسریٰ ہاتھ جوڑے، سر جھکائے اطاعت کیلئے کھڑے نظر آرہے تھے۔ یہ انعام تھا اُس وفاداری و خلوص و تعاون کا جو قریش اور عرب نے اپنے دو(2) قومی حکمرانوں کے سامنے عملاً پیش کئے اور دنیا و آخرت سے لاپرواہ ہو کر اُن دونوں کی اطاعت و اتباع کی تھی۔ یہاں اس تفصیل میں جانے کا وقت نہیں کہ اُن دو(2) اولین حکمرانوں نے اپنی قوم اور عرب کو کس طرح اُس بامِ عروج پر پہنچایا جہاں نہ کوئی ملک و قوم پہنچی اور نہ پہنچے گی لہٰذا آپ یہ سب قرآن کی ایک آیت (بقرہ 2/205) میں یا خطبہ نمبر 3 کی تشریحات میں دیکھ لیں۔ ہم تو اب وہ نظام بیان کرنے کی مختصر سی کوشش کریں گے جس نے اُنہیں اُس مقامِ بلند تک پہنچایا اور جس نظام کو مع نام نہاد شیعہ، خمینی اور ساری دنیا کی حکومتیں اپنائے ہوئے ہیں اور دن رات دل و جان سے اس پر عمل پیرا ہیں۔

(15۔ب) اللہ، رسولؐ اور قرآن کے مقابلے میں ایک قدیم نظام جو انسانوں کو حُریت اور مکمل آزادی دیتا ہے یعنی نظامِ اجتہاد و مشاورت

نظامِ اجتہاد پر ہم نے سابقہ تشریحات میں بھی بہت کچھ لکھا ہے یہاں ہم اجتہاد کے طرفدار اور اجتہاد پر کاربند علما کی طرف سے اجتہاد کے متعلق چند ایسے حقائق لکھیں گے جن سے بہتر اور کوئی نہ لکھے گا۔ اور جن کی شیعہ وسُنی دونوں قسم کے مجتہدین تصدیق وتحسین کریں گے۔

(1) اجتہاد کے دوہرے معنی "اجتہاد کے لغوی معنی "امکانی کوشش صرف کرنے" کے ہیں اور اصطلاحِ مجتہدین میں "اُس امکانی کوشش کے صرف کا نام ہے جو مجتہدین کے ایجاد کردہ "دلائلِ شرعیہ" کے ذریعہ اِستنباطِ احکام کے لئے کی جائے۔"

بالفاظ دیگر "وہ کوشش جو مندرجہ بالا "اصولِ اساسی" کی وساطت سے احکامِ شرع کے استخراج کے لئے کی جائے۔"

(2) تقلید کے معنی: "بلا غور و فکر و تنقید کئے ہوئے دوسرے یعنی مجتہد کی پیروی کرنا" بالفاظ دیگر: "بلاچون و چرا مجتہد کی رائے پر عمل کرنا۔"

نوٹ: یہ یاد فرمائیں کہ اللہ، رسولؐ، قرآن اور امامؑ کی اطاعت بھی بے چُون و چرا لازم تھی اور ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یعنی اطاعت تو اُدھر بھی اور اِدھر بھی بے چون وچرا کرنا ہی پڑے گی اور لب کشائی، آزادی رائے اور ضمیر سے دستکش بھی رہنا ہوگا۔مگر دیکھنا یہ ہے کہ کس کی بے چون وچرا اطاعت مفید ہوگی؟ اللہ ورسوؐل اور امامؑ وقرآن کی، یا لیڈرانِ قوم کی؟ قریش کو لیڈرانِ قوم کی اطاعتِ مطلقہ اور عبدیت مفید معلوم ہوئی۔انھوں نے اللہ ورسوؐل وامامؑ وقرآن کو چھوڑا اور لیڈرانِ قوم کو راہنما بنالیا۔(نساء 4/60)

(3) اجتہاد کی عملی صورت اور اُس کی ضرورت: مجتہدین کے نزدیک شرع اسلامی ہی ''شریعتِ الٰہیہ'' ہے جو مشہور اور مقررہ اصول سے ماخوذ ہے۔خواہ وہ اصول منقولہ ہوں جیسے کتاب اللہ اور سنتِ نبوی؛ یا عقلی ہوں، جیسے ''اجماع''؛ قیاس؛ اور استحسان وغیرہ۔اس لئے اِن ہی دلائل شرعیہ سے استخراج احکام کا نام اجتہاد ہے۔اور اجتہاد ہی کے ذریعہ معاملاتِ روزمرہ اور معاشرۂ انسانی کے تقاضوں کو کما حقہ پورا کیا جاسکتا ہے۔یہی وجہ ہے اجتہاد شرعِ اسلامی کی تاریخ کا لازمی عنصر شمار ہوتا ہے۔چنانچہ شرعِ اسلامی کے مجتہدین جب تک قرآن وحدیث پاتے تھے اس پر عمل کرتے تھے۔اور جب کسی مسئلے میں قرآن وحدیث کا کوئی حکم نہ پاتے تھے تو اپنے اجتہاد سے کام لیتے تھے۔پس وہ کبھی تو مسائلِ حاضرہ کو امثلہ اور نظائیر پر قیاس کرتے تھے۔اور کبھی استحسان ومسائل مرسلہ یا استصحاب واستدلال کے ذریعہ استنباطِ احکام کرتے تھے۔

(اس سلسلے کی باقی تفصیلات خطبہ نمبر 3 کی تشریحات میں دیکھیں)

(15۔ج) اجتہاد اور نظامِ مشاورت پر ایمانی نظر اور مذہبِ شیعہ میں اجتہاد ومجتہدین کی رسائی۔مجتہدین کی سازش

یہ بیان کیا جاتا رہا ہے کہ پہلی تین صدیوں میں یعنی تین سو سال تک ہمارے مخالفین نے یعنی قریشی حکومتوں اور اُن کے ماہرین نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح نظامِ اجتہاد کو ملتِ شیعہ میں کوئی مقام مل جائے۔لیکن آئمہ اہلبیت علیہم السلام نے اس طاغوتی طرزِ حیات (نساء 4/60) سے شیعوں کو محفوظ رکھا۔اور ہر اُس شخص کو ملتِ شیعہ سے خارج کرتے اور دُور رکھتے رہے جسے حکومت کے ماہرین تیار کرتے تھے۔چنانچہ ہم نے کتاب ''نظام ہدایت وتقلید'' میں اُن لوگوں کی باقاعدہ احادیث سے نشاندہی کردی ہے جو آئمہؑ کے صحابہ میں داخل تھے اور اُن حضراتؑ سے کھُل کر یا دبی زبان سے اجتہاد کی اجازت لینا یا ٹھگنا چاہتے تھے۔

نظامِ اجتہاد کی مرکزی اور ہمہ گیر اور نہایت پسندیدہ عملی صورت کا نام نظامِ مشاورت ہے۔قریشی مذہب کے بعض دیدہ ور علما نے حضرت علیؑ کو محض اس لئے اپنے خلفائے راشدین کی فہرست سے خارج کردیا ہے کہ حضوؐر نے نظام اجتہاد کے ساتھ ہی ساتھ نظام مشاورت کو بھی تباہ کردیا تھا۔یعنی ابوبکر وعمر وعثمان کے زمانوں سے چلی آنے والی جماعتِ مشاورت کو ڈِس مِس (dismiss) کردیا تھا۔حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ محض عوام کو مطمئن کرنے کیلئے مانا جاتا ہے ورنہ درحقیقت اُنکے یہاں صرف پہلے تین خلفا ہی کو حقیقی اور خلفائے راشدین مانا جاتا ہے۔

(دیکھو کتاب ازالۃ الخفاء صفحہ نمبر 552-553، 521، 301-302، 297-298، 108 تا 114، 308)

جس طرح نظامِ اجتہاد کی بنیاد اس مفروضے پر رکھی گئی ہے کہ قرآن وحدیث میں تمام انسانوں کی تمام ضروریات اور مختلف زمانوں میں پیدا ہوتے رہنے والے تمام تقاضات پر تفصیلی احکام نہیں ہیں۔اُسی طرح نظام مشاورت کی بنیاد اس اصول پر قائم ہے کہ جب تمام دانشورانِ قوم کسی مسئلے کا حل قرآن وحدیث سے نہیں جانتے تو سب مل کر غور وفکر وتدبر کریں اور نظریہ افادیت وغیرہ اصولِ اجتہاد کی روشنی میں ایک متفقہ حل نکالیں۔

(1) اجتہاد، قرآن کی ہمہ گیری کا انکار اور نظامِ مشاورت، ہمہ گیر عالمؑ کا انکار کرتے ہیں

یعنی نظامِ اجتہاد قرآن وحدیث کے نامکمل ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔اور نظامِ مشاورت یہ ثابت کرتا ہے کہ قرآن وحدیث کا مکمل وہمہ

Presented by Ziaraat.Com

گیر عالم کوئی موجود نہیں ہے۔ دوسرے یا دینی الفاظ میں یہ کہیئے کہ یہ دونوں نظام، حدیثِ ثقلین یا قرآن واہلبیتؑ کے انکار پر قائم ہوتے ہیں۔ یعنی یہ دونوں نظام مذہب شیعہ کی بنیادوں کو مسمار کرنے کے لئے اختیار کئے گئے تھے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن کریم میں ہر وہ حکم، ہر وہ فیصلہ اور ہر وہ ضرورت بیان کردی گئی ہے جو قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کو پیش آسکتی ہے تو اجتہاد کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں قیامت تک کم از کم ایک ایسا شخص موجود رہے گا جو قرآن کریم کا مکمل عالم ہوگا اور ہر شخص کے ہر سوال کا تسلی بخش و عملی جواب دے گا ہر مشکل کو حل کرے گا تو نظام مشاورت باطل ہو جاتا ہے۔ یعنی ابلیس کے یہ دونوں نظام ایسے دو کامیاب حربے ہیں جو قرآن اور صاحبانِ قرآن کو راہ سے ہٹا کر اُن کی جگہ لیتے ہیں۔

(2) نظامِ اجتہاد اور نظامِ مشاورت دوہری دوہری جہالت پر مبنی ہے

ذرا غور کیجئے آپ کو جن جن چیزوں یا حالات و واقعات کا صحیح علم ہے آپ ہرگز اُن کے متعلق مشورہ نہیں کرتے۔ مشورہ جب بھی کیا جائے گا سمجھ لو کہ اُس وقت ڈبل جہالت موجود ہوگی۔ پہلی جہالت یہ کہ مشورہ طلب بات کو آپ نہیں جانتے یعنی آپ پیش آمدہ معاملے سے جاہل ہیں۔ دوسری جہالت یہ کہ آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اُس معاملے کو سوفی صد صحیح صحیح جاننے والا کون شخص ہے؟ ورنہ آپ سیدھے اُس شخص کے پاس جاتے اور اپنی پہلی جہالت کو دُور کر لیتے۔ لہٰذا اس دوہری جہالت کی بناء پر تمام نام نہاد دانشوروں کو جمع کر کے یا سب سے الگ الگ مل کر آپ یا خلیفہ صاحب اپنی جہالت کو علم سے بدلنے میں لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر عالم مل جاتا ہے تو جہالت دُور ہو جاتی ہے اور علم حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن جب ڈبل جہالت کا علم و یقین حاصل ہے۔ یعنی نہ آپ جانتے ہیں اور نہ کوئی اور جانتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ جب آپ اور باقی لوگ بھی جاہل ہیں۔ تو جہلا کا مجمع اِس اصول پر کام کرے گا کہ:

''رل مِل کیجئے کاج ہارے جیتے آوے نہ لاج''

وہ سب جُہلا اپنی اپنی، اور اپنے پڑوسیوں کی، محلّہ داروں کی، اپنی قوم کی اور اپنے ملک کی جتنی مصلحتیں معلوم ہوں گی اُنکے ماتحت ایسا فیصلہ کریں گے جو مذکورہ مصلحتوں کو زیادہ سے زیادہ پوری کر سکے اور تمام یا زیادہ سے زیادہ متعلقین کو خوش کر سکے۔ خواہ اللہ خوش ہو یا ناراض رہے۔ اگر یہی فیصلہ ایک تنہا آدمی کر سکے تو اُسے مجتہد اور اسکے طریقہ کار کو اجتہاد کہا جائیگا۔ اور جن مصلحتوں، مُسلّمات و مفادات و مضرات اور احتیاطات و ضروریات و رسومات و رواجات اور محاسن اور قبیحات اور لغات و لغویات کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے اُن کا مجتہدانہ نام اصول فقہ ہے۔ یعنی کسی بات کو گہرائی تک سمجھنے کے اصول۔ چونکہ یہ فیصلہ اس وقت تک کے مسلّمات اور ممنوعات اور تقاضات کے ماتحت کیا جاتا ہے اور بعد کے نئے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ اسلئے مسئلہ تو وہی رہیگا مگر حالات و تقاضات بدل جانے کی وجہ سے آئندہ سابقہ حکم بدل جائیگا۔ یعنی ایک ہی مسئلہ کے دو مختلف فیصلے موجود ہوں گے۔ پھر مجتہدین نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ مجتہد کے مرتے ہی اُسکی زندگی میں کئے ہوئے تمام فیصلے بھی مرجائینگے (مَاتَ الْمُفْتِیُ مَاتَ الْفَتْوٰی) اسلئے ہر زمانے کے احکام میں اختلاف کا ہونا اور موجود رہنا لازم ہے اور مجتہدین کا امام اُن تمام مختلف و متخالف و متضاد فیصلوں کو صحیح قرار دیگا جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: ثُمَّ یَجْتَمِعُ الْقُضَاۃُ بِذٰلِکَ عِنْدَ الْاِمَامِ الَّذِی اسْتَقْضَاھُمْ فَیُصَوِّبُ اٰرَآئَھُمْ جَمِیْعًا (خطبہ 18 جملہ 3)

''پھر وہ دونوں قاضی یا قاضیوں کے فیصلے اُس امام کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جس نے اُن قاضیوں یا حکمرانوں کو اس عہدے پر تعینات کیا ہے۔ اور وہ امام دونوں قاضیوں کے اجتہادی فیصلوں کو درست قرار دیتا ہے۔''

Presented by Ziaraat.Com

مختلف فیصلوں کو صحیح قرار دینے اور دونوں کی تصدیق کرنے پر اعتراض کیا گیا ہے۔ یہ اعتراض عوام کو مجتہدین کی پیروی یا تقلید سے روکنے کے لئے ہے۔ یعنی جب عوام یہ دیکھیں گے کہ دو مجتہدین سے ایک ہی مسئلہ پوچھا جائیگا تو وہ دونوں ایک ہی مسئلہ کے دو الگ الگ مختلف جواب دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ و رسولؐ نے تو ایک ہی جواب بتایا ہوگا۔ لہٰذا اُن دو مختلف جوابوں میں سے صرف ایک ہی جواب صحیح ہوسکتا ہے۔ لہٰذا دوسرا جواب غلط ہوگا۔ لہٰذا عوام ایک مجتہد کو صحیح اور دوسرے کو غلط کار مانیں گے اور جو کوئی اُس غلط کار مجتہد اور اُسکے غلط فیصلے کو صحیح قرار دیگا عوام اُس کو بھی غلط کار کہیں گے یعنی عوام نہایت آسانی سے مجتہدین کے امام کو بھی غلط کار قرار دیں گے اس لئے کہ وہ صحیح جواب کو بھی اور غلط جواب کو بھی صحیح کہتا ہے۔ عوام کبھی اور کسی حالت میں صحیح اور غلط کو نہ صحیح مانیں گے اور نہ دونوں کو غلط کہیں گے۔ اس لئے کہ عام اور سادہ عقل کے نزدیک جو صحیح ہے وہ صحیح ہے غلط نہیں ہو سکتا اور جو غلط ہے وہ غلط ہی ہے ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا اور جب عوام کو یہ بتایا جائے گا کہ نظامِ اجتہاد ایک نہیں ایک ہزار غلط جوابات کو بھی صحیح کہتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ عوام کو مجتہدین، اجتہاد اور مجتہدانہ مسائل سے نفرت ہو جائے۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کا یہ اعتراض نہایت سادہ، عام فہم اور عوام کیلئے ہے۔ اور بلا کسی مزید غور و فکر کے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ مسلمانوں میں جتنے اختلافات پائے جاتے ہیں وہ سب نظامِ اجتہاد اور مجتہدین نے پیدا کئے ہیں۔ یعنی نظامِ اجتہاد اسلام اور مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنے اور انتشار و تفرقہ پھیلانے کا ذمہ دار ہے۔ اور آج دنیا کی اقوام میں مذاہب میں جو بھی اختلافات ہیں وہ بھی اُن اقوام اور مذاہب کے مجتہدین نے پھیلائے ہیں۔ اور آج مسلمانوں میں سینکڑوں فرقے اور ہر فرقے کا باقی فرقوں کو گمراہ اور جہنمی کہنا بھی نظامِ اجتہاد کی وجہ سے ہے۔ اور اس کا خمیازہ اُن دو (2) اولین مجتہدین کو بھگتنا پڑے گا جنھوں نے مسلمانوں میں حکومت الٰہیہ کی جگہ قومی حکومت بنائی تھی۔ اور مجتہدانہ احکام سے قرآن میں نازل شدہ اللہ کے احکام کو منسوخ کر دیا تھا۔ (دیکھو کتاب فلسفہ شریعت اسلام ڈاکٹر صبحی محمصانی کی کتاب **فلسفة التشريع فى الاسلام** کا ترجمہ اردو مولوی محمد احمد رضوی صفحہ نمبر 167 تا 177) اور (تشریحات خطبہ 3)

(15۔د) ملت شیعہ میں نظامِ اجتہاد کا داخلہ اور شیعوں میں اولین مجتہدین، ملت شیعہ میں دو فرقے اور اُن کے اختلافات

تیسری صدی ہجری اپنے اختتام کے قریب پہنچی تو ایک ہنگامی دور سامنے آیا۔ تحریک تشیع خلافت عباسیہ کی جڑیں ہلا چکی تھی۔ حکومت دم توڑ رہی تھی۔ مصر و عراق و ایران و دیلم و اندلس میں شیعہ حکومتیں قائم ہوچکی تھیں۔ شیعوں کے سیاسی لیڈر برسر اقتدار آچکے تھے۔ اُن کے سامنے وہی صورتِ حال پیش تھی جو ابوبکر و عمر کو پیش آئی تھی۔ دن رات جلدی جلدی بدلتے رہنے والے حالات کو وہ مذہب کا تحفظ دینا چاہتے تھے۔ نت نئے مسائل اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ شیعہ حکمران چاہتے تھے کہ خلفائے عباسیہ اور خلفائے ثلاثہ کی طرح وہ بھی اپنے سیاسی احکام اور فیصلوں کو مذہبی اور دینی احکام و فیصلے کہہ کر نافذ کریں۔ چنانچہ چند علمائے شیعہ نے سُنّی مجتہدین کے تیار کردہ اصول و قواعد اور اجتہادی مسائل کو اختیار کرلیا اور ذرا سی ردو بدل کر کے شیعہ لیبل کے ساتھ پیش کرنا شروع کیا اور شیعہ حکمرانوں کے دربار میں اُسی طرح کرسی نشین اور تنخواہ دار ہوگئے جیسا کہ سُنّی علما، قاضی و مفتی وغیرہ کرسی نشین تھے۔

یہی وہ زمانہ ہے کہ امام آخر الزمان علیہ السلام نے غیبتِ کبریٰ کا اعلان کرا دیا تاکہ شیعہ علماء کے مجتہدانہ احکام اور فیصلے امامؑ کے فیصلے یا امامؑ کی زیرِ سرپرستی صادر ہونے والے فیصلے نہ کہلا سکیں۔ اعلانِ غیبت کے بعد وہ علماء کھُل کھیلے جنہوں نے نظامِ اجتہاد اختیار کیا تھا۔ حکمرانوں کو خوش اور مطمئن رکھنے کے لئے ہر جائز و ناجائز فیصلے لکھ کر دیتے اور انعام و اکرام و جاگیر سے مالا مال ہوتے چلے جاتے۔ ساتھ ہی اُن شیعہ علماء کو شیعہ

Presented by Ziaraat.Com

گورنمنٹ کی طاقت سے کچل دیتے جو اجتہاد کو حرام اور شیعہ مجتہدین کو حرام کار و بے دین کہنے کی جرأت کرتے تھے۔ چونکہ حکومت کی طرف سے مصرفِ خیر اور خمس وزکوٰۃ کے اموال اُن ہی کے وسیلے سے پبلک میں تقسیم ہوتے تھے۔ وہی شیعہ مساجد کے پیش نماز مقرر کرتے تھے۔ وہی شیعہ مفتی وقاضی منتخب کرتے تھے۔ وہی شیعہ مدرسوں اور دینی اداروں کے منتظم تھے لہٰذا بہت جلد پبلک اور روپے سے پیار کرنے والے شیعہ علما نے بھی نظام اجتہاد اختیار کرلیا۔ اور وہ علماء جو اجتہاد کو حرام سمجھتے تھے اور قرآن وحدیث پر شیعہ مذہب کا دارومدار سمجھتے تھے یا تو قتل کر دیئے جاتے تھے یا جلاوطن ہو کر رہ جاتے تھے۔ چونکہ دینی مدرسوں میں اجتہاد کو نصاب میں داخل کر دیا گیا تھا۔ اس لئے ہر فارغ التحصیل ہو کر نکلنے والا شخص مجتہد بن کر نکلتا تھا۔ یوں ملتِ شیعہ پر شیعہ لیبل کے ساتھ ابوبکر وعمر کا نظامِ اجتہاد مسلط ہو گیا اور آج تک مسلط ہے۔ اس وقت میرے اور میرے ساتھیوں کے علاوہ تمام علمائے شیعہ اور شیعہ عوام نظامِ اجتہاد کے پیرو یا مجتہد ہیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام کی پیروی میں ہم تنہا اس نظام کے اور مجتہدین کے باطل ہونے پر ایسی مہم چلا رہے ہیں۔ جس کا دفاع اُن کے مذہب کی قوت سے باہر ہے۔ اور شیعہ اُن کو چھوڑ رہے ہیں۔

(الف) ملت شیعہ کے اولین مجتہد، خود مجتہدین کے ریکارڈ سے ثبوت اور مجتہدین کے قلم سے اُن کے عقائد وکردار کا مطالعہ

ہم اس عنوان سے حسبِ ضرورت تذکرہ کریں گے۔ تفصیل کے لئے ہماری کتب ''مذہبِ شیعہ'' اور ''اسلام اور علمائے اسلام'' دیکھنا چاہئیں۔ یہاں اس قدر دیکھ لیں کہ ملتِ شیعہ میں تین سوسال تک برابر برابر قرآن اور معصوم احکام پر دین کا دارومدار رہتا چلا گیا اور شیعوں میں لفظ اجتہاد ومجتہد ایک بہت مذموم گالی تھے۔ اور تین سوسال کے بعد اجتہاد اور مجتہدین نے شیعوں میں بار پایا تھا۔ لہٰذا آپ ایک بہت خبیث اور متعصب وزبردست مجتہد علامہ سید محمد باقر موسوی کی کتاب ''رَوْضَاتُ الْجَنّات'' سے ثبوت ملاحظہ فرمائیں گے۔ آپ اس مجتہد کی علمی قابلیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگائیں کہ اس کی باقی تصنیفات کے علاوہ یہ کتاب روضات الجنات چار ضخیم اور بڑے سائز کی جلدوں میں (جدید چھ جلدوں میں) موجود ہے اور اس میں اُس نے اپنے زمانہ تک تمام علمائے اسلام کی سوانح عمریاں قلمبند کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

محمد بن احمد بن الجنید البغدادی الْمُلَقّب بالکاتب المشتھر بالاسکافی۔ کان ھٰذا الشیخ اَوّلَ مَن اَبدَعَ اَساسَ الْاِجْتِھَادِ فِی احکام الشریعۃ وَاَحسَنَ الظَّنّ بِاُصُول الفقہ المخالفین مِنْ علماءِ الشیعۃ وتَبعَ فی ذلک ظَاھرًا الحسن بن ابی عقیل العمانی المتقدم ذکرہ السنی و المعاصر لِشیخنا الکلینی اذ قَلَّ ما تقع المخالفۃ فی الفتاوٰی و الاحکام بین ذینک الفقیھَیْن ومن ھٰذہ بجھۃ یجمع بینھما فی الذکر فی کلماتِ فقھاء نا بلفظ القدیمَین اِلَّا ان صاحب الْآراء الفاسدۃ و زاد فی الطنبور نغمۃ اُخری فَعَمَلَ صریحًا بالقیاساتِ الحنفیّۃِ و اعتمد صبیحا علٰی الاستنباطات الظنّیہ بِحَیْث قد غَمَزَ فِی حَقّہٖ من ھٰذا الجھۃ کثیر من اَھْل الحق لَمْ یعتنوا بمخالفَتِہِ الّتی علیھا تطرق و اول مَن صرّح بصحۃ ھذہ النسبۃ الیہ شیخنا الطوسی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ۔ الخ (روضات الجنات حرف میم)

محمد بن احمد بن الجنید بغداد کے رہنے والے تھے۔ وہ کاتب کا لقب رکھتے تھے اور موضع اسکاف کے باشندہ ہونے کی بناء پر اسکافی بھی کہلاتے تھے۔ یہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے مذہب شیعہ میں اجتہاد کی بنیاد رکھی تھی اور احکام شرع کے لیے مخالفوں کے اصول فقہ کو اختیار کیا تھا۔ ظن اور قیاس کو دین میں مفید مانا اور اس مسلک میں وہ حسن بن ابی عقیل کے پیرو تھے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ وہ جناب یعقوب کلینی کے ہم عصر تھے۔ ان دونوں کو مجتہدینِ شیعہ قدیمَین یعنی دو قدیم مجتہد کہتے ہیں۔ ابن جنید نے علامہ کلینی کی مخالفت میں کافی احکام بیان کئے ہیں۔ بعض شیعہ مجتہدین نے

Presented by Ziaraat.Com

(ابن جنید اور علامہ کلینی) اُن دونوں کے مسائل میں سمجھوتہ کرانے کی بھی کوشش کی ہے۔اور دونوں کو حق پر ثابت کرنا چاہا ہے۔البتہ صاحب ترجمہ نے ابن جنید کی پیروی میں حد کر دی تھی۔جنھوں نے ابن جنید کی فساد انگیز رایوں کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ ایک نیا ساز بڑی بلند آہنگی سے بجانا شروع کیا تھا اور ابوحنیفہ والے تمام قیاسات کی کُھل کر احکامِ شرع میں پیروی کی اور نہایت کشادہ دلی اور بڑی رغبت کے ساتھ ظن وگمان وقیاسات کے ذریعہ سے استنباطات اور اجتہادات کئے۔مگر اہل حق میں سے اکثر نے اس مخالفت کی طرف اعتنا اور توجہ نہ کی۔اور جس نے سب سے پہلے ابن جنید کے قیاس وظن پر عمل کرنے کی تصریح کی ہے وہ ہمارے بزرگ علامہ طوسی علیہ الرحمتہ ہیں۔''

(ب) **علامہ محمد بن احمد بن جنید کی مذمت کرنے والوں کی بھرپور مذمت، اور مجتہد ہوتے ہوئے اُن کی مدح وثنا کرنا لازم ہے**

قارئین نے روضات الجنات کے بیان میں دیکھا کہ گو، ابن جنید کو پہلا مجتہد لکھا گیا ہے مگر دراصل وہ اُسی بیان کی رُو سے پہلے مجتہد نہیں اسلئے کہ اُس بیان میں ابن جُنید کو علامہ حسن بن ابی عقیل کا پیرو بھی لکھا ہے۔لہٰذا ملت شیعہ کے ظاہر مجتہدین میں پہلا نمبر جناب حسن ابن ابی عقیل کا ہے۔بہر حال یہ دو حضرات ہیں جن کو علمائے شیعہ نے ملت شیعہ کے اولین مجتہدین ہونے کی سند دی ہے۔

ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ حضرت حجتہ علیہ السلام کی پیدائش کو چند دینی مصلحتوں کے ماتحت پوشیدہ رکھا گیا تھا۔اور پھر مسلسل چوہتر (74) سال تک کسی لیڈر ٹائپ آدمی یا علما یا مشہور ومعروف اشخاص کو ملنے کی اجازت نہیں دی گئی۔اِس کو عرف عام میں غیبت صغریٰ کہا جاتا ہے۔اِس زمانہ میں وہ تمام لوگ جو معیاری ایمان نہ رکھتے تھے، اور جن کی ملتِ شیعہ میں کثرت تھی۔یہ سمجھنے لگے تھے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کا کوئی بیٹا پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔گیارہویں امام علیہ السلام نے اپنے وارثوں میں مخصوص افراد کے نام لکھوا کر اہل باطل کو مغالطہ میں ڈال دیا تھا اس سے دو فائدے ملت شیعہ کو ہوئے پہلا یہ کہ وہ لوگ جنکے دلوں میں لیڈری کی یا امام بن جانے کی تمنائیں تھیں وہ لوگ کُھل کھیلے اور اُنہیں ملت شیعہ سے پہچان کر الگ رکھنا آسان ہو گیا۔دوسرا سب سے اہم فائدہ یہ ہوا کہ غیبت کبریٰ کے اعلان کے وقت لیڈروں، بزرگ اور مشہور صحابہ اور شیعوں میں کوئی ایسا نہ رہا جو یہ دعویٰ کر سکے کہ میں امام آخرالزمان علیہ السلام سے رابطہ رکھتا تھا یا یہ کہ میں ملاقات سے شرفیاب ہوا تھا۔امام عصر علیہ الصلوٰۃ و السلام نہایت خاموشی سے، مع اُن ہزاروں حقیقی شیعوں یا انصار کے،لوگوں کی نظر سے اوجھل ہو گئے، ایسے کہ نہ اُنہیں دیکھا تھا نہ پہچان سکتے تھے لہٰذا وہ پورا اسٹاف اور امام عصر علیہم السلام کہیں دنیا سے باہر نہیں چلے گئے تھے اُن ہی لوگوں میں رہتے تھے اور آج تک رہتے چلے آئے ہیں مگر جب تک وہ نہ چاہیں نہ اُس وقت کوئی پہچانتا تھا نہ آج پہچان سکتا ہے۔

البتہ امام علیہ السلام نے اُس زمانہ کے اُن شیعہ علما اور لیڈروں کو ساتھ رہ کر قریب سے دیکھا جنہوں نے جھوٹی امامت کا دعویٰ کیا، جنہوں نے جھوٹے اماموں کو مانا، جنہوں نے نائبِ امام ہونے کا جھوٹا اعلان کیا، جو اللہ رسولؐ اور امامؑ کی یعنی خود اُنؑ کی جگہ بیٹھ کر شیعوں کو اُن کے نام پر گمراہ کر رہے تھے۔پاس کھڑے ہو کر، اُن کی محفلوں اور مجلسوں میں شامل ہو کر دیکھتے چلے آرہے ہیں اور اُن سے متنفر ہیں۔غیبت کے زمانے کے علما نے نائبین امام بننے کے لئے فرضی خطوط لکھے اور لکھوائے اور مشہور کیا کہ سرکار حجتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں اپنا بھائی لکھا، اپنے مذہب کا عالم لکھا، اُنہیں دین اسلام کا طرفدار و دفاع کرنے والا قرار دیا اور دعائیں دیں اور اُن کی مدح وثنا کی ہے۔اُنہیں یقین تھا کہ وہ شیعہ پبلک کو دھوکہ دے رہے ہیں۔اُنہیں معلوم تھا کہ حضورؑ علیہ السلام اُن کی اس دروغ بافی کو بچشمِ خود دیکھ رہے ہیں۔لیکن وہ یہ جرم اسی طرح کرتے رہے جس طرح خدا کو حاضر و ناظر جانتے اور مانتے ہوئے باقی گناہ کرتے ہیں۔اُن سے یقیناً یہ سوال کیا گیا ہوگا کہ ''کیا تم پہچانتے ہو کہ یہ تحریر حضرت حجتہ علیہ

Presented by Ziaraat.Com

السلام ہی کی ہے اور کسی اور نے تمہیں بہکانے کے لئے ہرگز نہیں لکھی ہے؟ یہ بھی اعتراض ہوا ہوگا کہ: جناب آپ کے امامؑ خود آپ کے پاس کیوں نہ آئے؟ خط کیوں لکھا؟ کیا وہ بیمار و معذور ہیں؟

ہمیں معلوم ہے کہ اُن پر سینکڑوں اعتراضات ہوئے اور ہوتے چلے آئے ہیں لیکن نشر و اشاعت پر اُن کا تسلط تھا وہ دشمنانِ اہل بیتؑ کے خلفاء اور بادشاہوں کے مددگار تھے اس لئے وہ اعتراضات عام طور پر شائع نہیں ہوئے۔ اور مجتہدین کا یہ گروہ اُن جھوٹے خطوط کو برابر اپنی اپنی کتابوں میں مسلسل فریب سازی کیلئے لکھتا چلا آیا ہے۔ آیئے ہم آپکو ایک سچ مچ کا خط دکھائیں جو حضوؑر نے شیخ مفید کو لکھا تھا۔ اور اپنی غیبت کا سبب بھی شیخ صاحب کو بتایا تھا اور اگر شیخ صاحب اس خط پر عمل کر لیتے تو کم از کم اُن سے غیبت کا حجاب ختم ہو جاتا اور حضوؑر اُن کو بھی اپنے نظام میں شامل کر لیتے۔ سُنیئے لکھا تھا کہ:

(ج) امام عصر والزمان علیہ السلام کا خط شیخ مفید کے نام 412 ہجری

''چنانچہ شیعانِ ما با دلہائے مجتمع گرد آمدہ بودند و بعہد یکہ از ایشان گرفتہ شدہ وفا می کردند؟ بمیمنت ملاقاتِ ماز ودتر نائیل می شدند و با مشاہدہ ما سعادت بسُوئے اِیشان می شتافت و بکمالِ معرفت میرسیدند۔ پس ما را از ایشان محجوب نمیدارد دیگر آنچہ بما میرسد از اعمال ایشان کہ کراہت داریم و نمی پسندیم و انتظار چنیں اعمالے را از ایشان نداریم از خداوند استعانت می جوئیم خدا ما را کافی است و بہتر وکیلے است و خداوند بر سیّدِ ما کہ بشیر و نذیر است و براہلبیتؑ پاک و پاکیزہ اش سلام و صلوات بفرستد۔ بتاریخ غرّہٖ شوال 412 ھجری۔''

ترجمہ: ''اگر ہمارے شیعہ دلی رضامندی سے اجتماعی طور پر ہمارے چاروں طرف جمع ہو کر اُس عہد کو پُورا کرتے جو اُن سے لیا جا چکا تھا تو وہ ہماری ملاقات کی برکتوں سے جلدی ہی وابستہ و سرفراز ہو جاتے۔ اور ہمارے مشاہدے کے بعد سعادت اُن کی طرف تیزی سے بڑھتی اور وہ معرفت کے کمال تک پہنچ جاتے۔ ہمیں اُن سے اور کوئی چیز حجاب میں نہیں رکھتی سوائے اُن بدکرداریوں کے جنہیں ہم بُرا سمجھتے ہیں اور ہم شیعوں کی اُن بداعمالیوں کے انتظار میں نہیں رہتے۔ ہم شیعوں کے مقابلے میں خدا کی مدد چاہتے ہیں ہمیں خدا کافی ہے اور وہ بہتر وکیل ہے۔ اللہ ہمارے سرؔدار پر جو بشیر و نذیر بھی ہیں اور اُن کے اہلبیتؑ طاہرین پر درود و سلام بھیجے۔ بتاریخ غرّہٖ شوال 412 ھجری۔

(د) حضوؑر کو ہرگز خلیفہء وقت یا سُنّیوں سے خطرہ نہ تھا۔ خطرہ صرف دعوائے امامت و نیابت کرنے والے مجتہدین و مقلدین سے تھا

اس خط میں حضوؑر نے تمام شیعوں پر یہ جرم ثابت کیا ہے کہ اُنہوں نے حضوؑر کو ایک حقیقی امام کی حیثیت سے قبول نہیں کیا تھا اور اُنہوں نے وہ عہد پُورا نہیں کیا تھا جو اُنہوں نے پہلے سے کر رکھا تھا۔ یعنی گیارہویں امام علیہ السلام کے ساتھ یہ معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ بارہویں امام علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کی اطاعت و پیروی نہ کریں گے۔

ظاہر ہے کہ شیعوں نے دعوائے نیابت و امامت کرتے چلے آنے والوں کی اطاعت و تقلید اختیار کر لی تھی۔ اگر امامؑ سے قطع تعلق نہ کیا گیا ہوتا اور دینی راہنمائی میں اُن کو اپنا راہنما سمجھا گیا ہوتا تو غیبت کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ یعنی قریشی مذہب والوں نے تو تین سو سال سے آئمہ معصومین علیہم السلام کو دینی راہنمائی سے معزول و معطل کر ہی رکھا تھا اب شیعوں نے بھی اسی نظامِ اجتہاد کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فرق کے ساتھ اختیار کر لیا تا کہ وہ بھی نعماتِ خداوندی سے اُسی طرح مالا مال ہو جائیں جس طرح ابوبکر و عمر کے پیرو تین سو سال سے غالب و حاکم تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو تم نے نظامِ اجتہاد سے ہٹ کر کتنا نقصان اُٹھایا ہے۔ اور تمہارے لیڈر خانہ نشینی اور غلط سیاست کو چھوڑ کر اپنے اجتہاد سے میدان میں نکلے اور چار پانچ

Presented by Ziaraat.Com

حکومتیں قائم کرلیں اور آج ہمارے مدمقابل ہیں۔عشرہ محرم وعزاداری کی کھلی اجازت لے لی ہے۔اذان میں شہادت ثالثہ جاری کرلی ہے۔صرف اس لئے کہ انھوں نے محمدؐ وآلِ محمدؐ کی تعلیمات کو انجماد سے نکال کر اجتہادی وسعت دے دی ہے۔ضرورت وقت وتقاضائے حیات کا اپنی عقل و بصیرت سے تعین کرنے لگے ہیں اور وہ زنجیریں توڑدی ہیں جو خانہ نشینی اور رہبانیت کی قید میں رکھتی تھیں۔یوں معصوم امامؑ کی تمام مسلمانوں کو عقلاً و اجتہاداً ضرورت نہ رہی۔اب صرف غیر مسلموں کو ہدایت کی ضرورت واتمام حجت باقی تھی۔چنانچہ اپنے ماننے والے شیعوں کے ساتھ حضورؑ نے لاتعلقی اختیار کرلی۔اور نہایت کامیابی سے اپنے''نظام ہدایت وتقلید''کو دنیا میں پھیلاتے چلے آرہے ہیں۔اس سلسلے میں یہ بھی یاد رکھیں کہ ہر وہ خط مصنوعی وباطل ہے جس میں حضورؑ کی طرف سے کسی مجتہد کو بھائی یا عالم لکھا ہوا ملے۔اِن لوگوں نے اپنی عزت بڑھانے کے لئے ایسے الفاظ لکھے ہیں جن سے اِن خبیثوں کی عزت بڑھنے کی اُمید تھی اور آنخضرتؑ علیہ السلام کی توہین نکلتی ہے۔ہم نے جس خط کی عبارت اوپر نقل کی ہے اُس میں بھی ایسے مردود الفاظ ہیں۔آپ یہ سوچیں کہ حضورؑ نے زیرِ گفتگو خط میں یہ نہیں لکھا کہ:

''کچھ شیعوں''نے ایسا اور ویسا کیا نہ یہ لکھا کہ:''بعض شیعوں نے''نہ یہ کہ''شیعوں کی کثرت یا قلت''نے یہ کیا اور یہ نہ کیا۔آپؑ کا صرف ''شیعان''یا''الشیعہ''لکھنا تمام شیعوں پر مشتمل ہے۔کسی کا استثنا نہیں ہے یعنی وہ تمام شیعہ مجرم ہیں جن کو چھوڑ کر چلے آئے تھے۔اُن تمام شیعوں میں شیخ مفید، سید مرتضیٰ علم الھدیٰ اور بہت سارے علما شامل ہیں۔اُن کو برادر وغیرہ لکھنا عقلاً وفعلاً غلط ہے۔البتہ اگر کوئی ایسا خط ملے، جو ہمیں نہیں ملا، کہ جس میں اجتہاد کی مذمت ہو تو اُسے صحیح سمجھنے میں گناہ نہ ہوگا۔

(۵) محمد بن احمد بن الجنید کی مذمت کرنے والوں کی مذمت کے لئے زمین ہموار ہوگئی تمام شیعہ مجتہدین امامؑ کے یہاں مردود ہیں

ہم نے روضات الجنات سے اولین دو مجتہدین سے تعارف کرا کر (عنوان 15۔د۔الف) سرکار حجۃ علیہ السلام کی غیبت اور نظام غیبت پر مختصر سی گفتگو ضروری سمجھی تھی۔لہٰذا اب یہ عرض کرنا ہے کہ اجتہاد بلا رائے اور قیاس اور ظن اور تخمین اور خرص کے کیا ہی نہیں جاسکتا۔جس طرح حجام کے اوزاروں (اُسترا، قینچی، مشین، کنگھا، برش، صابون، نہرنا وغیرہ) کے بغیر حجامت نہیں کی جاسکتی اسی طرح ایک مجتہد کے اوزاروں میں مندرجہ بالا پانچ چیزیں ہیں۔اُن میں اگر کوئی ایک بھی استعمال نہ کی جائے تو یقین فرمالیں کہ اجتہاد کرنا ناممکن ہے۔اور یہ تمام چیزیں شیعہ سُنی دونوں کے یہاں قرآن وحدیث سے مذموم ہیں اور ان کو استعمال کر کے دین کو سمجھنا حرام اور کارِ شیطان ہے۔اسی بنا پر شیعوں میں تین سو سال تک اجتہاد ومجتہد ملعون رہے۔مگر چوتھی صدی میں جب علمائے شیعہ نے اس شیطان کو یعنی اجتہاد کو مسلمان کرلیا تو ضروری تھا کہ وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر اُن شیطانی یا اجتہادی اوزاروں کی نفی کریں جو قرآن وحدیث میں شیعہ سنّی علما کے نزدیک دین میں حرام تھے۔چنانچہ ہر شیعہ مجتہد یہ کہتا اور لکھتا چلا آیا ہے کہ: ''میں تو ایسا اجتہاد کرتا ہوں جس میں قیاس ورائے کو دخل نہیں ہوتا۔میں ظن وتخمین کو اپنے پاس تک پھٹکنے نہیں دیتا۔''

چنانچہ روضات الجنات کے مندرجہ بالا بیان (عنوان 15۔د۔الف) میں جناب ابن جنید کی مذمت کی گئی ہے۔ہم نے اُس بیان کو روک کر وضاحتیں شروع کردی تھیں۔لیکن نہ وہ بیان وہاں رُکا ہے اور نہ مذمت رُکی ہے۔بہرحال ہمیں یہ بتانا ہے کہ جتنے مکار وفریب ساز مجتہدین شیعہ لیبل کے ساتھ گزرے ہیں اُن سب ہی نے جناب محمد بن احمد بن الجنید کی دل کھول کر مذمت کی ہے۔اور انہیں شیعہ مجتہدین کی فہرست سے الگ رکھا ہے۔چنانچہ پہلا مجتہد علامہ شیخ مفید کو کہا جاتا ہے دوسرے نمبر پر جھنڈے شاہ کو یعنی سید مرتضیٰ علم الھدیٰ کو رکھا جاتا ہے۔لیکن وہ تمام مجتہدین کاذب تھے دھوکے باز تھے۔وہ دن رات قیاس ورائے اور ظن وتخمین اور استحسان اور استصحاب کے ماتحت اجتہاد کرتے اور فتویٰ دیتے رہے

Presented by Ziaraat.Com

اور ابن جُنید کی مذمت بھی کرتے رہے تا کہ لوگ انہیں اچھا مجتہد کہیں۔ہم ابن جُنید کے لئے جو سب سے بُری بات کہتے ہیں اور جو سب سے بڑی مذمت کرتے ہیں یا کریں گے وہ یہی ہے کہ وہ مجتہد تھے۔اور بس۔ہم انہیں مکار وغدار وفریب ساز ومحسن کُش وجعلساز اور ملتِ شیعہ کو تباہ کرنے والے اور محمدؐ وآلِ محمدؐ کے نام کو بٹہ لگانے والے نہیں کہتے۔ بلکہ اُن کی مذمت کرنے والے مجتہد ہوں یا شیاطین اُن کو یہ سب کچھ اور بہت کچھ کہتے ہیں۔ابن جنید نے جو کچھ کیا بلا جھجک لکھ دیا۔اُنھوں نے یہ حقیقت بیان کردی کہ:

''اجتہاد بلا قیاس ورائے وغیرہ کے ممکن ہی نہیں ہے۔''

مگر یہ ملاعین کہتے تو یہ ہیں کہ وہ بلا قیاس ورائے وغیرہ کے اجتہاد کرتے ہیں۔مگر عملاً فضائلِ محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کو تباہ کرنے میں ابوبکر وعمر وغیرہ سے بھی بازی لے گئے۔اُنکے اجتہاد میں اغلام جائز ہے۔کنیز کے ساتھ جو کچھ جائز ہے اُسے لکھتے ہوئے شرم وحیا منہ چھپاتی ہے۔میرے نزدیک ہر وہ شخص اُن خبیثوں سے ہزار درجہ بہتر ہے جو یہ کہے کہ: اَقُوْلُ فِی الْکُلاَ لَۃِ بِرَائِیْ فَاِنْ یَّکُنْ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰہِ وَ اِنْ یَّکُنْ خَطَآءً فَمِنِّیْ وَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ مِنْہُ بَرِئُیَان (فلسفہ شریعت،صفحہ نمبر 151)

یعنی ''میں اُس شخص کے بارے میں جو مرنے کے بعد وارث نہ چھوڑے،اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں۔پس اگر میری رائے صحیح ہو تو،توفیق الٰہی ہے اور اگر وہ غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے،جس سے اللہ اور اللہ کا رسولؐ بری ہیں۔''(ایضاً صفحہ نمبر 151-152 مترجم مولوی محمد احمد رضوی)

ابوبکر وعمر تمام شیعہ مجتہدین سے بہتر تھے سوائے محمد بن احمد بن جنید کے

ایسا ہی بیان خلیفہ دوم کا بھی ہے اُس نے بھی غلطی کو اپنی اور شیطان کی طرف منسوب کیا ہے۔فرق یہ ہے کہ ابوبکر کے بیان میں شیطان سے مراد عمر ہے اور عمر کے بیان میں اصلی ابلیس مراد ہے۔لہٰذا یہ دونوں اور ابلیس تمام شیعہ مجتہدین سے اس لئے بہتر ہیں کہ جو کچھ کرتے ہیں کہہ کر کرتے ہیں۔رسولؐ کو غلط کار سمجھتے تھے اُن کے منہ پر کہتے تھے۔گردن پکڑ کر منافق (معاذ اللہ) کا جنازہ پڑھنے سے روکا تھا۔دھوکا نہ دیا تھا۔لہٰذا ایک دھوکے باز وغدار مومن سے کافر ومنافق ومرتد بہتر ہے۔جس نے اجتہاد اختیار کرلیا ہے اُس نے دین کو ترک کردیا۔بشرطیکہ اجتہاد اللہ ورسولؐ اور قرآن کے بتائے ہوئے قوانین کی مخالفت میں ہو۔لیکن اگر اللہ رسولؐ وقرآن وآلِ محمدؐ کی تائید میں ہو تو وہ مجتہد تمام علما سے بہتر ہے۔مثلاً میرا اجتہاد یہ ہے کہ ماتمِ حسینؑ میں نکلنے والا خون پاک ہے۔تمام شُہدائے کربلا علیہم السلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے علاوہ پوری نوعِ انسان سے افضل ہیں وغیرہ وغیرہ۔چونکہ اُن ملاعین نے طریقۂ طاغوتی کو طریقۂ معصومینؑ بنا کر دکھایا ہے۔وہ اپنے فیصلوں کو خدا اور رسولؐ کا فیصلہ کہتے ہیں اور اُسے پوری امت پر واجب کہتے ہیں جو نہ مانے اُسکے تمام نیک اعمال بھی ضائع اور باطل قرار دیتے ہیں۔اور اپنی غلطی پر بھی ثواب واجر کے قائل ہیں۔اور غلط فیصلوں کو بھی واجب التعمیل کہتے ہیں اور ضدی مخالف کے قتل کا حکم دیتے ہیں۔ہمارے پاس ایسے مجتہدین کیلئے کوئی کلمہ خیر نہیں ہے۔ہم اور ہمارا امام اور ہمارا نظام اُنکے مستقل دشمن ہیں اُن کی مذمت کرنا اُن پر لعنت کرنا ہمارے مذہب کی لازمی چیز ہے۔اور میرے اجتہاد کی رُو سے اُن پر لعنت وتبرا کرنا اور دنیا سے اُن کے نظام وآثار کو مٹا دینا کُلِّ دین ہے۔کچھ بھولے بھالے لوگ اور بعض مجتہدین بھی کہتے ہیں کہ:

''محمدؐ امین استر آبادی اپنے موقف میں برسرِ حق تھے مگر انہیں مجتہدین پر لعن طعن نہ کرنا چاہیئے تھا۔اُنہیں بے دین وگمراہ قرار نہ دینا تھا۔آخر وہ ملتِ شیعہ کے زبردست علما تھے۔اُنہوں نے فضائلِ محمدؐ وآلِ محمدؐ بیان کئے ہزاروں کتابیں تائید میں لکھیں۔اُن کے ساتھ نرمی برتنا لازم تھا لوگوں کی نظروں سے اُن کا احترام ختم کردینا اچھی بات نہ تھی۔''

Presented by Ziaraat.Com

ہم کہتے ہیں کہ پیدا ہونے کے بعد مرنے تک شیعوں کا مال کھاتے اور جائیدادیں وجاگیریں بناتے رہے۔مومنین سے اپنے پیر دبواتے رہے۔لہٰذا جن خدمات کا ذکر کیا گیا وہ اس حق الخدمت سے کہیں کم ہیں جو شیعہ قوم کا اُن کے ذمہ باقی ہے۔کیا ہم اُن تمام سُنّی علما اور خطیبوں اور شاعروں کو شیعہ قرار دے کر اُن کے احترام کا حکم دے دیں؟ جنہوں نے منبر پر بیٹھ کر اہلبیتؑ کی مدح وثنا کی اور اُن کی طرفداری میں کتابیں لکھیں؟ تو سنو پھر جناب علامہ حسن نظامی دھلوی کو شیعہ عالم مان کر اُن کا احترام کرنا پڑیگا۔اُنھوں نے کتاب ''طمانچہ بررخسار یزید''لکھی اور عمر بھر شیعوں کی محفلوں، مجالس و میلادمیں اہلبیتؑ کی شان بیان کرتے رہے۔شیعہ فرسٹ کلاس کا دوطرفہ کرایہ دیتے ہیں۔پوسٹروں میں اُن کا نام اُچھالتے ہیں۔مرغیاں اور مرغن کھلاتے اور جیب گرم کرتے ہیں۔ہم اُس ہندو شاعر کو جانتے ہیں کہ جس نے کہا تھا کہ: ؎ ہندو ہوں مگر دُشمنِ شبیرؑ نہیں۔

اُن مجتہدین نے تو اُدھر شیعہ قوم کو لُوٹا اور اِدھر اُنکے مذہب کو تباہ کر دیا ہے۔اللہ اُن پر بے حساب لعنت کرے۔اُن ملاعین کا فتویٰ یہ ہے کہ زنجیر کا ماتم حرام ہے،لحن سے سوزخوانی مسجد میں زنا کرنے کے برابر گناہ ہے۔اذان ونماز میں شہادت ثالثہ پڑھنے والے لعنتی ہیں۔لیکن وہ ابن جنید ہی تھے جن کی وجہ سے خلافت عباسیہ میں زنجیروں کا ماتم ہوتا تھا۔بازار اور مسرت بندرہتی تھی۔مرثیہ خوانی ہوتی تھی اذانوں میں علیؑ ولیُ اللہ میناروں سے پکارا جاتا تھا۔یہ سب کچھ اور بہت کچھ جناب محمد بن ابن الجنید الکاتب الاسکافی کے اجتہاد کا نتیجہ تھا اور ہمیں اُمید ہے کہ اللہ انہیں مجتہد ہوتے ہوئے بھی بخش دیگا۔آمین۔کان کھول کر سُن لیں کہ وہ ہندو، یہودی، عیسائی اور سُنّی اس لئے بخش دیئے جائیں گے کہ جن کو اُنکے مذاہب کے مجتہدین نے بہکا کر غلط راہ پر قائم رہنے کا یقین دلا رکھا تھا۔یعنی دنیا کے تمام مذاہب کے عوام بخش دیئے جائیں گے لیکن مجتہد خواہ کسی مذہب کے ہوں سب جہنم واصل کئے جائیں گے اس لئے کہ دنیا میں گمراہی وتباہی پھیلانے کے ذمہ دار یہی لوگ ہیں اور یہ لوگ سادہ دل عوام کے گناہوں کی بھی سزا پائیں گے (عنکبوت 13-29/12) اس لئے کہ یہ لوگ اپنے غلط فیصلوں کے لئے بھی لوگوں کو یقین دلایا کرتے تھے کہ انہیں غلط اعمال پر بھی اللہ کو اجر وجزا دینا لازم ہوگی۔

(و) <u>علامہ ابن جنید کی مدح ومذمت کرنے والوں اور اُنکی کارکردگی اور خدمات کا تذکرہ بھی روضات الجنّات میں کیا گیا ہے۔چند باتیں</u> روضات الجنّات کا بیان روک دیا گیا تھا (عنوان 15۔د۔الف) یہاں اس بیان کو آگے بڑھایا جا رہا ہے تاکہ جناب محمد بن احمد بن الجنید کے متعلق چند باتیں اور سامنے آجائیں چنانچہ اختصار کی غرض سے ہم صرف ترجمہ پیش کرتے ہیں سُنیئے:

''علامہ طوسی، ابن جنید کی تصنیفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اُن کی بہت سی تصنیفات ہیں۔اُن میں سے ایک کا نام ''تهـذيب الشيعة لِاَحكام الشريعة'' ہے۔کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ اس کتاب کو آنے والے تمام مجتہدین نے چراغِ راہ بنایا ہوگا۔اس لئے کہ ابن جنید نے شریعت کے احکام کو بڑی محنت سے مُدوّن وآراستہ کیا تھا۔پھر کہا کہ اُسی قسم کی بیسیوں جلدیں لکھی ہیں۔ جن میں کافی تعداد میں فقہ کے اصولوں پر علم الفقہ تیار کیا ہے یہاں تک کہ اُن کی ایک ہزار بنیادی چیزیں شمار کی گئی ہیں۔پھر شیخ مفید اور اسی مرتبہ کے علما کی شہادتیں نقل کی ہیں۔شیخ نجاشی کی زبانی لکھا ہے کہ بڑے بڑے بزرگ کہتے ہیں کہ ابن جنید قیاس سے کام لیتے تھے۔اور سب نے اُن کو اُن کی کتابوں کے لئے سندات اور اجازے بھی دیئے تھے۔اور کتاب ''خلاصہ'' میں علامہ نے لکھا ہے کہ ابن جنید پورے گروہ شیعہ کے مُسلّم الثبوت سربراہ تھے۔بہترین کتابوں کے مصنف تھے۔اور ہمارے صحابہ میں بہترین کردار کے حامل تھے۔نہایت قابل اعتماد اور جلیل القدر تھے۔کثیر التصنیف تھے۔پھر علامہ طوسی نے ابن جنید کی کتاب کی مدح وثنا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے اُن

سے بہتر اور صحیح تر کتاب شیعہ علما کی نہیں دیکھی ہے نہ عبارت کے حسن میں نہ مضامین کی معنوی گہرائی اور متانت میں۔اس کتاب میں اصول وفروع مذہبِ شیعہ پر بہترین دلائل قائم کئے ہیں۔اور مذہب شیعہ کی طرز فکر اور استدلال کو نمایاں کیا ہے۔جیسے ہی کوئی شخص ابن جنید کی اس کتاب کو پڑھے اور اُس کے معانی ومفاہیم پر غور کرے تو اس پر ابن جنید کی علمی منزلت چھا جائے گی۔انہوں نے اس کتاب میں وہ معارف پیش کئے ہیں جو کسی دوسرے عالم کے یہاں سے حاصل نہیں ہوسکتے۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مجھے اُن کی تصنیفات میں سے اُن کی کتاب بنام ’’احمدی فی فقہ المھدی‘‘ دیکھنے کا موقع بھی ملا ہے۔وہ تہذیب الشیعہ کا اختصار ہے۔وہ ایک لاجواب کتاب ہے اور ابن جنید کے فضل وکمال کا بولتا ہوا ثبوت ہے اور فہم رسا کو انتہائی پیغام ہے۔اُن کی فقاہت اور سلجھی ہوئی جودت طبع کا اعلان ہے۔اور میں نے اپنی کتاب ’’مختلف الشیعہ فی احکام الشریعہ‘‘ میں اُن کے اختلافی مسائل واقوال کا ذکر کردیا ہے۔
اب روضات الجنتہ کا مولّف مجتہد باقر موسوی اپنی طرف سے لکھتا ہے کہ یہ جو کچھ علامہ طوسی نے لکھا ہے اس سے ابن جنید کی انتہائی قدر ومنزلت اور علمی بزرگی ثابت ہوجاتی ہے۔اور اُن کے زمانہ تک کے تمام علما پر ابن جنید کی فوقیت بھی اور ظن وقیاس کی نفی بھی واضح ہوجاتی ہے۔اور اس کے بعد یہ ماننا پڑے گا کہ وہ جو ابن جنید پر قیاس اور رائے کا الزام عائد کیا گیا تھا اس کی صورت صرف یہ ہوگی کہ وہ اپنے مخالفوں کو اُن ہی کے مذہب ومسلک کے مسلمہ قواعد سے ملزم ثابت کرتے تھے۔اور اس غرض کے لئے رائے اور قیاس کو دلیل بنا لیتے ہوں گے۔چنانچہ کتاب العُدّہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔اگرچہ وہاں ابن جنید کا نام نہیں لکھا گیا ہے۔بہرحال مطلب یہی ہے کہ یہ انکشاف ہوچکا ہے کہ جب وہ اپنے یہاں کی بات کرتے تھے تو ہرگز قیاس پر بنیاد نہ رکھتے تھے۔اور جب اُن لوگوں سے بات ہوتی تھی جو پہلے قیاس پر عامل تھے تو اُن کو زچ کرنے اور مجرم ٹھہرانے کے لئے قیاس اور رائے کا استعمال کرتے تھے۔حالانکہ اُن کا اپنا اعتقاد رائے اور قیاس کے خلاف ہی رہتا تھا۔لہٰذا لوگوں نے (یعنی دُشمن مجتہدین نے۔احسن) اُن کے اس قسم کے مسائل اور اقوال کا ردّ وانکار کیا ہے۔اور اُن سے اپنے آپ کو (فریب سازی کے لئے۔احسن) بری الذمہ قرار دیا ہے اور اُن کی کتابوں سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے (یعنی چوری چوری فائدہ اُٹھانے کو بہتر سمجھا۔احسن) اور اُن کی کتابوں میں سے ایک کا نام **’’کشف تمویہ وَالالتِباس علیٰ اغمار الشیعہ و القیاس‘‘** بھی ہے جو اُن کے حق میں قابل توجہ ہے۔

اور اگر وہ سب الزامات صحیح ہیں جو شیعہ مجتہدین نے اُن پر لگائے ہیں۔تو اُن سے اُن کے زمانہ میں قیاس کو حرام سمجھنے میں توقف نہ کرنا چاہیئے۔اور جناب الشیخ محمد بن الشیخ حسن کا اُس توثیق سے غافل رہ جانا بہت غور طلب ہے جو علامہ طوسی نے ابن جنید کی کی ہے اور مع رائے وقیاس کے کی ہے جس کے بعد ابن جنید کو فسق کرنے والا یا جاہل کہنا غلط ہوجاتا ہے اور جناب علامہ طباطبائی نے اسی لئے ابن جنید کے حق میں اپنے عذرات کو یوں پیش کیا ہے کہ ابن جنید اُسی قسم کی قیاس پر عمل کرتے تھے جو شیعہ مجتہدین میں جائز ہے۔اور اپنی کتاب میں ابن جنید کی طرف داری کی ہے۔اور ابن جنید کے خلاف جو کتاب النقض علیٰ ابن جنید لکھی گئی ہے، اُن کے اجتہاد بالرائے پر، اُس میں کہا گیا ہے کہ اس زمانے میں ابن جنید سے قیاس اور رائے سے اجتہاد کرنے کی نسبت دینا وہ اس وقت کی ضرورت اور تقاضوں کو نظر انداز کرتی ہے۔یہ تو واضح بات ہے کہ زمانہ کے بدلنے کے ساتھ ساتھ مسائل میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ایسے بہت سے حقائق ہیں کہ قدیم علما پر ظاہر تھے اور بعد والوں سے مخفی ہوگئے۔اُن کا زمانہ قریب تر تھا۔بہت سے دلائل وبرہان اُن کے سامنے تھے جو حالات بدلنے اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ ضائع ہوگئے۔اور اب اس زمانہ میں یقیناً منتشر شدہ دلائل کو جمع کرکے وضاحت کرنا ضروری ہوگیا ہے۔یا پچھلے مسائل پر لوگوں کے اتفاق کا نئے سرے سے پتہ لگانا ضروری ہے۔تاکہ شاید

Presented by Ziaraat.Com

اس سلسلے میں قیاسات سے مدد لی سکے اور سید مرتضیٰ علم الھدیٰ نے اُن حدیثوں کے بارے میں جو ایک ہی راوی نے بیان کی ہیں کہا ہے کہ ہمارے حدیث کے راوی اور حدیثیں لکھنے والے بھی قیاس سے کام لیتے تھے (یعنی جھنڈے شاہ قیاس جاری رکھنے کے لئے حدیثوں کو بھی نا قابلِ اعتبار بتاتے تھے۔احسن) جیسا کہ فضل بن شاذان اور یونس بن عبدالرحمٰن اور دیگر مشہور اور معروف لوگوں کی جماعت قیاس کرتی تھی۔اور شیخ کے بیان میں بھی جو انھوں نے من لایحضرہ الفقیہ میں لکھا ہے قیاس ہی کی طرف اشارہ ہے۔(یعنی یہ شاہ جی اعلیٰ درجے کے خبیث مجتہد تھے جو تمام راویوں اور محدثین پر قیاس کی تہمت لگاتے ہیں تاکہ اُن کے قیاس پر اعتراض نہ ہو سکے۔احسن) پوتے کی میراث کے مسئلے میں اور ماں باپ کی میراث کے متعلق جس پر ابن جنید نے عذر کیا ہے۔لہٰذا ابن جنید کو مذہب شیعہ سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔اُن کی مدح و ثنا پر سابقہ علما متفق ہیں۔اُن کی توثیق و تصدیق کرتے ہیں۔اُن کی عدالت کے قائل ہیں۔ابن جنید آل بوَیہ کے عہدِ حکومت اور معزالدولہ کے زمانہ میں تھے۔معزالدولہ خلیفہ طائع کا وزیر تھا جو عباسی خلیفہ تھا۔اور معزالدولہ شیعہ بھی تھا اور عالم بھی تھا۔اور اُس کی وزارت کے زمانہ میں مذہب شیعہ عام تھا بالکل کھُلم کھلا اُس پر عمل ہو رہا تھا۔یہاں تک کہ معزالدولہ نے اہل بغداد پر ماتم کرنا نوحہ اور بکا کرنا لازم کر دیا تھا۔عزاداری امام حسین علیہ السلام باقاعدہ ہوتی تھی۔عاشورہ کے دن بازاروں میں، چوراہوں پر اور پورے شہر میں جلوس عزاداری نکلتے تھے۔اور عید غدیر پر خوشیاں اور تقریبات منائی جاتی تھیں۔اور میدانوں میں جا کر نمازِ عید پڑھی جاتی تھی۔اور ابن جنید کے آخری ایام تک مذہب شیعہ کا عروج انتہا کو پہنچ گیا تھا۔

ایسے حالات میں ابن جنید کے متعلق یہ تصور کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ مذہب شیعہ کے مقاصد کے خلاف عملدر آمد رکھتے تھے؟ خصوصاً جب کہ تائید مذہب شیعہ کے لئے بہترین کتابیں لکھتے رہے۔اہلِ خلاف کو اُن کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیتے رہے۔مخالف پر جہالت اور بے دینی کا الزام قائم کرتے رہے۔اگر اُن کے متعلق شیعہ مجتہدین نے شبہات نہ پیدا کر دیئے ہوتے تو اس قسم کی باتیں اُن کے خلاف سوچنے کا موقع تک نہ ملا ہوتا۔امام یافعی اہلسنت نے اور دیگر اُن کے علما نے بھی لکھا ہے کہ معزالدولہ تین سو ستاون 357 ہجری میں مرحوم ہوا۔اور اُس کے اور ابوالحسن علی بن محمد السمری کی وفات کے درمیان جو امام کے (جھوٹے اور مجتہدین کے مشہور کردہ۔احسن) سفیروں میں سے تھے۔اٹھائیس سال کا وقفہ ہے (یہ خبیث لوگ یہ کیوں نہیں کہتے کہ معزالدولہ کی وفات اور غیبت کبریٰ میں 28 سال کا وقفہ ہے؟۔احسن) اس لئے کہ امام کا یہ (مصنوعی۔احسن) سفیر 329 ہجری میں وفات پا چکا تھا (یہی اعلان غیبت کا سال ہے۔احسن) اور اس کا تقاضا ہے کہ ابن جنید کو غیبت صغریٰ کے صحابہ میں شمار کیا جائے۔اور امام کے (جھوٹے۔احسن) سفراء کا ہم عصر مانا جائے۔بلکہ نجاشی اور علامہ طوسی کے مطابق تو ابن جنید کو امام کا وکیل ماننا ہوگا (یہ قیاس سفرائے مشہور کے منصوبے سے تو بہتر ہوگا۔احسن) پھر یہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ امام کی طرف سے اور اُن کے (مصنوعی۔احسن) سفیروں کی طرف سے ابن جنید کے خلاف ایک بھی اعتراض نہیں ہوا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ قیاس اور رائے کو اختیار کر لینا ایسی ہی خطا یا غلطی تھی جیسی کہ اس زمانے میں شیعہ مجتہدین کی فروعی مسائل میں خطا اور غلطی ہے۔اور جس طرح اِن خطا کار مجتہدین کا عذر قبول کر لیا جاتا ہے تو ابن جنید کا بھی عذر قبول کرنا چاہیئے۔اور جب ہمارے بڑے بڑے مجتہدین اُسی قسم کے اختلاف اور خطاؤں سے دوچار رہے ہوں اور کسی نہ کسی طرح قیاس بھی کرتے رہے ہوں۔تو یہ کیسے جائز ہوگا کہ ابن جنید کو مع اس کی شاندار اور اثباتِ حق کرنے والی کتابوں کے مذہبِ شیعہ سے خارج و ساقط کر دیا جائے؟ چنانچہ جس طرح یہ مان لیا گیا ہے کہ عظیم ترین مجتہدین کا بنیادی مسائل میں اختلاف اُن کو ساقط الاعتبار نہیں کرتا اور اس زمین و آسمان کے بُعد اور اختلاف کے باوجود اُن کی عدالت و ثقاہت مجتہدین کو تسلیم ہے (یاد کریں خطبہ 18 کے جملے 1 تا 11، اور شیعہ مجتہدین کو ابوبکر و عمر کے نظام و

Presented by Ziaraat.Com

قانون میں شامل کر دیں) تو ابن جنید ہی نے ایسی کونسی خطا کی ہے کہ جواُن شیعہ مجتہدین سے بڑھ کر ہو؟ جس کی وجہ سے اُسے ساقط الاعتبار کر دیا جائے؟ حالانکہ وہ تمام شیعہ مجتہدین اُن تمام (قریش ساز۔احسنؔ) اصول فقہ میں بھی اختلاف کرتے رہے ہوں اور آج بھی اختلاف کر رہے ہوں؟ جن (قریش ساز۔احسنؔ) اصولوں پر فروعی مسائل کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یہ تمام شیعہ مجتہدین احادقسم کی حدیثوں میں، اور استصحاب اور مفاہیم کے اخذ کرنے میں اور (قریش ساز۔احسنؔ) اصول فقہ کے مسئلوں میں مختلف الحال رہے ہیں۔ یہاں تک کہ تلاش کرنے والے کو دو بھی ایسے شیعہ (یا سُنّی) مجتہد نہ ملیں گے جو اپنے تمام مسائل میں متفق ہوں۔ حالانکہ اُس (خودساختہ۔احسنؔ) مذہب پر سب مجتہدین متفق رہے ہیں جو اُن (قریش ساز۔احسنؔ) اصولوں کے ماتحت تیار ہوتا ہے جن اصولوں کو خود ہی باطل کرتے رہے ہیں۔ جب اُن اصولوں کو باطل کرتے رہے تو وہ مذہب خود بخود باطل ہو گیا جو اُن باطل کردہ اصولوں پر مبنی ہو۔ لہٰذا اس حیثیت سے تو تمام مجتہدین، اُن کا مذہب اور اُن کی تمام کتابیں بھی باطل ہو گئیں۔ (روضات الجنات صفحہ نمبر 563 وغیرہ حرف میم)

یہاں روضات الجنات سے ابن جنید کے متعلق شیعہ مجتہدین کے موافق اور مخالف تمام بیانات مکمل ہو گئے اور ان سے بھی اجتہاد باطل ہو گیا۔

(ز) ابن جنید اور روضات الجنات میں مذکور علما کے بیان پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے مجتہدین کا خودساختہ شیعہ مذہب باطل ہو جاتا ہے

سابقہ عنوان (ہ) میں ہم نے ابن جنید کی جس حیثیت سے اور جس قدر ستائش کی ہے اُس سے زیادہ کی نہ گنجائش ہے اور نہ وہ حقیقتِ واقعی ہو سکتی ہے۔ اس زیرتنقید عنوان (و) میں جہاں جہاں مذمت یا مدح آپ نے دیکھی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ شیعہ مجتہدین کو بھی اپنے مسلکِ اجتہاد کے تحفظ کی ضرورت تھی اور اس مذمت اور مدح سرائی سے انہیں تحفظ مل جاتا ہے۔ لیکن ہم نے اس طویل بیان میں مناسب مقامات پر بریکٹوں میں چند ایسے الفاظ لکھ دیئے ہیں جو شیعہ مجتہدین کے مقصد کو توڑتے اور بکھیرتے چلے جاتے ہیں۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ عزائے حُسین علیہ السلام کے سلسلے میں جواز ماتم وغیرہ کے متعلق فتاویٰ تو واقعی ابن جنید اور معزالدولہ ہی کے تھے۔ مگر یہ معزالدولہ، یہ وزارت، یہ تسلط اور عزاداری کے یہ مواقع ابن جنید یا اس وقت کے علمائے شیعہ یا مجتہدین نے پیدا نہیں کئے تھے۔ شیعہ مذہب اور شیعوں کا یہ بغدادی اقتدار اور مصروعراق و دیلم واندلس میں شیعہ حکومتوں کا قیام تحریک تشیع نے بزور بازو اور اپنی معصوم پالیسی سے حاصل کیا تھا (تفصیلات کتاب مذہب شیعہ ایک قدیم تحریک اور ہمہ گیر قوت میں) تحریک تشیع عہد مرتضوی سے کام کرتی چلی آ رہی تھی۔ اور مختلف صورتوں میں قریشی حکومتوں کے خلاف برسرِکار تھی۔ جس کی راہنمائی امامِ وقتؑ کرتے تھے۔ اور اس کے وجود اور طریقہ کار سے امام زمانہ علیہ السلام کے علاوہ کوئی واقف نہ ہو سکتا تھا۔ تحریک کے مختلف سربراہوں کا امامؑ وقت سے ہر حال میں رابطہ رہتا تھا۔ اس کے مقاصد میں تحفظِ مذہب حقہ، تحفظ وتسلطِ حکومتِ الٰہیہ، تحفظِ تعلیمات خداوندی اور قریشی حکومت کی تباہی تھی۔ ضرورت پڑنے پر تحریک کا تیغ بکف حصہ میدانِ جنگ میں نکل آتا تھا۔ مبلغینِ مذہب حقہ پبلک کو ہم خیال و ہم مسلک بناتے تھے۔ اہل قلم مذہبی ریکارڈ تیار کرتے اور محفوظ کرتے تھے۔ تحریک کا ہر شعبہ بلا تصادم کام کرنے میں لگا رہتا تھا۔

یہی تحریک تھی جسے لے کر سرکار حجۃ علیہ السلام نے لوگوں میں رہتے ہوئے اعلان غیبت کبریٰ کیا تھا۔ اور یہ تحریک روزِ اول سے غیبتِ صغریٰ میں پوشیدہ چلتی آ رہی تھی۔ اُس نے محاذ بنا کر وہ سب کچھ کیا تھا جس کا نتیجہ شیعہ حکومتوں کا قیام، مذہب حقہ کی آزادی اور قیامِ عزاداری تھا۔ اس آزادی سے مجتہدین نے اور اقتدار پر فائز ہونے والوں نے فائدہ اُٹھا کر سیاسی احکام کو مذہبِ شیعہ کے لیبل سے نظامِ اجتہاد کے ماتحت نافذ

Presented by Ziaraat.Com

کرنا شروع کیا تھا۔ یہ تقریباً ویسی ہی صورتِ حال تھی جو آلِ محمدؐ کے نام سے چلنے والی تحریک کو پیش آئی تھی اور عباسی لیڈروں نے فریب دے کر اپنی خلافت قائم کر لی تھی اور ابو مسلم خراسانی وغیرہ کو قتل کر دیا تھا۔

لیکن اب تحریک تشیع چونکہ سو فیصد خفیہ تھی اس لئے جن لوگوں کو کھلے محاذ پر آگے بڑھایا گیا تھا اور اقتدار کی کرسیوں تک پہنچایا گیا تھا اُن میں کوئی بھی تحریک کے راہنماؤں سے واقف نہ تھا۔ اس لئے امامِ وقت نے تحریک کو الگ سمیٹ لیا اور شیعوں کی آزادی اور اقتدار کو بحال رکھتے ہوئے خود الگ ہو گئے اور اپنے وجود کا اعلان کر دیا تا کہ ہر شخص سمجھ لے کہ انہیں اپنی ولایت و مذہب سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اس بیان میں امام کے سفراء اور وکلاء کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ امام آخر الزمان کا کسی عالم سے کسی لیڈر سے کسی مشہور و معروف شیعہ سے کوئی رابطہ اور تعلق نہ تھا۔ یہ تو وہ کہانیاں ہیں جو حضورؑ کے اعلان لاتعلقی کے بعد گھڑی گئیں ہیں۔ حضورؑ کے کسی وکیل وسفیر و کارکن کو جاننے والا کوئی نہ تھا۔ ہم نے اپنی کتاب ''نظامِ ہدایت وتقلید'' میں باقاعدہ کافی کی احادیث کا ہر پہلو سامنے لا کر دکھایا ہے کہ نوابین اربعہ اور سفراء والا قصہ ایک فراڈ ہے۔ حدیث سے حضورؑ کا پورا نظام تو ملتا ہے مگر اُن چاروں مصنوعی و مشہور نائبوں کا کہیں نشان تک نہیں ملتا۔ جو عالم یا عامی اُن کے نائب ہونے کا ذکر کرے اُس سے ایک حدیث طلب کرو انشاءاللہ اس کا منہ آئندہ کے لئے بند ہو جائے گا۔ حدیث میں امام آخر الزمان علیہ السلام کا یا اُن کے والد امام حسن عسکری علیہ السلام کا یہ بیان طلب کرو کہ:

''میں نے فلاں فلاں شخص کو اپنا نائب مقرر کیا ہے یا فلاں فلاں شخص امام آخر الزمان علیہ السلام کا نائب ہے۔''

ایسا بیان قیامت تک اُسے نہ ملے گا۔ تک بندی آپ منظور نہ کریں۔ متروک ومطرود علما کا اپنا بیان قابلِ قبول نہیں ہے۔ اس طویل بیان میں مجتہدین ہی کے قلم سے اُن کا اختلاف اور بر سر باطل ہونا خود اپنی تردید ورَدّ وابطال کرنا دیکھا جا چکا ہے۔ ابن جنید کی مذمت اور مدح سرائی ایک فریب ہے۔ دراصل وہ بالواسطہ نظام اجتہاد کو منوانا چاہتے ہیں اور وہ قرآن سے واضح الفاظ میں باطل ہے۔ ہر وہ حکم وحاکم باطل ہے جو قرآن میں مُنزَل من اللہ نہ ہو اور جو قرآن کے الفاظ میں حکم نافذ نہ کرے۔ (مائدہ 47 تا 5/44)

(وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ، الظّٰلِمُوْنَ، الْفٰسِقُوْنَ) آخر میں ہم پھر ابن جنید کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ انہیں عزاداری کے صدقہ میں بخش دے۔ آمین۔

(ح) منتخب التواریخ کی رُو سے بھی ابن جنید اور ابن ابی عقیل شیعوں میں پہلے مجتہد تھے جنہوں نے اجتہاد کی بنیاد رکھی

ہم نے یہ سمجھتے ہوئے کہ مذہب شیعہ میں اجتہاد اور اصول فقہ کو جاری کیا پھر بھی محمد بن احمد بن الجنید کے لئے دعائے خیر کی ہے۔ جس کا قبول کرنا اور قبول نہ کرنا اللہ اور امام علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن ہم نے یہ سوچ کر اپنے اچھے جذبات کا اظہار کرنا ضروری سمجھا کہ عزادارانِ محمدؐ وآلِ محمدؐ اور غم خوارانِ امام حُسین علیہ السلام اور ماتمدارانِ شہدائے کربلا علیہم السلام اور پُرسہ دہندگانِ فاطمۃ الزہراؑ اور زینب وکلثوم علیہنّ السلام کو معلوم ہو جائے کہ روزِ اول سے مجتہدین ومحدثین یعنی اصولیین واخباریین دونوں نے زنجیر کے ماتم اور سینہ کوبی کو اور لحن ودردناک آواز میں مرثیہ خوانی کو حرام سمجھا حرام لکھا ہے۔ البتہ بارہ سو سال کے بعد چند ایسے مجتہد گزرے ہیں جنہوں نے رسوم عزاداری کے ہر پہلو کو نام بنام جائز لکھا ہے۔ اور ہم نے اُن حضرات پر تفصیلی مضمون لکھا ہے۔

کہنا یہ ہے مجتہدین کا مسلسل ماتم ونوحہ خوانی کو حرام قرار دینا شیعہ مومنین کو نہ نوحہ ومرثیہ پڑھنے سے باز رکھ سکا اور نہ زنجیر وقمع اور چُھریوں کے ماتم

Presented by Ziaraat.Com

سے روک سکا۔اور ابن جنید اور جناب رضی رضی اللہ اور شیخ صدوق کے زمانے میں شیعوں کی جو اذان جاری ہوئی تھی اُسے بھی روکنے کی مجتہدین نے برابر کوشش کی اور اذان میں شہادت ثالثہ یعنی اعلانِ ایمان برخلافت بلافصل کرنے والوں پر اُن ملاعین نے لعنت جاری کرانے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ ہماری حدیث کی کتاب مَنْ لاَ یَحضُرہُ الفقیہ میں موقع ملنے پر اضافہ کرادیا اور الصَّلٰوۃ خیرٌ منَ النّوم کی اجازت لکھوادی (صفحہ نمبر 78) چنانچہ دیکھ لو کہ عرصہ دراز سے ایران میں شاہِ ایران اور مجتہدین کے حکم سے اذان میں سے ''خَلِیفَتَہٗ بِلاَ فَصل'' ساقط کردیا گیا تھا۔اور اب جبکہ وہاں باطل پرستوں کا امام خمینی شیعہ نقاب میں اسلامی یا شیعی انقلاب کا دعویٰ کررہا ہے اذان کو برابر باطل رکھا ہے۔ چونکہ وہ بھی دُشمنانِ اہلبیت والا ایمان رکھتا ہے اور ہرگز حقیقتِ مذہب کو سامنے نہیں لانا چاہتا ہے۔اور نہیں سوچتا کہ جب وہ علی علیہ السلام کے بلافاصلہ خلیفہ ہونے کے اعلان کو پسند نہیں کرتا تو اُسے کس بنیاد پر شیعہ سمجھا جائے؟

شیعہ اور سُنّی مذہب میں تو فرق ہی یہ ہے کہ حضرت علیؑ کو پہلا خلیفہ مانتے ہیں اور قریشی خلفا کو غاصب و غادر و خائن اور جہنمی سمجھتے ہیں اور خمینی کے سُنّی ہونے کی سب سے بڑی، **عملی اور روزانہ مشاہدے میں آنے والی یہ حقیقت ہے کہ وہ ابن زیاد اور حجاج والے اسلام کی پیروی میں روزانہ شیعوں کو قتل کراتا چلا آرہا ہے اور ہزاروں مُحبانِ اہلبیتؑ کو موت کے گھاٹ اُتار چکا ہے ہزاروں شیعہ عورتوں کو بیوہ اور معصوم بچوں کو یتیم کرچکا ہے (خدا اس پر اور اُس کے طرفداروں پر لعنت کرے)** ابن جنید، ایسے ملاعین مجتہدین سے ہزار درجہ بہتر تھا۔اس کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اس نے نظامِ اجتہاد کو اختیار کیا اور نتیجہ میں خمینی ایسے مجتہد میدان میں آگئے۔اس کا ثبوت دوبارہ ایک ایسی تاریخ سے ملاحظہ ہو جو ایران میں شیعوں نے تیار کی تھی اور جس کی ہر بات تمام ایرانی شیعوں کو صحیح ماننا ہوگی۔ جو ماڈرن زمانہ (1349 ہجری) میں لکھی گئی تھی۔مورخ لکھتا ہے کہ:

''الفَقِیہُ النَّبِیہ ابوعلی محمد بن احمد بن جنید البغدادی الملقب بالکاتب المشتہر بالاسکافی صاحب کتاب تھذیب الشیعۃِ لاحکام الشریعۃ کہ مشتمل است بر عدۂ از کتب فُقہیہ واسکاف از نواحی نھروان است و بین نھروان و بصرہ واقع است و اُو اول کسے بود کہ اساس اجتہاد را تاسیس نمود در احکام شرعیہ و جناب حسن بن ابی عقیل العمانی ہم متابعت کرد۔ ایشاں را واز اسکافی و عمانی فقہاءِ تعبیر میکنند بقدِ یُمیِن۔''

<u>ترجمہ</u>:''تنبیہات کرنے والے فقیہہ تھے، کنیت ابوعلی تھی نام محمد بن احمد بن جنید تھا؛ لقب کاتب تھا اور اسکافی سے شہرت پائی یہ ایک قصبہ ہے اسکاف نام کا جو نہروان اور بصرہ کے درمیان واقع ہے۔اُن کی بہت سی کتابوں میں سے ایک کتاب کا نام تہذیب الشیعہ ہے۔وہ اولین شخص ہیں جنھوں نے اجتہاد کی بنیاد رکھی اور اُسے مستحکم کیا اور شریعت کے احکام کو اسکے ماتحت رکھا حسن بن ابی عقیل نے بھی پیروی کی ان دونوں کو دو قدیم فقیہ کہا جاتا ہے۔''

(15۔ہ) سُنّی شیعہ مجتہدین کے چند بنیادی مسلمات پر متوجہ رکھنے کے لئے ہمارے چند بنیادی اعتراضات وسوالات وجوابات

<u>پہلی اور اہم ترین بات</u>: اجتہاد کو راہنما بنانے کے لئے سُنّیوں کے بابائے آدم ابوبکر و عمر نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کو بہانہ بنا کر روزِ اول سے اجتہاد کے ذریعہ سے اسلام پر کُھل کر عمل کرنا شروع کیا اور اجتہاد سے متعلق تجربات کرتے کرتے رفتہ رفتہ نہایت شاندار، قابلِ رشک بہترین اصول و قواعد بنالئے تھے اور تین سو سال تک اپنے نظام کو خوب چلایا اور اپنے مخالف یعنی شیعوں کے لیڈروں کو خوب للچایا اور بہت سوں کو عملی طور پر اپنا ہمنوا بنا کر اُن کی مدد کی انہیں اپنا مبلغ بنایا جو شیعوں کے تصورات کو بدلتے رہنے کی قیمت وانعامات حاصل کرتے رہے۔آئمہ معصومین علیہم السلام نے 255 ہجری تک ملتِ شیعہ کو شیعہ نما مجتہدین سے عملاً محفوظ رکھا لیکن اُن کے نظام کے تصورات پھیلتے اور مشہور ہوتے چلے آرہے تھے

Presented by Ziaraat.Com

اوراڑھائی سوسال کی مخالفانہ پروپیگنڈے کی محنت وکوشش سے وہ نفرت کم ہوچکی تھی جوابوبکروعمرومعاویہ نے اپنے ظالمانہ رویے سے پیدا کی تھی۔ اِدھر جاں نثاران وفدا کارانِ تحریک تشیّع نے ملتِ شیعہ کومصرواندلس ودیلم اور عراق کی حکومتیں عطا کردی تھیں چنانچہ شیعوں کے سیاسی لیڈرشیعہ حکمرانوں کے درباروں میں کرسی نشین ہوچکے تھےاور شیعہ حکمرانوں اور سیاسی لیڈروں کے سامنے دن رات بدلتے ہوئے حالات وتقاضات آ کھڑے ہوئے تھےاورضرورت تھی کہ تمام مسائل کوشیعہ مذہب کی شریعت کے ماتحت حل کیا جائے۔جس کے لئے نہ حکمرانوں کونہ سیاسی لیڈروں کو معصوؑم شریعت اورقوانین پرضروری ومتعلقہ معلومات حاصل تھیں اور نہ اتنی فرصت ہی حاصل تھی کہ معصوم امامؑ سے مرکزی ہدایات ہی حاصل کی جائیں۔لہٰذاجس طرح عمرنے مفتوحہ ممالک کوانکےاپنے قدیم سے چلےآنے والےقوانین پربرقراررکھاتھا۔اُسی طرح ان جدیدشیعہ حکومتوں نے بھی مصرواندلس ودیلم وعراق میں قریشی حکومتوں کےقوانین کی تصدیق کردی اور چاہا کہ مملکت کے لئے شیعہ علما اور امامؑ سے مدد لی جائے۔چنانچہ موٹے موٹے سربرآوردہ علما مثلاً ابن جنیدوابن ابی عقیل وغیرہ کودرباروں میں کرسیاں اورمسندیں عطا کی گئیں،وظائف وتنخواہیں مقرر کی گئیں۔یہ بھی قریشی حکومتوں کی نقل وپیروی میں کیا گیا؛اورامید کی گئی کہ یہ علما حکومت کی ضرورتوں اورتقاضوں کے لئے آئمہ علیہم السلام اورقرآن سےقوانین کے ضابطے تیارکرکے دیں گے۔

اب یہ کام اُن علما اورسیاسی لیڈروں کا تھا کہ وہ دوسو پچاس سال میں تیارشیعہ ریکارڈ کی ہزاروں کتابوں سے مدد لیتے۔اورحکومت کیلئے ہرہرمسئلے کا سوفیصد معصوؑم قانون تیارکرکے دیتے۔ظاہر ہے کہ یہ علما وہ لوگ تھے جواحادیثِ معصوؑمین اورشیعہ ریکارڈ کا مطلوبہ علم نہ رکھتے تھے۔ورنہ پیداشدہ ضرورت کوپایۂ تکمیل تک پہنچادیتے۔اوریہ کہ یہ وہی لوگ تھے جوشیعوں میں گھُلے ملے رہنے کی حدتک شیعہ علوم سے واقف تھے۔اوریہ کہ انہیں امامِ عصرؑ جناب حسن عسکری علیہ السلام سے بھی ربط وضبط وخلوص حاصل نہ تھا۔یعنی یہ علما کی وہی جماعت تھی جوملتِ شیعہ میں نظامِ اجتہادکوجاری کرنے اورابوبکروعمرکے جاری کردہ اوربعد میں ترقی یافتہ اجتہادی قوانین میں مہارت حاصل کرتی رہی تھی۔لہٰذااس جماعت نے اس موقع سے فائدہ اُٹھانا طے کرلیااورطریقہ اجتہاد سے حکومتوں کا کام چلانا طے کرلیااورحکومتوں اورشیعہ عوام نے سمجھا کہ یہ علما ضرورمعصوؑم امام کے طرزِحکومت پرعمل کررہے ہیں۔یہی زمانہ تھا کہ بارھویں امام علیہ السلام نے (جس کا نہ اُنہیں علم تھا نہ اُن سے رابطہ تھا) اپنے وجوداورغیبت کا اعلان کردیا تاکہ ناپسندیدہ شیعہ علماوعوام اورحکومتوں کواورسُنّی رعایااورقریشی حکومتوں کومعلوم ہوجائے کہ امام معصوم علیہ السلام نے اُن سے قطع تعلق کرلیا ہے تاکہ وہ شیعوں کے نام نہادعلما کے بنائے ہوئے قانون کوامامؑ سے منسوب نہ کرسکیں۔اب شیعہ علمانے بھی امام علیہ السلام کی غیبت اورقطع تعلق کواُسی طرح بہانہ بنالیا جس طرح وفاتِ نبیؐ پرابوبکروعمراورقریشی لیڈروں نے بہانہ بنایا تھااوروہی کچھ کہنااورلکھنا شروع کردیا جوانھوں نے کہا تھا یعنی یہ کہ:

''ہم پروفاتِ نبیؐ سے یاغیبتِ امامؑ سے علم کے دروازے بند ہوگئے۔رابطہ ختم ہوگیا۔اب ہم اس کے سوا کیا کرسکتے ہیں کہ قرآن وحدیث کواپنے موجودہ علم وبصیرت سے استعمال کریں اورعقل ومشاورت اوراجماع سے یعنی اجتہاد سے اسلامی فیصلے کرکے روزمرہ پیش آنے والی مسلمانوں کی ضروریات اورتقاضوں کو پورا کرتے رہیں۔ہم رسوؐل یاامامؑ کی طرح معصوم نہیں نہ حقیقتِ واقعی پرمطلع ہیں۔نہ حقیقتِ واقعی تک رسائی کا ذریعہ موجود ہے۔لہٰذا اپنے فیصلوں میں انتہائی جدوجہد کرنا ہمارافریضہ ہے۔جب ہم نے عقل وبصیرت وتجربات وعقلی قوانین کوآخری مقام تک استعمال کرکے وہ فیصلہ اجتماعی حیثیت سے طے کرلیا ہے جوانسانی کثرت کے لئے مفیدترین ہوتوہماری وسعتِ علم یہاں ختم ہوگئی اورجووسائل ہمیں دیئے گئے تھےانہیں ہم نے پوری طرح استعمال کرلیااوراس طرح اللہ کے اس قانون کوپورا کردیا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (بقرہ 2/286) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا مَا اٰتٰهَا (طلاق 65/7)

''ہر ذی حیات اپنی وسعت اور عطا شدہ وسائل کو استعمال کرنے کی حد تک ذمہ دار ہے۔''

لہٰذا اجتہاد کے بعد ہم بری الذمہ ہو گئے اور ہمیں اُمید ہے کہ اللہ و رسولؐ نے ہماری عقل و بصیرت و علم و تجربہ کو برسر کار رکھنے اور ترقی دینے کے لئے جو جو مسائل بیان کرنے سے چھوڑ دیئے تھے وہ ہماری رسائی کے انتہائی حدود کے مطابق ہوں گے اور وہ وہی ہوں گے جو ہم نے مکمل جدو جہد یا اجتہاد کے بعد حاصل کئے ہیں۔ لہٰذا وہ احکام اور فیصلے اللہ و رسولؐ کے فیصلے ہوں گے اور اُن پر ہمیں اور تمام نوعِ انسان کو عمل کرنا واجب ہوگا اور عمل کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے حسبِ وعدہ اجر دیا جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری کوشش میں خامی رہ جائے اور ہم حقیقی حکم حاصل نہ کر سکیں تو (بقول مفتی و مجتہد جعفر حسین) ''ہمارے حاصل کردہ حکم کی حیثیت حکمِ ظاہری کی ہوتی ہے جو حکمِ واقعی کا بدل ہوتا ہے اور ایسی صورت میں حکمِ واقعی کے چھوٹ جانے پر مجتہد معذور قرار پاجاتا ہے۔ کیونکہ اُس نے اس دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگانے اور اُس کی تہہ تک پہنچنے میں کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی مگر اس پر کیا اختیار کہ دُرِ شاہوار کی بجائے خالی صدف (سیپی) ہی اُس کے ہاتھ لگے۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ دیکھنے والے اُسے موتی سمجھیں اور موتی کے بھاؤ بکے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوششوں کا پرکھنے والا (اللہ) اُس کی بھی آدھی قیمت لگادے تاکہ نہ اُس کی محنت اکارت جائے اور نہ اُس کی ہمت ٹوٹنے پائے۔'' (مُفتی کا بیان صفحہ نمبر 128 خطبہ 18 ختم ہوا) چنانچہ اس حکم سے بہتر کوئی اور حکم اخذ کرنا نوعِ انسان کی وسعتوں اور وسائل سے باہر ہے۔ بہرحال جب ہمیں اس حکم کی مضرت یا غلطی کا علم ہوگا تو ہم پھر نیا اجتہاد کریں گے نیا حکم اخذ کر کے اُس کو نافذ کریں گے اور اس غلط حکم کو واپس لے لیں گے۔ نوعِ انسان پر واجب رہے گا کہ وہ دوسرا حکم ملنے تک صدق و خلوص سے سابقہ حکم پر عمل کرتی رہے اللہ اُسے بھی معذور سمجھ کر اجر و ثواب دے گا۔

<u>اس مجتہدانہ بیان پر تمام شیعہ سُنّی مجتہدین کو فخریہ تصدیق کرنا لازم ہے</u> :

ہم یہاں یہ غپ مارنے پر سو فی صد حق بجانب ہیں کہ دنیا کے تمام مجتہدین ہم سے بہتر بیان نہیں دے سکتے۔ یعنی ہم نے اپنے استاد مجتہدین کا حق ادا کرتے رہنا بھی واجب سمجھا ہے۔

<u>ہمارے اعتراضات اور طرزِ عمل</u>

<u>اول</u>: مجتہدین یا نظامِ اجتہاد قرآن کی مکمل تکذیب کرتے ہیں (انعام 6/66) یعنی قرآن کی سینکڑوں آیات (یوسف 12/111 وغیرھا) میں مذکور تفصیلات کا انکار کرتے ہیں۔ یعنی اجتہاد کی بنیاد تکذیبِ قرآن پر رکھتے ہیں۔

<u>دوم</u>: وہ کونسی آیت یا آیات ہیں جن سے یہ معلوم ہوا کہ نبیؐ کی وفات کے بعد یا امام کی غیبت کے بعد اللہ کی طرف سے اُمت پر یا نوعِ انسان پر علم کے دروازے بند ہو جائیں گے؟ اور رابطہ ختم ہو جائے گا؟ جب کہ سینکڑوں آیات سے اللہ کے علم اور رابطے بلا ناغہ جاری رہنے کا ثبوت موجود ہے۔

<u>سوم</u>: وہ کونسی آیت یا آیات ہیں جن میں تمہیں ساری نوعِ انسان کے لئے اُن کی ضروریات و تقاضوں کا فیصلہ کرنے اور اُن پر اپنا اخذ کردہ حکم نافذ کرنے کا حکم یا اجازت دی گئی ہے؟

<u>چہارم</u>: وہ کونسی آیت یا آیات ہیں جن میں تمہارے اجتہاد سے نکلنے والے حکم کو اللہ کا حکم قرار دیا گیا ہو؟ اور اُس حکم پر عمل واجب فرمایا گیا ہو اور

Presented by Ziaraat.Com

تمھیں اور دوسروں کو اجر دینے کا وعدہ کیا گیا ہو؟

پنجم: وہ کونسی آیت یا آیات ہیں جن میں بتایا گیا ہو کہ ہم نے بعض احکام تمہاری عقل وبصیرت کی ترقی کے لئے چھوڑ دیئے ہیں؟

ششم: وہ کونسی آیات ہیں جن میں مطلوبہ مسائل کو حاصل کرنے کے لئے کسی ناپیدا کنار دریا میں غوطے لگانے کا حکم ہے؟ اور وہ دریا کس آیت میں ہے؟ یعنی تمھارے اصولِ اجتہاد، اصولِ فقہ، اصول حدیث اور اصولِ درایت اور منطق وفلسفہ قرآن میں کہاں ملتا ہے؟

ہفتم: وہ کون سی آیت ہے جس میں انسان کے کسی حکم کو دین کا حکم اور قابلِ اجر فرمایا گیا ہے؟

ہمارے سوالات

اول: ہم جہالت یا جاہلیت کے فیصلوں پر کیوں عمل کریں؟ یعنی اگر تم نے صحیح کہا کہ وفاتِ نبیؐ یا غیبتِ امامؑ کے بعد نوعِ انسان پر اللہ نے علم کے دروازے بند کر دیئے ہیں؟ تو تمہاری ساری جدوجہد واجتہاد حصولِ جہالت کے لئے ہوگا۔ اس لئے کہ علم کے تمام دروازے، سوراخ اور راہیں بند ہیں۔ تو جو کچھ تم اپنے اجتہاد سے حاصل کرو گے وہ ایامِ جاہلیت کا قانون اور فیصلہ ہوگا۔ ہم اُس کی تعمیل کو صرف گناہِ کبیرہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ دین اسلام سے خارج ہو جانے کے لئے قرآن کا فیصلہ سمجھتے ہیں۔ (مائدہ 5/51)

دوم: اگر تم اپنے اجتہاد سے وہ احکام اخذ کرتے ہو جو اللہ ورسولؐ نے بیان نہیں کئے؟ تو کسی انسان پر ایسے احکام کا ماننا لازم ہی نہیں ہے۔ اگر لازم و واجب وضروری ہوتا تو اللہ ورسولؐ ہر گز اُن کو بیان کرنے سے باز نہ رہتے۔ (خطبہ 18 جملے 7 تا 16) لہٰذا تم باطل پرست اور فریب ساز ہو۔

(15۔و) اجتہاد اور مجتہدین کے لئے ''دوسری بنیادی بات'' حقیقت یہ ہے کہ رتبہ اور عزت واعتماد میں مجتہدین کو نبیؐ سے بڑھادیا

دیکھنا یہ ہے کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے یہ حکم دیا کہ:

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (عَنْ مَّا) عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ..... (مائدہ 5/48) وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ..... (مائدہ 5/49) اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۝ (مائدہ 5/50)

ہمارا قریشی ٹائپ مجتہدانہ ترجمہ عنوانات کے مطابق

''اِن قریش اور اہلِ عرب مسلمانوں کے درمیان قرآن میں نازل شدہ احکام سے فیصلے نافذ کرو اور اُن کے اجتہاد کی پیروی نہ کرنا؛ جو تمہارے پاس آئے ہوئے حق کے خلاف اجتہاد کر رہے ہیں۔'' (5/48) ''اور یہ کہ قریشی مسلمانوں میں قرآن میں نازل شدہ احکام سے فیصلے کرتے رہنا اور اُن کے اجتہاد کی پیروی نہ کر لینا اور اُن سے ڈرتے اور اُن کے اجتہادی مشوروں سے بچ کر رہنا ایسا نہ ہو کہ اللہ کی طرف سے جو احکام تمہاری طرف نازل کئے گئے ہیں یہ مجتہدین تمہیں اُن احکام میں سے بعض سے اُلجھا کر ہٹا لے جائیں۔'' (5/49) کیا یہ قریشی لیڈر اسلام کا اعلان ہو جانے سے پہلے والے ایام جاہلیت کے احکام چاہتے ہیں؟ بھلا سوچو تو سہی کہ ایک یقین کرنے والی قوم کے لئے اللہ سے بہتر حکم دینے والا کون ہوسکتا ہے؟ (5/50)

ظاہر ہے کہ ان تینوں آیات میں رسولؐ کو اپنی یا قریش کی عقل ورائے وبصیرت ومصلحت اور اجتہاد سے باز رہنے اور ڈرنے اور بچ کر رہنے اور خالص قرآن کے الفاظ میں حکم اور فیصلہ دینے کی دوہری تہری تاکید کی ہے اور پتہ لگتا ہے کہ حضورؐ ایک بڑے چالاک اور پتہ باز مجتہد گروہ میں گھرے

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے تھے جو ہر وہ ممکن حیلہ وترکیب کر رہے تھے کہ رسوؐل کو قرآن کی پٹڑی سے اُتار کر اجتہاد کی چوکھی گاڑی میں بٹھا دیا جائے۔

دوسرا حکم: وَ لَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡـُٔوۡلًاO(بنی اسرائیل 17/36) ''کسی ایسی چیز کو اپنا موقف نہ بناؤ جس کے متعلق تمہیں علم حاصل نہیں یاد رکھو کہ اُن تمام اعضا سے باز پرس کی جائے گی جو اجتہاد میں استعمال ہوتے ہیں جیسے کان جو مشورے سُنتے ہیں تجربات کو دماغ تک پہنچاتے ہیں۔ آنکھیں، بصیرت وبصارت اور قلب وذہن وحافظہ وغیرہ۔

آنحضرؐت کو کس کس موضوع کو بلا علم موقف بنانے سے منع کیا مودودی اپنی بازی خود ہارتے ہیں

مودودی کی تشریح سُنئے وہ زوروں میں ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ کل کیا ہو جائے گا: قانونی زبان بول رہے ہیں۔

''اس دفعہ کا منشا یہ ہے کہ لوگ اپنی انفرادی واجتماعی زندگی میں وہم وگمان (قیاس ورائے واجتہاد نہیں لکھا۔احسؔن) کے بجائے ''علم'' کی پیروی کریں۔اسلامی معاشرے میں اس منشا کی ترجمانی وسیع پیمانے پر اخلاق میں، قانون میں، سیاست اور انتظام ملکی میں، علوم وفنون اور نظام تعلیم میں، غرض ہر شعبہ حیات میں کی گئی اور اُن بے شمار خرابیوں سے فکر وعمل کو محفوظ کر دیا گیا جو''علم'' کے بجائے گمان (عربی کا لفظ''قیاس'' کہنے سے بچ کر گزر رہے ہیں۔احسؔن) کی پیروی کرنے سے انسانی زندگی میں رُونما ہوتی ہیں۔اخلاق میں ہدایت کی گئی کہ بدگمانی سے بچو اور کسی شخص یا گروہ پر بلا تحقیق کوئی الزام نہ لگاؤ۔قانون میں یہ مستقل اصول طے کر دیا گیا کہ محض شبے پر کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔تفتیش جرائم میں یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ گمان پر کسی کو پکڑنا اور مار پیٹ کرنا یا حوالات میں دے دینا قطعی ناجائز ہے۔غیر قوموں کے ساتھ برتاؤ میں یہ پالیسی متعین کر دی گئی کہ تحقیق کے بغیر کسی کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے اور نہ مجرد شہادت پر افواہیں پھیلائی جائیں۔نظام تعلیم میں بھی اُن نام نہاد علوم کو ناپسند کیا گیا جو محض ظن وتخمین اور لاطائل قیاسات پر مبنی ہیں۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عقائد میں اوہام پرستی کی جڑ کاٹ دی گئی اور ایمان لانے والوں کو یہ سکھایا گیا کہ صرف اس چیز کو مانیں جو خدا اور رسوؐل کے دیئے ہوئے علم سے ثابت ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ نمبر 616،617)

علامہ نے جو کچھ لکھ دیا وہ اُن کے مقاصد کی تائید کے لئے ہے مگر آخر میں انھوں نے یہ سوال پیدا کر دیا کہ صرف عقائد اور ماننے اور نہ ماننے ہی میں ''اللہ ورسوؐل کے دیئے ہوئے علم'' کی شرط لگا کر انھوں نے یہ ثابت کر دیا کہ: 1 اخلاق میں 2 قانون میں 3 سیاست میں 4 ملکی انتظامات میں 5 علوم وفنون اور نظام تعلیم میں اور زندگی کے باقی تمام شعبوں میں اللہ ورسوؐل کے دیئے ہوئے قانون کی ضرورت کیوں نہیں ہے؟ اس طول طویل ولاطائل بیان کی جگہ اگر یہ کہہ دیا ہوتا تو کافی تھا کہ ''زندگی کے ہر شعبہ اور ہر معاملے اور ہر مسئلے میں اللہ ورسوؐل کا دیا ہوا علم استعمال کرنا واجب ہے۔'' اور بس۔اُنہیں ایسا کہتے ہی ابوبکر وعمر کو برسرِ باطل کہنا پڑتا۔

تیسرا حکم بھی اجتہاد سے باز رکھنے کے لئے دیا گیا ہے

قریشی لیڈروں نے قرآن کو قبول کرنے کے لئے یہ شرط لگائی تھی کہ اُس کی آیات کے مفاہیم کو عقلی، قومی اور ملکی مصالح اور تقاضائے وقت کے ماتحت اختیار کیا جائے یعنی جو مفہوم اختیار کیا جائے وہ نہ عقلی تقاضوں کے خلاف ہو نہ وہ قومی وملکی مصلحتوں کو اُلٹتا ہو اور نہ ہی مختلف حالات وتقاضوں اور ضرورتوں کے خلاف ہونا چاہیئے بظاہر یہ تجویز یا مطالبہ بڑا صحیح اور مفید معلوم ہوتا ہے۔لیکن اس پر عمل کرنے سے قرآنی احکام انسانی عقل وبصیرت کے ماتحت آجاتے ہیں۔اور عقول انسانی کسی سانچے میں ڈھلی ہوئی نہیں ہیں اُن میں ہمیشہ اختلاف وتفاوت رہتا ہے اور رہتا چلا جائے گا اور اللہ کے احکام کی تفہیم میں اختلاف ہو جانا لازم رہے گا۔اور اختلاف کرنے والے دونوں افراد کو یا گروہوں کو دونوں مختلف تفہیموں میں سے کسی

Presented by Ziaraat.Com

ایک کو حقیقی اور اللہ کا مفہوم سمجھنے اور دوسرے مفہوم کو بیچ بچ غلط قرار دینے کا یقین نہ ہوگا اور دوفرقے اور دو سے چار فرقے ہو جانے کا باطل سلسلہ جاری ہو جائے گا جو نظام ابلیس یا اجتہاد کا حقیقی منشا ہے (مائدہ 91-5/90) وہ یہ ارادہ کئے ہوئے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بُغض وعناد واختلاف و تفرقہ ڈال کر انہیں برباد کردے۔ بہر حال اللہ سے قریش کی پیش کردہ تجویز اور آنخضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو حکم دیا گیا تھا وہ قرآن سے سُنیئے:

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ ھٰذَآ اَوْبَدِّلْهُ، قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍO (یونس 10/15)

''جب اُنہیں ہماری مُنہ بولتی آیات کی تلاوت سُنائی جاتی ہے تو جن لوگوں کو ہمارے نظام کے نتائج دُور اُفتادہ اور ناقابلِ حصول معلوم ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ''یا تو کوئی دوسرا موزوں قرآن لے آؤ یا اگر اسے ہی رکھنا ضروری ہو تو ہر پیش آمدہ صورتِ حال کے لئے قرآن کے معنی ومفاہیم کو موزوں تبدیلی کے ساتھ نافذ کر دیا کرو۔ اللہ نے رسولؐ اللہ سے جواب دلوایا کہ اُن کو بتاؤ کہ میں تو اپنی طرف بھیجی جانے والی وحی کے لفظ بلفظ پیروی کرنے کے سوا اور کچھ اختیار نہیں رکھتا چنانچہ اپنی ذاتی عقل وبصیرت اور مصلحت سے میں قرآن میں کوئی تبدیلی کر ہی نہیں سکتا ہوں۔ مجھے یہ دہشت ہر وقت سامنے رکھنا ہوتی ہے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بہت خوفناک دن کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔'' (یونس 10/15)

قریش دنیاوی امور میں قرآن فہمی میں آزادی چاہتے تھے

اس آیت کی تشریح پر مودودی کی تشریحات میں سے چند جملے سُن کر اس آیت کا مفہوم ذرا واضح صورت میں سامنے آجائے گا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اگر تم راہنمائی کے لئے اُٹھے ہو تو کوئی ایسی چیز پیش کرو جس سے قوم کا بھلا ہو اور اُس کو دُنیا بنتی نظر آئے ...... کیوں نہ ایسا ہو کہ دین کے مطالبات کا ایک مناسب دائرہ ہماری اور تمہاری رضامندی سے طے ہو جائے۔ اور اس میں ہم خدا کا حق ادا کر دیا کریں۔ اس کے بعد ہمیں آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جس جس طرح ہم اپنی دنیا کا کام چلانا چاہیں چلائیں''؟ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ نمبر 272)

معلوم ہوا کہ قرآن میں تبدیلی محض دنیاوی مفادات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی غرض سے تھی۔ اور انھوں نے جیسا کہ بار بار قرآن سے ثابت ہوتا رہا ہے، دنیا ہی کے لئے اسلام اختیار کیا تھا (آل عمران 3/152) اور آخرکار انھوں نے قرآن کے مفاہیم کو نظامِ اجتہاد ومشاورت سے تبدیل کر کے چھوڑا تھا۔ (فرقان 25/30) (انعام 6/66) اور آج تک جتنے قرآن شائع ہوئے سب میں الگ الگ اور مختلف معنی ومفاہیم کئے گئے ہیں۔ اور یہ سلسلہ برابر قیامت تک جاری رکھنا چاہتے ہیں۔

چوتھا حکم۔ قرآن مکمل شریعت اور علم ہے چنانچہ اتباع وپیروی صرف قرآن یا شریعت یا علم کی ہوگی

مندرجہ بالا آیات ہی میں نہیں بلکہ پورا قرآن اللہ کے اس حکم کو بیان کرتا ہے کہ یہ رسولؐ اور اس رسولؐ پر ایمان لانے والے مومنین صرف اور محض وحی کی پیروی کریں گے۔ اور چونکہ قرآن وحیوں کا ذخیرہ ہے۔ لہٰذا قرآن کی پیروی وحی ہی کی پیروی ہے۔ پھر قرآن اللہ کی طرف سے عطا شدہ علم ہے لہٰذا اُس علم کی پیروی بھی وحی اور قرآن کریم ہی کی پیروی ہے اور کوئی انسان ساز ایسی چیز نہیں جس کی پیروی یا اتباع یا تقلید کسی انسان پر واجب ہو۔ اللہ کا حکم سُنیئے ارشاد ہوا ہے کہ:

ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْھَا وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ o اِنَّھُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْکَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ

Presented by Ziaraat.Com

بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الۡمُتَّقِيۡنَ o هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ o اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ o (21 تا 45/18)

''اے رسولؐ ہم نے تمہیں ایک شریعت پر تخلیق کیا ہے جو عالمِ امر سے ہے (یعنی عالمِ تکوین سے نہیں ہے) چنانچہ تم اُسی امری شریعت کی پیروی کرو اور کراؤ۔ اور اُن لوگوں کے اجتہاد کی پیروی نہ کرنا جو ہماری طرف سے عطا کردہ علم سے جاہل ہیں۔ یاد رکھو کہ آخرت میں وہ لوگ اپنے اجتہادی عذرات سے تمہیں اللہ کے سامنے بری الذمہ نہ کرسکیں گے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کو لفظ بلفظ خالص طور پر نافذ نہ کرنے والے (ظالمین کے قرآنی معنی۔ مائدہ 5/45) لوگ تو اپنی آپس کی بنائی ہوئی ولایت کی بنا پر ایک دوسرے پر حکمران ہیں اور اس دباؤ کی بنا پر اجتہاد کرتے ہیں۔ لیکن ذمہ دار و پرہیز گار لوگوں کا حقیقی اور ہمدرد حاکم و حکمران تو اللہ ہی ہے۔ یہ قرآن تو تمام نوعِ انسان کے لئے بصیرت و بصارت کا ذخیرہ ہے اور ایک پُر یقین قوم کے لئے سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔ کیا جن لوگوں نے بُرائیوں کی افزائش کے لئے اپنے مجتہدانہ آلات سے عملِ جراحی کیا ہے اُن کے حساب سے ہم اُنہیں اُن لوگوں جیسا بنا دیں گے جنہوں نے ایمان و عملِ صالح کی پابندی کی ہے؟ بہت ہی ناہنجار ہے جو فتویٰ اور حکم وہ صادر کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے (مضارع)''۔

<u>مجتہدین کی پیروی سے روکنا مودودی نے بھی مان ہی لیا ہے :</u> یہاں آیت (جاثیہ 45/19) کی تشریح میں علامہ مودودی نے مان لیا ہے کہ ان آیات (جاثیہ 20 تا 45/18) میں مجتہدین ہی کی بات ہو رہی ہے۔ سُنیئے فرماتے ہیں کہ: '' 24ے یعنی اگر تم اُنہیں راضی کرنے کے لئے اللہ کے دین میں کسی قسم کا ردوبدل کرو گے تو اللہ کے مواخذہ سے وہ تمہیں نہ بچاسکیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ نمبر 587)

ثابت ہوا کہ یہاں آیت (45/18) میں لفظ ''اَهۡوَآءَ'' کے معنی ''اجتہاد'' ہی ہیں اور لفظ ''الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ'' کے معنی ''مجتہد لوگ'' ہیں۔ اور یہ اس لئے بھی سو فی صد درست ہے کہ مجتہدین اپنے اجتہاد کرنے کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ:

''وفاتِ نبیؐ اور غیبتِ امامؑ سے علم کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔'' یعنی اب مجتہد حضرات وہ لوگ ہیں جو حصولِ علم سے مایوس اور بے بہرہ ہیں۔ لہٰذا ایسے ہی لوگ تو ''الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ'' کہلانے کے صحیح مستحق ہیں۔

<u>مجتہدین اور قرآن کی تصدیق سے ''اَلۡعِلۡمُ'' وہ علم ہے جو اللہ کی طرف سے انبیاء عطا فرمائیں</u>

آئندہ ہمارے قارئین جس چیز کو علم قرار دیں پہلے یہ دیکھ لیں کہ آیا وہ چیز تعلیماتِ انبیاء علیہم السلام میں سے ہے یا نہیں قرآن کا بیان سُنیئے:

قُلۡ هَلۡ عِنۡدَكُمۡ مِّنۡ عِلۡمٍ فَتُخۡرِجُوۡهُ لَنَا اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَخۡرُصُوۡنَ o قُلۡ فَلِلّٰهِ الۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ فَلَوۡ شَآءَ لَهَدٰٮكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ o (انعام 149-6/148)

<u>مودودی ترجمہ:</u> ''اِن سے کہو کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے جسے ہمارے سامنے پیش کرسکو؟ تم تو محض گمان (ظن) پر چل رہے ہو، اور نِری قیاس آرائیاں کرتے ہو۔ پھر کہو (تمہاری اس حُجت کے مقابلے میں) حقیقت رَس حُجت تو اللہ کے پاس ہے، بے شک اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ نمبر 595-596)

یہاں قارئین یہ نوٹ کریں کہ ہر وہ بات علم و ہدایت کی ضد ہوتی ہے جو ''ظن و قیاس'' کی پیداوار ہو۔ اور قریشی مومنین کا ظن اور قیاس پر عمل کرنا بلکہ جاہلیت والے ظن و قیاس پر عمل کرنا اور خود اللہ کی شان میں ظن و قیاس کرنا قرآن کی سینکڑوں آیات (آلِ عمران 154 -3/152) سے ثابت ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

پانچواں حکم۔ نبیؑ کو مجتہدین سے الگ رہنے اور اجتہاد کی مہلت دینے کا حکم بھی دیا گیا۔ ساری دنیا کے قیاسی اور ظنی فیصلوں کو گمراہ کن قرار دیا قرآن کو مفصل بتایا گیا: ہم یہ دکھاتے چلے آرہے ہیں کہ رسولؐ کو اللہ نے ظن وقیاس وخرص اور ذاتی بصیرت سے فیصلے کرنے اور احکام نافذ کی قطعاً اجازت نہیں دی بلکہ آنحضرتؐ کو اجتہاد سے اور اجتہاد کے ان ذرائع سے اور مجتہدین سے اور مجتہدین کے اجتہادی فیصلوں سے الگ رہنے کے سینکڑوں احکام دیئے جن میں سے ہم صرف پانچ احکام پر اس عنوان (15۔و) کی ضرورت پوری کر رہے ہیں تا کہ اِن احکام کا دوسرا اور دلچسپ (لطیفہ) پہلو سامنے لایا جا سکے لہٰذا اب آپ اللہ کے احکام اور بیانات سُنیئے اور باقی حقائق کے ساتھ ساتھ یہ دیکھئے کہ اللہ کے نزدیک ساری نوع انسان کا اجتماعی یا اجماعی فیصلہ بھی باطل ہو جاتا ہے اگر اُس فیصلے کی بنیاد ظن وقیاس وعقل ورائے وغیرہ پر ہو۔ فرمایا گیا کہ:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًاؕ وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ مَافَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ o وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَاهُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ o اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَالَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ o وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ o وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ o اِنَّ رَبَّكَ هُوَاَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَاَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ o (انعام 117 تا 6/112)

''اور اے محمدؐ ہم نے تو اُن قریش ہی کی طرح انسانی شیطانوں کو اور جناتی شیطانوں کو ہر نبیؑ کا دشمن بنائے رکھا ہے۔ وہ دونوں قسم کے دشمن شیاطین آپس میں ایک دوسرے کو وحی کرتے رہتے ہیں اور انسانوں کو سجا کر دھوکا دینے کی باتیں آپس میں ایک دوسرے کو بتاتے رہتے ہیں۔ اور تیرے رب کی مشیت اگر نہ ہوتی تو وہ انسانوں کو فریب نہ دے سکتے تھے۔ چنانچہ آپ اُن جناتی اور انسانی شیطانوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دو تا کہ وہ آزادی سے اپنی مجتہدانہ ایجادات کرتے اور قوم کو دھوکا دیتے رہیں۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل اُن کے منصوبے کی طرف مائل ہوتے اور اُن کی اسکیم پر خوش ہوتے رہیں۔ اور جو نتائج وہ قومی حکومت سے حاصل کرنا چاہتے ہیں حاصل کر لیں۔ تب رسولؐ نے قریشی نظام کے راہنماؤں کو جواب دیا کہ کیا میں اللہ کے علاوہ بھی کسی کو حکم دینے والا یا فیصلہ کرنے والا پسند کرلوں؟ جب کہ اللہ وہی تو ہے جس نے تمہاری طرف احکام اور فیصلوں کی یہ مفصّل کتاب نازل کر دی ہے۔ اور اس پر اللہ نے رسولؐ سے فرمایا کہ جن لوگوں کو ہم نے درحقیقت یہ مکمل کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ حقِ مجسم کی صورت میں تیرے پروردگار نے نازل کی ہے۔ چنانچہ اے رسولؐ تم آیات کے معنی نچوڑنے والوں سے الگ رہو۔ تمہارے رب کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ مکمل ہو چکی ہے۔ کوئی اُس کے قرآنی کلمات کو تبدیل کر سکنے والا ہے ہی نہیں۔ اور وہ خود بھی سماعت و علم کا مالک وخالق ہے۔ اور اے محمدؐ اگر تم ساری زمین پر آباد نوعِ انسان کی کثرت کے اجتماعی فیصلوں کی اطاعت کرنے لگو تو وہ کثرت تمہیں اللہ کے راستے اور طریقے سے گمراہ کر کے چھوڑے گی وہ تو سب کے سب ظن کی پیروی کرتے ہیں اور قیاسات پر اپنے فیصلوں کی تعمیر کرتے ہیں۔ درحقیقت تمہارا پروردگار زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اُس کے راستے اور طریقے سے گمراہ ہو گیا ہے اور ہو جائے گا۔ اور کون ہدایت پا چکا ہے اور پائے گا۔''

اس عنوان (15۔و) میں مذکور چند ہی آیات سے اجتہاد اور اجتہاد کے آلات، عقل وذاتی بصیرت وتجربہ، ظن وتخمین وقیاس وخرص کو دینی فیصلوں اور احکام کے لئے باطل کر دیا گیا ہے اور یہ طے ہو گیا کہ خود آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی کسی حال میں اجتہاد کرنے کی یا مجتہدین سے

Presented by Ziaraat.Com

تعاون کرنے کی سختی سے ممانعت کی جاتی رہی ہے۔

(15۔ز) آنحضرتؐ نے حکمِ خداوندی کی تعمیل میں کبھی اجتہاد یا آلاتِ اجتہاد یعنی رائے وقیاس وظن سے کوئی حکم یا فیصلہ صادر نہ کیا

یہاں چند احادیث سے یہ دکھانا ہے کہ شیعہ وسُنّی ریکارڈ میں یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ نے نہ صرف یہ کہ اجتہاد و رائے اور قیاس وظن سے کام نہیں لیا بلکہ اُن سے کام لینے کی مذمت کی ہے اور حضورؐ کی یہ مذمت اُنؐ کے زمانہ کے تمام صحابہ وعوام کو معلوم تھی اور ابوبکر وعمر نے اس ممانعت اور مذمت کے باوجود نظام اجتہاد کو اختیار کیا تھا اور اپنے مجتہدانہ فیصلوں سے اللہ کے واضح احکام کو معطّل اور منسوخ کیا تھا۔

بخاری میں اجتہاد و رائے وقیاس کی ممانعت اور مذمت پر اقوالِ رسولؐ

چنانچہ خود عمر کا بیٹا عبداللہ ابن عمر اس سلسلہ میں سب سے بڑا گواہ آج تک کھڑا بیان دے رہا ہے اور کوئی نہیں سنتا اس لئے کہ یہ بیان پوری قریشی قوم اور اس کے عظیم الشان راہنما کے خلاف ہے اور قریش کی تمام کوششوں پر پانی پھیرتا اور رسولؐ کی حمایت کرتا ہے۔

علامہ محمد اسماعیل بخاری قریشی مذہب کا سب سے بزرگ مُسلّم محدث اجتہاد کا دشمن ہے

علامہ محمد اسماعیل بخارا کا باشندہ اہلسنت کے تمام فرقوں میں تمام محدثین سے بزرگ اور سو فیصد قابلِ اعتبار اور دشمن اہلبیتؑ سمجھا اور مانا گیا اور اُس کی کتاب صحیح بخاری کو متفقہ طور پر نہ صرف صحیح تسلیم کیا گیا ہے بلکہ اس کا مقام و درجہ قرآن کے بعد دوسرا رکھا گیا ہے۔ یعنی جو کچھ علامہ بخاری نے صحیح بخاری میں لکھا ہے وہ قرآن کی طرح صحیح ہے۔

حدیثوں کو چھوڑیئے بخاری کا تو عنوان ہی نظامِ اجتہاد و آلاتِ اجتہاد کو تباہ کرتا ہے

چنانچہ علامہ بخاری نے اپنی صحیح میں یہ عنوان قائم کیا ہے:

عنوان: بابُ مَا یُذکَرُ مِنْ ذَمِّ الرَّای وَ تکلُّف القیاس و قول اللّٰہُ "وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ" (بنی اسرائیل 17/36)

"یہ وہ باب ہے جس میں قیاس ورائے کی مذمت کی جائے گی اس لئے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس موضوع پر تجھے علمِ خداوندی حاصل نہیں اُسے اپنا موقف نہ بنالینا"

اس باب کی موجودگی (بخاری پارہ نمبر 29) کے بعد اگر محمد اسماعیل ایک بھی حدیث نہ لکھتے تب بھی نظام اجتہاد باطل ثابت تھا۔ مگر اُنہوں نے تو اسلام میں اجتہاد کے بانی مبانی کے بیٹے ہی کو عمر کے خلاف یہ کہتا ہوا دکھا دیا کہ:

"رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ تمہیں ایک مرتبہ علم دے کر اللہ اُس علم کو تم سے باقاعدہ جُدا نہ کرے گا جب تک کہ وہ تم سے، علماً کو مع اُن کے علم کے جُدا نہ کرلے۔ چنانچہ علما کے جدا کر لئے جانے کے بعد ایسے جہلا باقی رہ جائیں گے وہ فتویٰ پوچھنے والوں کو اپنی رائے سے فتویٰ دیا کریں گے یُوں خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا کریں گے۔"

(فیبقیٰ نَاسٌ جُھَّالٌ یُسْتَفْتَوْنَ فَیفتُونَ بِرائِھِم فَیَضِلُّوْنَ وَ یُضِلُّوْنَ)

آگے راوی عروہ کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث عائشہ سے بیان کی انہوں نے کہا کہ اَے بھانجے عبداللہ ابن عمر کے پاس اب پھر جا اور اس سے کہہ کر اس حدیث کو میرے لئے دوبارہ تصدیق کرا کے آجا۔ چنانچہ میں عبداللہ بن عمر کے پاس آیا اور عائشہ کی طرف سے تصدیق چاہی تو ابن عمر نے حدیث کو بالکل اسی طرح ان ہی الفاظ میں دوہرا دیا میں نے آکر عائشہ کو سُنایا تو عائشہ نے بڑی حیرت سے کہا کہ یقیناً

Presented by Ziaraat.Com

عبداللہ نے سو فیصد حدیث کو حفظ کیا ہوا ہے۔''(بخاری پارہ نمبر 29 کتاب اعتصام)

یہ سوال اُٹھانے اور اس کا جواب دینے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ جواب خود اس حدیث میں تاریخ سے ثابت شدہ موجود ہے۔یعنی رسوؐل اللہ نے اپنے بعد جن لوگوں کو چھوڑا تھا ان میں سے ایک گروہ قریش تھا اور وہ برابر موجود رہے،حکومت قائم کی، بلا مزاحمت احکام وفتاویٰ صادر کئے جو نافذ العمل رہے اور رہتے چلے آئے۔دوسرا گروہ خاندانِ رسوؐل اور اُن کے ہمنواؤں کا۔اُن کے فتاویٰ واحکام کو قانونی طور پر جاری نہ ہونے دیا گیا۔اور آج تک جاری نہیں ہیں۔یعنی جو علما اللہ نے الگ کر لئے وہ قریش تو ہو نہیں سکتے اور اسی قدر کافی ہے۔پھر عمر وابوبکر کے تمام فتاویٰ بقول اُن کے،اُن کی رائے کے ماتحت تھے اور خود کہتے تھے کہ اگر ہمارے احکام وفتاویٰ غلط ہیں تو ہمارے اور شیطان کے فتاویٰ ہیں۔(سُنّی فقہ) یعنی قریش کے تمام خلفا اور نام نہاد علما بقول عبداللہ بن عمر اور رسوؐل کے فرمان سے جہلا یا جُھّال تھے اور وہی رائے اور اجتہاد سے فیصلے اور احکام نافذ کرنے کے بروئے حدیث مجرم اور گمراہ اور گمراہ کنندہ بھی ہیں۔

بخاری ہی میں قریشی علما نے حاشیوں اور نوٹس میں ابوبکر وعمر کو بچانے کے لئے حدیث کو بے اثر کیا ہے

اب یہ دیکھ لیں کہ مندرجہ بالا حدیث کی زد سے ابوبکر وعمر اور دیگر قریشی مجتہدین کو بچانے کے لئے علامہ حافظ الشیخ المحدث احمد علی سہارنپوی نے اس حدیث پر یہ حاشیہ لکھ دیا:

''5 قولہ ''اس کا یہ قول کہ اس باب میں رائے کی مذمت ہے۔''اس سے مراد وہ رائے ہے جو کتاب اور سنت اور اجماع پر منحصر نہ ہو وہ رائے مذموم ہے۔رہ گئی وہ رائے جو ان تینوں اصولوں پر مبنی ہو وہ قابل حمد وثنا ہے۔اور اُسی کو اجتہاد کہتے ہیں۔اور اُس کا قول قیاس کی مذمت کے متعلق اُس سے مراد وہ قیاس ہے جو مذکورہ اصول پر منحصر نہ ہو تو وہ ظن ہوتا ہے قیاس نہیں ہوتا اور ظن کو رد کیا گیا ہے۔رہ گیا وہ قیاس جو مندرجہ بالا اصول،کتاب سنۃ اور اجماع پر منحصر ہو وہ مذموم نہیں ہے اور وہ کتاب اور سنت اور اجماع کی طرح چوتھی اصل (بنیاد) ہے جو سابقہ تینوں اصولوں سے مستنبط ہے۔اور قیاس دراصل اعتبار ہی کو کہتے ہیں اور اعتبار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ اس طرح کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔''فَاعْتَبِرُوا یا اُولی الالباب'' چنانچہ قیاس حجتِ خدا ہے۔''(ایضاً بخاری مطبوعہ نور محمد صفحہ نمبر 1086 پارہ 29)

اس حاشیہ کو بجنسہٖ مان لیجئے اور طے کر لیجئے کہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی مذکورہ بالا حدیث بے کار و بے اثر کر دی گئی۔اور اجتہاد کی گاڑی بلا رُکے چلتی رہی۔

بخاری کی طرح آئمہ معصوؐمین کی احادیث بھی اجتہاد وآلاتِ اجتہاد کو تباہ کرتی ہیں

یہی حال شیعہ لیبل کے مجتہدین نے آئمہ معصوؐمین علیہ السلام کی احادیث کا بنایا لہٰذا پہلے بطورِ نمونہ ایک حدیث دیکھئے۔پھر شیعہ مجتہد کا جواب سنیئے اس کے بعد ہماری دوہری تنقید کا نمبر آئے گا۔ہم حدیث کی عربی بھی لکھیں گے۔اور حدیث کا فارسی ترجمہ لکھیں گے۔جو ایک زبردست شیعہ عالم العلامہ آیت اللہ الحاج الشیخ محمد باقر الکمرئی نے پوری کافی کا کیا ہے۔تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح بخاری کے حاشیہ مذکورہ میں شیخ محدث احمد علی نے ''رائے'' کو اجتہاد لکھا ہے اسی طرح یہ آیت اللہ بھی رائے کو اجتہاد لکھتے ہیں۔پھر ہم اُردو ترجمہ لکھیں گے تاکہ ہمارے قارئین کے سامنے صورتِ حال واضح ہوتی چلی جائے:

Presented by Ziaraat.Com

حدیث معصومؑ:

''حـدثـنـی جـعـفرؑ عن ابیه علیه السلام اَنَّ عَلِیًّا صلوات اللّٰه علیه قال: مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلْقِیَاسِ لَمْ یَزَلْ دَهْرَهُ فِیْ التبـاسِ وَ مَـنْ دَانَ الـلّٰـه بِـالرَّای لَمْ یَزَلْ دهره فِیْ اِرْتِمَاسِ قال: و قال ابو جعفر علیه السلام مَنْ اَفْتَی النَّاسِ بِرَأئِهٖ فَقَدْ دَانَ اللّٰه بِمَا لَا یَعْلَمُ وَ مَنْ دَانَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فَقَدْ ضَادّ اللّٰهَ حَیْثُ اُحِلَّ وَ حَرَّمَ فِیْمَا لَا یَعْلَمُ۔

(اصول کافی جلداول کتاب فضل العلم باب البدع والرای والمقائیس)

فارسی ترجمہ: علیؑ(ع) فرمود ہر کہ خودرابرائے وقیاس وَاداشت ہمیشہ عمرش دراشتباہ است وہر کہ برائے واجتہاد برائے خداد یںداری کند ہمیشہ عمرش درلجنِ غوطہ وراست امام باقرؑ فرمود ہر کہ برائے خود بمردم فتویٰ دھد ندانستہ خدارا دین داری کردہ و ہر کہ ندانستہ دین داری کند باخدا ضدیّت کردہ بَرائے آنکہ انچہ رانمید اند حلال وحرام کردہ است۔''(ایضاً کافی)

ہمارااُردوترجمہ:''امام جعفرصادق علیہ السلام نے اپنے والدحضرت محمدباقر علیہ السلام کی زبانی سنایا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایاہے کہ:

''جوکوئی اپنے آپ کوقیاس کے حوالے کردے وہ ساری عمر شریعت کومختلف لباس پہنا کریعنی میک اپ(Make up)پیش کرتارہیگا۔اور جو کوئی''رائے''کے ماتحت اللہ کے دین کونافذ کریگا وہ (مفتی جعفر کی طرح) گمراہی کے دریا میں غوطے کھاتا رہے گا۔اورامام محمدباقر علیہ السلام نے فرمایاہے کہ''جوکوئی انسانوں کواپنی رائے سے فتویٰ دے گا وہ گویا ایسا دیندار ہے جسے اللہ کا دین معلوم نہیں ہے۔اور جوکوئی اللہ کے دین سے لاعلمی کے باوجود فتویٰ دیتا ہے وہ اللہ سے ضِد اور مقابلہ کرتا ہے اس لئے کہ وہ اُن چیزوں کوحلال وحرام کرتا ہے جن کا اُسے علم نہیں کہ وہ حلال ہیں یاحرام ہیں۔''

اس حدیث میں بخاری کی طرح قیاس ورائے سے فیصلے کرنااورحکم نافذکرنا باطل اوربے دینی ثابت ہے۔

لکھنؤ کاایک مجتہد بارہ القاب والا مجتہد العصروالزمان حدیث کا مخالف

اب یہ دیکھئے کہ 1283ہجری کا ایک مجتہد محمدتقی اپنی کتاب غنیۃ السائل میں لکھتا ہے کہ:

''قیاس حنفی کہ آں راتمثیل می نامندیعنی اجرائے حکم اصل برفرع بسبب وصف جامع کہ آں راعلتِ مشترکہ بظنِّ خودقرارمی دہندوعمل باِستحسان نزدِشیعان(یعنی شیعہ مجتہدین کے نزدیک) بالاتفاق باطل است وآں غیرقیاس منصوص العلۃ است وغیر قیاس باولیت است کہ راجع بفھوی بدلا الخطاب است واز جملہ دلالات لفظیہ است وغیر تنقیح المناط است کہ علت مستنبطہ قطعی باشدوایں قسم رااکثر اخباریئین ہم قبول دارند۔ بالجملہ اختلاف معنی قیاس باعثِ اشتباہ مردم نابلدمی شودودراحادیث مذمت قیاس بمعنی اول واستحسان بسیاروارد شدہ است و اگرحدیثے درتجویز قیاس واردشدہ نباشدمحمول برتقیہ باشدپس محمول برمعنی صحیح وقسم مجوّزِ قیاس خواھد بود۔ وعمل برظن مطلقاً ممنوع نیست وَ یشْھدُ بہ قولہ سبحانہ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثم ومراداز اوتعالیٰ اِنّ الـظَّنَّ لا یغنی مِنْ الحق شَیئاً۔ظن فی اصول دین وظنونِ غیرمعتبرہ مثل استحسان وقول بہ رائے است وَالاَّ ظنون حاصلہ ازشہادت عدلین و ازاخباراحادواستنباطات ازظواہر قرآن ومنبت از جہت دلالات لفظیہ ظنیہ وحقایق شرعیہ وعرفیہ قطعاً معتبراست وقایم مقام علم واجماعیکہ دخول قول معصومؑ درآں معلوم باشد حجت است۔''

Presented by Ziaraat.Com

شیعہ مجتہد ابوبکر وعمر کے طریقۂ اجتہاد سے کوسوں دور آگے نکل چکے ہیں

قارئین نے دیکھا کہ شیعہ مجتہد کا بیان بہت طویل چکردار اور فریب کارانہ ہے۔ ہم اس کے ترجمہ پر وقت، محنت اور کاغذ ضائع نہ کریں گے۔ صرف یہ نوٹ کر لینا کافی ہوگا کہ شیعہ مجتہد کے نزدیک قیاس بھی جائز ہے۔ رائے بھی جائز ہے۔ اور ظن بھی جائز ہے مگر ذرا اُلٹ پلٹ کر جائز ہے۔ اور صرف جائز ہی نہیں بلکہ قطعاً معتبر است (بالکل سو فیصد معتبر ہے) اور حجت است (یعنی ایسی دلیل ہے کہ اگر اس پر عمل نہ کیا جائے تو باز پُرس ہوگی) قائم مقامِ علم و اجماع باشد (علم کا جانشین اور ایسا اجتماعی اصول ہے جس میں امام معصومؑ کا فرمان داخل ہو۔) اس خبیث نے یہ کہہ کر فریب دیا ہے کہ جس رائے، قیاس اور ظن کی مذمت کی گئی ہے وہ سُنیوں والی رائے قیاس اور ظن ہیں۔ شیعہ مجتہدین اُس قسم کی رائے، قیاس اور ظن استعمال نہیں کرتے۔ چُھٹی ہوگئی۔

سُنّی مجتہد نے بھی بخاری کے حاشیہ میں شیعہ کی طرح فریب دیا تھا دلیل نہ تھی

سنی مجتہد نے یہ کہا تھا کہ اگر کتاب اور سنت اور اجماع پر دار و مدار کیا جائے تو رائے بھی جائز قیاس بھی صحیح اور ظن بھی درست ہے۔ مطلب وہی ہے کہ ہم جس طرح رائے اختیار کرتے ہیں، جیسا قیاس کرتے ہیں اور جس قسم کا ظن کام میں لاتے ہیں اس کی رسوؐل نے ممانعت نہیں کی ہے۔

دونوں یا تمام مجتہدین کو دین کے میدان سے ناکام بھگا دینے والی چند باتیں

ہم اپنے قارئین کو نہایت آسان طریقے سے بڑے بڑے پھنّے خان مجتہدین کو ناکام کرنے کے طریقے بتایا کرتے ہیں۔ یہاں بھی یہ بات یاد رکھیں کہ اجتہاد اور اجتہادی آلات عہدِ رسوؐل کی چیز نہیں نہ حضوؐر کی احادیث یا قرآن کی آیات سے اُن کا تعلق ہے لہٰذا مجتہد جب بھی بات کرے گا وہ حدیث اور قرآن سے دُور رہے گا۔ لہٰذا دیکھئے کہ مندرجہ بالا سُنّی اور شیعہ مجتہدین نے جو کچھ لکھا وہ صرف اُن کی ذاتی رائے ہے قیاس ہے اور ظن ہے۔ اُن سے یہ کہو کہ جناب اُن تین خبیث اور مردود چیزوں کے جواز پر ایک یا چند ایک آیت یا آیات لکھئے، ترجمہ کیجئے اور دکھایئے کہ ترجمہ میں یہ الفاظ آتے ہیں:

1 ''دین میں اپنی رائے کا استعمال جائز ہے۔''

2 ''قیاس سے دینی مسائل کے جواب دینا صحیح ہے۔''

3 ''ظن و گمان دین میں دلیل و حجت ہیں۔''

مطلب یہ کہ جو بھی نتیجہ نکالئے وہ آیت سے نکالئے ہم مطمئن ہو جائیں گے۔ یہ تو کُھلا فراڈ ہے کہ رائے، قیاس اور ظن کو رائے زنی، قیاس آرائی اور بدظنی سے جائز کہہ دیا جائے۔ لہٰذا ترکیب یہ ہوئی کہ مجتہد کی بکواس بڑے اطمینان سے سنیئے اور آخر میں کہیے کہ:

''حضور ذرا مجھے اُن آیتوں کے نمبر لکھا دیجئے جن کا آپ نے اپنی باتوں میں ترجمہ کیا ہے؟'' یہ سن کر مجتہد کو بخار ہو جائے گا۔

دھوکا دینے کے لئے قرآن کی آیات کا سر اور پیر کاٹ کر بلا ترجمہ استعمال کرنا

اِن دونوں خبیثوں نے عوام پر رُعب ڈالنے کیلئے قرآن کی آیات بھی لکھ ماری ہیں۔ مگر نہ پوری لکھیں نہ ہی ترجمہ کیا۔ اُن کی عادت ہے کہ قرآن قرآن اور کتاب اور سنت کے نعرے ماریں گے مگر کبھی قرآن کو باقاعدہ دلیل نہ بنائیں گے نہ حدیث کو پورا لکھیں گے۔ قرآن کی آیت لکھیں گے تو کہیں پہلا ٹکڑا لکھا باقی آیت غائب۔ کہیں درمیان کا ٹکڑا لکھ دیا اور چل دیئے۔ کہیں ساری آیت چھوڑ کر آخری سرا لکھ دیا اور گویا قرآن سے ثبوت دے دیا۔ چنانچہ سُنّی مجتہد نے لفظ ''اعتبار'' پر اپنی بکواس کی تان توڑی تھی تو ایک آیت کا آخری حصہ لکھا جس میں لفظ ''اعتبار'' نظر آیا۔ دوسرے ملعون

Presented by Ziaraat.Com

نے بار بار لفظ ظن استعمال کیا تھا لہٰذا دو ایسی آیتوں کے ٹکڑے جوڑ دیئے جن میں اُسے بدظنی معلوم ہوئی۔اور ہم ابھی دونوں کی پول کھولتے ہیں۔

مجتہدین کی پیش کردہ آیات اُن کو باطل پرست قرار دیتی ہیں

چنانچہ سنّی مجتہد نے جس آیت کا آخری ٹکڑا لکھا ہے وہ یہ ہے:

هُوَ الَّذِیٓ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِهِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ مَاظَنَنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا وَظَنُّوۡٓا اَنَّهُمۡ مَّانِعَتُهُمۡ حُصُوۡنُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ حَیۡثُ لَمۡ یَحۡتَسِبُوۡا وَقَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ یُخۡرِبُوۡنَ بُیُوۡتَهُمۡ بِاَیۡدِیۡهِمۡ وَاَیۡدِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فَاعۡتَبِرُوۡا یٰٓاُولِی الۡاَبۡصَارِ O (حشر 59/2)

''وہ وہی ذات پاک ہے جس نے اہلِ کتاب میں سے اُن لوگوں کو اُن کے شہروں سے، پہلے ہی جھٹکے میں، نکال باہر کیا جو حقائق کو چھپایا کرتے تھے۔اے مومنین تمہیں تو یہ ظن بھی نہ ہوا تھا کہ اُن کو جلاوطن بھی کیا جاسکتا ہے۔اور وہ حق پوش لوگ بھی اس ظن میں مبتلا تھے کہ اُن کے قلعے اور قلعہ بندیاں انہیں اللہ سے بچائے رکھیں گی۔چنانچہ اللہ اُن پر ایسی راہوں سے حملہ آور ہوا جن راہوں کا اُنہوں نے حساب بھی کبھی نہ کیا تھا۔اور اللہ نے اُن کے دلوں میں ایسا رعب بھر دیا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں اپنے گھروں کو مسمار کرنے میں لگ گئے اور مومنین بھی اپنے ہاتھوں مسمار کرنے لگے۔ چنانچہ اے اہل ہوش خرد اس حادثہ سے عبرت حاصل کرو(فَاعۡتَبِرُوۡا یٰٓاُولِی الۡاَبۡصَارِ)(حشر 59/2)

مجتہد کو آیت بھی معلوم نہ تھی لہٰذا غلط لکھا اور اس کی یہ غلطی بخاری جیسی صحیح کتاب میں ہے

مجتہد نے لفظ اعتبار کو اُردو کے لفظ بھروسہ کی جگہ لکھا تھا لیکن جس آیت کا سرا لکھا اس میں لفظ '' اِعۡتَبِـــرُوۡا'' اپنے صحیح معنی یعنی عبرت یا سبق حاصل یا خبردار رہنے کے معنی میں آیا ہے لہٰذا غلط حوالہ دیا۔پھر اس مجتہد کو یہ معلوم نہیں کہ یہ لفظ ''اِعۡتَبِرُوۡا'' قرآن میں ''اُولِی الۡاَلۡبَاب'' کے ساتھ نہیں آیا ہے۔لہٰذا اس جاہل مجتہد نے اس آیت کو یوں لکھا:

''فَاعۡتَبِرُوۡا یٰٓاُولِی الۡاَلۡبَاب'' جو غلط ہے۔ہونا یوں چاہئے تھا: فَاعۡتَبِرُوۡا یٰٓاُولِی الۡاَبۡصَارِ (حشر 59/2)

اور اس غلط کار مجتہد کی یہ غلطی صحیح بخاری کی صحت پر نہ معلوم کب تک ایک دھبہ کی طرح لگی چلی جائے گی۔

شیعہ مجتہد کی پیش کردہ آیات بھی پوری دیکھ لیں

پہلی آیت: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوۡا وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡهِ مَیۡتًا فَکَرِهۡتُمُوۡهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ O (حجرات 49/12)

''اے نام نہاد مومنین بکثرت ظن کرنے سے اجتناب کیا کرو یقیناً بعض ظن خود گناہ ہوتے ہیں۔اور جاسوسیاں کر کے لوگوں کے پوشیدہ حالات کی ٹوہ نہ لگایا کرو۔اور کسی کی بھی عدم موجودگی میں اُس کی سچی اور صحیح بُرائی بھی نہ کیا کرو جو تم ایک دوسرے کی غیبت میں کرتے رہتے ہو۔کیا تم میں سے کوئی اس بات کو محبوب رکھے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ چنانچہ اُس سے تم کراہت کرتے ہو۔تم مومنین ذمہ داری و پرہیزگاری اللہ کے لئے اختیار کرلو۔بلاشبہ اس صورت میں اللہ ہدایت کے لئے بار بار متوجہ ہونے والا رحیم ہے۔''

یہ آیت قریشی مومنین مجتہدین کا طرزِ عمل بیان کررہی ہے

قارئین غور فرمائیں کہ اس شیعہ مجتہد نے اتنی بڑی اور مفصل آیت میں سے چند الفاظ کا ٹکڑا بیچ سے اُٹھا کر استعمال کیا ہے۔اگر یہ ملعون

Presented by Ziaraat.Com

پوری آیت لکھ دیتا تو مومنین کے سامنے اُسی کی قسم کا ایک مجتہد گروہ آجاتا جو دن رات بکثرت معاملات میں ظن وقیاس سے کام لیتے تھے۔جاسوسیاں اس لئے کرتے تھے کہ جن کی طرف سے بدگمان ہوئے ہیں اُن کے بُرے حالات کی ٹوہ لگائیں۔فرضی حالات یعنی اپنے ظن وقیاس سے لوگوں کے متعلق بُری بُری باتیں تجویز کر کے غیبت کا کاروبار کرتے تھے تقویٰ اور اللہ کے سامنے ذمہ داری کا اُن کو ذرہ برابر احساس نہ تھا۔ایسے خبیث و ناپاک مجتہد مومنین کی بات ہورہی تھی (آل عمران 3/179) جو نہ اللہ پر باقاعدہ ایمان رکھتے تھے نہ رسولؐ پر اور نہ اُن کا اللہ کے تقویٰ سے کوئی تعلق تھا۔اس آیت میں سے چُرائے ہوئے ٹکڑے (اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ) کے یہ معنی اختیار کئے کہ:''بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔''یعنی سارے ظن گناہ نہیں ہوتے ہیں۔''یہ معنی صحیح ہوتے ہوئے بھی مجتہد کے لئے یہ آیت ظن کو جائز نہیں کرتی اس لئے کہ اس آیت میں بات یوں نہیں ہے کہ:

''بعض ظن گناہ ہوتے ہیں اور بعض ظن گناہ نہیں ہوتے لہٰذا مومنین ظن کو استعمال کرلیا کریں۔''

یعنی اس آیت سے یہ معنی تو نچوڑے جاسکتے ہیں کہ بعض ظن ایسے بھی ہوتے ہیں جو گناہ نہیں ہوتے مگر ظن کے استعمال کی اجازت تو نہ اس آیت میں ہے نہ قرآن کی کسی اور آیت میں ہے۔ایسی اجازت تو اُسی حالت میں دی جاسکتی تھی جب کہ مجتہد کو یا تو ظنون کی وہ فہرست قرآن میں دے دی جاتی جو گناہ سے پاک ظن ہوتے، یا مجتہد کو وہ علم غیب دیا جاتا جس سے وہ خود صحیح فیصلہ کرلیتا کہ میرا فلاں ظن گناہ نہیں ہے۔اور مجتہد کو اُن دونوں سے محروم رکھا گیا ہے۔آیت کے اُس ٹکڑے میں یہ فرما کر کہ: ''یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔''

تمام دیانتدار مومنین کو ہر قسم کے ظن سے روکا گیا ہے اس لئے کہ سر میں ظن وگمان کے آتے ہی آیت کا یہ ٹکڑا کہے گا کہ''ہوسکتا ہے کہ تیرا یہ ظن گناہ ہو''یعنی اس ٹکڑے نے ظنون کے پورے ذخیرے کو مشکوک وخطرناک بنادیا اور اہل عقل ہر قسم کے ظن کو گناہ سمجھ کر اُن سے دُور رہیں گے۔

لطیفہ: اگر ہمیں یہ بتایا جاتا کہ فلاں جنگل میں موسم برسات میں شیر آجاتے ہیں تو ہم باقی موسموں میں اطمینان سے اس جنگل میں جاسکتے تھے۔ بالکل اُسی طرح ہمیں معلوم ہے کہ فلاں شخص یا قوم کا دن کے بارہ بجے دماغی توازن خراب ہوجاتا ہے ہم بارہ سے پہلے اور بارہ کے بعد اُن سے دماغی کام لے سکتے ہیں لیکن اگر یہ کہا گیا ہوتا کہ کوئی نہیں جانتا کہ اُس کا دماغی توازن کب بگڑ جائے گا یا شیر جنگل میں کب موجود ہوتو چوبیس گھنٹے اور تمام موسم اور ہر ماہ وروز خطرناک ہوگیا لہٰذا اس جنگل اور اس شخص یا قوم یا ظن سے ہر وقت بچ کر رہنا لازم ہوگا اور یہ ظن کرنا کہ شاید یہ ظن گناہ نہ ہو ڈبل گناہ ٹھہرا اور معاملہ ظنّی ہی رہا۔

دوسری آیت: شیعہ مجتہد نے پہلی آیت کا ٹکڑا لکھا اور ثابت ہوا کہ وہ ٹکڑا بھی باطل کی مدد نہیں کرتا۔اب دوسری آیت ملاحظہ ہو:

وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلۡمٍ اِن يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغۡنِي مِنَ الۡحَقِّ شَيۡئًاO (نجم 53/28)

ترجمہ: ''اس فیصلے میں (53/27) اُن کے پاس علم کا کچھ حصہ بھی نہیں ہے۔وہ تو ظن کے سوا کسی اور چیز کی پیروی کرتے ہی نہیں اور ظن تحقیق حق میں ذرا سا بھی فارغ نہیں کرتا۔''یعنی حق کا پتہ لگانے میں ظن کوئی مدد نہیں کرتا۔

ہمیں نہیں معلوم کہ اس آیت کا آخری ٹکڑا شیعہ مجتہد نے کیوں لکھا تھا؟ جب وہ حق کے معاملے میں ظن کو کوئی مقام نہیں دیتا بلکہ لَا شَیۡ قرار دیتا ہے؟ اور اگر وہ پوری آیت لکھ دیتا تو مومنین کو یہ معلوم ہوجاتا کہ اللہ ظن سے کام لینے کی مذمت کررہا ہے۔اور علم خداوندی سے کام لینے کی تاکید کررہا ہے۔اور اس آیت (53/28) سے پیچھے والی سلسلہ کلام کی آیات بتلاتی ہیں کہ ظن کا استعمال مذموم ہے جبکہ اللہ کی طرف سے اَلۡھُدٰی اور سُلطان موجود ہے۔لیکن مجتہدین کے دل وجان تو ہدایات الٰہی اور سلطان سے ہمیشہ کشیدہ رہتے ہیں۔(نجم 28 تا 53/23)

Presented by Ziaraat.Com

بخاری کی رُو سے آنحضرتؐ نے کبھی اپنی رائے اجتہاد، قیاس اور ظن استعمال نہیں کیا؛ وحی کی پابندی

علامہ محمد اسماعیل محدث بخاری نے پارہ نمبر 29 کتاب الاعتصام میں یہ باب قائم کیا ہے کہ:

بَـابُ مَـا كَـانَ النَّبى صلى الله عليه و سلم يُسْأَلُ مِمَّا لَمْ يُنْزل عليه الوحى فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِىْ اَوْ لَمْ يُجبْ حَتّٰى ينزل عليه الوَحى و لَمْ يَقُلْ بِرَاىٍ وَ لَا بِقياسٍ ''(جلد 2 صفحہ نمبر 1087)

''وہ باب جس میں ایسی احادیث لکھی جائیں گی کہ جب بھی رسوؐل اللہ سے کوئی ایسا سوال کیا جاتا تھا جس کے متعلق پہلے سے وحی نازل نہ ہوچکی ہوتی تھی تو آپؐ جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ ''میں مادی دلائل سے یعنی درایت سے نہیں جانتا۔'' یا آپؐ جواب ہی نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وحی نازل نہ ہوجائے۔اور یہ کہ آپؐ نے کبھی اپنی رائے یا اپنے قیاس سے کوئی بات نہیں کہی۔''

بخاری میں ہر وہ اجتہاد باطل ہے جو رسوؐل کے خلاف ہو یا جس میں حکمِ رسوؐل شامل نہ ہو

چند صفحات کے بعد بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے کہ:

بَابُ اِذَا اجْتَهَدَ الْعَامِلُ اَوِ الْحَاكِمُ فَاخطَأَ خِلَافَ الرَّسُوْلِ صلى الله عليه و سلم مِنْ غَيْرِ عِلْمٍ فَحُكْمُهٗ مَرْدُوْدٌ لقول النبى صلى الله عليه وسلم مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ (ایضاً صفحہ نمبر 1092)

''وہ باب جس میں یہ دکھایا جائے گا کہ اگر کوئی گورنر یا حاکم اجتہاد کرے اور رسول کے خلاف خطا کرے اس لئے کہ اُس نے علمِ خداوندی کو استعمال نہیں کیا تو اس گورنر اور حاکم کا حکم و فیصلہ مردود ہے نبیؐ کے اس قول کی وجہ سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو کوئی ایسا عمل کرے جس میں ہمارا امر تصدیق نہ کرتا ہو یا ہمارا حکم اس پر دلیل نہ بنتا ہو تو وہ عمل ردشُدہ ہے۔''

(15۔ح) رسوؐل سے مجتہدین کو بزرگ تر ثابت کرنیکا سامان جمع ہوگیا اب ایک ایرانی عالم کا تمثیلی بیان اور ترجمہ مجتہد کی پوزیشن بتاتا ہے

بازسوال می کنیم: اگر نوکری از نوکرہائے بادشاہ از جانب اُو اجازہ داشتہ باشد کہ عمل بکُند، در کشور اُو بہ رائے خودش و بآنچہ بعقلش برسد و آں را نیکو شمرد، آیا ہمچو نوکرے بزرگتر و گرامی تر است نزدِ بادشاہ؟ یا نوکرے کہ اجازہ اَش ندادہ است کہ بَرائے وعقلش رفتار بکُند؟ آیا اعتماد سلطان بآن بیشتر است یا باایں؟ آیا آں مقرّب تر است یا ایں؟ بنا برایں لازم است کہ فرض شود آقایان مجتہدین نزدِ خدا از رسوؐل خدا و آئمہ اُطہار گرامی تر و مقرب تر باشند چرا کہ خداوند بہ پیغمبرؐ و آئمہ اُطہار اجازہ نہ دادہ است کہ تصرف بکُنند در ملک خدا برائے خودشاں و اجازہ نہ دادہ است کہ بندگانش عمل بَرائے و گمان پیغمبرؐ و آئمہ اُطہار بکُنند۔ حالانکہ مجتہدین مدعیند کہ امت باید بآراءِ ایشاں عمل بکنند مطابعت عقول ایشاں را نمایند و اگر نہ کنند فاسق شمردہ می شوند و شہادتشاں مقبول نیست۔ گر تہاون بکنند و استخفاف نمایند کافر می شوند۔ و مُخلّد در آتش جہنم۔ آیا این تناقض در دین نیست؟ و خروج از طریقہ مسلمین نمی باشد؟ (صحو المعلوم تاریخ امام عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام صفحہ نمبر 174)

''ہم پھر سوال کرتے ہیں کہ بادشاہ کے نوکروں میں سے ایک نوکر ایسا ہے جسے بادشاہ نے یہ اجازت دے رکھی ہے کہ اُس کی مملکت میں اپنی رائے اور اپنی عقل سے جو کام اسے اچھا معلوم ہو کرتا رہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ بادشاہ کا یہ نوکر زیادہ پسندیدہ اور بزرگ ہے یا وہ نوکر جسے اُس نے یہ اجازت و اختیار نہ دیا ہو کہ وہ اپنی عقل و رائے سے جو بہتر سمجھے کیا کرے؟ آیا بادشاہ کے نزدیک وہ زیادہ قابلِ اعتماد ہے یا یہ؟ آیا وہ بادشاہ کا زیادہ مقرب ہے یا یہ؟ اس واضح اصول کے مطابق یہ فرض کرنا پڑے گا کہ مجتہدین حضرات اللہ کے نزدیک پیغمبرؐ اور آئمہ اُطہار سے زیادہ

Presented by Ziaraat.Com

پسندیدہ ومقرب بارگاہ خداوندی ہیں۔اس لئے کہ پیغمبرؐ کواور آئمہؑ اطہار کو یہ اجازت نہیں دی گئی ہے کہ وہ ملکِ خدا میں اپنی رائے سے تصرف کریں یا یہ کہ جو پسند کریں کرتے رہیں۔اوراپنے بندوں کو بھی یہ اجازت نہیں دی ہے کہ پیغمبرؐ اور آئمہؑ اطہار کی رائے اور گمان پر عمل کریں۔ حالانکہ مجتہدین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اُمت کو چاہیئے کہ وہ اُن کی رائے پرعمل کریں اوراُن کے عقلی احکام اور فیصلوں کی تقلید واتباع کریں۔اگر وہ تقلید واتباع نہ کریں گے تو فاسق شمار ہوں گے۔اوراُن کی گواہی عدالت میں قبول نہ ہوگی اور اگر وہ مجتہدین کی توہین کریں یا انہیں حقارت سے دیکھیں تو کافر ہوجائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلیں گے۔کیا یہ دین کی رسی کے بل کھول دینا نہیں ہے؟اور کیا یہ مسلمانوں کے طریقے سے خارج ہوجانا نہ ہوگا؟''

یہ بڑا سیدھا سادہ بیان ہے جسے اَن پڑھ لوگ اور دیہات کے رہنے والے اور عورتیں اور بچے بھی سمجھ کر یاد کر سکتے ہیں اور جو بیان کرے وہ مجتہد کو حیران وششدر رولا جواب کردے گا۔

16۔عہدِ رسوؐل سے ہمارے زمانے تک نظامِ اجتہاد کے چودہ سوسالہ سفر کی جھلکیاں؛ اُس کے مخالفوں کے مختصر حالات؛ اُس کے طرفداروں میں شیعوں کا کردار

یہ بات ذہن میں رہنا چاہیئے کہ نظامِ اجتہاد عہدِ رسوؐل میں شروع نہ ہوا تھا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں عزازیل کی سوجھ بوجھ اور بصیرت سے شروع ہوا تھا اور بتدریج انسانوں کو اپنے ممبر بناتا ہوا (نساء 4/118) ترقی کرتا ہوا آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا تھا۔اوراسکی تفصیل بھی بائبل، اپوکریفہ، تلمود اور قرآن کریم میں لکھی ہوئی موجود ہے۔آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری پیدائش سے پہلے ہی نظامِ اجتہاد مدینہ میں موجود اور برسر کار تھا۔جو سابقہ تمام انبیاؑ ورسلؑ کی تعلیمات کو بنیاد بنا کر اس نظام کو شاندار صورت میں اپنے مدارس میں پڑھاتے اور ہونہار نوجوانوں کو انتہائی تعلیم دے کر مجتہد بنا کر سند دیتے تھے۔اعلانِ نبوت و وزارت وخلافت ہونے کے بعد قریشی سرداروں، لیڈروں اور مذہبی وسیاسی راہنماؤں نے یہ اجتماعی یا اجماعی قومی فیصلہ کیا کہ رسوؐل کی تعلیمات سے قائم ہونے والی حکومت کو خاندانی اور موروثی حکومت بنانے کے بجائے اُسے قومی وجمہوری حکومت بنانا ملک وقوم کے لئے بہتر ہوگا۔(الفاروق وتاریخ طبری) اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے تعلیماتِ قرآن کو نظامِ اجتہاد کے ماتحت لانا ضروری ہے۔لہٰذا عمر بن خطاب کو ہجرت نبوی سے بہت پہلے مدینہ کے یہودی مرکز میں بھیج دیا گیا۔جنہوں نے وہاں باقاعدہ علم الاجتہاد پڑھنے کے لئے داخلہ لیا اور حضوؐر کی آمد کے بعد بھی برابر درس لیتے اور یہودی مدرسہ میں باقاعدگی سے جاتے رہے (الفاروق وغیرھا)

جب مدینہ مسلمانوں کا مرکز بن گیا تو اب قریش کو اپنے پُرانے اور بوسیدہ نظامِ اجتہاد کی ضرورت نہ رہی بلکہ اب ہزاروں سال کے ترقی یافتہ اجتہاد اور منجھے ہوئے قوانین اُن کے سامنے تھے۔عمر اور اُن کا تیار کیا ہوا مسودہ قانون اور روزمرہ حاصل ہونے والے قانونی نکات اور یہودی علماومجتہدین کا پورا تعاون دستیاب تھا۔چنانچہ قرآن کی پوری تعلیم کو اس سامان سے،سامان دینے والوں کی مدد سے مجتہدانہ صورت دے کر قوم میں رائج کیا گیا۔اوراُسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ قومی حکومت جو پوشیدہ کام کر رہی تھی رسوؐل کی حکومت میں بدل گئی،رسوؐل اللہ رخصت ہوگئے۔نہ کوئی غم منایا گیا نہ سوگواروں کو پُرسہ دیا گیا بلکہ آئندہ بھی رسوؐل کا سوگ منانا منع کر دیا گیا۔قومی حکومت کے قیام کی خوشیاں میلادِ رسوؐل کے نام پر آج تک منائی جاتی ہیں مگر وفاتِ رسوؐل کا غم آج بھی نہیں منایا جاتا۔

سوگوارانِ محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین نے قومی حکومت اور نظامِ اجتہاد کو تسلیم نہ کیا۔ اُن کو ہموار و وفادار بنانے کے لئے سب کچھ کیا گیا۔ اُن کا اور اُن کے طرفداروں کا قتل عام کرکے مخالفت کی آواز کو بظاہر خاموش کر دیا۔ یہ مظلوم وبیکس لوگ اپنی جان و مال و دین کو بچانے کے لئے خفیہ اور زیرِ زمین کام کرنے پر مجبور ہوئے۔ قریشی حکومت نے ساری دنیا کو زیرنگیں کرنے کی مہم چلائی دنیا کو قتل و غارت ولُوٹ مار کا میدان بنا دیا (سورہ بقرہ، 2/205) دنیا کی ساری اقوام اور حکومتوں پر تسلط حاصل کرکے مالا مال ہوگئے۔ چاروں طرف اذانوں کی صورت میں اُن کا طوطی بولتا تھا۔ اُدھر وہ بیکس وناتوان لوگ جہاں ملتے، جب پتہ لگتا تلواروں کے گھاٹ اُتارے جارہے تھے۔ وہ جلاوطن ہو رہے تھے۔ اپنے ساتھ عزادارئ حُسینؑ اور خاندانِ رسولؐ کی عظمت کو لیجا رہے تھے وہ جہاں جہاں پہنچے قریش کے خلاف متعلقہ اقوام کو متنفر کرتے تھے۔ ساری دنیا کو لُوٹا اور قتل کیا تھا اس لئے ساری اقوام قریش کی دشمن ہوگئیں اور اُن بے کسوں کو اُن کی اسکیموں میں مدد دینے لگیں۔

اندرونِ عرب بھی اُن کے ہمدرد اور ہمنوا پیدا ہو چکے تھے۔ مختصر یہ کہ قریشی تسلط ڈھیلا ہو گیا۔ اور شیعوں نے اُن کے چاروں طرف اپنی حکومتیں بنا کر انہیں گھیر لیا اور اپنا وجود و مذہب و دانشمندی منوا کر چھوڑی، آزادی حاصل کی۔ لیکن قریشی دانشوروں نے شیعہ لبادہ میں آکر اُن کے اندر اختلاف پیدا کیا اور مختصر یہ کہ نظامِ اجتہاد اُدھر سے اِدھر بھی آگیا اور شیعہ لیبل کے ساتھ ہمہ گیری کے زینہ پر قدم رکھا ہی تھا کہ شیعوں کے معصومؑ راہنما نے اُن سے قطع تعلق کا اعلان کر دیا۔ اور پھر شیعہ وقریشی حکومتوں کے خلاف زیرزمین کام شروع کر دیا جو آج تک جاری ہے اور اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک انسانی ضمیر و ذہن خود اپنی خوشی سے معصومؑ نظام کے لئے تڑپ نہ اُٹھے اور انسانی عقول امامؑ کے حضور سر بسجود نہ ہو جائیں۔

بہر حال جس دن امام عصر والزمان علیہ السلام نے شیعہ کہلانے والے لوگوں سے قطع تعلق کیا۔ اُس روز تک قریش کے خودساختہ اور اختیار کردہ اسلام میں ایک سو (100) کے قریب فرقے بنتے اور بگڑتے رہے تھے۔ سینکڑوں امام کہلانے والے گزر چکے تھے اور بہت سے موجود تھے۔ اُن کو اور اُن سب کے مذاہب کو دو حصوں میں منقسم سمجھا جاتا تھا۔ وہ سب اہلسنت والجماعت کہلانا پسند کرتے تھے مگر اُن کی کثرت چار بڑے مجتہدین کی مقلد تھی وہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کے مقلد تھے اور ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے تھے۔ یعنی وہ چار فرقوں میں تقسیم تھے اور مزید تفرقہ کو روکنے کے لئے انھوں نے آئندہ اجتہاد بند کر دیا تھا۔ اور مندرجہ بالا چاروں اماموں کے اجتہاد کی تقلید کو لازم وواجب کر لیا تھا۔ اُن چاروں فرقوں میں برابر مجتہد گزرتے رہے لیکن وہ سب اپنے اپنے اماموں کے اجتہاد کے مطابق فتاویٰ دیتے رہے۔ چونکہ قریشی خلافتوں نے اُن ہی چاروں اماموں، ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد بن حنبل کے مذاہب کو سرکاری مذاہب کی حیثیت سے اختیار کیا اس لئے باقی سینکڑوں اماموں کے مذاہب پٹتے چلے گئے مگر وہ سب ابوبکر وعمر وعثمان کو اور اُن کے ایجاد و اختیار کردہ مذہب کو برحق سمجھتے تھے۔ اُن کو برحق سمجھنے والا ایک اور فرقہ تھا جس کو غیر مقلد اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہ مذکورہ چاروں اماموں کی تقلید کا قائل نہ تھا اور انہیں اہل حدیث اس لئے کہا جاتا تھا کہ قرآن اور حدیث پر زیادہ زور دیتے تھے اور اجتہاد کو کتاب وسنت کے ماتحت مانتے اور رکھتے تھے۔ ان میں بھی امام محمد اسماعیل بخاری کی طرح درجنوں امام گزر چکے تھے۔ اہل حدیث بھی باقی فرقوں کو گمراہ کہتے اور خود بھی گمراہ شمار کئے جاتے تھے۔ اہلسنت کہلانے والوں میں ایک اور فرقہ تھا جسے معتزلہ کہا جاتا تھا یہ حضرت علی علیہ السلام کو افضل تو مانتے تھے مگر خلافت میں خلفائے ثلاثہ کا ماتحت قرار دیتے تھے۔ ان چھ فرقوں کے علاوہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد والے اور بھی کافی فرقے تھے جو رفتہ رفتہ مِٹ گئے اور معتزلہ وغیرہ بھی فرقہ کی حیثیت سے موجود نہیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عمر نے اپنے اجتہاد سے جو اسلام پھیلایا تھا وہ تفرقہ اور انتشار کے ہاتھوں تباہ حالت میں چل رہا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

بارہویں امام کے قبل شیعہ صرف شیعہ تھے اُن میں کوئی فرقہ نہ تھا۔ گو بعد کے مجتہدین نے شیعوں میں بہت سارے فرقے مان لئے تاکہ وہ اپنے بڑے بھائیوں یعنی قریشی لیڈروں کی تائید کر کے شیعوں کو بھی اختلاف وافتراق میں مبتلا دکھا کر سُنّیوں کے برابر کرلیں۔ جنہوں نے ہر اُس لیڈر کو فرقہ ساز اور اُس کے ہمنواؤں کو فرقہ کہنا شروع کیا تھا جو اُن کے خلاف اعلانیہ بغاوت کا نعرہ یا تلوار لے کر اُٹھا۔ مثلاً حضرت زید بن امام زین العابدین علیہ السلام کے ذمہ فرقہ سازی کا اتہام لگایا تاکہ عوام شیعہ اُن سے تعاون کر کے حکومت کو نقصان نہ پہنچائیں۔ بہر حال اُن کے نام سے خود ہی سُنّیوں میں ایک زیدی فرقہ کھڑا کر دیا جو آج تک اُن کے نام سے جاری ہے۔ لیکن کوئی شیعہ فرقہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا جو ابوبکر وعمر وعثمان اینڈ کمپنی کو ملعون نہ کہتا ہو۔ بہر حال انہوں نے حضرت امیر مختار کو بھی فرقہ ساز کہا اور اُن کے متعلق ایسے عقائد مشہور کئے جن سے شیعہ عوام متنفر ہو جائیں اور اُن سے تعاون نہ کریں لیکن امیر مختار نے معاویہ اور بنی اُمیہ کی حکومت کو ہلا کر پھینک دیا تھا۔ چنانچہ سُنّی حکومتیں شیعوں میں فرقہ سازی میں کوشاں رہیں اور اُن ہی کوششوں سے ہمارے یہاں شیعہ مجتہدین وجود میں آئے شیعہ عوام پر اُن کی حکومتوں کی مدد سے تسلط حاصل کیا اور آج تک مسلط ہیں جو انہیں فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں۔ حضرت حجۃ علیہ الصلوٰات والسلام کے اعلانِ لاتعلقی کے وقت شیعوں میں کچھ شیعہ علما اور عوام ایسے بھی تھے جو شیعہ مجتہدین کے مدّ مقابل تھے اور مسلسل گیارہویں صدی تک اُن کے خلاف محاذ بنائے رکھا گو مجتہدین نے اپنی اور قریشی حکومتوں کی طرف سے اُن پر مستقل تشدد اور جبر وظلم جاری رکھا۔ موقع ملنے پر انہیں تہمتیں لگا کر قتل بھی کرتے رہے۔

شیعہ عالم پر جادوگری کی تہمت اور قتل اور شیعہ عالم کے تاثرات شیعہ مجتہدین کے لئے

چنانچہ ایک نہایت خبیث مجتہد مرزا محمد تنکابنی مصنف کتاب ''قصص العلماء نے لکھا ہے کہ:

''لہٰذا لازم آمد کہ احوال میرزا محمد اخباری را درایں جا بیان نمائیم بدانکہ میرزا محمد اخباری از اہل بحرین واغلب اوقات در طہران وبعضی اوقات در اصفہان ودر آخر کار در کاظمین مسکن ومدفن اُوشد واولادِ صلبیٔ اُو درایں از منہ در بحرین بودہ اند۔ ومیرزا محمد در جدل ید طولائی داشتہ (قصص العلما صفحہ نمبر 177)

''دروقتی از اوقات وارد اصفہان شد ودر مجلسے از مجالس میرزا محمد وآقا سید محمد باقر حجۃ الاسلام وحاجی کلباسی جمع شدند۔ پس میرزا محمد اخباری درمقام گلہ با حاجی کلباسی برآمد کہ من وتُو درایام تحصیل باہم رفیق بودیم ومرا با تُو حق رفاقت بُود چرا بدیدن مَن نیامدی؟ حاجی کلباسی سکوت کرد حجۃ الاسلام آقا سید محمد باقر در جواب گفت کہ چوں حاجی کلباسی از شاگردانِ کسیستکہ بتلامذہ اش گفتہ است کہ ''ہر کہ از شما با اخباریٔین مجالست ومعاشرت کند از من عاق است۔'' از آں جہت حاجی بدیدن شما نیامد۔''

میرزا محمد اخباری گفت کہ ''اکنوں مسئلہ بمیان آمد کہ اگر حقوق باعقوق تعارض کند کدام یک مقدم اَند؟ حجۃ الاسلام آقا سید محمد فرمود کہ عقوق مقدم است۔ وبرطبق مدعائے خود حدیثی ذکر فرمود۔ میرزا محمد اخباری در سند آں حدیث قدح نمود ودر عربیت والفاظ آں چند ایراد وارد آورد۔ پس از آن خود اختیار کرد کہ حقوق مقدم است وبرطبقِ مدعائے خود چند حدیث با سند از کتاب کافی آوردہ حاضرین ساکت شدند ودر زمانی شیخ جعفر نجفی اعلی اللہ مقامہ وارد طہران شد ومیرزا محمد اخباری نیز در طہران بود وشبہا کہ اعیان شیخ جعفر را بضیافت دعوت نمودند میرزا محمد اخباری را نیز دعوت می کردند، ومیرزا محمد اخباری با شیخ مکالمہ میکردو چوں مہارتِ شیخ در علم منقول بود و میرزا محمد اخباری را جامعیت وتسلط در مناظرہ وجدل بود لذا میرزا محمد اخباری در انظار ناس بر شیخ جعفر نجفی غلبہ می نمود واوقات اکثر شیخ جعفر نجفی تلخ داشت۔'' (صفحہ نمبر 178)

''میرزا محمد اخباری در علوم غریبہ مربوط بود و در انساب عرب مہارت داشت و می گفت العیاذ باللہ کہ شیخ جعفر نجفی از نسل بنی امیہ است و چون شیخ نجفی وفات کرد آں ملعون مطرود این عبارت را گفت کہ: ''مَاتَ الْخِنْزِیْرُ بِمَرَضِ الْخَنَازِیْرِ''

چون مرض شیخ از خنازیر بود کہ وحلق وگلویش وگردنش ورم کردہ بود۔ پس افعال شنیعہ از اُو صدور یافت کہ علمائی عتبات اُو را تکفیر نمودند بسبب اقوال شنیعہ وسحر کردن پس حکم بقتل اُو شد چون خواستند کہ بخانہ اش در آیند دیدند کہ خانہ در ندارد بسبب کہ سحریکہ کردہ بود پس دیوار خانہ شگافتند ویافتند اُو را وکشتند۔ مولف کتاب گوید کہ اخباری اگر قاصر باشد عیبی ندارد واگر مقصر باشد فاسق است، اگر مجتہدین را تکفیر کند کافر است و ما رد اخبارئین در کتب اصولیہ بیان نمودیم۔'' (قصص العلما صفحہ نمبر 177، 178، 180)

میرزا محمد اخباری نے اپنے زمانہ کے تین بڑے مجتہدین کا ناطقہ بند رکھا اُنہیں مجرم ثابت کیا تھا

اس عبارت کا ترجمہ سُننے سے پہلے یہ سُن لیں کہ جس طرح اُن سُنّیوں کو اہل حدیث کہا جاتا تھا جو سُنّی مجتہدین کے اجتہاد کے منکر اور صرف قرآن اور حدیث سے اجتہادی مسائل نکالتے تھے۔ اُسی طرح ان شیعوں کو جنہیں حضوؐر علیہ السلام نے اپنے نظام سے الگ رکھا تھا اور جو شیعہ مجتہدین کے اجتہاد کے منکر تھے مگر خود قرآن وحدیث سے اجتہاد کرتے اور عوام سے اپنی پیروی کراتے تھے۔ اُن کا نام شیعہ مجتہدین نے اخباری رکھ دیا تھا۔ لہٰذا قطع تعلق کے بعد دو قسم کے شیعہ رہ گئے تھے ایک کو مجتہدین یا اصولئین کہا جاتا تھا اور دوسری قسم اخباری کے نام سے مشہور چلی آئی ہے۔ اماؐم علیہ السلام کے نزدیک یہ لوگ بھی مردود تھے اس لئے کہ وہ اجتہاد بھی کرتے تھے اور شیعہ عوام کے راہنما بھی بن گئے تھے۔ اور ہم بھی اسی بنا پر اُن کی مذمت میں کمی نہیں کرتے۔ اب آپ اس طویل عبارت کا ترجمہ دیکھئے۔

ملعون مجتہد کا ترجمہ: ''چونکہ اس بحث میں میرزا محمد اخباری کا تذکرہ بھی کرنا پڑے گا اس لئے معلوم ہو کہ یہ میرزا محمد اخباری بحرین کے باشندوں میں سے ہے۔ وہ زیادہ تر طہران میں رہا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات اصفہان میں بھی قیام کرتا تھا۔ اور آخر عمر میں اس نے کاظمین میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں دفن بھی ہوا تھا۔ اس کی صلبی اولاد اس زمانہ تک بحرین ہی میں رہتی رہی ہے۔ اور میرزا محمد اخباری بحث ومباحثہ اور مناظرہ میں انتہائی دسترس رکھتے تھے۔'' (صفحہ نمبر 177 قصص)

میرزا محمد اخباری بحث ومناظرہ میں حد بھر دسترس رکھتے تھے

''ایسا ہوا کہ ایک دفعہ مرزا محمد اخباری اصفہان میں آیا اور وہ آقا سید محمد باقر حجۃ الاسلام اور (ایک دوسرا زبردست مجتہد) حاجی کلباسی (کلباس کا رہنے والا) ایک مجلس میں اکھٹے ہو گئے۔ جناب میرزا محمد اخباری نے بطور شکوہ حاجی کلباسی سے کہا کہ جناب حصول تعلیم کے دوران ہم ایک دوسرے کے رفیق وساتھی رہے ہیں اور رفاقت کی بنا پر تم پر میرا حق رفاقت قائم ہے لیکن تم اس حق کو پورا کرنے کے لئے میرے اصفہان آنے پر مجھ سے ملنے بھی نہ آئے؟ اور خیر وعافیت بھی نہ پوچھی؟ شکوہ جائز تھا اس لئے مجتہد کلباسی تو شرمندہ سا ہو کر چُپ رہا مگر حجۃ الاسلام محمد باقر صاحب بولے کہ حاجی کلباسی تم سے اس لئے ملنے نہ آئے کہ وہ ایسے بزرگ مجتہد کے شاگردوں میں سے ایک ہیں جو اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دیا کرتا تھا کہ: ''اگر تم میں سے کسی نے بھی اخباری لوگوں سے ملنا جلنا اور اُن کے ساتھ بیٹھنا جاری کیا تو وہ میری شاگردی سے عاق ہو جائے گا یعنی خارج ہو جائے گا۔''

Presented by Ziaraat.Com

مجتہدین اخباری علما سے میل جول حرام سمجھتے اور تبلیغ کرتے تھے

یہ سُن کر میرزا محمد اخباری نے کہا کہ: ''یہاں ایک سوال پیدا ہو گیا یعنی اگر حقوق میں عقوق کا سامنا ہو جائے تو حق کو پہلا نمبر دیا جائے گا یا عاق کو ترجیح دیں گے؟ حجۃ اللہ محمد باقر نے جواب دیا کہ عاق کرنے کو اول نمبر دیا جائے گا اور حق کو مسترد کر دیا جانا چاہیئے۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے حجۃ اللہ نے (کہیں سے) ایک حدیث سُنا دی۔ مرزا محمد نے (اُس بے سروپا اور مجہول) اُن کی بیان کردہ حدیث میں نقائص بیان کئے اور اُس کی عربی اور الفاظ کو بے جوڑ اور غلط ثابت کر دیا۔ پھر اپنے موقف کی تائید میں یعنی یہ ثابت کرنے کیلئے کہ حق کو پہلا نمبر دیا جائیگا اور لوگوں کی ممانعت اور عقوق کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ شیعوں کی معتبر ترین کتاب کافی سے دھڑا دھڑ کئی حدیثیں اُنکے سامنے رکھ دیں جس پر حجۃ اللہ اور تمام حاضرین دم بخود ہو کر رہ گئے۔ اور جس زمانے میں (شیعوں کا عدیم المثال اور سرمایہ دار مجتہد جو چیف جسٹس بھی تھا) شیخ جعفر نجفی طہران تشریف لائے اور مرزا محمد اخباری بھی اتفاق سے طہران ہی میں تھے۔ تو شہر کے تمام رؤسا نے شیخ جعفر نجفی کی مہمانی کے طور پر دعوت کی تو ساتھ ہی میرزا محمد اخباری کو بھی مدعو کر لیا۔ وہاں میرزا نے شیخ صاحب سے مذہبی باتیں شروع کر دیں۔ چونکہ شیخ جعفر کو صرف علم منقول یا یوں کہئے کہ قرآن وحدیث میں مہارت تھی۔ یعنی باقی علوم سے جاہل تھے۔ اور میرزا محمد اخباری کو مناظرہ و بحث ومباحثہ میں انتہائی جامعیت وکمال حاصل تھا۔ وہ مسلط ہو کر رہ جاتے تھے۔ لہٰذا میرزا محمد اخباری نے لوگوں کی نظروں کے سامنے شیخ جعفر نجفی کی بُری طرح پٹائی کی اور اُن کی زندگی ہی تلخ کر دی۔'' (صفحہ نمبر 178)

چونکہ مجتہدین کو تنگ پکڑا ہوا تھا اور بڑے طاغوت چیف جسٹس کی توہین ہوئی تھی اس لئے قتل کرا دیا گیا تھا

''مرزا محمد اخباری تمام عربوں کے خاندانوں اور نسب ناموں کے بھی اعلیٰ درجے کے عالم تھے اور بہت سے عجیب وغریب علوم میں بھی کامل تھے۔ اس لئے انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ یہ (شیعوں کا سب سے بڑا مجتہد چیف جسٹس) شیخ جعفر بنی امیہ میں سے ہے۔ اور جب شیخ جعفر نجفی مرا تو اس ملعون مرزا محمد اخباری نے یہ جملہ کہا تھا کہ: ''سُوَر کنٹھ مالا کے مرض سے مر گیا''۔

(کنٹھ مالا کو عربی زبان میں خنازیر کہتے ہیں اور خنزیر (سُور) کی جمع بھی خنازیر ہے) اس لئے کہا تھا کہ شیخ جعفر خنازیر کے مرض میں مبتلا رہے اُن کے حلق اور گلے اور گردن پر سوجن رہا کرتی تھی۔ چنانچہ میرزا محمد اخباری کو بداعمالی سرزد ہوتے رہنے پر کربلا اور نجف وغیرہ کے مجتہدین نے کافر قرار دے دیا تھا اور بداعمالی اور جادوگری کی بنا پر اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا گیا۔ جب اسے پکڑنے اس کے گھر گئے تو جادو کی وجہ سے اس کے گھر میں دروازہ ہی نہ تھا دیوار توڑ کر اندر گئے اسے پکڑا اور اسے قتل کر دیا۔ قصص العلما کا مصنف حرامزادہ کہتا ہے کہ اگر اخباری، مجتہدین کو صرف بُرا سمجھتا رہے تو کوئی بُری بات نہیں لیکن اگر بُرا کہے بھی تو فاسق ہے اور اگر مجتہدین کو کافر بھی کہے تو وہ کافر ہے اور یہ کہ اس ملعون نے اپنی اصول کی کتابوں میں اخباریوں کے مذہب کو باطل ثابت کیا ہے۔'' (صفحہ 180)

ہمارے زمانے تک کے شیعوں پر دو طرح کے مجتہد مسلط رہتے آئے ہیں

یہ تھا اُن علما اور شیعوں سے تعارف جن سے حضورؐ نے لاتعلقی کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ جیسا کہ لکھا گیا یہ دونوں فرقے آگے بڑھے۔ اِن دونوں قسم کے مجتہدین نے اُن تمام سیاسی تحریکوں کے لیڈروں کو مذہب شیعہ سے خارج کرنے کا اعلان کر دیا جنہوں نے قریشی خلافتوں کو رفتہ رفتہ تباہ کر کے انہیں آزادی دلائی۔ یوں خارج کئے جانے والے لوگوں میں سے ایک گروہ کا نام اسماعیلی پڑ گیا۔ جنہوں نے خود بھی مجتہدین سے علیحدہ ہو

Presented by Ziaraat.Com

جانا طے کیا اور ایک سیاسی فرقہ کی حیثیت سے حضرت اسماعیل بن جعفر صادق علیہ السلام کی مستقل سیاسی امامت کا اعلان کر دیا۔ آج اُن ہی کو آغا خانی بھی کہا جاتا ہے۔ چند صدیوں کے بعد اُن میں سے ایک اور گروہ سیاسی اختلاف کی بنا پر الگ ہو گیا اور وہ بوہرہ کے نام سے مشہور ہے۔

اخباری گروہ رفتہ رفتہ منتشر ہو گیا۔ اور صرف مجتہدین جمے رہے اس لئے کہ ایران کی حکومت پر اُن کا تسلط برقرار رہا وہاں سے وہ ہندوستان میں بھی نظامِ غیبت کی تحریک کے پیچھے پیچھے سُنّی حکمرانوں کے ساتھ پہنچے اور یہاں کے شیعوں کو بھی اغوا و گمراہ کرنے میں مصروف ہو گئے اور آج تک انہیں پھانستے ہوئے جہنم کی طرف رواں دواں ہیں۔ اخباری شیعوں کا ایک گروہ ایران کے صوبے کرمانشاہ میں اپنا اڈا بنائے ہوئے ہے۔ آج اُن کا راہنما و مجتہد اعلیٰ شیخ رضا ہے۔ یہ لوگ شیخ احسائی اور رشتی صاحب کے پسماندگان ہیں۔ اُن کے اجتہاد میں یہ فرق ہے کہ انہوں نے خود کو بلند کر کے آئمہ علیہم السلام کی سطح سے اتنا قریب کر لیا کہ اُن کی جانشینی اُن پر موزوں اور فِٹ ہو جائے۔ ہم اُن کے اجتہاد کو مثبت اجتہاد کا نام دیتے ہیں اس اجتہاد کی عمر صرف اڑھائی سو سال ہے۔ قدیم مجتہدین کے اجتہاد کو ہم منفی اجتہاد قرار دیتے ہیں اس لئے کہ اُنھوں نے آئمہؑ اور محمد صلوٰات اللہ علیہم کے مقام سے ہر وہ چیز نفی کر دی جو اُن مجتہدین میں نہ تھی تاکہ وہ منفی شدہ معصومؑ راہنماؤں کے جانشین بن جائیں۔ اِن شیعہ منفی مجتہدین اور ابوبکر و عمر کے عقائد تقریباً یکساں ہیں۔ سابقہ اخباریوں اور کرمانی اخباریوں کے عقائد کچھ بہتر ہیں۔ مگر وہ دونوں اجتہاد کی وجہ سے ہمارے یہاں ملعون و مردود ہیں۔

(16-الف) منفی اور مثبت مجتہدین یا اخباری و اصولیین کے عقائد کا مختصر فرق

ہم یہ چودہ سو سالہ سفر ختم کر کے اپنے زمانہ تک آ گئے ہیں یہاں اتنا اور بتا دیں کہ حضرت امامؑ آخرالزمانؑ ولد جناب حسن عسکری علیہ السلام کے مشن نے مسلسل ہر مذہب میں تبلیغ جاری رکھی ہے۔ اُنہوں نے ہر اُس شخص کو قبول کیا ہے جو نظام اجتہاد سے سوفی صد عملی توبہ کر کے ساری دنیا سے اُسی طرح تعلق قطع کر کے آنا چاہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل (لوقا 28 تا 18/18) میں یا اللہ و محمدؐ نے قرآن (توبہ 9/24) میں بتایا تھا۔ اسکے ساتھ ہی حضورؐ نے انسانوں سے عموماً اور مسلمانوں سے خصوصاً یہ منوا کر چھوڑ نا طے کیا ہے کہ محمدؐ اور وُہ خود اور اُن کے آبا و اجداد علیہم السلام اس ساری کائنات کے حقیقی حاکم ہیں اور کائنات کی جس چیز کو چاہتے ہیں مسخر کرنے اور اس سے کام لینے کے قواعد و قوانین جس کو حقدار دیکھیں بتا سکتے ہیں اور اُسکے ہاتھوں ہوائیں، فضائیں، چاند و سورج و ستاروں کو مسخر کرا سکتے ہیں (لقمان 31/20) تاکہ وہ خبیث مومنین جو علیؑ و محمدؐ علیہما السلام کی قدرتوں اور معجزات کا انکار کرتے رہے۔ اپنے قرارداده کافروں اور بے دینوں کی قدرت کے سامنے سجدے کریں اُن سے بھیک مانگیں۔ چنانچہ ساری دنیا اور خود اذانیں دینے والے، قرآن حفظ کرنے والے، اللہ اکبر و یا علیؑ مدد کے نعرے مارنے والے، تہجد گزار نمازی و پرہیزگار اور اسلامی نظام قائم کرنے کے دعویدار، بقول اُن کے، یہود و نصاریٰ، کافروں و بے دینوں کے دروازوں پر دستک دے دے کر ہر چیز کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ کاش ان ملاعین نے یہی یقین محمدؐ و علیؑ میں رکھ کر اُن سے مانگا ہوتا تو وہ انہیں نعمتوں سے مالا مال کر دیتے (مائدہ 5/66 وغیرہ) لہٰذا میرے چاروں طرف منفی و مثبت اجتہاد کرنے والوں کے اور اُن کے مقلدین کے گروہ ہیں، اسماعیلی ہیں، بوہرہ ہیں، حنفی، مالکی، شافعی و حنبلی ہیں، اہل حدیث اور وہابی ہیں۔ گنتی کے بابی اور بہائی اور قادیانی ہیں۔ اور دیگر خالص غیر مسلم مذاہب اور مذاہب کے دانشور و عوام ہیں۔ اور ہم تن تنہا مسلمانوں کے نظامِ اجتہاد کے خلاف محاذ بنائے ہوئے ہیں اور کامیاب ہیں۔ اگر ہمیں تبلیغ کی عام اجازت مل جائے تو ہم صرف ایک سال میں تمام مذاہب سے عموماً اور مسلمانوں سے خصوصاً نظام ابلیس یعنی اجتہاد پر لعنت بھجوا سکتے ہیں۔ بلا کسی خون خرابہ کے ساری دنیا کو دینِ حق پر استوار کر سکتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ نظام جس میں اختلاف کا اس خطبہ کی بنیاد ہی میں ذکر ہوا ہے (خطبہ 18 جملے 1 تا 16) مجتہدین اوراخباری عقائد

یہاں یہ چیز ذہن میں رکھ کر بات سُنیں کہ کتاب روضات الجنّات کے مجتہد مصنف نے حقیقی بیانات میں سے کاٹ چھانٹ کر جتنا لکھا ہے ہم اُسے اُن ہی کے الفاظ میں مع عربی متن کے اپنی کتاب ''اسلام اور علمائے اسلام'' میں لکھ چکے ہیں۔اور وہاں ہم نے تئیس (23) عقائد کا فرق دکھایا ہے۔یعنی چند غیر اہم عقائد کو وہاں بھی چھوڑ دیا تھا اور یہاں بھی بطور نمونہ چند عقائد دکھا کر آگے بڑھ جائیں گے تاکہ جو کچھ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے اس کا سبب خود دشمن کے قلم سے معلوم ہو جائے۔ سنئے:

(1) اجتہاد کا حلال وحرام ہونا

اِنَّ الْمُجتَهِدِيْنَ يُوْجِبُوْنَ الْاِجتِهَادُ عَيناً وَّ تَخيَّرًا وَ الْاَخبَارِيُوْنَ يُحرِّمُوْنَهُ وَ يُوْجِبُوْنَ الْاَخذُ بِالرِّوايَة عَنِ المعصوم عليه السلام۔

''مجتہدین اجتہاد کو غیر مشروط طور پر بالکلیہ یا ذرا سے اختیار کے ساتھ واجب مانتے ہیں اور اخباری اُن کے اجتہاد کو حرام مانتے ہیں اور حدیثِ معصومؑ سے مسائل اخذ کرنا واجب سمجھتے ہیں۔''

یہاں یہ سمجھ لیں کہ مجتہدین کی طرح اخباری بھی امام علیہ السلام کو برائے نام زندہ اور موجود سمجھتے ہیں اس لئے قرآن وحدیث کے نام پر امامؑ کا سارا کاروبار سنبھالے رہنا اور شیعوں کا راہنما بنے رہنا، مجتہدین کی طرح اپنا حق سمجھتے ہیں اور اُن کے اجتہادات میں بھی اور احادیث کو سمجھنے میں بھی اُن کی رائے اور قیاس اور ظن کو کافی دخل رہتا ہے۔نہ مجتہدین امامؑ کی وجہ سے کوئی کام کرنا یا مسئلہ بیان کرنا یا اُنؑ حضرت سے اُمید کرنا یا اُنؑ کا انتظار کرنا ضروری سمجھتے ہیں نہ اخباری مجتہدین امامؑ کی پرواہ کرتے ہیں۔البتہ موقع شناسی کے لئے باتیں دونوں خوب بناتے ہیں اور امام علیہ السلام وہ سب باتیں سنتے ہیں اور دونوں پر یکساں لعنت بھیجتے ہیں۔

(2) وہ بنیاد جس پر دین کا دارومدار ہے

اِنَّهُم يَقُوْلُوْنَ اِنَّ الْاَدِلَّة عِندَنا الْاَربَعَةِ الكِتابُ وَ السُّنَّة و الْاِجمَاعَ وَ دَلِيْلُ الْعَقل۔ وَ الْاَخبَارِيون لا يَقُوْلُوْنَ اِلَّا بِالْاَوَّلِيْنَ بَلْ بَعْضُهُم يَقْتَصِرُ علی الثانی۔

''مجتہدین بڑے یقین سے کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک دین کا دارومدار چار چیزوں پر ہے اول کتاب اللہ پھر سنت، تیسرے اجماع اور چوتھے عقل کی دلیل۔مگر اخباریوں کے نزدیک کتاب وسنت ہی دلیل شرعی ہے وہ عقل و اجماع کو دلیل شرعی نہیں مانتے۔ بلکہ اُن میں بعض تو صرف سنت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔''

یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ منفی مجتہدین نے لوگوں کی یا صحابہ کی یا مجتہدین کی کثرت کو قرآن کے برابر تسلیم کیا ہے اور اجماع کی اصطلاح بیان کرتے ہوئے صرف دو مجتہدوں کا کسی مسئلہ پر متفق ہو جانا بھی اجماع میں داخل ہے۔خواہ دونوں مجتہد مختلف زمانوں میں ہوں۔یعنی دو مجتہد بھی اللہ ورسوؐل کے برابر ہیں اور عقل کا اختلاف معلوم ہے اس کا ناقص ہو جانا ثابت ہے لیکن مجتہد کی عقل بھی اللہ ورسوؐل کے برابر ہے۔قرآن وحدیث میں انسانی کثرت اور دلیل عقلی کی مذمت ہوئی ہے۔ یہ بھی نوٹ کرلیں کہ قولِ رسوؐل ہمارے نزدیک بھی سب کچھ ہے وہی قرآن کو اللہ کی کتاب بناتا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ نے سارے قرآن کو رسوؐل کا ایک اور صرف ایک ''قول'' فرمایا ہے۔اور جس رسوؐل کا ایک قول ایک بات پوری کائنات کی تفصیلات ہوں، تبیان کل شی ہوں۔اُسؐ کے باقی اور اقوال اور ساری ظاہری وباطنی زندگی کے تمام اقوال کیا ہوں گے؟

Presented by Ziaraat.Com

(3) مجتہدین کے نزدیک اللہ کے شرعی حکم میں بھی ظن کو دلیل بنا کر تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ اخباری اللہ کے حکم کو آخری بات کہتے ہیں

اِنَّھُمْ یُجَوِّزُوْنَ الْعَمل بالظنُوْن فِی نفس الحکم الشرعی۔ و الاخباریون لَا یُعَوِّلُوْنَ اِلَّا عَلیَ الْعِلْمِ۔اَ لَاءَ اِنَّ الْعِلْمَ عندھم قَطِعیٌ وَّاقعیٌ و عادیٌ و اصلی و ھوَ ما وصل عن المعصوم وَ لَمْ یجز فیه الخطاء عَادَۃً۔

''مجتہدین حکم شرعی میں بھی اپنے ظن کو دلیل بنانا جائز سمجھتے ہیں۔مگر اخباری ظن پر عمل درآمد کرنا ناجائز کہتے ہیں۔ وہ عمل کا انحصار قطعی اور واقعی نیز عادی واصلی علم پر رکھتے ہیں۔اور ایسا علم اُن کے نزدیک قول معصومؑ سے حاصل ہوتا ہے جس میں عادۃ کے ماتحت بھی غلطی کا امکان نہیں ہوسکتا۔''

یہاں یہ سمجھ لینا چاہئیے کہ اسی قاعدہ کے مطابق عمر نے قرآن کے تمام احکامات کو تبدیل کیا مثلاً اُن کا ظن یہ تھا کہ:

''مولفۃ القلوب کو اللہ، رسولؐ اور قرآن نے جو حصہ دلوایا تھا وہ مستقل نہ تھا۔ بلکہ اُس وقت مسلمان کمزور تھے اور دشمنانِ دین طاقت ور تھے اُن کے شر وفساد سے بچنے کے لئے یہ حصہ جاری کیا گیا تھا (توبہ 9/60) چنانچہ عمر نے اپنے مجتہدانہ ظن کو دلیل شرعی بنا کر اللہ کے درجنوں ایسے احکام کو تبدیل کر کے اپنے احکام جاری کئے جو قرآن میں آج تک موجود ہیں۔اور جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے برابر عمل کیا تھا۔

(4) مجتہدین تمام انسانوں کی دو قسمیں قرار دیتے ہیں ایک مجتہد دوسری مقلد، اخباری تمام انسانوں کو معصومؑ کا مقلد کہتے ہیں

اِنَّھُمْ یحصرون الرَّعیۃ فِی صِنْفَیْنِ مجتھد و مُقَلِّد۔ و الاخباریُوْنَ یقولون الرّعیۃ کُلَّھا مُقَلِّدَۃٌ للمعصومؑ وَ لَا یَجُوْزُ لَھُمْ الرُّجوع الی المجتھد بغیر حدیث الصحیح۔

''مجتہدین ساری رعایا کی دو قسمیں قرار دیتے ہیں ایک مجتہد دوسری مقلد۔مگر اخباری کہتے ہیں کہ ساری رعایا امامؑ کی تقلید کرے گی اور بلا صحیح حدیث کے مجتہد کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔''

(5) شیعہ مجتہد زمانہ غیبت میں درجہ اجتہاد حاصل کرنا واجب کہتے ہیں اور حضورِ امامؑ میں امامؑ کے تابع رہنا مانتے ہیں۔
اخباری ہر حالت میں امامؑ کے تابع ہیں:

اِنَّھُمْ یُوْجِبُوْنَ تحصیل درجۃ الاجتھاد فی زمان الغیبت و الاخذ عن المعصوم فی زمن حضورہٖ وَ الاخباریون یوجبون الاخذ عنه مطلقاً وَّ اِنْ کَانَ بالواسطۃ۔

''مجتہدین زمانہ غیبت میں درجہ اجتہاد حاصل کرنا اور آزادانہ احکام دینا واجب قرار دیتے ہیں البتہ امامؑ کی حاضری کے زمانہ میں مجتہدین امامؑ سے احکام لیں گے ورنہ خود امامؑ کی جگہ کام کریں گے لیکن اخباری ہر حال میں امامؑ سے احکام لینے کے قائل ہیں براہ راست امامؑ سے معلوم کریں یا احادیث سے خود احکام نکالنے کے لئے اجتہاد کریں۔''

قارئین یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ یہ دونوں فریق قرآن کے الفاظ میں (مائدہ 47 تا 5/44) یا حدیث کے الفاظ میں احکام دینے کے قائل نہیں اسی لئے اس پہلو کو یہ دونوں سامنے نہیں آنے دیتے۔یہاں سے ہم عربی کا ترجمہ لکھیں گے عربی کیلئے کتاب اسلام اور علمائے اسلام یا روضات الجنات دیکھیں۔

(6) مجتہد مطلق تمام احکام کا عالم ہوتا ہے

''مجتہدین کے نزدیک ہر مجتہد مطلق اپنے ملکۂ اجتہاد سے تمام احکام کا عالم ہوتا ہے۔اخباری کہتے ہیں کہ امام معصوم کے علاوہ کوئی بھی تمام

Presented by Ziaraat.Com

احکام کا عالم نہیں ہوسکتا۔''

(7) مجتہدین کے علاوہ کوئی شخص احکام نافذ نہیں کرسکتا

''مجتہدین اپنے سوا کسی غیر مجتہد کو فتویٰ دینے کا مجاز نہیں مانتے۔اخباری کہتے ہیں کہ جو اللہ، رسُولؐ اور امامؑ کے جتنے احکام سے واقف ہے اُن احکام کو ہر وقت نافذ کرسکتا ہے۔''

مطلب یہ کہ مجتہد اپنی پارٹی کے علاوہ کسی کو اقتدار تک پہنچنے کی اجازت نہیں دیتا۔

(8) مجتہد اجتہاد اور احکام کے لئے بہت سی شرطیں لگاتے ہیں

''مجتہد قرآن وحدیث سے احکام حاصل کرنے کے لئے بہت سے (خود ساختہ) علم حاصل کرنے کی شرط لگاتے ہیں خصوصاً علم الفقہ اُن کے نزدیک بہت ہی اہم ہے۔مگر اخباری صرف یہ شرط لگاتے ہیں کہ احکام اخذ کرنے والے کو آئمہ علیہم السلام کی اصطلاحات معلوم ہوں اور وہ یہ جانتا ہو کہ جس حدیث سے وہ حکم لے رہا ہے۔اس کی مخالف اور کوئی حدیث تو نہیں ہے۔''

نوٹ کرلیں کہ اخباری معصوؐمین کی احادیث میں معارضہ یعنی جھگڑا، اختلاف اور ایک دوسری کی مخالف احادیث مانتے ہیں۔

(16۔ب) اجتہاد کے جواز پر سید علی حائری مجتہد لاہوری اور ان کے والد سید ابوالقاسم مجتہد کی کتاب کے چند بیانات پر ہماری تنقید

ہم نے اس کتاب پر بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔اور نظامِ اجتہاد کی عموماً اور شیعہ مجتہدین کے اجتہاد کا بطلان وبکواس ہونا اس طرح ثابت کیا ہے کہ تیسری چوتھی جماعت کے طالبعلم بھی مجتہدین کے اُس بگڑے ہوئے حال پر کھلکھلا کے ہنس پڑتے ہیں۔(ملاحظہ کریں ''اسلام اور علمائے اسلام'') بہرحال یہاں صرف اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ یہ کتاب ''رِسَالَۃُ التَّنقِید فِی اثباتِ الْاِجْتِہَادِ وَ التَّقْلِید بِالْقُرْاٰنِ الْمَجِید'' 1313 ہجری میں علامہ سید علی حائری مجتہد لاہوری اور اُن کے والد سید ابوالقاسم مجتہد نے شیعہ نوابانِ سندھ کی سرپرستی میں اُن ہی کے سرمایہ سے شائع کرائی تھی۔اس کتاب میں اپنے سابقہ بزرگ مجتہدین کی سنت کے مطابق کتاب کے دیباچہ میں اُن نوابوں کی مدح وثنا اور قصیدہ خوانی کمینہ پن کی حدود سے کچھ آگے بڑھ کر کی ہے تاکہ مال ودولت کی فراوانی رہے۔جس طرح سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے لے کر بعد کے تمام مجتہدین حکومتوں، وزارتوں اور نوابوں کے بہی خواہ اور وظیفہ خوار وتنخواہ دار وجاگیر دار ودین بردار رہتے آئے اور بے انتہا دولت وعیش وعشرت میں کھیلتے رہے۔ہم اس کتاب میں سے جستہ جستہ اور اُن کے زیادہ زوردار دلائل وبیانات قارئین کے سامنے اُن ہی کے الفاظ میں رکھ کر تنقید کی نظر ڈالیں گے۔

(16۔ج) مجتہدین کے یہاں تقلید کی تعریف وتشخیص، مُقلّد کی تصویر، اُس کی ضرورت اور اس کی ڈیوٹی یا ذمہ داری کی حدود

اس کتاب کے شروع میں وہ وجوہات لکھی ہیں جن کو اُن دونوں مجتہدوں کے سامنے رکھا گیا ہے اور جن کی بنا پر اُن سے جواب لکھنے کی درخواست کی ہے۔درخواست کنندہ نے جو اعتراضات تقلید واجتہاد پر کئے ہیں وہ بے پناہ ہیں، آیات واحادیث سامنے لائی گئی ہیں جن کا جواب ان دو یتیموں سے ہی نہیں بلکہ تمام مجتہدین مل کر بیٹھیں اور شیطان دن رات مددگار رہے تب بھی نہیں ہوسکتا۔سائل نے گویا اُن دونوں کو سخت آزمائش میں ڈال دیا تھا۔اور کتاب کو پڑھ کر اُسے بھی اور ہر پڑھنے والے کو مجتہدین کی عقل ودانش پر افسوس کرنا پڑا ہوگا۔بہرحال وہ کتاب شروع ہوتی ہے۔علامہ سید علی حائری اینڈ کمپنی اپنے جواب کو لفظ ''تقلید'' کی تعریف (Definition) سے شروع کرتی ہے ارشاد ہے کہ:

اَلْاوّل: تقلید در علم اشتقاق مصدر تفعیل از قِلادہ، ودر لغت تعلیق القلادہ فی العنق باشد۔یعنی آویختن گردن بند۔چوں حلقہ درگردنِ حیوان تا بآں

Presented by Ziaraat.Com

بستہ از جائے خود حرکت نہ کند۔ چونکہ اُمّی عامی حلقہ تقلید را در گردن خود میانداز دلہذا خلاف وحرکت منافی از حلقۂ تقلید نمی تواند کرد۔ اِمّا درعرف اشہر تعریفش: "هُوَ الْاَخْذُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ و بقول الْمُفْتِی فِیْ اُمُوْرِ الدِّين مِنْ غَيْرِ دليل" باشد چہ اُمّی عامی بہ بےسوادی ونادانی لاچار است۔ لہٰذا احکامِ شرعیۂ فرعیۂ دین خود را از مجتہدِ عینی بلا استدلال دریافتہ وپُرسیدہ عمل بآں می کندو آں را عین حُکم اللہ می پندارند"۔

ترجمہ: "پہلی بات تقلید ہے الفاظ کے بنانے والے علم کی رُو سے لفظ تقلید، تفعیل کے مصدر سے نکلتا ہے اور قلادہ (پٹہ) سے بنتا ہے۔ اور لُغت میں اس کے معنی ہیں: "گردن میں گلو بند یا پٹہ پہن لینا" جیسا کہ کسی جانور کی گردن میں پٹہ ڈال کر رسّی سے باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس رسّی کی لمبائی سے زیادہ حرکت نہ کرسکے۔ بالکل اسی طرح جُہلا لوگ مجتہد کی تقلید کا پٹّہ گردن میں پہن کر اُس کی اطاعت کی رسی میں بندھ جاتے ہیں تاکہ وہ مجتہد کی مرضی کے خلاف اور تقلید کے منافی کوئی حرکت نہ کرسکیں۔ عوام الناس میں تقلید کی مشہور ترین تعریف (Definition) یہ ہے کہ: "کسی کے قول یا مجتہد یا مفتی کے قول کو بلا دلیل وثبوت مانگے دین کے تمام معاملات میں اختیار کر کے اُس پر عمل کرنا" جاہل عوام کو اپنی جہالت اور علمی بے چارگی کی وجہ سے دلیل وثبوت دیا بھی جائے تب بھی وہ سمجھ نہ سکیں گے۔ لہٰذا تمام عوام کو دین کے شرعی وفروعی احکام، بلا دلیل وثبوت طلب کئے، مجتہد سے دریافت کر کے عمل کرنا چاہیئے۔ اور مجتہد کے احکام کو عین اللہ کے احکام مان کر اُن کی اطاعت واجب ہے۔ کسی قسم کی چُوں وچرا جائز نہیں ہے۔"

(16۔د) دین میں دلیل وثبوت لازم ہے۔ انسانوں کو عاقل مانا گیا ہے اور اُن کا اکرام واحترام کیا گیا ہے؛ تقلید، توہینِ انسانیت ہے اور قرآنی قوانین کی مخالفت ہے

اس بیان کو خود وہ لوگ اپنی توہین سمجھتے ہیں جو نظامِ اجتہاد اور تقلید کے قائل ہیں اور تقلید کرتے ہیں۔ سوچنا یہ ہے کہ نظامِ اجتہاد کی تائید میں علامہ حائری نے اس قدر شرمناک وانسانیت سوز بیان دینے کی جرأت کن بنیادوں پر کی ہے؟ کیا اس خبیث کے علم میں یہ آیت نہیں ہے؟

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا O (اسرائیل 17/70)

مودودی سے ترجمہ سنئے: "یقیناً یہ تو ہماری عنایت ہے کہ، ہم نے بنی آدمؑ کو بزرگی دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں؛ اور اُن کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوق پر نمایاں فوقیت بخشی۔"

اللہ حضرت آدمؑ کی تمام اولاد کی بزرگی وعزت کا اعلان کرتا ہے اور یہ مجتہد ملاعین اُنہیں حیوان لکھتے ہیں اور چوپاؤں کی مثال دے کر اُنہیں طوق و زنجیر پہنا کر باندھتے ہیں اور اُن سے اللہ کی جگہ اپنی بے چُون وچرا اطاعت کراتے ہیں۔

شیعہ مجتہدین سے سُنّی مجتہد یعنی مودودی ہزار درجہ بہتر ثابت ہیں

ان ملاعین سے ہزار درجہ بہتر تو سُنّی مجتہد ہیں جو ہر انسان کا احترام بھی کرتے ہیں۔ اور سب کو صاحبانِ عقل وہوش مانتے ہیں سُنئے:

"اُس کی مشیت ایک ایسی ذی اختیار مخلوق کو وجود میں لانے کی متقاضی تھی جو اپنی پسند اور اپنے انتخاب سے صحیح اور غلط، ہر طرح کے راستوں پر جانے کی آزادی رکھتی ہو۔ اسی آزادی کے استعمال کے لئے اُس کو علم کے ذرائع دیئے گئے، عقل وفکر کی صلاحیتیں دی گئیں۔ خواہش وارادے کی طاقتیں بخشی گئیں۔ اپنے اندر اور باہر کی بے شمار چیزوں پر تصرف کے اختیارات عطا کئے گئے۔ اور باطن وظاہر میں ہر طرف بے شمار ایسے اسباب رکھ دیئے گئے جو اُس کے لئے ہدایت وضلالت، دونوں کے موجب بن سکتے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ نمبر 528 آیت نحل 16/9 کے ماتحت)

یہ شیطان اپنے سوا تمام انسانوں کو بےسواد لکھتا ہے۔ پوری انسانیت کو جاہل ونادان قرار دیتا ہے۔ اور اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ جو دلیل وثبوت کو

Presented by Ziaraat.Com

سمجھ سکے۔ سوچئے کہ ہر مجتہد کے زمانہ میں ڈاکٹر، حکیم، فلاسفر، ریاضی دان، مورخ، علم الحیوانات، علم طبقات الارض وغیرہ کے باکمال علما موجود رہے ہے کیا اُن میں کوئی ان حرامزادوں کی دی ہوئی دلیل یا ثبوت کو سمجھنے کے قابل نہ تھا؟ یہ تو چند ناکارہ قواعد وضوابط رٹتے ہیں دنیا میں تو ایسے علما موجود رہے ہیں جو انہیں اپنے دفتر کا چپڑاسی بھی نہ رکھیں۔ خمینی سے TV یا فضاؤں کے متعلق کچھ پوچھئے۔ یہ پوچھئے کہ ریڈیو کی سوئی گھمانے سے فضا میں کیا ہوتا ہے اور کیوں ہوتا ہے؟ کہ ہم وہیں سے آواز سننا شروع کر دیتے ہیں جہاں ریڈیو کی سوئی کو روکتے ہیں؟ فضا کو اس سوئی سے کیسے باندھا گیا ہے؟ یہ ساری دنیا اور تمام شہروں کو اس ذراسی جگہ میں کیسے سمو دیا گیا ہے؟ کیا ایسی عقل وبصیرت کے لوگ تمہاری بکواس کو نہیں سمجھ سکتے؟ قارئین سنیں کہ ان شیطان زادوں نے اللہ، رسولؐ اور قرآن کا رعب ڈال کر بھولے بھالے عقیدت مند مسلمانوں کو دھوکہ دے کر پھانس رکھا ہے۔ ہمارے پاس بیٹھنے والا جاہل سے جاہل شخص بھی چند منٹ میں اُن کے فریب کو گہرائی تک سمجھ جاتا ہے اور اُن پر لعنت بھیج دیتا ہے۔

اللہ قرآن میں جگہ جگہ دلیل وثبوت مانگتا اور تقاضا کرتا ہے، دلیل وثبوت دیتا ہے۔ دعویٰ بلادلیل قبول خرد نہیں

دنیا میں یہ مشہور ہے کہ: ''دعویٰ بلا دلیل قبول خرد نہیں۔'' یعنی عقل صرف اس بات کو مانتی ہے جس کی دلیل اسکے سامنے رکھ دی جائے۔ یعنی مجتہد کا نظام، عقلی تنقید کے سامنے ٹھہرنے کی قوت نہیں رکھتا۔ دلیل وثبوت مانگ لینا مجتہد کے لئے ایسا ہی ہے جیسے شیطان کے لئے لاحول کا پڑھ دینا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے:

وَلٰـكِنۡ لِّيَقۡضِىَ اللّٰهُ اَمۡرًا كَانَ مَفۡعُوۡلًا لِّيَهۡلِكَ مَنۡ هَلَكَ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحۡيٰى مَنۡ حَىَّ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ ۔۔۔ الخ (انفال 8/42)

مودودی ترجمہ: ''لیکن جو کچھ پیش آیا وہ اس لئے تھا کہ جس بات کا فیصلہ اللہ کر چکا تھا اُسے ظہور میں لے آئے تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔ یقیناً خدا سننے اور جاننے والا ہے۔''

(انفال 8/42 تفہیم 2 صفحہ نمبر 146-147)

اور عالم وجاہل کی شرط لگائے بغیر قرآن میں تمام انسانوں سے جگہ جگہ اور بار بار فرمایا گیا ہے کہ:۔

''کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے (اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ، الصّٰفّٰت 37/138)

اگر کسی ایک انسان میں بھی دلیل کو سمجھنے کی عقل نہ ہوتی تو ہرگز یہ نہ فرمایا گیا ہوتا۔ اور اُن سے یہ کہا گیا ہوتا کہ:

مودودی ترجمہ: ''تمہیں کیا ہو گیا ہے، کیسے حکم لگا رہے ہو، کیا تمہیں ہوش نہیں آتا؟ یا پھر تمہارے پاس اپنی ان باتوں کیلئے کوئی صاف سند ہے (اَمۡ لَـكُمۡ سُلۡطٰنٌ مُّبِيۡنٌ) تو لاؤ اپنی وہ کتاب (فَاۡتُوۡا بِكِتٰبِكُمۡ) اگر تم سچے ہو'' (صافات 157 تا 37/154 تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ نمبر 311)

ثابت ہوا کہ یہ ملاعین طریقہ خداوندی کے بھی مخالف ہیں۔ اِن سے معلوم کرو کہ وہ کون سی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ حکم تو تم اپنی رائے، قیاس وظن سے دو گے مگر وہ اللہ کا حکم ہوگا؟ بات یہ ہے کہ ان شیاطین کے پاس قرآن سے کوئی دلیل ہے ہی نہیں اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ دلیل کو سمجھیں گے نہیں یعنی دلیل تو اُن کے پاس ہے مگر لوگ حیوان ہیں دلیل کس کو دیں؟

قرآن میں مجتہدین اور مقلدین کو بے عقل اور جانور کہا گیا ہے

قارئین یہ نوٹ کر لیں کہ قرآن میں جہاں جہاں انسانوں کی یا اُن کی سوجھ بوجھ اور عقل کی مذمت کی گئی ہے وہاں ہر جگہ یا تو مجتہد مخاطب ہیں یا اُن کے اندھے مقلد مخاطب ہیں یا دونوں ملے جلے مخاطب ہیں۔ صرف ناسمجھی یا کمزور عقل کی بنا پر کسی انسان کی قرآن میں مذمت نہیں کی گئی

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔قرآن میں بہت چالاک اور مکار اور عقلی بدہضمی رکھنے والوں کی مذمت ہوتی رہی ہے۔پھران خبیثوں سے کہنا چاہیئے کہ تم اپنے دلائل و براہین کو ایسی مستقل اور جناتی زبان میں بیان ہی کیوں کرتے ہو جسے کوئی نہ سمجھے تم اُن دلائل و براہین کو آسان زبان میں،اپنے مخاطب کی عقل وفہم و معلومات کے مطابق کیوں بیان نہیں کرسکتے؟ ہم تو سائنس کے مشکل ترین مسائل ، دیہاتیوں،عورتوں اور بچوں تک کو سمجھا سکتے ہیں۔اوراجتہاد وتقلید اور اصول فقہ کو اگر ہم آسان سے آسان زبان میں بیان نہ کریں تو اُن کی پول کیسے کھلے گی اور لوگ کیسے مجتہدین سے متنفر ہوں گے؟ دراصل اُنہوں نے جان بوجھ کر اپنے شیطانی کاروبار کو چھپائے رکھنے کے لئے ایک موٹے موٹے الفاظ میں بکواس تیار کر کے اُسے خود رٹا ہے اور شاگردوں کو رَٹواتے ہیں اور رٹنے اور دہرانے ہی کی سند دیتے ہیں۔اور جو شخص اُس بکواس کو اُن ہی الفاظ میں اُگل سکتا ہو اُسی کو مجتہد کہتے ہیں۔اگر اُن الفاظ کی بجائے اُس بکواس کو بامعنی طریقے پر بیان کر دیا جائے تو سارا گھروندا تباہ ہو جاتا ہے اور سب کو اجتہاد وتقلید کا بکواس ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔جو وہ نہیں چاہتے۔اس مندرجہ بالا تقلیدی کے بیان کو دیکھ لوزبان کی بدنظمی، جملہ بندی کرنے والے کی بدذوقی، بے ہنگم الفاظ کی تکرار دماغ میں درد کرنے کے لئے کافی ہے۔اُنہوں نے اپنا نام ''اصولی'' رکھا ہے۔لیکن اُن سے بڑا ''بداصول'' دنیا میں کہیں نہ ملے گا۔انہوں نے اپنے دلائل شرعیہ میں عقلی دلیل کو شمار کیا ہے۔مگر اُن سے بڑا بدعقلا اور عقل کا دشمن ڈھونڈے سے نہ ملے گا۔یہ کتنی بے اصولی اور بدعقلی کی بات ہے کہ بات تو کریں یہ لوگ اور بات کہلائے اللہ کی؟ حالانکہ نہ ان کی عقل اللہ تک رسائی رکھتی ہے نہ عقلی حیثیت سے کسی بات کو یقین کے ساتھ اللہ کی بات کہا جاسکتا ہے۔(علیؑ)

(16-ہ) علامہ حائری کا دوسرا بیان؛انسانوں کی دو اقسام، 1:عالم 2:جاہل قرار دینا بھی قرآن وعقل ومشاہدہ کے خلاف ہیں

اب ہم حائری صاحب کا دوسرا بیان لکھتے ہیں۔اور دکھاتے ہیں کہ مجتہدین کو واقعی عقل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اُن کی ہر بات ماشاءاللہ قرآن و حدیث کی مخالفت میں ہوا کرتی ہے۔بیان سنیئے:

اِمّا جواب سوال مَرْ بُو را جمالاً واختصاراً دریں از جا بعقل ونقل است: اِمّا عقلی: بداں کہ درغیاب نبیؐ وامام علیہم السلام کُل مُکَلَّفِین منصر در دو قسم اند عالم یا جاہل۔

ترجمہ:''مندرجہ بالا سوال کا جواب گول مول اور مختصر طور پر دو طرح دیا جاسکتا ہے عقل کے دلائل کے ساتھ اور نقلی یعنی قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ: رہ گیا عقلی جواب تو جاننا چاہیے کہ نبیؐ اور امام علیہم السلام کی غیبت میں وہ تمام لوگ جن پر دین کے احکام پر عمل کرنا واجب ہے۔دو اقسام میں داخل ہیں ایک جاہل دوسرے عالم۔''

مجتہدین کا جواب نہ عقلاً صحیح ہے نہ نقلاً

اس جواب کی غلطی معلوم کرنے کے لئے کسی بحث اور محنت کی ضرورت نہیں صرف اتنا دیکھ لیں کہ اس صدی کی اجتماعی عقل پچھلی صدی کی اجتماعی عقل سے بہتر پوزیشن میں ہے۔بلکہ ذرا سے غور سے یہ کہنا مشکل نہ ہوگا کہ پچھلی تمام صدیوں کی مجموعی عقل سے بہتر ہے۔آج کی عقل نے جو ایجادیں کی ہیں اُن میں سے بہت سی ایسی ہیں جن کو اگر دو سو سال پہلے کے لوگ دیکھیں تو حیران وششدر رہ جائیں گے۔اُن سے پہلے والے آدمی دیکھیں تو بعض بے ہوش ہو جائیں گے۔بعض کی حرکتِ قلب بند ہو کر موت واقع ہو جائے گی۔اور انبیاءؑ وآئمہ علیہم السلام کے علاوہ کوئی نہ ہوگا جو اُن ایجادات کا استعمال وتفصیل بتا سکے۔ابوبکر وعمر جیسے دانشور اور مجتہد کہلانے والے صحابہ تو خدا سمجھ کر سجدے میں گر جائیں گے۔

الغرض بچپن سے لے کر بڑھاپے تک عقل ترقی کرتی ہے۔افراد کی بھی اور نوعِ انسان کی بھی اور کسی عمر یا کسی صدی میں کوئی یہ نہیں کہہ

Presented by Ziaraat.Com

سکتا کہ اُس کی عقل میں ترقی کی گنجائش نہیں رہی ہے۔اس لئے اس دنیا میں انبیاؑ وآئمہ علیہم السلام کے علاوہ کسی کی بھی عقل مکمل نہیں ہے۔نہ کوئی مکمل عالم ہے ہر شخص جزوی علم رکھتا ہے۔ جتنا علم کسی ایک شخص کو ہوتا ہے اُس سے کروڑوں گنا علم اُس کے سامنے دنیا میں موجود ہوتا ہے وہ دنیا کے ہزاروں علوم وفنون میں سے کوئی ایک یا دو یا چند سیکھ سکتا ہے۔سب کا حصول اس کے لئے ناممکن ہے۔اُس سے زیادہ جاننے والے اس کے آس پاس داہنے بائیں ملتے رہیں گے۔یعنی وہ دیکھے گا کہ اس کی جہالت کا وزن اس کے علم سے ہزاروں گنا زیادہ ہے یعنی حقیقی معنی میں کوئی شخص عالم نہیں ہے اس لئے کہ عقلاً عالم وہ ہے جو جاہل نہ ہو۔اور یہاں ایسا کوئی شخص نہیں جس میں کسی نہ کسی مقدار میں جہالت موجود نہ ہو۔ایک مجتہد حجام کے فن سے جاہل ہے۔وہ ڈاکٹروں کے سامنے احمق ہے۔وہ کاشتکار کے روبرو کودن ہے۔وہ معمار کے حضور میں بلڈی فول ہے۔لاکھوں ایسے لوگ ہیں جن کے مقابلہ میں ایک مجتہد جانوروں سے زیادہ نہیں ہے۔لہٰذا یہاں نہ کسی کی عقل مکمل ہے نہ کوئی حقیقی معنی میں عالم ہے البتہ پوری نوع انسان کے لئے جو لفظ موزوں ترین ہے وہ ''جاہل'' ہے۔کوئی چھوٹا جاہل کوئی بڑا جاہل۔اور مجتہدان سب سے بڑا جاہل ہوتا ہے۔

<u>**عالم صرف انبیاءؑ و آئمہؑ ہیں،انسانوں کی دو نہیں تین قسمیں ہیں۔قرآن وحدیث سے مجتہدین کے اقوال پر نظر ڈالیں**</u>

قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ: نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ O (یوسف 12/76)

''ہم جس کو پسند کرتے ہیں اُس کے درجات بلند کر دیتے ہیں اور ہر صاحبِ علم پر ایک اور بڑا عالم موجود ہے۔''

یہ وہی حقیقت ہے جسے ہم نے اُوپر بیان کیا ہے یعنی ایک سے ایک زیادہ علم والا موجود ہے اور ہر زمانہ میں ایک ایسا عالم لازم ہے جو تمام اہل علم سے زیادہ بڑا عالم ہو اور وہی نبیؐ یا امامؑ ہوتا ہے۔اور اس سے بڑا عالم اس کا خالق ہوتا ہے۔

<u>**آنحضرتؐ مجسم علم تھے اور تعلیم دے کر شاگردوں سے جہالت کی نفی کر دیتے تھے**</u>

قرآن کریم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا O (نساء 4/113)

''اے رسولؐ ہم نے تمہیں اُن تمام چیزوں کی تعلیم دی تھی جو تم نہ جانتے تھے۔''یعنی تم میں لاعلمی، جہالت اور ناواقفیت ختم کر دی گئی تھی۔ اُس کے ساتھ ہی تمہیں الکتاب اور الحکمت بھی عطا کر دی تھی اور تم پر اللہ کا عظیم الشان فضل وکرم رہتا چلا آیا ہے۔''اور فرمایا کہ:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ O (بقرہ 2/151)

''جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تم ہی میں کا ایک رسولؐ بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے اور تمہیں سنوارتا ہے اور تمہیں مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تعلیم دیتا رہے گا (مضارع) اور کتاب وحکمت کے علاوہ وہؐ تمہیں اُن تمام چیزوں کی تعلیم بھی دیتا ہے اور دیتا رہے گا جو تم نہیں جانتے یا نہ جانو گے (مضارع)۔

یہاں قارئین دو باتیں نوٹ کریں کہ:

1) آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی ہر چیز کے عالم تھے اور۔2) تعلیم دے کر جسے چاہتے تھے ہر چیز کا عالم بنا سکتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

انسانوں کی تین قسمیں حدیث معصوم کی رُو سے

اَلنَّاسُ عَلٰی ثَلٰثَۃِ اَصْنَافٍ: عَالِمٌ، مَتَعَلِّمٌ وَ غُثَاءٌ فَنَحْنُ الْعُلَمَآءُ وَ شِیْعَتُنَا الْمُتَعَلِّمُونَ وَ سَائِرِ النَّاسِ غُثَاء (کافی)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمام انسانوں کی تین اقسام ہیں۔ایک عالم دوسرے طالب علم تیسرے مَلْبَہ چنانچہ ہم عالم ہیں، ہمارے شیعہ طالب علم ہیں اور باقی لوگ ملبہ ہیں ''یعنی جیسے چاہو انہیں بنالو۔

اس حدیث کی رُو سے ہر وہ شخص دین سے نکل گیا اور آئمہ ؑ کی شیعیت سے منقطع ہو گیا جو عالم ہونے کا مدعی ہو۔چونکہ وہ کاذب وفریب ساز بھی ہے اس لئے بھی انہیں آئمہ علیہم السلام سے کوئی تعلق نہ ہونا چاہیے۔ان دو بیانات سے شیعہ مجتہدین کا حدود اربعہ معلوم ہو گیا۔اب ہم اُن کے وہ دلائل پیش کریں گے جو وہ اجتہاد وتقلید کے لئے پیش کرتے ہیں۔

(16۔و) حائری صاحب آخر ابوبکر وعمر کے اجتہاد کی سند کے سہارے شیعہ مجتہدین کا کاروبار جائز کرتے ہیں، سُنّی شیعہ احادیث سے جوازِ اجتہاد

ہم نے علامہ السید علی الحائری المجتہد کی بہت سی بحثیں طوالت کے خوف سے فی الحال ترک کر دی ہیں۔اگر موقع ملا تو پھر قارئین کو محظوظ کریں گے۔یہاں اُن کی کئی صفحات کی بحث کو فی الحال فضول سمجھ کر چھوڑنے کی وجہ خود حائری صاحب سے سن لیں اور دیکھ لیں کہ وہ خود بھی اپنی بحثوں کو غیر متعلق اور فضول قرار دیتے ہیں سنیئے:

''اشکال: این اخبار نص واجازہ اند خاص در رجوع نمودن بعلماءِ اعصار و بصحابۂ خود ایشاں ......ومطلوب ما اذن واجازۂ ایشان (علیہم السلام) در زمانِ غیبتِ امام در جواز رجوع بسوئے مجتہد وتقلید ایشان یعنی تقلید مجتہدین است......پس در عمل کردن بر تقلیدِ مجتہد بدونِ نصِ چگونہ مُقلّد بری الذّمہ می تواند شد۔''

''اشکال یعنی مشکل یا الجھن یہ ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو میں نے بیان کی ہیں وہ تو یہ بتاتی ہیں کہ سابقہ آئمہ علیہم السلام کے زمانوں میں اُن کے صحابہ اور علما سے رجوع کرنے اور مسائل دریافت کرنے کا حکم اور اجازت ثابت ہے۔مگر ہم سے جو جواب طلب کیا گیا ہے کہ غیبتِ امامِ زمانہ علیہ السلام میں مجتہدین کی تقلید کرنا اور مسائلِ دین میں اُن کی طرف رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسا حکم واضح طور پر نہ بتانے یا ایسا حکم ثابت نہ کرنے کی صورت میں تقلید کرنے والے کیسے بری الذمہ ہو سکیں گے؟''

علامہ حائری نے یہ لکھ کر گویا تمام سابقہ بحثوں اور اپنے نام نہاد دلائل کو باطل یا فضول کی بکواس ثابت کر دیا۔اسکے بعد جو گفتگو اور بحثیں لکھی ہیں وہ بھی حقیقتاً بکواس ہی ہیں اور حائری صاحب مجتہد کی تقلید اور اجتہاد کا جواز ثابت کرنے میں باقی علما کی طرح ناکام رہے ہیں۔جو آئندہ آنے والی بحث کو دیکھ کر بھی علامہ حائری کی ناکامی پر شہادت ہوگی۔ہمیں تو یہ کہنا ہے کہ وہ جوابات اور گفتگو بہت قیمتی ہے جو ہم نے اُن کی بحثوں کی پول کھولنے میں کی ہے۔اس لئے لکھا گیا ہے کہ اگر موقع ملا تو قارئین کو محظوظ کرینگے۔اُن بحثوں میں حائری نے قرآن کی آیات کا ستیاناس کیا ہے۔ اور اب وہ حدیث سے اجتہاد اور تقلید کا جواز یا وجوب ثابت کرتے ہیں۔اُن کی یہ بحث پڑھیئے اور سمجھ لیجئے کہ قرآن سے بھی ایسا ہی ثبوت دیا ہوگا۔

اجتہاد اور تقلید کے جواز پر پہلی حدیث۔قارئین غور کریں کہ زمانۂ غیبت میں جواز درکار ہے

حدیث شروع ہونے سے پہلے یہ نوٹ کریں کہ مجتہدانہ زبان میں ثبوت دو طرح کے مانے گئے ہیں ایک طریقہ کو وہ ''عقلی'' ثبوت کہتے ہیں۔جس میں قرآن وحدیث کو سامنے نہیں رکھا جاتا صرف عقل کے تیر چلائے جاتے ہیں۔دوسرے طریقے کو یہ لوگ ''نقلی'' یا ''سماعی'' کہتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ان خبیثوں نے قرآن اور حدیث سے ثبوت لانے کا نام نقلی یا سماعی رکھا ہے۔اب حدیث سنئے:

و اما ادله سَمْعِیَّه احادیث

مِن جملہ آں متفق علیہ فریقین است:

حدیث اول: مرویہ نبیؐ وقتیکہ معاذ جبل را قاضیِ یمن ساخت **فَقَالَ لَهٗ النبی صلعم بِمَا تحکم یا سعد؟ قال بِمَا فِی کتاب اللّٰہِ۔ قال صلعم: فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْمَا؟ قال بِمَا فی السنة، قَال صلعم: فَاِن لَّمْ تَجِدْ؟ قَالَ اجْتَهِدُ بِرَائِ ۔فقال صلعم اَلْحمد لِلّٰہ الَّذی وَفق رَسُوْلُ رَسُوْلِهٖ بِمَا یُحِبّ اللّٰہ و رسوله؛**

حاصل آں کہ نبیؐ فرمود کہ اے سعد بچہ حکم کُنی درایشاں؟ عرض کرد بموجبِ کتاب خدا۔پیغمبرؐ فرمود اگر درآں نیافتی؟ پس بچہ حکم کُنی؟ عرض کرد بحدیث رسوؐل اللہ، پیغمبر فرمود: اگر نیافتی پس بچہ حکم کُنی؟ عرض کرد باجتہاد ورائے خود حکم می کنم۔ پس پیغمبرؐ حمد خدا کرد کہ توفیق داد مرسل پیغمبرؐ را بآں چہ محبوبِ تعالیٰ ورسوؐل اُو بود۔ دریں جا صریح اجتہاد بَرائے خود ثابت است و نبیؐ ہم براجتہاد کردن اجازت فرمود''۔

ترجمہ:اور سُنے ہوئے حدیث کے دلائل:

منجملہ اُن احادیث کے جن کو اجتہاد کے جواز میں پیش کیا جانے والا ہے تمام شیعہ سُنّی علما کی متفقہ ومسلمہ حدیث۔

پہلی حدیث، جو نبیؐ سے روایت کی گئی ہے۔اُس وقت سے متعلق ہے جب رسوؐل اللہ نے معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ کرنا طے کرلیا تھا۔تو آنحضرؐت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل سے پوچھا کہ تم اُن لوگوں میں کس چیز سے احکام نافذ کیا کروگے؟ اُس نے عرض کیا کہ میں کتاب اللہ سے حکم نافذ کیا کروں گا۔رسوؐل نے فرمایا کہ اگر تمہیں کتاب اللہ میں وہ حکم نہ ملے تو کیا کروگے؟ اس نے عرض کیا کہ پھر میں رسوؐل کی سُنت سے حکم دیا کروں گا۔آپؐ نے فرمایا کہ اگر سنت میں بھی حکم نہ ملے تو کیا کروگے؟اس نے عرض کیا کہ اس صورت میں اپنی رائے سے اجتہاد کیا کروں گا۔رسوؐل نے اللہ کی حمد وثنا کی کہ اُس نے اپنے رسوؐل کے قاصد کو وہ توفیق عطا کی جسے اللہ ورسوؐل پسند کرتے ہیں۔اس حدیث سے واضح طور پر رائے سے اجتہاد کرنا ثابت ہوگیا اور یہ بھی کہ خود نبیؐ نے بھی اجتہاد کی اجازت دے دی۔

حائری کی پیش کردہ حدیث سُنّی ریکارڈ کی بھی سند نہیں رکھتی ہے مجتہد نے ایک فریب کارانہ جھوٹ بولا ہے؛خود اپنے خلاف لکھا ہے

حائری جی نے کھلا جھوٹ لکھا ہے کہ مندرجہ بالا حدیث ''شیعہ اور سنیوں میں متفقہ طور پر صحیح تسلیم کی گئی ہے۔'' تسلیم کرنا تو الگ شیعہ حدیث کی کتابوں میں تو اس حدیث کو لیا ہی نہیں گیا۔اُدھر یہ حدیث، حدیث کی حیثیت سے بخاری ومسلم نے قبول ہی نہیں کی ہے۔البتہ علامہ ترمذی نے اس کو لکھا ہے اور تنقید کرکے اُسے غلط قرار دیا ہے۔

حائری والی حدیث ایک مردود ونامعقول روایت ہے: ترمذی کا پورا بیان سُنئے:

مَا رُوِیَ اِنَّ مَعَاذاً لَمَّا بَعَثَهٗ رسوؐل اللّٰہ اِلَی الْیَمن قَالَهٗ بِمَا تحکم؟ قال بکتاب اللّٰہِ قال فَاِن لَمْ تجِد؟ قال بِسُنَّة رَسوؐل اللّٰہ۔ قال فَاِنْ لَمْ تجِد؟ قَال اجتهد بِرَای۔ والجواب: اِنَّ الرِّوَایة ضَعِیْفَةٌ مُرْسلة۔ قال الترمذی هٰذا حَدِیْثٌ وَ اَسْنَادُهٗ عِنْدِیْ لَیْسَ بِمُتَّصِلٍ مَعَ اِنَّهٗ مَعَارِضٌ بِمَا رُوِیَ اِنَّ النبیؐ قَال لِمَعَاذ ''اُکْتُبُ اِلَیَّ لَا کُتُبُ اِلَیْکَ''

''روایت کیا گیا ہے کہ جب رسوؐل اللہ نے معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجنا چاہا تو اُس سے پوچھا کہ تم کس طرح احکام دیا کروگے؟ اُس

Presented by Ziaraat.Com

نے کہا کہ کتاب اللہ سے۔ فرمایا کہ اگر تمہیں نہ ملے؟ عرض کیا سُنت رسوؐل سے۔ فرمایا کہ اگر تجھے نہ ملے؟ کہا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ یہ روایت ضعیف ہے۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ راوی نے براہ راست یہ حدیث سُنی بھی نہیں تھی لہٰذا یہ روایت مرسل ہے۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث اور اس کی سندات متصل نہیں ہیں؛ بلکہ منقطع ہیں۔ اور میرے نزدیک یہ روایت مخالف ہے اُس حدیث کی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ رسوؐل اللہ نے معاذ سے کہا تھا کہ تم مجھ سے لکھ کر دریافت کرلیا کرنا میں تمہیں تحریری جواب دیا کروں گا۔'' (کتاب التوضیح و التلویح باب الاجتهاد، صفحه نمبر 338 اور مجمع البحرین صفحه نمبر 532)

قارئین یہ ہے شیعہ مجتہدین کی دیانت کہ قریش کی ایک خانہ ساز روایت کو''شیعہ سُنّیوں میں متفق علیہ کہہ کرفریب دیا اور شیعہ عوام کو مطمئن کر دیا کہ حدیث سے ثبوت مل گیا لہٰذا اجتہاد اور تقلید جائز ہے۔ حالانکہ روایت نہ شیعہ کتابوں میں ہے نہ صحاح ستہ میں اُس کی تصدیق کی گئی ہے بلکہ اُس پرتنقید کی گئی ہے۔ ہم نے بخاری کی احادیث سے ثابت کر دیا ہے کہ اجتہاد باطل ہے **(15۔ز)** اور یہ کہ رسوؐل اللہ خود اپنی رائے سے کوئی بات نہ کہتے تھے۔

حائری کی پیش کردہ روایت غیبتِ امام سے تعلق نہیں رکھتی اور خود حائری نے رائے سے اجتہاد کو باطل مانا ہے۔ محض دھوکا دیا ہے

حائری کی پیش کردہ روایت کا سُنّیوں میں بھی بطلان دیکھ لینے کے بعد یہ سوچیئے کہ حائری تو یہ کہہ کر چلے تھے کہ اب اُنہیں زمانۂ غیبت امام علیہ السلام میں اجتہاد وتقلید کا جواب وثبوت پیش کرنا ہے۔ مگر وہ عہدِ رسوؐل میں اجتہاد کے جواز پر ثبوت دینے بیٹھ گئے۔ اور ثبوت بھی ایسا لائے جس کو ہر جگہ سے ٹھکرایا ہوا ہے۔ پھر علامہ حائری نے تو یہ لکھا تھا کہ:

بقول حائری شیعہ مجتہدین اور کئی سُنّی فرقے رائے اور قیاس کو حرام کہتے ہیں

''مذہب اکثر صحابہ وتابعین و امامیہ، غیر ابن جنید چہ اُولحَجیّہ **غير منصوص العلّه قياس** را قائل شدہ، وجمہور اصل ظاہر واہل حدیث ثانی مذہب اکثر فرق اہلسنت۔ اما امامیہ مجمع علیہ ایشاں برتحریم وبطلان رائے وقیاس می باشد واصولئین ایشان بآں تصریح کردہ اند۔ چنانچہ درفصول الاصول وغیرآں فرمایند''**امَّا الْفَتْویٰ بالرَّای و القياس ذلک عبارة عن القول بالهوٰی ولتستهى عن القياس و الاستحسان فهو باطل عند اصولئين اجمع۔ و اما الاخذ وابالاجماع وبالكتاب والسنة و مَا يرجع اليها فهو مرغوب مطلوب بلا نزاع فلا خلاف فيه فلا يسمّى ذٰلک قولًا بالرائے۔**''

''شیعوں میں ابن جنید ہی اکیلا مجتہد ہے جس نے غیر منصوص قیاس کو حُجت مانا ہے۔ اُس کے علاوہ اکثر صحابہ کا اور تابعین اور شیعوں کا اور جمہور اہل ظاہر کا اور اکثر اہلسنت کے فرقوں کا اور اہل حدیث کا مذہب رائے اور قیاس کے خلاف ہے۔ اور شیعہ مجتہدین کے یہاں تو قیاس اور رائے کے باطل ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ چنانچہ قیاس اور رائے کو حرام مانا گیا ہے۔ اور اُن کے اصولئین نے (یعنی مجتہدین نے) اس کی وضاحت کردی ہے۔ چنانچہ کتاب فصول الاصول میں اور دوسری کتابوں میں فرماتے ہیں کہ:

''رائے اور قیاس سے فتویٰ دینا ہوائے نفسانی کے ماتحت آتا ہے۔ البتہ اُن کے یہاں اجماع، کتاب اور سنت سے اور جو اُن سے متعلق ہو اس سے حکم کا اخذ کرنا پسندیدہ اور مطلوب ہے۔ اس میں نہ اختلاف ہے نہ جھگڑا ہے اس طرح کے فتویٰ کو رائے کے ماتحت نہیں کہا جاتا۔''

یہاں قارئین کے سوچنے کی پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر حائری اینڈ کمپنی اپنے اس بیان کے مطابق واقعی رائے سے اجتہاد کو حرام سمجھتی ہے تو

Presented by Ziaraat.Com

اُنہوں نے معاذ بن جبل والی روایت کیوں لکھی تھی؟ جبکہ اُس میں اُس نے ''اپنی رائے سے اجتہاد کرنے'' کا اعلان کیا ہے؟ اور جب کہ خود رسولؐ نے (معاذ اللہ) رائے سے اجتہاد کرنے کو جائز ہی نہیں سمجھا بلکہ شکرِ خدا کر کے خدا کو بھی رائے سے اجتہاد کرنے پر خوش ثابت کر دیا؟

معلوم ہوا کہ حائری صاحب نے شیعوں کو ڈبل فریب دیا تھا۔ بہر حال یہ روایت جیسی بھی تھی مگر زمانۂ غیبتِ امامؑ علیہ السلام سے تو بہر حال اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

<u>دوسری حدیث۔ حائری شیعوں کے نام پر لاتے ہیں۔ زمانہ غیبت کا پتہ نہیں نہ اُس میں لفظ اجتہاد ہے نہ تقلید کا کہیں ذکر ہے</u>

علامہ حائری صاحب کے لئے یہ شعر صادق آتا ہے کہ:

؎ بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ   کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جس طرح علامہ نے وعدہ کے خلاف سابقہ غلط روایت کو متفقہ حدیث لکھ کر فریب دیا اور چاہا کہ کوئی یہ سوال نہ کر دے کہ جناب آپ تو زمانۂ غیبتِ امام علیہ السلام میں اُن کی طرف سے اجتہاد و تقلید کی اجازت دکھانے چلے تھے یہ معاذ بن جبل کا من گھڑت قصہ کس غرض سے لکھ دیا؟ اب پھر علامہ ایک روایت کو حدیث معصومؑ کہہ کر لکھتے ہیں جو ہماری حدیث کی معتبر ترین کتاب کافی میں نہیں ہے۔ اور ویسے بھی اس کا سر پیر نہیں۔ علامہ کی حدیث سُنیئے۔ لکھا ہے کہ:

حدیث ثانی، طرق امامیہ از آئمہ اُطہار است۔ قالوا عَلَیْنَا اِلْقَآء الاصول وَ عَلَیْکُمْ بِالتَّفْرِیع ۔ یعنی ایشاں فرمودند کہ ''بر ما واجب است کہ بشما اِلقا کنیم اصول (مسائل و احکام الٰہی را) و بر شما واجب است کہ تفریع (مسائل و احکام آں اصول) نمائید۔''

پس ایں جا بوضوح کہ تفریع و استنباط احکام از اصول ماخذیات نمایند۔

''دوسری حدیث، شیعوں کے طریقہ پر آئمہ اُطہار سے یہ ہے کہ: ''اُن سب نے فرمایا (قالوا) کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم تمہیں (مسائل و احکام الٰہی کے) اصول اِلقا کریں اور تم پر واجب ہے کہ تم (اُن مسائل اور احکام کے اصول کی) تفریع کرو۔'' پس یہاں وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ تفریع اور احکام کا استنباط ماخذوں کے اصول سے کیا جائے گا۔''

یہ تھی حائری صاحب کی دوسری حدیث۔ اس میں جو کچھ ہے اُس پر سب سے پہلی بات وہی ہے کہ اُس میں زمانہ غیبت میں اجتہاد و تقلید کا نام و نشان نہیں ہے۔ رہ گئی باقی باتیں وہ صحیح بھی ہوتیں تو ہمارے لئے بیکار تھیں۔

<u>علامہ حائری کی نام نہاد حدیث پر بہت سی باتیں کہنا اور پوچھنا ہیں</u>

دوسری بات یہ ہے کہ مجتہد صاحب نے اس نام نہاد حدیث میں اپنے پاس سے ان الفاظ کا دوہرا اضافہ کیا ہے کہ:

<u>1</u> ''مسائل و احکام الٰہی را'' (اللہ کے احکام و مسائل کو)'' اور <u>2</u> ''مسائل و احکام آں اصول'' (اُن اصول سے مسائل و احکام)''

یہ اضافہ نکال کر جو باقی رہا وہ یہ ہے کہ:

<u>1</u> ''ہم پر واجب ہے کہ ہم تم پر اصول القا کریں۔'' اور <u>2</u> ''تم پر واجب ہے کہ تم تفریع کرو۔''

اس سے ثابت ہوا کہ ہر زمانے میں اصول سے دوچار رکھنا یا ملاقات (القا) کرانا آئمہؑ کے ذمہ ہے۔ اور چونکہ شیعہ ریکارڈ میں ''اصول'' احادیث کو بھی کہا گیا ہے لہٰذا بات یہ ہوئی کہ آئمہؑ معصومین علیہم السلام خود ملاقات کر کے احادیث بیان فرمایا کریں گے۔ لہٰذا مجتہد و مقلد پر واجب ہے کہ وہ ہر

Presented by Ziaraat.Com

فتویٰ یا حکم کے لئے ایک تازہ حدیث پیش کریں اور بتائیں کہ فلاں امام نے یہ حدیث ہمیں سُنائی تھی اور اس پر ہمارا یہ عمل ہے۔اور زمانہ غیبت کی چونکہ اس میں شرط نہیں لہٰذا اُدھر اجتہاد حرام ہوگیا اور اِدھر امام العصر سے روزانہ رابطہ ثابت ہوگیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس نام نہاد حدیث میں لفظ ''قالوا'' آیا ہے۔یعنی ''اُن سب نے کہا'' سوال یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے اصول سے ملاقات کرانے کا وعدہ کیا ہے؟ اگر وہ آئمہ معصومین ہیں تو یہ حدیث نہیں ہے۔اس لئے کہ اُن سب کی طرف سے کوئی ایک حدیث بیک وقت روایت نہیں ہوئی۔نہ وہ سب ایک زمانہ میں موجود رہ کر مخاطبہ کرتے تھے۔اور نہ کوئی ایسا راوی ہوسکتا ہے جو ہر زمانہ میں رہتا اور حدیث سنتا رہا ہو۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس نام نہاد حدیث میں تو تمام شیعہ مخاطب ہیں۔سب سے کہا گیا ہے کہ ہم سب تمہیں احادیث دیا کریں گے اور تم اپنے اپنے حالات کے مطابق حسبِ ضرورت اس کو استعمال کرلیا کرنا۔لہٰذا اجتہاد و مجتہد و تقلید سب مر گئے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ یہ حدیث اگر ہے بھی تو مجتہدین و مقلدین کے لئے اس میں مندرجہ ذیل باتیں نہیں ہیں:

اول: یہ کہ اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ ہم صرف مجتہدین کو یا علما کو یا کسی طبقہ کے لوگوں کو مخاطب کررہے ہیں۔

دوم: یہ بھی نہیں کہ ہم کسی خاص زمانہ تک اصول عطا کریں گے۔اُس کے بعد اصول دینا بند کردیں گے اور اُس وقت مجتہد کو یا کسی اور کو اجتہاد کرنا چاہئے۔اور جب ہر حال میں اُن پر اصول دینا واجب ہے تو اجتہاد کی ہنڈیا نہیں چڑھتی۔

سوم: اس میں نہ لفظ اجتہاد ہے نہ استنباط ہے۔نہ تقلید ہے نہ لفظ مجتہد ہے نہ اصولِ فقہ ہے نہ اجماع ہے۔نہ قیاس منصوص العلۃ ہے۔نہ دلیل عقلی ہے۔لہٰذا مجتہدین کا سارا تانا بانا اور اصول و قواعد باطل ہوگئے۔اور یہ اُن کا حق ہے جو ہم پر ادا کرنا واجب ہے۔

تیسری حدیث نہ صرف یہ کہ اُس ثبوت سے خالی ہے جو ضروری قرار دیا تھا بلکہ وہ ناممکن الوقوع اور بے تکی بھی معلوم ہورہی ہے

یہ نام نہاد حدیث بھی ہماری معتبر کتاب میں نہیں ہے۔بہر حال حائری لکھتے ہیں کہ:

حدیث ثالث: قَالَ الباقر اجلس فی مسجد المدینۃ وَ افتَ النَّاسَ فَاِنِّی اَحبَبتُ اَن یُرٰی فی شیعتی مِثلُکَ'' یعنی اَے ابان بن تغلب بنشیں دائماً در مسجدِ نبوی صلعم وفتویٰ دہ مردم راچہ من دوست دارم کہ معائنہ شود در شیعہ مفتی مثل تو۔''

ترجمہ تیسری حدیث: امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اَے ابان بن تغلب تو ہمیشہ مسجدِ نبوی میں بیٹھا کر لوگوں کو فتویٰ دیا کر اس لئے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرے شیعوں میں تیرے مانند مفتی دنیا دیکھے۔

مجتہد صاحب کی حدیث پر ہلکی سی نظر کافی ہے

اس نام نہاد حدیث میں بھی زمانۂ غیبت کیلئے گنجائش نہیں ہے۔یہاں بھی نہ اجتہاد مذکور ہے نہ اجتہادی فتاویٰ کی اجازت ہے۔یعنی حائری صاحب کے پورے عنوان و موضوع سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔پھر اپنی اس حدیث کی عربی میں نہ ابان بن تغلب کا نام لائے نہ وہاں مسجد نبوی کی بات ہے۔وہاں تو مسجد مدینہ کا ذکر ہوا ہے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں وہاں کئی ایک مساجد تھیں۔اور اُن حضرت علیہ السلام کے زمانہ میں کسی شیعہ کا مسجد نبوی میں بیٹھ کر مذہب شیعہ کے مطابق فتویٰ دینا ایک ایسی بات ہے جسے کوئی قبول نہ کرے گا۔پھر اس مجتہد نے اپنی جیب خاص سے لفظ ''دائماً'' بڑھا کر یہ بتایا ہے کہ گویا مدینہ میں شیعوں کی بادشاہت قائم اور فتویٰ جاری تھا۔یہ باتیں پاگلوں اور چنڈو خانوں کے سوا کسی طرح مناسب ہی نہیں۔بہر حال مجتہد اس سے کچھ کم نہیں ہوا کرتے۔

Presented by Ziaraat.Com

چوتھی حدیث۔یعنی آخر حائری نے لید کردی

اب قارئین حائری صاحب کی اس کتاب میں مذکور حدیث بھی دیکھ لیں لکھا ہے کہ:

حدیث رابع: قَالَ اَنْہَاکَ خَصْلَتَیْنِ اِلٰی اَنْ قَالَ اَنْ تفْتَیَ النَّاسُ بِمَا لَا تَعْلَمُ۔

نہی می کُنم ترُا از آں کہ فتویٰ بمردم بدھی از غیر معلوم۔یعنی از غیر ماخذ کہ نمی دانی آں را۔''

چوتھی حدیث: کہا کہ میں تمہیں دو خصلتوں سے منع کرتا ہوں...... یہاں تک کہ فرمایا میں تمہیں منع کرتا ہوں کہ تم لوگوں کو ایسا فتویٰ دو جو تم کو معلوم نہ ہو۔یعنی ایسے ماخذ سے فتویٰ نہ دینا جو تو نہیں جانتا۔''

قارئین آئیں اوراجتہاد کے لئے صفِ ماتم بچھائیں اورکوئی ایسا نوحہ پڑھیں جس سے یہ پتہ لگ سکے کہ حائری صاحب قبلہ نے یہ حدیث کیوں لکھ ماری؟ اس میں تو اُن کے نظام اجتہاد وتقلید کا جنازہ نکل گیا ہے۔اس ملعون نے حدیث لکھنا شروع کی اور پہلا جملہ لکھا اور وہ بھی غلط لکھا۔اس کے بعد سلسلہ توڑ کر آخری جملہ لکھا اور وہ بھی غلط لکھا اور چل دیا۔بہر حال ہم صحیح اور پوری حدیث لکھیں گے۔فی الحال جو کچھ مجتہد نے لکھا ہے اس کی بات کیجئے۔یعنی یہ مجتہد مانتا ہے کہ اس حدیث میں ہر وہ مسئلہ بیان کرنا؛ ہر وہ فتویٰ دینا منع کر دیا گیا ہے جس کا ماخذ مسئلہ بیان کرنے والے کو یا مفتی کو معلوم نہ ہو۔اوراب یہ مجتہد اور ہر مجتہد وغیر مجتہد جانتا ہے کہ علم وفتویٰ کے ماخذ اللہ، رسولؐ اور آئمہؑ کے نزدیک صرف دو ہیں۔اور وہ ہیں قرآن اور حدیث معصومؑ اور مجتہد نے ان دونوں ماخذ کو مشکوک قرار دیا ہے اور دو عدد ماخذ قرآن کے خلاف، اورنکال لئے ہیں ایک اجماع دوسرا دلیل عقل۔ لہٰذا اس حدیث میں مجتہد کا راستہ بند ہو کر رہ گیا۔اس لئے کہ شیعہ مجتہدین کی تاریخ ولادت تین سو اُنتیس (329) ہجری ہے۔اور اس کے بعد صدیوں پیچھے یہ اجماع اور دلیل عقلی ماخذ بنائے گئے تھے۔لہٰذا کوئی سا امام بھی اُن کو ماخذ قرار نہیں دے سکتا تھا۔چنانچہ اُن حضرات کے مطلوبہ ماخذ قرآن وحدیث تھے۔لہٰذا مجتہدین کا ہر فتویٰ اور ہر مسئلہ باطل ہو گیا۔

وہ حدیث جسے شرما کر غلط لکھا اور کم لکھا۔

پوری حدیث یہ ہے:

1: رواہ عبدالرحمٰن عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: اِیَّاکَ وَ خَصْلَتَیْنِ فَفِیْہِمَا ہَلَکَ مَنْ ہَلَکَ اِیَّاکَ اَنْ تُفْتَی النَّاسُ بِرَایِکَ اَوْ تدین بِمَا لَا یَعْلَمُ۔(اصول کافی باب النہی القول بغیر علم کتاب فضل العلم)(حدیث نمبر 2)

''عبدالرحمٰن بن حجاج کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ دو خصلتوں سے بچ کر رہنا۔جو بھی تباہ ہوا وہ اُن ہی کی وجہ سے ہلاک ہوا ہے۔خبردار اپنی رائے سے لوگوں کو فتویٰ نہ دینا یا ایسی چیزوں کو دینداری کے لئے اختیار کر لو جن کو تم نہیں جانتے۔'' اور

2: عن مفضل بن یزید قال: قَالَ لِیْ ابی عبداللہؑ: اَنْہَاکَ عَنْ خَصْلَتَیْنِ فِیْہِمَا ہَلَاکُ الرجال ۔ اَنْہَاکَ اَنْ تدین بِالْبَاطِلِ وَ تَفْتَی النَّاسَ بِمَا لَا تعلم (ایضاً پہلی حدیث)(حدیث نمبر 1)

2: ''مفضل نے بیان کیا کہ مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تجھے دو ایسی خصلتوں سے منع کرتا ہوں جن میں لوگوں کی ہلاکت ہے۔تجھے منع کرتا ہوں کہ باطل کو دین میں داخل نہ کرنا اور لوگوں کو اُن ذرائع سے فتویٰ نہ دینا جن کا علم ہونا تجھے معلوم نہ ہو۔''

حائری نے نہ معلوم کہاں سے یہ دوسری حدیث ادھوری لکھی تھی۔بہر حال مجتہدین سے احادیث کو صحیح اور پورا لکھنے کی اُمید کیسے کی جا سکتی ہے جب

Presented by Ziaraat.Com

کہ وہ قرآن کی آیات کو بھی نہ پورا لکھتے ہیں نہ انہیں آیات واحادیث یاد ہوتی ہیں اور نہ ہی کاروبار اجتہاد میں قرآن واحادیث مفید ہیں۔

پانچویں حدیث۔ جو سب سے پہلی حدیث کی مخالف ہے اور ہم نے اسے بھی پوری کی پوری حدیث نمبر 1 کے ماتحت پہلے ہی لکھ دیا ہے

حدیث خامس: ”قال اَنْهَاکَ اَنْ تَفْتِی النَّاسَ بِرَایِکَ۔ نهی میکنم تُرا از فتویٰ دادن از رائے (و قیاسِ) خود۔“

ترجمہ: ”پانچویں حدیث: فرمایا کہ میں تجھے اپنے قیاس اور رائے سے فتویٰ صادر کرنے کو منع کرتا ہوں۔“

ذرا سوچئے اور کوئی مجتہد ملے تو پوچھئے کہ حائری نے اس حدیث کو کیوں لکھا تھا؟ اور کس طرح اس کو اجتہاد کے جواز میں لایا جا سکتا تھا؟ یہ حدیث تو معاذ والی سب سے پہلی حدیث کے بھی خلاف ہے اُس میں رائے سے اجتہاد کی اجازت معاذ کو ملی (معاذ اللہ) تو حائری صاحب کے لئے رائے سے اجتہاد جائز ہو گیا اور اب رائے سے اجتہاد کی ممانعت ہوئی تب بھی حائری کا اجتہاد جائز رہا۔ یہ کیا بکواس ہے؟ یہ کیا تماشہ ہے؟ یہ کون سا دین ہے؟ قارئین نے مسلسل یہ بھی دیکھا ہے کہ مجتہدین قرآن وحدیث کے ترجموں میں بھی ضرور اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس پانچویں حدیث کے ترجمہ میں بھی لفظ ”قیاس“ بڑھا دیا ہے ہم اُن کے اضافوں کو قوسین یا خط زدہ کرتے آئے ہیں۔

چھٹی اور ساتویں احادیث۔ جو مجتہد یا اجتہاد و تقلید میں مدد نہیں دیتی ہیں

یہ دونوں احادیث بھی نہ پوری لکھی ہیں نہ مجتہد کو معلوم ہے کہ وہ حدیثیں حدیث کی کون سی کتاب میں ہیں۔ یہ لوگ عموماً ایک دوسرے کی کتابوں سے نقل مارا کرتے ہیں بہر حال سُنئے لکھتے ہیں کہ:

حدیث سادس: قال علیه السلام مَنْ اَفْتَی الناس بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰه لَعُنته ملائکة الرحمة۔

یعنی ہر کہ بغیر علم وہدایت فتویٰ دہد لعنت می کنند بر اُو فرشتہائے رحمت۔

ترجمہ: ”چھٹی حدیث: (امام) علیہ السلام نے کہا کہ جو کوئی بلا علم وہدایت لوگوں کو فتویٰ دیتا ہے اس پر رحمت والے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔“

یہاں بھی حائری نے اس حدیث میں سے الفاظ ”عِلْمٍ وَلَا“ نکال دیئے اور اپنی طرف سے لفظ ”اللہ“ بڑھا دیا ہے (دیکھو کافی مذکور) اور ترجمہ میں لفظ ”علم“ لکھ گئے ہیں۔ یقین کیجئے کہ اس مجتہد نے خود کافی سے یہ حدیث یا کوئی اور حدیث نہیں لکھی بہر حال عربی کچھ اور لکھی اور ترجمہ کچھ اور کر دیا ہے۔

حدیث سابع: قَالَ مَنْ اَفْتَی الناس وَ هُوَ لا یعلم الناسخ مِنَ المنسوخ و المحکم مِنَ المتشابهة فقد هَلَکَ۔

یعنی ہر کہ فتویٰ دھد مردم را واُو نمیداند ناسخ را از منسوخ ومحکم را از متشابہ بتحقیق اُو در غایت ہلاکت یعنی در عذاب می باشد۔“

ساتویں حدیث کا ترجمہ: ”جو کوئی لوگوں میں فتویٰ دے اور ناسخ کو منسوخ سے اور محکم کو متشابہ سے الگ کرنا نہ جانتا ہو تو وہ انتہائی ہلاکت میں ہے یعنی عذاب میں مبتلا رہے گا۔

اس حدیث کے ترجمہ میں لفظ ”غایت“ اور ”عذاب“ بڑھائے بغیر حائری کا ہاضمہ درست نہ ہوا۔ یہ تھا وہ سامان جو مجتہد ابن مجتہد یعنی سید علی حائری ابن ابوالقاسم الحائری نے اجتہاد کے جواز میں لکھا تھا۔ شاید قاری حضرات بھی تقلید سے استفادہ کی بات سوچ رہے ہوں۔ بہر حال ہم یہاں اجتہاد کی گفتگو کو فی الحال روکتے ہیں۔ اگر کسی اور خطبے میں اجتہاد کا ذکر ہوا تو مزید سامانِ تواضع پیش کریں گے۔ خطبہ نمبر 18 کی تشریحات بھی یہاں روکی جاتی ہیں۔ والسلام

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 19

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر:19

خُطبہ ﴿19﴾

(1) حضرت علی علیہ السلام کو صورت شکل، ظاہری خلوص وخدمت دھوکا نہ دے سکتی تھی؛

(2) وہ غداروں، دروغ بافوں، کفار اور منافقوں کو انتہائی اور سخت ضروری حالات میں بے نقاب کرتے تھے؛

(3) اشعث ابن قیس، نسلِ مرتضویؑ کا، ابوبکر وعمر وعائشہ سے بھی، سنگین مگر درپردہ، بڑا دشمن تھا۔ لہٰذا؛

(4) تمام راہوں سے ناکام ہوکر قتل کی سازش کی اور اپنی اولاد میں ایک کامیاب وصیت وعداوت چھوڑ گیا۔ لہٰذا؛

(5) عائشہ نے آنحضرتؐ کو زہر دیا تھا تو اشعث کی بیٹی نے اپنے شوہر، فرزندِ علیؑ، امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زہر دیا تھا (وغیرھا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَا یُدۡرِیۡکَ مَا عَلَیَّ مِمَّا لِیۡ؟	1	تجھے یہ حقیقت کون سے مادّی ذرائع (درایت) سے معلوم ہوسکتی ہے کہ کون سی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی میرے خلاف ہے؟
عَلَیۡکَ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ وَ لَعۡنَۃُ اللّٰعِنِیۡنَ؛	2	تجھ پر اللہ کی لعنت ہو اور تمام لعنت کرنے والوں کی بھی لعنتیں ہوتی رہیں۔ (بقرہ 2/159)
حَآئِکُ ابۡنُ حَآئِکٍ؛	3	او! دروغ باف کے فرزند دروغ سازی کرنے والے۔
مُنَافِقُ ابۡنُ کَافِرٍ؛	4	او! حق پوش کے بیٹے جعل ساز۔
وَاللّٰہِ لَقَدۡ أَسَرَکَ الۡکُفۡرُ مَرَّۃً وَّ الۡاِسۡلَامُ اُخۡرٰی فَمَا فَدَاکَ مِنۡ وَّاحِدَۃٍ مِنۡھُمَا مَالُکَ وَ لَا حَسَبُکَ؛	5	خدا کی قسم تجھے ایک مرتبہ حق پوشی نے گرفتار کیا اور دوسری دفعہ تجھے اسلام نے پھانس لیا چنانچہ دونوں میں سے ایک دفعہ بھی نہ تیرا مال تجھے اُن سے بچاسکا نہ تیرا حسب ونسب ہی تیرے کام آیا۔
وَ اِنَّ امۡرَأً دَلَّ عَلٰی قَوۡمِہِ السَّیۡفَ؛	6	اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص اپنی قوم کو دشمن کی تلواروں کا لقمہ بنادے اور یوں انہیں تہہ تیغ کرادے؛
وَ سَاقَ اِلَیۡھِمُ الۡحَتۡفَ؛	7	اور اپنی قوم کی طرف جان بوجھ کر موت کی تباہی کو ہانک لائے؛
لَحَرِیٌّ اَنۡ یَّمۡقُتَہُ الۡاَقۡرَبُ؛	8	یقیناً وہی آدمی تو ہے جس سے اس کے قریب ترین واقفکار لوگ نفرت و عداوت رکھیں۔
وَ لَا یَامَنَہُ الۡاَبۡعَدُ O	9	اور دُور پار کے لوگ بھی اُس سے ہمیشہ خطرہ محسوس کرتے رہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

حضرت رضی رضی اللہ عنہ کا تشریحی نوٹ:

اَقُوْلُ: یُرِیْدُ (علیه السلام) اَنَّهٗ اُسِرَ فِی الْکُفْرِ مَرَّةً وَّ فِی الْاِسْلَامِ مَرَّةً؛ وَ اَمَّا قَوْلُهٗ (علیه السلام) دَلَّ عَلٰی قَوْمِهِ السَّیْفَ؛ فَاَرَادَ بِهٖ حَدِیْثًا کَانَ لِلْاَشْعَثِ مَعَ خَالِدِ ابْنِ الْوَلِیْدِ بِالْیَمَامَةِ غَرَّفِیْهِ قَوْمَهٗ، وَ مَکَرَ بِهِمْ حَتّٰی اَوْقَعَ بِهِمْ خَالِدٌ، وَ کَانَ قَوْمُهٗ بَعْدَ ذٰلِکَ یُسَمُّوْنَهٗ عُرْفَ النَّارِ وَ هُوَ اِسْمٌ لِلْغَادِرِ عِنْدَهُمْ؛

''سید رضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اشعث ایک مرتبہ گرفتار کیا گیا کفر میں اور ایک دفعہ گرفتار ہوا اسلام میں۔ اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ جو شخص اپنی قوم کو تلوار کی باڑھ پر رکھوا دے۔ یہ اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں اشعث نے خالد بن ولید سے سازش کر کے یمامہ میں اپنی قوم کو فریب دیا تھا اور اُن سے مکر کیا تھا اور خالد نے اُس کی قوم کا قتل عام کر دیا تھا۔ اور اُس نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی جان بچالی تھی۔ اس غداری کے بعد اشعث کی قوم نے اُس کو عُرفُ النار کا نام دیا تھا جو اُن کے یہاں غدّار کے لئے بولا جاتا ہے۔''

1۔ اشعث بن قیس ہوں یا دوسرے قریشی صحابہ ہوں وہ سب رسالت اور امامت محمدؐ اور علیؑ کے دشمن تھے خواہ دشمنی پوشیدہ رہی ہو

قبیلہ کندہ کے ایک شاطر اور جاہ پرست شخص کا نام اشعث بن قیس تھا جو حضر موت کے علاقے میں آباد تھا۔ اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لایا تھا۔ جب ابوبکر کی خلافت کے انکار پر سارا عرب اٹھ کھڑا ہوا تو یہ شخص بھی مع اپنے قبیلے کے تیغ بکف میدان میں آیا جنگ کی، شکست کھائی۔ پھر اپنے قبیلے کے خلاف بکری افواج کے کمانڈر سے ساز باز کر کے قبیلے کا قتل عام کرا کے اپنے خاندان کو بچالیا۔ مدینہ میں آیا اور خلیفہ سے ساز باز کی اور بدلے میں ابوبکر کی حقیقی بہن اُم فروہ بنت ابوقحافہ کا شوہر بنا اور اب وہ حکومت کا مستقل وفادار و راز دار تھا۔ ابوبکر وعمر کے مشیروں میں رہا تھا۔ خلیفہ دوم وسوم کے زمانہ میں عزت و مال و دولت اور عہدوں پر فائز رہا۔ عثمان نے اسے آذر بائیجان اور آرمینیہ کے صوبوں پر گورنر بنائے رکھا۔ حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہوئے تو گورنری سے معزول ہو کر قریش کے اُس محاذ میں شریک ہو گیا جس کا کام حضرت علیؑ کے خلاف داخلی تخریب و فتنہ سازی تھا۔ حضرت علیؑ کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے ہر وہ کام کیا جو اس ایسے دانشور اور شاطر کے لئے ممکن تھا۔ موقع کی موزونیت کا منتظر رہا اور جنگ صفین کے آخری دن سے پہلے تک بڑے سے بڑے دانشوروں کو یہ پتہ نہ چلنے دیا کہ وہ دشمن ہے۔ میدان جنگ میں مالکؓ اشتر کی طرح جم کر جنگ کرتا اور اپنے قبیلے کے باقی ماندہ لوگوں کو بھی لڑاتا تھا۔ خصوصاً اس وقت جب کہ معاویہ نے دریا کے بند توڑ کر افواجِ مرتضوی کو اس دھوکے میں مبتلا کر دیا تھا کہ بند ٹوٹتے ہی وہ سب بہہ جائیں گے اور وہ حضرت علی علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود بھی اپنے خیمے اُٹھا کر دوسری جگہ چلے گئے تھے اور معاویہ نے اپنی فوج کو اُن کی جگہ پڑاؤ ڈلوا دیا تھا۔ چنانچہ پھر حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ معاویہ کی فوج کو وہاں سے اُٹھا دیا جائے اور اپنی فوج کو وہیں خیمہ زن کیا جائے۔ یہ موقع تھا جب مالکؓ اشتر اور اشعث نے جا کر معاویہ کی فوج کو وہاں سے ہٹنے پر مجبور کیا تھا۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام اُس کی اور داخلی قریشی محاذ کے ہر ہر فرد کی قلبی حالت جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اشعث کی اولاد کے ہاتھوں حضورؐ کی اولاد و خاندان پر کیا کیا مظالم و مصائب ٹوٹنا تھے۔ اور جب جنگ صفین میں اُس کی دشمنی کھل کر سامنے آئی اور مالکؓ اشتر نے اُسے قتل کرنا چاہا تو مالکؓ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے مستقبل میں آنے والے حالات سُنا دیئے تھے۔ اُس نے اپنا اعتماد بڑھانے کے لئے اپنی ایک بیٹی جعدہ

Presented by Ziaraat.Com

بھی حضرت حسنؑ سے منسوب کر رکھی تھی۔ اُسے اِن تمام منافقانہ خدمات کے باوجود جولاہا اور منافق ابن کافر فرما دیا ہے۔ جلاہا اس لئے کہ وہ سازش کا جال بننے میں وراثتاً ماہر تھا۔ منافق اس لئے کہ وہ مستقلاً حضرت علیؑ کے ساتھ رہنے کے لئے نہ آیا تھا بلکہ قریشی مشن کی تکمیل کے بعد واپس جانے کا راستہ تیار کئے ہوئے تھا۔ کافر کا بیٹا اس لئے کہ اس کا باپ اسلام نہ لایا تھا۔ اور یہ سب کچھ اس لئے فرمایا کہ وہ غصہ اور حمیت کی بنا پر اپنی دشمنی ظاہر کر دے اور سُننے والوں پر حقیقت کھلتی رہے اور اعتماد کا وزن کیا جاتا رہے۔ مگر اشعث تھوڑے پانی میں نہ تھا۔ غصہ تو بڑی احمقانہ حرکت ہوتی اُس نے حضورؑ کے سامنے یا پیٹھ پیچھے کبھی پیشانی پر بل تک بھی نہ پڑنے دیا۔ مفتی اور دیگر مترجمین نے اُسے حماقت میں ضرب المثل مانا ہے جو اُن کی اپنی حماقت کی دلیل ہے۔ ثلاثہ اینڈ کمپنی احمقوں کو گورنر نہ بنا سکتی تھی۔ عہد عثمانی میں اشعث ایک نہیں دو صوبوں کا گورنر تھا۔ وہ قوم کا سردار تھا۔ احمق نہ سردار ہوتے ہیں نہ احمقوں کو سردار بنایا جاتا ہے۔ اس نے اپنی قوم کے خلاف سازش کی۔ اُس نے پہلے خلیفہ سے ساز باز کی اور اُس کا بہنوئی بنا۔ اس کی سازش سے جنگ صفین ناکام ہوئی۔ معاویہ کامیاب ہوا۔ کیا ایسی سازشیں احمق لوگ کیا کرتے ہیں؟ اسی بنا پر ہم نے حائک کے معنی سازشی جال بننے والا کر لئے ہیں۔

(الف) مترجمین اور مفتی کی احمقانہ ترجمانی

یہاں ایک پہلو اور دیکھیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے اشعث بن قیس کے لئے فرمایا ہے کہ:

وَاللّٰہِ لَقَدْ اَسَرَکَ الْکُفْرِ مَرَّۃً وَّالْاِسْلَامُ اُخْرٰی۔ فَمَا فَدَاکَ مِنْ وَّاحِدَۃٍ مِّنْھُمَا مَالُکَ وَ لَا حَسْبُکَ (خطبہ 19، جملہ نمبر 5)

مفتی کا ترجمہ: ''تُو ایک دفعہ کافروں کے ہاتھوں میں اور ایک دفعہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا۔ لیکن تجھ کو تیرا مال اور حسب اس عار سے نہ بچا سکا۔'' (ترجمہ نہج البلاغہ طبع اول جلد اول صفحہ 130)

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس جملے میں نہ لفظ ''کَافِرِیْنَ'' ہے نہ لفظ ''مُسْلِمِیْن'' ہے۔ وہاں تو گرفتار کرنے والوں کو ''اَلْکُفْر'' اور ''اَلاِسْلام'' فرمایا ہے۔ یعنی تجھے ایک دفعہ کفر نے گرفتار کیا تھا۔ یعنی تجھے کافر بنا دیا تھا۔ اور ایک دفعہ اسلام نے گرفتار کیا تھا یعنی مسلمان بنایا تھا۔ الکفر کے معنی کافروں نہیں ہو سکتے اور الاسلام کے معنی مسلمانوں نہیں ہوتے۔ اب ہمارے ترجمہ پر دوبارہ غور فرمائیں۔ مطلب یہ ہے کہ تُو کفر کے ہاتھوں میں قید تھا اب اپنے خیال میں کفر سے چھوٹ کر اسلام میں آ گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تو بدستور کفر کی قید میں ہے۔ اسلام نے بھی تجھے پھانس لیا ہے۔ تو اپنا سارا زور لگا کر، مال و متاع خرچ کر کے اور خاندانی اثر و رسوخ استعمال کر کے بھی اب رہائی نہیں پا سکتا ہے۔ اور کوئی صورت تیرے فدیے کی تیرے قابو میں نہیں ہے۔ تاحیات تو کفر و اسلام کے ہاتھوں میں قیدی رہے گا۔ نہ کفر تجھے فائدہ پہنچائے گا۔ نہ اسلام تیرے کام آئے گا۔ اس لئے کہ تو نہ کافر ہے نہ مسلمان ہے۔ تُو تو دونوں کا قیدی ہے۔ یعنی دونوں کے نزدیک مجرم اور قابل سزا ہے۔ یہ بھی نوٹ کر لیں کہ اشعث بن قیس کوفہ میں عبدالرحمٰن ابن ملجم کے ساتھ موجود تھا اور اُسے تاکید کر رہا تھا کہ صبح صادق سے پہلے پہلے حملہ کر دے۔

(ب) خطبہ میں مخاطب شخص ایک قاتل، قاتلوں کا باپ، غدارِ قوم، قوم کا قتل عام کرانے والا منافق وملعون ہے

اشعث بن قیس ہی نے حضرتؑ پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ ''یہ بات تو خود آپؑ کے خلاف پڑتی ہے۔'' یہ اعتراض سُن کر حضورؑ نے اس خطبہ میں وہ سب کچھ فرما دیا جواب تک نہ کہا تھا اور اُسے اُس کے سابقہ اور آئندہ حالات پر متنبہ کر دیا۔ قصہ یہ تھا' (اور وہ خطبہ نمبر 119 کی ذیل میں بیان بھی ہوگا) کہ ایک شخص نے حضورؑ سے یہ پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ پہلے تو آپؑ نے ہمیں قرآن کی تحکیم سے منع کیا اور پھر اُس کا حکم بھی

Presented by Ziaraat.Com

دے دیا تھا؟ معلوم نہیں ان دونوں احکام میں سے کون سا حکم زیادہ بہتر تھا؟ یہ سُن کر حضورؑ نے بطور افسوس اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور یہ جملہ فرمایا کہ:

''هٰذَا جَزَاءُ مَنْ تَرَکَ الْعُقْدَةَ'' (خطبہ نمبر 119) ''جو پختہ اور صحیح عہد کو توڑ ڈالے اُس کی جزا یہی ہوتی ہے۔''

اشعث چونکہ گورنری سے معزولی کا کینہ اور دشمنی رکھتا تھا اس لئے بھرے مجمع میں جُملے کا مطلب سمجھے بغیر اعتراض کر بیٹھا۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے اس کا قلبی بغض و عداوت اُس کے منہ سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا۔ اور وہ جملے ارشاد فرما دیئے جو اس خطبہ کی صورت میں آپ کے سامنے ہیں۔ اور جن کی تشریح میں ہمیں سب سے پہلے یہ طے کر کے چلنا ہے کہ آیا اشعث بن قیس کوئی بے وقوف و احمق شخص تھا؟ یا ایک نہایت زیرک، دانشور اور صاحبِ علم و بصیرت آدمی تھا؟ یہ سوال ہم نے اس لئے اُٹھایا ہے کہ تمام مترجمین اشعث کو ایک حد بھر بے وقوف و سادہ لوح اور احمق شخص لکھتے چلے آئے ہیں۔ اور افسوس یہ ہے کہ یہ حماقت خود حضرت علی علیہ السلام کے سر لگاتے ہیں۔ یعنی نہ حضرتؑ نے اُسے ''حائک'' کہا ہوتا نہ ہم اُسے بیوقوف قرار دیتے۔ مطلب یہ ہوا کہ حضورؑ کا اُسے حائک کہنا اس بات کی دلیل اور ثبوت بن گیا کہ اشعث یقیناً احمق تھا۔

(ج) مفتی جعفر چند اور شارحینِ نہج البلاغہ کی حماقتوں کی تصدیق میں حماقت کرتے ہیں

مفتی جعفر حسین نے چند سابقہ شارحین کی وہ تین وجوہات لکھی ہیں جو اُن کے خیال میں اشعث کو حائک کہنے کے لئے موزوں تھیں۔ تیسری وجہ لکھتے ہوئے تیسری وجہ کی تصدیق کے ساتھ لکھا ہے کہ:

''تیسری وجہ یہ ہے اور یہی زیادہ نمایاں اور واضح ہے کہ اُس کی حماقت و دُنایت (کمینہ پن) ظاہر کرنے کے لئے اُسے ''جولاہا'' کہا ہے۔ چونکہ ہر دُنی اور فرومایہ کو مثل کے طور پر جولاہا کہہ دیا جاتا ہے۔ اُن کے فہم و فراست کا یہی عروج کیا کم تھا۔ کہ اُن کی حماقتیں ضرب المثل بن چکی تھیں جب کہ کسی خصوصی امتیاز کے بغیر کوئی چیز ضرب المثل کی حیثیت حاصل نہیں کیا کرتی۔ کہ امیر المومنینؑ نے بھی اس کی توثیق فرما دی جس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔'' (ترجمہ نہج البلاغہ جلد اول صفحہ نمبر 133)

قارئین نے مفتی صاحب وغیرہم کے چند فیصلے دیکھ لئے۔ اول یہ کہ لفظ ''حائک'' کے معنی ''جولاہا'' ہی ہیں۔ حالانکہ حائک کہنے کی دوسری وجہ میں ''غرور سے جھوم جھوم کر یا بَل کھا کھا کر'' چلنا بھی لکھا ہے۔ دوم یہ کہ حضرت علی علیہ السلام نے بھی اُسے حائک بمعنی جولاہا کہا ہے اور جولاہا کہہ کر اُس کی حماقت پر طنز کیا ہے۔ اور سوم یہ کہ جولاہے ضرب المثل کی حد تک بے وقوف و احمق ہوتے ہیں۔ انا لِلّٰهِ و اِنَّا الیه راجعون

(د) اشعث بن قیس کچھ بھی تھا مگر وہ ہرگز احمق و جاہل ہی نہ تھا

اشعث بن قیس کا احمق نہ ہونا بلکہ چالاک و مکار ہونا خود حضرت رضی رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے اور مفتی جعفر کے ترجمہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت رضیؒ نے اس خطبے کے بعد اپنے ریمارکس یوں لکھے ہیں کہ:

(ہ) حضرت رضیؒ کے ریمارکس خطبہ نمبر 19 کے بعد دیکھتے چلیں

''اقول: يُرِيْدُ (علیه السلام) اَنَّهُ اُسِرَ فِي الْكُفْرِ مَرَّةً وَّ فِي الْاِسْلَامِ مَرَّةً وَ اَمَّا قَوْلُهُ (علیه السلام) دَلَّ عَلٰى قَوْمِهِ السَّيْفَ فَاَرَادَ بِهِ حَدِيْثاً كَانَ لِلْاَشْعَثِ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ بِالْيَمَامَةِ غَرَّ فِيْهِ قَوْمَهُ، وَ مَكَرَ بِهِمْ حَتّٰى اَوْقَعَ بِهِمْ خَالِدٌ، وَ كَانَ قَوْمُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يُسَمُّوْنَهُ عُرْفَ النَّارِ وَهُوَ اسْمٌ لِلْغَادِرِ عِنْدَهُمْ۔ (نہج البلاغہ علامہ علی نقی طہرانی جلد اول)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر نے اس عربی کا اپنی نہج البلاغہ میں ترجمہ لکھا ہے

’’سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ ایک دفعہ کفر کے زمانہ میں اور ایک دفعہ اسلام کے زمانہ میں اسیر کیا گیا تھا۔ رہا حضرتؑ کا یہ ارشاد کہ ’’جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلوا دے‘‘ تو اس سے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو اشعث کو خالد بن ولید کے مقابلے میں یمامہ میں پیش آیا تھا کہ جہاں اُس نے اپنی قوم کو فریب دیا تھا اور اُن سے چال چلی تھی۔ یہاں تک کہ خالد نے اُن پر حملہ کر دیا اور اس واقعہ کے بعد اُس کی قوم والوں نے اس کا لقب عُرفُ النّار رکھ دیا اور یہ اُن کے محاورے میں غدّار کے لئے بولا جاتا ہے۔‘‘ (ترجمہ مفتی جلد اول صفحہ نمبر 130)

قارئین دیکھ لیں کہ السید رضی رضی اللہ عنہ کی سند سے اس احمق مجتہد نے اشعث بن قیس کو ’’فریب کار‘‘ لکھا اور کامیاب ’’چال چلنے والا‘‘ مانا اور رضیؒ صاحب کی عربی میں اُسے ’’مکار‘‘ لکھا ہوا دیکھا۔ اس کے بعد بھی یہ عقلمند مجتہد اشعث کو ایک مثالی احمق لکھتا اور مانتا ہے۔‘‘؟

(و) تدبیریں سوچنے اور اُنہیں پروان چڑھانے والا اور سازباز کرنے والا ہرگز احمق نہیں ہوسکتا

پھر یہی مفتی تاریخی واقعہ لکھتے ہوئے یہ الفاظ اور سطریں بھی لکھتا ہے کہ:

’’اشعث نے سوچا کہ وہ اس بے سروسامانی کے عالم میں کب تک قلعہ میں محصور رہ سکتا ہے؟ رہائی کی کوئی تدبیر کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ چپکے سے ایک رات قلعہ سے باہر نکلا، زیاد اور مہاجر سے جا کر ملا اور اُن سے یہ سازباز کی کہ اگر اُسے اور اُس کے گھر کے نو آدمیوں کو امان دے دی جائے تو قلعہ کا دروازہ کُھلوا دے گا۔ اُنھوں نے اس شرط کو مان لیا۔ اور اُس سے کہا کہ اُن آدمیوں کے نام ہمیں لکھ کر دے دو......اپنی قوم سے جا کر کہا کہ میں تمھارے لئے امان لے آیا ہوں قلعہ کا دروازہ کھول دو۔ جب دروازہ کھول دیا گیا تو زیاد کی فوج اُن پر ٹوٹ پڑی۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو امان کا وعدہ کیا گیا تھا۔ زیاد کی سپاہ نے کہا غلط، اشعث نے صرف اپنے گھر کے دس آدمیوں کے لئے امان چاہی تھی۔ جن کے نام ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ غرض کہ آٹھ سو آدمیوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔ اور کئی عورتوں کے ہاتھ قلم کئے گئے۔‘‘ (مفتی جلد اول صفحہ نمبر 134)

قارئین بتائیں کہ کیا احمق جولاھے ایسے ہی ہوتے ہیں کہ وہ آزادی کی تدبیریں سوچیں؟ بلا خوف رات کو دشمن کے کیمپ میں جا کر سردار فوج سے ملیں اور سازباز کریں اور ہزار آدمیوں کے قتل کے بدلے میں آزادی حاصل کر لیں؟

(ز) کیا خلفائے ثلاثہ کے گورنر احمق لوگ ہوسکتے تھے؟

اب یہ سوچیئے کہ یہ اشعث عثمان کی خلافت کے دوران دوصوبوں کا بہ یک وقت گورنر رہا تھا اور عہدِ مُرتضویؑ تک برابر گورنر تھا۔ اور گورنری سے معزولی ہی کی بناء پر وہ علیؑ اور خاندانِ علی علیہم السلام کا دشمنِ جانی ہو گیا تھا لیکن اُس کے کسی فعل یا قول سے یہ کئی پُشتوں تک چلنے والی قاتلانہ عداوت کبھی ظاہر نہ ہونے پائی اور وہ حضرت علی علیہ السلام کے صحابہ کے نزدیک ایک پُرخلوص صحابی تھا۔ کیا احمق لوگ اتنے محتاط ہوسکتے ہیں؟

2۔ حضرت علیؑ کے الفاظ تو اشعث کی بصیرت کو ایک غیب دان، کاھن اور منطقی کے مقام تک بلند کر کے دکھاتے ہیں؟

چونکہ اشعث نے ایک ایسی بات کہی تھی جس کے کہنے کے لئے علم غیب کی ضرورت ہے۔ ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو پیشنگوئی کر سکتا ہو۔ جو بات میں سے بات نکال کر صغریٰ و کبریٰ مرتب کر سکتا ہو اور پھر صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا ہو۔ اس لئے حضورؑ نے یہ سوال کیا کہ:

مَا یُدْرِیْکَ مَا عَلَیَّ مِمَّا لِیْ؟ ’’وہ کون سے مادی دلائل اور اصولِ درایت ہیں جو تجھے اس نتیجہ پر پہنچاتے ہیں کہ

Presented by Ziaraat.Com

میرے لئے فلاں بات مفید ہے اور فلاں بات مضر ہے یا فلاں بات میرے حق میں ہے اور فلاں میرے خلاف ہے؟''

قارئین غور فرمائیں کہ کیا حضرت علی علیہ السلام سے ایسی بات ایک احمق شخص کہہ سکتا تھا؟ اور کیا حضرت علیؑ کسی احمق سے ایسا سوال کر سکتے تھے؟؟؟ اشعث کی بات اور مولّٰی کا سوال اس کی عقلمندی اور بصیرت پر گواہ رہیں گے۔ پھر آپؑ نے قرآن کے الفاظ میں اس پر لعنت بھیجی ہے۔ اور اللہ نے جس پر سب سے پہلے لعنت کی تھی وہ کوئی بھولا بھالا، سیدھا سادہ احمق شخص نہ تھا۔ وہ ابلیس تھا جسے اہلِ خرد عموماً اور پرویز خصوصاً ''مجسمۂ عقل بے باک'' کہتے ہیں۔ یاد رکھو اور نوٹ کرو کہ بھولے بھالے اور احمق و سادہ لوح لوگوں پر نہ لعنت بھیجی گئی ہے اور نہ انہیں بُرا کہنا جائز ہے۔ یُوں بھی اشعث احمق ثابت نہ ہوا بلکہ ابلیس اور اُس کے تیار کردہ مجتہدین کے ہم پلہ عقلمند ثابت ہوا۔ پھر اُسے اور اس کے باپ کی شان میں فرمایا کہ: حَائِکُ ابْنُ حَائِکٍ ''اُو دروغ باف کے فرزند دروغ سازی کرنے والے''۔

3۔حَآئِکُ کے معنی جولاہا نہیں، جولاہے کو تمام عرب نَسَّاجٌ اور جولاہے خانہ کو مِنۡسَجٌ کہتے ہیں

یہاں رُک جائیے اور بتائیے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ہرگز نہ اشعث کو جولاہا کہا اور نہ وہ اور نہ اُس کا باپ جولاہا تھا۔ یہ ایک تہمت ہے جو قریشی اسکیم کے ماتحت حضرت علیؑ پر لگائی گئی اور تو اور خود اپنوں نے اس تہمت کو پُختہ کر لیا۔ دو تین مختلف معنی تو خود اُن مترجمین اور شارحین ہی نے حـــائِک کے لکھ دیئے ہیں۔ اب ہم آئندہ کے لئے اس گنجلک اور تہمت وحماقت کو ختم ہی کر دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل الفاظ کو باری باری اور غور سے دیکھیں:

1 نَسَجَ اُس نے بُنا۔	2 نَسۡجٌ بُنّا۔
3 نَسِیۡجُ الۡعَنۡکَبُوۡت مکڑی کا جالا۔	4 نِسَاجَۃٌ بُننے کا پیشہ، جلاہے کا پیشہ، بُننے کا ہُنر۔
5 نَسَّاجٌ جلاہا؛ بُننے والا۔	6 نِسِیۡجٌ بُنا ہوا کپڑا، یا دری، یا جانماز، یا چٹائی۔
7 نُسُجٌ (نَسِیۡج کی جمع) بُنے ہوئے کپڑے، دریاں وغیرہ۔	8 مَنۡسَجٌ یا مِنۡسَجٌ یا مِنۡسَاجٌ کرگھے یعنی کپڑے بُننے کا آلہ (LOOM) یا مشین۔
9 مَنۡسُوۡجٌ بُنا ہوا۔	

یہ نو الفاظ دکھا کر تمام علما یا تمام عربوں سے کہئے کہ وہ ح۔و۔ک کے مادّہ سے بننے والے الفاظ مثلاً لفظ ''حَـــائِکُ'' (جولاہا یا بُننے والا) کی طرح کے الفاظ اِن نو الفاظ کے سامنے اسی طرح فِٹ کر دیں جیسے لفظ ''حَـــائِکُ'' نمبر5 کے سامنے صحیح بیٹھتا ہے۔ یہ سمجھا کر اُن کا سکڑتا ہوا، رنگ بدلتا ہوا، اُترتا اور چڑھتا ہوا چہرہ دیکھتے رہیں۔ جب وہ ہینڈس اَپ (Hands Up) کر لیں تو بتائیے کہ عربی زبان میں ایک مصدر سے دو مختلف معنی یا دو مصدروں سے ایک ہی معنی نہیں نکلتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ قریشی سازش نے عربی زبان کے استقلال کو تباہ کرنے کی صدیوں کوشش کی ہے مگر وہ تباہ نہیں ہوا ہے۔ اگر مادہ ح۔و۔ک سے یا مصدر حَوۡکًا یا حِیَاکًا یا حِیَاکَۃً سے وہ معنی نکلتے ہیں جو ہم نے نو الفاظ کے سامنے لکھے ہیں تو نکال کر دکھائیے۔ اُن کو بتائیے کہ لفظ ''حَائِکٌ'' کپڑے بُننے والے یا جلاہے کے لئے ایجاد نہیں ہوا تھا۔ اُس کیلئے تو نَسَّاج ہی ہے۔ البتہ:

1 ''اسکیموں کا جال بُننے والا''، 2 ''دروغ بافی'' کرنے والا،

3 ''افترا پردازی'' کرنے والا، 4 ''لفظی تُک بندی'' کرنے والا؛ خیالی بلند پروازی کرنے والا'' ضرور حائک کہلائے گا۔

یہی ہوا اشعث بن قیس کے ساتھ۔ اُس نے بلا کسی مادی دلیل و درایت کے ایک فیصلہ بُن لیا تھا۔ اس لئے اُسے اور اُس کے والد کو جھوٹی

Presented by Ziaraat.Com

باتیں گھڑنے والا فرمایا گیا نہ کہ جُلاہا؟ وہ ایک لیڈر تھا۔ سردارِ قوم تھا۔ مکر وفریب پر حاوی تھا۔ حضرت علی علیہ السلام اُس کے لئے ایک کھُلا لفظ ہرگز نہیں بول سکتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ منصوبوں اور اسکیموں کا تانا بانا بُنتا تھا۔ مگر وہ بُننا ذہنی، خیالی، نظری اور مابعدالطبیعاتی (Abstract) ہوتا تھا۔ نہ کہ کھڈی میں بیٹھ کر کپڑا بُننا۔ اور تانا ایں تنیندا جی۔ بانا ایں بُنیندا جی، گُنگُنانا؟۔

چنانچہ حضوؑر نے پہلے اُس سے اُس کے مادی دلائل و درایت (Rational reasoning) پر بہت اونچا اور منطقیانہ سوال اور اعتراض کیا۔ پھر اُسے ابلیس کے برابر کھڑا کر کے ایک حسین وخوشنما منصوبہ ساز فرمایا (خطبہ 19، جملہ 1۔2) اِس کے بعد اُسے اپنے معاملے میں دروغ باف ودروغ ساز قرار دیا (خطبہ 19، جملہ 3) پھر اُس کا کاروبار ہی جعلسازی، اندر کچھ باہر کچھ، ظاہر کچھ باطن کچھ، یعنی منافق فرمایا اور چونکہ منافق چند حقائق کو چھپایا کرتا ہے اسلئے اُسے کافر کا بیٹا بھی بتایا (خطبہ 19، جملہ 3) اور وہ خود بخود کافر زادہ یعنی کافر یعنی حق پوش بھی ثابت ہو گیا۔

4۔ حضرت علیؑ نے اُسے گرفتار کرنے والوں کو نہ کافر فرمایا نہ مسلم قرار دیا

یہاں پھر رُک جایئے اور سوچئے کہ حضوؑر نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ ''تو ایک دفعہ کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور ایک دفعہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا''، حضوؑر نے اُسے پکڑنے والوں کو نہ کافر فرمایا اور نہ مسلمان قرار دیا۔ بلکہ اُسے پکڑنے والوں کو کفر واسلام فرمایا ہے یعنی وہ نہ دل سے کافر تھا نہ مسلم تھا۔ اس لئے کہ مجتہدین یا منصوبہ ساز لوگوں کا درحقیقت کوئی مذہب نہیں ہوا کرتا۔ اگر اُن کی اسکیم کفر میں رہ کر پروان چڑھتی ہو تو وہ کافروں میں رہا کرتے ہیں ورنہ مسلمانوں میں اپنا کاروبار کرنے لگتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ تجھے کفر نے پکڑا تھا تو اپنے خیال میں کفر سے چھوٹ کر اسلام میں آیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تو بدستور کفر کے ہاتھوں میں قید ہے اسلام نے بھی تجھے پھانس رکھا ہے۔ تو اپنا سارا زور لگا کر، مال و متاع خرچ کر کے اور خاندانی اثر ورسوخ کو صرف کر کے بھی اب رہائی نہیں پا سکتا ہے اور کوئی صورت تیرے فدیہ کی تیرے قابو میں نہیں ہے۔ تا حیات تو کفر واسلام کے ہاتھوں میں قیدی رہے گا۔ نہ کفر تجھے فائدہ دے گا نہ اسلام تیرے کام آئے گا۔

وَ اللّٰہِ لَقَدْ اَسَرَکَ الْکُفْرُ مَرَّۃً وَ الْاِسْلَامُ اُخْرٰی فَمَا فَدَاکَ مِنْ وَّاحِدَۃٍ مِنْھُمَا مَالُکَ وَ لَا حَسَبُکَ۔

''خدا کی قسم تجھے ایک دفعہ حق پوشی نے گرفتار کیا اور دوسری مرتبہ تجھے اسلام نے پھانس لیا چنانچہ دونوں میں سے ایک دفعہ بھی نہ تیرا مال تجھے اُن سے بچا سکا اور نہ تیرا حسب ونسب ہی تیرے کام آیا''(خطبہ 19 جملہ 5)

اور آخر اُسے گئی گزری اور اُس کی بے رحمی اور غدّاری یاد دِلا دی اور بتا دیا جو شخص اپنی قوم کا قتلِ عام کرا کر اپنی جان بچالے اُس سے اپنے پرائے ہر کسی کو ہر وقت خطرہ محسوس کرنا چاہئے۔

وَ اِنَّ امْرَاً دَلَّ عَلٰی قَوْمِہِ السَّیْفَ وَ سَاقَ اِلَیْھِمُ الْحَتْفَ لَحَرِیٌّ اَنْ یَّمْقُتَہُ الْاَقْرَبُ وَ لَا یَامَنَہُ الْاَبْعَدُ۔

''اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص اپنی قوم کو دُشمن کی تلواروں کا لقمہ بنا دے اور یوں اُنہیں تہہ تیغ کرا دے۔ اور اپنی قوم کی طرف جان بوجھ کر موت کی تباہی کو ہانک لائے۔ یقیناً وہی شخص تو ہے جس سے اُس کے قریب ترین واقف کار لوگ نفرت وعداوت رکھیں اور دُور پار کے لوگ بھی اُس سے ہمیشہ خطرہ محسوس کرتے رہیں۔''(خطبہ 19 جملے 6 تا 9)

گویا حضرت علی علیہ السلام نے اُسے بتا دیا تھا کہ میں تمہاری طرف سے تاریکی میں نہیں ہوں تمہارے قلب کی گہرائی میں پوشیدہ اسکیم مجھ سے مخفی نہیں ہے۔ چنانچہ اشاروں اشاروں میں اُسی کے حالات اُس کے سامنے رکھ کر اُسے بتایا گیا کہ ہر عقلمند اور تمہارے واقعات وحالات وعادات سے

Presented by Ziaraat.Com

واقف شخص کو تمہاری طرف سے مطمئن نہ رہنا چاہیئے ۔اور وہ سمجھتا تھا کہ علی علیہ السلام خود بھی اُس کی طرف سے مطمئن نہیں ہونگے ۔

5۔اشعث نے حضرت علیؑ کو ہاتھ میں لینے کی غلط راہ اختیار کی تھی

بہر حال وہ اس کے بعد بھی اعلانیہ باغی نہیں ہوا۔اُس کا اپنے تجربے کے ماتحت ہمیشہ یہ یقین رہتا چلا گیا کہ آج نہیں تو کل اور اِس طرح نہیں تو دوسری طرح ایک دن علیؑ بھی مجھ پر بھروسہ کرنے لگیں گے ۔اور میں کسی کو مشکوک کئے بغیر عائشہ کی طرح اپنا کام کرسکوں گا۔(بخاری)

چنانچہ ایک رات کا قصہ خود حضرت علی علیہ السلام سناتے ہیں کہ:

وَ اَعۡجَبُ مِنۡ ذٰلِکَ طَارِقٌ طَرَقَنَا بِمَلۡفُوۡفَةٍ فِی وِعَائِهَا؛	22	''اوراس سے بھی عجیب تر وہ واقعہ ہے کہ ایک شب ایک شخص شہد میں گندھا ہوا حلوہ ایک لپٹے ہوئے برتن میں لے کر ہمارے گھر پر آیا۔
وَ مَعۡجُوۡنَةٍ شَنِئۡتُهَا؛	23	جس سے مجھے بہت نفرت محسوس ہوئی تھی۔
كَاَنَّمَا عُجِنَتۡ بِرِيۡقِ حَيَّةٍ اَوۡ قَيۡئِهَا؛	24	جیسا کہ اُسے سانپ کے تھوک میں یا سانپ کی قے میں گوندھا گیا ہو۔
فَقُلۡتُ: اَصِلَةٌ اَمۡ زَكَاةٌ اَمۡ صَدَقَةٌ؟	25	میں نے پوچھا کہ کیا یہ کوئی بخشش ہے یا زکاۃ ہے یا یہ صدقہ ہے؟
فَذٰلِکَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡنَا اَهۡلَ الۡبَيۡتِ،	26	چنانچہ یہ چیزیں تو ہم اہل بیتؑ پر حرام ہیں۔
فَقَالَ: لَا ذَا وَ لَا ذَاکَ؛	27	اُس نے کہا نہ یہ وہ ہے نہ یہ ہے،
وَ لٰكِنَّهَا هَدِيَّةٌ؛	28	بلکہ یہ تو آپؑ کے لئے ھدیہ پیش کرتا ہوں۔
فَقُلۡتُ: هَبِلَتۡکَ الۡهَبُوۡلُ؛	29	میں نے جواب میں اُس سے کہا کہ پسر مردہ عورتیں تجھ پر روئیں۔
اَعَنۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَتَيۡتَنِیۡ لِتَخۡدَعَنِیۡ؟	30	کیا تو دین کی آڑ میں مجھے فریب دینے کے لئے آیا ہے؟
اَ مُخۡتَبِطٌ اَمۡ ذُوۡ جِنَّةٍ اَمۡ تَهۡجُرُ؟	31	کیا تیرا دماغ چل گیا ہے کیا تو جنونی ہے یا تو کوئی دوسرا ٹھکانہ بنانے جارہا ہے؟
وَ اللّٰهِ لَوۡ اُعۡطِيۡتُ الۡاَقَالِيۡمَ السَّبۡعَةَ بِمَا تَحۡتَ اَفۡلَاكِهَا عَلٰی اَنۡ اَعۡصِیَ اللّٰهَ فِیۡ نَمۡلَةٍ اَسۡلُبُهَا جِلۡبَ شَعِيۡرَةٍ مَا فَعَلۡتُهُ؛	32	خدا کی قسم اگر مجھے ساتوں کائناتی مملکتیں مع اُس سامان کے دے دی جائیں جو آسمانوں کے نیچے ہے اور مجھ سے یہ اُمید کی جائے کہ میں ایک چیونٹی سے ایک جَو کا چھلکا چھین لینے کا خدائی گناہ کروں تو مایوس ہونا بہتر ہے۔
وَ اِنَّ دُنۡيَاكُمۡ عِنۡدِیۡ لَاَهۡوَنُ مِنۡ وَّرَقَةٍ فِیۡ فَمِ جَرَادَةٍ تَقۡضَمُهَا؛	33	میرے نزدیک یہ دنیا تو اُس پتّی سے بھی حقیر ہے جسے ایک ٹڈّی مُنہ میں لئے ہوئے چبا رہی ہو۔
مَا لِعَلِیٍّ وَ لِنَعِيۡمٍ تَفۡنٰی؛	34	بھلا علیؑ سے اُن نعمتوں کا کیا تعلق جو فانی ہوں۔
وَ لَذَّةٍ لَا تَبۡقٰی؛	35	اور اُن لذتوں سے علیؑ کو کیا واسطہ جو باقی نہ رہیں۔
نَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ سُبَاتِ الۡعَقۡلِ؛	36	ہم عقل کے خوابِ غفلت میں مُبتلا ہو جانے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔
وَ قُبۡحِ الزَّلَلِ؛	37	اور اُن تمام لغزشوں سے اللہ کی حفاظت چاہتے ہیں۔
وَ بِهٖ نَسۡتَعِيۡنُ٥	38	اور ہم اُسی سے مدد کے خواستگار بھی ہیں۔

یہ تھی اُن گھریلو کوششوں کی ایک مثال جو اشعث اور اُس کے گھر والے حضرت علیؑ اور اُن کے گھر والوں سے گھل مل جانے کے لئے کرتے رہتے تھے۔ اور ادھر سے تقویٰ وطہارت اور خاندانی عفت وعظمت کے تحت انکار ہوتا رہتا تھا۔ اشعث کی چال یہ تھی کہ یوں بار بار انکار سے اس کے جورو بچے علیؑ واولادِ علی علیہم السلام سے متنفر ہوتے چلے جائیں اور اشعث نے بار بار اپنے متواضع رویے کو جاری رکھ کر اور ہر مرتبہ ڈانٹ ڈپٹ سُن کر یہ نتیجہ حاصل کرلیا تھا۔ اور اس کی اولاد کے قلوب میں نفرت وعداوت کے شعلے بھڑکنے لگے تھے۔

6۔ اشعث قتل جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی سازش میں شریک اور ابن ملجم کا مددگار تھا

آخرکار اشعث کی ریشہ دوانیاں اور منصوبہ سازیاں معاویہ کی مدد سے کامیاب ہوئیں۔ عین اُس روز جس دن ساٹھ ہزار فداکاروں کا لشکر تیار تھا اور صبح معاویہ پر حملے کے لئے روانگی کا پروگرام بن چکا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے عبادت میں شب بسر کرنا اور نماز تہجد کے بعد لشکر میں آ کر نماز صبح پڑھانا طے کیا ہوا تھا۔ لوگ انتظار کررہے تھے کہ ذرا دیر میں مولائے کائنات آتے ہوں گے اور نماز کے بعد افواج کوچ کریں گی۔ افسوس کہ ہمت شکن اطلاع ملی۔ ابنِ ملجم گرفتار ہوگیا ہے۔ سر میں زہر آلود تلوار بہت گہری لگی ہے۔ جنگی تیاری ختم ہوگئی چاروں طرف سے لوگ صورت دیکھنے کے لئے اُمنڈنے لگے۔

ابن ابی الحدید نے ابوالفرج اصفہانی سے نقل کیا ہے کہ:

''جس شب میں ابن ملجم تلوار استعمال کرے گا وہ اشعث ابن قیس کے پاس آیا تو ابن ملجم اور اشعث مسجد میں آئے اور تنہائی دیکھ کر ایک گوشے میں جا بیٹھے۔ اتفاقاً حجرؓ ابن عدی ادھر کہیں قریب سے گزرے تو انہوں نے سُنا کہ اشعث کہہ رہا تھا کہ بس اب جلدی کرو ورنہ صبح صادق ہوکر تمہیں رُسوا کردے گی۔ حجر نے یہ سُن کر اشعث سے کہا کہ اے کانے تُو حضرت علیؑ کے قتل کی بات کررہا ہے اور پھر تیزی سے علی ابن ابیطالبؑ کے گھر کی طرف گئے تاکہ اس سازش سے مطلع کریں۔ وہاں امیرالمومنینؑ کو نہ پاکر واپس پلٹے تو ابن ملجم اپنا کام کرچکا تھا۔ اور شور بلند ہورہا تھا کہ علی علیہ السلام قتل کردیئے گئے۔'' (شرح ابن ابی الحدید جلد 6 صفحہ نمبر 43)

یعنی حضرت حجرؓ کو یہ شُبہ بھی نہ ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام تو مسجد میں ہی مصروفِ عبادت ہیں۔

7۔ اشعث کے بیٹے اور بیٹی خاندان مرتضویؑ کے قتل عام میں شریک رہے

یہ تاریخی واقعات ہیں کہ اشعث کا خاندان خانوادۂ مرتضوی کے قتل وقتلِ عام میں دشمنانِ محمدؐ وآلِ محمدؐ کا ممد ومعاون رہا۔ علامہ مسعودی نے لکھا ہے کہ:

''امام حسن علیہ السلام کی زوجہ جعدہ بنت اشعث نے حضورؑ کو معاویہ سے سازباز کے بعد زہر دیا تھا۔ معاویہ نے جعدہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُسے ایک لاکھ درہم دے گا اور اُس کا نکاح یزید سے کردے گا۔'' (مروج الذہب جلد 2 صفحہ نمبر 50)

یہ تو عرب کا بچہ بچہ جانتا ہے اور تمام تاریخوں کا مشہور کردار ہے کہ اشعث کا بیٹا محمد کربلا میں خونِ حُسین علیہ السلام بہانے میں شریک تھا۔ یہ تھیں وہ سازشیں اور اسکیمیں جن کے تیار کرنے کی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے اُسے ''حَائِک ابن حَائِک'' فرمایا۔ اُسے ''منافق ابن کافر'' قرار دیا اور اس پر تمام مظلوموں کی اور اللہ کی طرف سے لعنت کی تھی۔

8۔ ابوبکر کا وہ حکم جو اس نے اشعث کی قوم کے قتل عام کے لئے سردارِ لشکر کو بھیجا

قریشی حکومت کا استحکام لاکھوں مسلمانوں کے قتل عام کے بعد ہوا تھا اور اس کی خبر سورہ بقرہ (2/205) میں دے دی گئی تھی۔ تاریخ

Presented by Ziaraat.Com

طبری بتاتی ہے کہ ''ابوبکر نے مغیرہ بن شعبہ کے ذریعہ مہاجر (سردار لشکر) کو یہ حکم بھیجا تھا کہ جب تم کو میرا خط ملے اور تم کو اُس وقت تک فتح نہ ہوئی ہو تو جب تمہیں (مخالف مسلمانوں) دشمن پر فتح حاصل ہو تو اگر بزور شمشیر مغلوب کئے گئے ہوں تو تم اُن کے جنگجو مردوں کو قتل کر دینا اور اُن کے اہل و عیال کو قید کر لینا۔'' (ترجمہ طبری خلافت راشدہ صفحہ نمبر 162-163)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 20

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر:20

خُطبہ ﴿20﴾

(1) موت کے وقت وہ تمام حالات قلب ونظراور جسم وروح پر عملاً وارد ہوتے ہیں جن کو کانوں سے سن کر سرسری طور پر ٹال دیا جاتا ہے؛

(2) جو لوگ تنبیہات کا دل پر اثر لیتے ہیں اور تکلیف دہ بیانات پر یقین کر کے نیک روش اختیار کر لیتے ہیں، اُنہیں ہولناکیوں کی بجائے شادمانیوں سے سابقہ پڑتا ہے؛

(3) علیؑ اُس پردہ کے پیچھے وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جو انسان دیکھ لیں تو ہرگز رضائے خداوندی کے خلاف کوئی کام نہ کریں؛

(4) آسمانی رسولؑ، اللہ کی طرف سے تبلیغ نہیں کرتے تبلیغ تو صرف انسان ہی کر سکتے ہیں؛

(5) مرنے سے پہلے تمہارے سامنے سے وہ پردہ ہٹا دیا جائے گا جو حقائق کو تم سے پوشیدہ رکھے ہوئے ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

فَاِنَّكُمۡ لَوۡ عَايَنۡتُمۡ مَا قَدۡ عَايَنَ مَنۡ مَّاتَ مِنۡكُمۡ لَجَزِعۡتُمۡ وَ وَهِلۡتُمۡ؛	1	یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر تم نے بھی وہ سب کچھ اسی طرح اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہوتا جو تمہارے مرنے والوں نے دیکھا تھا تو تم چیخ اُٹھتے۔ مضطرب اور بے قرار ہو جاتے، تمہارے حواس جاتے رہتے۔
وَ سَمِعۡتُمۡ وَ اَطَعۡتُمۡ؛	2	اور تم ہدایت پر کان دھرتے اور اطاعت بھی کرتے۔
وَ لٰكِنۡ مَّحۡجُوۡبٌ عَنۡكُمۡ مَا قَدۡ عَايَنُوۡا؛	3	مگر جو کچھ اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ تمہارے لئے ابھی پردے میں ہے،
وَ قَرِيۡبٌ مَّا يُطۡرَحُ الۡحِجَابُ؛	4	اور یہ بھی قریب ہی ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے سے موجودہ پردہ ہٹا دیا جائے۔
وَ لَقَدۡ بُصِّرۡتُمۡ اِنۡ اَبۡصَرۡتُمۡ؛	5	اور حقیقت یہ ہے کہ اگر تم بابصیرت ہوتے اور دیکھنا چاہتے تو تمہیں دکھایا جا چکا ہے۔
وَ اُسۡمِعۡتُمۡ اِنۡ سَمِعۡتُمۡ؛	6	اور اگر تم نے ہدایات وتنبیہات پر کان دھرا ہوتا تو تم ضرور سن لیتے۔
وَ هُدِيۡتُمۡ اِنِ اهۡتَدَيۡتُمۡ؛	7	اور اگر تم طالب ہدایت ہوتے اور ہدایت کی تلاش میں رہتے تو تمہیں ضرور ہدایت مل جاتی۔
بِحَقٍّ اَقُوۡلُ لَكُمۡ لَقَدۡ جَاهَرَتۡكُمُ الۡعِبَرُ؛	8	میں تمہارے سامنے یہ حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ بلاشبہ تمہیں عبرتیں بلند آواز سے پکارتی رہی ہیں۔
وَ زُجِرۡتُمۡ بِمَا فِيۡهِ مُزۡدَجَرٌ؛	9	اور تمہیں ہر قسم کی ڈانٹنے والی چیزوں سے جھڑکیاں اور دھمکیاں دی جا چکی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

وَ مَا یُبَلِّغُ عَنِ اللّٰہِ بَعْدَ رُسُلِ السَّمَآءِ اِلَّا الْبَشَرُ؛	10	اور اب اللہ کی طرف سے تمہاری ہدایت کے لئے فرشتے تو آنے سے رہے، تبلیغ تو بشر ہی کیا کرتے ہیں جو کی جارہی ہے۔

تشریحات:

اگر تم نے بھی وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہوتا جو تمہارے مرنے والوں نے دیکھا تو تم چیخ اُٹھتے، راست روی کیلئے بیقرار ہو جاتے

اس خطبے میں حضورؑ مسلمانوں کو راست روی کے لئے تنبیہہ فرمارہے ہیں۔ اُن کے نام نہاد ایمان ویقین کو جھنجوڑ کر جگا دینا چاہتے ہیں۔ اُنہیں اللہ کی دھمکیوں پر متوجہ رکھنا چاہتے ہیں جو بدکردار لوگوں کو مرتے دم پیش آنا ہیں۔ تاکہ اُن پر یقین کر کے بداعمالیوں سے باز آجائیں۔ ورنہ اُنہیں بھی فرشتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

1۔ کیا تم ایسی حالت میں بھی نافرمانیاں اور جرم کر سکتے ہو جب تمہارے چہروں پر مار پڑ رہی ہو؟

فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ (محمد 47/27)

''اور وہ وقت آجائے گا جب ملائکہ تمہاری روحیں بھی اُن ہی کی طرح قبض کریں گے اور اُن کی پُشت اور چہروں کو پیٹتے جارہے ہوں گے۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر تم لوگوں نے وہ حالات دیکھے ہوتے جو مرنے والوں پر گزرتے ہیں تو تم یہ بدمعاشیاں ہرگز نہ کرتے۔ لہٰذا اللہ کے بیان پر یقین کرلو اور شریفانہ طرزِ زندگی اختیار کرلو۔

2۔ تم کتنے روپے لینا پسند کرو گے اگر روپے آگ میں لال ہو رہے ہوں اور ہر روپیہ سے تمہاری پیشانی داغ کر تمہیں دیا جاتا رہے؟

یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ...... (توبہ 9/35)

''تمہیں بتایا جاچکا، تمہیں ڈرایا جاچکا کہ زر وجواہر جمع نہ کرو غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرو ورنہ تمہاری ساری دولت جہنم کی آگ پر تپائی جائے گی اور تمہارا سارا جسم اُس سے داغ دار کیا جائے گا۔''

تمہارے مرنے والوں کے ساتھ یہ سب کچھ ہو چکا۔ اگر تم نے یہ تماشا دیکھا ہوتا تو تم نہ مال حرام کھاتے نہ پیسے جوڑ جوڑ کر رکھتے اور نہ حق داروں کو محروم کرتے۔ تم نے اِن آیات پر، اللہ کی کسی بات پر یقین نہ کیا ورنہ تم ایسا نہ کرتے۔ اور تمہارے تصور میں پیشانی کے جلنے کی تکلیف سما جاتی تمہارے ناک میں اپنے گوشت کے جلنے کی بدبُو آتی رہتی تمہارے کان تمہاری کھال کے چٹخنے اور مسکنے کی آوازیں سنتے رہتے۔ دوسروں کو دیکھ دیکھ کر بھی تم لرزتے اور کانپتے رہتے۔ (خطبہ 20، جملہ 1)

یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (احزاب 33/66)

''اور چیخیں مار مار کر تڑپ کر کہتے کہ ہائے افسوس ہم نے اللہ کی اور اس کے رسوؐل کی اطاعت کی ہوتی۔''

وَ هُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ اَوَ لَمْ نُعَمِّرْکُمْ ......الخ (فاطر 35/37)

وہ چلاّ چلاّ کر درخواست کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس صورتِ حال سے نکال لے اب ہم وہ نیک کام کریں گے جو پہلے نہ کرتے تھے۔'' لیکن تم نے یہ سب کچھ نہ دیکھا تمہاری آنکھوں کے آگے مشیت کا پردہ پڑا رہا (خطبہ 20، جملہ 3) اگر تم دیکھ لیتے یا سچا

Presented by Ziaraat.Com

ایمان لا کر تصور میں محسوس کر لیتے تو تم باتوں کو غور سے بھی سنتے اور اُن پر عمل اور اطاعت بھی کرتے (خطبہ 20، جملہ 2) عنقریب تمہارے سامنے سے پردہ ہٹا دیا جائیگا (خطبہ 20، جملہ 4)

لَقَدۡ کُنۡتَ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مِّنۡ ھٰذَا فَکَشَفۡنَا عَنۡکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الۡیَوۡمَ حَدِیۡدٌ (ق 50/22)

اور تم سے کہا جائے گا کہ تو اپنے اس انجام سے غافل رہتا رہا چنانچہ آج ہم نے تیرے سامنے سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے آج تو تیری نظر بہت گہرائی تک دیکھ رہی ہے۔''

فَلَوۡ لَآ اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ O وَ اَنۡتُمۡ حِیۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ O وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡکُمۡ وَ لٰکِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ O فَلَوۡ لَآ اِنۡ کُنۡتُمۡ غَیۡرَ مَدِیۡنِیۡنَ O تَرۡجِعُوۡنَھَآ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ O (سورہ واقعہ 87 تا 56/83)

''تم نے مرنے والوں کی بے چینیاں دیکھی ہیں۔ وہ وقت دیکھا ہے جب ہاتھ پیر اینٹھتے ہیں۔ اور جان حلق میں آ کر اٹک جاتی ہے اور تم بیٹھے حسرت ویاس سے تکتے رہتے ہو اور اُس وقت ہم ہی اُس سے قریب تر ہوتے ہیں مگر تم دیکھ نہیں سکتے۔ اُس وقت کیوں تم اس کی نکلتی ہوئی جان کو واپس نہیں لے آتے؟''

ایسے خوفناک نظارے زندگی بھر دیکھتے رہتے ہو لیکن چند ہی روز کے بعد بُھلا دیتے ہو، اگر تم چاہتے تو اُن ھولناک نظاروں کو دماغ میں فریم (Frame) کر کے سامنے لٹکاتے مگر تم نے دیکھا، ان دیکھا کر دیا (خطبہ 20، جملہ 5) تم نے اپنے کانوں سے مرنے والے کی بے قراری کو سُنا اُس کی گھُٹتی ہوئی مایوس آواز اور ٹوٹی پھوٹی بے جوڑ باتیں سُنی مگر بُھلا دیں۔ اگر تم چاہتے تو وہ تمہارے کانوں میں گونجتی رہتیں (خطبہ 20، جملہ 6) جس طرح تمہارے دھنے بائیں والوں نے ہدایات پر عمل کیا تم بھی راہنمائی حاصل کر سکتے تھے (خطبہ 20، جملہ 7) میں تمہیں اپنے یقین وتجربے اور مشاہدے کے ماتحت کہتا ہوں کہ غلط راہوں سے روکنے کے لئے ہر ممکن دھمکی دی گئی۔

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ O وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَۃً یُّعۡرِضُوۡا وَیَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ O وَکَذَّبُوۡا وَاتَّبَعُوۡۤا اَھۡوَآءَھُمۡ وَکُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ O لَقَدۡ جَآءَھُمۡ مِّنَ الۡاَنۡۢبَآءِ مَا فِیۡہِ مُزۡدَجَرٌ (سورہ قمر 4-54/1)

چاند کا پھٹنا اور جڑنا دکھا کر قیامت یاد دلائی گئی۔ تمہیں وہ تمام اطلاعات دی گئیں تھیں جن میں دل ہلا دینے والی ڈانٹ اور پھٹکار تھی۔'' (خطبہ 20، جملہ 8،9)

آنحضرتؐ نے ساری عمر تمہیں تبلیغ کی اللہ سے اور عاقبت سے خبردار کیا۔ مگر تم نہ مانے اور میں تمہیں سمجھا رہا ہوں تم نہیں مانتے۔ یاد رکھو کہ تمہیں سمجھانے کیلئے فرشتے نہیں بلکہ تمھاری موت آئے گی۔ (خطبہ 20، جملہ 10)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 21

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 21

خُطبہ ﴿21﴾

(1) منزل پر بہر حال پہنچنا ہے خواہ خوشی خوشی پہنچو یا دھکیلنے والوں کے دھکوں سے پہنچو؛

(2) سفرِ حیات سبکساری اور سہولت سے طے کرنا بہتر ہے؛

(3) جلدی اور تیزی سے سفر کرو کچھ لوگ تمہارے منتظر ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَاِنَّ الۡغَایَۃَ اَمَامَکُمۡ؛	1	تمہارا مقصدِ حیات اور منزل تمہارے سامنے ہے۔
وَ اِنَّ وَرَآءَکُمُ السَّاعَۃَ تَحۡدُوۡکُمۡ؛	2	مخصوص و متعین گھڑی تمہارے پیچھے ہے اور تمہیں منزل کا راگ سنا کر ہانک رہی ہے۔
تَخَفَّفُوۡا وَ تَلۡحَقُوۡا؛	3	اس سفر میں خود کو ہلکا پھلکا کر کے چلو اور جلد سے جلد اگلوں سے جا ملو۔
فَاِنَّمَا یُنۡتَظَرُ بِاَوَّلِکُمۡ اٰخِرُکُمۡ؛	4	بات یہ ہے کہ تم سے پہلے والے مسافروں کو بعد والے مسافروں کے انتظار میں روکا ہوا ہے۔

تشریحات:

اَقُوۡلُ: اِنَّ ھٰذَا الۡکَلَامَ لَوۡ وُزِنَ بَعۡدَ کَلَامِ اللّٰہِ سُبۡحَانَہٗ وَ بَعۡدَ کَلَامِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ (صلی اللّٰہ علیہ و آلہ) بِکُلِّ کَلَامٍ لَمَالَ بِہٖ رَاجِحًا؛ وَ بَرَّزَ عَلَیۡہِ سَابِقًا؛ فَاَمَّا قَوۡلُہٗ (علیہ السلام) تَخَفَّفُوۡا تَلۡحَقُوۡا فَمَا سُمِعَ کَلَامٌ اَقَلُّ مِنۡہُ مَسۡمُوۡعًا وَ لَا اَکۡثَرُ مَحۡصُوۡلًا، وَ مَا اَبۡعَدَ غَوۡرَھَا مِنۡ کَلِمَۃٍ وَّ اَنۡقَعَ نُطۡفَتَھَا مِنۡ حِکۡمَۃٍ وَ قَدۡ نَبَّھۡنَا فِیۡ کِتَابِ الۡخَصَائِصِ عَلٰی عِظَمِ قَدۡرِھَا وَ شَرَفِ جَوۡھَرِھَا۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ کلام خدا اور رسولؐ کے بعد جس کلام سے بھی ان کلمات کا موزانہ کیا جائے تو حُسن و خوبی میں ان کا پلّہ بھاری رہے گا۔ اور ہر حیثیت سے بڑھے چڑھے رہیں گے۔ اور آپؑ کا یہ ارشاد کہ: ''تَخَفَّفُوۡا تَلۡحَقُوۡا'' اِس سے بڑھ کر تو کوئی جملہ سُننے ہی میں نہیں آیا ہے جس کے الفاظ کم ہوں اور معنی بہت ہوں۔ اس کلمے کے کتنے بلند معنی ہیں اور حکمت کا چشمہ کتنا صاف و شفاف ہے۔ اور ہم نے اپنی کتاب خصائص میں اس فقرے کی عظمت پر اور اس کے معنی کی بلندی پر روشنی ڈالی ہے۔''

1۔ انسانی زندگی کا مقصد و مدعا' سفرِ حیات کو سہل بنانے کیلئے لُبھا کر آگے بڑھانے اور دھکیلنے کا پروگرام اور منتظرین کا پاس خاطر

کاش اس خطبے کا باقی حصہ بھی ملا ہوتا۔ یا رضی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ نے کچھ راہنمائی کی ہوتی۔ اُنھوں نے خطبے کے ان چار جملوں کے بعد، اپنے نہایت غیر ضروری، ریمارکس کے لئے آٹھ جملے لکھے ہیں۔ غیر ضروری اس لئے کہا گیا کہ قاری کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ تو یہ بتانے سے پوری ہوتی تھی کہ:

Presented by Ziaraat.Com

1: ''حضرت علیؑ نے اس خطبے میں صرف چار جملے فرمائے تھے اوراس کے بعد منبر سے اُتر آئے تھے۔'' یا یہ کہ

2: ''مجھے ان چار جملوں کے علاوہ اور کچھ نہ مل سکا۔''

یہ ناممکن ہے کہ انسان تقریر کرنے کھڑا ہواور چار ایسے جملے کہہ کر تقریر کو مکمل سمجھ لے جن کے شروع میں بھی خلا ہواور آخر بھی نامکمل ہو۔ یہ جملے تو پُکار کر چغلی کر رہے ہیں کہ ہم کسی پوری تقریر کے بیچ سے اُٹھا لئے گئے ہیں۔ بہر حال ہم حضرت علی علیہ السلام سے چودہ سوسال بعد کے لوگوں میں ہیں اور جناب رضی رضی اللہ عنہ صرف چار سوسال کے بعد کے زمانہ میں تھے۔ جب شیعہ سُنی ریکارڈ مکمل موجود و دستیاب تھا۔ وہ ہمیں بہت کچھ بتا سکتے تھے۔ یقیناً وہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ یہ تین تین چار چار جملے ہرگز پورا خطبہ نہیں ہو سکتے۔ اور وہ یقیناً اتنا بتا سکتے تھے، اور اُن کی بات سند ہوتی اور مانی جاتی کہ ''یہ جملے اس لئے خطبے کے عنوان سے لکھ رہا ہوں کہ نہ یہ خطوط کے جملے ہیں نہ یہ اُن کی چھوٹی چھوٹی نصیحتوں میں سے ہیں ورنہ اُنہیں نہج البلاغہ کے آخر میں لکھا جاتا۔ لہٰذا میں اُن جملوں کو خطبہ کہہ کر لکھ رہا ہوں گو یہ مکمل خطبہ نہیں۔'' یا کُھل کر لکھتے کہ یہ تین چار جملے بھی مکمل خطبہ ہیں۔ اُن کا چُپ چاپ گزر نا اگر اختصار کی بنا پر ہوتا تو اُنہیں فضول کے ریمارکس سے بھی احتراز کرنا تھا۔ یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ خطبہ چار جملوں کا تو ریمارکس دس جملوں کے؟ اور وہ بھی ایسے جن سے ہمیں یا کسی اور کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بات سمجھنے میں کسی طرح کی مدد نہیں ملتی۔ مثلاً یہ کہ ''میں نے حضرت علیؑ کے اس جملے ''تَخَفَّفُوا تَلۡحَقُوا'' کی عظمت اپنی کتاب ''خصائص'' میں بیان کی ہے۔''

عقیدت کی بنا پر بلا دلیل کچھ کہنا یا لکھنا ہمیں رضی صاحب کا بھی پسند نہیں:

سوال یہ ہے کہ جہاں یہ ریمارکس لکھے ہیں وہاں اُس عظمت کو بیان کرنے میں کون مانع ہوا؟ اور کیوں ایک ایسی کتاب میں لکھی جو نہج البلاغہ نہیں تھی؟ بہر حال نہج البلاغہ کو اُس عظمت سے محروم کر کے نہج البلاغہ کے کروڑوں قاریوں کو محروم کر دیا گیا۔ پھر رضی صاحب نے یہ جملہ بھی لکھا ہے کہ: ''اللہ اور رسوؐل کے کلام کے بعد حضرت علیؑ کا کلام...... یہ ہے اور وہ ہے۔''

ہم پوچھنا اور کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ و رسوؐل کا کلام کس دلیل سے حضرت علیؑ سے بہتر و عظیم تر ہے؟ کلام کا کوئی نمونہ دکھانا چاہئے تھا یعنی کوئی آیت یا حدیث یا دونوں سامنے رکھ کر مقابلہ کرنا چاہیے تھا۔ اور دکھانا چاہئے تھا کہ اللہ و رسوؐل کا کلام فلاں جگہ اسی مطلب کو اس سے کم الفاظ میں بیان کرتا ہے اور اس سے زیادہ معنی پیش کرتا ہے۔ حضرت علیؑ کے صرف دو الفاظ ہیں تو آیت یا حدیث میں سے ایک ایک لفظ ایسا دکھانا چاہئے جو اُن معنی کو یا اُن سے زیادہ معنی کو اپنے اندر رکھتا اور عام فہم ہوتا۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ حدیث کے سارے سُنی شیعہ ذخیرہ میں اور پورے قرآن میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جو چیلنج کا جواب بن سکے۔ البتہ قرآن و حدیث میں دینی ضرورت کے ماتحت ایسے الفاظ کا ڈھیر موجود ہے جو دیہاتی زبان سے زیادہ کچھ نہیں۔

2۔اس خطبے میں بے پناہ اور لامحدود عملی تفصیلات کو چار جملوں میں سہولت سے سمو دیا ہے

ہم ان چار جملوں کو اگر باقاعدہ چھیڑ دیں تو سارا قرآن اور تمام احادیث اُن کے بیان میں صرف ہو کر رہ جائیں گی۔ مگر ہمیں پوری نہج البلاغہ کو عام فہم طریقے سے لوگوں کے سامنے رکھنا ہے۔ اور کسی ایک خطبہ پر پوری قوت صرف کر دینے سے ہم یہ کام نہ کر سکیں گے اور رُک کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اس لئے اُن چار جملوں میں سے وہی پہلو سامنے لائیں گے جو پڑھنے والوں کو خود بھی سہولت سے نظر آ سکیں۔

پہلی بات: قارئین غور سے دیکھیں کہ حضرت علی علیہ السلام ایک ایسا نظارہ پیش فرماتے ہیں جس میں ساری نوع انسان سرگرم سفر ہے۔ اُن کے

Presented by Ziaraat.Com

سامنے اُن کے مقاصد ہیں جن کے حصول میں ہر مسافر رواں دواں ہے۔ ساتھ ہی اُن کے پیچھے پیچھے حُدی خوانی کرتا ہوا ایک اور قافلہ ہے۔ جو اُنہیں آگے بڑھانے میں کوشاں ہے یہ صورتِ حال حضورؑ کے پہلے دونوں جملوں میں جھلک رہی ہے یعنی:

فَاِنَّ الْغَایَةَ اَمَامَکُمْ، وَ اِنَّ وَرَآءَ کُمُ السَّاعَةَ تَحْدُوْکُمْ (خطبہ 21 جملے 1-2)

تمہاری غرض وغایت یقیناً تمہارے سامنے ہے۔ یعنی تم سے اوجھل یا پوشیدہ نہیں۔ یعنی تم اُسے ملحوظ رکھے ہوئے ہو۔ اور تمہارے پیچھے پیچھے یقیناً ایک خاص الخاص ٹائم ٹیبل (Timetable) ہے۔ جو عربی قافلوں کی طرح اونٹوں کو مست کر کے تیز چلانے والا گانا (حُدی) سُنا سُنا کر تمہیں وقت کے دھارے پر بہائے لئے چلا جا رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ حُدی سنانے والا بے جان و بے شعور نہیں ہو سکتا۔ اُسے ہر وہ حُدی معلوم ہونا چاہیے جو اُس آگے چلنے والوں کے مزاج اور پسند اور مختلف اوقاتِ سفر میں موزوں اور موثر ہو۔ یہ نظارہ سامنے رکھیئے اور اب سوچئے کہ:

دوسری بات: حضورؑ فرما رہے ہیں کہ: تَخَفَّفُوْا وَ تَلْحَقُوْا، فَاِنَّمَا یُنْتَظَرُ بِاَوَّلِکُمْ اٰخِرُکُمْ (خطبہ 21 جملے 3-4)

''موجودہ صورتِ حال اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ تم سے پہلے پہنچے ہوئے مسافروں کو بعد والے مسافروں کے انتظار میں روکا ہوا ہے چنانچہ اخلاق کا اور صورتِ حال کا تقاضا یہ ہے کہ اُنہیں انتظار کی تکلیف سے بچانے کے لئے ہلکے پھلکے ہو کر تیز تیز سفر کرو۔

تیسری بات: فرمایا یہ ہے کہ اولین مسافروں کو یا پہلے سفر کرنے والے مسافروں کو بعد والے مسافروں کے پہنچنے کا انتظار کرایا جا رہا ہے۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ سفر کسی کنٹرولر کے ماتحت جاری ہے اور وہ ناظمِ سفر تمام مسافروں کو بیک وقت دیکھ رہا ہے۔ اُسی کے انتظام سے سفر جاری ہوا ہے۔ وہی آگے والوں کو ترکیب و انتظام سے روکے ہوئے انتظار کرا رہا ہے اور انتظار تو اس لئے ہو رہا ہے کہ اولین و آخرین تمام مسافر ایک خاص منزل پر پہنچ جائیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اُس منزل پر جو کچھ ہونا ہے یا جو کچھ کرنا ہے وہ انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہے۔ جو سب کے کرنے کا ہے یا سب سے متعلق ہے اور سب کو دکھا کر کرنا ہے یا کرانا ہے۔ اب سوچیئے کہ حضرت علی علیہ السلام کے فرمانے سے پہلے کتنے انسان سفر کر چکے تھے؟ غالباً حضرت آدم علیہ السلام پہلے مسافروں میں ہونگے۔ غور کیجئے کہ حضورؑ کے زمانے سے پہلے مسافروں کا مختصر مختصر حال بیان کرنے کے معنی تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام اور اُمتوں کے حالات و واقعات بیان کرنا ٹھہرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی عہدِ مرتضوی کے بعد کے مسافروں کا تصور سر پر چھا جاتا ہے یعنی قیامت قائم ہونے تک کے مسافر زیرِ نظر ہیں۔ بتایئے اُن کی فہرست پیش کرنے کے مقابلہ میں میرے علم کا سائز کتنا حقیر و فرومایہ ہے؟

معلوم ہوا کہ اِن چاروں جملوں میں جس سفر کا اور جن مسافروں کا تذکرہ ہوا ہے وہ سفر بظاہر سب سے پہلے تخلیق آدمؑ سے جاری ہوا تھا۔ اور اولین مسافر حضرت آدم و حوا علیہما السلام تھے جو ابلیس کی معیت میں پہلے جنت کی طرف گئے اور پھر تینوں اس خطۂ زمین کی طرف آئے اور پھر وہ دونوں' جناب آدمؑ و حواؑ' جنت کی طرف چلے تھے۔ اور وہاں قیامت تک آنے والے اپنے بچوں کے انتظار میں ہیں۔ اسی طرح وہاں تمام انبیاءؑ اور اُن کی اُمتیں منتظر ہیں اور اب تو تمام (گیارہ) آئمہؑ، شہدائے کربلا اور ساری آگے پہنچی ہوئی نوع انسان منتظر ہے۔ پھر اُس کنٹرولر کی عظمت پر نظر ڈالئے کہ وہ ایسی ہستی ہے کہ اس سفر میں مصروف تمام انسانوں کو اور تمام انسانوں کے سفر سے متعلق تمام سامان و اشیاء اور اُن کے متعلقین پر مطلع اور مسلّط ہے۔ اور یقیناً پیچھے پیچھے چلنے والا الساعۃ جو حُدی خوانی کر رہا ہے اور انسانوں کے اس جمِ غفیر کو آگے بڑھا رہا ہے۔ اُس کی وسعتیں کیا ہوں گی؟

Presented by Ziaraat.Com

اور ظاہر ہے کہ وہ بھی اس ناظمِ سفر کے ماتحت ہوگا تا کہ اُس پورے سفر کا ٹائم ٹیبل بلا رکاوٹ و تاخیر کے مکمل ہو جائے یہی بات تو ہے جو فرمایا گیا کہ:

لِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ، اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (یونس 10/49 اعراف 7/34)

''ہر اُمت کیلئے ٹائم ٹیبل ہے جیسے ہی مقررہ وقت ہوتا ہے تو کوئی اُمت نہ اُس وقت سے پہلے پہنچ سکتی ہے نہ تاخیر کر سکتی ہے۔''

یہ ہے وہ حُدی خوانی کرنے والا ٹائم ٹیبل یا''السّاعة'' جو ناظم کی منشاء اور پروگرامنگ کے ماتحت ساری نوعِ انسان کو روزِ اوّل سے برسرِ سفر رکھے لئے چلا جا رہا ہے۔

پھر یہ سوچئے کہ کسی انسان کو کبھی اور کہیں یہ محسوس تک نہیں ہوتا کہ اس کے سفرِ حیات میں کوئی ڈکٹیٹر ڈنڈا لئے اُسے جبراً ہانک رہا ہے۔ ہر شخص آزادی محسوس کر رہا ہے۔ وہ سوتا ہے۔ کام چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے جب چاہے جتنا چاہے وقت ضائع کرتا ہے، مگر وہ اپنی تمام آزادی اور پوری قوت و اختیار کے باوجود مذکورہ ٹائم ٹیبل اور پروگرام میں مانع اور حارج نہیں ہوتا۔ اگر ہم مشیت اور قانونِ قدرت اور مذکورہ انتظام بیان کرنا شروع کر دیں اور ساتھ ہی قرآن کی آیات اور اُن کا ترجمہ بھی لکھنا شروع کر دیں تو بات کہاں پہنچے گی؟ اور کتنا وقت لگے گا اور وہ سارا بیان وہی ہوگا جو یہ چار جملے فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام کے سامنے تھا۔ جس کو سمیٹ کر اُن جملوں میں پیوست فرمایا ہے۔ ساتھ ہی آپ خود آدمی ہیں اس لئے یہ سمجھتے ہیں کہ آپ تو خود آزادی سے وہ پروگرام چلا رہے ہیں جو آپ نے اور آپ کے والد نے بچپن سے بنایا تھا۔ جس غرض کے لئے آپ کو پڑھایا لکھایا، یا ہنر سکھایا تھا۔ تمہیں شادی کرنا تھی۔ تم پر کوئی جبر نہ تھا۔ متعلقہ سامان کرنا تھا۔ جلدی جلدی اور اچھے سے اچھا کرنا تھا۔ روپیہ جمع کرنا اور خرچ کرنا تھا۔ بچوں کی تمنا تھی۔ انہیں پالنا، تربیت دینا تھا۔ یعنی تم ہر قدم پر اور ہر منٹ ایک نہیں کئی غایات و مقاصد سامنے رکھتے تھے۔ دن رات اُن کو پورا کرنے میں مصروف تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ تمہارے سامنے (اَمَامَکم) جو مقاصد و اغراض یا جو تمنائیں ہیں وہ مجروح ہو جائیں اُن میں تاخیر و ناکامی ہو جائے چنانچہ تمہارے سامنے جو غایات تھیں (فَاِنَّ الْغَايَةَ اَمَامَكُمْ) تم نہایت تندہی سے اُن کو انجام دینے میں لگے رہے اور آخری سانس تک کسی قسم کی کوشش اُٹھا نہیں رکھی اور اگر ممکن ہوا تو اُس پروگرام کو جاری رکھنے کی وصیت کی اور مستحکم انتظام بھی کیا اور جیسے ہی آخری سانس لی تو اُن لوگوں میں شریک ہو گئے جو بعد میں آنے والوں کے منتظر تھے۔ یعنی شروع سے آخیر تک آپ کے اوپر کوئی جبر نہ تھا۔ اور یہ اُس ناظم سفر کا کمال ہے کہ آپ سو فیصد بلکہ ہزار فی صد آزاد رہ کر بھی مذکورہ بالا ٹائم ٹیبل کے ہزار فیصد مطابق منزل پر پہنچے اور ایک لحہ نہ دیر کر سکے نہ پہلے آئے۔ یہ ہے وہ حُدی خواں، السّاعۃ، جو تمہیں تمہاری خوشی سے پسند کے گیت اور نغمے سنا تا وقت کے اندر اندر لے آیا۔ یہ ہیں وہ قوتیں جن کے لئے فرمایا گیا ہے کہ:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًاo وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًاo وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا o فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًاo فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًاo يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُo تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُo قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌo اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌo يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِo ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةًo قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ o (سورہ النازعات۔79/1-12)

(1) ''قسم ہے اُن مقدّس افراد کی جو آپس میں گتھی ہوئی، اُلجھی ہوئی صورتِ حالات کو گہرائیوں میں اتر کر سلجھاتے اور الگ الگ کرتے ہیں (2) قسم ہے اُن مقدّس ہستیوں کی جو نشاط و راحت و مُسرت بھی حد بھر فراہم کرتے ہیں (3) اور قسم ہے اُن مقدّس افراد کی جو فضاؤں، ہواؤں اور خلاؤں میں تیرنے میں بہت سریع السیر ہیں (4-5) پھر اُن مقدس افراد کی تمام سابقین پر ہمہ قسمی سبقت رکھنے

Presented by Ziaraat.Com

کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہی افراد ہیں جو حکمِ خداوندی کے ماتحت کائنات میں ارتقائی تدابیر انجام دیتے ہیں (6) اُس دن بھی اُن کی تدبیر سے زمین کو زلزلے سے ہلا کر رکھ دیا جائے گا (7) اور پے در پے زلزلے، آگے پیچھے آتے چلے جائیں گے (8) اُس روز کچھ دِل زور زور سے دھڑک اور لرز رہے ہوں گے (9) اُن کی آنکھیں عاجز جھکی اور سہمی ہوئی ہوں گی (10) قریش کہتے ہیں کہ کیا واقعی ہمیں چھانٹ چھانٹ کر پھر واپس لایا جائے گا (11) کیا ایسی حالت میں بھی واپسی ہو سکے گی جب کہ ہم گل سَڑ کر ہڈیوں کا ڈھیر ہو چکیں گے؟ (12) کہنے لگے کہ اگر ایسا ہوا تو یہ دوبارہ زندہ ہو کر واپسی تو خالص گھاٹے کا معاملہ ہوگا (نازعات)

یہ ہے وہ ''اَلسَّاعَۃ'' جو صُدی سُناتے سُناتے وہ پروگرام مکمل کرے گا جو روزِ ازل بنایا گیا تھا۔ چنانچہ اُس پروگرام کی تکمیل کے لئے سفر جاری ہے۔ منزل پر پہنچنے والے، باقی مسافروں کے منتظر ہیں۔ فرمایا یہ گیا ہے کہ ''ہلکے ہو جاؤ، مُلحق ہو جاؤ''

''تَخَفَّفُوْا تَلْحَقُوْا'' ہر وہ چیز الگ کردو جو سفر کو دُ دبھر کرتی ہو، ہر وہ رکاوٹ راہ سے ہٹا دو جو روک بن رہی ہو، ہر وہ تصور جھٹک دو جو لیت ولعل سے دو چار رکھتا ہو، ہر وہ بات سُننا بند کردو جو راہ پیمائی میں مخل ہوتی ہو، ہر اُس چیز سے نظریں ہٹا لو جو ٹھوکر کا باعث ہو یعنی ہر وہ کام کرو جو جلد سے جلد ملحق کردے۔ اگر ہو سکے تو زمین کو کھینچ کر فاصلے کو کم کرلو یہ بھی تخفیف (تخففوا) میں داخل ہے۔ ذرا سوچئے اور بتائیے کہ تَخَفَّفُوْا میں کیا داخل نہیں؟ تمہارے مکانات، تمہاری زمین و باغات، تمہاری تجارت، بینک، مال و دولت سامانِ آرائش و زیبائش، تصویریں، نقش ونگار والے پردے، نظارے سینریاں، کھلونے، جھاڑ فانوس وغیرہ، سہولت کا سامان موٹریں اور سواری کی دوسری بہت سی چیزیں، جاندار اور آہنی وغیرہ، پھر سامان تحفظ بندوقیں وغیرہ، کھانے پینے کا سامان اور متعلق برتن، پھر رشتہ داریوں کے الجھاؤ۔ بیویاں، اولاد، ماں باپ، عزیز واقربا (توبہ 9/24) یہ اور غور کرنے پر لاکھوں چیزیں ملیں گی جو لفظ ''تَـخَـفَّـفُوْا'' میں داخل ہیں۔ منفی صورت میں یہ تفصیل سمٹ کر ''یک بنی و دو گوش'' میں سما جاتی ہے۔ اسی سفر کو سہل اور سریع بنانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:

''اگر تو تکمیلِ ذات چاہتا ہے تو جا کر اپنی ملکیت کی تمام چیزیں فروخت کر کے مساکین کو دے دے اور واپس آ کر میرے پیچھے ہو لے''

(لوقا 28 تا 18/18)

پھر الحاق کی منزل کو کھینچ کر قریب لانے کیلئے مودۃ کی کمند ڈالی جا سکتی ہے اور دوران سفر بھی ملحق رہنے کی تدابیر بتائی گئی ہیں۔ تاکہ یہ سفر پیارے پیارے معصومؑ راہنماؤں کے سائے میں گزرے اور منزل ہر وقت ساتھ رہے۔

چوتھی بات: وہ لوگ جو ہمارے راہنماؤںؑ سے قلبی عناد رکھتے ہیں وہ لوگوں کو ہموار کرنے اور فریب دینے کے لئے ہمارے بزرگوں کے الفاظ اور جملے بولتے اور لکھتے رہتے ہیں تاکہ اُن کی محفلیں گرم رہیں۔ کاروبار چلتا رہے۔ لیکن اگر اُنہیں روک کر کسی مقدس لفظ یا دہرائے جاتے رہنے والے جملے کا مطلب معلوم کر لیا جائے تو وہ کچھ نہیں بتا سکتے اس لئے ہم حضرت علی علیہ السلام کی نصیحت کے مطابق اُن کی ''مخالفت میں حق'' سمجھتے ہیں۔ اس لئے اُن کو چیلنج کیا اور کرتے رہیں گے۔ ہمیں علم ہے کہ وہ قرآنی علوم و رموز سے جاہل ہیں۔ انہوں نے قرآن کی تعلیم صاحبانِ قرآن علیہم السلام سے نہیں بلکہ دشمنانِ قرآن سے پائی ہے۔ اُنہوں نے مہجور شدہ قرآن سے رابطہ رکھا ہے اس لئے وہ ہمارے چیلنج کے سامنے ذلیل و خوار رہنے پر مجبور ہیں لیکن ہم اپنے قارئین کے سامنے وہ دلیل رکھتے ہیں جس کی بنا پر خالق کے کلام کو مخلوق کے کلام پر برتری ہونا چاہئے۔ آپ ہمارے اسی بیان پر دوبارہ نظر ڈالیں اور تخفیف کی ذیل میں آنے والے سامان کی فہرست کو دیکھئے کہ لاکھوں ایسی چیزیں ملیں گی جو حضرت علی علیہ السلام کے لفظ

Presented by Ziaraat.Com

"تَخَفَّفُوْا" کے ماتحت آئیں گی۔ یعنی حضوؐر نے صرف ایک لفظ بول کر یہ عظیم الشان فہرست اُس میں سمودی ہے۔ چیلنج یہ تھا کہ قرآن سے ایسا ایک لفظ دکھادو جو اس تفصیل کو یا اس سے زیادہ سامان کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو۔ ذرا دیر پہلے ہم نے قرآن (9/24) سے تقریباً یہی فہرست پیش کی مگر وہ ایک لفظ میں نہ تھی ایک بڑی ساری آیت میں تھی۔ چیلنج کے جواب میں ایک اور صرف ایک لفظ چاہئے۔ تو سُنئے کہ قریش نے سوال کیا تھا کہ "ہم کیا خرچ کریں یعنی کیا کچھ اپنے تصرف سے الگ کردیں۔ جواب ایک لفظ میں تھا" اَلْعَفْوَ "(بقرہ2/219)(سارا فالتو) یہ چیلنج کا جواب تو ہے۔ اس میں وہ ساری فہرست داخل ہے جو اوپر بیان ہوئی مگر یہ برابر کی قابلیت نہیں ہے بڑھ کر ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کا بولا ہوا لفظ ثقیل ہے۔ تین حرف "ف" جمع کئے۔ سات حرفوں سے کام چلایا ہے۔ اللہ نے دو حرف کم استعمال کرکے برابر کردیا۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 22

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر:22

خُطبہ ﴿22﴾

(1) حضرت علیؑ کو دشمن کی جنگی تیاریوں کی اطلاع ملی تو اپنے صحابہ کو اپنے ارادوں سے خبردار کیا؛

(2) حکومت بزور شمشیر چھین لینے کا ارادہ رکھنے والوں کو انتباہ؛

(3) قتل عثمان کو بہانہ بنانے والوں کو جواب؛

(4) اپنے برحق ہونے اور دشمن کے باطل پرست ہونے پر گفتگو؛

(5) دعوتِ جنگ مجھے خوفزدہ نہیں کرتی، میں آؤں گا اور تلوار کا مزا چکھاؤں گا؛

(6) متفرقات ومتعلقات۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلا وَ اِنَّ الشَّیۡطَانَ قَدۡ زَمَرَ حِزۡبَهٗ؛	1	خبردار ہو جاؤ کہ شیطان نے اپنے تمام گروہوں کو یقیناً ترتیب دے لیا ہے۔
وَاسۡتَجۡلَبَ جَلَبَهٗ؛	2	اور جس قدر سامانِ جنگ وجدل اُس کے قابو میں تھا وہ سب فراہم کر لیا ہے۔
لِیَعُوۡدَ الۡجَوۡرُ اِلٰی اَوۡطَانِهٖ؛	3	تا کہ وہ قوت کے ذریعہ سے ایک دفعہ پھر اپنی بستیوں میں ظلم و جبر واپس لائے۔
وَ یَرۡجِعَ الۡبَاطِلُ اِلٰی نِصَابِهٖ؛	4	اور جبر وتشدد کی طاقت سے وہ باطل حکومت کو اُس کے دستور کے ساتھ نافذ کردے۔
وَاللّٰهِ مَا اَنۡكَرُوۡا عَلَیَّ مُنۡكَرًا؛	5	خدا کی قسم ہے کہ اُن شیاطین نے میرے خلاف نہ تو کوئی صحیح الزام ہی قائم کیا ہے۔
وَّلَا جَعَلُوۡا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَهُمۡ نِصۡفًا؛	6	اور نہ ہی مجھ پر الزامات عائد کرنے میں کسی قاعدے اور انصاف ہی کو مدنظر رکھا ہے۔
وَ اِنَّهُمۡ لَیَطۡلُبُوۡنَ حَقًّاهُمۡ تَرَكُوۡهُ؛	7	حقیقت یہ ہے کہ وہ مجھ سے اُس حق (حکومت) کا مطالبہ کر رہے ہیں جو انہوں نے خود ہی میرے لئے چھوڑ دیا تھا۔
وَ دَمًا هُمۡ سَفَكُوۡهُ؛	8	اور وہ مجھ سے اُس خون کا بدلہ چاہتے ہیں جسے خود انہوں نے بہایا ہے۔
فَلَئِنۡ كُنۡتُ شَرِیۡكَهُمۡ فِیۡهِ فَاِنَّ لَهُمۡ لَنَصِیۡبَهُمۡ مِّنۡهُ؛	9	چنانچہ اگر اُس قتل میں میں بھی اُن کے ساتھ شریک تھا تو یقیناً وہ بھی تو میرے ساتھ برابر کے حصہ دار ٹھہرتے ہیں تو سارا انتقام مجھ سے کیوں؟
وَ لَئِنۡ كَانُوۡا وَلُوۡهُ دُوۡنِیۡ فَمَا التَّبِعَةُ اِلَّا عِنۡدَهُمۡ؛	10	اور اگر وہ قتل صرف اُن کے حکم سے اُن کی سرپرستی میں ہوا ہے اور میں اُس میں شامل نہیں تو اُس کی سزا بھی اُن ہی کو ملنا چاہئے نہ کہ مجھے؟

Presented by Ziaraat.Com

وَ اِنَّ اَعۡظَمَ حُجَّتِہِمۡ لَعَلٰی اَنۡفُسِہِمۡ؛	11	اوراس سلسلے میں وہ لوگ جو بھی بڑی سے بڑی دلیل پیش کریں گے وہ خود اُن کے خلاف جائے گی۔
یَرۡتَضِعُوۡنَ اُمًّا قَدۡ فَطَمَتۡ؛	12	وہ لوگ اُس ماں کا دودھ پینا چاہتے ہیں جس کا دودھ منقطع ہو چکا ہے۔
وَ یُحۡیُوۡنَ بِدۡعَةً قَدۡ اُمِیۡتَتۡ؛	13	اور وہ اُس بدعت اور بے دینی کو زندہ کرنا چاہتے ہیں جو ایک دفعہ مر چکی ہے۔
یَا خَیۡبَةَ الدَّاعِیۡ؛	14	ہائے افسوس کتنا نامراد ہے یہ شخص جو مجھے للکار رہا ہے؟
مَنۡ دَعَا وَ اِلٰی مَ اُجِیۡبُ؟	15	یہ کون دعوتِ جنگ دے رہا ہے؟ اوراس کی پکار پر کون آمادگی ظاہر کر رہا ہے؟
وَ اِنِّیۡ لَرَاضٍ بِحُجَّةِ اللّٰہِ عَلَیۡہِمۡ وَ عِلۡمِہٖ فِیۡہِمۡ؛	16	اور میں تو بلا شبہ اتنی سی بات پر خوش اور مطمئن ہوں کہ اُن پر اللہ کی حجت ختم ہو چکی ہے اور یہ کہ یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔
فَاِنۡ اَبَوۡا اَعۡطَیۡتُہُمۡ حَدَّ السَّیۡفِ؛	17	اگر اُن لوگوں نے سرتابی جاری رکھی تو میں اُن کو تلوار کی باڑھ پر رکھ کر سرتابی کی سزا دوں گا۔
وَ کَفٰی بِہٖ شَافِیًا مِّنَ الۡبَاطِلِ وَ نَاصِرًا لِّلۡحَقِّ؛	18	اور یہ سلوک باطل کی بیماری سے اُنہیں شفا دینے کے لئے اور حق وحقانیت کی نصرت کے لئے کافی ہوگا۔
وَ مِنَ الۡعَجَبِ بَعۡثُہُمۡ اِلَیَّ اَنِ ابۡرُزۡ لِلطِّعَانِ؛	19	تعجب اس پر ہے کہ وہ میری تیغ زنی سے واقف ہوتے ہوئے مجھے پیغام بھیجتے ہیں کہ اُن کے ساتھ نیزہ بازی کے لئے میدان جنگ میں نکلوں۔
وَ اَنِ اصۡبِرۡ لِلۡجِلَادِ؛	20	اور تلواریں برداشت کرنے کی ہمت کروں۔
ہَبِلَتۡہُمُ الۡہَبُوۡلُ؛	21	رونے والیاں ان کے ماتم میں روئیں۔
لَقَدۡ کُنۡتُ وَمَا اُہَدَّدُ بِالۡحَرۡبِ؛	22	حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی جنگ وجدل سے دھمکایا نہیں جا سکا ہوں۔
وَ لَا اُرۡہَبُ بِالضَّرۡبِ؛	23	اور نہ مجھے شمشیر زنی سے ڈرایا جا سکا ہے۔
وَ اِنِّیۡ لَعَلٰی یَقِیۡنٍ مِّنۡ رَبِّیۡ؛	24	اور میں تو اپنے پروردگار کی طرف سے درجہ یقین پر فائز ہوں۔
وَ غَیۡرِ شُبۡہَةٍ مِّنۡ دِیۡنِیۡ؛	25	اور مجھے اپنے دین اور طرز حیات میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہے۔

تشریحات:

1۔ خطبے میں قتلِ عثمان کے قصاص طلب کرنے والوں کے ذکر سے طلحہ، زبیر اور عائشہ ہی کیوں سمجھے جائیں؟

اس خطبے میں حضرت علی علیہ السلام نے دشمن کی جنگی تیاریوں کا تذکرہ فرما کر یہ بھی فرمادیا ہے کہ:

وَ اللّٰہِ مَا اَنۡکَرُوۡا عَلَیَّ مُنۡکَرًا، وَّ لَا جَعَلُوۡا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَہُمۡ نِصۡفًا، وَ اِنَّہُمۡ لَیَطۡلُبُوۡنَ حَقًّاھُمۡ تَرَکُوۡہ، وَ دَمًا ھُمۡ سَفَکُوۡہُ، فَلَئِنۡ کُنۡتُ

Presented by Ziaraat.Com

شَرِيكَهُمْ فِيهِ فَإِنَّ لَهُمْ لَنَصِيبَهُمْ مِنْهُ، وَ لَئِنْ كَانُوا وَلُّوهُ دُونِي فَمَا التَّبِعَةُ إِلَّا عِنْدَهُمْ، وَ إِنَّ أَعْظَمَ حُجَّتِهِمْ لَعَلَى أَنْفُسِهِمْ؛ (خطبہ 22 جملے 5 تا 11)

''نہ تو مجھ پر الزام عائد کرنے میں کسی قاعدے اور انصاف سے کام لیا گیا ہے اور نہ الزام ہی ناپ تول کر صحیح لگایا گیا ہے۔ حقیقی بات یہ ہے کہ وہ لوگ مجھ سے ایسا حق واپس طلب کرنا چاہتے ہیں جسے وہ ایک دفعہ چھوڑ چکے اور مجھے دے چکے یعنی خلافت اور خلافت واپس لینے کے لئے وہ مجھ سے ایسے خون (قتل) کا قصاص مانگتے ہیں جو خود انہوں نے بہایا تھا۔ یعنی قتل عثمان کا بدلہ مانگتے ہیں اب اگر میں بھی اُس قتل میں اُن کا شریک تھا تو قتل کے بدلے میں اُن کو بھی پکڑا جانا چاہئے۔ کیونکہ قتل میں وہ بھی شریک تھے اور اگر انہوں نے حکومت پر غلبہ کر کے اُسے میرے بغیر خود قتل کیا ہے تو ساری سزا اُن ہی کو ملنا چاہئے اس لئے کہ یوں تو وہ جو بڑی سے بڑی دلیل پیش کریں گے وہ اُن ہی کے خلاف جائے گی۔''

اس بیان کو پڑھ کر مفتی جعفر وغیرھم یہ سمجھے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام طلحہ، زبیر اور عائشہ وغیرہ کی بات کر رہے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ یہاں علی علیہ السلام نے اُن لوگوں کے نام نہیں بتائے جن کی طرف خطاب کا رخ ہے۔ لیکن سرکارؑ نے پہلے جملے میں اپنا مخاطب ایک شخص کو قرار دیا ہے اُسے خاص شیطان (الشیطان) فرمایا ہے۔ اس کے لئے واحد مذکر کی ضمیریں ارشاد فرمائی ہیں سنئے:

أَلَا وَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ ذَمَرَ حِزْبَهُ، وَاسْتَجْلَبَ جَلَبَهُ، لِيَعُودَ الْجَوْرُ إِلَى أَوْطَانِهِ، وَ يَرْجِعَ الْبَاطِلُ إِلَى نِصَابِهِ؛ (خطبہ 22 جملے 1 تا 4)

''خبردار ہو جاؤ کہ شیطان نے اپنے تمام گروہوں کو یقیناً جنگی ترتیب دے دی ہے۔ اور جس قدر سامانِ جنگ و جدل اُس کے قابو میں تھا وہ سب فراہم کر دیا ہے۔ تاکہ وہ قوت کے ذریعہ سے ایک دفعہ پھر اپنی بستیوں میں ظلم و جبر واپس لائے۔ اور جبر و تشدد کی طاقت سے وہ باطل حکومت کو اُس کے دستور و قوانین کے ساتھ نافذ کر دے۔''

اس بیان سے جنگی تیاریاں کرنے والا شخص معاویہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ جنگ جمل کے لئے جنگی تیاریاں کرنے والے تین اشخاص تھے۔ لہٰذا اس خطبے میں عائشہ و طلحہ و زبیر کا بطورِ خاص ذکر نہیں ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ شاید مولاً کا یہ خطبہ جنگ جمل سے پہلے کا ہو۔ اس لئے کہ معاویہ نے قتل عثمان کے بعد فوراً جنگی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ مگر یہ اس لئے کہنا غلط ہوگا کہ حضورؑ نے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ:

يَا خَيْبَةَ الدَّاعِي، مَنْ دَعَا وَ إِلَى مَ أُجِيبُ؟ وَ إِنِّي لَرَاضٍ بِحُجَّةِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَ عِلْمِهِ فِيهِم، فَإِنْ أَبَوْا أَعْطَيْتُهُمْ حَدَّ السَّيْفِ وَ كَفَى بِهِ شَافِيًا مِنَ الْبَاطِلِ وَ نَاصِرًا لِلْحَقِّ، وَ مِنَ الْعَجَبِ بَعْثُهُمْ إِلَيَّ أَنِ ابْرُزْ لِلطِّعَانِ، وَ أَنِ اصْبِرْ لِلْجِلَادِ، هَبِلَتْهُمُ الْهَبُولُ، لَقَدْ كُنْتُ وَ مَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ، وَ لَا أُرْهَبُ بِالضَّرْبِ، وَ إِنِّي لَعَلَى يَقِينٍ مِنْ رَبِّي، وَ غَيْرِ شُبْهَةٍ مِنْ دِينِي ؛ (خطبہ 22 جملے 14 تا 25)

''ہائے افسوس کتنا نامراد ہے یہ شخص جو مجھے للکار رہا ہے؟ یہ کون دعوت جنگ دے رہا ہے؟ اور اُس کی پکار پر کون آمادگی ظاہر کر رہا ہے؟ اور میں تو بلاشبہ اتنی سی بات پر خوش اور مطمئن ہوں کہ اُن پر اللہ کی حجت ختم ہو چکی ہے اور یہ کہ یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔ اگر ان لوگوں نے سرتابی جاری رکھی تو میں اُن کو تلوار کی باڑھ پر رکھ کر سرتابی کی سزا دوں گا۔ اور میرا یہ سلوک باطل کی بیماری سے اُنہیں شفا دینے کے لئے اور حق و حقانیت کی نصرت کے لئے کافی ہوگا۔ تعجب اس پر ہے کہ وہ میری تیغ زنی سے واقف ہوتے ہوئے مجھے پیغام بھیجتے ہیں کہ اُن کے ساتھ نیزہ بازی کے لئے میدان جنگ میں نکلوں؟ اور تلواریں برداشت کرنے کی ہمت کروں؟ رونے والیاں اُن کے ماتم میں روئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی جنگ و جدل سے دھمکایا نہیں جا سکا ہوں۔ اور نہ مجھے کبھی شمشیر زنی سے ڈرایا جا سکا ہے۔ اور میں تو اپنے پروردگار کی طرف سے

Presented by Ziaraat.Com

درجہ یقین پر فائز ہوں۔اور مجھے اپنے دین اور طرزِ حیات میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہے۔'' (خطبہ 22 جملے 14 تا 25)

اس بیان کے بعد پورا یقین ہو جاتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کی جنگی تیاریوں کا ذکر فرمایا ہے۔طلحہ وزبیر وغیرہ نے آپؑ کو دعوتِ جنگ نہیں دی تھی۔البتہ معاویہ نے جنگ کی دعوت کا خط بھی لکھا تھا اور جنگ سے ڈرانے کی کوشش بھی کی تھی۔(یہ تفصیل خطوط کی ذیل میں ملاحظہ فرمائیں)

2۔علیؑ سے جنگ کی تیاریاں اُسی روز شروع ہوگئی تھیں جس دن قریش نے علیؑ کو محروم کر کے قومی حکومت بنانے پر اجماع کیا تھا

یہ تذکرہ بار بار ہوا اور تاریخ طبری اور علامہ شبلی کی کتاب الفاروق سے بتفصیل دکھایا جا چکا کہ دعوت ذوی العشیرہ کے بعد قریش نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہوگا اللہ اور قرآن سے قائم ہونے والی حکومت کو خاندانِ نبوّت میں بطورِ میراث نہ چلنے دیں گے اور شخصی اور آمرانہ حکومت کی جگہ پنچائتی یا قومی حکومت بنا کر دم لیں گے اور اس سلسلے کی کوئی تدبیر اُٹھا نہ رکھیں گے۔چنانچہ قریشی لیڈروں نے مسلسل تئیس سال تک محاذ بنائے رکھا اور قرآن کریم نے اس محاذ کے قائم رہنے کی کُھلے الفاظ میں یہ کہہ کر اطلاع دی ہے کہ:

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا o فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا o (نساء 4/54-55)

''کیا یہ لوگ اس بزرگی پر حسد کر رہے ہیں جو اللہ نے اُنہیں اپنے فضل سے دی ہے؟ یقیناً ہم نے آل ابراہیمؑ کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت دے دی ہے۔اور ہم نے اُنہیں عظیم الشان مملکت دی ہے۔چنانچہ اُن حسد کرنے والوں میں دو گروہ ہو گئے ہیں ایک نے اُس مملکت اور حکمران پر ایمان لانے کی پالیسی اختیار کر لی ہے اور دوسرے نے اس مملکت کے قیام کو روکنے کا بیڑا اُٹھا لیا ہے۔اور اُن سب کے لئے دھکتا ہوا جہنم کافی ہے۔''

قریشی راہنماؤں نے عہدِ رسوؐل میں جو تیاریاں کی تھیں اُن کے نتیجے میں آخر قومی حکومت قائم ہوگئی مگر حقیقی اور مشہور ومعروف جانشینِ رسوؐل زندہ موجود تھا۔لہٰذا اب تمام کوششیں اور تیاریاں قومی حکومت کے استحکام و استقلال پر صرف ہونے لگیں۔پہلی کوشش یہ تھی کہ اُسے قومی فرد کی حیثیت سے بھی برسرِ حکومت نہ آنے دیا جائے چنانچہ حد بھر بے ایمانیوں اور سیاسی مکاریوں اور گٹھ جوڑ سے اُسے تیسرے نمبر تک پیچھے ہٹایا گیا اور کوشش یہ کی گئی کہ عربوں کو ایسا بنا دیا جائے کہ وہ علی علیہ السلام کو خود ہی ناپسند و نالائق قرار دے دیں۔اور اُدھر اُنہیں اس قدر دینی آزادی اور مال و دولت دے دیں کہ علیؑ خود بھی یقین کر لیں کہ اب عربوں پر حکومت کرنا اور اُس معیار کو برقرار رکھنا اُن کے لئے بھی ناممکن ہے جو سابقہ خلفا نے قائم کر دیا تھا۔اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ قریشی لیڈر اپنے ہر سیاسی منصوبے، پالیسی اور کوشش میں اپنے پروگرام کے مطابق کامیاب ہوئے۔اُن کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت علی علیہ السلام نے اُن کے کسی منصوبے اور پالیسی کا توڑ نہ کیا۔وہ دینی کوشش بھی آزادی کے ساتھ نہ کر سکتے تھے۔خود نہج البلاغہ کے خطبے آپ کو بتائیں گے کہ حضوؐر کو اپنی بات کہنے میں اُس پبلک کا خیال رکھنا پڑتا تھا۔جس کے سامنے دین کو، واقعات کو اور قرآنی پالیسیوں کو اُلٹ کر رکھا ہوا تھا اور وہ اُنہیں برحق سمجھنے کی عادی ہوگئی تھی۔انہیں ساری دنیا برحق خلیفہ اور امیر المومنین سمجھتی اور کہتی تھی۔علیؑ کو حکومت کا لالچی اور باغی تک سمجھنے لگے تھے۔سینکڑوں صحابہ نام کے جانور خلافت کے حقدار سمجھے جاتے تھے۔اُن میں سے ایک علیؑ کو بھی اُن کے برابر کا حقدار خیال کیا جاتا تھا۔یہ خیال بھی قریش میں نہیں بلکہ مجہول رعایا میں تھا۔اور حضرت علیؑ کُھل کر اور ہر جگہ اور ہر وقت انہیں باطل پرست نہ

Presented by Ziaraat.Com

کہہ سکتے تھے۔قریش اور سربرآوردہ لوگوں میں اُن کا مقام ایک اچھے نیک اور پابند مذہب فرد سے ہرگز زیادہ نہ تھا یعنی اگر کوئی جُرم ثابت ہو جاتا تو اُن کے ہاتھ بھی کاٹے جاسکتے تھے۔انہیں سنگسار بھی کیا جاسکتا تھا۔ پھر اُن کا سب سے بڑا عیب یہ تھا کہ وہ خلفا کی پالیسیوں پر نکتہ چینی کرتے رہتے تھے۔اس سے لوگوں کی سمجھ میں یہ آتا تھا کہ اگر کہیں علیؑ خلیفہ ہوگئے تو ہم بھوکے مرجائیں گے۔آزادی خیال ورائے چھن جائے گی اور علیؑ ہمارے منہ میں لگام اور پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں گے۔ہم گردن پکڑ کر بات اور اعتراض نہ کرسکیں گے۔حضرت علی علیہ السلام اس لئے بھی کوشش نہ کرتے تھے کہ اُن کو رسوؐل اللہ نے یقین دلایا تھا۔وہ دیکھ رہے تھے کہ خلافت اُن کے پیروں میں رکھی جارہی ہے۔منتیں کی جارہی ہیں۔ بہرحال قریشی راہنماؤں نے یہاں تک انتظام کر دیا تھا اور پہلی ہی خلافت کے پہلے ہی ہفتہ میں کر دیا تھا کہ اگر بالفرض محال علیؑ کو عوام خلیفہ بنا بھی لیں اور کثرت کے سامنے دیدہ ورانِ قوم ناکام ہو جائیں تو علیؑ چند روز سے زیادہ حکومت نہ کرسکیں اور اُن کے مقابلہ میں ایسے مشہور و معروف صحابہ تیغ بکف آئیں کہ پبلک رفتہ رفتہ علیؑ کو غلط راہ پر سمجھنے لگے۔چنانچہ ہر قسم کا محاذ عہدِ رسوؐل اور دورانِ نزولِ قرآن (تحریم 4-66/3)ہی قائم ہو چکا تھا۔ لوگ پہلے سے تعینات تھے جنہیں اپنا اپنا رول معلوم تھا۔اور جب کوئی صحابی اس عظمت کا باقی نہ رہے جو تنہا علیؑ کے مقابلہ میں زیادہ مقدس کہلا سکے تو بھی ایک ہستی ایسی آگے بڑھنے کے لئے موجود رہے جسے ساری دنیا مقدس مانتی ہو اور وہ تھی عائشہ زوجہ رسوؐل جو محبوبہ رسوؐل مشہور تھی، جو سارے ایمان لانے والوں کی ماں تھی جس کا ساری امت پر، تمام صحابہ پر، بقول قریش خود علیؑ پر بھی احترام و اطاعت واجب تھی۔وہ سامنے آئے گی۔اور قریش کو اسکیم بنانے کے وقت یقین تھا کہ علیؑ کا ساتھ کوئی نہ دے گا۔اور جو عائشہ کا حکم ہوگا وہ سارے مسلمان تسلیم کریں گے۔پھر روزِ اول سے ابوسفیان کو مختار بنایا گیا تھا۔معاویہ اسی کا بیٹا تھا۔یزید اُسی کا بڑا بیٹا ملک شام کا آزاد حاکم تھا۔اس کے بعد معاویہ نے اس ملک کو سنبھالا تھا اور یہ وہ آخری پناہ بنائی گئی تھی کہ اگر علیؑ سے کہیں اور پناہ نہ ملے تو شام اُن کی مضبوط پناہ ہو۔اس ملک میں سابقہ خلفا بھی دخل نہ دیتے تھے۔یہ ملک اور اس کا پایہ تخت دمشق، مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں سے مختلف تھا۔یہاں اللہ و رسوؐل کو اس لئے مانا جاتا تھا کہ سربراہ ملک مانتا تھا۔یہاں اسلام وہ تھا جو ابوسفیان، یزید اور معاویہ کہتے تھے۔یہاں ایک نئی تاریخ، عجیب اسلام اور جدید تصورات کا دور دورہ تھا۔یہاں علیؑ اور خاندانِ علیؑ کا مقام صرف اس قدر تھا کہ معاویہ نے اُن پر منبروں سے لعنت کرنے کا حکم دیا تو بلا تکلف لعنت شروع ہوگئی اور چند سال بعد ساری مملکتِ اسلام میں ہر مسجد و منبر سے لعنت ہونے لگی اور ننانوے سال تک جاری رہی۔

3۔ مودودی کے قلم سے معاویہ اور اُس کے مقبوضات کی اہمیت، علیؑ کی راہ میں رکاوٹ کی قدیم اسکیم، معاویہ کی کارگزاریاں

(i) اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں جو بڑے دُوررَس اور خطرناک نتائج کی حامل ثابت ہوئیں: ایک یہ کہ حضرت عثمان نے حضرت معاویہ کو مسلسل بڑی طویل مدت تک ایک ہی صوبے کی گورنری پر مامور کیسے رکھا۔وہ حضرت عمر کے زمانہ میں چار سال سے دمشق کی ولایت پر مامور چلے آرہے تھے۔حضرت عثمان نے ایلہ سے سرحدِ رُوم تک اور الجزیرہ سے ساحلِ بحرابیض تک کا پورا علاقہ اُن کی ولایت میں جمع کر کے اپنے پورے زمانہ خلافت بارہ سال میں اُن کو اُسی صوبے پر برقرار رکھا یہی چیز ہے جس کا خمیازہ آخر کار حضرت علیؓ کو بھگتنا پڑا۔شام کا یہ صوبہ اس وقت کی اسلامی سلطنت میں بڑی اہم جنگی حیثیت کا علاقہ تھا۔اس کے ایک طرف تمام مشرقی صوبے تھے۔اور دوسری طرف تمام مغربی صوبے۔بیچ میں وہ اس طرح حائل تھا کہ اگر اس کا گورنر مرکز سے منحرف ہو جائے تو وہ مشرقی صوبوں کو مغربی صوبوں سے بالکل کاٹ سکتا تھا۔حضرت معاویہ اس صوبے کی حکومت پر اتنی طویل مدت تک رکھے گئے کہ انہوں نے یہاں اپنی جڑیں پوری طرح جمالیں اور وہ مرکز کے قابو میں نہ رہے۔بلکہ مرکز اُن

Presented by Ziaraat.Com

کے رحم وکرم پر منحصر ہو گیا۔'' (خلافت وملوکیت صفحہ 115)

قارئین دیکھ لیں کہ یہ صوبہ پہلے معاویہ کے بڑے بھائی کے ماتحت روزِ اول سے یعنی 13 ہجری سے چھ سال تک رہا۔ پھر سولہ سال تک یعنی عثمان کی موت تک معاویہ اس پر حکمران رہا گویا اس صوبے کو بائیس سال سے مسلسل ابوسفیان کے بیٹوں کے تسلط میں رکھا گیا۔ اور دبے الفاظ میں مودودی کو بھی اس کی شکایت ہے اور یہ تو انہوں نے مان ہی لیا کہ خلفائے ثلاثہ کی یہ حکمت عملی یا اسکیم آخرکار حضرت علی علیہ السلام کے لئے ایک مستقل مصیبت بن گئی۔ یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ معاویہ نے بالکل مودودی کے مطابق حضرت علیؑ کی مملکت کو بیچ سے کاٹ دیا تھا اور اس کی فوجیں اور سویلین پبلک حضرت علی علیہ السلام کے علاقہ کے مسلمانوں کو دن رات لُوٹتی اور اُن کا قتلِ عام کرتی رہتی تھی۔ اس کی شکایت بھی حضرت علیؑ کے خطبات میں ملے گی۔ مختصراً یہ سمجھ لیجئے کہ خلفائے ثلاثہ کا یہ اتنا کامیاب انتظام تھا کہ علیؑ کے سوا کوئی اور ہوتا تو دو ماہ بھی حکومت نہ کرسکتا تھا۔

یہ صحیح ہے کہ عمر و عثمان کی خلافتیں معاویہ کے رحم وکرم پر منحصر تھیں۔ مگر حضرت علی علیہ السلام معاویہ کے لئے ایک ہولناک آفت تھے اور اگر کہیں سازش کرکے انہیں شہید نہ کرادیا ہوتا تو جس شب میں اُن پر حملہ ہوا اسی صبح کو ساٹھ ہزار سواروں کو لے کر حضورؑ نے روانہ ہونا تھا۔ اور معاویہ کو لکھ دیا گیا تھا کہ تو نے مجھے دعوتِ جنگ دی ہے میں تیرا قصہ پاک کرنے کے لئے بہت جلد پہنچ رہا ہوں۔ یہی اطلاع تو تھی جس پر معاویہ کی پوری سیاسی مشین حرکت میں آگئی اور لے دے کر حضورؑ کو زخمی کرادیا گیا۔

(ii) <u>معاویہ کی جنگی تیاریاں درحقیقت بڑی کمینہ سازشیں اور فریب کاریاں تھیں چند سطریں پھر مودودی سے سُنیئے:</u>

''حضرت عثمان کی شہادت 18 ذی الحجہ 35ھ کے بعد حضرت نعمان بن بشیر اُن کا خون سے بھرا ہوا قمیص اور اُن کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں حضرت معاویہ کے پاس دمشق لے گئے۔ اور اُنہوں نے یہ چیزیں منظرِ عام پر لٹکادیں تاکہ اہلِ شام کے جذبات بھڑک اُٹھیں۔ یہ اس بات کی کُھلی علامت تھی کہ حضرت معاویہ خونِ عثمان کا بدلہ قانون کے راستہ سے نہیں بلکہ غیر قانونی طریقہ سے لینا چاہتے ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ شہادتِ عثمان کی خبر ہی لوگوں میں غم وغصہ پیدا کرنے کے لئے کافی تھی۔ اُس قمیص اور اُن اونگلیوں کا مظاہرہ کرکے عوام میں اشتعال پیدا کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔'' (ایضاً صفحہ 132)

قارئین دیکھیں کہ معاویہ جنگ کی تیاریاں ایسے کمینہ اشتعال دلا کر کر رہا ہے جسے خود اُن کو حضرت اور رضی اللہ لکھنے اور ماننے والے علامہ مودودی بھی بُرا اور مجرمانہ فعل سمجھتے ہیں۔

(iii) <u>قاتلانِ عثمان سے نہیں بلکہ خلیفۂ وقت سے بدلہ لینے کے ارادے کی مذمت بھی مودودی سے سُن لیں:</u>

''حضرت علیؑ نے ایک اور صاحب کو اپنے خط کے ساتھ حضرتِ معاویہ کے پاس بھیجا۔ مگر اُنہوں نے اُسکا کوئی جواب نہ دیا اور صفر 36 ہجری میں اپنی طرف سے ایک لفافہ اپنے ایک پیغامبر کے ہاتھ اُنکے پاس بھیج دیا۔ حضرت علیؑ نے لفافہ کھولا تو اس میں کوئی خط نہ تھا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پیچھے دمشق میں 60 ساٹھ ہزار آدمی خونِ عثمان کا بدلہ لینے کیلئے بے تاب ہیں۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کس سے بدلہ لینا چاہتے ہیں؟ اُس نے کہا <u>آپ کی رگِ گردن سے</u>' اسکے صاف معنی یہ تھے کہ شام کا گورنر صرف اطاعت ہی سے منحرف نہیں ہے بلکہ اپنے صوبے کی پوری فوجی طاقت مرکزی حکومت سے لڑنے کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے اور اُس کے پیشِ نظر قاتلین عثمان سے نہیں بلکہ خلیفہ وقت سے خونِ عثمان کا بدلہ لینا ہے۔ یہ سب کچھ اس چیز کا نتیجہ تھا کہ حضرت معاویہ مسلسل 16-17 سال ایک ہی

Presented by Ziaraat.Com

صوبے، اور وہ بھی جنگی نقطۂ نظر سے انتہائی اہم صوبے کی گورنری پر رکھے گئے۔ اسی وجہ سے شام خلافتِ اسلامیہ کے ایک صوبے کی بہ نسبت اُن کی ریاست زیادہ بن گیا تھا۔'' (ایضاً صفحہ 133)

(iv) معاویہ کے ہاتھ عائشہ اور طلحہ و زبیر نے مضبوط کئے ورنہ مودودی مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے معاویہ کو پیٹ کر رکھ دیا ہوتا:

یہ بھی مودودی سے سنتے چلیں:

''حضرت علیؑ نے اس کے بعد شام پر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی۔ اُس وقت اُن کے لئے شام کو اطاعت پر مجبور کر دینا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔ کیونکہ جزیرۃ العرب، عراق اور مصر اُن کے تابع فرمان تھے۔ تنہا شام کا صوبہ اُن کے مقابلہ پر زیادہ دیر نہ ٹھہر سکتا تھا۔ علاوہ بریں دنیائے اسلام کی عام رائے بھی اس کو ہرگز پسند نہ کرتی کہ ایک صوبے کا گورنر خلیفہ کے مقابلے میں تلوار لے کر کھڑا ہو جائے۔ بلکہ اس صورت میں خود شام کے لوگوں کیلئے بھی یہ ممکن نہ تھا کہ وہ سب متحد ہو کر خلیفہ کے مقابلے میں حضرت معاویہ کا ساتھ دیتے۔ لیکن عین وقت پر اُم المومنین حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ و زبیر کے اُس اقدام نے، جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، حالات کا نقشہ یکسر بدل دیا۔ اور حضرت علیؑ کو شام کی طرف بڑھنے کے بجائے ربیع الثانی 36 ہجری میں بصرے کا رُخ کرنا پڑا۔'' (ایضاً صفحہ 134)

(v) چند نتائج جو مودودی کے بیانات سے نکلتے ہیں: اول تو وہی بات کہ علامہ نے بھی اُس سازش کا دوبارہ پتہ دیا ہے کہ معاویہ کو 16-17 سال جان بوجھ کر شام وغیرہ کا اس لئے گورنر رکھا کہ وہ صوبہ جنگی اہمیت رکھتا تھا۔ اور علیؑ کے لئے باعثِ ہزیمت ہو سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ عائشہ، طلحہ اور زبیر نے معاویہ کے ہاتھ مضبوط کئے یعنی یہ سب علیؑ کو اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے۔ اور تیسرے یہ کہ معاویہ کے پاس ساٹھ ہزار کا لشکر ہر وقت تیار تھا۔ چوتھے یہ کہ علیؑ سے ناکردہ گناہ کا انتقام لینا اس لئے ضروری تھا کہ خلافت چھیننا مقصود تھی۔

4۔ جنگِ صفین سے پہلے معاویہ نے حضرت علیؑ کے تمام ساتھیوں کو پیغامات، خطوط اور رشوت اور دھمکی سے توڑنے کی پوری کوشش کی۔

معاویہ کی جنگی تیاریوں میں سب سے کمینہ، بزدلانہ اور فریب کارانہ تیاری یہ تھی کہ اُس نے حضرت علی علیہ السلام کے کیمپ میں نزدیک و دُور تمام بڑے بڑے سرداروں، گورنروں، فداکاروں اور بااثر لوگوں میں پھوٹ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب بھی ہوا۔ اکثر خطبات میں آپ حضرت علیؑ کے ایسے بیانات پڑھیں گے جن میں حضورؑ اپنے ساتھیوں کا شکوہ کر رہے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ حضرت علیؑ تنگ آ چکے ہیں، مایوس ہو گئے ہیں اور اُن کے ساتھیوں نے انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے قارئین بھی حضرت علی علیہ السلام کے بیان پڑھتے ہوئے غمگین ہو جائیں گے۔ مگر اُنہیں ہر وقت یاد رکھنا چاہئے کہ معاویہ کی کامیاب پالیسیوں کے باوجود بھی نہ حضورؑ کی فوج کو کبھی شکست ہوئی اور نہ کسی مرکزی اور دینی اسکیم کو معاویہ توڑ سکا بلکہ اُسے ہر کُھلے میدان میں ہزیمت، ناکامی اور رُسوائی سے دوچار رہنا پڑا۔ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت سے پہلے معاویہ کو کسی محاذ اور کسی میدان میں کامیابی کا منہ دیکھنے کو نہ ملا۔

(i) حضرت قیسؓ بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنھما کو بہکانے کی کوشش: حضرت قیسؓ مصر کے گورنر مقرر ہو کر گئے تو معاویہ کی نیند اُڑ گئی تھی۔ یہ قیسؓ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور جنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر و عمر کی کُھلی مخالفت کی تھی اور جنہیں عمر نے مرتد قرار دیا ہے۔ اور جنہوں نے قریش کی قومی حکومت کو تازیست شیطانی حکومت سمجھا اور اُسکے خلاف تبلیغ کرنے کیلئے مدینہ چھوڑ کر اندرونِ ملک گاؤں گاؤں اور شہر شہر پھرتے رہے اور قومی حکومت کے حکم سے اُنہیں سفر کے دوران دور سے تیر مار کر شہید کر دیا تھا۔ اُنکی اولاد ہمیشہ

Presented by Ziaraat.Com

قریشی حکومتوں کی دشمن اور خاندانِ مرتضویؑ کی فدا کار دوست رہتی چلی گئی۔ چنانچہ جناب قیس رضی اللہ عنہ کو ورغلانے ، اپنے ساتھ ملانے اور حضرت علیؑ سے توڑنے کی کوشش کا حال تاریخ طبری سے سُنئے :

''امیر معاویہ تمام مخلوق میں قیسؓ کو اپنے لئے سب سے زیادہ خطرناک سمجھتے تھے۔ کیونکہ مصر کی سرحدات شام سے ملحق تھیں۔ امیر معاویہ کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک جانب سے علیؑ شام پر حملہ آور ہوں اور دوسری جانب سے قیسؓ حملہ کر بیٹھیں، اس طرح میں دونوں جانب سے گھیرے میں آ جاؤں گا۔ اس خطرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے امیر معاویہ نے ایک خط تحریر کیا۔ جس وقت یہ خط تحریر کیا گیا اُس وقت حضرت علیؑ کوفہ میں مقیم تھے۔ اور ابھی صفین کی جانب کوچ نہ کیا تھا۔ امیر معاویہ نے خط میں تحریر فرمایا:''

قبل اس کے کہ ہم آپ کو اُس ملعون کا خط سنائیں یہ سن لیں کہ حالانکہ معاویہ ساٹھ ہزار مسلح ،مُستعد، آزمودہ اور عمر کے زمانہ سے چلی آنے والی تجربہ کار فوج (Standing Army) رکھتا ہے۔ جنگی نقطۂ نظر سے بہترین پوزیشن میں ہے اور جانتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جو فوج لائیں گے وہ نہ حقیقی معنی میں فوج ہوگی نہ اُس کے پاس تیر و تلوار و نیزہ کے علاوہ جدید اسلحہ ہوگا نہ وردی ہوگی۔ اِدھر اُدھر سے بلائے اور آئے ہوئے غریب لوگ ہوں گے۔ کسی کے پاس تلوار ہوگی تو نیزہ نہ ہوگا۔ نیزا ہوا تو تیر نہ ہوں گے۔ راشن کا کوئی سرکاری انتظام نہ ہوگا۔ اُس میں بڑھے، جوان اور کم سن نوجوان بھی ہوں گے۔ نہ قواعد پریڈ جانتے ہوں گے نہ فوجی ڈسپلن اور نظام پر مطلع ہوں گے، ایک بے ترتیب بے مہار گروہ ہوگا۔ اس یقین کے باوجود معاویہ کی کسی بات اور کسی عمل سے یہ شبہ بھی پیدا نہ ہوگا کہ وہ مسلمان ہے، خود کو حق پر سمجھتا اور اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اِس کے برعکس وہ بے دریغ دھوکا پٹی کرتا ہوا پایا جاتا ہے۔ علیؑ کے خوف کی بنا پر تنکوں کے سہارے ڈھونڈتا ہے۔ اُدھر حضرت علیؑ کی ہر بات ایسی ہے جیسے ابھی ابھی خدا سے سُنی ہے ہر اقدام ایسا ہے کہ نتیجہ پہلے سے معلوم ہے۔ بہرحال ہم طبری سے سارا خط لکھ کر تضیع اوقات نہ کریں گے صرف معاویہ کی ذہنیت اور خباثت کی انتہا ظاہر کرنے والے جملے لکھیں گے سُنئے :

''اے قیس اگر تجھ سے یہ ہو سکے کہ تو حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ کرے تو اس معاملے میں ہمارا ساتھ دے میں جب غالب آ جاؤں گا تو تجھے عراق، عرب اور عراق فارس کا حاکم بنادوں گا اور اپنے گھر والوں میں سے جس کے لئے بھی تو پسند کرے گا اُسے حجاز کی حکومت دے دوں گا۔ اور جب تک میری حکومت قائم رہے گی اس وقت تک تم اِس عہدے پر برقرار رہو گے۔ اور اس کے علاوہ وہ بھی جو تم مانگنا چاہو میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ تم اپنی رائے سے مجھے مطلع کرو۔ والسلام'' (مسلسل لکھا کہ)

''جب قیس نے امیر معاویہ کا یہ خط پڑھا تو انہوں نے یہ تدبیر سوچی کہ معاویہ کو ٹال دینا چاہئے اور اپنے دلی خیالات ظاہر نہ کئے جائیں اور نہ اُس سے جنگ میں عجلت کی جائے۔ اِن تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے قیس نے یہ جواب لکھا:''

ہم وہ جواب نظر انداز کرتے ہیں اور یہ دکھاتے ہیں کہ معاویہ نے جب قیسؓ کا خط پڑھا تو سمجھ گیا کہ مجھے ٹرخایا گیا ہے لہٰذا اس کا دوسرا خط طبری سے سُنئے :

''میں نے تمہارا خط پڑھا جس سے تم مجھے قریب بھی نظر نہ آئے کہ میں تم سے صلح کا وعدہ کرلوں اور دُور بھی نظر نہ آئے کہ جنگ کی تیاری کرلوں۔ اس معاملے میں تمہاری مثال اُونٹ کی گردن کی طرح ہے کہ جدھر چاہا موڑ دیا۔ یاد رکھو کہ مجھ جیسے شخص کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا اور نہ مجھ سے کوئی چالا کی کھیلی جاسکتی ہے۔ میرے پاس بے پناہ لشکر ہے اور میرے قبضہ میں بے پناہ گھوڑوں کی لگامیں ہیں۔ والسلام''

Presented by Ziaraat.Com

(طبری مسلسل لکھتا ہے کہ)

''قیسؓ بن سعد نے اس کا یہ جواب لکھا کہ:

''تم جو اِس دھوکے میں مبتلا ہو اور یہ طمع رکھتے ہو کہ میں اُس شخص کی اطاعت ترک کردوں گا جو خلافت کا سب سے زیادہ مستحق ہے، سب سے زیادہ حق گو ہے، سب سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے اور سب سے زیادہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریبی رشتہ دار ہے۔ تم نے مجھے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے تو کیا میں اُس شخص کی اطاعت کرلوں جس کی بلحاظ فضیلت کوئی حیثیت نہیں جو خوب جھوٹ بولنے والا اور گم کردہ راہ ہے۔ اور جو اللہ عزوجل اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دُور ہے۔ جو گمراہ اور گمراہ کنندوں کی اولاد ہے اور ابلیس کے حامیوں میں سے ایک حامی ہے۔ تم نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ تم مصر کو سواروں اور پیادوں سے بھردو گے تو خدا کی قسم میں تجھے کسی کام میں مشغول نہ کروں گا تاوقتیکہ تُو اپنی جان کی قدر نہ کرنے لگے اور واقعتاً تجھ میں خوب کوشش کا مادہ پایا جاتا ہے۔''

جب امیر معاویہ نے قیس کا یہ خط پڑھا تو وہ اُس کی طرف سے مایوس ہوگیا۔ اور اب اس کو قیس کا وجود اور زیادہ کھٹکنے لگا۔''

(ترجمہ طبری حصہ ''حضرت علیؑ'' صفحہ 250 تا 253)

(ii) معاویہ نے جنگ صفین کے لئے روانہ ہونے سے پہلے کن کن لوگوں کو ورغلایا اور غلانے وغیرہ کی کوشش کی تھی

ہم اور بھی چند نمونے دکھائیں گے مگر پہلے طبری سے فارغ ہولیں وہ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت معاویہ کوچ کرنے میں تاخیر سے کام لے رہے تھے اُنہوں نے ہر اُس شخص کو خط تحریر کیا ہے جسے علیؑ سے کچھ خوف لاحق تھا۔ یا علیؑ نے اس پر کوئی اعتراض کیا تھا یا جس کی نظروں میں حضرت عثمان کے خون کی عظمت تھی یا حضرت عثمان کی کسی صورت میں بھی اُس نے حمایت کی تھی۔'' (صفحہ 273)

ہم نے جنگ جمل کے سلسلے میں مودودی کے قلم سے معاویہ کا کافی کیریکٹر دکھا دیا ہے۔ یہاں تو یہ دکھانا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کے مقابلے میں جنگی تیاریوں سے زیادہ سازشی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں اُس نے اُن قریشی لیڈروں کو بھی خطوط لکھے جو حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے الگ رہے اور جنگ جمل وغیرہ میں حضوؐر کی نصرت نہ کی تھی۔ اُسے امید تھی کہ وہ صحابہ ضرور اُس کا ساتھ دیں گے۔ مگر اُسے وہاں سے بھی مایوس ہونا پڑا تھا چنانچہ ہم کتاب تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین مطبع یوسفی پریس دھلی 1313ھ سے معاویہ کی خط و کتابت کے چند نمونے اور دکھاتے ہیں۔

(iii) عبداللہ ابن عمر خلیفہ دوم کو معاویہ نے لکھا:

''امابعد۔ عثمان کے بعد میرے نزدیک قریش میں کوئی تجھ سے بہتر نہ تھا۔ مگر تو نے عثمان کے محاصرے کے وقت اُس کی نصرت نہ کی بلکہ اُس کی نصرت کرنے والوں کو مورد طعن وملامت کیا تو میری یہ رائے بدل گئی تھی۔ مگر اب جو تو نے علیؑ کے ساتھ مخالفت کی اور جنگ جمل میں اُس کا شریک نہ ہوا تو پھر میرا میلانِ قلبی تیری جانب ہے۔ پس اُس مظلوم خلیفہ کے مقدمہ میں ہماری اعانت کر۔ تجھ پر خدا کی رحمت ہو کہ میں جو حکومت حاصل کرنے میں کوشاں ہوں وہ صرف تمہارے لئے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اور اگر تم خلیفہ بننا پسند نہ کروگے تو معاملہ شوریٰ کے سپرد کردوں گا۔

Presented by Ziaraat.Com

جب ابنِ عمر نے یہ خط پڑھا تو جواب میں لکھا کہ:

اما بعد جب کہ میں نے علیؑ کے مجمع مہاجرین وانصار کے ساتھ بیعت نہیں کی اور طلحہ وزبیر وام المومنین عائشہ کا ساتھ نہ دیا تو تیری اطاعت میں کیسے اور کیوں داخل ہو جاؤں گا۔ اور تیرا یہ گمان کہ میں نے علیؑ کی مخالفت کی ہے۔ پس مجھے اپنی جانِ عزیز کی قسم کہ میں ایمان وہجرت میں اُن کا مساوی ومماثل نہیں اور جو قرب حضرتِ رسوؐل خدا سے وہ رکھتے ہیں اور جو ایذائیں اور اہانتیں اُن کے ہاتھ سے کفار ومشرکین کو پہنچی ہیں میں کسی طرح اُن خصائل میں اُن کی برابری نہیں کرسکتا۔ مگر اس موقع پر مجھے وہ امر پیش آیا جس میں حضرت رسوؐل خدا کی طرف سے میرے پاس کوئی عہدہ نہ تھا۔ اس لئے مجبوراً توقف کیا تھا۔ اور یہ سوچا تھا کہ اگر یہ امر طریق رشد وہدایت ہے تو میں تارک فضل ہی ہوں گا۔ اور اگر یہ گمراہی اور باطل ہے تو اس سے محفوظ رہوں گا۔ پس اَے معاویہ مجھ سے کوئی امید نہ رکھ۔'' (صفحہ 99-100)

عبداللہ ابن عمر کا ساری عمر پچھتانا تمام قریشی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ مگر میں اُن ملاعین کی کسی بات کا اعتبار نہیں کرتا سب کچھ انہوں نے اُن کی حکومتوں نے حکومتوں کے تنخواہ دار ملازمین نے خود ہی لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی عقلمند شخص اپنے خلاف مضر چیز کبھی نہیں لکھتا۔ وہ اپنی مذمت اس لئے لکھ دیتے ہیں کہ دشمن مذمت دیکھ کر باقی باتوں کو بھی صحیح مان لے گا۔ بہرحال معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو بھی خط لکھا تھا اور اس نے بھی ساتھ دینے سے انکار لکھ دیا تھا۔ (ایضاً صفحہ 100)

یہاں یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ معاویہ کے دربار میں صرف چار اشخاص تھے جن کو صحابہ کہا گیا ہے۔ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بظاہر معاویہ کے ساتھ تھے لیکن درحقیقت وہ دوستداران اہل بیتؑ سے تھے۔ باقی ایک ابو درداء، دوسرا ابو امامہ باہلی، تیسرا ابشیر انصاری یہ تینوں دشمنانِ اہلبیتؑ تھے اور دل وجان سے معاویہ اور ابوسفیان کے بہی خواہ اور طرف دار تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو علمائے شیعہ کی کثرت نے مخالفوں میں شمار کیا ہے یہ اُن کی قلتِ تحقیق کی بنا پر ہوا ہے۔ انہوں نے سینکڑوں مغالطے کھائے ہیں یہ بھی ایک مغالطہ ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 23

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر:23

خُطبه ﴿23﴾

(1) ہر ذی حیات کے لئے ہر لحہ مقدرات وقوانین کی بارش ہوتی رہتی ہے؛

(2) اُن لوگوں کے لئے محتاط طرز زندگی جو مذکورہ مقدرات وقوانین سے رابطہ نہیں رکھتے؛

(3) حاجت مندوں کی حاجت روائی پر نصیحت؛

(4) رشتہ داروں کے متعلق تنبیہ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّ الۡاَمۡرَ یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ کَقَطَرَاتِ الۡمَطَرِ اِلٰی کُلِّ نَفۡسٍ بِمَا قُسِمَ لَهَا مِنۡ زِیَادَةٍ اَوۡ نُقۡصَانٍ؛	1	حمد وثنائے خداوندی کے بعد یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام ذی حیات مخلوق کے لئے جو کچھ بھی بڑھوتری یا کمی کی صورت میں تقسیم ہو رہا ہے وہ سب احکامات وقوانین کی صورت میں ہر لحہ بارش کی بوندوں کی رفتار سے آسمانوں سے زمینوں کی طرف نازل ہو رہا ہے۔
فَاِذَا رَاٰی اَحَدُکُمۡ لِاَخِیۡهِ غَفِیۡرَةً فِیۡ اَهۡلٍ اَوۡ مَالٍ اَوۡ نَفۡسٍ فَلَا تَکُوۡنَنَّ لَهٗ فِتۡنَةً؛	2	چنانچہ جب تم میں سے کوئی ایک شخص یہ دیکھے کہ اُس کے کسی برادرانسان کے اہل وعیال میں یا مال ودولت میں یا اُس کی ذاتی عزت ووقار وجسم میں زیادہ تحفظ پایا جاتا ہے تو تمہیں اُس کی راہ میں فتنہ یا رکاوٹ پیدا نہ کرنا چاہیے۔
فَـاِنَّ الۡـمَـرۡءَ الۡـمُسۡلِمَ مَا لَمۡ یَغۡشَ دَنَآئَةً تَـظۡهَـرُ فَیَخۡشَعُ لَهَا اِذَا ذُکِرَتۡ وَ تُغۡرٰی بِهَا لِئَامُ النَّاسِ کَانَ کَالۡفَالِجِ الۡیَاسِرِ؛	3	اور جو مسلمان مرد ایسی حالت میں خود کو سنبھال کر رکھے اور ایسی کوئی گھٹیا حرکت نہ کرے جو ظاہر ہو جائے تو اُس کا تذکرہ بھی اُسے ذلیل کرے اور ذلیل لوگوں کو نام دھرنے کی جرأت ہو تو ایسا مسلمان مرد تو اُس جُوا کھیلنے والے کامیاب کھلاڑی کی طرح ہے۔
الَّـذِیۡ یَـنۡـتَـظِرُ اَوَّلَ فَوۡزَ ةٍ مِّنۡ قِدَاحِهٖ تُوۡجِبُ لَهُ الۡمَغۡنَمَ؛	4	جو پہلے ہی پانسہ پر جیتنے کا منتظر رہتا ہو اور فوری طور پر اُسے مالا مال کردے۔
وَ یَرۡفَعُ بِهَا عَنۡهُ الۡمَغۡرَمُ؛	5	اور اگر پہلے کوئی گھاٹا یا ہار بھی ہوئی تھی تو اُس کا وہ نقصان بھی یکسر پورا ہو جائے۔
وَ کَـذٰلِکَ الۡـمَـرۡءُ الۡـمُسۡـلِمُ الۡبَرِیُّٔ مِنَ الۡخِیَانَةِ یَنۡتَظِرُ مِنَ اللّٰهِ اِحۡدَی الۡحُسۡنَیَیۡنِ؛	6	اور اُسی طرح وہ مسلمان مرد بھی فائدے میں رہتا ہے جو کسی قسم کی بھی خیانت نہ کرتا ہو، اور اللہ سے دو میں سے ایک اچھی بات کا ہمیشہ امیدوار اور منتظر رہتا ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

اِمَّا دَاعِیَ اللّٰہِ فَمَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ لَہٗ؛	7	اول۔یعنی اگراُسے اللہ خود بھی دعوت دے کربُلا لے پھر تو اللہ کے پاس ہمہ قسم کی اچھائیاں نصیب ہوں گی۔
وَ اِمَّا رِزۡقَ اللّٰہِ فَاِذَا ھُوَ ذُو اَھۡلٍ وَّ مَالٍ وَّ مَعَہٗ دِیۡنُہٗ وَ حَسَبُہٗ؛	8	دوم۔یا یہ کہ اللہ اُسے بُلائے بغیر ہی تمام ضروریات زندگی دے دے۔ایسا ہوتو وہ مرد مسلمان صاحبِ اہل وعیال اور صاحب مال بھی ہو جائے گا۔اور اس کا دین اور عزت بھی بحال رہے گا۔
اِنَّ الۡمَالَ وَ الۡبَنِیۡنَ حَرۡثُ الدُّنۡیَا؛	9	مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ مال و دولت واہل وعیال سب کا سب دنیا کی کھیتی اور کمائی ہے۔
وَالۡعَمَلَ الصَّالِحَ حَرۡثُ الۡاٰخِرَةِ ؛	10	اور نیک اعمال یقیناً آخرت کے لئے کھیتی اور کمائی ہیں۔
وَ قَدۡ یَجۡمَعُھُمَا اللّٰہُ لِاَقۡوَامٍ؛	11	اور یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ مخصوص اقوام کے لئے دنیاوی اور دینی اور آخرت کی کھیتیاں اور کمائی جمع کر دیتا ہے۔
فَاحۡذَرُوۡا مِنَ اللّٰہِ مَا حَذَّرَکُمۡ مِّنۡ نَفۡسِہٖ؛	12	چنانچہ اللہ کی ذات کے احترام میں ان تمام چیزوں سے بچ کر رہا کرو جن سے اللہ نے بچنے کو کہا ہے۔
وَاخۡشَوۡہُ خَشۡیَةً لَیۡسَتۡ بِتَعۡذِیۡرٍ ؛	13	اور اُس سے ادب و احترام کے ساتھ اتنا ڈر کر زندگی گزارو کہ تمہیں کوئی معذرت ہی نہ کرنا پڑے۔
وَاعۡمَلُوۡا فِیۡ غَیۡرِ رِیَآءٍ وَ لَا سُمۡعَةٍ؛	14	اور دکھاوے کے اعمال بھی نہ کرو اور ذاتی نام ونمود کی عبادت بھی نہ کرو۔
فَاِنَّہٗ مَنۡ یَعۡمَلۡ لِغَیۡرِ اللّٰہِ یَکِلۡہُ اللّٰہُ اِلٰی مَنۡ عَمِلَ لَہٗ؛	15	یہ بالکل صحیح بات ہے کہ جو شخص اللہ کے بجائے کسی اور کے لئے یا کسی اور وجہ سے عمل وعبادت کرتا ہے تو اللہ ایسے شخص کو اُسی شخص کی وکالت میں دے دیتا ہے جس کے لئے وہ عمل کرتا تھا۔
نَسۡأَلُ اللّٰہَ مَنَازِلَ الشُّھَدَآءِ؛	16	اور ہم تو اللہ سے خاص شہیدوں کی منزلوں میں رہنے کی دعا کرتے ہیں۔
وَ مَعَایَشَةَ السُّعَدَآءِ؛	17	اور مخصوص سعادت مند لوگوں والی زندگی اور زندگی کا سامان چاہتے ہیں۔
وَ مُرَافَقَةَ الۡاَنۡبِیَآءِ؛	18	اور انبیاؑء کی رفاقت پسند کرتے ہیں۔
اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ لَا یَسۡتَغۡنِی الرَّجُلُ وَ اِنۡ کَانَ ذَا مَالٍ عَنۡ عَشِیۡرَتِہٖ وَ دِفَاعِھِمۡ عَنۡہُ بِاَیۡدِیۡھِمۡ وَ اَلۡسِنَتِھِمۡ؛	19	اے لوگو سنو کہ ہر مرد، خواہ مال و دولت رکھتا ہو، اپنے قریب ترین پنچوں اور برادری والوں کے بغیر کامیاب نہیں ہوتا ہے، اُسے اُن کے ہاتھوں اور زبانوں کی مدد کی احتیاج رہتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَ هُمْ اَعْظَمُ النَّاسِ حَيْطَةً مِّنْ وَّرَآئِهٖ؛	20	وہی لوگ ہیں جو سب سے زیادہ اُس کے پشت پناہ اور محافظ اور خیر خواہ ہوتے ہیں۔
وَ اَلَمُّهُمْ لِشَعَثِهٖ؛	21	اور رنج وغم ومصیبت میں اُس کے ہمدم ودمساز ہوا کرتے ہیں۔
وَ اَعْطَفُهُمْ عَلَيْهِ عِنْدَ نَازِلَةٍ اِذَا نَزَلَتْ بِهٖ؛	22	اور جب اُس پر کوئی آفت نازل ہو جائے تو وہی سب سے زیادہ اس پر مہربان اور شفیق ہوتے ہیں۔
وَ لِسَانُ الصِّدْقِ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهٗ مِنَ الْمَالِ يُوَرِّثُهٗ غَيْرَهٗ؛	23	اور جس کے لئے اللہ سچائی اور خیر خواہی کرنے والی زبانیں انسانوں کے اندر قائم کردے اور اس کا ذکرِ خیر جاری کرادے تو یہ اُس مال ودولت سے بہت بہتر ہے جسے جمع کرتا رہے اور غیروں کو وارث بنا جائے۔
اَلَا لَا يَعْدِلَنَّ اَحَدُكُمْ عَنِ الْقَرَابَةِ يَرٰى بِهَا الْخَصَاصَةَ اَنْ يَسُدَّهَا بِالَّذِىْ لَا يَزِيْدُهٗ اِنْ اَمْسَكَهٗ وَ لَا يَنْقُصُهٗ اِنْ اَهْلَكَهٗ؛	24	خبردار ہو کر سنو کہ تم میں سے کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے رشتے داروں اور قریبی لوگوں کی ضرورتوں میں وہ مال یا سامان خرچ نہ کرے جو ضرورتمندوں کو نہ دینے سے بڑھے گا نہیں اور اگر احتیاج رفع کرنے میں صرف کر دیا جائے تو اس میں کمی نہ آنے پائے گی۔
وَ مَنْ يَقْبِضْ يَدَهٗ عَنْ عَشِيْرَتِهٖ فَاِنَّمَا تُقْبَضُ مِنْهُ عَنْهُمْ يَدٌ وَّاحِدٌ وَّ تُقْبَضُ مِنْهُمْ عَنْهُ اَيْدٍ كَثِيْرَةٌ؛	25	اور جو شخص اپنے قریب ترین پنچوں اور برادری والوں کی مدد سے اپنا ہاتھ روکے گا تو بلا شبہ اُن کی مدد کرنے والا تو ایک ہی ہاتھ رُکا ہے اور خود اُس کی مدد سے تو بہت کثیر تعداد میں ہاتھ رُک جائیں گے۔
وَ مَنْ تَلِنْ حَاشِيَتُهٗ يَسْتَدِمْ مِنْ قَوْمِهٖ الْمَوَدَّةَ؛	26	اور جو شخص نرم رُو اور نرم خُو ہوتا ہے وہ اپنی قوم کی طرف سے اپنی عزت اور قدر ومحبت برقرار رکھتا ہے۔

تشریحات

ہر ذی حیات کی نشو ونما، بقا اور ارتقائی ترقی کا پروگرام اور سامان ہر لمحہ بارش کی طرح برستا رہتا ہے۔ آسمان سے زمین پر

ہم نے پچھلے خطبہ 22 میں عرض کیا ہے کہ قریش کی قومی حکومت کا قانون اور طرزِ زندگی اجازت نہ دیتا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام وہ سب کچھ کھول کر بیان فرمادیں جو کچھ وہ کہنا چاہتے ہوں۔ یہ مُسلّمہ اور قریشی تاریخ کی حقیقت ہے کہ تمام صحابۂ رسوؐل مدینہ میں قید یا نظر بند تھے اور کسی کو بھی اجازت نہ تھی کہ جو حدیثِ رسوؐل وہ چاہیں بیان کرسکیں۔ اور یہ بھی تسلیم شدہ واقعات ہیں کہ حکومت کی پالیسی کے خلاف جس کسی نے بھی حدیثِ رسوؐل یا آیتِ قرآن بیان کی اُسے کوڑوں کی یا جیل کی سزا دی گئی (تذکرہ علامہ ذہبی) اور (مقام حدیث علامہ پرویز) اور علامہ محمد اسماعیل بخاری نے صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے قول نقل کیا ہے کہ اگر دوسری بوری والے ریکارڈ میں سے کچھ بیان کردوں تو میری گردن ماردی جائے

Presented by Ziaraat.Com

گی۔ یہ پابندی خود جناب محمد اسماعیل کے زمانہ تک اور خود اُن پر بھی عاید تھی چنانچہ چھ لاکھ چورانوے ہزار (6,94,000) احادیثِ رسوؐل اپنی صحیح بخاری میں نہ لکھ سکے۔ یہ تو حضرت علی علیہ السلام کی سطوت وجبروت وعلم کا معجزہ ہے کہ اُنہوں نے اُن تمام پابندیوں کے باوجود ہم تک وہ سب کچھ پہنچا دیا جس سے حق و باطل الگ الگ کئے جا سکتے تھے۔ مگر اُنہوں نے حق پہنچانے میں وہی ترکیب وترتیب استعمال کی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پہنچانے میں کی تھی۔ اور اس ترکیب وترتیب کی واضح مثال خود اسی زیرِنظر خطبے میں موجود ہے۔ آپؑ نے خطبے کا افتتاح ایک ایسے جملے سے کیا ہے جو قرآن کریم (سورہ قدر) کی تشریح کرتا ہے اور جس پر کسی سیاسی لیڈر کو یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ حضرت علی علیہ السلام اپنی انتہائی فضیلت بیان فرما رہے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو اِدھر حالات پر مطلع ہیں اور اُدھر مزاجِ قرآن صامت وناطق سے آشنا ہیں، وہ پورے خطبے کی ترتیب پر نگاہ ڈالتے ہی وجد میں آجاتے ہیں۔ اُن کے سامنے قرآن کُھل جاتا ہے، ساری کائنات اور نظام کائنات اپنی ترتیب کے ساتھ رُوبرو کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ عرشِ خداوندی پر مرکزِ کائنات کا نظارہ کرتے ہیں۔ جہاں سے پوری کائنات اور کائناتی مخلوقات وموجودات کے لئے سامان بقاوترقی (رزق) اور قوانین واقدارِ تقسیم نازل ہوکر بارش کی طرح برستے ہیں اور اللہ کا محسوس ومشہود جانشینؑ تدبر کائنات کرتا ہے۔ تفصیل قرآن سے سُنئے:

2۔ آلِ محمدؐ اور قرآن کی ہم آہنگی، آلِ محمدؐ اور مرکز کائنات، آلِ محمدؐ اور حکومت کائنات، آلِ محمدؐ اور تدبیر وانتظام کائنات وموجودات

الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (سجدہ 6 تا 32/1)

آلِ محمدؐ سامنے موجود ہے تو اس مکمل کتاب کے رب العالمین کی طرف سے ہونے میں کوئی شش وپنج نہیں ہونا چاہئے تھا۔ کیا یہ لیڈر یہ کہتے ہیں کہ محمدؐ نے اِس کتاب کو خود ہی گھڑ لیا ہے؟ ایسا نہیں ہے اُن کو بتاؤ کہ یہ کتاب تو حقائق کا مجموعہ ہے اور تیرے پروردگار کی طرف سے ہے اور اس لئے ہے کہ ایک ایسی قوم کو بھی متنبہ کرسکو جس کے پاس ماضی قریب میں کوئی تنبیہ کرنے والا نہیں آیا تھا اور تم سے پہلے اُنہیں متنبہ نہیں کیا گیا تھا۔ شاید وہ اب ہدایت پا جائیں۔ اللہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کو چھ روز میں پیدا کیا اور اس کے بعد عرش پر مکمل مرکزِ حکومت قائم کیا۔ چنانچہ تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی ہمدرد حاکمِ مطلق ہے اور نہ ہی کوئی اُس کے معاملات میں مداخلت کرنے والا جوڑی دار ہے کیا تم اس پوزیشن سے سبق نہیں لیتے؟ اللہ اپنی حکومت کے انتظام کی آسمانوں سے زمینوں کی طرف تدبیر کرتا ہے پھر ہر تدبیر کا ردِعمل ونتیجہ پستیوں سے اُس کی طرف بلند ہوتا ہوا ایک ایسے دن میں پہنچتا ہے جو تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال کی مدت ہوتی ہے۔ وہی ہے جو تمہاری نظروں سے پوشیدہ تمام چیزوں کا اور تمام مشہود چیزوں کا عالم اور ہر حال میں غالب رہنے والا ہے اور رحیم ہے۔''

اِن آیات کو پڑھنے والے سب ہی لوگ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ وہ ہستی جو کائنات کی تدبیر ونظام برقرار رکھنے والی ہے وہ اللہ ہے۔ ایسا سمجھنا اس حیثیت سے تو صحیح ہے کہ اللہ اپنے جانشین رسوؐل کے کاموں کو اپنے کام کہتا ہے یا ملک الموت کے روح قبض کرنے کو اپنا مارنا کہتا ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ بذاتِ خود کسی کی روح قبض کرنے آتا جاتا ہے یا یہ کہ وہ خود نظام کو چلاتا ہے تو اس سے بڑی غلط سمجھ اور کوئی نہیں ہوسکتی اور یہ سمجھ ہی حقیقی

Presented by Ziaraat.Com

شرک ہے۔اس لئے کہ وہ شخص اس سمجھ کے ساتھ ساتھ یہ بھی مانتا ہے کہ اللہ کہیں اتنی دُور رہتا ہے کہ تدبیر امر اُس کے پاس پہنچنے میں ایک ہزار سال کی مدت لیتی ہے۔یقیناً اگر کوئی چیز اللہ کی طرف کو بلند ہوتی ہے (یَعۡرُجُ اِلَیۡهِ) تو اللہ وہاں نہیں ہے جہاں سے وہ چیز بلند ہونے کا کام شروع کرتی ہے۔اور یہ ہی ایسا غلط عقیدہ ہے کہ جس کو سُن کر ابلیس بھی ناپسند کرے گا۔یہ صحیح ہے کہ مرکزِ کائنات سے یعنی عرش کی بلندیوں سے تدبیر امر زمین کی پستیوں کی طرف آتی ہے اور اس کے نتائج یقیناً پستیوں سے بلندیوں کی طرف معراج کرتے ہیں یعنی عرش جو ایک خاص جگہ قائم ہے وہاں تک پہنچتے ہیں۔اب اگر اللہ عرش پر مانا جائے تو غلط و باطل بات ہے لہٰذا ہم یہ کہتے ہیں کہ عرش پر تخت نشین خلیفۂ خدا ہے۔اُسؑ کے انتظام اور تدبیر کو اللہ اپنا انتظام اور تدبیر فرماتا ہے اور جو چیز اُس کی طرف سے اُترتی ہے یا اُس کی طرف بلند ہوتی ہے اُسے اپنی طرف بلند ہونا (یَعۡرُجُ اِلَیۡهِ) کہتا ہے۔اور یہی بات حدیث معصومؑ میں بھی فرمائی گئی ہے۔

عَنۡ عبد اللّٰہ بن سنان عَنۡ ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام قَال: سَمِعۡتُهٗ یَقُوۡلُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی محمدٍ صَفِیِّکَ و خَلِیۡلِکَ و نَجِیِّکَ، اَلۡمُدَبِّرِ لِاَمۡرِکَ (کافی کتاب الحجة باب مولد النبی)

”چنانچہ حضرت عبداللہ بن سنان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ: ”اے اللہ درود بھیج اپنے برگزیدہ محمدؐ پر اپنے دوست پر اپنے ہمراز پر کہ جو تیرے امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔“

پھر یہ بھی سُن لیں کہ براہِ راست اللہ تو کہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تدبیر امور نہ کرتے تھے بلکہ اُن کے ماتحت ملائکہ کائناتی خدمات انجام دیتے تھے (فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا۔نازعات 79/5) جیسا کہ اکیسویں خطبے میں حُدی خوانی کرنے والوں کی ذیل میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔اور یہاں (79/5) بھی قریشی قسم کے علما نے فرشتوں کے تدبیر امورِ خداوندی کرنے کو اللہ کا تدبیر کرنا مانا ہے۔لیکن اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ تمام ملائکہ و ارواح شبِ قدر میں مرکزِ خداوندی پر نازل ہوتے ہیں۔

3۔عرش کے مرکز سے تمام احکام لے کر ملائکہ اور ارواح زمینی مرکز پر شبِ قدر میں نازل ہوتے ہیں

چنانچہ سورہ قدر میں بتایا گیا ہے کہ: ”ہم نے قرآن کریم کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔اور تم کو کون سے مادی دلائل (درایت) نے بتایا ہے کہ شبِ قدر کیا حیثیت رکھتی ہے؟ شبِ قدر ایک ہزار مہینوں سے زیادہ خیر والی رات ہے۔اس لئے کہ اُس رات بھر ملائکہ اور ارواح اللہ کے حکم سے تمام احکام خداوندی لے کر نازل ہوتے رہتے ہیں، اور ہوتے رہا کریں گے (مضارع) اور صبح طلوع ہونے تک احکام پہنچاتے اور سلام کرتے رہتے ہیں اور سلام کرتے رہیں گے۔“ (القدر 97/1-5)

صاف ظاہر ہے کہ پوری کائنات کے مرکز سے زمین کے متعلق تمام احکامات خلیفۃ الارض کے پاس پہنچتے ہیں۔اور سال بھر وہی احکام تمام ذی حیات پر نافذ ہوتے رہتے ہیں۔چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اس خطبے کے پہلے جملے میں قرآن کے ایسے ہی مقامات کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے اور فرمایا ہے کہ:

4۔تمام ذی حیات کے لئے سامانِ حیات خلیفۂ خداوندی پر نازل ہوتا ہے اور پھر بارش کی طرح اُن کی آبیاری ہوتی ہے

فَاِنَّ الۡاَمۡرَ یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ کَقَطَرَاتِ الۡمَطَرِ اِلٰی کُلِّ نَفۡسٍ بِمَا قُسِمَ لَهَا مِنۡ زِیَادَةٍ اَوۡ نُقۡصَانٍ۔

”چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام ذی حیات مخلوق کے لئے جو کچھ بھی بڑھوتری یا کمی کی صورت میں تقسیم ہو رہا ہے وہ سب احکامات اور قوانین کی

Presented by Ziaraat.Com

صورت میں ہرلمحہ بارش کی بوندوں کی رفتار سے آسمانوں سے زمینوں کی طرف نازل ہورہا ہے۔''

5۔مولائے کائنات کے بیان پرایک معنوی نظرڈال کردیکھیں

سب سے پہلے یہ سمجھ کرآگے بڑھیں کہ حضورؑ نے یہاں لفظ''انسان''یا''بشر''استعمال نہیں کیامگر مترجمین نے زبردستی یہاں انسان کے لئے رزق نازل ہونا سمجھ کریہی لکھ دیا ہے۔حضورؑ نے''اِلٰی کُلِّ نَفْسٍ''فرمایا ہے۔اورلفظ''نفس''میں تمام انسان،تمام حیوانات،تمام چرندوپرنداور درندے،کیڑے مکوڑے،سانپ بچھووغیرہ ہروہ چیز داخل ہے جس میں زندگی اور حس وحرکت پائی جاتی ہے۔پھراسی جملے''اِلٰی کُلِّ نَفْس''کے دوسرے معنی یہ لئے گئے ہیں کہ:''جورزق بارش کی بوندوں کی طرح برس رہا ہے وہ ہرانسان پر برس رہا ہے۔''مثلاً رئیس احمد جعفری نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ:

''فرمان الٰہی بارش کے قطرات کی طرح آسمان سے زمین پرنازل ہوتا رہتا ہے یہ قطرے ہرشخص کے دامن تک پہنچتے ہیں۔''(ترجمہ دوسراایڈیشن صفحہ 183)

اس ترجمہ میں آپ دونوں قابلِ اعتراض پہلودیکھتے ہیں یعنی''کُل نفس''سے صرف انسان مراد لئے گئے ہیں۔اورلفظ''اِلٰی کُلِّ نَفْس''سے یہ سمجھا گیا کہ فرمان الٰہی ہرانسان پر براہ راست بوندوں کی صورت میں پہنچتا ہے۔یہ بات اس لئے غلط ہے کہ اس میں فرشتوں وغیرہ کے توسط کے بغیراللہ کا بذاتِ خودفرمان پہنچاناہےاورانسانوں کوبھی کسی رسوؐل یا خلیفہ کے توسط کے بغیر پہنچادیتا ہے۔یہ طریق کارادھرقرآن کے خلاف ہےاور اُدھراللہ کی پوزیشن کا مخالف اورناممکن ہے۔اِن مترجمین نے لفظ''اِلٰی''کےاورلفظ''عَلٰی''کے معنی میں فرق نہیں کیالفظ الٰی کے معنی ہیں''طرف''اورعلٰی کے معنی''اُوپر''لہٰذا''اِلٰی کُلِّ نَفْسٍ''کے معنی ہوں گے''ہرذی حیات کی طرف''اور''عَلٰی کُلِّ نَفْسٍ''کے معنی ہیں''ہرذی حیات پر'' لہٰذا صحیح صورتِ حال یہ ہے کہ:

> ''مرکزِخداوندی یعنی عرش الٰہی سے تمام احکامات جاری ہوتے ہیں۔فرشتوں اورارواح کےتوسط سے بھیجے جاتے ہیں۔اوریُوں جاری ہونے والے تمام احکامات خلیفہ خداوندی کے پاس لائے جاتے ہیں اور خلیفہ خداوندی کی بصیرت کے ماتحت تمام ذی حیات پرنافذ ہوتے ہیں۔''

یہ بات پھر سمجھ لیں اور کبھی نہ بھولیں کہ خداوند عالم عرش پر مقیم نہیں ہے۔وہاں سے بھی احکام کی ترسیل خلیفہ خداوندی کا کام ہےاورزمین اورساری کائنات میں احکام کی تنفیذ بھی اللہ کے جانشین ہی کا کام ہے۔اورحضرت علی علیہ السلام ہی اُس وقت خلیفہ خداوندی ہیں لہٰذا اللہ کے تمام احکامات و ہدایات اورملائکہ کا نزول آنجنابؑ پر ہوتا تھااوروہی حضرتؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام ذی حیات(نفوس)کومتعلقہ سامان حیات وبقاوترقی فراہم کرنے کی تدابیر کرتے تھےاوریہ کام آج تک ہرخلیفۂ خداوندی کرتا چلا آیا ہے اور برابر کرتا چلا جائے گا۔اور یہ خلافت و نیابت قریشی خلفا کو برسرِعام باطل ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔چنانچہ اس خطبے کا افتتاح اہلِ حق کودونوں قسم کی خلافتوں کا فرق بتانے کے لئے کافی ہے۔

(5۔الف)پہلے جملے کے بعدعام انسانوں کے لئے طریقۂ زندگی بیان کرکے سیاسی دشمنوں کوحقیقتِ حال پرغورکرنے سےمحروم کردیا

اس حقیقت کی طرف راہنمائی کرکےآگے بڑھ گئےاور بات کوعوام کے طرزِحیات میں بدل دیا تاکہ دشمنانِ حق حقیقت واقعی کے خلاف ایک عام تصورجوعلمااورمترجمین نے اختیارکیااپنالیں۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔مگرمزاج شناسانِ قرآن وحدیث کوخطبے کے آخرمیں یہ بتادیا کہ اُنہیں عمومی اور اندھی زندگی سے ہٹ کروہ طریقۂ حیات اختیارکرنا چاہئے جوحضرت علیؑ اوراُن کے ہمنوالوگوں نے اختیارکررکھا ہے۔یعنی انہیں چاہئے کہ وہ بھی:

(1) مخصوص شہدأء کا طرزحیات اختیار کریں (خطبہ 23 جملہ 16)

Presented by Ziaraat.Com

(2) اور مخصوص سعادتمند لوگوں والی معیشت اور معاشرت اپنالیں (خطبہ 23 جملہ 17) اور

(3) انبیاء علیہم السلام کی رفاقت میں رہنے کا انتظام کریں (خطبہ 23 جملہ 18)

معلوم ہوا کہ یہ تینوں صورتیں اختیار کرلینا انسانوں کے لئے ممکن اور قابلِ حصول ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا وہی لوگ کرسکیں گے جو حضرت علی علیہ السلام کے جُملے نمبر (1) پر غور کرکے حضورؐ سے راہنمائی حاصل کریں گے اور بارش کی طرح برسنے والے احکام وسامان سے پورا پورا استفادہ کریں، اُن سے رابطہ رکھیں اور خود کو زیادہ سے زیادہ کا مستحق بنانے میں لگے رہیں۔

6۔انبیاءؑ،شہدا اور سُعَدَا کے طریقے سے ہٹ کر چلنے والے عوام یا مسلمانوں کی زندگی قومی عصبیتوں کے سہارے کی محتاج ہے

جن مترجمین اور علمانے خطبے کی اسپرٹ کو عموماً اور پہلے جملے کو خصوصاً نہیں سمجھا اُن کے خیال میں (معاذ اللہ) حضرت علی علیہ السلام نے اسلامی زندگی کو قوم وقبیلے اور سرپنچ لوگوں پر منحصر قرار دیا ہے۔حالانکہ قرآن کریم صرف اللہ پر توکل کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود اولا د وازواج واموال کو فتنہ (تغابن 15-64/14) قرار دیتا ہے۔قرآن کے علاوہ خود حضورؐ نے بھی یہ نہیں فرمایا ہے کہ:

''تمام انسان اپنے ذوی العشیر ہ کے تعاون کے بغیر کامیاب زندگی نہیں گزار سکتے۔'' بلکہ یہ فرمایا ہے کہ:

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهُ لَا يَسۡتَغۡنِى الرَّجُلُ وَ اِنۡ كَانَ ذَا مالٍ عَنۡ عَشِيۡرَتِهٖ وَ دِفَاعِهِمۡ عَنۡهُ بِاَيۡدِيۡهِمۡ وَ اَلۡسِنَتِهِمۡ؛ (خطبہ 23،جُملہ 19)

''اے لوگوسُنو کہ ہر مرد (یا ایک خاص مرد) خواہ مال دار ہی کیوں نہ ہو اپنے قریب ترین لیڈروں اور برادری والوں کے بغیر کامیاب نہیں ہوتا ہے۔اُسے اُن کے ہاتھوں اور زبانوں کی مدد کی احتیاج رہتی ہے۔''

ہم یہ مانتے ہیں کہ ہر مرد کامیاب نہیں ہوسکتا مگر کچھ مردوں کے کامیاب ہوجانے کی یہاں نفی نہیں ہے۔البتہ جو لوگ اصولِ دین اور اسلامی راہنما و امامؑ وخلیفہ کے ماتحت اپنی زندگی کو نہ رکھتے ہوں وہ بھائی بندوں،عزیز واقربا اور محلّہ وقوم کے تعاون کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتے اور یہ بات ہندوؤں،کافروں اور بے دینوں تک کے لئے صحیح ہے۔لیکن اسلامی زندگی تو خود بخود انسانوں اور ملائکہ کی مدد کو کھینچ لائے گی۔اور اُسے کسی کی احتیاج محسوس نہ ہوگی۔سارے انسان اُس کی مدد واعانت کو دوڑیں گے۔اُس کی تیمارداری کریں گے۔مگر اُس کا انحصار بندوں پر نہیں اللہ پر ہوگا اور وہ یہ اعتقاد رکھتا ہوگا کہ:

قَالَ اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَO اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُكُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ O فَاِنَّهُمۡ عَدُوٌّ لِّیۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ O الَّذِیۡ خَلَقَنِیۡ فَهُوَ يَهۡدِيۡنِO وَالَّذِیۡ هُوَ يُطۡعِمُنِیۡ وَ يَسۡقِيۡنِ O وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ O وَالَّذِیۡ يُمِيۡتُنِیۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡنِ O وَالَّذِیۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ يَّغۡفِرَ لِیۡ خَطِيۡٓــَٔتِیۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِO رَبِّ هَبۡ لِیۡ حُكۡمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ O وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِيۡنَO وَاجۡعَلۡنِیۡ مِنۡ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيۡمِO (شعرا 85-26/75)

''کیا تم لوگ جن کی اطاعت وعبادت کرتے ہو،تم اور تمہارے قدیم باپ دادا اُن کی حقیر پوزیشن پر غور نہیں کرتے تھے۔یقین رکھو کہ تمہارے وہ سب معبود میرے نزدیک دشمن ہیں۔البتہ میرا اللہ کائنات کا پروردگار ایسا ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور میری ہدایت کرتا ہے۔وہی تو ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب بیمار ہوجاتا ہوں تو شفا دیتا ہے۔وہی تو موت دے کر دائمی حیات دے گا۔وہی تو ہے جس سے تحفظ ملنے کی طمع رکھتا ہوں اور وہی نتائج نکالنے والے دن میری تمام خطائیں تحفظ سے بدل دے گا۔اے میرے پالنے والے

Presented by Ziaraat.Com

مجھے حقیقی اور بنیادی صالحینؑ سے ملحق کر دے اور آخر کے لوگوں میں میرے لئے ایک سچّی زبان تعینات کر دے اور مجھے وارثانِ جنت میں سے ایک وارثِ جنت بنا دے۔''

قارئین یاد رکھیں کہ یہ بیان حضرت علی علیہ السلام کے والد اور اپنے زمانہ کے سربراہِ اسلام' اور خلیفۂ خداوندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ جنہوں نے محمدؐ وعلیؑ علیہم السلام کے ظہور کی دعا کی تھی اور جنہوں نے اس بیان میں حضرت علیؑ کو لسان صدق کی حیثیت میں اللہ سے طلب کیا ہے۔ بہرحال ثابت ہوا کہ بے دینوں کے لئے دنیا میں اپنے عزیز واقربا کا سہارا ضروری ہے اور دینداروں کے لئے اللہ سب سے بڑا سہارا ہوتا ہے اگر وہ نہ چاہے تو عزیز واقربا اور دیگر وسائل بھی ساتھ نہیں دیتے ہیں۔ وہ خوش ہو تو کائنات کی ہر چیز تعاون کرتی ہے۔

اور اسی سلسلے میں حضورؐ نے دوسرے مسلمان کا ذکر فرمایا ہے جو کسی قسم کی خیانت نہیں کرتا اور اللہ سے دو اچھی چیزوں میں سے ایک کے لئے کام کرتا ہے اور امید لگائے رہتا ہے (خطبہ 23 جملہ 6) کہ یا تو اللہ اُسے خود ہی مدعو کر لے اور اس طرح اُسے وہ سب کچھ مل جائے جو اللہ سے مل سکتا ہے (خطبہ 23 جملہ 7) اور یا پھر اللہ اُسے دنیا ہی کا تمام ضروری سامان عطا کر دے تا کہ وہ اِدھر صاحبِ اہل وعیال اور اُن کے تعاون کا مالک ہو جائے اور اُدھر صاحبِ، مال ودولت وفراغت ہو جائے اور ساتھ ہی اُس کی عزت اور دین محفوظ رہتا چلا جائے (خطبہ 23 جملہ 8)

اس کے بعد حضورؐ نے دنیاوی سامان کی بے قدری پر متوجہ فرما کر آخرت کے سامان پر اُکسایا ہے (خطبہ 23 جملے 9-10) اور اُمید دلائی ہے کہ اللہ چاہے تو دنیا وآخرت دونوں میں مالا مال کر سکتا ہے (خطبہ 23 جملہ 11) اور دین داروں کو دنیا داروں اور سامانِ دنیا اور افرادی طاقتوں سے لاپرواہ کرنے کے لئے یہ فرمایا کہ اُن تمام چیزوں سے اور اُن تمام اعمال سے اور اُن تمام تمناؤں اور کوششوں سے بچ کر رہا کرو جن کو اللہ ناپسند کرتا ہے اور جن سے بچ کر رہنے کی تاکید کرتا ہے (خطبہ 23 جملہ 12) مثلاً اولادو ازواج واموال کی فراوانی (تغابن 15-64/14) اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ راست روی کے ساتھ ساتھ اللہ کا احترام آمیز خوف دل کی گہرائی میں برقرار رکھو ایسا کہ تمہیں کسی معاملے میں عذر و بہانے کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے (خطبہ 23 جملہ 13) اور یہ کہ اپنے تمام اقوال واموال واعمال وعبادات کسی کو دکھانے یا کسی کی نظروں میں اپنی توقیر بڑھانے کے لئے نہ کرو، ورنہ وہ ساری محنت ضائع ہو جائے گی (خطبہ 23 جملے 14-15) اور وہ اعمال تمہیں فائدہ نہ دیں گے اور بے عملی وبدعملی کی سزا الگ ملے گی۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ ایسا انتظام کرو کہ تمہارے اعمال خیر کا تذکرہ جاری رہے لہٰذا اپنا مال ودولت اس مقصد کے لئے صرف کرتے رہو اور نااہلوں کو ورثہ میں مال ودولت وسامان دینے سے یہ بہتر ہے کہ اللہ تمہارے رویہ سے تمہارے بعد تمہارے ذکر خیر کو جاری رکھنے کا انتظام کر دے۔ حضرت علی علیہ السلام یقین دلاتے ہیں کہ حاجت مندوں اور غربا کی مدد میں جو مال خرچ ہوتا ہے وہ بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔ اور جو مال کنجوسی کر کے محفوظ رکھا جائے اُس میں برکت واضافہ نہیں ہوتا (خطبہ 23 جملے 23-24) لہٰذا بے خوف ہو کر راہ خدا میں خرچ کرتے رہو اس طرح تمہیں کبھی تنگی سے دوچار نہ ہونا پڑے گا۔

جس طرح حقیقی دین اور حقیقی نائبِ خداوندی سے ہٹ کر زندگی بسر کرنے والے لوگوں کے لئے ضروری قرار دیا تھا کہ وہ اپنی قوم و لیڈرانِ قوم اور عزیز واقربا سے مل کر رہیں اور اُنہیں اپنے سب سے بڑے محافظ اور پشت پناہ یقین کریں۔ وہی اُن کے مصائب وآفات میں مددگار بتائے گئے۔ الغرض اُن کے سلسلے میں حضورؐ نے کہیں نہ اللہ پر توکل کا ذکر کیا اور نہ اللہ کی مدد ونصرت کی بات کی خالص مادی طرزِ فکر ودنیاوی چلن کی

Presented by Ziaraat.Com

باتیں بتائی ہیں (خطبہ 23 جملے 19 تا 22) اُن ہی کو یہ بھی بتایا کہ اپنے عزیز واقارب سے دست کشی اختیار نہ کرو ورنہ تم گھاٹے میں رہو گے اس لئے کہ تم اکیلے اُن کی مدد سے ہاتھ کھینچو گے تو وہ سب بہت سے ہاتھ کھینچ لیں گے۔ اُن ہی کو معاویہ کی طرح نرم روی کی نصیحت کی ہے۔ تاکہ قومی توجہ وتعاون حاصل رہے۔ (خطبہ 23 جملے 25-26)

منشا اور مقصد اس خطبے کا یہ ہے کہ تم سب نائبِ خداوندی سے وابستہ رہ کر قوانین الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرو تاکہ تم کو دینی اور دنیاوی خوبیاں اور نعمتیں حاصل رہیں۔ اور جو لوگ اس طرف نہ آنا چاہیں انہیں دنیا میں رہنے کا خالص دنیادارانہ طریقہ بتا دیا ہے۔ زندگی گزارنے والوں میں اُس شخص کو کامیاب قرار دیا ہے جو مسلمانی کا یا صلح پسندی کا اتنا خیال تو ضرور رکھتا ہو کہ کوئی کھُلی کھُلی کمینہ حرکت نہ کرے (خطبہ 23 جملہ 3) اُسے اُس کی اس کامیابی میں ایک چالاک جواری کی مانند قرار دیا ہے جو داؤ لگانے میں محتاط رہتا ہو اور بازی جیت جانے میں سبقت لے جاتا ہو۔ (خطبہ 23 جملے 4-5)

7۔ ایک ایسی نصیحت جو ہر آدمی کے لئے مفید ہے۔ یعنی کسی شخص کے اموال وعیال وعزت میں تخریب کرنے سے روکا ہے۔

قارئین جانتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کا ہر مخالف اور ہر دشمن خوب پھل پھُول رہا تھا۔ مال و دولت و افرادی قوت میں اُن تمام لوگوں سے بڑھا ہوا تھا جو حضرت علی علیہ السلام کے طرفدار تھے۔ اور خود مولاؑ ئے کائنات دنیاوی مال و دولت میں نادار و غریب تھے۔ اس لئے لوگوں کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ حضوؑر کو کروڑ پتیوں سے بغض وحسد ہو گا اور اگر ہم مثلاً اُن میں سے کسی کو لوُٹ لیں تو آپ بُرا نہ مانیں گے۔ اس قسم کی راہیں بند کرنے کے لئے آپؑ نے فرمایا ہے کہ جب تم لوگوں کو مال دار و خوشحال اور افرادی قوت میں بڑھا چڑھا دیکھو تو اُن کی راہ میں تخریب وفتنہ اندازی نہ کرو۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 24
علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر:24

خُطبہ ﴿24﴾

(1) حق کی مخالفت کرنے والے گمراہوں سے جنگ ہو تو اُن کی رعایت کرنا اور اُن سے دب جانا علیؑ کا کام نہیں؛

(2) اللہ کے غضب سے بھاگ کر اُسی کے دامن میں پناہ لے لو؛

(3) اگر تم اللہ کی ہدایات پر عمل کرو تو علیؑ تمہاری کامیابی کا ضامن ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ لَعَمْرِیْ مَا عَلَیَّ مِنْ قِتَالِ مَنْ خَالَفَ الْحَقَّ وَ خَابَطَ الْغَیَّ مِنْ اِدْهَانٍ وَ لَا اِیْهَانٍ؛	1	اور مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ میں اُن لوگوں سے جنگ میں ذرہ برابر چشم پوشی، رُو رعایت اور سُستی نہ کروں گا جنہوں نے حق کی پوری مخالفت کی ہے اور جو گمراہی اور بے راہ روی میں گھل مل گئے ہیں۔
فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ وَ فِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ؛	2	چنانچہ اے اللہ کے بندو تم اللہ کا تقویٰ و ذمہ داریاں اختیار کر لو اور اللہ کی نافرمانی سے ڈر کر اللہ ہی کی پناہ کی طرف بھاگو۔
وَ امْضُوْا فِی الَّذِیْ نَهَجَهٗ لَکُمْ؛	3	اور اُس طرز زندگی اور راہ عمل پر گامزن رہو جو اُس نے تمہارے لئے مقرر کی ہے۔
وَ قُوْمُوْا بِمَا عَصَبَهٗ بِکُمْ؛	4	اور اُن پابندیوں پر قائم رہو جو اُس نے تم پر عائد کی ہیں۔
فَعَلِیٌّ ضَامِنٌ لِفَلْجِکُمْ اٰجِلًا اِنْ لَّمْ تُمْنَحُوْهُ عَاجِلًا؛	5	چنانچہ ایسا کرو گے تو علیؑ تمہاری کامیابیوں کا ضامن ہے اگر جلد نہیں تو ایک مقررہ وقت کا ذمہ ضرور لیتا ہے۔

تشریحات

1۔ ہر گمراہ اور باطل پرست سے جنگ جائز نہیں بلکہ جنگ اُن گمراہ و باطل پرستوں سے واجب ہے جو قوت سے حق کی مخالفت کریں

اسلامی تعلیمات میں جبر جائز نہیں ہے۔ چنانچہ ہر مسلم و غیر مسلم کی زبان پر قرآن کا یہ جملہ جاری رہتا ہے کہ:

”لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (دین کے سلسلے میں جبر نہیں ہے)“ اور وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ:

...... قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ٥ (بقرہ 2/256)

”راست روی گمراہی سے الگ کر کے واضح کر دی گئی ہے چنانچہ جو شخص بھی طاغوت سے یعنی قانون ساز ادارہ سے کفر کر کے اللہ کے

Presented by Ziaraat.Com

قانون پر ایمان لاتا ہے وہ ایک لازوال سہارا اختیار کر لیتا ہے چنانچہ یہ سہارا کبھی ڈانواڈول ہونے والا نہیں ہے۔ اور اللہ یہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔''

بات واضح کر دینا اسلامی تعلیمات کی ذمہ داری ہے۔ حق و باطل کو ٹھیک ٹھیک سمجھا دینے کے بعد بھی اگر کوئی شخص یا قوم پُر امن رہ کر غلط طریقے یا مذہب پر چلنا چاہے تو اُسے جبراً منع نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اپنے دشمنوں سے بھی زیادتی کرنا منع ہے۔ اور اُن سے اچھی باتوں میں تعاون کرنے کا حکم دیا گیا ہے سنیے:

2۔ باطل پرست دشمنوں پر زیادتی کرنا حرام ہے اور اُن سے بھی نیکیوں میں تعاون کرنا فرض ہے

...... وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ O (مائدہ 5/2)

''جن لوگوں نے تمہیں کعبہ جانے اور عبادت کرنے سے روک دیا ہے تمہیں اُن پر بھی ایسا غضبناک نہ ہو جانا چاہئے کہ تم اُن پر بدلے میں زیادتیاں کرنے لگو اور تمہیں چاہئے کہ تم اُن سے نیکیوں میں اور ذمہ دارانہ کاموں میں مدد اور تعاون سے پیش آؤ۔ البتہ گناہوں اور غلط کاموں اور زیادتیوں میں اُن سے بھی تعاون نہ کیا کرو۔''

پھر اسلامی تعلیمات کا یہ جملہ ساری دنیا میں مشہور ہے کہ: لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ یعنی ''تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔'' (الکافرون 109/6) مطلب یہ کہ مجھے تمہارے دین سے عداوت نہیں تم خوشی سے اُس پر عمل کرو اور مجھے میرے دین پر عمل کرنے دو۔ اِس لئے کہ حق تو خود بخود انسانوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ پروپیگنڈے اور دھوم دھام اور جبر کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی بلکہ یہ چیزیں تو باطل کی شناخت ہیں۔ خوشبو تو خود اپنا عملی تعارف کراتی ہے یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ یہ خوشبو ہے۔

3۔ کسی کو اُس کی مرضی کے خلاف جبراً مومن بنانا بھی اللہ نے منع کیا ہے

چنانچہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبراً مومن بنانے سے بھی روکا ہے اور کہا ہے کہ:

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ O (یونسؑ 10/99)

''اے رسولؐ کیا تم لوگوں کو مومن بنانے کے لئے اُنہیں اُن کی مرضی کے خلاف مجبور کرو گے؟''

4۔ ظلم و جبر و زیادتیاں کرنے والوں سے برابر کی زیادتی جائز کی ہے

قرآنی تعلیمات میں ظلم و جبر و زیادتی پر بھی معاف کرنے اور درگزر کرنے اور صبر کرنے کا ذکر قرآن میں بھرا پڑا ہے لیکن برابر کی زیادتی کرنے کی اجازت بھی دی ہے سُنیئے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ O (بقرہ 2/194)

''جو کوئی تم پر زیادتی کرے تم بھی اُس پر اتنی ہی اور ویسی ہی زیادتی کر سکتے ہو جتنی اور جیسی زیادتی اُس نے تم پر کی تھی ساتھ ہی یہ سمجھتے ہوئے اُن کی مانند و مثل زیادتی کرو کہ اللہ کی معیت صرف اُن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو زیادتی سے پرہیز کرتے اور ذمہ دارانہ کام کرتے ہیں لہٰذا اُن پر اُن کی مثل زیادتی کرنے میں اللہ سے بچ کر رہا کرو۔''

Presented by Ziaraat.Com

5۔ جنگ کی اجازت تو دی گئی ہے مگر خوشی سے نہیں تکلفات سے ملی ہے

پھر اُن لوگوں سے جنگ کرنے کی اجازت بھی ملی ہے جو اپنی زیادتیوں میں فوج کشی اور قتل وغارت پر اُتر آئیں۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ O(بقرہ 2/190)

''اور جو لوگ تم سے جنگ کریں تم بھی اُن سے جنگ کرسکتے ہو۔ مگر یہ جنگ خالص اللہ کی راہیں کھولنے کیلئے ہونا چاہئے تمہاری اپنی کوئی ذاتی، قومی، یا ملکی غرض نہ ہونی چاہیے۔ پھر جنگ کے دوران بھی کوئی زیادتی اس لئے نہ ہونی چاہیئے کہ اللہ ہرگز زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا خواہ جنگ اسلام کے نام پر ہی کیوں نہ ہو رہی ہو اور خواہ جنگ کی سربراہی محمدؐ ایسا رسولؐ ہی کیوں نہ کررہا ہو''۔

6۔ علیؑ کے مخالفین کیسے تھے؟ اُن کا اسلامی عملدرآمد کیسا تھا؟ علیؑ کی مجبوریاں کیا تھیں؟ علیؑ کے طرفدار کیسے تھے؟

یہ تھے اسلامی تعلیمات کے وہ چند نمونے جو اسلام کے مخالفوں اور غیرمسلموں کے ساتھ سلوک کے سلسلے میں اللہ نے قرآن میں بیان فرمائے اور جن پر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ نے سو فیصد عمل کیا تھا۔ اور جن پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض تھا۔ ہم نے قرآن کریم سے قریش کی اُن ناگواریوں اور خلاف ورزیوں کا تذکرہ بار بار دکھایا ہے۔ جو اس قرآنی عملدرآمد کے خلاف تھیں اور جس کے خلاف انھوں نے برابر احتجاج بھی کیا اور رسولؐ کی مخالفت بھی کی۔ انہیں شکوہ تھا کہ ہمیں اسلامی قیادت میں برابر کا حصہ ملنا چاہیئے اور چونکہ جنگی پالیسیوں میں بھی ہمیں اقتدار و اختیار حاصل نہیں ہے اس لئے ہماری قوم کو جانی و مالی نقصانات اُٹھانے پڑ رہے ہیں۔ ہم یہاں صورتِ حال کو تازہ کرنے کے لئے صرف دو چار آیات لکھیں گے اور ساتھ ہی مودودی صاحب کا اور اپنا ملا جُلا ترجمہ لکھیں گے۔ مِلا جُلا اس لئے کہ آیات قریشی مومنین یعنی ابوبکر وعمر وغیرہ صحابہ کی ذہنیت اور عملدرآمد بیان کررہی ہیں اور مودودی پر لازم ہے کہ وہ اپنے راہنماؤں کی مذمت اور جُرم کو ہلکا کرنے والے نرم الفاظ اور جُملے استعمال کریں خواہ ترجمہ غلط ہی کیوں نہ ہوجائے اور ہم پر لازم ہے کہ جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے اور جس انداز سے فرمایا ہے اس کو بحال رکھیں تاکہ حقیقتِ واقعی بگڑنے نہ پائے۔ لہٰذا آپ آیات اور ترجمہ دیکھیں اور جہاں ہم آیات کے الفاظ کے معنی سے ہٹیں، ہماری بات نہ مانیں۔ سُنیئے اللہ فرماتا ہے کہ:

وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِہٖ حَتّٰی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰکُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ،مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ.......الخ O اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَاتَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰکُمْ....الخ O....وَطَآئِفَۃٌ قَدْاَھَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ غَیْرَالْحَقِّ ظَنَّ الْجَاھِلِیَّۃِ یَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَامِنَ الْاَمْرِمِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ یُخْفُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ؛یَقُوْلُوْنَ لَوْکَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا ھٰھُنَا ....الخO اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَااسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَاکَسَبُوْا ....الخO

(آل عمران 155-3/152)

''اللہ نے تائید و نصرت کا جو وعدہ کیا تھا وہ تو اُس نے پورا کردیا جب کہ تُم اُس کے حکم سے اُن کو اپنی شدید برتری محسوس کرارہے تھے یہاں تک کہ تم نے بزدلی پیدا کردی اور قیادت کے اختیارات حاصل کرنے کا تنازعہ کھڑا کردیا۔ اور جیسے ہی اللہ نے تمھیں وہ چیز دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار ہوکر جنگ کرنے کے لئے آئے تھے (یعنی مالِ غنیمت۔ مودودی) تم نے اللہ و رسولؐ کی نافرمانی کرڈالی اس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کمانے کے ارادے ہی سے جنگ میں آئے تھے اور کچھ لوگ آخرت کے ارادے سے آئے تھے........ پھر وہ وقت آیا

Presented by Ziaraat.Com

کہ تم میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگے اور پہاڑ پر چڑھے جارہے تھے اور تم میں کسی کو کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کی فرصت نہ تھی۔اور رسوؔل میدانِ جنگ سے تمھیں تمھارے پیچھے پکار پکار کر بُلا رہا تھا۔اور تم جواب تک نہ دیتے تھے.........اور تم میں کا ایک گروہ وہ تھا جس کے سامنے ساری اہمیت قیادت کے حصول ہی کی تھی وہ اللہ کے متعلق زمانۂ جاہلیت والے حق کے مخالف ظن وگمان ظاہر کررہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کیا ہمارے لئے قیادت میں کوئی اختیار دیا گیا ہے جو ہم ذمہ دار بنتے ؟ اُن کو بتاؤ کہ قیادت کے تمام اختیارات صرف اللہ کے لئے ہیں۔ دراصل وہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں وہ تم پر ظاہر نہیں کرتے ہیں اُن کا اصل مطلب یہ ہے کہ اُن کا قیادت میں حصہ ہوتا تو وہ یہاں یوں نہ مارے جاتے اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ تم میں سے جو لوگ جنگی مقابلے کے دن رسوؔل کو نرغۂ اعدا میں قتل ہو جانے کے لئے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے یقیناً اُنہیں اُن کے بعض فیصلوں کی بنا پر ایک مخصوص شیطان نے متزلزل کر کے میدان جنگ سے ہٹا لیا تھا''۔

7۔ان آیات پر مودودی کے چند تشریحی جملے جن میں قریشی لیڈروں کی مخالفت اور نافرمانی اور مطالبۂ اقتدار کی تصدیق مزید ہوتی ہے

اِن چاروں آیات کے ترجمے میں مودودی نے قریشی صحابہ اور عوام کا بُزدلی دکھانا، تنازع کھڑا کر دینا، نافرمانی کرنا، میدانِ جنگ سے رسوؔل کو چھوڑ کر بھاگ جانا، رسوؔل کے بُلانے پر بھی واپس نہ آنا، اللہ کے متعلق زمانۂ جاہلیت کے باطل تصورات پھیلانا، دل میں ایک منصوبہ چھپائے رکھنا اور رسوؔل پر ظاہر نہ کرنا اور اقتدار وحکومت میں حصہ طلب کرنا تسلیم کیا ہے۔اور مانا ہے اُن میں مالِ غنیمت لوٹنے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے لوگ تھے جنھیں صرف اپنے مفاد کی فکر تھی۔ یہ دس باتیں اُن کے ترجمہ کے اندر تسلیم شدہ ہیں۔اور ان سے ثابت ہو جاتا ہے کہ قریش اور اُن کے لیڈروں کو رسوؔل کی اسلامی پالیسیوں سے اختلاف تھا اور اس اختلاف کی وجہ سے وہ رسوؔل کی مخالفت اور نافرمانیاں بھی کرتے رہتے تھے۔علامہ کی تشریحات میں آپ کو یہ جملے بھی ملتے ہیں:

1۔مسلمانوں کی صفوں میں ابتری پھیل گئی تو کچھ لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے اور کچھ اُحد کے پہاڑ پر چڑھ گئے۔

2۔اللہ کا رسوؔل ایک انچ اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔دشمنوں کا چاروں طرف ہجوم تھا مگر اللہ کا رسوؔل اُس نازک موقع پر بھی پہاڑ کی طرح اپنی جگہ جما ہوا تھا۔ اور بھاگنے والوں کو پکار رہا تھا۔اِلَیَّ عِبَا دَ اللّٰہِ اِلَیَّ عِبَا دَ اللّٰہ۔اللہ کے بندو میری طرف آؤ اللہ کے بندو میری طرف آؤ''۔

(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ نمبر 294-295)

مودودی کا قریش کی طرفداری میں ترجمہ بدلنا اور جُرم کو نرم کرنا

اِن چار آیات میں چار مرتبہ لفظ اَلْاَ مْـر آیا ہے۔چنانچہ پہلی مرتبہ آیا تو اللہ نے بتایا کہ اُن لوگوں نے اَلْاَ مْـر میں تنازعہ کھڑا کیا اور بزدلی کا باعث ہوئے اور علامہ نے یہاں اَلْاَ مْـر کا ترجمہ ''کام'' کیا ہے۔مطلب یہ کہ کام میں تنازعہ کیا۔دوسری دفعہ اَلْاَ مْـر پھر آیا تو اللہ نے بتایا کہ وہ لوگ اَلْاَ مْـر میں حصہ نہ ملنے پر بگڑے ہیں اور علامہ نے یہاں یہ ترجمہ کیا کہ ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟'' تیسری مرتبہ اَلْاَ مْـر اس لئے آیا کہ انہیں بتایا گیا کہ اَلْاَ مْـر میں اللہ کے سوا کسی کا حصہ نہیں ہے اور علامہ نے ترجمہ کیا کہ: ''کسی کا کوئی حصہ نہیں اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں''۔چوتھی مرتبہ علامہ نے تقریباً صحیح ترجمہ کیا یعنی:

''دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اُسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔اُن کا اصل مطلب یہ ہے کہ اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 296)

Presented by Ziaraat.Com

لہٰذا معلوم ہوا کہ مودودی نے قریش کی پیدا کردہ صورتِ حال کی سنگینی کو ہلکا کرنے کے لئے لفظ ''اَلْاَ مْر '' کے ترجمہ کو ڈھیلے الفاظ میں لکھا اور اپنے قارئین کے اذھان پر وہ وزن نہ پڑنے دیا جو اللہ نے چاہا تھا لہٰذا حقیقی بات یہ تھی کہ:

''قریشی لیڈروں نے اسلامی یا جنگی قیادت میں حصہ مانگنے پر عین اُس وقت زور دیا جب مسلمانوں کا جنگ میں پلّہ بھاری چل رہا تھا رسوؐل سے جھگڑنے اور نافرمانی کرنے کی بنا پر فوج میں ابتری پھیل گئی اور قیادت میں حصہ مانگنے والے رسوؐل اللہ کو مجبور کرنے اور یہ دکھانے کے لئے کہ اگر ہم ساتھ نہ دیں تو تم جنگوں میں کامیاب نہیں ہوسکتے میدان سے بھاگے تاکہ اور لوگ بھی بھاگ جائیں، رسوؐل اللہ پکارتے رہ گئے لیکن وہ اُنہیں تیغ بکف دشمنوں میں گھرا چھوڑ کر پہاڑ پر جا چڑھے اور وہاں عوام کو اللہ کے متعلق غلط عقائد اور تصورات پر لیکچر دیتے رہے اور بتایا کہ جب ہمیں قیادت اور سربراہی میں ذرہ برابر حصہ نہیں دیا گیا تو ہم جم کر کیوں لڑیں اور قربانی کا بکرا کیوں بنیں؟ اُدھر اللہ نے اعلان کر دیا کہ قیادت میں حصہ دینا یا نہ دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور یہ کہ تمھیں اللہ کی طرف سے خلافت و حکومت الٰہیہ میں کوئی حصہ نہ دیا جائے گا۔ پھر رسوؐل اللہ کو اُن کے دلوں میں چُھپے ہوئے منصوبے کی اطلاع دی اور بتایا کہ وہ حکومت میں حصہ بٹانے کا پروگرام رکھتے ہیں اس لئے تمھاری نافرمانی کی اور جنگ سے دست کش ہوئے تھے''۔

ہر وہ شخص جسے قریش کی طرفداری منظور نہیں ہے ان آیات سے صرف اور صرف یہی مطلب و منشا اخذ کرے گا جو ہم نے پیش کی ہے آپ نے پہلی ہی آیت (3/152) میں لفظ ''عَصَیْتُم'' دیکھا ہے جس کے معنی ہیں ''تم نے نافرمانی کی'' ظاہر ہے کہ اس آیت میں اللہ کی اور رسوؐل کی یا اُن دونوں کی نافرمانی کے سوا کسی اور کی نافرمانی کا ذکر نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ:

1۔ ''تم نے اللہ کی نافرمانی کی''۔ یا یہ کہ

2۔ ''تم نے رسوؐل کی نافرمانی کی'' یا یہ کہ

3۔ ''تم نے اللہ و رسوؐل دونوں کی نافرمانی کی'' اور ظاہر ہے کہ اللہ و رسوؐل کی نافرمانی عمداً کرنے والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس نافرمانی کو ہلکا کرنے کے لئے مودودی نے لکھا ہے کہ:

4۔ ''تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے''۔ (تفہیم اول صفحہ نمبر 294)

یہ تھے قریش، قریشی صحابہ اور قریشی عالم مودودی صاحب۔

8۔ علیؑ کے مخالفین نے پنچائتی حکومت بناتے ہی اللہ، رسوؐل اور قرآن کے خلاف جبر و ظلم و قتلِ عام کی پالیسی کو اسلامی کہہ کر نافذ کیا

قرآن کریم نے نزولِ قرآن کے دوران ہی یہ بتا دیا تھا کہ: **مودودی کی زبانی:**

''جب اُسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتیوں کو غارت کرے اور نسلِ انسانی کو تباہ کرے''۔ (2/205 تفہیم القرآن جلد اول)

گو مودودی کا ترجمہ بھی سُنتِ قریش (فرقان 25/30) کے ماتحت ڈھیلا ہے۔ پھر بھی اس میں اُسی اقتدار کو حاصل کر چکنے کے بعد کی بات بتا دی گئی ہے جس میں کچھ حصہ مانگا جا رہا تھا۔ اور اب تو ماشاء اللہ پورا اقتدار بلا شرکتِ غیرے حاصل ہے۔ اس اقتدار کے دوران ابوبکر و عمر ہی نے ہزارہا مسلمان نمازیوں کا قتلِ عام کیا اور اسلام کے نام پر کیا۔ لاکھوں غیر مسلموں کو تہہ تیغ کیا اور اسے بھی اسلامی تعلیمات قرار دیا۔ غیر مسلموں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ تو ہوا ہی تھا انھوں نے تو مسلمانوں کے قتل عام کے بعد اُن کے اہل و عیال و مال و منال و ازواج اور بچوں کو لُوٹا اور انہیں غلام و کنیز بنایا

Presented by Ziaraat.Com

اور اُسے عین خدا و رسوؐل کی تعلیم قرار دیا۔ ہم نے خطبہ نمبر 3 میں تفصیلات لکھ دی ہیں یہاں تو ابوبکر کے سینکڑوں احکامات میں سے ایک حکم سُنیے :

''حضرت ابوبکر نے مغیرہ بن شعبہ کے ذریعے مہاجر کو یہ حکم بھیجا تھا کہ جب تم کو میرا خط ملے اور تم کو اُس وقت تک فتح نہ ہوئی ہو تو جب تمھیں دشمن پر فتح حاصل ہو تو اگر بزورِ شمشیر مغلوب کئے گئے ہوں تو تم اُن کے جنگ جُو مردوں کو قتل کر دینا اور اُن کے اہل وعیال کو قید کر لینا''۔ (طبری خلافت راشدہ صفحہ نمبر 162-163)

یہ مسلمان قبیلہ ''کندہ'' تھا۔ اشعث بن قیس ''ابوبکر کے بہنوئی کا مسلمان قبیلہ'' تھا۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جن مسلمانوں سے حضرت علی علیہ السلام کا سابقہ تھا وہ پچیس سال سے اپنے ہر مخالف کو قتل کرنے لُوٹ لینے اور غلام و کنیز بنا لینے کے عادی تھے۔ اُن کے اسلام میں اُن کا ہر مخالف، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم، واجب القتل تھا اُن کا مال حلال تھا اُن کے پس ماندگان کو لوٹنا اور لونڈی غلام بنانا جائز تھا اور ایسا کرتے ہوئے اُن کی تین خلافتیں، ابوبکر وعمر وعثمان کی حکومتیں، گزر چکی تھیں۔ وہ ساری دنیا کی اقوام کا قتل عام کر کے انہیں لوٹ کر غلام و کنیز بنا چکے تھے۔ اب انہیں ان کاموں سے روکنا اسلامی تعلیمات اور صحابہ عظام کی سُنت کی کُھلی مخالفت تھی۔ جن لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ تسلیم کیا تھا اُن کی عظیم الشان کثرت بھی اُسی اسلام کی عادی اور پابند تھی اور اُن کے گھر لُوٹ کے مال سے اور لُوٹے ہوئے غلاموں اور کنیزوں سے چھلک رہے تھے۔

9۔ علیؑ کی مجبوری قرآنی تعلیمات اور اللہ و رسوؐل کے احکام کی 100 سو فیصد اطاعت تھی اور مخالفین کی سہولت ملتِ ابوبکر و عمر تھی

قارئین یہ سمجھ لیں کہ اگر حضرت علی علیہ السلام چھ ماہ کے لئے بھی قرآن کے اُس حکم کو اختیار کر لیتے جس میں یہ اجازت دی گئی ہے کہ:۔

''جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اُس پر اتنی ہی اور اُسی کے مثل کی زیادتی کر سکتے ہو''۔

فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَیۡہِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ O (بقرہ 2/194)

تو یقین کیجئے کہ سارا عرب ہاتھ جوڑ کر اُن کے پیروں میں گر پڑتا۔ یعنی جس طرح معاویہ نے اپنے چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں کو اُن کے سرداروں کے ماتحت آزاد چھوڑ رکھا تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے علاقوں میں آباد مسلمانوں کو قتل کرتے اور لُوٹتے پھریں۔ اگر اسی طرح حضرت علیؑ بھی جوابی کارروائی کرتے تو معاویہ ایسے سینکڑوں کمینہ حکمران بھی رو دیتے مگر دنیا جانتی ہے اور تواریخ پکار پکار کر کہتی ہیں کہ حضرت علیؑ تو غیر مسلموں کا مالِ غنیمت بھی نہ لیتے تھے اور صرف اپنے ہاتھ سے قتل ہونے والے بہادر' مثلاً عمر بن عبدوذ' کی تلوار لینا جائز سمجھتے تھے اور اُن کی افواج کی بددلی کا سبب یہی تھا کہ انھوں نے طلحہ و زبیر کی شکست خوردہ افواج کو لوٹنے اور مالِ غنیمت حاصل کرنے سے اپنی فوج کو روک دیا تھا۔ اِس لئے کہ اللہ نے زیادتی کرنے والوں سے برابر کی ہم مثل زیادتی کرنے کی اجازت دے کر یہ بھی فرمادیا ہے کہ: اللہ کا تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو اور سمجھ لو کہ اللہ کی معیت صرف متقین کو ہی حاصل ہوتی ہے (وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ) یعنی جو برابر کی زیادتی کرتے ہیں وہ متقی نہیں ہوتے اور اللہ اُن کا ساتھی نہیں ہوتا''۔ اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام متقیوں کے زُمرہ سے بھی نکل جائیں جب کہ وہ تمام کائنات کے اولین وآخرین متقیوںؑ کے امامؑ تھے۔ پھر ایک دوسری عملی دقت تھی جس کی وجہ سے اُس برابر کی زیادتی والی آیت پر سو فیصد عمل ممکن نہ تھا۔ مثلاً عمر نے خالد پر زیادتی کی ہے۔ تو قرآن عمر کو مجرم قرار دیتا ہے اور خالد کو اجازت دیتا ہے کہ اگر وہ متقی نہ رہنا چاہے اور اللہ کی رفاقت کی ضرورت نہ ہو تو عمر پر عمر ہی کی مانند زیادتی کر لے۔ لیکن خالد کو یہ اجازت نہیں ہے کہ عمر کے کسی عزیز پر زیادتی کرے یا عمر کے قبیلے یا عمر کی بستی والوں پر یا عمر کی قوم والوں پر یا عمر کے مذہب یا ملک والوں پر زیادتی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ صورتِ حال یہ تھی کہ معاویہ کا ایک فوجی دستہ کسی بستی میں قتل و

Presented by Ziaraat.Com

غارت مچا کر لوٹ مار کر کے چلا گیا۔اب اگر وہی فوجی دستہ کہیں مل جائے تو اُس کے ساتھ وہ سب کچھ کرنا جائز ہے جو اُس نے کیا۔اب حضرت علی علیہ السلام کا اُسی دستے کو تلاش کر کے سزا دینا ممکن ہی نہ تھا۔یہی ہو سکتا تھا کہ آپ بھی اپنے فوجی دستوں کو قتل عام ولوٹ مار کی اجازت دے دیتے لیکن قرآن میں ایسی بے دینی اور بے رحمی کی اجازت نہیں ہے۔لہٰذا وہ حضرت ایسا نہ کریں گے۔لیکن حضرت علیؑ کی رعایا تو وہی مذہب رکھتی ہے جو پچیس سال سے ابوبکر وعمر وعثمان نے عملاً جاری کیا تھا لہٰذا اُس رعایا کا بددل ہو جانا اور یہ سمجھنا کہ ہمارا حاکم یعنی علیؑ ہمارا انتقام نہیں لیتا غلط نہ تھا۔وہ رفتہ رفتہ معاویہ کے زیر تسلط چلے جانے کے لئے تیار وآمادہ ہوتے چلے جائیں تو کیسے روکا جا سکتا ہے؟ یہ تھیں وہ دینی،قرآنی اور اسلامی مجبوریاں جو حضرت علیؑ کی راہ میں رکاوٹ اور اُن کے مخالفوں کے حق میں مفید بن گئی تھیں۔لیکن حضرت علی علیہ السلام نے اللہ کے تمام قوانین کی تعمیل واحترام برقرار رکھتے ہوئے ہر محاذ پر اپنے مخالفوں کو بے دین وناکام ونامراد ثابت کیا۔اُنہیں دن رات فریب کاریاں اور سازشیں کرنا پڑیں اور اُن لوگوں نے علیؑ کے مقابلہ میں کبھی بھی کوئی دینی یا قرآنی کام نہ کیا ساری ساری عمریں بے دینی اور دنیاداری کرتے گزار دیں۔

10۔حضرت علیؑ سے ان کی اپنی رعایا اگر معیارِ مرتضوی پر تعاون اور اطاعت کرتی تو معاویہ اینڈ کمپنی کی کہیں دھول تک بھی نہ ملتی

وہ خطبات جلد سامنے آنے والے ہیں جن میں حضورؑ علیہ السلام اپنی رعایا اور اپنے صحابہ کا شکوہ اور عدم تعاون کا اظہار کرتے ہوئے ملیں گے۔یہاں تو اس خطبہ میں حضورؑ اپنے مخالف گروہ کی سادہ سی شکایت فرما کر اپنا ارادہ یوں ظاہر فرماتے ہیں کہ:

وَلَعَمۡرِیۡ مَاعَلَیَّ مِنۡ قِتَالِ مَنۡ خَالَفَ الۡحَقَّ وَ خَابَطَ الۡغَیَّ مِنۡ اِدۡھَانٍ وَ لَا اِیۡھَانٍ؛ O (خطبہ نمبر 24 جملہ نمبر 1)

''اور مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ میں اُن لوگوں سے جنگ میں ذرہ برابر چشم پوشی' رُورعایت اور سُستی نہ کروں گا جنھوں نے مکمل حق کی مخالفت کی ہے۔اور جو گمراہی اور بے راہ روی میں گُھل مل گئے ہیں۔''

یہ ہے حضرت علی علیہ السلام کا ارادہ اور یہی ہے وہ راست اقدام جس کو اگر بروقت کیا جاتا رہے تو باطل پرست گروہ اپنی سرکشی میں جری نہیں ہو سکتا۔لیکن آپ دیکھیں گے کہ حضورؑ راست اقدام کا حکم دے رہے ہیں لیکن معاویہ کے زیر اثر آجانے والے لوگ خود بھی ڈھیل ڈال رہے ہیں اور دوسروں کو بھی سُستی اور چشم پوشی کی راہ پر لگا رہے ہیں۔اور آنجنابؑ نصیحت اور تنبیہہ فرما رہے ہیں۔یعنی راست اقدام میں اگر کبھی تاخیر ہوئی ہے تو وہ لوگوں کی طرف سے ہوئی ہے۔اور لوگوں کی طرف سے تاخیر کا سبب یہ ہے کہ وہ تنخواہ دار سپاہی نہیں ہیں کہ حکم ملتے ہی کوچ کر جائیں۔اُنہیں سامان جنگ خود فراہم کرنا ہے۔کھانے پینے کا انتظام بھی سرکاری نہیں ہے۔ہر فرد کو اپنا اپنا بندوبست کرنا ہے۔گھر والوں' ازواج اور بچوں کی طرف سے بے فکری واطمینان حاصل کرنا ہے۔اِن حالات میں تخریب کاروں کو بہکانے اور بھڑکانے کے کافی مواقع مل جاتے تھے۔حضرت علیؑ حالات سے گھبرا کر وہ کام ہرگز نہ کریں گے جو سابقہ خلفا اور معاویہ کر رہا تھا۔یعنی تنخواہ دار فوج بھرتی نہ کریں گے۔اس لئے کہ اس طرح کی جنگ کافروں اور غیر مسلموں والی لڑائی ہو جائے گی۔جہاد اور جہاد کا ثواب بے معنی ہو جائیگا۔لوگ اپنے اپنے پیٹ کے لئے جنگ کریں گے۔نہ کہ فی سبیل اللہ جہاد اور کوشش کریں گے۔

11۔حضرت علیؑ کے مستقل اور اسلامی رویہ نے اپنے اور پرائے سب کو جری کر دیا،ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی زبانی حضرت علیؑ کی اسلامی پالیسی

جیسا کہ قرآن کریم میں سے دکھایا گیا ہے کہ اللہ کسی حالت میں کسی پر جبر وزبردستی کی اجازت نہیں دیتا۔ہر شخص کو آزاد اور خود مختار رکھتا ہے اور یہ کہ حضرت علی علیہ السلام کی مجبوری یہی تھی کہ وہ کسی حالت میں اور کسی کے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہ کرتے تھے جس سے اللہ ذرہ برابر ناخوش ہو

Presented by Ziaraat.Com

جائے۔اوراُن کے اسلام مخالف قریشی مسلمان' شرافت وشرم کو بالائے طاق رکھ کرعلیؑ اوراُن کے طرفداروں اور مسلمان رعایا کے ساتھ بے دریغ مظالم وجبر وستم روار کھتے تھےاور حضرت علیؑ بدلہ بھی پورانہ لیتے تھے۔اس سلسلے میں چند ضروری باتیں ڈاکٹر طہٰ حسین سے سنئے:

(الف) حضرت علیؑ کی دینداری اوراصول پروری کی بدمعاشوں اورڈاکوؤں پر ہیبت

''غالباً بنی طے کے ایک دیہاتی شاعر کے مندرجہ ذیل اشعار سے اُس ہیبت کا کچھ اندازہ ہوسکے گا جولوگوں کے دلوں میں حضرت علیؑ سے متعلق اُس وقت تھی۔ یہ دیہاتی شاعرایک لُٹیر اتھا۔راستے میں لوگوں کا مال زبردستی چھین لیا کرتا تھا۔حضرت علیؑ نے اس کو پکڑنے کے لئے دوآدمیوں کو بھیجالیکن یہ اُن سے بھاگ نکلا' وہ کہتا ہے'

وَلَمَّا اَنْ رَاَیْتُ ابْنَی شمیط بسکة طی والباب دُونی

''جب میں نے شمیط کے دونوں لڑکوں کو دیکھا قبیلہ طے کا راستہ تھااور دروازہ میرے پیچھے تھا

تَجَلَّلَتِ الْعصار و علمت انّی رَهِین مخیّس اِن یثقفونی

میں گھوڑے پر چڑھ گیااوریقین کرلیا کہ اگر مجھے پا جائیں گے تو میری جگہ جیل میں ہوگی؛

فلوا نظرتهم شَیئاً قَلِیلا لَسَاقُوُنِیُ اِلیٰ شیخ بَطِین

اگر میں ذرا بھی انتظار کرتا تو مجھے بڑے پیٹ والے کے پاس لے جاتے۔

شدید مجامع الکنفین صلب علی الحدثان مجتمع الشؤن

وہ سخت مونڈھوں والا ہے حوادث اور مصائب کے لئے مضبوط اور مطمئن ہے''۔

یہ دیہاتی لُٹیرا بڑے پیٹ اور بڑے مونڈھوں والےاور حوادث میں بہت سخت اور بے خوف رہنے والے شیخ (علیؑ) سے ڈرا جس طرح کہ عام لوگ اس قسم کے افراد سے ڈرتے ہیں۔علاوہ ازیں دوباتوں کے لئے حضرت علیؑ کسی کو مجبور نہیں کرتے تھے۔ایک یہ کہ آدمی اُن ہی کی حدود مملکت میں قیام کرے۔چنانچہ کتنے لوگ تھے جو عراق اور حجاز سے امیر معاویہ کے پاس چلے جارہے تھے۔اُن کو معاویہ کی دنیا علیؑ کے دین سے زیادہ پسند تھی۔حضرت علیؑ اُن سے کچھ تعرض نہیں کرتے تھے۔اور نہ اپنے ساتھ رہنے پر مجبور کرتے تھے۔آپ کا خیال تھا کہ لوگ آزاد ہیں جو گھر اُن کے لئے مناسب ہواُس میں قیام کرسکتے ہیں۔چنانچہ جس کو حق بات اور ہدایت اچھی معلوم ہوئی آپؑ کے ساتھ رہا جس کو باطل اور گمراہی بھلی معلوم ہوئی امیر معاویہ سے جاملا۔

حضرت علیؑ کو مدینہ کے گورنر سَہل بن حُنَیف نے لکھا کہ بہت سے لوگ خفیہ طور پر بھاگ کرشام جارہے ہیں۔حضرت علیؑ نے جواب میں تسلی دی کہ اُن جانے والوں سے تعارض نہ کیا جائے۔اورنہ اپنی اطاعت میں رہنے پر مجبور کیا جائے۔خوارج (جو حضرت علیؑ کو کافر کہتے تھے) کے ساتھ بھی آپ کا یہی طرزِعمل تھا۔اُن کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیتے تھے اور جب تک وہ آپؑ کے ساتھ رہتے اُن کو کوئی تکلیف پہنچنے نہیں دیتے تھے۔اوراگرکوئی ساتھ چھوڑ کرنکل جانا چاہتا تو اُس کو روکتے نہ تھے۔اورنہ راستے میں اُن سے تعارض کرنے کی اپنے حاکموں کو ھدایت کرتے تھے۔چنانچہ وہ دارالاسلام میں آزاد تھے۔جہاں چاہتے ٹھکانا بناتے۔ہاں شرط اتنی تھی کہ فساد نہ پھیلائیں۔اورلوگوں پرزیادتی نہ کریں۔لیکن شرط کی خلاف ورزی پرآپؑ بلاکسی نرمی کے اللہ کا حکم جاری فرماتے پھرکوئی کوتاہی آپؑ سے نہ ہوتی تھی۔بسااوقات بعض گستاخ اس حدتک

Presented by Ziaraat.Com

بڑھتے کہ آپؑ کے منہ پر کہتے کہ ہم آپؑ کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہوں گے۔اور نہ آپؑ کی حکومت مانیں گے جیسا کہ خرّیت ابن راشد نے کہا' جس کا تذکرہ گزر گیا' لیکن آپؑ نے اُس کو پکڑا نہیں۔اور نہ اُس سے کوئی باز پرس کی نہ اُس پر کوئی پابندی عائد کی اور جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکل گیا تو اُس کے اور خارجیوں کے درمیان حائل نہیں ہوئے۔لیکن اس کے بعد جب انھوں نے زمین پر فساد پھیلایا تو آپؑ نے اپنا آدمی بھیج کر اُن میں انصاف کا تقاضہ پورا کیا۔پس حضرت علی علیہ السلام جانتے تھے کہ گنجائش کی آخری حدود تک لوگوں کو آزادی کا حق ہے۔اور اسی لئے وہ لوگوں کو اُن کی مرضی کے خلاف مجبور نہ کرتے تھے۔اور نہ ہر اطاعت کے لئے اُن پر جبر فرماتے تھے۔البتہ جب وہ اللہ کی نافرمانی اور اُس کے حکم سے سرتابی کرتے اور زمین پر فساد پھیلاتے تو پھر آپؑ اُن پر سختی کرتے تھے۔دوسری بات جس پر حضرت علی علیہ السلام کسی کو مجبور نہیں کرتے تھے وہ لڑائی ہے۔آپؑ کا خیال ہے کہ غدّاروں، گمراہوں اور دین سے خارج ہو جانے والوں سے جنگ کرنا آپؑ کا اور مسلمانوں کا اُسی طرح فرض ہے جس طرح اھل کتاب اور مشرک دشمنوں سے جہاد کرنا فرض ہے۔لیکن یہ فرض آپؑ نے لوگوں پر جبراً لادا نہیں۔اور نہ اقتدار سے کام لے کر اس پر زبردستی کی۔بلکہ آپؑ نے اُس کی دعوت دی جس نے اس دعوت پر لبیک کہا اُس سے خوش ہوئے اور اُس کی تعریف کی۔اور جو بیٹھ رہا اُس کو نصیحت کی، آمادہ کیا، آمادہ کرنے کی انتہائی کوشش کی۔جمل اور صفین کے معرکوں کے لئے آپؑ نے کسی کو مجبور نہیں کیا، اور نہ خوارج کے ساتھ معرکوں کیلئے کسی پر زبردستی کی۔اُن تمام لڑائیوں میں آپؑ کے ساتھی وہی لوگ تھے جو اپنی بصیرت سے آپؑ کو جان کر آپؑ کا حق پہچان کر آپؑ کے ساتھی بنے اور رضا کارانہ خدمت پیش کی۔اگر آپؑ چاہتے تو فوجی بھرتی کر سکتے تھے۔لیکن فوجی خدمت کا یہ طریقہ جو لوگوں کو اس فرض پر مجبور کرے اب تک جاری نہ ہو سکا تھا۔اگر آپؑ چاہتے تو مال دے کر لوگوں کو اس طرف متوجہ کر سکتے تھے۔جب کہ لوگ لڑائی سے گریز کرتے تھے۔لیکن آپؑ نے ایسا بھی نہیں کیا۔آپؑ کو گوارا نہ تھا کہ اپنے ساتھیوں کا خلوص اور خیر خواہی دام دے کر خریدیں۔آپؑ تو یہ چاہتے تھے کہ دوست اور ساتھی ایمان اور بصیرت کی روشنی میں آپؑ کا ساتھ دیں۔بلکہ آپؑ نے تو اس سے بھی زیادہ کیا اُن ہی لڑائیوں میں اُن ہی ساتھیوں کے ساتھ گُھس پڑے اور اُن کو مالِ غنیمت بھی نہیں لینے دیا۔صرف دشمنوں کا گھوڑا اور ہتھیار پیش کر دیا۔جس پر آپؑ کے ساتھی کبیدہ خاطر ہوئے اور کہا کہ ''اُن کا خون تو ہمارے لئے مباح کر دیا لیکن مال مباح نہیں کیا''۔جیسا کہ تم پڑھ چکے ہو کہ حضرت علیؑ کی رائے اس معاملے میں یہ تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ لڑائی میں اور کافروں کے ساتھ لڑائی میں فرق ہے۔مسلمانوں کے ساتھ لڑائی میں اس سے زیادہ کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے کہ اپنے بھائی کو مجبور کر دیا جائے کہ اپنے رب کے حکم کی طرف رجوع کرے(یہ قرآن کا حکم تھا جس کی تعمیل فرماتے تھے حجرات 10-49/9) اگر اُس نے ایسا کر لیا تو اُس نے اپنی جان اور مال بچا لیا۔نہ اُس کو غلام بنایا جا سکتا ہے(جیسا کہ ابوبکر نے بنایا تھا) اور نہ اس کا مال مالِ غنیمت ہو سکتا ہے۔

(ب) <u>عربوں کی ذہنیت اور علیؑ کے بعض ساتھیوں کا لڑائی سے گریز</u>

لڑائی کے متعلق آپؑ کا نقطہ نظر معلوم کر لینے، نیز آپؑ کے طرزِ عمل کا تجربہ کر لینے کے بعد اگر شامیوں کے ساتھ لڑنے سے آپؑ کے ساتھی گریز کریں تو کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ یہ تو ایسی جنگ ہے جو اُن کو مصیبتوں میں گرفتار کر کے موت کے خطرات تک لے جاتی ہے۔اور پھر بے نتیجہ مالِ غنیمت تک کے بھی روادار نہیں۔اور ہم (طٰہٰ حسین) جانتے ہیں کہ عرب جب کبھی لڑائی کی سوچتا ہے تو اس کے ساتھ ہی مالِ غنیمت کا تصور کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے اقتدار کے منوانے اور اپنے مسلم دشمن سے جنگ دونوں باتوں میں اپنے ساتھیوں کو وسیع ترین معنوں میں آزادی دیتے تھے۔(کتاب علی صفحہ نمبر 301 تا 305)''

Presented by Ziaraat.Com

12۔طہٰ حسین معاویہ کا تذکرہ بھی کرتے ہیں

حضرت علی علیہ السلام کا طرزِ عمل مصری عالم کے قلم سے دیکھ لینے کے بعد اب ہم چاہتے ہیں کہ جنگِ صفین کا تذکرہ آنے سے پہلے پہلے معاویہ کی پوزیشن کی جھلک بھی سامنے آجائے۔

(الف)معاویہ نے فریب سازی اور علیؑ کے مقابلے میں کامیابی کے لئے عثمان کو ایک بہانا بنایا تھا

چنانچہ طہٰ صاحب کے چند بیانات سُن لیں لکھتے ہیں کہ:۔

''حضرت معاویہ اگر اپنے معاملے میں انصاف واخلاص سے کام لینا چاہتے تو اُن کا فرض تھا کہ لوگوں کی طرح حضرت علیؑ کی بیعت کر لیتے۔اس کے بعد عثمان کے وارثوں کو لے کر آپؐ کے پاس آتے اور قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کرتے۔لیکن اُن کو تو قصاص سے کہیں زیادہ اس کی فکر تھی کہ خلافت کا رُخ حضرت علیؑ سے پھیر دیا جائے۔

معاویہ ابوبکر وعمر کی اسکیم کے مطابق خلافت چھین لینا چاہتا تھا؟

چنانچہ حضرت علیؑ کی وفات اور حضرت حسنؑ سے مصالحت کے بعد جب اُن کے لئے حکومت کا میدان صاف ہو گیا تو قصاص یاد رہا نہ قاتلوں کی تلاش''۔(کتاب علی صفحہ نمبر 53)

(ب)عائشہ،طلحہ اور زبیر میں گٹھ جوڑ ہوا تو معاویہ نے فوجی تیاری اور خفیہ ساز باز کا موقع پایا

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے طلحہ،زبیر وعائشہ کی طرف توجہ کی تو معاویہ نے جنگی تیاریاں اور ساز باز شروع کر دی سُنئے:

''حضرت طلحہ،حضرت زبیر اور عائشہ بصرہ جانے کے ارادے سے نکل پڑیں اور اُدھر حضرت علیؑ نے شام سے اپنی توجہ ہٹالی اور طے کر لیا اُن تینوں کو جا کر سمجھائیں گے اور واپس لائیں گے۔اُدھر حضرت معاویہ کو کافی وقت اور موقع ملا کہ اپنی حکومت مضبوط کر لیں اور فوجی تیاری کے ساتھ ساتھ مصر میں حضرت علیؑ کے خلاف خفیہ کارروائیوں کی بھی تکمیل کر دیں''۔(ایضاً صفحہ نمبر 57)

(ج)معاویہ کا چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں کو سرداروں کے ماتحت علیؑ کے علاقہ میں مسلمانوں کے قتل اور لُوٹ مار کے لئے چھوڑ دینا

''امیر معاویہ نے ان باتوں سے اندازہ لگایا کہ عراق میں حضرت علیؑ سے کُھلی جنگ کا ابھی وقت نہیں آیا۔پس انھوں نے ایک دوسری راہ اختیار کی جو کُھلی لڑائی سے کسی طرح کم نہ تھی۔بلکہ جس نے لڑائی سے زیادہ لوگوں کو خائف اور دہشت زدہ بنا دیا۔جس نے عراق والوں کو پوری شدت کے ساتھ باور کرا دیا کہ وہ مسلسل خطرات اور مستقل مصائب میں گھرے ہوئے ہیں۔اور جس نے ان کو محسوس کرا دیا کہ حضرت علیؑ کا اقتدار کمزوری اور ابتری کی اُس حد میں داخل ہو چکا ہے کہ اُس سے کچھ بن بگڑ نہیں سکتا اور وہ لوگ ہر وقت امیر معاویہ کی زد میں ہیں۔وہ جب چاہیں جس طرح چاہیں اُن کو لُوٹ سکتے ہیں۔یا مار سکتے ہیں۔چنانچہ امیر معاویہ نے فوج میں سے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر میدانِ جنگ کے کسی آزمودہ کار افسر کے ماتحت عراق کی حدود میں کچھ یہاں کچھ وہاں بھیج دیئے۔اور اُن کو لُوٹ اور غارت کا حکم دے دیا۔بعض اوقات اُن دستوں کو حدود میں کافی دُور تک گُھس جانے اور ممکنہ حد تک لُوٹ مار کرنے کا حکم دیا جاتا۔اس کے بعد یہ فوجی دستے اُلٹے پاؤں غنیمت کا مال ساتھ لے کر واپس آجاتے اور اپنے پیچھے پراگندگی اور دہشت کے اثرات چھوڑ آتے۔یہ اقدام تو ایک زہریلی سوئی کا ساتھا جو عراق میں مقیم جسموں میں تیزی کے ساتھ بار بار چُبھائی جا رہی تھی۔جس سے خون کے ساتھ رگوں میں زہر سرایت کرتا تھا۔۔۔۔ضحاک ابن قیس کو معاویہ

Presented by Ziaraat.Com

ایک فوجی دستہ ساتھ کر کے شام سے متصل صحرائے عراق میں بھیجتے ہیں۔اسی طرح سفیان ابن عوف کوایک دوسری طرف روانہ کرتے ہیں۔اور اُس کوحکم دیتے ہیں کہ وہ حدود میں گُھستے گُھستے مقام انبار تک چلا جائے اور وہاں کے باشندوں کو تاراج کر کے کافی مال غنیمت ساتھ لائے۔ پھر نعمان بن بشیر کو تیسری سمت اور مَسعد فزاری کو چوتھی سمت روانہ کرتے ہیں۔حضرت علیؑ لوٹ مار کی یہ خبریں سُن کر بہت پیچ وتاب کھاتے ہیں لوگوں کو بُلاتے ہیں لیکن کوئی سُنتا نہیں حکم دیتے ہیں کوئی مانتا نہیں۔کوفہ والوں کے دل خوف اور ذلّت سے بھر چکے تھے۔وہ ایک دوسرے سے بے نیاز اور اسی پر قانع تھے کہ شہر کوفہ اور کوفہ سے تھوڑی دُور تک میں امن وچین کی زندگی جیتے رہیں۔اُن کے پیشِ نظر اس سے زیادہ کچھ نہ تھا کہ وہ کسی طرح زندگی کے دن کاٹیں۔یہ دیکھ کر حضرت علیؑ کو انتہائی غصہ آیا اور ایک دن وہ دل ہلا دینے والا خطبہ دیا جو ساتھیوں سے آپؑ کی انتہائی مایوسی کی، آپؑ کے گہرے غیض وغضب کی، اور کسی وقت بھی جُدا نہ ہونے والے آپؑ کے رنج والم کی ایک سراپا تصویر ہے۔فرماتے ہیں ''امابعد'' یہ خطبہ اپنے مقام پر ہم باقاعدہ لکھیں گے۔ڈاکٹر صاحب پورا خطبہ لکھ کر لکھتے ہیں کہ:''یہ اور اس قسم کی تقریریں بعض اُن لوگوں کے دلوں میں جذبات پیدا کرتی تھیں جواب تک خاندانی حسب کی قدروں کا احساس رکھتے تھے۔(یعنی حرامیوں پر اثر انداز نہ ہوتی تھیں۔ احسن) اُن ہی میں سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں ترتیب دی جاتیں پھر حضرت علیؑ اُن کیلئے سردار مقرر فرماتے اور اُن غارت گروں کے تعاقب میں بھیجتے۔کبھی کبھی اُن کو پالیتیں اور کبھی پیچھے رہ جاتیں''۔(ایضاً صفحہ نمبر 265 تا269)

آگے بڑھنے اور قریشی خلفا کی مزید بے دینی پڑھنے سے پہلے یہ سوچیں کہ معاویہ اور اُس کے ساتھی کیسے مسلمان تھے؟ اُنھوں نے اللہ، رسوؐل اور قرآن کو علیؑ کے مقابلے میں کیوں چھوڑ دیا تھا؟ اور کیا دنیا میں کسی بدترین ڈاکو نے بھی اتنی سنگ دلی اختیار کی تھی جتنی معاویہ اینڈ کمپنی نے مسلمانوں اور اُن کی ازواج اور بچوں کے ساتھ مسلسل روا رکھی؟ کیا کفار وبے دین اقوام میں سے کسی قوم نے اتنے مظالم کئے تھے؟ پھر اُن لوگوں کا دین وایمان دیکھیں جو معاویہ کو اور اُس کے راہنماؤں کو بزرگ مانتے ہیں اور اُن کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور حد یہ ہے کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین اُن ملاعین کے ناموں پر رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

<u>(د)معاویہ نے چھاپہ ماروں کا کامیاب تجربہ کر کے اس قتل وغارت اور لوٹ مار کو عراقی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ پورے ملک کے مسلمانوں پر جاری کیا</u>

اب ڈاکٹر طٰہٰ حسین یہ بتاتے ہیں معاویہ کے چھاپہ مار فوجی دستوں کی کامیابی نے معاویہ کو جرأت دلائی کہ معاویہ حضرت علیؑ کے ماتحت تمام شہروں کے مسلمانوں پر قتل وغارت اور تاخت وتاراجی شروع کر دے سنیئے:

''سرحد پر حملوں کے یہ تجربات امیر معاویہ کے لئے اطمینان بخش ثابت ہوئے اس لئے انھوں نے ارادہ کیا کہ اب قدم آگے بڑھائیں اور لوٹ اور غارت کا سلسلہ عربی شہروں تک پہنچا دیں عربی شہر معاویہ کی زد میں تھے۔مکہ بلد الحرام تھا جہاں خونریزی نہیں ہوسکتی تھی اور جہاں طرفین سے کوئی بھی اُس کے قرب جوار میں لڑائی نہیں کرسکتا تھا۔مدینہ کے لوگ الگ تھلگ عافیت میں تھے۔اُن کا خیال یہ تھا کہ دار الھجرت میں ہونے کی وجہ سے وہ محفوظ ہیں اور اس لئے بھی کہ وہ مسجد نبوی کے سائے میں ہیں۔اور دار الحکومت کوفہ میں تبدیل ہو چکا ہے۔اُن پر کوئی حملہ نہیں کرسکتا۔اور وہیں کے نبرد آزما بڑی تعداد میں حضرت علیؑ کے ساتھ ہیں۔اور کچھ تھوڑے سے امیر معاویہ کے ساتھ۔یمن میں حضرت عثمان کے طرف دار ہیں ۔حضرت علیؑ کے حاکم عبید اللہ بن عباس کی مخالفت اور مقابلہ کرتے رہتے ہیں مگر اس مقابلے کی حد لڑائی نہ تھی بلکہ یہ (عثمانی) لوگ ایسی حرکتیں کرتے جس سے عبید اللہ بن عباس سختی کرنے پر مجبور ہو جاتے پھر یہ لوگ اُس سختی کی مذمت کرتے۔یمن کے ان

Presented by Ziaraat.Com

عثمانیوں کی بات آ گے چل کر اتنی بڑھی کہ حاکم کو حضرت علی علیہ السلام کے پاس لکھنا پڑا۔ حضرت علیؑ نے اُن کی اصلاح اور درستی کے لئے آدمی بھیجا اور اُن کو فوج طلب کر لینے کی دھمکی دی تب اُن (عثمانی) لوگوں نے امیر معاویہ سے امداد کی درخواست کی اور اُن کو آمادہ کیا امیر معاویہ نے ایک سخت گیر، سنگ دل اور اکھڑ قسم کے قریشی بُسر ابن ارطاۃ کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ اپنی فوج کے لئے افراد کا انتخاب خود کر لے۔ چنانچہ اُس نے انتخاب کیا۔ اِس کے بعد اُس کو روانہ کیا اور ہدایت کر دی کہ دیہاتوں میں حضرت علیؑ کے جو حامی ملیں اُن پر اتنی سختی کرنا کہ اُن کے دل خوف و دہشت سے بھر جائیں اور مدینہ پہنچ کر وہاں کے باشندوں کو اس طرح لرزہ براندام کر دینا کہ اُن کو موت نظر آنے لگے۔ اِس کے بعد مکہ آنا اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا اُن کو ڈرانا دھمکانا نہیں۔ پھر یمن جانا اور علیؑ کے حاکم کو وہاں سے نکال کر عثمانیوں کی امداد کرنا۔ بُسر بن ارطاۃ گیا اور معاویہ کی ہدایتوں پر عمل کیا، بلکہ سختی، سنگدلی، لُوٹ مار اور بے حرمتی میں اپنی طرف سے بہت اضافہ کیا۔ چنانچہ (مسلمان) دیہاتوں پر بُری طرح جھپٹ پڑا اور زیادتیاں کیں۔ مدینہ آیا تو لوگوں کو اس طرح مرعوب و خوفزدہ کیا کہ مصائب کی تصویریں اُن کی آنکھوں میں بھر گئیں۔ اس کے بعد امیر معاویہ کی بیعت اُن کے سامنے پیش کی جس کو انھوں نے منظور کیا۔ اس کے بعد مکہ آیا اور وہاں کسی کو ڈرایا دھمکایا نہیں۔ البتہ طائف والوں کو ڈرانے اور اُن سے لڑنے کا ارادہ کیا لیکن مغیرہ بن شعبہ نے اُس کو سمجھایا بجھایا جس سے وہ باز آ گیا۔ اور یمن کی طرف روانہ ہو گیا۔ یمن سے حضرت علیؑ کا حاکم (عبیداللہ ابن عباس غدار کی اولاد اور غداری کے لئے علیؑ کے اور عمرو غیرہ کے ساتھ مل کر رہنے والے لوگ) اور اُس کے ساتھی نکل بھاگے۔ یہاں آ کر بُری طرح خونریزی کی لوگوں کو خائف بنا دیا اور بعد میں امیر معاویہ کے لئے بیعت لی۔

معاویہ اور بُسر بن ارطاۃ جیسے حرامزادوں اور چوروں کی بہادری

حضرت علیؑ کو جب اُس کی خبر ملی تو انھوں نے جاریہ ابن قدّامہ کو (صرف) دو ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ بھیجا کہ بُسر بن ارطاۃ کو یمن سے نکال دے۔ جاریہ بن قدّامہ کے یمن پہنچتے ہی بُسر وہاں سے بھاگا اور شام واپس آیا راستے میں بہت لوٹ مار کی۔ مسلمانوں کو بڑی بے دردی سے قتل کیا حد یہ کر دی کہ عبیداللہ بن عباس کے دونوں لڑکوں کو بھی ذبح کر دیا۔ حالانکہ وہ ابھی چھوٹے بچے تھے۔ جاریہ بن قدّامہ یمن پہنچا تو عثمانیوں کو (قصاص میں۔ احسن) قتل کر کے خونریزی میں اور اضافہ کر دیا۔ (ڈاکٹر کو یہ بہت ناگوار گزرا لیکن جاریہ نے اُن کے اہل و عیال کو لُوٹا تو نہیں تھا۔ احسن) اور یمن کو پھر حضرت علیؑ کے زیرِ حکومت کر دیا''۔ (ایضاً صفحہ نمبر 270-272)

قارئین یہاں ذرا رُک جائیں اور نوٹ کریں کہ جن لوگوں کو قریش کہا گیا ہے۔ وہ تمام جرائم پیشہ کھچڑی نسل کے لوگ تھے جنہیں حضرت قصی علیہ السلام نے مکہ کے گرد و نواح سے سمیٹ کر مکہ میں آباد کر دیا تھا۔ اِن لوگوں کی گُھٹی میں غدّاری، دغا بازی، محسن کشی، بدعہدی، بدکرداری، حرامزدگی پڑی تھی اُن میں کوئی شجاع یا شریف نہ تھا۔ جب اِن لوگوں کے ہاتھ رسوؐل کی حکومت آ گئی اور صدیوں تک اُن کے قابو میں رہی تو انھوں نے اپنی خود ساختہ روایات و تاریخ میں اپنی شرافت و نجابت اور شجاعت کی کہانیاں لکھوائی تھیں جو تمام کذب اور فریب کا پلندہ ہیں۔ یہ لوگ بُسر بن ارطاۃ کی طرح نہتے اور کمزور لوگوں پر مظالم کرنے اور بہادری دکھانے کے عادی تھے اور خطرہ دیکھتے ہی فوراً بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ اُن کی نامردی، غداری، سازش اور محسن کشی قرآن (آل عمران 154-3/152) میں قیامت تک کے لئے پڑھے جانے کے واسطے ریکارڈ کر دی گئی ہے یہ وہی قریش ہیں جو اپنے رسوؐل ایسے محسن کو قتل ہو جانے کے لئے تیغ بکف دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ کر پہاڑ پر جا چڑھے تھے اور رسوؐل بلاتا

Presented by Ziaraat.Com

رہ گیا تھا۔عبیداللہ ابن عباس یمن کا مرتضوی حاکم اسی قریشی قوم کا فرد تھا جو اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو قتل ہو جانے کیلئے چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ آیا تھا۔وہ بُسر بن ارطاۃ جس نے ہزار ہا نہتے مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا اور معاویہ کی طرف سے دھوم مچا دی تھی جاریہ کا نام سُنتے ہی وہ قریشی حرامزادہ بھاگ کھڑا ہوا۔ پھر یہ دیکھیں کہ ڈاکٹر طہٰ گو اُن ملاعین کے کافرانہ کارنامے لکھ رہے ہیں لیکن اس احتیاط سے کہ قاری کے ذہن پہ زور نہ پڑے کہ وہ خبیث مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو لوٹ رہے ہیں۔اس لئے مسلمانوں کی جگہ لفظ ''لوگوں'' لکھے چلے جاتے ہیں۔ہم نے ایک جگہ لوگوں کی جگہ مسلمان لکھ دیا ہے۔سوچئے کہ مدینہ میں تو سب صحابہ اور صحابہ کی اولاد تھے۔وہاں بھی کوئی کھٹکنے والا لفظ نہیں لکھا ہے یعنی قریشی مذہب کے حقیقت نگار لوگ بھی صورتِ حال کو ہلکی اور ادل بدل کر کے لکھتے ہیں اور رضی اللہ عنہ تو لکھنا بھولتے ہی نہیں۔پھر یہ سوچئے کہ اپنے مخالف مسلمانوں اور اُن کے اھل وعیال کا قتل عام کرنا کس کی سنت ہے جس پر معاویہ اور اُس کے مسلمان سردار و حاکم بے دریغ عمل کر رہے ہیں؟ یقیناً یہ خلیفہ اول و دوم ابوبکر و عمر کا بارہ سالہ عملدر آمد اور سنت تھی۔پھر یہ سوچئے کہ یہ ملاعین اپنے مخالف مسلمانوں کا قتل عام ہی جائز نہ سمجھتے تھے بلکہ ہر اُس مسلمان کا قتل بھی جائز رکھتے تھے جو اُن کے مخالف کے علاقہ یا حکومت میں آباد ہوتا تھا۔اب بتائیے کہ کیا اُس مذہب کا نام اسلام رکھا جائے جو ابوبکر و عمر و عائشہ و عثمان اور معاویہ اور اُن کے ہمدردوں اور ساتھیوں اور طرفداروں نے اختیار کر رکھا تھا؟ پھر بتائیے کہ ہمارا اُن کو ملعون کہنا اور اُن پر لعنت بھیجنا کس طرح ناجائز ہے؟ یاد رکھو کہ یہ سب شیاطین تھے،قاتلِ رسوؐل اور غاصبِ حکومتِ رسوؐل تھے اور آگے بڑھ کر یہی لوگ اولادِ رسوؐل اور انصارانِ آلِ رسوؐل کا قتل عام کریں گے اور ہر اُس شخص کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کریں گے جو رسوؐل اور آلِ رسوؐل کا نام لیوا اور حقیقی اسلام کی تبلیغ کرتا ہوگا۔یہی وہ قوم ہے جس نے قرآن کو مہجور کیا (25/30) اور جھٹلایا (انعام 6/66)۔

(ہ) معاویہ کے نام نہاد اسلامی کردار پر طہٰ کے چند اور ریمارکس

''مصقلہ فرار ہو کر اُن لوگوں سے جاملتا ہے جو خلیفہ (علیؑ) سے برسرِ پیکار ہیں اور اُس کے خلاف ہر قسم کی ریشہ دوانیاں کرتے ہیں۔اس طرح مصقلہ دوستی کی حد سے نکل کر دشمنی کی صف میں کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ امیر معاویہ کا اُس سے ملاقات کرنا،اُس کو خوش آمدید کہنا اور اُس کے ساتھ حسنِ سلوک اُسی طرح بُرا فعل ہے جس طرح مصقلہ کا قرض کی ادائیگی سے ٹال مٹول کرنا اور شام بھاگ آنا۔امیر معاویہ نے جو کچھ کہا اُس کو چال اور مکر کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ایک سچا مسلمان ہرگز وہ بدلہ نہیں دے سکتا جو انھوں نے مصقلہ کو دیا''۔(ایضاً صفحہ نمبر 231)

قارئین غور کریں کہ طہٰ حسین نے ان آخری سطروں میں معاویہ کو سچی مسلمانی سے خارج لکھا۔برحق خلیفہ کے خلاف چال و مکر کرنے والا مانا مگر یہاں بھی جب اُس خبیث کا نام ''امیر معاویہ'' لکھا تو اُس پر'' رضی اللہ عنہ ''ضرور لکھ دیا یعنی ڈاکٹر طہٰ حسین کے نزدیک رضی اللہ عنہ کہلانے والے لوگ جھوٹے اور دغا باز و مکار مسلمان ہوا کرتے تھے۔مسلسل تیسری سطر میں لکھتے ہیں کہ:

''اپنے خلیفہ (علیؑ) کے ساتھ مکاری کرنے والے کو پناہ دینا اور وہ محض اس لئے کہ شائد اُس سے عراق میں خرابیاں پیدا کرنے کا کام لے سکے۔معاملہ کا یہ وہ پہلو ہے جو امیر معاویہ کی اُس سیاست کے اہم رُخ کو بے نقاب کر دیتا ہے جس پر اپنے جدید اقتدار کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے۔یہ دنیاوی سیاست تھی جس کا دامن دنیاوی ساز و سامان' دنیوی ضرورتوں' منفعتوں' خواہشوں اور ہوسناکیوں سے بھرا ہوا ہے۔یہاں پہنچ کر حضرت علیؑ اور امیر معاویہ کے سیاسی مسلک کا فرق بالکل واضح ہو جاتا ہے۔حضرت علیؑ کے مسلک کی بنیاد خالص دین پر تھی۔اور امیر معاویہ کے مسلک کی بنیاد خالص دنیا پر''۔(ایضاً صفحہ نمبر 231-232) اگلے صفحہ پر لکھا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

علیؑ کی پوزیشن پر چند آخری واقعاتی باتیں

''حضرت علیؑ آزمائش کے اسی تلخ دور سے گزرتے رہے۔ دوست غدّاری اور دشمن مکاری سے پیش آتے رہے۔ لیکن آپؑ اُس پورے دور میں اپنے روشن مسلک پر ارادے کے پکے رہے۔ نہ معاملات میں کوئی پستی گوارا کی، نہ دین میں کوئی کمزوری دکھائی۔ نہ اپنی کھلی ہوئی سیاست سے ذرہ برابر انحراف کیا۔ مصیبتیں مسلسل آتی رہیں اور سدِّ راہ بنتی رہیں۔ مگر آپؑ اپنی راہ چلتے رہے۔ دائیں بائیں کسی طرف جھکے نہیں۔ شدید غصے کا عالم ہوتا۔ زندگی کی انتہائی تلخیاں ہوتیں۔ لیکن کوئی بات آپؑ کے ارادے کی راہ میں حائل نہ ہوتی'' (ایضاً صفحہ نمبر 233)

13۔ حضرت علیؑ کے طریق کار پر کاربند رہنے والے نہ کبھی ناکام ہوئے نہ ہو سکتے ہیں، حضورؑ کی ضمانت کامیابیوں کی ضمانت ہے

قارئین نے وہ تمام حالات اور ماحول دیکھا جس میں حضرت علی علیہ السلام خُدائی اطمینان ویقین سے حکمرانی کر رہے تھے۔ دشمنِ اسلام مسلمان اپنی تمام ابلیسی چالیں چل رہے تھے اُس زمانے سے آج تک رضی اللہ عنہ کہلانے والے مومنین اپنی فریب سازی اور تخریب کاری سے بے رحمی اور سنگ دلی اور شیاطین کو بھی شرمار ہے تھے۔ حضرت علیؑ اور اُن کے محروسہ علاقوں کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ ملک بھر میں چھاپے مار مار کر قتل عام اور لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ چاروں طرف لوگوں کو رشوت و لالچ سے باغی کرنے کی مہم جاری ہے۔ اور حضرت علیؑ نہایت اطمینان وسکون سے اطمینان وسکون پیدا کرنے کیلئے صرف یہ شرط لگا رہے ہیں کہ:

فَا تَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَاللّٰهِ وَ فِرُّ وْا اِلَى اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ (خطبہ نمبر 24 جملہ نمبر 2)

''خُدا کے بندو، تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرلو، اللہ کے سامنے تم ذمہ دار بن جاؤ اور اُس کی نافرمانیوں سے بھاگ کر اُس کی فرمانبرداری کی پناہ میں آجاؤ۔

وَ امْضُوْ ا فِيْ الَّذِيْ نَهَجَهٗ لَكُمْ (خطبہ نمبر 24 جملہ نمبر 3)

''اور اُس طرزِ زندگی اور راہِ عمل پر گامزن ہو جاؤ جو اُس نے تمھارے لئے مقرر فرمائی ہے۔

وَقُوْمُوْ ا بِمَا عَصَبَهٗ بِكُمْ (خطبہ نمبر 24 جملہ نمبر 4)

''اور اُن پابندیوں پر قائم ہو جاؤ جو اُس نے تم پر عائد کی ہیں۔

فَعَلِيٌّ ضَامِنٌ لِفَلْجِكُمْ اٰجِلًا اِنْ لَّمْ تُمْنَحُوْ هُ عَاجِلًا (خطبہ نمبر 24 جملہ نمبر 5)

''چنانچہ اس کے بعد علیؑ تمہاری کامیابیوں اور کامرانی کا ضامن ہے۔ دیر سویر تمھیں کامیاب ہونا ہے۔

یہ وہی ہدایات ہیں جن کے مطابق زندگی کو استوار کر لینے سے ناکامی، پریشانی اور شرمندگی دُور سے دُور ہوتی چلی جاتی ہے اور سکون اور چین اور کامیابیاں قدم چومتی ہیں۔ یہ مختصر مگر کلیدی ہدایات رفتہ رفتہ انسان کو اُس مقام پر لے آتی ہیں جہاں مشیّتِ خداوندی اُس سے ہم آہنگ ہو کر اُس کی نقل وحرکت میں اُس کے ساتھ تعاون کرنے لگتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی قیادت میں کسی فوج کو کبھی شکست سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ اور دشمن کی تمام چالیں، ہر مکروفریب اور بڑی سے بڑی فوج چِت کر رہ جاتی تھی۔ اور حضورؑ کے اطمینان وسکون اور غیر متزلزل ارادوں کا بھی یہی ایک سبب تھا۔ اللہ نے اُن کے اقدامات کی کامیابی کی ضمانت لے رکھی تھی۔ اور ساری زندگی اللہ کی اسی ضمانت کے ماتحت کامیابی سے گزاری تھی اور اُسی خداوندی ضمانت کے یقین پر آپؑ انسانوں کی ضمانت لیتے تھے اور انہیں کامیابی سے سرفراز کر کے دکھایا کرتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 25

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر:25

خُطبہ ﴿25﴾

1۔بُسر بن ارطاۃ اور دیگر چھاپہ ماروں کی تاخت وتاراج کی اطلاع ملنے پر اور بھگوڑی نسل کے عبید اللہ بن عباس کے اپنی جان بچا کر اور ننھے بچوں کو بھینٹ چڑھا کر بھاگ آنے پر علیؑ کا ردّ عمل۔

2۔اتحاد وامانت واطاعت میں معاویہ کے ساتھیوں کی مدح۔اور انتشار وخیانت اور نافرمانی میں اپنے ساتھیوں کی مذمت۔

3۔حکومت چھن جانے کی پیشگوئی۔

4۔اپنے ساتھیوں کے لئے براحاکم مسلّط ہونے کی بد دعا،

5۔بنی فراس ابن غنم کی سرفروشی کی مدح فرمائی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

مَاهِيَ اِلَّا الْكُوْفَةُ اَقْبِضُهَا وَ اَبْسُطُهَا ؛	1	یہ اُس شہر کوفہ کی حالت ہے جس پر میرا قبضہ اور میرا بندوبست ہے۔
اِنۡ لَّـمۡ تَـكُـوۡنِیۡ اِلَّا اَنۡتِ تَهُبُّ اَعَاصِیۡرُکِ فَقَبَّحَکِ اللّٰهُ؛ (وَتَمَثَّل بِقَوۡلِ الشَّاعِرِ)	2	اے شہر کوفہ میرا قبضہ وتسلط ہوتے ہوئے بھی اگر تیرے اندر فتنہ وفساد کی آندھیاں چلنے لگی ہیں تو خدا تجھے بھی برباد کردے۔یعنی پھر مجھے تیری بھی ضرورت نہیں ہے۔ اور شعر بطور مثال کہا کہ:
(لَعَمۡرُ اَبِیۡکَ الۡخَیۡرِ یَا عَمۡرُوۡ اِنَّنِیۡ ؛عَلٰی وَضَرٍ مِنۡ ذَا الۡاِنَآءِ قَلِیۡلٍ) ثُمَّ قَالَ عَلَیۡهِ السلام:	3	(اے عمرو میں تیرے اچھے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے (مملکت میں سے) اتنی ہی تلچھٹ اور چکنائی ملی ہے جو خالی ہو جانے کے بعد بھی برتن میں لگی رہ جاتی ہے) پھر علیؑ نے فرمایا کہ:
اُنۡبِـئۡـتُ بُسۡـرًا قَدِ اطَّلَعَ الۡیَمَنَ وَاِنِّیۡ وَاللّٰهِ لَاَظُنُّ اَنَّ هٰـؤُلَآءِ الۡـقَـوۡمَ سَـیُـدَالُوۡنَ مِنۡکُمۡ بِـاجۡـتِـمَا عِهِمۡ عَلٰی بَاطِلِهِمۡ وَتَفَرُّ قِکُمۡ عَنۡ حَقِّکُمۡ ؛	4	مجھے غائبانہ خبر ملی ہے کہ بُسر بن ارطاۃ یمن پر چھا گیا ہے اور مجھے تو خدا کی قسم اب یہ خیال واندیشہ ہے کہ قریشی قوم کے لوگ بہت جلد حکومت وسلطنت کو تم سے چھین کر اپنے قابو اور تسلط میں کرلیں گے۔اس لئے کہ وہ قوم اپنے باطل مرکز پر مجتمع اور متحد ہے اور تم مرکز حق سے بھی متحد ہونے کی بجائے متفرق ومنتشر ہو۔یعنی ان میں اتفاق ہے اور تم میں اختلاف ہے۔
وَبِمَعۡصِیَتِکُمۡ اِمَامَکُمۡ فِی الۡحَقِّ وَطَاعَتِهِمۡ	5	اور اس لئے کہ تم اپنے برحق امامؑ کی حق میں بھی اطاعت نہیں کرتے ہو اور وہ

Presented by Ziaraat.Com

اِمَامَهُمْ فِی الْبَاطِلِ ؛		قوم اپنے باطل امام کی غلط کاموں میں بھی اطاعت کرتی ہے۔
وَبِاَدَائِهِمُ الْاَمَانَةَ اِلٰى صَاحِبِهِمْ وَخِيَانَتِكُمْ ؛	6	اور اس لئے بھی کہ وہ قوم اپنے حاکم کی امانتوں کو بلا خیانت ادا کرتی ہے اور تم برابر خیانت کرتے رہتے ہو۔
وَبِصَلَاحِهِمْ فِیْ بِلَادِهِمْ وَفَسَادِكُمْ؛	7	اور اس لئے بھی کہ وہ تم سے سب کچھ چھین لیں گے کہ ان کے شہروں میں امن وامان ہے اور تمہارے یہاں فساد ہے۔
فَلَوِ ائْتَمَنْتُ اَحَدَكُمْ عَلٰى قُعْبٍ لَخَشِيْتُ اَنْ يَّذْهَبَ بِعِلَاقَتِهٖ ؛	8	اگر میں تم میں سے کسی ایک کو لکڑی کے ایک پیالے کا امین بنادوں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں اس کا کُنڈا (Handle) غائب نہ کرلے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ قَدْ مَلِلْتُهُمْ وَمَلُّوْنِیْ وَسَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُوْنِیْ ؛	9	اے اللہ یقیناً میں ان سے دل تنگ اور ملول ہو چکا ہوں اور یہ لوگ مجھ سے دل تنگ اور ملول ہو چکے ہیں۔ میں ان سے اکتا چکا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا چکے ہیں۔
فَاَبْدِلْنِیْ بِهِمْ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَاَبْدِلْهُمْ بِیْ شَرًّا مِّنِّیْ ؛	10	لہٰذا اے خدایا مجھے ان کے بدلے میں ان سے اچھے لوگ عطا کر اور انہیں میرے بدلے بدتر حاکم کے ماتحت کردے۔
اَللّٰهُمَّ مُثْ قُلُوْبَهُمْ كَمَا يُمَاثُ الْمِلْحُ فِی الْمَآءِ ؛	11	اے اللہ ان کے دلوں کو اس طرح گھول دے جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔
اَمَا وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنَّ لِیْ بِكُمْ اَلْفَ فَارِسٍ مِّنْ بَنِیْ فِرَاسِ ابْنِ غَنْمٍ ؛	12	مجھے بہت پسند آتا اگر تمہاری جگہ میرے ساتھی بنی فراس ابن غنم میں کے صرف ایک ہزار ہی جوان ہوتے۔
هُنَالِكَ لَوْ دَعَوْتَ اَتَاكَ مِنْهُمْ ؛فَوَارِسُ مِثْلُ اَرْمِيَةِ الْحَمِيْمِ ثُمَّ نَزَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمِنْبَرِ؛	13	اے اُمِّ زنباع اگر تو کسی موقع پر انہیں مدد کیلئے پکارے گی تو تیری مدد کیلئے جنگ جو بہادروں کا ہجوم اس تیزی سے پہنچے گا جیسے برسات کے رواں دواں بادل چلتے ہیں۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام منبر سے اتر آئے۔

تشریحات:

خطبہ 25 سے تعارف

جیسا کہ ہم نے خطبہ نمبر 24 کی ذیل میں معاویہ کی طرف سے چھاپہ ماروں کی فوجی ٹولیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بُسر بن ابی ارطاۃ کا یمن پہنچنا اور قتل وغارت اور لوٹ مار کرنا اور جاریہ بن قدامہ کا حضرت علیؑ کی طرف سے آنا اور یہ کہ اُن کی صرف آمد کی خبر سُن کر بُسر کا فرار کر جانا بھی دکھایا ہے اور یمن کے گورنر عبیداللہ ابن عباس اور یمن کی فوج کے سردار سعید بن نمران کا بُسر بن ارطاۃ کی آمد کی اطلاع پاتے ہی اپنی پارٹی کے ساتھ بھاگ کر کوفہ حضرت علیؑ کے پاس پہنچے اور عبیداللہ اپنے بال بچوں کو بھی یمن میں چھوڑ کر بھاگے تھے جنہیں بُسر نے ذبح کر دیا تھا۔ اِن حالات سے

Presented by Ziaraat.Com

متاثر ہوکر حضوؐر نے یہ خطبہ 25 دیا اور عبید اللہ بن عباس جیسے نام نہاد صحابہ کی خفیہ سرگرمیوں اور منافقانہ کوششوں کا راز کھولا اور اُن کی مذمت کی ہے۔ چنانچہ اس خطبے کے شروع میں سابقہ علمانے اور رضی صاحب رضی اللہ عنہ نے ان ہی حالات کی طرف بطور راہنمائی اشارہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے۔ اس خطبے سے پہلے جو عبارت لکھی ہوئی تھی اُسے ہم بھی قارئین کے لئے پوری لکھتے ہیں۔اس لئے کہ حضرت علی علیہ لسلام نے خطبے میں بھی اُس کا ذکر فرمایا ہے اور تاریخ سے ثابت ہے اور ہم نے خطبہ (24) کی تشریحات میں بھی اُسے لکھا ہے۔لہٰذا سُنئے حضرت رضی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ:

وَقَدْ تَوَاتَرَتْ عَلَيْهِ الْاَخْبَارُ بِاسْتِيلَاءِ اَصْحَابِ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْبِلَادِ وَقَدِمَ عَلَيْهِ عَامِلَاهُ عَلَى الْيَمَنِ وَهُمَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَسَعِيدُ ابْنُ نَمْرَانَ لَمَّا غَلَبَ عَلَيْهِمَا بُسْرُ ابْنُ اَبِی اَرْطَاةَ فَقَامَ (علیہ السلام) عَلَى الْمِنْبَرِ ضَجِرًا بِتَثَاقُلِ اَصْحَابِهِ عَنِ الْجِهَادِ وَمُخَالَفَتِهِمْ لَهُ فِی الرَّاْىِ فَقَالَ:

''جب حضرت علی علیہ السلام کو پے در پے یہ خبریں ملیں کہ معاویہ کے ساتھی اُن کے علاقہ کے شہروں پر اپنا تسلط قائم کرتے چلے جارہے ہیں اور یمن کا گورنر عبید اللہ بن عباس اور سپہ سالار سعید بن نمران بسر بن ابی ارطاۃ سے مغلوب ہوکر بھاگے اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس آگئے تب آپ نے اپنے ان صحابہ کو جہاد سے جان چرانے اور حضرت علی علیہ السلام کی رائے سے اتفاق نہ کرنے پر انہیں ڈانٹنے اور تنبیہ کرنے کے لئے منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا'' اور فرمایا کہ:

اس بیان میں عبید اللہ اور سعید کا بُسر سے مغلوب ہوکر آنا غلط لکھا ہے۔وہ تو یمن سے بُسر بن ارطاۃ کے آنے کی خبر سنتے ہی اپنے بچوں تک کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کے ساتھیوں میں، تمام قریشی اور تمام معاویہ کے متعینہ لوگ موقع شناسی کے ماتحت وفا اور غدّاری کرتے رہتے تھے

حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ وہی کچھ کیا گیا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا گیا تھا۔جس طرح قریش نے حضوؐر کے خلاف دوھرا محاذ بنایا تھا بالکل اُسی طرح حضرت علیؑ پر غلبہ پانے کے لئے دو محاذ بنائے گئے۔چنانچہ ایک محاذ وہ تھا جس نے پُر خلوص دوستی کا پارٹ ادا کرنا تھا اور کیا۔دوسرا محاذ وہ تھا جس نے کُھل کر مخالفت کرنا تھی اور آخری دم تک مخالفت پر قائم رہے۔ظاہر ہے کہ جس طرح آنحضرتؐ کے زمانہ کے دونوں محاذوں میں رابطہ رکھنے والے قرآن کی زبان میں منافق کہلاتے تھے اُسی طرح مرتضوی دُور میں یہ کام جاسوس کرتے تھے۔جو برابر ادھر سے اُدھر آتے جاتے رہتے تھے۔اور جنگِ جمل ہار جانے کے بعد یہ دونوں محاذ معاویہ کی کُھلی یا ڈھکی سرپرستی میں چلے گئے تھے۔اور آخر تک اُس کی سرپرستی میں رہے۔مخالف محاذ کے لوگوں کے متعلق تو محققین ومورخین کو شاذونادر ہی مغالطہ ہوا ہے لیکن مخلصانہ دوستی اور فداکاری کا پارٹ ادا کرنے والے لوگوں یا صحابہ کے متعلق شاید ہی کوئی عالم ایسا باقی رہا ہو جسے قریش کی خود ساختہ تاریخ اور روایات نے مغالطہ میں نہ رکھا ہو۔چنانچہ قریشی تاریخ وروایات نے کئی ایک اشخاص کو حضرت علی علیہ السلام کا بہت مخلص صحابی دوست یا شاگرد اور انتہائی اعتماد ویقین کا حامل لکھا ہے۔اور روایات کی دھوم اور شہرت نے بڑے بڑے شیعہ علما کو بھی ایسا ہی ماننے پر رضامند کرلیا ہے۔ہم بفضل امام عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام دشمنانِ محمدؐ وعلیؑ اور آلِ محمدؐ کو ہر روپ میں پہچانتے ہیں اور جہاں جہاں ضروری ہوتا ہے اور ہمیں موقع ملتا ہے نام بنام اُن دشمنوں کا پردہ فاش کرکے اُن کی رُونمائی کرتے ہیں اور اپنے یا پرائے علما کے زوردار بیان سے ذرہ برابر متاثر نہیں ہوتے۔یہ خطبہ اور اس سے متعلقہ روایات وبیانات ہمیں بتاتے ہیں کہ عبید اللہ بن عباس

Presented by Ziaraat.Com

نے جو وفاداری، اطاعت اور دیانت گورنری کے مقام تک پہنچنے سے پہلے پہلے دکھائی تھی وہ ہر حال میں آخر تک برقرار نہیں رکھی اور بُسر بن ابی ارطاۃ کی آمد کی خبر سُنتے ہی وفاداری اور فداکاری کا لبادہ اُتار کر یمن سے بھاگے اور خود ہی نہیں بھاگے بلکہ صوبۂ یمن کے سپہ سالار کو بھی ساتھ لے آئے۔ مگر وفاداری یا ظاہرداری کا اتنا لحاظ رکھا کہ آئے حضرت علی علیہ السلام ہی کے پاس۔ تاکہ ذرا اور اسی ڈانٹ ڈپٹ اور ملامت کے بعد حضرتؑ کو رضا مند رکھنے اور کسی بڑی تخریب کا موقع ملنے کی گنجائش رہے۔ چنانچہ علامہ علی نقی طہرانی فیض الاسلام اپنے ترجمۂ نہج البلاغہ میں اسی خطبے کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

2۔ حضرت علیؑ عبیداللہ بن عباس اور سعید بن نمران کو فرار پر ملامت کرتے ہیں۔

اُو وقتی وارِد صنعا شد عبید اللّٰہ و سعید ،عبد اللّٰہ ثقفی راجا نشین خود قرار داده از آنجا گریختہ بسمتِ کوفہ میامدند. بُسر، عبد اللّٰہ ثقفی را بقتل رسانید . چون این دو نفر در کوفہ خدمت حضرت رسیدند آنحضرتؑ ایشان راملامت وسرزنش نمود کہ چرا بابسرابن ابی ارطات نجنگید آنہا عُذر آوردند باینکہ ما توانائی جنگیدن باُورا نداشیتم حضرت در حالتیکہ از تنبلیٔ اصحابِ خوداز جہاد ومخالفت کردن ایشان بارائی و تدبیرش دل تنگ وآزردہ گردیدہ بُود برخاستہ بمنبر رفت وفرمود :

''جیسے ہی بُسر مقام صنعا پر پہنچا عبیداللہ بن عباس اور سعید بن نمران عبداللہ ثقفی کو اپنا جانشین بنا کر وہاں سے دونوں بھاگے اور کوفہ کی جانب چل دیئے۔ بُسر نے اُن کے بنائے ہوئے جانشین عبداللہ ثقفی کو قتل کر دیا۔ چونکہ یہ دونوں اشخاص حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں کوفہ پہنچے آنجناب نے اُن دونوں کو ملامت اور سرزنش کی اور کہا کہ تم دونوں نے بُسر بن ابی ارطاۃ کے ساتھ جنگ کیوں نہ کی بھاگ کیوں آئے؟ انھوں نے یہ عُذر کیا کہ ہمیں اس سے جنگ کرنے کی طاقت نہ تھی۔ حضورؑ چونکہ اپنے صحابہ کی جہاد سے جان چُرانے اور اپنی رائے کی مخالفت کرتے رہنے کی بنا پر دل تنگ اور آزردہ تھے اس لئے اُٹھے اور منبر پر جا کر یہ خطبہ (25) دیا''۔

تاریخ امیر المومنین کے الفاظ یہ ہیں کہ:

''جب عبیداللہ بن عباس اور سعید بن نمران صنعا سے بھاگ کر کوفہ میں آئے تو امیر المومنین نے انہیں عتاب کیا کہ کس لئے تم نے بُسر لعین کے ساتھ لڑائی نہ کی؟

عبیداللہ نے سعید کو بھی صاف انکار کر دیا تھا:

سعید نے عرض کی قسم بخدا یا امیر المومنین میں نے اس کا مقابلہ کیا مگر (عبیداللہ) ابن عباس نے میری نصرت نہ کی۔ جب بُسر نزدیک گیا تو میں نے اس سے کہا کہ امیر المومنین بدون جنگ ہم سے کبھی راضی نہ ہوں گے۔ کہا ہم کو طاقت اس کے مقابلے کی نہیں ہے۔ پھر بھی میں نے جو لوگ میرے ساتھ تھے اُن کو لے کر جنبش کی اور مقابلہ میں گیا۔ مگر وہ مجمع جلد متفرق ہو گیا۔ مجبوراً میں بھی واپس ہوا''۔ (صفحہ نمبر 279)

عبیداللہ بن عباس کا ایک بھائی قُثم بن عباس بھی مکہ کا گورنر تھا وہ بھی بُسر کی آمد سے پہلے ہی فرار کر گیا تھا؟

اس بیان سے معلوم ہوا کہ عبیداللہ بن عباس کا یہ کہنا کہ ''ہم میں بُسر سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے''۔ کافی ہو گیا دوسروں کی ہمت شکنی کے لئے۔ یعنی جو لوگ بھاگے اور مقابلہ کے لئے نہ ٹھہرے وہ عبیداللہ کی بزدلی یا مصلحت کی بنا پر بھاگے۔ یعنی خود عبیداللہ نے نہ چاہا کہ کوئی جم کر

Presented by Ziaraat.Com

لڑنے اور مرنے کو تیار ہو سکے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ عبداللہ ثقفی کو اپنا جانشین بنایا تھا۔اگر وہ شہید ہونے سے ڈرتا تو وہ بھی عبیداللہ کی طرح بھاگ سکتا تھا۔مگر غور سے سُنیں کہ عباس کا کوئی بیٹا نہ علیؑ کا حقیقی معنی میں دوست تھا نہ اسلام پر جان دینے کیلئے تیار تھا۔البتہ یہ بہترین موقع شناس ڈپلومیٹس (Diplomats) تھے۔ایسے اقدامات کرنے میں ماسٹر تھے کہ دلیل کے ساتھ انہیں اونچے سے اونچا عہدہ دیا جائے۔اور اس کے لئے وہ جان توڑ محنت اور قربانی کرتے نظر آتے تھے۔چنانچہ مولانا سید علی حیدر اپنی کتاب نفس رسولؐ جلد چہارم میں قثم کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بعد اُس نے بہت سے مکانات میں آگ لگوا دی۔پھر وہاں سے مکہ پہنچا وہاں کے عامل قثم بن عباس تھے وہ بھی وہاں سے نکل بھاگے''۔(صفحہ نمبر 353)

3۔خاندان عباس اور اُن کے ہم مثل لوگوں کی ریشہ دوانیوں اور کوفہ پر اثر اندازیوں کا شکوہ۔

بہر حال علمائے شیعہ میں سے بعض وظیفہ خواروں نے عباس کے تینوں بیٹوں کی عموماً اور عبداللہ بن عباس کی خصوصاً پیٹ بھر کر بلا کسی عقلی و عملی و مادی دلیل کے مدح سرائی کی ہے۔ہم حضرت علی علیہ السلام کے خطبوں سے فارغ ہو کر باقاعدہ عبداللہ ابن عباس کا کیریکٹر پیش کریں گے اور یہ اس وقت موزوں ہوگا جب ہم حضرت علی علیہ السلام کے خطوط کی تشریحات کرتے ہوئے ان خطوط پر پہنچیں گے جو حضورؑ نے عبداللہ ابن عباس کی خیانت اور غداری کے سلسلے میں لکھے ہیں۔یہاں تو یہ دیکھئے کہ حضورؑ نے عبیداللہ اینڈ کمپنی کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ:۔

اُنبِئْتُ بُسْرًا قَدِ اطَّلَعَ الْيَمَنَ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَظُنُّ اَنَّ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمَ سَيُدَالُوْنَ مِنْكُمْ بِاجْتِمَاعِهِمْ عَلٰى بَاطِلِهِمْ وَتَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ؛وَبِمَعْصِيَتِكُمْ اِمَامَكُمْ فِی الْحَقِّ وَطَاعَتِهِمْ اِمَامَهُمْ فِی الْبَاطِلِ؛وَبِاَدَائِهِمُ الْاَمَانَةَ اِلٰى صَاحِبِهِمْ وَخِيَانَتِكُمْ؛ وَبِصَلَاحِهِمْ فِیْ بِلَادِهِمْ وَفَسَادِكُمْ؛ فَلَوِ ائْتَمَنْتُ اَحَدَكُمْ عَلٰى قُعْبٍ لَخَشِيْتُ اَنْ يَّذْهَبَ بِعِلَاقَتِهٖ ؛

(خطبہ نمبر 25، جملے 4 تا 8)

مجھے غائبانہ خبر ملی ہے کہ بُسر بن ارطاۃ یمن پر چھا گیا ہے اور مجھے تو خدا کی قسم اب یہ خیال واندیشہ ہے کہ قریشی قوم کے لوگ بہت جلد حکومت وسلطنت کو تم سے چھین کر اپنے قابو اور تسلط میں کرلیں گے۔اس لئے کہ وہ قوم اپنے باطل مرکز پر مجتمع اور متحد ہے اور تم مرکز حق سے بھی متحد ہونے کی بجائے متفرق و منتشر ہو۔یعنی ان میں اتفاق ہے اور تم میں اختلاف ہے۔اور اس لئے کہ تم اپنے برحق امامؑ کی حق میں بھی اطاعت نہیں کرتے ہو اور وہ قوم اپنے باطل امام کی غلط کاموں میں بھی اطاعت کرتی ہے۔اور اس لئے بھی کہ وہ قوم اپنے حاکم کی امانتوں کو بلا خیانت ادا کرتی ہے اور تم برابر خیانت کرتے رہتے ہو۔اور اس لئے بھی کہ وہ تم سے سب کچھ چھین لیں گے کہ ان کے شہروں میں امن وامان ہے اور تمہارے یہاں فساد ہے۔اگر میں تم میں سے کسی ایک کو لکڑی کے ایک پیالے کا امین بنادوں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں اس کا کُنڈا (Handle) غائب نہ کرلے۔

یہ ہیں وہ تجربات جو حضرت علی علیہ السلام کو اپنے بڑے بڑے صحابہ رسولؐ کو امین بنا کر، گورنر بنا کر ہوئے ہیں۔حضورؑ کا یہ شکوہ ہو یا اور کوئی شکوہ آپ پڑھیں، یہ عوام سے نہیں بلکہ خواص سے ہے کہ جن کو اگر بڑے عہدے نہ دیئے جائیں تو رعایا کو بھی اعتراض ہوتا ہے کہ صحابۂ رسولؐ اور قریشی مسلّمہ سرداروں کو چھوڑ کر غیر معروف لوگوں کو ہمارے سروں پر سوار کیا جارہا ہے اور وہ نام نہاد منصوبہ ساز صحابہ بھی ہنگامہ مچانے کو تیار رہتے ہیں۔حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ سابقہ خلافتوں میں کسی بھی خلیفہ نے انہیں کوئی عہدہ نہیں دیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

4۔خلیفہ دوم عمر کا عبداللہ بن عباس کو جاسوسی اور کٹھ پتلی کی طرح استعمال کرنا اور عہدوں سے دور رکھنا

بلکہ خلیفہ دوم نے عبداللہ بن عباس کو حضرت علیؑ اور دیگر بنی ہاشمؑ کے لئے بطور جاسوس استعمال کیا مگر صاف الفاظ میں اُسے متنبہ کر دیا تھا کہ: فِیْ نَفْسِیْ مِنْکَ شَیْءٌ . یعنی میرے دل میں تمھاری طرف سے ذرا کھٹکا ہے۔اُنھوں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا۔اِنِّیْ خَشِیْتُ عَلَیْکَ اَنْ تَاتِیِ عَلَی الْفِیْ الَّذِیْ ھو ات . یعنی مجھ کو ڈر ہے کہ تم محاصلِ ملکی پر تصرف نہ کرو‘‘۔(علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ) یہ صرف سوءِظن نہ تھا بلکہ وقوع میں بھی آیا۔حضرت علیؑ نے اپنے عہدِ خلافت میں جب حضرت عبداللہ بن عباس کو عامل مقرر کیا تو انھوں نے بیت المال میں سے بہت سی رقم لے لی اور جب حضرت علیؑ نے باز پرس کی،تو لکھ بھیجا کہ ابھی میں نے اپنا پورا حق نہیں لیا‘‘۔(الفاروق حصہ دوم صفحہ نمبر 90-91)

یہ ہیں وہ خیانت کار صحابہ رسولؐ جو روزِ اول سے حضرت علیؑ کو نچوڑنے اور کامیاب شکست دینے کے لئے دوستی کے محاذ میں سرگرم کارکن اور ممبر تھے۔یہی ہیں وہ حضرت رضی اللہ عنہ جو بیت المال کے لاکھوں درہم و دینار سمیٹ کر مکہ جا بیٹھے تھے۔اور اُن کے چھوٹے بھائی عبیداللہ بن عباس معاویہ سے نقد روپیہ لے کر امام حسن علیہ السلام کے خلاف معاویہ کی گود میں جا بیٹھے تھے۔چنانچہ علامہ عاملی سے سنئے:

5۔عبیداللہ بن عباس کی حضرت علیؑ کے علاوہ امام حسنؑ سے بھرپور غدّاری

’’ظاہری بات یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس کا امیر المومنین سے علیحدہ ہو جانا اور بصرہ کا مال لے لینا مشہور واقعہ ہے۔امام حسنؑ نے تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد عبیداللہ بن عباس کی سرکردگی میں بارہ ہزار کا ایک لشکر معاویہ سے لڑنے کے لئے روانہ کیا اس لشکر میں جناب قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔عبیداللہ معاویہ سے پانچ لاکھ درہم نقد لے کر معاویہ سے مل گئے اور امام حسن علیہ السلام کے لشکر سے علیحدہ ہو گئے۔اُس وقت قیسؓ بن عبادہؓ نے امام حسنؑ کے لشکر کے سامنے تقریر کی:

’’عبیداللہ بن عباس نے جو حرکت کی ہے اُس سے تم لوگ ہراساں نہ ہونا یہ پورا گھرانہ ہی ایسا ہے۔اِن کا باپ عباس بروز بدر پیغمبرؐ سے لڑنے کو نکلا تھا۔اُن کے بیٹے عبداللہ بن عباس نے بصرہ کا سب مال ہتھیا لیا اور مکہ بھاگ گئے تھے دوسرے بیٹے عبیداللہ نے جو حرکت کی ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو۔‘‘ عبداللہ بن زبیر بھی عبداللہ بن عباس کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ تم نے بصرہ کا مال غصب کر لیا تھا۔اور وہاں کے مسلمانوں کو اس عالم میں چھوڑا تھا کہ گٹھلیاں کھاتے تھے۔ابن عباس نے اس واقعہ سے اپنی بریّت ظاہر نہیں کی ہے بلکہ یہ جواب دیا ہے کہ اُس مال میں ہمارا حق تھا ہم نے لے لیا‘‘۔(نفس رسولؐ جلد چہارم صفحہ نمبر 339۔340)

قارئین نوٹ کریں کہ جناب قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے تجربہ کے ماتحت صرف عبداللہ،عبیداللہ اور قثم ہی غدار نہ تھے بلکہ اُن کا باپ اور پورا گھرانہ ہی غدار تھا۔یہاں یہ بات خاص طور پر نوٹ کریں کہ مدینہ آنحضرتؐ اور علی مرتضیٰ صلی اللہ علیھما کے بزرگوں کی ننہیال ہے اور قیسؓ بن عبادہؓ قبیلہ خزرج سے خزرج کے سردار تھے اور یہی حضراتؐ محمدؐ و علیؑ کے قبیلے کے لوگ ہیں۔لہٰذا اگر عباس کا گھرانہ اور رسولؐ اللہ کا گھرانہ ایک ہی ہوتا تو عباس کے گھرانہ کو جناب قیسؓ ہرگز بُرا نہ کہتے لہٰذا ثابت ہوا کہ قریش نے فراڈ تیار کیا تھا کہ عباس کو عبدالمطلب علیہ السلام کا بیٹا مشہور کر کے (معاذاللہ) اُس ملعون کو حضورؐ کا چچا بنا دیا اُسی طرح جس طرح ابولھب کو چچا بنایا تھا۔ہم نے اپنی کتاب ’’مرکزِ انسانیت‘‘ میں قریش کے اس فراڈ کی دھجیاں اُڑا دی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ قریش کہلانے والے لوگ ہرگز نسلِ رسولؐ یا نسلِ ابراہیمؑ سے نہیں ہیں۔وہ شجرۂ نسب ہی غلط اور قریشی مشین کا بنایا ہوا ہے جو اُن لوگوں نے رسولؐ کیلئے گھڑا تھا۔محمد و علی علیھما السلام تو نبطی ہیں۔اور انھوں نے اُنہیں قیدار کی اولاد بتایا ہے۔(دیکھو ارض

Presented by Ziaraat.Com

القرآن علامہ سید سلمان ندوی اور توریت) عباس اور عبداللہ بن عباس قریش کے مخبر تھے جن کو قریش زندگی بھر محمدؐ و علیؑ کے خلاف بطور جاسوس استعمال کرتے رہے۔ پھر اُن کی نسل (خلافت عباسیہ) مسلسل دشمنانِ اہلبیتؑ رہی۔ قریش کہلانے والے لوگوں کو حقیقتِ حال معلوم تھی اس لئے حکومت پر تسلط حاصل کرنے میں ابوبکر و عمر نے عباس اینڈ کمپنی کو سقیفہ بنی ساعدہ کی ھوا تک نہ دکھائی ورنہ وہاں خلافت عباس ہی کو دینا پڑتی اس لئے کہ اُنھوں نے اُسے چچا مشہور کر رکھا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ رسولؐ کا چچا کوئی نہیں ہے اس قدیم اور مصلحتاً کی ہوئی غلطی کی بناء پر حکومت ہی ہاتھ سے نکل جاتی۔ لہٰذا عباس کو اس سلسلے میں دُور سے دُور رکھا گیا۔ اور حکومت پر قابو پالینے کے بعد بھی عباس اور اُس کے بیٹوں کو کوئی مقام نہ دیا حالانکہ ابوسفیان کو پورے پورے اختیار دے دیئے تھے اور اُس کے بڑے بیٹے یزید کو فیلڈ مارشل بنا دیا تھا۔ البتہ عباس و عبداللہ کو فرضی احترام کی کرسی پر بٹھائے رکھا تا کہ حضرت علی علیہ السلام کو اُن کے ذریعہ سے استعمال کیا جاسکے۔ اس عملدرآمد نے اُن دونوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ علیؑ کے ساتھ بھی چپکے رہیں اور اُدھر بھی لاگ لپیٹ کی روش جاری رکھیں۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ ابوبکر و عمر کی طرف سے مایوس ہو گئے تھے یا مایوس کر دیئے گئے اور انھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ایک روز حضرت علیؑ نے کامیاب ہونا ہے لہٰذا انھوں نے ساری امیدیں اہلبیتِؑ رسولؐ سے وابستہ کر دی تھیں اور طے کر لیا تھا کہ اگر کبھی ہمیں اقتدار پر قبضہ کرنے کا موقع ملا تو صرف علیؑ کے ساتھ رہنے سے مل سکے گا۔ اس لئے کہ اِدھر ڈپلومیسی (Diplomacy) اور فریب کارانہ سیاست پر عمل نہ ہو گا اور انھیںؑ دھوکا دینا آسان ہو گا۔ چنانچہ یہی وہ محاذ تھا جو مخلص دوستوں اور فدا کاروں کی صورت میں علیؑ کو گھیرے ہوئے، تاک لگائے ہوئے اور مواقع کی تلاش میں لگا رہا۔ اور اُس روز تک ساتھ ساتھ رہا جس روز ابومسلم وغیرہ کو دھوکا دے کر خلافت عباسیہ کا افتتاح کیا تھا۔ پھر انھوں نے خانوادۂ رسولؐ کے ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان اور بنی امیہ سے کئی گنا بڑھ کر مظالم کئے اور کُھل کر نبوت و ولایت و اسلام کی مخالفت کی۔ اس روز تک جس روز دوستدارانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ نے خلافت عباسیہ کی ہلاکو خان کے ذریعہ دھول اُڑا دی۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ محمدؐ و آلِ محمد صلوٰۃ اللہ علیھم اور اُن کے دوستوں، ہمدردوں اور پیرؤوں کو جتنی تکلیف عباس اور اُس کی اولاد سے پہنچی ہے اتنی ابوبکر و عمر سے نہیں پہنچی تھی۔

6۔ عباس اور اُس کی اولاد کا محاذ حضرت علیؑ کے سامنے تھا جب اس خطبہ میں بددعا کی گئی

حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبے میں جو دردناک تمنا اور بددعا کی ہے۔ اُس کا سبب ڈاکٹر طٰہٰ حسین سے اُس خط کے چند جُملوں میں سُنیئے جو حضورؑ نے بڑے دُکھ کے ساتھ عبداللہ ابن عباس کو لکھے ہیں اور اپنا سلوک اور اعتماد یاد دلایا ہے۔ سنیئے اور اس درد کا اندازہ کیجئے جو حضورؑ کے دل میں ہے۔

عبداللہ ابن عباس کی ظاہرداری کا بدلہ حضرت علیؑ نے کتنا بھرپور دیا تھا۔

"ارشاد فرماتے ہیں کہ: "امابعد۔ میں نے تم کو اپنی امانت میں شریک بنایا، میرے گھر والوں میں تم سے زیادہ بھروسے کے لائق کوئی آدمی نہ تھا۔ جو میری ہمدردی کرتا، میری تائید کرتا اور امانت مجھے واپس کرتا۔ لیکن تم نے دیکھا کہ اب بھائی کے وہ دن نہیں رہے، دشمن حملہ آور ہے، لوگوں کی دیانت خراب اور اُمت فتنوں سے دوچار ہو چکی ہے تو تم نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ چھوڑنے والوں کے ساتھ تم نے بھی اُس کا ساتھ چھوڑ دیا اور بُری طرح اُس کو بے یار و مددگار کر دیا۔ غداروں کے ساتھ تم نے بھی اُس سے بے وفائی کی، نہ ہمدردی کی نہ امانت واپس کی، گویا جہاد میں تمہارے پیشِ نظر اللہ نہ تھا۔ تم کو اپنے خدا کی طرف سے کوئی راہنمائی نہ ملی تھی۔ یا پھر تم محمدؐ کی اُمت کے ساتھ اُن کی دنیا حاصل کرنے کی چال چل رہے تھے؟""

Presented by Ziaraat.Com

جن ملاعین کے ساتھ یہ پیارا سلوک کیا گیا، جن پر بھائیوں کی طرح اعتماد کیا گیا۔ اُن سے یہ شکوہ کیا گیا ہے۔ اور اس شکوہ کرنے والے مظلومؑ کو اور بات بات میں بھائی بھائی کہہ کر اپیل کرنے والے کو جس قسم کے بے دردانہ جواب لکھے گئے اُن کو پڑھ کر ایک قریشی عالم طٰہٰ حسین کا دل بھی دکھنے لگا اور انھوں نے بھی اپنی ہمدردی کا یوں اظہار کیا کہ:

ابن عباس کا دردانگیز وملعون جواب اور طٰہٰ حسین کی حضرت علیؑ سے ہمدردی

''ابن عباس نے اِسی غلطی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے بھائی کے حق میں ایسے الفاظ کہے جن سے اُنؑ کو حد درجہ تکلیف پہنچی جواُنؑ کے دل میں چُبھنے والا غم اور بے چین رکھنے والا درد بن کر رہ گیا۔ ابن عباس لکھتے ہیں کہ ''اللہ سے ایسی حالت میں ملنا کہ مسلمانوں کے کچھ مال کی ذمہ داری میرے سر ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ جمل، صفین اور نہروان کے معرکے میں بہے ہوئے خونوں کی ذمہ داری مجھ پر ہو''۔ گویا ابن عباس خیال کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے جو جنگ کی وہ اللہ کی راہ میں نہ تھی۔ اور اس سلسلے میں انھوں نے جتنا خون بہایا وہ سب کا سب ملک گیری کیلئے تھا؟ حضرت علیؑ کے لئے یہ بات کس قدر جگرخراش اور دِل دُکھانے والی ہے کہ بھائی کے لئے یہ سب باتیں تو لکھیں لیکن ایک چھوٹی مگر بہت اہم بات لکھنا بھول گئے اور وہ یہ کہ ان خونریزیوں میں وہ خود بھی بھائی کے شریک رہے۔ چنانچہ جمل میں صفین میں موجود تھے۔ اور اِن دونوں معرکوں میں بھائی کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ پس وہ اللہ سے ایسی حالت میں نہیں ملیں گے کہ اُن کے ذمہ صرف مسلمانوں کا کچھ مال ہے۔ بلکہ اس ملاقات میں اُن کے دامن پر اُس خون کے داغ بھی ہوں گے جو اپنے بھائی علیؑ کی جماعت میں شریک رہ کر بہائے ہیں۔ اور علیؑ میں اور اُن میں ایک فرق بھی ہوگا۔ علیؑ نے تو اس ایمان اور عقیدے کے ساتھ یہ خونریزی کی ہے کہ وہ حق کی راہ میں لڑ رہے ہیں۔ اور ان عبداللہ بن عباس کی ساری خون ریزی ملک گیری اور اقتدار کی ہوس میں ہوئی ہے''۔

(کتاب علیؑ صفحہ نمبر 248-249)

یہ تھا اُس ملعون عبداللہ بن عباس کا سنگدلانہ جواب اور یہ ہیں ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے تاثرات۔ اور ہم تو پہلے ہی سے یہ یقین رکھتے اور لکھتے چلے آرہے ہیں کہ یہ عبداللہ اور اُس کے ساتھ بہت سے ڈپلومیٹس حضرت علیؑ کے ساتھ مخلص دوستوں اور فداکاروں کی نقاب میں شریک تھے۔ اور چاہتے تھے کہ یا تو علیؑ کے ہاتھوں اقتدار حاصل کریں یا موقع ملنے پر خود اقتدار پر قابض ہو جائیں۔ یا معاویہ کی مدد کر کے اُس کے ساتھ اقتدار میں شرکت کرلیں۔ ان کے لئے حضورؑ نے فرمایا کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ قَدْمَلِلْتُھُمْ وَمَلُّوْنِیْ وَسَئِمْتُھُمْ وَسَئِمُوْنِی، فَاَبْدِلْنِیْ بِھِمْ خَیْرًا مِّنْھُمْ وَاَبْدِلْھُمْ بِیْ شَرًّا مِّنِّیْ، اَللّٰھُمَّ مُثْ قُلُوْبَھُمْ کَمَا یُمَاثُ الْمِلْحُ فِی الْمَآءِ ، اَمَا وَاللّٰہِ لَوَدِدْتُ اَنَّ لِیْ بِکُمْ اَلْفَ فَارِسٍ مِّنْ بَنِیْ فِرَاسِ ابْنِ غَنْمٍ،

(خطبہ 25، جملے 9 تا 12)

''اَے اللہ میں یقیناً ان لوگوں سے دل تنگ اور ملول ہو چکا ہوں اور یہ لوگ مجھ سے دل تنگ اور ملول ہیں۔ اور میں ان سے مایوس اور اُکتا چکا ہوں اور یہ بھی مجھ سے مایوس اور اُکتا چکے ہیں۔ خدایا ایسا کر کہ تو مجھے اُن کے بدلے میں اِن سے اچھے لوگ عطا کر دے اور انہیں میرے بدلے میں بُرا حاکم دے دے۔ اَے اللہ تو اِن کے دلوں کو اس طرح گھول دے جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ مجھے بہت پسند آتا اگر تمھاری جگہ میرے ساتھ بنی فراس ابن غنم کے صرف ایک ہزار جوان ہوتے''۔

یہی وہ ملاعین تھے جو اُمامِ برحق کی اطاعت اس لئے نہ کرتے تھے کہ وہؑ انہیں مالِ غنیمت اور لوٹ مار کی اجازت نہ دیتا تھا۔اور یہ ابوبکر وعمر وعثمان کی خلافتوں کے دوران مال حرام کھانے اور اُس سے اپنے گھر بھرے رکھنے کے عادی تھے۔ یہ لوگ معاویہ سے گھر بیٹھے رشوتیں اور وظائف لے رہے تھے اور اُس کے لئے زمینیں ہموار کرنے میں مصروف رہتے تھے۔اور عوام کو کوفہ میں اور دوسرے شہروں میں حضرت علیؑ کے خلاف اُکساتے رہتے تھے۔ چونکہ حضرت علیؑ کے مخلص ترین کوفہ میں آباد تھے اس لئے حضوؑر نے کوفہ والوں کو خبردار رہنے کیلئے تنبیہہ کی ہے اور خطبہ کا پہلا اور دوسرا جملہ اُن ہی کیلئے فرمایا ہے کہ:

مَاهِیَ اِلَّا الْکُوْفَةُ اَقْبِضُهَا وَ اَبْسُطُهَا، اِنْ لَّمْ تَکُوْنِیْ اِلَّا اَنْتِ تَهُبُّ اَعَاصِیْرُکِ فَقَبَّحَکِ اللّٰهُ(خطبہ25جملے 1-2)

''یہ اُس شہرِ کوفہ کی حالت ہے جس پر میرا قبضہ اور میرا بندوبست ہے۔اَے کوفہ والو! میرا قبضہ اور تسلط ہوتے ہوئے بھی اگر تمہارے اندر فتنہ وفساد کی آندھیاں چلنے لگی ہیں تو خُدا تجھے بھی برباد کردے۔یعنی پھر مجھے کوفہ کی بھی ضرورت نہیں ہے''۔

اِس خطبے میں حضوؑر نے دو شعر بھی فرمائے ہیں پہلے شعر میں اُسی کوفہ کے باشندوں کی قلت پر رنج آمیز فخر فرمایا ہے۔ یہ بتانا چاہا ہے کہ مجھے اپنے مدِمقابل معاویہ کے مقابلے میں بہت تھوڑے سے وفا شعار و اطاعت گزار وحق پرور فدا کار لوگ ملے ہیں جن کی مثال اُس خالی برتن سے دی ہے جس میں خالی ہوجانے کے باوجود ذرا سی چکنائی لگی رہ جاتی ہے۔یعنی وفا پرستوں کی قلت ہے۔ دوسرے شعر میں بنی فراس کے بہادروں کی مدح کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ مدد طلب کرنے والے کی مدد کے لئے آناً فاناً پہنچتے ہیں اور ایسی نصرت کرتے ہیں کہ مدد طلب کرنے والا مطمئن ہوجاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ میرے چاروں طرف ایسے لوگ موجود ہیں جو نہ خود مدد کے لئے تیار ہوتے ہیں نہ عوام تک میری آواز اور ضرورت کو پہنچاتے ہیں۔ یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ عوام نے کبھی بھی حضرت علی علیہ السلام کی نصرت سے جان نہیں چُرائی۔ جیسے ہی اُن تک حضوؑر کی آواز پہنچتی تھی تن من دھن کی بازی لگادیتے تھے۔ یہ تو بڑے بڑے لوگ تھے جو غداری یا سُستی کرتے تھے۔اور پبلک کو فریب میں رکھتے تھے۔اور اُنہی میں وہ لوگ بھی تھے جو معاویہ سے رقومات لےکر وقت نکال دیتے تھے۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 26

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر:26

خُطبہ ﴿26﴾

1۔محمدؐ پوری کائنات اور کائنات میں موجود مخلوقات کو متنبہ کرنے کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔

2۔آنحضرتؐ نزول کتبہائے خداوندی پر امین وخازن تھے۔

3۔بعثت محمدؐیہ کے وقت عربوں کا دین شر اور فساد تھا اوران کا جائے وقوع بھی مجسمۂ شر تھا۔

4۔عربوں کی حالت اور کردار کی تفصیل، بدترین لوگ تھے۔

5۔اہل بیتؑ کے علاوہ کوئی بھی حضرت علیؑ کا ناصر و مددگار نہ تھا اور خانوادہ رسولؐ کو محفوظ رکھنے کیلئے علیؑ نے صبر کیا اور تکلیفیں برداشت کیں

6۔معاویہ کے ھاتھوں لوگوں کا بکنا اور اس کا دھڑا دھڑ لوگوں کو دولت وجاگیر کے بدلے میں خریدنا۔

7۔حضرؑت علی اپنے ساتھیوں کو جنگ کیلئے تیاری کرنے اور سامان خود مہیا کرنے کی تاکید فرماتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جنگ کی آگ بھڑکا دی گئی ہے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ مُحَمَّدًا (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ) نَذِیۡرًا لِّلۡعَالَمِیۡنَ ؛	1	بلاشبہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو پوری کائنات کی مخلوقات کو اللہ کے احکامات پہنچانے اور خبردار کرتے رہنے کے لئے مبعوث کیا تھا۔
وَاَمِیۡنًا عَلَی التَّنۡزِیۡلِ ؛	2	اور انہیںؐ تمام نازل ہونے والے احکام اور کتابوں کا امین ومحافظ بنایا تھا۔
وَاَنۡتُمۡ مَعۡشَرَ الۡعَرَبِ عَلٰی شَرِّ دِیۡنٍ وَ فِیۡ شَرِّ دَارٍ ؛	3	اے عربی معاشرہ کے لوگو تم اس وقت شر وفساد والے دین پر تھے اور تمہارا ٹھکانہ بھی شر وفساد میں ڈوبا ہوا تھا۔
مُنِیۡخُوۡنَ بَیۡنَ حِجَارَۃٍ خُشۡنٍ وَّحَیَّاتٍ صُمٍّ	4	تم کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں کے اندر بستے اور گزر کیا کرتے تھے۔
تَشۡرَبُوۡنَ الۡکَدِرَ ؛	5	گدلا اور گندا پانی پیا کرتے تھے۔
وَتَاۡکُلُوۡنَ الۡجَشِبَ ؛	6	اور کوڑا کرکٹ وگندہ کھانا کھاتے تھے۔
وَتَسۡفِکُوۡنَ دِمَآئَکُمۡ ؛	7	اور آپس میں ایک دوسرے کا خون بہایا کرتے تھے۔
وَتَقۡطَعُوۡنَ اَرۡحَامَکُمۡ ؛	8	اور اپنی نسل کشی کیا کرتے تھے۔
اَلۡاَصۡنَامُ فِیۡکُمۡ مَنۡصُوۡبَۃٌ؛	9	تمہارے درمیان مجسمے مستحکم مقام ومنصب رکھتے تھے۔
وَالۡاٰثَامُ بِکُمۡ مَعۡصُوۡبَۃٌ؛	10	اور گناہ تم سے لپٹے ہوئے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

فَنَظَرْتُ فَاِذَا لَيْسَ لِیْ مُعِيْنٌ اِلَّا اَهْلُ بَيْتِیْ	11	میں نے دیکھا کہ اچانک وہاں تو میرے اہل بیتؑ کے علاوہ کوئی ایک بھی میرا معین ومددگار نہ رہا۔
فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَوْتِ ؛	12	چنانچہ میں نے اپنے اہل بیتؑ کوموت کے منہ میں بھیجنے میں کنجوسی کرلی۔
وَاَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذٰى ؛	13	آنکھوں میں گردوغبار اُڑنے کو میں نے نظرانداز کردیا۔
وَشَرِبْتُ عَلَى الشَّجٰى ؛	14	اورتاسف وغمگینی کومفید سمجھ کرپی لیا۔یعنی برداشت کرلیا
وَصَبَرْتُ عَلٰى اَخْذِ الْكَظَمِ ؛	15	اپنے غصہ کو پی جانے میں میں نے صبر سے کام لیا۔
وَعَلٰى اَمَرَّمِنْ طَعْمِ الْعَلْقَمِ؛	16	اورصبرہی کے ساتھ ٹھہرا ایسی کڑوی صورت حال کوہضم کرلیا۔
وَلَمْ يُبَايِعْ حَتّٰى شَرَطَ اَنْ يُؤْتِيَهُ عَلَى الْبَيْعَةِ ثَمَنًا ؛	17	اوراُس (عمروبن عاص) نے معاویہ سے اُس وقت تک بیعت نہ کی جب تک اپنی بیعت کی قیمت اداکرنے کی شرط نہ منوالی۔
فَلاَ ظَفِرَتْ يَدُ الْبَائِعِ ؛	18	چنانچہ اس بیعت کرنے والے کوفتح وظفرہاتھ نہ آئے۔
وَخَزِيَتْ اَمَانَةُ الْمُبْتَاعِ؛		اوربیعت خریدنے والے کواپنی سپردہ امانت میں ذلت اٹھاناپڑے۔
فَخُذُوْا لِلْحَرْبِ اُهْبَتَهَا ؛	19	چنانچہ اب تم لوگ جنگ کی تیاریاں شروع کردو۔
وَاَعِدُّوْ لَهَا عُدَّتَهَا ؛	20	اوراس کا تمام سامان تیارومہیا کرلو۔
فَقَدْ شَبَّ لَظَاهَا ؛	21	جنگ کی آگ بھڑکا دی گئی ہے
وَعَلاَسَنَاهَا ؛	22	اوراس کے شعلے بلندہوچکے ہیں۔
وَاسْتَشْعِرُوا الصَّبْرَ فَاِنَّهُ اَدْعٰى اِلَى النَّصْرِ ؛	23	صبرکواپناشعاربنالواس لئے کہ صبرفتح ونصرت کوقریب لے آتا ہے۔

تشریحات

اس خطبہ(26) میں قریش اورعرب کی پیدائش اوروجود،روزِاول سے بیان کیا گیا ہےاورعلیؑ محمدؐ کے شجرہ کوسامنےلایا گیا ہےلہٰذا **بیان الامامة** کی تشریحات جس نےنہیں پڑھیں وہ نہ قریش اورعرب کو جانتا ہے نہ خانوادۂ نبوّت وامامت سے واقف ہے۔خطبہ 26 کی تشریحات دوسوانیس قلمی(219)صفحات پرپھیلی ہوئی ہیں۔مکمل اطلاعات درکار ہوں تو **بیان الامامة** مکمل پڑھیں تاکہ آپ کوعلماء کی خیانتیں بھی معلوم ہوجائیں اور یہ بھی پتہ لگے کہ قریش کاعلیؑ ومحمدؐ کے خاندان اورنسل سے کوئی تعلق نہیں۔اس خطبہ(26) میں عمروعاص کامعاویہ سے یہ معاہدہ بھی مذکور ہےجس میں اُس نے اپنے دین اورتعاون کی قیمت مصرکی حکومت کے وعدہ کی صورت میں وصول کی تھی۔

خطبے سےتعارف:۔

نہج البلاغہ کودیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رضی صاحب رضی اللہ عنہ نے اِس خطبے میں پہلے وہ بیان لکھا جوحضرت علی علیہ السلام نے

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور پوزیشن بیان کرنے اور عربوں کی حالت یاد دلانے پر دیا ہے۔ اس کے بعد رضی صاحب نے اپنی عادت کے مطابق ایک بالکل مختلف بیان لاکر لکھ دیا اور لکھ دیا کہ یہ بیان بھی اسی خطبے کا حصہ ہے (وَمِنۡهَا) پھر ایک اور بیان لاکر اور وَ مِنۡهَا لکھ کر اسی خطبے میں جوڑ دیا ہے اگر رضی صاحب خطبے کے تیئس (23) جملے مسلسل لکھتے چلے گئے ہوتے تو کسی کو کچھ سوچنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہر قاری یہ سمجھ لیتا کہ حضورؑ نے خود ہی اس خطبے میں تین مختلف عنوانات پر تقریر فرمائی ہے۔ لیکن رضی صاحب کا دومرتبہ ''وَ مِنۡهَا '' لکھ کر مختلف عنوانات کو ملانے اور اُنہیں اِسی خطبے کا جُز بتانے سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ خطبہ انہیں ایک ہی جگہ لکھا ہوا ملا تھا تو دومرتبہ بیچ میں ''وَ مِنۡهَا '' لانے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر یہ متفرق مقامات پر لکھے ہوئے تین مختلف عنوانات تھے تو کس دلیل سے انہیں ایک ہی خطبہ قرار دیا گیا ہے؟ اور کیوں نہ اُن تینوں کو الگ الگ خطبہ قرار دیا گیا جیسا کہ اکثر علامہ نے دو دو تین تین جملوں کو پورا خطبہ کہہ کر لکھ دیا ہے؟ یعنی صورتِ حال کو خود علامہ حضورؒ نے مشکوک کر دیا ہے۔ اور جیسا کہ اکثر ریمارکس دیتے رہے ہیں، یہاں کچھ بھی نہیں لکھا ہے۔ بہرحال ہم نے حسبِ سابق ''وَ مِنۡهَا'' کے دُم چھلے کو نہج البلاغہ سے ساقط وخارج کر دیا ہے تاکہ آئندہ یہ مشکوک صورت حال آگے نہ بڑھے۔ اور یہاں خطبے کی تشریح اس حیثیت سے پیش کرتے ہیں کہ گویا حضور علیہ السلام نے تین عنوانات پر تقریر فرمائی تھی۔

1۔ اپنے مخاطب مسلمانوں کے سامنے اللہ کے ساتھ ساتھ ہی آنحضرؐت کی ہمہ گیر پوزیشن پیش کر کے خلافت پر متوجہ فرمایا ہے

عہدِ مرتضویٰ کے مسلمان بھی اللہ کو پوری کائنات کا خالق ورازق ومالک مانتے تھے اور آج تک تمام مسلمان مانتے ہیں۔ مگر ان کا یا اُن کا اللہ کو ایسا ماننا بالکل اُسی طرح کا تھا جیسا کہ بعثتِ رسوؐل سے پہلے کے قریش مانتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے منکر قریش بھی اللہ کو کائنات کا خالق ومالک ورازق اور واحد واَحد مانتے تھے۔ چنانچہ اللہ نے قریش کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے رسوؐل اللہ سے فرمایا ہے کہ:

(1) وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ (عنکبوت 29/61)(31/24)

''اگر آپ اُن سے یہ سوال کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مطیع کیا ہوا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔(31/24,29/61,39/38,43/9)

(2) وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ (29/63)

''اور اگر آپ اُن سے یہ پوچھیں کہ وہ کون ہے جو آسمانوں سے پانی اتارتا ہے اور اُس پانی سے زمین کو مرجانے کے بعد پھر زندہ کر دیتا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ وہ اللہ ہے''

(3) قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اَمَّنۡ يَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَمَنۡ يُّخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَيِّ وَ مَنۡ يُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ (یونس 10/31)

''اُن سے پوچھو کہ تمہیں زمین اور آسمان سے رزق کون دیتا ہے؟ یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے اور وہ کون ہے جو بے جان چیزوں میں سے جاندار اور جانداروں میں سے بے جان پیدا کر دیتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو نظامِ کائنات کا بندوبست کرتا ہے وہ جلدی سے کہہ دیں گے کہ وہ اللہ ہی ہے۔''

(4) وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ (زخرف 43/87)

Presented by Ziaraat.Com

''اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہہ دیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے''

(5) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُO (43/9)

''اور اگر تم یہ سوال کرو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اُن کو ہر حال میں غالب رہنے والے اور ہر چیز کو جاننے والے نے پیدا کیا ہے''۔

قرآنِ کریم نے طرح طرح یہ بتایا ہے کہ عرب اور مکہ کے باشندے عموماً اور قریش خصوصاً بعثتِ رسولؐ سے پہلے بھی اللہ کے متعلق وہی عقائد و تصورات رکھتے تھے جو اسلام لانے کے بعد انہوں نے برقرار رکھے تھے۔ چنانچہ مرتضویؑ زمانے کے مسلمانوں کو بھی اتنا تو ماننا ہی تھا کہ اللہ اُن کا اور ساری کائنات کا اور تمام کائناتی مخلوقات کا خالق و رازق و مالک و منتظم اور زندگی و موت دینے والا اور ہر حال میں ہر چیز سے باخبر اور پوری کائنات پر غلبہ رکھنے والا ہے۔ اور یہی کچھ مندرجہ بالا آیات (31/24,29/61,29/63,10/31,43/87,43/9) میں بھی فرمایا گیا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ اس حقیقت سے قرآن کا کوئی صفحہ خالی نہیں ہے۔ قرآن کی اسی حقیقت کو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے مسلمانوں کے سامنے اس صورت میں رکھا ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا نَذِيْرًا لِّلْعَالَمِيْنَ۔ (خطبہ نمبر 26 جملہ نمبر 1)

''یقیناً اللہ نے محمدؐ کو تمام عالمین پر ایک نذیر کی حیثیت سے مبعوث فرمایا ہے''۔

حضرت علی علیہ السلام کو بھی اور قارئین کو بھی یہ امید ہونا چاہئے کہ عہدِ مرتضوی کے مسلمان آپؑ کے اس جملے کو نہ صرف مانیں گے بلکہ اس پر پہلے سے پورا پورا ایمان بھی رکھتے ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ بات تو اللہ نے بہت پہلے قرآن میں یوں بھی فرما دی تھی کہ:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَاO (25/1 سورہ فرقان)

''بہت ہی برکتوں والا ہے وہ جس نے اپنے بندےؐ پر حق اور باطل میں، صحیح اور غلط میں، جائز و ناجائز میں فرق کر دینے والا نازل کر دیا۔ تاکہ وہؐ تمام عالمین کو خبردار کرنے والا بن جائے۔ یعنی جو تمام عالمین کو حق و باطل سے، صحیح اور غلط سے اور جائز و ناجائز سے خبردار رکھے۔ باطل اور غلط اور ناجائز سے ڈراتا اور حق و راستی اور جائز کی طرف موڑتا رہے''۔

حضرت علیؑ اور ہمارے قارئین کو یہ بھی امید ہونا اور رہنا چاہئے کہ مسلمان روزانہ پانچ مرتبہ نمازوں میں سورہ (الحمد) کم از کم دس مرتبہ پڑھتے یا سنتے ہوں گے اور وہاں اللہ کے ''ربّ العالمین'' ہونے کو مانتے ہوں گے اور یہ سمجھتے ہوں گے کہ تمام عالمین کو ربوبیت یعنی پرورش و پرداخت کی ضرورت ہے اِسی لئے اللہ نے خود کو عالمین کا رب فرمایا ہے اور وہ سارے عالمین کی پرورش و پرداخت اور دیکھ بھال و حفاظت کرتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو یہ سمجھنے میں کوئی دقت و تکلف نہیں ہونا چاہئے کہ جن عالمین کی اللہ ربوبیت کرتا ہے اُن کو حق و باطل، صحیح و غلط اور جائز و ناجائز سے خبردار رکھنے کی بھی ضرورت ہے اور یہ ضرورت بھی عالمین کی ربوبیت میں شامل ہے۔ لہٰذا ربوبیت کے اس حصہ کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے اپنے بندے محمدؐ کو فرقان دے کر ساری کائنات کو خبردار رکھنے والا بنا کر متعین کر دیا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔ یعنی آنحضرتؐ کا انسان ہونا، بشر ہونا اور زمین پر بلکہ مکہ و مدینہ میں رہنا اُن کے اس فریضے میں رکاوٹ نہ تھا۔ وہؐ جہاں بھی ہوتے تھے جس حال میں بھی رہتے تھے پوری کائنات اور تمام کائناتی مخلوقات پر نظر رکھتے تھے اور کسی لمحہ اُن کو خبردار رکھنے سے غافل نہ ہوتے تھے۔ غالباً اسی لئے سوتے ہوئے بھی سب کچھ سنتے اور ماحول سے خبردار رہتے تھے اور آگے دیکھتے ہوئے بھی پیچھے اور چاروں طرف دیکھنے پر قادر تھے۔ یعنی جو ساری کائنات کو

Presented by Ziaraat.Com

خبردار رکھنے کے ذمہ دار پیدا کئے گئے تھے وہ یقیناً اپنی ذات سے ہرگز غافل نہ رہ سکتے تھے۔لہٰذا حضورؐ سے کسی وقت اور کسی حالت میں غفلت یا غلطی سرزد ہوجانا ممکن نہ تھا اور نہ وہؐ یہ کائناتی ذمہ داری پوری نہ کرسکتے تھے۔اور یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ جس کو جس کام کی قدرت دے یا جس کام کیلئے بنائے وہ اُس کام میں خرابی کرسکے۔اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی عہدِ رسولؐ سے عہدِ مرتضویؑ تک اور عہدِ مرتضویؑ سے لے کر ہمارے زمانہ تک مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''نَذِیۡرً لِلۡعَا لَمِیۡن'' مانا ہے؟ یعنی کیا واقعی وہ قرآن (فرقان 25/1) پر ایمان رکھتے تھے اور ایمان رکھتے ہیں؟ پھر قرآنِ کریم میں اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

2۔ قریشی مسلمانوں نے کبھی بھی آنحضرتؐ کو نذیر للعالمین اور رحمتہ للعالمین نہیں مانا۔

وَ مَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (21/107)

''ہم نے تو تجھے بھیجا ہی اس لئے ہے کہ تو تمام عالمین کے لئے رحمت بن کر رہے'' (انبیا 21/107)

معلوم ہوا کہ حضورؐ ساری کائنات کے نذیر ہی نہیں بلکہ پوری کائنات پر رحمت بھی ہیں۔اور اسی رحمت کے لئے یہ بھی فرمادیا ہے کہ:''میری رحمتؑ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے'' (وَ رَحۡمَتِیۡ وَ سِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ (اعراف 7/156) لہٰذا اب سوال یہ ہے کہ کیا مذکورہ مسلمان آنحضرتؐ کو کائنات کی ہر ہر چیز تک رسائی رکھنے والی رحمتؐ اور ہر چیز کے ساتھ رہنے والے نذیرؐ مانتے تھے یا آج مانتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

3۔ قریشی علما محمدؐ کے ساتھ علیؑ کی خلافت کی وجہ سے ہمیشہ بددیانت رہے قرآن کے معنی بدلتے رہے۔

ہم نے نہج البلاغہ کی اولین تشریحات میں قرآن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوزیشن کو بھرپور طریقے سے ثابت کردیا ہے۔یہاں صرف یہ دکھا کر آگے بڑھ جائیں گے کہ آنحضرتؐ کی قرآنی پوزیشن تسلیم کر لینے کے بعد قریش کو یہ موقع نہ ملتا تھا کہ وہ رسولؐ کے جانشین بن کر اپنی حکومت قائم کرلیتے۔لہٰذا انہوں نے رسولؐ کو (معاذ اللہ) وحی کی مجبوری کے علاوہ،اپنے جیسا ایک انسان ایک آدمی اور ایک بشر مانا اور اس طرح اُن کی جگہ حکومتِ الٰہیہ سنبھال لی اور علیؑ کو محروم کردیا۔چنانچہ قریش نے آنحضرتؐ کے لئے جو عقائد و تصورات رائج کئے تھے اور جو مذہب دنیا کو دیا تھا اس مذہب کے علما نے رسولؐ کو وہی کچھ سمجھا جو ابوبکر و عمر وغیرہ نے سمجھایا تھا۔اِس لئے اُن کے علما نے بھی آنحضرتؐ کے ساتھ کھلی کھلی بے ایمانی اور بددیانتی جاری رکھی ہے۔چنانچہ زیرِ گفتگو آیات میں آئے ہوئے لفظ ''العالمین'' کے معنی میں علامہ مودودی کی بددیانتی دکھا دینا ضروری سمجھتے ہیں لہٰذا العالمین کے معنی ملاحظہ ہوں:۔

لفظ العالمین کے اللہ اور محمدؐ کے حق میں مختلف معنی۔

(1) اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔

''تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے'' (سورہ فاتحہ پہلی آیت۔تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 43)

(2) قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔(بقرہ 2/131)

''اُس نے فوراً کہا میں مالکِ کائنات کا مسلم ہوگیا'' (ایضاً صفحہ 113)

(3) وَ اُمِرۡنَا لِنُسۡلِمَ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (انعام 6/71)

''ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ مالکِ کائنات کے آگے سرِ اطاعت خم کردو'' (ایضاً صفحہ 551)

Presented by Ziaraat.Com

اِن تینوں مثالوں میں مودودی نے لفظ عالمین کا ترجمہ ''کائنات'' کیا ہے۔اور دیکھئے:

(1) وَ مَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ O(انبیآء 21/107)

''اے محمدؐ ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے''(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 189)

''دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ:۔

''ہم نے تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے''(ایضًا صفحہ 192،حاشیہ 100)

(2) تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا O (25/1)

''نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہان والوں کیلئے نذیر ہو''(فرقان 25/1 ایضاً جلد 3 صفحہ 431۔432)

''پھر یہ جو فرمایا کہ'' سارے جہان والوں کیلئے نذیر ہو'' تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی دعوت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی ایک ملک کے لئے نہیں پوری دنیا کے لئے ہے۔اور اپنے ہی زمانہ کے لئے نہیں آنے والے تمام زمانوں کے لئے ہے''۔(ایضًا جلد 3 صفحہ 432)

(3) اِنۡ ھُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ O(یوسف 12/104)

''یہ تو ایک نصیحت ہے جو دنیا والوں کیلئے عام ہے''۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 434 - 435)

ہمارا خیال ہے کہ مودودی کی اس ترجمانی پر ریمارکس دینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔اس لئے کہ انہیں ضرورت ہے اس امر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور اُنکی کتاب قرآن کو جس طرح ہو سکے گھیر کر دنیا میں محصور رکھا جائے۔بہرحال اللہ نے آنحضرتؐ کو اور قرآن کو وہی ہمہ گیر پوزیشن دی ہے جو اپنی ربوبیت اور بادشاہت کے لئے بیان فرمائی ہے۔اور انہیں پوری کائنات کا نذیر اس لئے بنایا تھا کہ وہ حضرتؐ ساری کائنات پر اللہ کے نائب اور خلیفہ اور جانشین رہ کر وہ تمام خدمات اور فرائض انجام دیں جن کیلئے اُن حضرتؐ کو مادی ومشہود جسم وصورت دی گئی تھی۔تاکہ اُنہیں دیکھ کر اللہ کو دیکھنے کی ضرورت نہ رہے۔اُن کی قوت وقدرت اللہ کی قوت وقدرت کو ثابت کرے۔اُن کی اطاعت وفرمانبرداری اللہ کی اطاعت وفرماں برداری ہو۔اُن کی خوشنودی اور خفگی اللہ کی خوشنودی وخفگی ہو۔اُن کی حکومت اللہ کی فرمانروائی ہو اسی لئے سورہ فرقان کی پہلی آیت میں جہاں حضورؐ کو پوری کائنات کا نذیر قرار دیا ہے وہیں اگلی آیت میں یہ بتا دیا ہے کہ جس نے محمدؐ کو تمام عالمین پر نذیر بنایا ہے وہ وہی ہے۔

الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقۡدِیۡرًا O (فرقان 25/2)

''جو زمینوں اور آسمانوں کی بادشاہت کا تنہا مالک ہے اُس کی بادشاہت میں کوئی حصہ دار وشریک نہیں ہے اور نہ ہی اُس نے کسی کو اپنی ملکیت اور بادشاہت ووراثت میں حصہ دینے کی غرض سے اپنا بیٹا بنایا ہے۔اس لئے کہ اُسی نے تو ہر چیز کو پیدا کر کے اُن کے لئے مستقل قوانینِ تقدیرات ومقدرات طے کر دیئے ہیں''۔

اِس آیت کو ساتھ کے ساتھ بیان کر دینے سے مقصود یہ ہے کہ محمدؐ بھی میری مخلوق اور میرا بندہ ہے۔جسے قوانین مقدرات کی رُو سے پوری کائنات کی اور کائناتی مخلوقات کی تنذیر کرنا ہے۔اور میری حکومت وبادشاہت میں کسی کو اپنے فرائض سے غافل نہیں ہونے دینا ہے۔غلط کو صحیح سے اور باطل کو حق سے اور جائز کو ناجائز سے مخلوط نہیں ہونے دینا ہے۔اور ہر مخلوق کو احکامِ خداوندی بروقت وقبل از وقت فراہم کرنا ہیں۔اور ظاہر ہے کہ حضورؐ کے بعد قیامت تک ہر مخلوق کو ہدایت وتنذیر کی مسلسل ضرورت رہتی چلی جائے گی اس لئے حضورؐ کا نائب وخلیفہ اور جانشین وہی ذاتؐ والا

Presented by Ziaraat.Com

صفات ہوسکتی ہے جو پوری کائنات کی ہر چیز تک رسائی رکھتی ہو سب کو جانتی پہچانتی اور ان سے متعلق مقدرات وتقدیرات پر مطلع ہو۔ یہ دُھنئے، جولاھے، تیلی، تنبولی اور قصاب وحجام وجراح تو کسی طرح حکومتِ الٰہیہ کو سنبھالنے اور سمجھنے کے قابل نہیں یہ تو اُسی کا کام ہے جو سارے عرب سے کہتا رہا کہ: اَیُّھَا النَّاسُ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ ،فَلَاَنَابِطُرُقِ السَّمَاءِ اَعْلَمُ مِنِّیْ بِطُرُقِ الْاَرْضِ....الخ (خطبہ 187)

''اے لوگو مجھے کھو دینے سے پہلے پہلے تم لوگ زمین اور آسمانوں کے متعلق مجھ سے جو چاہو دریافت کرلو۔ یہ سمجھ لو کہ میں زمین کے راستوں سے زیادہ آسمانوں کی راہوں کو جانتا ہوں''۔

4۔ حضرت علیؑ کے فداکار مسلمان علیؑ کو بالکل وہی مقام دیتے تھے جو اللہ، رسولؐ اور قرآن نے دیا تھا۔

قارئین سوچیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے تمام مخاطب عربی زبان جانتے اور بولتے تھے اُن کے مجمع میں یہ اعلان کرنا کہ وہ زمین کے راستوں سے آسمان کے راستوں کو زیادہ جانتے ہیں اس بات کا ثبوت ہے کہ حضورؐ وہ تمام علوم وقدرت وصفات رکھتے تھے جو نذیر للعالمین اور رحمة للعالمین کیلئے ضروری ہیں اور کیوں نہ ہوں اُدھر آپ اجزائے محمدیؐ کے نورؐ ہیں۔ اُدھر روزِ ازل سے وہ سارا علم آپ کے سینے میں موجود ہے جو قرآن کی صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا (عنکبوت 29/49) اُن پر کائناتی علوم کا عالم ہونا سو فیصد صادق آتا ہے۔ اِس لئے آپؑ نے اپنے مخاطب مسلمانوں کو یاد دلایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزِ ازل سے اس پوری کائنات کیلئے رحمت ونذیر تھے۔ مملکتِ خداوندی یا حکومتِ الٰہیہ کے فرمانروا اور بادشاہ تھے اُن کا جانشین بھی اُن تمام صفات کا حامل ہونا چاہیئے کہ اُن ہمہ گیر کائناتی ذمہ داریوں کو انجام دے سکے۔

5۔ آنحضرتؐ کی دوسری صفت، تمام انبیاؑء تمام کتب اور وحی کے نازل ہونے پر امین ومحافظ۔

یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ حضورؐ اپنی ظاہری پیدائش کے بعد کائنات کے لئے رحمت ونذیر بنائے گئے ہوں گے۔ اس لئے کہ کائنات کی ہر مخلوق کی ضرورتیں اُن کی پیدائش کے ساتھ ہی ساتھ شروع ہونا فطری ہے لہٰذا کروڑوں اربوں سال تک کائنات کو رحمت وتنذیر وہدایت سے محروم رکھنا نہ صرف عدل وفطری ضرورت کے خلاف ہے بلکہ ایسا فعل ہے جسے کوئی احمق بھی نہ کرے گا۔ لہٰذا حضورؐ کا نور کائنات کی تخلیق سے کروڑوں اربوں سال پہلے پیدا کیا گیا تھا وہ جناب اُسی وقت سے مجسم رحمت ونذارت تھے۔ پھر حضورؐ کے لئے حضرت علیؑ کا دوسرا جملہ یہ ہے کہ:

وَ اَمِیْنًا عَلَی التَّنْزِیْلِ (خطبہ 26 جملہ 2) ''اور اللہ نے اُن کو تمام نازل ہونے والی، وحی اور کتب کا امین بنایا تھا'' (خطبہ 26 جملہ 2)

اِس جملے کو سمجھنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ لفظ'' تَـنْـزِیْـلٌ'' مصدر ہے جس سے بہت سے الفاظ بنتے ہیں۔ اور اس کے معنی ہیں'' اُتارنا '' اسی کی تفصیل لغات القرآن مولفہ مولانا محمد عبدالرشید صاحب سے سنیئے:۔

''تَـنْزِیْلٌ'' = اُتارنا۔ بروزن تَـفْعِیْلٌ ،مصدر ہے'' تـنـزِیْل اور'' انزال ''میں یہ فرق ہے کہ تنزیل میں ترتیب اور یکے بعد دیگرے تفریق کے ساتھ اُتارنا ملحوظ ہوتا ہے۔ اور'' انـزال '' عام ہے۔ ایک دم کسی شے کے اُتارنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یکے بعد دیگرے ترتیب سے اُتارنے کیلئے بھی آتا ہے''۔ (جلد 2 صفحہ 195)

یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ قرآن نے لفظ ''انزال'' کو جگہ نہیں دی ہے۔ اور لفظ تنزِیْل اور اس سے بننے والے الفاظ کو بار بار اور بارھا استعمال کیا ہے۔ پھر یہ سمجھئے کہ حضرت علیؑ، رسولؐ اللہ کو ''نازل شدہ'' یا مُنَزَّ ل وحی کا امین نہیں فرما رہے ہیں۔ یعنی آپ نے یہ نہیں کہا کہ حضورؐ قرآن کے یا نازل ہو چکنے والی وحی کے محافظ تھے یا امین تھے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ حضورؐ ''وحی اُتارنے کے امین تھے''۔ اگر یہ کہا گیا ہوتا کہ حضورؐ نازل شدہ وحی کے یا نازل ہو چکنے

والی وحی کے یا قرآن کے امین تھے تو لفظ تَـنْـزِیْلٌ کی جگہ لفظ مُـنَزَّلٌ فرمایا جاتا۔ یعنی مفعول صورت بولی جاتی۔ یہ لفظ بھی قرآن کریم میں ایک مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اُس کی صورت، معنی اور تفصیل بھی لغات القرآن سے دیکھتے چلیں: مُنَزَّلٌ ۔اسم مفعول واحد مذکر، تَنْزِیْلٌ مصدر (تفعیل)، اُتارا گیا، بھیجا گیا''۔(جلد 5 صفحہ 420)

6۔لفظ تنزیل اور مُنَزَّل کے معنی کے تعین کی بحث کا فیصلہ قرآن کریم سے ملاحظہ کرلیں۔

اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ الفاظ مُنَزَّل اور تَنزِیل کا استعمال قرآن کریم سے بھی دیکھ لیں ارشاد ہے:

لفظ مُنَزَّلٌ :۔ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّہٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ فَلَاتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَO (انعام 6/114)

''اور وہی حقیقی فیصلہ کرنے والا ہے جس نے تم سب لوگوں کی طرف ایک مکمل اور مفصل کتاب بھیجی ہے۔ اور جن لوگوں کو یہ مکمل و مفصل کتاب دی گئی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ اتاری گئی ہے چنانچہ اے رسولؐ تم اُن میں شامل نہ ہونا جو دبا دبا کر الفاظ کے معنی نچوڑتے ہیں''

(ب) لفظ تَنْزِیْلٌ :۔ الٓمّٓ O تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَO (سجدہ 2-32/1) (زمر 39/1) (مومن 40/2)

''ال م (آل محمدؐ) اس مکمل کتاب کا اُتارنا بلا کسی گنجلک کے اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے''۔

اس گفتگو کے بعد پہلی بات یہ سنیں کہ امین وہ شخص ہوتا ہے جس کو کوئی چیز واپسی کی صحیح استعمال کی شرط پر سپرد کر دی جائے لہٰذا لامحالہ ایک امین خود محافظ بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا حضورؐ تنزیل کے امین بھی تھے اور محافظ بھی تھے۔ یعنی تنزیل کا سارا سامان سرکار علیہ السلام کے سپرد تھا اور اُن ہی کی نگرانی میں وحی و احکام خداوندی نازل ہوتے تھے۔

7۔تنزیل کی امانت و حفاظت اور ترسیل و تنزیل پر معصومؑ احادیث میں محمدؐ و آئمہؑ ذخیرۂ علم و رسالت ہیں۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع کو قطعاً مکمل کر دیا جائے اور احادیث سے بھی دکھا دیا جائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے جانشین آئمہ علیھم السلام نہ صرف تنزیل کے ہی امین تھے بلکہ وہ حضراتؑ تو اللہ کی طرف سے اُن تمام ممکنہ علوم کا ذخیرہ تھے اُس کے محافظ اور مخلوقات کو عطا کرنے کے ذمہ دار تھے۔ قرآن اور اس سے پہلے آنے والی تمام کتابوں اور وحی کا منبع و مصدر لوحِ محفوظ ہے۔ اور یہ حضراتؑ لوح محفوظ کے عالم تھے۔ تمام نبوتوں اور رسالتوں کے معدن یعنی کان (MINES) تھے۔ یعنی '' عَیْبَۃُ الْوَحی'' (LEATHER BAG) چمڑے کے بیگ) وحی رکھنے کا صندوق تھے۔ (وغیرہ)

(1) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰن بن کثیر قال: سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ علیہ السلام یقول:

نحن وُلَّا ۃ اَمْرِ اللّٰہِ و خزنۃ علم اللّٰہ وَعَیْبَۃُ وَحی اللّٰہَ (کافی کتاب الحجۃ باب الا ئمۃؑ ولا ۃ اَمْرُ اللّٰہ و خزنۃ علمہٖ)

ترجمہ: ''حضرت عبدالرحمٰن بن کثیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:۔

''ہم اللہ کی طرف سے اُس کی حکومت کے حکمراں ہیں۔ ہم اللہ کے علم کے خزانچی اور محافظ ہیں ہم اللہ کی وحی کے صندوق ہیں''۔

اللہ کی وحی کے مترجم اور اللہ کے علم کے خازن و محافظ ہیں۔

(2)۔وَ اللّٰہِ اِنَّا لَخزان اللّٰہ فی سما ئہٖ و اَرْ ضہ،وَ نحن تراجمۃ وحی اللّٰہ وَ نحن الْحُجَّۃُ البالغۃ مَن دُون السمآ ء و

Presented by Ziaraat.Com

مَن فوق الارض ۔(ایضاً حدیث نمبر 2-3)

''جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یقیناً ہم آسمان وزمین پر اللہ کے علوم کے خازن ومحافظ ہیں اور اللہ کی وحی کے مترجم ہیں۔اور آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر جتنی مخلوقات ہیں ہم اُن سب تک پہنچنے والی حجت ہیں''۔

(3)۔انا عَینُ اللّٰہِ وَ اَنا یَدُ اللّٰہِ وَ اَ نا جنبُ اللّٰہ، وَ اَ نا باب اللّٰہ۔الخ (بصائرالدرجات)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔کہ میں اللہ کی آنکھیں ہوں ،میں اللہ کے ہاتھ ہوں، میں اللہ کا جانب دار ہوں ، پہلونشین ،مصاحب ہوں(سورہ زمر 39/56) میں اللہ تک پہنچنے کا دروازہ ہوں''۔

(4)۔نحن جنب اللّٰہِ و نحن الطَّرِیق و صراط اللّٰہ المستقیم اِلَی اللّٰہِ وَ نَحنُ مَعدَ نُ النبّوۃِ وَ نحن موضع الرسالۃ و نحن اَلّذِیَن اِلَیَناتختلف الملائکۃ نحن حجۃ اللّٰہ و نحن باب اللّٰہ و نحن لسا ن اللّٰہِ و نحن وجہ اللّٰہ و نحن عین اللّٰہ فی خلقہ و نحن ولاۃ امر اللّٰہ فی عبادہ۔(ایضاً بصائرالدرجات)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اللہ کے جانب دار، پہلونشین ،مصاحب ہیں(سورہ زمر 39/56) اور ہم راہِ خداوندی ہیں، وہ قائم و برقرار رہنے والا (صراط مستقیم) راستہ ہیں جو اللہ کی طرف لے جاتا ہے۔ہم نبوت کی کان (Mine) ہیں اور ہم رسالت جاری کرنے کا مقام ہیں۔ہم ہی وہ لوگ ہیں جن پر آنے جانے والے ملائکہ کا ہجوم رہتا ہے۔اور ہم اللہ کی حجۃ ہیں اور اللہ کی طرف جانے والا دروازہ ہیں۔ہم اللہ کی زبان ہیں اور ہم اللہ کا چہرہ ہیں،ہم مخلوقات کے اندر اللہ کی آنکھیں ہیں اور ہم اللہ کے تمام بندوں پر اللہ کے احکامات نافذ کرنے والے اللہ کی طرف سے حکمران ہیں''۔

آخر میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک طویل بیان ہے جسے حضورؑ نے امامت کے مقام کا تعارف کراتے ہوئے جناب طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے دیا ہے۔اگر ہم یہ سارا بیان لکھیں تو آٹھ دس صفحات پر ختم ہوگا مگر امام اور امامت کا ہر پہلو مکمل ہوجائے گا۔ہم اختصار کی غرض سے اس میں سے چند متعلقہ جملے لکھتے ہیں تا کہ حضورؑ کے جملے'' اَمِیناً عَلَی التَّنزِیلِ ''پر روشنی پڑ جائے۔

سُنئے ارشاد ہے:

(5)۔قَالَ یَا طارق اَلِامَا مُ کَلِمَۃُ اللّٰہِ،وحجۃ اللّٰہ ونوراللّٰہ وحجاب اللّٰہ و آیۃ اللّٰہ یختارہ اللّٰہ.........والامام یا طارق بَشَرٌ مَلَکِیٌّ و جَسَدٌ سَما وِیٌّ وَاَمرُ اِلٰھِیٌ وَرُوح قُدسِیٌّ ومقام عَلِیٌّوَنُور جَلِیٌّ وَسِرٌّ خفی فَھُوَ مَلِکَتِّی الذَّاتِ،الھی الصفات، مُبُدَاء الوجود وغایتہ وَقُدُرَ ۃالرَّبِّ وَمَشِیَّتِہٖ واُم الکتاب و خاتمتہٖ وَ خزنۃ الوحی حفظَتہ وَ مَعُدَ نُ التَّنزِیلِ و نِھَا یتہ..الخ (کتاب العوالم)

(5)''فرمایا کہ اے طارق خدا کی طرف سے جو امام ہوتا ہے وہ تو اللہ کا کلمہ ہوتا ہے اُس کی حجت ہوتا ہے اُس کا نور ہوتا ہے اور وہ پردہ ہوتا ہے جو اللہ کو چھپائے رکھتا ہے اور وہ معجزہ ہوتا ہے جسے اللہ انتخاب کر کے متعین کرتا ہے۔اے طارق امام ایک ایسا بشر ہوتا ہے جو ملائکہ والی صفات اور آسمانی بدن رکھتا ہے اور مجسم حکم خداوندی ہوتا ہے اور ایک مقدس روح ہوتا ہے۔اور مقام بلند اور نمایاں ومشہور نور ہوتا ہے سر سے پیر تک ایک خفیہ راز ہوتا ہے۔ذات میں ملوکیت اور الٰہی صفات رکھتا ہے۔ابتداء تخلیق کرنے والے اور اس کی غرض ومقصد ہوتے ہیں۔پروردگار کی

Presented by Ziaraat.Com

قدرت ہوتا ہے اوراس کی مشیۃ ہوتا ہے وہ اُم الکتاب اور اُسکی انتہائی تکمیل ہوتا ہے وہ وحی کا خزانچی اور محافظ ہوتا ہے۔وہ ہر قسم کی تنزیل کی کان (Mine) اوراس کی انتہا کا ذمہ دار ہوتا ہے''۔

اِن احادیث کے بعد یہ سمجھنا ذرہ برابر مشکل نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے مخاطبوں کو یہ بتارہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی طرف سے ایک ہمہ گیر پوزیشن کے ساتھ مبعوث کئے گئے تھے اوراُن کی ذمہ داریاں صرف عرب وعجم ودنیا تک محدود نہ تھیں بلکہ وہ ساری کائنات کی اصلاح وہدایت وتنذیر کے لئے بھیجے گئے تھے اوراُن کی یہ ذمہ داری تاقیامت باقی ہے۔جسے نظرانداز کردیا گیا اوراُنہیں ایک عام مصلح اور راہنما سمجھ کراُن کی جگہ ایسے لوگوں نے سنبھال لی جو بعثت کے وقت تک ایک ایسے دین پرعمل کررہے تھے جو ہر پہلو سے شروفساد تھا۔اورعرب دین سمجھ کر شروفساد پر ہمہ تن عمل کررہے تھے۔

(7۔الف)۔عربوں کے دین ومذہب اوراُن کی کمینہ پختہ حالت کا بیان ومذمت۔

وَاَنۡتُمۡ مَعۡشَرَ الۡعَرَبِ عَلٰی شَرِّدِیۡنٍ وَ فِیۡ شَرِّدَارٍ ؛مُتَنِیۡخُوۡنَ بَیۡنَ حِجَارَةٍ خُشۡنٍ وَّحَیَّاتٍ صُمٍّ؛ تَشۡرَبُوۡنَ الۡکَدِرَ ؛وَتَاۡکُلُوۡنَ الۡجَشِبَ ؛وَتَسۡفِکُوۡنَ دِمَآئَکُمۡ ؛وَتَقۡطَعُوۡنَ اَرۡحَامَکُمۡ ؛اَلۡاَصۡنَامُ فِیۡکُمۡ مَنۡصُوۡبَةٌ؛وَالۡاٰثَامُ بِکُمۡ مَعۡصُوۡبَةٌ؛ (خطبہ 26،جملے 3 تا 10)

''اپنے مخاطبین کو یاددلاؤ کہ رسولؐ تو ایسا تھا اورتم اے عربو! ایک مقدس دین کے بجائے ایک شرانگیز دین پرعمل پیرا تھے اور جہاں رہتے تھے وہ علاقہ بھی شروفساد میں ڈوبا ہوا تھا۔تم اُس زمانے میں تہذیب سے عاری کُھردرے نوکیلے پتھروں اور زہریلے سانپوں کی وادیوں میں بستے اورگزربسر کیا کرتے تھے۔وہاں گدلا اورگندا پانی پیتے اورکوڑا اکرکٹ اورگندی خوراک پرجیتے تھے اوراپنی تنگ حالی اورمعمولی ضروریات کیلئے آپس میں ایک دوسرے کا خون بہایا کرتے تھے اوراپنی نسل کشی سے بھی نہ چوکتے تھے۔تمہارے درمیان اشخاص پرستی کا منصوبہ جاری تھا لیڈروں کے مجسمے بڑا مقام ومنصب رکھتے تھے، بدترین گناہ اور بدکرداری تمہیں لپٹی ہوئی تھی''۔(خطبہ 26،جملے 3 تا 10)

8۔عربوں کو بعثت کے زمانہ کی حالت بتانا مہذب طریقہ پراُنہیں موجودہ حالات پرمتوجہ کرکے تنبیہ کرنا اوراسلام کا احسان جتانا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے عربوں کی سابقہ حالت کی طرف محض اشارہ کیا ہے تاکہ وہ خجالت محسوس کئے بغیر خود ہی بعثت سے پہلے اورموجودہ زمانے کا تقابل کریں اورسوچیں کہ اگر بعثت نہ ہوئی ہوتی تو وہ اپنی ذلیل وحقیر وقابلِ نفرت زندگی کی کونسی منزل میں ہوتے؟ جس عظیم الشان رسولؐ نے انہیں اس حد تک مہذب بنایا کہ چند ہی سال میں انہیں سلاطین عالم کو فتح کرنے کے خواب نظر آنے لگے۔اور یہ کہ اگراُنہوں نے اُس رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی تو نہ صرف اقوام عالم بخوشی حلقہ بگوشِ اسلام ہوجاتے بلکہ کائناتی قوتیں خود کو مسخر ہونے کے لئے اُنکے سامنے پیش کردیتیں۔لیکن قریشی منصوبہ سازوں اورلیڈروں نے نہایت مکاری اورفریب سازی سے ایسا نقشہ پلٹا کہ وہ لوگ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی اوراُن کے بچوںؑ کی حد بھر عزت کرتے تھے اوراشاروں پرجان دینے کوتیار ہوجاتے تھے۔وہ ایسے بدل گئے کہ سب نے آنکھیں پھرالیں اورخانوادہ رسولؐ یکہ وتنہا رہ گیا۔

9۔چاروں طرف دشمنوں خونخواروں کا نرغہ،کوئی ہمدردومعین ومددگارنہیں،سب خون کے پیاسے۔

جدھر نظر اٹھا کر دیکھا پورا ماحول بدلا ہوا سب اُسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح لوگ اپنے بھائی اور باپ کے قاتل کو دیکھا کرتے ہیں۔کسی کو اسلامی جہاد اورجنگِ بدرواحدوخیبر کے فاتح سے ہمدردی نہیں ہے وہ علیؑ کا چہرہ دیکھ کر اپنے مقتولوں کو یاد کرکے ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہیں۔انتقام کی راہیں تلاش کررہے ہیں۔تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ جاتے جاتے رک جاتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

فَنظَرْتُ فَاِذَا لَیْسَ لِیْ مُعِیْنٌ اِلَّا اَھْلُ بَیْتِیْ ، فَضَنِنْتُ بِھِمْ عَنِ الْمَوْتِ ؛وَاَغْضَیْتُ عَلَی الْقَذٰی ؛وَشَرِبْتُ عَلَی الشَّجٰی؛ وَصَبَرْتُ عَلٰی اَخْذِ الْکَظْمِ ؛وَعَلٰی اَمَرَّمِنْ طَعْمِ الْعَلْقَمِ؛(خطبہ 26، جملے 11 تا 15)

اُن قہر آلود چہروں میں کسی پر رحم وشفقت و ہمدردی وطرفداری کے تاثرات نہیں ہیں۔اچانک تمام ہمدردی اورنصرت کا اظہار کرنے والے نظروں سے اُوجھل ہوگئے اور میرے اپنے گھرؑ والوں کے علاوہ کوئی موت کے منہ میں جانے کے لئے تیارنہیں تھا۔ایسی حالت میں، میں نے اہل بیتؑ کو موت کے سامنے دھکیلنے میں کنجوسی کی تھی۔آنکھوں میں خطرات کے گردوغبار کے اڑنے کو میں نے فی الوقت نظرانداز کردیا تھااور دشمن پر آنے والے غصے کوصبر کے ساتھ پی لیا تھا۔اورصبر ہی کی مدد سے سخت کڑوی صورتِ حال کوہضم کرلیا تھا۔(خطبہ 26، جملے 11 تا 15)

10۔معاویہ کی کمینہ کوششوں اورعمروبن العاص سے گٹھ جوڑ کوقریش کی سازش سے ملحق کردیا گیا۔

یہ بیان دینے کے بعد اُس عمری وبکری سازش کومعاویہ اورعمروالعاص کے گٹھ جوڑ سے وابستہ کردیا جس نے حضورؑ کو یکہ وتنہا کردیا تھا۔ وہاں ابوبکروعمر نے معاویہ کے باپ ابوسفیان کا سہارالیا تھا۔اور یہاں ابوسفیان کا بیٹا اپنی قوتِ قاہرہ اورسارے قریشیوں کے تعاون کے باوجودعمرو بن العاص کوساتھ ملانے پر مجبور ہوا ہے۔لوگوں کورشوتیں دے کر،فریب دے کرعلیؑ سے جنگ پر تیارکررہا ہے۔اس بیان سے حضورؑ کے مخاطب خود ہی سمجھ جائیں گے کہ علی علیہ السلام نے اپنے صبر وتحمل اورحق پرستی سے سابقہ خلفا کی پالیسیوں ،منصوبوں اورسازشوں کوشکست دے دے تھی اورایک ایساوقت لے آئے تھے جب خلفا ثلاثہ کی قریشی حکومت کا جنازہ نکل گیا تھااورلوگوں نے حضورؑ کوحکومت سنبھالنے پر مجبورکردیا تھا۔اورآج پھرقریش چاہتے ہیں کہ جس طرح ہوسکے علیؑ سے حکومت چھین لیں۔لیکن آج علیؑ کے ساتھ فداکار ہیں حق پرست ہیں۔انہیں نہ فریب دینے کی ضرورت ہے نہ رشوت دینے کی اورنہ جنگ کی تیاری کے لئے جائزمدد کی احتیاج وہ خودسامانِ جنگ فراہم کریں گے اُن کے کانوں تک حضورؑ کی دعوتِ جنگ پہنچنے کی دیر ہے۔اس لئے حضورؑ نے بتایا کہ میرامدمقابل بے دین وکمینہ ہے وہ ایک مشہورحرامزادے اورمکاروفریب سازکواپنے منصوبے میں شامل کرنے کے لئے اُس سے سودا کررہا ہےاورعمروبن العاص قیمت مانگ رہا ہے۔اورحضورؑ فرماتے ہیں کہ:

وَلَمْ یُبَایِعْ حَتّٰی شَرَطَ اَنْ یُؤْتِیَہٗ عَلَی الْبَیْعَۃِ ثَمَنًا ؛فَلَا ظَفِرَتْ یَدُ الْبَائِعِ ؛وَخَزِیَتْ اَمَانَۃُ الْمُبْتَاعِ ؛(خطبہ 26، جملے 16 تا 18)

''عمروبن العاص نے معاویہ کی اُس وقت تک بیعت نہ کی جب تک اپنی بیعت کی قیمت کی شرط نہ منوالی۔چنانچہ مال کے بدلے میں بیعت کرنے والا ہاتھ فتح وظفر سے محروم رہےاوربیعت خریدنے والے کی امانت یا عہدذلیل ورسواہوتا رہے''۔(خطبہ 26، جملے 16 تا 18)

معاویہ اورعمروعاص کے اس گٹھ جوڑ کا ذکرکرکے حضورؑ نے اپنے فداکاروں کو بتادیا کہ ہمارے مقابلے میں بے دین لوگ ہیں اوربے دینی ہی کو بنیاد بنا کر ہمارے خلاف لوگوں کوجمع کررہے ہیں۔لہٰذا بے دینوں، دنیا طلب لوگوں کی خواہ کتنی ہی بڑی کثرت دینداروں اورآخرت طلب لوگوں کے مقابلے میں آئے ہمیشہ ذلت ورسوائی کی شکست کھائے گی۔تمہیں نہایت اطمینان اوردینی خلوص کے ساتھ اُن سے جنگ کرنے اورشکست کی تیاریاں کرنا چاہئیں۔اس لئے کہ اُن بزدلوں اورکمینہ خصلت بے دینوں نے پورے ملک میں فتنہ وفساد پھیلا دیا جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے ہیں جن کی لپٹیں ہمارے بے خطالوگوں تک پہنچنے لگی ہیں۔یہ مقصد ذہن نشین کرانے کے لئے آپؑ نے خطبے کے آخری جملے فرمائے ہیں۔سنئے:

فَخُذُوْالِلْحَرْبِ اُھْبَتَھَا ؛وَاَعِدُّوْالَھَاعُدَّتَھَا ؛فَقَدْ شَبَّ لَظَاھَا ؛وَعَلَاسَنَاھَا ؛وَاسْتَشْعِرُوْاالصَّبْرَ فَاِنَّہٗ اَدْعٰی اِلَی النَّصْرِ ؛(خطبہ 26، جملے 19 تا 23)

Presented by Ziaraat.Com

''چنانچہ تم لوگ بھی میدانِ جنگ اور جنگ میں کام آنے والا تمام سامان مہیا اور جمع کر لو، اور جنگ کے اسلحہ، خیمے گھوڑے، راشن، دوائیں وغیرہ حاصل کر لو۔ یقیناً جنگ بھڑکا دی گئی ہے۔ شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ تم حسب سابق صبر کو اپنا ہتھیار و شعار بنا لو۔ صبر ہی تمہاری کامیابی تمہارے سامنے لا کھڑا کرے گا''۔

11۔ خطبے کے تمام عنوانات تقریر کے مقصد سے مربوط و ترتیب وار ہیں۔

یہاں آ کر حضرت علی علیہ السلام کی تقریر مکمل ہوگئی ہے اور تقریر کے مقصد میں کوئی اختلاف و تضاد نہیں ہے۔ تضاد و اختلاف علامہ رضی کے دو مرتبہ ''وَ مِنھَا'' لکھ دینے سے محسوس ہوا تھا چنانچہ پھر ایک طائرانہ نظر ڈالیے۔ خطبے میں یہ تین عنوان یا موضوع ہیں:

(1) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام (2) عربوں کا مقام (3) اپنا مقام۔

لہٰذا ضروری تھا کہ عربوں کو یہ بتایا جائے کہ 1۔ جو کچھ تم نے بعثتِ رسولؐ کے بعد کیا اور اب کر رہے ہو وہ نہایت احسان فراموشی، محسن کُشی اور بے دینی ہے۔ 2۔ تمہیں یہ منزل و مقام جس نے دلایا وہ کیسا رسولؐ تھا؟ اور تمہارا حال اُس کی آمد سے پہلے کیا تھا؟ لہٰذا اپنا رویہ تبدیل کر لو دین دار بن جاؤ۔ 3۔ لیکن وہ بڑھ چڑھ کر سازش کرتے رہے اور مسلسل اُس کے خلاف برسرِ پیکار ہیں جس کی پکار نے اُنہیں یہ مقام دیا اُسے دنیا میں یکہ و تنہا چھوڑ دیا تھا اور اب خود اُسے حاکم بنا کر اس سے محاذ آرائی کر رہے ہیں۔ 4۔ لہٰذا اُن سے جنگ ناگزیر ہے۔ ہمیں بھی تیاری کر لینا چاہئے۔ یہ ہے سارا خطبہ اور خطبہ کا مقصد۔

12۔ خطبے کا ربط و تسلسل دکھانے کے لئے ادھر اُدھر دیکھے بغیر رواں دواں چلے گئے اور چند اہم اور ضروری حقائق کو بھی نظر انداز کر دیا۔

یہاں سے حضورؐ کے خطبے کے تینوں عنوانات اور مقصد پر جو حقائق، ربط و تسلسل کے لئے چھوڑ دیئے گئے، وہ چھوڑ دینے کے نہیں ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کے مخاطب لوگ بعض مطالب اور تفصیلات کو ایک لفظ سے اور بعض حالات میں ہاتھ یا سر کے ایک اشارے سے سمجھ جاتے تھے۔ لیکن ہمارے مخاطب چودہ سو سال بعد کے لوگ ہیں اور اس طویل زمانے میں حالات خود بھی تبدیل ہوئے اور لیڈروں اور علما نے بھی مصلحتاً بدل دیئے۔ قریشی حکومتوں نے سات آٹھ صدیوں کے تسلط کے دوران جو تاریخ و روایات و تفاسیر تیار کرائیں اُن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح عمری اور حضورؐ کے زمانے کے تمام حالات کو اپنی مصلحتوں کے ساتھ موزوں کر کے دنیا میں پھیلایا ہے۔ اور جب تک قریش کے ڈالے ہوئے پردے نہ ہٹا دیئے جائیں حقیقتِ واقعی ہرگز سامنے نہیں آ سکتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے دیکھا تھا کہ قریشی علما کا یہ رویہ مسلسل رہا ہے۔ کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں لفظ ''اَلْعَالَمِین'' اللہ کے لئے آیا ہے وہاں عالمین کے معنی ''پوری کائنات'' کئے ہیں اور جہاں جہاں حضورؐ یا قرآن کے ساتھ وہی لفظ ''عالمین'' آیا وہاں معنی اس حد تک تبدیل کئے ہیں کہ عالمین سمٹ کر کروڑوں اور اربوں روشنی کے میلوں میں پھیلا ہوا کارخانۂ قدرت یہ حقیر سی دنیا بن گیا۔ جس کی لمبائی چوڑائی اتنی بھی نہیں جتنی سمندر کے سامنے مودودی کی ڈاڑھی کی ہے۔

کیا کوئی عربی دان یہ مان سکتا ہے کہ اس دنیا کو عالمین کہنا صحیح ہے؟ کیا اللہ کو لفظ عالمین اور دنیا کا فرق معلوم نہ تھا جو غلطی سے دنیا کی جگہ عالمین بول گیا؟ بہرحال قریشی حکومتوں، خلفا، لیڈروں اور قریشی علما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ جو بددیانتی اور بے ایمانی اور حضورؐ کی پوزیشن میں جو کمی کی ہے اس کی پیمائش کرنے کے لئے خود علامہ کا ایک بیان پڑھیے اور کائنات اور دنیا کا فرق دیکھیے:

Presented by Ziaraat.Com

13۔ قریشی خلفااور علمانے رسولؐ کی پوزیشن کو کتنا کم کیا ہے؟ کتنی بے ایمانی اور خیانت کی ہے اسکی پیمائش پر مودودی کا ایک بیان۔

افلاک کی بحث کی ذیل میں علامہ نے لکھا ہے کہ:

''ہماری یہ زمین جس نظامِ شمسی میں شامل ہے۔اُس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ اُس کا مرکز سورج زمین سے تین لاکھ گنا بڑا ہے۔(یعنی اگر اللہ نے سورج کے لئے نذیر فرمایا ہوتا اور علامہ نے سورج کے معنی زمین کر دیئے ہوتے تو قریشی بے ایمانی کی وسعت تین لاکھ میل ہوتی یعنی حضورؐ کی اصل پوزیشن کو تین لاکھ میل کم کر دینا ہوتا) اور اُس کے بعید ترین سیارے نیپچون کا فاصلہ سورج سے کم از کم دو ارب اُناسی کروڑ تیس لاکھ میل ہے بلکہ اگر پلوٹو کو بعید ترین سیارہ مانا جائے تو وہ سورج سے چار ارب ساٹھ کروڑ میل دور تک پہنچ جاتا ہے۔اس عظمت کے باوجود یہ نظامِ شمسی ایک بہت بڑی کہکشاں کا محض ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔جس کہکشاں (Galaxy) میں ہمارا یہ نظامِ شمسی شامل ہے۔اُس میں تقریباً تین ہزار ملین (تین ارب) آفتاب پائے جاتے ہیں۔اور اُس کا قریب ترین آفتاب ہماری زمین سے اس قدر دور ہے کہ اس کی روشنی یہاں تک پہنچنے میں چار سال صرف ہوتے ہیں (جب کہ روشنی کی رفتار ایک سیکنڈ میں 186000 میل ہے) پھر یہ کہکشاں بھی پوری کائنات نہیں ہے۔بلکہ اب تک کے مشاہدات کی بنا پر اندازہ کیا گیا ہے کہ یہ تقریباً بیس لاکھ لَولَبی سِحَابیوں (Spiral Nebulae) میں سے ایک ہے۔اور اُن بیس لاکھ سحابیوں میں سے نزدیک ترین سحابیۓ کا فاصلہ ہم سے اس قدر زیادہ ہے کہ اُس کی روشنی دس لاکھ سال میں ہماری زمین تک پہنچتی ہے۔رہے بعید ترین اجرام فلکی جو ہمارے موجودہ آلات سے نظر آتے ہیں۔اُن کی روشنی زمین تک پہنچنے میں دس کروڑ سال لگ جاتے ہیں۔اس پر بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انسان نے ساری کائنات دیکھ لی ہے یہ خدا کی خدائی کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے جو اب تک انسانی مشاہدے میں آیا ہے۔آگے نہیں کہا جاسکتا کہ مزید ذرائع مشاہدہ فراہم ہونے پر اور کتنی وسعتیں انسان پر منکشف ہوں گی۔تمام معلومات جو اس وقت تک کائنات کے متعلق بہم پہنچی ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پورا عالم اسی مادہ سے بنا ہوا ہے جس سے ہماری یہ چھوٹی سی اَرضی دنیا بنی ہے۔اور اس کے اندر وہی ایک قانون کام کر رہا ہے جو ہماری زمین کی دنیا میں کار فرما ہے۔ورنہ یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ ہم اس زمین پر بیٹھے ہوئے اتنی دور دراز دنیاؤں کے مشاہدے کرتے۔اور اُن کے فاصلے ناپتے۔اور اُن کی حرکات کے حساب لگاتے۔کیا یہ اس بات کا صریح ثبوت نہیں ہے کہ یہ ساری کائنات ایک ہی خدا کی تخلیق ہے اور ایک ہی فرمانروا کی سلطنت ہے۔پھر جو نظم، جو حکمت، جو صناعی اور جو مناسبت ان لاکھوں کہکشانوں اور اُن کے اندر گھومنے والے اربوں تاروں اور سیاروں میں پائی جاتی ہے اس کو دیکھ کر کیا کوئی صاحب عقل انسان یہ تصور کر سکتا ہے کہ یہ سب کچھ آپ سے آپ ہو گیا ہے؟ اس نظم کے پیچھے کوئی ناظم، اس حکمت کے پیچھے کوئی حکیم، اس صنعت کے پیچھے کوئی صانع اور اس مناسبت کے پیچھے کوئی منصوبہ ساز نہیں ہے؟'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 262,261)

14۔ کائنات کی اِس جھلک پر مودودی اور قارئین سے چند سوالات

مودودی کا یہ بیان جن لوگوں کی تحقیق اور محنت و کاوش کا نتیجہ ہے وہ اس نام نہاد اسلام کے مومن نہیں بلکہ کافر ہیں۔مسلمانوں نے اس ذیل میں نہ کوئی تحقیق کی اور نہ کر سکتے تھے۔اس لئے کہ انہوں نے نہ قرآن پر وہ ایمان رکھا اور نہ قرآن لانے والے پر وہ ایمان لائے جس کا تقاضہ قرآن کریم اور اللہ نے کیا تھا یہ تحقیقات جن لوگوں نے کی ہیں وہ قریشی اسلام، قریشی اللہ، قریشی رسولؐ اور قریشی قرآن کے منکر رہتے چلے آئے ہیں۔وہ ان نام نہاد مسلمانوں کے دشمن رہتے رہے جنہوں نے اپنے رسولؐ اور اپنے قرآن کو رسولؐ کے سامنے ہی جھٹلا دیا تھا اور اللہ نے قرآن میں نازل کر دیا کہ:

وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَالْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍO(انعام6/66)

''اے رسوؐل تیری قوم نے اس قرآن کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ برحق ہے۔لہٰذا اُن سے کہہ دو کہ میں تمہارے مقدمہ کی وکالت نہ کروں گا''

پھر اللہ نے قرآن میں رسوؐل اللہ کی یہ شکایت بھی قلم بند کردی تھی کہ:

قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًاO(فرقان25/30)

''رسوؐل اللہ نے کہا کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کردیا ہے''

اور قارئین دیکھ چکے کہ قریش قرآن کے الفاظ کے معنی بدلتے رہے تاکہ قرآن ورسوؐل کو اسی دنیا تک محدود کردیں۔حالانکہ اللہ اور قرآن رسوؐل اللہ کی تنذیر وہدایت کی رسائی وہیں تک بتا تا رہا ہے جہاں تک اللہ کی ربوبیت کی رسائی ہے۔اللہ کی رحمت کی رسائی کا دائرہ ساری کائنات کو اپنے دامن میں رکھتا ہے ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔لیکن قریش نے رسوؐل اور قرآن کو صرف اس دنیا تک محدود رکھا لہٰذا اُنہیں آسمانوں،فضاؤں اور افلاک کی معلومات کہاں سے ملتیں۔حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ ظاہری پیدائش کے بعد بھی اسی مادی جسم سے کم ازکم ایک سوبیس 120 مرتبہ معراج کے لئے گئے اور اس ساری کائنات کا چپہ چپہ اُن کے قدم چومنے پر فخر کرتا ہے۔قریش نے ان حقائق کا کھلا انکار کیا اور کائناتی علوم سے محروم ہوئے۔انہوں نے رسوؐل کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے تمام قرآنی حقائق کا انکار کیا تعلیماتِ قرآن کو صاحبانِ قرآن کے بجائے اپنی عربی دانی کے ماتحت کرلیا اور ہر اُس چیز کا انکار کردیا جو اُن کی سمجھ سے بلند تھی۔رسوؐل کے جانشینوں کا بائیکاٹ رکھا۔موقع ملا تو انہیں قتل کیا اور ہر اُس آدمی کو قتل کیا جو رسوؐل یا آئمہ معصومین کی تعلیم کو پھیلاتا تھا۔اس لئے صاحبانِ قرآن نے اپنی تعلیمات کو ان ممالک میں پہنچا دیا جہاں ان دشمنانِ دین کا قاتلانہ ہاتھ نہ پہنچتا تھا۔باہر کی اقوام نے اہلبیت علیھم السلام کی تعلیمات کو اختیار کیا،اُن پر تجربات کئے،تحقیقات کے لئے زندگیاں وقف کردیں۔آج قریشی مسلمان انہیں کافر وبے دین کہتے ہیں اور انہی سے عقل وعلم وکائناتی نعمتوں کی بھیک مانگ رہے ہیں۔لہٰذا مودودی نے یہ بیان چوری کر کے چرا کے لکھا ہے۔اُن کے تو فرشتوں کو بھی پتا نہیں کہ کائنات کیا ہے کتنی بڑی ہے وہ جاہل تو عالمین کو دنیا سمجھنے سے آگے جو کچھ سمجھتے ہیں وہ اُن کا نہیں بلکہ چوری کا مال ہے۔یا بقول اُن کے کافروں،عیسائی اور یہودیوں یا کمیونسٹوں کا دیا ہوا ہے۔

15۔مودودی کے اس حقیقت انگیز مگر چوری کے بیان کے ساتھ حضرت علیؑ کا بیان ملالیں۔

پھر یہ دیکھیں کہ علی علیہ السلام اعلان کر رہے ہیں کہ مجھے ہاتھوں سے کھو دینے سے پہلے پہلے کوئی کائناتی بات معلوم کرلو کہ میں زمین سے زیادہ آسمانی راستوں کا عالم ہوں کیا یہ بیان اس حقیقت کو ثابت نہیں کرتا کہ جس طرح قرآن میں اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو پوری کائنات کا نذیر اور رحمت فرمایا اُس طرح حضرت علی علیہ السلام اس ساری کائنات کے عالم ونذیر ورحمت تھے۔اور حقیقی معنی میں وہ کائناتی ذمہ داریاں انجام دیتے تھے جو اللہ نے آنحضرتؐ کو سونپی تھیں۔

16۔جب تم یہ مانتے ہو کہ اللہ اس پوری کائنات کا فرمانروا ہے،اور ناظم ہے اور یہ بھی کہ: نبیؐ اور رسوؐل اللہ کا خلیفہ اور نائب ہوتا ہے تو نیابت محدود کیوں۔

ہر عالم نے انبیاؑء اور رسلؑ کو اللہ کا نائب،خلیفہ اور جانشین مانا اور لکھا ہے۔سوال یہ ہے کہ کون سی آیت یا عقل سے تم لوگ اس خلافت و نبوت ونیابت کو پوری کائنات میں نہیں مانتے؟ جبکہ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین اور نذیر للعالمین فرماتا ہے یعنی صرف اس لئے

Presented by Ziaraat.Com

کہ تم رسوؐل کی جگہ بیٹھ کر پوری کائنات کی راہنمائی نہیں کر سکتے؟ تم پر کس نے تقاضا کیا تھا کہ تم ضرور رسوؐل اللہ کے جانشین وخلیفہ بن جانا؟ پھر تم تو بیک وقت اس دنیا کی تنذیر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ تم کسی انسان کیلئے رحمت بھی نہ تھے چہ جائے کہ ساری دنیا کے لئے یا ساری کائنات کے لئے رحمت ہو سکتے؟ تم نے صرف حضرت علیؑ کو خلافت الٰہیہ سے محروم نہیں کیا بلکہ تمام مسلمان کہلانے والے لوگوں کو علوم ونعماتِ الٰہیہ سے محروم کر دیا اور انہیں بھکاری بنا کر چھوڑ دیا۔

17۔ خطبہ کے دوسرے جملے اور اُس کی تائید میں پیش کردہ احادیث سے محمدؐ مصطفیٰ کا جو مقام سامنے آتا ہے اُس پر بھی ایمان رکھنا لازم ہے

دین کی بنیادی بات یہ ہے کہ ایمان لانے پر کوئی جبر یا زبردستی نہیں ہے۔ اگر آپ کسی حقیقت پر ایمان نہیں لاتے تو اللہ اور رسوؐل کا کوئی نقصان نہیں کرتے اور ایمان لاتے ہیں تو انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے۔ فائدہ اور نقصان آپ کا اپنا ہوتا ہے۔ البتہ ایمان نہ لانے سے آپ کو نقصان بھی ہوتا اور سزا بھی ملتی ہے۔ وہ اس لئے کہ اللہ نے آپکو ترقی کرنے اور لامحدود قدرت حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا تھا اور اس مقصد کے لئے یہ کائنات اور اس کی تمام مخلوقات کو پیدا کیا تھا تا کہ وہ تمہاری فلاح و بہبود اور ترقی میں مددگار رہیں۔ اسی مقصد کے لئے تمہیں نقصانات و مضرات سے بچنے کی تعلیم دی گئی تھی۔ اس تعلیم کے لئے انبیاءؑ و رسلؑ کو بھیجا گیا تھا۔ تم نے ایمان نہ لا کر اپنے خالق و مالک و مربی کے احکام کو رد کر دیا۔ احسان شناسی کے خلاف احسان فراموشی کی لہٰذا تمہارے لئے سزا لازم ہوگئی ہے۔ اگر تم حقائق پر ایمان لاتے اور حق پروری کے سلسلے میں کام کرتے تو تمہیں فائدہ بھی پہنچتا اور انعام بھی ملتا۔ اس لئے کہ تم نے مقصدِ تخلیق کی تائید میں کام کیا۔ اللہ نے تمہیں کس قدر ترقی دینے کا ارادہ کیا ہے اور تمہیں کس بلند مقام پر پہنچانا چاہتا ہے؟ اِس کا پتہ لگانے کیلئے اُس سامان کی وسعتوں پر نظر ڈالو جو تمہاری ترقی کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ مثلاً اس کائنات اور اس میں موجود مخلوقات کی تعداد اور وسعت ہی کو سامنے رکھ لو تو تمہاری عقل حیران ومبہوت ہو کر رہ جائے گی۔ یہ سب چیزیں تمہارے لئے یعنی تمہاری ترقی کے لئے وجود میں لائی گئی ہیں اور انہیں تمہاری ترقی کیلئے مسخر و مطیع کیا گیا ہے۔ (لقمان 31/20، جاثیہ 45/13) پھر اُن راہنماؤں کی ہمہ گیری کو دیکھیں جو تمہیں تمہاری ترقی کی انتہائی منزلوں تک پہنچانے کے لئے تعینات کئے ہیں اُن کی حیران کُن و ناقابل فہم ہستیوں سے اندازہ ہو جائے گا کہ وہ تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاسکیں گے؟ پھر اس ضابطۂ حیات کو سامنے رکھیں اور غور کریں کہ وہ تمہیں کس قدر لامحدود تعلیمات دیتا ہے یہ تینوں حقیقتیں تمہیں تمہاری ترقی کا جو مقام بتائیں گی وہ تمہیں ناممکن نظر آئے گا۔ لیکن وہ تمہاری موجودہ عقل وفہم کیلئے ناممکن ہے۔ حقیقتاً ناممکن نہیں ہے۔ لیکن اگر تم بات سننا ہی نہیں چاہتے؟ آنکھیں کھول کر اپنے گردوپیش کو بھی دیکھنا نہیں چاہتے تو اس میں اللہ، رسوؐل اور علیؑ کی کیا خطا ہے؟ اُنہوں نے تو بار بار تمہیں سمجھایا ہے۔ اور تمہیں سمجھاتے رہنے کا لازوال انتظام کیا ہے۔ تمہیں بار بار مواقع دیئے ہیں۔ تمہاری غفلت اور قصوروں کو معاف کر دینے کے طریقے بھی بتا دیئے ہیں۔ بہر حال انہوں نے بھی بتایا تھا اور ہم بھی اُن کی باتیں تمہیں پہنچانے اور سمجھانے کے لئے یہ محنت کر رہے ہیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو ہر نازل ہونے والی چیز کا امین کہا (اَمِيْنًا عَلَى التَّنْزِيْلِ) نازل ہونے والی تمہیں کئی ایک چیزیں معلوم ہیں۔ فرشتے بھی نازل ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں آپ نے پڑھ لیا کہ آئمہ اہلبیت وہ حضراتؑ ہیں جن پر تمام آنے جانے والے ملائکہ کا ہجوم رہتا ہے (عنوان نمبر 7 حدیث نمبر 4) اللہ کی تمام کتابیں بھی نازل ہوئی ہیں۔ وحی خداوندی بھی نازل ہوتی ہے۔ اور آپ نے پڑھ لیا کہ تمہارے راہنماؑ وحی اور کتب خداوندی کے امین وخازن ومحافظ اور ذخیرہ تھے۔ (مذکورہ بالا احادیث) لہٰذا ہر وحی ہر کتاب اور ہر فرشتہ اُن کی معرفت اور اُن کی طرف سے نازل ہوتا تھا جسے اللہ نے اپنی طرف سے نزول فرمایا ہے۔ اگر اللہ نے یہ نیابت قائم نہ کی ہوتی تو وحی اور ملائکہ کا

Presented by Ziaraat.Com

نزول ایک خاص مقام سے ماننا اور اللہ کو ایک خاص جگہ کہنا پڑتا ہے۔ اِن ہی احادیث میں آپ نے دیکھا ہے کہ ہمارے یہ راہنماؑ اور نائبینؑ خداوندی اللہ کے تمام آسمانی اور زمینی خزانوں کے محافظ وامین ہیں (عنوان نمبر 7 حدیث نمبر 4) لہٰذا اس کائنات میں اللہ کا رزق اور تمام نعمات اُن کے انتظام میں داخل ہیں۔ وہ ہمارے ایسے انسان ہوتے تو کیسے روزِ ازل سے رحمتِ خداوندی بنائے جا سکتے تھے۔ کیسے نذیر ہو سکتے تھے؟ کیسے اللہ کے خزانوں کے نگراں وقاسم ہو سکتے تھے۔ اسی لئے انہیں ایسے بُشرے والے بشر کہا جو ساری کائنات کا مقصدِ تخلیق تھے۔ جو پوری تخلیق کی بنیاد تھے۔ جو ملوکیت کی اصل تھے۔ جن کو سماوی بدن دیا گیا تھا۔ جو امرِ الٰہی کا بولتا چالتا مجسمہ تھے۔ جن میں روح القدس تھی۔ اور اللہ کا خالص ومشہود نور تھے۔ جن کی ذات ہی ملکوت تھی۔ جو اللہ کی صفات کا ذخیرہ تھے الغرض ایسے بشر جو سراسر ایک پوشیدہ راز تھے جن کو اللہ کی قدرت اور مشیت الٰہیہ کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا (عنوان نمبر 7 حدیث نمبر 4) یہ ہیں محمدؐ اور اجزائے نورِ محمدؐ جو نوعِ انسان کو بے پناہ قدرت وترقی عطا کرنے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔

18۔خطبہ کا دوسرا عنوان عربوں کی حالت اور نسلی کمینہ پن جو اللہ ورسوؐل کے فضل وکرم سے رفتہ رفتہ غنی ہوئے پھر نمرود وشداد بن گئے۔

حضرت علیؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت بیان کر کے عربوں کی حالت اور اُن کے دین وکردار پر چند جملوں میں توجہ دلائی ہے۔ تاکہ اپنی رسواکن حالت کا موجودہ حالت سے تقابل کریں اور اُس رسوؐل کے احسانات کو یاد کریں اور خانوادۂ رسوؐل پر مظالم سے باز آجائیں۔

(الف) عربوں میں نمرودیت وشدّادیت عہدِ رسوؐل ہی میں جنم لے چکی تھی اللہ نے طنز کیا تھا۔

عرب مخلوط النسل ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سے محسن کُش اور احسان فراموش تھے۔ اللہ کے اس بیان سے اُن کی ذھنیت، مذہب اور کردار پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ فرمایا گیا تھا کہ:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْآ اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ...الخ (توبہ 9/74)

''انہوں نے جو کچھ فیصلہ کیا ہے وہ حلفیہ کیا ہے۔ اور یقیناً اُنہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ کفر کی بات ہے۔ چنانچہ اپنے اسلام اختیار کرنے کے بعد حق کو چھپانے میں مصروف ہو گئے ہیں۔ اور اُس قول وقرار کے لئے انہوں نے (قتلِ رسوؐل) ایسے کام کی ہمت کی تھی جس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور انہوں نے یہ منتقمانہ کوشش صرف اس لئے کی ہے کہ اللہ اور رسوؐل نے انہیں اپنے فضل سے دولتمند وفارغ البال کر دیا ہے۔ بہرحال اگر وہ اب بھی توبہ کر لیں تو اُن کے حق میں بہتر ہوگا۔ لیکن اگر اب بھی انہوں نے ولایت قائم رکھی تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا اور جب دنیا میں عذاب میں مبتلا کرے گا تو روئے زمین پر کوئی اُن کو بچانے والا ہمدرد حاکم اور ناصر نہ ہوگا''۔ (سورہ توبہ 9/74)

(ب) اس آیت میں فضل کرنے والا واحد ہے، حلفیہ معاہدہ حکومت غصب کرنے پر ہوا تھا۔ قتلِ رسوؐل کی کوشش کئی بار کی گئی تھی۔

قارئین کرام کو اس آیت میں تین باتوں پر غور کرنا چاہئے۔ قریش کو دولتمند بنانے میں اللہ نے اپنے ساتھ رسوؐل کو شریک رکھا ہے۔ (اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ) مگر اس کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ مِنْ فَضْلِهِمَا ہم دونوں نے اپنے فضل سے دولتمند بنایا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ ''(مِنْ فَضْلِهٖ)'' اُس اکیلے نے اپنے فضل سے اُن کو دولتمند بنا دیا اور قاعدہ یہ ہے کہ ضمیر اپنے قریب ترین اسم سے وابستہ کی جاتی ہے اور قریب ترین اسم رسوؐل کا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ لہٰذا پہلا مطلب یہ ہوا کہ یہ فضل رسوؐل اللہ کا تھا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے وہ فضل اللہ کا تھا اور تیسرا مطلب واضح ہے کہ رسوؐل اللہ فضل کریں تو بھی وہ اللہ کا فضل ہوگا اور اللہ فضل کرے تب بھی وہ رسوؐل اللہ کا فضل ہے۔ اس لئے کہ وہ نائبؑ ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ اللہ ہی کا کیا ہوا ہوتا ہے۔ (انفال 8/17)

(ج) حضرت علیؑ کی وزارت وخلافت کے اعلان کے بعد قریش نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ حکومت خاندانِ رسوؐل سے نکالنا ہے۔

ہم نے تاریخ طبری اور الفاروق سے یہ دکھادیا ہے کہ خلیفہ دوم نے عبداللہ بن عباس پر یہ راز کھول دیا تھا کہ قریش نے یہ تہیہ کررکھا ہے کہ نبوت اور خلافت کو ایک خاندان میں نہ رہنے دینگے۔ چنانچہ اسی فیصلے پر عمل کیا گیا تھا (الفاروق حصہ اول صفحہ 103) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام سرپنچوں اور حکومت کا دعویدار ہوسکنے والوں کو جمع کیا تاکہ انہیں قرآن کے حکم سے خبردار کردیا جائے (شعراء 26/214,215) اور اُنہیں اپنی نبوت وحکومت سے مطلع کیا اور ایک ایسے شخص کو آگے بڑھنے کے لئے فرمایا جو حضوؐر کی وزارت کی ذمہ داریاں سنبھالے اور حضوؐر کے ماں جائے بھائی کی طرح ہر وقت جان قربان کرنے کو تیار رہے اور اُنؐ کے بعد اُنؐ کا جانشین وخلیفہ بن کر اُن کی تمام ذمہ داریاں پوری کرنے کا انتظام کرے۔ لیکن اس دعوت (شعراء 26/214) پر کوئی آمادہ نہ ہوا۔ تیسری مرتبہ حضوؐر نے علیؑ کو یہ تمام خدمات سپرد کردیں۔ جب قریش کو یہ یقین ہوگیا کہ محمدؐ تو واقعی ایک مضبوط حکومت قائم کرلیں گے تو انہوں نے مندرجہ بالا فیصلہ کیا تھا اور چونکہ معلوم تھا کہ محمدؐ اُن کے فیصلے سے اتفاق نہ کریں گے اس لئے انہیں قتل تک کرنے کی اسکیم بنالی گئی جو قرآن میں ریکارڈ ہے۔

وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْالِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْیُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُالْمٰکِرِیْنَO

''جب حق کو چھپانے والے لوگ تیرے لئے خفیہ چالیں چل رہے تھے تاکہ تجھے تیری راہ میں ثابت قدم رکھیں یا ضروری ہو تو قتل کردیں یا اِس راہ سے خارج کردیں اور جہاں وہ خفیہ اسکیمیں بنارہے تھے وہیں اللہ بھی خفیہ اسکیم بنارہا تھا اور اللہ تو سارے مکاروں سے بہتر خفیہ اسکیم بنانے والا ہے ہی''۔ (سورہ انفال 8/30)

یہ تھا وہ اولین قریشی فیصلہ جو حکومت بن جانے کے بعد حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے بطور پالیسی طے ہوا تھا۔ چنانچہ ابتدا میں قریش نے اپنے چند دانشوروں کو رسوؐل کے مشن میں تائید وثباتِ قدم کے لئے شامل کردیا۔ اور انہیں رسوؐل کے قریب تر رہنے کی تاکید کردی۔ اور شخصی حکومت قائم کرنے سے روکنے کے لئے اس کے نقصانات اور جمہوریت کے فوائد گوش گزار کرتے رہے اور جب مایوس ہوگئے تو جنگ تبوک سے واپسی کے دوران حضوؐر کو قتل کرڈالنے کی اسکیم بنائی جو اللہ نے ناکام کردی تھی اور اُسی کے سلسلے میں سورہ توبہ کی مذکورہ بالا آیت (9/74) میں یہ راز کھولا گیا تھا۔ چونکہ قتل کی اس سازش میں بڑے بڑے صحابہ شامل تھے اس لئے اُن کے نام صیغہ راز میں رکھے گئے اور قریشی مسلک کے علما اُن صحابہ کا پردہ رکھنے کے لئے انہیں منافقوں کی ٹولی کہتے ہیں۔ لیکن آیت (9/74) میں انہیں منافق نہیں کہا گیا بلکہ حق پوش مسلمان قرار دیا گیا لہٰذا اُن پر نفاق کی نقاب اڑھانے والے خود حق پوش اور جھوٹے ہیں۔

(د) قریشی صحابہ نے رسوؐل اللہ کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی مودودی کا بیان۔

بہرحال مودودی سے اُس کے بزرگوں کا حال سنئے لکھتے ہیں کہ:

''اُنہوں نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جو کر نہ سکے'' یہ اشارہ ہے اُن سازشوں کی طرف جو منافقوں نے غزوۂ تبوک کے سلسلے میں کی

Presented by Ziaraat.Com

تھیں۔اُن میں سے پہلی سازش کا واقعہ محدثین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ تبوک سے واپسی پر جب مسلمانوں کا لشکر ایک ایسے مقام کے قریب پہنچا جہاں سے پہاڑوں کے درمیان راستہ گزرتا تھا تو بعض منافقین نے آپس میں طے کیا کہ رات کے وقت کسی گھاٹی میں سے گزرتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڈ میں پھینک دیں گے۔حضورؐ کو اس کی اطلاع ہوگئی۔آپ نے تمام اہل لشکر کو حکم دیا کہ وادی کے راستے سے نکل جائیں اور آپ خود عمار یاسر اور حذیفہ بن یمان کو لے کر گھاٹی کے اندر سے ہو کر چلے۔اثنائے راہ میں یکا یک معلوم ہوا کہ دس بارہ منافق ڈھاٹے باندھے ہوئے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔یہ دیکھ کر حضرت حذیفہ اُن کی طرف لپکے تاکہ اُن کے اونٹوں کو مار مار کر اُن کے منہ پھیر دیں۔مگر وہ دور ہی سے حذیفہ کو آتے دیکھ کر ڈر گئے اور اس خوف سے کہ کہیں ہم پہچان نہ لئے جائیں فوراً بھاگ نکلے'۔
(تفہیم القرآن 2 صفحہ 216-217)

علامہ مودودی نے پورے واقعہ پر روشنی نہیں ڈالی لیکن شکر ہے کہ اس سازش کو تسلیم کرلیا اور ہم بھی واقعہ کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے۔البتہ اس واقعہ کے بعد کی چند باتیں ضرور لکھیں گے تاکہ قریشی لیڈر سامنے آجائیں۔

(ہ) مودودی کے بیان پر روشنی اور اس سازش کے سرغنہ کی بے چینی، حقیقی صحابہ کا ردِّ عمل

چنانچہ قریشی کتاب التستان العیون میں لکھا گیا ہے کہ " لیلۃ العقبہ کی صبح کو اسیدؓ بن حضیر کو رسوؐل اللہ صلعم سے اُن منافقین کا حال معلوم ہوا تو اسیدؓ نے عرض کی کہ یا حضرت آپ حکم دیجئے کہ جو منافق جس قبیلے کا تھا اُس کو قتل کریں۔اگر مناسب ہو تو اُن کے نام مجھے بتایئے قسم خدا کی ابھی اُن کے سر لاتا ہوں۔حضرتؐ نے فرمایا کہ میں اِس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگ کہیں کہ جن کی بدولت کفار سے جہاد کیا اور فتح وغلبہ پایا اب اُن ہی کو قتل کرتے ہیں۔اسیدؓ نے کہا یا رسوؐل اللہ وہ آپ کے اصحاب نہیں ہوسکتے۔آپؐ نے فرمایا ''کیا اظہارِ شہادتین نہیں کرتے؟(یعنی توحید و رسالت کا کلمہ نہیں پڑھتے؟) افسوس ہے کہ اصحاب عقبہ کے نام کسی مورخ نے نہیں لکھے۔اس سبب سے مسلمانوں کے ایک فریق کو (اشارہ ہے شیعوں کی طرف) بہت بڑی جرأت مل گئی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ مورخین نے جان کر اُن کے ناموں کو نہیں لکھا۔حالانکہ یہ لکھا ہے کہ حضرتؐ کی دعا کے موافق اُن میں سے آٹھ بمرض دنبلہ فوت ہوئے اور تین نے عذر کیا کہ ہم نے منادی نہیں سنی تھی اور منافقوں کے مشورہ پر آگاہ نہ تھے۔غلطی سے عقبہ پر چلے گئے تھے۔جیسا کہ (قریشی کتاب) روضۃ الاحباب میں ہے۔وہ کہتے ہیں کہ نام نہ لینے کی وجہ یہی تھی کہ وہ اکابر صحابہ سے تھے''۔

کیونکہ عوام میں سے جو منافقین گزرے ہیں اُن کی تشہیر اور ملامت میں مورخین اہلسنت نے درگزر نہیں کی ہے۔اور اُن کی مالداری (غنی کرنے کا انتقام 9/74) اور قوم میں رسوخ ہی کی وجہ تھی کہ رسوؐل اللہ نے حذیفہ اور عمار کو اُن کے نام ظاہر کرنے کی ممانعت فرمائی تھی۔کبھی عام منافقین کی نسبت حضرتؐ نے ایسا نہیں کیا۔اسی بنا پر اُس فریق کے عالم ابن بابویہ نے حذیفہ بن الیمان کی زبانی اہلسنت کے جلیل القدر صحابیوں کے نام لکھے ہیں مگر ہم ترک ادب سمجھ کر اعراض کرتے ہیں''۔(از تاریخ اسلام، جلد دوم صفحہ 147، از ذاکر حسین جعفری)

(و) وادیٔ عقبہ میں گھاٹی سے گزرتے ہوئے حملہ آوروں کی تعداد پندرہ تھی

اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ ''روضۃ الاحباب میں مسلم سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص نے حذیفہ سے قسم دے کر پوچھا کہ اصحابِ عقبہ کتنے آدمی تھے؟ حُضّارِ مجلس نے کہا کہ اے حذیفہ جب یہ قسم دے کر پوچھتا ہے تو بتادو۔حذیفہ نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ چودہ آدمی تھے اور تجھ سمیت پندرہ ہوتے ہیں۔قسم خدا کی اُن میں سے بارہ دنیا اور دین میں دشمن خدا اور رسوؐل کے ہیں۔اور اُن میں

Presented by Ziaraat.Com

سے تین نے عذر کیا کہ اُن کو آنحضرتؐ کی منادی کی خبر نہ پہنچی تھی اور نہ انہیں منافقوں کے ارادے کی خبر تھی'' ۔(ایضاً صفحہ 147)

(ز) عمر بن خطاب اپنی قسم کی رو سے اُن حملہ آوروں میں شریک رہا تھا

سورۂ برأۃ آیت (9/74) کے فیصلے اور عمل میں عمر بن الخطاب بہر حال شامل تھا اُس نے زمانہ حکومت میں قسم کھا کر اقبال کیا تھا۔ تاریخ کے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:

(1) ''معارج النبوۃ (قریشی کتاب ہے) میں ہے کہ امیر المومنین عمر کچھ عرصہ تک حذیفہ کے پاس جاتے اور قسمیں دے دے کر پوچھتے رہے کہ مجھ کو تو رسولؐ اللہ نے گروہِ منافقین میں شامل نہیں کیا؟ حذیفہ کہتے تھے نہیں نہیں اور کتاب سواد و بیاض (Black and white) میں ہے کہ چونکہ رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا کہ سب سے زیادہ منافقوں کے احوال سے حذیفہ واقف ہے۔ اس لئے امیر المومنین عمر نے دو مرتبہ اُن کو اپنے نزدیک بلا کر کہا کہ تو منافقوں کو پہچانتا ہے۔ بتلا کہ میں بھی اُن میں شامل ہوں کہ نہیں؟ حذیفہ ہر بار یہی کہتے تھے کہ میں رسولؐ اللہ کا راز ظاہر نہ کروں گا۔ اس پر حضرت عمر نے بروایت کتاب میزان الاعتدال (سُنی کتاب) فرمایا'' یَا حذیفہ اَنَا بِاللّٰهِ مِنَ الْمُنَافِقِیْن (اے حذیفہ قسم بخدا میں بھی اُن منافقین میں شامل تھا)'' (صفحہ 147)۔

(ح) حضورؐ کو قتل کرنے کی سازش پر چند وضاحتیں اور تنقیدی توجہات؟

اس سازش اور حملے پر جو روایت کثرت نے مشہور کی ہے وہ آپ نے دیکھ لی ہے۔ اس روایت میں رسولؐ اللہ کے ساتھ صرف دو آدمی تھے اور کہا گیا کہ صرف ایک آدمی نے دس بارہ یا چودہ آدمیوں کو بھگا دیا جو ایک عجیب اور نا قابلِ قبول بات ہے۔ اور حملہ آوروں کو نہ صرف بزدل اور انتہائی ڈرپوک ثابت کرنے والی روایت ہے بلکہ اُن کو نہایت احمق اور کسی کو قتل کرنے کی اسکیم بنانے کا نا اہل اور نا عاقبت اندیش بھی ثابت کرتی ہے یعنی انہوں نے نہ تصادم کے متعلق کچھ سوچا اور نہ حفظ ماتقدم کا خیال رکھا اور اس طرح سوچا کہ رسولؐ تنہا اونٹ پر بیٹھے، اونگھتے چلے جا رہے ہوں گے۔ اور اگر کچھ لوگ رسولؐ کے ساتھ جا رہے ہوں گے تو وہ اندھے بہرے ہوں گے انہیں مار دیا جائے گا۔ اگر اندھے نہ ہوں گے تو دس پندرہ آدمیوں کو دیکھ کر بھاگ جائیں گے یا سلام کر کے ہماری اطاعت اختیار کر لیں گے۔ رہ گیا روایت میں پہچان لئے جانے کا اندیشہ یہ بھی روایت ساز کی حماقت ہے جب وہ قتل کر دیں گے تو پہچان لئے جانے سے اُنہیں کیا نقصان ہوتا؟ بہر حال سازش کرنے والوں کی سازشی بصیرت کو اللہ نے مکر فرمایا ہے جو نہایت عقلمند ہونے کا ثبوت ہے اور اُن کے مکر کے مقابلہ میں اللہ نے خود کو خیر الماکرین فرما کر اُن کے مکر کے درجہ کو بہت بلند کر دیا ہے۔ البتہ روایت ساز شخص اور روایت قبول کرنے والے یا خود احمق تھے یا پھر وہ سارے مسلمانوں کو احمق سمجھتے تھے۔

ہم قرآن کے مقابلے میں ہرگز قریش کی یا سارے عرب کی بات کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ چونکہ قرآن نے اُن کو اسلام اختیار کر لینے کے بعد کفر کا مجرم کہا ہے لہٰذا قتل کی سازش میں جو لوگ تھے انہیں قریشی زبان میں کافر یعنی منکر اسلام کہا جا سکتا ہے۔ منافق نہیں۔ منافق تو اسلام اختیار ہی نہیں کرتا اور منافق کے ظاہری اسلام کو اللہ اسلام نہیں کہتا۔ پھر عربی زبان میں اور قرآن میں کافر یا کفر کے معنی منکر اسلام ہیں ہی نہیں۔ حق کو چھپانا کفر ہے (تفہیم جلد اول صفحہ 129) اور حق کو چھپانے والے سارے قریشی مسلمان تھے۔ اگر قریش کی پوری قوم کو منافق مانا جائے تو خیر ہے۔ لہٰذا روایات میں یا ترجموں میں بار بار سازش کرنیوالوں کو منافق کہنا پروپیگنڈا ہے حقیقت نہیں ہے اور یہ راویوں کے اپنے الفاظ ہیں رسولؐ کے نہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

سازش اور سازشین کی صحیح صورتِ حال

جس گھاٹی میں حملہ کی اسکیم بنائی گئی تھی اس کا نام ''عقبہ'' تھا۔ یہ ایک تنگ راستہ تھا جس میں سے بمشکل دو گھوڑے سوار برابر برابر گزر سکتے تھے۔ دونوں طرف بلند پہاڑ تھے اور چڑھنا بہت ہی مشکل تھا۔ اسکیم یہ تھی کہ رات کو تمام سازشی لوگ پہاڑوں کی دوسری طرف سے اوپر چوٹیوں پر چڑھ جائیں گے۔ اور پہاڑوں کی ڈھلوان پر پڑے ہوئے پتھروں کو اس طرح ترتیب دیں لیں گے کہ اگر اوپر والے ایک پتھر کو لُڑھکا دیا جائے تو وہ دوسرے کو اور پھر وہ دونوں تیسرے پتھر کو لڑھکاتے چلے جائیں۔ لہٰذا رسولؐ کے گھاٹی میں داخل ہوتے ہی یہ لوگ اپنے اپنے سامنے والے پتھر کو دھکیل کر چلتا کر دیں اور پھر اینٹوں کی ریل کی طرح پتھر لڑھکتے ہوئے رسولؐ اور ان کے ساتھیوں کو گرائیں اور کام تمام کر دیں۔ یہ انتظام کر کے وہ لوگ منتظر تھے اور حضورؐ مع حذیفہ وعمار رضی اللہ عنھما گھاٹی میں داخل ہوئے جیسے ہی نشانے کی سیدھ میں پہنچے بجلی چمکی، کڑاکا ہوا، اور روشنی پھیل گئی اور کافی دیر تک منظر روشن رہا۔ دو چار پتھر لڑھکائے گئے مگر ناکام رہے۔ روشنی میں سب پہچان لئے گئے اور یہ گروہ بھاگ کر فوج میں جاملا۔ پہاڑوں کے اُس پار قیام کیا گیا۔ صبح کو ہوا جو بیان ہوا۔

19۔ حضرت علیؑ نے عربوں کے دین کو ''شَرُّ الدِّین'' فرمایا ہے، یعنی عرب دین کے بدترین مجموعہ پر یا، دین کی بدترین صورت پر عمل کرتے تھے

حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبے میں اپنے دوسرے عنوان کی ابتدا یوں فرمائی ہے کہ:

وَ اَنْتُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلٰی شَرِّ دِیْنٍ وَ فِی شَرِّ دَارٍ ۔

''اے عربی معاشرہ کے لوگو تم دین کے بدترین پہلو پر کاربند ہو اور اسی طرح قابلِ آبادی علاقوں میں تم بدترین علاقے میں سکونت پذیر ہو''۔

حضورؑ کا یہ بیان بہت معنی خیز ہے اور عربوں کے سابقہ اور موجودہ دین کو لمحۂ فکریہ بنا دیتا ہے اور دونوں زمانوں پر صادق آتا ہے۔ یعنی بعثت سے پہلے بھی عربوں کا دین یہی تھا جو اسلام لانے کے بعد انہوں نے اختیار کیا اور آج تک جس پر قریشی مسلمان عمل کرتے آئے ہیں۔

(الف) عربوں کے لیڈروں، علما، مجتہدین اور راہنماؤں نے حقیقی دین کا میک اپ make up کر کے رائج کر دیا تھا

اس بات کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم سے مدد لینا ہوگی چنانچہ اللہ نے عربوں کے دین کے ایک پہلو کو بیان فرماتے ہوئے اُن کے چند مسائل اور فیصلوں کو سامنے رکھا ہے۔ اور پھر اُن مسائل کو تیار کرنے کی وجہ بیان کی ہے۔ لہٰذا مودودی کے قریشی ترجمے سے قرآن کا بیان پڑھئے:

''اے محمدؐ! کہہ دو کہ لوگو، (یٰقَوْمِ) تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو اور میں بھی اپنی جگہ عمل کر رہا ہوں، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار (عَاقِبَةُ الدَّارِ) کس کے حق میں بہتر ہوتا ہے، بہرحال یہ حقیقت ہے کہ ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ (وجعلوا) اُن لوگوں نے اللہ کے لئے خود اُسی کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ''یہ اللہ کے لئے ہے'' بزعم خود، اور یہ ہمارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کے لئے۔ پھر جو حصہ اُن کے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کے لئے ہے ''وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا'' مگر جو اللہ کے لئے ہے ''وہ اُن کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے'' کیسے بُرے فیصلے کرتے ہیں یہ (قوم کے۔ احسن) لوگ؟ (وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ) اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے اُن کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کو خوشنما بنا دیا ہے تاکہ اُن کو ہلاکت میں مبتلا کریں اور اُن پر اُن کے دین کو مشتبہ بنا دیں۔ (لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ)۔ اگر اللہ چاہتا تو یہ (قوم۔ احسن) ایسا نہ کرتے لہٰذا انہیں چھوڑ دو کہ اپنی افترا پردازیوں میں لگے رہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ جانور اور یہ کھیت محفوظ ہیں، انہیں صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنہیں ہم کھلانا چاہیں، یہ پابندی اُن کی خود ساختہ ہے۔ پھر

Presented by Ziaraat.Com

کچھ جانور ہیں جن پر سواری اور بار برداری حرام کر دی گئی ہے اور کچھ جانور ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے اور یہ سب کچھ انہوں نے اللہ پر افترا کیا ہے، عنقریب اللہ انہیں ان افترا پردازیوں کا بدلہ دے گا''۔(سورہ انعام 138 تا 6/135)(تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 583 تا 587)

(ب) اِن چاروں آیات کی تشریح قریشی اجتہاد واستنباطِ احکام کی قدامت اور اللہ کے دین کی جزئیات مقرر کرنے پر روشنی ڈالتی ہے۔

آیات میں مذکور مسائل تک پہنچنے سے پہلے آپ چند ابتدائی اور بنیادی باتیں نوٹ کر لیں تا کہ قریشی علما اور مشرکین میں مماثلت اور یکسانی دیکھی جا سکے۔اول یہ بات کہ اگر ان آیات میں سے لفظ مشرکین اور شرکا نکال دیا جائے تو موجودہ یا گذشتہ مسلمانوں میں اور بعثت سے پہلے کے لوگوں میں کوئی فرق نہیں رہتا ہے۔دوسری بات یہ کہ جنہیں مشرکین یا بعثت سے پہلے کے لوگ کہا جا رہا ہے وہ اللہ کو نہ صرف مانتے ہیں بلکہ اپنے مسائل میں اللہ کو ہر وقت ملحوظ رکھتے ہیں، اُس کا حق اور حصہ تجویز کرتے ہیں۔تیسری بات یہ ہے کہ جہاں وہ اللہ کا حق اور حصہ مانتے اور تجویز کرتے ہیں، وہیں اُن کے کچھ شرکا یا شریک بھی ہیں۔اُن کا حصہ بھی دینی حیثیت سے مانتے اور تجویز کرتے ہیں۔چوتھی بات یہ ہے کہ جنہیں اللہ نے اُن کے شریک یا شرکا فرمایا ہے اور جن کو وہ خود بھی اپنے شرکا مانتے ہیں وہ کوئی پتھر یا لکڑی وغیرہ کے بُت یا مجسمے نہیں ہیں بلکہ وہ علما ہیں جو دین میں، بقول قرآن افترا کر رہے ہیں یا بقول مودودی اُن کے دین سے خود ساختہ مسائل واحکام تیار کر کے نافذ کرتے ہیں۔اور جن کو وہ لوگ اللہ کی طرح حصہ دیتے ہیں۔اور جن کو اللہ کا حصہ بھی مل سکتا ہے اور جن کا حصہ اللہ کو نہیں مل سکتا۔اور جو اُن کے دین کو اُن پر مشتبہ کرتے ہیں۔اور جنھوں نے قتل اولاد کو بھی پسندیدہ فعل بنا کر دکھا دیا ہے۔اور جن کے لئے اللہ نے آنحضرتؐ کو حکم دیا ہے کہ انہیں اُن کی افترا پردازیوں میں لگا رہنے دو۔پانچویں بات یہ ہے کہ اُن لوگوں کو شرکا اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ دینی مسائل تیار کرنے میں اللہ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اور ایسے لوگوں کو مشرک کہا گیا ہے جو اللہ کے ساتھ دینی مسائل تیار کرنے میں علما کو شریک مانتے ہیں اور اُن کے تیار کردہ دینی احکام کو واجب التعمیل مانتے ہیں۔

(ج) اِن آیات کی رُو سے قریش اسلام لانے کے بعد بھی مشرک ہی رہے ہیں۔

چھٹی بات آخری بات ہے اور وہ یہ ہے کہ ان آیات میں مذکور لوگوں کے پاس ایک حقیقی دین تھا مثلاً جسے اُن کے شرکا، بقول مودودی مشتبہ کر رہے تھے (لِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ) اور بقول خدا، میک اپ (make up) کرتے تھے۔

قریش کے مسلمانوں میں اور بعثت سے پہلے قریش میں نظامِ اجتہاد مشترک تھا۔

بہرحال ان چھ باتوں سے معلوم وثابت ہوا کہ بعثت سے پہلے کے قریش کے پاس بھی حقیقی دین تھا اور وہ اس دین پر ایمان رکھتے تھے۔اُسی طرح قریشی مسلمانوں کے پاس بھی حقیقی دین تھا اور وہ بھی اُس پر ایمان رکھتے تھے۔اِن دو قسم کے لوگوں کے یہاں علما، راہنما یا دانشوروں کا ایک ایسا گروہ تھا جو اُن کے حقیقی دین میں تلبیس یا افترا کر کے خود مسائل تیار کرتے تھے اور دونوں جماعتیں اُن خود ساختہ مسائل پر عمل کرتی تھیں۔ایسے گروہ کی موجودگی اور کارکردگی کی بنا پر اللہ نے اول الذکر کو مشرک فرمایا ہے لہٰذا ثانی الذکر خود بخود مشرک ثابت ہو گیا ہے۔

قریشی مسلمانوں کو مشرکین کے طریقے پر چلنے اور شرکا کی اطاعت کرنے سے منع کیا گیا تھا۔

اور نظام شرک واجتہاد کی اطاعت کرنے اور مشرک بن جانے سے قریشی مسلمانوں کو روکنے کے لئے فرمایا تھا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۔۔۔۔۔ الخ (آل عمران 3/149)

''اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہوا گر تم نے اُن لوگوں کی اطاعت اختیار کر لی جو حق کو چھپاتے ہیں تو تمہیں پھر پچھلی طرف واپس کر لیں

Presented by Ziaraat.Com

گے یعنی سابقہ مذہب پر ڈال دیں گے''۔

معلوم ہوا کہ مسلمان پہلے ہی سے اُن لوگوں کی اطاعت میں مصروف تھے۔ اِسی لئے اُن مسلمانوں کو اُن کی اطاعت سے منع نہیں کیا بلکہ اطاعت کے نتیجے سے خبردار کیا ہے اور بتایا ہے کہ تم خسارہ اور نقصانات کے انقلابات میں پھنس جاؤ گے (آل عمران 3/149)

(د) ان آیات سے قریش کا نظامِ اجتہاد یعنی شرک ثابت ہوا اب اُن کے مسائل کا آپس میں مشترک ہونا بھی دیکھ لیں۔

اُن آیات (سورہ انعام۔138 تا 6/135) میں پہلا اجتہادی مسئلہ یہ ہے کہ بعض چیزوں میں بعثت سے پہلے کے قریش اللہ کا اور اپنے راہنماؤں کا الگ الگ حصہ مقرر کرتے تھے بالکل اسی طرح قریشی مسلمانوں نے اللہ و رسولؐ کا الگ حصہ مقرر سمجھا تھا چنانچہ قریشی عالم کا ترجمہ سنیئے:

(1) ''جو کچھ بھی اللہ ان بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتامیٰ و مساکین اور مسافروں کے لئے ہے۔ تاکہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ جو کچھ رسولؐ تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ اللہ سے ڈرو اللہ سخت سزا دینے والا ہے''۔ (حشر 59/7 تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 389...392)

(2) اور سنیئے: ''تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں؟ کہو کہ یہ انفال تو اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ہیں۔ پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو''۔ (انفال 8/1، تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 128)

(3) تیسرا متعلقہ مقام: ''اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اُس کا پانچواں حصہ اللہ اور اُس کے رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اُس چیز پر جو فیصلے کے روز یعنی دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے دن، ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی (تو یہ حصہ بخوشی ادا کرو) اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔ (انفال 8/41، تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 145-146)

اس مالی صورتحال اور ان تینوں آیات (59/7,8/1,8/41) کے متعلق تفصیلی گفتگو ہماری تفسیر میں ملاحظہ ہو یہاں تو صرف یہ دکھانا ہے کہ گو اللہ نے زیرِ بحث آیات میں تمام اموال کی ملکیت اپنے اور اپنے رسولؐ کیلئے مخصوص کر دی (8/1) اور پھر اموال تقسیم کے تمام اختیارات بھی رسولؐ کو دے دیئے ہیں اور حکم دے دیا ہے کہ کوئی رسولؐ کے معاملے میں چون و چرا نہ کرے اور چون نہ کرنیوالوں ہی کو مومن گردانا ہے۔ (59/7)

پھر آپ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کے شرکا یعنی مجتہدین نے مشرکین کی طرح اللہ کا حصہ الگ سے بیان کیا ہے۔ سنیئے:

اول۔ ''اِن میں سب سے پہلا حصہ اللہ اور رسولؐ کا ہے''۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 391) اور

دوم۔ ''اس تقسیم میں اللہ اور رسولؐ کا حصہ ایک ہی ہے''۔ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 146)

سوم۔ ''حضورؐ کے بعد (اللہ و رسولؐ کا۔ احسنؔ) حصہ مسلمانوں کے بیت المال کی طرف منتقل ہو گیا'' (تفہیم القرآن 5 صفحہ 391)

چہارم۔ ''فقہائے شافعیہ کی اکثریت کا قول اس معاملے میں وہی ہے جو جمہور کا قول ہے کہ (اللہ و رسولؐ کا۔ احسنؔ) حصہ اب مسلمانوں کے دینی و اجتماعی مصالح کے لئے ہے''۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 391)

(ہ) اللہ و رسولؐ کے حصہ کے ساتھ رسولؐ کے اہلبیت کا حصہ بھی قریش کے شرکا نے یعنی مجتہدین نے غصب کر لیا تھا۔

یہاں دوسرے حصہ کے تعین کے لئے فرمایا ہے کہ:

اول۔ ''دوسرا حصہ رشتہ داروں کا ہے اور اُن سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں''۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 391)

Presented by Ziaraat.Com

قریشی مومنین کے شرکا یا مجتہدین کے فیصلے سُن لیں۔

1۔بعض لوگوں کی رائے تھی کہ پہلا (یعنی اللہ ورسوؐل والا) حصہ حضوؐر کے (بن بنائے) خلیفہ کو ملنا چاہیئے۔ 2۔کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ دوسرا حصہ حضوؐر کے رشتہ داروں کو ملنا چاہیئے۔3۔کچھ اورلوگوں کا خیال تھا کہ دوسرا حصہ خلیفہ کے رشتے داروں کو دیا جانا چاہیئے۔ 4۔آخر کاراس بات پر اجماع ہو گیا کہ یہ دونوں حصے (یعنی اللہ، رسوؐل اور اہلبیتؑ کے حصے۔احسنؔ) جہاد کی ضروریات پر صرف کئے جائیں''۔5۔عطاء بن سائب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدؒالعزیز نے اپنے عہد میں اللہ ورسوؐل کا حصہ اور رشتہ داروں کا حصہ بنی ہاشم کو بھیجنا شروع کر دیا تھا''(تفہیم القرآن جلد5 صفحہ 392)

آیات انعام (6/134-138) میں اللہ نے بعثت سے قبل کے قریش کے دین کو شرک، قریش کو مشرک اوراُنکے دین میں خود ساختہ مسائل گھڑنے والوں کو قریش کے شرکا فرمایا تھا اور وہی سب کچھ قرآن اور مودودی کے بیان سے بعثت کے بعد والے بلکہ آج تک والے مومن قریش کے لئے ہم نے پیش کر دیا۔دین کی اسی مجتہدانہ صورت کو حضرت علی علیہ السلام نے'' شَرّ دِیْن'' دین کی بدترین صورت فرمایا ہے۔

(و) مودودی مانتے ہیں کہ بعثت سے قبل کے قریش کے پاس بھی حقیقی دین تھا جسے مجتہدین نے خودساختہ اجتہادی مسائل سے بگاڑا تھا

یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ قریش بعثت سے پہلے بھی نظامِ اجتہاد یا نظامِ شرکت پر کاربند تھے اوراسلام لانے کے بعد بھی اُسی پر کاربند رہے۔اب مودودی سے ایک بیان سنئے اور دیکھئے کہ وہ بھی اس حقیقت کو مانتے ہیں مگر احتیاطی الفاظ اور جملے لکھتے ہوئے گزرتے ہیں تاکہ نہ اجتہاد کی بُو آئے نہ قریشی شرکا یا مجتہدین کی طرف دھیان جائے۔سنئے اور خود اپنی بصیرت سے حقیقی نتیجے تک پہنچ جایئے:۔

زمانۂ جاہلیت کے قریش اور حقیقی اسلام میں دین سازی

''زمانۂ جاہلیت کے عرب اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کا پیرو کہتے اور سمجھتے تھے۔اوراس بنا پراُن کا خیال یہ تھا کہ جس مذہب کا وہ اتباع کر رہے ہیں وہ خدا کا پسندیدہ مذہب ہی ہے۔لیکن جو دین اُن لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ سے سیکھا تھا۔اُس کے اندر بعد کی صدیوں میں مذہبی پیشوا (یہ دراصل مجتہد تھے۔احسنؔ)، قبائل کے سردار، خاندانوں کے بڑے بوڑھے اور مختلف لوگ طرح طرح کے عقائد اور اعمال اور رسوم کا اضافہ کرتے چلے گئے جنہیں آنے والی نسلوں نے اصل مذہب کا جُز سمجھا اور عقیدت مندی کے ساتھ اُن کی پیروی کی۔۔اِسی صورتِ حال کی ترجمانی اس فقرے (وَ لِیَلْبِسُوْا عَلَیْھِمْ دِیْنَھُمْ) میں کی گئی ہے''(تفہیم القرآن جلداول صفحہ 587)

رسالتؐ ونبوتؐ پر ایمان لاکر قریش نے زمانہ جاہلیت والے قریش کو بھی مات کر دیا

ہمارے پاس فی الحال اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم مودودی کے قلم سے قریشی راہنماؤں اور شرکا کے شرک واجتہاد کی تفصیل لکھیں اس لئے مودودی کا صرف مختصر سا ایک بیان لکھ دیتے ہیں تاکہ اسلام لانے کے بعد قریش کی پوری مشرکانہ کوششوں کا لُب لُباب سامنے آجائے۔چنانچہ ایک آیت، اُس کا ترجمہ اور تشریح مودودی سے سنئے: قَدْ سَاَلَھَا قَوْ مٌ مِّنْ قَبْلِکُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِھَا کٰفِرِیْنَO(المائدۃ 5/102)

''تم سے پہلے ایک گروہ نے اسی قسم کے سوالات کئے تھے۔پھر وہ لوگ اُن ہی باتوں کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو گئے''(تفہیم القرآن جلد1 صفحہ 508)

مودودی تشریح ''117 یعنی پہلے انہوں نے خود ہی عقائد اور احکام میں موشگافیاں کیں اور ایک ایک چیز کے متعلق سوال کر کر کے تفصیلات اور قیود کا ایک جال اپنے لئے تیار کرایا، پھر خود ہی اس میں اُلجھ کر اعتقادی گمراہیوں اور عملی نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے اس گروہ سے مراد یہودی ہیں جن کے

نقش قدم پر چلنے میں، قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہات کے باوجود، مسلمانوں نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی ہے'' (ایضا صفحہ 508)

یہ تھا عربوں کا وہ دین جس میں شر وفساد و گمراہی روز افزوں طریقے پر بڑھتی چلی آئی ہے۔سوچیئے کہ جن لوگوں کے باپ دادا اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے اپنے مذہب کی روشنی میں نکاح کرتے چلے آرہے ہوں اُن لوگوں کو حرامی نہ کہنا اور اصلاح کیلئے انہیں سوسائٹی میں قبول کر لینا کتنی وسیع القلبی چاہتا ہے؟ یہ کام صرف اللہ کا نائبؑ ہی کر سکتا ہے۔وہ ایسی زبان بولتا ہے جو لوگوں کو ہدایت کی طرف کھینچے، دُور نہ بھگائے۔حضرت علی علیہ السلام کے اس جملے کی متانت اور گہرائی کو کہ:

اے عربی معاشرہ کے لوگو تم دین کی شَرّی حالت میں تھے (یا مَعْشَرَ الْعَرَبِ اَنْتُمْ عَلٰی شَرِّ دِیْنٍ) (خطبہ 26، جملہ 3)

(ز) اللہ، رسولؐ، علیؑ اور قرآن نے عربوں کے ساتھ جو نرمی اور مہذب زبان استعمال کی وہ عربوں کو نہ راس آئی، اور نہ وہ اُن کیلئے مخصوص تھی؟

قرآن کی اس آیت (نساء 4/22) کے آئینے میں دیکھیں کہ قرآن عربوں کو مخاطب تو کرتا ہے۔مگر اُن تک محدود نہیں ہے۔اگر قرآن کے مخاطب صرف عرب ہوتے تو اُن کے لئے وہ زبان بولنا ضروری تھی جو، ہم بولتے ہیں تا کہ اُن کو پوری طرح سمجھ میں آئے اور ٹخنوں تک اُتر جائے۔بہر حال انہیں بڑے مہذب انداز میں یہ کہا گیا کہ:

وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَاقَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًاوَسَآءَ سَبِیْلًا O حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهٰتُکُمْ وَ بَنٰتُکُمْ وَاَخَوٰتُکُمْ وَعَمّٰتُکُمْ... الخ۔(سورۃ النساء 23-4/22)

''اور اے عربو تم اُن عورتوں سے نکاح نہ کیا کرو جن سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا تھا۔درحقیقت باپ دادا کی منکوحہ عورتوں سے نکاح کرتے چلے آنا بڑی بے حیائی کا فعل تھا بہت ناپسندیدہ حرکت تھی اور بہت بُرا مذہبی طریقہ تھا۔بہر حال جو پہلے ہو چکا وہ تو ہو ہی چکا مگر اب آئندہ تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جنھوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہو اور اُن بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارے ازدواجی تعلقات رہ چکے ہوں حرام ہیں۔البتہ اگر عورتوں سے صرف نکاح ہوا تھا تعلق زوجیت نہ ہوا تھا تو اُن کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں حرج نہیں ہے۔اور تم پر اپنے صلب سے پیدا ہونے والے بیٹوں کی بیویاں بھی حرام ہیں اور دو حقیقی بہنوں کا نکاح میں ایک ساتھ رکھنا بھی حرام ہے۔البتہ جو پہلے ہو چکا وہ تو ہو ہی چکا یقیناً آئندہ پابندی کرنے والے لوگوں کے لئے اللہ غفور اور رحیم ہے''۔(نساء 23-4/22)

سوچیئے کہ عربوں میں کیا کیا ہو چکا تھا؟ اپنی ماں سے اولاد پیدا کرنے والا شخص کیسا ہو سکتا ہے؟ پھر اپنی ماں سے اپنی بیٹی پیدا کر کے اُس سے نکاح کرنے والے کو کیا کہو گے؟ پھر وہ شخص کتنا شاندار آدمی ہو سکتا ہے جس کی بیویوں میں ایک اس کی حقیقی ماں ہو ایک اس کی حقیقی بیٹی ہو ایک اس کی حقیقی بہن ہو ایک خالہ ہو ایک بھانجی اور ایک بھتیجی ہو اور ایک پھوپھی ہو اور اُن سب سے لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوں اور وہ بھی اِسی قریشی سنت اور قانون پر عمل کریں تو اُس نسل کو کیا کہو گے جو اس مرکب زنا یا نکاح سے دوسو سال میں پیدا ہو گی ایسی نسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخاطب تھی۔اس نسل کے لئے یہ کہنا تو بہت حقیری سی بات ہے کہ تم دین کی بدترین حالت میں تھے۔اس جملے کو شریف النسل لوگ اُس گہرائی سے نہیں سمجھ سکتے جس گہرائی سے خود عرب سمجھتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

(ح) اللہ اور انبیاءؑ کیسا معاشرہ چاہتے ہیں اور قریشی مسلمان علما نے اُسے ازسرِنو کیسا بنانا چاہا؟

عربوں کی پیدا کردہ اس حرام در حرام در دو لاکھ گنا حرام نسل کو حلال وطیب نسل میں بدلنے کے لئے قرآن واحادیث نے جنسی تعلق پر سیکڑوں پابندیاں لگائیں مگر قریشی مجتہدین نے کوشش جاری رکھی کہ حرام دنیا سے غائب نہ ہو جائے لہٰذا ادل بدل کر اور مین میخ نکال کر قریشی علما اور مجتہدین حرام کو برقرار رکھنے میں کوشاں رہے۔اس سلسلے میں بھی مودودی کی ناگواری ملاحظہ کریں لکھا ہے کہ:۔

''اس امر میں اختلاف ہے کہ جس عورت سے باپ کا ناجائز تعلق ہو چکا ہو وہ بھی بیٹے پر حرام ہے یا نہیں؟ سلف میں سے بعض علما اس کی حرمت کے قائل نہیں ہیں اور بعض علما اسے بھی حرام قرار دیتے ہیں، بلکہ اُن علما کے نزدیک جس عورت کو باپ نے شہوت سے ہاتھ بھی لگایا ہو وہ بھی بیٹے پر حرام ہے۔اسی طرح سلف میں اس امر پر بھی اختلاف رہا ہے کہ جس عورت سے بیٹے کا ناجائز تعلق ہو چکا ہو، وہ باپ پر حرام ہے یا نہیں؟ اور جس مرد سے ماں یا بیٹی کا ناجائز تعلق رہا ہو یا بعد میں ہو جائے اُس سے ماں اور بیٹی کا نکاح کرنا حرام ہے یا نہیں؟ اس باب میں فقیہانہ بحثیں بہت طویل ہیں، مگر یہ بات بادنیٰ تامل سمجھ میں آسکتی ہے کہ کسی شخص کے نکاح میں ایسی عورت کا ہونا جس پر اُس کا باپ یا اُس کا بیٹا بھی نظر رکھتا ہو یا جس کی ماں یا بیٹی پر بھی اُس کی نگاہ ہو، ایک صالح معاشرت کے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہو سکتا۔شریعت الٰہی کا مزاج اس معاملے میں اُن قانونی موشگافیوں کو قبول نہیں کرتا (جو قریشی علما نے جاری کی ہیں اور) جن کی بنا پر نکاح اور غیر نکاح اور قبل نکاح اور لمس اور نظر وغیرہ میں فرق کیا جاتا ہے (اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا جاتا ہے۔احسنؔ) سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ خاندانی زندگی میں ایک ہی عورت کے ساتھ باپ اور بیٹے کے، یا ایک ہی مرد کے ساتھ ماں اور بیٹی کے شہوانی جذبات وابستہ ہونا سخت مفاسد کا موجب ہے''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 336-337، حاشیہ 34)

علامہ کے بیان سے ثابت ہوا کہ قریشی علما حرام کردہ جنسی تعلقات کو چند الفاظ کی آڑ لے کر حلال کرتے رہے ہیں۔

(ط) بیٹی اور ماں سے جنسی تعلق کی ایک ایک مثال ایسی کتاب سے جو عربوں کے فضائل ومناقب میں لکھی گئی۔

علامہ آلوسی عربوں کی طرفداری میں بددیانتی کی انتہا تک متعصب ہیں وہ اپنی مشہور کتاب بلوغ الارب میں لکھتے ہیں کہ:

(1) ''بنی تمیم کے سردار حاجب بن زرارہ نے اپنی بیٹی سے شادی کر لی تھی اور اُس سے بچے بھی پیدا ہوئے تھے۔
اُس نے کسریٰ کی بیٹی کے نام پر اس کا نام دُختنوس رکھا تھا''۔(جلد 2 صفحہ 369)

(2) ''اُن قبیح باتوں میں سے جو عرب کیا کرتے تھے ایک یہ تھی کہ ایک شخص باپ کے مرجانے پر باپ کی بیوی کو اپنے عقد میں لے لیتا تھا''(ایضاً صفحہ 371)

(3) ''ابو جحیہ سعید بن عاصم نے مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کی دو بیٹیوں ھند اور صفیہ کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھا مگر اسلام نے اسے باطل قرار دے دیا''۔(ایضاً صفحہ 371)

یہ تھا عربوں کے علما اور مجتہدین کا تیار کیا ہوا دین جسے حضرت علی علیہ السلام نے ''شَرِّ دِیْنٍ'' فرمایا اور اس سے نرم ریمارکس ممکن نہیں تھے۔

20۔ عربوں کے بودوباش کے مقام کو بہت شرانگیز یا بہت بُری جگہ قرار دیا ہے۔قدیم الایام اور اُن کی ابتدائی حالت بتائی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام جن عربوں کی بات کر رہے ہیں وہ مخلوط النسل لوگ ہیں۔جو کسی ایک خاص قبیلے کے لوگ نہیں ہیں بلکہ جنگل و

Presented by Ziaraat.Com

بیابانوں اور ریگستانوں میں پیدا ہونے والے لوگ ہیں۔اُن سے صحیح تعارف کے لئے حضورؐ کے ایک اور خطبہ کے چند جملے ملاحظہ کرلیں تا کہ ہمارے لئے حضرت علیؑ کے مخاطبوں کا حال بیان کرنا اور آپ کے لئے اُنہیں سمجھنا اور پہچاننا آسان ہو جائے۔ارشاد ہے کہ:

فَاعْتَبِرُوْا بِحَالِ وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ وَبَنِىْ اِسْحَاقَ وَبَنِىْ اِسْرَائِيْلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ؛ فَمَا اَشَدَّاعْتِدَالَ الْاَحْوَالِ ؛وَاَقْرَبَ اشْتِبَاهَ الْاَمْثَالِ ؛ تَاَمَّلُوْا اَمْرَهُمْ فِىْ حَالِ تَشَتُّتِهِمْ وَتَفَرُّقِهِمْ ؛لَيَالِىَ كَانَتِ الْاَكَاسِرَةُ وَالْقَيَاصِرَةُ اَرْبَابًا لَهُمْ؛ يَحْتَازُوْنَهُمْ عَنْ رِّيْفِ الْاٰفَاقِ ؛وَبَحْرِالْعِرَاقِ وَخُضْرَةِ الدُّنْيَا اِلٰى مَنَابِتِ الشِّيْحِ؛ وَمَهَافِى الرِّيْحِ وَنَكَدِ الْمَعَاشِ ؛ فَتَرَكُوْهُمْ عَالَةً مَّسَاكِيْنَ اِخْوَانَ دَبَرٍوَّوَبَرٍ؛ اَذَلَّ الْاُمَمِ دَارًا؛ وَاَجْدَبَهُمْ قَرَارًا لَايَاْوُوْنَ اِلٰى جَنَاحِ دَعْوَةٍ يَّعْتَصِمُوْنَ بِهَا ؛وَلَا اِلٰى ظِلِّ اُلْفَةٍ يَعْتَمِدُوْنَ عَلٰى عِزِّهَا ؛ فَالْاَحْوَالُ مُضْطَرِبَةٌ ، وَالْاَيْدِىْ مُخْتَلِفَةٌ ، وَالْكَثْرَةُ مُتَفَرِّقَةٌ ، فِىْ بَلَاءِ اَزْلٍ ؛ وَاَطْبَاقِ جَهْلٍ مِنْ بَنَاتٍ مَّوْؤُدَةٍ ؛ وَاَصْنَامٍ مَّعْبُوْدَةٍ؛ وَاَرْحَامٍ مَّقْطُوْعَةٍ ؛وَغَارَاتٍ مَّشْنُوْنَةٍ ؛(مفتی جعفر خطبہ190،علی نقی خطبہ 234،بیان الامامۃ خطبہ235)

”تم اے مسلمانوں اولادِ اسماعیلؑ اور اولادِ اسحاقؑ اور بنی اسرائیل یعنی اولادِ یعقوبؑ کے حالات پر نظر ڈالو اور عبرت وسبق حاصل کرو۔دیکھو کہ سابقہ بیان شدہ لوگوں کے اور اِن تینوں حضرات کی اولادوں کے حالات کتنے شدید اعتدال کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔اور اُنکے حالاتِ زندگی کی مثالیں کتنی مشابہ ہیں۔چنانچہ تم لوگ اُن تینوں کی اولاد کے اُن حالات پر غور کرو جن سے اُن تینوں میں تفرقہ پڑا اور وہ بکھر گئے تھے۔وہ بے چین کی راتیں جن میں شاہانِ ایران (کسریٰ لوگ) اور شاہانِ روم (قیصر لقب بادشاہ) اُنکے ارباب (ربوبیت کرنیوالے) تھے۔تو وہ تفرقہ وانتشار پھیلانے والوں کو تمام اطراف سے ڈھونڈ نکالتے تھے اور تینوں گروہوں سے الگ کر دیتے تھے پھر اُنھیں سرسبز علاقوں سے اور عراق کے (دجلہ وفرات) دریاؤں سے سیراب ہونے والے علاقوں سے جلا وطن کر کے خار دار جھاڑیوں میں،آندھیوں کے بے روک بیابانوں میں اور ضروریاتِ زندگی سے محروم ریگستانوں میں دھکیل دیتے تھے۔اور انہیں ایسی حالت میں چھوڑ آتے تھے جہاں وہ زخموں سے چُور چُور اُونٹوں کے چرواہے اور بالوں سے بنائی ہوئی جھونپڑیوں کے باشندے بن کر رہ جاتے تھے۔ <u>اُن کا مقام بود و باش تمام اُمتوں سے ذلیل ترین ہوتا تھا</u>؛ اور اُن کا پڑاؤ خشک سالیوں سے تباہ حال ہوتا تھا۔نہ اُن کو کوئی ایسی دعوت سنائی دیتی تھی کہ جسکے بازوؤں میں جا کر پناہ اور تحفظ حاصل کر سکیں۔نہ کوئی الفت ومحبت کا سایہ فراہم تھا جسکے وقار وعزت کا بھروسہ کر سکیں۔یوں دھکیل دیئے جانے والوں کے حالات مضطرب اور درد انگیز تھے۔سب کے ہاتھ الگ الگ اور تعاون سے محروم تھے۔اُن کی کثرت افتراق واختلاف سے دوچار تھی۔جان سوز مصیبتوں اور جہالت کی تہوں کے نیچے دبے ہوئے تھے۔لڑکیاں زندہ درگور تھیں اور بت معبود بنے ہوئے تھے۔رشتے ناطے اور نسل منقطع ہو چکی تھی۔لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت پر بھی گزارہ نہ ہوتا تھا“۔

(مفتی جعفر خطبہ190،علی نقی خطبہ 234،بیان الامامۃ خطبہ235)

<u>(الف) بنو اسماعیلؑ،بنو اسحاقؑ اور اولادِ یعقوبؑ میں سے تمام فتنہ وفساد پھیلانے والوں کو عرب کے بے آب وگیاہ ریگستان میں کب دھکیلا جاتا تھا؟</u>

اس خطبہ 234 کی تشریح کرنے والے وہ لوگ ہیں۔جنہوں نے قریشی حکومتوں کے مسلسل اور صدیوں کے پروپیگنڈے سے سیکڑوں حقائق کو غلط صورت میں اختیار کر کے اُنہیں صحیح سمجھ کر بڑے زور شور سے دنیا کے سامنے رکھا اور دنیا بھر کو فریب وفراڈ میں اپنے ساتھ متفق کر لیا ہے۔اس غلط فہمی کو حقیقت سمجھنے کی حد یہ ہے کہ بہت سے حقائق کو قرآن نے چیخ چیخ کر بیان کیا اور انہوں نے چودہ سو سال تک سُنا اور کبھی خیال تک نہ کیا

Presented by Ziaraat.Com

کہ اللہ نے کیا کہا ہے اور ہم کیا کہہ رہے ہیں؟

(ب) قریش کے نام سے مشہور لوگ نہ نسلِ اسماعیلؑ سے ہیں نہ آنحضرتؐ سے اُن کا کوئی رشتہ ہے۔ وہ مخلوط النسل لوگ تھے۔ دشمنانِ رسولؐ اور حزبُ الشیطان تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے جن تین خاندانوں کے حالات پر غور کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ اُن میں پہلا خاندان حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہے۔ دوسرا حضرت اسحاقؑ کا خاندان ہے۔ تیسرا حضرت یعقوبؑ کا خاندان ہے۔ حضرت یعقوب کے خاندان کو الگ سے اس لئے فرمایا کہ اُن کی اولاد کو آنکھ بند کر کے بنی اسرائیل کہہ دیا جاتا ہے۔ یعنی حضرت اسحاقؑ کا ایک فرزند بنام حضرت عیسو علیہ السلام اپنے بھائی حضرت یعقوب سے ناراض ہو کر اپنے چچا حضرت اسماعیلؑ کے پاس چلے آئے تھے اور حضرت اسماعیلؑ نے اپنی بیٹی کی شادی اُن سے کر دی تھی اور اُن سے پیدا ہونے والی نسل کو حضرت علیؑ نے حضرت اسحاقؑ کی اولاد الگ سے فرمایا ہے اور یہ نسل مسلسل حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے وابستہ اور ساتھ ساتھ رہتی چلی آئی ہے اور آج تک ساتھ ساتھ ہیں۔ کوئی جانے نہ جانے کوئی سمجھے نہ سمجھے حقیقتِ واقعی یہی ہے۔ حضرت عیسوؑ ہی کو اُدوم کے لقب سے بھی پکارا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔ 1۔ جناب سارہؑ سے حضرت اسحاقؑ 2۔ حضرت ہاجرہؑ سے جناب اسماعیل علیہ السلام تھے۔ 3۔ قطورا۔ اُن سے جناب مدینؑ اور کئی اولادیں تھیں۔ جنہوں نے زبردست بادشاہتیں قائم کی تھیں اور اسرائیلی و نابتی حکومتوں سے بھی برسرِ پیکار رہتی تھیں۔ حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹوں کے نام و حالات پر علامہ سید سلیمان ندوی متوفی 1373 کا بیان سنیئے:

حضرت اسماعیلؑ کے بیٹوں کے نام جو حجاز میں آباد تھے 2000 ق م

''حضرت اسماعیلؑ کے بیٹوں کے نام یہ تھے۔ 1۔ نبایوط، 2۔ قیدار، 3۔ اُدبائیل، 4۔ مبشام، 5۔ مشماع، 6۔ دوماء، 7۔ مشا، 8۔ حدر، 9۔ تیما، 10۔ یطور، 11۔ نفیس، 12۔ قیدماہ۔ یہ بارہوں بیٹے حسبِ بشارت ربانی اپنے خاندان کے بارہ رئیس تھے (تکوین 25-13) اُن میں سب سے بڑے نبایوط اور اُن سے چھوٹے قیدار تھے۔ اور یہی دونوں پچھلی تاریخ میں سب سے نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ تمام بھائی باپ کے زمانہ میں اور ایک عرصہ بعد تک حجاز ہی میں آباد رہے اور چچازاد بھائی کے بیٹوں یعنی فرزندان مدین کے ساتھ مل کر یمن و حجاز سے شام و مصر تک تجارتی قافلوں کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے''۔ (کتاب ارض القران جلد دوم صفحہ 49)

توریت سے حضرت اسماعیلؑ کے بیٹوں کے نام تمام تاریخوں اور روایات کی بنیاد ہیں۔

یہ نام اور ناموں کی ترتیب تو صحیح ہے لیکن سید صاحب نے حوالہ غلط دیا تھا صحیح حوالہ اور نام دوبارہ دیکھیں:

هٰذِهٖ اَسْمَابَنِیْ اِسْمٰعِیْلَ بِحَسْبِ اَسْمَا ئِهِمْ وَ مَوَا لِیْدِ هِمْ: نَبَا یُوْتُ بِکْرُاِسْمٰعِیْلَ وَ قِیْدَارُ وَ اَدْبَئِیْلُ وَ مِبْسَا مُ وَمِشْمَا عُ وَدُوْمَةُ وَ مَسَّاوَ حَدَا دُ وَ تِیْمَا وَ یَطُوْرُ وَ نَا فِیْشُ وَ قِدْ مَةُ هٰؤُ لَآءِ بَنُوْ اِسْمٰعِیْلَ وَ هٰذِهٖ اَسْمَا ؤُ هُمْ بِحَسْبِ اَحْوِ یَتِهِمْ وَ حَظَا ئِرِ هِمْ اِثْنَا عَشَرَرَ عِیْمًا لِقَبَا ئِلِهِمْ۔ الخ (الکتاب المقدس الفصل الخامس و العشرون آیات نمبر 13 تا 19)

''اور اسماعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ یہ نام ترتیب وار اُن کی پیدائش کے مطابق ہیں۔ اسماعیلؑ کا پہلوٹا نبایوت تھا۔ پھر قیدار اور ادبئیل اور مبسام اور مشماع اور دومہ اور مسّا حدد اور تیما اور یطور اور نفیس اور قدمہ۔ یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں اور اُن ہی کے ناموں سے اُن کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ اپنے قبیلوں کے سردار ہوئے اور اسماعیل کی کل عمر ایک سو سینتیس برس کی ہوئی تب اُس نے

Presented by Ziaraat.Com

دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جاملا۔ اور اس کی اولاد حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راستے پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں آباد تھی۔ یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے''۔ (اردو بائبل صفحہ 25 باب 25 آیات 13 تا 19)

(ج) حضرت ابراہیمؑ کا خاندان 2000 ق م کے بعد عرب کے آباد علاقوں پر اور اُن کے چاروں طرف کے ممالک پر حکمران رہتا چلا آیا بعثت رسولؑ تک

یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں ظہورِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مسلسل نبوت رہی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں مستقلاً و مسلسل، بلا انقطاع امامتِ عظمیٰ جاری رہی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آخری وانتہائی درجہ ومقام تھا۔ یعنی حضورؑ کے دو بیٹے، اسماعیلؑ واسحاقؑ یکساں طور پر نبوت ورسالت ورثہ میں پاسکے۔ لیکن درجہ امامت سے صرف حضرت اسماعیلؑ ہی نوازے گئے تا کہ اس امامتؑ سے جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پیدا ہوں۔ چنانچہ حضرت اسماعیل کے بعد اُن کے جانشین امام نابت علیہ السلام ہوئے اور اُن کی اولاد میں امامت جاری رہی۔ اور آخر تمام انبیاؑء ورسلؑ کے نبیؑ اور رسولؐ (آلِ عمران 3/81) محمدؐ پیدا ہوئے اور تمام انبیاؑء، رسلؑ اور آئمہؑ کے امام علیؑ پیدا ہوئے تھے۔

تاریخ یونان وروم اور بائبل اور کتاب ارض القران سے ثابت ہے کہ حضرت مدینؑ وحضرت نابتؑ اور حضرت یعقوبؑ کی اولادیں برابر حکومت کرتی رہیں اور ظہور حضرت ختمیؐ مرتبت کے وقت تک سلطنتِ روم میں عیسائی حکومت تھی اور سورہ روم میں اُس کے مومن ہونے کا ثبوت موجود ہے باقی عربی آباد علاقوں پر نابت علیہ السلام کی اولاد حکمران تھی اور یہ نابتی اور عیسائی حکومتیں آپس میں تعاون اور اتحاد رکھتی تھیں اور سلاطین یونان وایران سے ہمیشہ برسرِ پیکار رہتی تھیں اُدھر تیسرے بھائی مدین کی اولاد کی حکومتوں سے برابر جنگ جاری رہی یہاں تک کہ آخر مدین کی حکومتوں کو اللہ نے اُن کی بداعمالیوں کی بنا پر برباد کر دیا تھا۔ اُن کی بربادی اور سرکشی کے حالات قرآن میں کئی جگہ بیان ہوئے ہیں (ھودؑ 11/84...95) اور حضرت مدینؑ ہی کی اولاد اور حکومتیں تھیں جو حضرت شعیب علیہ السلام کے مخاطب تھے اور یہی لوگ تھے جن کی سرکشی اور بغاوت کا ذکر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے (خطبہ 234) اور یہی لوگ تھے جن کی طرفداری کرنے والوں کو ہر جگہ سے اور ابراہیمیؑ خاندانوں کی ہر حکومت سے عرب کے ریگستانوں میں ڈھکیلا جاتا رہا۔ اور یوں وہ لوگ وجود میں آئے جنہیں آگے چل کر حجاز تک رسائی ملی اور جنہوں نے خود کو حضرت اسماعیلؑ کے خاندانوں سے وابستہ کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش وکمینہ راہیں اختیار کیں۔ یہی وہ لوگ تھے جن میں عورتوں کی کمی کی بنا پر ماں، بیٹی اور بہنوں سے اولادیں اور نسل پیدا کی گئی تھی۔ یہی تھے جو قریش کے نام سے خود کو متعارف کراتے رہے۔ یہی لوگ تھے جن میں حضرت اسماعیلؑ کی پارسا نسل سے عداوت اور دیرینہ کینہ تھا۔ اُنہیں اپنے اباواجداد سے معلوم ہوتا چلا آیا تھا کہ انہیں ایک زمانہ میں نبطی اور اسرائیلی حکومتوں نے بے دست وپا کر کے ریگستانوں میں پھینک دیا تھا۔ ریگستانی زندگی اور بودوباش ہی کو حضرت علیؑ نے خطبہ 26 میں فِیْ شَرِّ دَارٍ فرمایا ہے اور اسی بودوباش کو خطبہ 234 میں اَذَلَّ الْاُمَمِ دَارًا قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ ذلیل ترین لوگوں کی ایک قوم بن گئی تھی۔ جن کی ذاتی یا قومی ضروریات اور مصلحتیں ہی اُن کا دین تھیں، جسے حضورؐ نے'' عَلٰی شَرِّ دِیْنٍ ''فرمایا ہے۔ اور عَلٰی شَرِّ دِیْنٍ وَ فِیْ شَرِّ دَارٍ'' فرما کر اُن کی تمام کمینہ خصلتوں اور ابلیسی حالتوں اور ناہنجار ذہنیتوں کا خلاصہ فرما دیا ہے۔

(د) عرب اور اہلِ عرب کے متعلق چند اور حقائق اور قریشی لوگوں کا افرادِ نسل رسولؐ میں شامل ہو کر رسولؐ کی قوم بن جانے کی مہم

قرآن کریم اور جدید سنجیدہ تحقیقات کے مطابق نسلِ انسانی جس خطۂ ارض سے شروع ہو کر دنیا میں پھیلی وہ خطہ کئی ہزار سال بعد عرب

Presented by Ziaraat.Com

کہلایا ہے۔جس مقام کو مکہ کہا جاتا ہے قرآن کریم نے اُسے بَکّـہ فرمایا ہے(آل عمران 3/96)اور یہیں بیت اللہ کو اولین بیت یعنی زمین پر پہلا گھر فرمایا گیا ہے۔اوراسی کعبہ کو قدیم گھر بیت العتیق (حج 22/29) بھی فرمایا ہے۔ساتھ ہی مکہ کو دنیا کی تمام بستیوں کی ماں اُمُّ الـقُـریٰ (انعام 6/93) کہا گیا ہے۔اس طرح یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ زمین پر نسل انسانی کی جائے پیدائش یہی خطۂ زمین ہے جسے بعد میں دنیا عرب کہہ کر پکارتی رہے گی۔یہاں یہ بھی سُن لیں کہ زمین پر جہاں جہاں ریگستان ہیں وہاں ایک زمانہ میں بہت دریا اور پانی کی افراط تھی وہ علاقے دنیا کے سرسبز و شاداب ترین علاقے تھے۔رفتہ رفتہ پانی نے وہاں سیم اور شورہ پیدا کیا زمین کی مٹی ریت میں تبدیل ہوگئی۔اوراس معاملہ میں سب سے پہلا ریگستان بھی عرب ہی میں پیدا ہوا تھا۔چنانچہ عربی ریگستان میں اب بھی ایسے مقامات ہیں جہاں انسانی قدم نہیں پہنچے ہیں۔چنانچہ عرب کے ریگزار میں وہ مقام، جہاں دنیا سے اغوا کئے ہوئے بچوں،عورتوں اور مردوں کو غلامی کی تعلیم وتربیت وتعزیر دی جاتی ہے،ایسا دشوار گزار ہے کہ اگر چند آدمیوں کو وہاں پہنچانا ہوتا ہے تو ہر آدمی کے لئے ایک ایک اونٹ پانی سے لدا ہوا ساتھ لینا پڑتا ہے اور پندرہ روز تک ریگستان میں سفر کرنا اور بہت اختصار واحتیاط سے نپا تُلا پانی اور غذا استعمال کرنا لازم ہے اونٹوں کو بھی بہت کم پانی پلایا جاتا ہے۔اُس تربیتی مقام پر چشمے اور درخت ہیں وہاں اُن لوگوں کو چھوڑ کر یہ قافلہ واپس آجاتا ہے۔اسی طریقے سے انہیں دیگر سامان زندگی پہنچایا جاتا ہے۔ٹریننگ کے بعد فارغ التحصیل غلاموں اور کنیزوں کو مکہ کے بازار نخّاس،قلعہ نما خفیہ عمارت ہوتی ہے پہنچا دیا جاتا ہے جہاں سے وہ بڑے انتظام کے ساتھ عربی شیوخ کو فروخت کئے جاتے ہیں۔اُسی قسم کا انتظام ایرانی،عراقی،رومی اور یونانی حکومتیں کرتی تھیں۔تمام ناپسندیدہ لوگوں،لیڈروں،بدمعاشوں اور سیاسی خطرناک لوگوں کو فوجی قافلوں کی نگرانی میں عرب کے مذکورہ ریگزاروں میں پہنچا دیتی تھیں۔اسی طرح جس طرح ہندوستان سے مجرموں اور قیدیوں کو انڈومان نکوبار کے جزیروں میں بھیج دیا جاتا تھا۔عرب کے ریگستانوں میں یوں پہنچائے جانے والے لوگ تھے جن کی نسل کو جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

وَاَنْتُمْ یامَعْشَرَالْعَرَبِ عَلٰی شَرِّدِیْنٍ وَ فِیْ شَرِّدَارٍ،مُنِیْخُوْنَ بَیْنَ حِجارَةٍ خُشْنٍ وَّحَیَّاتٍ صُمٍّ، تَشْرَبُوْنَ الْکَدِرَ،وَتَاْکُلُوْنَ الْجَشِبَ،وَتَسْفِکُوْنَ دِمَآئَکُمْ،وَتَقْطَعُوْنَ اَرْحَامَکُمْ،اَلْاَصْنَامُ فِیْکُمْ مَنْصُوْبَةٌ،وَالْآثَامُ بِکُمْ مَعْصُوْبَةٌ۔(26خطبہ،جملے 3تا10)

”اوراے عرب کے معاشرہ کے لوگوتم شروفساد والے دین پر قائم تھے اور تمہارا ٹھکانہ بھی شروفساد میں ڈوبا ہوا تھا۔تم کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں کے اندر بستے تھے۔گدلا و گندہ پانی پیا کرتے تھے اور گندہ کھانا کھایا کرتے تھے۔اور آپس میں ایک دوسرے کا پانی اور روٹی کے لئے خون بہادیا کرتے تھے حتیٰ کہ اپنی نسل کُشی اور رشتہ داری کا بھی خیال نہ کرتے تھے۔تمہارے درمیان مجسمے بڑا مقام رکھتے تھے اورتم سر سے پیر تک گناہوں میں لپٹے ہوئے تھے۔“

مطلب یہ کہ تم ایسی ذلیل ورُسوا حالت میں رہتے ہوئے اچانک خوش حالی سے وابستہ کردیئے گئے۔اگر تم حلال زادے اور شریف نسل کے لوگ ہوتے تو اُن سب کا احسان مانتے جنہوں نے تمہیں ذلت کے غار سے نکال کر اوج کمال پر پہنچایا ہے۔مگر تم جو کچھ کرتے رہے ہو وہ تمہاری نسل و آباواجداد کی کمینگی بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔

پرویز اور عرب: غلام احمد پرویز کہتے ہیں کہ:

”تمدن وتہذیب کی بلند سطح تو ایک طرف،روزمرہ کے حوائج زندگی میں بھی وحشت و بربریت چلتی پھرتی نظر آتی تھی۔مثلاً کھانے

Presented by Ziaraat.Com

پکانے میں حلال وحرام تو ایک طرف نفیس وخبیث کی بھی تمیز نہ تھی حشرات الارض اُن کی عام غذا تھی۔ چھپکلیوں تک کو کھا جاتے تھے۔خون کو جما لیتے اور مزہ لے لے کر کھاتے۔ مردہ جانوروں کو کھا جاتے۔حتیٰ کہ چمڑے تک کو بھون کر کھا لیتے۔ درندگی کا یہ عالم کہ زندہ اونٹ کا کوھان اور دنبہ کی دم کی چکی کاٹ کر کھا جاتے۔ باپ کے مرنے کے بعد اُس کی تمام بیویاں بیٹے کی وراثت میں آجاتیں اور اُس کی جائز بیویاں سمجھی جاتیں۔ بیویوں کی تعداد کی کوئی حد ہی نہ تھی۔ عارضی نکاح (متعہ) کا عام رواج تھا۔ بدکاری کی اور بھی عجیب قسمیں تھیں۔ مثلاً شجاعت اور بہادری میں کسی کی شہرت سنتے تو اپنی بیوی اُس کے پاس بھیج دیتے۔ تاکہ اُس سے شجاع اور بہادر بچہ پیدا ہو۔ زنا کی اولاد کے متعلق عورت جس کی طرف انگلی اٹھا دیتی وہی اس کا باپ قرار پا جاتا اس پر طرفہ یہ کہ فسق وفجور کی ان خواہشات پر فخر کرتے اور ان کا ڈھنڈورا پیٹتے''۔ (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 137)

یہ تھا عربوں کا گناہوں میں لپٹا ہوا ہونا (وَ الْاٰثَامِ بِکُمْ مَعْصُوْبَۃٌ) یعنی حرام کاریوں کے مرکب سے پیدا ہونے والے اجسام ودماغ وقلب و ذہن جن کا ہر ذرہ ناپاک وخبیث تھا۔

اسلام لانے والوں میں دو قسم کے مومن موجود تھے، خبیث اور طیب دونوں کو الگ کرنا تھا

اس حقیقت کو اللہ نے بڑی کراہت اور تحمل سے نوٹ کیا مگر اعلان کر دیا تھا کہ :

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌO (آل عمران 3/179)

''یہ بات اللہ کیلئے موزوں نہیں ہے کہ اللہ مومنین کو اس مخلوط حالت میں چھوڑے رکھے جس میں تم آج کل چھوڑے ہوئے ہو۔ یہاں تک کہ خبیث مومنین میں اور نفیس مومنین میں تمیز نہ کرا دے۔ اور اللہ کے لئے یہ بھی موزوں نہیں ہے کہ وہ تمہیں اُس پوشیدہ اسکیم پر مطلع کر دے جس سے وہ تمیز کرائے گا۔ لیکن ایسے معاملات کو حل کرنے کے لئے اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے پسندیدہ بنا کر اُس سے ایسا کرایا کرتا ہے۔ چنانچہ اے مخلوط الحال مومنین تم فی الحال اتنا کرو کہ تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ازسرِ نو صحیح ایمان لے آو۔ چنانچہ اگر اب تم ایمان لے آئے اور تقوٰی اختیار کر لیا تو تمہارے لئے عظیم الشان اجر ہوگا۔ ورنہ نہیں''۔ (آل عمران 3/179)

یہ آیت پکار کر ان لوگوں کی طرف متوجہ کرتی ہے جو ایمان کا اعلان کرنے، نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے، زکاۃ دینے، اور جہاد میں ساتھ ساتھ رہنے اور حج کرتے رہنے کے بعد بھی ازسرتا پا خبیث تھے۔

سوچئے کہ یہ لوگ اُن لوگوں کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں جن کا ذکر ابھی پرویز نے کیا۔ جن کو حضرت علیؑ نے زیرِ توجہ رکھا۔ جن کو ماں اور بیٹی وغیرہ سے نکاح نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟ یہ یقیناً وہی ملاعین ہیں جو علیؑ و اولادِ علیؑ کو رسولؐ کی حکومت سے محروم کر کے خود حاکم بنے اور اُن پر تمام ممکن مظالم بے دریغ کئے۔ اور جو معاویہ کی صورت میں علیؑ کے مدمقابل آئے۔ اور رسولؐ کی قوم اور اُن کے رشتہ دار بن جانے کا فراڈ کرتے رہے۔ لیکن اُن کی بے رحمی، کینہ پروری، سنگدلی اور خباثت نے ثابت کر دیا کہ رسولؐ تو رسولؐ ہیں۔ اُن لوگوں میں کسی شریف نسل کا خون بھی نہ تھا۔

قریش نے خود کو رسولؐ کے رشتے دار بنانے کیلئے رسولؐ کا جو شجرہ نسب بیان کیا رسولؐ اُس شجرے سے نہیں تو رشتہ داری باطل ہوگئی

ہم اس عنوان پر چند اصولی باتیں لکھیں گے تفصیلات ہماری کتاب مرکزِ انسانیت میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ سابقہ عنوانات میں یہ معلوم ہو

Presented by Ziaraat.Com

چکا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سب سے بڑے اور پہلوٹے بیٹے جناب نابت علیہ السلام ہوئے تھے۔اور وہی جانشین اسماعیل وابراہیم علیھما السلام ہوئے۔یہ بات تاریخ یعقوبی نے بھی لکھی ہے کہ: فَلَمَّا تَوَفّی اسماعیل وَ لَی اَلْبَیْتُ بعده نَا بِت بن اسماعیل ، وَ یُقَال وَ لِیَهٗ قیدار وبعد قیدار نابت بن اسماعیل ۔(جلداول صفحہ 222)''جب حضرت اسماعیلؑ نے وفات پائی تو اُنکے بعد نابت بیت اللہ کے والی ہوئے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیدار والی ہوئے اور قیدار کے بعد نابت والی ہوئے''

یہ قیدار والی بات ظاہر ہے کہ اُن لوگوں کی طرف سے اضافہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیدار کی اولاد میں بتاتے ہیں۔کیونکہ اسی صفحہ (222) پر چند سطروں کے بعد لکھا ہے کہ: فَقَامَ بِاَ مْرِ الْكعبة بَعْدَ نَا بِتْ اَمین ،ثُمَّ یَشْجَب بن اَمِین ، ثُمّ اَلْھَمِیسع ثُمَّ اُ دَدُ(صفحہ 222) ''نابت کے بعد کعبہ کے انتظام کے لئے امین مقرر ہوئے پھر یشجب امین کے بیٹے پھر الھمیسع پھر اُدد حاکم ہوئے''۔

اس بیان میں دلیل یہ ہے کہ نابت علیہ السلام کے بعد والی وحاکم ہونے والے لوگ حضرت نابتؑ کی اولاد ہیں۔یعنی اگر واقعی قیدارؑ پہلے نمبر پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے جانشین ہوئے ہوتے تو قیدارؑ کے بعد اُن کی اولاد میں امامت چلتی اور اگر بھائی ہونے کی وجہ سے حضرت نابتؑ کو قیدارؑ کے بعد امام مقرر کیا گیا ہوتا تب بھی حضرت نابتؑ کے بعد قیدارؑ کی اولاد کو امامت لوٹ جاتی۔لیکن بات ہے ہی غلط اس لئے کہ قیدارؑ حضرت نابتؑ سے چھوٹے ثابت ہو چکے ہیں لہٰذا امامت اور جانشینی کا نمبر حضرت نابتؑ کا تھا جیسا کہ کتاب ارض القرآن میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ:

''نبایوط کو اہل عرب عموماً نابت کہتے ہیں۔اُن کی روایتوں کے مطابق خانہ کعبہ کی تولیت حضرت اسماعیلؑ کے بعد سب سے بڑے بیٹے نابت کے حصہ میں آئی۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبایوط نے حجاز ہی میں قیام کیا''۔(جلد2 صفحہ 56)

اگر خدانخواستہ آنحضرتؐ قیدار کے شجرے سے اُن کی اولاد میں ہوں تو وہ ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے جانشین نہیں

اگر ہم یہ مان لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ حضرت قیدار کی اولاد میں ہیں تو آنحضرتؐ اور آپ کے اباواجداؑ کو امامت اور حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی جانشینی سے خارج بھی ماننا پڑے گا جو غلط ہے۔اس لئے کہ اسلامی ریکارڈ اور قرآن کی رو سے آپؐ اور آپؐ کے اباؑ و اجداد حضرات ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے وارث اور جانشین ہیں۔اور علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ:

''صحیح بخاری باب مبعث النبیؐ میں یہیں تک ہے لیکن امام بخاری نے اپنی تاریخ میں عدنانؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک نام گنوائے ہیں۔یعنی عدنانؑ بن ادؑ بن المقوم بن تارحؑ بن یشجبؑ بن یعربؑ بن نابتؑ بن اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ'' (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 160)

رسوؐل اللہ نے خود کو حضرت نابتؑ سے منسوب فرمایا ہے

علامہ طبری تاریخ طبری میں لکھتے ہیں کہ:

''(1) ام المومنین اُم سلمہؓ رسوؐل اللہ صلعم کی بیوی فرماتی ہیں کہ میں نے رسوؐل اللہ کی زبانی سنا ہے کہ "معد بن عدنان بن اُدد بن زند بن یرٰی بن اعراق الثرٰی''ام سلمہ فرماتی ہیں کہ زند،ھمیسع ہے۔ یرٰی نبت ہے اور اعراق الثرٰی خود اسماعیل بن ابراہیم ہیں۔

(2) مقداد بن اسود البہرانی کی بیٹی سے روایت ہے کہ رسوؐل اللہ صلعم نے فرمایا''معد بن عدنان بن اُدد بن یری بن اعراق الثرٰی''

(3) بعض نساب کہتے ہیں کہ عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم''

(ترجمہ جلد سیرۃ النبی صفحہ 53)

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علیؑ قیدارؑ کی اولاد میں نہیں وہ حضرتؑ تو کُوث کے علاقے سے اور حضرت نابتؑ کی اولاد سے تھے۔

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اُن کا نسب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ''ہم کوثی (واقع عراق) کے نبط ہیں'' اس سے ثابت ہو گا کہ نبط اسماعیلی عرب ہیں۔ جو عراق تک پھیلے تھے۔ نابت کی بقیہ اولادیں خود اندرون ملک میں بھی تھیں۔ اور متعدد وجوہ سے ہماری یہ رائے ہے کہ عرب شمالی کی وہ اکثر قومیں جو غلطی سے قحطانی کہلاتی ہیں، وہ دراصل نابتی ہیں۔ من جملہ دیگر قبائل کے غسان اور اوس وخزرج کے متعلق تو بتصریح ثابت ہے کہ وہ قحطانی نہیں بلکہ نابتی ہیں۔ تفصیل آتی ہے''۔ (ارض القران جلد 2 صفحہ 58-59)

اس بیان سے بھی ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ اور حضرت علی علیہ السلام قریش کے فراڈ کے خلاف قیداری نہیں بلکہ نابطی ہیں لہٰذا قریش کے جوڑے ہوئے سارے رشتے حضرت محمدؐ اور اُن کے اباواجداد سے منقطع ہو گئے۔ اور معلوم ہوا کہ قریش اُن ہی لوگوں کی مخلوط نسل سے تھے جن کا تذکرہ گزر چکا جن کو شریف اقوام ریگستان میں جلاوطن کرتی چلی آرہی تھی۔

(و) قریش کہلانے والے لوگوں نے نبطیوں کو غیر عرب قرار دیا اور بدنسل بتایا ہے لہٰذا قریش کچھ بھی ہوں نبطی نہیں ہو سکتے پھر وہ کیا تھے؟

قریش کہلانے والے لوگ اپنے منہ میاں مٹھو بنے ہیں۔ اگر اُن کی حکومتوں کے پروپیگنڈے اور خود ساختہ تواریخ وروایات اور شجروں کو نظر انداز کر دیا جائے یا اُن کے تیار کردہ ریکارڈ پر غور کر لیا جائے تو قریش نام کے لوگ ایک مخلوط وحرام سے پیدا ہونے والی نسل کے سوا اور کچھ ثابت نہیں ہوتے۔ یہاں تک یہ اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ آنحضرت اور علی صلی اللہ علیہما حضرت نابتؑ کی اولاد میں ہیں اور قریشیت کے دعویدار نبطی نہیں ہیں لہٰذا خانوادۂ رسولؐ کا قریش کہلانے والے لوگوں سے کوئی بھی نسبی رشتہ نہیں ہے۔ اب یہ دیکھئے کہ قریشی علما اپنے نبطی ہونے کا طرح طرح انکار کرتے ہیں۔

عمر بن خطاب نبطیوں کو صحیح النسب ہرگز نہیں مانتے اور نبطیوں کی طرح بدنسلا ہونے سے منع کیا ہے

سنئے اس ملعون کا بیان سید سلیمان نے یوں لکھا ہے کہ:

تَعَلَّمُوا النَّسَبَ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَنَبْطِ السواد، اذا سُئِلَ اَحَدَهُمْ عَنْ اَصْلِهٖ قَالَ مِنْ قَرْيَةِ كَذَا (عقد الفرید جلد 3 صفحہ 37)

''نسب نامہ سیکھو، عراق کے نبطیوں کی طرح نہ بن جاؤ کہ جب ان میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ تم کس خاندان سے ہو؟ تو جواب دیتے ہیں کہ فلاں شہر کے ہیں''۔ (ارض القران جلد 2 صفحہ 57)

قارئین غور فرمائیں کہ یہ شخص نبطیوں سے نفرت کرتا ہے اور ہرگز حضرت نابتؑ کی اولاد سے نبطی نہیں ہے۔ ساتھ ہی اُس کے شجرے کے تمام لوگ یعنی ابوبکر کا خاندان، ابوسفیان کا خاندان عبداللہ بن عباس کا خاندان وغیرہ تمام نبطی نہیں ہیں۔ اور جب وہ نبطی نہیں تو اُن کا خاندانِ رسولؐ سے کوئی تعلق اور رشتہ نہیں ہے۔

(2) قریش کے علمائے انساب نے دروغ بافی سے غلط شجرے اور نسب نامے تیار کر کے فریب دیا

پھر قریش کہلانے والوں نے خود کو نسل ابراہیمؑ سے ملحق کرنے کے لئے جھوٹے اور باطل شجرے اور نسب نامے تیار کئے اور نبطی نسل کو غائب کرنا چاہا ہے۔ ارض القران سے سنئے:

Presented by Ziaraat.Com

’’عام علمائے انساب کی تشریح کی بنا پر آلِ غسان قحطانی سبا کے خاندان کہلان سے تھے۔۔۔۔لیکن اصولِ تحقیق کی رُو سے یہ تمام تر افسانہ ہے۔گذشتہ ابواب میں قحطانی واسماعیلی خاندانوں کی تشخیص وتمیز کی اتنی علامتیں بیان کی جا چکی ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے بآسانی دونوں سلسلوں میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔جس سے علامہ کلبی اور علامہ ابن ہشام (علمائے انساب) کے اکاذیب (جھوٹ) کا انبار دفعۃً جل کر خاکستر ہو جاتا ہے‘‘(صفحہ 78)

معلوم ہوا کہ قریش کے مورخین اور علمائے انساب نے اپنی کتابوں میں جھوٹ اور فریب کے انبار جمع کر کے آگے بڑھائے اور وہی جھوٹے افسانے آگے چل کر تاریخ وحدیث اور اسلامی ریکارڈ مانا جاتا رہا ہے۔اورانہی فریب سازوں نے ایک حرام ومخلوط نسل کو رسوؐل کے رشتے دار اور اولاد ابراہیمؑ واسماعیلؑ بنا دیا ہے۔جب کہ وہ قرآن (نساء 23-4/22) کی رُو سے اپنی ماں اور بیٹی اور بہنوں سے اپنے بیٹے پیدا کرنے والے لوگ تھے۔جب کہ اُن کا ہر بہادر اور فیاض آدمی سوفیصد حرامی ہوتا تھا۔یعنی کسی بہادر اور فیاض شخص سے نطفہ لے لیا جاتا تھا۔اور اولاد اپنے نام سے مشہور کرتے تھے۔

(3) مکہ میں خاندانِ رسوؐل کی نسل کا کوئی خاندان یا شخص موجود نہ تھا البتہ مدینہ میں حضوؐر کی نسل سے اوسؓ اور خزرجؓ دو بڑے قبیلے تھے

قریش نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے نسب میں گھسنے اور اُن کے رشتہ دار بننے کے لئے جو فریب کاریاں کیں اور جو روایات و افسانے گھڑے آج وہ سب باطل ثابت ہوگئے ہیں۔ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ مکہ میں نہ حضرت قصی علیہ السلام کا ہم نسب ورشتہ دار تھا نہ حضرت ہاشم وعبدالمطلب علیہما السلام کا کوئی رشتہ دار تھا۔نہ جناب ابوطالب اور آنخضرت صلی اللہ علیہما کا کوئی رشتہ دار تھا۔البتہ مدینہ اُن کی نسل سے آباد تھا اوس وخزرج حضرت علیؑ ومحمدؐ کے رشتہ دار تھے اور قریبی رشتہ داریاں تھیں۔سید سلیمان خزرج کا نسب نامہ لکھتے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں:

’’جشم بن خزرج۔بنوزریق،بنوسلمہ،بنو بیاضہ،عوف بن خزرج = بنوالحبلیٰ (قبیلہ عبداللہ بن ابیؔ بن سلول راس المنافقین)

بنوقوافل،بنوسالم،عمرو بن خزرج = بنونجار (آنخضرتؐ کے نانہالی لوگ)‘‘(ارض القرآن جلد 2 صفحہ 87)

دیکھا آپ نے آنخضرتؐ کی والدہؒ مدینہ سے تھیں۔عبدالمطلبؑ کی ماںؑ بھی مدینہ کے اسی خاندان سے تھیں (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 167-166) یاد رکھیں کہ اس مقدس خاندان کی مائیںؑ مدینہ کے اسی خاندان سے تھیں۔مکی خاندانوں یا نسلوں سے اُن کے یہاں کوئی عورت اس خاندان یا اس نسل کی ماں نہیں بنی ہے۔یہ غیروں میں شادی نہ کرتے تھے۔اس کے خلاف ہر بات افسانہ اور قریشی فیکٹری کا تیار کردہ مال ہے اور جھوٹ کا انبار ہے۔

اوس وخزرج کا حضورؐ کے رشتہ دار ہونا ثابت ہے

آج کسی مسلمان سے کہئے کہ مدینہ کے تمام انصار رسوؐل اللہ کی نسل سے تھے اور یہ کہ حضورؐ مکے کے دشمنوں میں سے ہجرت کر کے اپنے خاندان والوں میں آئے تھے۔وہ ہرگز نہ مانے گا وہ تو مکہ کے ملاعین کو چچا اور بھائی اور خاندانی افراد سمجھتا ہے۔خود نام نہاد شیعوں میں کوئی نہیں جانتا کہ حضوؐر ہجرت کر کے غیروں میں نہیں،بلکہ اپنے خاندان میں آئے تھے۔صرف اس لئے کہ قریش نے یہ افسانہ مشہور کیا کہ ’’ہم خاندانِ رسوؐل سے ہیں لہٰذا خلافت ہم سے باہر نہ جانا چاہیے‘‘ یہ ایک سفید جھوٹ ہے جو بہت بعد میں گھڑ کر روایات میں لکھا گیا تھا۔علامہ السید سلیمان نُدوی کا بیان سنئے اور جھوٹوں پر لعنت بھیجئے:۔

’’اوس وخزرج عرب کے دو مشہور قبیلوں کے نام ہیں جو اسلام کے پہلے سے مدینہ میں آباد تھے۔اسلام آیا تو وہ اُس کے پُر زور دست وبازو

Presented by Ziaraat.Com

تھے اور انصار اُن کا خطاب تھا۔عام طور سے اُن کو بھی قحطانی الاصل اور کہلان کے خاندان سے قرار دیا گیا ہے۔لیکن ہمارے نزدیک یہ رائے بھی صحت سے تہی مایہ ہے۔زبان، مذہب اور اخلاقِ قومی کے علاوہ روایات سے بھی اُن کے اسماعیلی ہونے پر مستحکم دلائل قائم ہیں۔

1۔بخاری میں روایت ہے کہ ابوہریرہؓ نے انصار کے ایک مجمع کو مخاطب کر کے حضرت ہاجرہؑ کا قصہ سنایا۔آخر میں کہا کہ تِلْکَ اُمُّکُمْ یَا بنی مَا ء السَّمَآءِ "اے پاک نسبو یہ تھیں تمہاری ماں" محدثین کو اس حدیث کی تاویل میں نہایت دقتیں تھیں (یعنی وہ نہ مانتے تھے۔احسنؔ) لیکن آج جدید تحقیق نے تاویل واشتباہ کا پردہ چاک کر دیا ہے۔

2۔تمام علمائے انساب اس پر متفق ہیں کہ اوس وخزرج،غسان کے ہم نسب ہیں اور خود اوس وخزرج کا بھی بجائے خود یہی دعویٰ تھا'' (جلد 2 صفحہ 85)

قارئین یہ دیکھتے رہیں کہ قریش کے تنخواہ دار و وظیفہ خوار مورخین ومحدثین ومصنفین نہیں چاہتے کہ اوس وخزرج کی رشتہ داری میں آنحضرتؐ کو شامل کیا جائے چنانچہ دوسو سال بعد تک کے محدث،اسماعیل بخاری کہہ دیتے ہیں کہ ہم کو یہ بات پسند نہیں کہ انصار کو آنحضرتؐ کے رشتے دار بنادیا جائے۔مگر روایت پھر بھی لکھ لی اور طرح طرح کے افسانے لکھ کر روایت کا منشا بدل دیا گیا۔

قریشی مورخین کا سازشی رویہ خانوادۂ رسولؐ اور اُن کے ہم نسب لوگوں پر مزید روشنی

بہر حال ارض القران پھر دیکھئے لکھا ہے کہ:

''اوس وخزرج کا اسماعیلی النسب ہونا بخاری (بـاب و تخذ، اللّٰہ ابراھیمؑ خلیلا) کی روایت سے ثابت ہے۔اور خود اوس وخزرج کو بھی اس کا دعویٰ تھا،کندہ کے شاعر خود اپنے کو معد (بنی اسماعیل) کہتے ہیں،غسان کا بھی اسماعیلی ہونا شعرائے عرب کے کلام سے ثابت ہے۔اصل یہ ہے کہ عام علمائے انساب کو صرف تین سلسلے معلوم تھے 1۔عرب بائدہ 2۔قحطانی سبا 3۔اور اسماعیلی قیدار (عدنان) اس بنا پر جب کسی قبیلے کی نسبت یہ ثابت ہو جاتا تھا کہ وہ بائدہ اور عدنانی نہیں ہے تو (راجہ نجیت سنگھ کے اصول پر۔احسنؔ) لامحالہ اسے قحطانی فرض کر لیتے تھے۔حالانکہ توراۃ اور تاریخ کی رو سے عرب میں اور بہت سلسلے ثابت ہیں۔قحطانی اور اسماعیلی خاندانوں میں تمیز کرنا نہایت آسان ہے۔جنوبی عرب عموماً بنوقحطان کا مسکن ہے اور شمالی بنو اسماعیل کا۔بنوقحطان کی زبان سبائی اور حمیری ہے۔بنو اسماعیل کی عدنانی اور نابتی۔اول کا خطِ تحریر مسند ہے اور ثانی کا نابتی۔دونوں کے نام کا طریقہ،مذہبی تخیل اور دیوتاؤں کے نام بالکل مختلف ہیں۔اس نکتہ کو سمجھنے کے بعد یہ عقدہ خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ بعض علمائے انساب وحدیث خود قحطان کو اسماعیلی کیوں کہتے ہیں؟ امام اسماعیل بخاری کا میلان طبع بھی ادھر ہی نظر آتا ہے۔چنانچہ صحیح بخاری میں انہوں نے ''بـاب نسبة اليمـن الیٰ بـنی اسمـاعيل ''ایک مستقل باب باندھا ہے۔علمائے انساب میں زبیر بن بکار کی،اور ابن اسحاق کی بھی یہی روایت ہے۔علامہ ابن حجر بھی فتح الباری میں اسی پہلو کو راجح قرار دیتے ہیں۔اس مبالغہ میں اصل حقیقت صرف اس قدر ہے کہ بعض قحطانی (مشہور کردہ۔احسنؔ) شاخیں اسماعیلی ہیں اور یمن میں سکونت کے باعث یا کسی اور سبب سے اُن کو قحطانی فرض کر لیا گیا ہے''۔(ارض القران جلد اول صفحہ 271-272)

آپ نے دیکھ لیا کہ قریشی علما کورے لٹھ ہوتے ہیں۔خواہ محدث ہوں یا علمائے انساب وتاریخ ہوں۔اور اُن کے لکھے ہوئے کسی واقعہ،کسی شجرے یا نسب کی صحت پر اعتبار و یقین کرنا احمقانہ فعل ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

(4) عرب اور قریشی لوگ نبطیوں کو ملک عرب سے باہر کی قوم سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ بدّو نہ تھے

یہاں تک یہ ثابت ہو گیا کہ خانوادۂ رسولؐ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد میں تھے اور یہ کہ حضرت نابتؑ اپنے والدؑ کے بعد امام و جانشین ہوئے اور امامت اس نسل میں چلتے چلتے آنحضرتؐ اور حضرت علی علیہما السلام تک پہنچی۔ اور یہ کہ حضورؐ کو قیدار کی نسل میں بتانے والے تمام علما اور اُنکے تیار کردہ شجرے اور نسب نامے محض بکواس وفراڈ ہیں اور یہ کہ خانوادہ رسولؐ کے ہم قوم و ہم نسب انصار تھے نہ کہ قریش کہلانے والے مکی لوگ۔ اور یہ کہ عمر بن خطاب اور اُن کے ہم نسب کہلانے والے لوگ نبطی نہ تھے لہٰذا وہ رسولؐ کے خاندان سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے اور تمام قریش کے نسل اسماعیلؑ اور خاندانِ رسولؐ سے نہ ہونے کا سب سے بڑا یہی ثبوت کافی ہے کہ وہ نبطی ہونے کا نہ صرف انکار کرتے تھے۔ بلکہ نبطیوں سے متنفر بھی تھے جیسا کہ عمر بن خطاب کے بیان سے ثابت ہے۔ اس سلسلے میں پھر ارض القران سے چند باتیں ملاحظہ ہوں:۔

(1) اہلِ عرب عموماً نبط کو قوماً و اصلاً غیر عرب سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک عرب و عجم جس طرح دو متقابل نام ہیں اُسی طرح نبطی و عربی کو بھی باہم متقابل سمجھتے ہیں۔ اِسکا سبب صرف معاشرت، طرز زندگی اور زبان کا اختلاف ہے ورنہ درحقیقت نبط بھی اسماعیلی عرب ہیں''۔ (جلد 2 صفحہ 57)

(2) ''یاقوت حموی نے (لفظ ''عربہ'' کے تحت میں) ایک نئی بات لکھی ہے کہ ''عرب ہر اس قوم کو نبط کہتے ہیں جو گلہ بان اور سپاہی نہ ہو'' دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو غیر بدوی زندگی بسر کرتی ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ نبط نے عراق کے تاثر سے متمدن زندگی اختیار کر لی تھی اس لئے بادیہ نشینان عرب نے ہر غیر بدوی قوم کو نبط کا مرادف سمجھ لیا''۔ (ایضاً صفحہ 58)

یہ کتنا عمدہ لطیفہ ہے کہ جو قوم بدو، جاہل اور گنوار اور اجڈ و بدتہذیب ہوں وہی صحیح عرب ہوتے ہیں۔ اور نبطی مہذب اور متمدن لوگ تھے اس لئے وہ حقیقی معنی میں عرب نہ تھے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ خانوادۂ رسولؐ عرب نہ تھا وہ تو بابل سے ہجرت کر کے آنے والے حضرت اسماعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کی نسل تھے۔ اور اسی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے خود کو عرب نہیں فرمایا بلکہ کوثی کہا جو عراق کا علاقہ ہے اور نبطی فرمایا ہے۔ رہ گیا نبطیوں کا سپاہی ہونا یا نہ ہونا؟ شبلی سے سُنئے:

(5) حضرت نابتؑ کا نام عرب کے تمام علاقوں پر حکمرانی کرتا تھا اور نابتی نسل حقیقی اسماعیلی ہیں

وہ لکھتے ہیں کہ: ''نابتی حکومت جو شام کی حدود سے متصل تھی اور جو قوم ثمود کی مرادف، یا اُن کی قائم مقام تھی اُس کے متعلق فارسٹر صاحب اپنے جغرافیہ میں لکھتے ہیں ''اِن مختصر بیانات سے معلوم ہوا ہوگا کہ زمانہ قدیم میں نابت کا نام اور اثر نہ صرف ریگستانی اور صحرائی عرب پر مستولی تھا بلکہ حجاز و نجد کے صوبہائے عظیمہ پر بھی حاوی تھا۔ نابتی جہاں ایک طرف منافع تجارت سے بہرہ اندوز ہونے میں کمال رکھتے تھے۔ وہاں دوسری طرف بطور سچے بنو اسماعیلؑ کے خطراتِ جنگ کے لئے بھی بالکل مستعد رہتے تھے'' (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 113)

قارئین سوچیں کہ خانوادۂ رسولؐ زمانۂ قدیم سے حکمران رہتا چلا آ رہا تھا۔ سارے عرب کے بادشاہوں سے یہ قریش اس لئے جلتے اور حسد کرتے تھے کہ وہ اُن ملاعین کی طرح وحشی کیوں نہیں؟ حرام خور و حرام کار کیوں نہیں؟ یہ سبب تھا کہ عربوں اور قریش نے نبطیوں کو غیر ملکی اور عمر نے بدنسب قرار دیا تا کہ رسولؐ اور خانوادۂ رسولؐ خود کو نبطی نہ کہنے پائے۔ اور نبطی ہونے کا اعلان کرے تو بدنسب و غیر ملکی کہلائے۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام نے اپنے کوثی اور نبطی ہونے اعلان (اَنَا الْکُوْثِیُّ النَّبَطِیُّ) کر دیا۔ لیکن عرب مورخین نے اس اعلان کو چھپانے کی کوشش کی اور یہ اعلان کتابوں

Presented by Ziaraat.Com

میں موجود ہوتے ہوئے مشہور نہ ہوا یعنی پبلک تک نہ پہنچا۔اور ہمیں از سرِ نو حقائق سے پردہ ہٹانا پڑا۔بہرحال قارئین تو اس قدر نوٹ کرلیں کہ عرب کو عموماً اور قریش (عمر) کو خصوصاً نبطی ہونے سے انکار و نفرت ثابت ہے۔لہٰذا قریش و عرب ہرگز نبطی نہ تھے۔اور جب وہ نبطی نہ تھے تو وہ رسولؐ کے شجرۂ نسب و خاندان و نسل سے نہ تھے اس لئے کہ اُن کا نبطی ہونا ثابت ہے۔علاوہ ازیں قریش کے خلاف انصار مدینہ (اوس وخزرج) نابتی تھے۔اور وہی رسولؐ کا خاندان تھا۔اور یہ حقیقت بلاشبہ یہاں تک بار بار ثابت ہوگئی۔لہٰذا قریش کا رسولؐ کے نسب و نسل سے ہونا اور اُن کے رشتہ دار بن جانا ایک ایسی فریب کاری ہے جو قریشی حکومتوں نے اپنے زرخرید مورخین ومحدثین ومفسرین سے تیار کرائی تھی۔

(ز) وہ ملک عظیم جو قرآن میں آلِ ابراہیمؑ کی ملکیت میں دیا گیا تھا۔وہ قوم جسے بدلہ میں لانے کی دھمکیاں دی گئیں

قریش کی نقاب پوری بلند کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اُن کی قرآنی پوزیشن کو ایک بار پھر مختصراً سامنے لائیں۔لہٰذا سنئے کہ کتبہائے خداوندی میں رسولوں کی اولین مخاطب قوم کو رسولؐ کی قوم اور رسولؐ کو اُن کا بھائی بھی کہا جاتا ہے۔اس سلسلے میں حضرت لوط علیہ السلام، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادے (بھتیجے) تھے، کی مثال کافی ہے۔اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ O اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ O اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ O (شعراء 162 تا 26/160)

مودودی:۔''لوطؑ کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔یاد کرو جب کہ اُن کے بھائی لوطؑ نے اُن سے کہا تھا کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسولؐ ہوں''۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 526)

علامہ مودودی نے لفظ قوم اور بھائی پر یہاں کوئی نوٹ نہیں دیا اس لئے کہ وہ نہیں چاہتے کہ قریش کا راز کھل جائے اور وہ رسولؐ کے نسب اور نسل و قوم سے خارج ہو کر اپنی اصلی صورت میں نظر آئیں۔لیکن دوسرے علما اتنے حساس اور بددیانت نہیں چنانچہ پرویز نے یہ آیت لکھ کر یہ ترجمہ کیا کہ:

پرویزی ترجمہ:۔ ''(اور دیکھو) قوم لوطؑ نے (بھی) رسولوں (کی تعلیمات) کو جھٹلایا (یاد کرو) جب اُن کے بھائی بند لوطؑ نے اُن سے کہا کیا تم (خدا سے) ڈرتے نہیں؟ بلاشبہ میں تمہارے لئے خدا کا امانت دار پیغمبر ہوں''(معارف القران جلد 3 صفحہ 87)

پرویزی تشریح:۔ ''دو باتیں قابلِ غور ہیں ایک تو یہ کہ حضرت لوطؑ اس قوم میں پہلے رسولؐ نہ تھے۔بلکہ یہ قوم آپؑ سے پیشتر رسولوں کی بھی تکذیب کر چکی تھی اس لئے كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ فرمایا دوسرے یہ کہ حضرت لوطؑ کو اس قوم کا بھائی کہا گیا (اَخُوْهُمْ) ہے۔اسی سورہ میں حضرت نوحؑ، ہودؑ اور صالح علیہم السلام کا ذکر بھی اِن ہی الفاظ میں کیا گیا ہے۔لیکن اُن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ چونکہ اُن ہی قبائل میں تھے جن کی طرف وہ مبعوث کئے گئے تھے۔اس لئے قبیلے کی نسبت سے اُن کے بھائی تھے۔لیکن حضرت لوطؑ تو باہر سے تشریف لے گئے تھے۔اس لئے قوم سدوم سے کسی قبائلی نسبت کی بنا پر رشتہ اخوت نہ تھا بلکہ اُن میں رہنے سہنے کی وجہ سے ایسا کہا گیا ہے''۔(ایضًا جلد 3 صفحہ 87)

قرآن کا یہ اصول سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھ لیں کہ قریش کو جہاں جہاں رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی قوم فرمایا گیا ہے وہاں یہی طریقہ کار فرما ہے۔مگر قریش نے اسے بھی آڑ بنایا اور جھوٹے شجرے اور بیانات بھی گھڑوائے اور اس قرآن کی ملعون قوم کو رسولؐ کا ہم نسب مشہور کر دیا اور اس قدر پروپیگنڈا کیا کہ علمائے شیعہ بھی ایمان لے آئے اور یوں دشمنانِ خدا و رسولؐ آنحضرتؐ کے چچا، بھتیجے اور بھائی بند بنا دیئے گئے۔اسی قوم کو قرآن کے جھٹلانے والی قوم فرمایا گیا ہے (6/66) اسی قوم کو قرآن کا مہجور و بے اثر کرنے والا اور رسولؐ کا دشمن اور جرائم پیشہ فرمایا گیا (فرقان، 25/30-31) اسی قوم کے لئے فرمایا گیا کہ وہ ہرگز ایمان نہ لائے گی (زخرف 43/30)(43/88) اور یہ ناممکن ہے، اور قرآن کے

Presented by Ziaraat.Com

خلاف ہے کہ کوئی قوم رسوؐل کی حقیقی قوم ہو یعنی رسوؐل کے نسب سے ہو اور پوری کی پوری رسوؐل کی ایسی دشمن ہو جیسی قوم قریش تھی۔

(1) قریش اللہ رسوؐل اور قرآن کی مستقل دشمن قوم تھی اس لئے اُسے دوسری قوم سے بدلنے کی دھمکیاں بار بار ملیں

اور حقیقی قوم کبھی ساری کی ساری منکر اسلام نہیں ہوئی ہے سارا قرآن چھان ماریئے کوئی بدترین قوم بھی ایسی نہ ملے گی جو قریش کی طرح منکر اسلام (زخرف 43/30) اور دشمن رسوؐل رہی ہو (31..25/30) یہی وجہ ہے کہ اس خبیث قوم کا پردہ یوں فاش کیا گیا کہ:

مودودی کا ترجمہ قریش کے نام نہاد مومنین رسوؐل کی مدد نہیں کرتے تھے

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے۔احسنؔ) نکلنے کے لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔تم نہ اٹھو گے تو خدا تمہیں دردناک سزا دے گا،اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا (وَ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ) اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے'' (سورہ توبہ 39-9/38، تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 193-195)

مودودی اپنی سرپرست قوم کے تحفظ میں اللہ سے بھی نہیں ڈرتے ہیں

اس ترجمہ میں بھی مودودی نے اللہ سے بددیانتی کی ہے۔اور بلاخوف وخطر ترجمہ غلط کیا ہے۔چنانچہ اللہ نے تو قریشی مومنین کو دردناک عذاب دینے کی بات کی ہے مگر مودودی نہیں چاہتے کہ اُن کے راہنماؤں ابوبکر وعمر اور اُن کی پوری قوم کو عذاب دیا جائے اس لئے وہ لفظِ ''عذاب'' کا لفظ ''سزا'' ترجمہ کرتے ہیں۔پھر اللہ تو ساری قریشی قوم کو دوسری قوم سے بدل لینے کی بات فرماتا ہے مگر مودودی قریشی قوم کو بچانے کے لئے لفظ ''قوم'' کا ترجمہ ''گروہ'' کر دیتے ہیں تاکہ قارئین سارے قریش کو مجرم و جہنمی نہ سمجھیں۔پھر اللہ تو یہ فرماتا ہے کہ ''اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دے گا''۔مگر مودودی نے اللہ کی اس بات کو بدل کر یہ لکھدیا کہ ''تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا''۔یہ وجہ ہے کہ ہم نے اُن کے ترجمہ میں لفظِ عذاب اور قوم کو بحال رکھا ہے۔بہرحال قارئین نے دیکھا ہے اور خود اپنے اپنے گھر کے قرآنوں میں ان آیات کو اور اُن کے ترجموں کو پڑھیں اور دیکھیں کہ قریش ایسا ایمان لائے تھے جس میں اسلام اور رسوؐل کی مدد نہ کرنا جائز تھا۔جس میں اللہ اور رسوؐل کے حکم ملنے کے باوجود جنگ کے لئے میدان میں نکلنا ناجائز تھا۔اور یہ کہ یہ پوری قوم جہنمی اور عذاب کی مستحق تھی اور یہ کہ اسے مسلمانوں میں شامل رکھنا بے فائدہ تھا۔اور اُس کی جگہ ایک دوسری قوم کو لے آنا اور اُن جہنمیوں سے بدل لینا طے ہو گیا تھا۔اور یہ کہ ایک ایسی مسلم و مومن واطاعت شعار قوم موجود تھی جو اشارہ ملتے ہی قریش کو مار بھگاتی اور اللہ ورسوؐل کے احکام کی دل و جان سے تعمیل کرتی۔وہ کون سی قوم اور کہاں تھی یہ بعد میں قرآن ہی بتائے گا۔

(2) قریش کا اسلام مردود تھا انہیں دوسری قوم سے بدلنے کے لئے اللہ کا دوسرا فیصلہ

یہاں ہم پھر قرآن کی آیات اور مودودی ترجمہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں یہاں بھی لفظ ''كَفَرُوْا'' کا ترجمہ ''منکرین'' اور لفظ ''قوم'' کا ترجمہ ''لوگ'' کر چکے لیکن ہم کفروا کے اصلی معنی چھپانا (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129) اور قوم کے معنی قوم ہی لکھیں گے تاکہ اُن کے ترجمہ پر سے اُن کی ڈالی نقاب اُٹھ جائے۔سنئے:

مودودی ترجمہ: ''پس اے نبیؐ کیا بات ہے کہ یہ حقائق کو چھپانے والے لوگ دائیں اور بائیں سے گروہ در گروہ تمہاری طرف دوڑے چلے آرہے ہیں؟'' (معارج 37-70/36)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی کی تشریح:۔ان آیات میں اور مسلسل آگے آنے والی آیات میں کن لوگوں کا ذکر ہوگا؟ مودودی سے سنیے:

''24 یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے۔جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وتبلیغ اور تلاوتِ قرآن کی آواز سن کر مذاق اڑانے اور آوازے کسنے کے لئے چاروں طرف سے دوڑ پڑتے تھے۔''

مسلسل آیات کا ترجمہ:''کیا اُن میں سے ہر ایک یہ لالچ رکھتا ہے کہ وہ نعمت بھری جنت میں داخل کر دیا جائے گا، ہرگز نہیں۔ہم نے جس چیز سے اُن کو پیدا کیا ہے اُسے یہ خود جانتے ہیں۔پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی، ہم اس پر قادر ہیں کہ اِن کی جگہ ان سے بہتر قوم بدل لیں (اَنْ نُبَدِّلَ خَیْرًا مِنْهُمْ) اور کوئی ہم سے بازی لے جانے والا نہیں ہے۔لہٰذا انہیں اپنی بیہودہ باتوں اور اپنے کھیل میں پڑا رہنے دو۔یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو پہنچ جائیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔جب یہ اپنی قبروں سے نکل نکل کر اس طرح دوڑے جا رہے ہوں گے جیسے اپنے بتوں کے استھانوں کی طرف دوڑ رہے ہوں''۔(معارج 43 تا 70/36 تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 92 تا 94)

اِن آیات (43 تا 70/36) سے قریشی قوم کا مسلمان اور جہنمی ہونا اور کفر و کافر کے صحیح معنی ثابت ہوتے ہیں

اِن آیات میں یہ ثابت ہے کہ قریش بحیثیتِ قوم، ایمان لائے تھے۔مگر اُن کا ایمان اُن کے اپنے ''غور و خوض'' اور بصیرت کے ماتحت تھا (یَخُوْضُوْا) اور انہیں پختہ یقین تھا کہ وہ اپنے اختیار کردہ اسلام کی رو سے جنت میں جائیں گے۔(یُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ) اور یہ کہ اللہ نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ وہ قیامت تک اپنے غور و خوض اور اجتہادی مذہب میں مبتلا رہیں گے۔یعنی کبھی حقیقی ایمان نہ لاسکیں گے۔اور جہنم واصل ہوں گے۔اُنہیں اللہ نے نطفہ یاد دلا کر یہ بتایا کہ وہ نطفہ ہی کی طرح ناپاک ہیں۔یعنی یہ وہی خبیث و ناپاک مومن ہیں جن کو حقیقی مومنین سے الگ کیا جائے گا (عمران 3/179) یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کفر و کافر کے معنی منکر یا منکرِ اسلام نہیں ہوتے بلکہ اہل ایمان مومن رہتے ہوئے بھی کفر کر سکتے ہیں اور کافر ہو سکتے ہیں اس لئے کہ حق کو کوئی بھی چھپائے وہ کافر ہوتا ہے۔اور قرآن میں قریش اور قریش کے ہم مثل لوگوں کو عموماً کافر کہا گیا ہے۔اور یہ بھی کہ ان آیات میں اُس دوسری قوم کو قریش سے بہتر فرمایا گیا ہے۔

(3) قریش دولت واقتدار حاصل کرنے اور قومی ولایت وحکومت قائم کرنے کے لئے ایمان لائے تھے اس لئے انہیں بدلنا تھا

قریش کو دائرہ اسلام سے باقاعدہ خارج کرنے اور اُن کی جگہ زیرِ گفتگو قوم کو لانے کے لئے اللہ کا ایک اور فیصلہ اس عنوان کی آخری مثال ہوگی اُس کے بعد ہم اُس مخصوص و پسندیدہ قوم کا ذکر کریں گے جس کا قرآن میں بار بار اور مختلف عنوانات کے ماتحت ذکر ہوتا رہا ہے۔اور جسے تمام مترجمین ومفسرین نے چھپانے میں کمال کر دیا ہے۔سنیے ارشاد ہے کہ:

هَآ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔(محمد 47/38)

''اے مومنین تم وہی لوگ تو ہو کہ جنہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو تم ہی میں وہ لوگ بھی ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں اور جو کنجوسی کرتا ہے وہ خود اپنے ساتھ کنجوسی کرتا ہے۔اللہ تو یقیناً غنی ہے اور تم بھکاری ہو۔اگر تم نے ولایت وحکومت قائم کر لی تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو بدل لے گا پھر وہ قوم تمہاری مانند دغاباز و سرکش و مکار نہ ہوگی''۔

Presented by Ziaraat.Com

(4) قریش کے بدلے میں آنے والی قوم کی چند اہم ترین صفات، محبوبِ خدا، مومنین پر شفیق، حق پوشوں پر بھاری اور مجاہد

لیجئے وہ قوم سامنے آرہی ہے جسے لانے کی قریش کو دھمکیاں دی جاتی رہی ہیں۔ سنئے:۔

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْامَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ، ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ O اِنَّمَاوَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَ O وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ O (مائدہ 5/54-56)

''اے وہ تمام لوگو جو ایمان لاچکے ہو اگر تم میں سے کوئی اُس دین سے واپس ہو جائے گا جس کو ایمان لاکر اُس نے اپنا دین بنایا تھا تو سُن رکھو کہ عنقریب اللہ ایک ایسی قوم کو لے آئے گا جو اللہ کی محبوب قوم ہے اور جو خود بھی اللہ کو محبوب رکھتی ہے۔ جو مومنین کے ساتھ بہت نرم رو اور حق پوشوں پر بہت گراں گزرنے والی ہے۔ جو اللہ کی راہ میں اس طرح جنگ و جہاد کرتی ہے کہ مخالفوں کو قتل کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتی۔ اس میں جس قدر صفات ہیں وہ اللہ کے فضل و کرم کی نمائندہ ہیں اور جسے اللہ پسند کرتا ہے اس پر ایسا فضل کرتا ہے۔ اُس محبوبِ خدا قوم کو لانے کا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے کہ اے موجودہ اور قیامت تک آنے والے مومنین تم سب کا ہمدرد ترین حاکم اللہ اور اُس کا رسوؐل اور وہ مومنین ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور ناداری کی حالت میں بھی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ اور رسوؐل اور اُن مومنین کی حکومت کو تسلیم کرتا ہے تو یقیناً وہ اللہ کا گروہ ہے اور وہی ہمیشہ غالب رہنے والے ہیں''۔

(5) حکومتِ خداوندی، اُس کے سربراہ و حکمران، اُن کی قوم، اُن کا طرزِ عمل، اور اُس قدیمی حکومت کے جدید حکمرانوں کی پوزیشن

اب قارئین کرام سورۂ انعام میں وہ مکالمہ پڑھیے جو حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے والدؑ میں ہوا تھا (6/74) پھر یہ دیکھئے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمین کی حکومت دکھائی تھی تاکہ وہ حکومت الٰہیہ کی وسعتوں پر یقین حاصل کرلیں (6/75) اس ہی سلسلے میں انہیں چاند، سورج اور ستاروں کی حقیقت پر مطلع کیا تھا تاکہ وہ بابل کے سائنسدانوں کو ساری کائنات کے خالق و مالک و رازق و ربوبیت کرنے والے اللہ سے وابستہ کرکے اسلام کی ہمہ گیری کا مومن بنادیں (6/75 تا 79) آپ نے اہلِ بابل اور شاہنشاہِ بابل کی حجت اور بحث و فلسفہ کا عملی ردّ پیش کرکے بتایا کہ میں جسے اپنا رب سمجھتا ہوں وہ تو اس کائنات کی ہر ہر چیز کا عالم ہے (6/80) لہٰذا مجھ پر اُن چیزوں کا کیا اثر ہوسکتا ہے جو میرے رب کی مخلوق اور اُسکے ماتحت اور لاعلم ہیں اور تم نے اللہ کی نازل کردہ دلیل و حکم ہی کے بغیر اُن کو دین میں شریک بنا رکھا ہے (6/81) الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ اور دلائل کا تذکرہ فرما کر (6/82 تا 83) اللہ نے اُن سے چلنے والی اُس نسلؑ کے چند سربراہانِ حکومت الٰہیہ کا نام بنام تذکرہ کیا ہے، جسے حکومت و نبوت دی گئی تھی (6/84 تا 88) اُسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی مخاطب قوم اور اُس قوم کا تذکرہ شروع فرمایا جسے قریش پر مسلط کیا گیا تھا اور جس کے برسرِ کار آجانے کی دھمکیاں اور اطلاعات دی جاتی رہی ہیں۔ سنیے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ فَاِنْ یَّکْفُرْ بِھَا ھٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِھَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِھَا بِکٰفِرِیْنَ O اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ O (انعام 6/89-90)

جن انبیاؑ و رسلؑ اور ذریتوں علیھم السلام کا ذکر یہاں تک ہوچکا (6/84 تا 87) ''وہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے مکمل کتاب اور مکمل حکومتِ الٰہیہ اور

Presented by Ziaraat.Com

مکمل نبوت عطا کی تھی اور جواب اے رسوؐل تمہیں دی گئی ہے۔چنانچہ اگر یہ قریش اِن مسلّمہ حقائق پر پردہ ڈالتے ہیں تو پرواہ نہیں ہم نے تو اِن حقائق اور ذمہ داریوں پر ایک ایسی قوم کو وکیل بنادیا ہے جو ہرگز اُن پر پردہ نہ ڈالے گی بہرحال اے رسوؐل مذکورہ بالا (87...6/84) حضراتؑ ہی وہ قدیم انبیاؑ ورسلؑ اور اُن کی ذریتیںؑ ہیں جن کی اللہ نے راہنمائی کی تھی چنانچہ تم بھی اُس راہنمائی کی اور اُن حضراتؑ کی اقتدا کراؤ اور اِن مخاطب لوگوں سے کہدو کہ میں اپنی اس راہنمائی پر تم سے کوئی اُجرت طلب نہیں کرتا یہ تو پوری کائنات کے لئے درس وراہنمائی ہے''۔

آنحضرتؐ تمام انبیاؑء کے اور حکومتِ الٰہیہ کے اور تعلیمات وعلومِ خداوندی کے وارث مرجع اور منبع رہے ہیں

اس خطبہ 26 کی ابتدا میں مقام محمدؐ وآل محمد علیہم السلام بیان ہو چکا ہے۔وہ جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت ورسالت کی کان اور علومِ خداوندی کا ذخیرہ تھے اِن آیات (90-6/74) میں گفتگو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ (2200ق م) سے شروع کی گئی ہے اور مختصراً یہ بتایا گیا ہے کہ نبوت ورسالت وخلافت وحکومت کس طرح اور کہاں کہاں سے گزرتی ہوئی آنحضرتؐ تک پہنچی ہے۔اور اُن حضرات علیہم السلام کی تیار کردہ ایک قوم ساتھ ساتھ چلی آئی ہے۔اُس قوم کے وجود میں آنے اور برقرار رہ کر حضورؐ کو جنم دینے کی دعائیں حضرت ابراہیمؑ نے کی تھیں (بقرہ 2/128) اسی قوم کو اللہ نے ابراہیمؑ کی قوم وملت قرار دیا ہے اور حضوؐر کو اُس کی پیروی کا حکم دیا ہے (نساء 4/125) اور یہ ظاہر ہے کہ جس چیز یا شخص یا اشخاص کی پیروی کا حکم دیا جائے گا۔وہ چیز، شخص یا اشخاص موجود ہونا لازم ہیں۔اور یہ بھی معلوم وتسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جو زیادہ بزرگ ہوتا ہے اُس کی پیروی اور اقتدا کی جاتی ہے۔لہٰذا آیت (6/90) کو غور سے پڑھ کر یہ سمجھ لیں کہ آنحضرتؐ اس آیت کی رُو سے پیروی کرنے پر مامور کئے گئے ہیں۔پیروی کا یہ حکم بار بار دیا گیا ہے۔

(6) ملت ابراہیمؑ کی پیروی بھی رحمۃ للعالمین اور نذیر للعالمین پر واجب تھی، ملت کے معنی دین نہیں ہیں

آیت (6/90) میں کھول کر اللہ سے ہدایت یافتہ لوگوںؑ کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے، (اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰ ھُمُ اقْتَدِہْ) (6/90) یہاں جن لوگوں کی اقتدا کا حکم ملا ہے۔اُن ہی لوگوں کو اور اُن کی مانند لوگوں کو ملتِ ابراہیمؑ بھی فرمایا گیا ہے۔یعنی ملت ابراہیمؑ کی پیروی کے معنی ابراہیمؑ کے دین کی پیروی نہیں ہیں بلکہ ابراہیم علیہ السلام کے تیار کردہ اور اللہ کے پسندیدہ لوگوں کی پیروی مطلوب ہے۔چونکہ یار لوگ قرآن کا غلط ترجمہ کرتے رہے ہیں اور ملت کے معنی دین اور مذہب اور طریقہ لکھتے رہے ہیں۔اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کے حکم کو قرآن سے سامنے لانے سے پہلے ملت کے معنی مودودی کے قلم سے دکھادیں تاکہ آنے والے حکم کا ماحول اور مقصود واضح ہو جائے۔

سنئے: مَاسَمِعْنَا بِھٰذَا فِی الْمِلَّۃِ الْاٰ خِرَۃِ، اِنْ ھٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌO (ص 38/7)

<u>مودودی ترجمہ</u> ''یہ بات ہم نے زمانہ قریب کی <u>ملت</u> میں کسی سے نہیں سنی، یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک من گھڑت بات'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 320)

<u>علامہ کی تشریح</u> ''یعنی قریب کے زمانے میں ہمارے اپنے بزرگ بھی گزرے ہیں۔عیسائی اور یہودی بھی ہمارے ملک میں اور آس پاس کے ملکوں میں موجود ہیں، اور مجوسیوں سے ایران وعراق اور مشرقی عرب بھرا پڑا ہے۔کسی نے بھی ہم سے یہ نہیں کہا کہ انسان بس ایک اللہ رب العالمین کو مانے اور دوسرے کسی کو نہ مانے۔الخ'' (ایضاً صفحہ 321) واضح ہو گیا کہ ''<u>ملت</u>'' میں نہ سننے کے معنی ملت کے لوگوں سے نہ سننا ہوتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

(7) آنحضرتؐ کوملت ابراہیمؑ کی پیروی کا حکم دیا گیا اور آپ ملتِ ابراہیمؑ کے زائیدہ وپروردہ تھے

اب آپ اللہ کا حکم سنئے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَO شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍO وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَO ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا..الخ(نحل 123-16/120)

’’بلاشبہ ابراہیم تنِ تنہا ایک فرمانبردار اور یک سُوامت تھے۔اور نظام شرکت سے ہمیشہ بے تعلق رہے تھے۔اللہ کی نعمتوں کا شکرادا کرنے والے تھے۔اللہ نے اُنہیں مجتبٰی بنایا تھا۔اوراُن کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی تھی۔اور دنیا میں اُنہیں حسنات اچھی زندگی عطا کی تھی اور آخرت میں مخصوص صالحینؑ کے ساتھ رہیں گے۔پھرہم نے انہیں یہ اعزاز بھی بخشا کہ تمہاری طرف یہ وحی بھیجی کہ تم ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کرنا جو کہ نظامِ شرکت والوں میں سے نہ تھے‘‘۔(نحل123 تا 16/120)

(8) وہ کون حضراتؑ تھے جن کی اتباع واقتدا حضورؐایسی بزرگ ترین ہستی پرواجب کی گئی ہے؟

سوال یہ ہے کہ وہ کون سی ایسی بزرگ ہستیاں تھیں جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت قرار دیا گیا اور جن کی پیروی اس کائنات کی بزرگ ترین ہستی پر لازم قرار دی گئی ہے؟ اس کا مختصر جواب خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات میں اور فطری عملدرآمد میں ملتا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص پر،خواہ وہ نبیؑ ہی کیوں نہ ہو،اپنے والدین کی تعظیم واقتدا اور پیروی واجب ہے۔اور فطری طور پر ہر شخص کو پیدا ہونے کے بعد اپنے والدین کی نقل وپیروی کرنا ہی ہوتی ہے اوراس سے چھٹکارے کی نہ کوئی صورت ہے اور نہ ضرورت ہے۔البتہ بالغ ہوجانے کے بعد اگر والدین غیر مسلم ہوں تو اُن کے ہراُس حکم اور عمل کی پیروی وتعمیل کرنے کی ممانعت ہے جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہو۔(سورہ عنکبوت 29/8)اور(سورہ لقمان 31/14-15)ورنہ مومن والدین کے سامنے تو ہر انسان کو،خواہ وہ رسوؐل ہی کیوں نہ ہو بلکہ خواہ وہ نبی آخرالزمان،محبوب خدا اور مولائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں،مجسمۂ اطاعت واحترام بن کراُن کی خدمت میں حاضر رہنا ہوگا۔اوراُنکے سخت سے سخت رویے پر’’اُف‘‘اور’’اُنہہ‘‘تک منہ سے نہ نکالنا واجب ہے۔

(9) وہ وہ حضراتؑ تھے جن کے سامنے حضوؐر کو سرجھکا کر دست بستہ غلاموں کی طرح کھڑا ہونا ہے

اللہ کا حکم اور حکم کی تفصیل سُنئے:۔وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا،اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًاO وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًاO(بنی اسرائیل 17/23-24)

’’تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر اُسی کی،والدین کے ساتھ احسان جاری رکھو،اگر اُن میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بوڑھے ہوجائیں۔تو اُن کے سامنے تم اُف تک نہ کرو،انہیں ہرگز جھڑکی نہ دو،اُن سے ایسی باتیں کرو جو انہیں پسند آئیں اور مفید ہوں۔اُن کے ساتھ رحم وکرم وپیار کا سلوک نہایت عاجزی سے جاری رکھو اور اُن کے لئے دعا کیا کرو کہ اے ہمارے پروردگار ان پر رحم وکرم جاری رکھ اُسی طرح جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں میری ربوبیت کی اور رحم وپیار کا سلوک کیا تھا‘‘(17/23-24)

Presented by Ziaraat.Com

(10) حضرتِ عبدؑ اللہ اور حضرت آمنہؑ ہی نہیں بلکہ اُن کے بزرگ حضرات ابو طالبؑ اور عبد المطلبؑ بھی ملتِ ابراہیمؑ اور واجب الاحترام و اتباع موجود تھے

اگر حضورؐ کے والدین علیہما السلام موجود ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُن کی اتباع واحترام واجب تھا اور وہ حضرت اُن کے سامنے مندرجہ بالا آیات (17/23-24) کے مطابق جھک کر آداب و کورنشات بجالاتے اور پھر آنحضرتؐ مع اپنے والدینؑ کے حضرت ابو طالبؑ کے سامنے تعظیم بجالاتے اور پھر یہ تمام بزرگ حضرت عبد المطلبؑ کے حضور جھکتے اور آداب بجالایا کرتے۔ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے والدین کی اور حضرت ابو طالبؑ اور حضرت فاطمہ بنتِ اسد علیہما السلام کی اور جناب عبد المطلب علیہ السلام کی تعظیم اُسی قرآنی حکم (17/23-24) سے واجب تھی۔ اور یہی حضرات ملت ابراہیمؑ تھے اور حضورؐ پر اُن ہی کی پیروی لازم کی گئی تھی (نحل 16/123) یعنی یہ پیروی کا حکم کوئی نئی بات نہ تھی۔ یہ فطری طور پر بھی لازم تھی اور وحی نے آکر اُسی فطری صورت کو شرعی حکم بنا دیا تھا۔ پھر یہ دیکھئے کہ نزولِ قرآن اور بعثت کا اعلان کرنے کے وقت حضورؐ کے تمام بزرگوں کی بزرگیاں حضرت ابو طالب علیہ السلام اور فاطمہ بنتِ اسد علیہما السلام میں سمٹ چکی تھیں اور اُن ہی دونوں حضرات نے حضورؐ کے والدین کے فرائض ادا کئے تھے اور حقیقی معنی میں حضورؐ کو پالنے والے اور آپؐ کی ربوبیت کرنیوالے تھے۔ لہٰذا اُن دونوں کی اقتدا اور پیروی حضورؐ پر واجب تھی اور یہ اقتدا اور پیروی سابقہ تمام انبیا ورسل علیہم السلام کی اقتدا اور پیروی تھی جس کا حضورؐ کو حکم دیا جا چکا تھا (انعام 6/90) یعنی حضرت ابو طالب علیہ السلام تمام سابقہ انبیاء ورسلؑ کے نمائندہ تھے اور اُدھر حضرت نابت علیہ السلام کی نسل کے آخری امامؑ تھے۔ یعنی وہ ذاتِ پاک تھے جنہوں نے تمام سابقہ انبیا ورسلؑ اور آئمہ علیہم السلام کی کتابیں اور تبرکات حضورؐ کو سپرد کئے۔ ذرا اُن ملاعین کو بھی یاد کرلیں جنہوں نے لکھا اور مشہور کیا کہ (معاذ اللہ) ابو طالبؑ کافر مرے تھے۔ حضورؐ پر ایمان نہ لائے تھے۔ اُن کے وارثوں کو بتاؤ کہ خود آنحضرتؐ کو حضرت ابو طالبؑ، عبد اللہؑ، عبد المطلبؑ اور اپنے تمام جنم دینے والوں پر ایمان لانا تھا نہ کہ ابو طالب کو آنحضرتؐ پر؟ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَمِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ‌ؕ قُلۡ اُذُنُ خَيۡرٍ لَّـكُمۡ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَرَحۡمَةٌ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ O (توبہ 9/61)

''اُن ہی مسلمانوں میں وہ مسلمان بھی ہیں جو باتوں ہی باتوں میں نبیؐ کو ایذا پہنچاتے رہتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ رسولؐ تو کانوں کا کچا ہے سب کی باتیں سن لیتا ہے۔ اے نبیؐ تم اُن کو بتاؤ کہ نبیؐ تم پر ایک بھلائی فراہم کرنے والا کان ہے وہ تو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مومنینؑ پر بھی ایمان رکھتا ہے اور تم میں سے جو لوگ ایمان دار ہیں اُن کے لئے وہ رحمت ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنینؑ پر ایمان لائے تھے۔ اِن مومنینؑ میں، جن پر حضورؐ ایمان لائے ہیں، عام مومنین داخل نہیں بلکہ وہ مومنینؑ داخل ہیں جن کی پیروی واقتدا حضورؐ پر فرض ہے اور اُن پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔ رہ گئے عام مومنین؟ اُن پر حضورؐ کے ایمان لانے کی ضرورت ہی نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو خود آنحضرتؐ پر ایمان لانے کے لئے مامور ہیں۔ اسی فرق کو دکھانے کے لئے آیت میں اُن خاص مومنینؑ کو الگ کرنے کیلئے یہ جملہ فرمایا ہے کہ: '' وَرَحۡمَةٌ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ''

''اور رحمت ہے اُن لوگوں کے لئے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں''

Presented by Ziaraat.Com

یعنی ایمان لانے والے مومنین اُن مومنینؑ سے الگ ہیں جن پر رسولؐ خود ایمان رکھتا ہے اور یہ بات کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ عام مومنین رسولؐ اللہ پر ایمان لاتے اور رسولؐ مذکورہ حضراتؑ پر ایمان رکھتا ہے تو عام مومنین خود بھی مذکورہ حضراتؑ کے مومن ثابت ہو گئے یہ ہے مقام ملتِؑ ابراہیم علیہ السلام کا اور یہ تھا نوعِ انسان کے تمام راہنماؤں، سربراہوںؑ اور فداکاروںؑ کا حال۔

(11) محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور اُن کے بچوں کو مادی ظہور کے لئے تیار کرنے والوںؑ کا، اپنا گوشت پوست اور خون فراہم کر کے جنم دینے اور نبوت و امامت کی راہ چلانے والوںؑ کا حال

ہم لکھتے لکھتے اتفاق سے اس مقام پر آ گئے جہاں خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وعلیہم کے سلسلے میں ہمیں اپنی کتاب ''مرکزِ انسانیت'' (یعنی حسینؑ) کے چند پیراگراف نقل کرنا ضروری ہو گیا ہے تاکہ نسلِ رسولؐ پر ذرا کھل کر روشنی پڑ جائے۔ چنانچہ یہاں سے ''مرکزِ انسانیت'' کے عنوانات اور بیانات آپ کے سامنے آئیں گے اور اُن کے خاتمہ پر ہم بتائیں گے کہ وہ ختم ہو گئے سنئے:۔

(6-iv) دعائے خلیلؑ ونویدِ مسیحاؑ قرآن کی مندرجہ بالا آیات کا منشا و مدعا؟

اِس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ مندرجہ بالا دعائے ابراہیمؑ پوری ہوئی اور آنحضرتؐ اُن ہی کی دعا کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ:۔

؎ دعائے خلیلؑ ونویدِ مسیحاؑ ہوئی پہلوئے آمنہؑ سے ہویدا

مسلمانوں کو اتفاق ہو یا اختلاف۔ ہمارے لئے یہ دونوں باتیں نہ دلیل ہیں نہ سند ہیں۔ سب سے بڑی سند قرآن کریم کو مانا جاتا ہے۔ اور اُس میں حضرت ابراہیمؑ واسماعیل علیہ السلام کی دعا سامنے آ چکی ہے۔ اس میں دعا کا پہلا حصہ یہ ہے ''ہماری ذریت میں ایک مسلم امت قائم کرنا، اور اُس امتِ مسلمہ میں سے ایک رسولؐ کو مبعوث کرنا''۔ لہٰذا اگر یہ ماننا لازم ہے کہ محمد مصطفیؐ رسولؐ تھے۔ تو اس سے بھی پہلے یہ ماننا لازم و واجب ہے کہ وہ امت مسلمہ میں سے تھے۔ یعنی انہیں جنم دینے اور نبوت تک پہنچانے والے مسلم تھے۔ لہٰذا وہ تمام لوگ جو محمد مصطفیؐ کے والدین اور اباواجداد واعزّہ کو کافر کہتے ہیں خود کافروں کی اولاد ہیں۔ اور آنحضرتؐ کو کافروں کی اولاد کہہ کر اپنے کافر بزرگوں کو رسولؐ اللہ کے آباء واجداد کے برابر کرنا چاہا ہے۔ لیکن قرآن کریم نے طرح طرح آنحضرتؐ کے بزرگوں اور عزیز واقربا سب کو واضح الفاظ میں مومنین قرار دیا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا کہ:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ .... (آل عمران 3/164)

''یقیناً اللہ نے مومنین پر اُس وقت بطور منت احسان کیا تھا جب مومنین میں مومنین ہی میں سے وہ رسولؐ مبعوث کیا جو اُن مومنین پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے اُن مومنین کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں تمام کتبہائے خداوندی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے''۔

یہ دونوں مقام ایسے واضح ہیں کہ اس کے بعد کسی شخص کو یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ معاذ اللہ رسولؐ اللہ کافروں میں سے مبعوث ہوئے یا کافروں میں اور کافروں سے پیدا ہوئے تھے رہ گئے مشرکین ومجتہدینِ عرب جو بھی اتہام لگائیں وہ اس لئے ناقابلِ شکایت ہے کہ وہ دشمنانِ اسلام وقرآن اور دشمنانِ خاندانِ رسولؐ ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ خود رسولؐ کے خاندان کے افراد سمجھے جائیں۔ اور پھر خاندانی ہونے کی وجہ سے اُن کی ہر بکواس رسولؐ اور خاندانِ رسولؐ کے لئے قابلِ اعتبار سمجھی جائے۔ چنانچہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس امت مسلمہ کے تسلسل اور بقاء کے

Presented by Ziaraat.Com

لئے دعا کی تھی وہ مسلم ملت برابر قائم رہتی چلی آئی اور ملت کے سربراہ خاندان جناب عبدالمطلبؑ سے نبوت ورسالت وامامت نے جنم لیا اور ساری دنیا کو اپنے نور سے منور کر دیا۔ قارئین کے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس کے ماں باپ مسلمان ہوں۔ کیا اُس بچہ کو پیدائشی مسلم نہیں کہتے؟ کیا آپ نے پیدا ہونے کے بعد کبھی، کسی عمر میں کوئی ایسی رسم ادا کی ہے جیسی کسی کافر کو مسلمان کرنے میں کی جاتی ہے؟ پھر یہ سوچئے کہ یہ کتنی بڑی سازش اور کتنی ستم ظریفی ہے کہ ''خیر عبدؑاللہ بن عبدالمطلبؑ اور عبدالمطلبؑ تو اسلام سے پہلے ہی مر گئے تھے۔ مگر ابو طالبؑ تو اعلان نبوت کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے آیا وہ اسلام لائے تھے یا نہیں؟''

پھر اُن علمائے شیعہ کی بد مذہبی اور بے بصیرتی پر پاگلوں کو بھی رونا چاہیئے جنہوں نے اِن بحثوں کو بحث ونظر کیلئے قبول کیا۔ اور حضرتِ ابوطالب علیہ السلام کے ایمان لانے یا ایماندار ہونے پر کاغذ کالے کئے اور مذکورہ آیات میں سے کسی کو نہ سمجھے اور نہ دلیل میں لکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بحث کو اٹھانے والے اور اعتراضات کرنے والے اور حضرت ابو طالبؑ کو کافر قرار دینے والے اور بحث کو قبول کر کے جواب دینے والے ایک ہی گروہ کے علما تھے محض لیبل مختلف لگا رکھے تھے۔

7۔ مخزنؑ ومعدنِ نبوّت ورسالتؑ وامامتؑ، یعنی خانوادۂ حسینؑ

احادیث وتواریخ میں رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بیان موجود ہے کہ ''میرا نور اصلاب طاہرہ وپاکیزہ سے ارحام طیبہ ومطہرہ میں منتقل ہوتے ہوتے عبدؑاللہ وآمنہ علیہما السلام تک پہنچا'' اور یہ کہ ''میں ایسی پاک وپارسا نسل سے پیدا ہوا ہوں جس میں کفر وشرک والحاد وفسق وزنا کبھی داخل نہیں ہوا''۔ یہاں ہم کتاب ''اسلام میں جنسی تعلقات'' کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ جس سے زیرِ گفتگو اس ملت مسلمہ کا ازلی وابدی اور آنحضرؐت تک وجود ومقام سامنے آ کھڑا ہوگا۔ سنئے کہ اُس کتاب مذکور کی ضرورت کے مطابق وہاں یہ عنوان تھا کہ:

(1) ''خاطی وخطا کار قیادت کو عصمت کا آئینہ دکھادو''

''قرآن کریم اور عقل سلیم سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ خلاّق عالم اپنے علم وقدرت کی بنا پر تمام نقائص وعیوب اور احتیاج سے پاک اور منزہ ہے۔ اور یہ کہ غلطی، خامیاں، قصور وخطائیں اور لغزشیں اور کوتاہیاں اور بھول چوک، علم وقدرت کے فقدان سے ظہور میں آتے ہیں۔ اور یہ سب نقائص وعیوب اور احتیاج میں شامل ہیں۔ لہٰذا اللہ ان سے بھی پاک ومنزہ ہے۔ چنانچہ خالقِ علم وحق اور خالق قدرت کا ہر فعل اور ہر قول حقِ مطلق وحقِ محض اور عصمتِ مطلقہ ہونا لازم ہے۔ اسی وجہ سے قرآنی قول کی حیثیت سے کائنات اور سروؐرِ کائنات مجسمہ حقِ محض اور عصمتِ مطلقہ ہیں۔ جو اللہ کے اولین افعال واعمال ہیں۔ اور ترتیبِ تخلیق کی حیثیت سے اللہ نے تخلیقِ کون ومکان وعرش وکرسی اور لوح وقلم سے کہیں بہت پہلے نور محمدؐی کو پیدا کیا تھا۔ اور اپنے انوار قدس میں لپیٹ کر اُس نور کو اپنے علم وقدرت وعظمت وعصمت وتمام صفات کا محسوس ومشہود مجسمہ بنا دیا۔ اور اپنے اپنے تعارف کے لئے تیار کیا اور ساتھ ہی اس تعارف کے سلسلے کی تمام چیزوں کو ترتیب وار یکے بعد دیگرے پیدا کرنا شروع کیا مثلاً علم وقدرت ومشیت ولوح وقلم وعقل وایمان وادراک۔ تاکہ وہ مجسمۂ صفاتِ خداوندی عملاً کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم حاصل کرے اور ایک روز یہ آیت عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ O(96/5) سمجھ میں آسکے۔ اور یوں وہ ذاتِ پاک ہر چیز کی تخلیق پر بصیر ونذیر وشھید بنتا چلا جائے (53/56,25/1) اور ہر پیدا ہونے والی مخلوق کو عبادت کر کے عبادت سکھاتا جائے اور ہدایت کرتا رہے (20/50)۔ اور سب کو حسب توفیق صفاتِ خداوندی کو جذب کرنے میں مددگار رہے۔ چنانچہ تخلیق کائنات معصوم رفتار سے بڑھتی گئی۔ عصمت کے سائے میں ارتقا جاری رہا۔ کہیں معصوم ملائکہ وجود میں آنے کے لئے مجبور

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے۔ کہیں جنات کو وجود و آزادی ملی، مسلسل اور بلا فصل وہ تمام سامانِ عالم وجود میں آ گیا جس کے بعد اللہ نے خلافتِ الٰہیہ کے قیام کی بنیاد رکھنا طے کر رکھا تھا۔ اب ایک نا قابلِ شمار مدت میں اور عقل و وہم و بیان سے بلند و بالا قوانینِ تخلیق سے اللہ نے اُس مجسمۂ انوار و علم و قدرت کو، اُس ھادی و نذیر و رحمۃ للعالمین کو ایک گوشت و پوست و اعضاء و جوارح رکھنے والے جسم میں محفوظ کرنے کا سرو سامان کیا۔ تاکہ وہؐ ساری کائنات سے پہلا مسلمؐ و عابدؐ ایک مسلم و عبادت گزار مخلوق کی تخلیق و اصلاح و ہدایت میں ممد و معاون رہے۔ اعلان ہوا۔ خلیفۃ الارض نے اس خلاصۂ انوارِ ربانی سے منور ہوتے ہی آنکھیں کھول دیں تو دیکھا کہ ملائکہ اور تمام وسائطِ خداوندی سجدہ سے اُن کی تعظیم بجالا رہے ہیں۔ یہی وقت تھا۔ جب ایک عابد و زاہد و مطیع و فرمانبردار اور کروڑ ھا سجدے کر چکنے والی ہستی نے آدمؑ کے اندر نہ معلوم کیا کیا دیکھ لیا کہ اُس کی حالت میں انقلاب شروع ہوا۔ اُس پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔ کبھی وہ اغوا اور مغالطے کے تصورات سے دوچار ہوتا اور کبھی خطا و فریب میں الجھ جاتا۔ کہیں اس سے گناہ و کوتاھیاں جنم لے رہی تھیں کہیں غلطیاں اور لغزشیں برآمد ہو رہی تھیں۔ کہیں خباثت و غلاظت گلے میں باہیں ڈال رہی تھیں کہیں مکر و کید بغل گیر ہو رہے تھے۔ کہیں فرمانبرداری میں کوتاہیاں اور قصور سامنے آ رہے تھے۔ کہیں خیانت و حماقت و جہالت اجتہاد میں مصروف تھے۔ القصہ جتنی دیر میں آدمؑ کی تعظیمی رسومات پوری ہوئیں یہ ہستی تمام خامیوں اور خرابیوں کا نمایندہ بن کر ابلیس کے نام نامی سے پکارے جانے کا مستحق ہو گیا۔ قارئین اس کے بعد کا ٹوٹا پھوٹا اور بگاڑا ہوا قصہ اکثر سنتے ہی رہتے ہیں۔ مختصراً یہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خلافتِ ارضی کے لئے تیار کیا گیا۔ ملائکہ کو خلافتِ آدمؑ کے لئے تعلیم و ہدایات دلائی گئیں۔ پوری کائنات کے اعلیٰ ترین (عالینؑ) سربراہوںؑ اور ھادیانِ مطلق سے تعارف کرایا گیا۔ آدمؑ و ابلیس کو آس پاس رہ کر مزاج شناسی کا موقع دیا گیا۔ حضرت آدمؑ کو وصولِ وحی اور حق و باطل کا فرق سمجھنا سکھایا گیا۔ اچھا بُرا، گناہ و ثواب، فرمانبرداری اور نافرمانی سے متعارف کرایا گیا۔ عصمت کا امتحان لیا گیا۔ مصطفیٰ بنا کر دنیا میں بھیجا اور تخلیق انسانی اور انسانوں کی پرورش و تربیت کے عظیم ترین کام میں اپنا شریک کار بنایا گیا۔ نسلِ انسانی کو علم و عصمت و قدرت عطا کرنے اور ابلیس اور اُس کے مذکورہ بالا سامان سے محفوظ و پاک و منزہ رکھنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ چنانچہ حضرت آدمؑ نے زمین پر ایک بابصیرت، آزاد و مختار و جہاں گیر و جہاں ساز نوع آدم کو جنم دیا۔ پھیلایا۔ علم و قدرت کے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ جنہیں اللہ نے اپنی وحی و الہام و مشاہدات و مکالمات سے لبریز کئے رکھا۔

اُدھر ابلیس نے اپنی اجتہادی غلطی اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی راہ سے نوع انسان کے ساتھ راہ و رسم اور اختلاط کی غرض حاصل کر لی۔ اور انسانوں کی خود ارادیت اور عقلی و عملی آزادی سے فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ اور اپنے لئے ذریتِ آدمؑ میں سے وہ لوگ چننا شروع کئے جو اپنے اوپر کسی قسم کی پابندی نہ چاہتے ہوں۔ جو عقل و تجربہ اور تقاضائے وقت کے علاوہ کسی اور تصوراتی راہنمائی کو غیر مفید یا آہستہ خرام سمجھتے ہوں (نساء 4/118) بہرحال انبیاء علیہم السلام نے انسانوں میں وہ جماعت یا ذریت تیار کرنا شروع فرمائی جس پر ابلیس اور ابلیس سے متعلقہ و مذکورہ بالا سامان کا ذرہ برابر اثر و تسلط ہونے نہ پائے (15/42) اللہ نے ایسی ذریتؑ کے پیدا ہونے اور موجود رہنے کا وعدہ فرما لیا تھا (آل عمران 3/33,34) اور شیطان نے بھی ایسی ذریت کے موجود رہتے چلے جانے کا اقرار کیا تھا اور اُن پر اثر انداز نہ ہو سکنے میں اپنی بے بسی قبول کی تھی (حجر 15/40) یہ وہ ذریتؑ تھی جو انبیا و آئمہ علیہم السلام کو جنم دیتی تھی، جو حضرت آدم علیہ السلام سے اُس وقت تک ملتے چلے آنے والے علوم و ہدایات سے انبیاؑء و آئمہؑ کی بچپن سے نشو و نما و تربیت کرتی تھی۔ وہ تمام کتبہائے خداوندی کی حامل و حافظ اور وارث رہتی چلی جاتی تھی۔ اُدھر ہر نبیؑ کے پروگرام و ہدایات کا عملی نمونہ بن کر انسانوں کو انبیاؑ کی راہ چلنے میں مدد دیتی تھی۔ اُن کی تمام کمزوریاں، خامیاں، کوتاھیاں غلطیاں اور لغزشیں

Presented by Ziaraat.Com

واضح کرتی اور اُن کی اصلاح میں مدد دے کر انہیں اپنی اور اپنے نبیؑ کی عصمت کی طرف لاتی اور اُن کی گمراہی کو ہدایت سے ،غلطیوں کو صواب سے ،خامیوں اور قصوروں کو تکمیل سے ،لغزشوں کو استحکام اور گناہوں کو ثواب سے بدلنے کا انتظام اور طریقے سکھاتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ ہر نبیؑ ہر امامؑ اس ذریت کا بچہ تھا۔تمام انبیاؑء ورسلؑ اور آئمہؑ اسی درخت (شجرۂ طیبہ) کے ثمر یا پھل تھے۔اُن سب نے اس ذریت کی بقا اور ترقی کے لئے دعائیں مانگیں اس لئے کہ اُن کی بقا اور ترقی میں انبیاؑ وآئمہؑ کی بقا وترقی کا راز مضمر تھا۔خود اُن کی تعظیم وتکریم میں کمی نہ کی اور اپنی امتوں کو اُن کی تعظیم واحترام کی ہدایات کیں۔اُن کی اتباع اور پیروی کو واجب کیا اُن کی مودت کو اجرِ رسالت قرار دیا (شوریٰ 42/23) یہ وہ صاحبانِؑ ارحامؑ واصلابؑ ہیں جو طاہر ومطہر تھے۔جن سے نبوتؑ ورسالتؑ واماؑمت جنم لیتی تھی۔جو نبوتؑ ورسالتؑ وامامت کی کان (معدن) تھے۔جن سے نبیوؑں رسولوں اور اماموؑں کو گوشت و پوست وخون اور ہڈیاں ملتی تھیں جن سے عقل وفکر و دماغ وقلب ملتے تھے۔جن کے دودھ سے نبوت ورسالت وامامت کی پرورش ہوتی تھی۔ یہ وہ مبارک ترین ذریت تھی جن کی گود میں نبوتؑ پلتی تھی۔رسالؑت مسکراتی تھی اور امامتؑ بولنا سیکھتی تھی۔نبوتؑ ورسالتؑ و امامتؑ اُن کے سایۂ عاطفت میں پل کر جوان ہوتی تھی۔وہ انبیاؑء رسلؑ اور آئمہؑ کو انگلی پکڑ کر نبوت ورسالت وامامت کی راہ چلاتے تھے انہیں اللہ اور اس کی تعلیمات کی طرف راہنمائی وہدایت کرتے تھے (ضحیٰ 93/7) انہیں امن و پناہ فراہم کرتے تھے (93/6) انہیں ساری دنیا سے مستغنی کر دیتے تھے (93/8) یہ ذریتؑ طاہرہ آدمؑ سے لے کر خاتمؑ تک موجود رہتی چلی آئی اسی ذریت سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ و آبائہٖ نے جنم لیا تھا (آل عمران 3/164) روؔح القدس ہو یا جبرئیل امین ہوں ہمیشہ کی طرح اب بھی ساتھ ساتھ تھے۔صفاتِ نبوت کی طرح جز و لا ینفک تھے۔اب لوح وقلم سب یکجا تھے۔تمام علوم وتعلیمات ایک مرکز پر مجتمع تھیں۔تمام عصمتیں،تمام قدرتیں،تمام معجزات حضورؐ میں مرکوز تھے اللہ کے تمام علوم وقدرت وصفات کا بولتا چالتا مجسمہ،ساری کائنات اور تمام انبیاؑء ورسلؑ وآئمہؑ کی تمام محنتوں اور کاوشوں کا ثمرہ۔انسانی صورت میں ایک لا محدود اور بے پناہ محیر العقول ہستی۔جو نہ صرف آگے دیکھتی ہے بلکہ پیچھے اور ہر طرف دیکھتی ہے۔کائنات کی کوئی چیز نظروں سے غائب نہیں۔جس کی انگلیوں سے پانی اور دودھ کے کبھی ختم نہ ہونے والے چشمے پھوٹ پڑتے ہوں۔کھاری کنویں میں تھوک دیں تو قیامت تک میٹھا پانی ختم نہ ہونے پائے۔ وہ ذاتِ پاک جو انسانوں کو برق وبُراق پر تسلط عطا کردے۔جو زمین پر رینگنے والے انسانوں کو فلک الافلاک اور قاب قوسین وسدرۃ المنتہا تک بلند ہونے کا تصور اور عملی نمونہ پیش کرے۔جو تسخیر کائنات کی راہیں اور ابواب السماوات چوپٹ کھول دے۔انگلی کے اشارہ سے شموس واقمار کو راہیں بدلنے والا بنا کر دکھادے۔یہ اُسی عظیم الشان ذریتؑ کے تیار کردہ رسوؔل تھے۔جنہیں اللہ نے اس قرآن میں علم مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ وَ مَا ھُوَ کَائِنٌ (جو ہو چکا،جو ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے) کی سند عطا کی ہے (بقرہ 2/151) اور اِسی آیت میں یہ بھی فرمادیا کہ وہ جسے چاہتا ہے ماضی وحال و مستقبل کے تمام علوم واطلاعات سکھا دیتا ہے (2/151) اور یہ کہ وہ اس بے حدوحساب تعلیم کو برابر جاری رکھے گا یہاں تک کہ پچھلے اگلوں سے آملیں (جمعہ 3-2/62)'' (اقتباس ختم ہوا مگر مرکز انسانیت جاری ہے)

انبیاؑء ورسلؑ وآئمہؑ اگر پھل وثمر ہیں تو وہ اُن درختوں کے رھین منت ہیں جنھوں نے انہیں پیدا کیا تھا

قارئین کرام ذرا سا اپنے پیارے گھر اور گھر والوں پر نظر ڈالیں۔کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ آپ خواہ ایم اے ہوں یا ان پڑھ ہوں،چوکیدار ہوں یا تھانیدار،کوئی منسٹر ہوں یا صدر مملکت،آپ رانی ہوں یا راجہ،ملکہ ہوں یا بادشاہ وشہنشاہ۔آپ اپنے پالنے والوں،اپنے لئے تکلیفیں اٹھانے والوں،رات کو دس دس دفعہ اٹھ کر دودھ پلانے والوں اور معصوم ضروریات پوری کرنے والوں،اور آپ کو منتوں مرادوں اور دعاؤں کے سائے میں

پال کر جوانی کے منتظر رہنے والوں، قرض ادھار لے کر، دقتیں اٹھا کر، بھوکا رہ کر، محنت و مزدوری کر کر کے پڑھانے والوں اور پروان چڑھانے والے ماں باپ کے ساتھ کیسا سلوک پسند کریں گے؟ ہمیں آپ کا حال اور جواب معلوم نہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ شریف و مہذب، امیر و غریب، مسلم و غیر مسلم تمام خاندانوں میں ماں باپ کے قدم چھوئے جاتے ہیں۔ اُنہیں صبح و شام، جھک کر بڑے پیار و ادب سے سلام کرتے ہیں۔ اُن کے سامنے چھوٹا سا بچہ بن جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن سے دھیمی اور پسندیدہ آواز اور لب و لہجہ میں بات کرتے ہیں۔ اُن کا اس قدر احترام کرتے ہیں کہ اُن کے روبرو اپنے پیارے بچوں کو اور اپنی عزیز ترین شریک حیات کو پیار نہیں کرتے۔ اپنے بچوں کو بتاتے ہیں کہ تمہارے اباوہ ہیں جنہیں ہم ابا کہتے ہیں۔ تمہاری امی وہ ہیں جنہیں ہم امی کہتے ہیں۔ اپنے لئے بھائی جان یا کوئی اور مناسب رشتہ سکھاتے ہیں تاکہ بچے غلطی سے بھی اپنے دادا اور دادی کے سامنے ماں باپ کو ابا یا امی نہ پکاریں۔ یہ عمل درآمد ہر ملک و مذہب و ملت میں جاری رہتا چلا آیا ہے اور آج بھی جاری ہے۔ اور یہی عمل درآمد تھا زیر قلم ذریتؑ کے یہاں۔ وہ وہ لوگ تھے جن پر تمام انبیاءؑ و رسلؑ اور تمام آئمہؑ سلام بھیجتے رہے۔ ارے صاحب انبیاء و رسل اور آئمہ علیھم السلام تو ایک طرف قرآن میں اللہ نے آلؑ یاسینؑ یعنی آل محمدؐ پر سلام بھیجا ہے (سَلَامٌ عَلٰی آلِ یَا سِیْن (صافات 37/130)(دیکھو دُرِ منثور تفسیر جلد 5 صفحہ 286) پھر تمام انبیاؑ اُسی ذریت طاہرہ کے افراد تھے (آل عمران 34-3/33) اور نبیوں پر اللہ نے نام بنام سلام بھیجا ہے (صافات (37/79,109,120 وغیرہ)۔ بہرحال نبی، رسوؐل اور آئمہؑ تو گنتی کے تھے اور اسی خانوادہ میں سے تھے۔ ذریت کے ہر ہر فرد کو نہ نبیؑ بنایا جا سکتا تھا نہ امامؑ اور رسوؐل بنانا موزوں ہوتا۔ انتظام خداوندی یہ تھا کہ کچھ حضرات کو نبیؑ یا رسوؐل یا امام بنایا جائے۔ اور ایسے حضرات ہوں جو نبوت و رسالت و امامت کا مادی و محسوس سامان اور خمیر بنائیں کسی کو رسالت کیلئے تیار کریں کسی کی ربوبیت اس طرح کریں کہ وہ عہدۂ امامت سنبھالے۔ کسی کو نبی بنائیں۔ یعنی جس طرح حضرت آدم کو نوع انسان کے پیدا کرنے میں اللہ نے اپنا واسطہ ذریعہ اور وسیلہ بنایا تھا اسی طرح اس ذریت کا ہر فرد نبی، رسول اور امام بنانے میں اللہ کا وسیلہ تھا اور ظاہر ہے کہ بنانے والا بننے والے سے افضل ہوتا ہے۔ جھک کر سلام کرنے والا مفضول ہوتا ہے۔ جب رسوؐل اللہ خانوادۂ رسالت پر ہر صبح سلام کرتے تھے (اسلام علیکم یا اَھلَ البیت) تو تمام انبیاؑ و رسلؑ اور ملائکہ اور خود خداوند عالم مل کر سلام کرتے تھے۔

(3) آیئے ذریتؑ طاہرہ کی فضیلت پر نظر ڈالیں

حقیقت تو اسی قدر ہے کہ ایک نور سے پیدا ہونے والے حضرات مرتبہ میں سب برابر ہی تھے۔ چونکہ ابلیسی نظام کے سب سے بڑے حربوں میں سے ایک حربہ طبقہ واریت کو مٹانے اور تمام انسانوں کو برابر کرنے کا حربہ ہے۔ اور یہ حربہ روزانہ جہلا اور تہی مایہ لوگوں میں تیزی سے مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ اور آج سوشلزم اور کمیونزم کے سب سے اونچے نعروں میں سے ایک نعرہ یہی ہے۔ اور یہی حربہ انبیاءؑ کے خلاف سب حربوں سے زیادہ کارگر ہوتا اور لوگوں کو گمراہ کرتا رہا ہے۔ لہٰذا تعلیماتِ خداوندی میں اس حربے کو بے اثر اور بے نتیجہ کرنے کے لئے بہت سی ایسی باتیں اور ہدایات بیان ہوئی ہیں جو محض انتظامی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور جن کی حقیقت ایمان کے کئی درجے گزر جانے اور بہت سے دینی فوائد و نتائج کے برآمد ہو جانے کے بعد سمجھ میں آتی ہے۔ اور جب سمجھ میں آجاتی ہے تو پھر مومن کو اپنی ابتدائی پوزیشن اور عقائد پر ہنسی آتی ہے۔ لہٰذا اسلامی تعلیمات میں ہزاروں باتیں بھری پڑی ہیں جن کا ظاہر کچھ اور ہے اور باطن کچھ اور ہے۔ اور وہ خدائی تعلیم ہونے کی بنا پر اپنے ظاہر میں بھی حق اور صحیح ہیں۔ اور باطن میں بھی خالص حق ہیں۔ لیکن جو شخص محض ظاہر پر اڑ جاتا ہے اور باطن کا انکار کر دیتا ہے۔ یا باطن کا اقرار کر کے ظاہر کا منکر ہو جاتا ہے۔ وہ

Presented by Ziaraat.Com

اسلامی حقائق کا منکر اور اسلام سے خارج ہوجاتا ہے لہٰذا پھر نوٹ کریں کہ بعض باتیں محض ابلیس کا راستہ روکنے کے لئے کہی گئی ہیں۔ مثلاً یہ حقیقت کتب احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے عائشہ سے فرمایا تھا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ ''تیری قوم'' دوبارہ مشرک ہوجائے گی تو میں کعبہ کو توڑ کر دوبارہ اُن بنیادوں پر تعمیر کردیتا جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا یعنی ابلیس کا نظام فوراً رسوؐل پر یہ فتویٰ لگادیتا کہ یہ شخص نبی نہیں ہوسکتا یہ خدا کے گھر کو ڈھائے دے رہا ہے۔ ان باتوں کو سامنے رکھیئے اور ایک لطیفہ سنئے:

''کسی بڑھیا کے بیٹوں کو قتل کے مقدمہ میں گرفتار کرکے مقدمہ چلایا گیا۔ تحقیقات و تفتیش سے جج کو معلوم ہوا کہ محض شبہ کی بنا پر بڑھیا کے بیٹوں کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ لہٰذا جج نے اپنا فیصلہ سنانے کی تاریخ کا اعلان کردیا۔ بڑھیا ماں کسی طرح گرتی پڑتی فیصلہ سننے کے لئے عدالت میں کھڑی آنسو بہا رہی تھی۔ پولیس اور تمام ملزمان ہتھکڑی لگے ہوئے حاضر تھے۔ عدالت کا کمرہ تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ذرا دیر بعد اصل قاتلوں کو سزائے موت سنائی گئی۔ بڑھیا دل تھامے ہوئے خود کو سنبھالے سانس روکے ہوئے اپنے بیٹوں کا نام سننے کی منتظر تھی کہ جج نے کہا کہ میں فلاں فلاں کو بَری کرتا ہوں۔ جب بڑھیا کی سمجھ میں اصل فیصلہ آگیا تو اُس نے چیخ کر کہا کہ ''جج صاحب اللہ تجھے جلد سے جلد پٹواری بنائے آمین''۔ جج صاحب بڑھیا کی سادگی پر مسکرائے اور سارا مجمع کھل کھلا کر ہنسنے لگا۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ سننے والے اور قاری حضرات بھی مسکرا رہے ہیں۔

آپ سب کے لئے اس میں ہنسنے کی بات یہی ہے ناں؟ بڑھیا بے چاری کو پٹواری ہی سب سے بڑے عہدے کا آدمی معلوم تھا۔ سیشن جج کو پٹواری بنانے کی دعا دراصل بظاہر اُسے ذلیل وخوار کرکے ایک بدترین تنزل سے دوچار کرنے والی بددعا تھی۔ لیکن بباطن بڑھیا چاہتی تھی کہ جج کا عہدہ اور بڑھے کہ وہ زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچا سکے۔ بڑھیا کی نادانی، سادگی اور خلوص نے ظاہر کو ناگوار نہیں رہنے دیا۔ اب آپ ذرا سنجیدہ ہو جائیں اس لئے کہ اب اللہ، قرآن اور انبیاؑ و رسلؑ کی ایسی ہی باتیں سامنے آئیں گی۔ جو بظاہر نظر بڑھیا کی بات یا دعا کی طرح مضحکہ خیز مگر بباطن فضیلت ساز اور حقیقت انگیز ہوں گی۔

(4) نبوتؑ، رسالتؑ اور خُلت کے بعد امامت کا دیا جانا کیا معنی؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نبیؑ بھی تھے رسوؐل بھی تھے اور خلیل بھی تھے اور ساتھ ہی کم از کم دو نبیوں اور رسوؐلوں کے باپ بھی تھے اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ: ''چونکہ تم آزمائش میں کامیاب ہوگئے ہو اس لئے اب میں تمہیں انسانوں کا امامؑ بناتا ہوں'' (بقرہ 2/124)

قارئین اب آپ کیوں نہیں مسکرائے؟ حالانکہ آپ نے یہ سنا بھی ہے۔ اور اسی پر ایمان بھی رکھتے ہو کہ امامؑ سے نبی و رسوؐل افضل ہوتا ہے۔ اور اس عقیدے کی رُو سے اللہ کی یہ بات یقیناً بڑھیا والا لطیفہ ہے۔ پھر آپ اس آیت (2/124) میں یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جیسے ہی اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو امامؑ بنانے کی بات کی فوراً حضرت ابراہیمؑ نے پھٹ سے یہ سوال کردیا کہ میری ذریت میں بھی امامت رہے گی؟ آپ نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اللہ نے اسی آیت میں امامت کو اپنا ایک ''عہد'' قرار دیا ہے۔ جب کہ نبوت و رسالت کو عہد نہیں فرمایا گیا۔ اسی آیت میں اللہ نے ہر اُس شخص کو امامت سے خارج کرکے ذریتِ ابراہیمؑ میں امامت کو جاری کردیا جو کوئی ذراسی بات یا کام بھی برمحل نہ کرے۔ یعنی امام وہ ہوگا جس کی ہر بات اور ہر کام برمحل ہو جس سے غلطی یا غلط فہمی ناممکن ہو۔ یہ بھی سوچئے کہ حضرت ابراہیمؑ نے نبوت و رسالت اور خلت کے سلسلے میں اپنی ذریت کے لئے کوئی تمنا نہیں کی تھی۔ یہاں خود بخود یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ تعلیماتِ خداوندی کو نوع انسان میں نافذ کرنے کے لئے نبوت وخلافت و رسالت کے بعد

Presented by Ziaraat.Com

امامت کا درجہ آتا ہے۔ اب قارئین چاہیں تو درجہ امامت کو نبوت وخلافت ورسالت سے افضل اور بلند تر درجہ مان لیں یا بڑھیا والا لطیفہ سمجھ کر مسکرائیں اور نظرانداز کردیں مگر یہ سمجھ کر کریں جو کچھ بھی کریں کہ بڑھیا تو نادان تھی۔ انسان تھی مگر اللہ؟ بہرحال ہم قرآن کی روشنی میں امامؑ کو نبیوںؑ، رسولوںؑ اور خلفائے خداوندی سے بہت بزرگ وافضل یقین کرتے ہیں۔ (اور یہاں بیان الامامت ہی مقصود ہے)''۔

یہاں مرکزِ انسانیت کے پیرے ختم ہوگئے۔

(12) ملتِ ابراہیمؑ یا آلِؑ ابراہیم کے فضائل ومناقب کے بعد اُن کی دنیا میں قدرومنزلت، مقبولیت، تسلط اور اللہ کے اعلانات پر گفتگو

اب ہم قارئین کے سامنے مختصر طور پر ملتِ ابراہیمؑ یا آلِؑ ابراہیمؑ کی مادی یا دنیاوی پوزیشن کی جھلک پیش کریں گے اور اس کی بنیاد بھی تفصیل سے توریت وزبور وانجیل میں مذکور ہے اور قرآن کریم بھی اس سے خالی نہیں ہے اور اختصار کا تقاضا ہے کہ ہم قرآن ہی سے وہ جھلک دکھائیں جس سے قارئین کو اس قوم کے حالات کے ساتھ ساتھ اُس کے راہنماؤں اور آئمہ علیھم السلام کے حالات بھی معلوم ہوجائیں جس قوم کو بدلے میں لے آنے کی قریش کو دھمکیاں دیا جانا پہلے معلوم ہوچکا ہے۔ اللہ نے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیدا ہونے والی قوم کو ریگستان کے ذروں کی تعداد میں بڑھانے کا وعدہ کیا ہے اور انہیں ایک بہت بڑی قوم بنا دینے کی پیشنگوئی فرمائی ہے وہیں ذریت وآل ابراہیمؑ کو ایک عظیم الشان مملکت کے فرمانروا بنانے اور بنائے رکھنے کی اطلاع بھی دی ہے اور ابھی ابھی اُسی آل ابراہیمؑ وملتِ ابراہیمؑ وذریت ابراہیمؑ کا مقام بلند پیش کیا جاچکا ہے۔ چنانچہ اب قوم ابراہیمؑ اور اُن کے فرمانرؑ واؤں اور اماموںؑ کا دنیاوی مقام سامنے آتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰھِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاٰتَیۡنٰھُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًاO فَمِنۡھُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ بِہٖ وَمِنۡھُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡہُ ؕ وَکَفٰی بِجَھَنَّمَ سَعِیۡرًاO (نساء 4/54-55)

''کیا قریشی لوگوں کو اُس پر حسد ہورہا ہے جو اللہ نے اپنے فضل سے محمدؐ اور خانوادۂ محمدؐ کو دیا ہے؟ حالانکہ یقیناً ہم نے تو آلِؑ ابراہیمؑ کو مکمل کتاب، مکمل حکمت اور عظیم الشان ملک ومملکت دے رکھی ہے یعنی وہ آل ابراہیمؑ کتاب وحکمت ومملکت کے حامل و مالک اور حکمران ہیں۔ چنانچہ قریشی حاسدوں کے دوگروہ یا محاذ ہیں ایک نے حسد میں کامیابی کے لئے ایمان کا راستہ اختیار کرلیا ہے اور اُن میں دوسرے محاذ نے رکاوٹیں کھڑی کرنے کا پروگرام بنالیا مگر تمام حاسدوں کو بھڑکتے اور دہکتے ہوئے جہنم میں جلنے کا فیصلہ کافی ہے''۔

(الف) اِن دونوں آیات (4/54-55) سے آل ابراہیمؑ سے تمام قریش خارج ہیں، وہ حاسدودشمن اور جہنمی ہیں، عظیم الشان سلطنت کا موجود ہونا اور فرمانروائی ثابت ہے

قریش کی بحیثیتِ قومی دشمنی قرآن (فرقان 25/30-31) سے اور بار بار ثابت ہے لہٰذا اس پر یہاں بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ یہ ضرور بتانا ہے کہ قریش کی یہ دشمنی اور حسد جہنم میں جانے تک برقرار رہنا لفظ یَحۡسُدُوۡنَ سے بھی ثابت ہے یہ لفظ مضارع کی صورت میں لایا گیا ہے اور اُس کے دوہرے معنی ہوتے ہیں جو حال ومستقبل تک حاوی ہوتے ہیں یعنی "وہ حسد کرتے ہیں اور وہ حسد کرتے رہیں گے اور یہ حسد ودشمنی آج ہمارے زمانہ تک باقی رہنے کی ہزاروں قابل مشاہدہ عملی ثبوت ہیں۔ مثلاً بخاری کی رُو سے درود میں آل محمدؐ کو شریک رکھا جانا یعنی اَللّٰھُمَّ صَلی علٰی محمدؐ و آل محمدؐ کہنا لازم ہے لیکن قریشی مسلک کے لوگ آل محمدؐ کو درود میں شامل نہیں کرتے۔ وغیرہ۔

دوسری بات اِن آیات (4/54-55) میں یہ کہ ''اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ آل محمدؐ کو دینے کا ذکر فرمایا ہے اُس کے اندر لفظ

Presented by Ziaraat.Com

" اتھُمُ اللّٰہ"فرمایا ہے اور اتھُمُ ماضی کا صیغہ ہے یعنی "اللہ اپنے فضل سے دے چکا ہے"یعنی ایسا نہیں کہ ابھی دینا باقی ہو اور کہیں مستقبل میں دینے کا وعدہ کیا ہو۔اسی طرح عظیم الشان مملکت کا دیا جانا بھی ماضی کے صیغے" اتینا"اور" اتینھم" سے ظاہر فرمایا ہے یعنی آل محمدؑ کو کتاب و حکمت و ملک عظیم دیا جا چکا ہے اور اس وقت وہؑ جہاں کتاب وحکمت اپنے پاس رکھتے ہیں وہیں وہؑ اُس ملک یا عظیم مملکت کے فرمانروا، حاکم و بادشاہ بھی ہیں۔اور اگر ابھی یہ چیزیں نہ ملی ہوتیں یا مستقبل میں ملنا ہوتیں یا کبھی پہلے کی بات ہوتی تو حسد کرنے اور حسد کرتے رہنے کی بات ہی غلط ہو جاتی۔لہٰذا ماننا پڑے گا کہ آیت کے نزول سے پہلے ہی محمدؐ وآل محمدؑ کے پاس کتاب بھی تھی۔حکمت بھی تھی اور وہ اُس عظیم الشان مملکت کے بادشاہ بھی تھے اور نہ معلوم ماضی میں کب سے یہ چیزیں اُن کے پاس تھیں؟ بس یہی ہمیں یہاں بتانا ہے کہ وہ پہلا شخص جو اُس مملکت عظیم کا فرمانروا ہوا تھا اُس کا نام نامی حضرت نابت علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا۔اور اُن کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ تک حضرتِ نابتؑ کی اولاد میں وہ امامؑ وہ بادشاہ یا فرمانروا برابر اس مملکت عظیمہ کے راہنما و مالک رہے جو اللہ نے ذریت ابراہیمؑ میں جاری کی تھی۔(بقرہ 2/124)

(1) اولادِ اسماعیلؑ میں سب سے پہلا فرمانروا نابتؑ بن اسماعیلؑ ہیں

تاریخ طبری میں علامہ طبری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کا شجرہ نسب حضرت اسماعیلؑ تک پہنچانے کے لئے نام بنام آپؐ کے اجداد کا اور اُن کے حالات کا ذکر کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

"37۔سمی یہی سما اور مجشّر ہے یہ ایک نہایت ہی عادل منتظم اور مدبّر بادشاہ تھا۔امیہ بن ابی صلت نے ہرقل بادشاہِ روم کو خطاب کرتے ہوئے اُسی (مجشّر) کی طرف اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

کُنْ کَا لْمُجَشَّرِ اِ ذْ قَالَتْ رَعِیَّتِہٖ   کَا نَ الْمُجَشَّرُ اَوْ فَا نَا بِمَا حَمَلا

"تم بھی مجشّر ایسے بنو اُس کی رعایا نے کہا تھا کہ مجشّر ہم میں سب سے زیادہ اپنے عہد کا ایفا (وفا) کرنے والا ہے"۔

38۔(مجشّر کا باپ)ابن مزرا اُسے مرھر بھی کہا جاتا ہے۔

39۔(مرھر کا باپ)ابن صیقا،یہی سمر ہے جو صفی ہے یہ سب سے بہتر بادشاہ تھا جو روئے زمین پر پیدا ہوا۔اس کے متعلق امیہ بن ابی صلت نے یہ شعر کہا ہے ۔ اِنَّ الصَّفِی بن نبیت (نابت) مُمَلِّکًا   اَعْلٰی وَ اَجْوَ دُ مِنْ ھر قل و قیصرا

"بے شک صفی بن نبیت ایسا بادشاہ ہوا ہے جو ہرقل اور قیصر سے سخی اور بہتر تھا"۔

40۔(ابن صیقا کا باپ)ابن جشم،یہی عرام ہے،نبیت اور قیذر ہے۔قیذر کے معنی صاحبِ مُلک کے ہیں۔اسماعیلؑ کی اولاد میں سب سے پہلا فرمانروا یہی ہوا ہے۔

41۔(نابت کے والد)ابن اسماعیلؑ سچے وعدے والے ابن ابراہیمؑ (42) خلیل الرحمٰن ابن تارح (43) یہی آذر ہے ابن ناحور (44)۔۔۔۔۔۔۔الخ۔(ترجمہ جلد اول صفحہ 56-57)

(2) قریشی شجرہ کا فراڈ پھر واضح ہوا،قریش کا نسل ابراہیمؑ سے ہونا کئی طریقوں سے باطل ہو گیا،مُلکًا عظیما کے ملنے کی ابتدا معلوم ہوگئی۔

قارئین نے طبری کے بیان میں دیکھ لیا کہ حضرت نابت علیہ السلام نسلِ اسماعیلؑ میں سب سے پہلے بادشاہ ہوئے یعنی جس حکومت اور عظیم مملکت کا اللہ نے دیا جانا فرمایا ہے (نساء 4/54.55) اس کے پہلے حکمراں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے ہوئے اور ان کا نام

Presented by Ziaraat.Com

توریت میں پہلوٹے بیٹے کی حیثیت سے نبایوط لکھا ہے۔اوراُن ہی کو نابت ونبیت کہا جاتا ہے(ارض القرآن جلد 2 صفحہ 56)اُن ہی کی اولاد کو نابتی،نبطی اورنبط کہتے ہیں(ایضاً)اورحضرت علی علیہ السلام نے اپنانسب نابطی یانبطی بتایا تھا۔(اَنا کوثی النبطی۔ایضاً)اورقریش نے اورعمر نے نبطی ہونے کاانکارکیااورنبطیوں کومخلوط النسل اورغیرملکی قراردیاتھالہٰذاقریش کاآنحضرتؐ اورعلیؑ سے کوئی نسبی،قومی یاملکی رشتہ نہ تھا۔دوسرے یہ کہ اگرقریش رسوؐل کی نسل سے یعنی اولاداسماعیلؑ سے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کی ازسرنوتعمیرکرنے والی حدیث میں قریش کو عائشہ کی قوم(قَوْمُکِ)نہ فرماتے(صحیح بخاری جلداول کتاب المناسک صفحہ 215)

حضرت نبایوط یانابت علیہ السلام کازمانہ دوہزارسال قبل مسیح(2000 ق م)ہے لہٰذاحضرت اسحاقؑ اوراُن کی اولادؑ کے تمام انبیاؑ امامتِ ابراہیمیؑ کے ماتحت تھے۔یایوں کہئے کہ وہ سب حضراتؑ مذکورہ بالا مُلکاً عَظِیمًا (عظیم ترین مملکت)کے مشیرقانون اوررعایا تھے۔اوروہ تمام حکمران جوبنی اسرائیل میں گزرے،خواہ نبیؑ ہوں یاغیرنبیؑ،سب اس عظیم وھمہ گیرمملکت کے آئمہؑ کے ماتحت تھے۔اورچونکہ نابطی حکومت آنحضرتؐ کے بعدتک(عہدعمرتک)باقی تھی لہٰذااسماعیلیؑ واسرائیلیؑ حکومتیں سب مرکزی امامت کے ماتحت تھیں۔یعنی آنحضرتؐ کے آباؑ واجداؑد، ابوطالبؑ،عبدالمطلبؑ،ھاشمؑ اورقصیؑ وغیرھُم کے ماتحت تھیں۔

آپ نے طبری کے بیان میں دیکھا کہ حضرت نابتؑ اوراُن کے بعدکئی ایک خاندانی بادشاہوں کاذکرکیاگیاہے۔یعنی بہت زمانہ تک نابطی آئمہ علیھم السلام بذات خودحکومت کرتے رہےلیکن بعدمیں اپنے خاندان کے قابل افرادکوبادشاہ بناتے رہتے تھے۔یہی طریقہ اسرائیلی حکومتوں نے اختیارکیاتھامگردونوں سلسلوں کی حکومتیں مرکزی امامت کے ماتحت رہتی چلی آئی تھیں۔یہی توسبب تھا کہ حضرت عبدالمطلبؑ اور حضرت ھاشم علیھما السلام کے خطوط کی تعمیل فرمانِ شہنشاہی کی طرح کی جاتی تھی۔شاھانِ ایران ویونان وروم قریش کوخصوصاًاورسارے عرب کے تاجروں کوعموماًاُن حضراتؐ کے حکم کے مطابق اپنے ملک میں آنے جانے،بسنےاوربلاٹیکس تجارت کرنے کی چھوٹ دیتے تھےاورعرب کے تاجروں کے قافلے کااستقبال کرتے تھے۔اورقریش ایسے ملعون لوگ تھے کہ،جن کی عطاکردہ یہ رعایات تھیں،جن کی وجہ سے انہیں بادشاہوں کے درباروں میں رسائی اورکرسیاں ملتی تھیں اُن ہی کی اولادکے نبیؑ کے خلاف ابوسفیان بادشاہ حبش کے دربارمیں شکایت کرنے سے نہ شرمایااوروہاں سے ذلیل ہوکرواپس آیااورشاہ حبش نے حضرت جعفرطیارعلیہ السلام کاخطبہ سُن کراسلام اختیارکیاتھا۔اورتحفے حضورصلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں ارسال کئے۔حضرت فضہ علیھا السلام شاہ حبش کی ہی بیٹی تھیں۔جوحضرت فاطمہؑ کی خدمت میں رہنے کے لئے بھیجی گئیں تھیں اورکربلاکے میدان میں بھی ہمراہ تھیں۔ابوبکروعمرکے جانشین خلیفہ اورقریشیوں کے امیرالمومنین کے حکم سے خانوادۂ رسوؐل کاقتل عام کیاگیااوررسوؐل زادیوں اوربچوں کے ساتھ حضرت فضہؑ بھی سال بھراس ملعون خلیفہ کی قیدمیں رہیں۔اہلبیتِ رسوؐل کے ساتھ رہاہوکردمشق سے کربلااورکربلاسے مدینہ آئی تھیں اوروہیں اُن کاانتقال ہوا۔اورخاندانِ اہلِ بیت کے قبرستان میں دفن ہوئیں تھیں۔

(3) حضرتِ اسماعیلؑ اورحضرتِ اسحاقؑ کی اولادبھائی بھائی تھی اُن کی حکومتوں میں ہم آہنگی اوربھائی چارہ اورتعاون فطری تھا

قریشی حکومتوں کی تیارکی ہوئی تاریخ وتفسیرواحادیث کی کتابوں میں ہراُس بات کوالٹ کر،بدل کریابطورافسانہ لکھاہے جواُن کی ابلیسی پالیسیوں یامخالفِ اسلام کردارکے خلاف جاتی تھیں۔بہرحال ہمیں قرآن کریم بتاتاہے کہ دونوں بھائیوں،اسماعیلی واسرائیلی،کی حکومتوں میں تعاون تھا،ہمدردی وہم آہنگی تھی۔دونوں ہم مسلک وہم مذہب تھے۔وہ یہودی یاعیسائی جن کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے۔حقیقتاًاولاداسحاقؑ نہ

Presented by Ziaraat.Com

تھے۔ بلکہ وہ وہ لوگ تھے جو مالی استفادہ کے لئے یہودی یا عیسائی بن گئے تھے۔ اور عرب کی اُسی مخلوط نسل میں سے تھے جس سے قریش تھے۔ انہوں نے قریش کی طرفداری میں آنحضرتؐ اور اسلام کی مخالفت کی تھی۔ ورنہ حقیقی یہودی یا عیسائی کبھی اسلام یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے نہ مخالف رہے نہ دشمن بنے۔ بلکہ وہ محمدؐ وآل محمدؐ کے دوست، جانبدار و معاون رہتے چلے گئے اور آج تک ہمارے طرفدار ہیں البتہ جب قریش نے خانوادۂ رسالت ونبوت وامامت سے حکومت غصب کر کے قومی حکومت بنالی اور اہلبیتِ محمدؐ پر مظالم کا آغاز کیا اور دنیا بھر میں قتل وغارت اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تو یہود ونصاریٰ ہی نہیں ساری دنیا کی اقوام قریشی قوم اور قریش ساز اسلام کی دشمن ہوگئیں اور آج تک دشمن ہیں۔ اور قیامت تک دشمن رہیں گی اس لئے کہ قریش قیامت تک آل محمدؐ کے دشمن رہیں گے۔

(ب) سورۂ روم مرکزی حکومت اور حکمرانوں کا تعین کرتی ہے اور اس مصلحت کا پردہ اٹھاتی ہے جو ظہور ختمی مرتبت کے لئے ڈال دیا تھا

حضرتِ نابت علیہ السلام سے لے کر خلیفہ دوم عمر تک مسلسل نابتی حکومت اور ظہور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ تک نابتی امامتؑ اور اماموںؑ کی موجودگی تاریخِ روم ویونان وایران سے خود قریش کی بگاڑی ہوئی تاریخ سے بھی ثابت ہے اور اسماعیلیؑ یا نابتی اور اسرائیلیؑ یا رومی حکومتوں کا اتحاد اور ہم آہنگی ثابت کرنے کیلیے سورۂ روم پکار کر کہتی ہے کہ:

الٓمٓ o غُلِبَتِ الرُّوۡمُ o فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ o فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ o بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ o وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ o یَعۡلَمُوۡنَ ظَاہِرًا مِّنَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚۖ وَ ہُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ غٰفِلُوۡنَ o (روم 30/1-7) نیز (30/8-15)

ترجمہ: '' الف۔ لام۔ میم (1) ملک روم کی حکومت مغلوب ہوگئی (2) وہ عرب کے نزدیک کی سرزمین تک مغلوب ہوگئی ہے۔ لیکن اس شکست کے بعد پھر غالب آجائے گی (3) اُس کے غالب آنے میں چند سال لگیں گے۔ اور حکم تو بہرحال اللہ ہی کا پہلے بھی چلتا تھا اور اُسی کا حکم بعد میں بھی چلتا رہے گا۔ مگر روم کے غالب آنے پر تمام مومنین جشنِ مسرت منائیں گے (4) اللہ کی عطا کردہ فتح اور نصرت پر خوشیاں منائی جائیں گی جو جس کی چاہتا ہے مدد ونصرت کرتا رہتا ہے اور کرتا رہے گا۔ اور وہی ہر حال میں غالب اور رحیم ہے (5) اللہ نے روم کی فتح کا وعدہ کر لیا ہے اور کبھی اور کسی حالت میں اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور کبھی خلاف ورزی نہ کرے گا مگر انسانوں کی کثرت روم کی فتح کو نہیں جانتے (6) لوگ تو دنیا کی زندگانی کے دوران صرف ظاہری اور دنیاوی پہلوؤں کو جانتے ہیں اور انسانوں کی یہ کثرت درحقیقت آخرت وعاقبت وانجام کار سے غافل رہا کرتی ہے (7)''

(ج) آلِ محمدؐ کی حکومت اور اسرائیلی حکومت، رومۃ الکبریٰ کا وجود، اللہ ومحمدؐ کی قدردانی اور اُنہیں اپنی حکومت قرار دینا، دونوں طرف کے لوگوں کا مومن ہونا، مل کر خوش ہونا

یہاں پہلے ہم اپنی تفسیر کا بیان لکھتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ:

''یہ سورۂ مبارکہ بھی آلِ محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے مبارک تذکرے سے شروع ہوتی ہے۔ اور ایک خوشخبری اور پیشن گوئی سناتی ہے۔ جو دس سال سے کم مدت میں پوری ہونا تھی۔ (بِضۡعِ سِنِیۡنَ چند سال) اور قرآن کو کلام اللہ اور عالم الغیوب کی کتاب ثابت کرنے والی ہزاروں

Presented by Ziaraat.Com

پیشنگوئیوں میں سے ایک مسرت انگیز تاریخی مسلمہ شہادت ہے۔اور جو اُس قریب ترین رشتے کی مضبوطی اور خلوص کی مظہر ہے جو خانوادۂ ابراہیم علیہ السلام کی دونوں حکمراں شاخوں میں موجود تھا۔اور اہلِ مکہ اور قریش جس رشتے اور تعلق پر پردے ڈالتے چلے آرہے تھے۔اُسے اللہ نے سورۂ روم کا سرنامہ بنا کر حقیقی یہود و نصارٰی اور مکے کے مومنین کو تسلی دی ہے اور انہیں بتایا ہے کہ گھبرانے اور دل شکستہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔اس لئے کہ پوری کائنات میں آج بھی کل بھی ہر لحہ ہمارا حکم چل رہا ہے۔ہماری ہی مشیت کے ماتحت رومی حکومت کو شکست ہوئی ہے۔لیکن چند سال میں ہمارے ہی حکم سے روم کی مذہبی حکومت پھر ایرانیوں پر فتح حاصل کرلے گی۔اور اُن سے اپنے تمام مفتوح علاقے چھین لے گی۔اور جس روز یہ فتح ہوگی اُس دن تمام مومنین خوشیاں منائیں گے کہ اللہ نے اہل ایمان کو کفر پر فتح دی ہے اور یہ کہ اللہ ہی ہر حال میں غالب رہنے والا رحیم ہے۔چنانچہ آج کے مکی مومنین سے اللہ نے رومی مومنین کی فتح کا وعدہ کرلیا ہے۔اور کہہ دیا کہ یہ فتح ضرور ہوکر رہے گی کیونکہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔مومنین اُن حالات سے دل برداشتہ نہ ہوں جن میں انسانی عقلوں کی کثرت رومیوں کی فتح کو ناممکن سمجھ رہی ہے۔یہ کثرت تو ان لوگوں کی ہے جو حالات حاضرہ پر اپنے ماضی کے تجربوں کی روشنی ڈال کر خود ہی مستقبل کے لئے فیصلے کرتی رہتی ہے۔جن میں عاقبت وآخرت پر فیصلے کرنے کی سوجھ بوجھ نہیں ہے" تفسیر کے بیانات برابر آگے بڑھتے چلے گئے ہیں ہم اپنے عنوان (12۔ج) کی طرف مڑتے ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ سورہ روم لفظ "الٓمّٓ" سے شروع کی گئی ہے جو "آلؑ محمدؐ" کا مُخَفّف ہے۔یعنی اللہ کی مخاطب آل محمدؐ ہے۔جن کو یہ اطلاع دس سال پہلے دی گئی ہے اور اطلاع "اَلرُّوم" یعنی رومۃ الکبرٰی کے متعلق ہے جو بنی اسرائیل کی مرکزی حکومت ہے۔معلوم ہوا کہ آل محمدؐ اور بنی اسرائیل کا تعلق بالکل قریب کا ہے اور دونوں کی ہمدردیاں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور ان دونوں پر اللہ و محمدؐ مہربان اور حاکم ہیں۔اور اُن دونوں کو اللہ نے قرآن میں مومن قرار دیا ہے جو روم کی فتح پر خوش ہوں گے۔اور ظاہر ہے کہ اللہ نے دونوں طرف کے مومنین کو شکست کا رنج بھلانے کے لئے یہ مسرت انگیز اطلاع دی ہے۔ثابت ہوا کہ نابتی اور اسرائیلی حکومتیں ایک دوسرے کے رنج وغم اور خوشی میں شریک رہتی چلی آئی تھیں اور حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت دونوں سلسلوں اور حکومتوں کے راہنما، حکمراں رسوؐل اور محافظ وھادی تھے۔

(د) ظہور محمدؐ کے وقت نابتی و اسرائیلی یا رومی وحبشی حکومتوں سے تعلق، اور اقتدارِ خانوادۂ رسالت کیوں اور کیسے غائب ہوگیا تھا؟

قریشی تاریخ پڑھنے سے یہ وہم تک بھی نہیں ہوتا کہ محمدؐ اور اُن کے آباء واجدادؑ کا نابتی قوم یا نابتی حکومت سے اور بنی اسرائیل یا اسرائیلی حکومت سے کوئی رشتہ یا تعلق تھا۔بلکہ اُن کی خود ساختہ تاریخ میں تو اس تعلق اور رشتہ کی نفی کے لئے کافی بکواس بھری پڑی ہے۔اُن خبیثوں نے تو انصار رضی اللہ عنھم کو بھی ایک غیر قوم کی حیثیت سے پیش کرنے کی جرأت کی ہے اور سو فیصد عوام وخواص کو یہ معلوم نہیں کہ انصار رسوؐل اللہ کی اپنی نسل سے اور رشتہ دار تھے اور یہ کہ وہ حضوؐر مکہ والوں سے مایوس ہوکر مدینہ میں اپنے عزیزوں کے یہاں آئے تھے۔بہر حال قریش نے جو کچھ کیا وہ بعد کی بات ہے۔پہلے تو یہ دیکھئے کہ حضرت ہاشمؑ تک سارا عرب مانتا ہے کہ حضرت ھاشم علیہ السلام سارے عرب کا انتظام سنبھالتے تھے پورے عرب کے ذمہ دار اور حکمران تھے علامہ شبلی سے سنیئے:

حضرت ھاشمؑ کی پوزیشن عرب اور شاہانِ عجم میں

"ھاشمؑ نے اپنے فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا، حجاج کو نہایت سیر چشمی سے کھانا کھلاتے تھے، چرمی حوضوں میں پانی بھروا کر چاہِ زم زم

Presented by Ziaraat.Com

اور منیٰ کے پاس سبیل رکھتے تھے۔تجارت کو نہایت ترقی دی، قیصر روم سے خط و کتابت کر کے فرمان لکھوایا کہ ''قریش سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائیگا''۔حبش کے بادشاہ نجاشی سے بھی اسی قسم کا فرمان حاصل کیا چنانچہ اہل عرب جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام اور ایشیائے کوچک تک تجارت کے لئے جایا کرتے تھے۔اُس زمانہ میں ''انگوریہ'' (انقرہ) جو ایشیائے کوچک کا مشہور شہر ہے، قیصرِ روم کا پایۂ تخت تھا۔تجارِ قریش انگوریہ میں جاتے تو بادشاہِ روم قیصر عزت و حرمت سے خیر مقدم کرتا۔عرب میں راستے محفوظ نہ تھے، ھاشمؑ نے مختلف قبائل میں دَورہ کر کے قبائل سے یہ معاہدہ کیا کہ ''قریش کے کاروانِ تجارت کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ سبب تھا کہ عرب میں باوجود عام لوٹ مار کے قریش کا قافلۂ تجارت ہمیشہ محفوظ رہتا تھا''۔(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 165-166)

یہ جو کچھ علامہ شبلی نے تسلیم کیا ہے کم از کم اتنا تو قریش کے ہر مورخ نے مانا ہے اب سوال یہ ہیں کہ:

قریش اور سارے عرب کو جو کچھ بنایا وہ ھاشمؑ کا رہینِ منت ہے یا نہیں؟

اگر قریش اور اہل عرب کی شاھانِ عجم کے یہاں اپنی کوئی قومی یا ملکی پوزیشن ہوتی تو حضرت ھاشمؑ کو اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنے کی ضرورت کیوں پڑتی؟ لہٰذا اُن کو بیرونی ممالک میں کوئی اہمیت نہ دی جاتی تھی اور قریش کو خود عرب میں بھی کوئی گھاس نہ ڈالتا تھا۔لہٰذا ماننا ہوگا کہ آنحضرتؐ کے دادا ھاشمؑ نے قریش کا عزت و وقار قائم کیا تھا۔اور اگر ھاشمؑ قریش اور سارے عرب کے ذمہ دار اور حکمران نہ تھے تو اُنہیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ قریش اور سارے عرب کو شاھانِ عجم سے مراعات دلواتے اور اُن کی پوزیشن کو قابلِ احترام منواتے؟ انہیں چاہئے تھا کہ وہ محض اپنے خاندان کے افراد کو بلند سے بلند مقام تک پہنچاتے۔اور اگر شاھانِ عجم حضرت ھاشم علیہ السلام کے ماتحت نہ ہوتے یا اُن کی بات ماننا اور اپنی مملکت کے تمام افسروں اور حکمرانوں سے منوانا مفید و ضروری نہ جانتے تو انہیں کیا غرض تھی کہ حضرت ھاشمؑ کے خطوط ملنے پر اپنی مملکتوں کے تمام ذمہ دار اور متعلقہ افسروں کے نام قریش اور عربوں کے لئے مراعات کے فرمانات لکھتے؟ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ہر بادشاہِ عجم حضرت ھاشمؑ کا انتہائی احترام کرتا تھا اُن کی تحریری ہدایات کو واجب التعمیل مان کر اُن کی منشا اور پسند کے مطابق تعمیل کرتا تھا۔

شاھانِ عالم کے شہنشاہ حضرت ھاشمؑ بھی اپنے زمانے کے بزرگ ترین اور مقبول ترین انسان تھے

اور دنیا بھر کے بادشاہ اور بزرگ ترین علما حضرت ھاشم علیہ السلام کو اپنا داماد بنانے کی درخواستیں کیا کرتے تھے تاکہ اُنہیں خانوادۂ امامتؑ کا قرب و توجہ حاصل ہو سکے۔چنانچہ تاریخ الخمیس میں علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ:

کَانَ ھَاشمؑ اَفْخَرَ قَوْمِہٖ وَ اَعْلَاھُمْ وَ فَدَ اِلَیْہِ قبَائِل العرب ووفود الاحبار یَحْمِلون بَنَاتھم یعرضون عَلَیْہِ لِیَتَزَوَّج بِھِنَّ. حَتّٰی بَعَثَ اِلَیْہِ ھرقل ملک الروم وقال اِنَّ لِیْ بِنتاً لَمْ تَلِد النِّسآء اَجْمَل منھا وَ لَا اَبْھٰی وَجْھا فاقدم اِلیَّ حتّٰی ازوجکھا فقد بَلَغَنی جُوْدِکَ و کرمکَ وَکان ھاشم یَا بی۔(تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ 178)

''جناب ھاشمؑ اپنی قوم کے سب سے زیادہ قابل فخر و عزت تھے اور پوری قوم سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔عرب کے قبیلے اور اہل کتاب کے راہنمایانِ دین اور علما کے وفود حضرتِ ھاشمؑ کے پاس سرداران و علما کی بیٹیوں کو لے کر آتے اور جناب ھاشمؑ کے سامنے پیش کیا کرتے تھے تاکہ وہ حضرت پسند کر کے اُن سے شادی کرلیں یہاں تک کہ شہنشاہ روم نے بھی ھاشمؑ کی خدمت میں وفد کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ میری ایک بیٹی ہے جو بے مثال و بے نظیر ہے جس سے حسین و جمیل اور بلند سیرت لڑکی آج تک عورتوں نے پیدا نہیں کی ہے۔اگر آپ یہاں

Presented by Ziaraat.Com

قدم رنجہ فرمائیں تو میں اُسکی شادی آپ کے ساتھ کردوں۔ اس لئے کہ میرے علم میں آپ مجسمہ جود وسخاوت اور کرم وحیا ہیں۔ مگر حضرت ھاشمؑ ایسی درخواستوں کو قبول نہ کرتے تھے''۔ (مرکز انسانیت صفحہ 321)

حضرت ھاشمؑ کے سامنے بادشاہوں اور رؤسا کا اپنی بیٹیاں پیش کرنا اور ہندوستانی علما

جناب ڈپٹی، شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کا تائیدی بیان بھی سنتے ہی چلیں۔ لکھتے ہیں کہ:

''ھاشمؑ کو فیاضی اور سیر چشمی کے علاوہ ذاتی وجاہت ووقار وتمکنت بھی حاصل تھا۔ اور قدرت نے اُن کی جسمانی ساخت میں ایک خاص قسم کا اعتدال ودیعت کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قبائل عرب کے عمائدین اور وفود احبار اپنی لڑکیاں اُن کے نکاح میں دینے کی غرض سے پیش کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بادشاہِ روم ہرقل نے ایک مرتبہ ھاشمؑ کے پاس اس مضمون کا پیغام بھیجا کہ میری ایک لڑکی ہے جو نہایت حسین و جمیل ہونے کے علاوہ لطیفہ گو اور بذلہ سنج بھی ہے۔ اگر تم یہاں آجاؤ تو میں اُس کی شادی تمہارے ساتھ کردوں کیوں کہ تمہارے مکارم اخلاق اور جود وسخا کا شہرہ میں نے سُنا ہے۔ ھاشمؑ نے صاف الفاظ میں انکار کردیا اور بادشاہِ روم کے پیغام کی مطلق پرواہ نہ کی''۔

(کتاب اُمہات الامۃ مطبوعہ دہلی صفحہ 37)

(ہ) بادشاھانِ عالم کا یہ سلوک، شاہِ روم کا یہ مذہبی ونسلی رشتہ، تمام عرب کے عمائدین کی یہ عاجزی کیسے سامنے سے غائب ہوگئی تھی

یہ بیانات وواقعات، خانوادۂ رسوؐل کا یہ مقامِ اَرفع واَعلٰی ظہورِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے پس منظر وپیش منظر سے کیسے غائب ہوگیا تھا؟ قریش کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اللہ کو یہ آیت نازل کرنا پڑی کہ:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍO (زخرف 43/31)

مودودی کا ترجمہ: ''کہتے ہیں، یہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 535)

مودودی کی تشریح: ''30 دونوں شہروں سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔ کفار کا یہ کہنا تھا کہ اگر واقعی خدا کو کوئی رسوؐل بھیجنا ہوتا اور وہ اُس پر اپنی کتاب نازل کرنے کا ارادہ کرتا؟ تو ہمارے ان مرکزی شہروں میں سے کسی بڑے آدمی کو اس غرض کے لئے منتخب کرتا۔ رسوؐل بنانے کیلئے اللہ میاں کو ملا بھی تو وہ شخص جو (1) یتیم پیدا ہوا (2) جس کے حصے میں کوئی میراث نہ آئی (3) جس نے بکریاں چَرا کر جوانی گزاردی (4) جو اَب گزراوقات بھی کرتا ہے تو بیوی کے مال سے تجارت کرکے (5) اور جو کسی قبیلے کا شیخ یا خانوادے کا سربراہ نہیں۔ کیا مکہ میں ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ جیسے نامی گرامی سردار موجود نہ تھے؟ کیا طائف میں عروہ بن مسعود، حبیب بن عمرو، کنانہ بن عبدِ عمرو اور ابن عبدِ یالیل جیسے رئیس موجود نہ تھے؟ یہ تھا اُن لوگوں کا استدلال۔۔۔۔ تو انہوں نے یہ دوسرا پینترا بدلا کہ اچھا، بشر ہی رسوؐل سہی، مگر وہ کوئی بڑا آدمی ہونا چاہئے، مال دار ہو، با اثر ہو، بڑے جتھے والا ہو، لوگوں میں اُس کی شخصیت کی دھاک بیٹھی ہوئی ہو۔ محمدؐ بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس مرتبے کے لئے کیسے موزوں ہوسکتے ہیں'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 536)

معلوم ہوا کہ حضرت ھاشم علیہ السلام کے صرف ساٹھ سال بعد خانوادہ نبوت کی تمام عظمت، تمام احسانات اور اُن کی عالمی شہرت و سیادت واقتدار یک سر فراموش ہوکر فنا کے پردوں میں معدوم ہوگیا تھا۔ اور آنحضرتؐ کی پیدائش (570 یا 571 عیسوی) کو ایک سو فیصد مجہول وغیر معروف خاندان میں سمجھا گیا اور دعوٰی نبوت (610 یا 611 عیسوی) تک انہیں ایک ایسے خاندان کا فرد مانا گیا جس میں کوئی مذکورہ بالا چھ عدد

Presented by Ziaraat.Com

سرداروں ایسا شخص بھی نہ گزرا تھا۔قارئین سوچیں کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ سارا عرب اور قریش حضرت ھاشم علیہ السلام کو کیسے بھول گئے جب کہ وہ برابر اُن مراعات سے فائدہ اٹھا رہے تھے جو جناب ھاشم نے دلائی تھیں؟ وہ سب اور سارا عرب چاہِ زم زم کا پانی پیتے تھے اور حضرت عبدالمطلب علیہ السلام اور اُن کے احسانات وکارنامے کیسے یکسر بھول گئے تھے؟

(و) غربت کا طعنہ مقصدِ رسالت میں ہر طرح مفید تھا، یہ بہت مضر ہوتا کہ قریش کہتے کہ لوگ تو اپنے حکمرانوں اور بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہی ہیں

ہم لکھ چکے ہیں کہ قریش ایک مخلوط النسل،احسان فراموش اور محسن کش اور کینہ پرست قوم تھی۔اپنے محسن پر ہر ممکن ظلم کر گزرنا اُن کے خمیر میں تھا۔علامہ احمد امین مصری لکھتے ہیں کہ:

عربوں نے نسلِ رسولؐ کا قتلِ عام اور قلع قمع کیوں کیا تھا؟

''عزتِ نفس کا اُسے پورا پورا شعور ہوتا ہے۔چنانچہ وہ تسلط وتغلب پر برافروختہ ہو جاتا ہے۔خواہ وہ کسی شکل میں بھی کیوں نہ ہو۔حتیٰ کہ سردارِ قبیلہ اور امیرِ لشکر کو بھی پہلے دن سے، جب سے اُسے سرداری کے لئے منتخب کیا گیا ہو، ہر فردِ قبیلہ سے حسد، بغض اور خیانت کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔خواہ وہ اب سے پہلے اُس کا کتنا ہی مخلص دوست کیوں نہ رہا ہو۔جو آدمی اُس پر احسان کرتا ہے وہ اُس سے انتقام لینے کے در پے رہتا ہے۔کیوں کہ اُس کا احسان اُس کے اندر اپنی ذلت اور فروتنی کے احساس کو بیدار کر دیتا ہے''۔(فجر الاسلام صفحہ 123)

سوچئے کہ جو حقیقی معنی میں سچ مچ کے قریش تھے اُن کے لئے خانوادۂ رسولؐ سے بڑا دشمن تو اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

اللہ بھی حقیقی قریش اور سچے عربوں کو محسن کش اور انتقام پرست کہتا ہے

اس لئے کہ خانوادۂ نبوت سے زیادہ نہ کسی اور خاندان یا قبیلے نے عربوں اور قریش پر احسانات کئے اور نہ کوئی اُن سے زیادہ قریش اور عربوں کا ہمدرد ومہربان رہا تھا۔اور عربوں اور قریش کی انتقامی کاروائیوں سے تمام دنیا کو مطلع کرنے کے لئے اُن کی اس پاجی ذہنیت کو قرآن میں قیامت تک پڑھے جانے کیلئے ریکارڈ کر دیا اور بتایا ہے کہ:۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍO۔۔۔۔۔الخ (توبہ 78-9/74)

''زیرِ گفتگو مسلمان حلفیہ اُس بیان کا انکار کر رہے ہیں جو یقیناً انہوں نے دیا تھا اور وہ بیان،حق کو چھپانے سے متعلق تھا۔یقیناً اُن مسلمانوں نے اسلام اختیار کر لینے کے بعد حقائق کو چھپانے کا عملدر آمد اختیار کیا تھا۔اور انہوں نے ایک ایسی مہم چلانے کی ہمت کی تھی جس میں وہ ناکام رہے۔اور اُن کی انتقامی کارروائیوں کا سبب اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے اُنہیں اپنے فضل سے مال دار وآسودہ حال ومستغنی کر دیا ہے۔بہر حال یہ مسلمان اگر اب بھی توبہ کر لیں تو اُن کے لئے کچھ بہتر ہی ہوگا۔اور اگر وہ اب بھی اپنی ولایت پر قائم رہے تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دونوں جگہ دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔اور روئے زمین پر کوئی اُن کا ہمدرد حاکم وناصر نہ ہوگا۔اور اُن ہی مسلمانوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے رسولؐ کے سامنے اللہ سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ اگر اللہ نے اپنے فضل سے دولت عطا کی تو وہ ضرور تصدق کیا کریں گے۔اور یہ کہ وہ صالح اور اصلاح کرنے والے بن جائیں گے۔مگر جب اُن کو اللہ نے

Presented by Ziaraat.Com

اپنے فضل سے دولت عطا کردی تو انہوں نے بخیلی اور ولایت سازی اختیار کرلی اور اپنے عہد سے منہ پھرالیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی وعدہ خلافی اور بدعہدی اور دروغ بافی کی بنا پر اللہ نے اُن کے دلوں میں دوقسمی زندگی کا تصور (نفاق) بٹھادیا جو انہیں قیامت میں ملاقات کے وقت تک لپٹا چلا جائے گا۔کیا انہیں یہ علم نہیں ہوسکا کہ اللہ تو تمام غیبی چیزوں کا بہت جاننے والا ہے چنانچہ وہ اُن کے خفیہ منصوبوں کو بھی جانتا ہے اور پوشیدہ مشوروں پر بھی مطلع ہے'' (سورہ توبہ 9/74-78)

اِن پانچوں آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ عربوں اور قریش پر جوں جوں اللہ اور خانوادہ رسالتؐ کے احسانات بڑھتے گئے۔عرب وقریش کے لوگ احسانات ومراعات میں دبتے اور عاجزی سے جھکتے اور مطیع ہوتے گئے مگر دلوں کے اندر اپنی ذہنیت کی بنا پر انتقام کا جذبہ پالتے رہے اور وہ تمام راہیں کھولنے اور اسکیمیں بنانے میں شدت اختیار کرتے گئے جن سے کسی طرح پوزیشن بدل جائے۔یعنی وہ احسانات کرنے کی پوزیشن میں آجائیں اور خانوادۂ رسالتؐ، ھاشم وقصی نہ سہی ، اُن کے پس ماندگان کنگال ومحتاج اور اُن کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے رہنے والے بن جائیں۔اور یہ ہو نہیں سکتا تھا جب تک ہاشم علیہ السلام تک چلی آنے والی حکومت پر قبضہ نہ ہوجائے اور یہ قبضہ زور وقوت سے حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے کہ زور اور قوت واقتدار وافرادی کثرت خانوادۂ رسالت کے ساتھ تھی۔چنانچہ عاجزی، خدمت واطاعت اور اظہارِ خلوص سے اعتماد وقربِ خاندان رسالت حاصل کرکے پانسہ پلٹنے کی اسکیم بنالی گئی اور جناب ھاشمؑ اور اُن کے اقربیٰ کی خدمت میں لگ گئے۔اور وہ تمام کام کرڈالے جن کا نتیجہ مخدوم کی توجہ اور اعتماد وخوشنودی دلانا تھا۔اس اسکیم سے بھی بہت پہلے اللہ اور خانوادۂ رسالت کی اپنی اسکیم برسرِ کار تھی۔اور اسی اسکیم کے ماتحت مدت ہائے دراز سے حضرت نابت علیہ السلام سے شروع ہونے والی یہ حکومت اڑھائی ہزار سال میں کئی مرتبہ اپنے مقرر کردہ قابل خاندانی افراد کو حکومت سونپتی اور بالواسطہ حکومت کرنے کی پالیسی پر عمل کرچکی تھی تاکہ لفظ مَلِک، بادشاہ اور شہنشاہ اُن سے مستقلاً چپک کر نہ رہ جائے۔اسی بالواسطہ مرکزی حکومت کے اصول پر اپنے چچازاد اسرائیلی بھائیوں کو اُدھر حکومت کا موقع دیا اور اِدھر اپنے خاندان کے قابل افراد کو حکومت سونپتے رہے۔یہی پوزیشن تھی حضرت ھاشم علیہ السلام کے زمانہ میں۔یعنی روم میں اسرائیلی حکومت کا دارالخلافہ اور ہرقل بادشاہ تھا اِدھر حجر میں نبطی حکومت کا دارالخلافہ تھا اور یہاں جناب جبلۂ اول غسانی حکمران تھا۔اور جبلہ کی حکومت عرب اور ملک شام تک وسیع تھی۔اور حضرت ھاشم علیہ السلام خاندان شاہی کے سربراہ ہونے کی بنا پر اِن دونوں اسرائیلی (ہرقل) اور اسماعیلی (جبلہ) حکومتوں کے مرکزی حکمران تھے۔ارض القران کا یہ جملہ سنیئے:

حضرت ھاشمؑ کے ماتحت نبطی بادشاہ تھے

''(شہر) پٹرا (رقیم) جو عمدہ قوانین رکھتا ہے، اس پر شاہی خاندان میں سے ہمیشہ ایک بادشاہ حکومت کرتا ہے'' (جلد2 صفحہ 64-65)

حضرت ھاشم علیہ السلام کے معمولی خطوط کی فرمانِ شاہی کی طرح تعمیل خود بتاتی ہے کہ روم وحجر ورقیم کی حکومتیں آپؐ کے ماتحت تھیں اور لوگ اُن ہی حکومتوں کے حکمرانوں کو شہنشاہ وبادشاہ اور ملوک کہتے تھے اور خانوادۂ نبوتؐ کی اطاعت واحترام دینی حیثیت سے کیا جاتا تھا۔رفتہ رفتہ اسی اصول پر اُن حضراتؑ نے ملکی ذمہ داریوں کو بھی قریشی اور دیگر قبائل کے خدمت گزار افراد کو سونپنا اور عزلت گزینی اختیار کرنا شروع کردیا اور عوام اُن ہی لوگوں کو منصب دار وحاکم کہنے اور سمجھنے لگے جن کو حضرت ھاشم وعبدالمطلب وابوطالب علیھم السلام عہدے سپرد کرتے اور خانہ نشین ہوتے جارہے تھے اور یہ اُس عظیم مقصد کے ماتحت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر یہ اعتراض نہ ہو کہ وہ ایک شاہی خاندان کے فرد ہیں اور اُن پر ایمان لانے والے شاہی دین کے پیرو ہوتے رہے ہیں تاکہ شاہی مراعات زیادہ سے زیادہ حاصل کرسکیں۔۔یہ قول ساری دنیا میں مشہور اور صحیح بھی ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ: اَلنَّا سُ عَلٰی دِیۡنِ مَلُوۡ کِھِمۡ "لوگ تو اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہی ہیں"

یہ تھی وہ پالیسی جس کی بنا پر اعلان نبوت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غریب و نادار و غیر معروف خاندان کے فرد کہلائے۔ مگر یہ قریشی سازش کا نتیجہ اور انتقام تھا کہ انہوں نے پچھلے تمام حالات اور بزرگی وعظمت واحسانات پر پردہ ڈالے رکھا اور یوں حق کو چھپانے اور مسلسل چھپاتے رہنے کی وجہ سے مستقلاً "کافر" بنے اور قرآن میں بھی کافر کے لقب سے پکارے گئے۔ اور آج تک "کافر" ہیں اور قیامت تک "کفر" کے جال سے نہ نکلیں گے۔ یہاں قارئین اللہ کے انتظام ومشیت اور حکمت سے لطف اندوز ہوں کہ دشمنانِ خانوادۂ رسولؐ کی سازش اور انتقامی اسکیم خود اللہ کے پروگرام میں مفید بن گئی۔ یعنی سرکش اور نافرمان لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ الٹ پلٹ کر الٰہی پروگرام میں ممد ومعاون بنتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ اُن کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتا اور انہیں اور ابلیس کو پوری چھوٹ اور آزادی دیتا ہے۔

(4) حضرت اسماعیلؑ کے پہلوٹے بیٹے حضرت نابتؑ کی امامت اور حکومت پامالاً عظیماً کی مختصری روئیداد اور خانوادۂ رسالت کی عظمت

اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کی عظمت و امامت وحکومت پر بیانات علامہ سید سلیمان ندوی کی کتاب ارض القران سے پیش کریں گے مگر اُن بیانات کو اپنے عنوان سے مسلسل ومربوط رکھنے کے لئے اُن بحثوں اور جملوں کو ساقط کردیں گے جو علامہ نے تحقیق کی غرض سے لکھے ہیں اور جن سے قاری بحث میں الجھتا چلا جاتا ہے۔

ارض القران کے اقتباسات

(1) "نبایوط کو اہل عرب عموماً نابت کہتے ہیں اُن کی روایتوں کے مطابق خانہ کعبہ کی تولیت حضرت اسماعیلؑ کے بعد سب سے بڑے بیٹے نابتؑ کے حصے میں آئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبایوط نے حجاز ہی میں قیام کیا۔ لیکن بعض حوالوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ فرزندانِ نبایوط عراق میں موجود تھے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ بدویانہ زندگی کے ساتھ وہ حجاز سے عراق خانہ بدوشانہ پھیلے ہوئے ہوں گے۔ تحریری حیثیت سے نبایوط کا نام ساتویں صدی قبل مسیح میں نظر آتا ہے۔ یسعیاہ نبی پیشنگوئی کرتے ہیں کہ نبایوط کی بھیڑیں نذر لی جائیں گی"۔ (60/7) یوسیفوس یہودی جو پہلی صدی مسیحی میں تھا لکھتا ہے کہ: "ملک، بحر احمر (حجاز) سے نہر فرات (عراق) تک اسماعیلؑ کے بارہ بیٹوں کے قبضے میں ہے۔ جن کے سبب سے اس کا نام نباطینہ پڑ گیا ہے (حوالہ آتا ہے)"

نبطیوں کی عظیم الشان حکومت

اُسی زمانہ میں جب رومی شام پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو نبطی عربوں سے اُن کی مڈھ بھیڑ ہوتی ہے اور شام وعرب کے حدود پر اُن کی ایک عظیم الشان حکومت نظر آتی ہے۔ اہل عرب بھی اُن نبطیوں سے واقف تھے۔ اسی لفظ "نبط" کی جمع انباط ہے" (ارض القرآن جلد 2 صفحہ 56)

(2) "**انباط کا رقبۂ حکومت**" یہ عنوان قائم کر کے علامہ لکھتے ہیں کہ:

"انباط کی حکومت کے حدود اوّلاً وہ قطعہ ملک تھا جس کو یونانی عرب سنگستان کہتے ہیں۔ (عربیا پٹرا) اور عبرانی ادوم اور سعیر (سراۃ) یعنی خلیج عقبہ سے بحر میّت تک۔ ڈائڈورس (80 ق م) بیان کرتا ہے کہ انباط خلیج ایلہ (عقبہ) پر رہتے ہیں۔ اسٹرابو (24 عیسوی) ایک ضمنی تذکرہ میں کہتا ہے کہ اہل اُدوم انباط ہیں۔ لیکن ادوم سے بڑھ کر اب وہ عرب آبادان پر بھی قابض ہوگئے تھے۔ مصنف مذکور لکھتا ہے کہ۔۔۔ اور اہل ادوم وسبائی جو شام کے اوپر واقع ہیں، پہلی قوم ہیں جنھوں نے عرب آبادان (عربیا فلکس) پر قبضہ کیا ہے۔ یوسیفوس جو پہلی صدی مسیحی میں تھا بیان کرتا ہے کہ اس عہد میں

Presented by Ziaraat.Com

وہ عرب ریگستان (عربیا ڈزرٹا) تک پھیل گئے تھے۔اس کے خاص الفاظ یہ ہیں:

''ملک، بحراحمر سے نہر فرات تک اسماعیلؑ کے بارہ بیٹوں کے قبضے میں ہے۔جن کے سبب سے اس کا نام ''ملک نباطینہ (Nabatena) پڑ گیا ہے۔اُس کی سرحد (مغرب میں) مصر اور عرب سنگستان سے مل گئی ہے۔اور بہت سے بیابانوں اور بلند و فراز زمینوں کو شامل ہے جو مشرق کی طرف خلیج فارس تک منتہی ہوتی ہے۔عموماً اس ملک کے باشندوں کا نام نبایوط ہے'' (ایضاً صفحہ 59-60) اس کے بعد علامہ لکھتے ہیں:

''ان شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انباط کا ملک مغرب میں بحر احمر اور مشرق میں خلیج فارس تک وسیع تھا۔اور اس کے درمیان کے تمام ممالک یعنی عرب سنگستان اور عرب ریگستان و بعض قطعہ عرب آباد ان پر قابض تھے۔لیکن اس طویل و عریض ملک میں انباط کی (اپنی) اصل آبادی خلیج عقبہ (ایلہ) کے اطراف میں تھی۔ڈائڈوروس کا بیان ہے کہ:

''اوپر گزرتے ہوئے تم خلیج عقبہ (ایلہ) (Laiarites Gulf) میں داخل ہو گے۔جس کے حدود پر اُن عربوں کی بہت سے آبادیاں ہیں۔جن کو لوگ نبط (Nabataisi) کہتے ہیں۔یہ لوگ نہ صرف سواحل کے بڑے حصے پر قابض ہیں بلکہ وہ اندرون ملک میں بھی دور تک پھیل گئے ہیں۔کیوں کہ زمین آباد اور نہایت سرسبز ہے''۔تخصیص کے ساتھ ملک انباط کے دس شہروں کے نام یوسیفوس میں مذکور ہیں۔لیکن یونانی تلفظ نے عربی رنگ و روغن اُن کے چہروں سے بالکل اتار دیا ہے۔وہ شہر یہ ہیں: 1۔میدابہ 2۔بنالولیبیس، 3۔ٹرابسہ، 4۔غالہ، 5۔اثون، 6۔صور، 7۔اورون، 8۔مریسہ، 9۔روہ، 10۔لوسہ عروبہ، اِس کے علاوہ رقیم (پٹرا) اور حجر مشہور تھے''۔(ایضاً صفحہ 60-61)

(3) ''انباط کا دارالحکومت'' اس عنوان کے ماتحت لکھا ہے کہ:

''انباط کا ملک جن حدود پر مشتمل تھا وہ درحقیقت تین قدیم ممالک کا مجموعہ تھا۔1۔ملک ثمود (وادی القریٰ) جس کا دارالحکومت حجر تھا۔2۔ملک مدین جس کا پایۂ تخت خود شہر مدین تھا، اور۔3۔ملک ادوم جس کی حکومت کا مرکزی شہر رقیم (پٹرا) تھا۔انباط کا پایۂ تخت پہلے شہر رقیم (پٹرا) تھا جہاں اُنکے آثار اب تک باقی ہیں۔پٹرا (رقیم) سے ہٹ کر اب (24 عیسوی) انباط نے حجر کو اپنا مرکز قرار دیا تھا۔جو ملک ثمود میں واقع تھا۔۔۔حجر جس صوبۂ ملک میں واقع ہے عربوں کے ہاں اس کا نام وادی القریٰ ہے۔اس کے لفظی معنی آبادیوں کی وادی ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ میدان (وادی۔احسن) عہد قدیم میں نہایت کثرت سے آباد تھا۔اس کی تصدیق اب معاصر مورخین کی روایتوں سے بھی ہوتی ہے۔ابھی ڈائڈوروس کا بیان گزر چکا ہے کہ حدود ایلہ پر انباط کی بہت آبادیاں ہیں اور وہ نہایت کثرت سے آباد ہیں۔اسٹرابو بھی انباط کی نہایت گنجان آبادی کا ذکر کرتا ہے'' (ایضا صفحہ 61)

(4) ''شاہانِ انباط'': اس عنوان کے ماتحت علامہ لکھتے ہیں کہ:

''اشوری کتبہ کی شہادت کی بنا پر گو شاہانِ نبط کا ابتدائی سلسلہ 700 ق م سے شروع ہوتا ہے (قارئین یاد کریں کہ طبری سے جناب نابتؑ کا سب سے پہلا بادشاہ ہونا ثابت ہے جو 2000 ق م کی بات ہے۔احسن) جب کہ ''ناتان'' شاہِ نبط، بادشاہ اسیریا، اشور بانیپال کی خدمت میں نذر پیش کرتا ہے۔لیکن یونانی تاریخ اور موجودہ نبطی آثار اور سکّے 200 ق م سے پہلے کسی نبطی بادشاہ کا ذکر نہیں کرتے۔اس کے اسباب بھی واضح ہیں۔یونانیوں کو اس سے پہلے انباط سے سروکار نہ تھا اور نہ خود انباط اس عہد سے پہلے متمدن زندگی بسر کرتے تھے''۔(ایضاً صفحہ 61-62)

Presented by Ziaraat.Com

غلط فہمی کاازالہ

یہاں رک کر چند باتیں سامنے رکھنا ضروری ہیں اول یہ کہ حضرت نابت علیہ السلام نبتی خاندان کے سب سے پہلے بادشاہ تھے اوراُن کا زمانہ تقریباً دوہزار سال قبل مسیح ہے اورہم بتا چکے ہیں کہ حضرت نابتؑ کا خاندان ایک زمانہ کے بعد اپنے قریبی عزیزوں اور قابل افراد کو اپنے ماتحت بادشاہ بنانے لگا تھا۔اوراس زمانہ میں یونانی یارومی حکومتیں وجود میں نہ آئی تھیں۔وہ جب وجود میں آئیں تب سے اُن کی تاریخ شروع ہوئی اور جب اسماعیلی نابتی حکومتوں سے واسطہ وتعلق ہوا تب سے اُن کی تاریخ میں نبطیوں کا تذکرہ ہونا قدرتی تھا۔لہٰذا یونانی ،ایرانی یارومی تاریخ انباط کی ابتدا معلوم کرنے کیلئے غلط ذریعہ ہیں۔

دوم یہ کہ نبطیوں کو بدوی زندگی میں غیر متمدن کہنا بھی غلط ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل میں نمرود ایسی متمدن حکومت میں اورشاہی طرز پردرس وتربیت کے پروردہ تھے اورتمدن کے ہر پہلو پر مطلع تھے اورشاہ مصر نے شاہی تمدن میں پروردہ بیٹی اُن کو زوجیت میں دی تھی جس سے حضورؑ کا بدو اور جاہل وگنوار نہ ہونا ثابت ہے پھراللہ نے آپکو بابل ہی میں ملکوت السماوات والارض سے متعارف کرایا تھا۔لہٰذا آپؑ متمدن وانتہائی ترقی یافتہ شخص تھے اورحضرت اسماعیل علیہ السلام جناب ابراہیمؑ وحضرت ھاجرہؑ شاہِ مصر کی بیٹی کے فرزند تھے اورتوریت کی رو سے شاہی خاندان کے داماد تھے یعنی اُن کی زوجہ محترمہ بھی شاہی خاندان کی چشم وچراغ تھیں۔لہٰذا اُن کی اولاد کو بدو یا غیر متمدن کہنا خود کہنے والے کی ذہنیت یا حالت کا راز کھولتا ہے۔یا وہ خود بدو اورگنوار ہے یا وہ قریشی پالیسی کا طرفدار ودغا باز ہے۔کم ازکم اُسے فریب خوردہ اورکوتاہ نظر تو کہنا ہی پڑے گا۔دیہات میں سادہ زندگی بسر کرنے کے معنی بدو یا غیر متمدن نہیں ہوتے۔پھراقتباسات شروع ہوتے ہیں علامہ مسلسل لکھتے ہیں کہ:

''بہرحال تاریخ وآثار نے اب تک جو انکشافِ حال کیا ہے اس کی اعانت سے اب تک ڈوسے (Dussaud) نام کے ایک فرنچ مستشرق نے بادشاھوں کے ناموں کی ایک فہرست تیار کی ہے۔یہ فہرست 169 ق م سے شروع ہوکر 106 عیسوی پر ختم ہوجاتی ہے۔اس میں ایک نام مالک اول کا اضافہ ہم یوسیفوس کے حوالے سے کرتے ہیں:

نام	مدت حکومت تقریباً
حارث اول	169ق م
زید بابل	146ق م
مالک اول (اضافہ)	
حارث ثانی	110ق م 96ق م
عبادہ اول	90ق م
ربیال اول بن عبادہ اول	87ق م
حارث ثالث بن ربیال	87ق م 62ق م
عبادہ ثانی بن حارث ثالث	61ق م 47ق م

نام	تقریباً مدت حکومت
مالک دوم بن عبادہ ثانی	47ق م 30ق م
عبادہ ثالث بن مالک دوم	30ق م 9ق م
حارث رابع بن مالک دوم	9ق م 40عیسوی
خلدو (خالدہ) زوجہ حارث ،شقیلہ زوجہ حارث	
مالک سوم بن حارث شقیلہ زوجہ مالک	40عیسوی تا 75عیسوی
ربیال ثانی بن مالک ثانی جمیلہ زوجہ ربیال	75عیسوی تا 101عیسوی
مالک چہارم	101عیسوی تا 109عیسوی

(ایضاً ارض القرآن صفحہ 62-63)

Presented by Ziaraat.Com

تاریخ قریشی مصلحتوں کے ماتحت تیار کی گئی ہے

ہم نے تاریخ ایران وروم ویونان کے متعلق چند جملے لکھ دیئے ہیں جو کافی ہیں قریشی حکومتوں نے جو تاریخ تیار کی تھی اس میں بجائے قدیم تواریخ کی اصلاح کے اپنی مصلحتوں کے ماتحت اور زیادہ گنجلک وگڑ بڑ پیدا کرنے کی کوشش جاری رکھی گئی۔ چنانچہ نبطی حکومت کو دوحصوں میں تقسیم کرکے دکھایا گیا جو دراصل ایک ہی اسماعیلی خاندان کی حکومت تھی۔ صرف اس لئے کہ اس حکومت میں آخری بادشاہ نہرغسان کے اطراف میں رہنے والے نبطی تھے۔ لہٰذا ان کا نام غسانی بادشاہ رکھ کر نبطی حکومت کے دوٹکڑے کردیئے گئے۔ بہرحال علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی مان لیا اور لکھ دیا کہ غسانی بادشاہ بھی نبطی تھے۔ چنانچہ نبطیوں کی حکومت کو مسلسل رکھنے کی بجائے دو الگ الگ فہرستوں میں تقسیم کردیا ہے اور قریش زدہ دماغوں کو مطمئن کرنے کے لئے لمبی چوڑی بحثیں اور ثبوت پیش کئے ہیں یوں حکمرانوں کی فہرست مسلسل رہنے کے بجائے اٹھارہ (18) صفحات کے بعد دوسرے سلسلے کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:۔

> ''اس خاندان کے بادشاہوں کی تعداد حمزہ نے بتیس (32) بیان کی ہے۔ لیکن اس تعداد میں بعض معاصر حکمران غسانی شہزادوں کو بھی شمار کرلیا گیا ہے۔ حقیقی اور مستقل بادشاہوں کی تعداد مسعودی نے اونیس (19) اور ابن قتیبہ نے دس لکھی ہے لیکن چار سو برس کی مدت کے لئے یہ تعداد کم ہے''۔ (ایضاً صفحہ 81)

نبطی حکمرانوں کی تعداد نہ بھی معلوم ہوتو بھی حقیقت میں تبدیلی نہیں ہوتی

علامہ ندوی نے حمزہ کی لکھی ہوئی تعداد (32) کو زیادہ بتایا اور پھر (19) اور (10) کو کم کہہ کر یہ گنجائش پیدا کردی کہ علامہ کی مذکورہ بالا فہرست میں مدت حکومت 169 ق م سے 109 عیسوی تک لکھی گئی ہے جس کا میزان (109+169) 278 سال ہوا۔ اس مدت میں حکمران کل سترہ لکھے گئے ہیں۔ اس حساب سے چار سو سال کی مدت میں چھبیس (26) بادشاہ گزرنا چاہئیں۔ لہٰذا حمزہ والی تعداد (32) بالکل صحیح ہے اور شہزادوں والی بات کے لئے کوئی ثبوت موجود نہیں ہے اس طرح بھی نبطی حکمران کی تعداد پچاس کے قریب ہوئی۔ اب ہم پھر نبطی حکومت پر اقتباسات لکھتے ہیں سنیئے:

(5) تمدنی حالات تمدنی حالات کی ذیل میں لکھا ہے کہ:۔

> ''وہ یعنی انباط کھلی ہوا میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ناقابل سکونت فضا میں رہتے ہیں۔ اُن کے ملک میں نہ کوئی دریا ہے اور نہ چشمہ، جس سے حملہ آور دشمن فائدہ اٹھاسکیں۔

نبطیوں کے قوانین کی جھلکیاں ''اُن کا قومی آئین یہ ہے کہ وہ نہ غلہ کی زراعت کریں اور نہ درخت لگائیں۔ نہ شراب پیئیں اور نہ گھر بنائیں۔ جو شخص اس کے خلاف کرتا ہے اُسے سزائے موت دی جاتی ہے۔ بعض لوگ اونٹ کے گوشت پر گزر کرتے ہیں۔ اور بعض بکری اور بھیڑ کے گوشت پر۔۔۔ صحرا میں بہت سے قبائل رہتے ہیں۔ لیکن دولت میں انباط سب سے زیادہ ہیں۔ اور اپنے ہمسایوں میں اُن کو امتیاز حاصل ہے۔ گوکہ اُن کی تعداد دس ہزار آدمی سے زیادہ نہیں ہے اُن کا ملک پانی سے خالی ہے۔ اپنے لئے پہاڑوں میں بڑے بڑے حوض کھود کر بناتے ہیں۔ جن کا منہ باہر سے تنگ اور اندر سے چوڑا رہتا ہے۔ اور اُن کی لمبائی 250 فٹ تقریباً ہوتی ہے۔ اُن حوضوں میں بارش کا پانی جمع کرکے اُن کو چھپادیتے ہیں۔ اور اُن پر کوئی نشانی بنادیتے ہیں۔ جب سفر کرنا چاہتے ہیں تو اپنے جانوروں کو تین روز کا پانی پلاتے ہیں انباط گوشت، دودھ اور بعض جنگلی سبزیاں

Presented by Ziaraat.Com

کھاتے ہیں۔جنگلی شہد(من) بھی اُن کو ملتا ہے۔جس کو پانی میں گھول کر پیتے ہیں۔اُن میں عرب کے غیر نبطی قبائل بھی شامل ہیں۔جن میں سے بعض شامیوں کے ساتھ گھروں میں رہنے کے علاوہ اورتمام عادات میں مماثل ہیں''(ایضاً صفحہ 63-64)

پھر کہتے ہیں کہ: ''اسٹرابو(24 عیسوی) جوڈائیڈوروس کی طرح انباط کا معاصر تھا،اُن کے متعلق دل چسپ واقعات بیان کرتا ہے:۔

''(شہر) پٹرا(رقیم) جو عمدہ قوانین رکھتا ہے،اُس پر شاہی خاندان میں سے ہمیشہ ایک بادشاہ حکومت کرتا ہے۔وزیر ہمیشہ اُس بادشاہ کے ساتھیوں میں سے ایک ہوتا ہے۔اسی لئے اس (وزیر۔احسنؔ) کو بھائی کہہ کر پکارتے ہیں۔انباط کفایت شعارانہ ذخیرہ ملکیت کے شائق ہوتے ہیں۔جماعت اُن پر جرمانہ کرتی ہے جو اپنی دولت ضائع کرتے ہیں۔اور جو اپنی دولت بڑھاتا ہے اس کو انعام دیتی ہے۔انباط کے پاس غلام کم ہیں اکثر اُن کی خدمت اُن کے متعلقین کرتے ہیں۔یا ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں۔<u>یا ہر شخص اپنا نوکر آپ ہوتا ہے یہ طریقہ بادشاہوں تک میں جاری ہے</u>۔جو جمہور کی رضامندی کے <u>اس قدر آرزومند ہیں کہ وہ اپنی رعایا کی خدمت کرتے ہیں</u>۔۔۔مکانات عالیشان اور سنگین ہیں۔آبادیوں میں شہر پناہیں نہیں ہوتیں۔ملک کا بڑا حصہ سرسبز ہے۔تاہم وہاں زیتون نہیں۔(جانوروں کی پیداوار کا بیان ہے) گھوڑے نہیں ہوتے۔اُن کے بجائے اونٹ مصرف میں آتے ہیں۔بعض اشیائے تجارت کی درآمد بھی یہاں ہے۔اور بعض چیزیں خود ملک میں ہوتی ہیں۔جیسے سونا،چاندی اور بہت سے خوشبو مسالے لیکن لوہا،تانبہ،ارغوانی کپڑے،زعفران،عود،قسط،سنگتراشی،نقاشی اور تصویروں کی چیزیں مجسمے ملک میں نہیں پائے جاتے۔۔۔بادشاہوں تک کی لاشوں کو زمین میں دفن کرتے ہیں''(ایضاً صفحہ 64-66)

(6) <u>''سیاسی حالات''</u> یہ عنوان قائم کرکے لکھا ہے کہ:

''انباط ہم کو سب سے پہلے <u>700</u> ق م میں سیاسی میدان میں نظر آتے ہیں۔اسیریا اور <u>بنی قیدار</u> (برادران انباط) کے مابین اس عہد میں جنگ برپا ہوتی ہے۔<u>بنی قیدار</u> کا شیخ شکست کھا کر''انباط کی ایک چھوٹی سی ریاست''میں پناہ لیتا ہے۔پھر بنی قیدار اور انباط کی متحدہ فوج اسیریا کے مقابلے میں آتی ہے۔لیکن سوءِ قسمت سے ناتان شاہِ انباط گرفتار ہوجاتا ہے۔بابل کے بعد ایران و یونان کی قوت دنیا کی تاریخ میں جلوہ گر ہوتی ہے۔انباط جہاں آباد تھے۔یہ وہ مقامات تھے جو اہل فارس اور یونان کی دائمی جنگ کے طبعی راستے تھے۔اس بنا پر ہر دو فریق (یونان و ایران۔احسنؔ) اُن نبطی عربوں کی دوستی و ہمدردی کے طالب تھے۔جن کی اعانت کے بغیر ان خشک اور بے آب ریگستانوں کو طے کرنا ناممکن تھا''۔(ایضاً صفحہ 66)

پھر لکھا کہ:''چنانچہ اس انقلاب نے اس بدوی قوم کو وہ اہمیت بخشی کہ یونان عظمیٰ،رومۃ الکبریٰ اور خاندان اسرائیل کی گردنیں بھی کبھی ان (نبطیوں۔احسنؔ) کے آگے جھک جاتی تھیں''(صفحہ 68)

مختلف حالات کے بعد لکھا ہے کہ: ''حارث سوم(87 تا 62ق م) حکومت انباط کا سلطان اعظم ہے۔انطیا خوس ڈیانیسوس سلوقی اُس وقت ملک عرب پر حملہ آور تھا۔حارث کی فوج خالص عرب شجاعت کے ساتھ یونانیوں کے مقابل تھی۔پہلے حملے میں وہ پسپا ہو رہی تھی۔کہ دفعتاً حارث دس ہزار سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں نمودار ہوا۔انطیا خوس بہادری سے لڑتا رہا۔اور عین اس وقت جب کہ جلوۂ فتح اُس کے سامنے تھا۔لڑائی میں کام آیا۔اُس کے مرنے کے ساتھ فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔حارث کے لئے اب یہاں سے دمشق تک،جو سلوقیین کا پایہ تخت تھا،کوئی روک نہ تھی۔اور خود بطلیموس وسلوقی خاندان باہم خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔چنانچہ خود اہل دمشق کی دعوت پر حارث دمشق پہنچا اور سکندر اعظم کے جانشینوں

Presented by Ziaraat.Com

(سلوکیوس) کا تخت حارث کے پاؤں کے نیچے تھا'' (ایضاً صفحہ 70-71)

پھر لکھتے ہیں کہ: ''رومیوں کی تاریخ میں جن غسانی (نبطی) بادشاہوں کے نام آئے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

1	جبلہ	500 عیسوی	5	حارث اصغر بن حارث اکبر	583 عیسوی
2	حارث اکبر بن جبلہ	569 عیسوی	6	حارث اعرج بن حارث اصغر	تا
3	ابوکرب منذر بن حارث	582 عیسوی	7	نعمان بن حارث اصغر	ً
4	نعمان بن منذر		9-8	عمرو بن حارث اصغر اور حجر بن عمر	614 عیسوی
			10	جبلہ بن ایھم 636ء	

آلِ غسان کی تاریخ تمام تر ایران و روم کی تاریخ کا خلاصہ ہے اور اسی تعلق سے غسان ہمیشہ حیرہ کے بادشاہوں سے لڑتے رہتے تھے۔ ایرانیوں کے مقابلے میں رومیوں کو اگر کبھی کامیابی ہوئی تو وہ ہمیشہ غسانیوں کی امداد کا نتیجہ تھا۔ اور خود رومی بھی شکر گزاری کے ساتھ اس نتیجہ کا احساس کرتے تھے۔ (مسلسل لکھتے ہیں کہ:)

''رومیوں کی تاریخ میں سب سے پہلے ''جبلہ'' کا نام آتا ہے۔ 497 عیسوی کی ملکی بغاوت میں اُس نے رومیوں کی بڑی مدد کی تھی۔ (قارئین سورۃ الروم کو نہ بھولیں۔ احسن) جبلہ کے بعد ''حارث بن جبلہ'' رومیوں کی نظر میں عرب کا سب سے بڑا ہیرو ہے۔ یہ نہایت مہیب، شجاع اور پُردل بادشاہ تھا۔ 528 عیسوی میں حیرہ کی اور 531 عیسوی میں رومیوں کے ساتھ ایرانیوں کی لڑائی میں اُس نے نہایت ناموری حاصل کی۔ 563 عیسوی میں قیصر روم کی ملاقات کو قسطنطنیہ گیا۔ اُسی کی وساطت سے کندہ کا شہزادہ، اور عربی کا مشہور شاعر امراء القیس قیصر تک پہنچا تھا، حارث نے 569 عیسوی میں وفات پائی۔ حارث کے بعد منذر تخت نشین ہوا۔ بہادری اور رومیوں کی اعانت میں یہ بھی اپنے پیشرو (حارث) سے کم ثابت نہ ہوا 580 عیسوی میں قسطنطنیہ گیا۔ رومیوں نے اُس کے سر پر تاج رکھا''۔ (ایضاً صفحہ 82)

علامہ نے مصلحتاً نبطی حکومت کی دوسری شاخ یعنی غسانی حکومت کے چند آخری بادشاہوں کا ذکر کیا ہے؟

یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ علامہ سلیمان صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سلسلۂ حکومت ملا دینے کے لئے نبطیوں کے چند آخری بادشاہ سامنے رکھے ہیں اور یہ وہ زمانہ ہے جب کہ اسرائیلی (رومی) اور اسماعیلی (نبطی) حکومتوں کی دینی و دنیاوی راہنمائی خانوادۂ رسولؐ کے مندرجہ ذیل بزرگ امامؑ فرما رہے تھے:

(1) حضرت قصیؑ جن کی وفات 480 عیسوی میں ہوئی تھی۔

(2) جناب ھاشمؑ جو 510 عیسوی تک راہنما رہے اور وفات پائی۔

(3) حضرت عبدالمطلب جو 579 عیسوی تک دونوں حکومتوں کے سربراہ، راہنما و ھادی رہے۔

(4) ابوطالب علیہ السلام 620 عیسوی تک حکمران رہے۔

(5) حضرت علی علیہ السلام 620 عیسوی سے 40 ھ تک، جبلہ بن ایھم نبطی بادشاہ آپؑ ہی کے ماتحت تھا۔ (تاریخ اسلام ذاکر حسین صفحہ 27-28)

نوٹ:۔ حضرت ھاشم علیہ السلام کا انتقال ملک شام میں ہوا تھا اور اُس وقت جناب عبدالمطلب اپنی والدہ کے ساتھ اپنی ننھیال مدینہ میں ایام

Presented by Ziaraat.Com

طفولیت گزار رہے تھے اور دس سال کی عمر میں حضرت طالبؑ کے ساتھ مکہ آئے تھے اس لئے اُن کی عدم موجودگی میں جناب طالبؑ حضرت ھاشمؑ کی نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

(13) حضرت قیدارؑ کا بیٹا اور پوتا وغیرہ کون تھے؟ کیوں غائب کیئے گئے؟ قیداری عوام کا ذکر ملتا ہے خواص کا نہیں۔قیداری نسل کب تک موجود رہی؟

حضرت قیدار علیہ السلام کے متعلق جو کچھ تواریخ اور توریت سے ملتا ہے۔اُس سے اُن کی اولاد کا نام بنام شجرہ تیار کر لینا ممکن ہی نہیں ہے۔عربی سازش نے نابت علیہ السلام کی اولاد کو قیدارؑ کی اولاد بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیدار کی نسل میں دکھا دیا ہے۔ جسے ہم نے سابقہ عنوانات میں غلط ثابت کر کے آنحضرتؐ کو حضرت نابت کی نسل سے ثابت کر دیا ہے۔حضورؐ کو قیدار کی نسل سے ثابت کرنے کیلئے ہمیں ضرورت ہے کہ حضرت نابتؑ کی طرح حضرت قیدارؑ کے بیٹوں کے نام لکھے جائیں پھر اس بیٹے کا نام لکھا جائے جس کی اولاد میں آنحضرتؐ کو دکھانا ہے۔یوں سلسلہ وار پوتوں اور اُنکی اولاد کا نام بنام شجرہ دکھایا جائے اور یہ عربوں اور اُن لوگوں کیلئے ناممکن ہے جو حضورؐ کو قیدارؑ کی نسل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

(الف) آنحضرتؐ کو قیدار کی نسل میں قرار دینا اور ماننا بہت بڑا نسلی فراڈ ہے جو فریب اندر فریب سے بھی ثابت نہ ہوا۔

اس سے بڑا فراڈ اور کیا ہوسکتا ہے کہ حضورؐ کو اور حضرت علیؑ کو حضرت نابط کی اولاد میں مان کر بھی (طبری جلد اول صفحہ 57,53) قیدار کی نسل میں مانا اور لکھا جائے؟ اور اس فراڈ کو ثابت کرنے کیلئے یہ فراڈ کیا جائے کہ حضرت نابت قیدار کے بیٹے تھے؟ (طبری ترجمہ جلد اول صفحہ 54-55) اور چھ مرتبہ نابتؑ کو قیدار کا بیٹا لکھا جائے، جب لکھنے اور ماننے والے یہ مانتے ہیں کہ حضرت نابت اور حضرت قیدار علیھما السلام دو بھائی تھے اور حضرت اسماعیلؑ کے بیٹے تھے۔اس کے باوجود چھ مرتبہ یوں لکھا کہ: (1) نبیت بن قیذر بن اسماعیل (2) صفی بن نبت بن قیذار بن اسماعیل (3) ھمیسع بن نبت بن قیذر بن اسماعیلؑ (4) ھمیسع بن نبت بن سلیمان (یہی سلامان ہے) بن حمل بن نبت بن قیذر بن اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ (5) یشجب بن ملک بن ایمن بن النبیت بن قیذر بن اسماعیل (6) کنانہ بن العوام بن نبت بن قیذر بن اسماعیل''۔(طبری کا ترجمہ جلد اول صفحہ 54-55)

بہر حال جو عرب کے بیان کردہ شجروں اور ناموں میں تلاشِ حق کرے گا وہ اُسے نسلی فراڈ کے علاوہ اور کوئی لقب نہ دے گا۔

(ب) شجروں کے اس فراڈ پر علامہ شبلی نے لیپا پوتی کر کے اپنا اور اپنے ہم مذہبوں کا دل بہلالیا ہے

علامہ شبلی بھی اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ میں آنحضرتؐ کا شجرۂ نسب لکھے بغیر نہ گزر سکتے تھے۔چنانچہ انہوں نے حضورؐ سے لے کر حضرت عدنان تک نام لکھے اور آگے بڑھتے ہوئے فراڈ اُنکے سامنے تھا۔اس لئے انہوں نے الکا بلا بر گردن مُلّا کے اصول پر امام محمد اسماعیل محدث کو پٹائی کے لئے آگے بڑھا دیا اور لکھا کہ:

''امام بخاری نے اپنی تاریخ میں عدنانؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک نام گنائے ہیں۔یعنی عدنانؑ بن عد بن المقوم بن تارح ابن یشجب بن یعرب بن نابتؑ بن اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ'' (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 160)

اس کے بعد جو کچھ شبلی نے لکھا ہے وہ ابھی ہم آپ کے سامنے لاتے ہیں مگر پہلے اُن کے لکھے ہوئے اس اسماعیلی بخاری کے بیان میں دیکھیں کہ حضرت عدنان علیہ السلام کو حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد میں لکھا ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیداری نہ ہوئے بلکہ نابطی ہوئے۔پھر قارئین نے مذکورہ بالا چھ (6) عدد فراڈی بیانات میں حضرت یشجبؑ کو قیدار کی اولاد میں بھی دیکھا تھا (5) یعنی زبردستی وہ شجرہ گھڑا گیا ہے جو آج

Presented by Ziaraat.Com

تک شیعوں اور سنیوں اور سیدوں اور امتیوں میں مشہور وزبان زدِعوام وخواص ہے۔اور فراڈ کی کامیابی ہے۔

شبلی مسلسل لکھتے ہیں کہ:

''حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔جن کا ذکر توریت میں بھی ہے۔اُن میں قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اور بہت پھیلی۔

اُن ہی کی اولاد میں عدنان ہیں۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن ہی کے خاندان سے ہیں''۔(ایضاً صفحہ 160)

علامہ شبلی کو سب سے بڑا محقق ماننے اور کہنے کا سبب فراڈ وفریب کی تائیداور حق سے کج نگاہی تھا۔

قارئین اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ اہلسنت کے سب سے بڑے محدث اور حق گو عالم کا بیان شبلی نے دھنے ہاتھ سے لکھا اور لکھا کہ

''عدنان بن عدد بن المقوم بن تارح ابن یشجب بن یعرب بن نابتؑ بن اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ ''

یعنی عدنان نابتؑ بن اسماعیلؑ کی اولاد میں ہیں۔اور تیسری ہی سطر میں اس کے خلاف عدنان کو قیدار کی اولاد میں لکھدیا۔حالانکہ عدنانؑ کے بعد اسماعیلؑ تک قیدار کا نام کہیں نہیں ہے۔قارئین اپنے دل ودماغ سے سوچیں اور غور کر کے بتائیں کہ شبلی نے زیر بحث فراڈ کی تصدیق کس تحقیق اور دلیل کے ماتحت کی ہے؟ قارئین رُک کر غور سے سنیں اور یاد رکھیں کہ ابوبکر وعمر اور قریش کے پیروا گراپنے مذہب ومسلک وعقائد واعمال پر دلیل وبرھان اور تحقیقی نظر اختیار کر لیں تو خود کو سر سے پیر تک ابلیس کے جال میں پھنسا ہوا پائیں گے۔

شبلی کی لیپاپوتی اور اصل راز اور فراڈ کی طرف راہنمائی

شبلی مسلسل لکھتے ہیں کہ: ''عرب کے نسب داں تمام پشتوں کو محفوظ نہ رکھتے تھے''(ایضاً صفحہ 160)

سوال یہ ہے کہ جب وہ لوگ انساب کے عالم یعنی بقول شبلی نسب داں تھے اور اُن کی ذمہ داری ہی یہ تھی کہ وہ ہر شخص کو اُس کے صحیح باپ دادا و پردادا اور آبا واجداد کا ترتیب وار شجرہ بتائیں تو وہ کیوں تمام پشتوں کے نام محفوظ نہ رکھتے تھے؟ اور کیوں اُن کو غیر محفوظ رکھتے تھے؟ کیا اس لئے کہ کچھ رقم لے کر جس کو دل چاہے کسی بھی شجرے میں شامل کر دینا سہل رہے؟ اور قریشی علما شبلی اینڈ کمپنی کو یہ معلوم ہے کہ عربی نسّاب یا نسب داں تمام پشتوں کے تمام ناموں کو محفوظ نہیں رکھتے تو وہ کس دلیل سے ایسے نسّابوں کے بیان پر یقین کر لیتے ہیں؟ یعنی پھر وہی دلیل وبرھان کی بات آ گئی جس سے قریش اور قریشی علما کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔

قارئین کو فراڈ کا ایک عدالتی پکّا طریقہ بتائیں

اگر آپ چاہتے ہیں کہ 1981 عیسوی میں ایک ایسی دستاویز تیار کریں جو عدالت میں بلا شک وشبہ 1971 عیسوی میں تیار کی ہوئی مان لی جائے تو عدالت میں دلاّل سے ملئے وہ آپ کو ایک پرانے سمجھدار اسٹامپ فروش سے ملائے گا۔وہ آپ کو ایک پرانے رجسٹر میں، عربوں کی طرح چھوڑی ہوئی جگہ دستخط کرنے کو کہے گا اور ایک اسٹامپ اُسی پرانی تاریخ میں اندراج کر کے تمہارے حوالے کر دے گا اور وہی تاریخ رجسٹر اور اسٹامپ پر لکھ دے گا۔اسٹامپ سادہ ہوگا جو چاہے اس پر لکھ لیں۔کام ہو گیا۔کام کے پیسے وہ دلاّل اور اسٹامپ فروش طے کر کے آپ سے پہلے لے لیں گے۔عربی نسّاب تو کورے لٹھ، اَن پڑھ بالکل پیدل، مراثی یا بھانڈ ہوتے تھے۔نہ کوئی رجسٹر ہوتا تھا نہ عربوں کو صحت ویقین کی ضرورت ہوتی تھی وہاں تو چاروں طرف حرامی اولاد کا دور دورہ تھا۔البتہ حرامی کو حلالی بنانے میں مذکورہ بالا اور مذکورہ ذیل قسم کے بھانڈ بلا لئے جاتے تھے۔انہیں مقصد ذہن نشین کرا دیا جاتا تھا۔وہ مل کر اعلان کر دیتے تھے کہ عمر عاص کا بیٹا ہے یا خطاب کا بیٹا ہے اور بس یہی آخری سند وثبوت تھا۔اس سے زیادہ باریک

Presented by Ziaraat.Com

چھانتے تو قریش تو حرام درحرام ثابت ہوگئے ہوتے اور چودہ سوسال بعد ہمیں یہ کام نہ کرنا پڑتا۔ بہرحال علامہ شبلی مسلسل لکھتے ہیں کہ:

قریشی نسب ناموں کی حالت اور اُن میں فراڈ کی گنجائش

''چنانچہ اکثر نسب ناموں میں عدنان سے حضرت اسماعیلؑ تک صرف آٹھ نو پشتیں بیان کی ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں، عدنان سے لے کر حضرت اسماعیلؑ تک اگر صرف نو دس پشتیں ہوں تو یہ زمانہ تین سو (300) برس سے زیادہ نہ ہوگا۔ اور یہ امر بالکل تاریخی شہادتوں کے خلاف ہے''۔ (صفحہ 160)

اگر آٹھ نو پشتیں نہ رکھی جائیں اور بڑھادی جائیں تو نسّاب کیلئے داخل خارج مشکل ہوجائے گا

غور طلب بات یہ ہے کہ آٹھ نو پشتوں والا بیان بھی نسب دانوں ہی کا ہے۔ لہٰذا اُسے عربی اصول پر صحیح ماننا لازم ہے اور یقیناً ایک زمانے میں صحیح مانا گیا تھا اور وہ زمانہ وہی تھا جب نسّابوں نے رشوت لے کر کچھ لوگوں کو خاندان رسالت سے خارج کر دیا تھا یا یوں کہیے کہ جب قریش نے کسی خاندان یا قبیلے کو قریشی ٹائٹل (Title) سے محروم کیا تھا۔ ورنہ ہمیں اُن نسّابوں کے نام بتائے جائیں جنھوں نے یہ آٹھ نو پشتیں بیان کی تھیں اور ساتھ ہی اُن لوگوں کے نام بھی بتائیں جن لوگوں نے نسّاب کے منہ پر اُن کو شبلی والی کم مدت کی دلیل دے کر جھٹلایا تھا۔ لہٰذا وہ بھی ویسا ہی فراڈ ہے جیسا قبیلہ تیم وعدی وامویوں کو خانوادۂ رسالت میں شامل کرنے کا فراڈ ہے۔ وہ بھانڈوں، میراثیوں اور غلط گو نسّابوں کے بل بوتے پر ہوا تھا اور یہ بھی اُسی قاعدے کے مطابق ہے۔ شبلی مسلسل لکھتے ہیں کہ:

''علامہ سہیلی کتاب روض الانف (صفحہ 8) میں لکھتے ہیں کہ:

وَ یستحیل فی العادۃ اَن یکون بینھما اربعۃ ا بآء اَوْ سبعۃ کماذکر ابن اسحاق اَوْ عَشْرَ ۃ اَوْ عشرونَ فان المدۃ اطول من ذلک کُلّہ۔

''اور یہ عادۃً محال ہے کہ دونوں میں (عدنانؑ اور ابراہیمؑ) چار یا سات پشتوں کا فاصلہ ہو، جیسا کہ ابن اسحاق نے (چار یا سات پشتیں ہونے کا) ذکر کیا ہے۔ یا دس بیس پشتیں ہوں کیونکہ زمانہ اس سے بہت زیادہ ہے'' (صفحہ 160-161)

قارئین یہ نوٹ کریں کہ علامہ سہیلی نے ثابت کر دیا کہ قریشی نسّاب ہی نہیں بلکہ اُن کے مورخ ابن اسحاق جیسے لوگ بھی اُمت کو گمراہ کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔ چنانچہ شبلی نے خود حضرت عدنانؑ کو امام بخاری کے قلم سے نابت کی اولاد میں لکھا لیکن بلا تردید کئے بلا کوئی دلیل دیئے تیسری ہی سطر میں عدنانؑ کو قیدار کی اولاد لکھ دیا، مان لیا اور امت کو گمراہ کر دیا۔

قریشی اجتماعی فراڈ کی غرض یہ تھی کہ یا توانہیں بھی خانوادہ رسالتؐ سے مانا جائے گا ورنہ محمدؐ بھی آل ابراہیمؑ سے خارج ہوجائیں گے

شبلی کو مسلسل پڑھیے: ''علامہ موصوف (سہیلی) نے بہت سے تاریخی حوالوں اور شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ عدنانؑ سے حضرت اسماعیلؑ تک چالیس پشتوں کا فاصلہ ہے۔ اِس غلطی (کم پشت ماننے) نے بعض عیسائی مورخین کو اس بات کا موقع دیا کہ سرے سے اس بات کے منکر ہوگئے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم خاندان ابراہیم سے ہیں۔

سارے عربوں نے نسلی فراڈ ہمیشہ جاری رکھا تھا

اس غلطی (کم وبیش پشتیں بتانے) کی زیادہ وجہ یہ ہوئی کہ ''اہل عرب'' زیادہ تر مشہور آدمیوں کے نام پر اکتفا کرتے تھے۔ اور بیچ کی پیڑھیوں (پشتوں) کو چھوڑ دیتے تھے۔ اِس کے علاوہ ''اہل عرب'' کے نزدیک چونکہ عدنانؑ کا حضرت اسماعیلؑ کے خاندان سے ہونا قطعی اور یقینی

Presented by Ziaraat.Com

تھا۔اس لئے وہ صرف اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ عدنانؑ تک سلسلہ نسب صحیح طور سے نام بنام پہنچ جائے اوپر کے اشخاص کا نام لینا غیر ضروری سمجھتے تھے۔اس لئے چند مشہور آدمیوں کا نام لے کر چھوڑ دیتے تھے''(صفحہ 163-162)۔

اس کے بعد شبلی نے طبری سے لکھا ہے کہ فلاں فلاں کے بیان سے چالیس پشتیں ثابت ہیں۔اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''بہرحال یہ واقعہ یقینی ہے کہ عدنان حضرت اسماعیلؑ کی اولاد ہےاور آنحضرتؐ عدنان کے خاندان سے ہیں''۔(صفحہ 162)

قارئین علامہ شبلی اور تمام عربی مورخین ونساب کی یہ دلیل سامنے رکھیں کہ:

(1)عدنان اسماعیلؑ کے خاندان سے ہیں۔اور

(2)محمدؐ عدنانؑ کے خاندان سے ہیں۔اور

(3)محمدؐ اور عدنان دونوں قیدار کی اولاد سے ہیں یعنی چہ؟

یہ تو جب صحیح ہوتا جب قیدارؑ حضرت اسماعیلؑ کا اکلوتا بیٹا ہوتا۔وہاں تو بارہ بیٹے تھے۔دلیل اس کی درکار ہے کہ:۔

''آیا عدنانؑ قیدارؑ کی اولاد میں ہے یا حضرت نابتؑ کی''؟اور قریشی ریکارڈ(طبری سیرۃ النبی شبلی)سے وہؑ نابتؑ کی اولاد ثابت ہیں۔

(ج) قیدار کی پوزیشن شاندار بنانے کے لئے سید سلیمان ندوی نے توریت سے غلط بیانات لکھے،فریب کیا یا فریب کھایا؟فیصلہ کریں

علامہ سید سلیمان ندوی کی کتاب ارض القرآن سے ہم نے بڑی تفصیل کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ کوثی اور نبطی ہیں اور یہ کہ علامہ صاحب بھی اسی پر یقین کرتے ہیں۔مگر آخر وہ قریشی مذہب کے ایک عالم ہیں قریشی عالم کی شان ہی یہ ہے کہ غلط عقائد و تصورات کو حمایت کرے اور ابوبکر وعمر کی پالیسیوں کی تائید کرے خواہ اللہ خفا ہو یا اہلِ عقل مذاق اڑائیں۔انہیں مرغ کی ایک ٹانگ پر دانت جمائے رکھنا ہیں۔قارئین علامہ سلیمان کا بیان پڑھیں وہ توریت سے حضرت قیدار کی عظمت دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

(1) توریت اور اشعیاہ نبیؑ پر تہمت لگائی گئی

''اشعیا نبی تقریباً اُسی زمانہ میں تھے یعنی آٹھویں صدی قبل مسیح میں،وہ بیان کرتے ہیں کہ(1)''قیدار ایک شاندار اور بہادر قوم ہے''(21-16) (2)''گاؤں میں اُن کی بہت سی آبادیاں ہیں''(42-11)(3)''بھیڑ بکری اُن کی دولت ہے اِسی کی وہ تجارت کرتے ہیں''(60-7) (ارض القران جلد2 صفحہ 93)

ایک سادہ دل قاری ہی نہیں بلکہ اچھے خاصے محقق بھی یقین کرلیں گے کہ جو کچھ علامہ نے اِن تین حوالوں(21-16،42-11،60-7) کی ذیل میں لکھا ہے وہی کچھ اشعیا نبیؑ کی کتاب(توریت)میں بھی لکھا ہوا ہوگا۔آیئے ہم باری باری آپ کو عربی اور اردو کی توریت سے وہ کچھ دکھائیں جو حضرت اشعیاہ نبیؑ نے فرمایا اور لکھا ہے۔

(2) قیدار کی نسل کی تمام عزت وتعداد کے کلیّۃً فنا ہو جانے اور چند گوالوں چرواہوں کے بچنے کی پیشنگوئی(اشعیاۃ 21-16)

سنئے اللہ کا بیان یوں صادر ہوتا ہے کہ:

وِقْرٌ عَلَى الْعَرَبِ، بِيْتُوْا فِيْ غَابِ الْعَرَبِ يَا قَوَافِلَ الدَّدَانِيِّيْنَ (13) وَافُوْا بِالْمَآءِ لِلِقَآءِ الْعَطْشَانِ يَا سُكَّانَ اَرْضِ تِيْمَاءَ، اِسْتَقْبِلُوْا الْمُنْهَزِمَ بِخُبْزِهِ (14) فَاِنَّهُمْ قَدِ انْهَزَمُوْا مِنْ اَمَامِ السُّيُوْفِ مِنْ اَمَامِ السَّيْفِ الْمَسْلُوْلِ وَالْقَوْسِ

Presented by Ziaraat.Com

الْمَوْطُوْءَةِ وَشِدَّةِ الْقِتَالِ (15) لِاَنَّهُ هٰكَذَا قَالَ لِيَ السَّيِّدُ بَعْدَ سَنَةٍ كَسَنَةِ الْاَجِيْرِ يَفْنَى كُلُّ مَجْدِ قِيْدَار (16) وَ بَاقِيْ عَدَدِ اَصْحَابِ الْقِسِيِّ مِنْ جَبَابِرَةِ بَنِيْ قِيْدَارِ يُضْحِيْ قَلِيْلاً لِاَنَّ الرَّبَّ اِلٰهَ اِسْرَائِيْلَ قَدْ تَكَلَّمَ (اشعیا 17-21/13)

ہمارا ترجمہ:

''پورے عرب کے لئے للکار وانتباہ۔اے ددانیوں کے قافلوتم عرب کے بیابان میں رات گزارو۔اے تیما کے باشندوتم پیاسوں کے لئے پانی لے کراُن سے ملاقات کرواور شکست خوردہ بھوکے لوگوں کا روٹیوں کے ساتھ استقبال کرو یقیناً وہ لوگ کھنچی ہوئی برہنہ تلواروں اور کڑکتی ہوئی کمانوں سے اور جنگ کی شدت کے سامنے سے شکست کھا کر بھاگے ہیں۔ یہ اس لئے کہ مجھ سے اللہ نے کہا ہے کہ ایک مزدور والے سال کی مدت میں قیدار کی تمام عزت و بزرگی فنا ہو جائے گی۔قیدار کے جابر لوگوں میں سے صرف چند چرواہے باقی رہ جائیں گے۔اس لئے کہ بلا شبہ اسرائیل کے معبود اور پروردگار نے یہ فیصلہ سنا دیا ہے۔

(3) اُردو توریت کا بیان

عرب کی بابت بار نبوت: اے ددانیوں کے قافلوتم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے۔وہ پیاسے کے پاس پانی لائے (عطشان کا غلط ترجمہ) تیما کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے (منھزم کا غلط ترجمہ) سے ملنے کو نکلے۔کیوں کہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھنچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔(ھزیمت شکست کو کہتے ہیں) کیونکہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر قیدار کی ساری حشمت (مجد کا غلط ترجمہ) جاتی رہے گی اور تیر اندازوں کی تعداد کا بقیہ یعنی بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہوں گے۔کیونکہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے (سترھویں آیت کا سارا ترجمہ غلط ہے)'' (اشعیاہ باب اکیس آیات 13 تا 17) (کتاب المقدس۔برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور) ایک اور بائبل میں تیرھویں آیت کا ترجمہ یہ ہے:۔

''اے ددانیوں کے قافلو پانی لے کر پیاسے کا استقبال کرنے آؤ''۔

قارئین تلاش فرمائیں کہ علامہ صاحب کی بیان کردہ قیداری شانداری اور بہادری کہاں ہے؟ یہاں تو یہ بتایا ہے کہ قیدار کی عزت فنا ہو جائے گی اور قیداری قوم کی تباہی اور فنا میں صرف ایک سال باقی ہے۔اور علامہ نے بھی اسی حوالے (17-21/16) کے ماتحت یہ مانا اور لکھا ہے کہ:

''قیدار کا تمام جاہ وجلال مٹ جائے گا۔تیرانداز اور بہادر فرزندان قیدار کی تعداد گھٹ جائے گی'' (ارض القران جلد 2 صفحہ 94)

یہ ترجمہ اُس عربی کا ہے نہ یہ وہ اُردو ہے جو ہم نے بائبل سے لکھی ہے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ قیدار کے متعلق علامہ چار سو بیس کر رہے ہیں۔

(4) علامہ نے توریت سے دوسرا حوالہ بھی لفظ بلفظ نہیں لکھا

یہاں آپ کو عربی اور اُردو توریت کے مقابلے میں علامہ کا بیان دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ کہاں تک اللہ کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں؟

لِتُشِدِ الْبَرِّيَّةُ وَمُدُنُهَا وَالْحَظَائِرُ الَّتِي يَسْكُنُهَا قِيْدَارُ وَلْيُرَنِّمْ سُكَّانُ الصَّخْرَةِ وَ وَلْيَهْتِفُوْا مِنْ رُؤُوْسِ الْجِبَالِ (اشعیاہ 42/11)

اُردو توریت: ''بیابان اور اُس کی بستیاں، قیدار کے آبادگاؤں اپنی آواز بلند کریں،

سلع کے بسنے والے گیت گائیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں'' (42/11)

عربی سوجھ بوجھ رکھنے والے حضرات اُردو بائبل کے الفاظ میں بھی غلط ترجمانی دیکھ سکتے ہیں بہر حال اردو بائبل میں کہا گیا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

1۔ ''قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں'' علامہ نے کہا کہ:

2۔'' گاؤں میں اُن کی بہت سی آبادیاں ہیں''۔

دیکھئے کہ یہاں کہیں بہت سی آبادیوں کا ذکر نہیں ہے۔

(5) علامہ کا تیسرا حوالہ بھی توریت کی ترجمانی نہیں کرتا

توریت میں فرمایا گیا کہ: '' کُلُّ غَنَمِ قِیدَارَ تَجتَمِعُ اِلَیکِ وَ کِبَاشُ نَبَا یُوتَ تَخدُ مُکِ(60/7اشعیاہ)

اُردو توریت: ''قیدار کی سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی اور نبایوت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے''

علامہ نے لکھا تھا کہ: ''بھیڑ بکری اُن کی دولت ہے اُسی کی وہ تجارت کرتے ہیں'' (ارض القرآن جلد2 صفحہ 93)

علامہ کے بیان کو توریت کے بیان سے ملا کر یہ بات ہوئی کہ:۔''قیدار کی دولت اور تجارت یروشلم کی تحویل میں آجائے گی اس لئے کہ وہ خود ایک سال کے اندر اندر فنا ہونے یا مٹنے والے ہیں'' (اشیعاہ 21/16,60/7)

(6) آنحضرؐت کو قیدار کی نسل میں دکھانے کیلئے فراڈ کیا مگر قیدار کی نسل آٹھ سو سال قبل مسیحؑ فنا ہو چکی تھی دوسری اور علامہ کی مسلمہ پیشین گوئی

علامہ صاحب کا توریت کی غلط ترجمانی کرنا ثابت ہوا اور معلوم ہوا کہ علامہ کے مذکورہ اقتباس (اشعیاہ 17-21/16) سے قیدار کی دولت وحشمت وعزت و بزرگی اور بہادروں کی تعداد کا فنا ہو چکنا بھی ثابت ہے۔ اور خود علامہ نے بھی اگلے صفحہ (صفحہ 94) پر مان لیا ہے اور یہیں توریت سے قیدار ی نسل کی تباہی پر دوبارہ یرمیاؔہ نبی کی پیشینگوئی یوں لکھی ہے کہ:

''قیدار پر اور حصُور کی حکومتوں پر افسوس ہے۔ جن کو بابل کا بادشاہ بنوخدنذر تباہ کرے گا۔

اسی طرح خدا کہتا ہے اٹھو اور قیدار کے پاس جاؤ اور اہلِ مشرق کو برباد کردو'' (یرمیاہ 49/28)

علامہ نے یرمیاہ نبیؑ کا زمانہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے پانچ سو چھیاسی سال قبل لکھا ہے جو غلط ہے۔ بائبل میں 645 ق م حضرت یرمیاؔہ کی پیدائش لکھی ہے۔ یعنی قیدار کا خاندان تقریباً ولادتِ عیسیٰؑ سے سات سو سال پہلے فنا ہو چکا تھا۔ اور آنحضرؐت کی پیدائش کے وقت تک تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قیداری نسل کو آغوش فنا میں لپٹے ہوئے گزر چکے تھے۔ اسی لئے ہم قیدار پسند قریشی علما کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ہمیں قیدار کے بیٹوں پوتوں سے لے کر چالیس (40) پشتوں کے نام گنوائیں اور حضرت عدنان علیہ السلام کو اُن سے ملا کر دکھائیں۔

(7) قیدار کی نسل کا اور اُن کے طرفدار پڑوسی قبیلوں اور اقوام کی تباہی کا نظارہ عربی اور اُردو بائبل سے ملاحظہ کرکے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھیں

سلیمان ندوی صاحب نے تو چونکہ قیداری نسل کو بچا کر رکھنا تھا۔ اس لئے سرسری طور پر دو سطریں لکھ کر گزر گئے لیکن ہم تو اس فراڈ کو مسمار کرنا طے کئے ہوئے ہیں اس لئے آیئے توریت پڑھیے:

لِذٰلکَ اسمَعُوا مَشُورَةَ الرَّبِّ الَّتِی ائتَمَرَ بِهَا عَلٰی اَدُوم وَ اَفکَارَهُ الَّتِی فَکَّرَ بِهَا عَلٰی سُکَّانِ تَیمان. اِنَّ صِغَارَ القَطِیعِ یَصرَعُونَهُم وَیَقوَضُونَ مَسکَنَهُم عَلَیهِم .مَن صَوتِ سُقُوطِهِم تَزَلزَلَتِ الاَرضُ وصُرَاخُهُم سُمِعَ صَوتُهُ فِی بَحرِالقُلزُم . هَا اِنَّهُ یَرتَفِعُ کَا لنَّسرِوَ یَطِیرُ وَیَنشُرجَنَاحَیهِ عَلٰی بُصرَةَ فَتَصِیرُ قُلُوبُ جَبَابِرَةِ اَدُومَ فِی ذٰلِکَ الیَومِ کَقَلبِ امرَأَةٍ مَاخِضٍ.عَلٰی دِمَشقَ . قَدخَزِیَت حَمَاةُ وَاَرفَادُ قَد سَمِعُوا بِسُمعَةٍ هَائِلَةٍ فَذَا بُوا فِی البَحرِ

Presented by Ziaraat.Com

اضْطِرَابُ لاَ یُمْکِنُ اَنْ یَھْدَأَ. اِسْتَرخَتْ دِمَشْقُ وَ وَلَّتْ هَارِبَةً. اَخَذَتْهَا الرِّعْدَةُ وَاَدْرَکَهَا الْکَرْبُ وَالْمَخَاضُ کَالَّتِیْ تَلِدُ. کَیْفَ لَمْ یَبْقَ عَلَی الْمَدِیْنَةِ الْمَوْصُوْفَةِ قَرْیَةَ مَسَرَّتِیْ. یَسْقُطُ شُبَّانُهَا فِیْ سَاحَاتِهَا وَ یَصْمُتُ جَمِیْعُ رِجَالِ الْقِتَالِ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ یَقُوْلُ رَبُّ الْجُنُوْدِ. وَاضْرِمُ نَارًا فِیْ سُوْرِ دِمَشْقَ فَتَاکُلُ قُصُوْرَ بَنْهَدَدَ. عَلٰی قِیْدَارَ وَمَمَالِکَ حَاصُوْرَ الَّتِیْ ضَرَبَهَا نَبُوْکَدْرَصَّرُ مَلِکَ بَابِلَ. هٰکَذَا قَالَ الرَّبُّ قُوْمُوا اصْعَدُوْا اِلٰی قِیْدَارَ وَدَمِّرُوا اَبْنَآءَ الْمَشْرِقِ. اِنَّهُمْ یَاخُذُوْنَ اَخْبِیَتَهُمْ وَغَنَمَهُمْ وَیَسْتَوْلُوْنَ عَلٰی شُقَقِهِمْ وَجَمِیْعُ اَدْوَاتِهِمْ وَ اِبِلِهِمْ وَ یَنَادُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْهَوْلِ مِنْ کُلِّ جِهَةٍ . اَهْرُبُوْا سَرِیْعًا وَاشْرُدُوْا اَسْکِنُوْا فِیْ الْاَعْمَاقِ یَا سُکَّانَ حَاصُوْرَ یَقُوْلُ الرَّبُّ فَاِنَّ نَبُوکَدْرَصَّرَ مَلِکَ بَابِلَ قَدِ ائْتَمَرَ عَلَیْکُمْ بِمَشُوْرَةٍ وَّ نَکَّرَ عَلَیْکُمْ فِکْرًا. قُوْمُوا اصْعَدُوْا اِلٰی اُمَّةٍ مُّطْمَئِنَّةٍ سَاکِنَةٍ فِی الدَّعَةِ یَقُوْلُوا الرَّبُّ لَا اَبْوَابَ لَهَا وَمَزَالِیْجَ سَکْنَا هُمْ فِیْ الْعُزْلَةِ. فَتَصِیْرُ اِبِلُهُمْ نَهْبًا وَمَوَاشِیْهِمُ الْکَثِیْرَةِ سَلْبًا وَاُذَرِّیْ لِکُلِّ رِیْحٍ اُوْلٰئِکَ الْمَقْصُوْصِیْ الزَّوَایَا وَمِنْ کُلِّ حُدُوْدِهِمْ اَجْلُبُ عَطَبَهُمْ یَقُوْلُ الرَّبُّ . فَتَصِیْرُ حَاصُوْرُ مَاوَی لِبَنَاتِ آوَی مُسْتَوْحِشَةً اِلَی الْاَبَدِ لَا یَسْکُنُ هُنَاکَ اِنْسَانٌ وَ یَتَغَرَّبُ فِیْهَا ابْنُ بَشَرٍ. (نبوة ارمیاه 34تا49/20)

’’پس خداوند کی مصلحت کو جو اُس نے اَدُوم کے خلاف ٹھہرائی ہے اور اُس کے ارادہ کو جو اُس نے تیمان کے باشندوں کے خلاف کیا ہے سنو۔ اُن کے گلّے کے سب سے چھوٹوں کو بھی گھسیٹ لے جائیں گے۔ یقیناً اُن کا مسکن بھی اُن کے ساتھ ہی برباد ہوگا۔ اُن کے گرنے کی آواز سے زمین کانپ جائے گی۔ اُن کے چلانے کا شور بحرِ قلزم تک سنائی دے گا۔ دیکھ وہ چڑھ آئے گا اور عقاب کی طرح اڑے گا۔ اور بصراء کے خلاف بازو پھیلائے گا۔ اور اُس دن اودوم کے (جابر) بہادروں کا دل زچہ کے دل کی مانند ہوگا۔ دمشق کی بابت: ۔حمات اور ارفاد شرمندہ ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بُری خبر سنی ہے۔ وہ پگھل گئے۔ سمندر نے جنبش کھائی، وہ ٹھہر نہیں سکتا، دمشق کا زور ٹوٹ گیا۔ اُس نے بھاگنے کے لئے منہ پھیرا اور تھرتھراہٹ نے اُسے آ لیا۔ زچہ کے سے رنج اور درد نے اُسے آ پکڑا۔ یہ کیوں کر ہوا کہ وہ نامور شہر میرا شادمان شہر نہیں بچا؟ سو اُس کے جوان اس کے بازاروں میں گر جائیں گے۔ اور سب جنگی مرد اُس دن کاٹ ڈالے جائیں گے۔ رَبُّ الْاَفْوَاج فرماتا ہے۔ اور میں دمشق کی شہر پناہ میں آگ بھڑکاؤں گا جو بِن ھَدَد کے محلوں کو بھسم کر دے گی۔ قیدار کی بابت اور حاصور کی سلطنتوں کی بابت جن کو شاہ بابل نبوکدرصَر نے شکست دی: ۔خداوند یوں فرماتا ہے کہ اٹھو قیدار پر چڑھائی کرو اور اہلِ مشرق کو ہلاک کر دو۔ وہ اُن کے خیموں اور گلّوں کو لے لیں گے۔ اُن کے پردوں اور برتنوں اور اوزاروں اور اونٹوں کو چھین لیں گے۔ اور وہ چلا کر اُن سے کہیں گے کہ چاروں طرف خوف ہے۔ بھاگو دور نکل جاؤ، نشیب میں بسو اے حاصور کے باشندو خداوند فرماتا ہے۔ کیوں کہ شاہِ بابل بنوکدرصّر نے تمہاری مخالفت میں مشورت کی اور تمہارے خلاف ارادہ کیا ہے۔ خداوند فرماتا ہے۔ اٹھو اُس آسودہ قوم پر جو بے فکر رہتی ہے جس کے نہ کواڑ ہیں نہ اڑبنگے (رکاوٹیں) اور اکیلی ہے چڑھائی کرو۔ اور اُن کے اونٹ غنیمت کے لئے ہوں گے۔ اور اُن کے چوپاؤں کی کثرت لوٹ کے لئے۔ اور میں اُن لوگوں کو جو گاؤدم ڈاڑھی رکھتے ہیں ہر طرف ہوا میں پراگندہ کروں گا۔ اور میں اُن پر ہر طرف سے آفت لاؤں گا۔ خداوند فرماتا ہے اور حاصور گیدڑوں کا مقام ہمیشہ کا ویرانہ ہوگا نہ کوئی آدمی وہاں بسے گا اور نہ کوئی آدم زاد اُس میں سکونت کرے گا‘‘۔

(یرمیاہ باب 49 آیات 20 تا 34)

Presented by Ziaraat.Com

(8) قیدار کی نسل کی تباہی وبربادی کا سلیمان ندوی کا تتمہ دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ قیدار کی اور اُن کے پڑوسیوں کی نسلیں فنا ہو گئی تھیں

توریت سے جناب ارمیاہ نبی علیہ السلام کے اس طویل وتفصیلی بیان کے بعد اب کسی اور ثبوت کی ضرورت ہرگز نہیں رہتی لیکن پھر بھی ہم سید صاحب کا ایک بیان لکھ کر اس عنوان کو مکمل کرتے ہیں لکھا ہے کہ:

اسماعیلی کا مطلب حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹوں کی اولادیں ہوتا ہے

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں (تقریباً 1500 ق م) بنی اسماعیلؑ تمام حجاز میں یمن (حویلہ) سے شام (اشور) تک پھیل گئے تھے۔ (تکوین 25/18۔احسن) حضرت موسیٰؑ کے بعد قضاۃ بنی اسرائیل کے زمانہ میں (تقریباً 1300 ق م) وہ عمالیق واہلِ مدین (قطورہ سے حضرت ابراہیمؑ کا ایک بیٹا تھا۔احسن) کے پہلو بہ پہلو، سپاہیانہ جوہر کے ساتھ بنی اسرائیل پر چھاپہ مارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔سات برس تک متصل بنی اسرائیل اسماعیلوں (یعنی مدیانیوں اور عمالیقیوں۔احسن) کے پنجہ میں گرفتار رہے، سال میں جب فصل تیار ہوتی، اسماعیلی (مدیانی اور عمالیقی۔احسن) برق وباد کی طرح آتے اور سب (فصل۔احسن) کاٹ کرلے جاتے۔آٹھویں برس بنی اسرائیل میں جدعون نامی ایک پہلوان پیدا ہوا، اُس نے اسماعیلیوں کو شکست فاش دی (قضاۃ 8,7,6) (تفصیل مدین میں گزر چکی) اس زمانہ میں بنواسماعیل کا نہایت دولت مند قوموں میں شمار تھا۔کانوں میں مرد سونے کے زیور پہنتے تھے (یہ نبطی نسل نہ تھی وہاں ملک بھر میں کہیں سونا نہ ملتا تھا۔صفحہ 65) اونٹوں کے گلے میں سونے کے قلادے (پٹے۔احسن) ڈالتے تھے۔اس (مذکورہ بالا۔احسن) جنگ میں بنی اسرائیل کو مالِ غنیمت ہاتھ آیا اُس میں صرف کان کے زیور کے سونے کا وزن سترہ سو مثقال تھا (قضاۃ 8/26) شاؤل (طالوت) کے عہد میں (غالباً 1050 ق م میں) بنواسماعیل حجاز سے نکل کر بادیۂ شام اور بادیۂ عراق تک پھیل گئے تھے۔عموماً مورخین عرب کا بیان ہے، کہ مکہ اور حجاز میں جب اسماعیلؑ کی اولاد بہت زیادہ ہوگئی تو نجد اور حدودِ عراق وغیرہ ممالک میں پھیل گئی (عراق آنے والی اولاد نبطی تھی۔احسن) اس کی تائید روایات یہود سے بھی ہوتی ہے۔اسی زمانہ میں بنی اسرائیل کا ایک ٹکڑا بھی نہر فرات کے قریب بادیۂ عراق میں آکر آباد ہو گیا تھا۔آخر بنو ہاجرؑہ سے سامنا ہو گیا۔بنواسرائیل نے لڑکر بنو ہاجرؑہ کو نکال دیا۔اور اُن کے خیموں میں جا کر خود آباد ہو گئے۔اس واقعہ کے چالیس برس کے بعد اسماعیل وبنو ہاجرؑہ شمالی عرب وحدود شام کے قبائل سے متحد ہو کر حضرت داؤدؑ کے عہد میں (غالباً 1000 ق م میں) بنی اسرائیل پر حملے کی تیاریاں اور مشورے کر رہے ہیں (زبور 6-83/5) 700 ق م میں جلعاد اور دیگر حدود شام میں جنگ آزمودہ اسرائیل دوبارہ بنو ہاجرؑہ سے برسر مقابلہ ہوتے ہیں۔اور اُن کو شکست دیتے ہیں مال غنیمت میں اُن کو پچاس ہزار اونٹ، ڈھائی لاکھ بھیڑیں، دو ہزار گدھے اور ایک لاکھ قیدی ہاتھ آئے۔(2 ایام 20,5-21) اس کے بعد 600 ق م میں وہ زمانہ آتا ہے جب بنو خدنذر (بخت نصر) آندھی کی طرح اسیریا سے اٹھتا ہے اور تمام شام وعرب کی خاک اڑا دیتا ہے۔اور پھر ہمیشہ کے لئے بنواسرائیلؑ اور آل اسماعیلؑ کی مخاصمانہ حوصلہ مندیوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔یہ بنواسماعیل کی اجتماعی تاریخ تھی۔اب تفرق وانتشار کے بعد ہر ایک اولاد اور نسل کی تاریخ کے متعلق جو کچھ معلوم ہے، علیحدہ علیحدہ بہ ترتیب اہمیت وامتیاز لکھتے ہیں۔(ارض القران جلد 2 صفحہ 51,50)

(د) قیدار کی نسل کے تباہ وبرباد وفنا ہو جانے کی وضاحتیں اور اسباب، ظلم وستم وبدکرداری اور انبیاءؑ واولادِ انبیاءؑ سے بدسلوکیاں

علامہ کے اس آخری بیان میں چند ایسی باتیں بھی موجود ہیں جن سے غلط فہمی ہو سکتی ہے۔انہوں نے خود بھی یہ جملہ لکھ دیا ہے کہ:

''یہ بنواسماعیل کی اجتماعی تاریخ تھی''

Presented by Ziaraat.Com

یعنی علامہ نے اور اُن کے شیوخ نے جو سامنے آیا وہ لکھدیا۔اُس کی فکر نہیں کی کہ ''اسماعیلیوں'' سے اسماعیلؑ کے کون سے بیٹے کی اولاد مراد لی جائے۔یعنی سب کو''اسماعیلی'' یا بنوھاجرہؑ کہہ کر ایک ڈنڈے سے ھانک دیا گیا ہے۔ہمیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آبا واجداد کو پاکیزہ و پاکباز اور طیب وطاہر نسل سے تلاش کرنا ہے۔اس لئے محض اسماعیلی وابراہیمی یا ھاجری سے ہمارا اطمینان نہیں ہوتا۔اور ہم اس نسل کو متعین کرنے ہی کے لئے یہ عنوانات پیش کر رہے ہیں۔اور یہاں تک اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ حضورؐ حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔اور یہ فراڈ اسی فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا کہ وہ قیداری تھے،جس فنا کے گھاٹ قیداری نسل اتاری گئی تھی۔بہر حال علامہ کے اس بیان سے بھی اور قدیم تواریخ سے یہ ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے مدین کی نسل بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے ساتھ رہتی رہی یہاں تک کہ اُن کو بھی حضرت نابت علیہ السلام نے اپنی اپنی حکومت میں عہدے دیئے۔اور رفتہ رفتہ مدیانی نسل کے لوگوں نے اپنے زیر تسلط صوبوں کو نابطی مرکزی حکومت سے الگ کر کے اپنی حکومت کا اعلان کیا اور یوں بڑے بھائی کی اولاد سے بغاوت کی اور ادھر بنی اسرائیل کی حکومت کے ساتھ بھی جنگ و پیکار جاری رکھی۔اور آخر خدا نے مدیانی نسل کو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا۔قرآن کریم میں اہل مدین ہی وہ قوم ہے جس کی طرف جناب شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔اس نسل کے قصے اور تباہی کی داستان سورہ ھود میں موجود ہے۔آپ نے علامہ کے اس بیان میں اُن اسماعیلیوں کا ذکر پڑھا ہے جو مدیانیوں کے ساتھ مل کر بنی اسرائیل پر چھاپے مارتے اور اُن کی فصلیں کاٹ کر لے جایا کرتے تھے۔یہ اسماعیلی حضرت نابت کی اولاد کے لوگ نہ تھے اُن میں کثرت قیداری کی اولاد کی تھی۔دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ ظالم اور لیٹرے بھی تھے اور اپنے چچازاد بھائیوں یعنی بنی اسرائیل کا قتل و غارت ولوٹ مار جائز رکھتے تھے۔سونے کے زیور پہنتے تھے۔جبکہ حضرت نابتؑ کی اولاد از اول تا رومی حکومت بنی اسرائیل کی دوست،مدد و معاون رہی اور ہر اُس حکومت سے برسرِ پیکار رہتی چلی گئی جو اسرائیلی حکومت سے جنگ و جدل کرتی تھی۔اس ہمدردی،ہم آہنگی اور ربط وضبط کی حد یہ تھی کہ بعض مورخین نے غلطی سے اور بعض خبیثوں نے جان بوجھ کر انہیں عیسائی المذہب لکھا ہے۔اور یہ کہ نبطی نسل کے لوگ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور قانوناً اُن کے زیر حکومت ممالک میں سونا اور مجسمے وغیرہ نہیں ہوتے تھے(دیکھوارض القران صفحہ 65)لہٰذا یہ سمجھ لیں کہ جہاں جہاں تواریخ میں اسماعیلیوں کو بنی اسرائیل سے متصادم یا برسرِ جنگ دکھایا گیا ہے وہاں نبطی نسل کے اسماعیلی نہیں بلکہ حضرت اسماعیلؑ کے باقی گیارہ بیٹوں کی اولاد ہوتی ہے۔اور ناواقف لوگ سب کو ایک طرف سے اسماعیلی کہہ دیتے ہیں۔

دوسری وضاحت کہ وہ اسماعیلی جن کو جدعون نے شکست دی،جنگ وشکست کے توریتی حالات

علامہ نے اسماعیلیوں کی شکست وریخت اور تباہی کا تذکرہ کرتے ہوئے توریت(کتاب قضاۃ)کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ہم قارئین کے سامنے صحیح اور پوری تصویر رکھنے کے لئے اُردو کی توریت سے جدعون اور قیداری نسل کی تفصیل پیش کرتے ہیں تا کہ ادھر یہ یقین ہو جائے کہ جن لوگوں کی تباہی کی دعا نبیوںؑ نے کی وہ قومیں یقیناً فنا ہو گئیں اور وہ فنا ہونے والی نسل نبطی نہ تھی بلکہ قیداری تھی اور اِدھر یہ معلوم ہو جائے کہ بنی اسرائیل کے خلاف منصوبہ سازی اور گٹھ جوڑ کرنے والے اہل باطل تھے۔ اُن کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔

تیسری وضاحت کہ وہ لوگ جو جدعون اور اس کے بعد دیگر اسرائیلیوں کے ہاتھوں فنا ہوئے انبیاءؑ کی بددعا سے فنا ہوئے

اُن کی بے دینی اور بدکاری کی بنا پر حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور میں اُن کے لئے فرمایا گیا ہے کہ:

''اے خدا خاموش نہ رہ۔اے خدا چپ چاپ نہ ہو اور خاموشی اختیار نہ کر۔کیونکہ دیکھ تیرے دشمن اُودھم مچاتے ہیں۔اور تجھ سے عداوت رکھنے

Presented by Ziaraat.Com

والوں نے سر اٹھایا ہے۔ کیونکہ وہ تیرے لوگوں کے خلاف مکاری سے منصوبہ باندھتے ہیں۔ اور اُن کے خلاف جو تیری پناہ میں ہیں مشورہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا آؤ ہم ان کو کاٹ ڈالیں ''کہ اُن کی قوم ہی نہ رہے'' ۔ ''اور اسرائیل کے نام کا پھر ذکر نہ ہو'' کیوں کہ انہوں نے ایکہ کر کے آپس میں مشورہ کیا ہے۔ وہ تیرے خلاف عہد باندھتے ہیں یعنی ادوم کے اہل خیمہ اور اسماعیلی موآب اور ھاجری جبل عمون اور عمالیق۔ فلستین اور صور کے باشندے۔ اسور بھی اُن سے ملا ہوا ہے۔ انہوں نے بنی لوط کی کمک کی ہے۔ تو اُن سے ایسا کر جیسا مدیان سے اور جیسا وادی قیسوں میں سیسرا اور یابین سے کیا تھا۔ جو عین دور میں ہلاک ہوئے۔ وہ گویا زمین کی کھاد ہو گئے۔ اُن کے سرداروں کو عوریب اور زئیب کی مانند بلکہ اُن کے شاہ زادوں کو زبح اور ضلمنع کی مانند بنا دے۔ جنھوں نے کہا ہے کہ آؤ ہم خدا کی بستیوں پر قبضہ کرلیں۔ اے میرے خدا اُن کو بگولے کی گرد کی مانند بنا دے اور جیسے ہوا کے آگے ڈنٹھل۔ اُس آگ کی طرح جو جنگل کو جلا دیتی ہے۔ اس شعلے کی طرح جو پہاڑوں میں آگ لگا دیتا ہے۔ تو اُسی طرح اپنی آندھی سے اُن کا پیچھا کر۔ اور اپنے طوفان سے اُن کو پریشان کر دے۔ اے خداوند اُن کے چہروں پر رسوائی طاری کرتا کہ وہ تیرے نام کے طالب ہوں۔ وہ ہمیشہ شرمندہ اور پریشان رہیں۔ بلکہ وہ رسوا ہو کر ہلاک ہو جائیں۔ تا کہ وہ جان لیں کہ تُو ہی ہے جس کا نام یہوداہ (اللہ) ہے تمام زمین پر بلند و بالا'' ۔ (زبور کا تراسیواں 83)

قارئین بتائیں اس دعا کے بعد، قیداری ہوں یا کوئی اور ہو، دشمنانِ خدا و رسولؐ کا کیا حشر ہونا چاہیئے؟ چنانچہ اس دعا میں مذکور عریب اور زئیب کے لئے یہ جملہ پڑھیں: ''عوریب کو عوریب کی چٹان پر اور زئیب کو زئیب کے کولھو کے پاس قتل کیا اور مدیانیوں کو رگیدا اور عوریب و زئیب کے سر یردن پار جدعون کے پاس لے آئے'' (قضاۃ 7/25) اور دعا میں مذکور سیسرا کا حال دیکھیں:

''تب حبر کی بیوی یاعیل ڈیرے کی ایک میخ اور ایک میخچو کو ہاتھ میں لئے دبے پاؤں اُس کے پاس گئی اور میخ اُس کی کنپٹیوں پر رکھ کر ایسی ٹھونکی کہ وہ پار ہو کر زمین میں دھنس گئی کیونکہ وہ گہری نیند میں تھا۔ پس وہ بے ہوش ہو کر مر گیا'' (قضاۃ 4/21) پھر دعا میں زبح اور ضلمنع کا بھی ذکر ہے۔ جو اُن مدیانیوں کے بادشاہ تھے جو بنی اسرائیل کی فصلیں کاٹ کر لے جاتے تھے۔ اور جنھوں نے قیدار کی نسل اور دوسری اقوام کو لے کر بنی اسرائیل کو تباہ کرنے کے لئے حملہ کیا تھا۔ سلیمان صاحب کے بیان کی تفصیل توریت سے ملاحظہ ہو:۔

چوتھی وضاحت وہ کون لوگ تھے جو بنی اسرائیل قوم کی فصلیں کاٹ لے جاتے تھے اور اُن کی تباہی چاہتے تھے

''اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے بدی کی اور خداوند نے اُن کو (بطور سزا) مدیانیوں کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور مدیانیوں کا ہاتھ اسرائیلیوں پر غالب ہوا۔ اور مدیانیوں کے سبب سے بنی اسرائیل نے اپنے لئے پہاڑوں میں کھوہ اور غار اور قلعے بنا لئے۔ اور ایسا ہوتا تھا کہ جب بنی اسرائیل کچھ بوتے تھے تو مدیانی اور عمالیقی اور اہل مشرق (یعنی قیدار کے اسماعیلی۔ احسن) اُن پر چڑھ آتے تھے اور اُنکے مقابل ڈیرے لگا کر غزہ تک کھیتوں کی پیداوار کو برباد کر ڈالتے اور بنی اسرائیل کیلئے نہ تو کچھ معاش نہ بھیڑ بکری نہ گائے بیل نہ گدھا چھوڑتے تھے۔ کیوں کہ وہ اپنے چوپایوں اور ڈیروں (خیموں) کو ساتھ لے کر آتے اور ٹڈیوں کے دَل کی مانند آتے اور وہ اور اُنکے اونٹ بے شمار ہوتے تھے۔ یہ لوگ ملک کو تباہ کرنے کیلئے آجاتے تھے۔ سو اسرائیلی مدیانیوں کے سبب نہایت خستہ حال ہو گئے اور بنی اسرائیل خداوند سے فریاد کرنے لگے'' (قضاۃ 6/1-6)
یہ تھی وہ صورتحال جس کو علامہ نے مختصراً لکھا ہے۔ (ارض القرآن جلد 2 صفحہ 50)

Presented by Ziaraat.Com

چوتھی وضاحت اُن لوٹ مار کرنے والے مدیانیوں اور قیداریوں کے ساتھ کیا ہوا تھا؟

اب وہ سزا دیکھئے جو اللہ نے اُن قتل وغارت اور لوٹ مار کرنے والوں کو دی تھی۔

''اور زِبح اور ضلمنع اپنے قریباً پندرہ ہزار آدمیوں کے لشکر سمیت قرقُور میں تھے۔ کیونکہ فقط اتنے ہی اہل مشرق کے لشکر میں سے بچ رہے تھے۔ اس لئے کہ ایک لاکھ بیس ہزار شمشیر زن مرد قتل ہو گئے تھے۔ سو جدعون اُن لوگوں کے راستے سے جو نبح اور یگبہاہ کے مشرق کی طرف ڈیروں میں رہتے تھے گیا اور اُس لشکر کو مارا کیونکہ وہ لشکر بے فکر پڑا تھا۔ اور زبح اور ضلمنع بھاگے اور اُس نے اُن کا پیچھا کیا اور دونوں مدیانی بادشاہوں زبح اور ضلمنع کو پکڑ لیا۔ (قضاۃ 8/10-12) سو جدعون نے اُٹھ کر زبح اور ضلمنع کو قتل کیا۔ اور اُن کے اونٹوں کے گلے کے چندن ہار لے لئے تب بنی اسرائیل نے جدعون سے کہا کہ تو ہم پر حکومت کر۔ تُو اور تیرا بیٹا اور تیرا پوتا بھی کیوں کہ تو نے ہمیں مدیانیوں کے ہاتھ سے چھڑایا۔ تب جدعون نے اُن سے کہا کہ نہ میں تم پر حکومت کروں اور نہ میرا بیٹا بلکہ خداوند ہی تم پر حکومت کرے گا۔ اور جدعون نے اُن سے کہا کہ میں تم سے یہ عرض کرتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص اپنی لوٹ کی بالیاں مجھے دے دے۔ (یہ لوگ اسماعیلی تھے اس لئے اُن کے پاس سونے کی بالیاں تھیں) (یہ بریکٹ مترجم نے خود ترجمہ کے اندر لکھا ہے۔ احسن) انہوں نے جواب دیا کہ ہم اِن کو بڑی خوشی سے دیں گے۔ پس انہوں نے ایک چادر بچھائی اور ہر ایک نے اپنی لوٹ کی بالیاں اس پر ڈال دیں۔ سو وہ سونے کی بالیاں جو اُس نے مانگی تھیں وزن میں ایک ہزار سات سو مثقال تھیں۔ علاوہ اُن چندن ہاروں اور جھمکوں اور مدیانی بادشاہوں کی ارغوانی پوشاک کے جو پہنے تھے۔ اور اُن زنجیروں کے جو اُن کے اونٹوں کے گلے میں پڑی تھیں" (قضاۃ 8/21-26)

یہاں صرف اس بات پر توجہ رہنا چاہیئے کہ اس جنگ وشکست میں بار بار مدیانیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اہل مشرق کا سرسری ذکر ہوا ہے یعنی قیداری نسل کے لوگ اپنے چچا مدیان کی اولاد کے بادشاہوں کی فوج میں بھرتی ہو کر آئے تھے۔ اور مدیان وہ قوم ہے جس کی تباہی پر قرآن شاہد ہے اور قیداری نسل اُن تمام اقدامات واعمال میں اُس تباہی کی مستحق قوم کے ساتھ ہمنوا اور عامل چلی آرہی ہے لہٰذا اُس کا فنا کے گھاٹ اترنا بھی اُسی سبب سے قدرتی ولازم تھا جس سبب سے مدیانی نسل تباہ کی گئی تھی۔ اور اسی بنا پر زبور میں مدیانیوں اور اُن کے ساتھیوں کو دشمنان خدا قرار دیا گیا ہے اور اُن کو دنیا سے مٹا دینے کی بدعا کی گئی ہے جو قبول ہونا لازم تھا۔ زبور کی اس دعا میں مدیانیوں کے اُن حلیفوں کے برباد ہونے کی درخواست بھی ہے جو ''صور'' کے باشندے تھے۔ (زبور 83/7) لہٰذا قارئین آپ اِن صور کے باشندوں کو یاد رکھیں یہ بھی قیدار کی نسل کے لوگ تھے اور اُن کی تباہی کے متعلق توریت کا ایک اور بیان سامنے آئے گا۔ فی الحال آپ علامہ سلیمان کا ایک اور بیان سنیں جس میں وہ قیداری نسل کی قدامت دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

(ہ) قیداری نسل کا وجود ثابت کرنا بھی ایک مصیبت بن گیا، وہ کاذب دشمنِ دین اور دشمنِ صلح ثابت ہو گئے

''ایک قوم ہونے کی حیثیت سے قیدار کا نام سب سے پہلے 1100 ق م میں حضرت داوٗدؑ کی زبور میں نظر آتا ہے۔ بنو قیدار اُس زمانہ میں خیموں میں رہتے تھے۔ حضرت داوٗدؑ بادشاہی سے پہلے بہت دنوں تک بنو قیدار کے خیموں میں رہے تھے (120-5) 1000 ق م میں حضرت سلیمانؑ بھی اپنی غزل میں قیدار کے خیموں کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ کالے رنگ کے ہوتے ہیں۔ (ارض القران جلد 2 صفحہ 91) اِن دونوں حوالوں سے تو یہ ثابت ہے کہ قیدار کی نسل 1100 ق م میں موجود تھی۔ مگر ان حوالوں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ نسل ایک ہزار سال کے طویل زمانہ تک کہیں گوشۂ گمنامی میں دفن پڑی رہی تھی۔ یہ اس لئے کہ اُن کا ابُو الآبا قیدار 2000 قبل مسیح کا آدمی ہے۔ لہٰذا قارئین ہمارا بیان یاد کریں کہ قیدار کی نسل ایک

Presented by Ziaraat.Com

ہزار سال تک حضرتِ نابت علیہ السلام کے اور اُن کی اولاد کے ساتھ مل کر رہی اور چونکہ حضرت نابتؑ اسماعیلی نسل کے پہلے امام اور بقول طبری، پہلے بادشاہ تھے لہٰذا قیداری نسل حکومت سے استفادہ کر کے پھولتی پھلتی رہی اور آسودہ حالی کی زندگی نے انہیں عیاشی و بدمعاشی میں لگا دیا اور بدکاری کے لئے انہیں مدیانی نسل سے ربط وضبط بڑھانے کا موقع ملا اور رفتہ رفتہ انہوں نے نابتی حکومت سے بغاوت کی اور اُن علاقوں پر قبضہ کرلیا جن پر انہیں گورنر و ناظم بنایا جاتا تھا۔اور یوں وہ نبطی نسل سے کٹ کر مدیانی حکومتوں سے ملحق ہو گئے۔اور مدیانیوں کے ساتھ مل کر وہ تمام جرائم کرنے لگے جو مدیانیوں پر عذاب اور تباہی کا باعث ہوئے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت داؤدعلیہ السلام پر وہ کونسی مصیبت آپڑی تھی کہ انہیں شہر کی متمدن زندگی چھوڑ کر قیداری بدوؤں کے خیموں اور جنگلوں میں رہنا پڑا تھا؟ اس کا پتہ لگانے کے لئے ہمیں وہ حوالہ آپ کو دکھانا پڑے گا (5-120) جو علامہ نے قیداری وجود ثابت کرنے کیلئے لکھا اور خاموشی سے گزر گئے اور سوچا کہ کون مزید تحقیق اور توریت وزبور پڑھنے کی زحمت اٹھائے گا؟ بہرحال آپ زبور سے حضرت داؤدعلیہ السلام کا بیان سنیں:

اِلَی الرَّبِّ صَرَخْتُ فِیْ ضِیْقِیْ فَاسْتَجَا بَ لِیْ .یَا رَبِّ اَنْقِذْ نَفْسِیْ مِنْ شَفَةِ الزُّوْرِ مِنْ لِّسَانِ الْمَکْرِ .مَاذَا یُجْعَلُ لَکَ وَمَاذَایُزَادُ لَکَ یَالِسَانَ الْمَکْرِ. نَبَالُ الْجَبَّار مَسْنُوْ نَةٌ مَعَ جَمْرِ جَمْرِ الرَّتَمِ .وَیْلٌ لِیْ فَاِنِّیْ تَغَرَّبْتُ فِیْ مَا شَکَ سَکَنْتُ فِیْ اَخْبِیَةِ قِیْدَارَ مَا اَطْوَلَ سُکْنَی نَفْسِیْ مَعَ مُبْغِضِیْ السَّلاَمِ. اِنِّیْ لِلسِّلْمِ وَحِیْنَ اَنْطِقُ بِهٖ فَاِنَّھُمْ لِلْحَرْبِ .(مزمور 119)

ہمارا ترجمہ:۔

''میں نے اپنی جلاوطنی کی گھٹن سے تنگ آ کر اپنے پروردگار کے حضور میں چیخیں مار مار کر فریاد کی اور اُس نے قبول فرمالیا میں نے عرض کیا کہ پروردگارا میری جان کو اِن فریب ساز ہونٹوں والوں سے اور ان مکارانہ زبان بولنے والوں کی ملاقات سے نجات عطا فرما دے۔اے مکروفریب کی زبان بولنے والو تمہارے ساتھ اور کیا سلوک کیا جائے اور اس سے زیادہ تمہیں اور کیا دیا جائے؟ جابر لوگوں کے یہ تیروں سے زیادہ نوکیلے جُملے اور اِن کے ساتھ توہین انگیز سلوک؟ افسوس ہے مجھ پر کہ میں مِسک میں قیداری خیموں میں جلاء وطن ہوں۔مجھے ان صلح سے بغض رکھنے والے لوگوں میں رہتے ہوئے کتنا طویل زمانہ گزر گیا ہے؟ الٹی بات یہ ہے کہ میں تو ہر حال میں صلح دوست ہوں اور جب بھی میں صلح کی بات کرتا ہوں تو یہ قیداری لوگ آمادۂ جنگ ہو جاتے ہیں''۔

ہمارا یہ ترجمہ عربی زبور کی اس عبارت کا ایسا ترجمہ ہے کہ کوئی بھی ترجمہ سے واقف عالم اس کے خلاف کچھ نہ کہہ سکے گا۔اصول یہ ہے کہ جب بے جان چیزوں کو مخاطب کیا جاتا ہے جیسے کہ اللہ نے فرمایا کہ:۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْ یَةً کَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً یَّا تِیْھَا رِزْقُھَا رَغَدًا مِّنْ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَا قَھَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَاکَا نُوْا یَصْنَعُوْنَO (نحل 16/112)

''اللہ ایک ایسی بستی کی مثال دیتا ہے جو امن وامان میں مطمئن رہتی تھی اور اُس کے لئے سامانِ حیات (رزق) ہر جگہ سے چلا آتا تھا۔چنانچہ اُس بستی نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔اس لئے اللہ نے اس بستی کو بھوک اور خوف کا مزا چکھایا اُن کی صنعت کاریوں کی بناپر''۔

یہاں بستی سے مراد بستی کے باشندے ہیں۔اور آیت کا آخری جملہ اس کا ثبوت ہے۔لہٰذا حضرت داؤدؑ کا یہ فرمانا کہ:

''اے مکروفریب کی زبان'' اس سے مکروفریب مقصود ہیں۔نہ کہ گوشت کا لوتھڑا؟ جیسا کہ اُردو کی توریت کے مترجمین کے تراجم میں بے

Presented by Ziaraat.Com

ڈھنگے پن کا قدم قدم پر مظاہرہ ہوتا چلا جاتا ہے۔لہٰذا اردو کی زبور سے یہی حوالہ پڑھیں۔

اُردو کی زبور سے

''اپنی پریشانی میں میں نے خداوند کو پکارا۔اُس نے میری سنی۔اے خداوند میری جان کو جھوٹے ہونٹوں اور دغا باز زبان سے رہائی دے۔اے جھوٹی زبان تجھے کیا دیا جائے اور تجھے کیا حاصل ہوگا۔پہلوان (جبار کا غلط ترجمہ) کے تیز تیر رتمہ کے جلتے ہوئے (ایک بے تکا غیر متعلقہ جملہ لکھا) کوئلوں کے ساتھ۔مجھ پر واویلا ہے کہ میں مِسک میں سکونت کرتا اور قیدار کے خیموں کے پاس رہتا ہوں۔میری جان اُنکے ساتھ جو صلح سے کینہ رکھتے ہیں۔اپنے واسطے زیادہ عرصے سے رہتی ہے میں تو صلح کا آدمی ہوں لیکن جب میں بولتا ہوں تو وہ جنگ پر تیار ہو جاتے ہیں''۔(زبور 120 پورا)

ایک اور اُردو کی زبور

''میں نے مصیبت میں خداوند سے فریاد کی اور اُس نے مجھے جواب دیا۔جھوٹے ہونٹوں اور دغا باز زبان سے اے خداوند میری جان کو چھڑا۔اے دغا باز زبان تجھے کیا دیا جائے اور تجھ سے اور کیا کیا جائے؟ زبردست کے تیز تیر جھاؤ کے انگاروں کے ساتھ۔مجھ پر افسوس کہ میں مسک میں بستا اور قیدار کے خیموں میں رہتا ہوں۔صلح کے دشمن کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے بڑی مدت ہوگئی۔میں تو صلح دوست ہوں۔پر جب بولتا ہوں تو وہ جنگ پر آمادہ ہو جاتے ہیں''(ایضا)

ترجمہ کچھ بھی ہو یہاں دیکھیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام جس علاقہ میں ہیں اُس کا نام مِسک ہے۔اور جن لوگوں میں داؤد پیغمبرؑ جلاء وطن (تغرَّبتُ) کئے گئے ہیں وہ قیدار کی نسل ہے۔قیدار کی نسل مکار و دغا باز ہے،امن اور صلح کی دشمن ہے۔جن کی یلغار اور ڈاکہ زنی علامہ سلیمان نے بھی مانی اور توریت میں بھی موجود ہے۔یہ ہے قیدار کی نسل کا کیریکٹر کہ وہ اپنے ہاتھوں میں پھنسے ہوئے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام کو دن رات ستاتی رہی یہاں تک کہ مسِک کا یہ علاقہ اور اس کے آس پاس کے تمام علاقوں اور شہروں،اُن کے تمام باشندوں اور قیداریوں پر ایک نیا عذاب مسلط ہوا۔

(و) قیداری نسل اور مسک اور گردونواح کے اقوام اور بادشاہ اللہ نے تباہ کر دیئے تھے

علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی لکھا تھا کہ 1100 ق م میں قیدار کے خیموں میں حضرت داؤد کا قیام تھا۔اور زبور نے بتایا کہ وہ خیمے اور داؤد کا قیام مسک میں تھا۔اب حضرت حزقیال نبی علیہ السلام پر نازل ہونے والا اللہ کا کلام اور فیصلہ سنئے اور اہل مسک یعنی قیداریوں کے لئے صف ماتم بچھایئے:ارشاد ہے کہ:

اُردو کی توریت اور قیدار اور اس کے حلیفوں کی تباہی و بربادی

''اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد جوج کی طرف جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور تُوبل کا فرماں روا ہے،متوجہ ہو اور اس کے خلاف نبوّت کر اور کہہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ اے جُوج،روش اور مسک اور تُوبل کے فرمانروا میں تیرا مخالف ہوں۔اور میں تجھے پھرادوں گا۔اور تیرے جبڑوں میں آنکڑے ڈال کر تجھے اور تیرے تمام لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کو جو سب کے سب مسلح لشکر ہیں جو پھریاں اور سپریں لئے ہیں۔اور سب کے سب تیغ زن ہیں۔کھینچ نکالوں گا۔اور اُن کے ساتھ فارس اور کوش اور فوط جو سب کے سب سپر بردار ہیں۔اور خَود پوش ہیں۔جُمر اور اس کا تمام لشکر اور شمال کی دُور اطراف کے اہلِ تُجرمہ اور ان کا تمام لشکر یعنی

Presented by Ziaraat.Com

بہت سے لوگ جو تیرے ساتھ ہیں۔تو تیار ہو اور اپنے لئے تیاری کر۔تُو اور تیری جماعت جو تیرے پاس فراہم ہوئی ہے اور تو اُن کا پیشوا ہو''۔(38/1-7)

یہ خطاب مسلسل اور مفصل طور پر جاری ہے یہاں تک کہ فرمایا گیا کہ:''اور تیری کمان تیرے بائیں ہاتھ سے چھڑادوں گا۔اور تیرے تیر تیرے دھنے ہاتھ سے گرادوں گا۔تو اسرائیل کے پہاڑوں پر اپنے لشکر اور حمایتیوں سمیت گر جائے گا۔اور میں تجھے ہر قسم کے شکاری پرندوں اور میدان کے درندوں کو دوں گا کہ کھا جائیں۔تو کھلے میدان میں گرے گا۔۔۔۔تب اسرائیل کے بسنے والے نکلیں گے۔اور آگ لگا کر ہتھیاروں کو جلائیں گے۔یعنی سپروں اور پھریوں کو کمانوں اور تیروں کو اور بھالوں اور برچھیوں کو اور وہ سات برس ان کو جلاتے رہیں گے۔یہاں تک کہ وہ نہ میدان سے لکڑی لائیں گے اور نہ جنگلوں سے کاٹیں گے کیوں کہ وہ ہتھیار ہی جلائیں گے۔اور وہ اپنے لوٹنے والوں کو لوٹیں گے۔اور اپنے غارت کرنے والوں کو غارت کریں گے۔خداوند خدا فرماتا ہے اور اسی دن یوں ہوگا کہ میں وہاں اسرائیل میں جوج کو ایک گورستان دوں گا۔یعنی راہ گزروں کی وادی جو سمندر کے مشرق میں ہے۔اس سے راہگزاروں کی راہ بند ہوگی اور وہاں جُوج کو اور اس کی تمام جمعیت کو دفن کریں گے۔اور جمعیتِ جُوج کی وادی اس کا نام رکھیں گے۔اور سات مہینے تک اُن کو بنی اسرائیل دفن کرتے رہیں گے۔تاکہ ملک کو صاف کریں۔ہاں اُس ملک کے سب لوگ ان کو دفن کریں گے۔اور یہ اُن کے لئے ناموری کا سبب ہوگا۔۔۔۔اور اے آدمزاد خداوند خدا فرماتا ہے۔ہر قسم کے پرندے اور میدان کے ہر ایک جانور سے کہہ جمع ہو کر آؤ میرے اُس ذبیحہ پر جسے میں تمہارے لئے ذبح کرتا ہوں۔۔۔ہر طرف سے جمع ہو کر تم گوشت کھاؤ اور خون پیو۔تم بہادروں کا گوشت کھاؤ گے اور زمین کے اُمرا کا خون پیو گے''(الخ)(حزقیال 18-1 /39)

(ز) **قیدار کی نسل پر اور اُن کے مسکنوں اور ساتھی باغی اقوام پر اللہ نے نوحہ پڑھنے کا طنزاً حکم دیا ہے توریت سے سُنئے اور سر دُھنئے**

علامہ سید سلیمان ندوی نے یہ مان کر کہ حضرت علیؑ اور محمدؐ دونوں نابت علیہ السلام کی نسل و اولاد سے کوثی اور نبطی ہیں۔(ارض القران جلد 2 صفحہ 59) پھر بھی قریشی پالیسی کی تائید میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیدار کی نسل و اولاد سے لکھ دیا (ایضاً جلد 2 صفحہ 91) اور جب لکھ دیا تو ہیرا پھیری کر کے بڑی تلاش سے قیدار کا وجود دکھانے کے لئے اِدھر اُدھر سے ایسے حوالے لکھے کہ قارئین کی تفریح طبع کا باعث بن گئے۔اب ہم ایک آخری حوالہ نقل کرتے ہیں اور پھر توریت سے قیداری نسل کی تباہی کا حال آخری مرتبہ سنا کر اس عنوان کو ختم کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔سنئے علامہ نے لکھا ہے کہ:

''حزقیال نبیؑ جو بنوخذ نذر کی اِن جہاں سوزیوں کے زمانہ میں موجود تھے اور فلسطین سے قید ہو کر (597ق م) میں بابل گئے تھے،قیدار کے شاہزادوں کا ذکر کرتے ہیں کہ''عرب اور قیدار کے تمام شہزادوں نے بھیڑ بکری کا تجھ سے بیوپار کیا (27-21)''(ارض القران جلد 2 صفحہ 94-95)

ہم یہ عرض کریں گے کہ یہ حوالہ لکھ کر علامہ نے اپنے اور قیداری نسل کے گلے میں ایک اور مصیبت لٹکالی ہے۔اس لئے کہ ہم توریت میں وہ مقام قارئین کو دکھائیں گے جہاں علامہ کا یہ حوالہ لکھا ہوا ہے۔اور وہ مقام پڑھ کر علامہ کی کج نگاہی اور زبردستی حوالے چپکانے کا راز کھل جائے گا۔لہٰذا ذرا سا ٹھہر کر یہ سوچیں کہ قیدار کے وہ''شہزادے''کونسا لباس اور تاج پہن کر بھیڑوں اور بکریوں کو منڈی میں لاتے ہوں گے؟ یقیناً ٹانگوں میں پھٹا پرانا تہبند ہوتا ہوگا۔سر پر کوئی چیتھڑا لپیٹے ڈنڈا ہاتھ میں لئے ہٹو بچو کہتے ہوئے بازاروں سے گزرتے ہوں گے اور شہر کے کتوں کے لئے بھونکنے کا سامان بنتے ہوں گے۔بہر حال آپ اُن شہزادوں پر نوحہ سنئے:

Presented by Ziaraat.Com

''پھر خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدمزاد تو صُوؔر (شہر وعلاقہ کا نام) پر نوحہ شروع کر۔ اور صور سے کہہ تجھے، جس نے سمندر کے مدخل میں جگہ پائی اور بہت سے بحری ممالک کے لوگوں کیلئے تجارت گاہ ہے۔ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ اے صور تو کہتا ہے (یعنی تیرے باشندے کہتے ہیں۔ احسنؔ) کہ ''میرا حسن کامل ہے'' تیری سرحدیں سمندر کے درمیان ہیں، تیرے معماروں نے تیری خوشنمائی کو کامل کیا ہے، انہوں نے سَنیر کے سرووں سے تیرے جہازوں کے تختے بنائے، لبنان سے دیودار کاٹ کر تیرے لیے مستول بنائے، بسن کے بلوط سے ڈانڈ بنائے'' اور تیرے تختے جزائر کتیم کے صنوبر سے ہاتھی دانت جڑ کر تیار کئے گئے۔ تیرا بادبان مصری منقش کتان کا تھا۔ تاکہ تیرے لئے جھنڈے کا کام دے۔ تیرا شامیانہ جزائرِ الیسہ کے کبودی وارغوانی رنگ کا تھا۔ صیدؔا اور اُروَدؔ کے رہنے والے تیرے ملاح تھے۔ اور اے صوؔر تیرے دانشمند تجھ میں تیرے ناخدا تھے۔ جبل کے بزرگ اور دانشمند تجھ میں تھے کہ رخنہ بندی کریں۔ سمندر کے سب جہاز اور اُن کے ملاح تجھ میں حاضر تھے۔ کہ تیرے لئے تجارت کا کام کریں۔ فارسؔ اور لُود اور فُوط کے لوگ تیرے لشکر کے جنگی بہادر تھے۔ وہ تجھ میں سِپر اور خَود لٹکاتے اور تجھے رونق بخشتے تھے۔ اُروَد کے مرد تیری ہی فوج کے ساتھ چاروں طرف تیری شہر پناہ پر موجود تھے۔ اور بہادر تیرے برجوں پر حاضر تھے۔ انہوں نے اپنی سِپریں چاروں طرف تیری دیواروں پر لٹکائیں۔ اور تیرے جمال کو کامل کیا۔ ترسیسؔ نے ہر طرح کے مال کی کثرت کے سبب سے تیرے ساتھ تجارت کی۔ وہ چاندی اور لوہا اور رانگا اور سیسا لاکر تیرے بازاروں میں سوداگری کرتے تھے۔ یاوانؔ، توبلؔ اور مِسکؔ (قیداری لوگ) تیرے تاجر تھے۔ وہ تیرے بازاروں میں غلاموں اور پیتل کے برتنوں کی سوداگری کرتے تھے۔ اہلِ تُجرمہ نے تیرے بازاروں میں جنگی گھوڑوں اور خچروں کی تجارت کی۔ اہل دَدانؔ تیرے تاجر تھے۔ بہت سے بحری ممالک تجارت کے لئے تیرے اختیار میں تھے۔ وہ ہاتھی دانت اور آبنوس مبادلہ کے لئے تیرے پاس لاتے تھے۔ آرامی (آرمینین) تیری دستکاری کی کثرت کے سبب تیرے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ وہ گوہر شب چراغ اور ارغوانی رنگ اور چکندوزی اور کتان اور مونگا اور لعل لاکر تجھ سے خرید وفروخت کرتے تھے۔ یہودا اور اسرائیل کا ملک تیرے تاجر تھے۔ وہ مِنّیت اور پنگ کا گیہوں اور شہد اور روغن اور بلسان لاکر تیرے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ اہل دمشق تیری دستکاری کی کثرت کے سبب اور قسم قسم کے مال کی فروانی کے باعث حلبُون کی مے (شراب) اور سفید اُون کی تجارت تیرے یہاں کرتے تھے۔ وِدانؔ اور یاوانؔ اُوزال سے تج اور آبدار فولاد اور ''اگر'' تیرے بازاروں میں لاتے تھے۔ دِدان تیرا تاجر تھا۔ جو سواری کے چار جامے تیرے ہاتھ بیچتا تھا۔ عرب اور قیدار کے سب امیر تجارت کی راہ سے تیرے ہاتھ میں تھے۔ (اَلْعَرَبُ وَ جَمِيعُ رُؤَسَآءِ قِيْدَارَ هُمْ تُجَّارُ يَدِكِ (عربی تورات) وہ برّے اور مینڈھے اور بکریاں لاکر تیرے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ سباؔ اور رعماہ کے سوداگر تیرے ساتھ سوداگری کرتے تھے۔ وہ ہر قسم کے نفیس مسالے اور ہر طرح کے قیمتی پتھر اور سونا تیرے بازاروں میں لاکر فروخت کرتے تھے۔ حرّان، کنّہ اور عدنؔ اور سبا کے سوداگر اور اسُور اور کلمد کے باشندے تیرے ساتھ سوداگری کرتے تھے۔ یہی تیرے سوداگر تھے۔ جو لاجوردی کپڑے اور کمخواب اور نفیس پوشاکوں سے بھرے دیودار کے صندوق ڈوری سے کسے ہوئے تیری تجارتگاہ میں بیچنے کو لاتے تھے۔ ترسیلس کے جہاز تیری تجارت کے کارواں تھے۔ تو معمور اور وسط بحر میں نہایت شان وشوکت رکھتا تھا۔ تیرے ملاح تجھے گہرے پانی میں لائے، مشرقی ہوا نے تجھ کو وسطِ بحر میں توڑا۔ تیرا مال واسباب اور تیری اجناسِ تجارت اور تیرے اہل جہاز و ناخدا، تیرے رخنہ بندی کرنے والے اور تیرے کاروبار کے گماشتے اور سب جنگی مرد جو تجھ میں ہیں اُس تمام جماعت کے ساتھ جو تجھ میں ہے تیری تباہی کے دن سمندر کے وسط میں گریں گے۔ تیرے ناخداؤں کے چلّانے کے شور سے تمام نواحی تھرا جائے گی۔ اور تمام ملاح اور اہلِ جہاز اور سمندر کے سب ناخدا اپنے جہازوں سے اتر

Presented by Ziaraat.Com

آئیں گے۔وہ خشکی پر کھڑے ہوں گے۔اور اپنی آواز بلند کر کے تیرے سبب سے چلائیں گے۔اور زار زار روئیں گے۔اور اپنے سروں پر خاک ڈالیں گے۔اور راکھ میں لوٹیں گے۔وہ تیرے سبب سے سر منڈائیں گے۔اور ٹاٹ اوڑھیں گے۔وہ تیرے لئے دل شکستہ ہو کر روئیں گے اور جانگداز نوحہ کریں گے۔اور نوحہ کرتے ہوئے تجھ پر مرثیہ خوانی کریں گے''(حزقیال 32...27/1)

یہ تھے قیداری نسل کے حالات اور ان کے تباہ و برباد ہونے کے واقعات جنہیں قریشی مورخین و محققین ہمیشہ چھپاتے رہے تاکہ کسی کو یہ معلوم ہی نہ ہو سکے کہ قیداری نسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے پندرہ سو سال پہلے فنا ہو چکی تھی۔اور فراڈ کرنے والوں کو اس حقیقت کا علم تھا۔لہٰذا انہوں نے اس کو مشکوک کرنے کے لئے تمام ممکن اسکیمیں بنائیں اور ان پر بڑی احتیاط اور باقاعدگی سے عمل کیا۔اُن ہی میں سے ایک اسکیم یہ تھی کہ وہ نسب دانوں پر قابو حاصل کر سکیں۔ چنانچہ اُن میں جو لوگ نابغہ تھے۔یعنی جو ڈبل حرام سے پیدا کئے گئے تھے۔وہ سب نسّابوں میں شریک ہو گئے تھے تاکہ وہ تمام ترکیبیں جاری کریں جن کا ذکر شجروں میں غلطیوں کی ذیل میں علامہ شبلی وغیرہ نے بطور عذرات کیا ہے۔مثلاً محض بڑے بڑے اور مشہور لوگوں کے نام لے کر اور درمیانی پشتوں کو چھوڑ کر شجرے بیان کر دیئے جائیں اور لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے پسندیدہ قسم کے عذر کر دیئے جائیں۔اسی قسم کے قریشی نسب دانوں کے چشم و چراغ خلیفہ دوم عمر بن الخطاب بھی تھے۔جنہوں نے خاص طور پر حضرت نابت علیہ السلام کے نبطی خاندان کے شجروں کو بدنام کیا تھا(ارض القران)اور ہم نے اُن کا بیان سابقہ عنوان میں لفظ بلفظ لکھ دیا ہے۔اسی قسم کے بے نام نسّابوں نے حضرت نابت علیہ السلام کو حضرت قیدار کا بیٹا بیان کیا اور طبری نے چھ مرتبہ''نابت بن قیدز'' لکھا ہے۔تاکہ اس فراڈ سے قیدار کی نسل کو برقرار رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیدار کی مصنوعی نسل میں شریک کیا جائے۔اور قیداری شجرہ کے خلا کو پُر کرنے کے لئے حضرت عدنان علیہ السلام کو اُن سے ملا دیا جائے۔اِس فراڈ کو توڑنے کیلئے ہی ہم نے یہ شرط لگائی ہے کہ ہمیں پہلے قیدار کے بیٹوں کے نام اور تعداد قدیم تواریخ سے بتائے جائیں۔پھر قیدار کے اُس بیٹے کا نام بتایا جائے جس کی اولاد میں یہ قریشی نسّاب آنحضرتؐ کو رکھنا چاہتے ہیں اور جس اولاد میں حضرت عدنانؑ کو ملحق کرنا ہو،اور یوں ترتیب وار ساری دنیا مل کر بھی قیدار کا باقی رہنا ثابت نہیں کر سکتی۔پھر ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم نے قیدار کی نسل کے تباہ اور فنا ہو جانے پر توریت و زبور سے ثبوت فراہم کیا ہے اُسی طرح قیدار کی نسل کے برقرار رہنے پر ہمیں ثبوت فراہم کیا جائے۔اور یہ بھی قریش کے لئے اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک موجودہ توریت و زبور کو دنیا سے مٹا کر دوبارہ اپنی پالیسیوں کے مطابق توریت و زبور تیار نہ کی جائے اور توریت و زبور کا مٹا دینا تو الگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اُن کا ایک شوشہ بھی نہ مٹائے جاسکنے کی پیشینگوئی فرمائی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر:27

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر:27

خُطبہ ﴿27﴾

1۔ جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جسے اللہ نے اپنے مقرر و مخصوص کردہ حکمرانوںؑ کے لئے کھولا ہے

2۔ جہاد ذمہ داریوں کی پوشاک ہے۔ اللہ کی عطا کردہ زرہ اور سپر ہے۔

3۔ جہاد سے پہلو بچانے والوں پر اللہ کی طرف سے تمام آفات و مصائب و آلام و ذلّت مسلط کر دی جاتی ہے۔

4۔ حضرت علیؑ نے جہاد کی تبلیغ اور دعوت میں انتہائی کوشش کی۔

5۔ علیؑ کے ساتھ ایسے مسلمان بھی تھے جنہوں نے جہاد سے پہلوتہی میں کمینہ عذرات روا رکھے۔ اور علیؑ کی سیاست و طرز حکومت کو بدنام کیا۔ نافرمانیاں کیں۔ علیؑ کے قلب و ذہن کو مجروح کیا۔

6۔ معاویہ کے چھاپہ ماروں کی نہتے مسلمانوں، عورتوں اور بچوں پر یلغار، قتل عام اور لوٹ مار۔

7۔ حضرت علیؑ کی جنگی و سیاسی پوزیشن اور قوت فیصلہ۔

8۔ غدار ساتھیوں کی مذمت اور پوزیشن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمد و ثنائے خداوندی کے بعد معلوم ہو کہ یقیناً مکمل جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک ایسا دروازہ ہے جس کو اللہ نے صرف اپنے مقرر کردہ اور مخصوص حکمرانوں کے لئے کھولا ہے۔	1	اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّ الۡجِهَادَ بَابٌ مِّنۡ اَبۡوَابِ الۡجَنَّةِ فَتَحَهُ اللّٰهُ لِخَاصَّةِ اَوۡلِيَآئِهٖ؛
اور یہ کہ جہاد تمام ذمہ داریوں کی پوشاک ہے۔	2	وَهُوَ لِبَاسُ التَّقۡوٰى؛
اور اللہ کی ایسی زرہ ہے جو قلعہ کی طرح محفوظ رکھتی ہے۔	3	وَدِرۡعُ اللّٰهِ الۡحَصِيۡنَةُ؛
اور اللہ کی ایسی ڈھال ہے جو تحفظ کا وثوق فراہم کرتی ہے۔	4	وَجُنَّتُهُ الۡوَثِيۡقَةُ؛
چنانچہ جس کسی نے بھی جان بوجھ کر جہاد کو ترک کیا اللہ اسے ذلت کا لباس پہنا دیتا ہے۔ اور آفات و حادثات و آزمائشوں کا کوٹ پہنا دیتا ہے۔	5	فَمَنۡ تَرَكَهٗ رَغۡبَةً عَنۡهُ اَلۡبَسَهُ اللّٰهُ ثَوۡبَ الذُّلِّ وَشَمۡلَةَ الۡبَلَآءِ ؛
بدنامی اور تنزل میں مبتلا رہنے کے لئے راندہ درگاہ کر دیا جاتا ہے۔	6	وَدُيِّثَ بِالصَّغَارِ وَ لُقَمَآءِ ؛
اور اللہ اس کے دل پر بے عقلی اور بے بضاعتی وارد کر دیتا ہے۔	7	وَضُرِبَ عَلٰى قَلۡبِهٖ بِالۡاَسۡهَابِ ؛

Presented by Ziaraat.Com

وَ اُدِیْلَ الْحَقُّ مِنْهُ بِتَضْیِیْعِ الْجِهَادِ وَسِیْمَ الْخَسْفَ وَ مُنِعَ النِّصْفَ ؛	8	اور جہاد کو ضائع کرنے کے سبب حق اس سے سلب کرلیا جاتا ہے وہ باطل پر چلنے لگتا ہے غربت و بے چارگی میں دھنستا چلا جاتا ہے اور اسے انصاف سے محروم ہونا پڑتا ہے۔
اَلا وَاِنِّیْ قَدْ دَعَوْتُكُمْ اِلٰی قِتَالِ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَیْلاً وَّنَهَارًا وَّ سِرًّا وَّ اِعْلاَنًا ؛	9	خبردار ہوجاؤ کہ میں نے تم کو یقیناً اس قریشی قوم سے جنگ کرنے کی دن رات دعوت دی ہے تمہیں نہایت رازداری سے بھی جنگ کی اسکیمیں سمجھائی ہیں اور برسرعام بھی اعلان جنگ کرتا رہا ہوں۔
وَقُلْتُ لَكُمْ :اُغْزُوْهُمْ قَبْلَ اَنْ یَّغْزُوْكُمْ ؛	10	میں نے تم سے بار بار یہ کہا ہے کہ ان سے ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی تم جنگ کرلو۔
فَوَاللّٰهِ مَا غُزِیَ قَوْمٌ قَطُّ عُقْرِ دَارِهِمْ اِلَّا ذَلُّوْا ؛	11	خدا کی قسم وہ قوم ہمیشہ ذلت سے دوچار ہوئی ہے جس نے اس وقت جنگ شروع کی جب حملہ آور دشمن ان کے گھروں تک پہنچ گیا۔
فَتَوَاكَلْتُمْ وَتَخَاذَلْتُمْ حَتّٰی شُنَّتْ عَلَیْكُمُ الْغَارَاتُ ؛	12	مگر تم آپس میں ایک دوسرے کو جنگی کارروائی کے لئے وکیل بناتے اور ٹالتے رہے۔تم نے ایک دوسرے کی پشت پناہی اس وقت تک نہ کی جب تک خود تم پر قتل وغارت کا آغاز نہ ہوگیا۔
وَمُلِكَتْ عَلَیْكُمُ الْاَوْطَانُ ؛	13	اور جب تک تمہارے وطن کے لوگوں پر تمہارے دشمن نے حملے کرکر کے قبضہ نہ کرلیا۔
وَهٰذَا اَخُوْ غَامِدٍ وَ قَدْ وَرَدَتْ خَیْلُهُ الْاَنْبَارَ ؛	14	دیکھو کہ یہ غامدی (ابوسفیان بن عوف) اور اس کے چھاپہ مار سوار لوٹ مار اور قتل وغارت کے لئے شہر انبار پر چڑھ آئے۔
وَقَدْ قَتَلَ حَسَّانَ ابْنَ حَسَّانَ الْبَكْرِیُّ ؛	15	اور وہاں کے حاکم حَسّان ابن حَسّان البکری کو انہوں نے بے دریغ قتل کردیا،
وَاَزَالَ خَیْلَكُمْ عَنْ مَّسَالِحِهَا ؛	16	اور وہاں سے تمہارے محافظ فوجی دستوں کو ان کی چھاؤنی سے نکال باہر کیا۔
وَلَقَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ كَانَ یَدْخُلُ عَلَی الْمَرْاَةِ الْمُسْلِمَةِ وَالْاُخْرٰی الْمُعَاهَدَةِ فَیَنْتَزِعُ حِجْلَهَا وَقُلْبَهَا وَقَلاَئِدَهَا وَرِعَاثَهَا؛	17	اور مجھے تو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان چھاپہ مار دستوں کا ایک ایک آدمی مسلمان یا ذمی عورتوں کے گھروں میں گھس جاتا تھا اور ان عورتوں کے زیورات، پیروں کے پازیب، ہاتھوں سے کنگن، گلے سے گلوبند اور کانوں سے بُندے اور جھمکے اتار لیتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

وَمَا تَمْتَنِعُ مِنْهُ اِلَّابِالْاِسْتِرْجَاعِ وَالْاِسْتِرْحَامِ	18	ان لوگوں کواس لوٹ مار سے روکنے والی کوئی صورت نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ مظلوم عورتیں ہاتھ جوڑیں، منت اور رحم کی درخواست کریں۔
ثُمَّ انْصَرَفُوْا وَافِرِیْنَ ؛	19	یوں وہ لٹیرے لوٹ کے مال سے لدے ہوئے واپس پلٹ جاتے ہیں۔
مَانَالَ رَجُلًا مِّنْهُمْ كَلْمٌ وَّلَا اُرِيْقَ لَهُمْ دَمٌ	20	نہ ان میں سے کسی شخص کو کوئی زخم لگتا ہے اور نہ کسی کا خون بہتا ہے۔
فَلَوْاَنَّ امْرَأً مُّسْلِمًا مَّاتَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا اَسَفًا مَّاكَانَ بِهٖ مَلُوْمًا ؛	21	چنانچہ اگر ایک مسلمان شخص اس بے رحمی، بے بسی اور ظالمانہ سلوک پر صدمہ اور افسوس کرتا ہوا مر جائے تو اسے اس کی موت پر ملامت نہیں کی جاسکتی۔
بَلْ كَانَ بِهٖ عِنْدِیْ جَدِيْرًا ؛	22	اور میری رائے میں تو ایسا ہی ہونا چاہئے کہ سننے والے شرم سے مر جائیں۔
فَيَاعَجَبًا عَجَبًا وَاللّٰهِ يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَيَجْلِبُ الْهَمَّ اجْتِمَاعُ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ عَلٰى بَاطِلِهِمْ وَ تَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ ؛	23	مجھے تعجب بالائے تعجب ہے۔ خدا کی قسم دل پر مردنی چھانے لگتی ہے اور سینہ غم سے پھٹنے لگتا ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ قریشی قوم تو اپنے باطل مذہب اور منصوبے پر سو فیصد متحد اور متفق اور مجتمع ہے اور تم اپنے مذہبِ حق کے خلاف منتشر اور متفرق ہو۔
فَقُبْحًالَكُمْ وَتَرَحًا حِيْنَ صِرْتُمْ غَرَضًا يُرْمٰى ؛	24	تمہارا ستیاناس جائے تم پر غم واندوہ چھا جائے تم تو خود ہی تیروں کا نشانہ بنے ہوئے ہو۔ (یعنی خود کو (Target) بنا رکھا ہے)
يُغَارُ عَلَيْكُمْ وَلَا تُغِيْرُوْنَ ؛	25	تم پر غارتگری کی جارہی ہے تم پر چھاپے مارے جارہے ہیں مگر تم غارتگری اور چھاپہ مارنے کو تیار نہیں۔
وَتُغْزَوْنَ وَلَا تَغْزُوْنَ ؛	26	تم سے برملا جنگ کی جارہی ہے مگر تم لڑنے کو آمادہ نہیں ہو۔
يُعْصَى اللّٰهُ وَتَرْضَوْنَ ؛	27	اللہ کے گناہ اور نافرمانیاں کی جارہی ہیں اور تم اس پر راضی ہو۔
فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ اِلَيْهِمْ فِیْ اَيَّامِ الْحَرِّ قُلْتُمْ هٰذِهٖ حَمَارَّةُ الْقَيْظِ اَمْهِلْنَا يُسَبَّخْ عَنَّاالْحَرُّ ؛	28	میں نے جب کبھی تمہیں موسم گرما میں ان پر دھاوا کرنے کو حکم دیا تو تم نے کہا کہ یہ انتہائی شدت کی گرمی کا زمانہ ہے ہمیں اتنی مہلت دیں کہ گرمی کی یہ شدت کم ہوجائے۔
وَاِذَااَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ اِلَيْهِمْ فِی الشِّتَآءِ قُلْتُمْ هٰذِهٖ صَبَآرَّةُ الْقُرِّ اَمْهِلْنَايَنْسَلِخْ عَنَّاالْبَرْدُ ؛	29	اور جب کبھی تمہیں موسم سرما میں اس قوم پر حملہ کے لئے کوچ کرنے کا حکم دیا تو تم نے جواب دیا کہ کڑاکے کی سردی پڑ رہی ہے ہمیں اتنی مہلت دیں کہ ذرا سردی قابل برداشت ہوجائے تب چلیں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

كُلُّ هٰذَا فِرَارًا مِّنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ؛	30	یہ سردی اور گرمی سے بچنے کے بہانے دراصل سردی اور گرمی کی تکلیف سے فرار ہے۔
فَاِذَا كُنْتُمْ مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ تَفِرُّوْنَ فَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ مِنَ السَّيْفِ اَفَرُّ؛	31	اور سوچو کہ جب تم سخت گرمی اور سخت سردی سے بھاگتے ہو تو تمہیں تلوار کی گرمی سے بہت زور سے بھاگنا لازم ہے۔
يَا اَشْبَاهَ الرِّجَالِ وَلَارِجَالَ ؟	32	اے مردوں کے مشابہ نامردلوگو!
حُلُوْمُ الْاَطْفَالِ ؛	33	اے بچگانہ سوجھ بوجھ رکھنے والے دانشورو!
وَعُقُوْلُ رَبَّاتِ الْحِجَالِ ؛	34	اور اے چار دیواری کے پیچھے پلنے والی پردہ نشین عورتوں کی عقل والے مردو!
لَوَدِدْتُ اَنِّیْ لَمْ اَرَكُمْ وَلَمْ اَعْرِفْكُمْ ؛	35	کاش کہ نہ میں نے تمہیں دیکھا ہوتا اور نہ تم سے میری جان پہچان ہوئی ہوتی۔
مَعْرِفَةٌ وَاللّٰهِ جَرَّتْ نَدَمًا وَّاَعْقَبَتْ سَدَمًا ؛	36	تم سے جان پہچان ندامت کا سبب بن گئی خدا کی قسم اس جان پہچان سے رنج وتکلیف میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔
قَاتَلَكُمُ اللّٰهُ لَقَدْ مَلَأْتُمْ قَلْبِیْ قَيْحًا ؛	37	اللہ تمہیں غارت کرے تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے۔
وَشَحَنْتُمْ صَدْرِیْ غَيْظًا؛	38	اور میرے سینے کو غیظ وغضب سے چھلکا دیا ہے۔
وَجَرَّعْتُمُوْنِیْ نُغَبَ التَّهْمَامِ اَنْفَاسًا ؛	39	تم نے مجھے ہر سانس پر رنج وغم کے جام پلائے ہیں۔
وَاَفْسَدْتُمْ عَلَیَّ رَأْيِیْ بِالْعِصْيَانِ وَالْخِذْلَانِ حَتّٰى قَالَتْ قُرَيْشٌ :	40	مسلسل میری نافرمانیاں کر کے اور مجھے میری پالیسیوں میں تنہا چھوڑ کر تم نے میری رائے اور فیصلوں کو بدنام کر دیا یہاں تک کہ قریش ایسے گھٹیا لوگ کہنے لگے کہ۔
اِنَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَّجُلٌ شُجَاعٌ وَّلٰكِنْ لَّاعِلْمَ لَهٗ بِالْحَرْبِ ؛	41	”یہ تو ایک حقیقت ہے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ ایک بہادر آدمی ہے مگر اسے جنگ کا علم نہیں ہے“۔
لِلّٰهِ اَبُوْهُمْ! وَهَلْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اَشَدُّ لَهَا مِرَاسًا وَّاَقْدَمُ فِيْهَا مَقَامًا مِّنِّیْ ؟	42	ان کے باپ خدا کے حوالے، کیا ان میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کو مجھ سے سخت تر جنگی تجربات ہوئے یا وہ اس میدان میں مجھ سے قدیم تر ہو؟
لَقَدْ نَهَضْتُ فِيْهَا وَمَا بَلَغْتُ الْعِشْرِيْنَ ؛	43	میں تو ابھی بیس سال کی عمر کو بھی نہ پہنچا تھا کہ جنگ وقتال کے میدان میں آ گیا تھا
وَهَا اَنَاذَا قَدْ ذَرَّفْتُ عَلَى السِّتِّيْنَ ؛	44	اور اب تو میں ساٹھ سال کی عمر تک آ گیا ہوں اور جنگ کا طویل ترین علم رکھتا ہوں۔
وَلٰكِنْ لَارَأْیَ لِمَنْ لَّا يُطَاعُ ؛	45	ولیکن بات یہ ہے کہ اس رائے اور فیصلے کی قدر و قیمت کیسے معلوم ہو سکتی ہے جس کو آزمایا ہی نہ گیا ہو؟ کسی نے اس پر عمل ہی نہ کیا ہو؟

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

حضرت علیؑ کے خطبات اور تعاون کی اپیلوں پر منفی ردِعمل ظاہر کرنے والا گروہ قریشی ساتھیوں یا سازشی صحابہ پر مشتمل تھا

قارئین کو حضرت علی علیہ السلام کے بعض خطبوں کو پڑھتے ہوئے رنج وملال ہوگا۔اس لئے کہ وہ حضرت علیؑ کے دردناک خطبوں کو پڑھتے ہوئے دیکھیں گے کہ حضرت علیؑ کے صحابہ حضوؐر کی مدد سے کترا رہے ہیں۔ایسے خطبات سے قاری کے دل پر حضرت علی علیہ السلام کی بے بسی و بے کسی چھا جائے گی۔قاری کے دل میں رنج وملال کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ سب لوگ اٹھتے اور حضوؐر کی مدد کرتے۔یعنی اگر قاری اُس وقت موجود ہوتا تو وہ ضرور نصرت کرتا۔یہ جذبات قاری کو اللہ کے یہاں محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ناصروں میں شمار کرائیں گے۔لیکن اس سلسلے میں حقیقت حال کا جاننا بھی ضروری ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ساری دنیا جانتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو کسی جنگ میں کبھی اور کسی زمانہ میں شکست نہیں ہوئی خواہ وہ تنہا لڑنے کے لئے گئے ہوں یا فوج لے کر گئے ہوں۔لہٰذا بڑی بے انصافی ہوگی اگر اُس فوج کو بُرا سمجھیں جس نے کبھی شکست نہ کھائی ہو۔اور جو اپنا راشن، اسلحہ اور لباس اپنے گھر سے لاتی ہو۔جسے نہ مالِ غنیمت لوٹنے کی اجازت ملے اور نہ کوئی تنخواہ دی جاتی ہو۔جو صرف فی سبیل اللہ جہاد کیلئے آتے تھے اور اپنے اہل وعیال اور کاروبار کو خیرباد کہہ دیتے تھے اور اپنی جان ومال حضرت علیؑ کے اشارہ پر قربان کرنے کے لئے آمادہ رہتے تھے۔در حقیقت وہ شکوے اور دردناک اپیلیں اپنے حقیقی صحابہ اور حقیقی مسلمان فداکاروں کو مخاطب نہیں کرتی تھیں۔بلکہ اُن کے مخاطب وہی قریشی صحابہ اور قریشی مسلمان ہوتے تھے جن سے عہدِ رسولؐ میں اللہ نے بار بار اپیلیں کیں سینکڑوں میں سے ایک اپیل سُنئے۔اپیل قریشی مومنین سے کی جارہی ہے کہ:

مَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا O (نساء 4/75)

مودودی ترجمہ ''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لئے گئے ہیں اور فریاد کررہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی ومددگار پیدا کردے۔''

علامہ کی تشریح ''(104) اشارہ ہے اُن مظلوم بچوں، عورتوں اور مردوں کی طرف جو مکہ میں اور عرب کے دوسرے قبائل میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر نہ ہجرت پر قادر تھے اور نہ اپنے آپ کو مظالم سے بچا سکتے تھے۔یہ غریب طرح طرح سے تختۂ مشقِ ستم بنائے جارہے تھے اور دعائیں مانگتے تھے کہ کوئی انہیں اس ظلم سے بچائے۔''(تفہیم القرآن جلد اول 372-373)

مودودی قریش پرست ہیں اس لئے نہ علم لدُنی پسند کرتے ہیں نہ لدُنی ولیؑ ونصیرؑ اُن کو پسند ہے۔

آپ نے اللہ کی اپیل دیکھی اور وہ دردناک حالت ملاحظہ کی جس کے لئے اپیل کی گئی مگر عہدِ رسولؐ کے وہ مومنین ٹس سے مَس نہ ہوتے تھے۔اسی طرح کی صورتِ حال حضرت علیؑ کی مملکت میں معاویہ نے پیدا کر رکھی تھی۔اُس کی فوجوں کے چھوٹے چھوٹے دستے سارے ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔دیہاتوں میں نہتے لوگوں، عورتوں بچوں کا قتلِ عام کرتے اور لوٹ مار کرتے اور سامان لاد کر لے جاتے تھے۔اور حضرت علیؑ قریشی مومنین سے اپیلیں کرتے رہتے تھے۔مندرجہ بالا آیت کے آخری دو جُملے غور طلب ہیں۔جو قریشی علماء کیلئے فالج کا حکم رکھتے ہیں۔غور طلب بات یہ ہے کہ مودودی نے لفظ ''وَلِيًّا'' کا ترجمہ ''حامی'' کیا ہے اور حامی خود عربی کا لفظ ہے۔یعنی حمایت کرنے والا۔یہ ترجمہ اس لئے بھی غلط ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ دوسرے جملے میں لفظ '' نَصِیۡرًا '' آیا ہے اور مودودی نے اُس کا ترجمہ 'مددگار' کیا ہے جو صحیح ہے۔ چونکہ مددگار حمایتی ہی ہوتا ہے اس لئے مودودی کی رو سے لفظ 'وَلِیًّا'' بلاضرورت اور عبث ہو کر رہ گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر 'وَلِیُّ'' کے معنی نصیر ہی ہوتے تو دونوں میں سے ایک لفظ کا لانا کافی ہو جاتا۔ یعنی آیت کا ایک جملہ بھی بے کار اور فضول ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر یہ سوچئے کہ اگر اُس وقت تک کوئی ولی اور نصیر معلوم وموجود ہوتا تو یہ دعا یا فریاد غلط ہو جاتی۔ پھر تو یہ کہنا چاہتے تھا کہ:

''اے اللہ تو ہمیں ظلم سے بچانے کے لئے فلاں ولی یا نصیر کو بھیج۔'' اور پھر یہ سوچئے کہ بقول مودودی سورہ نساء 3ھ سے 5ھ ہجری تک نازل ہوئی تھی۔ یعنی رسولؐ اللہ موجود تھے۔ اور فریاد کرنے والے مومنین کو معلوم تھا اس لئے کہ وہ اللہ و رسولؐ پر ایمان لائے تھے۔

ان کا یہ کہنا کہ:۔ وَاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا وَّاجۡعَلۡ لَّنَامِنۡ لَّدُنۡکَ نَصِیۡرًا O

1۔ اور ہمارے لئے اپنی طرف سے ایک ولی متعین کردے''

2۔ اور ہمارے لئے اپنی طرف سے ایک نصیر متعین فرمادے''

بتاتا ہے کہ جس ولی اور نصیر کی بات ہو رہی ہے وہ رسولؐ اللہ خود نہیں ہیں اور نہ وہ رسولؐ کی طرف سے ولی ونصیر مانگ رہے ہیں۔

یہ بھی غور طلب بات ہے کہ وہ یہ نہیں کہتے کہ:

وَاجۡعَلۡ لَّنَامِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا وَّنَصِیۡرًا ۔ ''اور ہمارے لئے اپنی طرف سے ایک ولی اور نصیر متعین کردے''

وہ دو جملوں میں الگ الگ ولی ونصیر کا تعین چاہتے ہیں۔ مکمل بحث آگے تفصیلاً سامنے آئے گی یہاں تو یہ سمجھ لیں کہ اللہ کی طرف سے متعین ہونے والا ولیؑ نہ رسولؐ تھے نہ کوئی اور تھا۔ سوائے حضرت علی علیہ السلام کے وہی حاکم مطلق ولی مطلق اور ذاتی طور پر نصیر تھے۔

خطبہ کے متعلق یاد کرلیں کہ حضرت علی علیہ السلام تنہا ساری مخالف قوم کو آن کی آن میں شکست دینے کی قدرت رکھتے تھے اور تنہا معاویہ پر حملہ کے لئے روانہ ہو گئے تھے تاکہ حقیقی مومنین کو دکھا دیں کہ قریشی صحابہ اسلام کے اور علیؑ کے کتنے ہمدرد ہیں۔ رہ گئے حقیقی مومنین وہ بلا اجازت بولتے بھی نہ تھے۔ سُنتے اور قریشیوں کا حال دیکھتے رہتے تھے اور اشارہ ملتے ہی تن من دھن سے نصرت کو تیار ہو جاتے تھے۔ یعنی علیؑ بے یار و مددگار و بے بس کبھی نہ تھے۔

اَلۡجِهَاد اور اس کی عظمت

حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبہ کا افتتاح جہاد کی عظمت اور کیفیت سے کیا ہے۔ اور پہلے چار جملوں میں جہاد کی حقانیت، شناخت اور اثر انگیزی میں جو کچھ فرمایا ہے وہ بیان کر دیئے جانے کے بعد بھی مترجمین کی سمجھ سے باہر ہی رہا ہے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے حضورؐ کو چکا چوند سے بچنے کا چشمہ لگا کر دیکھا ہے۔ جیسا کہ علامہ رومی نے فرمایا تھا کہ: ؎ تو علیؑ را زتاریکی دیدہ ای

مسلمان عوام ہوں یا علما ہوں اُن کے ذہن میں نماز، روزہ، حج وزکوۃ کی طرح جہاد کا بھی اُتنا ہی گھٹیا تصور جما ہوا ہے جتنا قریشی راہنمائی سے سمجھ میں آسکتا تھا۔ انہوں نے ان پانچوں چیزوں کو بڑی سختی و پابندی سے اختیار کیا تاکہ نتیجہ میں مارشلزم قائم کر کے دنیا کو بزورِ شمشیر زیرِ نگین لایا جاسکے (بقرہ 205-204 / 2) اور تمام ممالک میں قتل وغارت اور لوٹ مار کر کے اہلِ عرب کو دولت مند بنایا جاسکے۔ چنانچہ انہوں نے نماز کو فوجی حاضری کا ذریعہ بنایا تاکہ دن میں سارے ملک کی پانچ یا تین مرتبہ تعداد اور حاضر وغیر حاضر لوگوں پر احکام نافذ کرنے میں سہولت رہے۔ جو حاضر نہ ہوں انہیں مخالف سمجھا جائے اور تنبیہہ وتعزیر سے جبراً قابو میں رکھا جاسکے۔ اور جب پبلک کی یا ملک کی تعداد معلوم رہے گی تو حکومت اور فوج

Presented by Ziaraat.Com

کے اخراجات کے لئے زکوۃ بہت مفید اور وصولیابی قطعاً آسان ہو جائے گی۔ روزے رکھا کر فوجی مشقوں اور راشن بندی میں مدد لی جائے گی حج موقع دے گا کہ پوری مملکت کے نمایاں اور آسودہ حال مسلمانوں سے رابطہ رہے اور اُن کی افرادی و مالی حالت معلوم رہے اور ضرورت کے مطابق استعمال کی جا سکے۔ اور جب کسی قوم پر اجتماعی ڈاکہ ڈالنا مقصود ہو تو اللہ اکبر کا نعرہ مار کر جہاد کا اعلان کر کے دھاوا بول دیا جائے۔ چنانچہ قارئین جہاد کی دھمکیاں، جہاد کے نعرے اور جہاد کی باتیں سنتے رہتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ قارئین اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہیں اور دُہرا افسوس ہے کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے لاعلم کیوں ہیں؟ سنئے کہ قریشی لیڈروں کو معلوم تھا کہ فوج میں بہت لکھے پڑھے لوگ فوجی مقاصد کو نقصان پہنچا دیا کرتے ہیں۔ وہ عین حملہ کے موقع پر اپنے لیڈروں سے حملہ کی وجہ اور طریقہ پوچھنے میں خود کو برسرِ حق سمجھتے ہیں۔ اور ضروری ہے کہ عام فوجیوں کو حقیقی سبب نہ بتایا جائے بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ جب سے افواج میں بی اے، ایم اے تعلیم والے لوگ آئے ہیں۔ جنگی کارروائیاں ناکام ہوتے ہوتے بند ہو گئی ہیں۔ باتوں ہی باتوں میں اور چوں و چرا اور اُن کے جواب ہی میں برسوں گزر جاتے ہیں۔ لیکن جب تک افواج میں اَن پڑھ اور جہلا رہے۔ فوجی کارروائیاں بڑی تیزی سے کامیاب ہوتی رہیں۔ اُس قدیم مارشلزم کے اصول پر لازم تھا کہ قریشی راہنما تعلیم کو عام نہ کریں۔ اور علما کو میدان جنگ اور جنگی سرداری سے دور رکھیں۔ انہیں علم کی چار دیواری میں بند رکھ کر باہر کی دنیا سے جاہل رکھیں اور اپنے لئے اُن سے مفید قوانین بنواتے رہیں۔ اُس ابتدا کو ایسی شان، اہتمام اور سختی سے برسرِ کار لایا گیا کہ آج تک بھی مسلمان علومِ اسلام سے دور و نابلد ہیں۔ چنانچہ عرب ممالک جب دل چاہتا ہے ریڈیو پر اسرائیل کے یا کسی بھی حکومت کے خلاف اعلان ''جہاد'' کرتے رہتے ہیں۔ یعنی مطلب تو اُن کا یہ ہوتا ہے کہ ہم تم پر حملہ کر دیں گے۔ یعنی جنگ کریں گے۔ مگر وہ لفظ جنگ نہیں بولتے بلکہ لفظ ''جہاد'' کہتے ہیں تاکہ مسلمان عوام جوش میں آجائیں اور اُن سے جنگ کو جہاد سمجھ کر ہر ممکن تعاون کریں اور جنگ ہوتی ہے تو وہ جہاد سمجھ کر سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ جیسا کہ مسٹر یا طاغوت خمینی نے عراق کی مسلمان حکومت کے خلاف اعلان جنگ نہیں بلکہ اعلان جہاد کیا۔ لوگوں نے، فوجی قواعد سے ناواقف لوگوں نے خود کو محاذ جنگ پر مکھیوں اور مچھروں کی طرح مرنے کو پیش کیا اور عراقی افواج نے اُن کو بھون کر رکھ دیا۔ حد ہو گئی کہ پاکستان سے بھی بہت سے نام نہاد جاہل شیعوں نے خود کو پیش کیا تھا۔ مگر حکومت کی پابندیوں کی وجہ سے مرنے کو جانہ سکے ورنہ یہاں کے شیعوں کو جہنم واصل ہونے والی شہادت نصیب ہو جاتی۔ اور قبل قیامت ہی اپنی صحیح منزل پر پہنچ جاتے۔ جہاد کا نعرہ مارتے ہی شیعہ ہوں یا سنی ہوں، اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ گالیاں اور عورتوں کی طرح کوسنوں پر اتر آتے ہیں۔ خدام کو آج تک صدام کہا اور لکھا جا رہا ہے۔ ہم نہ عراق کے طرف دار ہیں نہ ایران سے ہمیں دشمنی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ دونوں باطل پرست ہیں اور اُن کے باطل ہونے کی سب سے بڑی اور موٹی شناخت یہ ہے کہ وہ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اپنی کافرانہ جنگ کو جہاد کہتے چلے آئے ہیں۔ آیئے ہم اپنے قارئین کو حضرت علی علیہ السلام کی زبان سے اُس عظیم ترین دینی رکن سے متعارف کرائیں جسے اللہ نے لفظ '' جِھَادَ '' سے ہمیں سمجھایا ہے۔ حضوؑر فرماتے ہیں کہ:۔

فَاِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَتَحَهُ اللّٰهُ لِخَاصَّةِ اَوْلِيَآئِهٖ ؛ وَهُوَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ؛
وَدِرْعُ اللّٰهِ الْحَصِيْنَةُ ؛ وَجُنَّتُهُ الْوَثِيْقَةُ؛ (خطبہ 27، جملہ نمبر 1 تا 4)

مُشرّح ترجمہ ''چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ مکمل جہاد (الجہاد) جنت کے دروازوں میں سے ایک ایسا دروازہ ہے جسے اللہ نے صرف اپنے خاص خاص حکمرانوں کے لئے کھولا ہے۔ اور یہ کہ مکمل جہاد تمام قسم کی ذمہ داریوں سے تیار کی ہوئی پوشاک ہے جو اُن ہی مخصوص حکمرانوں کے لئے ہے۔ اور یہ

Presented by Ziaraat.Com

کہ جہاد اُن مخصوص و مقرر کردہ حکمرانوں کے لئے ایسی زرہ ہے جو انہیں قلعہ کی طرح محفوظ رکھتی ہے۔ اور یہ ایک ایسی ڈھال یا سپر ہے جو انہیں دشمن کے ہتھیاروں اور حملوں سے محفوظ رہنے کا وثوق و یقین فراہم کر دیتی ہے''۔

اب قارئین ہمیں اُس جنگ یا جہاد کا نام بتائیں اور اُس لیڈر سے ہمارا تعارف کرائیں جو اُس جنگ یا جہاد کا راہنما، لیڈر یا سردار یا قائد تھا اور جس کے لئے وہ جنگ یا جہاد زرہ اور سپر بن گیا تھا اور اُسے کوئی زخم لگا نہ ضرر پہنچا۔ جو تیروں، نیزوں، سنانوں، برچھیوں اور تلواروں کی بارش میں بے خوف و خطر پھر رہا ہے اور جسم پر نہ کوئی زرہ تھی نہ ڈھال تھی؟ گلے میں ایک پرانا سا کرتہ تھا۔ ننگے سر تھا۔ ٹانگوں میں معمولی روزمرہ والا پاجامہ تھا۔ ٹوٹی ہوئی جوتی پیروں میں تھی؟ اگر آپ کے حافظہ میں ایسے نام ہوں جو لوہے کی زرہ و بکتر پہنے ہوئے ہوں۔ ڈھال ساتھ ہو اور جہاد کے میدان میں مادی تحفظ کا انتظام کر رکھا ہو اور پھر بھی زخمی ہوا ہو تو وہ نام ہمیں نہ بتایئے۔ اس لئے کہ اُن کی جنگ کو جہاد کہنا غلط ہے نہ جہاد پر انہیں مختار و مجاز مانا جاسکتا ہے۔ جن کا تحفظ خود جہاد نے نہ کیا ہو۔ جو شخص اللہ کی طرف سے جہاد پر مختار و مجاز بنایا جائے گا اُس کا تحفظ کرنا خود اللہ اور جہاد کی ذمہ داری ہے۔ اور وہی شخصؑ وہ مخصوصؑ اور خدا کا مقرر کردہ ولیؑ یا حکمرانؑ ہے جس کو جہاد تمام حالات میں محفوظ رکھے۔ اور کبھی میدان جنگ میں زخمی نہ ہونے پائے۔ ورنہ نہ وہ جنگ جہاد ہوگا نہ وہ حکمران اللہ کا مخصوص ولیؑ ہوگا جس میں زخم لگے اور جو زخمی ہو جائے۔ اور جس قائد کو جہاد خود محفوظ رکھے وہی وہ مخصوص ولیؑ اللہ ہوگا جس کے لئے اللہ نے جہاد کو جنت کا دروازہ بنایا ہے اور اُس ولی اللہ کی سرکردگی میں قتل ہونے والے مجاہد یقیناً جنت میں جانے والے ہوں گے۔ ورنہ نہیں۔ اور اُسی ولیؑ اللہ کی اجازت سے کی جانے والی ہر جنگ جہاد کہلائے گی۔ ورنہ نہیں۔ اُس کے مقرر، متعین کردہ قائدین ہی مجاہدین کے حقیقی سردار ہوں گے ورنہ نہیں۔

2۔ حضرت علیؑ اُمتِ محمدؐیہ کیلئے وہ ولیؑ ہیں جن پر جہاد محافظ تھا اور جن کی رضامندی کے بغیر کوئی جنگ جہاد نہیں ہے

یہاں قرآن کریم سے اُس ولیؑ اللہ یا خدائی حکمران کی تعیناتی بھی دیکھ لی جائے جس کے تقرر کے بغیر کوئی جنگ جہاد نہیں ہوسکتی تھی۔ اور جس کی تعیناتی کے لئے مظلوم و مقہور و بےکس لوگوں نے اللہ سے دعائیں اور فریاد کی اور جس نے ظالموں کی کمر توڑ کر ہمیشہ کے لئے ہتھیار رکھوا لئے تھے اور جس کے ماتحت جنگ کرنے والی فوج کو کبھی شکست نہ ہوئی۔ اللہ نے فرمایا کہ:

وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا O (نساء 4/75)

''اے قریشی مسلمانوں تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راہ میں، اُن بےبس اور مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں پر بھی رحم کھا کر جنگ نہیں کرتے جو کمزور و بےبس سمجھ کر ستائے جا رہے ہیں؟ اور فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی (مکہ) سے محفوظ نکال لے جس کے باشندے ظالم ہیں۔ اور اے پروردگار اپنی طرف سے ہمارے بچانے کے لئے ایک دردمند ہمدرد حاکم (ولیؑ) مقرر فرما دے اور اپنی طرف سے ایک مددگار تعینات کر دے''۔

قارئین نوٹ کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مطلوبہ ولیؑ نہیں ہیں۔ اس لئے کہ حضورؐ تو بقول قریش بھی، چودہ پندرہ سال سے ایک رسولؐ اور نبیؐ کی حیثیت سے موجود چلے آرہے تھے۔ مگر مکہ کے مظلوم مسلمان آنحضرتؐ پر ایمان رکھنے کے باوجود اب ایک اور ولیؑ اور نصیرؑ کی تقرری کی دعا کر رہے ہیں۔ اور ساری دنیا جانتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی وہ بزرگ و برتر و شجاع شخصیت تھے۔ جنہوں نے قریش کے ہر تیغ زن بہادر کو قتل

Presented by Ziaraat.Com

کیا۔قریشی افواج کے گھٹنے زمین پر ٹکوا دیئے۔اوراُن ہی کی تلوار وتقریر سے قریش نے اپنے لیڈروں کے مجسموں (بتوں) کو خیر باد کہا تھا۔اور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں انہیں بھی پاش پاش ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔اور جبراً وقہراًطلقاء کے لقب سے اسلام اختیار کرلیا تھا۔اور پھر اللہ و رسوؐل کی جگہ علیؑ اور اولاً دِ علیؑ ہی سے اپنی شکست وریخت کا انتقام لینے کے لئے حکومتِ رسوؐل پر قبضہ کرنے کا محاذ بنایا تھا(الفاروق حصہ اول صفحہ 103 اورطبری ترجمہ حصہ سوم صفحہ 282-279)اوراُن ہی کے خاندان کا قتلِ عام کیا تھا۔اورساری دنیا جانتی ہے کہ وہ علیؑ ہی تھے جو میدان جنگ میں تیروں کی بوچھاڑ میں صرف ایک کرتہ پاجامہ پہنے ہوئے مطمئن اور بے خوف پھرتے رہتے تھے۔اور پوچھنے والوں کو بتایا تھا کہ:۔

''رسوؐل نے فرمایا تھا کہ تم گھوڑا اور تلوار رہنے دو یہ دونوں جہاد میں تمہارے کام آئیں گی۔مگر زرہ کی تمہیں ضرورت نہیں ہے۔اُسے تم فروخت کرکے اپنی شادی کا انتظام کرلو'۔اس فرمان کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ مجھے دورانِ جہاد وجنگ زخم نہیں لگ سکتا چنانچہ میرا تحفظ اللہ،رسوؐل اور جہاد کی اپنی ذمہ داری ہے۔

3۔ایک ممکنہ غلط فہمی کا ازالہ

قارئین کو یہ خیال آسکتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام میدان جہاد میں نہ صرف زخموں سے چور چور ہوئے بلکہ وہ حضرت مقتول بھی ہوئے تھے۔کیا اُن کا جہاد فی سبیل اللہ نہ تھا؟یا وہ جہاد کے مجاز ومختار نہ تھے؟

یہاں قارئین کو دو باتیں سامنے رکھنا ہوں گی۔اول یہ کہ اُمت محمدؐیہ میں دوسرے محمدؐ تک یا یہ کہیے کہ گیارھویں امام علیہ السلام کے آخری زمانہ تک تمام اسلامی جہاد وجنگوں کے وؔلی مطلق حضرت علی علیہ السلام ہیں۔اور باقی تمام حضرات علیھم السلام مجاہد ہیں جہاد کے ولی نہیں ہیں۔اور مجاہدین کے شہید ہونے کے متعلق اس خطبہ 27 میں ممانعت نہیں ہے۔اور قرآن کریم بھی مجاہدین کے شہید ہونے اور دشمنوں کو قتل کرنے کی اطلاع دیتا ہے (فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ 9/111)لہٰذا خطبہ میں صرف جہاد کے ولیؑ کی بات ہوئی ہے۔دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ آئمہ علیھم السلام کو اُن کی موت و حیات پر مختار بنایا گیا تھا(کافی)اگر وہ حضرؑات مشیت کے ماتحت قتل ہوجانا پسند کرلیتے تھے تو خدائی تحفظ الگ کرلیا جاتا تھا۔اور عام قوانین اُن پر اثر انداز ہوتے تھے۔یہی دلیل ہے آخری محمدؐ کے زندہ رہنے کی۔

4۔حضرت علیؑ خود رسوؐل اللہ کے لئے،بحکم خدا،ولی ونصیر تھے۔یہ دوسری بات ہے کہ کوئی قرآن نہ پڑھے یا کج نگاہی برتے

ہم نے حضرت علی علیہ السلام کو وَلیؔ مطلق لکھا ہے۔اس لئے کہ ہمیں قرآن کا یہ اعلان یاد ہے کہ:

وہ کام جن کے کرنے سے آنحضرؐت مقام محمود میں مبعوث ہوں گے،حق قائم ہوگا،باطل فرار کرے گا

''اے نبیؐ نماز قائم کر زوال آفتاب سے لے کر رات کا اندھیرا ہوجانے تک اور فجر کو قرآن کو پڑھو اس لئے کہ قرآن کا صبح کو پڑھنا شہادت کو چشم دید بنا دیتا ہے۔اور رات کو تہجد پڑھنا اختیار کر،یہ صرف تمہارے لئے فاضل عبادت ہے اس طرح تمہارا پروردگار تمہیں اس مقام پر مبعوث کرے گا جو اللہ کے نزدیک بھی قابلِ حمد وثنا ہے۔اوران عبادتوں کے دوران یہ دعا کیا کرو کہ اے پروردگار مجھے جہاں بھی داخل کر سچائی کے ساتھ داخل کرنا اور جہاں سے بھی نکالے سچائی میرے ساتھ ساتھ رہے اور یہ کہ میرے لئے اپنی جانب سے ہر ایک تمنا اور مقصد میں مدد کرنے والا سلطاؔن مقرر فرما دے۔اوراُس سلطاؔن کے تقرر کے ساتھ ہی اے رسوؐل تم اعلان کردینا کہ:

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَصِیۡرًاO وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًاO

''اَلْحق آ گیا اور الباطل مٹ گیا اور باطل تو تھا ہی مٹنے کے لئے'' (بنی اسرائیل 81-17/78)

قارئین کو یاد ہے کہ اللہ نے مکہ کے مظلوم و بے بس مسلمانوں کی دعا نقل فرمائی تھی جس میں انہوں نے رسولؐ کی موجودگی کو کافی نہ سمجھ کر اُس وُلی مطلق کی تقرری کی دعا کی تھی جو انہیں قریشی ظلم واستبداد سے نجات دلا کر اُن کی ظالمانہ قوت کو تباہ کر دے گا (نساء 4/75)۔ اُسی وُلی مطلق کو سُلْطَانًا نصیرًا فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیام مکہ ہی میں تاکید کی گئی تھی اور وہ عبادتیں کرنے کا حکم دیا تھا جو اس وُلی وسلطاں کو مقرر کرانے والی تھیں۔ لہٰذا جہاں امت کو حضرت علی علیہ السلام ایسے ولی اور نصیر کی احتیاج تھی وہیں اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کی نصرت کی احتیاج تھی۔

5۔ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے آباؤ اجداد ولی تھے قرآن نے اُن کی موروثی سلطانی اور ولایت کی تصدیق کی ہے نہ کہ ابتدا؟

طبری کا یہ بیان پڑھئے اور خطبہ 26 میں نابتی حکومت ومملکت وقیادت وملتِ ابراہیمؑ پر نظر ڈالئے تو حقائق تازہ ہو جائیں گے:۔

''واقعہِ فیل کے آٹھ سال بعد (حضرت) عبدالمطلبؑ مر گئے۔ چونکہ ابو طالبؑ اور رسولؐ اللہ کے باپ عبداللہ حقیقی بھائی تھے۔ اسلئے (حضرت) عبدالمطلبؑ نے اپنے بعد رسولؐ اللہ کی پرورش اور ''ولایت'' ابو طالبؑ کے سپرد کر دی تھی۔ اور حسنِ سلوک کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ اسکے بعد ابو طالبؑ رسولؐ اللہ کے ''ولی'' تھے'' ۔ (تاریخ طبری ترجمہ جلد اول صفحہ 58)

اور ہم یہ دکھا کر فارغ ہو چکے ہیں کہ حضرت نابت بن اسماعیل علیہما السلام سے لے کر حضرت عبدالمطلب علیہ السلام تک مسلسل مملکت عظیمہ کے بادشاہوں نے ایک دوسرے کے بعد حکومت کی اور حضرت عبدالمطلبؑ کے جانشین و بادشاہ حضرت ابو طالبؑ ہوئے اور اُن کے بعد حضرت علیؑ بادشاہ وسلطان تھے۔

6۔ جس طرح رسولؐ کی موجودگی میں حضرت علیؑ ولی مطلق اور سلطان ہیں۔ اُسی طرح رسولؐ کی موجودگی میں حضورؐ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ تھے۔

اسلام اور اسلامی اعمال وعبادات اللہ کے حضور میں قبول کئے جانے کی شرط اور معیار یہ ہے کہ وہ اسلام اور اسلامی عبادات حضرت علی علیہ السلام کے پسندیدہ ہوں اور وہ حضرتؑ بذاتِ خود ان کو قبول کئے جانے کی اللہ سے سفارش کریں۔ چنانچہ اللہ نے یہ طے فرما دیا ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے اسلام اور اسلامی عبادات کو اور حد یہ ہے کہ اپنے تقویٰ اور جہاد کو مقبولیت کیلئے بھی وسیلہ اختیار کرنا پڑے گا چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O (مائدہ 5/35)

''اے تمام وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کے حضور میں اپنی اور اپنے اعمال کی مقبولیت کے لئے مجسم ومکمل وسیلہؑ اختیار کرلو اور پھر اللہ کے مقاصد پورا کرنے کے لئے جہاد کرو شاید تمہیں اس طرح کامیابی حاصل ہو سکے''۔

7۔ اللہ کے وہ تمام احکامات، جن میں اللہ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان کسی غیر خدا کو وسیلہ یا ذریعہ یا شرط بنایا، ابلیس کو ناپسند ہیں

یہی آیت نہیں بلکہ ایسی بہت سی آیات ہیں جن کو ابلیس اور ابلیس کے تیار کردہ مومنین ناپسند کرتے ہیں اور کبھی انہیں اور اُن میں آئے ہوئے احکامات کو دل سے نہیں مانتے ہیں ہمیشہ ایسی آیات اور متعلقہ احکامات میں موزوں ردوبدل کر کے اختیار کرتے ہیں۔ اور اُن کے عذرات انسانوں

Presented by Ziaraat.Com

کی کثرت کو فوراً پسند آتے ہیں۔اور بظاہر مجھے بھی بھلے معلوم ہوتے ہیں ۔ذرا سوچئے کہ اللہ تو ہماری نیتوں اور اعمال واقوال سے کما حقہ مطلع ہے۔اگر ہم نہایت خلوص کے ساتھ ایمان لائے ہیں تو اسے معلوم ہے۔جب ہم نہایت خلوص سے اُس کے احکامات کی تعمیل کر رہے ہیں وہ بھی وہ دیکھ رہا ہے۔اس کے بعد اللہ کو اس کی ضرورت کیوں ہوگی کہ کوئی اور شخص اللہ سے ہمارے پُر خلوص اسلام وعبادات کو قبول کرنے کی سفارش کرے تب ہماری عبادات وغیرہ قبول ہو؟ چونکہ اللہ کو کسی سفارش کی احتیاج نہیں ہے۔اس لئے ایسی آیات اور احکام کا منشا اور مفہوم وہ نہیں ہوسکتا جس سے اللہ محتاج وجاہل ثابت ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ کچھ اور لوگوں (غیر اللہ) کو شریک کار بنایا جاتا ہے۔لہٰذا اُن آیات اور احکامات کو یا تو متشابہات کے ماتحت رکھنا ہوگا ورنہ اُنکے الفاظ کے معنی میں موزوں تبدیلی کرنا لازم ہوگی۔اور جب اور جہاں مناسب موقع ہوگا ہر واسطے اور وسیلے کا انکار کر دیا جائیگا۔چنانچہ مودودی نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں طرح طرح سے اللہ اور انسانوں کے درمیان واسطے اور وسیلے کا انکار کیا ہے۔سنئے لکھتے ہیں کہ:

(الف) مودودی اور قریشی علما واسطے اور وسیلے کے مخالف اور منکر ہیں

''میں کائناتِ بے پایاں کا فرمانروائے مطلق، تمام اختیارات اور تمام طاقتوں کا مالک ،تم سے اتنا قریب ہوں کہ تم خود بغیر کسی واسطے اور وسیلے اور سفارش کے براہِ راست ہر وقت اور ہر جگہ مجھ تک اپنی عرضیاں پہنچا سکتے ہو''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 144 حاشیہ نمبر 188)

مودودی نے صحیح بات لکھی ہے یعنی اللہ واقعی براہِ راست تمام مخلوقات کی باتوں ،تمناؤں اور عرضیوں پر مطلع ہے اس اطلاع میں کسی واسطے اور وسیلے کی احتیاج اسے نہیں ہے۔مگر اس صحیح بات میں لپیٹ کر واسطے اور وسیلے کا انکار کر دیا ہے۔مطلب یہ کہ عرضیوں، دعاؤں وغیرہ کے قبول کرنے میں بھی واسطے اور وسیلے کی احتیاج کیوں ہوگی؟ دوسرے انداز میں مگر ذرا سی تفصیل سے انکار کیا ہے۔سنئے:

(ب) واسطے اور وسیلے کا انکار باندازِ دیگر سنئے:

''اللہ کو دنیوی بادشاہوں اور راجوں مہاراجوں پر قیاس نہ کرو کہ جس طرح کوئی اُن کے مصاحبوں اور مقربِ بارگاہ لوگوں کے توسط کے بغیر اُن تک اپنی عرض ومعروض نہیں پہنچا سکتا۔اسی طرح اللہ کے متعلق بھی تم یہ گمان کرنے لگو کہ وہ اپنے قصر شاہی میں ملائکہ اور اولیآء اور دوسرے مقربین کے درمیان گھرا بیٹھا ہے۔اور کسی کا کوئی کام ان واسطوں کے بغیر اُس کے ہاں سے نہیں بن سکتا''۔(تفہیم القرآن 2 صفحہ 557 حاشیہ 65)

قارئین نوٹ کرلیں کہ قریش اور قریشی علما اللہ اور مخلوق کے درمیان کسی بھی واسطہ اور وسیلہ کے منکر ہیں۔اور بظاہر توحید کی شان بھی اسی میں سجتی ہے کہ ہر مخلوق سے اللہ کا تعلق براہِ راست اور بلا واسطہ ووسیلہ ہو۔

(ج) عمر بن الخطاب کے عقائد کو قریشی علما نے اختیار کیا وہ اللہ کے براہ راست بلا واسطہ تعلق کا قائل تھا

اور یہ ابلیسی عقیدہ قریش میں عمر نے جاری کیا تھا۔اُس کی بات سنئے :علامہ شبلی الفاروق میں لکھتے ہیں کہ:

''سِنِ رُشد کو پہنچ کر اُن کے باپ نے اُن کو جو خدمت سپرد کی وہ اونٹوں کا چرانا تھا یہ شغل اگرچہ عرب میں معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قومی شعار تھا لیکن خطاب نہایت بے رحمی کے ساتھ اُن سے سلوک کرتے تھے تمام تمام دن اونٹ چرانے کا کام لیتے اور جب کبھی تھک کر وہ دم لینا چاہتے تو سزا دیتے۔جس میدان میں حضرت عمر کو یہ مصیبت انگیز خدمت انجام دینی پڑتی تھی۔اُسکا نام ضجنان تھا جو مکہ معظّمہ کے قریب قدید سے دس میل کے فاصلہ پر ہے خلافت کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت عمر کا ادھر گزر ہوا تو اُن کو نہایت عبرت ہوئی آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ''اللہ اکبر ایک وہ زمانہ تھا کہ میں نمدے کا کرتہ پہنے ہوئے اونٹ چرایا کرتا تھا اور تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھ سے مار کھاتا۔آج یہ

Presented by Ziaraat.Com

دن ہے کہ خدا کے سوا میرے اوپر کوئی حاکم نہیں‘‘۔(حصہ اول صفحہ 14)

یعنی عمر کو رسولؐ کی حاکمیت بھی پسند نہ تھی اور ابلیس نے حضرت آدمؑ کی حاکمیت کا انکار کیا تھا۔

بہر حال اللہ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان انبیاء علیہم السلام کو وسیلہ بنایا ہے خواہ ابلیس اور عمر و قریش کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔اور مودودی کو بھی مذکورہ بالا آیت میں بادلِ ناخواستہ وسیلہ کو ماننا پڑا ہے۔ہم اُن کا ترجمہ مناسب مقام پر دکھانے والے ہیں۔یہاں تو یہ دیکھیں کہ جن لوگوں کو قریش اور قریشی ذہنیت کے لوگ بارگاہِ خداوندی میں وسیلہ وسفارشی اور مقبولِ بارگاہ سمجھتے تھے اور جن سے یا جن کی معرفت دعائیں مانگا کرتے تھے وہ خود بھی اُس وسیلہؑ کو اپنا کارساز مانتے تھے جسے اللہ نے خود اپنا وسیلہ بنایا تھا۔اور جسے وسیلہؑ بنانے کا حکم سابقہ آیت (مائدہ 5/35) میں امت محمدؐیہ کو بھی دیا ہے۔

(د) حضرت علیؑ کائنات کی اُن تمام ہستیوں، ملائکہ، انبیاؑء اور اولیاؑء کے لئے بھی وسیلہ تھے جو مسلمہ طور پر اللہ کے وسائط و وسائل تھے

اللہ کا اعلان قرآن سے ملاحظہ ہو جہاں اللہ نے قریش کو یہ تنبیہ کی ہے کہ جسے وسیلہؑ بنانے کا حکم دیا جا رہا ہے وہ تو اُن تمام وسیلوں سے بھی زیادہ اقربؑ و افضل ہے جن کو تم پہلے سے وسائطِ خداوندی مانتے ہو۔وہ سب بھی اللہ کے حضور اُسی وسیلہ کو اپنا وسیلہ بنانے میں مصروف ہیں۔سنئے:۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا O (بنی اسرائیل 17/56-57)

’’اے نبیؐ آپ اُن لوگوں سے کہہ دیں جو اللہ کے سوا کچھ اور لوگوں سے دعا کے مستجاب کرنے یا کرانے کا خیال کر کے دعائیں کرتے ہیں کہ اُن کو نہ تو یہ قدرت ہے اور نہ وہ تمہارے مصائب اور نقصانات کو تم سے دور رکھنے کی ملکیت رکھتے ہیں۔اور نہ وہ تمہاری تکلیفوں کا رخ کسی اور طرف موڑ سکتے ہیں۔اور یہ کہ جن کو تمہاری قوم شفیع، حاجت روا اور بزرگ سمجھتی ہے وہ تو خود ہی اپنے رب سے تعلق و تقرب کے لئے سب سے قریب ترین مخصوص (اَلْوَسِيْلَة) وسیلے کی تلاش میں رہے ہیں اور اُس کی رحمت کے امیدوار اور اُس کے عذاب سے خوفزدہ تھے۔اور اس میں شبہ بھی نہیں کہ اے نبیؐ تیرے پروردگار کا عذاب ہے بھی بچ کے رہنے کے قابل‘‘۔

یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس وسیلہؑ کو ان دونوں آیات (17/57,5/35) میں اختیار کرنے کا حکم ہے وہ ایسا وسیلہ ہے جو تمام باقی وسائل و وسائط سے زیادہ اللہ سے قریب و مقرب ہے۔اور ظاہر ہے کہ جب وہ وسیلہؑ خود رسولؐ کے علاوہ ہے اور خود امت محمدؐیہ میں ہے تو بتاؤ کہ وہ علی علیہ السلام کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟ جنہیں خود اللہ نے امت کی دعاؤں کے مستجاب کرنے اور ظالموں کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے جہاد پر اپنا ولیؑ بنایا اور جسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود میں مبعوث کرنے کے سلسلے میں سلطان اور مددگار (سُلْطَانًا نَّصِيْرًا) بنایا تھا۔(17/80-81) اور جسے مکمل حق (اَلْحَق) فرمایا ہو اور جس کی وجہ سے مکمل باطل (اَلْبَاطِلُ) تباہ ہو گیا ہو (17/81)؟ اگر ان صفات کا حامل کوئی اور شخص آپ کے علم میں ہو تو اس کا نام لوگوں کو بتایئے تا کہ حق واضح ہو جائے۔

(ھ) مودودی نے لفظ اَلْوَسِيْلَة سے بچ کر نکلنے کی راہ نہ پائی تو لفظ جہاد کے معنی بدل کر وسیلہ کو مشکوک کر کے رکھ دیا ہے

یہاں ہم مودودی کا ترجمہ اور تشریح لکھیں گے تا کہ قارئین آیت (مائدہ 5/35) کے معنی اور مفہوم سے یہ معلوم کر سکیں کہ علامہ نے کس حسن سے الوسیلہ کو بے معنی اور نا قابل اختیار و اعتبار بنا دیا ہے۔سنئے:

__علامہ کا ترجمہ__: ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اُس کی جناب میں باریابی کا ’’ذریعہ‘‘ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو، شاید کہ

Presented by Ziaraat.Com

تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 466)

قارئین کوشکر کرنا چاہیئے کہ مودودی کا وسیلے اور واسطے سے انکار (7۔الف،ب) کر کے یہ مان لینا اُن کی مجبوری ہے کہ: اللہ کے حضورؐ میں باریابی بلا واسطہ نہیں ہوسکتی بلکہ باریابی کے لئے ایک ذریعہ (الوسیلہ) درکار ہے۔یعنی یہ قریش اور اُن کے سب سے بڑے راہنما عمر کے عقائد کی شکست اور بطلان پر منہ بولتا ترجمہ اور آیت (5/35) ہے۔

(و) مودودی نے جان بوجھ کرلفظِ جَاھِدُوْا کا غلط ترجمہ کیا ہے؟

اب یہ دیکھئے کہ مودودی کو لفظ''جَاھِدُوا'' کا صحیح ترجمہ نہ صرف معلوم تھا بلکہ انہوں نے دوسرے مقامات پر اس لفظ جَاھِدُوا کا صحیح ترجمہ بھی کیا ہے۔دیکھئے: 1۔جَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ (توبہ 9/41)

''جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 196)

2۔اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ جَاھِدُوْا مَعَ رَسُوْلِہٖ (توبہ 9/86)

''اللہ کو مانو اور اُسکے رسولؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرو'' (ایضاً 2 صفحہ 221)

ان دو مقامات سے ثابت ہوگیا کہ لفظ'' جَاھِدُوْا '' کا صحیح ترجمہ''جہاد کرو'' ہونا چاہیے تھا۔مگر علامہ نے وسیلہ والی آیت (مائدہ 5/35) میں لفظ ''جَاھِدُوْا'' کا ترجمہ اس لئے''جدوجہد کرو'' کردیا کہ اُدھر جہاد اپنے مخصوص اور متعین معنی کے بجائے عام کوشش اور دوڑ دھوپ بن کر رہ جائے اور اِدھر جہاد پر ولیؐ بنائے جانے والے علیؑ کی طرف سے توجہ ہٹ جائے۔اور علیؑ کی جگہ کسی اور چیز کو وسیلہ سمجھا جائے۔چنانچہ اس آیت (مائدہ 5/35) کی تشریح میں آیت کے مفہوم کو متعین کرنے کے بجائے بکھیر کر تباہ کر دیا اور لکھ دیا کہ'' 58 یعنی ہر اس ذریعہ کے طالب اور جویاں رہو جس سے تم اللہ کا تقرب حاصل کر سکو اور اس کی رضا کو پہنچ سکو'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 466) مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے نہ تو یہ بتایا کہ اس سے قربت وتقرب حاصل کرنے کا وسیلہ یا ذریعہ کیا ہے اور نہ یہ بتایا کہ وہ جدوجہد کس قسم اور کس طرح کی ہونا چاہئے کہ محنت وکوشش رائیگاں نہ جائے؟ پھر علامہ کی تشریح کا مطلب تو یہ ہے کہ ہر شخص آزادانہ اپنی عقل وفکر سے جس چیز کو بھی تقرب خداوندی کا ذریعہ یا وسیلہ سمجھ لے اُسے اختیار کر لے اور جتنے مسلمان علامہ والی یہ جدوجہد کریں گے اتنے ہی الگ ذریعے اور وسیلے اختیار کر لیں گے۔ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ پیرانِ پیر دستگیر کو وسیلہ بنا لیں۔کچھ خواجہ غریب نواز کو تقرب کا ذریعہ بنالیں اور ہوا بھی یہی کہ لوگوں نے انہیں وسیلہ بنایا ہوا ہے مودودی نے اُن وسیلہ بنانے والوں کو مشرک لکھا ہے (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 46) اور یہ بھی ہوا ہے کہ اسلامی جماعت نے خود مودودی کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔لیکن علامہ کا اور باقی لوگوں کا باطل پرست ہونا اس سے بھی ثابت ہے کہ وسیلہ والی یہ آیت (مائدہ 5/35) تو خود رسولؐ اللہ پر نازل ہوئی تھی۔اگر وہ حضرتؐ وسیلہ یا تقربِ خداوندی کا ذریعہ نہ تھے اور کون شخص ایسا ہوسکتا ہے جسے وسیلہ بنایا جائے؟ اور اگر وسیلہ کوئی شخص نہ تھا۔بلکہ کوئی چیز یا چیزیں تھیں یا کچھ اعمال تھے تو بتاؤ کہ وہ کون سا عمل تھا؟ یا کون سی چیز تھی؟ ظاہر ہے کہ کسی چیز کو وسیلہ بنانا بالکل بتوں کی طرح غلط ہوگا۔رہ گئے اعمال تو وہ معلوم تھے۔نماز تھی، روزہ تھا، زکوٰۃ تھی، حج تھا ان میں سے کسی ایک عبادت کو وسیلہ اور تقرب کا ذریعہ بنانا بے معنی ہوگا۔اس لئے کہ ان کو اور دیگر نیک اعمال کو اللہ کے یہاں قبول کرانے ہی کے لئے تو وسیلہ درکار ہے۔بہرحال اللہ نے مذکورہ بالا آیات میں ولیؑ ونصیرؑ اور سلطانؑ فرما کر بات واضح کر دی تھی۔مگر علیؑ سے بغض وعناد رکھنے اور اُن کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والوں نے بعد میں قرآن کے مفاہیم ومطالب کو الٹ کرامت کو بتایا۔خود گمراہ جہنمی ہوئے اور

Presented by Ziaraat.Com

دوسروں کو گمراہ و جہنمی بنایا۔

یہ نوٹ کرلیں کہ قرآن میں کوئی ایسا حکم موجود نہیں ہے۔جس کی اللہ و رسولؐ نے وضاحت اور تعین نہ کیا ہو اور لوگوں کو بے مہار اونٹوں کی طرح چھوڑ دیا ہو کہ جس کا جس طرح دل چاہے مطلب اختیار کر کے عمل کرتا رہے۔اور اسی عمل کو اللہ کا حکم سمجھتا چلا جائے۔حقیقت یہ ہے کہ جہاں جہاں قرآن میں مقام مرتضویؑ بیان ہوا ہے۔وہاں ہر جگہ قریش اور قریشی علما نے بے دریغ معنوی تبدیلیاں کی ہیں (فرقان 25/30) اور مقاصدِ خداوندی کو الٹ کر اللہ اور قرآن کو جھٹلایا ہے (انعام 6/66)۔

8۔جہاد ان لوگوں کے لئے جنت کا یا دائمی حیات کا دروازہ ہے جو جہاد کے ولیؑ کے ساتھ مل کر یا اُن کی رضا کے لئے جہاد کریں

آپ دیکھ چکے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے جہاد کو جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ (بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ) فرمایا ہے۔اور آپ کو معلوم ہے کہ جنت میں ''دائمی حیات'' تمام مذاہب میں مسلمہ بات ہے۔تو گویا حضرت علی علیہ السلام نے جہاد کو جنت کا دروازہ فرما کر جہاد کو دائمی حیات تک پہنچنے کا دروازہ قرار دیا ہے۔اور کہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ دروازہ جہاد میں قتل ہو جانے یا مر جانے والوں کے لئے ہے۔لہٰذا بات یہ ہوئی کہ جہاد میں داخل ہونے والا مجاہد، جنت میں یا دائمی حیات میں داخل ہوتا ہے۔یعنی پہلے وہ جنت یا دائمی حیات میں داخل ہوتا ہے۔اُس کے بعد زندہ رہنے یا قتل ہونے کی بات کا نمبر آتا ہے۔یعنی وہ زندہ رہے تب بھی جنت یا دائمی حیات میں رہتا ہے اور قتل ہو جائے یا مر جائے تب بھی وہ جنت یا دائمی حیات ہی میں رہتا ہے۔یعنی جنت ہر حال میں اس کی قیام گاہ ہوتی ہے۔فرق یہ ہوتا ہے کہ قتل ہو جانے یا مر جانے کی صورت میں اُس کا ظاہری اور مشہود قیام عام زندہ لوگوں کے ساتھ نہیں رہتا۔اور زندہ رہنے کی صورت میں جنت کا قیام عام زندہ لوگوں کی نظر میں ظاہر و مشہود نہیں ہوتا لیکن مجاہد بہر حال جنت میں رہنے اور عام لوگوں میں رہنے پر مختار ہوتا ہے۔اور یہ اختیار اسے جہاد کے ولی علیہ السلام کی طرف سے ملتا ہے۔جو دنیا اور جنت دونوں کا مالکؑ و سلطانؑ ہوتا ہے۔ہمارا یہ بیان گو تعلیماتِ قرآن کی لفظ بلفظ ترجمانی ہے مگر اس لئے عجیب اور ناممکن نظر آتا ہے کہ قریشی علما اور راہنماؤں نے اپنے عقائد و تصورات قرآن کے الفاظ پر نہیں بلکہ ذاتی تصور پر قائم کئے ہیں۔

(الف) اگر آپ قرآن کے الفاظ کے عام اور معروف معنی اختیار کر کے اپنے عقائد و تصورات قائم کریں تو باطل خود مر جائے گا

اپنے سابقہ عقائد و تصورات سے ذہن کو خالی کر کے یہ تین آیات پڑھیں:

وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَھُمْOسَیَھْدِیْھِمْ وَ یُصْلِحُ بَالَھُمْO وَیُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ عَرَّفَھَا لَھُمْO (محمدؐ 6-47/4)

مودودی کا غلط ترجمہ؟ ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں گے اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔وہ ان کی راہنمائی فرمائے گا۔ان کا حال درست کر دے گا، اور ان کو اس جنت میں داخل کرے گا جس سے وہ ان کو واقف کرا چکا ہے''۔

(ب) مودودی نے ان آیات (6-47/4) کا صحیح ترجمہ کرنے کے لئے پہلے جملے کا ترجمہ غلط کیا ہے ورنہ پورا ترجمہ غلط کرتے

قارئین مودودی کے ترجمے کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ زندہ لوگوں کے لئے لکھا ہے۔یعنی وہ اس آیت میں مذکور لوگوں کی آئندہ مسلسل راہنمائی جاری رہنا مانتے ہیں۔2۔وہ آئندہ اُن لوگوں کے حالات کو درست کر دیئے جانے کے قائل ہوئے ہیں۔اور یہ دونوں باتیں صرف زندہ لوگوں سے تعلق رکھتی ہیں۔اس لئے کہ مرنے کے بعد نہ تو علامہ اینڈ کمپنی، کسی آدمی کو ہدایت کئے جانے کی قائل ہے اور نہ مر چکنے والوں کے دنیاوی حالات کا درست کیا جانا مانتی ہے۔اور یہ دونوں باتیں علامہ ہرگز نہ مانتے اور ہرگز نہ لکھتے اگر انہوں نے پہلی

Presented by Ziaraat.Com

آیت (47/4) میں آئے ہوئے لفظ قُتِلُوْا کا صحیح ترجمہ کیا ہوتا۔ اِن تینوں آیتوں کے صحیح ترجمہ سے لطف اندوز ہونے سے پہلے آپ مودودی کی خیانت اور فریب سے لطف اندوز ہولیں۔ زیرِ قلم آیت میں لفظ قُتِلُوْا کے معنی:

لفظ قُتِلُوْا کے صحیح اور غلط معنی مودودی کی خیانت وفریب

1۔ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ (47/4)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں گے''یعنی وہ ابھی مرے نہیں تھے۔

2۔ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا (آل عمران 3/195)

اور میرے لئے لڑے اور مارے گئے'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 312)

3۔وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ قُتِلُوْا (الخ) (سورہ حج 22/58)

''اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کر دیئے گئے''۔ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 245)

ساری دنیا کے عربی دان بلکہ دوسری جماعت کے تمام طلبا بھی جانتے ہیں کہ لفظ قُتِلَ (وہ مرد قتل ہوگیا) قُتِلَا (وہ دو مرد قتل ہوگئے) اور قُتِلُوْا (وہ سب قتل ہوگئے) ماضی مذکر غائب کا صیغہ مگر علامہ جیسے بے بدل عالم نے اس قُتِلُوْا کو مستقبل کا صیغہ بنا کر معنی کئے اور اس تفسیر کے پڑھنے والے تمام لوگوں کو قیامت تک فریب دیتے چلے جانے کا پختہ انتظام کر دیا۔ بہر حال قریش اور اُن کے ملعون علما سے قرآن میں ردّ و بدل روز اول سے متوقع اور جاری ہے (فرقان 25/30)

(ج) جہاد میں قتل ہو جانے والے برابر دنیا میں بھی رہتے ہیں اور جنت میں بھی رہتے ہیں اور دونوں جگہ اُن کے ساتھ متعلقہ سلوک کیا جاتا ہے۔

ہمارا لفظ بلفظ ترجمہ ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو چکے ہیں اللہ اُن کے سابقہ و آئندہ اعمال کو گمراہ یعنی بے اثر و بے نتیجہ نہ ہونے دے گا (47/4) اور اُن قتل ہو چکنے والے لوگوں کی برابر راہنمائی کرتا رہے گا، اور اُن کے قلبی و ذہنی اور گھریلو حالات بالکل درست کر دے گا (47/5) اور انہیں اُن جنتوں میں داخل کرے گا اور داخل رکھتا ہے (مضارع یُدْخِلُ) جن کا اُن سے برابر تعارف کراتا رہ چکا ہے''۔ (47/6)

(د) عام اور معمولی حالات میں مخصوص حالات اور مخصوص لوگوں کو بھی چھپا دینا قریشی پالیسیوں کا تقاضا تھا لیکن قرآن بلفظہٖ موجود ہے

قریشی ملاعین نے اسلامی تعلیمات کے ساتھ جو کچھ کیا اس کا پتہ لگانا ناممکن ہو جاتا اگر کہیں انہیں قرآن کا متن بگاڑنے اور بدلنے پر قدرت ہوتی۔ یہ اللہ کا فضل و کرم اور صاحبانِ قرآن علیہم السلام کی پالیسی اور انتظام تھا کہ آج قرآن من و عن موجود ہے اور قریشی علما ہمارے ہاتھوں میں گرفتار ہیں۔ یہاں قارئین سنیں کہ یہ تینوں آیات (6-4-47/4) روز اول سے علما کی پریشانی کا باعث رہتی چلی آئی ہیں۔ چونکہ یہ حضرات اپنی دینی معلومات و تحقیقات کی روشنی میں یہ فیصلہ کئے بیٹھے ہیں کہ جنت اور جہنم میں داخلہ اور رہائش قیامت کے حساب کتاب اور باز پرس سے فراغت کے بعد ہی ممکن ہے۔ اور اس سے پہلے کوئی شخص جنت یا جہنم میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اور نہ وہاں رکھا جاسکتا ہے۔ مندرجہ بالا آیات اُن کے اس فیصلے اور عقیدہ کو واضح اور عام فہم الفاظ میں باطل ٹھہراتی ہیں۔ اس لئے ہر مترجم یہاں پہنچ کر ھکا بکا رہ جاتا ہے۔ کوئی دم دبا کر چپکے سے گزر جانے میں خیریت سمجھتا ہے۔ کوئی ان آیات کو اپنے معمول پر رکھتے ہوئے بلا کوئی چونکا دینے والا لفظ منہ سے نکالے سرسری طور پر گزر جاتا ہے۔ اور کوئی اپنے مذکورہ فیصلے اور عقیدے کے ساتھ ان آیات کو مطابق کرنے اور عام حالات پر ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ سب اس مقصد میں برابر متفق رہے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں کہ قرآن پڑھنے والے قاریوں کو چونکنے نہ دیا جائے۔بعض مترجمین نے ان تینوں آیات کے الفاظ کو زمانہ ماضی سے نکال کر زمانہ مستقبل میں تبدیل کردیا۔اور ایسا کرنے والوں میں سے مودودی کو آپ نے دیکھ ہی لیا ہے۔اور کمال یہ ہے کہ وہ تمام مترجمین قرآن کی غلط ترجمانی کرنے کو جرم بھی سمجھتے اور لکھتے ہیں۔بہرحال یہ تینوں آیات شہدائےؑ راہ خدا اور اسلام پر فِدا ہو جانے والوںؑ کو عام لوگوں سے اور ان کے عام حالات سے بالکل الگ کرتی ہیں اور انہیں ان حالات میں داخل کرتی ہیں جن میں محمدؐ اور علیؑ و فاطمہؑ اور باقی آئمہ علیھم السلام ہمیشہ رہتے تھے۔اِن سب حضراتؑ کے لئے ہر وقت جنت اور جنت کا سامان موجود رہتا تھا (کافی) چونکہ اُن حضرات علیھم السلام کی اجازت سے اور اُن ہی کی خوشنودی کے لئے وہ فدا کارانِ اسلام اُن ہی کے نقشِ قدم پر چلتے تھے اور دنیا کی ہر عزیز ترین چیز کو تج دیتے تھے بیوی بچوں کو مسکرا کر ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے رخصت کر کے مرنے کے لئے رخصت ہو جاتے تھے۔زخموں پر زخم کھاتے کھاتے جاں بحق ہو جاتے تھے۔لہٰذا اللہ اور اُس کے رسولؐ و امامؑ و ولیؑ ایسے لوگوں کو دنیا اور اس کے متعلقات سے منقطع نہ کرتے تھے اور قتل ہو جانے کے امتحان سے گزرنے والوں کو فوراً ہدایات جاری کر کے (سَيَهْدِيهِمْ) اپنے عزیز و اقربا اور دوستوں سے تعلقات رکھنے کا طریقہ بتا دیتے تھے۔اب وہ لوگ خود بھی حیران رہ جاتے تھے۔اسلئے کہ وہ بھی تو یہی سمجھتے تھے کہ مرتے ہی دنیا اور دنیا والوں سے انسان سو فیصد منقطع ہو جاتا ہے۔کسی سے کوئی سروکار نہیں رہتا۔وہ مسرت سے پھولے نہ سماتے تھے اور اپنے بعد باقی رہ جانے والے ساتھیوں کو بھی جا کر خوشخبریاں دیتے اور فدا کاری کے نتائج بیان کر کے انہیں بے خوف کر دیتے تھے (آل عمران 171-3/169)

(ہ) جہاد میں جہاد کے ولیؑ کی سرپرستی میں قتل ہو جانے والے شہدا کا ہم سے بہتر اور ہمارے ساتھ رہ کر زندگی گزارنا اور تا قیامت زندہ رہنمائی اطلاع نہیں

قارئین کرام اپنے دل و دماغ کو ٹٹولیں اور سابقہ معلومات و تعلیمات کے سمندر میں غوطہ لگا کر پتہ لگائیں کہ آپ کے سر میں مرچکنے والوں کے لئے کیا تصورات ہیں؟ کیا آپ نے کبھی کسی شیعہ یا سنی عالم سے یہ سنا تھا کہ راہ خدا میں قتل ہو جانے والے شہدا کیوں کہلاتے ہیں؟ وہ کا ہے کی شہادت دیں گے؟ اگر وہ دنیا والوں سے کہیں الگ رکھے جاتے ہیں تو وہ دنیا والوں سے تولاعلم رہیں گے۔رہ گیا ان کا اپنے مرنے پر گواہ ہونا یا قتل کرنے والوں کے چند افعال پر شاہد ہونا؟ تو اتنی سی بات کے لئے انہیں دائمی زندگی دینا اور شہید یعنی چشم دید اور حاضر و ناظر گواہ کہنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔دائمی زندگی اس لئے کہ وہ اپنے قاتلوں کے ساتھ رہیں ان کے تمام اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں، پھر ان کی اولا د در اولا د اور قیامت تک آنے والی نسلوں کو دیکھتے اور جانچتے رہیں۔اِدھر اپنے بچوں اور بزرگوں اور راہنماؤں کو دیکھیں ان کی خدمت بجا لائیں۔اسلامی منصوبوں کو پروان چڑھانے میں قیامت تک مددگار رہیں۔اگر ایسا نہ ہو تو نہ ان کی دائمی حیات با معنی و با مقصد ہے نہ وہ شَهِيدٌ عَلَى النَّاس کہلا سکتے ہیں۔چنانچہ مذکورہ آیات (47/4-6) کی رو سے اُن کے اعمال نہ ختم ہوں گے نہ بے نتیجہ و گمراہ رہیں گے۔وہ حضرات بدستور برسرکار رہیں گے۔اور اسلام کی تائید و حمایت میں موقع بموقع نتائج مرتب کرتے چلے جائیں گے۔اور ساتھ ہی اُن کی عملی راہ نمائی جاری رہے گی۔تا کہ وہ بہتر سے برتر اسلامی اقدامات کرتے چلے جائیں۔اور ساتھ ہی ان کے ان کمزور حالات کی اصلاح جاری رہے گی جن کی کمزوری کی بنا پر دشمنانِ اسلام انہیں قتل کرنے پر قادر ہوئے تھے۔انہیں مضبوط اور طاقتور بنتے جانے کی ترکیبیں بتائی جائیں گی تا کہ وہ اپنے قاتلوں کو تباہ کر سکیں اور سربراہ اسلام علیھم السلام کے مشن میں باعث تقویت و طمانیت بنیں۔اسی دوران انہیں جنت میں بار بار آنے جانے کا موقع دیا جاتا رہے گا۔اور جب قیامت کے بعد وہ آخری مرتبہ جنت میں جائیں گے تو جنت ان کے لئے دیکھی بھالی چیز ہوگی۔

Presented by Ziaraat.Com

علامہ حضرت محمد احمد رضا خانصاحب کا ایک جملہ جوان کے ایمان کا پتہ دیتا ہے

یہاں علامہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی کے قرآنی ترجمہ سے ایک جملہ سن کران کے لئے دعائے رحمت فرمائیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ:

''18۔ وہ منازل جنت میں نو وارد ناآشنا کی طرح نہ پہنچیں گے جو کسی مقام پر جاتا ہے تو اُس کو ہر چیز کے دریافت کرنے کی حاجت درپیش ہوتی ہے۔ بلکہ وہ واقف کارانہ داخل ہوں گے۔ اپنے منازل ومساکن کو پہچانتے ہوں گے۔ اپنی زوجہ وخدام کو جانتے ہوں گے۔ ہر چیز کا موقع ومحل ان کے علم میں ہوگا۔ گویا وہ ہمیشہ سے یہیں کے رہنے بسنے والے ہیں''۔ (ترجمہ، حاشیہ 18 صفحہ 658-657)

یعنی ان کی ازواج اور خدمتگار جنت میں پہلے سے موجود ملیں گے۔

جنت میں بہت بیویاں اور بہت مکانات ومحلات بھی سمجھ لیں۔

شہدا کی زندگی کے حالات سے یہ بھی سمجھ لیں کہ جنت میں ان گنت ازواج اور لاتعداد مکانات کا کیا مطلب ہے؟ ظاہر ہے کہ شہدا نے تو قیامت تک زندہ رہنا ہے اور زندگی کی تمام ضروریات سے دوچار رہنا ہے۔ لیکن ان کی ازواج تو اپنی اپنی فطری عمر میں مرتی رہیں گی۔ انہیں مرنے کے بعد جنت میں رکھا جائے گا۔ اور قیامت تک نہ معلوم کتنی ازواج سے دنیا میں تعلق رہے گا۔ ان سب کو یہ حضرات نہ صرف جانتے پہچانتے ہوں گے بلکہ بارہا ان سے جاکر ملتے بھی رہیں گے۔ اور اُن سب کے لئے مکانات کی حد بندی کرنا بھی ناممکن ہے۔ لہٰذا جب دنیا اور دنیاوی زندگی ختم ہو جائے گی اور جنت میں آخری مرتبہ داخلہ ہوگا تو ہر شہید راہِ خدا کا اپنا علاقہ بہت وسیع وعریض ہوگا۔ اور حدیث کے تمام بیانات صحیح وصادق ثابت ہوں گے۔ شہدائے راہِ خدا جنت کے قیام میں بھی محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام کی نوازشات سے محروم نہ رہیں گے۔ یہ تفصیلات قرآن نے سمیٹ کر یوں بھی بیان کی تھیں کہ: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَO (بقرہ 2/154)

مودودی ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں، مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا''۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 126)

دوسرے مقام پر فرمایا کہ:۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَO فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ O يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَO (آل عمرانؑ 171-3/169)

ہمارا مشرح ترجمہ:۔ ''تم لوگ یہ حساب نہ لگا بیٹھنا کہ جو مومنین راہِ خدا میں قتل ہو گئے ہیں، وہ مرجاتے ہیں۔ وہ مرتے نہیں ہیں بلکہ وہ تو زندہ رہتے ہیں۔ اور بدستورِ سابق اپنے پروردگار سے تمام سامانِ حیات وسامانِ ترقی حسب ضرورت حاصل کرتے رہتے ہیں اور سامانِ حیات وترقی کے علاوہ اُن کے پروردگار نے جو کچھ انہیں اپنے فضل وکرم سے عطا کر رکھا ہے اس پر تو بہت ہی شاداں وفرحاں رہتے ہیں اور جو مومنین اُن کے پیچھے رہ گئے اور قتل ہوکر ابھی اُن سے آکر نہیں ملے ہیں اُن کو خوشخبریاں سناتے ہیں کہ انہیں قتل ہوجانے یا راہ خدا میں قربان ہوجانے کا وہ خوف اور اعزاء واقربا سے جدائی کا وہ رنج وملال نہیں رہے گا جو عموماً ناواقفوں کو ہوا کرتا ہے۔ اور انہیں اللہ نے جن نعمتوں اور احسانات سے نوازا ہے وہ بھی ان کو خوشخبری کے طور پر بتاتے رہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اللہ اُن کے اعمال ضائع نہ کرے گا یعنی شہید نہ بھی ہوئے تب بھی نیت کی بنا پر شہدا میں شامل کرے گا''۔

Presented by Ziaraat.Com

تیسرے مقام پر فرمایا گیا کہ:۔

وَ الَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ثُمَّ قُتِلُوۡۤا اَوۡ مَاتُوۡا لَیَرۡزُقَنَّہُمُ اللّٰہُ رِزۡقًا حَسَنًا وَ اِنَّ اللّٰہَ لَہُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ O لَیُدۡخِلَنَّہُمۡ مُّدۡخَلًا یَّرۡضَوۡنَہٗ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَعَلِیۡمٌ حَلِیۡمٌ O (حج 22/58-59)

ہمارا مشرح ترجمہ:۔ ''اور وہ مومنین جنہوں نے اسلامی مقاصد کے ماتحت اپنے وطن سے ہجرت کی پھر وہ اسلام کی وجہ سے قتل ہو گئے یا عام مرنے والوں کی طرح مر گئے اللہ کے لئے ضروری ہے کہ انہیں ان کی اسلامی نیتوں کی بنا پر عمدہ قسم کا سامانِ حیات و ترقی عطا کرے اور عطا کرتا رہے (مضارع) اور اللہ تو اُن کو سامانِ حیات و ترقی دینے والے باقی تمام رازقوں سے بہتر رازق ہے۔اور اللہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ انہیں ایسی قیام گاہوں میں داخل کرے اور داخل کرتا چلا جائے جن سے وہ مومنین راضی اور خوش ہوتے رہیں۔اور یقیناً اللہ تو اُن کے حالات و مقامات و خوشنودی کا ذاتی طور پر جاننے والا اور بردبار ہے''۔(22/58-59)

قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ حیاتِ دائمی یا جہاد کے متعلق ان تینوں مقامات (بقرہ 2/154، آل عمرانؑ 3/169-171، حج 22/58-59) کی تفسیر سورہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آیات (47/4-6) میں کی گئی ہے۔اور یہ تمام مقامات مختصراً اُس صورتِ حال کے لئے کافی ہیں جو ولی مطلق علیہ السلام کی نوازشات پر بہت سی آیات میں سے بطور نمونہ سامنے لائی گئی ہیں۔اب ہم اُن مقامات پر ایک طائرانہ نظر ڈال کر تمام نتائج کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں غور سے پڑھیئے اور آیات مذکورہ کے الفاظ سے مقابلہ کر کے تصدیق فرمایئے:۔

(و) وَلی مطلق سے ملحق ہو جانے والوںؑ کے متعلق وہ پہلو جو جلدی یا تسلسل کی بنا پر پوری توجہ نہ پا سکے یا ہمارے الفاظ کی گنجائش میں نہ آ سکے

سب سے پہلے اس ہمہ گیر حقیقت پر توجہ دیں کہ ان تمام آیات میں جن حضرات کا تذکرہ ہوا ہے وہ وہی لوگ ہیں جن کو ساری دنیا کی زبانوں میں ''مردہ'' کہا جاتا ہے۔مگر قرآن میں اللہ نے تمام ہی انسانوں کے فیصلے کے خلاف انہیں قتل ہو چکنے اور مر چکنے کے باوجود زندہ (اَحۡیَآءٌ) فرمایا ہے۔ اور سب کو منع کر دیا ہے کہ کسی بھی حیثیت یا حساب سے انہیں نہ مردہ کہو نہ مردہ سمجھو۔اور یہ مان لیا ہے کہ لوگوں کو اُن کی زندگی کا یا زندہ رہنے کا شعور نہیں ہے (وَ لٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ) یہ جملہ کہ:'' تمہیں اُن کے زندہ موجود رہنے کا شعور نہیں''۔

اُسی صورت میں بامعنی ہو سکتا ہے۔جب ہمارا شعور اُن تک رسائی رکھتا ہو۔یعنی وہ لوگ ہمارے آس پاس اُسی طرح موجود رہتے ہوں جس طرح وہ چیزیں موجود ہیں جن کا ہمیں شعور ہے یا ہوتا ہے مطلب یہ کہ اگر وہ لوگ کہیں ہماری عقل و نظر کی رسائی سے دور رکھے گئے ہوں، جیسا کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام، تو یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ:

''تمہیں اُنکی زندگی کا یا زندہ موجود رہنے کا شعور نہیں''۔اس جملے کا مطلب اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ وہ حضرات ہماری ہی طرح ہمارے ہی ساتھ زندہ ہیں، ہم میں گھلے ملے رہتے ہیں اور ہمیں اس کا قدرتی شعور نہیں ہوتا۔یعنی جب تک ہمیں کوئی زیادہ ارفع و اعلیٰ شعور رکھنے والی ہستی مدد نہ دے ہم اُن سے اپنے دیگر ساتھیوں، پڑوسیوں اور عزیز و اقربا کی طرح رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔لہٰذا یہ بات فطری ہے کہ جن جن لوگوں سے وہ شہدا علیہم السلام رابطہ رکھنا چاہیں گے ان کو مذکورہ بلند شعور دیا جائے گا۔تاکہ وہ انہیں فائدہ پہنچا سکیں بشارت دے سکیں اور اُن کے اعمال و افکار و منصوبوں میں اصلاح دے سکیں اور انہیں امامؑ عصر سے مربوط کر سکیں۔اور یہ سب کچھ اُن کی تفسیر (47/4-6) میں واضح کر دیا گیا ہے۔یہ حضراتؑ اور اُن کے پسندیدہ حضرات سربراہؑ اسلام سے مربوط رہتے ہیں۔اور آجکل حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کے ممبران ہیں۔اور

Presented by Ziaraat.Com

انہیں قربِ امامؑ زمانہ سے زیادہ اور کوئی مقام پسند بھی نہیں۔ انہیں کے پسندیدہ مقام (مُدْ خَلِ) میں رکھنے کا وعدہ بھی کیا گیا ہے (22/59) لہٰذا اُن کا زیادہ وقت سرکارؑ کے ساتھ گزرتا ہے۔

دوسرا پہلو: مندرجہ بالا آیات اور شہدائے راہِ خدا کی دائمی حیات اور مذکورہ بالا حالات کو علما نے نہ صرف یہ کہ سمجھا نہیں بلکہ مختلف مقامات پر ایسے تشریحی بیانات بھی لکھ دیئے ہیں جن سے صورتِ حال اور اللہ کے بیانات مشکوک ہو کر رہ گئے اور وہ راہ بھی بند ہوگئی کہ کوئی قاری چونکتا، سوچتا اور حقیقتِ حال کو سمجھ جاتا۔ چنانچہ ہم یہاں علامہ مودودی کا ایک بیان لکھتے ہیں جس سے وہ راہ بند ہوئی ہے۔ وہ اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

مودودی اور تمام علما، شھدا کو انسانوں سے کہیں دور مگر اللہ کے پاس قید کرتے ہیں

''یہ بات ملحوظ رہے کہ یہاں فِي الْجَنَّةِ (جنت میں) نہیں بلکہ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اُن کے رب کے ہاں) کے الفاظ ارشاد ہوئے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اپنے رب کے ہاں تو بندہ مرنے کے بعد ہی پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے آیت کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں پہنچ کر ہی نہیں بلکہ مرنے کے وقت سے دخولِ جنت تک کے زمانے میں بھی مومن صالح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہی رہے گا۔ وہ عذاب برزخ سے، 2۔ روزِ قیامت کی سختیوں سے، 3۔ حساب کی سخت گیری سے، 4۔ میدان حشر کی رسوائی سے، 5۔ اپنی کوتاہیوں اور قصوروں پر مواخذہ سے لازماً بچنا چاہے گا اور اللہ جلّ شانہ اس کی یہ ساری خواہشات پوری فرمائے گا''۔ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 373)

یہاں قارئین صرف اتنا نوٹ کریں کہ مذکورہ مومنین عام انسانوں کے ساتھ بہرحال نہ رہیں گے۔ نہ انہیں اپنے عزیزوں اور اقربا سے کوئی تعلق رہے گا نہ وہ اپنے دشمنوں پر اثر انداز ہوسکیں گے۔ اور اس قطع تعلق اور نظر بندی یا قید کی دلیل علامہ کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ نے اُن کے لئے جملہ عِنْدَ رَبِّهِمْ فرمادیا ہے۔

''عِنْدَ رَبِّهِمْ'' کے معنی صرف ''اللہ کے پاس'' کرنے سے بھی کام نہیں چلتا

ہم قارئین کو پہلے یہ بتادیں کہ یہ لفظ ''عِنْدَ'' کے معنی ''پاس'' بھی ہیں اور کچھ اور بھی ہیں۔ یہ اس لئے کہ عربی زبان میں یہ لفظ لفظ نہیں بلکہ حرف ہے۔ اور اسی قسم کے اور بھی بہت سے حرف ہیں۔ ایسے حروف، الفاظ اور جملوں میں، ربط پیدا کرنے اور مفاہیم کو متعین کرنے کے لئے بہت سے ہیں اور اُن کے اغراض و مقاصد اور معنی و مفاہیم قواعد کی کتابوں میں بیان ہو چکے ہیں جن پر تمام عربی علما کا اتفاق ہے۔ اور اسی بنا پر ہم نے مودودی کے مذکورہ معنی کو فی الحال قبول کرلیا ہے۔ یعنی شہدا اور صالح مومنین مرتے ہی اللہ کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور قیامت تک وہیں رہتے ہیں۔

مگر اللہ رہتا کہاں ہے؟

جب ہم نے یہ مان لیا تو علامہ اینڈ کمپنی کا یہ کام ہے کہ وہ جگہ بتائیں جہاں اللہ رہتا ہے؟ اگر اُن کا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ اللہ کائنات میں ہر جگہ اپنی پوری قوت و قدرت وصفات کے ساتھ موجود ہے۔ تو وہ منکرِ ذات وصفاتِ خداوندی ہیں اور اُن سے گفتگو کی ضرورت نہیں رہتی؟ اور اگر وہ یہ مانتے ہیں تو پھر یہ ماننا لازم ہوگا کہ وہ شہدا اور صالح لوگ بھی کائنات میں ہر جگہ موجود ہیں۔

ہمارا اللہ کے وجود پر صحیح عقیدہ اور قرآن کے بیانات اور الفاظ دونوں ہماری تائید اور مودودی کی تردید کرتے ہیں

اور ہمارا موقف بھی یہی ہے اس لئے کہ جہاں تک اللہ کی ربوبیت (رب العالمین) ہے وہیں تک اُس کی رحمةؐ (رحمۃ للعالمین) ہے۔ یعنی امام زمانہ علیہ السلام کا نظام سارے عالمین کو محیط ہے۔ اور شہدا علیہم السلام اُس نظام کے ممبران ہیں اور ہر جگہ ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

عِنْدَ اللّٰہ نہیں فرمایا بلکہ عِندَ رَبِّهِمْ فرمایا ہے

پھر یہ بات یوں بھی صحیح ہے کہ اللہ نے قرآن میں عِنْدَ اللّٰہ نہیں فرمایا اور نہ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِیْن فرمایا ہے۔ لہٰذا قرآنی دلیل کے ماتحت رب العالمین کے ماتحت تمام ارباب میں امام زمانہ علیہ السلام سب سے بزرگ رب ہیں۔ وہ وہی رب ہیں جن کے کھلے ظہور سے یہ زمین جگمگا اٹھے گی (وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔ زمر 39/69)

عِنْدَ رَبِّهِمْ کے موزوں ترین معنی مودودی جانتے تھے۔ نمونہ دیکھئے

قریشی علما پر ابلیس نے واجب کر دیا ہے کہ محمدؐ و آئمہ علیہم السلام کے مقامِ بلند کو چھپانے اور مشکوک کرنے کیلئے متعلقہ آیات کے معنی تبدیل کرتے رہیں (فرقان 25/30) چند مثالیں دیکھیں:۔

1۔ دشمنانِ دین خود ساختہ مطالب کو اللہ اور اُس کی کتاب کے سر چپکاتے رہے ہیں

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ O (آل عمرانؑ 3/78)

''اور حقیقت یہ ہے کہ اُن میں ضرور ایک ایسا فرقہ موجود ہے۔ جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا الٹ پھیر کرتا ہے کہ تم یہ سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے۔ حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ:

__مودودی ترجمہ:__ ''یہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 267)

2۔ دوسرا نمونہ: قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ۔ الخ (انعام 6/58)

__مودودی ترجمہ__ ''کہو اگر کہیں وہ چیز میرے اختیار میں ہوتی جس کی تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 546)

3۔ تیسرا نمونہ:۔ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ (اعراف 7/134)

__مودودی ترجمہ:۔__ ''کہتے'' اے موسٰی تجھے اپنے رب کی طرف سے جو منصب حاصل ہے'' (ایضًا جلد 2 صفحہ 73)

4۔ چوتھا نمونہ: ۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ، قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ .. الخ (نسا 4/78)

__مودودی ترجمہ:۔__ ''اور اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ تمہاری بدولت ہے کہو سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے'' (ایضًا جلد اول صفحہ 375)

مودودی کو جھوٹا اور فریب ساز ثابت کرنے کے لئے یہ سیکڑوں نمونوں میں سے چار ہی نمونے کافی ہیں اور یہ جملہ عِنْدَ رَبِّهِمْ کے معنی ''اپنے پروردگار کی طرف سے'' کرنے کی دلیل بنتے ہیں اور حقیقت واقعی بھی یہی ہے کہ شہدا علیہم السلام ہوں یا کوئی اور سب کو اُن کے پروردگار ہی کی طرف سے ملتا ہے جو کچھ بھی ملتا ہے۔ لہٰذا شہدآء کے لئے یہ پابندی لگانا باطل ہے کہ وہ جنت میں یا کہیں اور رہنے پر مجبور ہیں۔

5۔ شہدا کے متعلق ہماری ترجمانی مودودی کے بیان سے بھی صحیح ہو جاتی ہے

حقانیت میں وہ جبروتی قوت ہوتی ہے کہ وہ مخالف کے ہاتھوں بھی حق ثابت ہوتا رہتا ہے۔ مودودی کی ایک بات سنئے:

''مسند احمد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مروی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص نیک عمل لے کر دنیا سے جاتا ہے اُسے اللہ کے

ہاں اس قدر پُر لطف اور پر کیف زندگی میسر آتی ہے جس کے بعد وہ کبھی دنیا میں واپس آنے کی تمنا نہیں کرتا۔ مگر شہید اُس سے مستثنیٰ ہے۔ وہ تمنا کرتا ہے کہ پھر دنیا میں بھیجا جائے اور پھر اس لذت، اس سرور اور اس نشے سے لطف اندوز ہو جو راہِ خدا میں جان دیتے وقت حاصل ہوتا ہے''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 303-302)

6۔ اس روایت کو قرآن سے متفق کرنے کے لئے یا ایک بات مانئے یا اس کا انکار کیجئے

علامہ کا وہ بیان جس میں صالح مومنین کو اللہ کے پاس قید رکھنے کی بات ہو چکی ہے آیت کے الفاظ دیکھئے، آیت کا پورا ترجمہ مودودی سے سنئے اور پھر ترجمہ کا نتیجہ ہم سے سنئے اور فیصلہ کیجئے: اللہ نے فرمایا ہے کہ: لَھُمۡ مَّا یَشَآءُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الۡمُحۡسِنِیۡنَ O (زمر 39/34)

مودودی ترجمہ:

''انہیں اپنے رب کے ہاں وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کریں گے۔ یہ ہے نیکی کرنے والوں کی جزا''۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 372)

آیت کے الفاظ اور اس ترجمہ کا تقاضا ہے کہ جو کچھ وہ لوگ چاہیں یا خواہش کریں یا جو کچھ بھی اُن کی تمنا ہو اللہ اسے پوری کرتا رہے۔ لہٰذا روایت کی رو سے شہدا کی تمنا دنیا میں واپس جا کر راہِ خدا میں قتل ہونا اور مودودی کا مذکورہ لطف حاصل کرنا ہو گی جو اللہ کے بیان کے مطابق پوری کی جائے گی۔ لہٰذا اللہ تمام شہدا کو واپس دنیا میں بھیج دے گا۔ یہاں تک تو بات آسان ہے۔ اس کے بعد شہدا کے دوبارہ قتل ہونے کا انتظام فطری طور پر تو یہ ہو گا کہ وہ مومنین کے گروہ میں رہیں دشمنِ اسلام کی راہ میں رکاوٹیں بنیں تا کہ وہ انہیں اپنی راہ سے ہٹانے کے لئے قتل کر ڈالیں۔ اور وہ پھر اللہ کے پاس جائیں اور وہاں فراہم کردہ نعمتوں سے پھر مطمئن نہ ہوں اور پھر دنیا میں آنے اور قتل ہونے کی تمنا کریں۔ پھر جائیں۔ پھر دشمنانِ خدا کو خفا کریں اور قتل ہوں۔ یعنی جب تک اللہ اُن کے لئے لذت قتل سے زیادہ لذیذ نعمت فراہم نہ کردے یہ تمنا ختم نہ ہو گی اور جب تک یہ تمنا رہے گی دنیا میں آنا جانا اور دشمنانِ اسلام سے جنگ و قتل ختم نہ ہو گا۔ بہر حال یہ دشمنانِ خدا اور رسولؐ جتنا مان لیں اس پر شکر کریں۔ قرآن بہر حال حق ہے اور اُس کی ہر بات اٹل ہے خواہ قریش مانیں یا نہ مانیں۔

9۔ جہاد کو ترک کرنے والے یا اُس سے جان و مال عزیز رکھنے والے مومنین علیؑ اور اللہ کی نظر میں کیا مقام رکھتے تھے؟ چند فیصلے۔

قارئین نے جہاد کی تعریف، اُس کے معنی و مفہوم تفصیل سے ملاحظہ کئے جہاد اور مجاہدین کی عظمت دیکھی۔ جہاد پر ولی مطلق بنائے جانے والے علی علیہ السلام کا مختصر سا حال پڑھا۔ اب ہم یہ دکھائیں گے کہ اعلان جہاد ہو جانے کے بعد جہاد کی تمام شرائط پوری ہو جانے کے بعد بھی جہاد کے ولیؑ کے حضور میں اپنی جان و مال سے حاضر نہ ہونا اور دل و جان سے مقاصدِ خداوندی کے حصول میں کوشاں نہ ہونا اللہ، رسولؐ اور علیؑ کی نظر میں کیسا ہے؟

(الف) علیؑ کی نظر میں تارک الجہاد، ذلتوں، آفات و مصائب و حادثات، رسوائی، تنزل، حماقت، محرومی اور مظالم کا تختۂ مشق اور منزل بن جاتا ہے

حضرت علی علیہ السلام نے مسلسل فرمایا ہے کہ:

(1) جس کسی نے بھی جان بوجھ کر جہاد کو ترک کیا۔ اللہ اسے ذلت کا لباس پہنا دیتا ہے اور آفات و حادثات اور آزمائشوں کا کوٹ پہنا دیتا ہے۔(خطبہ 27، جملہ 5)

(2) اور بدنامی اور تنزل میں رہنے کے لئے راندۂ درگاہ کر دیتا ہے۔(خطبہ 27، جملہ 6)

Presented by Ziaraat.Com

(3)اور اللہ اس کے دل پر بے عقلی اور بے بضاعتی وارد کردیتا ہے۔(خطبہ 27، جملہ 7)

(4)جہاد کو ضائع کرنے کے سبب سے اس سے حق رسی کو سلب کرلیا جاتا ہے لہٰذا وہ باطل پر کاربند ہوجاتا ہے۔غربت و بے چارگی میں دھنستا اور پھنستا چلا جاتا ہے اور اس کو انصاف سے محروم ہونا پڑتا ہے۔(خطبہ 27، جملہ 8)

جس طرح حضورؑ نے چار جملوں میں جہاد اور مجاہدین کی عظمت بیان فرمائی تھی اسی طرح قریشی مسلمانوں کو جہاد ترک کرنے اور اس سے جی چرانے کے نتائج بھی چار ہی جملوں میں سمیٹ کر قیامت تک اور بعد قیامت پیش آنے والے مصائب و آلام کا انبار لگا دیا ہے۔جس کا بہت بڑا ذخیرہ ہم دنیا کے مسلمانوں پر مسلط دیکھ رہے ہیں اور جس سے چھٹکارے کی ہر کوشش ہزار سال سے ناکام و بے نتیجہ ثابت ہوتی چلی آرہی ہے۔یہ جہاد کے نعرے مارتے اور اپنے نام نہاد کفر سے پٹتے چلے آرہے ہیں۔ان کے پاس کوئی چیز اُن کی اپنی نہیں ہے۔اگر حکومت ہے تو کافروں کی دی ہوئی ہے اگر افواج ہیں تو اسلحہ کفر کا صدقہ ہیں۔یہ روزمرہ صبح شام ریڈیو پر اسلحہ اور ہوائی جہازوں اور دوسرے سامانِ جنگ کی بھیک مانگتے سنائی دیتے ہیں۔کان پک گئے ان کی اپیلوں اور گیدڑ بھبکیوں کو سنتے سنتے۔یہ دنیا کی ساری اقوام میں ذلیل و رذیل ترین لوگ ہیں۔ان کی بدکرداری، بدکردار کافروں سے بھی گھناؤنی اور حیا سوز ہے۔اللہ نے انہیں اور ان کی حکومتوں کو خدا کے منکروں، کمیونسٹوں، یہود و نصاریٰ کا اور ہندوؤں کا بھکاری بنادیا ہے۔یہ مادی سامان کے علاوہ ان سے عقل کی بھیک بھی دن رات مانگتے ہیں۔یہ ورلڈ چرچ سروس کا صدقہ اپنے دینی مدرسوں کے طلبا کو کھلانے میں شرم محسوس نہیں کرتے۔جو سامان ان کے نام نہاد کافروں اور بے دینوں کے یہاں سے غربا کی مدد کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے اسے بازاروں اور مارکیٹوں میں فروخت کرکر کے لکھ پتی بنتے رہتے ہیں الغرض مسلمانوں پر وہ تمام نتائج مسلط ہیں جن کی اطلاع حضرت علی علیہ السلام نے اپنے مخاطبوں کو دی تھی۔

(ب)اللہ، رسوؐل اور جہاد انتظامی حیثیت سے ہم رتبہ ہیں ان سے اپنی جان و مال و اولاد و اعزا کو عزیز رکھنے والے عذابِ خداوندی کا انتظار کریں

یہاں سے قارئین یہ دیکھیں گے کہ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور جہاد کو اپنا ہم پلہ اور ہم رتبہ قرار دیا ہے۔اور یہاں جہاد کے معنی وہ ہستی ہیں جسے جہاد پر ولیٔ بنا کر (نسا 4/75) مظلوموں، بے کسوں اور بھولے بھالے لوگوں کی رستگاری کا ذمہ دار بنایا ہے۔اور جس کی اجازت سے نوعِ انسان پر تلوار اٹھائی جائے گی۔اور وہ اجسام کاٹ کر پھینک دیئے جائیں گے جو نوع انسان کے جسم میں پھوڑے اور ناسور کی طرح مزید خرابی کا باعث ہوں۔یعنی جس کے فیصلے کے بعد انسانی سروں اور اعضا کا کاٹنا اسی طرح مفیدِ انسانیت ہو جس طرح ایک سرجن کے آپریشن کے بعد بہتری کا یقین ہوتا ہے۔اور یہ الم انگیز صورتِ حال عقلاً و تجربۃً مسرت انگیز سمجھی جائے کہ کتنی عورتیں بیوہ ہوجائیں گی اور کتنے بچے یتیم ہو جائیں گے۔جن بچوں کو ان کے والد کی زندگی ڈاکو بنادے ان کا یتیم ہوجانا اس لئے بہتر ہے کہ انہیں رسوؐل ایسا مہربان باپ پرورش کرے گا عظیم الشان اور اللہ کا پسندیدہ انسان بنائے گا۔اور بیواؤں کو ان کے شوہروں سے کہیں زیادہ تحفظ فراہم کرے گا۔لہٰذا اللہ اور اللہ کا رسوؐل اور جہاد پر ولی حضرت علیؑ انتظامی معاملات میں ہم رتبہ ہیں اور جہاد کو چھوڑنے والا درحقیقت اللہ، رسوؐل اور ولیؑ کو چھوڑتا ہے۔ایسے لوگوں کو اللہ نے یوں مخاطب فرمایا ہے کہ:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

Presented by Ziaraat.Com

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَO (توبہ 9/24)

''اے نبیؐ آپ تمام مخاطبوں کو بتا دیں کہ اگر تمہیں تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے سرپنچ (uper tens) اور تمہارے وہ اموال و جائیدادیں جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہاری وہ تجارت اور کاروبار جس کے مندا پڑ جانے کا تمہیں کھٹکا لگا رہتا ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں بہت پسند آتے ہیں اللہ اور اُس کے رسولؐ اور اُس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز اور محبوب تر ہیں؟ تو تم بہت خبردار رہ کر اللہ کے دوسرے حکم کے پہنچنے کا انتظار کرو اور سمجھ لو کہ اللہ ایسی پوری قوم کی ہدایت نہیں کیا کرتا جو فاسق یعنی لاقانون ہو''۔

اس آیت کے مقاصد نوٹ کر لیں

ہر ایمان لانے والے شخص پر واجب ہے کہ وہ اللہ، رسولؐ اور جہاد کے ولیؑ (4/75) کے سامنے اپنی جان و مال و اولاد و ازواج و آباؤ اجداد اور سارے کنبے اور قبیلے اور لیڈروں کو بلا تکلف پیش کرے تا کہ وہ انہیں جس طرح چاہیں استعمال کریں۔

(2) اگر انہیں مندرجہ بالا آیت میں مذکور کوئی چیز اللہ و رسولؐ اور جہاد کے ولیؑ سے عزیز تر ہو تو وہ فاسق ہیں اور انہیں عذابِ خداوندی کا منتظر رہنا چاہیے۔

(3) اگر کسی شخص نے اپنے خیال و عقل و تجربے سے اپنا مفاد اللہ و رسولؐ اور ولیؑ سے ہٹ کر سمجھا تو وہ سمجھ و عقل و تجربہ باطل ہوگا۔ اور تمام اعمال باطل ہوں گے جو یوں بجا لائے جائیں۔

(4) وہ افراد جو کسی حالت میں کسی مومن کو نقصان نہیں پہنچا سکتے وہ اللہ، رسولؐ اور ولیؑ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتے۔

(5) اللہ، رسولؐ اور ولیؑ کے مقابلے میں اپنی یا اپنے مذکورہ اعزا، قوم اور لیڈروں کی مصلحت کو ترجیح دینا بھی باطل ہے۔

(6) اللہ، رسولؐ اور ولیؑ کا ہر حکم واجب التعمیل اور مفید ہوگا۔

(7) ہر وہ مسلمان باطل پرست ہوگا جو کسی بھی مسلمان کو اللہ، رسولؐ اور ولیؑ کی منشا کے خلاف مشورہ دے۔

(ج) جو لوگ ایمان لانے کے بعد جہاد نہ کریں یا دلوں میں احکامِ خدا اور رسولؐ کے متعلق کوئی الجھن رکھتے ہوں نہ مومن ہیں نہ سچے لوگ ہیں

حقیقی مومنین اور صادق القول صرف اُن لوگوں کو کہا جا سکتا ہے جو ایمان لانے کے بعد کسی قلبی الجھن میں مبتلا نہ ہوئے ہوں اور جان و مال سے جہاد کیا ہو۔ سنئے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَO (حجرات 49/15)

''درحقیقت مومن تو صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد کبھی بھی دلوں میں الجھن محسوس نہ کی اور اپنی جان و مال سے اللہ کے مقاصد کے لئے جہاد کیا۔ اور وہی سچے لوگ بھی ہیں''۔

(د) جن مومنین نے جہاد میں صبر و ثباتِ قدم نہ دکھایا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ جہاد سے مراد جہاد کا ولیؑ ہے

اللہ نے جنت میں جانے کے لئے ایسی شرط لگائی ہے جسے کسی بھی زمانے کے مسلمانوں کی کثرت پورا نہیں کرتی لہٰذا سوال یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کی

Presented by Ziaraat.Com

کثرت جہنم میں جائے گی؟ اللہ کا اعلان سنیئے اور غور کیجئے:۔

(1) اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَ لَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ جٰہَدُوۡا مِنۡکُمۡ وَ یَعۡلَمَ الصّٰبِرِیۡنَ O (آل عمران 3/142)

مودودی ترجمہ: ''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں۔ جو اُس راہ میں جانیں لڑانے والے اور اُس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں''۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 290)

(2) وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ حَتّٰی نَعۡلَمَ الۡمُجٰہِدِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَ الصّٰبِرِیۡنَ ۙ وَ نَبۡلُوَا۠ اَخۡبَارَکُمۡ O (محمدؐ 47/31)

''ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں''
(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 29)

(ہ) مودودی اینڈ کمپنی اگر اللہ کی اصلاح نہ کرتی تو ان دونوں آیات میں محمدؐ و علیؑ کی پوزیشن واضح ہوگئی ہوتی، مگر اللہ متعدد پھر بھی رہ گئے؟

مودودی ترجمہ پر تنقید نہ بھی کی جائے تب بھی یہ ثابت ہوگیا کہ جنت میں ایسا کوئی مومن داخل نہ ہو سکے گا جس نے جہاد نہ کیا ہو۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاد کا حکم 2ھ ہجری میں آیا تھا لہٰذا حکم نازل ہونے سے پہلے کے مسلمان جنت میں جانا چاہئیں اور اُن تمام مسلمانوں کو بھی جنت میں جانا چاہیے جو جہاد کے لئے صالح نہ ہوں یعنی تندرست و توانا نہ ہوں۔ یا اپنے گھر میں اکیلے مرد ہوں۔ یعنی جو لوگ جہاد سے مستثنیٰ ہوں اُن کو جنت میں جانا چاہیے۔ بظاہر ان دونوں آیات میں یہ پہلو مذکور نہیں ہے اور نہایت سختی و پختگی اور جامع طریقے پر مجاہدین کے علاوہ اور مومنین کو جنت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ جہاں جہاں جہاد کا تذکرہ ہو آپ جہاد کے ولی علیہ السلام کے بغیر جہاد کا تصور نہ کریں۔ اس لئے کہ جہاد، جہاد کے ولیؑ کی رضا کے ساتھ جہاد ہے۔ جسے وہ حضرت معذور سمجھیں وہ جہاد میں شریک سمجھا جائے گا۔ جو لوگوں کو جہاد کے لئے تیار کریں اُن کی عدم موجودگی میں اُن کی ذمہ داریاں سنبھالیں تاکہ وہ اطمینان سے جہاد کریں وہ تمام مومنین و مومنات جہاد کے ولیؑ کے ساتھ جہاد میں شریک مانے جائیں گے۔ یعنی جہاد ہو یا نہ ہو اگر جہاد کا ولیؑ خوش و مطمئن ہے تو اُس کی خوشنودی اور اطمینان ہی جنت میں داخلہ کی ضمانت ہیں۔

(د) دونوں آیات (47/31,3/142) کو سمجھنے کی وہ راہ جو علامہ نے اللہ کے بیان کی اصلاح کی آڑ میں قارئین سے چھپا دی ہے

اللہ نے ان دونوں آیات میں تین دفعہ ایسی بات فرما دی ہے جو اللہ کے لئے مودودی کو شایانِ شان معلوم نہیں ہوئی اس لئے علامہ نے لفظ ''یَعۡلَمِ'' دو مرتبہ اور لفظ ''نَعۡلَمَ'' کا ترجمہ ''دیکھا'' اور ''دیکھ لیں'' کر دیا ہے جو غلط ہے ہم آپ کو صحیح ترجمہ دکھاتے ہیں:۔

1۔ لَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰہُ ''ابھی تو اللہ کو علم ہی نہیں ہوا ہے''

2۔ یَعۡلَمَ الصّٰبِرِیۡنَ ''صبر کرنے والوں کا علم حاصل کرلے'' یہ دونوں جملے پہلی آیت (3/142) میں استعمال ہوئے تھے۔

3۔ نَعۡلَمَ الۡمُجٰہِدِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَ الصّٰبِرِیۡنَ ''جہاد کرنے والوں کا علم حاصل کر'' اور ''صبر کرنے والوں کا علم حاصل کرلے''

علامہ نے چاہا کہ اللہ سے علم کی نفی کی اصلاح کر دی جائے۔ یعنی اللہ نے اپنی ذات سے علم کی نفی کر کے غلطی کی تھی۔ علامہ کو یہ غلطی پسند نہ آئی انہوں نے اللہ کی لاج رکھ لی اور قارئین سے غلطی چھپا دی۔ ہم دونوں آیتوں کا لفظ بلفظ ترجمہ کرتے ہیں۔ سنئے:

پہلی آیت کا ترجمہ۔ ''کیا تم نے یہ حساب لگا رکھا ہے کہ تم بلا باز پرس ہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ کو اُن لوگوں کا علم ہی نہیں ہوا

Presented by Ziaraat.Com

جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو اور نہ یہ معلوم ہوا کہ تم میں سے صابر کون کون ہیں‘‘(3/142)

دوسری آیت کا ترجمہ۔ ’’ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ علم ہو جائے کہ تم میں سے مجاہدین کون کون ہیں اور صبر کرنے والے کون کون ہیں اور تمہاری خبروں کو بھی آزمائیں گے‘‘(47/31)

اللہ نے یہی کچھ فرمایا ہے ہمیں اس میں کسی اصلاح کی اس لئے ضرورت نہیں کہ اللہ نے قرآن میں بار بار اپنی اور اپنے جانشینوںؑ خلفأاور انبیاءؑ ورسلؑ یا نائبینؑ کی پوزیشن واضح کی ہے اور ہم اس پوزیشن پر ایمان لائے ہیں اور ہمارے ایمان میں کسی صورت میں کوئی الجھن (ریب) اور کوئی شک وشبہ ممکن ہی نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کے اقوال وافعال اللہ کے اقوال وافعال ہیں۔ یہاں تک کہ یہ سارا قرآن اور اسکی تمام تفصیلات بقولِ خدا، رسولؐ کا ایک قول ہے (اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ) (حاقہ 69/40، تکویر 81/19) رسولؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ حضورؐ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ رسولؐ کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے۔ رسولؐ کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہے۔ الغرض رسولؐ سر سے پیر تک اللہ کے نمائندے ہیں رسولؐ کا جاننا اللہ کا جاننا ہے۔ لہٰذا ان دونوں آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب تک لوگ تلوار لے کر جہاد نہ کرلیں اور ثبات قدم کا ثبوت نہ دے دیں، اُس وقت تک اللہ کسی کو علم غیب کی رو سے مجاہد اور صابر نہ کہے گا اور جب رسولؐ کو عملی علم ہو جائے گا تب اللہ اُن کے جہاد وصبر کو قبول کرے گا اور تصدیق کردے گا۔ پھر علامہ کی اس اصلاح میں اللہ کے علم کی نفی تو دور کردی گئی مگر اللہ کی وحدانیت پر جو حرف آتا تھا۔ اُس کی اصلاح نہیں کی گئی یعنی اللہ کی وحدانیت کی نفی کردی گئی اور مان لیا کہ اللہ ایک نہیں بلکہ کئی ایک اللہ ہیں اور اسی لئے جمع کے صیغے سے بات کرتے ہیں۔ یعنی:۔

علامہ کا ترجمہ: ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے۔

ہم نے بار بار یہ بتایا ہے کہ اللہ نے جہاں جہاں بھی اپنے لئے جمع کا صیغہ (نَحْنُ) بولا ہے وہاں اُن جمع میں ادارۂ نبوت محمدؐ یہ شامل ہوتا ہے۔ یعنی ’’میں، میرا رسولؐ اور میرا اولیؑ اور میرے ملائکہ تمہیں ضرور آزمائش میں ڈالیں گے۔ اور ہم سب تمہارے حالات واخبار کی ٹوہ لگائیں گے۔ اور معلوم کر کے رہیں گے کہ تم میں مجاہدین اور ثابت قدم کون کون ہیں اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے والے اور پہاڑوں پر جاچڑھنے والے کون ہیں‘‘(3/142, 47/31)

ہمارے عقائد ایسے عقائد ہیں کہ قرآن کے الفاظ کا ترجمہ بدلنے کی احتیاج نہیں ہوتی۔ ہم اللہ کے ہاتھ علیؑ کے ہاتھوں کو مانتے ہیں اللہ کا چہرہ اِن حضرؑات کا چہرہ ہوتا ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ جہاں جہاں اللہ کی بات یا صفات میں ممکن الوجود جھلکتا ہے وہاں اللہ سے محمدؐ یا اجزائے نور محمد صلی اللہ علیہ وعلیھم مراد ہوتے ہیں۔ ہم اللہ سے محمدؐ اور اُن کے جانشین حضرؑات کو جدا کرنا بے دینی یقین کرتے ہیں (نسآء 4/150,151) اور وہی بے دینی قریش کا حقیقی دین ہے (اُولٰٓئِکَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا)

(ز) جہاد کا ولیؑ اگر تمام مسلمان فوج کے قلوب کا تسلیم شدہ نہ ہو تو جہاد اُس فوج کا محافظ نہیں ہوتا اُسے نمازِ خوف پڑھنا پڑتی ہے

عہدِ رسولؐ کے مسلمانوں کی کثرت یعنی قریش حضرت علی علیہ السلام کی روز اول سے مخالف تھی۔ یہ مخالفت دعوتِ ذی العشیرہ (شعرا 26/214) کے دن (نبوت کے چوتھے سال سے) شروع ہوگئی تھی۔ اس لئے کہ اس دعوت میں قریش آنحضرؐت کی وزارت وحکومت وخلافت کیلئے تیار نہ ہوئے، آخر حضورؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ اور وزیر بنانے کا اعلان کردیا۔ اس کے بعد قریش نے یہ اجماعی فیصلہ کیا کہ خاندان نبوت میں خلافت اور حکومت نہ جانے دینگے (الفاروق حصہ اول صفحہ 103 طبری حصہ سوم صفحہ 282-279) لہٰذا قریش نے حضرت علی علیہ السلام کو ولیؑ

اور خلیفہ رسوؐل اور وزیر کبھی نہیں مانا تھا۔ وہ صرف دنیاوی اقتدار وحکومت اور دولت کیلئے ایمان لائے تھے(آل عمران 3/152,153,155) یہ لوگ جہاد کو لوٹ مار اور مال غنیمت حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی عام قبائلی جنگ سمجھا کرتے تھے۔ اور اُن کے نزدیک فتح وکامیابی اللہ کے ہاتھ میں نہیں بلکہ فوجی کثرت اور فنونِ جنگ جاننے پر ہوتی تھی۔

قریش جہاد کو جنگ سمجھتے تھے اور فتح وشکست اپنی فوجی کثرت اور سامانِ جنگ پر منحصر رکھتے تھے اس لئے ہزیمت ہوتی تھی

اللہ نے قریش کو اُن کی کثرت پر غرور کے لئے میدان جہاد میں شکست دی تھی اور اُن کا کافرانہ تصور بیان کیا تھا کہ:

لَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیۡ مَوَاطِنَ کَثِیۡرَۃٍ وَّیَوۡمَ حُنَیۡنٍ اِذۡاَعۡجَبَتۡکُمۡ کَثۡرَتُکُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ عَنۡکُمۡ شَیۡئًا وَّضَاقَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡاَرۡضُ بِمَارَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّیۡتُمۡ مُّدۡبِرِیۡنَO ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡھَا وَعَذَّبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَذٰلِکَ جَزَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَO ثُمَّ یَتُوۡبُ اللّٰہُ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ...الخ(توبہ 27تا9/25)

''یقیناً اے قریشی فوج اللہ نے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کی ہے۔ اور غزوہ حنین میں بھی تم نے اللہ کی نصرت کو دیکھا تھا۔ جب تم اپنی افرادی کثرت پر گھمنڈ میں مبتلا تھے اور وہ کثرت ذرہ برابر تمہارے کام نہ آسکی بلکہ الٹا تم پر یہ وسیع وعریض زمین تنگ ہوگئی تھی اور تم دُم دبا کر پیٹھ پھرا کر اپنی ولایت کی طرف فرار کر گئے تھے۔ پھر تمہارے میدانِ جنگ سے بھاگ جانے کے بعد اللہ نے اپنے رسوؐل اور باقی ماندہ مومنین پر اپنا سکینہ نازل کیا اور ساتھ ہی وہ فوجیں نازل کردیں جنہیں تم نہ دیکھ سکے۔ اور حق پوش برسرِ جنگ افواج والوں کو عذاب میں مبتلا کیا اور وہی حق پوشی کا اور حق پوشوں کے لئے بدلہ تھا۔ اور اللہ نے جنہیں معاف کرنا پسند کیا اُن کی توبہ قبول کر لی تھی۔ اور اللہ تو ہے بھی غفور اور رحیم''(توبہ 27تا9/25)

قارئین نوٹ کرلیں کہ عہدِ رسوؐل میں مسلمانوں کو کثرت کے باوجود شکست بھی ہوجاتی تھی اور پھر خاص انتظام کے ذریعہ سے رسوؐل کو شکست سے بچا لیا جاتا تھا۔ اور چونکہ قریش کے مسلمان اپنی قریشی قوم کے حملہ آور لوگوں سے جنگ کرنا چاہتے نہ تھے۔ اور موقع ملتے ہی فرار ہوجاتے تھے تاکہ حملہ آور قریش رسوؐل کو گھیر کر قتل کردیں اور یوں قریشی مسلمان رسوؐل کی حکومت سنبھال لیں۔ رسوؐل بھاگنے والوں کو پکارتے رہ جاتے تھے اور وہ پلٹ کر رسوؐل کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے(آل عمران 3/153) قریش کی بے دینی کی وجہ سے جہاد کا ولیؑ اور اللہ انہیں برابر تجربہ کراتے رہے تاکہ وہ اپنی بد عقیدگی اور بے دینی کو ترک کریں اور اللہ وعلیؑ کا تحفظ حاصل کرلیں۔ مگر اُن کا مقصد عقائد کی اصلاح کرنا تھا ہی نہیں وہ تو افرادی قوت سے کامیابی چاہتے تھے۔ اس لئے جہاد میں بھی اُن پر جنگ والے قوانین عائد رکھے گئے تھے۔

عہدِ رسوؐل کے بدعقیدہ قریش کی وجہ سے جہاد کا سفر بھی محفوظ نہ تھا اور خود جہاد کے دوران انہیں ڈرتے ڈرتے آدھی نماز بھی نہ ملتی تھی

حضرت علی علیہ السلام کو جہاد کا ولیؑ مانا جاتا تھا تو جہاد خود مومنین کا محافظ اور فتح کا ضامن تھا اور عہدِ رسوؐل کے قریشی مجاہدین کو ڈر ڈر کر پھونک پھونک کر قدم رکھنا اور سفر کرنا پڑتا تھا اور جنگ کے دوران انہیں آدھی نماز بھی ایک دم پڑھنے کو نہ ملتی تھی۔ قرآن کا اعلان سنیئے:

وَاِذَاضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَکُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اِنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ کَانُوۡالَکُمۡ عَدُوًّا مُّبِیۡنًاO وَاِذَا کُنۡتَ فِیۡھِمۡ فَاَقَمۡتَ لَھُمُ الصَّلٰوۃَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَۃٌ مِّنۡھُمۡ مَّعَکَ وَلۡیَاۡخُذُوۡۤااَسۡلِحَتَھُمۡ فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡیَکُوۡنُوۡا مِنۡ وَّرَآئِکُمۡ وَلۡتَاۡتِ طَآئِفَۃٌ اُخۡرٰی لَمۡ یُصَلُّوۡا فَلۡیُصَلُّوۡامَعَکَ وَلۡیَاۡخُذُوۡا حِذۡرَھُمۡ وَاَسۡلِحَتَھُمۡ وَدَّالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا

Presented by Ziaraat.Com

لَوۡتَغۡفُلُوۡنَ عَنۡ اَسۡلِحَتِکُمۡ وَاَمۡتِعَتِکُمۡ فَیَمِیۡلُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ مَّیۡلَۃً وَّاحِدَۃً ..الخ (نساء4/101,102)

''اور جب تم لوگ جہاد کے سفر پر نکلو تو نماز کو کم کر دینے میں کوئی حرج نہیں جب کہ تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ وہ لوگ کوئی فتنہ برپا کر دیں گے جنہوں نے حق کو چھپا دینے کا تہیہ کر رکھا ہے اس لئے کہ حق پوش لوگ تو تمہارے کھلم کھلا دشمن ہیں۔اے نبیؐ دورانِ جہاد جب تم اِن فوجیوں کے ساتھ خود بھی میدانِ کارزار میں موجود ہو اور اُنہیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہو تو اُن فوجیوں میں سے ایک گروہ تمہارے پیچھے نماز کے لئے کھڑا ہو جائے اور اپنا اسلحہ ساتھ رکھے جب یہ گروہ سجدہ کر چکے تو نماز چھوڑ کر واپس میدان جنگ میں جا پہنچے۔ساتھ ہی دوسرا گروہ آ جائے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہو وہ بھی پہلے گروہ جتنی نماز پڑھے اسلحہ ساتھ رکھے اور چوکنا رہے۔اور سجدہ کے بعد لڑائی میں شریک ہو جائے۔اسلحہ کا بڑا خیال رکھیں کیونکہ حق پوش لوگ تمہاری غفلت کا انتظار کرتے ہیں۔تاکہ جیسے ہی تمہیں غافل پائیں تو تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں''۔

(ح) جہاد کے ولیؑ کو اُس کا پورا مقام دینے والے مجاہدین خوف وہراس سے محفوظ ہو جاتے ہیں سفر اور عبادت میں خلل نہیں پڑتا ہے

قارئین نے دیکھ لیا کہ عہدِ رسولؐ میں قریش کی وجہ سے سارے مسلمانوں کو خوف وہراس سے دوچار رہنا پڑتا تھا۔اس لئے بھی کہ رسولؐ کے مقابلہ میں تیغ بکف گروہ قریش کا تھا۔اور انہوں نے اپنے قابلِ اعتماد لوگوں کو اسلام کی نقاب میں خود آنحضرتؐ کے چاروں طرف پھیلا دیا تھا۔جنہوں نے منت سماجت کر کے اپنی بیٹیاں رسولؐ کے حرم میں پہنچا دی تھیں۔یعنی رسولؐ اپنے گھر کے اندر بھی اپنے دشمنوں سے محفوظ نہ تھے۔وہاں عائشہ بنت ابوبکر اور حفصہ بنت عمر نے اسلام کے نام پر رسولؐ کے خلاف محاذ بنا رکھا تھا۔(تحریم 4تا66/1)

یہاں یہ بھی نوٹ کریں کہ نماز کو جہاد کے دوران ثانوی پوزیشن بھی نہیں دی گئی ہے۔اگر بھاگتے دوڑتے ایک رکعت بھی مل جائے تو غنیمت سمجھنا چاہیے۔جو لوگ دن رات نماز کے نعرے مارتے ہیں ان کو بتاؤ کہ تم جھوٹے ہو۔تمہاری کوئی عبادت بلا وسیلہؑ (مائدہ 5/35) قبول نہیں ہوتی ہے۔

(ط) قریشی مسلمانوں کا عہدِ رسولؐ میں قریشی مخالفوں سے جنگ وجہاد سے بچ کر رہنا اور جی چرانا ہی قریشی سازش وگٹھ جوڑ کا راز کھولتا ہے

قارئین یہ سمجھ لیں کہ اگر اللہ نے جہاد اور جہاد کے ولیؑ کا اعلان نہ کیا ہوتا اور مکہ کے قریشی سرداروں نے جارحانہ حملے نہ کئے ہوتے تو کوئی بھی قریشی سازش کو نہ سمجھ سکتا۔سب نے ابوبکر وعمر وطلحہ وزبیر کو، اُن تمام قریشیوں کو حقیقی مومن ہی سمجھا ہوتا جو اعلان نبوت کے بعد جلدی جلدی رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہو گئے تھے۔اور قریشی علما جو مقام ان لوگوں کو دیتے چلے آ رہے ہیں۔اُس پر شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ رہتی۔مگر قریش کی بدقسمتی کہیے یا اُن کی سازشی پالیسی کی خامی قرار دیجئے یا اُن کا اپنی افرادی اور مالی قوت پر غلط بھروسہ سمجھئے کہ انہوں نے جبر وظلم ونیزہ وتلوار کو اپنی کامیابی کا ذریعہ بنا لیا۔جیسا کہ بعد کے حالات سے ظاہر ہوا کہ وہ اپنی سازش میں کامیاب تو ضرور ہو گئے۔مگر سازش کا سربستہ راز کھل گیا۔اور آخر خلیفہ دوم نے خود بھی تسلیم کر لیا۔(الفاروق۔تاریخ طبری)

یہ سب جہاد اور جہاد کے ولی حضرت علی علیہ السلام کی پالیسیوں سے ممکن ہوا تھا۔چنانچہ قرآن میں جگہ جگہ آپ کو اللہ کے ایسے بیانات ملیں گے جن سے اسلام اختیار کر لینے والے قریشیوں کا اسلام کے منکر اور دشمن قریشیوں سے ساز باز کرتے رہنا، اُن سے راہ ورسم وروابط برقرار رکھنا، اُن سے محبت ومودت رکھنا، اُن کو رازدار ومونس وغمخوار سمجھنا ہی نہیں ثابت ہوتا بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا چلا جاتا ہے کہ مسلمان ہو چکنے والے قریش

Presented by Ziaraat.Com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حقیقی مرکز وحکمراں ماننے کے بجائے مکہ کے قریشی مرکز کو اپنا حکمران مانتے اور اُس کے احکام کی تعمیل کرتے چلے گئے۔ اللہ کا یہ بیان سنئے جو اعلانِ نبوت سے اکیس سال کے بعد کیا گیا تھا۔یعنی قریش کو اسلام لا کر روزہ نماز زکوۃ وحج وجہاد بجالاتے ہوئے اکیس سال گزر چکے ہیں اور رسولؐ کی وفات میں صرف دو سال باقی ہیں۔اُس وقت قریش کیسے مسلمان ومومن تھے؟ سنئے: ترجمہ مودودی کا ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّكُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡھِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَقَدۡ كَفَرُوۡا بِمَا جَآءَكُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ ، یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِیَّاكُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ رَبِّكُمۡ،اِنۡ كُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِیۡ تُسِرُّوۡنَ اِلَیۡھِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَیۡتُمۡ وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡهُ مِنۡكُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ O (سورہ ممتحنہ 60/1)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم اُن کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور اُن کی روش یہ ہے کہ رسولؐ کو اور خود تم کو صرف اس قصور پر جلاء وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب، اللہ پر ایمان لائے ہو۔تم چھپا کر اُن کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو اعلانیہ کرتے ہو، ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں۔جو شخص بھی تم میں سے ایسا کرے وہ یقیناً راہِ راست سے بھٹک گیا‘‘۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 423-424)

اس ترجمہ پر تنقیدی نظر، قرآن کو خود ساختہ افسانوں کے ماتحت نہیں رکھا جاسکتا، اولیاء اور مودۃ کے معنی دوست اور دوستی نہیں ہوتے، مضارع کو آزاد رکھیں

قارئین نوٹ کریں کہ قریش نے روزِ اول سے قرآن کا رخ موڑنے کے لئے تمام اہم اور اپنے لئے آنے والی خطرناک آیات کے سلسلے میں چار سو سال تک اپنے ماہرین سے موزوں افسانے گھڑوائے تھے۔جنہیں قرآن کی تفسیر کہہ کر پبلک میں پھیلانے کے لئے دن رات دولت اور خون بہایا گیا۔اس آیت (60/1) کے متعلق بھی ایک شخص حاطب بن ابی بلتعہ کو ہیرو بنا کر ایک افسانہ مشہور کیا گیا ہے کہ اُس نے اہل مکہ کو ایک خط کے ذریعہ سے رسولؐ اللہ کی فوجی تیاری اور حملہ کے متعلق اطلاع دینا چاہی تھی۔اور وہ خط پکڑا گیا تھا۔بہرطور یہ قصہ سر سے پیر تک ایک سیاہ جھوٹ اور مکر ہے تاکہ اُن کی قومی پالیسی ڈھکی رہ جائے اور ایک فرضی شخص کو قربانی کا بکرا بنا کر پھر اُسے بھی جال سے نکال لیا جائے۔اس آیت (60/1) میں کہیں کوئی ایسا لفظ یا اشارہ تک نہیں ہے کہ یہاں کسی ایک آدمی کی کوتاہی یا غلطی یا غداری بیان ہوئی ہے۔یہ تو پوری قوم کی بات کرتی ہے اور اس قوم کی مستقل عادت بیان کر رہی ہے۔اور تمام مجرم مومنین کو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ کہہ کر مخاطب کیا ہے۔اگر قصور ایک آدمی کا ہوتا تو سب کو مجرم قرار دینا خود جرم ہوتا۔پھر اگر علامہ کے ترجمہ کو بلفظہٖ صحیح مان لیا جائے تب بھی تمام مخاطبین کی مستقل عادت بیان کی گئی ہے کہ:

(1) تَتَّخِذُوا: مضارع ہے اور ثابت کرتا ہے کہ مجرم مومنین بحیثیت مجموعی اللہ کے دشمنوں کو اپنا دوست بناتے تھے اور بناتے رہیں گے۔

اس لئے حکم دیا گیا کہ: ’’تم میرے دشمنوں کو دوست نہ بنایا کرو‘‘

اگر ترجمہ صحیح کیا گیا ہوتا تو اللہ کا حکم یہ ہے کہ: ’’اے لوگو جو ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہو تم میرے دشمنوں کو اپنے حکمران نہ بنایا کرو‘‘۔

ہم علامہ کے قلم سے صحیح ترجمہ دکھانے والے ہیں۔اور آگے بڑھئے اللہ نے فرمایا کہ:۔

(2) تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡھِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ ۔ یہاں بھی لفظ تُلۡقُوۡنَ مضارع ہے۔اور مَوَدَّة کے معنی دوستی کئے گئے ہیں۔حالانکہ مَوَدَّة میں دوستی سے بڑھ کر احترام لازم ہے۔یعنی مودۃ بزرگوں سے ہوتی ہے۔تلقون کے معنی ’’طرح ڈالنا‘‘ محض بکواس ہے۔یہ لفظ ’’لِقَاءٌ‘‘ سے بنتا ہے اور معنی ہیں

Presented by Ziaraat.Com

زیارت یا دیدار کرنا (قرآن) حکم کا مطلب یہ ہوا کہ:

''تم لوگ اُن کا بڑے احترام اور عقیدت سے دیدار کرتے ہو اور کرتے رہو گے'' یعنی جب بھی ملتے ہو تو سروقد تعظیم بجالا کر زیارت کرتے ہو' کہیں بھی نہ خط لکھنے کی بات ہے نہ ایک شخص کا ذکر ہے اور نہ اتفاقیہ بات ہے۔ مستقل رویہ یہی ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ:

(3) تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۔ یہ لفظ تُسِرُّوْنَ بھی مضارع ہے اور معنی یہ ہوئے کہ:

''تم اللہ کے دشمنوں سے نہ صرف اتنا کہ بڑے احترام و عقیدت سے ملاقاتیں کرتے ہو اور کرتے رہو گے بلکہ تم اُن عقیدتمندانہ ملاقاتوں کو صیغہ راز میں بھی رکھتے ہو اور برابر راز داری سے ملاقات کرتے بھی رہو گے'' اور یہ کہ:

(4) ''تم اللہ کے دشمنوں کو اپنے حکمران بناتے ہو اور بناتے چلے جاؤ گے۔ تم اللہ کے دشمنوں کے حضور میں اپنا خلوص وعقیدت پیش کرتے ہو اور برابر ایسا کرتے رہو گے اور یہ سب کچھ تم نے نہایت راز دارانہ انداز میں جاری کیا ہوا ہے مگر میں تمہاری ہر خفیہ اسکیم پر خوب مطلع ہوں۔ تمہارا ظاہر تو یہ ہے کہ تم اسلام لائے ہو مومن ہو مگر باطن یہ ہے کہ تم اسلامی اقتدار پر قبضہ جمانے کے لئے یہ سب پاپڑ بیل رہے ہو۔ اگر تم سے ہو سکے تو آئندہ یہ کاروبار بند کر دو اور سن رکھو کہ جو کوئی بھی اس کاروبار میں لگا رہے گا وہ راہ راست سے ہٹ کر باطل کا پیرو ہو چکا ہے''۔

قارئین قریشی دانشوروں کا افسانہ پڑھیں اور دیکھیں کہ اس آیت اور ان مستقل بیانات سے اُس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے اللہ نے تو تمام مجرم مخاطبین پر یہ طنز کیا ہے کہ:

''بظاہر تو تم میری راہ میں اور میری خوشنودی کے لئے جہاد کے لئے نکلے ہو لیکن حال تمہارا یہ ہے کہ نہایت راز داری سے تم مکہ کے قریشی مرکز سے وابستہ ہو۔ چپکے سے اپنا خلوص اور عقیدت برقرار رکھتے ہوئے موقع کی تلاش میں ساتھ ساتھ رہتے ہو دشمنانِ دین کو اپنا حکمران بنا رکھا ہے اور سمجھتے ہو کہ کسی کو اس سازش کا علم نہیں ہے''۔

قریش ساز افسانہ کو فریب ثابت کرنے کے لئے آیت کا ایک اور جملہ

قارئین کرام اُس قصے میں کہیں یہ وہم تک بھی نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے جہاد کے لئے فوج لے کر نکل چکے تھے۔ مگر آیت یہ کہتی ہے کہ: اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِىْ سَبِيْلِىْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِىْ.........(60/1)

علامہ کا ترجمہ ''اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ''۔

اِس ترجمہ سے اور آیت کے لفظ خَرَجْتُمْ (تم نکلے ہو) سے واقعہ یہ ہے کہ آیت جہاد کے سفر کے دوران کی بات کر رہی ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کی رو سے مدینہ میں مقیم نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کی فوج کو مدینہ سے لے کر کہیں باہر ہیں اور جہاد کی غرض سے سفر جاری ہے یا کہیں مدینہ سے دور دشمن سے جنگ کا انتظار فرما رہے ہیں اور یہ کہ تمام مسلمان اس لئے مدینہ سے نکلے تھے (خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِىْ سَبِيْلِىْ) کہ وہ راہ خدا میں جنگ کے لئے جا رہے ہیں۔ اس صورت حال کے خلاف قریشی افسانہ یہ بتاتا ہے کہ حضورؐ اور تمام مسلمان مدینہ میں اپنے اپنے گھروں میں ہیں اور ابھی ننانوے فیصد مسلمانوں کو یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ انہیں کہیں جہاد کے لئے جانا ہے۔ لیکن افسانے کا ہیرو کسی طرح رسولؐ اللہ کے دل کی یا اللہ کے غیب کی بات معلوم کر لیتا ہے اور اہل مکہ کو اطلاعی خط لکھتا ہے کہ ہوشیار ہو جاؤ تم پر رسولؐ اللہ حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ خط

Presented by Ziaraat.Com

ایک عورت کو دیتا ہے۔عورت کو مدینہ سے باہر پکڑ کر اس سے وہ خط برآمد کرلیا جاتا ہے۔اور خط والے ہیرو کو ڈانٹ ڈپٹ بھی مدینہ کے اندر ہی کی جاتی ہے۔یعنی افسانہ مدینہ میں قیام بتاتا ہے اور اللہ سارے مسلمانوں کو جنگ کیلئے مدینہ سے باہر دکھاتا ہے۔لہٰذا افسانہ سازوں کو یقین تھا کہ نہ کوئی ہمارے افسانے پر شک کرے گا اور نہ غور وخوض وتنقید کرے گا۔چنانچہ یہی ہوا کہ ثلاثہ اینڈ کمپنی کے نام نہاد مخالفوں یعنی شیعہ علمانے بھی اس افسانہ کو من وعن تسلیم کر کے اپنی تفسیروں اور تشریحات میں بھی لکھ دیا۔اور کسی نے آیت کے الفاظ (خَرَ جْتُمْ) پر توجہ نہ دی۔جو بتاتے ہیں کہ واقعہ مدینہ کے اندر کا ہے ہی نہیں۔اور نہ کسی ایک دفعہ کی بات ہے بلکہ یہ تو قریشی مسلمانوں کی مستقل عادت وسنت رہی ہے کہ جنگ کے دوران بھی اپنے مکی مرکز کے اشاروں پر چلیں۔اس مستقل عادت وسنت اور عملدرآمد کا نتیجہ قریشی مسلمانوں کو یہ فرما کر بتایا تھا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ O (آل عمران 3/149)

مودودی ترجمہ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو،اگر تم اُن لوگوں کے اشاروں پر چلو گے جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تو وہ تم کو الٹا پھیر لے جائیں گے۔اور تم نامراد ہو جاؤ گے''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 293)

قارئین سوچیں کہ اگر ایسے مسلمان اور مومن موجود نہ تھے اور مکہ والے کافروں کی ''اطاعت'' نہ کرتے تھے؟ تو اللہ نے اس آیت (3/149) میں مومنین پر تہمت لگائی ہے۔اور ایسا خیال خالص بے دینی پر مبنی ہے۔لہٰذا یہ مان کر مسلسل چند آیات (3/150-154) کو پڑھئے قریشی سازش کھل کر سامنے آجائے گی کہ یہ تہمت نہیں حقیقت واقعی ہے۔

(ی) قریشی لیڈروں اور علمائے علیؑ سے عداوت اور ثلاثہ اینڈ کمپنی سے محبت کی بنا پر پورے قرآن میں ردوبدل کی (25/30) اور لفظ ''ولی'' و''مولیٰ'' کا بھی ستیاناس کیا۔

اس خطبے (27) کے ماتحت بات جہاد کے ولی (ہمدرد ترین حاکم) کی ہو رہی ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ ہم قریش کی اُس سازش کی جھلک دکھاتے چلیں جس میں عربی زبان کے معنوی استقلال کو عموماً اور قرآن کریم کے الفاظ کو خصوصاً تباہ کیا گیا ہے۔تاکہ حضرت علی علیہ السلام کے لئے استعمال شدہ الفاظ کے معنی کو بدل بدل کر اتنا مشکوک کر دیا جائے کہ بڑے سے بڑا محقق بھی زیر تخریب الفاظ کے معنی کا صحیح تعین اور تشخص کرنے میں ناکام ہو کر رہ جائے اس سلسلے میں ہم یہاں صرف ایک لفظ ''ولی'' کی تخریب پر صرف ایک قریشی عالم کی کوشش آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔اسی گفتگو کے دوران آپ کو قریش کی اُس ہمہ گیر سازش کا پتہ بھی چل جائے گا جس کے ماتحت انہوں نے اپنے رائج کردہ غلط معنی سے لغات یا ڈکشنریوں کو بھی بھروا دیا تاکہ معنی تلاش کرنے والا شخص خود گم ہو کر رہ جائے۔اور جو گم نہ ہونا چاہے وہ مجبور ہو کر وہی معنی اختیار کرے جو قریشی سازش نے پسند کئے تھے۔

اول۔''ولی'' اور ''اولیآ'' کے معنی ومفاہیم کو بکھیرنے،بگاڑنے اور مشکوک کرنے میں مودودی تمام سابقہ علما سے بڑھ گئے ہیں

مودودی صاحب نے الفاظ ''ولی'' اور ''اولیآء'' کے معنی کو تباہ کرنے کے لئے عربی زبان کی غلط وسعت کی آڑ اختیار کرتے ہوئے لکھا کہ:

''اصل میں لفظ ''اولیآء'' استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم عربی زبان میں بہت وسیع ہے۔معبودان باطل کے متعلق گمراہ انسانوں کے مختلف عقائد اور بہت سے مختلف طرزِ عمل ہیں جن کو قرآن مجید میں ''اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی بنانے'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔قرآن پاک کا تتبع کرنے سے لفظ ''ولی'' کے حسب ذیل مفہومات معلوم ہوتے ہیں''۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480)

Presented by Ziaraat.Com

آیت (ممتحنہ 60/1) میں ذکر مومنین کا ہوا ہے مگر مودودی گمراہ انسانوں کے ولی کی بات سے دھوکا دیتے ہیں

زیر بحث آیت (60/1) میں اللہ نے مومنین کو منع کیا ہے کہ "تم میرے دشمنوں کو ولی نہ بناتے رہو" مگر علامہ لفظِ "ولی" کے وہ مفاہیم لکھیں گے جو بقول اُن کے "گمراہ انسان" "ولی" کے متعلق اختیار کرتے تھے اور اس ہیرا پھیری کے بعد اُن مفاہیم کو اس آیت (60/1) کے ہی نہیں سارے قرآن کے سر چپکا کر مسلمانوں کو کھلا دھوکا دیں گے۔ بہر حال اُن کے بیان کردہ مفاہیم سنئے ارشاد ہے کہ:

ولی کے کافرانہ مفاہیم جو علامہ نے اختیار کئے یا بگاڑے ہیں۔

1۔ "جس کے کہنے پر آدمی چلے، جس کی ہدایت پر عمل کرے۔ اور جس کے مقرر کئے ہوئے طریقوں، رسموں اور قوانین وضوابط کی پیروی کرے۔ (نساء آیات 118 تا 122۔ سورہ اعراف 3، 27 تا 30) (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480)

2۔ "جس کی راہنمائی (Guidance) پر آدمی اعتماد کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اُسے صحیح راستہ بتانے والا اور غلطی سے بچانے والا ہے۔ (البقرہ 257۔ بنی اسرائیل 97۔ الکھف 50،17۔ الجاثیہ 19) (ایضاً صفحہ 480)

3۔ "جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ میں دنیا میں خواہ کچھ بھی کروں وہ مجھے اُسکے بُرے نتائج سے، اور اگر خدا ہے اور آخرت بھی ہونے والی ہے، تو اُسکے عذاب سے بچالے گا" (النساء 173،123۔ الانعام 51۔ الرعد 37۔ العنکبوت 22۔ الاحزاب 65۔ الزمر 3) (ایضاً صفحہ 480)

4۔ "جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں فوق الفطری طریقے سے اُس کی مدد کرتا ہے، آفات ومصائب سے اُس کی حفاظت کرتا ہے، اُسے روزگار دلاتا ہے، اولاد دیتا ہے، مرادیں برلاتا ہے، اور دوسری ہر طرح کی حاجتیں پوری کرتا ہے (ھوڈ 20۔ الرعد 16۔ العنکبوت 41)۔ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480)"۔

قارئین نے نوٹ کر لیا ہوگا کہ مودودی نے صرف ایک لفظ (ولی) کے اتنے معنی ومفاہیم لکھ دیئے ہیں کہ قاری ان چاروں نمبروں کے ماتحت لکھے ہوئے معنی میں سے کسی ایک معنی کو اختیار کرنے میں ہچکچائیں گے۔ اور جس مفہوم کو اختیار کریں گے اُسے اختیار کرنے میں اُن کے پاس کوئی ایسی دلیل نہ ہوگی جس سے باقی معنی کو ترک کرنا جائز ہو جائے۔ اور یہی صورت خود مودودی کے سامنے آئی ہے۔ اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ: "بعض مقامات پر قرآن میں "ولی" کا لفظ اِن (چار نمبروں میں مذکور معنی) میں سے کسی ایک معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور بعض مقامات پر جامعیت کے ساتھ سارے مفہومات مراد ہیں"۔ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480۔481)

یعنی یہ فیصلہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے کہ قرآن میں لفظِ ولی کے کون سے معنی کہاں کئے جائیں؟ اور کون سے معنی کو کہاں اور کیوں چھوڑ دیا جائے؟ نتیجہ یہ نکلا کہ جس مترجم کا جو دل چاہے لفظِ "ولی" کو وہی کچھ بنالے مگر مودودی کی چوحدّی کی حدود سے باہر نہ نکلے۔

(دوم) عربی زبان اور قرآن کے معنوی استقلال کو تباہ کرنے میں فریب ساز علما نے جو چالاکی کی ہے اُس چالاکی سے تعارف؟

ہمارے اُردو داں قاریوں کو اُس چالاکی سے متعارف کرانا ضروری ہے جس چالاکی اور چابکدستی سے علما قرآن کے غلط معنی کو صحیح معنی بنا کر نادان قاریوں کو گمراہ کرتے چلے آئے ہیں۔ پہلی بات یہ یاد رکھیں اور سمجھ کر غور فرمائیں کہ عربی زبان واقعی بہت وسیع ہے۔ اور علما عربی کی وسعت ہی سے لوگوں کو مرعوب کر کے اپنا اُلو سیدھا کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ زبان ہرگز وسیع نہیں ہوسکتی جس میں ہر تصور کے اظہار کے لئے مستقل الفاظ موجود نہ ہوں

نادان و ناسمجھ لوگوں کے سامنے ایسا جملہ بولتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں کہ:

''عربی زبان بہت وسیع زبان ہے اُس میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں''۔

یہ یا ایسا جملہ سُن کر نادان لوگوں کو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ اگر واقعی عربی زبان میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں تو اُس سے وسیع تر اور کوئی زبان نہیں ہوسکتی۔ مگر ہم ابھی دکھاتے ہیں کہ علما کا یہ یا ایسا کوئی اور جملہ فریب انگیز بکواس اور عربی زبان کی توہین کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

جس زبان کا ایک ایک لفظ کئی کئی معنی میں بولا جاتا ہو وہ انتہائی تنگ دامن زبان ہے

ذرا سوچیے کہ اگر ہمیں کسی سے یہ کہنا ہو کہ:

(1) ''بھائی تم یہاں آؤ'' تو اس سے عربی کا ایک لفظ کہا جائے گا۔ پھر اگر ہمیں یہ بتانا ہو کہ:

(2) ''بھائی تم بیٹھ جاؤ'' تو پھر اُس سے وہی لفظ کہا جائے گا جو بلانے کے لئے کہا تھا اس لئے کہ عربی کے اس لفظ کے معنی بیٹھ جانے کے بھی ہیں۔ پھر اُس آدمی سے ہم پوچھتے ہیں کہ:

(3) ''بھائی کیا تم کھانا کھاؤ گے؟'' اب بھی ہم اُس سے وہی لفظ کہتے ہیں جو ''بلانے'' اور ''بٹھانے'' کے لئے کہا تھا۔ اس لئے کہ اس لفظ کے یہ معنی بھی ہیں۔ اس کے بعد ہم اُس سے معلوم کرتے ہیں کہ:

(4) ''بھائی تم کب جاؤ گے؟'' چنانچہ اب پھر وہی پہلا لفظ بولنا ہوگا۔ اسی طرح ہم اُس سے دس بارہ باتیں اور بھی کرتے ہیں اور ہر بات کے لئے وہی ایک لفظ یا جملہ بولتے جاتے ہیں تو سوچیے کہ جس زبان میں ایک ایک لفظ جتنے زیادہ معنی میں بولا جائے گا اس زبان میں اتنے ہی الفاظ کی کمی ماننا ہوگی۔ یعنی اُس زبان میں نہ:

(1) بیٹھنے کے لئے کوئی ایک مستقل لفظ ہے اور نہ ہی:

(2) کھانے کے لئے کوئی لفظ ہے۔ اور نہ ہی:

(3) جانے کے لئے کوئی لفظ ہے۔

یعنی وہ زبان اتنی تنگ دامن ہے کہ اُس میں چند گنتی کے الفاظ ہیں جنہیں ہیر پھیر کر کئی کئی مطالب کے لئے بول کر کام چلایا جاتا ہے لہٰذا کسی زبان میں ایک ہی لفظ کے کئی کئی معنی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اُس زبان میں اُن ''کئی معنی'' کے لئے الفاظ کا قحط ہے۔ ایک ہی لفظ ہے جسے رگڑ رگڑ کر کام چلایا جاتا ہے۔ ایسے فریب ساز اور جاہل علما کو بتایئے کہ عربی کی وسعت یہ ہے کہ پوری نوع انسان کو آج تک جتنے خیالات و تصورات آئے ہیں اور جتنے تصورات قیامت تک آنا ممکن ہیں۔ اُن تمام تصورات کے لئے عربی زبان میں پہلے سے مستقل و غیر متبدل الفاظ موجود ہیں۔ اور عربی زبان ہی دنیا کی ساری (245) زبانوں میں ایسی زبان ہے جس میں ایک لفظ کے یا کسی بھی ایک لفظ کے ایک سے زیادہ معنی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ اُس ''دوسرے'' ''معنی'' کے لئے بھی عربی زبان میں ایک مستقل لفظ موجود ہے تو دو معنی ہونے کی ضرورت کیوں ہوگی؟ البتہ قریش نے عہد رسوؐل ہی میں قرآن کے علوی الفاظ کو کئی کئی معنی میں بولنے کا طریقہ جاری کر دیا تھا۔ حالانکہ جن دوسرے معنی میں وہ کسی لفظ کو استعمال کرتے تھے اُن معنی کے لئے عربی میں مستقل الفاظ موجود تھے۔ منشا اور مقصد اُن کا یہی تھا جو مودودی اینڈ کمپنی کا ہے کہ قرآن کے الفاظ کے

Presented by Ziaraat.Com

معنی کا استقلال تباہ کر دیا جائے (سورہ فرقان 25/30) اور جس لفظ کے جو معنی چاہیں استعمال کر کے حقیقتِ حال کو چھپا دیا جائے۔اس طرح حقیقت کو چھپانا ہی ''کفر کے اصلی معنی ہیں'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129) اور اسی چھپاتے رہنے کی بنا پر قریش کو اسلام لانے کے باوجود کافر کہا جاتا رہا ہے۔اور اس کافرانہ حقیقت کو چھپانے کی غرض ہی سے تمام کافروں یعنی تمام قریشی علما نے کفر کے معنی اسلام کا انکار کیے ہیں جب کہ لفظ انکار خود عربی زبان کا لفظ ہے۔چنانچہ مودودی نے مندرجہ بالا اپنے چار یاری نمبروں میں جو معنی و مفاہیم لفظ ''ولی'' کے سر چپکائے ہیں اُن تمام مفاہیم و معانی کے لئے قرآن میں مستقل الفاظ موجود ہیں۔ہم ابھی آپ کو مودودی کی چالاکی پکڑ کر دکھاتے ہیں۔

(سوم) ولی کے معنی بدلنے میں یہ چالاکی کی گئی ہے کہ اس لفظ ''ولی'' کے ایسے معنی لکھ دیئے گئے جن کے لئے عربی میں مستقل الفاظ ہیں

ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہمیں اپنے موقف کے ثبوت میں قرآن کی آیات پیش کرنا ہوتی ہیں اور ہمارے مخالفوں کی سہولت یہ ہے کہ وہ دلیل و برھان اور قرآن کی پرواہ کئے بغیر جو چاہتے ہیں کرتے، بکتے اور لکھتے چلے جاتے ہیں۔لہٰذا آیئے اور قرآن پڑھئے، پھر مودودی کا ترجمہ دیکھ کر قرآن میں آئے ہوئے لفظ کے معنی کا تعین کیجئے:

لفظ ''رفیق'' کے معنی:

(1) وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيۡنَ‌ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا O (نساء 4/69)

مودودی کا ترجمہ: ''جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیّاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔کیسے اچھے ہیں یہ ''رفیق'' جو کسی کو میسر آئیں'' (نساء 4/69) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 369-370)

اس ترجمہ اور قرآن کی آیت میں دو الفاظ نوٹ کر لیں۔آیت میں ایک لفظ ''مَعَ'' آیا ہے جس کا ترجمہ ''ساتھ'' کیا گیا ہے۔دوسرا لفظ ''رَفِيۡقًا'' آیا ہے جس کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے لفظِ ''رَفِيۡقًا'' کی جگہ ''رفیق'' ہی لکھ دیا ہے۔اور تمام اُردو دان حضرات بھی لفظ ''ساتھی'' کی جگہ لفظ ''رفیق'' بولتے رہتے ہیں۔یعنی اُردو زبان میں ساتھی کہا جاتا ہے اور عربی میں رفیق بولا جاتا ہے مگر اُردو میں لفظ رفیق بھی عام ہو کر اردو ہی بن گیا ہے۔

رفیق اور ساتھی کے معنی واضح ہو جانے کے بعد علامہ کے کرتب ملاحظہ فرمائیں اور سوچیں

بہر حال اگلا قدم اٹھایئے اور پھر قرآن اور مودودی ترجمہ دیکھئے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۔ (نساء 4/144)

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ''رفیق'' نہ بناؤ'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 411)

قارئین بلا کسی دوربین اور چشمے کے دیکھ سکتے ہیں کہ عربی ہی میں نہیں بلکہ اردو میں بھی رفیق، رفیق کار، رفیقۂ حیات بولا جاتا ہے اور اُس کے معنی ''ساتھی'' کے ہوتے ہیں۔اور مودودی ان معنی کو جانتے ہی نہیں بلکہ لکھ چکے ہیں۔اس کے بعد مودودی نے لفظ ''اَوۡلِيَآءَ'' کے معنی رفیق کیوں کئے؟ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ کو لفظ ''رفیق'' اور اُس کے معنی معلوم ہیں اور سابقہ آیت (نساء 4/69) میں اللہ نے لفظ ''رفیق'' کو استعمال بھی کیا ہے۔اور اگر اللہ کو یہاں کافروں کو رفیق بنانے سے منع کرنا تھا تو وہ لفظ ''رفیق'' استعمال کر سکتا تھا۔اور پھر لفظِ ''رفیق'' میں تو وہ تمام مفہومات

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ہیں جو علامہ نے فریب سازی کے لئے چار نمبروں کے ماتحت لکھے ہیں۔(پیرا(ی) کا اول) لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن کے الفاظ کے مستقل معنی کو مشکوک کرنے کے لئے یہ خبیث شخص اور اسکے ہم مسلک علما خواہ مخواہ اُن الفاظ کو معنی میں بدلتے رہتے ہیں جو عربی زبان اور قرآن میں استعمال ہونے والے مستقل الفاظ سے پورے ہو سکتے ہیں۔تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ لفظ ''ولی'' کے ایک معنی ''رفیق'' بھی ہیں۔سر پرست بھی ہیں۔دوست بھی ہیں (وغیرہ) حالانکہ عربی میں دوست کے لئے لفظِ خلیل ہے۔(وغیرہ)

(چہارم) جہاد کے ولیؑ کی پوزیشن اور اُن کے دشمنوں کی دشمنی کی گہرائی دکھانے کے لئے قرآن سے مودودی کو گرفتار کرنے کا دوسرا زاویہ

دشمنانِ علیؑ نے کس طرح پورے قرآن کو مشکوک و نا قابل اعتبار بنایا اور قرآن کے الفاظ کے معنی و مفاہیم کے ساتھ کیا کچھ کیا اُس کی ایک جھلک اور اُس جھلک کے اندر جہاد کے ولی مطلق علیہ السلام کے ساتھ عداوت دیکھنے کے لئے قرآن کی چند آیات کے ساتھ ساتھ چلیں اور مودودی کے کرتب ملاحظہ فرمائیں۔اللہ نے فرمایا تھا کہ:

(1) ایک سادہ قدم اٹھایئے اور لفظ قَرِيْنٌ کے معنی دیکھئے

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ يَّتَسَآءَ لُوْنَO قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِيْنٌO

يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَO (الصّٰفّٰت 52 تا 37/50)

مودودی ترجمہ: ''پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر حالات پوچھیں گے۔اُن میں سے ایک کہے گا'' دنیا میں میرا ایک ''ہم نشین'' تھا۔جو مجھ سے کہا کرتا تھا کیا تم بھی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 287.288)

یہاں قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ لفظ ''قرین'' کے معنی یہاں ''ہم نشین'' ٹھیک کئے ہیں۔

(2) دوسرا تحقیقی قدم اٹھایئے اور اُسی لفظ '' قَرِيْنٌ '' کے معنی میں تبدیلی دیکھئے

مگر قریشی علما قرآن کے الفاظ کو بلا ضرورت بھی تبدیل کر کے قارئین کو غلط معنی کرنے کے عادی بنا دیتے ہیں تا کہ وہ مخصوص مقامات پر بدلے ہوئے معنی دیکھ کر چونک نہ جائیں۔سنئے اللہ نے وہی لفظ پھر فرمایا کہ: وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌO

مودودی ترجمہ: ''جو شخص رحمان کے ذکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اُس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اُس کا ''رفیق'' بن جاتا ہے''

(سورہ زخرف 43/36 تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 538)

دیکھیئے کہ اللہ اس آیت میں وہی لفظ فرماتا ہے جو سابقہ آیت (37/51) میں فرمایا تھا۔مگر مودودی یہاں وہ ترجمہ نہیں کرتے جو پہلے (ہم نشین) کیا تھا۔بلکہ وہ لفظ قَرِيْنٌ کے معنی رفیق کر کے یہ ثابت کرتے ہیں کہ قرین کے معنی بھی مستقل نہیں ہیں بلکہ الفاظ اولیا، ولی، قرین اور رفیق سب ہم معنی الفاظ ہیں۔اور اِس کے معنی کو اُس کی اور اُس کے معنی کو اس کی جگہ لکھ دینے سے نہ مفہوم بدلتا ہے نہ مقصد میں فرق آتا ہے۔دوسرے الفاظ میں مطلب یہ ہوا کہ زیرِ گفتگو آیات میں اِن چاروں الفاظ کو ادل بدل کر لکھا جا سکتا ہے مثلاً: (1) فَهُوَ لَهٗ وَلِیٌّ یا (2) فَهُوَ لَهٗ رَفِيْقٌ کیا علامہ اور اُن کے بزرگ اس صورت حال کو قبول کریں گے؟ اگر نہیں؟ تو کیوں؟ جب کہ یہ سب الفاظ اللہ ہی کے نازل کردہ اور علامہ کے مسلّمہ ہم معنی ہیں؟

Presented by Ziaraat.Com

(3) قَرِیۡنٌ کے معنی رفیق ورفاقت دوبارہ دیکھ کر پختہ کرتے چلیں

ایک اور مقام دیکھیں جہاں مودودی نے قَرِیۡنٌ کے معنی میں رفیق ورفاقت کو مستحکم کر دیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ:

وَمَنۡ یَّکُنِ الشَّیۡطٰنُ لَہٗ قَرِیۡنًا فَسَآءَ قَرِیۡنًاO(نساء4/38)

مودودی ترجمہ: ''سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا ''رفیق'' ہوا اُسے بہت ہی بری ''رفاقت'' میسر آئی۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 353)

تحقیق ہو گیا کہ ولی کے معنی رفیق بھی صحیح ہیں، ساتھی بھی ٹھیک ہیں، ہم نشین بھی درست ہیں۔ سنئے اللہ کا ارشاد اور مودودی کا ترجمہ:

(4) ولی کے معنی ساتھی مودودی کے نزدیک بھی صحیح ہیں۔

وَاِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الۡمُتَّقِیۡنَO(سورہ الجاثیہ 45/19)

مودودی ترجمہ: ''ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، اور متقیوں کا ساتھی اللہ ہے''۔ (سورہ الجاثیہ 45/19 تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 587)

اب یہ دریافت طلب ہے کہ جب قرین کے معنی رفیق ہیں تو ہم بقول مودودی اللہ کو ولی بھی کہہ سکتے ہیں رفیق بھی اور ساتھی بھی۔ اور جب قرین کے معنی رفیق وہم نشین بھی ہیں اور ولی کے معنی بھی یہی ہیں تو ترجمہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ:

''ظالم لوگ ایک دوسرے کے ہم نشین وساتھی ہیں اور متقیوں کا ہم نشین وساتھی اللہ ہے''۔

ہمیں معلوم ہے کہ یہ خبیث علما اس ترجمہ کو اختیار نہ کریں گے۔ لیکن اُن سے پوچھا جائے گا کہ یہ ترجمہ تو خود تمہارے اپنے ترجموں کا نچوڑ ہے۔ جسے قبول نہ کرنا تمہاری ترجمانی کو فریب سازی ثابت کر دیتا ہے۔ لہٰذا دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں یا تو اللہ کو متقیوں کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے والا ساتھی مانو یا یہ مانو کہ تم غلط ترجمہ کر کے لوگوں کو فریب میں مبتلا کرتے ہو۔ بہر حال تم مانو یا نہ مانو ہماری یہ محنت قارئین کو یقین دلاتی ہے کہ تم نے اپنی اس طرزِ ترجمانی سے قرآن کو مہجور کیا ہے اُس کے تمام مقاصد کو الٹ کر رکھ دیا ہے۔ اور یہ طرزِ ترجمانی تمہارے بزرگ قریشی لیڈروں نے رائج کی تھی اور اللہ نے تمہیں قرآن کا ستیاناس کرنے اور دشمن رسولؐ ہونے کا مجرم قرار دیا تھا (فرقان 31-25/30)

(5) ولی، اولیاء، رفیق، قرین کو ہم معنی بنا کر ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرنا جائز رکھا تھا اور ان سب کے معنی ساتھی کئے تھے اب لفظِ اصحاب ہم معنی بنتا ہے

اب ہم یہ دکھائیں گے کہ الفاظ ولی، اولیاء، رفیق اور قرین کے معنی مودودی کے نزدیک وہی ہیں جو لفظ ''صحابہ'' اور ''اصحاب'' کے معنی ہیں۔ قرآن سنئے اور مودودی کا کمال دیکھئے: کَالَّذِی اسۡتَہۡوَتۡہُ الشَّیٰطِیۡنُ فِی الۡاَرۡضِ حَیۡرَانَ لَہٗۤ اَصۡحٰبٌ یَّدۡعُوۡنَہٗۤ اِلَی الۡہُدَی ائۡتِنَا... (انعام 6/71)

مودودی ترجمہ: ''کیا ہم اپنا حال اُس شخص کا سا کر لیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران وسرگردان پھر رہا ہو در آں حالے کہ اُس کے ''ساتھی'' اُسے پکار رہے ہوں کہ ادھر آ یہ سیدھی راہ موجود ہے''۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 550)

اصحاب کے معنی ساتھی نہیں مگر مودودی کے قلم سے اصحاب کے معنی ساتھی پکے کر لیں

بات صاف ہو گئی کہ مودودی کے نزدیک لفظ ''اصحاب'' کے معنی بھی وہی ہیں جو لفظ ''ولی'' اور ''اولیاء'' کے ہیں یعنی ''ساتھی''۔ مگر پھر بھی ان معنی کو دوبارہ دیکھ کر بات پختہ کر لیں۔ اللہ نے فرمایا کہ: قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤی اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ O(شعرا 26/61)

مودودی ترجمہ: ''تو موسیٰؑ کے'' ساتھی'' چیخ اٹھے کہ ہم تو پکڑے گئے'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 497)

Presented by Ziaraat.Com

دوبارہ لفظ ''اصحاب'' کے معنی ساتھی دیکھ کر بات پکی ہوگئی اور مودودی اینڈ کمپنی کے پاس کوئی عذر اور بچ نکلنے کی راہ باقی نہیں ہے۔

ولی اور اولیا کا ترجمہ رفیق اور ساتھی کیا تھا لہٰذا لفظ اصحاب اور ولی ہم معنی ہوئے

لہٰذا اب سابقہ آیت (45/19) کا ہم معنی ترجمہ دوبارہ دیکھیں:

وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ O (سورہ الجاثیہ 45/19)

مودودی کا پہلا ترجمہ: ''ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور متقیوں کا ''ساتھی'' اللہ ہے'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 587) اور

مودودی کا دوسرا ترجمہ: ''ظالم لوگ ایک دوسرے کے اصحاب ہیں اور متقیوں کا صحابی اللہ ہے'' (شعراء 26/61) کا ترجمہ، ایضاً جلد 3 صفحہ 497)

مقام ولایتؑ اور ولیؑ غصب کر کے قریش حضرات اللہ کے ولی اور رفیق ہی نہیں بلکہ یارِ غار بن گئے

قارئین نوٹ کریں کہ لفظ اصحاب صحابی کی جمع ہے اور ص۔ح۔ب کے مادہ سے بنتا ہے۔ اور اس کے معنی وہ شخص ہیں جو کسی شخص کے ساتھ اُس کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کی خاطر رہے۔ ایک گدھے کو ساتھی کہا گیا ہے اور کہا جاسکتا ہے لیکن گدھے کو ''صحابی'' نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح گدھے کو رفیق نہیں کہا جاسکتا، ہم نشین نہیں کہا جاسکتا۔ مگر قریش اور قریشی علمانے اپنے گدھوں کو انسان اور پھر انسان سے ولی اور اللہ کے یار تک بنادیا آیئے ایک اور آیت اور مودودی ترجمہ پڑھیں اور نتیجہ ملاحظہ فرمائیں:

اللہ نے فرمایا کہ: وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ O (حج 22/51)

مودودی نے فرمایا: ''اور جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے وہ دوزخ کے ''یار'' ہیں''۔ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 237)

لہٰذا بات یہ ہوئی کہ: "''ظالم لوگ ایک دوسرے کے یار ہیں اور متقیوں کا یار اللہ ہے''۔

مطلب یہ ہے کہ علیؑ سے دشمنی ضروری ہے خواہ: اللہ کو انسانوں کا یار بنانا پڑے یا ساتھی قرار دینا پڑ جائے یا اللہ کو انسانوں کا ہم نشین، ساتھی اور صحابی ہی کیوں نہ کہہ دیا جائے جس طرح اس خبیث نے اور اُس کے ملعون ہم مسلکوں نے قرآن کے معنوی استقلال کو اور مقام مرتضویؑ کو تباہ کرنے کی سر توڑ کوشش کی ہے اُسی طرح ہم نے اُن ملاعین کی سازش کی پردہ دری میں نہ محنت کی پرواہ کی نہ یہ سوچا کہ قارئین بور ہوں گے۔ نہ اپنے عنوان سے دور چلے جانے کی فکر کی۔

(6) ولیؑ اور ولایت کی تائید وحمایت میں لغات القران پر ایک نظر ڈال کر پھر قریشی سازش پر آخری تبصرہ کریں گے

اِس عنوان میں یہ سمجھ لیں کہ قریشی حکومتوں اور علمانے قرآن اور صاحبِ قرآن علی مرتضیٰ علیہ السلام کی عظمت کو گھٹانے اور کم کرنے کے لئے جس قسم کی کوششیں کی ہیں اُس کے چند نمونے آپ کے سامنے آچکے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے سازشی پروپیگنڈے کو ساری دنیا میں پھیلایا۔ یہ کام کرنے کے لئے انہیں ابلیس کی طرح اللہ نے قیامت تک مہلت دی اور چھ سات سو سال تک اُن کی حکومت واقتدار ساری دنیا پر چھایا رہا۔ انہوں نے قرآنی الفاظ کے جو معنی گھڑے تھے اُن کو لغات کی صورت میں شائع کرا کے دنیا میں رائج کیا۔ انہیں اہل زبان اور رسولؐ کے ہم مذہب سمجھ کر لوگوں نے اُن کے بیان کردہ معنی کو صحیح سمجھ کر اختیار کیا اور اپنی زبانوں میں وہی ترجمہ کیا اور عربوں کے پھیلائے ہوئے تصورات کے ماتحت ایک ایک عربی لفظ کے کئی کئی مختلف ومتضاد معنی خود بھی اپنی تیار کردہ لغات میں بھر دیئے، یوں قرآن اور عربی زبان عجمی زبانوں کی لائن میں کھڑی کردی گئی۔ لیکن قریشی اقتدار وحکومت نہ تو قرآن کے متن کو بدل سکا اور نہ عربی زبان کے قوانین میں ردوبدل کرسکا۔ اس لئے ہم آج بھی

Presented by Ziaraat.Com

اُن کی سازش کی پردہ دری کرسکتے ہیں۔اوراُن کے فریب کومنظرِ عام پر لاسکتے ہیں چنانچہ ہم لغات میں بھری ہوئی، خلافِ قانون، قریشی بکواس کونظر انداز کرکے آپ کولغات القرآن سے لفظِ وَلِیُّ کے حقیقی اور قانونی معنی دکھاتے ہیں جلد دوم میں لکھا گیا ہے کہ:۔

لغات القران سے ولی اور ولایت کی طرف راہنمائی

تَوَلَّ = "تو پھر آ" "تو ہٹ جا" "تو منہ پھیر لے" تَوَلِّیْ کا تعدیہ جب بلاواسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی "کسی سے دوستی رکھنے" "کسی کام کو اٹھانے" اور "والی وحاکم ہونے کے ہوتے ہیں"(لغات القرآن عبدالرشید جلد 2 صفحہ 213)

اس بیان میں کوئی معنوی قانون بیان کئے بغیر قریشی بکواس بھی لکھی ہے مگر بہر حال والی ہونا اور حاکم ہونا بھی مان لیا ہے۔اور مادہ (و-ل-ی) اور مصدر (ولایۃ) کی رو سے صحیح معنی یہی ہیں۔باقی وہ غلط استعمال ہے جو مودودی کے بیانات میں دکھایا جاچکا ہے۔یعنی قریشی علمانے اس لفظ کو'پھر آنے، ہٹ جانے اور منہ گھمانے کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے تاکہ معنی میں استقلال نہ رہے۔

ولی وولایت کے معنی حاکم اور حکومت ہوتے ہیں

دوصفحات کے بعد لکھا ہے کہ:

تَوَلَّیْتُمْ = "تم پھر گئے" "تم نے منہ موڑا" "تم والی ہوئے، تم حاکم ہوئے" تَوَلِّیْ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب"(ایضا صفحہ 215)

معلوم ہوگیا کہ تَوَلِّیْ مصدر ہے اور مصدری معنی والی اور حاکم ہونا ہیں۔

وَ لَایَۃ کے معنی "حکومت اور اقتدار ملک" ہوتے ہیں

اور ملاحظہ ہو: وَلَا یَتِہِمْ = مصدر مضاف (سَمِع) ہِمْ ضمیر مضاف الیہ، "اُن کی مدد" (زمخشری) اور بقول اکثر مفسرین"میراث" زمخشری نے لکھا ہے وِلایت "حکومت اقتدار ملک" اور وَلایت نصرت۔مدد۔"(کشاف)، جلد 6 لغات القران صفحہ 133)

قریشی استعمال اور ہتھکنڈوں کے باوجود حقیقی معنی "حکومت اور اقتدار ملک" موجود ہیں۔

وہ ترکیب جس کو حربہ بنا کر لفظ ولی اور اُس سے بننے والے الفاظ کے معنی بدلے گئے ہیں

اسی لغات القرآن سے یہ بھی دیکھ لیں کہ قریش کا وہ کون سا حربہ تھا جس کی آڑ میں الفاظ کے معنی بدلنا جائز کیا تھا۔یعنی وہ جس لفظ کے معنی بدلتے تھے اُس لفظ میں ایسا معنوی پہلو پیدا کرلیتے تھے جس کو سامنے رکھ کر دھڑا دھڑ معنی بدلے جاسکیں۔چنانچہ لغات القرآن میں لکھا گیا ہے کہ:

مَوَالِیْکُمْ = جمع مضاف۔کُمْ۔مضاف الیہ"تمہارے دینی دوست۔وَلاءٌ اور تَوَالِی دو چیزوں میں ایسی کیفیت اِتّصال یہ کہ اجنبیت حائل نہ رہے۔مجازاً مراد قرب ہوتا ہے، کیسا ہی ہو مکانی یا نسبی یا دینی یا دوستی کے لحاظ یا اعتقاد کے لحاظ سے یا امداد کے اعتبار سے یا مالکیت اور مملوکیت کے اعتبار سے۔وَلَایَۃٌ امداد وِلَایَۃ "حکومت کی ذمہ داری""کسی کام کا ذمہ دار ہونا" وَلِیٌ اور مَوْلٰی دونوں ہم معنی ہیں۔ہر ایک کے معنی میں قرب و اتصال کا مفہوم ماخوذ ہے۔اسی لئے دونوں لفظوں کا اطلاق اللہ پر بھی ہوتا ہے اور بندوں پر بھی۔اہل ایمان اور فرمانبرداروں کا اللہ وَلِی اور مَوْلٰی ہے"(جلد 5 صفحہ 472,473)

قارئین نوٹ کریں کہ ساری دنیا میں"ولی عہد" آئندہ ہونے والے جائز اور نامزد بادشاہ کو کہا جاتا ہے۔اگر کوئی ولی کے معنی دوست اور عہد کے معنی زمانہ کرکے ولی عہد کے معنی "زمانہ دوست" قرار دے وہ یقیناً قریشی نطفہ کی یا قریشی مذہب کی پیداوار ہوگا۔لغات القرآن کے اس آخری بیان

Presented by Ziaraat.Com

سے قریش کا حربہ یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے لفظ ولایۃ ،وَلِی اور وِلَا اور وَالِی میں ایک اتصال یا قرب فرض کر کے ہر قربت رکھنے والے معنی میں استعمال کر لیا۔ حالانکہ وہاں ہر لفظ کے لئے پہلے سے بنا بنایا ایک عربی لفظ موجود تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جن معنی یا مفاہیم کو ادا کرنے والے الفاظ موجود ہوں اُن معنی اور مفاہیم میں کسی اور لفظ کو استعمال کرنا غلط ہے۔

(7) ولیؐ اور ولایۃؐ کے معنی کی تصدیق عربی انگریزی لغت سے

ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو لغت '' الفرائدالدّریه '' فِی الُّغَتَینِ الْعَرَبیَّۃِ وَ الْاِنْکِلِیزِیَّۃِ '' سے بھی چند مقامات دکھا کر مودودی سے ملائیں۔

وَلِیَ وِلَا یَۃً ۔ 1.To be set over (a province),to have charge of

ترجمہ:1۔ کسی صوبہ پر حکمران بنایا جانا ۔ 2۔ کسی چیز کی ذمہ داری سنبھالنا۔

وَلِی۔ '' کسی پر حکومت کرنا '' To rule a.o

وَلَّی تَوْلِیَۃً ، وَ اَوْلَی اِیلاءً .To set a.o. over, To intrust a.o with the government of (a province) ,the management of (an affair).

ترجمہ۔ کسی کو کسی پر ذمہ داری کے لئے تعینات کرنا۔ کسی کو کسی صوبے پر حکومت کے اختیارات دینا۔ کسی معاملے کا انتظام کرنا۔

وِلَا یَۃ ۔ Government,management of a province, supremacy,dominion.

ترجمہ۔ حکومت، کسی صوبے کا انتظام، اختیار اعلیٰ، مقبوضہ۔

اَلْوَلَا یَا تُ الْمُتَّحِدَۃ (متحدہ ریاستیں) The united states

وَلِیُّ الْعَهد (امیدوار شہزادہ) Crown Prince

(8) قرآن کریم سے دوبارہ ولی اور ولایت پر مودودی کے تراجم وتشریحات

اِن دونوں لغات یا ڈکشنریوں سے ولیؐ اور ولایت کے معنی کی تصدیق کے بعد پھر قرآن پڑھیں اور لفظ ولایت کا استعمال ملاحظہ فرمائیں:

وَلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنۡصُرُوۡنَهٗ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنۡتَصِرًاO هُنَالِكَ الۡوَلَايَةُ لِلّٰهِ الۡحَقِّ..(کہف 18/43-44)

مودودی ترجمہ: '' نہ ہوا اللہ کو چھوڑ کر اُسکے پاس کوئی جتھا کہ اُس کی مدد کرتا، اور نہ کر سکا وہ آپ ہی اُس آفت کا مقابلہ، اُس وقت معلوم ہوا کہ کار سازی کا اختیار خدائے برحق ہی کے لئے ہے ''۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 27)

یہاں علامہ نے لفظ '' اَلْوَلَا یَۃُ '' کا ترجمہ '' کارسازی کا اختیار '' کیا ہے۔ اگر ہم بھی اس لفظ میں آئے ہوئے '' الف لام '' کو نظر انداز کر دیں اور مودودی کے اس ترجمہ کو قبول کر لیں تب بھی لفظ '' وَلِی '' کے معنی '' کارسازی کا اختیار رکھنے والا '' ہوتے ہیں۔ اور ان معنی کو اختیار کرنے کے بعد علامہ کے تمام ترجے عموماً اور سورہ ممتحنہ کی آیت (60/1) کا ترجمہ خصوصاً غلط ہو جاتا ہے۔ دیکھئے اللہ نے فرمایا تھا کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّىۡ وَعَدُوَّكُمۡ اَوۡلِيَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَقَدۡ كَفَرُوۡا بِمَا جَآءَكُمۡ مِّنَ الۡحَـقِّ ، يُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِيَّاكُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ رَبِّكُمۡ،اِنۡ كُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِىۡ تُسِرُّوۡنَ اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ ....الخ (سورہ ممتحنہ 60/1)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم اُن کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور اُن کی روش''۔۔۔۔۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 422)

قارئین سوچیں اور کوئی موزوں عذر تلاش کریں کہ کیوں مودودی نے یہاں یہ ترجمہ نہ کیا کہ؟

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور میری رضا جوئی کی خاطر نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنی کارسازی کے مختار نہ بناؤ''۔

ہر شخص یہ جواب دے گا کہ مودودی اور تمام قریش پرست علما قریشی مسلمانوں کی سازش پر پردہ ڈالنے کے لئے لفظِ ولی کا ترجمہ بدلتے رہے ہیں۔ ورنہ وہ لغات القرآن سے واقف تھے جہاں لفظِ ولایۃ کے معنی ''حکومت'' ابھی ابھی دیکھے جا چکے ہیں اور لفظ ''ولی'' کے معنی ''صوبہ یا گورنمنٹ کا حکمراں'' بھی لغات میں موجود ہیں۔ مگر ولیؑ اور ولایتؑ کے حقیقی معنی لکھنے سے اُنکا اور اُنکے راہنماؤں، ابوبکر و عمر کا سارا منصوبہ اور خود ساختہ مذہب تباہ ہو جاتا ہے۔ قریشی حکومت باطل ٹھہر جاتی ہے اور حق اپنے صحیح مقام پر پلٹ جاتا ہے۔ جو قریشی علما کو اب کسی طرح منظور نہیں ہو سکتا۔ بہر حال انہیں منظور ہو یا نہ ہو ہم لفظ ولی کے صحیح معنی اُن سے لکھوا کر چھوڑیں گے۔ مگر پہلے اُنکی چالاکیاں، فریب کاریاں اور خیانتیں دکھاتا ہیں۔

(دوم) زیر بحث آیت (18/44) میں ولایۃ کا ترجمہ علامہ رفیع الدین سے سُن لیں

مودودی نے اس آیت (کہف 18/44) میں لفظ ''اَلْوَلَایَۃ'' کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ اور یہ غلطی لغات القرآن کے متعینہ معنی کے خلاف ثابت ہے۔ بہر حال اب زیرِ نظر آیت کا ترجمہ علامہ رفیع الدین سے سنیں اور دیکھیں کہ اُن کا ترجمہ، حقیقی ترجمہ کی طرف کم از کم راہنمائی تو کرتا ہے۔ آیت یوں تھی کہ: هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ (کہف 18/44)

''اس جگہ ''حکم چلانا'' واسطے اللہ کے ہے ثابت''

علامہ رفیع الدین کے اس ترجمہ سے ''حکمرانی'' یا ''حکومت'' اللہ کے لئے ثابت ہوگئی۔ مطلب یہ ہوا کہ:

''وَ لَایَۃِ حَقَّہ'' اللہ کے سوا اور کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اور ولایۃ حقہ ہی کو ''حکومتِ الٰہیہ'' کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ کے مقرر کئے بغیر نہ کوئی ''ولی'' ہو سکتا ہے نہ کسی کو اللہ کی طرف سے حکمران مانا جا سکتا ہے۔ لہٰذا قریشی مسلمانوں کو بلا حکم خداوندی ''ولی'' اور ''حاکم'' بنانے سے منع کیا گیا تھا۔ لیکن وہاں پوری قوم قریش کا اجتماعی فیصلہ اور دباؤ تھا۔ (الفاروق حصہ اول صفحہ 103 تاریخ طبری حصہ سوم صفحہ 282-279) جس کی وجہ سے قریش نے اللہ کے ایسے تمام احکامات کی تاویل کر کے تعمیل نہ کی جن میں انہیں قومی ولایت و حکومت اور ولی و خلیفہ بنانے سے منع کیا گیا تھا۔ لہٰذا مکہ میں ابوسفیان اور مدینہ میں ابوبکر و عمر و عثمان اور شام میں یزید بن ابوسفیان اور معاویہ بن ابوسفیان قریشی مسلمانوں کے ولی، خلیفہ اور حکمران یا امیر المومنین برقرار رکھے گئے۔ اور اُن کے بعد سات سو سال تک اُن کی حکومت چلتی رہی اِن سب کو قریش کے اولیآء اور اللہ کے دشمن فرمایا گیا تھا۔ (ممتحنہ 60/1 وغیرہ)

(سوم) اسی آیت (18/44) کا ہمارا ترجمہ ہماری تفسیر سے بھی دیکھ لیں

بہتر ہوگا کہ قارئین اَلْوَلَایَۃ کے سلسلے میں ہمارا ترجمہ اور تفسیر دیکھ لیں پھر مودودی سے بات کریں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ... (کہف 18/44)

''وہی مقام تو ہوتا ہے جہاں اللہ کی حق پرور ولایۃ کام آتی ہے۔ وہی بہتر ثواب دینے (هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَ خَيْرٌ عُقْبًا) والا ہے اور وہی انجام بخیر کرنے والا ہے''۔

''ہمیں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ لفظ ''وَلِی'' اولیاء، مَولٰی وغیرہ کا مادّہ اور بنیادی مصدر ایک ہی ہے۔ اور ان تمام الفاظ میں حکومت، حاکم اور حکمرانی ہمیشہ شامل ہوتے ہیں۔ وہ شخص ہرگز ولی نہیں ہے۔ جسے کسی قسم کی حکومت اور اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ اور جسے کسی کی سرپرستی حاصل نہیں ہے۔ اور چونکہ حقیقی اور مطلق ولی اللہ ہے۔ لہٰذا کوئی شخص منجانب اللہ ولی یا اولیا یا مولیٰ نہیں ہوسکتا اگر اُسے اللہ نے ولایت کی سند اور اختیار و قدرت دے کر ولی نہیں بنایا ہے۔ یعنی مسلمانوں پر یا کسی بھی قوم پر کوئی بھی حاکم ہوسکتا ہے، اور حاکم ہوتے رہے ہیں اور حاکم موجود ہیں۔ مگر اُن میں سے کسی کو منجانب خدا ولی نہیں کہا جاسکتا۔ جب تک پہلے اس کی ولایت کی سند میں اللہ کا حکم و تصریح موجود نہ ہو۔ پھر یہ کہ ہر حاکم ولی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ولی ہر حال میں مخلوقات کا ہمدرد و غمگسار ہوتا ہے۔ ہمدردی و غمگساری اُس کی سرشست میں داخل ہونا چاہئے۔ وہ کسی حال میں رعایا کا نقصان نہیں چاہتا اسی لئے اللہ کا ولی ہر حال میں ولی ہوتا ہے خواہ کوئی اسے مانے یا نہ مانے جانے یا نہ جانے۔ حاکم حکومت چھنتے ہی رعایا ہو جاتا ہے۔ حاکم کو معزول کیا جاسکتا ہے۔ حاکم پنچایت سے بھی بنایا جاسکتا ہے، جیسا کہ ابوسفیان و ابوبکر و عمر کو بنایا گیا تھا لیکن ولایت من جانب خدا ہوتی ہے۔ کسی کے بنانے سے نہ کوئی نبیؑ بنتا ہے نہ رسوؐل نہ امامؑ اور ولی بنتا ہے۔ حاکم اچھا ہوسکتا ہے۔ بُرا ہوسکتا ہے۔ ظالم ہوسکتا ہے۔ کافر و منافق ہوسکتا ہے۔ اور ہوتے رہے ہیں، جیسا کہ خلفائے قریش تھے، اور آج حاکم موجود ہیں۔ لیکن ولیؑ اللہ ہمیشہ اسلام کا سربراہ ہوتا ہے۔ اور اللہ کی صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ سلطان، بادشاہ، خلیفہ وغیرہ کا حال ہے۔ اسی لئے اُن کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی لفظ لگا کر، مثلاً راشد، عادل اور سخی کہہ کر اُن کا تشخص کیا جاتا ہے۔ یزید بھی خلیفہ تھا۔ معاویہ بھی خلیفہ تھا۔ اور عمر بن عبدالعزیز بھی خلیفہ ہی تھا۔ کہنا یہ ہے کہ لفظ ''ولی'' ایک ہمہ گیر لفظ ہے۔ اُس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ ولی سے بغاوت کرنے والا دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ لہٰذا نوٹ کریں کہ خدائی سند کے بغیر کوئی ولی نہیں ہوسکتا۔ اللہ نے بہت سے اشخاص و اقوام کو خلیفہ قرار دیا ہے اور پھر انہیں جہنم کا لقمہ بنایا ہے (یونس 10/12) مگر جسے ولی بنایا وہ روز ازل سے منتخب و مجتبیٰ و مرتضیٰ بندہ تھا۔ ولی اللہ بادشاہ بھی ہوتا ہے سلطان و خلیفہ بھی ہوتا ہے۔

(9) مودودی کو ولیؑ اور ولایتؑ کے سامنے جھکانے کے لئے خود اُن کا ایک بیان قاعدہ کلیہ کی صورت میں دیکھنا ضروری ہے

مودودی نے لفظ ''ولی'' کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کا بڑا حصہ قارئین دیکھ چکے ہیں۔ اور جو کچھ باقی ہے وہ بھی سامنے آنے والا ہے مگر ہم یہاں رُک کر مودودی کا ایک ایسا جملہ لکھتے ہیں جسے دیکھ کر قارئین ایک قاعدہ سمجھ سکیں گے۔ فرماتے ہیں کہ:

''اُمتِ وسط'' کا لفظ اس قدر وسیع معنویت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کسی دوسرے لفظ سے اِس کے ترجمے کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 119)

اس جملے کے بعد مسلسل یہ لکھا کہ: ''اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ و اشرف گروہ ہے، جو عدل و انصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو۔

2۔ جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہے 3۔ جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو۔ اور

4۔ ناحق، ناروا تعلق کسی سے نہ ہو''۔ (ایضاً صفحہ 119)

مودودی نے یہ بتایا ہے کہ: ''وسیع معنویت رکھنے والے الفاظ کا ترجمہ ناکافی و ناقص ہوتا ہے اسلئے وسیع معنویت والے لفظ کا ترجمہ نہیں کرنا چاہئے''

Presented by Ziaraat.Com

چنانچہ علامہ نے برابر بلا ترجمہ لفظ ''امت وسط'' کو جوں کا توں لکھا ہے۔اسی قاعدے کوسامنے رکھتے ہوئے مودودی کی یہ بات غور سے سنئے:۔

''6۔اصل میں لفظ ''اولیاء'' استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم عربی زبان میں بہت وسیع ہے۔معبودانِ باطل کے متعلق گمراہ انسانوں کے مختلف عقائد اور بہت سے مختلف طرزِعمل ہیں۔جن کو قرآن مجید میں ''اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی'' بنانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔قرآن کا تتبع کرنے سے لفظ''ولی'' کے حسب ذیل مفہومات معلوم ہوتے ہیں''۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480)

اس کے بعد مودودی نے وہ مفہومات چار نمبروں کے ماتحت الگ الگ لکھے ہیں جو نہیں معلوم ہوتے تھے۔اس تفصیل کے دے چکنے کے بعد علامہ کو چاہئے تھا کہ جہاں جہاں لفظ ''ولی'' یا ''اولیاء'' قرآن میں آتا جاتا وہاں ترجمہ کرنے کے بجائے ''اُمة وسط'' کی طرح الفاظ ''ولی'' اور ''اولیاء'' کو بجنسہٖ لکھتے جاتے اور ترجمہ نہ کرتے۔لیکن آپ نے دیکھا کہ علامہ نے ہر دفعہ نہ صرف ولی اور اولیاء کا ترجمہ کیا بلکہ نہایت مضحکہ خیز و فریب کارانہ ترجمہ کیا کہیں رفیق بنایا کہیں جانشین مقرر کیا کہیں ساتھی لکھا کہیں اصحاب بنا دیا۔حالانکہ انہوں نے قرآن مجید میں استعمال ہونے والے تمام مفہومات کا دعویٰ کیا تھا۔اس کے باوجود نئے اور غیر متعلق معنی اور ترجمہ کرتے چلے گئے۔حالانکہ قاعدہ کلیہ یہ ہے

<u>قاعدہ کلیہ</u> :۔اور اسی پر تمام علما کا اور خود مودودی کا عمل ہے کہ اہم الفاظ کا ترجمہ نہیں کیا جاتا۔چنانچہ اس خبیث نے بھی نہ صلوٰۃ کا ترجمہ کیا نہ زکوٰۃ کے معنی لکھے۔نہ اللہ کا ترجمہ کیا نہ نبیؐ کا نہ رسولؐ کا۔اگر اہم الفاظ یا اصطلاحات کا ترجمہ کر دیا جائے تو حقیقی مقصد فنا ہو کر رہ جائے گا۔اور مقصد کو فنا کر دینا ہی ولیؑ کی ذیل میں مودودی کو مطلوب تھا۔بندرگاہ کا ترجمہ اگر بندر رکھنے والی جگہ کر دیا جائے یا قرآن کا ترجمہ پڑھا جانے والا کر دیا جائے تو مقصد فنا ہو کر رہ جائے گا۔

<u>**(10) اگر لفظ ''ولی'' کا ہر جگہ ترجمہ کیا ہوتا تو اعتراض تو ہوتا مگر اتنا سنگین اعتراض نہ ہوتا جتنا بعض جگہ ترجمہ نہ کرنے سے ہوتا ہے**</u>

اب ہم چند ایسے مقامات دکھاتے ہیں جہاں اس ملعون نے مصلحتاً ترجمہ نہیں کیا بلکہ ترجمہ میں ''ولی'' کو ''ولی'' ہی رہنے دیا ہے۔

(1) قَا لُوْا تَقَا سَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَ لِيِّهٖ مَا شَهِدْ نَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِ قُوْنَ O (نمل 27/49)

<u>مودودی ترجمہ</u>:۔ ''اُنہوں نے آپس میں کہا'' خدا کی قسم کھا کر عہد کر لو کہ ہم صالحؑ اور اُس کے گھر والوں پر شبخون ماریں گے اور پھر اُسکے''<u>ولی</u>'' سے کہہ دیں گے کہ ہم اُس کے خاندان کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے، ہم بالکل سچ کہتے ہیں''(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 584)

<u>**مودودی کی تشریح میں ولی کو قبیلے کا سردار کہا**</u>

قارئین نے دیکھ لیا کہ یہاں لفظ وَ لِيِّهٖ کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ ولی کی جگہ ولی ہی لکھ دیا ہے۔لیکن تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

''یعنی حضرت صالحؑ کے قبیلے کے''<u>سردار</u>'' سے، جس کو قدیم قبائلی رسم و رواج کے مطابق اُن کے خون کے دعوے کا حق پہنچتا تھا''

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 585)

یہاں بھی علامہ نے ولی کے معنی صحیح نہیں کئے۔بلکہ سردار کئے ہیں مگر آیت سے صحیح معنی ظاہر ہیں یعنی سازش کرنے والے حضرت صالحؑ کے ولی سے خوفزدہ تھے اور جانتے تھے کہ وہ ولی اُن کو بدلے میں قتل کر دے گا۔یعنی ولی دراصل حاکم تھا۔

<u>**ولیؑ کی مخالفت کرتے کرتے آخر علیؑ کو موروثی اور ازلی ولیؑ ماننا پڑ گیا یعنی علیؑ کے والدؑ کو آنحضرتؐ کا بھی ولیؑ مان لیا۔**</u>

دنیا تجربہ کرتی رہی ہے کہ حق ہمیشہ غالب آتا ہے۔چنانچہ مندرجہ بالا لفظ ولیؑ کی تشریح کرتے ہوئے پوری عبارت یہ لکھی تھی کہ:

Presented by Ziaraat.Com

یعنی حضرت صالح علیہ السلام کے قبیلے کے سردار سے، جس کو قدیم قبائلی رسم ورواج کے مطابق اُن کے خون کے دعوے کا حق پہنچتا تھا۔ یہ وہی پوزیشن تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپؐ کے چچا ابو طالبؑ کو حاصل تھی، کفار قریش بھی اس اندیشے سے ہاتھ روکتے تھے کہ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردیں گے تو بنی ہاشم کے سردار ابو طالبؑ اپنے قبیلے کی طرف سے خون کا دعویٰ لے کر اٹھیں گے'' (ایضاً صفحہ 585)

اور ہم تاریخ طبری سے بھی دکھا چکے ہیں کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولی تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام تین ہزار سال سے چلے آنے والے ولیوںؑ اور اماموںؑ کے جانشین اور پشتنی ولی تھے اور قرآن نے اُس قدیم ولایت کی تصدیق کی تھی۔

ولی کو صاحبِ سلطان فرمایا گیا ہے اللہ نے ولی کی نصرت کا وعدہ کیا اور ولی کو منصور قرار دیا ہے (قرآن)

دوسرا مقام دیکھئے جہاں مودودی لفظ وَلی کا ترجمہ نہیں کرتے اور جہاں ولی کے معنی بدلنے کا سارا فریب کھل جاتا ہے:

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَ لِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَا نَ مَنْصُوْرًا O (بنی اسرائیل 17/33)

مودودی ترجمہ: ''اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اُس کے ''ولی'' کو ہم نے قصاص کے مطالبہ کا حق عطا کیا ہے، پس چاہیے کہ وہ (ولی۔ احسنؔ) قتل میں حد سے نہ گزرے۔ اس کی مدد کی جائے گی''۔ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 615,614)

مودودی کی تشریح :

''اصل الفاظ ہیں ''اُس کے ولی کو ہم نے سلطان عطا کیا ہے '' سلطان سے مراد یہاں ''حجت'' ہے۔ جس کی بنا پر وہ قصاص کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اِس سے اسلامی قانون کا یہ اصول نکلتا ہے کہ قتل کے مقدمے میں اصل مدعی حکومت نہیں بلکہ (اصل مدعی۔ احسنؔ) اولیائے مقتول ہیں اور وہ قاتل کو معاف کرنے اور قصاص کے بجائے خوں بہا لینے پر راضی ہوسکتے ہیں'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 614)

ہمیں صرف یہ دکھانا ہے کہ ولی، صاحبِ اختیار حاکم ہوتا ہے یہاں اُس کے اختیار میں کئی زندگیاں ہیں اور اُس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے وہ قاتل کو قتل کرنے اور بخش دینے کے اختیارات رکھتا ہے۔ اگر وہ قاتل کو قتل کرنے میں کسی کا ماتحت ہوتا تو یہ نہ کہا جاتا کہ ''وہ قتل میں زیادتی نہ کرے'' (فَلا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ)

وَلی ہی مُتولّی ہوتا ہے یعنی تمام متعلقہ معاملات وحالات وحاجات وضروریات کا نگران اور فراہم کرنے والا ہوتا ہے

یہ ثابت ہو چکا کہ مودودی لفظ ''ولی'' کی حقیقت کو چھپانے میں ابلیس سے کئی گنا بڑھ کر ملعون ہو چکے لہٰذا اُنکے لگائے ہوئے اڑنگے ہٹا کر ''ولی'' کے معنی سمجھیں ارشاد ہوا تھا کہ: وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَ لِيُّ الْحَمِيْدُ O (شوریٰ 42/28)

مودودی ترجمہ: ''وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی قابلِ تعریف ولی ہے''

(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 504)

قارئین غور سے اس آیت کے اور ترجمہ کے الفاظ کو دیکھیں اور یہ سوچیں کہ کیا یہاں کسی تشریح کی احتیاج وضرورت ہے؟ کیا اس ترجمہ میں کوئی ایسی خامی ہے کہ جب تک اُسے بیان نہ کیا جائے قاری حضرات اللہ کی بات نہ سمجھیں گے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ اللہ کی بات کو سو فیصد واضح کرتا ہے۔ لیکن مودودی کی مذہبی ضرورت یہ ہے کہ لفظ ''ولی'' کے لئے چند ایسے الفاظ لکھ دیں کہ معاملہ صرف اللہ تک محدود ہو جائے۔ چنانچہ اُن کی تشریح سنئے:

Presented by Ziaraat.Com

ولی کی ایسی تشریح جس کا لفظ ولی سے کوئی تعلق نہیں ہے

’’یہاں ’’ولی‘‘ سے مراد ایسی ہستی ہے جو اپنی پیدا کردہ ساری مخلوق کے معاملات کی مُتَولّی ہے، جس نے بندوں کی حاجات وضروریات پوری کرنے کا ذمہ لے رکھا ہے‘‘(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 505-504)

قارئین یہ سمجھ لیں کہ اس تشریح کا لفظ ولی سے وہ تعلق ہرگز نہیں جو مودودی نے پیدا کرنا چاہا ہے۔یعنی لفظ وَلی میں نہ خالقیّت داخل ہے۔ نہ یہ شرط ہے کہ ولی جو کچھ کرے گا وہ اپنے بندوں کے ساتھ کرے گا۔اور جن کے معاملات کا متولّی ہوگا وہ اس کی پیدا کردہ مخلوق ہوں گے مودودی نے یہ شرطیں اپنی جیبِ خاص سے لگائی ہیں۔ورنہ یہ تمام صفات وقدرت یعنی رحم کرنا، حاجات وضروریات پوری کرنا،اللہ نے تمام صاحبانِ استطاعت مسلمان عوام پر بھی فرض کیا ہوا ہے۔اور قرآن کریم اللہ کے ایسے احکام سے بھرا پڑا ہے جن میں فقرا و یتامیٰ ومساکین ومحروموں اور مظلوموں کی پرورش کرنے اور اُنہیں اُن کی تمام ضروریات فراہم کرکے خود مکتفی بنانے کا اور پیار ومحبت ورحم وکرم سے پیش آنے کا تقاضا فرمایا گیا ہے۔جو لوگ غربا اور محتاجوں کے ساتھ داد ودھش ورحم وکرم سخاوت وایثار کا سلوک کرتے ہیں اُن کی مدح وثنا کی گئی ہے۔اُن کے اجر وثواب و درجات پر خاص وعدے کئے گئے ہیں۔اور جب عوام کو اس قدر استطاعت وقدرت اللہ کی طرف سے ملتی ہے تو وہ حضرات علیہم السلام جن کو اللہ اپنا نمائندہؑ، جانشینؑ خلیفہؑ،ظہورؑ اور ولیؑ بناتا ہے جنہیں تمام مخلوقات کیلئے رحمت اور اپنی بارگاہ میں، بقول مودودی، باریابی کا وسیلہ اور ذریعہ بناتا ہے، اُن کو اتنی استطاعت بھی نہ دے گا جتنی عوام الناس کو دی ہوئی ہے؟ ہم ولی کے معنی پر گفتگو کر رہے ہیں۔اور اس گفتگو کو جاری رکھنا چاہتے ہیں ورنہ محمدؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ اور دیگر آئمہ معصومینؑ کی استطاعت پر قرآن اور حدیث سے یہاں پھر ڈھیر لگا سکتے ہیں۔فی الحال اتنا ضرور یاد دلائیں گے کہ مودودی اور اُسکے ملعون مذہب والوں کی مقدس ومعتبر ترین کتاب (بخاری) میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے فوارے نکلتے تھے جس سے افواج سیراب ہوجاتی تھیں۔ان ملاعین سے پوچھو کہ پانی کا یہ ذخیرہ حضورؐ کی استطاعت میں تھا یا نہیں؟ بہرحال یہ نوٹ کرلیں کہ اس کائنات میں روز ازل سے تمام قسم کی مخلوقات کو اُن کے جسم وجان سمیت جو کچھ ملا ہے اور آئندہ ملے گا وہ سب علیؑ محمدؐ، فاطمہؑ اور اُن کی اولاد کے آئمہؑ کے وسیلے سے اور اُن ہی کے ہاتھوں سے ملا ہے اور ملے گا۔وہ اللہ کے دینے کا باب ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

(11) مودودی ملعون کے قلم سے ’’ولی‘‘ کے معنی حاکم اور حکمرانی کرنے والے کے دیکھ لیں

قارئین نے لغات القرآن کے حوالوں میں لفظ تَوَلّٰی کا مصدر تَوَلِّیْ اور اس کے معنی ’’کسی ذمہ داری کو سنبھالنے‘‘ اور ’’والی اور حاکم ہونے‘‘ کے دیکھے تھے‘‘(جلد 2 صفحہ 213) اب یہی معنی قرآن سے مودودی کے ترجمے کے ساتھ دیکھیں۔ارشاد ہوا ہے کہ:

وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْ ثَ وَ النَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَا دَ O (بقرہ 2/205)

مودودی ترجمہ: ’’اور جب اُسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو زمین میں اُس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے، اور نسلِ انسانی کو تباہ کرے حالانکہ اللہ، جسے کہ وہ گواہ بنا رہا تھا، فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا‘‘۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 159)

قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ جو شخص ساری زمین (الارض) کو قتل وغارت اور لوٹ مار کا اکھاڑہ بنادے، کھیتیاں اور انسانی نسلیں تباہ کردے، اور زمین کو فساد سے لبریز کردے وہ بلاشبہ فراعنہ، نمارید اور سکندر ودارا اور نپولین سے کہیں بڑا بادشاہ ہی ہوسکتا ہے اور مژدہ باد اے قریشی مذہب کے لوگو کہ وہ شخص عہد رسولؐ کا ایک ایسا شخص تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا بے تکلف تھا جو انہیں اسلام کو ساری دنیا پر مسلط کرنے کی

Presented by Ziaraat.Com

بڑی حیران کن اور پسندیدہ اسکیمیں سمجھایا کرتا تھا۔ مگر جسے اللہ نے آنحضرتؐ کا سب سے بڑا اور کمینہ اور خطرناک دشمن اور مدمقابل فرمایا تھا اور جو اللہ کو گواہ بنا کر اور قلبی خلوص دکھا کر اپنی پالیسی کو اسلام کے عین مطابق کہتا تھا اور جس کا ذکر اس سے پہلی آیت (بقرہ 2/204) میں ہو چکا ہے اور جس کا نام ہم نے عمر بن الخطاب لکھا اور ثابت کیا ہے۔ بہر حال یہاں علامہ رفیع الدین کا ترجمہ پڑھنا مودودی کی خباثت کو ذرا واضح کر دے گا۔ سنئے:

اس آیت (2/205) کا ترجمہ علامہ رفیع الدین کے قلم سے

''اور جب حاکم ہوتا ہے کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے تو کہ فساد کرے بیچ اُس کے اور ہلاک کرے کھیتی کو اور جانداروں کو اور اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کرنے کو'' (صفحہ 34 ترجمہ قرآن)

(الف) مودودی نے قریش کی طرفداری میں اپنا دین اور دنیا دونوں تباہ کر کے جہنم میں ٹھکانا بنایا ہے۔ قریشی حکومت کو بچانے کی کوشش

اب قارئین خود مودودی اور قریش کو ملعون کہیں گے۔ اس لئے کہ ابھی آپ نے لفظ ''تَوَلّٰی'' کے معنی ''اقتدار یا حکومت حاصل کرنا'' پڑھے تھے۔ جس کے حساب سے لفظ تَوَلَّیْتُم کے معنی ''تم حاکم بن جاؤ گے'' ہونا چاہئیں۔ لیکن چونکہ اللہ قریشی مومنین سے بات کر رہا ہے اور ثابت ہو رہا ہے کہ قریش آنحضرتؐ کے بعد اُن کی حکومت پر قبضہ کر کے ملعون ہو جائیں گے اس لئے علامہ غلط مگر وہی ترجمہ کرتے ہیں جس سے انہوں نے لفظ ولی اور ولایۃ سے متعلق الفاظ کو بگاڑا ہے۔ سنئے کہ اللہ قریش سے وہی بات فرماتا ہے جو رسولؐ اللہ نے اُن سے بار بار فرمائی تھی (بخاری)۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ O اُولٰۤئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ O (محمدؐ 47/22,23)

مودودی ترجمہ: ''اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم الٹے منہ پھر گئے تو زمین میں فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے؟ یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور اُن کو اندھا اور بہرا بنا دیا'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 27,26)

(ب) یہ حق کا زور ہے کہ مودودی ایسے ملعون سے صحیح معنی لکھوا کر ہم سے باطل کو تباہ کرایا

علامہ مودودی نے و۔ل۔ی کے مادہ سے بننے والے تمام الفاظ وَلَّوْا، وَلّٰی، تَوَلّٰی، یَتَوَلّٰی وغیرہ کے معنی ہر جگہ منہ گھمانا، پلٹنا، پھر جانا وغیرہ کئے ہیں۔ لیکن اللہ نے اُسے مجبور کیا اور اُس نے مندرجہ بالا آیت (47/22) میں غلط معنی کرنے کے بعد اپنی تشریح میں صحیح معنی بھی لکھ دئے۔ دیکھئے: 33۔ اصل الفاظ ہیں ''اِنْ تَوَلَّيْتُمْ'' اِن کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اوپر متن میں کیا ہے۔ اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ :۔
''اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 26)

(ج) قریش کو پہلے سے اُن کے مظالم کی اور ملعون ہو جانے کی اطلاع دے دی تھی مودودی کا اقرار دیکھیں

مودودی حق کے سامنے مجبور ہو گئے ورنہ وہ نہ یہ ترجمہ کرتے اور نہ یہ تشریح لکھتے کہ:

''اس ارشاد کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر اس وقت تم اسلام کی مدافعت سے جی چراتے ہو اور اُس عظیم الشان اصلاحی انقلاب کے لئے جان و مال کی بازی لگانے سے منہ موڑتے ہو جس کی کوشش محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اہل ایمان کر رہے ہیں، تو اس کا نتیجہ آخر اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم پھر (اسلام چھوڑ کر۔ احسنؔ) اُسی جاہلیت کے نظام کی طرف پلٹ جاؤ جس میں تم لوگ صدیوں تک ایک دوسرے کے گلے کاٹتے رہے ہو، اپنی اولاد تک کو زندہ دفن کرتے رہے ہو، اور خدا کی زمین کو ظلم وفساد سے بھرتے رہے ہو۔ (مودودی نے یہ پہلا

Presented by Ziaraat.Com

مطلب غلط ترجمہ کی رُو سے لکھا ہے۔ احسن) دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری سیرت اور کردار کا حال یہ ہے کہ جس دین پر ایمان لانے کا تم نے اقرار کیا تھا اُس کے لئے تمہارے اندر کوئی اخلاص اور کوئی وفاداری نہیں ہے، اور اُس کی خاطر کوئی قربانی دینے کے لئے تم تیار نہیں ہو، تو اس اخلاقی حالت کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اقتدار عطا کردے اور دنیا کے معاملات کی باگیں تمہارے ہاتھ میں آجائیں تو تم سے ظلم و فساد اور برادر کشی کے سوا اور کس چیز کی توقع کی جاسکتی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 27,26، حاشیہ 34)

(د) اِن آیات (26 تا 47/22) پر اور علامہ کے تراجم اور تشریحات پر طائرانہ نظر ڈال کر جہاد کے ولی علیؑ اور قریش کے متعلق فیصلہ کرلیں

ہم نے پیرا نمبر 9 کی (ی) میں لفظ وَلِیٌ اور مَوْلٰی کے معنی میں مودودی اینڈ کمپنی کی نقاب کشائی شروع کی تھی اور اُن کی تمام چالاکیاں ، خیانتیں اور فریب کاریاں دکھاتے ہوئے آخر یہاں تک پہنچے اور مودودی کے ہاتھ سے ولی اور ولایت کے معنی کا صحیح تعین کرادیا 2۔ اور وہ راز بھی کھول دیا جس کو چھپانے کے لئے قریشی حکومتوں نے لفظ ولیؑ اور ولیٰ سے متعلق الفاظ سے بازیگری اختیار کی تھی۔ یعنی یہ ثابت ہوگیا کہ عمرو لیڈر تھا جس نے اُس قومی حکومت کا تانا بانا تیار کیا تھا جس نے خاندان رسالت کا بھی قتل عام کیا تھا اور دنیا کی تمام اقوام میں قتل و غارت اور لوٹ مار کی تھی اور کروڑں انسانوں کو اسلام کے نام پر اور اپنی مخالفت کی بنا پر قتل کیا تھا (بقرہ 2/205) اور (محمدؐ 47/22,23) اور۔ 3۔ ساتھ ہی علامہ مودودی اور دیگر قریش کے علمانے مان لیا کہ ان آیات (26 تا 47/22، 2/205) میں قریش سے مخاطبہ ہے۔ اور یہ کہ قریش اسلام کو بہر حال ترک کر کے بعثتِ رسولؐ سے پہلے والے اپنے دین کے مطابق مظالم اور تخریب و فساد پر عمل پیرا رہیں گے۔ 4۔ ان ہی آیات (26 تا 47/22) کو مسلسل پڑھنے سے قریش کے متعلق یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ:

اول:۔''یہ لوگ غاصب و ملعون ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن سے بے تعلق ہو گئے تھے (25/30,47/24) اور اسلام اختیار کر لینے اور ہدایاتِ خداوندی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ اور

دوم:۔''اُن کیلئے شیطان نے اس روش (ارتداد) کو سہل بنادیا تھا اور توقعات کا سلسلہ اُن کیلئے (قیامت تک) دراز کردیا تھا (تفہیم 5 صفحہ 27)۔

سوم:۔ اور ''اسی لئے انہوں نے اللہ کے نازل کردہ دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا تھا کہ بعض معاملات میں ہم تمہاری مانیں گے یعنی وہ اندر ہی اندر دشمنانِ اسلام سے ساز باز کرتے رہے اور اُن سے وعدے کرتے رہے اور یہ کہ اللہ اُن کی خفیہ سازشوں کو خوب جانتا تھا۔ (ایضا صفحہ 28)(47/25-26)

چہارم:۔ یہ کہ واقعی قریش نہ جنگ و جہاد میں دل چسپی لیتے تھے یعنی مخالفانِ اسلام چونکہ قریش ہی تھے اس لئے مسلمان قریشی اُن سے قتال کیسے کر سکتے تھے۔ اور اُن کی خفیہ ساز باز کا راز بھی اسی جنگ نہ کرنے سے ظاہر ہوا تھا۔ اور علامہ نے مان لیا کہ جو مسلمان ان آیات (26 تا 47/22) میں مخاطب ہیں وہ نہ اللہ و رسوؐل سے خلوص رکھتے تھے نہ وہ اسلام کے وفادار تھے۔ اور انہیں جہاد اور جہاد کے ولیؑ کے مقابلہ میں اپنی قوم و مال و دولت اور ہر چیز عزیز تھی۔ اور اُن ہی کے لئے اللہ نے دوسرے حکم کے انتظار کا وعدہ کیا تھا (توبہ 9/24) اور وہی قریشی مسلمان تھے جو میدان جنگ سے بھاگ کر اپنے مرکز اور حکومت کی اطاعت میں لگ گئے تھے (9/25) اور یہاں (47/27,28 میں) وقت وفات ملائکہ کا اُن کو سزا دینا اور اُن کے تمام اعمال ضائع ہوجانے کی اطلاع دی گئی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

(د) مودودی کی تشریح میں لکھے ہوئے صحیح ترجمہ کواُن کے متن والے غلط ترجمہ کی جگہ لکھ کر آیات (47/22,23) کو دوبارہ دیکھیں

اِن آیات کا صحیح ترین ترجمہ دیکھنے کے لئے یہ بات پہلے سمجھ لینا چاہئے کہ مودودی نے اُن تمام مقامات پر اپنے قریشی راہنماؤں کو محفوظ رکھا ہے جہاں اللہ نے اُن کی مذمت کی ہے۔اور تحفظ دینے کی ترکیب یہ کرتے رہے ہیں کہ اُن لوگوں کو منافق کہہ دیا کرتے ہیں۔لیکن مودودی نے سورہ ممتحنہ (60/1) میں مذکور لوگوں کو منافق نہیں لکھا حالانکہ وہ مومنین اللہ کے دشمنوں کو خفیہ طور پر اپنا مرکز اور ولی (حکمران) بنائے رہے۔اور نہ یہاں زیر بحث آخری آیت (47/22) میں مذکور مومنین کو منافق لکھا حالانکہ وہ، بقول مودودی بھی جہاد میں جان و مال صرف نہ کرتے تھے اور انہیں اللہ، رسوؐل اور اسلام سے کوئی خلوص و ہمدردی نہ تھی اور وہ اپنی حکومت کی پالیسیوں کے سامنے کسی اور کی بات نہ مانتے تھے۔اُنہیں مودودی کا منافق نہ کہنا اور تمام مخاطبوں کو مومن مان لینا ثابت کرتا ہے کہ تمام مومنین اللہ و رسوؐل اور اسلام کے مخالف تصورات رکھتے تھے۔اور یہ مطلب قرآن کے خلاف جاتا ہے اور خود مودودی اینڈ کمپنی بھی فدا کار و جان نثار مومنین کا وجود مانتی ہے۔پھر سوال یہ ہے کہ آیات (محمدؐ 47/22 اور ممتحنہ 60/1) میں کون لوگ جمع کے صیغے سے مخاطب ہیں؟

تین ایسی دلیلیں جو اُن مخاطب مومنین کو قریش ثابت کرتی ہیں

پہلی دلیل یہ ہے کہ مودودی نے اُن کو محفوظ کرنے کے لئے متن میں لفظ" تَوَلَّیْتُم" کا غلط ترجمہ کیا ہے۔اور ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مودودی اینڈ کمپنی اُن ہی آیات کا غلط ترجمہ کرتی ہے جن میں حضرت علیؑ کی فضیلت اور قریش کی مذمت ہوتی ہے۔دوسری دلیل یہ ہے کہ مودودی نے یہاں (47/22) قریش کو تمام مومنین کی آڑ میں چھپایا ہے ورنہ وہ مذکورہ صفات والے مومنین کو ہر جگہ منافق لکھتے رہے ہیں۔اور تیسری دلیل یہ ہے کہ اُن پر حکومت بنانے اور مظالم کرنے کا اللہ نے جرم عائد کیا ہے اور تاریخ میں اُن کی ظالم حکومت کا قائم ہونا ناقابل انکار ہے۔

تیسری قرآنی دلیل و پیشگوئی کی تصدیق سُنی ریکارڈ کی احادیث سے بھی ہوتی ہے کہ وہ مذکورہ لوگ قریش تھے

قارئین کسی بھی صحیح بخاری کو کھول کر اُس میں کتاب الفتن نکال لیں اور دیکھیں کہ بڑے سائز کے کئی صفحات میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہی الفاظ ملیں گے جو مودودی نے اپنی تشریح میں قطع رحمی کے متعلق لکھے ہیں (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 27,26)

یعنی: 1۔" جاہلیت والا دین اختیار کر لینا "۔2۔" ایک دوسرے کے گلے کاٹنا "۔

3۔" دنیا بھر میں فساد پھیلانا "۔(صفحہ 27,26) (اور یہ سب کچھ کرنے والی قریشی حکومت تھی۔)

احادیث میں یہ الفاظ ملیں گے:۔

1۔دین اسلام کو بدلنا نئے نئے طریقے جاری کرنا (جلد 2، صحیح بخاری صفحہ 1045)

2۔میرے بعد تم لوگ کافر نہ ہو جانا کہ لگو ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے۔

(لَا تَرْجِعُوْ ا بَعْدِی کُفَّارًا یضرب بعضکم رقابَ بعض) (جلد 2 صفحہ 47-1048)

3۔اِن ہی بیانات میں عمر بن الخطاب کو فتنوں کا دروازہ فرمایا ہے (صفحہ 1051)

آیات (محمدؐ 47/22,23) کا مودودی ترجمہ جو اُن کی تشریحات کی رو سے ہونا چاہئے تھا

اب وہ ترجمہ دیکھئے جو متن میں نہ کیا گیا بلکہ اِدھر اُدھر تشریحات میں بکھیر دیا گیا تھا:۔

Presented by Ziaraat.Com

''اب کیا اے قریشی مومنین تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ تم لوگوں پر حاکم بن گئے تو زمین میں فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے؟ یہی قریش ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جنہیں حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے باقی حقائق کی طرف سے اندھا اور نصیحت و ممانعت سننے کے لئے بہرا بنا دیا ہے''۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 26۔27)

مودودی کی اصلاح یافتہ تشریح

''34 اس ارشاد (47/22-23) کا اولین مقصد یہ ہے کہ جب تم اسلام کی مدافعت سے جی چراتے ہو اور اُس عظیم الشان اصلاحی انقلاب کے لئے جان و مال کی بازی لگانے سے منہ موڑتے ہو جس کی کوشش محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمہارے علاوہ دیگر اہل ایمان کر رہے ہیں۔تو اس کا نتیجہ آخر اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اے قریشی مسلمانو، تم پھر اپنے جاہلیت کے دین کی طرف پلٹ جاؤ جس میں تم لوگ صدیوں سے ایک دوسرے کے گلے کاٹتے رہے اور خدا کی زمین کو ظلم و فساد سے بھرتے رہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب اے قریش تمہاری سیرت اور کردار کا حال یہ ہے کہ تم جس دین پر ایمان لانے کا دعویٰ کر رہے ہو اُس کے لئے تمہارے اندر کوئی اخلاص اور کوئی وفاداری نہیں ہے۔اور اُس کی خاطر کوئی قربانی دینے کو تیار نہیں ہو تو اس اخلاقی حالت کے ساتھ ساتھ اگر تم نے حکومتِ الٰہیہ پر قبضہ کر بھی لیا اور دنیا کی قسمت تمہارے ہاتھوں میں آ گئی تو تم سے ظلم و فساد اور برادر کشی کے سوا اور کس چیز کی توقع کی جاسکتی ہے؟''

یہ ہیں قریش کے حالات جو قرآن (بقرہ 2/205) سے ثابت ہیں۔

10۔ قریشی کامیابی کے لئے ضروری تھا کہ قریش ولایۃ و امامۃ کے مقابلہ میں نبوۃ کے مخالف دونوں محاذ برقرار رکھتے ہوئے علیؑ کو شکست دیں

ہم نے تفصیل سے دکھایا ہے اور یہ ایک تاریخی وواقعاتی حقیقت بھی ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے ہی اہلِ علم کو معلوم تھا کہ مکہ کے اندر بنی ہاشم میں ایک رسوؐل مبعوث ہونے والا ہے۔جس کی پیشینگوئیاں سابقہ انبیاؑء اور اُن کی کتابوں میں انجیل تک بیان ہوتی اور لکھی چلی آرہی تھیں۔علمائے یہود و نصاریٰ اُن پیشینگوئیوں کا ہم عصر اقوام میں اعلان کر کے اپنی حقانیت اور ساکھ مستحکم کرتے چلے آرہے تھے۔عربی مسلم ریکارڈ بھی بتاتا ہے کہ بحیرہ راہب نے آنحضرؐت کو دیکھ کر حضرت ابو طالبؑ اور عربی قافلے کے سامنے آپؐ کی نبوت کا اعلان وتصدیق کی تھی اور یہ بھی ثابت ہے کہ ابوبکر وعمر کو بھی بعثت کے بہت پہلے سے یہ خبر مل چکی تھی اور سب سے بڑا مادی و مشہود اور چلتا پھرتا وہ ثبوت تھا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر حضرت عبدالمطلب، عبداللہ اور ابو طالب علیہم السلام تک تمام آئمہؑ کو مشخص کرتا چلا آیا تھا۔وہ پیشانی میں تاباں رہنے والا نوؐر تھا جسے دیکھ کر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل کا تعین ہوتا چلا آرہا تھا اور دو ہزار پانچ سو سال سے نور محمدؐی کا منتقل ہونا دیکھا جارہا تھا۔اور پیشین گوئیوں کا وقت قریب آلگا تھا۔کہنا یہ ہے کہ نبوت عربوں یا اہل مکہ کے لئے کوئی اچانک حادثہ نہ تھی۔وہ بھی پشتہا پشت سے منتظر اور تیار تھے اور انہیں نسلاً بعد نسلٍ یہ تجربہ ہوتا چلا آیا تھا کہ نبوت و امامت کو نا کام نہیں کیا جاسکتا البتہ اُس کا رُخ بدلا جاسکتا ہے۔اُسکے مقاصد میں التواء اور تاخیر پیدا کی جاسکتی ہے۔اور یہ بھی اُسی صورت میں ممکن ہے جب کہ پہلے اُسے تسلیم کر لیا جائے اور متعلقین کو اپنے خلوص کا یقین پہلے سے دلا دیا جائے۔سابقہ اقوام کے اس آزمودہ اصول کے ماتحت اہل مکہ نے وہ لوگ انتخاب کر لئے تھے جو اعلان نبوت ہوتے ہی ایمان لائیں اور تصدیق کریں اور سابقین اولین میں شمار ہو جائیں ان منتخب لوگوں میں ابوبکر وعمر کو اس لئے شناخت کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی ریکارڈ میں یہ مانا گیا ہے کہ انہیں

یہود ونصاریٰ و دیگر قدیم علماء نے نبوتِ محمدؐ یہ کی اطلاع دی تھی اور خود اُن کے بادشاہ بن جانے کی خوش خبری سنا کر اس سلسلے میں چند احتیاطی اقدامات بھی بتائے تھے۔ اِن حالات میں یہ ماننا پڑے گا کہ یہ دونوں اشخاص سابقہ پیش گوئیوں کی تحقیقات اور چھان بین پر تعینات تھے اور قدیم علما سے جا جا کر ملتے اور تفتیشیں کرتے تھے۔ اور یہی دونوں وہ ہیرو ہیں جو آنحضرتؐ کے بعد مسلمانوں کے بادشاہ بھی ہوئے۔ لہٰذا یہ سب کچھ اتفاقیہ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ قریشی اسکیم کے ماتحت عقل وبصیرت وکوشش کا نتیجہ تھا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قریش نے جو زیر زمین محاذ بنایا تھا اس کے کرتا دھرتا اور قائد وراہنما ابوبکر وعمر تھے۔ اور قریش کا یہ مسلم محاذ دوستی اور اسلام کا دبیز نقاب پہنے ہوئے وفاتِ رسولؐ تک رسولؐ کو گھیرے میں لئے رہا (آل عمرانؑ 3/159) اور مسلسل نظامِ شرکت ومشاورت قائم کرنے پر گناہوں اور نافرمانیوں تک کی حدود تک مُصر رہا۔ حکومت اور احکام میں قومی لیڈروں کو شامل کرانے کے لئے خفیہ سازشیں اور رسولؐ کو قتل کرانے کی کوششیں تک کرتا رہا (157 تا 3/152) یہ نقاب پوش مسلم گروہ رفتہ رفتہ رسولؐ کے خانگی حالات پر بھی غالب آ گیا انہوں نے اپنی پسند کی دانشور مستورات اور اپنی بیٹیاں تک رسولؐ کی ازواج میں شامل کر دیں جنہوں نے ایک گھریلو داخلی محاذ قائم کر کے رسولؐ کے حالات بدلنے کی کوششیں جاری رکھیں (تحریم 6 تا 66/1، احزاب 57 تا 33/52، احزاب 34 تا 33/28) یہ قریشی مسلم محاذ روز اول سے اپنے ملکی مرکز کے ماتحت رہا۔ اور اس کی کارکردگی کا سابقہ عنوانات میں بھی تذکرہ ہوتا رہا ہے۔ جب ملکی مرکز کے تیغ بکف قریشی محاذ نے ہتھیار ڈال دیئے تو وہ سب کلمہ پڑھ کر اپنے عمری وبکری محاذ کی پناہ میں آ گئے اور قریشی محاذوں نے متحدہ کوششیں شروع کر دیں۔

(الف) دعوتِ ذوی العشیرہ نے قریش کو قانونی وقومی حیثیت سے محروم کر دیا تو انہوں نے چونک کر اپنے مسلم محاذ کا رُخ علیؑ کی طرف موڑ دیا۔

دعوتِ ذوی العشیرہ (سرپنچوں کو تبلیغ) کا حکم (شعراء 26/214,215) نازل ہوا، رسالت کے لئے ولایۃ وولیؑ وحاکم وخلیفہ طلب کیا گیا۔ قریش نے موجودہ حالات میں اس دعوت کو مذاق سمجھ کر ٹھکرا دیا اور رسولؐ نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت ونیابت ووزارت وخلافت واخوت کا اعلان کر دیا۔ بہت جلد قریش کو اپنی اس غلطی کا احساس ہوا اور محسوس کر لینے کے بعد انہوں نے قومی وقانونی صورتِ حال کی مرمت کے لئے ایک غدارانہ فیصلہ کیا تھا۔ اور جس کا طعنہ عبداللہ ابن عباس نے خلیفہ دوم کو اُن کے عہد خلافت میں یہ کہہ کر دیا تھا کہ:

قریش کا رسولؐ کے بعد حکومت پر قبضہ باطل نہ ہوتا اگر انہوں نے دعوتِ ذوی العشیرہ قبول کی ہوتی

''میں نے (عبداللہ نے) کہا۔'' اے امیر المومنین اگر آپ مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیں اور مجھ پر ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں''۔ آپ نے (عمر نے) فرمایا'' اے ابن عباس تمہیں بولنے کی اجازت ہے''۔ میں نے کہا'' آپ نے فرمایا کہ قریش نے اپنے لئے اسے (حکومت کو) انتخاب کیا اور اس معاملے میں وہ درست تھے اور کامیاب ہوئے'' اس بارے میں یہ عرض ہے کہ اگر قریش اپنے لئے یہ انتخاب اُس وقت کر لیتے جب اللہ بزرگ وبرتر نے (دعوت ذوی العشیرہ کی رُو سے) انہیں اختیار دیا تھا تو اُس وقت یہ صحیح معاملہ ناقابل ردّ اور ناقابلِ حسد ہوتا'' آپ (عمر) نے یہ بھی فرمایا ہے کہ'' وہ لوگ (قریش) یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت اور خلافت دونوں چیزیں ہمارے (بنی ھاشم) اندر جمع ہو جائیں'' تو خدائے بزرگ وبرتر نے بھی ایک جماعت کی ناپسندیدگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

''یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اُس وحی کو جو اللہ نے نازل فرمائی تھی پسند نہیں کیا اِس لئے اُس نے اُن کے اعمال اکارت کر دیئے''۔ (تاریخ طبری کا ترجمہ حصہ سویم خلافت راشدہ (صفحہ 282-279)

Presented by Ziaraat.Com

یہاں عبداللہ بن عباس کے عمر کے ساتھ دو مکالمے ہیں دونوں کے پڑھنے سے بھی تمام بیانات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔علامہ شبلی نے پہلا مکالمہ پورا لکھا ہے دوسرے کو ترک کر دیا(الفاروق حصہ اول صفحہ 103)

وہ آیات جن کی طرف عبداللہ بن عباس نے عمر کو متوجہ کیا اور مردود ٹھہرایا

عبداللہ ابن عباس نے عمر کو اور اُس کی پوری قوم قریش کو اللہ اور قرآن کا مخالف ٹھہرا کر یہ یاد دلایا کہ تمہارے اور تمہاری قوم کے تمام اعمال اس لئے رائیگاں ہوگئے کہ تم نے دعوت ذوی العشیرہ کو ٹھکرایا اور خاندانِ رسالت کو حکومت سے محروم کیا وہ آیات ملاحظہ ہوں۔اللہ نے فرمایا اور مسٹر مودودی نے ترجمہ کیا کہ: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ O ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ O ۔(محمدؐ 9-47/8)

مودودی ترجمہ:۔"رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے۔تو اُن کے لئے ہلاکت ہے 13 اور اللہ نے اُن کے اعمال کو بھٹکا دیا ہے۔

کیوں کہ انہوں نے اُس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا ہے 14۔لہٰذا اللہ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیئے"۔

مودودی کی تیرھویں اور چودھویں تشریحات

"13 اصل الفاظ ہیں فَتَعْسًا لَّهُمْ۔تَعْسٌ ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرنے کو کہتے ہیں"۔

"14 یعنی انہوں نے اپنی پرانی جاہلیت کے اوہام و تخیلات اور رسم و رواج اور اخلاقی بگاڑ کو ترجیح دی اور اس تعلیم کو پسند نہ کیا جو اللہ نے اُن کو سیدھا راستہ بتانے کے لئے نازل کی تھی"۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 19-20)

قرآن کو معنوی حیثیت سے بالکل بدل کر الٹ کر رکھ دیا گیا ہے

قارئین یہ نوٹ کریں کہ خلیفہ دوم کے زمانہ میں ان دونوں آیات سے قریش کی بے دینی اور عاقبت کی تباہی سمجھی جاتی تھی اور عمر کا اُسے قبول کرنا اور جواب میں کوئی تاویل و تدبیر نہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ اُس زمانہ تک لوگوں کو عموماً اور عبداللہ اور عمر کو خصوصاً قرآن کی عملی صورت اور تنزیلی مقاصد معلوم تھے۔لیکن علامہ مودودی کے زمانہ تک حالت یہ ہوگئی کہ شیعہ علما بھی ان دونوں آیات کو اُسی طرح عام اور بے معنی سمجھنے لگے جیسے انہوں نے سارے قرآن کو پاژند بنا کر سمجھا اور اختیار کیا ہے۔حالانکہ عبداللہ کا اعتراض اور عمر کا اقرار بتاتا ہے کہ یہ دونوں آیات دعوت ذوی العشیرہ حضرت علیؑ کی وزارت وخلافت،اور قریش کے حکومت پر قبضہ کر لینے کی تصریح اور نتیجہ بیان کرتی ہیں۔

(ب) قریش نے اپنے نقاب پوش مسلم محاذ کو علیؑ پر نگرانی کرنے،اُن کا اعتماد حاصل کرنے پر اُسی طرح متعین کر دیا جیسے رسولؐ پر تعینات کیا تھا

حضرت علی علیہ السلام کی وزارت وحکومت وخلافت کا اعلان اُن تقریبات میں ہوا تھا جن کو تاریخ طبری نے یوں لکھا ہے کہ:

دعوت ذوی العشیرہ یعنی تمام قبائل کے اہل حلّ وعقد کو نظامِ اسلام کی تفصیلی دعوت

"علیؑ بن ابی طالبؑ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ O (26/214) رسولؐ اللہ پر نازل ہوئی آپؐ نے مجھے بلایا اور کہا علیؑ،اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی کنبہ والوں کو ہدایت کروں مگر میں اپنے کو اس سے عہدہ برآ ہونے میں مجبور پاتا ہوں۔کیوں کہ جب میں اُن کو اپنی دعوت دوں گا وہ مجھے تکلیف پہنچائیں گے۔اس خوف سے میں اس حکم کی بجا آوری میں خاموش تھا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ محمدؐ اگر تم اللہ کے اس حکم کی بجا آوری نہ کرو گے تمہارا رب تم کو عذاب دے گا۔اِس لئے تم آدھا سیر تین پاؤ کا کھانا تیار کرو اُس پر بکری کی ران بھون کر رکھ دینا اور دودھ سے بھر کر ایک کٹورا لا دو۔اس کے بعد تمام بنو عبدالمطلب کو

میرے پاس بلاؤ تا کہ میں اُن سے گفتگو کروں۔اور اللہ کے حکم کو اُن تک پہنچا دوں۔ میں نے رسوؑل اللہ کی فرمائش پوری کر دی اور پھر تمام بنوعبدالمطلب کو، جو اُس زمانے میں کم وبیش چالیس مرد تھے،آپؐ کے پاس بلالایا۔اُن میں آپؐ کے چچا ابو طالبؑ،حمزہؑ،عباس اور ابولہب بھی تھے۔سب کے جمع ہو جانے کے بعد رسوؑل اللہ نے مجھے اس کھانے کے لانے کا، جو میں نے آپؐ کے لئے تیار کیا تھا،حکم دیا۔میں نے اُسے لاکر رکھا۔رسوؑل اللہ نے اُس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھا کر اُسے اپنے دانتوں سے چیرا اور پھر اُس خوان کے کناروں پر رکھ دیا اور سب سے کہا بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیجئے۔تمام جماعت نے شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ مجھے صرف اُن کے ہاتھ چلتے دکھائی دیتے تھے۔اور قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں علیؑ کی جان ہے کہ جتنا کھانا میں نے اُن کے لئے تیار کیا تھا،اُن میں سے ہر شخص اُس کو کھا جاتا۔کھانے کے بعد رسوؑل اللہ نے فرمایا کہ اِن سب کو دودھ پلاؤ۔ میں نے وہ کٹورا لاکر اُن کو دیا۔اُسے پی کر وہ سب سیر ہوئے۔حالانکہ بخدا وہ صرف اتنا تھا کہ اُن میں کا ہر شخص اُسے پی جاتا۔اس کے بعد رسوؑل اللہ نے چاہا کہ اُن سے گفتگو کریں۔ مگر آپؐ کے بولنے سے پہلے ابولہب نے کہا ''عرصہ سے یہ تم پر جادو کرتا رہا ہے'' یہ سن کر تمام جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔رسوؑل اللہ نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔مجھ سے کہا علیؑ تم نے دیکھا کہ اس شخص نے مجھے آج بات کرنے کا موقع نہیں دیا۔اور سب لوگ چلے گئے۔کل پھر اسی قدر کھانے کا انتظام کرواور اُن سب کو میرے پاس بلاؤ''۔(تاریخ طبری ترجمہ پہلی جلد سیرۃ النبی صفحہ 88-89)

مسلسل دوسری روایت لکھی ہے کہ:

''حسب الحکم دوسرے دن پھر میں نے اُسی قدر کھانے اور دودھ کا انتظام کر کے سب کو رسوؑل اللہ کی خدمت میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ جب وہ آ گئے آپؐ نے کل کی طرح مجھے کھانا لانے کا حکم دیا۔ میں کھانا لایا۔آپؐ نے آج بھی وہی کیا جو کل کیا تھا۔اُس کی برکت سے سب نے شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے کہا کہ ان کو دودھ پلاؤ۔ میں اُس کٹورے کو لے آیا۔اُسی سے وہ سب سیر ہو گئے۔اس سے فراغت کے بعد رسوؑل اللہ نے فرمایا کہ اے بنوعبدالمطلب! میں نہیں جانتا کہ کوئی عرب مجھ سے پہلے اس سے بہتر کوئی نعمت تمہارے پاس لایا ہو۔جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس بھلائی کی دعوت دوں تم میں سے کون اس معاملہ میں میرا بوجھ بٹانے کے لئے آمادہ ہوتا ہے تا کہ وہ میرا بھائی بنے،میرا وصی ہو اور تم میں میرا جانشین ہو؟اس دعوت میں سب کے سب ساکت وصامت رہے کسی نے حامی نہ لی۔البتہ میں نے کہا، حالانکہ میں اس جماعت میں سب سے کم عمر تھا،سب سے زیادہ چھوٹی آنکھیں تھیں،پیٹ بڑا اور پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں،اے اللہ کے نبیؐ میں تمہارا وزیر بنتا ہوں۔رسوؑل اللہ نے میری گردن تھام کے کہا کہ ''یہ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور تم میں میرا خلیفہ ہے تم اس کی بات سنو اور جو کہے اُسے بجالاؤ''اس پر ساری جماعت ہنسنے لگی۔اور انہوں نے ابو طالبؑ سے کہا کہ سنو تم کو حکم ہوا ہے کہ تم اپنے لڑکے کی اطاعت وفرماں برداری کرو''۔(ایضاً صفحہ 89)

پھر مسلسل لکھا ہے کہ:

''ایک مرتبہ ایک شخص نے علیؑ سے پوچھا ''امیر المومنین آپؑ اپنے چچازاد بھائی کے اپنے چچا کی موجودگی میں کیونکر وارث ہوئے؟ انہوںؑ نے کہا ''سنو'' تین مرتبہ،اس پر تمام حاضرین گوش برآواز ہوئے کہ کیا کہتے ہیں۔انہوںؑ نے کہا کہ: ''رسوؑل اللہ صلعم نے تمام بنو

Presented by Ziaraat.Com

عبدالمطلب کو پلاؤ اور چھاچھ کی دعوت دی۔ آپؐ نے اُن کے لئے صرف ایک مُد کھانا پکوایا تھا۔ تمام لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور پھر بھی وہ کھانا جوں کا تُوں بچ گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا ''اے بنو عبدالمطلب اللہ نے مجھے خاص طور پر تمہاری طرف اور عام طور پر تمام انسانوں کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ اس معاملہ کے متعلق جو کچھ ہے وہ تمہارا مشاہدہ ہے۔ کون اس کے لئے میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے کہ وہ میرا بھائی، دوست اور میرا وارث بنے؟'' کوئی شخص کھڑا نہ ہوا۔ میں آپؐ کے پاس گیا۔ حالانکہ میں سب سے کم عمر تھا۔ مجھ سے آپؐ نے کہا'' بیٹھو'' اُس بات کو آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا مگر ہر بار میں کھڑا ہو کر آپؐ کی طرف بڑھتا تھا۔ تیسری مرتبہ آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا۔ اس طرح میں اپنے چچازاد بھائی کا وارث ہوا اور میرے چچا نہ ہوئے''۔ (ایضاً صفحہ 89-90)

مسلسل لکھتے ہیں کہ: ''اعلانیہ تبلیغ، حسن بن ابی الحسن سے مروی ہے کہ جب یہ آیت وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ O (شعراء 26/214) رسوؐل اللہ پر نازل ہوئی آپؐ نے ابطح میں کھڑے ہو کر کہا ''اے بنی عبدالمطلب، اے بنی عبد مناف، اے بنی قصی'' پھر آپؐ نے قریش کے تمام قبائل کو اور خاندانوں کو فرداً فرداً نام لے کر مخاطب کر کے کہا ''میں تم کو اللہ کی جانب بلاتا ہوں اور اُس کے عذاب سے ڈراتا ہوں''۔ (ایضاً صفحہ 90)

مسلسل لکھتے ہیں کہ: '' عبدالرحمٰن بن القاسم اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ رسوؐل اللہ کو حکم دیا گیا کہ جو پیغام اللہ کی طرف سے اُنؐ کو ملا ہے اُس کا وہ اعلان کریں۔ لوگوں کو اپنی تعلیم دیں۔ اور اللہ کی طرف دعوت دیں۔ نبیؐ ہونے کے بعد تین سال تک آپؐ خفیہ طور پر اپنی تعلیم دیتے تھے۔ اس کے بعد اب آپؐ کو اعلانیہ طور پر تبلیغ کا حکم ہوا'' (ایضاً صفحہ 90)

(ج) حضرت علیؑ کی ولایت وخلافت ووزارت وحکومت پر طبری کی ان روایات کی تکمیل اور چند غلط باتوں پر تنقید اور اصلاح

قارئین کو پھر یاد دلائیں کہ قریشی حکومتوں اور خلفا کی سرپرستی میں تیار ہونے والی احادیث وروایات وواقعات میں سے وہ تمام پہلو در کر دیئے جائیں گے جو قریشی پالیسی اور منصوبوں کی تائید میں ہوں یا جن سے قرآنی مسلمات میں ترمیم وتنسیخ وتردید کی جھلک ملتی ہو۔ چونکہ قریش کسی طرح یہ ماننے کو تیار نہیں کہ حضرت علیؑ پوری امت یا نوع انسان پر رسوؐل اللہ کے خلیفہ یا جانشین بنائے گئے تھے۔ اگر وہ یہ مان لیں تو چار یاری حکومت باطل ومغصوبہ ہو جائے اس لئے دعوت ذوی العشیرہ میں وہ اس دعوت کو صرف خاندان عبدالمطلب تک محدود کرتے ہیں جو یوں بھی باطل ہے کہ ہم نے طبری کی وہ روایت بھی لکھدی ہے جس میں قریش کے سارے قبائل اور خاندان کو بھی مدعو کیا گیا ہے۔ اور یوں بھی غلط ہے کہ لفظ ''عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ'' کے معنی میں ہمہ گیر سازش ثابت ہے یعنی نہ یہاں مصدری معنی لئے گئے نہ محاورے کا خیال رکھا گیا ہے اور نہ آیت میں بیان شدہ صورتِ حال کو مدنظر رکھا ہے۔ سازش ملاحظہ کے لئے پیش کی جاتی ہے۔

(د) دعوتِ ذوی العشیرہ والی آیت (26/214) کو خاندانِ عبدالمطلبؑ میں سازشاً محدود کر کے حکومتِ مرتضویؑ کو غائب کرنے کی کوششیں

قریش کی معنوی سازش کا پردہ فاش کرنے کیلئے ہم نے اکثر مودودی کے متضاد تراجم پیش کر دینا کافی سمجھا ہے اور یہ اس لئے کہ اردو زبان میں تمام مترجمین اور مفسرین سے زیادہ خیانت کاری اور زیادہ مضبوطی سے بددیانتی میں مودودی اول نمبر پر آتے ہیں۔ اور اُن کی تردید وابطال کے بعد قریشی علما کے پاس کوئی نیا حربہ نہیں بچتا ہے۔ لہٰذا آیت ذوی العشیرہ (26/214) کے سلسلے میں مودودی نے جو چالاکی اور ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے اُسے واضح کرنے میں ہم جو بیان دیں گے اُن کی تصدیق کے لئے آپ کو مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن کے پیش کردہ حوالوں کو سمجھنا اور اُن کی کتاب میں خود دیکھنا آپ کی اپنی ذمہ داری ہوگی۔ لہٰذا پہلے اُس آیت کا مودودی ترجمہ اور آیت کے الفاظ کو دیکھ لیں۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ:

(اوّل) ولایت ووزارت وخلافت وحکومت والی آیت؟

وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَO (شعراء 26/214)

مودودی ترجمہ:۔ ’’ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ‘‘۔(تفہیم القرآن جلد3 صفحہ 541)

مودودی کی تشریح:۔ ’’ 135 یعنی خدا کے اس بے لاگ دین میں جس طرح نبیؐ کی ذات کے لئے کوئی رعایت نہیں اُسی طرح نبیؐ کے خاندان اور اُسؐ کے قریب ترین عزیزوں کے لئے بھی کسی رعایت کی گنجائش نہیں ہے‘‘۔(تفہیم القرآن جلد3 صفحہ 542)

آپ نے آیت کا مودودی ترجمہ دیکھ لیا اس میں نہ کسی بے لاگ دین کا ذکر ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں نہ اُن کے خاندان کے سلسلے میں کسی رعایت کے ہونے یا نہ ہونے کا قصہ ہے۔ یہ مودودی کا اپنا عقیدہ ہے جس میں نبیؐ کی پوزیشن کو گھٹانا لوازمات میں سے ہے آپ تو یہ دیکھیں اور سوچیں کہ اس ترجمہ میں دو الفاظ کا ترجمہ کون کون سا ہے یعنی لفظ ’عَشِیۡر‘‘ کا ترجمہ کونسا ہے اور ’’اَقۡرَبِیۡن‘‘ کا ترجمہ کونسا ہے؟ یا یوں کہئے کہ ’’رشتہ داروں‘‘ کے لئے آیت میں عربی کا کون سا لفظ ہے اور ’’قریب ترین‘‘ کیلئے آیت میں کونسا لفظ ہے؟ اور یہ فیصلہ بھی خود نہیں کرنا بلکہ مودودی اور قرآن سے فیصلہ کرانا ہے۔ لہٰذا آیت میں آئے ہوئے الفاظ پر ایک دوسری آیت اور مودودی کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔ اللہ نے فرمایا کہ:

لفظ عَشِیۡر کا ترجمہ اور استعمال دیکھیں

یَدۡعُوۡا لَمَنۡ ضَرُّہٗۤ اَقۡرَبُ مِنۡ نَّفۡعِہٖ لَبِئۡسَ الۡمَوۡلٰی وَلَبِئۡسَ الۡعَشِیۡرُO (سورہ حج 22/13)

مودودی ترجمہ:۔

’’ وہ اُن کو پکارتا ہے جن کا نقصان اُن کے نفع سے ’’قریب تر ہے‘‘ ’’بدترین ہے اُس کا مولیٰ اور بدترین ہے اُس کا رفیق‘‘ (ایضاً صفحہ 208)

گو آپ نے لفظ ’’عَشِیۡر‘‘ کے معنی یا ترجمہ ’’رفیق‘‘ دیکھ لیا ہے مگر ہم چونکہ جھوٹوں کو گھر تک پہنچائے بغیر نہیں مانتے اس لئے اِسی آیت (22/13) پر علامہ کی تشریح پڑھ کر اُن کو کھلی چھوٹ دے دیں اور پھر ایک دم ڈھیل دی ہوئی رسی کو کھینچ کر اُنہیں منہ کے بل گرا ہوا دیکھیں۔

مودودی کی تشریح:۔ 19 یعنی جس نے بھی اُس کو اِس راستے پر ڈالا، خواہ کوئی انسان ہو یا شیطان، وہ بدترین کارساز و سرپرست ہے اور بدترین دوست اور ساتھی ہے‘‘۔(تفہیم القرآن جلد3 صفحہ 208)

(دوم) عشیر کے معنی رفیق، دوست اور ساتھی اور مولیٰ کے معنی کارساز و سرپرست ہوئے اور ’’اقرب‘‘ کے معنی ’’قریب تر‘‘ ہیں

یہ معانی دیکھ لینے کے بعد یہ سمجھ لیں کہ لفظ ’’اَقۡرَب‘‘ کی جمع اَلاَقۡرَبُوۡن یا اَلاَقۡرَبِین ہے اور اسی بنا پر مودودی نے اَلاَقۡرَبِیۡنَ کا ترجمہ ’’قریب ترین‘‘ کیا ہے جو صحیح ہے اس ثبوت اور تجزیہ کے بعد علامہ کا ترجمہ اور معنی یہ ہونا چاہئیں۔

ولایت ووزارت وحکومت والی آیت اور اُس کا دوسرا ترجمہ

وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَO (26/214) ’’اپنے قریب ترین رفیقوں، دوستوں اور ساتھیوں کو ڈراؤ‘‘۔

اور پہلا ترجمہ یہ تھا کہ: ’’ اپنے قریب ترین رشتے داروں کو ڈراؤ‘‘۔ (تفہیم القرآن جلد3 صفحہ 541)

قارئین بتائیں کہ مودودی کا کونسا ترجمہ صحیح ہے؟ اور صحیح ہونے کی دلیل کیا ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

مودودی خود سازش کا شکار ہو گئے: بہرحال ہم فی الحال مودودی کو اُس کے اپنے بنے ہوئے جال میں پھانسنے کے لئے لفظ عشیر کا ترجمہ رفیق، دوست اور ساتھی مان کر یہ کہیں تو مودودی اینڈ کمپنی کو انکار کی مجال نہیں ہوسکتی کہ اس آیت (26/214) میں اُن لوگوں کو ڈرانے اور خبردار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار نہ تھے بلکہ حضورؐ کے رفیق اور دوست اور ساتھی ہونے کا ڈھونگ رچا رہے تھے۔اور وہ حقیقت میں قریشی مرکز کی طرف سے تعینات نقاب پوش مسلمان تھے۔اور جن کے سرغنہ اُدھر ابوسفیان اور اِدھر عمر وابوبکر تھے۔یوں قریش کی سازش اور مودودی کی معنوی ہیرا پھیری اور تحریف سے دشمنانِ اہل بیتؑ پٹ گئے۔

جن لوگوں کو ڈرانے کے لئے یہ آیت (26/214) آئی تھی وہ سب کے سب رسولؐ کی پیروی نہ کرتے تھے

اور یہ حقیقت بھی علامہ کی ہیرا پھیری پر نوٹ کر لینا چاہئے کہ اگلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو بُرے نتائج سے خبردار (تنذیر) کرنے کا حکم ملا ہے وہ سب کے سب رسولؐ کی اتباع نہ کرتے تھے یعنی رسولؐ کے قدم بقدم نہ چلتے تھے۔سنئے: اللہ نے مسلسل فرمایا ہے کہ:

وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ O فَاِنۡ عَصَوۡکَ فَقُلۡ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ O (شعراء 26/215-216)

مودودی ترجمہ: ''اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمہاری پیروی اختیار کریں اُن سے تواضع سے پیش آؤ، لیکن اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو اُن سے کہہ دو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے میں بری الذمہ ہوں''۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 541 تا 543)

اس لنگڑے ترجمہ سے بھی ثابت ہے کہ جن کو ڈرانے کا حکم دیا گیا تھا وہ سب کے سب رسولؐ کی اتباع نہ کرتے تھے مگر مومن تھے۔اور اُن کے اعمال اللہ ورسولؐ کے نزدیک مردود تھے۔ظاہر ہے کہ یہ وہی مصنوعی یارِغار دوست اور رفیق وساتھی تھے جنہیں ہم نے قریش کا نقاب پوش مسلم گروہ قرار دیا تھا۔لہٰذا ثلاثہ اینڈ کمپنی مودودی کی سازش کے بعد بھی مردود قرار پا گئی ہے۔

(سوم) سازش کو بے نقاب کرنے کا دوسرا زاویہ، لفظ عَشِیۡر کے وہ معنی جو خاندانِ رسولؐ کو نشانہ بنانے میں مددگار ہوتے ہیں؟

قرآن اور مودودی کے ترجمہ سے ایک اور مقام دیکھیں جہاں مودودی لفظ ''عشیر'' کے ساتھ دوہری بازی گری کرتے ہیں۔یعنی اس لفظ کو ''واحد'' سے ''جمع'' میں تبدیل کر دیتے ہیں اور دوسرے اس کے معنی کو رفیق و دوست اور ساتھی کے بجائے اَب پھر ''عزیز واقارب'' بنا کر پبلک کو فریب دیتے ہیں: قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَاَبۡنَآؤُکُمۡ وَاِخۡوَانُکُمۡ وَاَزۡوَاجُکُمۡ وَعَشِیۡرَتُکُمۡ وَاَمۡوَالُ ــــــ الخ (توبہ 9/24)

مودودی ترجمہ:۔ ''اے نبیؐ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز واقارب، اور تمہارے وہ مال ــــــــــــــ''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 184)

اس آیت اور ترجمہ میں غور وتوجہ طلب پہلو

''پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ اس آیت میں اُن تمام رشتوں کا نام بنام ذکر فرما دیا گیا ہے جنہیں ساری دنیا میں ''قریب ترین رشتہ دار'' کہا اور سمجھا جاتا ہے۔اور اُن کے علاوہ باقی رشتے ایک ایک یا دو دو درجے دور کے ہوتے ہیں۔مثلاً بھائیوں کی اولاد، باپوں کے باپ (دادا) وغیرہ لہٰذا اس آیت میں تو لفظ ''عَشِیۡرَتُکُمۡ'' کے معنی ہرگز ''عزیز واقارب'' صحیح نہیں ہوسکتے۔اس لئے کہ یہاں تو قریب ترین رشتہ داروں یا ''قریب ترین عزیزوں'' کی خدا داد فہرست موجود ہے۔اور اس لئے بھی کہ اردو زبان میں عزیز ''رشتہ داروں'' ہی کو کہتے ہیں۔اور سب جانتے ہیں کہ لفظ ''اَقَارِب'' لفظ ''اَقۡرَب'' کی جمع ہے اور ''اَقۡرَب'' کے معنی مولیٰ اور رفیق والی آیت (22/13) میں نقصان کو نفع سے ''قریب تر'' لکھے تھے۔لہٰذا

Presented by Ziaraat.Com

جملہ ''عزیز واَقَارِب'' کی اردو ''قریب ترین رشتے دار'' ہوتی ہے۔اور اسی لئے اس آیت (9/24) میں ''قریب رشتہ دار'' معنی کرنا غلط ہوگیا کیوں کہ وہ تو اس آیت میں نام بنام مذکور ہیں۔لہٰذا ثابت ہوا کہ علامہ نے لفظ '' عَشِیْرَ تُکُمْ '' کے معنی اس آیت (9/24) میں زبردستی اور بلا ضرورت گھسائے ہیں۔اور اسی زبردستی کو ہم سازش کہتے ہیں۔اور قارئین کو یاد ہے کہ مودودی نے لفظ عَشِیْـرُ کے معنی۔رفیق، دوست اور ساتھی کئے تھے۔اگر علامہ آیت (9/24) میں آئے ہوئے لفظ ''عَشِیْرَ تُکُمْ'' کے معنی رفیق، دوست اور ساتھی کر لیتے تو آیت کا ترجمہ یہ ہوتا:

''اے نبیؐ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں، اور تمہارے رفیق و دوست اور ساتھی اور تمہارے وہ اموال۔۔۔۔۔۔''۔

نوٹ کرلیں کہ علامہ کا عشیرتکم کا ترجمہ رفیق و دوست اور ساتھی بھی سازشی اور غلط ہے مگر یہ غلط اتنا غلط نہیں جتنا قریب ترین رشتوں کو نام بنام لکھنے کے بعد ''تمہارے قریب ترین رشتہ دار'' لکھنا بکواس اور غلط ہے۔پھر اگر زیر بحث آیت (شعراء 26/214) میں یہی غلط ترجمہ، رفیق و دوست اور ساتھی کر لیتے تو اس کا سابقہ ترجمہ بکواس نہ بنتا۔

غلط ترجمہ سے غلط کاروں کی مدد: یعنی ترجمہ یہ کرتے کہ: اپنے قریب ترین رفقا اور دوستوں اور ساتھیوں (صحابہ) کو ڈراؤ''۔

مگر مودودی یہاں خود اپنا اختیار کردہ ترجمہ رفیق و دوست اور ساتھی کر دیتے تو اُن کا دوہرا نقصان ہوجاتا یعنی اُدھر تنذیر خاندانِ نبوت میں محدود نہ رہتی یعنی علیؑ کو نتیجہ میں پوری امت پر رسولؐ کا وزیر و خلیفہ اور جانشین ماننا پڑتا اور ادھر مودودی کے راہنما صحابہ مردود و ملعون و نافرمان ثابت ہوجاتے (216 تا 26/214)

(چہارم) سازش کو بے نقاب کرنے کا تیسرا زاویہ یعنی اگر لفظ ''عَشِیْرَتَکَ'' کے معنی رشتہ دار ہیں تو لفظ '' اَلْاَقْرَبِیْنَ '' کے معنی رشتہ دار نہیں

یہ شروع ہی سے طے ہوگیا تھا کہ مودودی نے آیت (26/214) کے ترجمہ میں جملہ ''اپنے قریب ترین رشتہ داروں'' کو ڈراؤ ''میں لفظ '' اَلْاَقْرَبِیْنَ'' کے معنی ''قریب ترین'' کئے تھے اور سو فیصد صحیح کئے تھے اور لفظ ''عَشِیْرَتَکَ'' کے معنی ''اپنے رشتہ داروں'' کئے تھے اور سو فیصد غلط کئے تھے۔بہرحال ان دونوں کو بنیادی دلیل بنانے سے بات یہ ہوئی کہ: جب لفظ ''عَشِیْرَتَکَ'' کے معنی ''اپنے رشتہ داروں'' ہیں تو لفظ '' اَلْاَقْرَبِیْنَ '' کے معنی ہرگز ''رشتہ دار '' نہیں ہوسکتے۔یہ جملہ خوب اچھی طرح سمجھ کر رٹ لیں بار بار اسے پڑھیں اور سو مرتبہ کہیں کہ '' اَلْاَقْرَبِیْنَ '' کے معنی '' قریب ترین '' ہیں، رشتہ دار نہیں ہیں۔رشتہ دار نہیں ہیں۔نہیں ہیں۔

علیؑ اور خاندانِ علیؑ کی مخالفت میں ہر کمینگی اور ہر فریب جائز ہے

قریشی علما نے غیرت و شرم و شرافت ایسی چیزوں کو حضرت علی علیہ السلام کے معاملے میں کبھی کوئی مقام نہیں دیا ہے خود اپنے طے کردہ معیاروں اور اصولوں کا بھی لحاظ نہیں کیا ہے۔چنانچہ مودودی کو نمونے کے لئے پھر دیکھئے۔اللہ نے فرمایا تھا کہ:

مودودی ترجمے: (1) لِلْوَا الِدَیْنَ وَ الْاَقْرَبِیْنَ۔۔(بقرہ 2/180)

(1) ''والدین اور ''رشتہ داروں'' کے لئے'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 139۔140)

دوسری خطا (2) فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ (بقرہ 2/215)

(2) ''اپنے والدین پر، ''رشتے داروں'' پر'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 164)

Presented by Ziaraat.Com

تیسری خطا (3) اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ (نسا 4/135)

(3) ''تمہارے والدین اور''رشتہ داروں''پر''(ایضاً صفحہ 405-406)

بزرگوں کا ایک قول اور رسوؐل کی ایک حدیث کی تصدیق ہوگئی ہے

قارئین نے دیکھ لیا کہ اس ملعون شخص نے اپنے داھنے ہاتھ سے بخوشی لکھے ہوئے معنی''قریب ترین''کو تین مرتبہ بدل کر''رشتہ دار''بنا دیا ہے

بزرگوں نے فرمایا تھا کہ:''ایک خطا، خطا۔ دوسری خطا بھی خطا۔ تیسری خطا مادر بخطا''

حدیث یہ ہے کہ: ''علیؑ سے بغض و دشمنی رکھنے والا یا منافق ہوگا یا حرامی ہوگا''

اور ماشاءاللہ مودودی اور قریشی علما کے لئے یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔

11۔دعوت ذوی العشیرہ کے بعد قریش کا مسلم محاذ دوستی کے پردہ میں حضرت علیؑ کو ناکام کرنے کے لئے آخری سانس تک گھیرے رہا

دعوتِ ذوی العشیرہ تک کے حالات یعنی اعلان نبوت کے تین سال بعد تک کے حالات سے قریشی مرکز نبوت اور اعلان نبوت کو بنی ہاشم کی حرکات مذبوحی میں شمار کرتا رہا۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کی وزارت و خلافت و اطاعت کے اعلان پر بھی قریش کو یہ وہم تک نہ ہوا کہ علیؑ کی وزارت اُن کا سارا کس بل نکال کر اُن کا زور توڑ دے گی اور انہیں ایک دن اِس حکومت کے سامنے ہتھیار ڈال کر سرنگوں کھڑا ہونا پڑے گا۔ بہرحال تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انہیں یقین ہوگیا کہ یہ وزیر علیہ السلام واقعی رسوؐل کی مطلق العنان حکومت قائم کرلے گا۔ اس یقین کے بعد قریش نے وہ تاریخ ساز فیصلہ کیا تھا جو طبری کے قلم اور خلیفہ دوم کی زبانی سنایا جاچکا ہے اور اُسی فیصلے کے بعد انہوں نے طے کرلیا تھا کہ انہیں اپنا نشانہ محمدؐ کو نہیں علیؑ کو بنانا ہے۔ چنانچہ قریش کے مسلم محاذ نے وہ تمام ترکیبیں اور راہیں سوچ سمجھ کر اختیار کیں جن سے تمام قسم کے مسلمان عموماً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصاً قریش کو علیؑ کا دوست خیال فرمائیں اور علیؑ کی دوستی کی بنا پر اُن پر خصوصی توجہ دیں۔ یہ ابوبکر و عمر و عثمان اور حضرت علیؑ کو آج تک ''چاریار''کہنا اُن ہی منافقانہ اور سیاسی چالوں کا ناسمجھا نتیجہ ہے۔ حالانکہ قریش نے حضرت علی علیہ السلام سے بڑا دشمن کسی اور کو کبھی نہیں سمجھا اور کسی اور سے اتنا بے رحمانہ و سنگدلانہ سلوک کبھی نہیں کیا۔ واقعات کا تقاضا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطعاً دشمنی نہ تھی اور نہ آج تک ہے اور اگر تھی تو وہ بھی حضرت علی علیہ السلام کی وجہ سے تھی۔ حضرت علیؑ قریش کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے اور قیامت تک رکاوٹ رہیں گے۔ عہدِ رسوؐل میں ہوں یا بعدِ رسوؐل، قریش کی جب بھی مذمت ہوئی یا آئندہ ہوگی وہ علیؑ کی وجہ سے ہوئی تھی اور ہوتی رہے گی۔ اور قریشی مسلمانوں نے جب بھی اللہ، رسوؐل اور قرآن سے بددیانتی و خیانت برتی وہ صرف اور صرف حضرت علی علیہ السلام کی وجہ سے تھی۔ اور دشمنی کا اصل سبب وہی دعوت ذوی العشیرہ کا اعلان اور حکومت الٰہیہ کی سربراہی تھا۔ اور یہ اعلان نہ محمدؐ کی غلطی تھا نہ علیؑ کا قصور تھا یہ اللہ کا حکم تھا اور اس حکم میں قریش ہی کو نہیں بلکہ اُن تمام قبیلوں خاندانوں اور موجودہ اقوام کے نمائندوں، سرپنچوں یا عشیر کو دعوت دی گئی تھی جن سے آنحضرتؐ کی نبوت ورسالت وحکومت کا تعلق رہنا تھا۔ اور اُن سے چاہا تھا کہ وہ اپنے اندر سے حضورؐ کو ایک ایسا شخص انتخاب کرکے دیں جو اُدھر اُن سب کا صحیح اور آخری نمائندہ ہو اور اِدھر رسوؐل اللہ کی ہمہ گیر حکومت کی وزارت یا ذمہ داریاں کما حقہ سنبھال سکے۔ نمایندگان نے اسے مذاق سے زیادہ کچھ نہ سمجھا۔ ٹال دیا، ٹھکرا دیا، اور جب انہیں حضرت علی علیہ السلام کے نظام وزارت و اَمارت و ولایت نے سنجیدہ حالات سے دوچار کیا تو اب انہوں نے قوت و مکر سے حکومت پر قبضہ کی راہیں نکالیں۔ اور اسلامی تعلیمات میں تاویلیں کرکے، قوم سے ساز باز کرکے، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈال کر رسوؐل پر اقربا

Presented by Ziaraat.Com

پروری کا الزام لگا کر قومی حکومت کی راہ ہموار کی۔ اور نا سمجھ عوام کے قلوب میں ایسا تصور جما دیا جس سے حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کا حکماً نافذ کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف معلوم ہونے لگا۔ اور ابلیس کی طرح یہ تقاضا پیدا کر دیا کہ قریش کو قومی حکومت کا تجربہ کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ انہیں بھی ابلیس کی طرح نہایت خاموشی سے مہلت دے دی گئی تا کہ قومی حکومت اور قرآن میں بیان شدہ حکومت میں امتیاز کر کے حق و باطل کا فیصلہ عوام کی عقلی سطح تک سامنے آجائے۔ لہٰذا اللہ نے قرآنی ماحول میں لپیٹ کر یہ فرما دیا کہ:

اتمامِ حجت کے لئے قریش کو قومی حکومت و مشاورت قائم کر کے اسلامی نتائج مرتب کر کے دکھانے کی مہلت دے دی گئی

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ O ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ O وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ، قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ۔۔۔۔۔۔الخ (یونس 15-10/13)

مودودی ترجمہ:۔

”لوگو، تم سے پہلے کی قوموں کو (جو اپنے اپنے زمانہ میں برسرِ عروج تھیں) ہم نے ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کی روش اختیار کی اور اُن کے رسُول اُن کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور انہوں نے ایمان لا کر ہی نہ دیا۔ اس طرح ہم مجرموں کو اُن کے جرائم کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اب اُن کے بعد ہم نے تم کو زمین میں اُن کی جگہ دی ہے، تا کہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔ جب انہیں ہماری صاف صاف باتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ ”اِس کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کرو“ اے محمدؐ، اُن سے کہو ’میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدّل کر لوں۔ میں تو بس اُس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے“۔

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 271-272)

(ب) اِن آیات میں قریشی اعمال کی شرط تھی اس لئے اِن کو کسی قریشی عالم نے قریشی خلافت کی دلیل نہیں بنایا اور معنی بھی تبدیل کئے

سب سے پہلی بات تو یہ نوٹ کر لیں کہ مودودی نے ان الفاظ کا مصدری اور اولین ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ غلط ترجمہ ضروری سمجھا۔ ”ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ“ اور ان کا صحیح ترجمہ یہ ہوتا کہ ”پھر ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا“۔

لفظ خَلٰٓئِف کے معنی لغات القرآن سے دیکھیں

مولوی عبد الرشید نعمانی لغات القرآن ندوۃ المصنفین سے شائع شدہ میں لکھتے ہیں کہ:

خَلٰٓئِف ۔ ”جانشین، نائب، قائم مقام۔ خَلِيْفَةٌ کی جمع ہے۔ 8/7,11/13,22/17“ (جلد 2 صفحہ 317)

یعنی پچھلی آیت سے مسلسل کر کے ترجمہ یہ ہوتا تھا کہ:

”پھر ہم نے تمہیں سابقہ ظالم اور آیات بینات پر ایمان نہ لانے والی اور تباہ ہو جانے والی قوم کا نائب و جانشین و خلیفہ بنا دیا ہے“۔

اور یہ معلوم ہے کہ خلیفہ میں وہ تمام صفات موجود ہونا چاہئیں جو اس شخص یا قوم میں تھیں جس کا وہ خلیفہ بنایا گیا ہے۔ اس لئے مودودی نے ترجمہ غلط کیا اور قریشی علما نے اس آیت (10/13-14) کو ابوبکر و عمر کی خلافت کی دلیل میں نہیں لکھا۔ بہرحال قریش کو رسُول کا نہیں بلکہ سابقہ اقوام کا خلیفہ

Presented by Ziaraat.Com

بنایا گیا تھا۔اوراُن کے کردار پرنظر رکھنے کا اعلان فرمایا گیا تھا۔

مودودی نے مان لیا کہ ان تمام ہی آیات (10/13-15) میں قریش مخاطب ہیں

مودودی نے مانا ہے کہ: ''18؎ خیال رہے کہ خطاب اہلِ عرب سے ہورہا ہے۔اوراُن سے کہا یہ جارہا ہے کہ پچھلی قوموں کو اپنے اپنے زمانہ میں کام کرنے کا موقع دیا گیا تھا۔مگرانہوں نے آخر کار ظلم وبغاوت کی روش اختیار کی اور جوانبیاءؑ اُن کو راہِ راست دکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے اُن کی بات انہوں نے نہ مانی اس لئے وہ ہمارے امتحان میں ناکام ہوئیں۔اورمیدان سے ہٹادی گئیں۔اب اے اہلِ عرب تمہاری باری آئی ہے تمہیں اُن کی جگہ کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔تم اس امتحان گاہ میں کھڑے ہو جس سے تمہارے پیش رو ناکام ہو کر نکالے جاچکے ہیں۔اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارا انجام بھی وہی ہو جواُن کا ہوا تو اس موقع سے، جو تمہیں دیا جارہا ہے، صحیح فائدہ اُٹھاؤ، پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو اور اُن غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو اُن کی تباہی کی موجب ہوئیں''۔(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 271)

(ج) خلیفہ جن اقوام کے بنے تھے قریش نے اُن اقوام کی پوری پوری پیروی واتباع کی

قریش نے خلیفہ بن جانے کے بعد جن اقوام کے خلیفہ بنے تھے اُن کی بھرپور پیروی کی۔اللہ نے اُن سے کہا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى ۔الخ (الاحزاب 33/69)

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اُن لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰؑ کو اذیتیں دی تھیں''(تفہیم القرآن جلد4 صفحہ 134)

(د) قریش کو سابقہ ظالم اقوام کا خلیفہ اس لئے بنایا گیا تھا کہ قریش میں اُن کی تمام صفات موجود تھیں اوراس کے قدم بقدم چلنا بھی تھا

مندرجہ بالا آیت (33/69) سے پہلے ہی اسی سورہ میں اللہ قریشی مسلمانوں کی خباثت کا عموماً اوراُن کی آنحضرؐت اور دیگر مومنین کی ایذ ارسانی کا خصوصاً ذکر کرچکا تب اُن سے کہا گیا ہے کہ تم بنی اسرائیل کی طرح نہ ہوجانا۔چنانچہ یہ فرمایا گیا تھا کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا O (احزاب 33/57)

مودودی ترجمہ: ''جولوگ اللہ اوراُس کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اوراُن کے لئے رسواکن عذاب مہیا کردیا ہے''۔(تفہیم القرآن جلد4 صفحہ 123)

معلوم ہوا کہ واقعی قریش صحیح معنی میں سابقہ اقوام کے خلیفہ بنائے گئے تھے اور یہ جو فرمایا گیا تھا کہ تمہیں اس لئے خلیفہ بنایا جارہا ہے کہ:

''تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو (لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ) یہاں معنی یہ کرنا ہوں گے کہ:

''تمہیں اس لئے خلیفہ بنایا ہے کہ تم سابقہ اقوام والے مظالم اور بدکرداریاں کس کس حد تک اور کن کن طریقوں سے کروگے؟

مطلب یہ ہے کہ قریش سے اُن ہی مظالم، نافرمانیوں اور بدکرداریوں کی امید تھی جو اُن کی پیش رو اقوام سے ظہور میں آئی تھیں دیکھنا یہ تھا کہ قریش اُن سے کتنا بڑھ چڑھ کر عمل کرتے ہیں؟ اسی لئے اُن سے یہ بھی فرمایا گیا کہ (مودودی کے تراجم)

(1)''اے لوگو جو ایمان لائے ہو شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو''۔(سورہ نور 24/21 تفہیم القرآن جلد3 صفحہ 371) اور

(2)''شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔(6/143 تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 590)

(3)''اُس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اُس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں

Presented by Ziaraat.Com

پراگندہ کردیں گے''۔(انعام 6/153،تفہیم القرآن جلداول صفحہ 601)

(4)''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لئے کیا سامان کیا ہے۔اللہ سے ڈرتے رہو اللہ یقیناً تمہارے اُن سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے''(59/18,19)(ایضاً جلد5 صفحہ 409-410)

(5)''اے ایمان لانے والو جانتے بوجھتے اللہ اور اُس کے رسوؐل کے ساتھ خیانت نہ کرو''۔(انفال 8/27،ایضاً جلد2 صفحہ 139)

یہ تمام آیات اور مودودی ترجمے بتاتے ہیں کہ قریش:

1۔ ''شیطان کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔اور شیطان کے نقش قدم ہوتے ہی نہیں وہ صرف مشورہ دیتا ہے عمل کر کے نہیں دکھاتا لہٰذا یہاں شیطان اُسی شخص کو کہا گیا ہے جو دو یاروں میں کا ایک یار تھا اور جس نے اپنے یار کو رسوؐل کے طرز عمل سے ہٹا دیا تھا۔

(فرقان 29 تا25/27)اور اللہ نے قریش کو اُس شیطان کی پیروی سے روکا تھا ''اور

2۔ ''وہ اسلام کو چھوڑ کر دوسرے مذاہب اور راستوں کو اختیار کئے ہوئے تھے اور انہیں اسلام پر چلنے کے لئے کہا گیا تھا''۔اور

3۔ ''انہوں نے اللہ کو بھلا رکھا تھا اور اللہ و رسوؐل کے احکام میں جان بوجھ کر بد دیانتی اور خیانت کرتے رہتے تھے۔اور اُن میں وہ تمام صفات وعادات موجود تھیں جن کی بنا پر انہیں سابقہ اقوام کا جانشین اور خلیفہ بنایا گیا تھا اور جن کی وجہ سے سابقہ اقوام تباہ و برباد ہوئی تھیں۔

(ہ) <u>قریش کو رسوؐل نے بتا دیا تھا کہ تم یہود و نصاریٰ اور باقی تمام عجمی اقوام کے قدم بقدم چلو گے اور مودودی نے بھی تفہیم القرآن میں تصدیق کر دی ہے</u>

مودودی ہی کی نہیں بلکہ اُن کے تمام ہم مذہبوں کی معتبر ترین کتاب صحیح بخاری میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

عَنِ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال : لَا تقوم السَّاعة حَتّٰی تا خُذَ اُمَّتِی با خذ القرونِ قبلها شِبرًا بِشِبرٍ و ذراعًا بذراعٍ ، فقیل یا رسوؐل اللّٰہِ فَارِسَ والرُّوم، قال: وَمَنِ الناسُ اِلَّا اُولٰئِکَ؟(صحیح بخاری جلد2 صفحہ 1088 الصحح المطابع)

''ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ''قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اُس سے پہلے پہلے میری امت سابقہ زمانوں کی اقوام کی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ بھر پیروی نہ کر چکی ہو''۔حضورؐ سے کہا گیا کہ یا رسوؐل اللہ کیا اہل ایران اور اہل روم کے لوگوں کی پیروی؟ فرمایا کہ'' اُن کے علاوہ اور انسان ہیں ہی کون سے؟''

<u>دوسری حدیث:۔</u> عَنِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَن قبلکم شِبرًا شِبرًا ذَراعًا ذَراعًا حَتّٰی لَو دخلوا جحر ضَبٍّ تَبِعتُمُو هُم قلنا یا رسوؐل اللّٰہ اَلیَهو دو النَّصاریٰ قال: فَمَنْ؟

ابی سعید الخذری نے رسوؐل اللہ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے سے پہلے والوں کی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ بھر پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر اُن میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں گُھسا ہوگا تو تم بھی اُسی طرح ضرور گھسو گے۔ہم نے پوچھا کہ کیا ہم یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ فرمایا کہ پھر کن کی؟(ایضاً جلد 2 صفحہ 1088)

(و) <u>اللہ کی طرف سے قریش کو مہلت مل جانے کے بعد علیؑ نے ایسا روّیہ اختیار کیا کہ قریش کو اپنی حقانیت میں کم سے کم شبہ ہو سکتا تھا۔</u>

ان عنوانات میں قریش کو آزاد چھوڑ دینے اور سرسری نصیحت کرتے رہنے اور انہیں سابقہ اقوام میں شمار کر کے اُن کا خلیفہ بنا دینے کی بات بھی مکمل ہوگئی اور ساتھ ہی انہیں اُن کے مستقبل پر مطلع کرنے کا ثبوت بھی سامنے آگیا۔اب روز ازل سے مقرر چلے آنے والے اور دلیل واعلان

Presented by Ziaraat.Com

کے ساتھ خلیفہ و وزیر بنا دیئے جانے والے حضرت علی علیہ السلام کا فریضہ ہو گیا کہ وہ بھی قریش پر جبر و طاقت سے اپنی حکومت مسلط نہ کریں اور انہیں یاد دلاتے رہنے اور ملامت کرتے رہنے کے علاوہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں کہ وہ مجبور ہو کر حکومت حضرت علیؑ کے حوالے کر دیں۔ لہٰذا انہوں نے بھی اللہ کی اُس سنت پر عمل کیا جو اللہ نے ایسے حالات میں برسرِ کار رکھی اور قرآن میں بیان فرما دی ہے۔

(اول) اللہ کی سنت ہے کہ مستقل سرکشوں کو مالا مال کردو اور جب مطمئن ہو جائیں تو تباہی کی رسی کھینچ لو یداللہؑ نے اِسی پر عمل کیا تھا۔

اللہ نے قرآن میں اپنا طرزِ عمل یا سنت یوں بیان فرمائی ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ O فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ O فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O (انعام 6/42-45)

'' اے رسولؐ تم سے پہلے ہم نے بہت سی امتوں پر سخت حالات ارسال کئے اور ہم نے انہیں اپنے سامنے جھکانے کے لئے باز پرس کے طور پر مصائب و آلام میں مبتلا کیا ہے چنانچہ اگر سخت حالات میں ہر قوم عاجز ہو جایا کرتی تو وہ کیوں عاجزی اختیار نہ کر سکے؟ بات یہ ہوئی کہ شیطان نے انہیں اُن کے اعمال کو سجا کر دکھایا اور یوں اُن کے دل سخت ہو گئے اور اپنے رویے پر قائم رہے۔ چنانچہ جب ایسی سخت دل اور شیطان کی پیرو قوم نے ہماری ہدایات و نصیحتوں کو طاقِ نسیان پر رکھ دیا تو ہم نے اُن کے لئے تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ اُن کو اپنے اعمال و اقوال پر صحیح ہونے کا یقین ہو گیا اور انہوں نے اپنے کردار پر فخر و ناز کرنا شروع کر دیا۔ تب ہم نے اچانک تباہی کی رسّی کھینچ لی اور وہ ابلیس کی طرح مایوسی کے جال میں پھنس گئے۔ اور پھر ہم نے ایسی قوم کا نام و نشان دنیا سے مٹا کر رکھ دیا جو تمہاری قوم کی طرح ہر ظلم و جبر پر کمر باندھے ہوئے ملی۔ اور حمد و ثنا تو پوری کائنات کے پروردگار کا حق ہے ہی۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ O قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ O (انعام 6/46-47)

لہٰذا اے رسولؐ تم بھی اُن سے کہہ دو کہ بتاؤ اگر اللہ تم سے تمہاری بصیرت و بصارت اور سماعت چھین لے اور تمہارے منصوبہ ساز دل پر مہر لگا دے تو بتاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو یہ قوتیں تمہیں عطا کر دے؟ دیکھو اے نبیؐ ہم کس کس ترکیب سے اور ہیر پھیر کے ساتھ اپنی آیات میں سب کچھ بتاتے رہتے ہیں اور قریشی قوم کس طرح اُن بیانات کو نظر انداز کرتی رہتی ہے؟ قریش سے یہ بھی کہو کہ کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اگر اللہ تم پر اچانک یا اعلانیہ عذاب بھیج دے تو کیا ظالم قوم کے علاوہ وہ عذاب کسی اور کو تباہ کرے گا؟''

(دوم) ان آیات نے صورتِ حال کو واضح کر دیا اور قریش کی پوزیشن بھی سامنے آ گئی کہ وہ مدت دراز سے عذاب کے مستحق تھے۔ مگر انہیں معمول کے مطابق عذاب دینا مقصود نہیں تھا۔ انہیں عذاب یافتہ اقوام کا خلیفہ بنا دیا گیا تا کہ وہ حکومت و اقتدار حاصل کر کے وہ تمام مظالم و استبداد کر سکیں جو بلا حکومت نہیں کئے جا سکتے۔ لہٰذا انہیں اُس وقت عذاب دیا جائے گا جب وہ اپنے تمام ارمان نکال چکیں۔ اور مظالم کا کوئی پہلو باقی نہ رہ جائے لہٰذا فی الحال طے ہوا کہ اُن کے لئے ہر ہر شے کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام اللہ کی اس مشیّت میں مدد و معاون بننے کے لئے حکومت سے دست بردار ہو گئے۔ انہیں یہ بتا کر کہ تم ظلم و غصب کے مجرم ہو۔ اُن سے نیکیوں میں تعاون شروع کر دیا اور اُس حد تک گئے کہ

Presented by Ziaraat.Com

آج تک یارلوگ یار کہتے ہیں۔اپنے تمام طرفدار مومنین کوتخلیوں میں اللہ کی سنت اور اپنے منصوبے سے متعارف کرایا، پروگرام بتایا۔اور تاریخ جانتی ہے کہ آتی ہوئی حکومت کواسلامی اصول کے ماتحت لات ماردی۔عربوں پرحکومت کرنے کی قیمت اپنی جوتی سے کم ترقراردی۔اورقریشی خلفا کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا کہ خلفا خود بھی اور اُن کے لگے سگے اور اُن کے علما بھی آج تک مدح سرائی کرتے چلے آرہے ہیں۔اُن کی حکومت سازی کی راہیں کھلی چھوڑ دیں۔مگراُن پر یہ حقیقت ہمیشہ واضح رکھی کہ وہ اوراُن کی حکومت غاصب وغادروخائن ہے۔اُس کا اللہ ورسولؐ اوراسلام سے ویسا ہی تعلق ہے جیسے نماریدوفراعنہ یا ایرانی حکومتوں سے تعلق ہے۔تمہیں دنیادار بادشاہوں کی طرح سمجھتے ہوئے امنِ عامہ اور مفادِانسانی کے سلسلے میں میرا تعاون حاصل رہے گا۔میں حکومت حاصل کرنے کی غرض سے تلوار وقوت استعمال نہ کروں گا اور ایک پُرامن شہری کی حیثیت سے زندگی گزاروں گا۔اور مکافاتِ عمل اور نتائج کا انتظار کروں گا۔آپ اللہ کی قائم کردہ اس راہ (6/42-45) پر چلے اور خوب چلے۔اُدھر قریشی حکومت نے حضرت علیؑ اور خاندانِ رسولؐ سے حکومت کے ساتھ ہی حکومت سے متعلق اور تمام فطری حقوق بھی چھین لئے۔انہیں پیسے پیسے سے اور افرادی قوت سے محروم رکھنے کا ہرانتظام کیا۔دنیا بھر میں قتل وغارت اور لوٹ مار کر کے عربوں کو دنیا کی اقوام پر مسلط کیا اللہ نے ہر شے کے دروازے کھلے رکھے۔عرب میں دولت کی نہریں بہتی ہیں۔اسلام وقرآن کے نام پر ایک جدید مگر مکمل اسلام تیار کر کے دنیا میں پھیلا دیا گیا اللہ کی طرف سے کھولے ہوئے ہر چیز کے دروازوں (اَبْـوَابَ كُـلِّ شَـيْءٍ 6/44) میں زوال وتباہی کے دروازے بھی تھے وہ بھی کھلے ہوئے تھے۔ چنانچہ قریشی حکومت کا جنازہ مدینہ کی گلیوں میں کتوں کی ضیافت کا سامان بنا۔حضرت علی علیہ السلام کی وساطت سے یہودی قبرستان میں دفن ہوا۔ اورقریش نے بہزارمنت وسماجت وذلت ورسوائی کے بعد حضرت علی علیہ السلام کواپنی حکومت کی باگ ڈور سونپی اور یہ چونکہ اُن کے بزرگانِ دین کی نصیحت ووصیت وانتظام کے خلاف کام تھا اس لئے لیڈرانِ قوم یا یہ کہئے کہ رسولؐ کے بڑے بڑے صحابہ نے اپنے اُس منصوبے کے مطابق عمل شروع کیا جوشکست کی صورت میں پہلے سے مرتب اور تیار کیا ہوا رکھا تھا۔چنانچہ مخالف محاذ نے بغاوت اور بزورِشمشیر حکومت واپس لینے کے لئے اقدامات شروع کئے اور دوستی کی آڑ میں روزِاول سے چلے آنے والا محاذ،علیؑ کے حاشیہ نشینوں میں فداکاروں کی نقاب پہن کر شامل ہوگیا۔اس کا کام وہی تھا جوآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاروں طرف رہنے والے قریشی مسلمان محاذ کا تھا۔یہاں سے مخالف محاذ کوخبریں بھیجنا۔اُن کے لئے حالات سازگار بنانا۔پبلک کووہ مال ورشوت پہنچانا جومخالف محاذ کے سربراہوں کی طرف سے بھیجا جاتا تھا۔مرتضویؑ طرفداروں میں پست ہمتی پھیلانا۔علیؑ کے پروگراموں میں مناسب تاخیروڈھیل پیدا کرنا اور علیؑ کے کاموں کے نتائج کواُلٹ دینا۔اور موقع ملنے پر علیؑ کوٹھکانے لگا دینا۔اور اُن تمام مواقع سے بڑھ چڑھ کر فائدہ اُٹھانا جن سے علیؑ اور عوام کی نظر میں اُن کا فداکاروفاداراور پُرخلوص ہونا ثابت ہوسکے۔

(ہ) حضرت علیؑ کے گرد جمع رہنے والے قریش کے نقاب پوش دوستوں اوراُن کے کردارومقاصد پرطٰہٰ حسین کا مختصر تبصرہ

حضرت علی علیہ السلام کے خطبات میں عموماً اورزیرِقلم خطبہ 27 میں خصوصاً جن لوگوں کا شکوہ ہوا ہے۔اُن کے مختصر حالات کا ذہن میں رہنا خطبہ کوسمجھنے میں مدد دیگا۔چنانچہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری نے اپنی کتاب فتنة الکبریٰ کے دوسرے حصے ''علیؑ'' میں عنوان ''علیؑ اور حامیانِ علیؑ'' کے ماتحت بہت کچھ لکھا ہے ہم اُس میں سے چند جملے بطورنمونہ نقل کریں گے سنئے:

(1) حامیانِ علیؑ یا قریشی نقاب پوش گروہ قریشی مرکز کس طرح استعمال کرتا تھا؟

''یہ امن کی زندگی اُن کو بڑی محبوب تھی اور بہرحال اُس بے نتیجہ لڑائی سے تو بہت اچھی تھی۔جس میں مالِ غنیمت تو کچھ نہیں ملتا تھا۔اسلئے

Presented by Ziaraat.Com

تاوان پر تاوان ادا کرنا پڑتا تھا اور دوستوں اور سرپرستوں کا قتل مزید برآں، اس طرح حضرت علیؑ کے ساتھی آرام و راحت کی زندگی گزارتے رہے اور جنگ و مقابلے کی ہر دعوت اور تحریک کو ٹالتے رہے"۔(علیؑ صفحہ 116)

(2) آنحضرؐت کے صحابہ یعنی مسلمانوں کا قریشی محاذ بھی اپنے قریشی دوستوں اور سرپرستوں سے جنگ ٹالتا رہا

ڈاکٹر صاحب نے ثابت کر دیا کہ حضرت علی علیہ السلام اپنی فوج کو لوٹ مار کی قطعاً اجازت نہ دیتے تھے اور الٹا اُن کے فوجی اپنے اخراجات سے جنگی سامان فراہم کرتے تھے اور اپنی عدم موجودگی میں اپنے اہل و عیال کی کفالت اور آزوقہ کے بھی خود ہی ذمہ دار ہوتے تھے۔ یعنی اُن کی فوج خالصتاً فی سبیل اللہ جہاد کرتی تھی۔ لیکن جن لوگوں کے حالات اس عنوان میں قلم بند کرنا ہیں وہ اس فی سبیل اللہ جہاد کو بے نتیجہ اور تاوان و جرمانہ سمجھتے تھے اور دشمن کی فوج میں خود اُن کے دوست و سرپرست لوگ ہوتے تھے جن سے لڑنا اور انہیں قتل کرنا انہیں پسند نہ تھا۔ دوسرے الفاظ میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جو آنحضرؐت کے دشمنوں کو برسرِ حق سمجھتے تھے اور انہیں قتل کرنا یا اُن سے جنگ یا جہاد فی سبیل اللہ کرنا بھی اُن کے اختیار کردہ اسلام میں جائز نہ تھا۔ اُدھر عہدِ رسوؐل میں رسوؐل کے فوجیوں کو مالِ غنیمت بھی ملتا تھا مگر وہ قریشی صحابہ جو اسلام لا کر رسوؐل کے ساتھ ساتھ رہتے تھے وہ بھی رسوؐل کے دشمنوں سے جنگ کرنا اپنے اختیار کردہ قریشی اسلام میں ناجائز سمجھتے تھے اور دشمنوں کے ساتھ آنے والے اپنے دوستوں رشتہ داروں اور سرپرستوں سے لڑنا اور انہیں قتل کرنا پسند نہ کرتے تھے۔

(3) جس طرح حضرؐت کے ساتھی نقاب پوش دوست، اپنے قریشی مرکز کی حکومت کے طرف دار تھے، اُسی طرح قریشی مسلمان حکومت رسوؐل میں حصہ مانگتے تھے۔

حضرت علیؑ کے ساتھ وہی قریش کا مومن گروہ تھا اور اپنے دلوں میں اُسی طرح خفیہ منصوبہ چھپائے ہوئے تھا جیسے رسوؐل کے قریشی صحابہ پوشیدہ منصوبہ رکھتے تھے اور حکومت میں اقتدار چاہتے تھے۔ مودودی کا ترجمہ دیکھیں لکھا ہے کہ:

مودودی ترجمہ:۔

"مگر ایک دوسرا گروہ جس کے لئے ساری اہمیت بس اپنے مفاد ہی کی تھی۔ اللہ کے متعلق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگا جو سراسر خلافِ حق تھے۔ یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ "اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟" اُن سے کہو کہ "(کسی کا کوئی حصہ نہیں) اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اُسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ اُن کا اصل مطلب یہ ہے کہ "اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے" اُن سے کہہ دو کہ "اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔" (آل عمران 3/154، تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 296)

نوٹ کریں کہ اس آیت میں جو لوگ اعتراض کر رہے ہیں وہ زندہ مسلمان قریش ہیں۔ چونکہ وہ لیڈر اور قومی نمائندے ہیں اس لئے قومی مقتولوں کا قتل ہو جانا اپنے قتل ہو جانے کے برابر سمجھ رہے ہیں۔ یہی حال ڈاکٹر صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کے قریشی ساتھیوں کا بتایا ہے۔ اور مسلسل لکھا ہے کہ:

(4) معاویہ کے آدمی حضرت علیؑ کے گرد دوستوں کی نقاب میں قریشی مرکز سے مربوط تھے اور رشوتیں پہنچاتے تھے

"پھر امیر معاویہ کی چال نے اُن کی دولت اور فارغ البالی میں اور اضافہ کر دیا تھا اور اُن (علیؑ) کے افسروں اور سرداروں کو معاویہ مسلسل

Presented by Ziaraat.Com

خطوط میں سبز باغ دکھاتے رہے ساتھ ہی عطیات اور انعامات کی پیشکش بھی کرتے رہے جو اُن کو آئندہ کی توقعات پر آمادہ کرتی رہیں۔اور چھوٹی سی نقد رقم، وعدے کی بڑی رقموں کا فریب دیتی رہیں۔تا آنکہ اُن افسروں اور سرداروں کو خرید لیا اور اُن کے دل خلیفہ کی طرف سے خراب کر کے اُن کو منافق بنا ڈالا۔جو زبان سے خلیفہ (علیؑ) کی اطاعت کا اعلان کرتے تھے اور دلوں میں اُس کے غدّار اور نافرمان تھے۔اور یہی کیفیت یہ سردار اپنے ماتحتوں میں بھی پیدا کرنا چاہتے تھے۔(ایضاً صفحہ 116)

یہ ہیں وہ قریشی مرکز کے بھیجے ہوئے دوستدارانِ مرتضویؑ جو حضرت علی علیہ السلام کے مقاصد اور منصوبوں سے قریشی مرکز کو مطلع رکھتے تھے اور اپنے حقیقی مرکز کے لئے عہدِ رسولؐ کی طرح کام کرتے تھے۔انعامات واعزاز حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن مگر خاموش زیرِ زمین غداری کرتے تھے۔اِسی گروہ کو حضرت علی علیہ السلام مخاطب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

اَلَا وَاِنِّیْ قَدْ دَعَوْتُکُمْ اِلٰی قِتَالِ ھٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَیْلًا وَّنَھَارًا وَّسِرًّا وَّ اِعْلَانًا؛وَقُلْتُ لَکُمْ :اُغْزُوْھُمْ قَبْلَ اَنْ یَّغْزُوْکُمْ؛(خطبہ 27،فقرہ نمبر 9-10)

”خبردار ہو کر سنو کہ میں نے تم کو اس قریشی قوم سے جہاد کرنے کے لئے دن رات دعوت دی ہے۔تمہیں نہایت رازداری سے بھی جنگی ضرورت اور پالیسیاں سمجھائی ہیں اور برسرِ عام بھی تمہیں اس قوم کے مقابلہ کے لئے دعوت دیتا رہا ہوں۔میں نے تم سے بار بار یہ کہا ہے کہ قریشی افواج کے حملہ آور ہونے سے پہلے تم اُن پر دھاوا بول دو“ (مسلسل فرمایا ہے کہ:)

خدا کی قسم وہ قوم ہمیشہ ناکام اور ذلیل ہوئی ہے جس نے اُس وقت جنگ شروع کی جب حملہ آور دشمن اُن کے گھروں تک آ پہنچا (27/11 خطبہ) چنانچہ تم بھی جنگ کو ایک دوسرے پر ٹالتے اور غلط توکل کرتے چلے گئے۔اور تم نے ایک دوسرے کی پشت پناہی اُس وقت تک نہ کی جب تک خود تم پر قتل وغارت کا آغاز نہ ہو گیا (27/12 خطبہ) اور جب تک تمہارے وطن کے لوگوں پر دشمن حملے کر کے قابض نہ ہو گیا (27/13 خطبہ)

(5) جس طرح حضرت علیؑ کو اپنے نام نہاد قریشی دوستوں سے قریشی مرکز پر فوج کشی نہ کرنے کی شکایت ہے اُسی طرح قریشی صحابہ سے شکوہ تھا

قریشی مومنین عہدِ رسولؐ میں قریشی مرکز پر فوج کشی کے لئے تیار نہ ہوئے تو اللہ نے بھی حضرت علی علیہ السلام کی طرح شکایت میں قریشی مسلمانوں سے کہا تھا کہ:

مودودی ترجمہ: تمام مسلمانوں اور رسولؐ کے لئے جہاد کا ولی ونصیر

”آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لئے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے“۔

(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 372،سورہ نسا 4/75)

یہ ملعون شخص ولی کا غلط ترجمہ کر کے مقامِ مرتضویؑ کو چھپانے کا عادی ہے۔بہر حال یہ تھا قریشی مسلمانوں کا حال عہدِ رسولؐ میں کہ اللہ تقاضوں پر تقاضے کرتا رہتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریشی صحابہ اور قریشی مسلمان اپنے قریشی مرکز پر حملہ کرنے کے لئے ٹال مٹول کرتے رہتے تھے۔چنانچہ مودودی کے ترجمہ سے اللہ کا ایک اور تقاضا سنتے چلیں پھر حضرت علیؑ کا خطبہ آپ کو دکھائیں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

قریشی مسلمان عہدِ رسوؐل ہی سے اپنے قومی مرکز مکہ پر فوج کشی کے لئے مظلوموں کی طرف داری میں تیار نہ ہوئے تھے۔

اللہ نے فرمایا کہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب بھی تم سے اللہ کی راہ میں جنگ کے لئے نکلنے کو کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے۔ کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟ تم نہ اُٹھو گے تو خدا تمہیں دردناک سزا دے گا، اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اُٹھائے گا۔'' (توبہ 39-9/38، تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 193-195)

(6) قریشی صحابہ جو کچھ رسوؐل کے ساتھ کرتے رہے۔ وہی کچھ حضرت علیؑ کے قریشی صحابہ نے علیؑ کے ساتھ کیا۔ وہاں اللہ کو شکوہ تھا یہاں علیؑ کو شکایت ہے

اللہ کے بیانات و آیات محض قریشی مسلمانوں کا حال قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو بتانے اور مطلع رکھنے کے لئے قرآن میں ریکارڈ کیا گیا ہے۔ اِن آیات و بیانات سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ اللہ و رسوؐل قریش کی تلوار یا مال اور اُن کی مدد کے محتاج تھے۔ ہرگز نہیں۔ انہوں نے تو روزِ ازل سے بھی، اعلانِ اسلام کے ساتھ ساتھ بھی اپنی ذمہ داریاں حضرت علی علیہ السلام کو سونپ دی تھیں اور انہیں اطمینان حاصل تھا کہ اُن کا وزیر و خلیفہ قیامت تک حکومت الٰہیہ کو مغلوب نہ ہونے دے گا۔ قریش مدد کریں یا مخالف رہیں جہاد پر مقرر ہونے والا وؐلی علیؑ ہمیشہ غالب رہے گا۔ اور کبھی مفتوح و مغلوب نہ ہو گا چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے قریش کے مقابلے پر ایسی صورتِ حال قائم رکھی کہ انہیں اللہ بھی ڈانٹتا اور لعنتی و جہنمی کہتا رہا اور خود بھی ساری عمر اُن کو ملامت کرتے رہے اور قیامت تک انہیں لعنت و ملامت کا شکار بنا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ الغرض حضرت علی علیہ السلام نے قریش کے ظاہر و باطن کو کھول کر رکھ دیا تھا۔ اُن کا سارا مذہبی میک اپ (make up) اُتار کر دنیا کے سامنے ننگا کر کے پیش کیا۔ اُن کی قرآن میں آئی تمام مذمتوں اور خباثتوں کی تفصیلات عملی طور پر مشاہدے کے لئے اور نمائش کے لئے منظرِ عام پر رکھوا دیں۔ اور انہیں دلائل اور اپنے دور بین اقدامات سے گھیر کر اُن سے ہر وہ کام کروا کر چھوڑا جسے وہ در پردہ کرنا اور پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ اور پھر یہ سب کچھ اپنے خطبات کے حسین اور دلوں میں اتر جانے والے اور دماغوں میں پیوست ہو کر رہ جانے والے الفاظ میں محفوظ کر دیا جو سینہ بسینہ اور لب بہ لب قریشی مسلمانوں کا کردار پیش کرتے کرتے ہم تک آ پہنچے اور آج ہم اُن کی تشریحات بیان کرنے کی عزت حاصل کر رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے سامنے قریشی صحابہ بیٹھے ہوئے ہیں اور حضور فرما رہے ہیں کہ:

''یہ غامدی بھائی یعنی سفیان بن عوف معاویہ کے حکم سے اپنی فوج لے کر انبار شہر کے مسلمانوں پر چھاپہ مارنے کے لئے ٹوٹ پڑا، وہاں کے مسلمان حاکم حسان بن حسان البکری کو قتل کیا شہر بھر کے مسلمانوں کو قتل و غارت اور لوٹ مار کا نشانہ بنایا اور وہاں کے تمہارے فوجی مسلمان دستوں کو مار بھگایا اور شہر پر قبضہ کر لیا'' (خطبہ نمبر 27، جملہ 14 تا 16)

اور مجھے تو یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ معاویہ کے مختلف چھاپہ مار فوجی دستے مختلف شہروں اور بستیوں میں پھیل جاتے ہیں اور اُن کا ایک ایک آدمی مسلمان یا غیر مسلم عورتوں کے گھروں میں گھس جاتا ہے اور اُن عورتوں کے پیروں میں سے پازیب، اور ہاتھوں میں سے کنگن، اور گلے میں سے گلوبند و چمپا کلی اور ہنسلیاں، اور کانوں میں سے بُندے، اور گوشوارے اور جھمکے اُتار اتار کر ڈھیر لگا لیتا ہے۔ اُن لوگوں کو اس ظلم اور لوٹ سے روکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ عورتیں ہاتھ جوڑتی ہیں منت خوشامد کرتی ہیں اللہ و رسوؐل کے واسطے دیتی اور مایوس ہو جاتی ہیں۔ اور وہ قریش کے مسلمان لٹیرے لوٹ کے مال سے لدے ہوئے آرام سے واپس لوٹ جاتے ہیں۔ اُن میں سے کسی لٹیرے کو نہ کوئی زخم لگتا ہے نہ اُن میں سے کوئی قتل ہوتا ہے نہ کسی

Presented by Ziaraat.Com

کا خون بہتا ہے۔(خطبہ نمبر 27، جملہ نمبر 17 تا 20) اگر وہ شخص جوان مظالم اور بے کسی و بے بسی کی داستانوں کو سن کر صدمہ سے مرجائے تو اسے ملامت نہیں کی جاسکتی میری رائے میں تو اس قسم کی خبریں سن کر غیور انسانوں کو شرم سے مرجانا چاہیے (خطبہ نمبر 27، جملہ نمبر 21 تا 22) مطلب یہ ہے کہ اے میرے قریشی دوستو تمہیں تو نہ شرم آتی ہے نہ قریشی لٹیروں اور قتل وغارت کرنے والوں پر غصہ ہی آتا ہے۔

مجھے حیرانی اور تعجب بالائے تعجب ہے اور خدا کی قسم دل پر مردنی چھانے لگتی ہے۔اور سینہ غم و درد سے پھٹنے لگتا ہے۔جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ قریشی مرکز اور قریشی مسلمان تو اپنے باطل مذہب اور ابلیسی منصوبے پر سو فیصد متحد و متفق و مجتمع ہیں اور تم اپنے مذہبِ حق کے خلاف متفرق و منتشر ہو۔تمہارے لئے تباہی مقدر ہوجائے تمہارا ستیاناس جائے تم تو خود ہی اپنی کوششوں سے تیروں کی آماجگاہ (target) بنے ہوئے ہو۔تم پر غارت گری اور لوٹ مار کی جارہی ہے،تم پر شب و روز چھاپے مارے جارہے ہیں اور تم غارتگری اور چھاپہ ماری کے لئے بھی تیار نہیں۔اللہ کے گناہ اور نافرمانیاں کی جارہی ہیں مگر تم اس پر راضی ہو۔تم سے برملا جنگ کی جارہی ہے مگر تم لڑنے پر آمادہ نہیں ہو''۔(خطبہ نمبر 27، جملہ نمبر 23 تا 27)

(7) عہدِ رسولؐ کے قریشی مسلمان بھی گرمی کو بہانہ بنایا کرتے تھے اور حضرت علیؑ کے قریشی صحابہ بھی گرمی و سردی کی شدت کو آڑ بناتے رہے

حضرت علی علیہ السلام نے ہمیشہ قریش کو قرآن کی کسوٹی پر چڑھا چڑھا کر رسوا رکھا سنیئے اللہ کا ارشاد ہے کہ:

مودودی کا ترجمہ قریش کے خفیہ منصوبے اور سازشی بہانہ بازیاں

''کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ اللہ کو اُن کے مخفی راز اور اُن کی پوشیدہ سرگوشیاں تک معلوم ہیں اور وہ تمام غیب کی باتوں سے پوری طرح باخبر ہے۔(وہ خوب جانتا ہے اُن کنجوس دولت مندوں کو) جو برضا و رغبت دینے والے اہل ایمان کی مالی قربانیوں پر باتیں چھانٹتے ہیں اور اُن لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس (راہِ خدا میں دینے کے لئے) اُس کے سوا کچھ نہیں ہے جو وہ اپنی مشقت برداشت کر کے دیتے ہیں۔اللہ اُن مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے اور اُن کے لئے دردناک سزا ہے'' (توبہ 9/79)

''اے نبیؐ تم خواہ ایسے لوگوں کے لئے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو، اگر تم ستر مرتبہ بھی انہیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو بھی اللہ انہیں ہرگز معاف نہ کرے گا۔اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے، اور اللہ فاسق لوگوں کو راہِ نجات نہیں دکھاتا (9/80) جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی گئی تھی وہ اللہ کے رسولؐ کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کریں۔انہوں نے لوگوں سے کہا کہ ''اس سخت گرمی میں نہ نکلو'' اُن سے کہو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے، کاش انہیں اس کا شعور ہوتا'' (9/81) اب چاہیے کہ یہ لوگ ہنسنا کم کریں اور روئیں زیادہ اس لئے کہ جو بدی یہ کماتے رہے ہیں اُس کی جزا ایسی ہی ہے (کہ انہیں اس پر رونا چاہئے)''۔(9/82 تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 218-220)

حضرت علیؑ نے اپنے قریشی صحابہ سے بھی وہی کچھ فرمایا جو اللہ نے بار بار کہا

اللہ کا بیان ذہن میں رکھتے ہوئے خطبہ مسلسل سنئے:

فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ اِلَيْهِمْ فِي اَيَّامِ الْحَرِّ قُلْتُمْ هٰذِهٖ حَمَارَّةُ الْقَيْظِ اَمْهِلْنَا يُسَبِّخْ عَنَّا الْحَرُّ ؛ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ اِلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ قُلْتُمْ هٰذِهٖ صَبَارَّةُ الْقُرِّ اَمْهِلْنَا يَنْسَلِخْ عَنَّا الْبَرْدُ ؛ كُلُّ هٰذَا فِرَارًا مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ، فَاِذَا كُنْتُمْ مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ تَفِرُّوْنَ فَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ مِنَ السَّيْفِ اَفَرُّ ؛

’’میں نے جب کبھی تمہیں موسم گرما میں قریشی مرکز پر دھاوا کرنے کا حکم دیا تو تم نے کہا کہ یہ انتہائی شدت کی گرمی کا زمانہ ہے۔ہمیں اتنی مہلت دیں کہ گرمی کی یہ شدت ذرا کم ہو جائے ،اور جب کبھی تمہیں موسم سرما میں اس قوم پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کا حکم دیا تو تم نے جواب میں کہا کہ کڑاکے کی سردی پڑ رہی ہے ہمیں اتنی مہلت دیں کہ ذرا سردی قابلِ برداشت ہو جائے تب چلیں گے، یہ سردی اور گرمی سے بچنے کے بہانے دراصل سردی اور گرمی کی تکلیف سے فرار ہے۔اور سوچو کہ جب تم سخت گرمی اور سخت سردی سے بھاگتے ہوتو تم میدان کارزار میں تلوار کی گرمی کے سامنے سے تو بہت زور شور کے ساتھ بھاگو گے؟ (خطبہ نمبر 27، جملہ نمبر 28 تا 31)

اے مردوں سے مشابہ نامردلوگو! اے بچگانہ سوجھ بوجھ رکھنے والے دانشورو! اور اے چار دیواریوں کے اندر پلنے والی پردہ نشین عورتوں کی عقل رکھنے والو! کاش کہ نہ میں نے تمہیں دیکھا ہوتا اور نہ تم سے میری شناسائی ہوتی، تم سے شناسائی ندامت کا باعث بن کر رہ گئی ہے۔ خدا کی قسم تمہاری شناسائی سے رنج وتکلیف میرے پیچھے پڑ گئی ہے، خدا تمہیں غارت کرے تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے، اور میرے سینے کو غیظ وغضب سے چھلکا دیا ہے۔تم نے مجھے ہر سانس پر رنج وغم کے جام پلائے ہیں۔اور مسلسل میری نافرمانیاں کر کے اور مجھے میری پالیسیوں میں تنہا چھوڑ کے تم نے میری رائے اور فیصلوں کو بدنام کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ قریش ایسے گھٹیا لیڈروں کو بھی یہ کہنے کا موقع مل گیا ہے کہ:

’’علیؑ بن ابی طالبؑ بلاشبہ ایک جری اور بہادر شخص ہے۔مگر اُسے فنونِ جنگ اور جنگی پالیسیوں کا علم نہیں ہے‘‘

ایسا کہنے والوں کے باپ کون تھے؟ خدا ہی جانے ،کیا اُن میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کو مجھ سے سخت تر جنگی تجربات ہوتے ہوں؟ یا وہ میدان جنگ میں مجھ سے پہلے اترا ہو؟ میں تو ابھی بیس سال کی عمر کو بھی نہ پہنچا تھا کہ میدان کارزار میں اپنا لوہا منوا چکا تھا اور اب تو میں ساٹھ سال کی عمر تک آ گیا ہوں اور جنگ کا طویل ترین تجربہ رکھتا ہوں۔ ولیکن بات یہ ہے کہ اُس رائے ،فیصلے اور پالیسی کی قدر و قیمت کیسے معلوم ہوسکتی ہے۔جس کو آزمایا ہی نہ گیا ہو،کسی نے اُس پر عمل ہی نہ کیا ہو؟ (خطبہ 27، جملہ نمبر 32 تا 45)

(8) قریشی مسلمانوں نے آنحضرتؐ کو بھی اُسی طرح ستایا تھا جس طرح حضرت علیؑ کو ستاتے رہے،وہاں بھی حکومت علویہ ہی کی بات تھی۔

آگے بڑھنے سے پہلے ایک دفعہ پھر وہ اصول یاد کرلیں جو ہم نے سابقہ خطبوں کی تشریحات میں قرآن کی ترتیب وتلاوت کے سلسلے میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔اُن میں کی پہلی بات یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت اور ترتیب تلاوت اس انداز سے کی گئی ہے کہ قریشی ماہرینِ مذہبیات و سیاسیات قرآن کے عربی الفاظ یا متن میں ردّوبدل یا تحریف نہ کرسکیں اس کیلئے قرآن کی تلاوت میں ہر موضوع یا بیان کو پورا ایک دم بیان نہیں کیا گیا بلکہ مناسب ترین وقفوں اور حصوں میں بیان کیا گیا ہے جیسے قرآن نے عَلٰی مُکۡثٍ (بنی اسرائیل 17/105-107) کے معنی خیز لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔دوسری بات یہ کہ اللہ نے اپنے بیانات میں الفاظ اور جملوں میں مسلسل یہ اصول مدنظر رکھا ہے کہ قریشی ماہرین کسی لفظ یا جملے کو سیاسی حربہ نہ بنا سکیں۔اس کے لئے بہت سی ترکیبیں کی گئی ہیں مثلاً آنحضرتؐ کو ایک عام بشر کی حیثیت میں رکھتے ہوئے اونچی سے اونچی پوزیشن بیان کر دی ہے۔یا مجرموں کے اور ایسے حضرات کے نام بیان نہیں کئے جن کے خلاف یا جن کے حق میں کسی بات کو ہلڑ مچانے کا ذریعہ بنایا جا سکے۔لیکن ناموں کے بجائے ذکر اس طرح کر دیا ہے کہ ایک عام آدمی کی نظر وتوجہ فوراً زیر بحث آدمی کی طرف چلی جائے۔اور ہر شخص سمجھ لے کہ فلاں شخص کا ذکر ہوا ہے۔کہیں مذمت کی ہے مگر اس طرح کہ مذموم شخص کے طرفدار تاویل کر کے مذمت کا رُخ بدل سکیں اور کسی دوسرے مقام پر سامنے لا کر تاویل کو باطل اور حق کو واضح کیا جا سکے کہیں مدح وثنا کی ہے اور کسی کا اعلیٰ ترین حق یا مقام بتایا ہے مگر یہاں بھی تاویل کی گنجائش رکھدی اور دوسرے

Presented by Ziaraat.Com

مقام میں تاویل کرنے والوں کا منہ بند کرنے کا گر بیان کر دیا ہے۔ بہر حال قرآن فہمی کے لئے مودودی یا زیدی ایسے لوگوں پر انحصار کرنا اس لئے غلط ہے کہ یہ لوگ نہ تو صاحبانِ قرآن علیھم السلام ہیں نہ یہ وہ حضراتؑ ہیں جن کے سینوں میں قرآن نزول قرآن سے پہلے ہی آیات کی صورت میں لکھا ہوا موجود تھا (عنکبوت 49-29/48) یہیں یہ راز کھول دیا ہے کہ رسولؐ چالیس سال تک عملاً ایسے بنے رہے کہ گویا لکھنا پڑھنا بالکل نہ جانتے تھے۔ ورنہ یہ سوال اٹھ کھڑا ہوتا کہ اُن کو کس نے لکھنا پڑھنا سکھایا، اور کب سکھایا جب کہ اُن کے شب وروز اور ساری زندگی لوگوں کے سامنے کھلی ہوئی موجود تھی (یونس 10/16) اور یہ کہ میاں خود ہی قرآن بھی لکھتا رہا ہوگا۔ وحی وغیرہ سب بہانہ ہے۔ لہٰذا قرآن فہمی صرف اور صرف محمدؐ و علیؑ اور آئمہ طاہرین علیھم السلام سے لازم ہے۔ وہ مجسم قرآن تھے۔

رسولؐ کو ستا ستا کر ہلاکت کے قریب پہنچا دیا تو اللہ نے حضورؐ کو سنبھالا

قرآن کریم کی ایک بات یا ایک حدیث قریش نے آخر تک دل سے قبول نہیں کی اور اس معاملہ میں مسلمانوں نے آنحضرتؐ کو بہت دکھ دیئے۔ اللہ نے فرمایا کہ:

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًاO اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَیُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًاO وَ اِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَیۡهَا صَعِیۡدًا جُرُزًاO (سورہ کہف 8 تا 18/6)

''اے نبیؐ اگر قریش اس خاص حدیث ولایت کو نہ مانیں تو کیا تم اُن کے قومی طرزِ عمل اور سنت پر افسوس کے مارے خود کو ہلاک کر لو گے؟ حقیقت یہی ہے کہ وہ دنیا کے اُس تمام سامان پر قبضہ چاہتے ہیں جسے ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تا کہ ہم اُن کو آزمائیں اور دیکھیں کہ قریش میں سے کون کون بہترین عمل کرتا ہے؟ اور ہم تو یقیناً زمین کو سجانے والے تمام سامان کو مٹا کر اُسے چٹیل میدان بنا دیں گے یعنی قریش کے حاصل کردہ سامان کو فنا کر دیں گے''۔

علامہ مودودی قریشی مومنین کو اِن آیات کی زد سے بچانے کے لئے تشریحات سے رخ بدلتے ہیں۔

مودودی صاحب حسب عادت مندرجہ بالا آیات (8 تا 18/6) کا رخ منکرین اسلام کی طرف موڑنے میں آیت کے ایک جملہ کی بنا پر ناکام ہو گئے ہیں۔ ان آیات کو دوبارہ دیکھیں ان میں نہ کہیں کفر و کافر کا ذکر ہوا نہ کسی منکر ہدایات و تعلیم خداوندی کی بات ہوئی ہے مگر مودودی لکھتے ہیں کہ:

''یہ اشارہ ہے اس حالت کی طرف جس میں اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبتلا تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو رنج اُن تکلیفوں کا نہ تھا جو آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو دی جا رہی تھیں، بلکہ جو چیز آپ کو اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی وہ یہ تھی کہ آپؐ اپنی قوم کو گمراہی اور اخلاقی پستی سے نکالنا چاہتے تھے اور وہ کسی طرح نکلنے پر آمادہ نہیں ہوتی تھی۔ آپؐ کو یقین تھا کہ اس گمراہی کا لازمی نتیجہ تباہی اور عذاب الٰہی ہے۔ آپؐ اُن کو اس سے بچانے کے لئے اپنے دن اور رات ایک کئے دے رہے تھے۔ مگر انہیں اصرار تھا کہ وہ خدا کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہی رہیں گے''۔ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 10، حاشیہ 4)

دوسری تشریح

''پہلی آیت (18/6) کا خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اور ان دونوں آیات (8-18/7) کا روئے سخن کفار کی جانب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حرف تسلی دینے کے بعد اب آپؐ کے منکرین کو مخاطب کئے بغیر یہ سنایا جا رہا ہے کہ یہ سروسامان جو زمین کی سطح پر تم دیکھتے

Presented by Ziaraat.Com

ہو اور جس کی دل فریبیوں پر تم فریفتہ ہو، یہ ایک عارضی زینت ہے۔ جو محض تمہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے مہیا کی گئی ہے۔ تم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ یہ سب کچھ ہم نے تمہارے عیش و عشرت کے لئے فراہم کیا ہے، اس لئے تم زندگی کے مزے لوٹنے کے سوا اور کسی مقصد کی طرف توجہ نہیں کرتے، اور اسی لئے تم کسی سمجھانے والے کی بات پر کان نہیں دھرتے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سامانِ عیش نہیں بلکہ وسائل امتحان ہیں جن کے درمیان تم کو رکھ کر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ تم میں سے کون اپنی اصل کو فراموش کر کے دنیا کی اِن دل فریبیوں میں گم ہو جاتا ہے، اور کون اپنے اصل مقام (بندگی رب) کو یاد رکھ کر صحیح رویہ پر قائم رہتا ہے''۔ (ایضاً 3 صفحہ 10-11، حاشیہ 5)

مودودی کا بیان دونوں دفعہ بلا دلیل ہے، آیت کی منشا اور الفاظ کے خلاف ہے، بات ایک خاص حدیث اور مومنین کی ہے۔

ہمارا بنیادی عنوان آیات اور مودودی کی تشریحات سے ثابت ہے کہ رسولؐ کی قوم قریش بحیثیت مجموعی رسولؐ کو ستاتی رہی۔ اور پھر انہوں نے حضرت علیؑ کو ستایا۔ فرق یہ رہ گیا کہ مودودی اُن ستانے والوں کو رسولؐ کی قوم تو مانتے ہیں مگر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ستانے والے لوگ مسلمان اور مومن نہ تھے۔ اور اسی مغالطہ کو مستحکم کرنے کے لئے علامہ نے ایڑی چوٹی کا ڈھیروں زور لگا دیا ہے۔ لیکن ستانے والوں کے مومن ہونے کی سب سے پہلی دلیل تو یہی ہے کہ مودودی پوری قوم کو گمراہ، دنیا پرست اور ستانے والی لکھتا ہے۔ حالانکہ ان آیات کے نزول کے وقت ساری قوم منکر اسلام نہ تھی قریش کے کافی لوگ اسلام پر ایمان لا چکے تھے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ان آیات (8 تا 18/6) میں ستانے والوں کو کافر و منکر و فاسق و منافق نہیں کہا ہے۔ اُن پر بڑے سے بڑا الزام دنیا کے حصول اور دنیا پرستی کا لگایا ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ اُن کی آزمائش کے سلسلے میں ایمان کی شرط نہیں ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ: اَیُّھُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا '' اُن میں سے کون بہترین عمل کرتا ہے '' لفظ احسن کے معنی بہتر نہیں۔ بہتر کے لئے عربی میں لفظ ''حَسَن'' آتا ہے اور اَحۡسَنَ بہترین کو کہتے ہیں اور منکرین ایمان و اسلام کا کوئی عمل نہ حسن ہو سکتا ہے نہ احسن۔ البتہ ایمان لانے کے بعد بعض اعمال کو اچھے کہا جائے گا۔ بعض کو بہت اچھے اور بعض کو بہت ہی اچھے۔ سب سے اچھے کو بہترین، یا احسن کہا جائے گا۔ لہٰذا ستانے والے قریشی مومن اور مسلمان تھے۔ اُن پر کفر کی چادر ڈالنا تہمت، فریب اور بد دیانتی ہے۔ لہٰذا قریشی مومنین صرف ایک بات کو ناپسند کرتے اور نہ مانتے تھے اور وہ بات تھی ولایت و حکومت مرتضوی (دیکھو طبری خلافت راشدہ صفحہ 282-279 اور الفاروق حصہ اول صفحہ 103) لہٰذا آیت (18/6) میں ''الحدیث'' سے تمام اسلامی تعلیم یا قرآن مراد لینا محض فریب سازی ہے ''الحدیث'' کے معنی ''ایک خاص بات'' نہ کہ خاص باتیں اس سلسلے میں دوسرا مقام ملاحظہ ہو اللہ نے فرمایا ہے کہ:

رسولؐ کو ستا ستا کر ہلاکت کے قریب پہنچانے پر قریشی مومنین کی دوسری شکایت

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ O........ وَمَا یَاۡتِیۡھِمۡ مِنۡ ذِکۡرٍ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ مُحۡدَثٍ اِلَّا کَانُوۡا عَنۡہُ مُعۡرِضِیۡنَ O (شعراء 5 تا 26/3)

مودودی ترجمہ:۔ ''اے محمدؐ شاید تم اس غم میں اپنی جان کھو دو گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کر سکتے ہیں کہ اُن کی گردنیں اُس کے آگے جھک جائیں۔ اِن لوگوں کے پاس رحمان کی طرف سے جو نئی نصیحت بھی آتی ہے یہ اُس سے منہ موڑ لیتے ہیں''۔ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 476-478)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی فریب دینے کے لئے اپنی تشریح میں رسوؐل کو ستانے والے چند اور مقامات خود لکھتے ہیں مگر کُھلتے نہیں۔

اِن آیات (شعراء 5 تا 26/3) میں بھی رسوؐل کو ستانا ثابت ہے مگر مودودی اینڈ کمپنی یہاں بھی ستانے والوں کو قریش کے مسلمان نہ مانے گی اور لفظ ''مومنین'' کو الٹ کر کافر قرار دے گی۔ مگر یہاں بھی اللہ نے ستانے والوں کو نہ کافر کہا نہ منکر قرار دیا اور پھر ایک کلیدی بات ایسی کہہ دی کہ ستانے والے قریشی مسلمان ثابت ہو جاتے ہیں یعنی وہ سارے قرآن کے نہیں بلکہ بقول مودودی، صرف '' نئی نصیحت '' سے روگردانی کرتے ہیں غور فرمائیں کہ پہلی آیات میں لفظ ''الحدیث'' آیا تھا اور اب لفظ مُحدَثٍ آیا ہے اور اِن دونوں الفاظ کے لئے ایک ہی مادہ اور مصدر (ح۔د۔ث) اور حَدَثٌ ہے۔ لہٰذا لفظ ''الحدیث'' کے معنی بھی ''ایک خاص نئی بات'' ہوتے ہیں اور لفظ ''محدث'' کے معنی بھی نئی بات ہیں۔ اور وہ بات محض ولایت مرتضوؑی تھی اور کچھ نہیں جس سے وہ روگردانی کرتے چلے گئے۔ یعنی وہ حکومتِ الٰہیہ کو نہ مانتے تھے بلکہ قومی حکومت چاہتے تھے۔ اس لئے اُن کو اسلام کا منکر نہیں کہا گیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ولایت مرتضوؑی کا منکر بھی جہنمی ہے۔ علامہ کی تشریح دیکھئے وہ خود بلاضرورت قریش کے ستانے پر دو اور مقامات لکھتے ،مگر اپنے خیال میں ایسے مقامات لکھتے ہیں جہاں ستانے والوں کو مخالفِ اسلام قرار دینے کا موقع رہے لیکن ہم یہ دکھا کر عنوان کو مکمل کریں گے کہ رسوؐل کو ستانے والے مومنین تھے۔ سنئے:

__مودودی تشریح:__۔ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کا ذکر قرآن مجید میں مختلف مقامات پر کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ کہف میں فرمایا: فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِھِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِھٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا O شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو۔ اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے'' (آیت 6)۔ اور سورہ فاطر میں ارشاد ہوا فَلَا تَذۡھَبۡ نَفۡسُکَ عَلَیۡھِمۡ حَسَرٰتٍ ''ان لوگوں کی حالت پر رنج و افسوس میں تمہاری جان نہ گھلے'' (آیت 8)۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں اپنی قوم کی گمراہی و ضلالت، اُس کی اخلاقی پستی، اُس کی ہٹ دھرمی، اور اصلاح کی ہر کوشش کے مقابلے میں اُس کی مزاحمت کا رنگ دیکھ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم برسوں اپنے شب و روز کس دل گداز و جاں گُسل کیفیت میں گزارتے رہے ہیں۔ بَخع کے اصل معنی پوری طرح ذبح کر ڈالنے کے ہیں بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ کے لغوی معنی یہ ہوئے کہ تم اپنے آپ کو قتل کئے دے رہے ہو'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 477 حاشیہ 2)

حضرت علیؑ اور رسوؐل کی حالت کی یکسانی مان لی ہے

یہ بیان پوری قوم کے ستانے کا ثبوت ہے اور سو فیصد حضرت علی علیہ السلام کے بیان و شکایت و حالت کی یکسانی تسلیم کرتا ہے۔ بات صرف اس قدر رہ گئی کہ یہ ستانے والے کون لوگ تھے۔ چنانچہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا مودودی نے یہ مان لیا کہ قرآن میں مختلف جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستائے جانے کا ذکر ہے مگر ایسا مقام کوئی نہ لکھا کہ ستانے والوں کا مذہب معلوم ہو جائے۔

قرآن کی آیات اور مودودی کے ترجمے سے آنحضرتؐ کو ستانے اور ایذا دینے والوں کی پوزیشن اور مذہب

بہر حال ہم مودودی کا ترجمہ اور اختصار کی غرض سے آیات کے مخصوص الفاظ بھی لکھتے ہیں تا کہ اُن کی چالا کی پوشیدہ نہ رہ جائے اور آپ اُن کے قلم سے دیکھ لیں کہ قریش کے عوام ہی نہیں بلکہ قریش کے بڑے بڑے ایسے لوگ بھی آنحضرت کو روحانی وجسمانی اذیتیں دیتے رہتے تھے جنہیں رسوؐل اللہ نے اپنے گھروں میں آنے جانے سے بھی نہ روکا تھا یعنی مخصوص مومن صحابہ ستاتے تھے۔ سنئے اللہ فرماتا ہے کہ:۔

Presented by Ziaraat.Com

حضورؐ کو روحانی وجسمانی اذیت دینے والے قریشی یارِ غار قسم کے مومن صحابہ تھے

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو،(1)(یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا) نبیؐ کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔ نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ (2)(غَیۡرَ نٰظِرِیۡنَ اِنٰىهُ)ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ (ضرور کیلئے کوئی لفظ نہیں ہے۔احسن) مگر جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔(3)(وَ لَا مُسۡتَاۡنِسِیۡنَ لِحَدِیۡثٍ)تمہاری یہ حرکتیں نبیؐ کو تکلیف دیتی ہیں۔(4)(کَانَ یُؤۡذِی النَّبِیَّ) مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے۔(5)(فَیَسۡتَحۡیٖ) اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔ نبیؐ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔(6)(ذٰلِکُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِکُمۡ) (وَ قُلُوۡبِهِنَّ)تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اللہ کے رسولؐ کو تکلیف دو۔(7)(مَا کَانَ لَکُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ)اور نہ یہ جائز ہے کہ اُنؐ کے بعد اُنؐ کی بیویوں سے نکاح کرو۔(8)(وَ لَاۤ اَنۡ تَنۡکِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا) یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔تم خواہ کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ۔(9)(اِنۡ تُبۡدُوۡا شَیۡئًا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ)اللہ کو ہر بات کا علم ہے۔ازواج نبیؐ کیلئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اُن کے باپ، اُن کے بیٹے، اُن کے بھائی، اُن کے بھتیجے، اُن کے بھانجے، اُن کے میل جول کی عورتیں، اور اُن کے مملوک گھروں میں آئیں۔(اے عورتو)(اے نبیؐ کی بیویو۔احسن) تمہیں اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا چاہئے۔اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔اللہ اور اُس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔تم بھی اُنؐ پر درود وسلام بھیجو۔جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور اُن کے لئے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا ہے''۔

(سورہ احزاب 57 تا 33/53، تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 119-123)

علامہ کی ترجمانی میں بددیانتی اور ستانے والوں کی طرفداری بھی ثابت کرتی ہے کہ وہ قریشی بزرگ صحابہ تھے

علامہ مودودی کے اِس ترجمہ میں جہاں جہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستانے والوں کی پردہ پوشی کی گئی ہے۔اُن مقامات کو شامل کرنے سے ستانے والوں کے ارادوں اور جرم کی سنگینی اور خباثت میں اضافہ ہوگا۔اور اسی غرض سے ہم نے قرآن کے اہم الفاظ کو بریکٹوں میں لکھا ہے تاکہ مودودی کی اُردو میں عیاری اور بددیانتی سامنے لائی جاسکے۔سنیئے:

پہلا بریکٹ:۔ 1۔یہاں اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ تم گھر میں جاکر ''برتنوں کو نہ دیکھتے رہا کرو'' مطلب یہ کہ کون سی ہنڈیا میں کیا پک رہا ہے اور فلاں چیز کس برتن (اِنٰىهُ) میں رکھی ہے یعنی یہ بے تکلف مومن صحابہ وقت بے وقت، رسولؐ کی عدم موجودگی میں، رسولؐ کی جس بیوی کو اپنے ہم خیال سمجھتے تھے اُس کے پاس چلے جاتے تھے اور وہاں اپنی مرضی کا کھانا پکواتے تھے۔یہ نوٹ کریں کہ سب بیویاں ایک گھر میں نہ رہتی تھیں ہر ایک کا حجرہ یا کمرہ الگ الگ تھا۔اور آنے والا شخص بالکل محفوظ طور پر گھر میں جتنی دیر چاہتا تھا رہتا تھا۔

دوسرا بریکٹ:۔ مودودی نے یہاں اپنی طرف سے لفظ ''ضرور'' لکھ کر کھانے پر بلانے والی ہر بیوی کے پاس جانا اللہ کی طرف سے لازم کر دیا ہے۔یعنی یہ شرط نہیں لگائی کہ کھانے کی دعوت کون دے گا؟ گویا ہر بیوی آزاد ہے جسے چاہے کھانے پر مدعو کرلیا کرے۔

تیسرا بریکٹ:۔ تیسرے بریکٹ میں اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ''تم کھانا کھا چکنے کے بعد منتشر ہو جایا کرو رسولؐ کی بیویوں سے انس ومحبت کی یا مانوس کرنے کی باتوں میں نہ لگے رہا کرو'' یہ بریکٹ بھی اُن ستانے والوں یا بلا اجازت آنے جانے والوں کی قلبی حالت اور اُن کا باطل مقصد واضح

Presented by Ziaraat.Com

کرتا ہے۔لفظ " مُستَا نِسِینَ " کے معنی اُنس پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔

چوتھا بریکٹ:۔ یہ بریکٹ بتا تا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ان حرکات سے رسوؐل کو اذیت پہنچتی تھی۔

پانچواں بریکٹ:۔ یہ بریکٹ بتا تا ہے کہ ستانے والے لوگ آنحضرؐت کی ازواج سے کچھ بے حیائی یا شرم انگیز باتیں کرتے تھے جو اُنس پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوا کرتی ہیں اور رسوؐل اُن صحابہ رضی اللہ عنہم سے وہ باتیں بطور شکوہ فرماتے ہوئے بھی شرماتے تھے اور صبر کرتے تھے لہٰذا اللہ نے فرمادیا کہ میں حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔

چھٹا بریکٹ:۔ چھٹا بریکٹ تو اُن قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اور اُن بیویوں کو اُن کا قلبی حال بھی بتا دیتا ہے کہ تم دلوں میں جو گندگی لئے ہوئے ہو اس سے بچنے کے لئے تمہیں آیندہ رسوؐل کے گھر میں ہرگز نہیں جانا اگر اُن بیویوں سے تمہارا کچھ لین دین بھی ہو چکا ہے۔تب بھی تم باہر کھڑے رہو اور پردہ کے پیچھے سے بات کیا کرو اور جو کچھ تمہارا اُن کے پاس ہے وہ باہر ہی سے مانگا کرو یہ طریقہ تم دونوں کے دلوں کو پاک رکھنے میں مددگار بن سکے گا۔

ساتواں بریکٹ۔ یہ بریکٹ دو باتوں کی تصدیق کرتا ہے اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے قریب رہنے والے مومن صحابہ مسلسل ایذا دیتے رہتے تھے۔دوم یہ کہ وہ مومن صحابہ اس ایذا رسانی کو جائز بھی سمجھتے تھے۔اس لئے یہ فرمایا گیا کہ:

" تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تم رسوؐل کو اذیت دو۔" یہاں یہ سوچنے کی بات ہے کہ قریشی مومن صحابہ یا لیڈروں نے کبھی اس حکم پر عمل نہیں کیا اور ہر قسم کی ایذا رسانی آج تک اپنے اختیار کردہ اسلامی طریقہ پر جاری رکھی ہوئی ہے۔آنحضرؐت نے ،ان ہی زیر بحث آیات (احزاب 57 تا33/53) میں، صَلُّوا عَلَيۡهِ وَ سَلِّمُوا تَسۡلِيۡمًا کی تشریح میں حکم دیا تھا کہ حضوؐر کے ساتھ اُن کی آل (علیھم السلام) کو شامل رکھا جائے اور درود بھیج کر عملاً نمونہ دیا تھا (صحیح بخاری کتاب التفسیر جلد دوم صفحہ 708,709) مگر اس چودہ سو سالہ عرصہ میں ابوبکر وعمر کے پیروؤں نے کروڑوں مرتبہ اس حکم کے خلاف آل محمدؐ کو درود سے الگ رکھا ہے اور ملعون مودودی کی تفہیم القرآن میں قدم قدم پر محمدؐ کا نام آیا اور اس شیطان نے ہر دفعہ درود لکھا مگر کبھی بھول کر بھی اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ محمدٍ و آل محمدؐ یا صلی اللہ علیہ وآلہ نہیں لکھا ہر مرتبہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ کر رسوؐل اللہ کی اذیت کا باعث ہوا ہے۔اور یہ مستقل عملدر آمد اس لئے جاری رکھا کہ اس کے ملعون بزرگوں نے کربلا میں آل محمدؐ کا قتل عام کیا تھا۔انہیں اُن کی وراثت وحکومت سے محروم کرنا اُن کے یہاں جائز رکھا گیا تھا۔ **اَللّٰھُمَّ للّعَنۡ عَلٰی مودودی و علیٰ ابو بکر و عمر و اصحابھم و احبابھم اجمعین۔**

آٹھواں بریکٹ:۔ اِس بریکٹ میں آئے ہوئے قرآن کے الفاظ قریش اور اُن کے اباواجداد کی ایک نہایت حیا سوز دینی سنت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔سارے مسلمان مانتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں رسوؐل کی بیویوں کو اُمت کی مائیں فرمایا ہے (وَاَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ 33/6 اور نبیؐ کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 71) یعنی رسوؐل کو ایذا دینے والے قریشی صحابہ اپنی قرآنی ماؤں سے معاشقہ کرتے تھے یعنی رسوؐل کے انتقال کے بعد رسوؐل کی بیویوں اور اپنی ماؤں کو نکاح کیلئے جائز سمجھتے تھے۔یعنی قریش کو یہ کافی نہ ہوا کہ رسوؐل کی بیویوں کو اُن قریشیوں کی بدکاری سے بچانے کے لئے اُن کی مائیں بنادیا جائے۔اس لئے کہ قریش تو والد کے مرجانے کے بعد اپنی ماؤں کو اور اپنے باپ کی ازواج سے نکاح کر کے اولادیں پیدا کرتے چلے آئے تھے۔لہٰذا اُن ملاعین سے یہ بھی کہنا پڑا کہ: " نہ یہ جائز ہے کہ اُنؐ کے بعد اُنؐ کی بیویوں سے اَبدً ا نکاح کرو" (33/53)

Presented by Ziaraat.Com

یعنی رسوؐل کے قریشی صحابہ کے جذبہ شہوت رانی سے رسوؐل کی بیویوں کو بچانے کے لئے جب اُن کی مائیں بنانے سے بھی کام نہ چلا تو باقاعدہ حکم دے کر دونوں فریق کوایک دوسرے پرحرام کردیا۔ یہاں تک تو قرآن کے واضح الفاظ میں آیا ہوا معاملہ تھا۔اب قارئین یہ غور فرمائیں کہ نہ رسوؐل کی زیر بحث بیویوں کوتاابدزندہ رہنا تھااور نہ زیر بحث شہوت ران صحابہ نے ہمیشہ جینا تھا۔ پھر کیونکر اللہ نے انہیں تاابدنکاح نہ کرنے کاحکم دیا؟ اور کیوں مودودی نے لفظ ''اَبَدًا'' کا ترجمہ نہ کیا؟ یاتو یہ مانئے کہ رسوؐل کے مذکورہ ستانے والے صحابہ اوراُن کی منظورنظر عورتیں تاابد زندہ رہنےاور نکاح کر سکنے کی پوزیشن میں رہنا تھیں۔ یا یہ مانئے کہ اللہ نے خواہ مخواہ ایک بے معنی سا جملہ بول دیا ہے۔اور یہ دونوں باتیں ماننے کی نہیں ہیں۔لہٰذا یہ مانئے کہ کوئی ایسی صورت ضرور موجود تھی کہ تاابدایسا حرام نکاح ہوسکناممکن تھا۔اس کی ایک محدود مدت تو وہ تھی جو رسوؐل کی ازواج میں سے سب سے کم سن بیوی یعنی عائشہ کی زندگی کے آخری سانس تک باقی تھی یعنی اُس سے نکاح ممکن تھااور یزید نے نکاح کا پیغام دیا بھی تھا۔لیکن عائشہ کے مرنے کے بعد قیامت تک یہ امکان فطری طور پر موجود تھا یعنی رسوؐل کی زوجہ علیھم السلام سے پیدا ہونے والی بیٹی اور بیٹی سے پیدا ہوتے چلے جانے والی بیٹیاں قیامت تک موجود رہنا تھیں جو ماں کی بیٹیاں ہونے کی بنا پرامت پرحرام تھیں۔اللہ کو معلوم تھا کہ وہ شہوت پرست صحابہ جس طرح اپنی حقیقی ماؤں سے اپنے اباواجداد کی بیویوں سے باپ کے مرنے کے بعد نکاح کر کے حرام نسل پیدا کرنا قریشی مذہب میں جائز رکھتے تھے اسی طرح صرف مائیں کہنے سے وہ باز نہ آئیں گے اس لئے انہیں کھول کر نکاح سے منع کیا گیا اور تاابد فرما کر اُن ماؤں کی بیٹیوں کو بھی حرام کردیا گیا۔مگر قریشی مسلمانوں نے قرآن میں آئے ہوئے کسی حکم کے بغیر ہی یہ فیصلہ کیا کہ رسوؐل کی بیویاں ایسی مائیں نہیں ہیں جن کی بیٹیاں حرام ہوں۔مودودی سے قریشی مجتہدین کا اجتہادی فیصلہ سنئے: مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:

رسوؐل کی بیویاں بلاشبہ اُمت کی مائیں اور نکاح کے لئے حرام ہیں مگر حرام ماؤں کی بیٹیاں حلال ہیں

''13 اُسی خصوصیت کی بنا پر جواوپر مذکور ہوئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی اپنی منہ بولی مائیں تو کسی معنی میں بھی اُن کی ماں نہیں ہیں،لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اُسی طرح ان کے لئے حرام ہیں جس طرح ان کی حقیقی مائیں حرام ہیں۔ یہ مخصوص معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوادنیا میں کسی اورانسان کے ساتھ نہیں ہے۔اس سلسلے میں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اسی معنی میں امہات المومنین ہیں کہ اُن کی تعظیم وتکریم مسلمانوں پرواجب ہے۔اوراُن کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ باقی دوسرے احکام میں وہ ماں کی طرح نہیں ہیں۔مثلاً اُن کے حقیقی رشتہ داروں کے سوا باقی سب مسلمان اُن کے لئے غیر محرم تھے۔جن سے پردہ واجب تھا۔اُن کی صاحب زادیاں مسلمانوں کیلئے ماں جائی بہنیں نہ تھیں۔ کہ اُن سے بھی مسلمانوں کا نکاح ممنوع ہوتا'' الخ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 72)

یعنی نظامِ اجتہاد کی رُو سے حرام عورت یعنی ماں کی بیٹیاں حلال ہیں اور سُنی وشیعہ مجتہد کا جاری کردہ یہ حرام آج ہمارے زمانہ تک جاری ہے اور سید زادی غیر سید کے نکاح میں دے کر حرام اولاد پیدا کی جارہی ہے۔اللہ حرامیوں پر لعنت کرے۔

نواں بریکٹ:۔ اس آخری بریکٹ سے یہ فیصلہ ہوگیا کہ رسوؐل کی ایذارسانی کے لئے قریشی صحابہ خفیہ اسکیمیں بناتے رہتے تھے۔اور صحابہ ہی نہیں بلکہ خود اُن کی منظورنظر رسوؐل کی ازواج بھی آنحضرتؐ کے خلاف سازباز ومحاذ بنائے رکھتی تھیں۔(سورہ تحریم 5-66/3)اور تمام سُنی علما نے عموماًاور مودودی نے خصوصاً مانا اور لکھا ہے کہ وہ دونوں عورتیں عائشہ اور حفصہ ابوبکر وعمر کی بیٹیاں تھیں'' (ایضاً 6 صفحہ 26-28)اور یہی عورتیں تھیں

Presented by Ziaraat.Com

جن کے لئے فرمایا گیا کہ:

رسوؐل کی مرضی کے خلاف جنسی تسکین کا انتظام کرنے والی رسوؐل کی بیویوں سے اللہ نے کیا کیا فرمایا اور اُنہیں باز رکھنے کے لئے کیا کیا انتظامات کئے

قارئین ہم یہ ثابت کرتے آرہے ہیں کہ رسوؐل کے مقرب قریشی صحابہ رسوؐل اللہ کو ستایا کرتے تھے تو وہ اور اُن کی اولا د حضرت علی علیہ السلام کو کیوں نہ ستاتے۔اس گفتگو کے دوران قرآن میں مذکور اُن عورتوں کا تذکرہ سامنے آ گیا جو رسوؐل کو ستانے والے صحابہ کے محاذ میں شامل تھیں اور ستانے کے عام طریقوں کے علاوہ وہ جنسی حیا سوز طریقے بھی استعمال کر رہی تھیں اور حضورؐ کے بعد تک ستانے کا کبھی نہ رکنے والا پروگرام بنا رہی تھیں اُن کے متعلق قرآن کے الفاظ تو قرآن میں دیکھیں مگر ترجمہ مودودی کے طرفدار و جانب دار قلم سے سن لیں۔ لکھتے ہیں کہ:

''نبی نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی۔ پھر جب اُس بیوی نے (کسی اور پر) وہ راز ظاہر کر دیا، اور اللہ نے نبیؐ کو اُس (افشائے راز) کی اطلاع دے دی، تو نبیؐ نے اُس پر کسی حد تک (اس بیوی کو) خبردار کیا اور کسی حد تک اُس سے درگزر کیا۔ پھر جب نبیؐ نے اُسے (افشائے راز کی) یہ بات بتائی تو اُس نے پوچھا آپؐ کو اس کی کس نے خبر دی؟ نبیؐ نے کہا'' مجھے اُس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جانتا ہے اور خوب باخبر ہے۔'' اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرتی ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ تمہارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں، اور اگر نبیؐ کے مقابلے میں تم نے باہم جتھہ بندی کی تو جان رکھو اللہ اس کا مؤلیٰ ہے اور اُس کے بعد جبرئیل اور تمام صالح اہل ایمان (صَالِحُ الْمُومِنِین۔احسن) اور سب ملائکہ اُس کے ساتھی اور مددگار ہیں۔ بعید نہیں کہ اگر نبیؐ تم سب بیویوں کو طلاق دے دے تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرما دے کہ جو تم سب سے بہتر ہوں، سچی مسلمان، باایمان، اطاعت گزار، توبہ گزار، عبادت گزار، اور روزہ دار، خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ۔ اَے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تندخو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اُسے بجالاتے ہیں (اس وقت کہا جائے گا کہ) اے کافرو، آج معذرتیں پیش نہ کرو، تمہیں تو ویسا ہی بدلہ دیا جارہا ہے جیسے تم عمل کر رہے تھے''۔ (تحریم 7 تا 66/3)

ان آیات (7 تا 66/3) اور مودودی کے ترجمہ سے رسوؐل کو ستانے والے قریشی مومنین اور مومن ازواجِ نبیؐ کے متعلق جو حقائق سامنے آ گئے اُن کو نمبر وار دیکھیں

(1) رسوؐل کی، زیرِ نظر آیات میں بیویاں، رسوؐل اللہ کی راز کی باتیں لوگوں کو بتاتی رہتی تھیں۔

(2) رسوؐل کی وہ بیوی جس نے راز فاش کیا تھا یہ نہ سمجھتی تھی کہ رسوؐل کو اُس کا اللہ حقیقتِ حال سے مطلع کرتا رہتا ہے۔

(3) رسوؐل کی دو بیویاں ایسی تھیں جن کے دل ٹیڑھے ہو چکے تھے اور جنہوں نے رسوؐل کے خلاف باقاعدہ جتھہ بندی اور محاذ بنا رکھا تھا۔

(4) مودودی نے اُن دونوں بیویوں کی طرفداری میں جملہ صالح المومنین کا ترجمہ غلط کیا ہے اور'' تمام صالح مومنین سے زیادہ صالح مومن'' کی جگہ دیدہ دلیری سے تمام صالح مومنین ترجمہ کر دیا تاکہ مقام مرتضویؐ سامنے نہ آنے پائے۔ حالانکہ وہاں اللہ، جبرئیل اور ملائکہ کے سائز کا ایک شخص ہونا چاہیے جو قریشی جتھہ بندی اور محاذ آرائی کے گھٹنے ڈھیلے کر سکے۔ اور دنیا نے دیکھا کہ علیؐ نے اُنکی ناک میں نکیل ڈال دی تھی۔

(5) رسوؐل کی بیویوں سے بہتر عورتیں اُس وقت مسلمانوں میں موجود تھیں لہٰذا عائشہ وحفصہ وغیرہ کو بہترین عورتیں کہنا قرآن کی مخالفت ہے۔ پھر

Presented by Ziaraat.Com

(6) اس وقت کی زیرِنظر بیویاں نہ سچی مسلمان تھیں، نہ باایمان تھیں، سرکش اور رسوؐل کی مخالف تھیں، نہ وہ توبہ کو کوئی اہمیت دیتی تھیں، نہ وہ عبادت کرتی تھیں، نہ روزہ دار تھیں، یعنی نہایت بدعمل و بدباطن تھیں۔

(7) اُن عورتوں کے ساتھی اور رشتہ دار مومن صحابہ کو جہنم سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور بتایا ہے کہ حق کو چھپانے والے کافر تھے اور قیامت میں اپنے باطل عقائد کو معذرت کے لئے کافی سمجھتے تھے اور جہنمی تھے۔

(8) اور اُن کے ساتھ وہی کچھ کیا جانے والا ہے جو وہ خود کرتے رہتے تھے۔

مودودی کی تشریحات سے زیرِ بحث آیات میں مذکور ازواجِ رسوؐل کی پوزیشن کو سمیٹنے سے چند مزید حقائق بھی شمار کرتے چلیں

مودودی نے اِن آیات کی تشریحات میں آٹھ دس صفحات میں حقائق لکھے ہیں۔ اور ایسے حقائق لکھے ہیں جن کی وجہ سے سنی صحابہ پرست علما اُن پر خفا ہوئے ہیں اور مودودی نے اِن میں اپنا جواب بھی لکھا ہے۔ لہٰذا ہم اختصار کی خاطر یہاں چند حقائق کو مختصر انداز میں مگر اُن ہی کے الفاظ میں، نمبر دے کر لکھتے ہیں مگر ہم وہ باطل اعزازی الفاظ نہ لکھیں گے جو کہ ازواج نبیؐ کے لئے لکھتے ہیں ''مطہرات'' وغیرہ۔

(1) ازواج کو بھی متنبہ کیا کہ انہوں نے ازواج نبیؐ ہونے کی حیثیت سے اپنی نازک ذمہ داریوں کا احساس نہ کیا۔ (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 15)

(2) راز فاش کرنے کا معاملہ نجی نہ تھا ورنہ قیامت تک کے پڑھے جانے کے لئے قرآن میں بیان نہ ہوتا۔ وہ ایسا راز تھا کہ حضوؐر کی ساری محنت ضائع ہو سکتی تھی (صفحہ 21-22)

(3) اُن دونوں بیویوں کے دل: (1) کج شدہ تھے (2) کج ہو گئے تھے (3) راہ راست سے ہٹ گئے تھے (4) رسولؐ کے خلاف مخالفت پر مڑ گئے تھے۔

(4) دونوں بیویاں رسوؐل کے خلاف تعاون کر رہی تھیں۔ (2) متفق ہو گئیں تھیں۔ (3) چڑھائی کرنے میں مصروف تھیں۔ (4) مدمقابل کارروائیاں کر رہی تھیں۔ (5)۔ کارروائیاں اور مظاہرے کر رہی تھیں۔

(5) بخاری وغیرہ سے عمر کا بیان لکھا ہے کہ۔ (1) وہ دونوں عورتیں عائشہ اور حفصہ تھیں۔ (2) رسوؐل کے سامنے زبان درازی کرتی تھیں۔ (3) صدمہ پہنچاتی تھیں۔ (4) دن دن بھر رسوؐل غم و غصہ میں مبتلا رہتے تھے۔ (5) دونوں کو عمر نے نامراد اور گھاٹے میں قرار دیا۔ (6) اللہ و رسوؐل کو غضب ناک کرنے کا مجرم کہا۔ (7) عمر نے حفصہ کو رسوؐل سے زبان درازی کرنے سے منع کیا تھا۔

(6) مودودی اعتراض کرنے والوں سے کہتے ہیں کہ: (1)۔ غیر معمولی بات نہ ہوتی تو اللہ نے کیوں قرآن میں بذاتِ خود تنبیہ کی؟۔ (2) عمر نے کیوں ڈانٹا اور ہر زوجہ کو اللہ کے غضب سے ڈرایا؟۔ (3)۔ کیا رسوؐل اللہ ایسے تنگ مزاج زود رنج آدمی تھے کہ ذرا سی بات میں بگڑ جاتے اور مقاطعہ کر کے حجرے میں جا بیٹھتے تھے؟

(7) ان سوالات پر اگر کوئی شخص غور کرے تو اُسے لامحالہ ان آیات کی تفسیر میں دو ہی راستوں میں سے ایک کو اختیار کرنا پڑے گا۔ یا تو اسے ازواج کے احترام کی اتنی فکر ہو گی کہ وہ اللہ اور اُس کے رسوؐل پر حرف آ جانے کی پرواہ نہ کرے۔ یا پھر سیدھی طرح یہ مان لے کہ اس زمانہ میں اُن ازواج کا رویہ فی الواقع ایسا ہی قابل اعتراض ہو گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہو جانے میں حق بجانب تھے اور حضورؐ سے بڑھ کر خود اللہ تعالیٰ اس بات میں حق بجانب تھا کہ ان ازواج کو اس رویہ پر شدت سے تنبیہ فرمائے۔

(8) رسوؐل کے خلاف جتھابندی کر رکھی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

(9) قصور صرف عائشہ اور حفصہ کا ہی نہ تھا۔ بلکہ دوسری ازواج بھی کچھ نہ کچھ قصوروار تھیں اس لئے کہ سب کو تنبیہہ کی گئی ہے''۔

(10) احادیث کے حوالوں سے لکھا ہے کہ: 1۔''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے آپس کے رشک و رقابت میں مل جل کر حضورؐ کو تنگ کر دیا تھا''۔2۔امہات المومنین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کچھ نا چاقی ہوگئی تھی۔3۔جب نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔4۔حضورؐ نے ایک مہینہ تک کے لئے اپنی بیویوں سے علیحدہ رہنے کا عہد کر لیا۔5۔ازواج کی دو پارٹیاں بن گئیں تھیں۔ایک میں خود عائشہ اور حفصہ، سودہ اور صفیہ تھیں دوسری پارٹی میں حضرت زینبؓ، حضرت ام سلمہؓ، اور باقی ازواج شامل تھیں''۔(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 21 تا 27)

مذکورہ بالا ازواجِ رسولؐ کی عادت وخصلت پر قرآن کا ایک اور مقام دیکھیں

قارئین کرام عائشہ والی پارٹی کی عادت وخصلت و چال چلن کی حیا سوزیاں اللہ نے ہر پہلو سے بیان کی ہیں۔لیکن عام علما نے عموماً اور قریشی مسلمان علما نے خصوصاً قرآنی الفاظ و مقاصد اور بیانات کے معنی اور رخ بدل کر رسولؐ کی اُن خبیث ازواج کی پردہ پوشی چودہ سو سال سے جاری رکھی اور اُنہیں رسولؐ کی اُن بیویوں کے برابر رکھنے کی کوشش کی ہے جو حقیقی معنی میں واجب الاحترام اور اللہ و رسولؐ کو پسند تھیں۔لہٰذا پہلے ہم مودودی کو گھیر کر حق کی طرف لانے کے لئے اُن کے قلم سے چند آیات و الفاظ کے معنی و مطالب واضح کرائیں گے اور پھر وہ آیات لائیں گے جو مذکورہ بالا عائشہ گروپ کا حال بیان کریں گی۔

عائشہ اور عائشہ ٹائپ کی ازواجِ رسولؐ جن تمناؤں اور جس لذت سے محروم رکھی گئیں اور جن پر پردہ ڈالا گیا وہ تدریجاً سمجھے

اللہ نے عائشہ اینڈ کمپنی کا مہذب انداز میں، جس لفظ سے کیریکٹر بیان کیا ہے اُس لفظ کے معنی اور مفاہیم مودودی کے ترجمہ سے اخذ کیجئے۔اللہ نے فرمایا کہ: وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ O اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ....(اعراف 81-7/80)

__مودودی ترجمہ:__۔''پھر یاد کرو جب اُس نے اپنی قوم سے کہا'' کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا؟ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو؟''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 51)

قارئین اس آیت میں لفظ''اَلْفَاحِشَةَ''پر نظر رکھیں کہ یہ لفظ جنسی خواہش پوری کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔یہ بات زیادہ گھناؤنی اس لئے ہوگئی کہ حضرت لوطؑ کی قوم عورتوں کی جگہ مردوں کو استعمال کرتے تھے۔مطلب جنسی خواش کو تسکین دینا بہر حال تھا۔لہٰذا قرآن میں جہاں یہ لفظ ''اَلْفَاحِشَةَ'' آئے اس کے معنی جنسی خواہش مودودی کے قلم اور سند سے جائز ہوں گے۔اللہ نے یہی بات سورۂ عنکبوت (29/28) میں بھی فرمائی ہے کہ: اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ۔۔۔الخ (29/28)

__مودودی ترجمہ:__ ''تم تو وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا'' اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ ۔۔۔الخ (29/29)

__مودودی ترجمہ:__ ''تمہارا حال یہ ہے کہ مردوں کے پاس جاتے ہو''

__مودودی۔فحش اور فَاحِشَة کے معنی۔__ ''51 یعنی اُن سے شہوت رانی کرتے ہو، جیسا کہ سورہ اعراف میں ہے:

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ''تم خواہش نفس پوری کرنے کیلئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو''

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 694-695)

Presented by Ziaraat.Com

اِن دونوں مقامات کو اکٹھا کرنے سے لفظ ''اَلْفَاحِشَةُ'' کے معنی ''شہوت رانی کی خواہش'' ماننا پڑیں گے۔اور وہی جنسی خواہش ہوتی ہے۔ایک اور بیان سنئے: فرمایا گیا کہ:

لفظ'' فَاحِشَةً'' کے معنی پر قرآن کا ایک اور بیان اور مودودی کا ترجمہ

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْ نَا عَلَيْهَا اٰبَآءَ نَا ، وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ..(اعراف 7/28)

مودودی ترجمہ:۔ ''یہ لوگ جب کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور اللہ ہی نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے''۔(تفہیم القرآن، جلد 2 صفحہ 20)

اب قارئین یہ بھی شامل کرلیں کہ لفظ ''فَاحِشَةُ'' کے ماتحت جنسی خواہش اور شہوت رانی کے سلسلے کے تمام شرمناک کام آتے ہیں۔

قرآن میں اللہ نے لفظ'' فَاحِشَةُ'' کے معنی ''زنا'' بتائے ہیں

اب آپ بلاتردّد یہ سمجھ لیں کہ لفظ ''فَاحِشَةُ'' کے خدائی یا قرآنی معنی ''زنا'' بھی ہیں۔

سنیئے: وَلَا تَقْرَ بُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَا حِشَةً وَ سَآءَ سَبِيْلًا O(17/32)

مودودی ترجمہ:۔ ''زنا کے قریب نہ پھٹکو۔وہ بہت بُرا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ۔'' (بنی اسرائیل 17/32)

مودودی تشریح:۔ ''32۔ زنا کے قریب نہ پھٹکو'' اس حکم کے مخاطب افراد بھی ہیں۔اور معاشرہ بحیثیت مجموعی بھی۔افراد کے لئے اس حکم کے معنی یہ ہیں کہ وہ محض فعلِ زنا ہی سے بچنے پر اکتفا نہ کریں۔بلکہ زنا کے مقدّمات اور اُس کے ابتدائی محرکات سے بھی دور رہیں جو اس راستے کی طرف لے جاتے ہیں۔رہا معاشرہ، تو اس حکم کی رو سے اُس کا فرض یہ ہے کہ وہ اجتماعی زندگی میں زنا، اور محرکاتِ زنا اور اسبابِ زنا کا سدِ باب کرے، اور اس غرض کے لئے قانون سے، تعلیم و تربیت سے، اجتماعی ماحول کی اصلاح سے، معاشرتی زندگی کی مناسب تشکیل سے اور دوسری تمام موثر تدابیر سے کام لے۔(تفہیم القرآن جلد،2 صفحہ 613)

قارئین یہاں رک کر یہ سوچیں کہ اس آیت (17/32) میں اللہ نے فرمایا ہے کہ:''یقیناً زنا ہی فَاحِشَة ہے اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَة یعنی لفظ ''فَاحِشَةُ'' یا '' اَلْفَاحِشَةُ '' جہاں بھی آئے وہاں ''زنا'' اس میں داخل ہوتا ہے۔

پھر یہ غور فرمائیں کہ یہاں تک جو آیات سامنے لائی گئی ہیں اُن میں لفظ'' اَلْفَاحِشَةُ'' یا ''فَاحِشَةُ'' تنہا آیا ہے۔یعنی اُس کے ساتھ کوئی ایسا دوسرا لفظ نہیں آیا جس سے اس لفظ کی سنگینی یا گھناؤنا پن بڑھ جاتا۔لہٰذا اب ہم وہ مقام دکھاتے ہیں جہاں یہ لفظ فَاحِشَة ایک وضاحتی لفظ کے ساتھ آیا ہے۔چنانچہ فرمایا گیا کہ: اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (4/19)

مودودی ترجمہ:۔ ''ہاں اگر وہ کسی ''صریح بدچلنی'' کی مرتکب ہوں'' (نسا 4/19 تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 334)

یہاں مودودی نے لفظ ''مُبَيِّنَةٍ'' کے معنی ''صریح'' کئے ہیں۔قارئین اتنا ضروری طور پر جانتے ہوں گے کہ لفظ مُبَيِّنَةٍ بھی لفظ مُبِين ہی سے بنتا ہے اور اب دونوں کو لفظ'' بیان'' سے بنایا جاتا ہے۔اور مُبِين ہو یا مُبَيِّنَة ہو دونوں کے اندر ''بیان کرنے'' کے معنی کا ہونا قانونی ہے۔مثلاً قرآن کو ''کتاب مبین'' فرمایا گیا ہے یعنی ''خود بیان کرنے والی کتاب'' اور اُردو میں ''منہ بولتی کتاب'' لہٰذا فَا حِشَةٍ مُبَيِّنَة کے معنی ہوں گے۔

1۔''منہ بولتا زنا''۔2''منہ بولتی بدکاری'' یا منہ بولتی بدچلنی'' یعنی لفظ مُبَيِّنَة کے معنی ''صریح'' نہیں ہیں۔اول اس لئے کہ لفظ ''صریح'' خود عربی

Presented by Ziaraat.Com

زبان کا لفظ ہے اور ایک الگ مصدر سے ہے۔ اور عربی میں ایک لفظ کے دو معنی نہیں ہوتے اور نہ دو مختلف مصدروں کے معنی ایک ہوتے ہیں۔

مودودی اپنی ازواج مطہرات کو تحفظ دینے کے لئے بہت دور رس احتیاط کرتے رہے ہیں

حقیقت صرف اس قدر ہے، اور ہم اُسی کو سامنے لانے کے لئے مندرجہ بالا آیات کا مودودی ترجمہ ذہن نشین کراتے آئے ہیں کہ یہی الفاظ '' فَـاحِشَةٍ مُبَيِّـنَة '' ذرا دیر بعد عائشہ اینڈ کمپنی کے لئے آنے والے ہیں اس لئے مودودی ترجمہ تو کرتے ہیں، کرنا ہی پڑتا ہے مگر ہلکے پھلکے الفاظ لا کر اُن کے جرائم کو ہلکا پھلکا بنانے کی فکر میں رہے ہیں۔ اور اسی لئے ہم نے اُن کے قلم سے لفظ ''فَـا حِشَة'' کے معنی۔ 1۔ بے حیائی کا فحش کام۔ 2۔ جنسی خواہش پوری کرنے والا کام۔ 3۔ شہوت رانی کرنا۔ 4۔ شرمناک کام۔ 5۔ بدچلنی وغیرہ آپ کو دکھائے ہیں۔ تاکہ جب عائشہ اینڈ کمپنی کے لئے یہی الفاظ آئیں تو ہم اُن کے جرائم سے وہ تمام پردے نوچ لیں جو مودودی اینڈ کمپنی چودہ سو سال سے ڈالتی آئی ہے اور اُن بدمعاش و بدچلن و بدکار و بے حیا و خیانت کار عورتوں کو ننگا پیش کر سکیں۔ قارئین غصہ کرنے کے بجائے غور کیا کریں کہ ہم کسی کی مذمت اور مدح میں ایک لفظ بھی اپنی طرف سے اور ایسا نہیں لکھتے جو حقیقتِ واقعی کے خلاف ثابت کیا جا سکے۔

مودودی کا عائشہ اینڈ کمپنی کے جرائم پر پردہ ڈالنے کی ایک اور مثال دیکھیں

مندرجہ بالا آیت (4/19) میں آپ نے مودودی کے قلم سے الفاظ '' فَـاحِشَةٍ مُبَيِّـنَة '' کے معنی ''صریح بدچلنی'' دیکھے تھے۔ اب پھر اُن ہی دونوں الفاظ کا ترجمہ دیکھئے اور ہم سے آنکھ ملا کر کہیے کہ ''زیدی صاحب آپ مودودی کی مذمت غلط کرتے ہیں''۔

وَ لَا يَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡ تِيۡنَ بِفَا حِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ۔(65/1)

مودودی ترجمہ: ''(زمانۂ عدت میں) نہ تم انہیں اُن کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، اِلّا یہ کہ وہ کسی ''صریح بُرائی'' کی مرتکب ہوں''۔

(سورہ طلاق 65/1، تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 563)

دیکھ لیجئے کہ یہاں ''صریح بدچلنی'' کو ''صریح برائی'' بنا کر زنا جیسی حیا سوز بدچلنی کو معمولی برائی بنا دیا گیا ہے۔ اگر سوچنا پسند ہو تو سوچئے کہ برائی یا بُرا کام تو یہ بھی ہے کہ لوگ بلا ہاتھ دھوئے یا بلا بسم اللہ کھانا کھایا کریں۔ بدچلنی تو فضول خرچی بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مودودی اپنی تفسیر پڑھنے والوں کو رفتہ رفتہ تیار کر رہے ہیں کہ جب عائشہ اینڈ کمپنی کے لئے ''فَاحِشَةٍ مُبَيِّنَة'' کے الفاظ استعمال ہوں تو وہ گھبرا نہ جائیں۔ انہیں معمولی قسم کی فروگزاشت یا بے احتیاطی سے زیادہ قصوروار و مجرم نہ سمجھیں۔ اس لئے وہ ابوبکر و عمر اور اُن کے لگے سگوں کو قرآن کے الفاظ کے معنی بدل بدل کر تحفظ دینے کے عادی ہیں۔ مگر ہم اُن دشمنانِ خدا و رسولؐ کو اُن کے اصلی روپ میں پیش کرنے کے لئے مودودی اینڈ کمپنی کی چالاکیاں، ہاتھ کی صفائیاں اور کرتب و خیانتیں واضح کرنے میں تکلف نہیں کرتے اور اُن کی تفہیم القران کے چار ہزار ایک سو نانوے صفحات میں سے اُن کی مکاریاں تلاش کر کے قارئین کو اُن سے اور اُن کی فریب کاری سے روشناس کرا دینا خدمتِ اسلام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایک ایسا مقام دیکھئے جہاں وہ قرآن کی چوتھی سورت کی ابتدا میں آئی ہوئی دو آیات (4/15,25) کی تشریح کرتے ہیں جس سے لفظ فَاحِشَةٍ کا صحیح مطلب واضح ہوتا ہے مگر یہ مقام تیسری جلد میں صفحہ 326 پر سورہ نور یعنی چوبیسویں سورہ میں آیا ہے۔ اُن کے مذھباً غبی الذہن قاری اتنی دور تک بات کیسے یاد رکھیں گے؟ جبکہ مودودی نے الفاظ کے معنی بھی ڈھیلے اور قابلِ برداشت بنا کر لکھے ہوں اور اُن سادہ معنی کو پڑھے ہوئے بھی بیس سورتیں سامنے سے گزر گئی ہوں اور ذہن پر سترہ سو دو صفحات (1702) کا گمراہ کن بوجھ بھی لدا ہوا ہو؟ بہرحال ہم وہ بوجھ اپنے کندھوں پر لئے لیتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مودودی کی ایک دورافتادہ، سترہ سو صفحات کے نیچے دبی ہوئی تشریح جس سے عائشہ اینڈ کمپنی کے جرائم اور فاحِشَۃٌ کے معنی معلوم ہوتے ہیں۔

مودودی زنا کی سزا میں رجم کئے جانے کے مسئلے میں الجھے ہوئے ہاتھ پیر مارتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''(6) اس آیت (نور 24/2) میں زنا کی جو سزا مقرر کی گئی ہے وہ دراصل ''محض زنا'' کی سزا ہے، زنا بعد احصان (یعنی شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کے ارتکاب) کی سزا نہیں ہے جو اسلامی قانون کی نظر میں سخت تر جرم ہے۔ یہ بات خود قرآن ہی کے ایک اشارے سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ یہاں اُس زنا کی سزا بیان کر رہا ہے جس کے فریقین غیر شادی شدہ ہوں۔ سورہ نساء میں پہلے ارشاد ہوا کہ:

وَالّٰتِیْ یَاتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ .... اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا (آیت 15)

مودودی ترجمہ: ''تمہاری عورتوں میں سے جو ''بدکاری'' کی مرتکب ہوں اُن پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو، اور اگر وہ گواہی دے دیں تو اُن کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ اُن کے لئے کوئی راستہ نکال دے''۔

اِس کے بعد تھوڑی دور آگے چل کر فرمایا:

وَ مَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ فَتَیٰتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ....

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَۃٍ فَعَلَیْھِنَّ نِصْفُ مَاعَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۔(آیت 25)

''اور تم میں سے جو لوگ اتنی مقدرت نہ رکھتے ہوں کہ مومنوں میں سے محصنات کے ساتھ نکاح کریں تو وہ تمہاری مومن لونڈیوں سے نکاح کر لیں۔۔۔۔ پھر اگر وہ (لونڈیاں) مُحصنہ ہو جانے کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو اُن پر اُس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو مُحصنٰت کو (ایسے جرم پر) دی جائے''۔

اِن میں سے پہلی آیت میں توقع دلائی گئی ہے کہ ''زانیہ عورتیں جن کو سردست قید کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، اُن کے لئے اللہ تعالیٰ بعد میں کوئی سبیل پیدا کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورہ نور کا یہ دوسرا حکم وہی چیز ہے جس کا وعدہ سورہ نساء کی مذکورہ بالا آیت میں کیا گیا تھا۔ دوسری آیت میں شادی شدہ لونڈی کے ارتکاب زنا کی سزا بیان کی گئی ہے''۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 326,325)

ہماری محنت کا نتیجہ یہ ہے کہ لفظ '' فَاحِشَۃٌ '' تنہا ہی لفظ زنا اور اُس کی سزا کے لئے فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا عائشہ کا کیا مقام ہوگا؟

قارئین یہاں تک ہماری محنت اور قرآن کریم کی طرزِ تلاوت و ترتیب کی داد دیں کہ اللہ کے کلام سے اور مودودی ایسے ناہنجار و بے دین طرف دار کی ترکیبوں اور احتیاطوں کے باوجود اُس کے قلم سے یہ ثابت کر دکھایا کہ لفظ ''فَاحِشَۃٌ'' تنہا بھی زنا اور زنا کے ارتکاب اور زنا کی سزا کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ بُرے کاموں یا برائیوں یا سادہ سی غلط روش کے لئے ہرگز نہیں بولا جاتا۔ اور جب اس لفظ فَاحِشَۃٌ کے ساتھ لفظ مُّبَیِّنَۃٌ بھی لگا دیا جائے تو اُس کے معنی: ''چیختا پکارتا دھوم دھام سے کئے جانے والا زنا ہوتا ہے''۔

عائشہ اور عائشہ ٹائپ کی ازواجِ رسولؐ سے اللہ نے کیا کچھ فرمایا اور کیوں فرمایا؟

اب ہم بہت دور پیچھے رہ جانے والے عنوان کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے والے زنا کار گروہ کو اللہ کے الفاظ میں آپ کے سامنے لاتے ہیں۔ لیکن اتنا ضرور چاہتے ہیں کہ جو کچھ قرآن کریم سے سامنے آنے والا ہے وہ عائشہ اینڈ کمپنی پر سچ کرفٹ ہو جائے اور اُس کی انتہا یہ ہو کہ وہ اِسمِ بامسمّٰی ہو کر رہ جائے اور دوست دارانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو ہمیشہ گدگداتا رہے۔

Presented by Ziaraat.Com

عائشہ نے جو کچھ کیا وہ اُس کے نام کی حدود کے اندر محدود تھا

لہٰذا اِس عنوان کو پروان چڑھانے کے لئے بھی قرآن اور مودودی کے ترجمہ اور بیان پر بنیاد رکھنا ہے۔ آیات سنئے:

اِنِّیۡ ظَنَنۡتُ اَنِّیۡ مُلٰقٍ حِسَا بِیَهۡ O فَهُوَ فِیۡ عِیۡشَةٍ رَّاضِیَةٍO(الحاقہ 21-69/20)

مودودی ترجمہ: ''میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔ پس وہ دل پسند عیش میں ہوگا''۔

فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُهٗO فَهُوَ فِیۡ عِیۡشَةٍ رَّاضِیَةٍO(القارعۃ 7-101/6)

(2) ''پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوگا''۔ (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 75 اور 435)

آپ سمجھے کیا بات ہوئی؟ بات یہ ہوئی کہ زیر بحث عورت کے نام کا مادہ ع۔ی۔ش ہے۔ اسی مادہ سے یا اسی بنیاد سے الفاظ۔ عَیش، عَیَّاش، عَیَّاشی اور عائشہ بنتے ہیں۔ اور عائشہ کے معنی ''عیش پرست عورت'' ہیں۔

عائشہ اینڈ کمپنی کی عیش پرستانہ ذہنیت اور کردار کی تفصیل اللہ سے سنئے اور مالی وجنسی عیاشی کا اہتمام وانتظام دیکھئے

آنے والی آیات آپ کو یہ بتائیں گی کہ عائشہ اینڈ کمپنی رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دنیاوی عیش وعشرت اور زیب وزینت کا سامان فراہم کرنے کا تقاضا کرتی تھیں۔ اس سلسلے میں ثلاثہ پرست علما کے تیار کردہ ریکارڈ میں سے ایک بیان مودودی کے قلم سے سنئے لکھتے ہیں کہ:

''صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ اُس زمانہ کا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ابوبکر اور عمر حضوؐر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دیکھا کہ آپؐ کی ازواج آپؐ کے گرد بیٹھی ہیں اور آپ خاموش ہیں۔ آپؐ نے عمر کو خطاب کر کے فرمایا'' هُنَّ كَمَا تَرٰی یَسۡئَا لۡنِیۡ النَّفَقَةَ ''یہ میرے گرد بیٹھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ مجھ سے خرچ کے لئے روپیہ مانگ رہی ہیں''۔ اس پر دونوں صاحبوں نے اپنی اپنی بیٹیوں کو ڈانٹا اور اُن سے کہا کہ تم رسوؐل اللہ ﷺ کو تنگ کرتی ہو اور وہ چیز مانگتی ہو جو آپؐ کے پاس نہیں ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ اُس وقت کیسی مالی مشکلات میں مبتلا تھے اور کفر واسلام کی انتہائی شدید کشمکش کے زمانے میں خرچ کے لئے ازواج کے تقاضے مزاجِ مبارک پر کیا اثر ڈال رہے تھے؟''

''اس آیت کے نزول کے وقت حضورؐ کے نکاح میں چار بیویاں تھیں۔ سودہ، عائشہ، حفصہ، اور حضرت ام سلمہ ابھی حضرت زینب سے حضوؐر کا نکاح نہیں ہوا تھا''۔ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 85,84۔ حاشیہ 42,41)

یہ ہے وہ قریش ساز پس منظر جو یہ تاثر دینے کے لئے تیار کیا گیا ہے کہ ازواج نان ونفقہ یعنی کھانے پینے اور کپڑے کے لئے روپیہ مانگتی رہتی تھیں۔ یعنی حق بجانب تھیں مگر اللہ نے کچھ اور ہی فرمایا ہے۔ سنئے: اور مودودی ترجمہ سے سنئے:۔

عائشہ اور کمپنی جو کچھ رسوؐل سے مانگتی تھیں وہ اتنا ناجائز تھا کہ جس کی سزا میں طلاق دینا جائز تھا

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ اِنۡ کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا وَزِیۡنَتَهَا فَتَعَا لَیۡنَ اُمَتِّعۡکُنَّ وَ اُسَرِّحۡکُنَّ سَرَاحًا جَمِیۡلًا O وَاِنۡ کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَالدَّارَالۡاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰـهَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡکُنَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًاOیٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنۡ یَّـاتِ مِنۡکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفۡ لَهَا الۡعَذَا بُ ضِعۡفَیۡنِ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرًا Oوَمَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡکُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ تَعۡمَلۡ صَا لِحًا نُّؤۡ تِهَا اَجۡرَهَا مَرَّتَیۡنِ وَاَعۡتَدۡنَا لَهَا رِزۡقًا کَرِیۡمًا O یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ

Presented by Ziaraat.Com

اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا O وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ، اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا O وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا O(احزاب 34-33/28)

’’اے نبیؐ، اپنی بیویوں سے کہو، اگر تم دنیا اور اُس کی زینت چاہتی ہو(تُرِدْنَ)تو آؤ، میں تمہیں کچھ دے دلا کر (اُمَتِّعْكُنَّ)بھلے طریقے سے رخصت کردوں۔اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسولؐ اور دارِ آخرت کی طالب ہو(تُرِدْنَ) تو جان لو کہ تم میں سے جو نیکوکار ہیں اُن کے لئے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔اے نبیؐ کی بیویو، تم میں سے جو کسی صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی اُسے دوہرا عذاب دیا جائے گا، اللہ کے لئے یہ بہت آسان کام ہے۔اور تم میں سے جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گی۔اور نیک عمل کرے گی اس کو ہم دوہرا اجر دیں گے اور ہم نے اُس کے لئے رزقِ کریم مہیا کر رکھا ہے۔

اے نبیؐ کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔اپنے گھروں میں ٹِک کر رہو، اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلبیت نبیؐ سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کردے۔یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی اُن باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں۔بیشک اللہ لطیف اور باخبر ہے‘‘۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 84-94)

حقیقی ترجمہ اور تشریح سے پہلے مودودی کے چند حقیقت نما جملے اور تشریحی الفاظ

یہ تھا اِن سات آیات کا ڈھکا چھپا محتاط ترجمہ۔ہم اپنی سابقہ و مذکورہ محنت سے اخذ کیا جانے والا ترجمہ و تشریح ابھی ابھی پیش کرنے والے ہیں لیکن پہلے مودودی کے چند ایسے جملے بطور تشریح نوٹ کرلیں جن سے ہمیں اور آپ کو مدد ملے گی۔

پہلی بات: ازواج نبیؐ سے مواخذہ

’’یعنی تم اس بھلاوے میں نہ رہنا کہ نبیؐ کی بیویاں ہونا تمہیں اللہ کی پکڑ سے بچا سکتا ہے یا تمہارے مرتبے کچھ ایسے بلند ہیں کہ اُن مرتبوں کی وجہ سے تمہیں پکڑنے میں اللہ کو کوئی دشواری پیش آسکتی ہے‘‘(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 88، حاشیہ 44)

دوسری بات عائشہ اینڈ کمپنی کی پیروی کرنے والوں کو عذاب ہوگا

’’جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ انسانی معاشرے میں کسی بلند مقام پر سرفراز کرتا ہے وہ بالعموم لوگوں کے راہنما بن جاتے ہیں اور بندگانِ خدا کی بڑی تعداد بھلائی اور بُرائی میں اُن ہی کی پیروی کرتی ہے۔اُن کی برائی تنہا اُن کی برائی نہیں ہوتی بلکہ ایک قوم کے بگاڑ کی موجب بھی ہوتی ہے۔۔۔اس لئے جب وہ بُرے کام کرتے ہیں تو اپنے بگاڑ کے ساتھ دوسروں کے بگاڑ کی بھی سزا پاتے ہیں‘‘(ایضاً، حاشیہ 45)

تیسری بات۔باتوں باتوں میں دل لبھانا اور متوالا بناڈالنا

’’یعنی ضرورت پیش آنے پر کسی مرد سے گفتگو میں مضائقہ نہیں ہے، لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور انداز گفتگو ایسا ہونا چاہئے کہ جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزر سکے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جاسکتی ہے۔اُس کے لہجے

Presented by Ziaraat.Com

میں کوئی لوچ نہ ہو، اس کی باتوں میں کوئی لگاوٹ نہ ہو، اُس کی آواز میں دانستہ کوئی شیرینی گھلی ہوئی نہ ہو، جو سننے والے مرد کے جذبات میں کوئی انگیخت پیدا کردے، اور اُسے قدم بڑھانے کی ہمت دلائے'' (ایضاً صفحہ 89، حاشیہ 47)

چوتھی بات گھر میں ٹِک کر بیٹھنا اور کوئی گُل نہ کھلانا؟

''اُس کی بیوی اُس کے گھر اور بچوں کو سنبھالے بیٹھی ہو، اور اُسے کوئی خطرہ اس امر کا نہ ہو کہ پیچھے اُس کی بیوی کوئی گُل کھلا بیٹھے گی تو یہ اطمینان جو عورت مجاہد کو فراہم کرے گی وہ گھر بیٹھے اُس کے جہاد میں برابر کی حصہ دار ہوگی (حدیث)'' (ایضاً صفحہ 90، حاشیہ 48)

پانچویں اور آخری بات عائشہ اینڈ کمپنی کی نمائش پر

''تبَرُّج کے معنی عربی میں نمایاں ہونے ابھرنے، اور کھل کر سامنے آنے کے ہیں۔ عورت کے لئے جب لفظ تبَرُّج استعمال کیا جائے تو اُس کے تین مطالب ہوں گے۔ ایک یہ کہ وہ اپنے چہرے اور جسم کا حسن لوگوں کو دکھائے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے لباس اور زیور کی شان دوسروں کے سامنے نمایاں کرے۔ تیسرے یہ کہ وہ اپنی چال ڈھال اور چٹک مٹک سے اپنے آپ کو نمایاں کرے (علما کے اقوال لکھے ہیں کہ)

1۔ ناز و ادا کے ساتھ لچکے کھاتے اور اٹھلاتے ہوئے چلنا 2۔ عورت کا اپنے ہار اور اپنے بندے اور اپنا گلا نمایاں کرنا۔ عورت اپنے وہ محاسن ظاہر کردے جن کو اُسے چھپانا چاہیے'' (ایضاً صفحہ 91، حاشیہ 49)

ہمارا وہ ترجمہ اور تشریحات جو مودودی کے ترجمہ اور تشریحات سے سابقہ عنوانات میں ثابت ہو چکا ہے اور جو آخری فیصلہ ہے

سورۂ احزاب کی ان سات آیات (33/28-34) میں اللہ نے عائشہ اینڈ کمپنی کو اُن کی عیش پرستانہ زندگی اور ناپاک چال چلن سے روکنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختار بنا دیا اور اپنے خانوادہ کو اُن کی خباثت ونجاست سے پاک رکھنے کے لئے عائشہ اور دیگر عیاش عورتوں کو شریفانہ انداز سے رخصت کردینے کا اور دیگر شرائط کا اعلان کرا دیا۔ چنانچہ اللہ نے رسولؐ کی زبانی فرمایا کہ:

''اگر خانوادۂ رسالت میں تمہارا قیام اس مقصد اور ارادہ کے ماتحت ہے کہ تمہیں دنیا پرستی اور عیش و مستی، زیبائش وآرائش ونمائش کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے اور تمام عقیدتمندانِ اسلام تمہارے گرویدہ وشیدا ہو جائیں تو تمہارا یہ مقصد اس پاک و پاکیزہ گھرانے کے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ چونکہ تم ازواج رسولؐ کی پوزیشن میں ہو اس لئے میں تمہیں مال و متاع دے کر (اُمَتِّعۡکُنَّ) نہایت شریفانہ انداز میں اس گھر سے رخصت کرسکتا ہوں۔ لیکن اگر تم اپنا مقصد حیات اللہ و رسولؐ اور آخرت کو بنالو تو تم اس پاک و پاکیزہ اور بلندترین خانوادہ میں اہلبیت علیھم السلام کے ساتھ رہ سکتی ہو مگر ان شرائط کے ساتھ کہ:

(1) تمہیں اپنے حسن وجمال کی نمائش کرتے پھرنے سے باز رہنا ہوگا اور وہ تمام جنسیات کو بھڑکانے والے طریقے چھوڑنا پڑیں گے جن کی تم عادی ہو اور جو تمہارے آبا و اجداد میں اعلان نبوت سے پہلے جائز سمجھے جاتے تھے (اعراف 7/28)

(2) تمہیں اپنے اپنے حجروں میں جم کر رہنا ہوگا۔ حجروں سے باہر نکلنے کے لئے رسولؐ کی معیّت اور اجازت لازم ہوگی۔

(3) حجروں کے قیام کی زندگی میں تمہیں لوگوں کو لبھانے اور اُن کی جنسی خواہشوں کو ابھارنے والی باتیں کرنے کی اجازت نہ ہوگی جیسا کہ مردوں کو تمہارے حجروں میں آنے اور دلوں میں اُنس و محبت ابھارنے والی باتوں سے روک دیا گیا ہے (مُسۡتَاۡنِسِیۡنَ لِحَدِیۡثٍ (33/53) اور اُنہیں ہر بے حیائی کی حرکت سے منع کر دیا گیا ہے لہٰذا اب تم کو ایسی تمام باتوں سے باز رہنا ہوگا۔ اور ہر ایسی بات کو کہنے کی اجازت ہے جو شادی شدہ شریف

Presented by Ziaraat.Com

عورتوں کے لئے ساری دنیا میں پسندیدہ ومعروف ہوجس سے خانوادہ رسولؐ کی شرافت اور پاکیزگی میں خلل پیدا نہ ہو۔تم اس سے پہلے ہر وہ بات کرتی رہی ہو جس سے بیمارانِ عشق کی ہمت افزائی ہوتی ہو۔

(4) تمہیں آیندہ پابندی سے نماز پڑھنا ہوگی سابقہ بے دینی وبداعتقادی پیدا کرنے والا رویہ چھوڑ دینا پڑے گا۔

(5) جو مال تمہارے پاس جمع ہوگیا ہے آیندہ اس میں سے زکوٰۃ دینا لازم ہوگا۔

(6) تمہیں اللہ ورسولؐ کی باقاعدہ اطاعت کرنا پڑے گی پرہیزگاری تم پر لازم ہوگی تا کہ تم عام عورتوں سے بڑھ جاؤ۔

(7) وراگر تم میں سے کسی نے بھی آیندہ ایسے کام کئے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے اور جن سے زنا کا ظہور ہوتا ہے۔تو یاد رکھو تمہیں زنا کی دوہری سزا دی جائے گی۔اور اگر تم نے مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کیا تو تمہیں دوہرا اجر بھی دیا جائے گا۔

عائشہ اینڈ کمپنی کو ہدایات وتنبیہات کردینے کے بعد معززین اہلبیت علیھم السلام کو مخاطب کر کے اللہ نے فرمایا کہ:

''اے مردمانِ اہلبیتؑ چونکہ ہم نے تمہیں ایسا پاک وپاکیزہ رکھنے کا ارادہ کر رکھا ہے کہ جیسا پاک وپاکیزہ رکھا جانا ممکن ہو اور تم سے ہر گندگی وخباثت کو دور رکھنے ہی کے سلسلے میں عائشہ اینڈ کمپنی پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں اور انہیں تمام بے حیائی اور رسوائی اور ناپاک طور طریقوں سے روک دیا گیا ہے۔اور اُن پر نماز وزکوٰۃ وتقویٰ لازم کر دیا گیا ہے اور یہ بھی کہ:

(8) جو کچھ آیاتِ خداوندی اور حکمتِ الٰہی تمہارے گھروں میں تلاوت ہوتی رہتی ہے تم اُسے یاد کیا کروگی۔اور یہ کہ اللہ ہر ڈھکی چھپی، ظاہر و باطن بات کو دیکھنے میں باریک بین ہے۔

قارئین نوٹ کریں کہ عورتیں ہی نہیں بلکہ گھر میں پلے ہوئے جانور بھی گھر والوں (اہلبیت) میں شامل ہوتے ہیں۔مگر وہ عورتیں جو گھر والے مردوں کی عزت ہوں۔اُن کا مقام الگ ہوتا ہے اور جو خاندان کے لئے باعث رسوائی ہوں وہ الگ ہوتی ہیں اور اُن سے اُن کے ماں باپ اور بھائی بہن اور شوہر تو ایک طرف، محلّہ دار و شہر والے لوگ بھی نفرت کرتے ہیں۔سوچئے کہ جو بیویاں اپنی چال ڈھال سے اپنے حسن و جمال کی نمائش سے، اپنی زبان اور باتوں کی شیرینی سے لوگوں کے دلوں میں شہوت رانی کی آرزو اور امید جگائیں، اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ہوس پرست مردوں کو اپنے گھروں میں بلائیں اُن سے معاشقہ کی رنگین باتیں سنیں، بے محابا اپنے پوشیدہ اعضا دکھائیں، مالدار ہوں اور زکوٰۃ نہ دیں، دین دار کہلائیں اور نماز وتقویٰ سے دور رہیں، اُنہیں حرام کاروں کی اہلبیت تو کہا جاسکتا ہے۔انہیں اہلبیت رسولؐ کہنے سے بڑی اور کوئی گالی رسولؐ کے لئے نہیں ہوسکتی۔یہ تھا وہ ٹولہ جو دن رات رسولؐ کے سینے پر مونگ دلتا اور جسمانی وروحانی تکلیفیں پہنچاتا تھا۔جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ہم بھی اُن پر لعنت کرتے ہیں۔اور اُن لوگوں پر بھی لعنت کرنا واجب ہے جو قرآن میں رسولؐ کو ستانے والے نام نہاد صحابہ اور نام نہاد ازواج کی پوجا کرتے ہیں اور اُن کو اپنا راہنما سمجھتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر:28

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر:28

خُطبہ ﴿28﴾

دنیااور عاقبت، جنت وجہنم کا سامنا کرو: دُنیاالوداع کہہ کر رخصت کا اعلان کر رہی ہے اور منزلِ آخرت اپنی جھلکیاں دکھا رہی ہے؛ کل کی دوڑ کیلئے آج تیاری کرلو؛ ہر اُس بوجھ اور اُلجھاؤ سے فارغ ہو جاؤ جو جنت کی طرف دوڑنے اور سبقت میں حارج ہو کر تمھیں جہنم کیلئے سست خرام کردے؛ موت اور تباہی، اُمیدوں، آرزوؤں اور تمناؤں کی آڑ میں تم پر حملہ کیلئے تیزی سے بڑھتی آرہی ہے؛ موت کی اِس آڑ کے پار جھانک کر دیکھو اور تم بھی موت کو ناکام کرنے کا انتظام کرلو؛ مسرت انگیز حالات میں وہی جدوجہد اور اقدامات کرو جو مصائب وآلام وناکامیوں کے دَور میں کرتے ہو، تاکہ مسرت میں استقلال پیدا ہو؛ جنت کا مسافر سو جائے تو جہنم لازم ہے، منافع کی پرواہ نہ کرنا نقصان کو دعوت دیتا ہے؛ مسافر سفر میں تاخیر کرے تو منزل سے دُور رہتا ہے؛ کوچ کا اعلان ہو گیا زادِراہ بتا دیا گیا اب خواہشوں کی پیروی اور اُمیدوں کا اُلجھاؤ تمھیں منزل سے بھٹکا دے گا۔

زمانۂ رجعت وقیامت

مفتی اینڈ کمپنی اس قسم کے خطبوں کی شرح کے لئے مُنہ نہیں کھولتی۔ حالانکہ اس خطبہ (28) میں محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے مقام کی آخری بلندی اور زمانۂ رجعت وقیامت میں اُن کی کارکردگی، پوری نوعِ انسان کا اُن کے رُوبرو حاضری وحساب وجزاوسزا کی تفصیلات لکھنا ضروری تھیں۔ اس میں نظام اجتہاد ومجتہدین کا کردار اور انبیاؑ کے مقابلہ میں قائم رہتے چلے جانے والے محاذ کا حال لکھنا چاہئے تھا۔ بہرحال ہماری کتاب بیان الامامت میں اس خطبہ کی شرح ایک سو ننانوے قلمی صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ بتایئے کہ مفتیانہ ومجتہدانہ شرح کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ اور ہم کیسے خطبوں کے ساتھ اُس شرح کو لکھ کر خطبوں کو دبا سکتے تھے؟

Presented by Ziaraat.Com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّ الدُّنۡیَا قَدۡ اَدۡبَرَتۡ وَاٰذَنَتۡ بِوَدَاعٍ ؛	1	بعد از حمدِ خداوندی معلوم کرو کہ دُنیا نے الوداع کہہ کر منہ موڑنے اور رُخصت ہوجانے کا اعلان کردیا ہے؛ (یعنی تم بھی دُنیا سے جدائی کا یقین کرلو۔)
وَاِنَّ الۡاٰخِرَۃَ قَدۡ اَقۡبَلَتۡ وَاَشۡرَفَتۡ بِاطِّلَاعٍ ؛	2	اور سمجھ لو کہ یقیناً آخرت سامنے آ کھڑی ہوئی ہے اور اپنی آمد کی اطلاع سے شرفیاب کرچکی ہے؛
اَلَا وَاِنَّ الۡیَوۡمَ الۡمِضۡمَارُ ؛	3	خبردار ہوکر نوٹ کرو کہ آج کا دن کل کیلئے تیاری اور ہلکے پھلکے ہوجانے کا دن ہے؛
وَغَدًا السِّبَاقُ ؛	4	اور کل کا دن مقابلے اور سبقت لے جانے کا دن ہوگا؛
وَالسَّبۡقَۃُ الۡجَنَّۃُ وَالۡغَایَۃُ النَّارُ ؛	5	سبقت لے جانا اور مقابلہ ہے جنت کے لئے ورنہ بعد کی منزل تو جہنم ہی ہے؛
اَفَلَا تَائِبٌ مِّنۡ خَطِیۡٓئَتِہٖ قَبۡلَ مَنِیَّتِہٖ ؟	6	کیا کوئی بھی ایسا شخص موجود نہیں جو فیصلہ کن گھڑی آجانے سے پہلے پہلے اپنی خطاؤں کی اصلاح اور تدارک کے لئے مقامِ اصلاح کی طرف پلٹ آئے؟
اَلَا عَامِلٌ لِّنَفۡسِہٖ قَبۡلَ یَوۡمِ بُؤۡسِہٖ ؟	7	کیا کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنے یومِ بد کے آنے سے پہلے پہلے اپنے تحفظ کے لئے کام کرسکے؟
اَلَا وَاِنَّکُمۡ فِیۡٓ اَیَّامِ اَمَلٍ مِّنۡ وَّرَآئِہٖ اَجَلٌ ؛	8	سنو اور خبردار ہوجاؤ کہ تم امید و آرزوؤں کے دنوں میں مبتلا ہو اور ان تمناؤں اور امیدوں کی آڑ میں موت تمہاری طرف بڑھتی چلی آرہی ہے؛
فَمَنۡ عَمِلَ فِیۡٓ اَیَّامِ اَمَلِہٖ قَبۡلَ حُضُوۡرِ اَجَلِہٖ نَفَعَہٗ عَمَلُہٗ ؛	9	چنانچہ یہ سمجھ لو کہ جو شخص موت کے پہنچنے سے پہلے پہلے امیدوں اور آرزوؤں کے دور میں اعمال پر کاربند رہتا ہے اُسے اُس کے اعمال نفع میں رکھتے ہیں؛
وَلَمۡ یَضۡرُرۡہُ اَجَلُہٗ ؛	10	اور موت اُسے تکلیف نہیں دے سکتی ہے؛
وَمَنۡ قَصَّرَ فِیۡٓ اَیَّامِ اَمَلِہٖ قَبۡلَ حُضُوۡرِ اَجَلِہٖ فَقَدۡ خَسِرَ عَمَلُہٗ ؛	11	اور جو کوئی امیدوں اور تمناؤں کے دور میں اور موت کے آنے سے پہلے عمل میں کوتاہیاں کرتا ہے اُسے اُس کے اعمال گھاٹے میں رکھتے ہیں؛
وَضَرَّہٗ اَجَلُہٗ ؛	12	اور اُسے اُس کی موت دُکھ دیتی ہے؛
اَلَا فَاعۡمَلُوۡا فِی الرَّغۡبَۃِ کَمَا تَعۡمَلُوۡنَ فِی الرَّھۡبَۃِ ؛	13	خبردار تم لوگ اُسی طرح شوق سے خوشحالی میں بھی اعمال بجا لاؤ جس طرح مصائب اور عالمِ دہشت میں عاجزی سے عمل کیا کرتے ہو؛
اَلَا وَاِنِّیۡ لَمۡ اَرَ کَالۡجَنَّۃِ نَامَ طَالِبُھَا ؛	14	غور کرو کہ مجھے تو جنت ہی ایسی چیز دکھائی دیتی ہے جس کے طلب گار سو کر وقت گنواتے ہیں؛

Presented by Ziaraat.Com

وَ لَا کَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا ؛	15	اور نہ میں نے دوزخ کے علاوہ کوئی اور چیز دیکھی کہ جس سے بچنے اور بھاگنے والوں سے زیادہ کوئی اور غفلت میں مبتلا رہتا ہو؛
اَلَا وَاِنَّهُ مَنْ لَّا یَنْفَعُهُ الْحَقُّ یَضُرُّهُ الْبَاطِلُ ؛	16	ہوشیار ہوجاؤ کہ جو شخص حق سے فائدہ نہیں اُٹھاتا ہے اُسے باطل سے نقصان اُٹھانا پڑا کرتا ہے؛
وَمَنْ لَّا یَسْتَقِیْمُ بِهِ الْهُدٰی یَجُرُّبِهِ الضَّلَالُ اِلَی الرَّدٰی ؛	17	اور جسے ہدایت راست روی میں پائیداری نہ بخشے اُسے گمراہی، تباہی اور بربادی کی طرف کھینچ لے جایا کرتی ہے؛
اَلَا وَاِنَّکُمْ قَدْاُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ ؛	18	خبردار رہو کہ میں نے تمہیں اس خطرناک سفر کا حکم دے دیا ہے؛
وَدُلِلْتُمْ عَلَی الزَّادِ ؛	19	اور سفر کے دوران اور اُس کے بعد کام آنے والی چیزوں اور ضرورتوں سے میں نے آگاہ کردیا ہے؛
وَاِنَّ اَخْوَفَ مَااَخَافُ عَلَیْکُمُ اتِّبَاعُ الْهَوٰی وَطُوْلُ الْاَمَلِ ؛	20	تمہارے لئے جن کارروائیوں سے میں ڈرتا ہوں ان میں سب سے زیادہ خوفناک یہ ہے کہ تم امیدوں و آرزوؤں کے پھیلاؤ کو سمیٹنے کیلئے اجتہاد میں مبتلا ہوجاؤ گے؛
فَتَزَ وَّدُوْا فِی الدُّنْیَا مِنَ الدُّنْیَا مَاتُحْرِزُوْنَ اَنْفُسَکُمْ بِهِ غَدًا ؛	21	درست یہی ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے اُسی قدر سامان لے لو جو سفر میں اور بعد سفر تمہارے کام آئے۔ (یعنی عمل صالح کرو)

تشریحات:

1۔ اللہ اور نمائندۂ خداوندی کا طرزِ تکلّم، تمام کائناتی مخلوقات کا اپنے مالکوں سے کلام کرنا

اِس خطبہ میں مولائے کائنات صلوٰۃ اللہ علیہ اپنے مقامِ ربانی سے یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ:

فَاِنَّ الدُّنْیَا قَدْ اَدْبَرَتْ وَ اٰذَنَتْ بِوَدَاعٍ ؛ وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ قَدْ اَقْبَلَتْ وَ اَشْرَفَتْ بِاطِّلَاعٍ ؛ اَلَا وَ اِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ ؛ وَ غَدًا نِ السِّبَاقُ ؛ وَ السَّبْقَةُ الْجَنَّةُ وَ الْغَايَةُ النَّارُ. (خطبہ 28، جملہ نمبر 1تا 5)

''دُنیا نے الوداع کہہ کر منہ موڑنے اور رخصت ہوجانے کا اعلان کردیا ہے۔ (یعنی تم بھی دنیا سے جدائی کا یقین کرلو) اور یہ سمجھ لو کہ یقیناً آخرت سامنے آکھڑی ہوئی ہے اور اپنی آمد کی اطلاع سے شرفیاب کرچکی ہے۔ خبردار ہوجاؤ کہ آج کا دن کل کے لئے تیاری اور ہلکے پھلکے ہوجانے کا دن ہے۔ اور کل کا دن مقابلے اور سبقت لے جانے کا دن ہوگا۔ سبقت لے جانا اور مقابلہ ہے جنت کے لئے ورنہ بعد کی منزل تو جہنم ہے ہی۔''

یہ پانچ جملوں کا بیان بتاتا ہے کہ دُنیا اور آخرت نہ صرف یہ کہ حضرت علیؑ کے سامنے ہیں بلکہ دونوں نے اپنی آمد ورفت پر علی صلوٰۃ اللہ علیہ کو مطلع کیا ہے اور یہ حقیقت ظاہر وقدرتی ہے کہ اطلاع دینا اور اپنے حالات وتفصیلات پر مطلع رہنا صرف باشعور وصاحبانِ نطق کا کام ہے۔ یعنی ہماری تصوراتی ومشاہدہ میں آنے والی ذرات ومخلوقات ونباتات وجمادات وحیوانات وانسانوں میں بکھری ہوئی دُنیا نہ خود مطلع ہوسکتی ہے نہ باشعور وناطق

Presented by Ziaraat.Com

ہوسکتی ہے نہ اطلاع دے سکتی ہے۔اور نہ کسی قسم کے جسم کو اختیار کرکے سامنے آسکتی ہے نہ بول سکتی ہے۔معلوم ہوا کہ سرکار علیہ السلام نے جس مقام سے بات کی ہے وہ ہماری عقل وفہم کی رسائی سے قطعاً ارفع واعلیٰ ہے۔اور یہ وہی مقام ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ کائنات سے اور کائناتی مخلوقات سے بات کرتا ہے۔اور ہر ذرّہ ذرّہ کے حالات پر مطلع رہتا ہے اور کائنات کی ہر چیز اپنے خالق ومالک سے مجسم صورت میں بات کہتی ہے اور قرآن کریم اُس مقام کی تفصیلات بیان کرتا ہے۔

2۔ اللہ اپنی تمام مخلوقات پر خیالی حکمرانی نہیں کرتا، بلکہ ساری مخلوقات اُس کیلئے مجسم وباشعور ہے اور شعوری حیثیت سے اُن پر حکمران ہے

مسلمانوں میں بھی اور تمام اہلِ مذاہب میں بھی یہ بات بلاشبہ تسلیم کی جاتی ہے کہ اللہ ملائکہ سے باتیں کرتا ہے، انہیں احکام دیتا ہے اور وہ اللہ اور اُس کے رسوّلوں سے بات کرتے ہیں، سمجھتے ہیں اور جواب دیتے اور احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ساتھ ہی علما ملائکہ کو وسائطِ خداوندی بھی کہتے ہیں، مجرد قوتیں بھی قرار دیتے ہیں۔اِسی طرح وہ ابلیس سے اللہ کے مکالمات کو بھی مانتے ہیں اور ابلیس کے جسم و وجود کے متعلق طرح طرح کا اختلاف بھی کرتے ہیں۔لیکن اللہ، اِن علما اور اُن کے تصورات سے لاپرواہ رہ کر قرآن میں ہر وہ ہدایت جاری کرتا رہا جو انسانوں کی ترقی کے مختلف مراحل میں کام آناتھی۔خواہ یہ نام نہاد علما سمجھیں یا نہ سمجھیں۔اس لئے کہ سارے قرآن اور پوری کائنات کو سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا اللہ نے اپنے جانشینوں، نمائندوںؑ اور انبیاؑ ورسلؑ وخلفاؑ اور آئمہ علیہم السلام کے سپرد کیا ہے۔یہ نام نہاد علما تو خود اپنی ذات سے بھی جاہل ہوتے ہیں۔

(الف) اللہ کا آسمانوں اور زمینوں سے کلام کرنا؛ اُن کا جواب دینا پھر اُنہیں مخصوص ومطلوب صورت اختیار کرنے کا حکم دینا اور ان کا تعمیل کرنا

قرآن کریم میں اللہ نے بتایا ہے کہ:

ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا ؕ قَالَتَا اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ o فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ حِفْظًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ o (حٰمٓ السجدة 41/11-12)

''پھر اللہ نے آسمان کو موزوں کیا اور وہ اُس وقت دھویں کی سی حالت میں تھا۔پھر اللہ نے آسمان سے اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی خوشی یا ناگواری سے بہرصورت ہمارے حضور میں حاضر ہو جاؤ۔اُن دونوں نے عرض کیا کہ ہم دونوں خوشی خوشی حاضر ہیں۔چنانچہ ہم نے اُن دونوں کو سات سات آسمان وزمینیں بن جانے کا فیصلہ کردیا اور دو دن میں وجود پذیر کردیا۔اور اس طرح تیار ہو جانے والے ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں اپنے احکامات کی وحی جاری کردی اور دنیاوی آسمانوں کو چراغوں سے آراستہ کرکے محفوظ کردیا۔وہ ہر ہر چیز اور صورتِ حال پر غالب رہنے والے علیم کی تقدیر ومنصوبہ ہے۔''

(ب) یہ ترجمہ ہماری تفسیر کے ترجمہ سے بظاہر مختلف معلوم ہوگا۔اس لئے کہ یہ بیان الامامۃ میں ضروری تھا۔وجوھات حسبِ ذیل ہیں:

سب سے پہلے مستقل عنوان کی یہ حقیقت نوٹ فرمالیں کہ اِس آیت (41/11) میں اللہ کا آسمان اور زمین سے اور زمین وآسمان کا اللہ سے باتیں کرنا اور سمجھنا ثابت ہو گیا ہے۔لہٰذا نمائندگانِ خداوندی سے کائنات کی کسی چیز یا ہر چیز کا باتیں کرنا قابلِ تعجب نہیں ہونا چاہئے اور اس عنوان پر مزید دلائل وبراہین کا انتظار فرمائیں جو وضاحت کے بعد آنے والے ہیں۔

اب آیت (41/12) کو دوبارہ دیکھیں اور ترجمہ کی حقیقت کو سمجھیں۔اللہ نے پہلی آیت (41/11) میں زمین اور آسمان دونوں کو حاضر ہونے کا

Presented by Ziaraat.Com

حکم دیا ہے اور دونوں اللہ کے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔ اِس کے بعد دوسری آیت (41/12) میں لفظ فَقَضٰھُنَّ فرمایا گیا ہے جس میں ضمیر جمع مونث غائب ھُنَّ لائی گئی ہے۔ یعنی پھر زمین اور آسمان دونوں کو سات آسمان اور سات زمینیں بن جانے کا فیصلہ کر دیا۔ اگر صرف آسمان کو حکم دیا گیا ہو یا صرف اکیلے آسمان کیلئے فیصلہ کیا گیا ہوتا تو لفظ فَقَضٰھُنَّ کی جگہ لفظ فَقَضٰھَا لایا جاتا۔ لہٰذا دونوں کو بلایا گیا۔ دونوں کو حکم دیا گیا اور دونوں ایک ایک کی جگہ سات سات ہو گئے۔ اِس کی تفسیر میں یہ فرمایا گیا ہے کہ:

زمینیں بھی سات ہیں: اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا o (طلاق 65/12)

’’اللہ وہی ہستی ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور از قسم زمین بھی سات ہی زمینیں آسمانوں کی مانند بنائیں آسمانوں اور زمینوں کے درمیان احکاماتِ خداوندی نازل ہوتے رہتے ہیں۔ تاکہ تم یہ علم حاصل کر سکو کہ اللہ یقیناً ہر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ یقیناً اللہ نے ہر چیز کو اپنے علمی احاطہ میں گھیرا ہوا ہے۔‘‘

لہٰذا ثابت ہوا کہ آیت (41/12) میں زمین و آسمان دونوں مخاطب اور زیرِ حکم تھے اور دونوں کو سات سات بن جانے کا حکم دیا اور سات زمینیں اور سات آسمان بن گئے۔ بیان الامامۃ کیلئے ہم نے ابتدا میں عرض کیا ہے کہ اس میں نظام امامت والی تشریحات کچھ زیادہ کھُل کر لائی جائیں گی جنہیں ہم نے سادہ ترجمہ و تفسیر میں عمداً چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ یہ حقیقت بھی نظامِ امامت ہی میں لکھی جارہی ہے کہ آئمہ اہلبیت علیہم السلام عموماً اور حضرت علی علیہ السلام خصوصاً مقامِ خداوندی سے بات کیا کرتے ہیں اور اسی مقصد کے لئے یہ مستقل عنوان نمبر 2 قائم کیا گیا ہے۔

(ج) **انسانی اعضاء بھی اللہ اور اللہ کے نمائندوں سے بات کر سکتے ہیں**

اور دکھایا جا رہا ہے کہ اللہ اور اللہ کے نمائندوں کے حضور میں کائنات کی ہر جاندار و بے جان اور ہر باشعور و بے شعور چیز زبان و شعور حاصل کر لیتی ہے اور بات کرتی ہے چنانچہ آسمان و زمین پر آیات آچکی ہیں اب یہ دیکھیئے کہ جسم کے تمام اعضاء بھی بات کر سکتے ہیں۔

(1) ہاتھوں اور پیروں کا گواہی دینا: قرآن کریم میں اللہ نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاھِھِمْ وَ تُکَلِّمُنَا اَیْدِیْھِمْ وَ تَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ o (یٰسٓ 36/65)

’’آج ہم اِن کے منہ بند کئے دیتے ہیں۔ اُنکے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور اُن کے پیر گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے۔‘‘ یہاں منہ بند کرنے کے معنی بولنے کا اختیار چھین لینا ہیں تا کہ وہ غلط بات کہہ ہی نہ سکیں۔

(2) ہاتھوں پیروں اور زبانوں کا ذاتی طور پر بولنا: جیسا کہ دیکھا گیا کہ اللہ بولنے کا اختیار چھین لے گا اور ہاتھ و پیر باتیں کریں گے اُسی طرح اُن کی زبانیں قلب و دماغ کی مدد کے بغیر شہادت دیں گی۔ فرمایا گیا کہ:

یَّوْمَ تَشْھَدُ عَلَیْھِمْ اَلْسِنَتُھُمْ وَ اَیْدِیْھِمْ وَ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ o (نور 24/24)

’’اُس روز اُن کی اپنی زبانیں اور اُن کے ہاتھ اور پیر اُن کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کیا کیا اعمال کرتے رہے تھے۔‘‘

(3) کانوں، آنکھوں اور کھالوں کا اور ہر چیز کا بولنا: فرمایا گیا کہ:

حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوْھَا شَھِدَ عَلَیْھِمْ سَمْعُھُمْ وَ اَبْصَارُھُمْ وَ جُلُوْدُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ o وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِھِمْ لِمَ شَھِدْتُّمْ

Presented by Ziaraat.Com

عَلَيۡنَا قَالُوۡا اَنۡطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىۡ اَنۡطَقَ كُلَّ شَىۡءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ o وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَتِرُوۡنَ اَنۡ يَّشۡهَدَ عَلَيۡكُمۡ سَمۡعُكُمۡ وَ لَاۤ اَبۡصَارُكُمۡ وَ لَا جُلُوۡدُكُمۡ وَ لٰـكِنۡ ظَنَنۡتُمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعۡلَمُ كَثِيۡرًا مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ o (20 تا 41/22)

''یہاں تک کہ جب وہ سب وہاں پہنچ جائیں گے تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن کے جسم کی کھالیں اُن پر گواہی دیں گی کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے۔ وہ اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے کیوں ہمارے خلاف گواہی دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں تو اُسی خدا نے قوتِ گویائی عطا کی جس نے ہر چیز کو زبان وقوتِ گویائی عطا کی ہوئی ہے۔ اور اُسی نے تمہیں پہلی مرتبہ زبان وقوتِ گویائی دے کر پیدا کیا تھا۔ اور اب تم اُسی کی طرف رجوع کرائے گئے ہو۔ تم دنیا میں جب چھپ کر اور چھپا کر جرائم کیا کرتے تھے تو یہ نہ جانتے تھے کہ اعمالناموں کے علاوہ تم پر خود تمہارے کان تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی۔ اِس کے برخلاف تمہارا تو گمان یہ تھا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس کا بہت کثیر حصہ اللہ کو معلوم ہی نہیں ہوتا۔ تمہارا یہی گمان تمہیں لے ڈوبا جو تمہیں اپنے پروردگار کے خلاف رہتا رہا اور اُسی ظن کی وجہ سے تم آج خسارے میں رہے ہو۔''
(حٰمٓ السجدۃ 20 تا 41/22)

(4) <u>جانوروں کا انسانوں سے بولنا</u>: اب یہ دیکھیئے کہ جاندار بے شعور مخلوق بھی بول سکتی ہے اور بولتی ہے (41/21)۔ فرمایا گیا کہ:

وَاِذَا وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً مِّنَ الۡاَرۡضِ تُكَلِّمُهُمۡ اَنَّ النَّاسَ كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوۡقِنُوۡنَ o (نمل 27/82)

''اور جب اُن پر بات واقع ہو چکے گی تو ہم اُن کے لئے زمین سے ایک جاندار نکالیں گے جو اُن سے باتیں کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہ کیا کرتے تھے۔''

(5) <u>اس زمین کا، ایک خاص انسانؑ کی بازپُرس پر، اپنی سرگزشت سنانا، نوعِ انسان کے لئے اپنے تمام دفینے نکال کر اُسؑ کے حضور پیش کرنا</u>

قارئین کرام نے پہلے ہی نمبر پر زمین کا بولنا اور اللہ کے حکم کی اطاعت کرنا دیکھا تھا۔ اب یہاں پھر زمین کا بولنا سامنے آنے والا ہے اور یہ بولنا اُسی ''<u>کل</u>'' کے واقع ہو چکنے کا نظارہ پیش کرے گا جس کی اطلاع حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبہ (28/4) میں دی ہے۔ اور جس کے لئے یہ کائنات وجود میں لائی گئی تھی اور نوعِ انسان کو اس زمین پر ترقی کے لئے ایک طویل مدت و مہلت عطا کی گئی تھی۔ اور انسانوں کی راہنمائی کو انتہا تک پہنچانے کے لئے انبیا اور آئمہ علیھم السلام نے بڑی دردناک وروح فرسا قربانیاں دی تھیں۔ اور وہی زمین اور پوری نوعِ انسان اُس وقت تمام انبیاؑ و رُسلؑ، آئمہؑ و شھدؑا کے جانشین، اللہ کے آخری نمائندے اور قائمِ قیامت علیہ السلام کے قابو میں ہوگی اور پوری کائنات اُن کے احکام کی تعمیل کر رہی ہوگی۔ سنیئے اللہ کا ارشاد ہے کہ:

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا o وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا o وَ قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا o يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا o بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا o يَوۡمَئِذٍ يَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ o فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ o وَ مَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ o (الزلزال 8 تا 99/1)

''اے رسولؐ اُس وقت کا ذکر کرو جب اِس زمین کو اندرونی زلزے سے اس طرح ہلایا جائے گا کہ ہلانے کا مقصد مکمل ہو سکے تاکہ زمین اپنے ودیعت شدہ، برداشتہ، اور پروردہ سامان کو باہر نکال سکے۔ اس پر ایک مخصوص انسانؑ زمین سے دریافت کرے گا کہ اُسے کیا ہو گیا کہ لرز رہی ہے؟ اُس دریافت کرنے والے انسانؑ کو اُس روز زمین اپنی تمام خبریں اور سرگزشت سنائے گی۔ اِس لئے کہ اے رسولؐ آپ کا پروردگار

Presented by Ziaraat.Com

اُس دن زمین کو وحی کرے گا کہ وہ اپنا تمام حال اُس مخصوص شخصؑ سے بیان کر دے۔ وہی دن تو ہوگا جس روز تمام متعلقہ لوگ یکے بعد دیگرے منتشر حالت میں صادر ہوتے رہیں گے تا کہ اُنہیں اُن کے کئے ہوئے اعمال باری باری اور مختلف طور پر دکھائے جا سکیں۔ چنانچہ جس جس نے ذرہ بھر بھی بھلائی کی ہوئی ہوگی اور جزا نہ ملی ہوگی وہ اُس نیکی اور جزا کو موجود پائے گا۔ اور جس جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوئی ہوگی اور سزا نہ ملی ہوگی وہ اس ذرہ برابر برائی کی سزا بھی پا کر رہے گا۔''

3۔ نمائندگانِ خداوندی بھی اس کائنات پر خیالی حکمرانی نہیں کرتے بلکہ ساری مخلوقات اُنؑ کیلئے مجسم و باشعور ہیں اور وہؑ عملاً حکمران ہیں

مندرجہ بالا سورۃ کی تشریحات وتفصیلات کے لئے ذرا سا انتظار فرمائیں یا ہماری تفسیر احسن التعبیر ملاحظہ فرمائیے۔ بہرحال یہ سورہ یہ واضح کرتی ہے کہ ایک مخصوص انسان ایسا بھی موجود تھا اور ہے جسے زمین اپنی طویل ترین سرگزشت سنائے گی اور وہ انسانؑ زمین سے باز پُرس کرے گا اور اُس کے تمام دفینے نکلوائے گا اور تمام انسانوں کو اُن کے اعمال دکھانے اور جزا و سزا دینے پر مامور کیا جائے گا۔ وہ مخصوصؑ انسان کون تھا؟ اِس کا جواب تفصیل سے بتدریج آنے والا ہے یہاں تو اتنا سمجھ لیں کہ وہ نائبِ الٰہی اور نمائندۂ خداوندی ہے۔ اور جس طرح زمین و آسمان اپنے خالق کے حضور اپنی ضروریات بیان کرتی اور اس کی اطاعت کرتی ہیں بالکل اُسی طرح نائبِؑ خداوندی اور ناظمؑ کائنات کے حضور مطیع و فرماں بردار و محتاج ہوتے ہیں۔

4۔ تخلیقِ کائنات کا ہر مرحلہ حقیقیؑ اور اولینؑ مخلوقؑ و نائبِ خداوندی کے سامنے سے گزرتا ہے اس لئے اوّلین نائبؑ پوری کائنات کی خبر رکھتا ہے

نورِ محمدیؐ اور اجزائے نورِ محمدیؐ کے متعلق تفصیلات سابقہ خطبات میں بیان ہوتی رہی ہیں۔ یہاں تو قرآن سے ایک دو آیات اُس مطابقت کے لئے پیش کرنا ہیں جو کائناتی معلومات واطلاعات پر ایک مخصوص نائبؑ خداوندی کا مقام و زمانہ و نام متعین کرنے میں مدد دیں گی سنئے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا o الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا o (فرقان 59-25/58)

علامہ مودودی کا ترجمہ: ''اے محمدؐ، اُس خدا پر بھروسہ رکھو جو زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں۔ اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو۔ اپنے بندوں کے گناہوں سے بس اُسی کا باخبر ہونا کافی ہے۔ وہ جس نے چھ دنوں میں زمین اور آسمانوں کو اور اُن ساری چیزوں کو بنا کر رکھ دیا جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں، پھر آپ ہی (کائنات کے تختِ سلطنت) ''عرش'' پر جلوہ فرما ہوا، رحمٰن، اُس کی شان بس کسی جاننے والے سے پوچھو۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 460)

(الف) وہ کون شخص ہوسکتا ہے جو آیات (فرقان 59-25/58) کی تفصیل سے ویسا ہی خبردار (خبیر) ہو جیسا اللہ خبیر ہے؟ اور رسولؐ کو خبریں دے سکے؟

اِن دونوں آیات (59-25/58) میں دو خبیروں کا ذکر ہوا ہے۔ اور ایک خبیر کو ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر دوسرے خبیرؑ کو قریشی خلفا اور علما نے جان بُوجھ کر چھپایا ہے۔ مگر وہ خبیرؑ اپنی قوت کے زور سے ظاہر ہونے پر مامور تھا۔ اور ایسا تھا کہ اللہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری کائنات و موجودات کی تفصیل بتا سکتا تھا اور رسولؐ مامور تھے کہ اُس سے جو چاہیں پوچھتے رہیں۔ اور اللہ کو اُس خبیرؑ پر یقین تھا کہ وہؑ ہرگز غلط اطلاع یا خبر نہ دے گا۔ قارئین خود سوچیں اور بتائیں کہ عہدِ رسولؐ میں ایسا کون شخص ہوسکتا ہے؟ چاہیں تو حضرات ابوبکر و عمر کا نام لے دیں۔ مگر ذمہ دار رہیں اور یاد رکھیں کہ وہ بے چارے تو اپنی جہالت و لاعلمی کا اقرار کرتے کرتے تھکتے نہ تھے اور مدینہ کی عورتوں کو بھی اپنے

Presented by Ziaraat.Com

سے زیادہ عالم کہتے تھے۔ ساری اُمت میں مسلّمہ ایک ہستی ہے جسے قرآن کریم نے نام لے کر ایک ایسی زبان قرار دیا ہے جو سچ وصحیح بیان کرنے کی ذمہ دار ہے اور انسانوں کے آخری دور تک ذمہ دار ہے (مریم 19/51، شعراء 26/84) (تفسیر قمی) اور تمام سابقہ ادوار میں بھی ہر نبیؑ کیلئے مجسم سچائی حضرت علی علیہ السلام تھے۔ (مقبول احمد صاحب دہلوی ترجمہ صفحہ 492 وصفحہ 590)

اب ہمارے قارئین یہ یقین فرمالیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اُس خطبے (خطبہ نمبر 28، جملہ نمبر 1 تا 5) میں دنیا وآخرت کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ خیالی ونظری نہیں ہے بلکہ دنیا اور آخرت نے حضورؐ کو اُسی طرح مجسم وباشعور ہوتے ہوئے اپنی رخصت اور آمد کی اطلاع دی ہے جس طرح کائنات کی ہر چیز کے بولنے اور اطاعت کرنے کا ثبوت قرآن کریم سے سامنے لایا جاچکا ہے۔

(ب) **سورۂ زلزال کی تشریح اور قریشی علما کا مقام مرتضویؑ کو چھپانا:** قارئین کرام کی سہولت کیلئے ہم یہاں بھی سورۂ زلزال کی شرح میں چند حقائق بیان کرتے ہیں۔ اس سورہ کو پڑھتے ہوئے یہ دیکھیں کہ اس میں کہیں بھی اللہ نے نہ لفظ قیامت استعمال کیا ہے اور نہ کہیں یہ فرمایا ہے کہ زمین کا یہ زلزلہ قیامت کے روز واقع ہوگا اور قیامت سے پہلے ایسا زلزلہ ہرگز نہ آئے گا۔ پھر یہ معلوم ہے کہ اس دنیا میں چھوٹے بڑے، ہلکے اور شدید تباہ کن زلزلے آتے ہی رہتے ہیں۔ اور ایسا آدمی ملنا مشکل ہے جس نے کوئی بھی اور کسی قسم کا بھی زلزلہ نہ دیکھا ہو۔ ہم نے اِن دونوں باتوں پر اس لئے متوجہ کیا ہے کہ قریشی علما ہر اُس بات کو قیامت میں واقع ہونے والی بات کہتے رہتے ہیں جو زمانۂ رجعت میں تفصیلی جزا وسزا کو ثابت کرتی ہو۔ اور جب قرآن لفظِ قیامت کہہ کر کچھ بتاتا ہے تو اُسے قیامت کے آخری دور میں واقع ہونے والی بات کہہ کر حقائق پر پردہ ڈال کر اپنے پیروؤں کو تاریکی میں رکھتے ہیں۔ سورۂ زلزال کے زلزلے کو بعض قریشی مفسروں نے قیامت کے پہلے دور کا زلزلہ لکھا ہے جو کسی قدر غنیمت اور حق سے قریب تھا۔ مگر علامہ مودودی بھانپ گئے اور جانتے بوجھتے اور اقبال کرتے ہوئے بھی اُس زلزلے کو قیامت کے دوسرے دور یا مرحلہ کا زلزلہ لکھ دیا سنئے لکھا ہے کہ:

(ج) **علامہ مودودی اینڈ کمپنی اُس زلزلہ کو قیامت کے دوسرے دور کا زلزلہ لکھتے ہیں**

''بعض مفسرین نے اس زلزلے سے مراد وہ پہلا زلزلہ لیا ہے جس سے قیامت کے پہلے مرحلے کا آغاز ہوگا یعنی جب ساری مخلوق ہلاک ہو جائے گی اور دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا، لیکن مفسرین کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جس سے قیامت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوگا۔ یعنی جب تمام اگلے پچھلے انسان دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھیں گے۔ یہی دوسری تفسیر زیادہ صحیح ہے کیونکہ بعد کا سارا مضمون اسی پر دلالت کرتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 420)

(د) **جھوٹوں کی شیطان بھی حفاظت نہیں کرتا وہ خود اپنے بیانات کے خلاف لکھا کرتے ہیں، اُن کے تمام متعلقہ بیانات کو جمع کرلیا جائے تو فریب کھُل جاتا ہے**

علامہ مودودی نے آثارِ قیامت اور قیامت کے حالات کو اگر قرآن کے بیانات تک محدود رکھا ہوتا اور قرآن کے متعین کردہ مقاصد پر غور کر کے آیات کے بیانات کو ترتیب دیتے تو وہ اُس نقشہ کو تیار کر سکتے تھے جو لفظِ قیامت کی ترتیب وار تصویر ہوتی۔ لیکن جیسا کہ ابھی کہا گیا ہے کہ قریشی علما اُس طویل دور کو قطعاً سامنے نہیں لانا چاہتے جس میں اسلام کا خالص غلبہ ہوگا (توبہ 33-9/32) اور نورِ خداوندی یعنی نور محمدؐ ساری کائنات کو منور کر کے مکمل ہو جائے گا۔ (فتح 29-48/28، الصّف 9-61/8) اور اس دنیا میں کسی اور دین یا نظام کا وہم تک بھی نہ رہے گا۔ حقیقی تعلیماتِ اسلام برسرکار رہوں گی اور یہ وہ زمانہ ہوگا جب حضرت حجۃؑ، امام العصر والزمان یعنی حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہور فرما کر اس دنیا

Presented by Ziaraat.Com

سے ظلم وجبر کو ختم کر دیں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے لبریز کریں گے۔ طبقہ واریت اور استحصال کو نیست ونابود کر کے مساوات قائم فرمائیں گے اور حضورؑ کی تائید ونصرت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاضر ہوں گے۔ اور دوسرے منتظر رکھے گئے انبیا علیہم السلام کے ساتھ مل کر حضرت حجۃؑ کے ماتحت مختلف فرائض انجام دیں گے۔ یہ دور چونکہ اولاً دمِ مرتضویؑ کا ہوگا اور اسی دور میں قیامت کے تمام ادوار واقع ہونا ہیں اور تمام نوع انسان کے محروموں اور مظلوموں کو اُن کی وہ جزا دیا جانا ہے جس کے ملنے کا اللہ نے قرآن میں وعدہ کیا ہے اور پوری نوع انسان کے اُن ظالموں اور جابروں کو اسی دنیا میں وہ سزائیں دینا ہیں جن سے وہ بچ نکلے تھے۔ یوں عدل وانصاف کے تمام تقاضے پورے فرمانے اور حقوق العباد پورے کرا چکنے کے بعد حضورؑ قیامِ قیامت کا اعلان فرمائیں گے اب نوع انسان کی حقوق اللہ اور عقائد وتصورات پر بازپُرس کے لئے تیاری کی جائے گی۔ اسی لئے حضورؑ کا ایک لقب قائمِ قیامت ہے۔ قریش اس عظمتِ محمدیؐ اور علویؑ کو چھپا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے قیامت کے ادوار کو گڈمڈ کر کے مضحکہ خیز بناتے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ مودودی کے بیان عنوان (ج) میں لکھا دیکھا گیا ہے:

(1) مودودی کی قیامت کا پہلا دور: ''بعض مفسرین نے اس زلزلے سے مراد وہ پہلا زلزلہ لیا ہے جس سے قیامت کے پہلے مرحلے کا آغاز ہوگا۔ یعنی: ''جب ساری مخلوق ہلاک ہوجائے گی اور دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہوجائے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 420)

قارئین یہ بات نوٹ کرلیں کہ مودودی والی قیامت کے پہلے دور میں، ''ساری مخلوق ہلاک ہوجائے گی اور دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہوجائے گا۔''

(2) پہلے مرحلہ میں مخلوق ہلاک نہ ہوگی یہ نظام درہم برہم ہوجائے گا: اسی جلد کے صفحہ 436،435 پر لکھتے ہیں کہ:

''یہاں تک قیامت کے پہلے مرحلے کا ذکر ہے۔ یعنی جب وہ حادثۂ عظیم برپا ہوگا جس کے نتیجے میں دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اُس وقت لوگ گھبراہٹ کی حالت میں اس طرح بھاگے بھاگے پھریں گے جیسے روشنی پر آنے والے پروانے ہر طرف پرا گندہ ومنتشر ہوتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 436،435)

قارئین نے دیکھ لیا کہ علامہ مودودی کی قیامت کا پہلا مرحلہ ہی غلط نکل گیا ہے تو باقی مراحل کے لئے کیا کہا جائے؟

(3) دوسرے مرحلے یا دوسرے صور پر پوری نوع انسان زندہ ہو کر میدانِ حشر میں پیش ہوگی

اب یہ ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ کی قیامت کے دوسرے مرحلے میں یا دوسرا صور پھونکے جانے پر کیا ہوگا؟ سنئے:

1۔ ''یہاں سے قیامت کے دوسرے مرحلے کا ذکر شروع ہوتا ہے جب دوبارہ زندہ ہو کر لوگ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے۔
(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 436)

2۔ ''دوسرا صور پھونکا جائے گا اور تمام اوّلین وآخرین ازسرِنو زندہ ہو کر اپنے آپ کو میدان حشر میں پائیں گے۔''
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 552)

(4) دوسرے مرحلے یا دوسرے صور کے لئے زندہ ہو کر پیش ہونا علامہ مودودی نے غلط کہا اس لئے کہ یہ سب کچھ تو تیسرے مرحلہ یا تیسرے صور پر ہونا لکھا ہے

1۔ ''پھر نفخِ صورِ آخر کے ساتھ ہی تمام وہ انسان جو تخلیقِ آدمؑ سے لے کر قیامت تک پیدا ہوئے تھے، ازسرِنو زندہ کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔ اسی کا نام قرآن کی زبان میں حشر ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 493)

Presented by Ziaraat.Com

2۔ ''اسی بنا پر احادیث میں تین مرتبہ نفخ صور واقع ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ایک نفخة الفزع ، یعنی گھبرا دینے والا صور۔ دوسرا نفخةُ الصَّعق، یعنی مار گرانے والا صور۔تیسرا نفخةُ القیام لِرَبِّ العالمین، یعنی وہ صور جسے پھونکتے ہی تمام انسان جی اُٹھیں گے اور اپنے رب کے حضور پیش ہونے کیلئے اپنے مرقدوں سے نکل آئیں گے۔'' (تفہیم القران جلد 4 صفحہ 343،حاشیہ 97)

ان دونوں حوالوں میں مودودی کی قیامت کے تمام مراحل ختم ہوگئے۔اس لئے کہ عدالت و جزاوسزا آخری مرحلہ ہے، سنئے:

(3) ''یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں (سورہ غاشیہ میں۔احسن) بحیثیت مجموعی پورے عالمِ آخرت کا ذکر ہو رہا ہے جو نظام عالم کے درہم برہم ہونے سے شروع ہو کر تمام انسانوں کے دوبارہ اُٹھنے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت سے جزا وسزا پانے تک تمام مراحل پر حاوی ہے۔''

(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 320)

قارئین نے پھر دیکھا کہ علامہ مودودی کے سمجھے ہوئے تمام مراحل ایک دوسرے کا رد کرتے ہیں اور سب متضاد ہیں۔

5۔ سورۂ زلزال میں مذکور زلزلے کو اور اُس کے مقصد کو اُلجھانے کے لئے مودودی نے چند اور مضحکہ خیز بیانات دیتے ہوئے قرآن کے الفاظ کے معنی بھی بدل دیئے

قریشی علما کا اصول یہ ہے کہ: ''کوئی سُنے یا نہ سُنے، غلط قرار دے یا صحیح کہے، تم برابر کہتے ہی چلے جاؤ۔''

ہم نے اُن کے اِس اصول کو اپنی تفسیر میں بڑی تفصیل سے واضح کیا ہے اور نہج البلاغہ کی تشریحات میں اُن باطل پرستوں کی نقاب کشائی ضروری ہے۔اس لئے ہم کچھ دُور تک مودودی کا تعاقب کریں گے تاکہ سورۂ زلزال کا حقیقی مقصد قارئین کو سمجھ میں آجائے اور وہ پردے اُٹھ جائیں جو قریشی علما نے ڈالے ہیں۔لہٰذا مودودی کے مغالطہ انگیز چند بیانات اور اُن کی حقیقت دیکھنا شروع کیجئے:

(اوّل) زمین نے جب تمام اگلے پچھلے مُردوں کو نکال پھینکا اور وہ سب زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے تو زلزلے سے وہ کون سے مُردے باہر نکالے گی؟ اس سلسلے میں مودودی یہ لکھتے ہیں کہ:

''وَ اَخرَجَتِ الاَرضُ اَثقَالَهَا o (99/2) یہ وہی مضمون ہے جو سورۂ انشقاق آیت (84/4) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وَاَلقَت مَا فِیهَا وَ تَخَلَّت o ''اور جو کچھ اُس کے اندر ہے اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی'' اِس کے کئی مطلب ہیں۔ایک یہ کہ مرے ہوئے انسان زمین کے اندر جہاں جس شکل اور جس حالت میں بھی پڑے ہوں گے اُن سب کو وہ نکال کر باہر ڈال دے گی۔۔دوسرا مطلب یہ کہ صرف مرے ہوئے انسانوں ہی کو وہ باہر نکال پھینکنے پر ہی اکتفا نہ کرے گی، بلکہ اُن کی پہلی زندگی کے افعال واقوال وحرکات وسکنات کی شہادتوں کا جو انبار اس کی تہوں میں دبا پڑا ہے اُس سب کو بھی وہ نکال کر باہر ڈال دے گی۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 420-421)

(دوم) **علامہ کے بیان پر بار بار نظر ڈالنا ہوگی:** سب سے پہلے تو یہ دیکھئے کہ مودودی نے سورہ زلزال کی دوسری آیت کا صحیح ترجمہ وتشریح کرنے اور اُس کے نتیجہ پر بات کرنے کے بجائے سورۂ انشقاق کی چوتھی آیت کو اُس کا ہم معنی کر دیا۔پھر سورۂ انشقاق کے غلط معنی کر کے اُن پر اکتفا نہیں کی بلکہ اُس کے کئی مطالب کہہ کر دو مختلف ومتضاد مطالب لکھ بھی دیئے اور اپنی اس دھاندلی کی چادر کے نیچے دونوں آیات کے مقاصد کو چھپا کر ٹھنڈے ٹھنڈے چل دیئے۔ پھر یہ دیکھئے کہ پچھلی زندگی کے اقوال وحرکات وسکنات مادی جسم رکھنے والی چیزیں نہیں ہیں کہ وہ مُردوں یا لوہے تانبے اور چاندی سونے کی طرح یا اُن سکّوں کی طرح کہیں زمین میں دفن پڑے رہتے اور زمین اُن کو نکال پھینکتی؟

Presented by Ziaraat.Com

پھر یہ سوچیے کہ الفاظ اعمال واقوال وافعال وحرکات وسکنات تمام عربی زبان کے الفاظ ہیں اور مذکورہ بالا دونوں آیات (99/2،84/4) میں اِن کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا یہ مودودی کا اپنا قریشی مطلب ہے، آیت یا آیات کا مطلب نہیں ہے۔

پھر یہ دیکھئے کہ سورۂ انشقاق میں کہیں بھی نہ زمین کو ہلانے یا زلزلے کی بات ہے نہ وہاں مُردوں کا تذکرہ ہوا نہ زمین کو یہ حکم ملا کہ وہ اپنا سامان نکالے۔ بہرحال جب، بقول علامہ، وہ بلا کسی حکم اور زلزلے کے سب کچھ نکال بیٹھی تو اُسے زلزلے میں لانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور جب تمام مُردے نکل چکے تو اب زلزلے سے کون سے مُردے نکالے گی؟ یہ ہے وہ قریشی شعور جسے مودودی صاحب آیات کا مطلب اور قرآن کی تفسیر کہتے ہیں اور جسے اُن کے پیرو مسلمان تعلیماتِ خداوندی سمجھ کر مانتے اور گمراہ رہتے چلے آئے ہیں۔

6۔ قریش اور قریشی علما نے قرآن کے ساتھ جو کچھ کیا اُسے سمجھنا آئمہ معصومینؑ کی مدد کے بغیر علما کے لئے ناممکن تھا۔ ہمارے بیانات کو بغور پڑھیے اور قریشی پالیسی سمجھئے

شیعہ علما نے ایک ہزار سال سے اپنا تعلق اور رشتۂ راہنمائی صاحبِ قرآن امام عصر والزمان علیہ السلام سے منقطع رکھا ہے اور قریش کی طرح قرآن اور شریکِ قرآنؑ کو مہجور چھوڑ کر اپنا مرکز و راہنما طاغوت کے اجتہاد کو بنائے رکھا ہے (نسآء 60-4/59،فرقان 25/30) اس لئے شیعہ علما ہوں یا سُنی علما ہوں دونوں کا ماخذ طاغوتی اجتہاد ہے۔ دونوں کا طرزِ فکر اور طریقِ استدلال ایک ہی ہے۔ دونوں کے دلائل اور براہین میں لیبل کی رعایت کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس لئے اُن دونوں کو اللہ و امام علیہ السلام سے راہنمائی و ہدایت کیوں ملتی؟ ہدایت و راہنمائی تو طالبانِ ہدایت اور محتاجانِ راہنمائی کو ملا کرتی ہے۔ اور یہ لوگ ہرگز طالبانِ ہدایت نہیں ہیں نہ وہ اللہ و امامؑ کی راہنمائی کے محتاج ہیں۔ وہ بفضل شیطان طاغوت کی طرف سے خود مکتفی اور قرآن کے امام بنا دیئے گئے ہیں۔ قرآن اُن کی ترجمانی وتفسیر کا محتاج ہے وہ اللہ اور قرآن کے محتاج نہیں ہیں۔ جب سے اُنہوں نے اپنے ردّ و ابطال میں بلند ہونے والی آوازوں کو کچل کر خاموش کیا ہے۔ انہیں کسی مخالف یا اختلافِ رائے کا خطرہ بھی نہیں رہا لہٰذا نہایت بے باکی اور اطمینان سے جو چاہتے ہیں خود کہتے اور لکھتے ہیں اور اپنے اقوال کو اللہ کا کلام منواتے ہیں (بقرہ 2/79) اور چونکہ اپنے پیروؤں (شیعہ سنی دونوں) کو عربی سے جاہل رکھا ہوا ہے اس لئے اس کی بھی فکر و پرواہ نہیں کرتے کہ ہمارا ترجمہ لغات وقواعد کے خلاف ہوتا ہے۔ لہٰذا اُمت کے سیدھے سادے عربی سے ناواقف قاریوں کو یہ پتہ کیسے چلتا کہ اُن دونوں آیات (99/2،84/4) میں آئے ہوئے الفاظ اَلۡقَتۡ اور اَخۡرَجَتِ کے معنی میں زمین وآسمان کا فرق اور اختلاف ہے اور جو خود مودودی کے اپنے ترجموں سے بھی ثابت ہے۔ ہم اختصار کی غرض سے غیر اہم پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ لفظ اَلۡقَتۡ کی بنیاد یا مادہ ل۔ق۔ی ہے۔ جس سے لفظ لِقَاءٌ (دیدار) اور لفظ مُلَاقَاتٌ بنتے ہیں۔ اور لفظ اَخۡرَجَتۡ کا مادہ یا بنیاد، خ۔ر۔ج ہے۔ جس سے لفظ خَارِجٌ وغیرہ بنتے ہیں۔ اور الفاظ ملاقات اور خارج کا آپس میں نہ کوئی معنوی تعلق ہے نہ رشتہ ہے۔ پھر سورۂ زلزال میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ:

''زمین کے اندر جو کچھ بھی ہے وہ سب کچھ خارج کردے گی۔'' بلکہ وہاں تو اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا فرمایا گیا ہے یعنی:

''زمین اپنے اَثۡقَال کو خارج کر دیگی۔'' اور یہ معلوم ہے کہ لفظ ''اَثۡقَال'' کے معنی ہرگز ''سب کچھ'' نہیں ہوتے اور خود مودودی نے اس لفظ کے معنی ''سب کچھ نہیں کئے'' حالانکہ اُنہوں نے اس لفظ کے غلط معنی کئے ہیں۔ لہٰذا قرآن سے ایک آیت کا ایک ٹکڑا ملاحظہ فرمائیں جس میں اللہ نے مودودی اینڈ کمپنی کو ہماری گرفت میں دینے کے لئے اس لفظ ''اَثۡقَال'' کو تین مرتبہ استعمال کیا ہے:

Presented by Ziaraat.Com

''وَلَیَحمِلُنَّ اَثقَالَھُم وَ اَثقَالاً مَّعَ اَثقَالِھِم'' (عنکبوت 29/13 تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 683)

(الف) مودودی کا غلط ترجمہ: ''ہاں ضرور وہ اپنے بوجھ بھی اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بہت سے بوجھ بھی۔''

پہلے یہ سمجھ لیں کہ لفظ اثقال کے معنی اگر واقعی ''جو کچھ'' اور ''سب کچھ'' ہوتے تو مودودی یہاں بھی تینوں جگہ وہی معنی کرتے۔

(ب) اگر مودودی کے اختیار کردہ لفظِ اثقال کے معنی کو آیت (99/2) میں اختیار کرلیا جائے تو (معاذ اللہ) آنحضرتؐ اور انبیاؑ اور شہدا کو بارِ زمین ماننا ہوگا

جب یہ دیکھ لیا گیا کہ علامہ صاحب لفظ اثقال کے معنی سچے دل سے ''بوجھ'' کرتے ہیں تو سورۂ زلزال کی آیت (99/2) کی ذیل میں اس ترجمہ پر سنجیدہ اعتراض قائم نہیں ہوتا کہ: وَاَخرَجَتِ الاَرضُ اَثقَالَھَاo

(ج) مودودی کا (99/2) کا ترجمہ: ''اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دیگی۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 420)

اگر ہم اَثقَالَھَا کے معنی زمین کا بوجھ مان لیں تو تمام انبیاؑ و شہدا ءکی مدفون لاشوں کو بارِ زمین ماننا ہوگا اور کہنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاش کو بھی بارِ زمین ہونے کی بنا پر زمین باہر پھینک دے گی۔ یہ سبب ہے کہ ہم مودودی کے ان معنی کو غلط اور توہینِ انبیا ورسل علیہم السلام کہنے پر مجبور ہوئے اور ہم اِن معنی کو یہ سمجھ کر برداشت کرلیتے کہ مودودی محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کا مخالف ہے اور لغت عربی سے جاہل ہے۔ مگر کیا کریں کہ اس دشمنِ خدا ورسولؐ نے تو ہر جگہ اس لفظ کے معنی بوجھ نہیں کئے ہیں یعنی وہ حقیقی معنی پر مطلع ہے اور جان بوجھ کر از راہِ بغض وعناد و دشمنی غلط معنی کرتا رہا ہے، سنئے:

(د) مودودی کے جرم کو واضح کرنے کیلئے اللہ نے قرآن میں آیات کو دشمنانِ قرآن کی گھات میں لگا رکھا ہے جو اُنہیں گرفتار کرادیتی ہیں

اللہ نے فرمایا ہے کہ: یَسئَلُونَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرسٰھَا؟ قُل اِنَّمَا عِلمُھَا عِندَ رَبِّی، لَا یُجَلِّیھَا لِوَقتِھَا اِلَّا ھُوَ ثَقُلَت فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ لَا تَاتِیکُم اِلَّا بَغتَۃً ......الخ (اعراف 7/187) (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 105)

(ہ) مودودی کا اپنے ترجمہ کے خلاف ترجمہ کرنا: ''یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ آخر وہ قیامت کی گھڑی کب نازل ہوگی؟ کہو ''اُس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اُسے اپنے وقت پر وہی ظاہر کرے گا۔ آسمانوں اور زمین میں وہ بڑا سخت وقت ہوگا۔ وہ تم پر اچانک آجائے گا۔''

قارئین دیکھیں کہ یہاں لفظ ''ثَقُلَت'' اثقال ہی کے خاندان اُسی مادہ ''ث۔ق۔ل'' سے آیا ہے اور اب اُس کے معنی بھاری وقت نہیں کئے بلکہ بڑا سخت وقت کئے ہیں۔ اور تمام اردو دان جانتے ہیں کہ لفظ ثقیل سخت کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بیمار کو نرم غذا دینا، ثقیل خوراک سے پرہیز کرانا یعنی ایسی غذا سے بچانا جو زُود ہضم نہ ہو۔ الفاظ ثقیل۔ اثقال وغیرہ کے حقیقی اور بنیادی معنی دیکھنے سے پہلے اسی مادہ ث ق ل سے نکلنے والے ایک اور لفظ کے معنی دیکھ لیں جہاں وہ بوجھ اور بوجھل معنی نہیں کرتے اور پکڑے جاتے ہیں۔

(و) دوسرا مقام جہاں علامہ مودودی بوجھ اور بوجھل ترجمہ نہیں کرتے:

اللہ نے فرمایا کہ: یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا مَا لَکُم اِذَا قِیلَ لَکُمُ انفِرُوا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ اثَّاقَلتُم اِلَی الاَرضِ...... الخ

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟'' (توبہ 9/38) (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 193-194)

یہاں موقع تھا کہ علامہ یہ ترجمہ کرتے کہ تم بوجھل ہو کر رہ گئے مگر اس لفظ کے بنیادی معنی بوجھ ہوتے تو یقیناً علامہ سے غلطی بھی نہ ہوتی اور وہ

Presented by Ziaraat.Com

پکڑے بھی نہ جاتے۔

(ز) قریشی پالیسی نے قرآن کے معنی بدلنے میں ہر وہ راہ اختیار کی جو حکومت کے جبر و استبداد و دولت و پروپیگنڈے سے سات سو سال میں ممکن تھی

قرآن میں معنوی تبدیلی کے بغیر فضائلِ خاندانِ رسالت اور حقائقِ اسلام کو چھپانا ناممکن تھا لہٰذا سات سو سال کے تسلط کے دوران قریشی حکومتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ نہ صرف عربی الفاظ کو غلط معنی میں استعمال کرنے کا مستقل رواج ڈالا، مدارس اور خطیبوں اور مقررین سے اس رواج کو عام کرایا بلکہ ایسی لغات بھی تیار کیں جن میں ایک ایک عربی لفظ کے سینکڑوں غلط معنی بھر دیئے۔ حالانکہ عربی زبان میں کسی بھی لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ناممکن تھے۔ بہرحال ہم نے قریش کو اس میدان میں بھی شکستِ فاش دی اور اُن کو شرمندہ و ذلیل کرنے کے لئے مستقل انتظام کیا۔ پہلے انہیں قرآن ہی سے مجرم قرار دیا جیسا کہ ابھی ابھی علامہ زیرِ حراست ہیں پھر اُن ہی کی تیار کردہ لُغات سے انہیں مات دی اور حقیقی معنی نکال کر دکھا دیئے۔ اور اس وقت اور اس عنوان میں ہم لغت سے ہی حقیقتِ حال سامنے رکھنے والے ہیں۔ لہٰذا اُس لغت سے مدد لیتے ہیں جو عربی اُردو کی مستند لغت ہے اور نام لغات القرآن ہے اور خالص علما کی تیار کردہ ہے اور قرآن کے تمام الفاظ اور اُن کے معنی پر حاوی ہے۔ اور ث۔ق۔ل سے بننے والے تمام الفاظ کے معنی بلا تکلف ہر جگہ وزنی بھاری اور بوجھ لکھتی رہی ہے۔ مگر اللہ کا فطری قانون یہ ہے کہ ہر مجرم سے جرم کے دوران احتیاط کے باوجود، کم از کم ایک غلطی ضرور سرزد ہونا لازم ہے۔ لہٰذا ہر محقق اور مُفتّش کو تحقیق اور تفتیش کے دوران اُس غلطی کی تلاش ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا لغات القرآن میں لاشعوری طور پر وہ غلطی ہوگئی ہے جس سے حقیقت کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔ سنئے کہ مولانا محمد عبد الرشید صاحب نعمانی رفیق ندوۃ المصنفین دہلی نے جلد اوّل میں اُسی لفظ ''اثَّاقَلْتُمْ'' کی تشریح اور معنی بیان کئے ہیں جو آیت (9/38) میں مودودی کو زمین سے چمٹ جانے پر مجبور کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ:

لغات القرآن کا بیان: ''اثَّاقَلْتُمْ ''تم بوجھ سے جھکے'' تثَاقُل سے جس کے معنی گراں بار اور بوجھل ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اَشیاء کو کبھی تو ہلکے اور بھاری ہونے کے اعتبار سے ثقیل کہا جاتا ہے۔ اور کبھی جن اجسام کا رُخ اوپر کی طرف ہوتا ہے اُن کو خفیف (ہلکا) کہتے ہیں جیسے آگ اور دھواں، اور جو نیچے کی طرف مائل ہوتے ہیں اُن کو ثقیل کہا جاتا ہے جیسے پانی اور پتھر۔ یہاں دوسرے معنی ہی کے اعتبار سے ''بوجھ سے جھکے جانے'' کے معنی مراد ہیں (10/12 دسویں پارہ کا بارھواں رکوع) (جلد اوّل صفحہ 25-26)

لغات القرآن کے اس بیان سے جو راہنمائی ملتی ہے اس کو سمجھنے کے لئے ایک دوسری عربی اردو لغت، اَلْمُعْجَمُ الْاَعْظَمُ مرتبہ محمد حسن الاعظمی من عُلمائے ازہر، جنرل سیکریٹری جماعت الاخوۃ الاسلامیہ مصر سے دیکھئے:

اَلثِّقَل۔ ج (جمع) اَثْقَال وزن، بوجھ، کششِ ثقل (2) اسباب (3) جرائم۔ (جلد اوّل صفحہ 381 کالم نمبر 3)

اور: اَلثِّقَل: بھاری پن۔ کشش ثقل (2) بہرہ پن (صفحہ 382)

اس لغت سے ہم حقیقت کی طرف کافی بڑھ آئے ہیں۔ مگر ابھی ایک آخری لغت یعنی فیروز اللغات مرتبہ مولوی فیروز الدین عربی اور فارسی کی اُردو لغت کے چند حوالے دیکھ لیں:

کششِ ثقل۔ وہ قوت جو اجسام کو بہ ہیئت مجموعی فاصلے سے ایک دوسرے کی طرف کھینچنے میں اثر کرتی ہے۔

کشش زمین۔ زمین کی وہ کشش جو ہر چیز کو مرکزِ زمین کی طرف مائل کرتی ہے۔ (صفحہ 262) (حصہ دوم)

Presented by Ziaraat.Com

ثقلین۔دوگروہ یعنی جن اور انسان (2) دونوں جہان (3) اہلبیتِؑ نبوتؐ۔(صفحہ 291)(حصہ اوّل)

ایک عربی اور انگریزی لغت اَلْفَرَائِدُ الدُّرِیَّہ فِی اللُّغَتَیْنِ الْعَرَبِیَّۃِ وَ الْانکلیزِیَّۃ (صفحہ 70)

ثِقل Weightiness، Gravitation

ثِقل ج اثقال Weight، Burden، Loan، Gravity، Crime، Importance

(ح) قریشی لغات سے مرتضوی حقیقت آخر سامنے آگئی ہے: لغات القرآن کے مرتب کرنے والے کی تحریر میں یہ حقیقت ٹپک گئی کہ:

''وہ چیزیں خفیف یا ہلکی کہلاتی ہیں جو آسمان کے طرف مائل رہتی ہیں جیسے دھواں اور آگ کا شعلہ۔اور وہ چیزیں ثقیل یعنی بھاری کہلاتی ہیں جو زمین کی طرف مائل رہتی ہیں۔''

باقی لغات سے یہ معلوم ہوگیا کہ: (1) ''زمین کے مرکز کی طرف کھینچنے والی قوت کو کشش ثقل کہا جاتا ہے۔''

لہٰذا لغات القران کے بیان کا مطلب یہ ہوا کہ کسی چیز کو ہلکا یا بھاری، بوجھل یا وزنی قرار دینے والی چیز کا نام ثقل ہے۔جس چیز کو ثقل جس قدر زور سے اپنی طرف کھینچتا ہے اُس چیز کا اُسی قدر بھاری یا ہلکا ہونا مانا جاتا ہے اور اُسی قوت کو اُس چیز کا وزن یا بوجھ کہتے ہیں۔لہٰذا اشیاء کے اپنے مرکز سے وابستہ رکھنے والی قوت کا نام ثقل ہے اور جس قدر وابستگی کی مقدار ہوتی ہے اُس مقدار کو اُس چیز کا وزن یا بوجھ قرار دیا گیا ہے۔اسی فطری اصول کی جزئی حقیقت کو ظاہر کرنے کیلئے قرآن (رحمٰن 55/31) میں انسانوں اور جنوں کو دو ثِقل (ثَقَلان) فرمایا ہے اور کُلّی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے قرآن و آلِ محمدؐ کو ثقلین یا ثقلان فرمایا گیا۔(فیروز الغات حصہ اوّل صفحہ 291)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش سے فرمایا تھا کہ: ''اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اَھْلِبَیْتِیْ.... ''

''میں تمہارے اندر دو ثِقل چھوڑنے والا ہوں ایک اللہ کی کتاب قرآن ہے دوسرا میرے نورانی اجزاؑ اور خانوادہ کے افرادؑ ہیں جو ہرگز ایک دوسرے سے جدا یا مختلف اور متفرق نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ ساتھ ساتھ میرے پاس حوض پر آجائیں اگر تم نے اُن سے تمسک رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔''

(ط) حضرت علیؑ نے ثقل اکبر (قرآن) پرعمل کیا اور ثقل اصغر (حسنینؑ) کی حفاظت کی:

(طبرانی نے مسند میں زید بن ثابت سے روایت کیا)

اگر قریش نے علیؑ اور اولادِ علیؑ کے آئمہ معصومین علیھم السلام سے تمسک و تعلق رکھنا ہوتا تو انہیں آنحضرتؐ تمسک کرنے کی تاکید کیوں کرتے؟ وہ تو قومی حیثیت سے علیؑ و خاندانِ علیؑ اور قرآن کو دُنیا سے نیست و نابود کرنا طے کر چکے تھے اور اس تہیہ پر عمل کرنے کے لئے ہی تو انہوں نے کربلا میں خاندانِ رسولؐ کا قتل عام کیا۔صدیوں تک علیؑ و اولادِ علیؑ کے نام لیواؤں تک کو تلوار کے گھاٹ اُتارا اور قرآن کے ساتھ جو کچھ کیا وہ بھی ہم لکھتے رہے ہیں اور قرآن ہی کی معنوی تحریف پر یہ عنوان چل رہا ہے۔چنانچہ آپ نے دیکھا کہ قرآن میں لفظ وزن استعمال ہونے کے باوجود وہ لفظ ثقل کے معنی اس لئے وزن اور بوجھ کرتے رہے اور غلط لغات تیار کراتے رہے کہ علیؑ و قرآن کو مٹایا جا سکے مگر آپ نے ہماری محنت و نظر دیکھی کہ اُن ہی لغات میں سے ہم نے حق کو باہر نکال کر رکھ دیا۔اور اُدھر قریش کی کافرانہ کدّ و کاوش اور فریب سازی کو سامنے لے آئے اور ادھر آپ دیکھ رہے ہیں کہ ثقل کے حقیقی معنی واضح ہوگئے اور ثابت ہوگیا کہ محمدؐ اور آئمہ معصومینؑ اس کائنات کے مرکز و مرجع اور ثقل ہیں۔اب خود حضرت علی علیہ

Presented by Ziaraat.Com

السلام کا فرمان سنئے ارشاد ہے کہ:

فَلا تقُوْلُوْا بِما لا تعْرِفُوْنَ؛فَاِنَّ اَکثَرَ الْحَقِ فِیْما تنکِرُوْنَ؛ وَ اَعْذِرُوْا مَنْ لَا حُجَّةَ لَکُمْ عَلَیْہِ، وَ اَنا ھُوَ،اَلَمْ اَعْمَلْ فِیْکُمْ بِالثَّقْلِ الْاَکْبَرِ، وَ اَتْرُکْ فِیْکُمُ الثَّقَلَ الْاَصْغَرَ وَ رَکَزْتُ فِیْکُمْ رایَةَ الْاِیْمانِ،وَ وَقَفْتُکُمْ عَلٰی حُدُوْدِ الْحَلالِ وَ الْحَرامِ ...... الخ (خطبہ 86 صفحہ 206 فیض الاسلام کا ترجمہ نہج البلاغہ)

''اے قریشی مسلمانو! تم ایسی باتیں منہ سے نہ نکالا کرو جن کا تمہیں تعارف تک حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ حق کا کثیر حصہ اُن ہی چیزوں میں ہے جن کا تم انکار کر کے منکر ہو گئے ہو۔ اُسکے عذرات کو قبول کرو جس پر تمہاری کوئی سی حجت بھی تمام نہ ہو سکی اور اُس نے تم پر ہر حجت تمام کر دی ہے اور وہ شخص میں ہی تو ہوں۔ کیا میں نے تمہارے تمام پیدا کردہ حالات کے دوران بھی بڑے ثِقل (قرآن) پر پورا پورا عمل نہیں کیا اور کیا میں نے ثِقل اصغر (حسنینؑ) کو محفوظ رکھتے ہوئے تم تک نہیں پہنچا دیا؟ میں نے تمہارے درمیان ایمان کا علم قائم رکھا اور تمہیں حلال وحرام کی حدود سے واقفیت فراہم کی۔'' یہ تھے علیؑ اور قریش، اور یہ تھے مجسم ایمان ویقین اور مجسم کفر وانکار کے دونمائندے۔

7۔ سورۂ زلزال میں زمین سے مخاطبہ اور مکالمہ کرنے والی ذاتِ پاک نائبِ خداوندی اور مرکز وثِقلِ کائنات حضرت علی علیہ السلام تھے

سورہ زلزال کے سلسلے میں احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں جو بتاتی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام ہی وہ انسان ہیں جن سے زمین اپنی سرگزشت بیان کرے گی۔ چنانچہ کتاب الخرائج میں جناب امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جب جناب امیر المومنین کے سامنے سورہ زلزال پڑھی گئی تو آپؑ نے فرمایا کہ:

''الانسان'' میں ہوں اور مجھ ہی سے زمین اپنی تمام خبریں بیان کرے گی''۔ اور علل الشرائع میں تمیم ابن حاتم نے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ بصرہ شہر جا رہے تھے۔ راستے میں زلزلہ آیا تو آپؑ نے زمین پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس پر زلزلہ رک گیا۔ اس کے بعد ہم لوگوں سے فرمایا کہ اگر یہ وہ زلزلہ ہوتا جو سورہ زلزال میں مذکور ہے تو زمین بھی مجھ سے باتیں کرتی، لیکن یہ وہ زلزلہ نہ تھا۔

کتاب الوحدت میں چھ عدد قریشی راویوں کے سلسلے نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ مدینہ کے قبرستان میں زلزلہ محسوس ہوا اور جس سے مدینہ بھی ملنے لگا۔ خلیفہ دوم اور اُن کے مقرب صحابہ نے دعائیں کیں لیکن زلزلہ بڑھتا گیا اور اہل مدینہ گھروں سے باہر نکل آئے۔ چنانچہ حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور صورتِ حال کی شدت پر اپیل کی۔ حضورؑ نے منتخب بدری صحابہ کو اپنے آگے پیچھے چلنے کا حکم دیا اور قبرستان بقیع کے درمیان پہنچ کر زمین پر پیر مارا اور فرمایا کہ تجھے کیا ہو گیا؟ زمین تھم گئی زلزلہ ختم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے مجھے آج کی خبر بھی دی تھی۔ پھر سورۂ زلزال پڑھ کر فرمایا کہ اگر یہ وہ زلزلہ ہوتا تو زمین اپنے تمام دفینے میرے سامنے نکال کر پیش کر دیتی۔'' (خلاصہ روایت کتاب التوحید)

8۔ قریشی سازش اور سازشی تصورات کو نظر انداز کر کے آپ سورہ زلزال کے الفاظ کی حدود میں محدود رہ کر سورہ کا مطلب اور مقصد اپنے طور پر سمجھیں

یہاں سے ہم چاہتے ہیں کہ قارئین، سورۂ زلزال کے الفاظ کے ساتھ ساتھ چلیں اور الفاظ سے جو مطلب ومقصد نکلتا ہو اس تک محدود رہیں۔ اور اُن تمام تصورات کو جھٹک دیں جو آج تک قریشی سازش اور پروپیگنڈے نے پھیلائے اور دماغ میں راسخ کئے ہیں۔ اور یہ سمجھ کر ابتدا کریں کہ اس سورہ میں قیامت کا نہ لفظ ہے نہ کوئی ایسا قرینہ ہے جس سے قیامت مراد لینا لازم ہو جائے۔ ساتھ ہی نہ کہیں صور پھونکنے کی بات ہوئی ہے جو قیامت کے تذکرہ میں اکثر مذکور ہوتا ہے۔ جس بات سے قیامت کا دھوکہ ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے سورہ زلزال میں اعمال دکھانے اور

Presented by Ziaraat.Com

چھوٹی سے چھوٹی برائی اور بھلائی سامنے لے آنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اُس ذہن کیلئے اللہ کا یہ بیان کافی ہے جو قریشی سازش سے تیار ہوا ہو۔ اس لئے کہ قریشی پالیسی میں ضروری رہا ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں اعمال کا ذکر ہوا یا جزا و سزا کی بات ہوئی یا لوگوں پر مواخذہ اور باز پرس کا مقصد بیان ہوا انہوں نے فوراً قیامت قیامت کا شور مچادیا اور ایسی ہر بات کو قیامت میں واقع ہونے والا کہہ کر عظیم ترین حقائق کو قیامت کے پردہ میں چھپا دیا ہے۔ اور اُن کی یہ ترجمانی اور تفسیر چودہ سو سال سے برابر، مسلسل جاری رہتی چلی آئی ہے اور ماشاءاللہ شیعہ مجتہدین نے بھی ایک ہزار سال سے قریش کی ہاں میں ہاں ملانا، اُنکے قدم بقدم چلنا اور تائید کرنا اختیار کئے رکھا ہے لہٰذا عوام الناس کو اس باطل ترجمانی و تفسیر کے خلاف کوئی خیال آ ہی نہ سکتا تھا۔ لیکن ہم دکھائیں گے، اور اپنی تفسیر میں دکھا چکے ہیں کہ قریش نے لفظ قیامت اور روزِ آخر اور یوم معلوم اور اَلسَّاعة اور یَوۡمُ الۡفَصۡل وغیرہ الفاظ کو قیامت بنا کر فریب دیا ہے۔ اور فریب اس لئے دیا ہے کہ اُن کا اختیار کردہ اسلام، اُنکی بنائی ہوئی قومی حکومت و خلافت اور اُن کی تیار کردہ تاریخ و تفسیر برحق ثابت ہو جائے اور حضرت علیؑ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنے قرآنی اور اسلامی مقام سے محروم ہو جائیں اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کبھی سامنے نہ آسکیں اور اگر کوئی کوشش کرے تو وہ اُسی طرح مضحکہ اور بے نتیجہ ہو کر رہ جائے جس طرح آج تک نام نہاد شیعہ علما مذاق بنے ہوئے ہیں۔ بہر حال ہم قریشی چالاکیوں کو ذرا دیر بعد واضح کر کے قارئین کو اس دھوکے سے نکالیں گے۔ یہاں تو یہ دیکھ لیں کہ سورۂ زلزال قیامۃ، روزِ آخر، یوم الفصل اور صور وغیرہ کا ذکر کئے بغیر یہ بتا رہی ہے کہ:

''زمین کو ہلایا جائے گا۔ یہاں یہ نہیں بتایا گیا کہ زمین کو ہلانے والا کون ہوگا؟ بہر حال پھر فرمایا کہ زمین اپنے تمام اثقال خارج کر دے گی۔ اور یقیناً زلزلے یا ہلانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ زمین سے اثقال نکال لئے جائیں۔ پھر فرمایا کہ زمین کو حالتِ زلزلہ میں دیکھ کر ایک مخصوص انسان زمین سے دریافت کرے گا کہ اُسے کیا ہو گیا ہے؟ آیت میں الفاظ یہ ہیں کہ وَ قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا آیت کا یہ جملہ واضح نہیں کرتا کہ وہ مخصوص انسان براہ راست زمین سے سوال کرے گا یا کسی ایسے مخصوص انسان سے دریافت کرے گا جو زمین کے ہلائے جانے کا سبب جانتا ہو۔ یا یہ کہ وہ مخصوص انسان اللہ سے دریافت کرے گا؟ اس لئے کہ اگر زمین سے دریافت کرتا تو یہ کہتا کہ ''تجھے کیا ہو گیا ہے؟ یعنی مَا لَکِ؟ کہتا۔ پھر جملہ میں اللہ کا لفظ ہے ہی نہیں کہ ہم اللہ سے سوال سمجھیں۔ اب یا تو یہ سمجھنا ہو گا کہ وہ مخصوص شخص کسی کو زمین کے ہلنے اور ہلائے جانے کا قصہ سنا رہا ہے کہ ''جب زمین ہلنے لگی یا جب زمین کو زلزلہ آیا تو میں نے اُس سے پوچھا کہ اُسے کیا ہو گیا ہے؟ ایسے اطلاعی جملے میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''جب زمین ہلنے لگی تو میں نے اُس سے پوچھا کہ ''اُسے کیا ہو گیا ہے'' یعنی سوال مَالَها اُسے کیا ہو گیا ہے'' دونوں طرح صحیح ہے۔ قصہ سناتے ہوئے بھی صحیح ہے اور براہِ راست دریافت کرنے میں بھی صحیح ہے جبکہ اطلاع دینا مقصود ہو۔ یعنی اللہ قرآن کے قاریوں کو اطلاع دے رہا ہے کہ جب زمین کو ہلایا جائے گا تاکہ وہ اپنے تمام اثقال خارج کر دے تو زمین کو حرکت میں دیکھ کر ایک مخصوص اور زمین کی حرکات و سکنات پر ذمہ دار بنایا ہوا انسان زمین سے دریافت کرتے ہوئے کہے گا کہ ''اُسے کیا ہو گیا ہے جو حرکت میں آگئی ہے؟ چنانچہ اُس روز زمین اُس مخصوص شخص کو اپنے حالات و سرگزشت پر مطلع کرے گی اور یہ اس لئے کہ اے محمدؐ زمین کو اللہ نے بذریعہ وحی اُس متعلقہ و مقررہ مخصوص شخص کو اپنے حالات و سرگزشت سنانے کا انتظام کر رکھا ہے۔ اور اُس روز مخصوص لوگ اپنی مختلف حالتوں میں صادر ہوں گے تاکہ وہ لوگ اپنے اعمال کو دیکھیں اور اُن کے اعمال میں سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی برائی یا بھلائی ایسی نہ رہ جائے جس کا دکھایا جانا دکھائے جانے کے مقصد میں ضروری ہو۔''

قارئین یہاں بھی اور قرآن کی ترجمانی میں ہر جگہ بھی یہ قاعدہ یاد رکھیں کہ ترجمہ یا تفہیم میں اُسی حد تک جائیں جس حد تک قرآن میں اللہ

Presented by Ziaraat.Com

کے نازل کردہ الفاظ لے جائیں یا جس حد تک الفاظ میں گنجائش ہو۔یعنی اپنی جانب سے یا کسی مترجم کی جانب سے کوئی اضافہ نہ خود کریں نہ قبول کریں۔اگر آپ نے اس قاعدے پر عمل کیا تو قریش کا فریب کھل کر حقیقتِ قرآنی سامنے آکھڑی ہوگی اور آیات میں کہیں گنجلک یا خامی نہ ملے گی۔چنانچہ اس سورہ زلزال کو دوبارہ پڑھیں اور ہمارا یا کسی اور کا ترجمہ دیکھیں اور نوٹ کریں کہ یہاں ''تمام انسانوں'' کا صادر ہونا مذکور نہیں ہے۔ یعنی یَصْدُرُ النَّاسُ جَمِيعًا نہیں فرمایا گیا ہے۔اور نہ ہی صادر ہونے والے لوگوں کو اُن کے ''تمام اعمال'' دکھانا مذکور ہے۔یعنی '' لِيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ جَمِيعًا'' نہیں فرمایا گیا ہے۔اور نہ مودودی ہی نے اپنے ترجمہ میں تمام انسانوں کا یا پوری نوع انسان کا صادر ہونا لکھا ہے اور نہ اُنہوں نے تمام اعمال کا دکھایا جانا لکھا ہے۔لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علامہ کا ترجمہ ہماری تائید کرتا ہے۔اور اُس کی رُو سے بھی سورۂ زلزال میں جس دن کی بات ہو رہی ہے وہ قیامت کا دن نہیں ہے۔اس لئے کہ قیامت میں تو پوری نوعِ انسان کا حشر ونشر ساری دنیا میں مسلّمات میں سے ہے۔لہٰذا علامہ کا اپنی تشریحات اور تفسیر میں سورۂ زلزال میں مذکور دن کو قیامت کا دن قرار دینا باطل اور فریب ہے اور اللہ اور سورۂ زلزال پر خود ساختہ تہمت وافترا ہے اور یہ عین قریشی پالیسی کے مطابق ہے۔بہرحال ہمارے ترجمہ اور بیان سے اور مودودی کے ترجمہ سے یہ ماننا اوّلین اور پہلی بات ہے کہ سورۂ زلزال میں مذکور واقعات قیامت سے پہلے وقوع میں آئیں گے اور اُن کا وقوع میں آنا نہایت ضروری ہے۔

دوسری حقیقت جو سورۂ زلزال میں نوٹ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں کو اُن کے کچھ اعمال دکھائے جائیں گے۔اور یہ کہ دکھائے جانے والے اعمال میں کچھ بُرے اعمال ہوں گے،اور کچھ بھلے اعمال ہوں گے اور کچھ بہت ہی چھوٹے اعمال ہوں گے۔اور ضروری ہے کہ یوں اعمال دکھائے جانے کا کوئی معقول ومفید مقصد بھی ہونا چاہئے۔جس کے لئے ہم فی الحال یہ کہہ کر آگے بڑھتے ہیں کہ بظاہر سورہ میں وہ مقصد مذکور نہیں ہے۔یا یہ کہ ابھی قارئین کے دماغ میں قریش کی اُڑائی دُھول اور گرد وغبار باقی ہے۔اُس کے صاف ہوتے ہی اُنہیں وہ مقصد اپنی آنکھوں سے نظر آنے لگے گا۔لہٰذا پہلے ہم پر لازم ہے کہ آپ کے ذہنوں سے وہ گرد وغبار دُور کریں۔

9۔اللہ نے قرآن کریم میں اپنے بیانات ومقاصد بڑے واضح الفاظ وانداز میں پیش فرمائے ہیں مگر صاحبانِ قرآن کو الگ کرنے سے قرآن ناکارہ ہوگیا

قرآن کریم سے قیامت اور جزاوسزا اور حساب کی حقیقت کو واشگاف الفاظ میں سمجھنے کے لئے چند بنیادی مسلّمات کو سامنے رکھنا ہوگا۔ جن میں سے ایک تو وہی ہے جس کا ذکر ہم نے ابھی ابھی کیا تھا۔یعنی یہ کہ جسے قیامت کہتے ہیں وہ پوری نوع انسان سے بازپُرس کا دِن یا دَور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

(الف) قیامت چند انسانوں کی قیامت نہیں بلکہ از آدمؑ تا خاتم انسانوں کی قیامت ہے

يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا...... ۔الخ (سورۂ انعام 6/128)

مودودی ترجمہ:''جس روز اللہ ان سب لوگوں کو گھیر کر جمع کرے گا،اُس روز وہ جنّوں سے خطاب کر کے فرمائے گا کہ ''اے گروہِ جن،تم نے تو نوعِ انسانی پر خوب ہاتھ صاف کیا۔''انسانوں میں سے جو اُن کے رفیق تھے وہ عرض کریں گے پروردگار!ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے کو خوب استعمال کیا ہے،اور اب ہم اُس وقت پر آپہنچے ہیں جو تو نے ہمارے لئے مقرر کر دیا تھا۔'' (آیت 6/128 تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 580)

اُن کے جواب میں مسلسل اسی آیت (6/128) میں اللہ نے فرمایا کہ:

قَالَ النَّارُ مَثْوٰكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ٥(6/128)

Presented by Ziaraat.Com

موودودی ترجمہ: ''اللہ فرمائے گا''اچھا اب آگ تمہارا ٹھکانا ہے، اِس میں تم ہمیشہ رہو گے۔''اُس سے بچیں گے صرف وہی جنہیں اللہ بچانا چاہے گا، بے شک تمہارا رب دانا اور علیم ہے۔''

یہاں اور آنے والے تمام قرآنی بیانات میں قارئین نے یہ نوٹ کرنا ہے کہ علامہ مودودی کے ترجموں کی رُو سے بھی قیامت ساری نوع انسان سے بازپُرس کا دن ہے نہ کہ چندلوگوں سے اور یہ کہ قیامت میں لوگوں کا حشر ہوگا یعنی انہیں گھیر کر لایا جائے گا نہ کہ وہ خود بخود صادر ہوں گے اور صادر بھی مختلف حالات واحوال میں ہوں گے۔(الزلزال 99/6)

دوسرا بیان: وَ یَوۡمَ یَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا...... الخ(سورہ سبا)

مودودی: اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے پوچھے گا ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟''
(34/40 تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 208)

یہاں بھی لفظ جمیعًا فرما کر پوری نوع انسان کا محشور ہونا بتایا گیا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ہم آیت کا ضروری حصہ مگر مودودی کا ضروری ترجمہ ضرور لکھتے جائیں گے تاکہ قارئین قیامت کی ہمہ گیری اور مودودی اور قریشی فریب کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔اور جب مودودی یا کوئی اور شخص قیامت کو محدود کرے یا کسی محدود حالت کو قیامت قرار دے تو آسانی سے پکڑا جاسکے۔ جیسا کہ سورۂ زلزال کے متعلق بیان ہوا کہ نہ وہاں لفظِ قیامت ہے نہ صور پھونکنے کی بات ہے نہ کہیں حشر کا لفظ آیا نہ جہنم و جنت مذکور ہوئے مگر قریشی محاذ نے سورۂ زلزال کو قیامت بنا دیا اور ساری دنیا سے منوا لیا ہے۔اللہ تعالیٰ تو جہاں قیامت کی بات کرتا ہے وہاں تفصیل اگر نہ بھی ہو تو کوئی نہ کوئی ایسا کلیدی لفظ فرما دیتا ہے جس سے قیامت واضح ہو جائے بہرحال سنتے چلیں یہاں تک کہ تھک جائیں اور قرآنی تفصیلات پر یقین ہو جائے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:

تیسرا بیان: وَ یَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ...... (انعام 6/22)

مودودی ترجمہ: ''جس روز ہم اُن سب کو اکٹھا کرینگے اور مشرکوں سے پوچھیں گے کہ اب وہ تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریک کہاں ہیں۔''
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 530)

پھر معلوم ہوا کہ حشر ونشر کا دن ہی قیامت کا دن ہوگا جس دن لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا نہ کہ وہ خود صادر ہوں گے۔اور لفظ جمیعًا کلیدی لفظ ہے۔

چوتھا بیان: وَ یَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ......الخ (یونس 10/28 تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 281)

مودودی: ''جس روز ہم اُن سب کو ایک ساتھ (اپنی عدالت میں) اکٹھا کریں گے، پھر اُن لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا ہے کہیں گے کہ ٹھیر جاؤ تم بھی اور تمہارے بنائے ہوئے شریک بھی، پھر ہم اُن کے درمیان سے اجنبیّت کا پردہ ہٹا دیں گے۔''

اللہ کا پانچواں بیان: یَّوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ وَ نَحۡشُرُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ یَوۡمَئِذٍ زُرۡقًا ٥(طٰہٰ 20/102)

مودودی کا ترجمہ: ''اور قیامت کے دن اُن کے لئے (اس جرم کی ذمہ داری کا بوجھ) بڑا تکلیف دہ بوجھ ہوگا، اُس دن جبکہ صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اس حال میں گھیر لائیں گے کہ اُن کی آنکھیں (دہشت کے مارے) پتھرائی ہوئی ہوں گی۔''(طٰہٰ 20/101-102 تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 122)

چھٹا بیان: وَ یَوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ فَفَزِعَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ وَ كُلٌّ اَتَوۡهُ دٰخِرِیۡنَ ٥

Presented by Ziaraat.Com

مودودی کا ترجمہ: ''اور کیا گزرے گی اُس روز جب کہ صور پھونکا جائے گا اور ہَول کھا جائیں گے وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ اُس ہَول سے بچانا چاہے گا۔اور سب کان دبائے اُس کے حضور حاضر ہو جائیں گے۔''
(نمل 27/87 تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 606)

قارئین اللہ کے ان بیانات اور مودودی کے ترجموں سے تھکنے کے بجائے اس تصور و یقین کو مستحکم کرتے جائیں کہ قیامت ہمہ گیر باز پرس کا نام ہے۔تاکہ کسی محدود و مشروط باز پرس کو قیامت کہہ کر تمہیں دھوکا نہ دیا جاسکے۔

ساتواں بیان: يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ ......الخ (بنیٓ اسرآءیل 17/71)

مودودی ترجمہ: ''پھر خیال کرو اُس دن کا جب کہ ہم ہر انسانی گروہ کو اُس کے پیشوا (امام۔احسن) کے ساتھ بُلائیں گے اُس وقت جن لوگوں کو اُن کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا گیا وہ اپنا کارنامہ پڑھیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 631 وصفحہ 632)
یہ تصور بھی ذہن میں راسخ ہو جانا چاہئے کہ قیامت میں اعمالنامہ کے بغیر باز پُرس نہ ہوگی۔

آٹھواں بیان: يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o۔۔۔(المُطَفِّفِيْنَ 6-83/5)

مودودی کا بیان: ''ایک بڑے دن یہ اُٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟ اُس دن جب کہ سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''
(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 280)

یہاں نوٹ کریں کہ آیات میں لفظ کُل ہے نہ جَمِیْعًا ہے مگر مودودی نے یہاں خود ہی ''سب لوگ'' لکھ دیا ہے۔تاکہ لوگوں کو عادت رہے اور الفاظ کُل اور جَمِیْعًا کی پرواہ دماغ سے جاتی رہے۔اور مولانا لوگ جو چاہیں لکھتے رہیں۔اور تفہیم القرآن سے اگر ہم ایسی مثالیں لکھیں تو سو صفحات کالے ہو جائیں۔اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ سینکڑوں آیات ایسی ہیں جہاں الفاظ موجود ہیں اور مودودی نے ترجمہ غائب کر دیا اور سینکڑوں جگہیں ایسی ہیں جہاں آیات میں الفاظ موجود نہیں مگر مودودی نے ترجموں میں اپنی جیبِ خاص سے اُردو کے الفاظ بڑھا کر لکھ دیئے ہیں۔

نواں بیان: هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِيْنَ o(المُرْسَلٰت 77/38)

مودودی: ''یہ فیصلے کا دن ہے ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو جمع کر دیا ہے'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 215)
نوٹ کریں کہ یوم الفصل بھی قیامت ہی کو کہا گیا ہے۔

دسواں بیان: اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا o يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا o(النبا 18-78/17)

مودودی ترجمہ: ''بے شک فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے جس روز صور میں پھونک ماردی جائے گی، تم فوج در فوج نکل آؤ گے۔''
(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 228)

قارئین اللہ کے ہر بیان میں قیامت واقع ہونے پر کھُلا اور واضح نقشہ دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ہر جگہ یہ فیصلہ سامنے آرہا ہے کہ قیامت میں ساری نوع انسان حاضر ہوگی اور یہ کہ تمام لوگوں کو گھیر کر یعنی جبراً لایا جائیگا اور یہ کہ قیامت کا دن اور وقت مقرر ہے۔لہٰذا قارئین نوٹ کرلیں کہ جہاں مودودی یا قریشی بیان قرآن کی ان حقیقتوں کی موجودگی کے بغیر واقعات کو قیامت کے واقعات قرار دے تو وہ فریب ہوگا۔

اللہ کا گیارھواں بیان: يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ o(القارعة 101/4)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی: ’’وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگ کے دُھنکے ہوئے اُون کی طرح ہوں گے۔پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوگا۔‘‘ (7تا101/4 تفہیم القرآن جلد6 صفحہ 435)

نوٹ کریں کہ لوگوں کا پروانوں کی طرح بکھرے ہوئے ہونے کے ہرگز وہ معنی نہیں ہو سکتے جو سورۂ زلزال میں ’’متفرق احوال میں صادر ہوں گے‘‘ کے ہوتے ہیں۔پھر سورۂ زلزال میں اعمال کا تولا جانا اور ترازو کے پلڑوں کا ہلکا اور بھاری ہونا بھی مذکور نہیں ہے۔نہ صور کے پھونکے جانے کی بات ہوئی ہے۔اس سب کے باوجود مودودی نے اس سورہ کو اُن حوالوں میں لکھ دیا ہے جن سے وہ قیامت میں تمام نوع انسان کی حاضری ثابت کرتے ہیں سنئے:

’’اُس دن نوع انسان کی اگلی پچھلی تمام نسلیں جمع کردی جائیں گی۔215-240-280-423 (چھٹی جلد کی فہرست صفحہ 637)

یہ صفحہ 423 کا حوالہ سورۂ زلزال ہی کے لئے دیا ہے۔یعنی علامہ اپنے قارئین کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ سورۂ زلزال میں بھی ’’نوعِ انسان کی اگلی پچھلی تمام نسلوں کو بازپُرس کے لئے حاضر کرنے کی بات ہے۔‘‘اِس سے کھلا فریب اور کیا ہوسکتا ہے؟

قرآن کا بارھواں بیان: وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ ذٰلِکَ یَوۡمُ الۡوَعِیۡدِo وَجَآءَتۡ کُلُّ نَفۡسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِیۡدٌo(50/20-21)

مودودی کا اقرار: ’’اور پھر صور پھونکا گیا، یہ ہے وہ دن جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا۔ہر شخص اِس حال میں آ گیا کہ اُس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا ہے اور ایک گواہی دینے والا ہے۔‘‘(سورہ قٓ 50/20-21 تفہیم القرآن جلد5 صفحہ 117-118)

قارئین آئندہ قیامت کے تصور میں،صور پھونکے جانے،اور تمام انسانی نسلوں کے حاضر ہونے کے ساتھ ساتھ اتنا اور اضافہ کرلیں کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتمؐ تک انسانوں کی جولا تعداد کثرت ہوگی اُس سے دوگنا تعداد اُن کے ساتھ ہانکنے والوں اور گواہی دینے والوں کی ہوگی۔یعنی قیامت کا لفظ سنتے ہی سننے والوں کے ذہن میں ایک ایسا انبوہ اور اژدھام بھر جانا چاہئے کہ جو دماغ وعقل میں کسی اور چیز کے سمانے کی جگہ نہ چھوڑے مگر ’’یَصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا‘‘ سُن کر تو ذہن بالکل خالی رہتا ہے۔ایک ایک آدمی کا خود بخود،مختلف ومنتشر حالت میں نکل نکل کر آنا تو دوسرے آدمی کی آمد وصدور تک آنکھوں اور دماغ کو منتظر وخالی رکھتا ہے۔حالانکہ قیامت میں تو انسان کیڑوں،ٹڈیوں اور پروانوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے جو نہ صرف زمین پر بلکہ دماغ پر بھی چھا جائیں گے جیسا کہ:

تیرھواں بیان: جس میں اللہ اور صور کے علاوہ کوئی اور مخصوصؐ دعویدار تمام نوع انسان کو ناپسندیدہ صورت حال پر بلائے گا اور وہ سہمے ہوئے اُس کے حضوؐر حاضر ہوں گے

(الف) اس قرآنی بیان میں بتایا جارہا ہے کہ قیامت کو قائم کرنے والا یعنی قائم قیامت علیہ السلام تمام نوع انسان کو حاضری کا حکم دے گا اور اُس کے اعلان پر تمام انسان خوفزدہ حالت میں اُس کے سامنے حاضر ہوں گے۔سنئے اور نوٹ کیجئے:

فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ یَوۡمَ یَدۡعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیۡءٍ نُّکُرٍo خُشَّعًا اَبۡصَارُهُمۡ یَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ کَاَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌo مُّهۡطِعِیۡنَ اِلَی الدَّاعِ یَقُوۡلُ الۡکٰفِرُوۡنَ هٰذَا یَوۡمٌ عَسِرٌo (قمر 8تا54/6)

مودودی کا اقبالی ترجمہ: ’’پس اَے نبیؐ اُن سے رُخ پھیرلو‘ جس روز پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا،لوگ سہمی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔پکارنے والے کی طرف دوڑے جارہے ہوں گے۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد5 صفحہ 232)

Presented by Ziaraat.Com

(ب) اِن آیات(6 تا 54/8) پر مودودی کی تصدیق کے ساتھ ہماری تشریح کہ اللہ نے اپنی طرف رجوع کرنے سے ہر جگہ اپنے آخری نائب کی طرف رجوع فرمایا ہے

قارئین نے مودودی کے ترجمہ میں یہ دیکھ لیا کہ مودودی نے لفظِ ''اَلدَّاعِ'' کا نہ ترجمہ تبدیل کیا اور نہ اُس ''پکارنے والے'' کو اللہ قرار دیا۔یعنی یہ مان لیا کہ وہ ''پکارنے والا'' اللہ کے علاوہ کوئی اور شخص ہوگا۔اور یہ بھی مان لیا کہ اُس ''پکارنے والے'' کے بلانے میں اتنی طاقت وقدرت ہوگی کہ ساری نوعِ انسان قبروں سے نکل نکل کر خوف زدہ اور سہمی ہوئی حالت میں دوڑتی ہوئی اُس پکارنے والے کے حضور میں حاضر ہوجائے گی۔یہ سب کچھ مان کر مودودی نے اپنی تشریح میں یہ بھی مان لیا ہے کہ اس آیت (54/6) میں اور باقی آیات (54/7-8) میں اللہ نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریش کو مخاطب کرایا ہے، سنئے:

علامہ کی تشریح میں قریش مخاطب ہیں

''5۔ بالفاظ دیگر انہیں اِن کے حال پر چھوڑ دو جب اِنہیں زیادہ سے زیادہ معقول طریقے سے سمجھایا جاچکا ہے،اور انسانی تاریخ سے مثالیں دے کر بھی بتادیا گیا ہے کہ انکارِ آخرت کے نتائج کیا ہیں اور رسُولوں کی بات نہ ماننے کا کیا عبرت ناک انجام دوسری قومیں دیکھ چکی ہیں، پھر بھی یہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے ،تو انہیں اسی حماقت میں پڑا رہنے دو۔اب یہ اُسی وقت مانیں گے جب مرنے کے بعد قبروں سے نکل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ وہ قیامت واقعی برپا ہوگئی جس سے قبل از وقت خبردار کر کے راہِ راست اختیار کر لینے کا مشورہ انہیں دیا جارہا تھا۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 232)

علامہ کی اس تشریح سے واضح اور ثابت ہوگیا کہ مندرجہ بالا آیات کے مخاطب قریش تھے۔اور قریش سے کہا گیا ہے کہ ''تمہیں بھی باقی نوع انسان کے ساتھ ساتھ ایک مخصوص پکارنے والے کے رُوبرو خوفزدگی اور سہمی ہوئی حالت میں اور پتھرائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ (پانچواں بیان) اور کان دبائے (چھٹا بیان) اُس پکارنے والی ہستیؑ کے حضور حاضر ہونا پڑے گا۔لہٰذا ان آیات (8 تا 54/6) میں اور مودودی کے ترجمہ اور تشریح میں سوال یہ ہوتا ہے کہ جب وہ پکارنے والا شخصؑ اللہ نہیں تو اور کون ہے؟ وہ کون ہے جس کی آواز پر تمام اوّلین وآخرین قبروں سے نکل کر دوڑتے ہوئے اُس کے حضور میں آجائیں گے؟ وہ کون ہے جس کے حکم سے زمین لاکھوں سال کے گڑے ہوئے مردوں کو نکل جانے میں مدد دے گی؟ وہ کون ہے جس کی آواز سے گلے سڑے جسم اور ہڈیاں از سرِنو وہ سائز،صورت اور قویٰ بن جائیں گے؟ وہ کون ہے جس کے اشارے پر عالم ارواح میں رہتی بستی ہوئی روحیں اپنے اپنے جسم کو پہچان کر داخل ہوجائیں گی اور حساب ومواخذہ کے لئے تیار ہو کر مع جسم آموجود ہوں گی؟ ہم عرض کر چکے ہیں کہ وہ ہستی آخری سربراہِ کائنات ہیں اور اُس کا نام محمدؑ ہے، وہی قائمِ قیامت اور امام عصر والزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں وہی نوعِ انسان پر اسلام کی اور اللہ وقرآن کی موعودہ نعمتیں مکمل کریں گے۔وہی اس دنیا سے ابلیس وملک الموت کو رخصت کریں گے اور انسانوں کو اپنے دور میں قبل قیامت ہی زندگی جاوید عطا کریں گے۔اُن ہی کے تیار کردہ لاکھوں افراد ہوں گے جو قیامت کے صور سے نہ خوفزدہ ہوں گے نہ مریں گے (نمل 27/87 وغیرہ)۔وہی اللہ کے آخری اعلان یعنی قیامت کو قائم کرنے والے ہیں۔وہ اللہ کی طرف سے مواخذہ اور جزاوسزا کے ذمہ دار ہیں۔وہی خود تمام نوع انسان سے باز پرس کا انتظام فرمائیں گے۔اس حقیقت کو اگر ہم احادیثِ معصومین علیھم السلام سے دکھانا شروع کر دیں تو کم از کم سو (100) صفحات کا اضافہ ہوجائے گا۔اور طول سے بچتے بچتے بھی صرف اٹھائیس خطبوں کی شرح میں تین ہزار (قلمی) صفحات کے آس

Presented by Ziaraat.Com

پاس پہنچ چکے ہیں۔حدیثوں کواختیارکیا ہوتا تو یہاں تک پانچ ہزار صفحات ہو چکتے۔پھراحادیث میں تو فریقین کھلا اختلاف کرتے ہیں خود سُنی علماسنی ریکارڈ (بخاری ومسلم وغیرہ) کی احادیث کا انکار کردیتے ہیں۔اور ہم انہیں اس طرح گھیرنا چاہتے ہیں کہ وہ قرآن کا انکار کریں تاکہ عوام کے نزدیک بھی جہنمی ثابت ہوجائیں ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ اللہ نے ایک پکارنے والے کا ذکر کیا ہے۔اوراُس کی پکار کا نتیجہ اورعظمتِ شان بیان کی ہے اور یقیناً وہ پکارنے والا اللہ نہیں ہے۔کوئی اور ہے یا وھابی زبان میں یہ کہیے کہ کوئی غیر اللہ ہے،سوال یہ ہے کہ کون غیر اللہ ہے جو قیامت برپا کر کے رکھ دے گا؟اورساری نوع انسان اُس کے حضور دوڑتی ہوئی حاضر ہوجائے گی؟ یہاں دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؑ نرغہ میں ہیں یا تو وہ یہ کہیں اورقرآن کی آیات سے ثابت کریں کہ وہ غیر اللہ نہیں خود اللہ ہے یا کسی غیر اللہ کا نام لے کر بتائیں اور ثبوت دیں یا قرآن کی بات کا انکار کریں اوراسلام سے خارج وجہنمی ہوجائیں۔

(ج) اللہ نے اُسی پکارنے والے (اَلدَّاع) کومنادی کرنے والا (اَلْمُنَاد) بھی فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی آواز ساری مخلوقات تک قریب سے پہنچے گی

اللہ نے تو اُس پکارنےؑ والے کا تعارف اور اُس کی جلالت قدر ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

چودھواں بیان:

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ٥ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ٥ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ٥ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ٥ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ٥ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ، ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ٥ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَ مَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ٥ (ق 45 تا 39 /50)

مودودی ترجمہ بھی تائید کرتا ہے

’’پس اے نبیؐ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اُن پر صبر کرو،اوراپنے رب کی حمد کے ساتھ اُسکی تسبیح کرتے رہو،طلوعِ آفتاب اورغروبِ آفتاب سے پہلے،اوررات کے وقت پھراُس کی تسبیح کرواور سجدہ ریزیوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی۔اور سنو،جس دن ’’منادی کرنے والا‘‘ (ہرشخص کے) قریب ہی سے پکارے گا،جس دن سب لوگ آوازۂ حشر کوٹھیک ٹھیک سُن رہے ہوں گے،وہ زمین سے مُردوں کے نکلنے کا دن ہوگا۔ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی اُس دن سب کو پلٹنا ہے جب زمین پھٹے گی اور لوگ اُس کے اندر سے نکل کر تیز تیز بھاگے جارہے ہوں گے۔یہ حشر ہمارے لئے بہت آسان ہے۔اے نبیؐ جو باتیں یہ لوگ بنارہے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں اورتمہارا کام اُن سے جبراً بات منوانا نہیں ہے۔بس تم اِس قرآن کے ذریعہ سے ہر اس شخص کونصیحت کردو جو میری تنبیہ سے ڈرے۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد5 صفحہ 125 تا128)

مودودی کی تشریح سن لیں تو ہم اپنی بات کہیں: علامہ مودودی **اَلْمُنَاد** اورمنادی کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

’’52 یعنی جو شخص جہاں مرا پڑا ہوگا،یا جہاں بھی دنیا میں اُس کی موت واقع ہوئی تھی،وہیں خدا کے منادی کی آواز اُس کو پہنچے گی کہ اُٹھو اور چلو اپنے رب کی طرف اپنا حساب دینے کے لئے۔یہ آواز کچھ اِس طرح کی ہوگی کہ روئے زمین کے چپے چپے پر جو شخص بھی زندہ ہو کر اٹھے گا وہ محسوس کرے گا کہ پکارنے والے نے کہیں قریب ہی سے اس کو پکارا ہے۔ایک ہی وقت میں پورے کرۂ ارض پر ہرجگہ یہ آواز یکساں

Presented by Ziaraat.Com

سنائی دے گی۔اس سے بھی کچھ اندازہ ہوسکتا ہے کہ عالمِ آخرت میں زمان ومکان کے اعتبارات ہماری موجودہ دُنیا کی بہ نسبت کس قدر بدلے ہوئے ہوں گے اور کیسی قوتیں کس طرح کے قوانین کے مطابق وہاں کارفرما ہوں گی۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 127)

(د) اَلْمُنَادْ ہی اَلدَّاعِ ہے اور اُس کی پکار ہی عالم گیر اور زندگی وموت پر قادر ہے۔وہ صاحبُ الزمان وقت ومکان پر حاوی اور حاشر ومحاسب ہے

وہ قریشی عالم یا قریش کا نمائندہ ہو ہی نہیں سکتا جو قرآن یا تفسیر قرآن میں گڑبڑ کئے بغیر گزر جائے۔ہم علامہ کے ہاتھ کی صفائی اور گڑبڑ کو فی الحال نظر انداز کر کے اُن کی تسلیم کردہ حقیقتوں سے اپنے سابقہ عنوان کی تائید وتصدیق وتشریح پیش کرتے ہیں چنانچہ مندرجہ بالا آیات (45 تا50/39) کے الفاظ اور مودودی کے ترجمہ اور تشریح میں پہلی بات یہ دیکھیں کہ ان آیات میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براہِ راست اللہ کے مخاطب ہیں اور بات قریش کی ہورہی ہے اور بات بھی ایسی ہے جو حضورؐ کو برافروختہ اور غضبناک کرنیوالی ہے۔اُس بات پر صبر وسکون سے رہنے اور پسندیدہ لوگوں سے وہ تذکرہ جاری رکھنے کا حکم ملا ہے جس سے قریش علیحدہ رہنا چاہتے ہیں۔اور یہ فرما کر قریش کی بات ختم کردی ہے کہ اُن پر زبردستی اُس تذکرے کو ٹھونسنا مقصود ومطلوب ہے ہی نہیں۔دوسری بات یہ دیکھیں کہ مودودی کے نزدیک بھی وہ منادی کرنیوالا خدا نہیں ہے بلکہ بقول مودودی ''خدا کا منادی'' ہے یعنی ''غیر خدا'' ہے۔ تیسری بات میں بہت سی باتیں اور حقیقتیں ہیں۔یعنی اُس المنادؑ کی آواز روئے زمین کے چپے چپے میں اسطرح پہنچے گی جیسے کہ وہ المنادؑ ہر جگہ ہر چپے پر موجود ہو اور یہ کہ اُس المنادؑ کو زمان ومکان پر قابو وتسلط حاصل ہے وہ ہر جگہ اور بیک وقت موجود ہوسکتا ہے اور ہوگا۔اور دنیا کے یہ موجودہ قوانین اُسکی راہ میں حارج نہیں ہوسکتے۔چوتھی بات یہ ہے کہ اِن آیات میں یا مودودی کے ترجمہ میں کہیں یہ بات نہیں کہی ہے کہ المنادؑ کی آواز میں لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے رب کی طرف اپنا حساب دینے کے لئے چلیں۔مگر علامہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ اِن آیات میں اللہ سے یہ بات رہ گئی کہ ساری نوع انسان کو اپنے رب کی طرف جانا اور حساب دینا ہے۔اس لئے ترجمہ میں نہ سہی علامہ نے تشریح میں اللہ کی اصلاح کردی حالانکہ یہ اصلاح اور یہ عقیدہ کہ نوع انسان اللہ کی طرف حساب دینے جائے گی تین طرح باطل ہے اوّل اس لئے کہ اِن آیات (45 تا50/39) میں یہ فرمایا ہی نہیں گیا کہ منادی لوگوں کو اللہ کی طرف بھیجے گا۔دوسرے اس لئے باطل ہے کہ اللہ کسی ایک طرف، سمت یا جگہ میں ہے ہی نہیں وہ تو ہر جگہ اور ہر طرف ہے۔لہٰذا اللہ کی طرف جانے سے نوع انسان کو ذرّات میں تقسیم کر کے ہر ذرہ کو ہر جگہ اور ہر طرف پہنچانا لازم آتا ہے اور اس طرح کوئی ایک انسان پورا پورا جسم ورُوح سمیت کہیں بھی نہ ہوگا۔لہٰذا نہ حساب ہوگا نہ بات چیت ممکن ہو گی۔تیسرے اس لئے باطل ہے کہ سابقہ عنوان (الف) میں یعنی اللہ کے بیان نمبر 13 میں نہایت سادہ، عام فہم اور واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ:

مُهْطِعِينَ اِلَى الدَّاعِ (القمر 54/8)

مودودی کا ترجمہ: ''پکارنے والے کی طرف دوڑے جارہے ہوں گے۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 232)

لہٰذا معلوم ہوا کہ مودودی نے اللہ کی باطل اصلاح کی ہے۔مگر ہم اُن کی تحریر سے یہ بات مانے لیتے ہیں کہ اَلدَّاعِ اور المُنَادْ ہی ساری نوع انسان کے ربؑ ہیں اور اُن کے حضور حاضری اور اُن کا محاسبہ کر کے آخری فیصلہ کرنا اور نوع انسان کو اُن کے اعمال وعقائد کے مطابق جنت اور جہنم میں دائمی طور پر بھیجنا دراصل اللہ کی طرف رجوع کرنا اور اللہ کا خود حساب لینا اور آخری فیصلہ کرنا کہلاتا ہے۔اس لئے کہ حقیقی اور ازلی اور تخلیقی حیثیت میں بنائے جانے والے نائبانؑ ومظاہرِ خداوندی کا ہر کام اللہ ہی کا اپنا کام ہوتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

(ہ) محمدؐ مع اپنے اجزآئے نورانی یعنی چہاردہ معصومینؑ جمع کے صیغے میں اللہ کے ساتھ مذکور ہیں

اور اسی کو ثابت کرنے کے لئے قرآن میں بار بار عموماً اور اِن آیات (39 تا 50/45) میں خصوصًا سات مرتبہ اللہ نے واحد واَحد و یکتا و یگانہ ہوتے ہوئے جمع کا صیغہ فرمایا ہے یعنی:

(1) اِنَّا (2) نَحنُ (3) نُحيِ (4) نُمِيتُ (5) اِلَينَا الْمَصِيرُ (6) عَلَينَا يَسِيرٌ (7) نَحنُ اَعْلَمُ۔

اِن سات میں سے پانچواں جملہ ''ہماری ہی طرف پلٹنا ہے'' کو اَلدَّاع کی طرف پلٹنا مودودی نے یہ ترجمہ کرکے مان لیا ہے کہ ''پکارنے والے کی طرف دوڑے جارہے ہوں گے'' (54/8)۔ معلوم ہوا کہ اللہ اور مودودی کے نزدیک وہ پکارؐنے والا شخصؐ اِلَينَا ''ہماری طرف'' میں کا ایک فرد ہے۔ پھر چھٹا جملہ عَلَينَا يَسِيرٌ ''ہم پر آسان ہے'' میں بھی اَلدّاع اور اَلْمُناد داخل ہے اس لئے اُس کی پکار کی قوت سے سب لوگ دوڑیں گے اور پکار دُور ہوتے ہوئے بھی قریب ہی سے روئے زمین کے چپے چپے پر سنی جائے گی اور اللہ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اُس پکارنے والے یا منادی کرنے والے کو پکارنے اور ساری نوعِ انسان کو حاضر کرنے میں کوئی محنت یا دقت پیش آئے گی لہٰذا وہ اُس ''ہم'' کے مجموعہ کا ایک فرد ہے جس پر ساری نوعِ انسان کو اکٹھا کرکے گھیر لانا آسان ہے۔ یہی نہیں ساری دنیا کے تمام انسان اُسیؐ کی آواز کی تاثیر سے زندہ ہوکر قبروں سے نکلیں گے اور دوڑیں گے لہٰذا وہ ذاتؐ پاک اس مجموعہ میں کا ایک شخص ہے جو جملہ نمبر اِنَّا۔ نَحنُ۔ نُحيِ۔ نُمِيتُ میں زندگی اور موت پر قادر ہے۔ اُس مجموعہ ''نَحنُ'' میں اللہ اور اُس کی وہ تمام قوتیں شامل ہیں جو تخلیقِ کائنات و نظمِ کائنات اور ربوبیتِ کائنات کرتی ہیں اور اُن قوتوں کے بنیادی مظاہر ہیں محمدؐ علیؑ، فاطمہؑ اور گیارہ آئمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اور قائم قیامت علیہ السلام میں وہ قوتیں جمع اور مرکوز ہیں۔ (اللّٰهُمَّ صلی علی محمدؐ و آل محمدؐ)

(و) قرآن سے صاحبانِ قرآن اور شریکؐ قرآن کا مقام جسے قریش نے چھپایا اور شیعہ علما نے مدد کی

یہ ہے قرآن کے الفاظ میں محمدؐ و علیؑ اور اُن کے خانوادہ علیہم السلام کا مقام جسے نہج البلاغہ میں بھی بڑی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ اور جسے چھپانے کے لئے قریش نے اپنی حکومتوں کا سارا زور خرچ کیا۔ اور شیعہ علما نے کبھی قرآن کو اس طرح پیش ہی نہ کیا کہ قریشی فریب کھل سکتا۔ اسی لئے ہم شیعہ علما کو قریش کا طرفدار اور پیرو کہتے ہیں۔

قارئین ہم قرآن سے قیامت کے تشخص اور شناخت کے لئے اللہ کے بیانات اور آیات کا ڈھیر اس لئے لگا رہے ہیں کہ آپ کو قریشی سازش اور فریب سے باہر نکال کر حقیقت سے رُوشناس کریں۔ مگر اس ہنگامۂ آیات میں آپ یہ نہ بھول جائیں کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کے اُس جملے کی وضاحت میں یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں جس میں حضورؐ نے آنے والے ''کل'' کی تیاری کی نصیحت فرمائی ہے اور دنیا اور آخرت کی آمد و رخصت کا ذکر کیا ہے۔ اور مقامِ ربّانی سے خطبے کے اوّلین پانچ جملے ارشاد فرمائے ہیں۔

اللہ کا پندرھواں (15) بیان قیامت کا نظارہ اور قیامت کا ضروری سامان:

چنانچہ قیامت کس عظیم الشان صورت حال کو کہنا چاہیئے اس پر قرآن سنیئے اور اُس سے کم پر کسی واقعہ کو قیامت تسلیم نہ کیجئے، ارشاد ہے کہ:

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِينِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَاهُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ٥ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِآئَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ

Presented by Ziaraat.Com

لَا يُظْلَمُوْنَ o وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ o (زمر 70 تا 39/67)

مودودی ترجمہ برداشت کیجئے: ''اِن لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ (اس کی قدرت کاملہ کا حال تو یہ ہے کہ) قیامت کے روز پوری زمین اُس کی مُٹھی میں ہوگی اور آسمان اُس کے دست راست میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ پاک اور بالاتر ہے وہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں اور اُس روز صور پھونکا جائے گا اور وہ سب مر کر گر جائیں گے۔ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے اُن کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے۔ پھر ایک دوسرا صور پھونکا جائے گا اور یکایک سب کے سب اُٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔ زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی۔ کتابِ اعمال لا کر رکھ دی جائے گی۔ انبیاءؑ اور تمام گواہ حاضر کر دیئے جائیں گے، لوگوں کے درمیان ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ اور ہر متنفس کو جو کچھ بھی اُس نے عمل کیا تھا اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ اُس کو خوب جانتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 382-383)

(الف) مودودی کا قیامت کے بیان میں اپنی طرف سے اضافہ کرتے رہنا:

علامہ مودودی نے قرآن کے بیان نمبر چودہ (14) میں ترجمہ تقریباً صحیح کیا تھا۔ اس لئے کہ وہاں اضافہ اور فریب کی گنجائش نہ تھی مگر اپنی تشریح میں اپنی طرف سے المناد علیہ السلام کی آواز میں یہ جملہ لکھ دیا کہ:

''اُٹھو اور چلو اپنے رب کی طرف حساب دینے کے لئے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 127 حاشیہ 52)

حالانکہ قرآن (50/41) میں اور مودودی کے ترجمہ میں نہ یہ جملہ ہے اور نہ یہ بتایا گیا ہے کہ المناد کیا کہے گا؟ یعنی قرآن اور اللہ کے سر ایک باطل تصور لگا دیا تاکہ لوگوں کا اَلدَّاعِ یا المناد کے حضور میں حاضر ہونا چھپا دیا جائے۔

دوسرا اضافہ اُسی تشریح میں یہ کیا کہ: ''جو شخص بھی زندہ ہو کر اُٹھے گا وہ محسوس کرے گا کہ پکارنے والے نے کہیں قریب ہی سے اُس کو پکارا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 127 حاشیہ 52)

اس اضافہ سے علامہ مودودی نے یہ دھوکا دیا ہے کہ لوگ منادی کی آواز سے زندہ نہ ہوں گے بلکہ آواز دینے سے پہلے ہی زندہ موجود ہوں گے اور آواز سنیں گے۔ تاکہ اَلدَّاعِ اور المنادؑ کی عظمتِ شان چھپ جائے۔ حالانکہ نہ یہ تصور آیات (45 تا 50/39) میں ہے اور نہ مودودی کے ترجمہ میں ہے۔ معلوم و ثابت ہوا کہ قریشی علما برابر عوام کو دھوکے دیتے اور قیامت کے حالات میں ردوبدل اور کمی و زیادتی کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ تو سابقہ بیانات میں کیا گیا ہے اب قارئین اس تازہ بیان نمبر 15 کی آیت (39/69) میں صرف الفاظ '' وُضِعَ الْكِتٰبُ '' آئے ہیں۔ یعنی ''مخصوص و مکمل کتاب قائم کی جائے گی۔'' مگر مودودی نے اپنی جیبِ خاص سے اُس '' اَلْكِتٰب '' کو اپنے ترجمہ میں کتابِ اعمال بنا کر گویا اللہ کو اور عوام کو یہ بتایا کہ اِن آیات (67 تا 39/70) میں اعمالناموں کی خامی رہ گئی ہے لہٰذا '' الکتب '' کا مطلب اعمال نامے ہے۔ یہ ہے مودودی اینڈ قریشی علما کا طریقہ جس سے وہ قیامت کے واقعات میں ردوبدل، کمی و زیادتی کر کے تصورات کو اپنی پالیسی پر ڈھالتے رہے ہیں۔

(ب) زمین اللہ کے نور سے نہیں بلکہ قائمِ قیامت کے نور سے دمکنے لگے گی جو اُس وقت زمین کے رب ہیں

قارئین آیت (39/69) میں اِس جملے پر غور فرمائیں کہ '' وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا '' زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی۔ اگر ہم بھی مودودی اینڈ کمپنی کی طرح یہاں اللہ کا نور سمجھ لیں تو ہمیں یہ بھی کہنا ہوگا کہ اُس روز تک یا تو اللہ کو نور حاصل ہی نہ تھا یا یہ کہ اللہ زمین

Presented by Ziaraat.Com

سے کہیں بہت دُور تھا جہاں سے اُس کا نور زمین تک نہ پہنچتا تھا اور یہ دونوں باتیں خالص کا فرانہ ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کا نور تو زمین اور ساری کائنات میں چھایا ہوا اور ہر لمحہ موجود ہے۔ یہ چمکنا اور دمکنا تو نورِ محمدؐی کے ظہور اور خالص زمین پر مرکوز ہو جانے کی وجہ سے ہوگا۔ اور وہ نور ہی حقیقتاً مادی اور قابلِ مشاہدہ رَبُّ الْاَرْضِ والسماوات ہے۔ جب تک رب العالمین نہ کہا جائے رب کے معنی جزوی ہوتے ہیں اور یہ لفظ ہر ماں باپ کیلئے (بنی اسرائیل 17/24) اور فرعون کے لئے بھی قرآن میں بولا گیا ہے۔ (یوسفؑ 12/42)

(ج) قیامت کی ضروریات اور انتظامات ذہن میں رکھیں

یہ بات ذرا غور سے پایۂ یقین تک پہنچ جاتی ہے کہ اللہ بذاتِ خود نہ کسی ایک جگہ موجود ہو سکتا ہے نہ کسی جگہ سے غائب ہو سکتا ہے۔ اُس کا موجود ہونا ایسا نہیں ہے جیسا ہمارا موجود ہونا ہے۔ لہٰذا نہ وہ ہماری طرح لوگوں سے سوال و جواب کر سکتا ہے نہ کرتا ہے، وہ بات کرنے ہی کے لئے نہیں (النّٰزِعٰت 79/5) بلکہ ہر کام کے لئے اپنے قوانین و وسائط و اسباب کو استعمال کرتا ہے۔ لہٰذا قیامت میں تمام نوع انسان سے الگ الگ محاسبہ کرنے اور اُن کو مجرم ثابت کرنے کے لئے بھی وہ اُن ہستیوں کو استعمال کرے گا جن کا تذکرہ ہو چکا ہے اور جو انسانوں کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہیں، کرسی یا تخت پر بیٹھ سکتے ہیں۔ لہٰذا جیسا کہ عرض کیا گیا کہ جناب قائم قیامت علیہ السلام قیامت کا انتظام کریں گے اور تمام انبیاءؑ و آئمہؑ و شہدا کو مختلف ذمہ داریاں سونپیں گے۔ ایک ہمہ گیر کتاب ہوگی جس میں ساری نوع انسان اور اُس کے متعلقات کی تفصیل ہوگی۔ اُدھر تمام انسانوں کے پاس اپنا اپنا اعمالنامہ ہوگا۔ تمام متعلق ملائکہ حاضر اور برسرِ کار ہوں گے۔ آسمانوں اور زمینوں پر اللہ کا مکمل قبضہ ہوگا۔ یعنی قیامت میں وہ اپنے متعلق ریکارڈ امامؑ کے حضور پیش کرنے کے لئے تیار رہیں گے۔ اسرافیل صور پھونکنے کے اشارے کا منتظر رہے گا۔ امامؑ کے انتظام میں وہ حضرات بھی ہوں گے جو اُن کے دورِ امامت میں تیار کئے گئے تھے۔ اُن کے انصار بھی ہوں گے اور تمام اسٹاف گوش بر آواز رہے گا اور اُن حضرتؑ کی ہر بات اَقصائے عالم تک ہر جگہ پہنچے گی۔ قارئین کا کام یہ ہے کہ آپ قیامت کو ایک ہمہ گیر حقیقت سمجھ کر علما اور مترجمین کی بات سنیں گے تو آپ کو اُن کے بیانات فریب نہ دے سکیں گے۔ اسی لئے قرآن کریم سے قیامت کا ہر انتظامی پہلو آپ کے سامنے رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ کے بیانات توجہ سے پڑھیں اور آنے والے بیانات سے قیامت کے نقشہ میں اضافہ کرتے چلیں۔

سولھواں بیان:

اِذَ الشَّمْسُ كُوِّرَتْ o وَ اِذَا النُّجُوْمُ انكَدَرَتْ o وَ اِ ذَ الْجِبَالُ سُيِّرَتْ o وَ اِ ذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ o وَ اِ ذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ o وَ اِذَا الْبِحَا رُ سُجِّرَتْ o وَ اِ ذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ o وَ اِ ذَ االْمَوْءٗ دَةُ سُئِلَتْ o بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ o وَ اِ ذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ o وَ اِ ذَ االسَّمَآءُ كُشِطَتْ o وَ اِ ذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ وَ اِ ذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ o عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ o (التَّكوِير 14تا 81/1)

مودودی کا جھکا ہوا ترجمہ: ''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا، اور جب تارے بکھر جائیں گے، اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے، اور جب دس مہینے کی حاملہ اُونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی، اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دئے جائیں گے، اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے، اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی، اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے، اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا، اور جب جہنم دہکائی جائے گی، اور جب جنت قریب لے آئی جائے گی، اُس

Presented by Ziaraat.Com

وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 263 تا 267)

ہم یہاں مودودی کے ترجموں پر بحث اور اُن کی غلطیوں کو واضح کرنے میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہمارا مقصد واضح ہے کہ ہم وہ سامان قارئین کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں جو بروز قیامت موجود ہونا چاہئے تا کہ قریشی علما جہاں دل چاہے اور جس صورتحال کو موزوں سمجھیں قیامت نہ کہتے رہیں۔ بہرحال ترجمہ پر اتنا ضرور عرض کر دیں کہ مودودی کے یہاں لفظ ''مَطْوِیّٰتٌ'' کے معنی بھی ''لپیٹنا'' ہیں اور لفظ ''کُوِّرَتْ'' کے معنی بھی ''لپیٹنا'' ہی ہیں۔ حالانکہ اُن کے مادّے اور مصادر بالکل الگ الگ ہیں اور مختلف ہیں اور دونوں کے معنی بھی مختلف ہیں۔ معنی کا یہ اختلاف اور مودودی کی چالاکی دکھانے میں ہمارا بہت وقت لگے گا جو ہمیں عنوان سے دُور لے جائے گا۔ مگر قارئین کو یہ یقین دلانے کے لئے کہ ہم صحیح کہہ رہے ہیں ایک ایسی بات اور ایک ایسا دھوکا ضرور دکھاتے ہیں جس سے نہ صرف مودودی کا بلکہ تمام شیعہ سنی مترجمین کا دھوکا واضح ہو جائے گا۔

(الف) <u>تمام مترجمین نے جنت وجہنم کو بہت سستی چالاکیوں سے بار بار تبدیل کیا ہے</u>

لہٰذا وہ وقت یاد فرمائیں جب نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا دینے کا حکم دیتا ہے اور اہلِ دربار کہتے ہیں کہ:

قَالُوْا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِo (الصّٰفّٰت 37/97)

<u>مودودی ترجمہ:</u>

''انہوں نے آپس میں کہا'' اس کے لئے ایک الاؤ تیار کرو اور اُسے دھکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں پھینک دو۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 293)

یہاں بھی ہمیں قرآن سے اور مثالیں دے کر اُن خبیث علما کا پردہ چاک کرنا چاہیے لیکن وقت کم ہے اس لئے صرف اتنا کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ مندرجہ بالا قیامت والی آیات میں لفظ ''اَلْجَحِیْم'' آیا ہے (81/12) اور نمرود والی آیت (37/97) میں وہی لفظ ''اَلْجَحِیْم'' موجود ہے مگر وہاں مودودی نے اس کا ترجمہ جہنم کیا تھا۔ مگر اب اسی لفظ کا ترجمہ جہنم نہیں کیا بلکہ آگ کا ڈھیر ترجمہ کیا ہے۔ بس اتنا نوٹ کر لیں کہ لفظ جحیم کے معنی ہرگز ہرگز جہنم نہیں ہوتے ہیں۔ گزشتہ آیات میں جو آثار وشناخت قیامت کے لئے بتائے گئے ہیں انہیں سامنے رکھیں اور اگلا بیان سنیں:

<u>سترھواں بیان:</u>

فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ o وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً o فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ o وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ o وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ o يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ o فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ o اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ o فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ o فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ o...... (الحآقّہ 69/13-22)

<u>مودودی کا ترجمہ</u> ''پھر جب ایک دفعہ صور میں پھونک ماردی جائے گی اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا کر ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، اُس روز وہ ہونے والا واقعہ پیش آ جائے گا۔ اس دن آسمان پھٹے گا اور اُس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے گی۔ فرشتے اس کے اطراف و جوانب میں ہوں گے اور آٹھ فرشتے اُس روز تیرے رب کا عرش اپنے اوپر اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ وہ دن ہوگا جب تم لوگ پیش کئے جاؤ گے، تمہارا کوئی راز بھی چھپا نہ رہ جائیگا۔ اُس وقت جس کا نامۂ اعمال اُسکے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ کہے گا'' لو دیکھو، پڑھو میرا نامۂ اعمال، میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے'' پس وہ دل پسند عیش میں ہوگا، عالی مقام جنت میں، جس کے پھلوں کے گچھے جھکے

Presented by Ziaraat.Com

پڑ رہے ہوں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 74 تا 76)

ہمیں امید ہے کہ قارئین قیامت کے آثار و سامان و واقعات کی ایک بڑی فہرست بنا رہے ہوں گے۔ یہاں سارا قرآن پیش کرنا مقصود نہیں ہے یہ تو چند اہم مقامات تھے جن کا سامنے رکھنا ضروری تھا اب صرف دو مقامات اور دیکھ لیں تو ہم عنوان تبدیل کریں۔

اٹھارہواں بیان

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ o وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ o وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا،اَلْيَوْ مَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o هٰذَا كِتٰبُنَا....o (الجاثیۃ 29 تا 45/26)

موودی کا ترجمہ: ''اے نبیؐ، اِن سے کہو اللہ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہی تم کو اُس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، اور جس روز قیامت کی گھڑی آ کھڑی ہوگی اس دن باطل پرست خسارے میں پڑ جائیں گے۔ اُس وقت تم ہر گروہ (گروہ نہیں اُمت۔احسؔن) کو گھٹنوں کے بل گرا دیکھو گے ہر گروہ (گروہ نہیں اُمت۔احسؔن) کو پکارا جائے گا کہ آئے اور اپنا نامۂ اعمال (نامہ اعمال نہیں اپنی کتاب۔احسؔن) دیکھے۔ اُن سے کہا جائے گا: ''آج تم لوگوں کو اُن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے۔ یہ ہمارا تیار کرایا ہوا اعمال نامہ (اعمال نامہ نہیں کتاب۔احسؔن) ہے جو تمہارے اوپر ٹھیک ٹھیک شہادت دے رہا ہے (شہادت نہیں تمہارے متعلق باتیں کر رہا ہے۔احسؔن) جو کچھ بھی تم کرتے تھے اُسے ہم لکھواتے (لکھواتے نہیں لکھتے۔احسؔن) جا رہے تھے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 591-592)

بس جناب مثالیں یہاں ختم کرتے ہیں اور اللہ کا ایک اصولی بیان اور لکھتے ہیں تاکہ قیامت واقعی ہمہ گیر ہو جائے، سنئے:

اُنیسواں بیان۔تمام جاندار مخلوقات کو قیامت میں حاضر کیا جائے گا

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ،مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ o (انعام 6/38)

یہاں ہمارا ترجمہ ضروری ہے اس لئے کہ قریشی علما اِس آیت میں آئی ہوئی تین حقیقتوں کے منکر رہے ہیں۔ اس لئے غلط ترجمہ کرنے پر مجبور ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ اُمت اور اُمت کی جمع اُمَمٌ کا غلط ترجمہ کر کے حقیقی مقصد کو چھپا دیتے ہیں دوم وہ لفظ الکتٰب کو قرآن نہیں بلکہ نوشتۂ تقدیر کہہ دیتے ہیں تاکہ قرآن میں کمی اور خامی کی نفی نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ وہ قرآن کو مکمل کتاب نہیں مانتے۔ سوم یہ کہ وہ قیامت میں باقی جانداروں کو شامل نہیں کرتے، ہمارا ترجمہ پڑھئے:

ہمارا ترجمہ: ''زمینوں پر چلنے یا حرکت میں رہنے والے تمام جاندار اور ہوا میں پروں سے اڑنے والے تمام پرند و ملائکہ وغیرہ سب تمہاری مثل اُمتیں ہیں۔ ہم نے الکتاب یعنی قرآن میں کسی بھی چیز کے بیان کرنے میں کوئی کمی و کسر نہیں چھوڑی ہے۔ پھر مذکورہ جانداروں کو اُن کے پروردگار کی طرف اکٹھا کر کے (محشور) لایا جائے گا۔''

یہ ہے قیامت قرآن کی رُو سے جس میں کوئی ذی حیات مخلوق ایسی نہ رہے گی جو میدان حشر میں حاضر نہ ہو اور جس کی مواخذہ میں ضرورت نہ

Presented by Ziaraat.Com

پڑے۔اور جس کے بعد کسی کے ذمہ حقوق العباد رہ جائیں اور تمام حقوق اللہ سامنے نہ آجائیں۔رہ گئی وہ قیامت جو قریشی پالیسی کے ماتحت شیعہ سنی علمانے بیان کی ہے اُس میں حقوق العباد کے تحفظ کا کہیں نام ونشان تو کیا وہم بھی نہیں ہوتا۔اُس میں انصاف وعدل وجزا وسزا کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اُس میں امرت دھارا کی طرح ہر عبادت اور ہر نیکی اور ہر جرم وگناہ کا علاج جنت وجہنم بنا دیا گیا ہے۔

10۔قریشی قیامت قرآنی تصورات اور وعدوں کی تکذیب کرتی ہے اور عدل وانصاف کا مذاق اُڑاتی ہے اور عقل ودانش کا منہ چڑاتی ہے

اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا تھا کہ:

وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا o

''اور محمدؐ رسول اللہ نے عرض کیا کہ اَے میرے پروردگار حقیقتاً میری قوم نے اس قرآن کو اپنے اخذ واستنباط سے مہجور کر کے رکھ دیا ہے۔''

(فرقان 25/30) یعنی اِس کی راہنمائی سے ہجرت کر کے اپنی راہنمائی کے لئے ایک دوسرا راہنما اختیار کر لیا ہے۔(نسآء 4/60)

اللہ نے جواب میں فرمایا کہ:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا o (فرقان 25/31)

''جس طرح تمہاری قوم نے کیا ہے اُسی طرح ہم نے ہر نبیؑ کے لئے جرائم پیشہ لوگوں میں سے ہر نبیؑ کے دشمن بنائے رکھے ہیں۔بہرحال تمہاری قوم کے عملدر آمد کے مقابلے میں تمہارا رب تمہاری راہنمائی اور نصرت کے لئے کافی ہے۔''

اور اللہ نے قرآن میں یہ آخری فیصلہ بھی رسولؐ کو سنا دیا تھا کہ:

اللہ کا قریش کے متعلق آخری فیصلہ: وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ o (انعام 6/66)

''اَے رسولؐ، تیری قوم نے قرآن کی تکذیب کر دی ہے حالانکہ وہ ہر حیثیت سے حق ہے۔اُن کو بتا دو کہ میں تمہارے بارے میں تمہاری وکالت نہ کروں گا۔''

یہ دونوں آیات یہ فیصلہ کر دیتی ہیں کہ قریش نے قرآن کے ہر کلیدی تصور کو تبدیل کر کے اپنا تصور اور عقیدہ قرآن کے نام پر پھیلانا تھا اور یوں قرآن کی تکذیب کرنا تھی۔چنانچہ انہوں نے قیامت کے تصور کو قطعاً تبدیل کر دیا ذرا سوچئے کہ:

ایک شخص مشرک تھا۔ساری زندگی مشرک رہا،مشرک مرا مگر اُس نے زندگی بھر نہ کسی انسان کو ستایا نہ کسی کا حق مارا نہ زنا کیا نہ چوری کی الختصر شریفانہ زندگی گزار کر مر گیا۔قریشی اور قریش کے تیار کردہ شیعہ اور سنی علما یا عوام سے پوچھئے کہ قیامت میں اس کے لئے کیا فیصلہ ہوگا۔سب بڑے اطمینان اور بلا سوچے سمجھے کہیں گے کہ اُسے جہنم واصل کیا جائے گا اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔(یہی ہمارا جواب ہے) پھر پوچھیں کہ ایک اور مشرک تھا،مشرک رہا،مشرک مرا مگر اُس نے قتل بھی کئے ڈاکے بھی ڈالے اور بدترین مجرمانہ زندگی بسر کی تھی۔اس کیلئے قیامت میں کیا فیصلہ ہوگا؟ اُن دونوں فریق کے علما کا جواب ہوگا وہ جہنم میں جائے گا اور ہمیشہ وہیں رہے گا۔(ہمارا جواب یہ نہیں ہے)

اب مومنین کے لئے پوچھیں کہ: ایک مومن نے جان بوجھ کر ایک دوسرے مومن کو بلا خطا قتل کر دیا اور دنیا میں اُسے قتل کی سزا نہ ملی تھی۔قیامت میں اس کیلئے کیا فیصلہ ہوگا؟ وہ بھی کہیں گے اور قرآن بھی کہتا ہے کہ وہ جہنم میں جائے گا اور ہمیشہ وہاں رہے گا۔(نسآء 4/93) ہمارا بھی یہی جواب ہے۔پھر پوچھئے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

ایک مومن نے ایک سے زیادہ مومنین کو بلا خطا قتل کیا اور اُسے دنیا میں کوئی سزا نہ ملی اُس کے لئے قیامت میں کیا فیصلہ ہوگا؟ اُن سب کا جواب جہنم میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

پھر پوچھئے کہ: ایک مومن نے ساری عمر نماز نہ پڑھی تو کیا ہوگا۔ جواب جہنم ہوگا۔ اور

1: ایک مومن نے شریفانہ زندگی بسر کی، احکام خداوندی پر عمل کرتا رہا۔ اُس کا حشر کیا ہوگا؟ جواب جنت ہوگا۔ پھر:

2: ایک مومن نے شریفانہ زندگی بسر کی، احکام خداوندی پر عمل کیا اور مسجد بھی بنوائی تو......؟ جواب پھر جنت ہے۔

3: ایک مومن نے شریفانہ زندگی بسر کی، مسجد بنوائی، احکام خداوندی پر عمل کرتا رہا۔ اُس کے بچوں کو لوگوں نے مار ڈالا۔ اُس نے صبر کیا اُس کو لوٹ لیا گیا۔ اُس نے انتقام نہ لیا بلکہ صبر کیا تب......؟ جنت جواب ہے۔

4: مندرجہ بالا قسم کے مومنین اگر عہدِ رسوؐل کے تھے تب کیا ہوگا؟ جنت جواب ملے گا۔

اس لئے عرض کیا گیا تھا کہ جنت اور جہنم قریشی مذہب کیلئے اَمرت دھارا ہیں یعنی ہر قسم کی اور ہر مقدار کی نیکی اور بدی کی جزا جنت و جہنم ہے۔

(الف) قریش کے اسلامی نظام میں دنیا کی زندگی میں بھی نہ عدل ممکن ہے اور نہ انصاف ہوسکتا ہے

یعنی قاتل خواہ ایک شخص کا ہو یا بیس کا سزا ہر حال میں پھانسی ہے۔ اور جن کا آدمی قتل ہوا ہے، جو بچے یتیم ہوئے، جو عورت بیوہ ہوئی، جو ماں باپ بے سہارا ہو گئے، اُن کے لئے اسلامی نظام میں کیا جزا ہے؟ چور کے ہاتھ کاٹ دینے اور قاتل کو پھانسی دے دینے سے تو وہ نقصان پورا نہ ہوا جو مقتول اور چوری سے متاثر ہونے والوں کو ہوا۔ بات یہ ہوئی کہ ایک شخص کو کسی نے قتل کر کے اُس کے متعلقین کو بے سہارا کر دیا اسلامی نظام نے قاتل کو پھانسی دے کر ایک اور بے قصور خاندان کو بے سہارا کر دیا۔ اگر یہ انصاف وعدل ہے تو ظلم و جبر کس چیز کا نام ہوگا؟ لہٰذا ہم نے صحیح کہا کہ قریشی نظام ہو یا قریشی خدا کی قیامت ہو دونوں جگہ قرآن کی تکذیب ہوتی ہے۔ عدل وانصاف کا منہ چڑایا جاتا ہے۔

11۔ قرآن کی تکذیب قرآن میں اللہ کے وعدوں کی تکذیب ہے۔ اللہ نے کیا کیا وعدے کئے جن کو پورا کرنا اللہ پر واجب ہے؟

(1) اللہ کا ایک اعلان یا وعدہ: اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو رخصت کرتے وقت فرمایا تھا کہ:

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o (بقرہ 2/38)

مودودی ترجمہ: ''پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے، تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، اُن کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 68)

اللہ نے اس ابتدائی وعدہ کو قرآن میں بار بار دُہرایا ہے۔ (2/62، 2/112، 2/262، 2/274، 3/170، 5/69، وغیرہ وغیرہ)

ہم اور ساری دنیا گواہ ہے اور خود مودودی نے بھی اِن مقامات پر چپکے سے گزر کر اپنی گواہی دے دی ہے کہ اللہ کی ہدایات پر لفظ بلفظ عمل کرنے کے باوجود ہر قسم کا خوف اور ہر قسم کا حزن لوگوں کو پیش آتا رہا ہے۔ ہمارے سامنے محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کی پوری زندگیاں ہیں نہ اُن سے زیادہ اللہ کی ہدایات پر عمل کرنے والا کوئی گزرا اور نہ اُن سے زیادہ روح فرسا خوف وحزن کسی اور کو پیش آیا۔ اُن کے لئے اس وقت بھی شیعہ عورتوں کا ماتم اور نوحہ سُن رہا ہوں جو امام بارگاہ بیت العزا میں شہدائے کربلاؑ کی مجلس برپا کئے ہوئے امامؑ کا چالیسواں منا رہی ہیں۔ یعنی اُن حضرات پر ہدایاتِ خداوندی پر عمل کرنے کی وجہ سے جو مظالم ہوئے جو ننھے ننھے بچوں اور خاندانِ رسالت کی مستورات پر خوف وحزن اور شدائد گزرے اُن پر

Presented by Ziaraat.Com

آہ وزاری اور نوحہ اور ماتم کرتے ہوئے تیرہ صدیاں گزر گئیں۔ اس نام نہاد قریشی اسلام نے کوئی ایسی صورت بیان نہیں کی جس سے اللہ کے مندرجہ بالا قسم کے وعدوں کے پورا ہونے کی کوئی راہ نکلتی، اور فرمایا کہ:

(2) اللہ کا ایک اور اعلان اور وعدہ : وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ o (مائدہ 5/56)

مودودی ترجمہ: ''اور جو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور اہل ایمان کو اپنا رفیق بنالے اُسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔''

(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 482)

(3) (اور دوسری آیت) ...... وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ o (صٰفّٰت 173 تا 37/171)

''......اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے ہم پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں کہ یقیناً اُن کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا۔''

(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 313)

یہ خدا کے دو وعدے سامنے رکھیں اور یہ اعلان بھی سنیں کہ:

(4) اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ o (مجادلہ 58/19)

مودودی ''خبردار رہو، شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 365)

قارئین دل پر ہاتھ اور تاریخ پر نظر رکھ کر بلا رُو رعایت یہ بتائیں کہ آیا امام حسین علیہ السلام کا لشکر اللہ کا لشکر تھا یا نہیں؟ اور یہ کہ آیا حسینؑ اور اُن کے لشکر والوں نے اللہ و رسولؐ کو اپنا ولی سمجھا تھا یا نہیں؟ اور یہ کہ اُن کا مخالف یزید کا لشکر شیطان کا لشکر تھا یا نہیں؟ پھر یہ بتائیں کہ کربلا میں کس کا لشکر غالب رہا؟ حسینؑ کا یا یزید کا؟

ہم تاویلوں کے قائل نہیں ہیں اور ہم اللہ ہو یا رسولؐ ہوں قرآن کے الفاظ کے معنی بدلنے کو باطل کہتے ہیں۔ ہمیں اُن تاویلات سے اس وقت کوئی دلچسپی نہیں جو اس سلسلے میں کی گئی ہیں۔ بعد میں کیا ہوا زیر غور نہیں ہے نہ آیات میں بعد کی بات ہے نہ غلبہ کی قسمیں بیان کی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یزید کا لشکر غالب رہا اور ایسا غالب کہ طرفدارانِ حسینؑ کا بچہ بچہ قتل ہوا، پس ماندگان کو لُوٹ کر قیدی بنایا گیا، جلوس کی صورت میں شہروں اور سڑکوں پر پھرا کر ذلیل و رُسوا کیا گیا اور ایک سال سے زیادہ قید میں رکھا گیا، لشکر کے تمام افراد کے سروں کو نیزوں پر نمائش کے لئے گشت میں رکھا گیا، اس شکست کو فتح کہنے والے لفظ فتح کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اِس تباہی کو غلبہ قرار دینے والے اللہ اور اس کے وعدہ کو جھوٹا ثابت کرتے ہیں اور یہ قرآن کی کھلی تکذیب ہے۔ حسینؑ کی فتح تو تب ہوتی کہ یزید کی فوج میدان جنگ میں ڈھیر ہو جاتی اور انہیں لُوٹا جاتا اور اُن کے اہل وعیال کو در بدر پھرایا جاتا مگر ایسا نہیں ہوا۔ تمام وعدے اور اعلان غلط نکلے۔ اُن کے بعد بھی آج تک یزیدیت وقریشیت کا غلبہ ہے اور شیعوں میں سنیوں میں کہیں حسینیؑ کردار ہے نہ عمل ہے نہ نظریہ ہے۔ اور اس کے برخلاف چاروں طرف یزیدیت کا غلبہ ہے اور خود یہ ماتم کرنے والے یہ مجالسِ عزا برپا کرنے والے شیعہ، خلفاء قریش کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ بہرحال قریش اور قریش کی پیروی کرنے والوں نے جو قیامت پیش کی ہے اُس میں قاتلانِ حسینؑ اور شہدائے کربلا کے قتل کرنے والوں کے لئے بھی جہنم ہی ہے جیسا کہ ایک قتل کرنے والے کے لئے جہنم ہے اور حسینؑ اور دیگر شہداء کے لئے بھی جنت ہی ہے۔ رہ گیا جنت میں درجات کی بات تو وہ خود عدلِ خداوندی پر سجتی نہیں ہے۔ اور اُس قاعدہ سے غلط ہو جاتی ہے جو اللہ نے بیان کیا ہے کہ جنت میں کسی کو کسی قسم کی تکلیف اور رنج وغم اور تشویش نہ ہوگی اور درجہ کی کمی یقیناً باعثِ رنج وملال اور مستقل تکلیف ہوگی اور باعثِ تحقیر

Presented by Ziaraat.Com

بھی ہوگی جو جنتی کے لئے ممنوع ہے۔لہٰذا اب قریشی علما کو اللہ کے ایک اور وعدہ کی تکذیب کا مجرم کہنا پڑے گا۔بہر حال قریشی اسلام میں قرآن کی صرف تکذیب کا سامان ہے(سورہ انعام 6/66)۔اُن کو چاہئے کہ مندرجہ بالا اور آئندہ آنے والے وعدوں کی تصدیق میں کوئی آیت یا آیات پڑھیں اور دنیا کو بتائیں کہ یوں اللہ کا ہر وعدہ سچ نکلتا ہے۔اور اگر وہ ایسا نہ کرسکیں اور ہرگز نہ کرسکیں گے تو مان لیں کہ اُن کے اختیار کردہ اسلام اور تفہیم قرآن کی بنیاد، بقول خداوندی (6/66) تکذیب قرآن پر ہے۔

(5) اللہ کا ایک اور وعدہ جھٹلایا گیا

اللہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ذٰلِکَ لَہُمۡ خِزۡیٌ فِی الدُّنۡیَا وَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌo(مائدہ 5/33)

مودودی کیا سمجھے: ’’جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں اُن کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں، یا سُولی پر چڑھائے جائیں، یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلاوطن کردیئے جائیں۔یہ ذلت ورسوائی تو اُن کیلئے دنیا میں ہے اور آخرت میں اُن کیلئے اس سے بڑی سزا ہے۔‘‘(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 464-465)

اس ترجمے میں مودودی نے دوجگہ آیت کے حکم کی سنگینی کو ہلکا کرنے والے الفاظ استعمال کئے ہیں۔اوّل اللہ ورسولؐ سے جنگ کو’’لڑنا‘‘ بنایا ہے جو زبانی سخت کلامی تک استعمال ہوتا ہے۔دوم’’عذاب عظیم‘‘ کو’’بڑی سزا‘‘ بنادیا ہے جو بنچ پر کھڑا کردینے یا کان پکڑوادینے تک نیچے اُتر آتی ہے۔

آیت میں اللہ ورسولؐ سے جنگ دراصل رسولؐ ہی سے جنگ ہے اسلئے کہ اللہ سے جنگ انسانوں کے قابو کی بات ہی نہیں۔اور ہر معصومؑ سربراہِ اسلام سے جنگ رسولؐ اللہ سے جنگ ہے۔ورنہ رسولؐ کے انتقال کے بعد یہ جُرم اور آیت کا حکم ختم ہوجائے گا۔حالانکہ قرآن کا ہر حکم قیامت تک نافذ العمل ہے۔اب سوچئے کہ خود رسولؐ اللہ سے جنگیں کی گئیں پھر حضرت علیؑ سے جنگ کی گئی اور تمام سربراہانِ اسلام کو قید وبند میں رکھا گیا، زہر اور تلوار سے قتل کیا گیا، امام حسین علیہ السلام کو مع اُن کے طرفداروں کے قتل کیا گیا۔لیکن دنیا میں اس قتل عام اور جنگوں اور فساد کرنے کی سزا نہ خلافتِ الٰہیہ پر قبضہ کرنے والوں اور واقعہ کربلا کی بنیاد رکھنے والوں کو ملی، نہ یزید اور اس کی حکومت کے اہل کاروں کو ملی، نہ بعد کی خلافتوں کے سربراہوں کو ملی۔حالانکہ اللہ کے وعدہ میں لازم تھا کہ دنیا میں اُن کو قتل وسولی اور قطع اعضا اور جلاوطنی کی سزا ملتی۔لہٰذا اس وعدہ اور اعلان اور حکم کا نفاذ نہیں ہوا اور مجرم مرچکے۔اب یا تو قریشی علما قرآن سے یہ دکھائیں کہ یہ وعدہ فلاں فلاں آیت یا آیات کی رُو سے پورا ہوچکا یا قرآن سے دکھائیں کہ قیامت میں اُن تمام مجرموں کو جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پہلا صور پھونکنے تک اللہ ورسولوںؑ سے یا اُن کے جانشینوںؑ سے جنگ کرتے رہے یا دنیا میں فتنہ وفساد پھیلاتے رہے، اُن سب کو قیامت میں قتل کیا جائے گا یا پھانسیاں وسولی دی جائے گی اور اُن کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے اور یوں انہیں پہلے ذلیل ورُسوا کیا جائے گا اور اس کے بعد انہیں عذاب عظیم میں مبتلا رکھا جائے گا؟ قریشی علما اب کوئی نیا قرآن بنا نہیں سکتے اور اس قرآن کے اندر قیامت میں اِن سزاؤں کا کہیں ذکر نہیں ہے۔لہٰذا یہ مانئے کہ قریش کے اختیار کردہ مذہب میں اور اُن کی تفہیمِ قرآن میں قرآن کے اس وعدہ کو بھی جھٹلادیا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

(الف) سنگین مجرموں کو دنیا میں بھی سزا دینے اور آخرت میں بھی سزائیں دینے کے وعدے

اب چند مقامات مودودی کے ترجموں کے ساتھ قرآن سے اور دیکھ لیں کہ دنیا میں سزا دیا جانا ضروری ہے تاکہ باقی لوگ جرائم سے باز رہیں اور مظلوموں کو عدل وانصاف سے مطمئن کیا جائے اور سنگین جرائم پر آخرت میں بھی انہیں عذاب دیا جائیگا۔قرآن سنیئے اور قریشی علما کو بھی سنائیے اور یہ بھی نوٹ کیجئے کہ ہم لفظ عذاب کا ترجمہ مودودی کو ''سزا'' نہ کرنے دیں گے بلکہ عذاب کو عذاب ہی لکھیں گے، سنیئے:

(1) دنیا میں عذاب کا ایک وعدہ :

فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَ مَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ o (آل عمران 3/56)

مودودی نے مانا:

''جن لوگوں نے کفر وانکار کی روش اختیار کی ہے انہیں دُنیا اور آخرت دونوں میں سخت عذاب دوں گا اور وہ کوئی مددگار نہ پائیں گے۔''
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 259)

مودودی اینڈ کمپنی سے پوچھو کہ کروڑوں انسان کفر وانکار کی روش پر چلتے ہوئے مرگئے۔خصوصًا یزید اور اُس کی حکومت کے تمام افسران وعہدیدار و افواج کفر وانکار وقتل وغارت کی مستقل روش پر قائم رہ کر مرگئے اور اُن کے بزرگ قریش اور اُن کی نسلیں دنیا سے گزر گئیں اُن کو عذابِ خداوندی بلکہ شدید عذاب میں کب مبتلا کیا گیا اور اُن کے ناصرین برابر موجود رہے۔

(2) اور سنئے کہ قریشی مسلمانوں اور اُن کے راہنماؤں کا طرزِ عمل بیان ہو رہا ہے، قریشی راہنما اپنی قوم کو حکم دیا کرتے تھے کہ رسوؐل کا وہ حکم ماننا جو ہماری اس تفہیم کے مطابق ہو ورنہ بلا انکار کئے بچ نکلا کرو۔یعنی

...... یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ، یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا فَخُذُوْہُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ فَاحْذَرُوْا، وَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتْنَتَہٗ فَلَنْ تَمْلِکَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًااُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰہُ اَنْ یُّطَھِّرَ قُلُوْبَھُمْ، لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ، وَّ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ o (مائدہ 5/41)

مودودی کا بادلِ ناخواستہ ترجمہ:

''کتاب اللہ کے الفاظ کو اُن کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں، اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مانو نہیں تو نہ مانو (یہ بددیانتی ہے فَاحْذَرُوْا کے معنی تو حذر کرنا بچ کر نکل جانا ہیں۔احسؔن) جسے اللہ ہی نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہو اُس کو اللہ کی گرفت سے بچانے کیلئے تم کچھ نہیں کرسکتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہ چاہا، اُن کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں سخت سزا۔(عذابِ عظیم۔احسؔن)'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 470-471)

قارئین نے پہچان لیا ہوگا کہ یہ رسوؐل کی وہی قوم ہے جس کے اَخذ واستنباط کی حضوؐر نے اللہ سے شکایت کی تھی (فرقان 25/30) جس نے قرآن کو مہجور کیا تھا۔یہاں قوم کے راہنماؤں کا طریقۂ قرآن فہمی اور اپنی قوم کو احکام دینا بھی ثابت ہوگیا۔یہی وہ طرزِ عمل تھا جس سے سارے قرآن کو جھٹلا کر اپنے تصور کی تائید کرائی ہے۔اور جس کا ثبوت سامنے ہے۔بتایئے قرآن کی تحریف کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کو دنیا میں کب رسوا کیا گیا؟ وہ تو سب بڑی عزت واحتشام سے دنیا سے رُخصت ہوئے تھے؟

Presented by Ziaraat.Com

(3) **قریش کو دنیا میں عذاب دینا ضروری ہے:** قریش کو دنیا میں عذاب میں مبتلا کرنے کی ایک پیش گوئی سنیں، ارشاد ہے:

فَلَا تُعۡجِبۡکَ اَمۡوَالُھُمۡ وَ لَآ اَوۡلَادُھُمۡ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمۡ بِھَا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ تَزۡھَقَ اَنۡفُسُھُمۡ وَ ھُمۡ کٰفِرُوۡنَ o (توبہ 9/55)

مودودی ترجمہ: ''اِن کے مال و دولت اور ان کی کثرتِ اولاد کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ، اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ اِن ہی چیزوں کے ذریعہ سے ان کو دنیا کی زندگی میں بھی مبتلائے عذاب کرے اور یہ جان بھی دیں تو انکارِ حق ہی کی حالت میں دیں۔'' (تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 202)

ثابت ہوا کہ قریش کو دنیا میں زندگی گزارنے کے دوران اللہ کی طرف سے عذاب میں مبتلا کرنا تھا۔ لیکن قریشی تاریخ کی رُو سے قریش کو عذاب نہ ہوا اور وہ اپنی فطری موت مرتے رہے۔ لہٰذا دنیا میں عذاب کا یہ وعدہ بھی اللہ کے ذمہ باقی ہے۔ اور قریش کے مذہب میں یہ وعدہ بھی غلط نکلا۔ اور وہ یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ وعدہ پورا ہوا یا نہیں؟ اور ہوا تو کب ہوا؟ یا اب اُن کے دنیا سے گزر جانے کے بعد کب اور کیسے صحیح ثابت ہوگا؟ اور قرآن سے یہ بات ہرگز معلوم نہیں ہوسکتی کہ دنیاوی زندگی کے دوران کیئے ہوئے وعدوں کو اللہ قیامت میں پورا کرے گا۔

(4) **مودودی نے اپنے بزرگوں کو چھپانے کے لئے کٰفِرُوۡنَ کا ترجمہ غلط کیا ہے**

چونکہ قریش کو دنیا میں عذاب دینے کی بات ہوئی ہے اور اُن کے لئے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ وہ کفر کی حالت میں مریں گے اور چونکہ قریشی علما کفر اور کافر کے معنی'' منکرِ اسلام'' یا'' منکرِ دین'' کرتے رہتے ہیں اس لئے تمام مسلمان، شیعہ ہوں یا سُنی، یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں لفظ'' کافر'' آتا ہے وہاں مسلمان نہ مخاطب ہوتے ہیں نہ وہاں مسلمانوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ تو مومن ہوتے ہیں، خواہ اچھے مومن ہوں، یا بُرے اور گھٹیا درجے کے مومن ہوں؛ بہرحال مسلمان، منکرِ اسلام یا منکرِ خدا اور رسُولؐ نہیں ہوتے۔ لیکن قریشی علما نے یہ بڑا گہرا اور مسلسل فریب دیا ہے۔ یہ بات خود مودودی کے قلم سے پڑھیں وہ لکھتے ہیں کہ:

(5) **کفر کے اصلی معنی مودودی سے:** ''161؎ کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں۔ اِسی سے انکار کا مفہوم پیدا ہوا اور یہ لفظ ایمان کے مقابلے میں بولا جانے لگا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 129)

آپ نے دیکھا کہ لفظ'' کفر'' کے اصلی معنی'' چھپانے'' کے ہوئے تو لفظ'' کافر'' کے معنی خود بخود'' چھپانے والا'' ہوئے اور لفظ'' کٰفِرُوۡنَ'' کے معنی'' چھپانے والوں'' ہونا چاہیں نہ کہ'' منکروں'' یا'' نہ ماننے والوں'' کے۔ لہٰذا اللہ نے اس آیت (9/55) میں یہ فرمایا ہے کہ قریش مرتے دم تک حقیقت کو چھپاتے ہی رہیں گے ہرگز ظاہر نہ ہونے دیں گے۔ اور قریش کا تو مذہب ہی یہ ہے کہ وہ جس طرح ہو سکے حق کو چھپاتے چلے جائیں۔ اسی لئے اُنہوں نے قرآن کے ہر کلیدی لفظ کے معنی مقررہ و متعینہ مقام سے ہٹا کر دوسرے اور کئی کئی معنی جڑ دیئے اسی لئے قرآن نے ابھی (سابقہ وعدہ نمبر2) فرمایا تھا کہ: یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوَاضِعِہٖ..... (مائدہ 5/41)

مودودی: '' کتاب اللہ کے الفاظ کو اُن کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 470-471)

یہی کام مودودی نے کیا ہے۔ یعنی مان کر کہ کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں اسلامی حقیقت چھپانے والوں کو ساری دنیا کی نظروں سے چھپا دیا ہے۔ اور شیعہ اجتہادی علما نے بھی شروع سے کفر و کافر کے قریشی معنی کر کے اپنے حقیقی بزرگوں اور راہنماؤں کو چھپانے میں قریشی علما کی مدد کی ہے۔

(6) **لفظ کفر کے معنی پر مزید روشنی:** قارئین یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ عربی زبان میں تین ایسے لفظ ہیں جن کے معنی اُردو میں'' چھپانا'' کرلئے

Presented by Ziaraat.Com

جاتے ہیں۔اوروہ تینوں قرآن میں مختلف عربی صورتوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

اوّل: ''کَتَمَ'' سے مضارع کا لفظ یا صیغہ ''یَکْتُمُ'' قرآن میں ہے: رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗ......الخ

مودودی ترجمہ: " آلِ فرعون میں سے ایک مومن شخص، جواپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا۔''(تفہیم القرآن جلد4 صفحہ 405)

دوسرالفظ: '' خَفِیٌّ ''جس سے الفاظ خفیہ اورمخفی وغیرہ بنتے ہیں۔

قرآن: قرآن کریم نے اس لفظ کو بار باراورکئی صورتوں میں استعمال کیا ہے۔لہٰذا ایک مقام دیکھیں جہاں قریش کی اِسی خفیہ پالیسی کا ذکر ہو رہا ہے۔پوری آیت پڑھنے سے قریشی مسلمانوں کا اسلام بھی واضح ہو جاتا ہے۔ہم صرف لفظ کا استعمال اور معنی دکھا کرآگے بڑھیں گے ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ یُخْفُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ...... الخ (آلِ عمرانؑ 3/154)

مودودی: ''اِن سے کہو'' (کسی کا کوئی حصہ نہیں) اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں'' دراصل یہ لوگ (یہ لوگ نہیں یہ قریشی مسلمان۔احسؔن) اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اُسے تم پر ظاہر نہیں کرتے اُن کا اصل (قلبی وقومی اور پوشیدہ۔احسؔن) مطلب یہ ہے کہ ''اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 296)

دونوں باتیں واضح ہوگئیں یعنی اُدھر یہ معلوم ہوگیا کہ چھپانے کے لئے عربی زبان میں دوسرالفظ خَفِیٌّ ہےاورطرح طرح سے قرآن میں استعمال بھی ہوا ہے لہٰذا علما کو یہ چاہیے تھا کہ وہ الفاظ کے صحیح معنی استعمال کرتے۔مگراُنکی پالیسی اور مذہب ہی یہ تھا کہ وہ رسوؐل کے قائم کردہ اقتداراورحکومت پر قبضہ کرلیں اوراُنہوں نے اپنی قومی حکومت بنا کر چھوڑی اوراپنی حکومت اور مذہب کو برحق ثابت کرنے اور حقیقتِ اسلامی کو چھپانے کے لئے قرآن میں معنوی تغیر وتبدل جاری کیا اوراس حق پوشی ہی کو لفظ کفر سے قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

(7) کفر کے معنی کسی چیز یا حقیقت کو اپنے فائدے کے لئے چھپانا ہیں

ہم فی الحال تفصیل میں جانے کا وقت نہیں پاتے صرف اتنا بتاتے ہیں کہ کاشتکار عمدہ اناج کو بیج کے لئے محفوظ رکھتا ہے۔گھر میں تنگی ترشی سے بسر کرتا ہے لیکن فصل بونے اورکئی گنا اناج حاصل کرنے کے لئے اُدھر بیج کو سال بھر چھپائے رکھتا ہے پھرکھیت میں ڈال کرمٹی میں چھپا دیتا ہے اسلئے اللہ نے کسانوں کو کفار فرمایا ہے یعنی عمدہ فصل اورنتیجہ حاصل کرنے کے لئے بیج کو چھپانے والا، سنئے:

قرآن کا اصلی جملہ: کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُهٗ ......(الحدید 57/20)

مودودی؛پوری آیت کا ترجمہ سنئے: ''خوب جان لوکہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اورتمہارا آپس میں ایک دوسرے پرفخر جتانا اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہوگئی تو اُس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہوگئے۔(تفہیم القرآن جلد5 صفحہ 317)

ثابت ہوا کہ واقعی کفر کے معنی حقیقت کو چھپانا ہیں اور کفر یا کافر کے معنی منکرِ اسلام یا منکر یا انکار کرنا قریشی فریب ہے جوسارے قرآن میں پھیلایا گیا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ لفظ کفر سے مذہب اور عقیدے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ایک دیندار بھی کفر کرسکتا ہے اور کافر ہوسکتا ہے۔ایک

Presented by Ziaraat.Com

بے دین بھی کفر کرسکتا ہے اور کافر کہلا سکتا ہے۔ اور ایک مسلمان بھی مسلمان رہتے ہوئے حقیقتِ حال کو چھپانے کی بنا پر کافر کہلا سکتا ہے۔ لہٰذا قریش مسلمان و مومن و نمازی و حاجی اور تہجد گزار ہوتے ہوئے پورے قرآن میں اِدھر سے اُدھر تک لفظ کافر سے پکارے جاتے رہے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے حکومتِ علویہ کو غصب کرنے کو چھپانا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام کے حقِ حکومت کو چھپانا تھا، آپ کے حقوق کو غائب کرنا تھا اور اپنی بدکرداری اور ظلم و ستم اور استبداد پر پردہ ڈالنا تھا اور خود کو حقیقی مومن و مسلم کی صورت میں پیش کرنا تھا یہی سبب تھا قرآن میں معنوی تحریف کا۔

(8) کفر کے معنی میں مودودی کی بوکھلاہٹ اور ہمارے بیان کردہ معنی کی تصدیق و تفصیل

قبل اس کے کہ ہم کفر کے معنی پر قرآن سے مزید ثبوت اور حقیقی مومنین کو خوشخبریاں پیش کریں یہ سمجھ لیں کہ لفظ انکار اور منکر خود عربی زبان کے الفاظ ہیں اور قرآن میں استعمال ہوئے ہیں اور مودودی سے ترجمہ سنئے:

قرآن؛ منکر کے معنی: وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ٥ (انبیآء 21/50)

مودودی ترجمہ: ''اور اب یہ بابرکت ''ذکر'' ہم نے (تمہارے لئے) نازل کیا ہے۔ پھر کیا تم اس کو قبول کرنے سے انکاری ہو؟ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 163)

خوشخبریاں اور کفر کے معنی چھپانا: اب یہ دیکھیں کہ جو مومنین محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیھم کے پسندیدہ ہوں گے اُن کی ہر برائی جو ملائکہ نے اُن کے اعمال نامہ میں لکھی ہوگی اللہ بروز حساب اُن تمام برائیوں کو اُن کے نامۂ اعمال سے غائب کردے گا، چھپا دے گا، پوشیدہ کردے گا۔ یعنی لفظ کفر کا اِن تین معنی میں استعمال ہونا دیکھیں اور اپنی محبتِ محمدؐ و آل محمدؐ پر خوش ہوں۔ اور ہر وہ کام نہ کریں جس سے وہ حضرات علیھم السلام ناراض و رنجیدہ ہوتے ہوں۔ قرآن سنئے اور مودودی کی بدنصیبی اور کمائی پر افسوس کیجئے:

مومنین کی دعا: (1) رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا..... (آل عمران 3/193)

مودودی ترجمہ: ''پس اے ہمارے آقا، جو قصور ہم سے ہوئے ہیں اُن سے درگزر فرما، جو برائیاں ہم میں ہیں انہیں دُور کردے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 311-312)

یہاں اس قدر دیکھنا ہے کہ اب لفظ کُفر کے معنی اسلام کا انکار نہیں کرتے بلکہ كَفِّرْ کے معنی دُور کرنا کرتے ہیں؛ اور سنئے:

اللہ کا فیصلہ: (2) لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ.....(3/195)

مودودی ترجمہ: ''اُن کے سب قصور میں معاف کردوں گا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 313-312)

یہاں دُور کرنے کی جگہ معاف کرنا لکھا ہے، اور سنیئے:

اللہ کا وہی بیان: (3) لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ..... (مائدہ 5/12)

مودودی کا بدلتا ہوا ترجمہ: ''یقین رکھو کہ میں تمہاری برائیاں تم سے زائل کردوں گا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 451)۔

اب دور کرنا، معاف کرنا کی جگہ زائل کرنا معنی ہوگئے؛ ایک مقام اور دیکھئے:

اللہ کا وہی بیان: (4) نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ..... (نسآء 4/31)

مودودی کا کھیل: ''تمہاری چھوٹی موٹی برائیوں کو ہم تمہارے حساب سے ساقط کردیں گے'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 346)

Presented by Ziaraat.Com

موودودی اپنے بزرگوں کی سنت یعنی فریب سازی سے نہیں چوکے

قارئین نوٹ کرتے چلیں کہ اس آخری آیت (4/31) میں کوئی ایسا عربی کا لفظ نہیں ہے جس کے معنی ''چھوٹی یا موٹی'' کئے جاسکتے۔ یعنی مودودی نے بفضلِ شیطان خود ہی اضافہ کردیا اور بتادیا کہ مودودی کو یہ پسند نہیں کہ اللہ چھوٹی موٹی برائیوں کے علاوہ کوئی بڑی برائی چھپادے یا معاف کردے یا اعمالنامہ سے ساقط کردے یا زائل کردے۔ بہرحال ہم نے تمام جھوٹوں کو گھر تک پہنچادیا۔ اب پھر اللہ کے وعدے ملاحظہ ہوں اور دیکھیں کہ مودودی قسم کے لوگوں کو اس دنیا میں عذاب اور سزا ملنا ضروری و لازم ہے اور اُن کو سزا اور عذاب ملنے سے پہلے قیامت ہرگز قائم نہ ہوگی۔

(9) قریش کو دنیا و آخرت دونوں جگہ دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے حق پوشی کا اعلان کیا، اسلام لاکر حق پوشی کی، انتقام لیا

اللہ کا اعلان اور وعدہ : يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا، وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ وَ هَمُّوۡا بِمَا لَمۡ يَنَالُوۡا وَمَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ فَاِنۡ يَّتُوۡبُوۡا يَكُ خَيۡرًا لَّهُمۡ وَ اِنۡ يَّتَوَلَّوۡا يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا فِى الدُّنۡيَا وَ الۡاٰخِرَةِ وَمَالَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّ لَا نَصِيۡرٍo (توبہ 9/74)

مودودی کا کافرانہ ترجمہ: ''یہ لوگ (یہ لوگ نہیں یہ قریشی مسلمان۔احسن) خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی، حالانکہ اُنہوں نے ضرور حق کو چھپانے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ اسلام لانے کے بعد حق کو چھپانے پر کاربند ہوگئے ہیں۔ اور انہوں نے وہ کچھ کرنے کی ہمت کی جسے کر نہ سکے۔ یہ اُنہوں نے اِسی بات کا انتقام لیا ہے نا کہ اللہ اور اُس کے رسوؐل نے اپنے فضل سے اُن کو غنی کردیا ہے؟ اب اگر یہ اپنی اس حق پوشی کے اعلان سے توبہ کرلیں تو اُن کے لئے خیر ہے اور اگر اُنہوں نے اقتدار اور ولایت پر قبضے کی اسکیم کو جاری رکھا تو اللہ اُن کو نہایت دردناک عذاب دے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور دنیا میں اُن کا کوئی ولی اور نصرت کرنے والا نہ ہوگا۔''
(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 216-217)

مودودی کے ترجمہ میں اصلاح اور اصلاح کی وجہ: قارئین نوٹ کریں کہ ہم نے کفر کے سلسلے میں آئے ہوئے قرآنی بیان میں مودودی کے فریب کارانہ ترجمہ کی اصلاح کر کے مودودی کا مسلمہ یا اصلی ترجمہ لکھ دیا ہے۔ مودودی چاہتے تھے کہ اُنہیں کافر بنا کر نظرانداز کردیں مگر وہ تمام مسلمان لوگ تھے اور انہوں نے رسوؐل اور تمام مسلمانوں سے مخفی طور (3/154) پر قیادت وحکومت پر قبضہ کرلینے کا فیصلہ کیا تھا اور اس لئے حقیقت کو چھپانے کی بات کی تھی۔ اور رسوؐل کو قتل تک کردینے کی ہمت کی تھی مگر ناکام ہوگئے تھے((مودودی: تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 216-217، حاشیہ 84) پھر جو لوگ یہ کام کررہے تھے وہ غنی قسم کے مسلمان تھے۔ اور اللہ و رسوؐل نے اُن کو غنی کیا تھا۔ اُن کی توبہ کا اور توبہ قبول ہوجانے کا قرآن میں ذکر نہیں ہے اور اُن کا قومی حکومت بنالینا ظاہر ہے لہٰذا اُنہوں نے لفظ يَتَوَلَّوۡا پر عمل کیا یعنی ممانعت کے باوجود اپنی قومی ولایت وحکومت قائم کرلی اور تَوَلّٰى اور تَوَلَّيۡتُمۡ کے معنی ولایت قائم کرنا یا اقتدار حاصل کرنا ہے۔ مودودی کے نزدیک بھی متفقہ وصحیح ہیں (دیکھو تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 159، آیت 2/205) اور (آل عمران 3/154 صفحہ 296 جلد اوّل) اور (نور 24/11 صفحہ 366 جلد 3) اور اب لازم ہے کہ قریشی مسلمانوں کو، قریشی حکومتوں اور حکمرانوں کو اور اُن کے قائم کردہ مذہب کے تمام پیروؤں کو دنیا میں دردناک عذاب دے کر قیامت قائم ہو اور پھر جہنم

Presented by Ziaraat.Com

میں ابدالآباد دردناک عذاب میں مبتلا رہیں۔ یہ وعدہ بھی قریشی تفہیم سے غلط نکل چکا ہے۔ اور سنئے:

(10) قریش کو دنیا میں عذاب کا ایک اور وعدہ

لَهُمۡ عَذَا بٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ لَعَذَابُ الۡاٰخِرَۃِ اَشَقُّ وَ مَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ وَّاقٍo (الرعد 13/34)

مودودی ترجمہ: ''ایسے لوگوں کے لئے دنیا کی زندگی ہی میں عذاب ہے۔ اور آخرت کا عذاب اُس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو اُنہیں خدا سے بچانے والا ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 463)

یہ نوٹ کرنے کی بات ہے اور ہر آیت میں آرہی ہے کہ دنیا میں قریش ایسی حالت میں عذاب وسزا میں مبتلا کئے جائیں گے جب اُن کی نہ حکومت ہو گی نہ کوئی طرفدار وحمایت کرنے والا ہوگا۔

(ب) احکاماتِ خداوندی پر عمل کرنے والوں کو بھی دنیا وآخرت دونوں جگہ اُن کی جزا ملنے کا وعدہ اور اعلان کیا گیا ہے

اب قارئین یہ نوٹ کریں گے کہ اللہ کی طرف سے نیک اور دین دار انسانوں کو پہلے دنیا میں جزا ملے گی اور پھر آخرت میں بھی انہیں جزا دی جائے گی۔ آج قریشی علما مسلمانوں کو یہ کہہ کر فریب دیتے ہیں کہ تمہیں دنیا میں اگر کوئی جزا نہ بھی ملے تو یقیناً آخرت میں تمہیں جزا ملے گی۔ یعنی وہ مسلمانوں کو اُدھار جزا کے بھروسہ پر رکھ کر دین کو اُدھار بنائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ:

(اوّل) **قُلۡ یٰعِبَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ ؕ وَ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍo** (زمر 39/10)

مودودی ترجمہ: ''اے نبیؐ کہو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، اپنے رب سے ڈرو۔ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا ہے اُن کیلئے بھلائی ہے اور خدا کی زمین وسیع ہے۔ صبر کرنیوالوں کو تو اُنکا اجر بے حساب دیا جائے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 363)

مودودی کی تشریح: '' 30۔ دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی۔ اُن کی دنیا بھی سدھرے گی اور آخرت بھی۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 363)

گو مودودی نے اپنی تشریح میں وہ مقصد بیان کر دیا جو اللہ کا اِس آیت میں (39/10) مقصد تھا۔ اور جو آیت کے صرف ترجمہ سے واضح ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن علامہ کے ترجمہ میں یہ بات باقی رہ گئی کہ آیا نیکی یا احسان پیشہ لوگوں کو اُنکی نیکی اور احسانات کی جزا اس دنیا میں بھی ملے گی یا نہیں؟ ترجمہ کر چکنے اور دنیا میں جزا کو غائب کر جانے کے بعد علامہ چونکے اور تشریح میں یہ جملہ لکھ کر ترجمہ کی غلطی دور کر دی کہ:

''دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی۔ اُن کی دنیا بھی سُدھرے گی اور آخرت بھی۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 363)

ہمارا اعتراض یہ ہے کہ یہ بات ترجمہ میں کیوں نہ لکھی؟ اگر تم تشریح نہ کرتے تو تمہارے پیرو مسلمان تو یہی سمجھتے کہ دنیا میں بھی جزا کا دیا جانا اللہ نے نہیں فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم پر واجب ہو گیا کہ ہم یہ دکھائیں کہ مودودی کا ترجمہ غلط ہے۔ علامہ رفیع الدین کا ترجمہ دیکھیں:

رفیع الدین کا ترجمہ: کہہ اے بندو میرے جو ایمان لائے ہو ڈرو پروردگار اپنے سے، واسطے اُن لوگوں کے کہ نیکی کرتے ہیں بیچ اِس دنیا کے نیکی ہے اور زمین اللہ کی کشادہ ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ پورا دئے جاویں گے صبر کرنے والے ثواب اپنا بے حساب۔'' (ترجمہ 39/10)

اس آیت (39/10) کے یہ ترجمے اللہ کی ترجمانی اب بھی نہیں کرتے ہیں

قریشی طرزِ ترجمانی اس لئے اختیار کی گئی تھی کہ قریشی پالیسی کی ترجمانی ضرور ہوتی رہے خواہ اللہ کی ترجمانی ہو یا نہ ہو۔ قریشی پالیسی کی

Presented by Ziaraat.Com

ترجمانی کے لئے جہاں اور بہت سے حربے اختیار کئے گئے وہاں سب سے بڑا حربہ یہ تھا کہ عربی زبان کے الفاظ کے عموماً اور قرآنی الفاظ کے خصوصاً معنی تبدیل کئے جائیں۔الفاظ کواُن کے غلط محل پر استعمال کیا جائے (نسآء 4/46، مائدہ 5/13) اور نہایت عاقلانہ انداز میں الفاظ کے معنی کو غلط معنی میں بکھیر کراُن کا استقلال مٹا دیا جائے (بقرہ 2/75) اس حربے پر عہدِ رسوؐل ہی میں قریش نے بھرپور عمل کیا اور اسی کی شکایت رسوؐل اللہ نے اللہ سے کی تھی اور پورے قرآن کے متغیر ہوجانے کو اللہ نے قرآن میں ریکارڈ کر دیا تھا (فرقان 25/30) یہاں یہ تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اس زیرِ گفتگو آیت (39/10) میں لفظ ''وَاتَّقُوْا'' آیا ہے جس کا مادہ اور بنیاد ''و۔ق۔ی'' ہے اور اُسکا مصدر ''وِقَایَةً'' ہے۔اور اسکے اوّلین و بنیادی معنی ہیں ''کسی چیز کو بُرے اثرات یا نتائج سے بچانا یا محفوظ رکھنا'' اور اسی مصدر سے لفظ ''تَقْوٰی'' اور ''مُتَّقِی'' وغیرہ بنتے ہیں۔اور اسی مصدر سے واحد ماضی مذکر غائب ''وَقٰی'' ہے۔یعنی

1: وَ وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِo فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکَ... (دخان 44/56-57)

مودودی: ''اور اللہ اپنے فضل سے اُن کو جہنم کے عذاب سے بچادے گا'' (44/56-57 تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 573) جحیم کے غلط معنی کئے ہیں۔

2: فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَکَرُوْا......الخ (مومن 40/45)

مودودی: ''آخر کار اُن لوگوں نے جو بُری سے بُری چالیں اُس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے اُن سب سے اُس کو بچالیا'' (ایضاً، صفحہ 412)

معلوم ہوا کہ اس مادہ (و۔ق۔ی) اور مصدر (وقایة) کے معنی نقصان یا خطرہ سے بچنا یا بچانا ہیں۔اور یہ تمام عربی دانوں کے مسلمات میں سے ہے کہ عربی زبان کے مصدری معنی ہر اُس لفظ میں برقرار رہتے ہیں جو اُس مصدر سے نکلے یا بنتا ہو۔اب مودودی کو اس اصول اور قاعدے کے مطابق ترجمہ کرتے ہوئے دیکھ لیں:

3: وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ لِمَنِ اتَّقٰی وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْا اَنَّکُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ o (بقرہ 2/203)

لفظ ''اِتَّقٰی'' اور ''اِتَّقُوْا'' کا صحیح ترجمہ مودودی

''اور جو کچھ دیر زیادہ ٹھیر کر پلٹا تو بھی کوئی حرج نہیں۔بشرطیکہ یہ دن اُس نے تقویٰ کے ساتھ بسر کئے ہوں۔اللہ کی نافرمانی سے ''بچو'' اور خوب جان رکھو کہ ایک روز اُس کے حضور میں تمہاری پیشی ہونے والی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 158)

نوٹ کریں کہ یہاں مودودی نے لفظ ''اِتَّقُوْا'' کے معنی ''بچنا'' اور صحیح کئے ہیں۔لیکن یہی لفظ ''اِتَّقُوْا'' زیرِ گفتگو آیت (39/10) میں آیا تھا تو وہاں اس کے معنی ''ڈرو'' کئے تھے۔اور مودودی نے اس مصدر سے نکلنے والے الفاظ کے معنی کو بار بار ڈرنے اور خوفزدہ ہونے کے معنی میں استعمال کرکے اس مصدر کے مصدری معنی کو ہلا کر اور مشکوک کرکے رکھ دیا ہے۔مثال کے طور پر لفظ ''اِتَّقُوْا'' کے معنی ڈرو اور ڈرنا ان آیات کے ترجموں میں دیکھ لیں (بقرہ 2/24، 2/48، 2/123، وغیرہ) حالانکہ عربی میں ڈرو اور ڈرنا کیلئے لفظ ''خَوْفٌ'' موجود اور قرآن میں بار بار استعمال ہوا ہے۔اور اوّلین وعدہ میں ہم نے لکھا ہے یعنی: فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ o (2/38)

لہٰذا قریشی پالیسی ہر طرح اور بار بار ثابت ہوتی چلی جائے گی۔ ''کہ قرآن کے معنی بدلو اور اپنا اُلو سیدھا کرو۔''

آیت زیرِ بحث (39/10) کی صحیح ترجمانی یہ ہے کہ:

مودودی نے اور تمام مترجمین نے اپنے ترجموں میں یہ تو ضرور لکھ دیا کہ ''اپنے رب سے ڈرو'' مگر یہ نہیں بتایا کہ اللہ نے اس آیت میں کس بات سے

Presented by Ziaraat.Com

ڈرنے یا بچنے کا حکم دیا ہے؟ لہٰذا ہمارا صحیح ترجمہ اس کی وجہ بتاتا ہے، سنئے:

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ o(زمر 39/10)

''اے نبیؐ میرے مومن بندوں سے کہہ دو کہ وہ اُن لوگوں کے متعلق غلط تصورات رکھنے میں اپنے پروردگار سے بچ کر رہیں جنہوں نے احسان پرعمل درآمد رکھا ہوا ہے۔اُن کے لئے تو (فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ)اس دنیا میں بھی اچھائیاں ہیں اور اللہ کی زمین تو اُن کی اچھائیوں کی بناپروسیع ہے۔اور مجسم ومکمل صبر اور صابروں کو اُن کا اجر بےحساب ولامحدود ملے گا۔''

معلوم ہوا کہ تمام ایماندار بندوں کو مذکورہ حضرات کے متعلق منہ بند رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس آیت (39/10) سے یہ بات طے ہوگئی کہ اِس دنیا میں بھی مومنین کو اُن کا اجر ملنا چاہئے اور مومنین کے اس حق پر مودودی متفق ہیں۔مگر سابقہ تمام بیانات بتاتے ہیں کہ ظالم وجابر لوگ ظلم وستم کر کے مرتے رہے۔اور مومنین ظلم وستم سہتے اور صبر کرتے اور نوع انسان پر احسان کرتے کرتے مر گئے۔نہ ظالموں کو سزا ملی نہ نیکوکاروں کو جزا ملی۔اور نہ قریشی مذہب اور قرآن کی تفہیم میں کوئی ایسی گنجائش ملی جس سے مندرجہ بالا خدائی وعدوں کا اس دنیا میں پورا ہونا معلوم ہوتا۔

(دوم) <u>اللہ نے اُن لوگوں کو پسند فرمایا ہے جو دنیا اور آخرت دونوں جگہ اپنا اجر اور اپنی بھلائیاں مانگتے رہے اور صرف دنیا طلبوں کو ناپسند ومحروم کیا ہے</u>

تمام مومنین اس کا یقین رکھتے تھے کہ اُنہیں دنیا میں بھی بہترین زندگی بسر کرنے کو ملے گی اور اُن کی آخرت بھی شاندار ہوگی۔اور انہوں نے اپنے اسی یقین کی بناپر اللہ سے یہ چاہا کہ اُنہیں اُن کی اسلامی زندگی کا نتیجہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بہتر سے بہتر ملے۔

<u>دنیا طلب لوگ اور دنیا وآخرت طلب لوگ:</u> اللہ نے دونوں قسم کے لوگوں کا ایک ہی جگہ مسلسل یوں ذکر فرمایا ہے کہ:

...... فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ o(بقرہ 2/200)

(1) <u>مودودی کیا سمجھے:</u>''(مگر اللہ کو یاد کرنے والے لوگوں میں بھی بہت فرق ہے) اُن میں سے کوئی تو ایسا ہے، جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب، ہمیں دنیا ہی میں سب کچھ دیدے۔ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 157)

(2) <u>مودودی نے مان لیا کہ:</u>

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ o اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ o(بقرہ 2/201-202)

''اور کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصہ پائیں گے اور اللہ کو حساب چکاتے کچھ دیر نہیں لگتی۔''(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 158)

اور سنیئے کہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تھا کہ:

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ......(اعراف 7/156)

(3) <u>مودودی ترجمہ:</u>''اور ہمارے لئے اس دنیا کی بھلائی بھی لکھ دیجئے اور آخرت کی بھی، ہم نے آپ کی طرف رجوع کرلیا''(ایضًا جلد 2 صفحہ 84)

Presented by Ziaraat.Com

(سوم) احسان پیشہ حضرات (39/10) کا دوبارہ تذکرہ ہوا ہے اُن کے لئے دوبارہ دونوں جہانوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے

یہ تذکرہ اور اس پر بحث و تنقید پہلے ہو چکی ہے (عنوان ب کی ابتدا) کہ احسان پیشہ حضرات کے لئے دنیا اور آخرت دونوں مقامات پر بھلائی ہی بھلائی ہے انہیں کسی بُری بات کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ اب پھر اُن کا تذکرہ یوں ہوا ہے کہ:

وَ قِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا خَيْرًا لِلَّذِينَ اَحْسَنُوْا فِى هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ o (نحل 16/30)

مودودی ترجمہ: ''اور دوسری طرف جب خدا ترس لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ''بہترین چیز اُتری ہے۔'' اس طرح کے نیکو کار لوگوں کے لئے اِس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی اُن کے حق میں بہتر ہے۔ بڑا اچھا گھر ہے متقیوں کا۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 537)

یہاں تک قرآن سے یہ ثابت ہو گیا کہ دینِ خداوندی پر عمل کرنے والے متقی اور پارسا مومنین کے لئے اس دنیا میں صرف بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں انہیں بُری بات کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ اُنہیں کسی خوف و رنج و ملال سے سابقہ نہ پڑے گا۔ اِن متعدد وعدوں کے باوجود ہمیں تو اس قدر بتا دیں کہ کیا یہ وعدے علیؑ و اولادِ رسولؐ اور آئمہ طاہرین علیھم السلام کے حق میں پورے ہوئے تھے؟ کیا کوئی ایسی بُری چیز یا مصیبت یا خوف و رنج ایسا باقی رہ گیا تھا جو ساری زندگی اُن کے اوپر نہ گزرا ہو؟ پھر وہی سوال کھڑا رہ جاتا ہے کہ قریشی مذہب میں قریش کی تفہیمِ قرآن میں مندرجہ بالا وعدوں کے پورا کئے جانے کی کیا صورت ہے؟

12۔ اسلامی زندگی بسر کرنے کا نتیجہ تمام کائنات کی تسخیر اور کامیاب و خوش حال زندگی ہونا چاہئے نہ کہ ناکامی و مغموم زندگی؟

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی ضابطۂ حیات پر سو فیصد عمل کرنے سے انسانی زندگی کو لامحدود ترقی اور لامحدود حیات ملنا چاہئے۔ ساری کائنات کو ایک سو فیصد مسلم سے ہر حال میں تعاون کرنا لازم ہے۔ اس کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ہٹتے چلے جانا چاہئے۔ اُسے ہر متصادم قوت پر غالب آنا چاہئے اور دنیا میں ہرنا کامی اور شکست کا سبب اسلامی قوانین اور ضوابط سے انحراف ہونا چاہئے۔ اگر کوئی شخص اسلام لانے کے بعد بیمار ہوتا ہے یا مرتا ہے تو ماننا پڑے گا اُس بیمار یا مرنے والے شخص نے سلامتی کے قانون یا قوانین کی خلاف ورزی کی ہے یا کچھ دوسرے لوگوں کی خلاف ورزیوں سے متاثر ہو کر بیمار ہوا یا مرا ہے۔ یہ سلامت رکھنے والا ضابطہ یعنی اسلام جن حضرات علیھم السلام کی معرفت ہمیں ملا ہے وہ اس کائنات پر غالب اور اس کے عالم تھے۔ ہوائیں فضائیں موت اور زندگی اُن کے روبرو مسخر تھی۔ اور تمام انسانوں کے لئے یہ سہولت حاصل رہی ہے کہ وہ انبیاء و رسل و آئمہ علیھم السلام سے سلامتی کے قوانین سیکھیں اور اُن پر عمل کریں اور موت و بیماری اور ہر دِقّت پر قابو حاصل کرلیں، اسی بنا پر قرآن اعلان کرتا ہے کہ:

(1) اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِى الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ o وَ اِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ..... (لقمٰن 21-31/20)

''کیا تم لوگ اس حقیقت کو آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے ہو کہ اللہ نے وہ تمام چیزیں تمہارے لئے مسخر کر دی ہیں جو آسمانوں اور زمینوں کے

Presented by Ziaraat.Com

درمیان کہیں بھی ہوں۔اور اُس نے اپنی تمام کھلی ہوئی اور پوشیدہ نعمتیں تم پر عام کر دی ہیں۔ایسی کرم فرمائی کے باوجود ان لوگوں میں سے ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جس کے پاس نہ تو کائناتی معلومات کے لئے کوئی روشنی دینے والی کتاب ہی ہے۔نہ وہ اللہ کی طرف سے علم و ہدایت یافتہ ہے۔اور اُس کے اثر سے اُس قوم کا حال یہ ہو گیا ہے کہ جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم کائناتی استفادہ اور تسخیر کے لئے اللہ کے نازل کردہ علوم وقوانین کی پیروی کرو تو وہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اُن ہی ہدایات وقوانین کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے آباو اجداد کو عمل کرتے دیکھا ہے۔''

اِن آیات سے یہ حقیقت سامنے آ گئی کہ عہدِ رسولؐ کے لوگوں نے یعنی مثلاً رسولؐ اللہ کی قوم نے اگر قوانینِ خداوندی یعنی قرآنی تعلیم کی پیروی کی ہوتی تو آج تسخیرِ کائنات کی تعلیم وقوانین ضرور ہم تک پہنچے ہوتے۔لیکن قریش میں سے کسی کا تسخیر پر حاوی اور فائز نہ ہونا بتاتا ہے کہ قریشی مومنین نے اسلام اور رسولؐ اور قرآن کی نہیں بلکہ اپنے آباواجداد کی پیروی جاری رکھی اس لئے آج وہ قوانینِ کائنات سے جاہل اور دیگر اقوام کے محتاج ہیں۔ساتھ ہی یہ معلوم ہو گیا کہ قرآن اور اسلام کی تعلیم سے دُور رہ کر اور آلِ رسولؐ اور دیگر انسانوں پر مظالم کرنے کے باوجود وہ یہاں صدیوں تک غالب رہے۔اُن کو دنیا میں کوئی عذاب وسزا نہ ملی۔حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو قوانینِ الٰہی کا زیادہ عالم ہو اور سو فیصد اُن قوانین پر عمل پیرا ہو غلبہ اور کامیابی وخوشحالی اُسی کے حصہ میں آنا چاہئے۔لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہوا نہیں اور وہ حضرات علیھم السلام جو اس کائنات میں علومِ الٰہیّہ کے سب سے زیادہ اور انتہائی عالم تھے اور سو فیصد اسلام پر عامل تھے وہ ناکام ومغلوب اور خستہ اور دل شکن حالت میں زندگی بسر کرتے اور قتل ہوتے رہے۔حالانکہ اللہ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ:

(2) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o(النور 24/55)

''اللہ نے تم میں سے اُن لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے ہوں اور نیک اعمال کئے ہوں کہ وہ اُن کو اُسی طرح زمین پر خلیفہ بنا دے گا جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو خلیفہ بنا چکا ہے۔اور اُن کے لئے اُن کے دین کو غلبہ عطا کرے گا جسے اللہ نے اُن کے لئے پسند کیا ہے۔اور اُن کو حالتِ خوف و ہراس سے نکال کر بدلے میں امن ومسرت عطا کرے گا۔وہ میری عبادت کریں گے کسی کو میری اطاعت وبندگی میں شریک نہ کریں گے۔اور جو اُس کے بعد بھی حقیقتِ حال کو چھپائے گا تو وہ فاسق ہو گا۔''

سوچئے کہ یہ وعدہ کہاں اور کب پورا ہوا؟ عہدِ رسولؐ میں تو خود رسولؐ اللہ خلیفۂ خداوندی تھے اور اُن کے انتقال کے وقت امن وامان تھا،کوئی خطرہ اور خوف نہ تھا۔اُن کے انتقال کے بعد ایک قلیل سی مومن جماعت کو خوف و ہراس میں مبتلا کیا گیا اور یہ جماعت برابر خوف و ہراس میں مبتلا رہی،اُن کا قتلِ عام کیا گیا،سات سو سال تک برابر انہیں قتل وغارت اور لوٹ مار کا سامنا کرنا پڑا۔اور آج تک کبھی اُن کے دین کو نہ اس دنیا میں تمکن ملا نہ اُن کا خوف امن وچین میں بدلا،نہ انہیں خلافت وحکومت واقتدار نصیب ہوا۔لہٰذا اللہ کا یہ وعدہ عہدِ رسولؐ کے مومنین کے حق میں پورا ہونے کا اعلان تھا''اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ'' سے وعدہ کیا گیا تھا اور عہدِ رسولؐ کے سب مومنین انتقال کر چکے صدیاں گزر گئیں۔اور اس وعدہ کو اسی دنیا میں اسی زمین پر پورا ہونا ہے،مگر کیسے؟ کون سی آیت سے؟

Presented by Ziaraat.Com

(3) فرمایا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کو ہرگز خوف ورنج وملال سے سابقہ نہ پڑے گا انہیں دنیا میں اور آخرت میں محض خوشخبریاں ملیں گی

اللہ نے با قاعدہ اعلان کیا ہوا ہے کہ:

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ o الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ o لَہُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ o وَ لَا یَحۡزُنۡکَ قَوۡلُہُمۡ اِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ o(یونس 65تا10/62)

''خبر دار ہوکر سنو کہ جولوگ اللہ کے اولیآء ہیں، جو ایمان لائے ہیں اور جو تقوٰی پر کار بند ہیں اُن کے لئے کسی خوف ورنج کا موقع نہ آئے گا۔دُنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں اُن کے لئے بشارتیں ہی بشارتیں ہیں، اللہ کے فرمان بدل نہیں سکتے وہی بڑی کامیابی ہے۔اے نبیؐ جو کچھ یہ کہتے ہیں اُن سے تمہیں رنج وملال نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ عزت تو ساری کی ساری اللہ کیلئے ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

اب سوال یہ ہے کہ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور اہل کربلا اور تمام آئمہ علیہم السلام اولیاء اللہ تھے یا نہیں؟ مومن تھے یا نہیں؟ متقی تھے یا نہیں؟ تمام مسلمان انہیں تمام اولیاء اللہ کا بھی اولیاء مانتے ہیں۔مگر اللہ کا وعدہ کیوں پورا نہ ہوا؟ وہ خوف وہراس ومظالم سے کیوں دوچار ہوئے باوجودیکہ اللہ کے کلمات اور قوانین میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوسکتی۔یہ وہ سوالات ہیں جن کا صحیح جواب اُن علما سے نہ بن پڑا ہے نہ بن سکتا ہے جنہوں نے صاحبانِ قرآن علیہم السلام کی راہنمائی کو خیر باد کہا اور خود راہنما بن بیٹھے۔آیت اللہ اور حجۃ اللہ بن گئے۔

(4) دنیا میں کامیاب اور خوشحال زندگی بسر کرنے کا قانون اور ناکامی اور بدحالی میں مبتلا رکھنے والی بنیادی چیزیں

فرمایا یہ گیا تھا کہ: **لَوۡ اَنَّ اَہۡلَ الۡکِتٰبِ اٰمَنُوۡا وَ اتَّقَوۡا لَکَفَّرۡنَا عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ لَاَدۡخَلۡنٰہُمۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ o وَ لَوۡ اَنَّہُمۡ اَقَامُوا التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِمۡ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ لَاَکَلُوۡا مِنۡ فَوۡقِہِمۡ وَ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِہِمۡ......الخ (مائدہ 66-5/65)**

''اگر یہ اہل کتاب محمدؐ پر ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کر لیتے تو ہم اُن کی سابقہ اور موجودہ برائیاں چھپا دیتے۔اور اُن کو نعمتیں فراہم کرنے والی جنتوں میں داخل کر دیتے۔اور اگر اُنہوں نے توریت وانجیل اور اُن دوسری کتب ہائے خداوندی کو بطورِ ضابطہ حیات قائم کر لیا ہوتا جو اُن کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔تو اُن کے لئے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے اُبلتا۔''

اس آیت سے یہ قانون سامنے آتا ہے کہ اُن لوگوں کو دنیا میں اُن سب چیزوں کی فراوانی حاصل رہا کرتی ہے جو ہدایاتِ خداوندی کی روشنی میں زندگی گزاریں۔لیکن آئمہ طاہرین علیہم السلام اور اُن کے پیرووں نے نہ صرف یہ کہ تمام کتبہائے خداوندی پر سو فیصد عمل کیا بلکہ اُن کو تمام دقتیں اور تمام مصیبتیں پیش ہی اس لئے آئیں کہ اُنہوں نے کسی حال میں اسلام کے قوانین کے خلاف جانا پسند ہی نہ کیا اور مسلسل بلا ناغہ وہ صورتِ حال پیش آئی جس کے لئے فرمایا گیا ہے کہ:

وَ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا وَّ نَحۡشُرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَعۡمٰی o (طٰہٰ 20/124)

''اور جو کوئی میرے ذکر سے رُوگردانی کرے گا اُس پر دنیا میں زندگی دوبھر ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا اُٹھائیں گے۔''

Presented by Ziaraat.Com

13۔ اللہ کا ہر وعدہ اُس کے قوانین سے ہم آہنگ رہتے ہوئے پورا ہونا حکمت وقدرت وعلمِ خداوندی کا مظہر ہے۔اُس کا ہر وعدہ پورا ہونا لازم ہے

یہ بات ہر شخص کو ماننا چاہیئے کہ اللہ ورسوؐل کا کوئی کام یا وعدہ ہمارے کاموں اور وعدوں کی طرح نہیں ہوسکتا۔اس لئے کہ ہم خواہ وعدہ کریں یا کوئی کام کریں اپنے محدود علم یا محدود تجربوں کے ماتحت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔اور جس طرح ہم بعض کاموں کو کرنے کے بعد پچھتاتے ہیں۔اسی طرح اپنے بعض وعدوں کو پورا کرنے میں ہم دقتوں اور نقصانات سے دوچار ہوجاتے ہیں۔وہ پچھتانا اور یہ دقت ونقصان اس لئے ہوتا ہے کہ ہمیں کل کی خبر نہیں ہوتی۔ہم اُن تمام حالات اور متعلقات پر مطلع نہیں ہوتے اور نہ ہمیں اپنی ہر چیز پر قدرت اور دسترس ہوتی ہے۔ہم تخمینی صورتِ حال کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرلیتے ہیں۔لیکن ہمارا فیصلہ اُن فطری قوانین کو بے اثر یا معطل نہیں کرسکتا جو ہمارے کام یا وعدے کے دوران برسرِکار رہتے ہیں۔ہم خود یا متعلقہ فرد یا افراد بیمار ہوسکتے ہیں،مرسکتے ہیں،بھول بھی ہم سے سرزد ہوسکتی ہے۔جن چیزوں یا اشخاص کے بھروسہ پر ہمارا کام یا وعدہ منحصر ہوتا ہے وہ دھوکا دے سکتے ہیں۔وہ بھی ہماری طرح بیمار ہوسکتے ہیں۔الغرض ہمارا محدود علم،محدود قدرت اور محدود وسائل ہماری راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔اسی لئے ہم سے کہا گیا ہے کہ:

لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًاo اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّھْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ ھٰذَا رَشَدًاo (الکھف 18/23-24)

’’تم کسی چیز کے لئے یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کردوں گا۔سوائے اس کے کہ اگر اللہ نے چاہا۔اگر تم بھول جاؤ تو اپنے پروردگار کو یاد کرو اور کہو کہ مجھے اُمید ہے کہ میرا رب اس معاملے میں صحیح صورتِ حال کے قریب میری راہنمائی فرمادے گا۔‘‘

اسی وجہ سے ہم ہر کام کے ذکر یا وعدے سے پہلے اِنْشَآءَ اللّٰہُ کہا کرتے ہیں۔اِنْشَآءَ اللّٰہُ یا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کے معنی ہیں کہ’’ اگر اللہ کی مشیّت شاملِ حالات رہی‘‘ یعنی اللہ کی مَشِیَّۃ کے معنی ہیں’’اللہ کا ہمہ گیر اور مستقل قانون‘‘جو کسی کی رعایت نہیں کرتا بلکہ ہمیں چاہیئے کہ خود کو اور اپنے کردار کو مشیت سے ہم آہنگ رکھیں۔یا اللہ کے دوسرے قوانین پر عمل کرکے مشیت کی زد سے بچیں۔مشیت یہ ہے کہ آگ جلانے میں کسی کی رعایت نہیں کرتی لہٰذا آگ سے ہوشیار رہیں۔کپڑوں کو سمیٹ کر رکھیں ورنہ آگ جلاڈالنے میں تکلف نہ کرے گی۔جب تک اللہ خود اپنی مشیت کو بدل نہ دے۔یعنی آگ سے کہہ دے کہ جلانے کے بجائے سلامتی کا انتظام کرے(ٹھنڈی ہوجا اور سلام کر) (الانبیآءٓ 21/69)

اس گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آجانا چاہیئے کہ اللہ جو وعدہ کرے گا اُس کا اور اُس وعدہ کی تکمیل کا ہر پہلو اللہ کے سامنے ہوگا۔اور اُس نے اُس وعدے کے پورا ہونے کے لئے جو جو صورتیں اپنے سامنے رکھی یا بیان کی ہیں اُن سب کو ملحوظ رکھ کر وعدہ وفا کرے گا۔اگر وعدہ کے پورا ہونے کی مدت اُس نے بیان کردی ہے تو ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ اُس کی بیان کردہ مدت گزر جائے اور وعدہ پورا نہ ہو۔اِس لئے کہ اُس نے اپنے وعدوں کے متعلق سوالات کرنے والوں کا اور اپنے وعدوں کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ:

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَo قُلْ لَّکُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْہُ سَاعَۃً وَّ لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ o (سبا 34/29-30)

’’قریش تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ خاص وعدہ کب پورا ہوگا؟ یہ ٹھیک ٹھیک بتادو اگر تم سچے ہو؟ اُن کو بتاؤ کہ تمہارے لئے ایک ایسے دن تک

Presented by Ziaraat.Com

میعاد مقرر ہے جس میعاد میں سے تم نہ ایک گھڑی بھر دیر کر سکتے ہو نہ جلدی کر سکتے ہو۔'' اور فرمایا کہ:

(الف) اللہ کے ہر وعدہ کی ایک مناسب مدت یا میعاد مقرر ہے جو کم و بیش نہ ہوگی

... وَعۡدَ اللّٰہِ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ الۡمِیۡعَادَ o '' اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدہ کی میعاد کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔'' (الزمر 39/20)

اور سنیئے:...... وَ لَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا تُصِیۡبُہُمۡ بِمَا صَنَعُوۡا قَارِعَۃٌ اَوۡ تَحُلُّ قَرِیۡبًا مِّنۡ دَارِہِمۡ حَتّٰی یَاۡتِیَ وَعۡدُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ o (رعد 13/31)

''اور جن لوگوں نے حق کو چھپانے پر عمل کیا اُن پر اُن کے ایجاد کردہ مذہب کی وجہ سے کوئی نہ کوئی آفت آتی ہی رہے گی۔ یا اُن کے گھروں پر لوٹ مار کرنے والے دستک دیں گے یہاں تک کہ اللہ کے وعدے کا دن آجائے۔ اور اللہ اپنے وعدہ کی میعاد کے خلاف نہیں کرتا۔''

(ب) اللہ کے وعدوں کی تصدیق میں ہمارا پہلا جواب

قریشی طرزِ تفہیم و تفسیر سے تو یہ حقیقت بار بار ثابت ہوگئی کہ انہوں نے قرآن کے ہر وعدہ اور ہر بیان کی تکذیب کی ہے۔ لیکن ہمارا منصب یہ ہے کہ قریش کے بیانات اور دلائل کو فریب ثابت کر کے حقائقِ قرآنی سامنے لائے جائیں اور قریش کا پیدا کیا ہوا ماحول انسانوں کے ذہن سے صاف کیا جائے۔ لہٰذا مندرجہ بالا اللہ کے تین بیانات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ کے وعدوں پر اعتراض اُسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے جب ایک ایسا وعدہ یا کئی ایک وعدے پیش کئے جائیں جن کی وہ میعاد گزر گئی ہو جو اللہ نے بیان کی تھی اور وعدہ پورا ہونے سے پہلے وہ میعاد گزر گئی تھی۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اللہ کا کیا ہوا کوئی وعدہ ایسا نہ ملے گا۔ البتہ ایک ایسا شبہ یا سوال بار بار سامنے آئے گا جو قریشی طرزِ تفہیم کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے اور جسے ہم نے بھی بار بار سامنے رکھا ہے یعنی:

(1) ''وعدہ دنیا کی زندگی میں پورا ہونا تھا۔ لیکن لوگ مر گئے اور وعدہ پورا نہ ہوا۔'' یا:

(2) ''وعدہ خوشحالی کی زندگی کا تھا اور زندگی مصائب میں گزری۔''

اس دو دھاروں والے شبہ کا ایک سادہ مگر گھبرا دینے والا جواب یہ ہے کہ: ''اللہ نے اپنے کسی وعدہ میں ''اسی زندگی'' کو بطورِ ''میعاد'' نہیں فرمایا۔ بلکہ ''دنیا کی زندگی'' فرمایا ہے۔ لہٰذا اللہ کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ'' اسی زمین پر اور اسی دنیا کی زندگی خوشحالی و کامیابی اور غلبہ کی حالت میں گزرے۔'' اور بس۔

(ج) ابلیس اور ابلیس کے دونوں گروہ اللہ کے وعدوں میں ملحوظ رکھے گئے ہیں، اعتراضات میں اُن کا وجود اور مساعی نظر انداز کر دیئے گئے ہیں

مندرجہ بالا اللہ کے وعدوں میں اور ہمارے قائم کردہ اعتراضوں میں اُن قوتوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے جو انسانوں کے مقابلہ میں برابر کا اختیار و قدرت رکھتے ہوئے برسرِ مخالفت اور تصادم رہتے چلے آنے والے تھے۔ اور جن کی اطلاع حضرت آدم علیہ السلام کو رخصت کرنے اور زمین پر بھیجنے سے پہلے ہی دے دی گئی تھی اور فرمایا تھا کہ:

......وَ قُلۡنَا اہۡبِطُوۡا بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ o (بقرہ 2/36)

''ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب اس مقام سے نیچے اُتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور ایک خاص وقت تک تمہیں زمین پر ٹھہرنا اور فائدہ اُٹھانا ہے۔''

Presented by Ziaraat.Com

نوعِ انسان کے دشمنوں کی دشمنی اور نفع اندوزی روزِ اوّل سے جاری رہتی چلی آئی ہے اور ایک خاص وقت (اِلٰی حِیۡنٍ) تک جاری رہے گی۔دشمنوں کا متصادم محاذ بھی اللہ کے عام قانون (مشیّۃ) پر عمل کر کے نوعِ انسان کے پروگراموں کو اور اُن کی کوششوں کے نتائج کو اُلٹنے کی کوشش کرتا ہے۔اِس محاذ کے سربراہ نے روزِ اوّل ہی چیلنج کیا تھا کہ:

''میں انسانوں میں سے، تیرے بندوں کی مناسب اور ضروری تعداد کو اپنے مشن میں شامل کرلوں گا اور پھر باقی انسانوں کو گمراہ کروں گا۔اُن میں پسندیدہ اُمیدیں اور تمنائیں بھردوں گا اور اُن امیدوں اور تمناؤں کو پورا کرانے کے لئے نعمتوں کے دروازے کھول دوں گا۔اور اُن کی راہنمائی کروں گا تا کہ اللہ کی تخلیقات میں فطری و قانونی تبدیلیاں کر کے اپنے لئے مفید وموزوں بناتے رہیں۔''

(سورۃ النساء 4/118-119)

(د) تمام انبیاءعموماً اور محمدؐ اور آئمہ معصومینؑ خصوصاً انسانوں کی راہنمائی اور ابلیس سے اور ابلیسی گروہ سے حفاظت کے ذمہ دار تھے اور مرضی الٰہی پر کاربند رہے

اللہ کے وعدوں میں یہ صورتِ حال بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ ابلیس اور ابلیس کا گروہ اللہ کی مرضی کے خلاف ہر مکر وفریب اور جائز و ناجائز راہ اختیار کرتا رہا اور گروہِ انبیاو آئمہ علیہم السلام نے کبھی کسی حالت میں اللہ کے احکام اور اُس کی خوشنودی کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا۔اس لئے کہ اُنہیں اللہ کے وعدوں پر سوفیصد یقین تھا۔اور اس یقین کی بنا پر اُن کا قول اور عمل یہ تھا کہ:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ o رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ o (آلِ عمران 3/8-9)

''اے ہمارے پروردگار ہماری راہنمائی کر چکنے کے بعد ہمارے دلوں میں کوئی ذاتی منصوبہ پیدا نہ ہونے دینا اور ہمیں اپنے پاس سے رحـمۃً کو مستقلاً ھبہ کر دینا۔تُو تو یقیناً ھبہ کرنے پر مختار ہے۔اے ہمارے پروردگار تُو تو بلا شبہ متعلقہ تمام لوگوں کو ایک ایسے دن جمع کرنے والا ہے ہی جس دن میں کوئی شش وپنج اور گنجلک نہیں ہے۔یقیناً اللہ اپنی مقرر کردہ میعاد کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔''

(ہ) ہادیانِ دین اور اُن کے پسندیدہ لوگ اصلاحِ حال کیلئے موقع پر موقع دیتے اور اپنے حقوق نظر انداز کرتے رہے اور ابلیسی گروہ فائدہ اُٹھاتا رہا

مندرجہ بالا دعا کے مطابق اور لوگوں کو جمع کئے جانے کے یقین پر ذمہ دارانِ ہدایتِ انسانی نے اتمامِ حجت کے لئے نوعِ انسان کو برابر مواقع دینے اور اپنے حقوق اُٹھا رکھنے کا پروگرام جاری رکھا تا کہ جب بھی متعلقہ لوگوں کو جمع کیا جائے تو غلط کاروں کے پاس کوئی ایسا عذر نہ رہ جائے جس کی وجہ سے انہیں معاف کیا جا سکے۔اور جو ہادیانِ دین کی محنت وسعی اور صبر وتحمل میں خامی ثابت کر سکے۔لہٰذا تمام انبیاء ورسل اور آئمہ علیہم السلام اس کوشش میں لگے رہے اور ابلیسی گروہ اُن مواقع سے ناجائز فائدہ اٹھاتا رہا۔دونوں فریق کے اس مستقل عمل درآمد کو ملحوظ رکھ کر اللہ کے وعدوں پر غور کرنا لازم ہے ورنہ اللہ کے وعدوں پر شکوک وشبہات کا پیدا ہونا فطری ہے اور اسی فطری صورتِ حال کو بیان کرنا قریش کو منظور نہ تھا۔اس لئے کہ ایسا کرنے سے اُن کا مقصد کُھل جاتا اور باطل پرست لوگ سامنے آجاتے۔یہ ہمارا کام تھا کہ ہم اللہ کے تمام وعدوں اور تعلیمات کو اور انبیاو آئمہ علیہم السلام کی پوزیشن کو حق بجانب ثابت کریں اور قریش کے ڈالے ہوئے فریب کارانہ پردوں کو ہٹا کر حقائق کو سامنے لے آئیں۔

Presented by Ziaraat.Com

14۔ اعمال وخیال وتمنااور اُمیدوں کا سلسلہ مکمل ہوئے بغیر جزا یا سزا دے دینا اللہ کے علم وحکمت میں اور عقلی طور پر بھی غلط ہے

اِس عنوان کو یااللہ کے جزاوسزا دینے کے طریقہ کو سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ ابلیس کے مندرجہ بالا چیلنج (عنوان ج) میں یہ کہا گیا تھا کہ:

''وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ'' ''میں اُنہیں تمناؤں میں اُلجھاؤں گا۔''

یعنی شیطان کے گمراہ کرنے والے حربوں میں سے سب سے بڑا حربہ لوگوں کے قلوب میں تمنائیں اور آرزوئیں پیدا کرنا ہے۔ تاکہ اُن تمناؤں اور آرزوؤں کو پورا کرنے کے لئے لوگ اُن ہدایات پر عمل کریں جن سے وہ تمنائیں جلد سے جلد اور سہولت سے پوری ہوسکیں۔ تمنا ہر انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ حالات اور تجربوں کی بنا پر بھی پیدا ہوتی ہے۔ شیطان کا کام ابتدا میں صرف اتنا سا ہے کہ وہ لوگوں کو عمدہ، مفید اور حسین حالات کی طرف متوجہ کرتا رہے۔ اور لوگ اُن مفید وعمدہ اور حسین حالات کی طرف متوجہ ہو کر اپنے بُرے مُضر اور ناپسندیدہ حالات سے بہتر سمجھ کر اپنے لئے اُن حالات کو حاصل کرنے کی تمنا کرنے لگیں تو لوگوں کو اُن کی تمنا اور اُن کے موجودہ حالات کے تناسب سے وہ طریقے سُجھاتا ہے جن پر وہ آسانی سے عمل کرسکیں۔ اور اُن طریقوں کو مشکل سمجھ کر چھوڑ سکیں جو دینی پابندیوں کی بنا پر مشکل اور دیر طلب اور اُدھار معلوم ہوتے ہوں۔

یہ کام ہے ابلیس کا۔ اور وہ یہ کام بلا استثناء ہر انسان کے ساتھ کرتا ہے۔ یہاں سے تین طرح کے انسان سامنے آتے ہیں۔ ایک وہ جو ہدایاتِ خدا اور رسولؐ پر سختی سے کاربند رہتے ہیں اور دلوں میں پیدا ہونے والے ابلیسی طریقوں پر عمل نہیں کرتے۔ دوسرے وہ جو اپنے دلوں میں پیدا ہونے والی ہر تمنا کو پورا کرنے میں بلا تکلف مصروف ہو جاتے ہیں۔ تیسرے وہ جو اللہ ورسولؐ کے احکامات کو اپنی تمنا پر فٹ کر لینے کی راہیں نکال کر مذکورہ تمنا کو پروان چڑھانے میں لگ جاتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ متقی کہلاتے ہیں اس لئے کہ اللہ اور رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنا ضروری سمجھتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ فاسق یا بے مہار یا لاقانون کہلاتے ہیں۔ تیسری قسم کے لوگ حق پوش یا مجتہد کہلاتے ہیں۔

(الف) تمنا کی وسعتوں کو ملحوظ رکھے بغیر جزا یا سزا دینا کیوں غلط ہے؟ اور تمنا کی وسعتوں کے کیا معنی ہیں، مثالوں سے سمجھئے

پہلی مثال: ہر مجرم ہر جرم کسی نہ کسی تمنا کے ماتحت کرتا ہے۔ مثلاً ہمیں خبر ملتی ہے یا پولیس میں رپورٹ لکھائی جاتی ہے کہ فلاں شخص کے گھر میں ایک شخص رات کو گھس آیا اور اہل خانہ کے بیدار ہو جانے پر اس شخص نے گولی چلا دی اور اہل خانہ میں سے ایک شخص کو مار ڈالا۔ مرنے والے شخص کے بھائی نے بندوق لا کر اُس قاتل کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد پولیس کیا کرے گی؟ عدالت میں کیا ہوگا؟ اس پر گفتگو ہوسکتی ہے۔ مگر فوری سوال یہ ہوگا کہ وہ شخص اُس گھر میں کیوں گھسا تھا؟ اگر اسے صرف اس گھر کا ایک یا چند آدمی مارنا تھے تو رات میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ دن دھاڑے آتا۔ دستک دے کر کسی کو باہر بلاتا اور گولی چلا کر آنے والے کو مار ڈالتا اور پھر گھر میں جا کر اطمینان سے اوروں کو مار ڈالتا۔ وہ لوگوں کے سو جانے کا منتظر کیوں رہا؟ اگر وہ زندہ رہتا اور سچ بولتا تو وہ اِن سوالات کے صحیح جواب دے سکتا تھا۔ اُس کے مر جانے نے اِن تمام سوالات پر پردہ ڈال دیا۔ یہی نہیں بلکہ یہ حقیقت بھی اُس کے ساتھ مر گئی کہ اگر اہل خانہ بیدار نہ ہو گئے ہوتے تو وہ کیا کرتا؟ اور اگر گھر میں بندوق نہ ہوتی تو وہ بیدار ہو جانے والوں کے ساتھ کیا کرتا؟ مثلاً سب کو ایک کمرہ میں بند کر کے گھر کا مال واسباب لے کر چل دیتا؟ مختصر الفاظ میں یہ کہنے دیجئے کہ ہمیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اُس کا مقصد یا تمنا کیا تھی؟ اگر وہ اہل خانہ خاموش لیٹے رہتے اور اپنا جاگ جانا ظاہر نہ کرتے یا اُس کے سامنے کانپنے لگتے اور اپنی بے بسی کا اظہار کرتے تو اُس کے ممکنہ اقدامات اور مقصد کا پتہ لگنا ممکن تھا۔ وہ لوگ ایسا ضرور کرتے اگر اُنہیں یہ علم ویقین ہوتا کہ وہ شخص آخر کار اُن کی گرفت سے نہ نکل سکے گا اور یہ کہ اُن کا کوئی مالی یا جانی نقصان نہ کر سکے گا۔ لہٰذا اُنہوں نے اُسے مار کر نہ صرف اپنی ایک جان کا

Presented by Ziaraat.Com

نقصان کیا بلکہ بہت سے حقائق کو روشنی میں آنے کی راہ بند کر دی۔ یعنی اُسے قتل کی فوری جزا یا سزا دینا نقصان کا باعث ہوا اور اُس کے مقصد یا تمنا کا طویل سلسلہ منقطع ہو گیا۔

دوسری مثال: اگر واقعہ کربلا کے بعد یعنی شہدا کے قتل ہو جانے کے بعد افواج کو وہیں میدان کربلا میں کسی عذاب سے مار دیا جاتا تو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ وہ اہل حرم اور بچوں کو لوٹیں گے۔ 2: انہیں قید کر کے شہروں اور گلیوں کا گشت کرائیں گے۔ 3: سر ہائے شہدا کو نیزوں پر چڑھا کر در بدر لئے پھریں گے۔ 4: اور دربار کوفہ و شام میں انہیں سر برہنہ پیش کریں گے۔ 5: سال بھر قید رکھیں گے؟ یعنی پہلے قدم پر سزا کا ملنا اُن کی پوری تمنا، اسکیم یا مقصد کو چھپا دیتا۔ اسی طرح:

تیسری مثال: اگر قریش کو قومی حکومت بنانے سے قوت سے روک دیا ہوتا تو وفاتِ رسولؐ کے بعد قریش کی وہ تمام کارروائیاں چھپ کر رہ جاتیں جو اُنہوں نے قومی حکومت قائم کرنے کے بعد کربلا تک اور کربلا کے بعد آج تک کیں؟ کروڑوں انسانوں کے قتل سے باز نہ رہنا۔ ساری دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانا کیسے سامنے آتا؟ مذہب اسلام کے ہر مسئلہ کو بدل کر سینکڑوں فرقے بنا دینا کیسے معلوم ہوتا؟

معلوم ہوا کہ اللہ جزا اور سزا دینے میں وہ غلطیاں نہیں کر سکتا جو ہم سے ہوتی ہیں۔ اِس لئے کہ اُسے معلوم ہے کہ انسان اُس کی گرفت سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ وہ اُن کی تمناؤں، اسکیموں اور مقاصد کو اُس حد تک جانے دیتا ہے جہاں اُن کے دل کی تمام حسرتیں اور امیدیں پوری ہوتی ہوں۔ یہ مشیتِ خداوندی ہے۔ اِس مشیتِ خداوندی میں وہ حضرات روک نہیں بنتے یعنی اپنے صبر و تحمل و احسانات وغیرہ کی جزا حاصل کرنے میں عجلت نہیں کرتے جو مشیتِ خداوندی کے عالم ہوتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اللہ انہیں بھی اُن کی قلبی تمناؤں اور اُمیدوں کو پوری طرح بر سر کار لا کر بہترین جزا دے گا۔ رہ گیا لوگوں کا یا اُن کا اپنا مر جانا، وہ جزا اور سزا میں اس لئے مُخل نہیں ہو سکتا کہ اللہ نیکو کاروں اور بدکاروں کو یا ظالموں اور مظلوموں کو جب چاہے جمع کر سکتا ہے اسی لئے انہوں نے اپنی دعا میں فرمایا تھا کہ:

رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوۡمٍ لَّا رَیۡبَ فِیۡهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَo (آل عمران 9-3/8)

''اے ہمارے پالنے والے بلاشبہ تُو تو تمام متعلقہ لوگوں کو ایک ایسے دن جمع کرنے والا ہے، جس دن کے آنے میں کوئی گنجلک یا شش و پنج نہیں ہے۔ یقیناً اللہ اپنی جزا و سزا کے لئے مقرر کردہ میعاد کے خلاف نہیں کرتا۔''

یہ سبب ہے کہ اللہ کی طرف سے نہ غلط اور اَدھوری جزا و سزا دی جاتی ہے اور نہ میعاد سے پہلے یا بعد جزا و سزا ملتی ہے۔

15۔ قریش نے قیامت کے تصور کو بدلنے کے لئے اعمال کی جزا اور سزا کو بھی قرآن کے وعدوں اور بیانات کے خلاف ثابت کر دیا

قرآن کریم سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ نیکوکاروں اور بدکاروں کو اُن کی نیکیوں اور بدیوں کی جزا اِس دنیا میں ملنا چاہیئے۔ اور دنیا میں جزا و سزا وہی ملنا تھی جو اسلامی قوانین کی رُو سے کسی نیکی یا بدی کی سزا مقرر ہے۔ مثلاً فرمایا گیا کہ:

وَ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقۡطَعُوۡٓا اَیۡدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا کَسَبَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌo (مائدہ 5/38)

مودودی ترجمہ: ''اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اُن کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔'' (5/38 تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 467-468)

یہ گفتگو ہو چکی کہ نہ معلوم کتنے مجرم بلا اسلامی سزا پائے مر گئے۔ اور اُنہیں اللہ کے وعدوں کے مطابق اسی دنیا میں سزا ملنا چاہئے۔ یعنی انہیں اس دنیا

Presented by Ziaraat.Com

میں ہاتھ کاٹے جانے کی تکلیف اُٹھانا چاہیئے۔اور ہاتھ کٹنے سے جو نقصان ہوتا ہے اُس کو سہنا چاہیئے۔اور جن لوگوں کو چوری سے نقصان اور مالی دقت ہوئی تھی اُنکا نقصان پورا کیا جانا چاہیئے۔یعنی چور سے چوری کا مال واپس لے کر اُنکو دینا چاہیئے اور اگر وہ چوری کے مال کو خُرد بُرد یا خرچ کر چکا ہو تو چور کو اور چور کے اُن اعزہ کو جو اُس کی تحویل میں ہیں اور اُس کے ورثہ کے حقدار ہیں سب سے جبری محنت یا سرمایہ لے کر وہ نقصان پورا کرنا چاہیئے جو چور نے کیا تھا۔ جب تک ہر مجرم کو اس دنیا میں یہ سزا اور قرآنی سزائیں نہیں دی جاتی ہیں، اللہ کے وعدے پورے نہیں ہو سکتے۔اور یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ کا کیا ہوا وعدہ پورا نہ ہو۔رہ گیا قریش کا وہ تصور جو وہ پیش کرتے ہیں وہ اس لئے باطل ہے کہ قیامت کی ذیل میں اللہ نے نہ ہاتھ کاٹے جانے کا ذکر کیا ہے نہ قتل کئے جانے کی بات کی ہے نہ سنگسار کرنے کی۔وہاں تو صرف جنت اور جہنم کی بات ہے اور کسی سزا کا ذکر نہیں ہے۔رہ گیا یہ الجھاؤ کہ مجرم تو بلا سزا کے مر چکے ہیں۔اُس کا وہی حل یا جواب ہے جو قریشی علما دیتے ہیں۔یعنی قیامت میں از سر نو زندہ کر کے محاسبہ اور سزا و جزا پر عمل ہوگا۔لہٰذا جو مجرمین بلا سزا مر گئے یا جو لوگ جزا سے محروم رہ کر مر گئے اُن کو بھی دوبارہ زندہ کر کے مذکورہ جزا و سزا دی جائے گی۔یعنی صرف اُن لوگوں کو زندہ کیا جائے گا جو محروم الجزا یا سزا رہ گئے تھے تا کہ انہیں قانونی سزا اور جزا دے کر برابر کر دیا جائے اور پھر حقوق اللہ کے لئے ساری نوع انسان کے ساتھ اُن کو بھی محشور کیا جائے اور دائمی زندگی، جنت یا جہنم میں، اُن کے استحقاق کے مطابق عطا کر دی جائے گی۔(تفصیلات قرآن سے آنے والی ہیں انتظار فرمائیں)

(الف) <u>ہر مجرم اور ہر نیک انسان کو لازم ہے کہ اُن کے جرم یا نیکی کے مطابق وہی سزا یا جزا ملے جو اُن کے جرم یا نیکی کے لئے مقرر ہے</u>

اللہ نے قرآن میں یہ حقیقت واضح طور پر اور طرح طرح بیان کر دی ہے کہ نیکی کے بدلے میں وہی نیکی ملے جو نیک شخص نے کی تھی۔ بدی کے بدلے میں وہی بدی پیش آئے جو مجرم نے کی تھی۔یعنی اگر کسی نے راہِ خدا میں ایک روپیہ خرچ کیا تھا تو اُسے کم از کم وہ ایک روپیہ دنیا ہی میں ملنا چاہیئے تا کہ وہ سہولت کی زندگی بسر کرے اور مجرم کے ساتھ وہی بُرا سلوک کیا جائے جو اُس نے دوسروں کے ساتھ کیا تھا تا کہ اُسے وہ تکلیف دنیا ہی میں اٹھانا پڑے جو اُس نے دوسروں کو پہنچائی تھی۔ورنہ اللہ کے وعدے پورے نہیں ہوتے۔اگر اُس نے کسی کو پیر میں رسی باندھ کر لوگوں کے سامنے سڑکوں پر گھسیٹا تھا اور پھر قتل کر دیا تھا تو اُسے بھی پیر میں رسی باندھ کر اُن ہی لوگوں کے سامنے اُسی طرح اور اتنا ہی گھسیٹا جانا چاہیئے جتنا اُس نے گھسیٹا تھا اور پھر اُن ہی لوگوں کے روبرو اُس کو قتل کرنا چاہیئے تو اِدھر انصاف و عدل کے تقاضے پورے ہوں گے اور اُدھر اللہ کے وعدے اس دنیا میں پورے ہو جائیں گے۔ورنہ تمام وعدے غلط نکلیں گے۔

(ب) <u>ہر بری بات اور بُرا عمل کرنے والے کو بطور سزا و جزا وہی بری بات اور وہی برا عمل سہنا پڑے گا اِس دنیا میں یہ مسلمہ قانون ہے</u>

جزا اور سزا کا فطری تقاضا بھی یہی ہے کہ ظالم پر ظلم کیا جائے اور مظلوم کو آسودہ حالی فراہم کی جائے اور اُس کی ہر اُس تکلیف کا نعم البدل اسی دنیا میں فراہم کیا جائے جو اُسے ظالم و جابر لوگوں نے دی تھی یہاں تک کہ اگر کسی مجرم نے اُس کی توہین کی تھی تو اُس کے رُوبرو اس کی توہین کی جانی چاہیئے اور اُن سب لوگوں کو دکھا کر توہین ہونا چاہیئے جن کے سامنے مظلوم کی توہین ہوئی تھی۔جزا و سزا کا یہ اصول قرآن سے سنیئے فرمایا ہے کہ:

<u>جزا و سزا کا اصول</u>: وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا، فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ o (الشوریٰ 42/40)

<u>مودودی ترجمہ</u>: ''برائی کا بدلہ <u>''ویسی ہی برائی ہے''</u> پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اُس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 511)

Presented by Ziaraat.Com

اِس قانون میں ہمارے مندرجہ بالا بیانات کی تصدیق کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر مظلوم ظالم کو بطورِ احسان اور اُس کی آئندہ زندگی سنوارنے کے لئے معاف کر دے تو اُس کا یہ صبر وضبط وتحمل اصلاح کی غرض سے اللہ کو پسند ہے۔ اور اب اس ظالم کو اللہ کی طرف سے وہ بری سزائیں نہ دی جائیں گی جو ہم بیان کرتے رہے ہیں اور اُس نے بطور جرم مظلوم پر روا رکھی تھیں۔ اُدھر معاف کرنے والے کو اصلاح میں حصہ لینے اور صبر کرنے کا اجر وبدلہ اللہ جو چاہے دے سکتا ہے۔ لیکن جب ظلم ہو چکا اور مظلوم نے ظالم کو معاف نہیں کیا یا ظالم کے پاس اپنی اصلاح کا موقع نہیں رہا یعنی وہ مر گیا تو اُس پر وہ تمام مظالم کئے جائیں گے جو اُس نے مظلوم پر کئے تھے۔ اور اُسی ماحول میں اور اُسی انداز ومقدار میں کئے جائیں گے جس میں ظالم نے کئے تھے۔

(ج) قانونِ جزاوسزا کی تشریح وتفصیل؟

اِس قانون کی تشریح وتفصیل کے سلسلے میں اللہ نے بہت سے بیانات قرآن میں ریکارڈ فرمائے ہیں۔ اُن میں سے چند بیانات دیکھتے چلیں:

(1) مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ‌ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ‌ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ‏o (بقرہ 2/261)

مودودی کا لاشعوری ومجبوری میں صحیح ترجمہ قریشی اسکیم تباہ

''جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اُس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو (100) دانے ہوں۔ اِسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے، افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔''
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 203-202)

اس آیت اور مودودی کے اس ترجمہ میں جو بات نوٹ کر کے ذہن میں رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ ''جو بیج یا دانہ بویا جائے گا اُسی بیج یا دانہ کی تعداد کو بڑھا کر بونے والے کو دیا جائے گا۔ یعنی گیہوں سے گیہوں پیدا ہو کر بڑھیں گے اور واپس بدلے میں ملیں گے۔ یہ نہ ہوگا کہ بدلے میں مکانات یا کرسیاں دے دی جائیں یا ہاتھی گھوڑے مل جائیں۔ روپے خرچ کئے ہیں تو بڑھا کر روپے ملنا چاہئیں۔ کرسیاں وغیرہ راہِ خدا میں دیں تو کرسیاں وغیرہ بڑھا کر ملنا چاہئیں۔ یہ پابندی اس لئے ہے کہ اللہ نے کھیتی کی مثال دی ہے اور گندم از گندم بروید، جو از جو۔ یعنی جو کچھ بوؤ گے وہی کچھ کاٹو گے۔ اللہ کا معاملہ ہے تو وہی کچھ بہت سا پاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ اُس کو الفاظ ''اجر وثواب'' کے پردوں میں نہ چھپاؤ گے اور صاف الفاظ میں اُس چیز کا نام لو گے جس کا اللہ تذکرہ فرما رہا ہوگا۔ یعنی قریشی فریب کار انہ ترجمانی نہ کرو گے۔

(2) دوسرا مختصر بیان: ...... مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ o (بقرہ 2/272)

مودودی کا قریشی ترجمہ: ''جو کچھ مال تم خیرات میں خرچ کرو گے اُس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائیگا، اور تمہاری حق تلفی ہرگز نہ ہوگی۔''
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 209)

علامہ مودودی کی قریشی چالاکی واضح کرنے کے لئے پہلے علامہ رفیع الدین مرحوم کا اُردو میں سب سے پہلا ترجمہ دیکھ لیں، لکھا ہے کہ:

علامہ رفیع الدین کا تحت لفظ ترجمہ: ''اور جو کچھ خرچ کرو تم بھلائی سے پورا پہنچایا جاوے گا طرف تمہارے اور تم نہیں ظلم کئے جاؤ گے۔''
(ترجمہ 2/272)

Presented by Ziaraat.Com

اب قارئین مودودی کے ترجمہ کے الفاظ دیکھیں اور اُن کے ترجمہ کے اُردو الفاظ کے لئے آیت میں عربی کے الفاظ تلاش کریں یعنی:

1: ترجمہ میں لفظِ ''مال'' موجود ہے اور یہ عربی کا لفظ ہے اور آیت میں موجود نہیں۔ لہٰذا مودودی نے قریشی پالیسی کے ماتحت یہ لفظ اپنے پاس سے اضافہ کیا ہے۔ 2: ترجمہ میں لفظِ ''خیرات'' لکھا گیا ہے اور خیرات بھی عربی اور قرآن کا لفظ ہے مگر آیت میں موجود نہیں ہے، یہ دوسرا اضافہ اور فریب ہے۔ 3: ترجمہ میں لفظِ ''اجر'' لکھا گیا ہے اور یہ لفظ بھی قرآن میں استعمال ہونے والا عربی زبان کا لفظ ہے اور اس آیت میں نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ مودودی نے اپنے قریشی زنبیل سے یہ تین الفاظ بڑھا کر یہ چاہا ہے کہ لوگوں کو وہی کچھ بدلے میں ملنا ثابت نہ ہو جو اُنہوں نے خرچ کیا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ قریشی قیامت میں تو نہ روپے ہوں گے نہ کچھ اور ہوگا جو کسی کو بدلے میں دیا جاسکے، نہ وہاں یہ موقع ہوگا کہ لوگ اُس سامان کو استعمال کرسکیں۔ وہاں تو جنت ہوگی اور جہنم ہوگا جس میں مودودی اور قریش کو پھینک دیا جائے گا اور اُن کے وحشیانہ اور ظالمانہ کردار پر پردہ پڑا رہ جائے گا۔ لیکن اللہ کے نظامِ مکافاتِ عمل یا جزا و سزا میں تو سورہ زلزال کے مطابق تمام اعمال دکھائے جائیں گے۔ پھر ہر چھوٹی سے چھوٹی بُرائی اور بڑے سے بڑے جرم کو اُن پر پلٹایا جائے گا۔ بار بار قتل کر کے، ہاتھ کاٹ کاٹ کر زندہ کیا جائے گا اور اُن کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جائے گا جو انہوں نے بے قصور انسانوں کے ساتھ کیا ہے۔ یہ ہے وہ ہوش رُبا اور روح فرسا صورتِ حال جس کو پھلانگ کر قریش قیامت کو پیش کرتے ہیں۔ لیکن ہم راہ میں رکاوٹ بن گئے اور مذہب شیعہ کی حقیقی ترجمانی سے ساری دنیا کو مطلع کرنا اور قریشی فریب کو سامنے لانا طے کرلیا۔ اور قرآن کا پیش کردہ دین وفلسفہ سادہ اور بھرپور طریقے سے سامنے رکھ دیا ہے۔

ایک یاددہانی: قارئین، قرآن کریم کی آیات کی بھرمار اور دباؤ سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ خطبہ 28 کی تشریح سے ہٹے ہوئے عنوانات چل رہے ہیں ایسا نہیں ہے۔ ہم اُسی سامان کا ہو بہو ملنا بیان کر رہے ہیں جو، حضرت علی علیہ السلام کے مخاطبوں کے لئے حضورؐ کے بقول، اور آپؑ کے لئے قرآن اور ہمارے بقول دورانِ سفر اور سفر کے بعد کے لئے جمع کرنا اور ملنا چاہئے۔ اور جس کیلئے فرمایا گیا ہے کہ:

یاددہانیاں: فَتَزَوَّدُوْا فِی الدُّنْیَا مِنَ الدُّنْیَا مَا تُحْرِزُوْنَ اَنْفُسَکُمْ بِهٖ غَدًا (خطبہ نمبر 28 جملہ نمبر 21)

''درست یہی ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے اُسی قدر سامان لے لو جو سفر کے دوران اور بعد سفر کل تمہارے کام آئے گا۔''

بات واضح اور صاف ہے کہ جس ''کل'' کا اور جس سفر کا اور جس سامان کا حضور علیہ السلام نے ذکر فرمایا ہے۔ وہی سامان تو ہوگا جو لوگوں کو کئی گنا بڑھا کر دیا جانے والا ہے۔ اُسی سامان کو دنیا کی زندگی میں بڑھا کر دینے کی بات اللہ قرآن میں کر چکا ہے۔ وہی کل تو قرآن میں بار بار ''اَلْیَوْمَ'' اور ''یَوْمَئِذٍ'' کہہ کر یاد کرائی گئی ہے۔ وہی کل تو ہے جسے چھپانے کے لئے قریشی چمچے دن رات قرآن کی غلط تعبیرات و ترجمانی چودہ سو (1400) سال سے کرتے چلے آئے ہیں۔ اور انسانوں کے دلوں میں وہ تمنائیں اور تمنائیں پوری ہونے کی اُمیدیں پیدا کرتے رہے ہیں اور جنہیں پوری کرنے کے لئے اللہ کے احکام میں تبدیلیاں اور اجتہاد کرتے اور کراتے رہے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام اُن ہی اُمیدوں اور خواہشوں اور اجتہادات کو نوعِ انسان کے لئے سب سے خوفناک اور تباہ کن فرماتے ہیں کہ:

وَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ اتِّبَاعُ الْهَوٰی وَ طُوْلُ الْاَمَلِ؛ (خطبہ 28، جملہ 20)

''تمہارے لئے جن کارروائیوں سے میں ڈرتا ہوں اُن میں سب سے زیادہ خوفناک یہ ہے کہ تم اُمیدوں اور آرزوؤں کے پھیلاؤ کو سمیٹنے کے لئے اجتہاد میں مبتلا ہو جاؤ گے۔''

Presented by Ziaraat.Com

سوچئے کہ ہم نے ابلیس کا منصوبہ اسی خطبے کی ذیل میں بیان کیا ہے یا نہیں؟ ہم نے قریشی تمناؤں اور اسکیموں کو واضح کیا ہے یا نہیں؟ اور اُن کا مجتہدانہ عمل درآمد اور قرآن کی غلط تعبیرات کرنے پر زور دیا ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ سب کچھ اسی ایک جملہ (28/20) کے ماتحت نہیں آجاتا؟ یاد رکھیے کہ ہم نے کوئی عنوان غیر متعلق قائم نہیں کیا ہے اور ہماری اِن تشریحات کو خطبے کے جملوں کے ماتحت جانچیئے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے تمام بیانات خطبے کے دائرے سے باہر نہیں نکلے ہیں۔ اور کیسے نکل سکتے ہیں؟ حضوؐر کا ہر جملہ اپنے اندر تاریخ اور قرآن کو سمیٹے ہوئے چلتا ہے۔ اور ہمارے بیانات تو ادھورے اور ناقص رہ جاتے ہیں۔ سوچئے کہ کیا ہم نے اُس سفر کو بیان کر دیا ہے جس کا تذکرہ آپؐ کے اِس جملہ میں ہے کہ:

اَلا وَ اِنَّكُم قَدْ اُمِرْتُم بِالظَّعْنِ؟ (خطبہ 28، جملہ 18)؛ وَ دُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ (خطبہ 28، جملہ 19)؛

''خبردار رہو کہ میں نے تمہیں اس خطرناک سفر کا حکم دے دیا ہے۔ اور اس سفر کے دوران اور اُس کے بعد کام آنے والی چیزوں اور ضرورتوں سے میں نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔''

ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ حضوؐر جس سفر اور جس منزل کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں، ہم نے ابھی اُس سفر اور منزل کی طرف صرف رُخ کیا ہے۔ اُس کے بیان کا ابھی آغاز ہوا ہے۔ ابھی تو ہم اتنا ہی کہنے پائے ہیں کہ تمہیں اس دنیا میں ایک ایسی جگہ پہنچنا ہے جہاں تمہاری کمائی تمہیں ملنے والی ہے، چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

(3) سزا اور جزا پر تیسرا بیان یعنی ساری کمائی بطور جزا سامنے آنا

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ○ (بقرہ 2/281)

مودودی ترجمہ اور عیاریاں

اُس دن کی رسوائی و مصیبت سے بچو، جب کہ تم اللہ کی طرف واپس ہوگے، وہاں ہر شخص کو اس کی کمائی ہوئی نیکی یا بدی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا'' اور کسی پر ظلم ہرگز نہ ہوگا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 218)

علامہ رفیع الدین کا ترجمہ تاکہ مودودی کی عیاری پکڑی جائے:

''اور ڈرو اُس دن سے کہ پھیرے جاؤ گے بیچ اُس کے طرف اللہ کے پھر'' پورا دیا جاوے گا ہر جی کو جو کچھ کمایا ہے'' اور وہ نہیں ظلم کئے جائیں گے۔'' (ترجمہ قرآن، بقرہ 2/281)

مختصراً یہ کہ اللہ تو ہر شخص کو اُس کی کمائی ہوئی ہر چیز دینے کا اعلان کرتا ہے۔ مگر قریشی علما کمائی ہوئی چیزوں کی جگہ لوگوں کو اُن چیزوں کا بدلہ یا اجر دینا چاہتے ہیں۔ اور مقصد وہی ہے کہ قریش پر گزرنے والے روح فرسا حالات کا، اور اُس منزل کا نام جہاں وہ حالات گزرنا ہیں اور جہاں تمام کمائی ملنا ہے اور اُس دن کا جسے **الیوم** یا **یوم الدین** کہا ہے، کا پتہ نہ چل جائے۔ جسے ہم نے **رَجْعَت** کہا ہے۔ اِدھر قریش اور قریشی علما کو اللہ کے بیانات میں کمی زیادتی کر کے بدلنے کی ضرورت ہے اُدھر اللہ قرآن میں دھڑا دھڑا ایسے بیانات دیتا رہا ہے کہ جن سے لوگ چونک جائیں۔ اللہ جہاں اجر یا بدلہ دینے کی بات کرتا ہے وہ لفظ '' اجر '' آیت میں نازل کر دیتا ہے جہاں بجنسہٖ اعمال واپس دینے کی بات کرتا ہے وہاں لفظ اجر استعمال نہیں کرتا، مثالیں دیکھئے:

Presented by Ziaraat.Com

(4) جزاوسزا یا اجر دینے کا بیان

وَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ o (آل عمران 3/57)

مودودی ترجمہ: ''اور جنہوں نے ایمان اور نیک عملی کا رویہ اختیار کیا ہے اُنہیں اُن کے اجر پورے پورے دے دیئے جائیں گے اور خوب جان لے کہ ظالموں سے اللہ ہرگز محبت نہیں کرتا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 259)

رفیع الدین کا ترجمہ تاکہ مودودی کا فضول اضافہ معلوم ہو اور راز کھلے

اس آیت کے ترجمہ میں اصولاً تو کسی اضافہ کی ضرورت نہ تھی لیکن علامہ اپنے قاریوں اور ہم مذہبوں کی عادت خراب کرنا نہیں چاہتے اس لئے جو اضافہ کیا ہے وہ رفیع الدین کے ترجمہ سے واضح ہو جائے گا، سنئے:

''اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے پس پورا دے گا اُن کو ثواب اُن کا اور اللہ نہیں دوست رکھتا ظالموں کو'' (3/57)

یہاں یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ کسی کو کوئی چیز دینے میں اور کسی چیز کا اجر یا ثواب دینے میں بڑا فرق ہے۔ آپ فاتحہ دیتے وقت یہ کہتے ہیں کہ: ''یا اللہ اس درود شریف کا اور اِن سورہ ہائے قرآنی کا اور اس شیرینی یا طعام کا ثواب حضرت حجۃ علیہ السلام کے توسط سے فلاں فلاں مرحوم لوگوں کو پہنچے۔''

یہ اس لئے کہ شہداء علیہم السلام کے علاوہ باقی مرنے والوں کو کھانے کا سامان نہیں ملتا محض ثواب ملتا ہے اور وہ بھی اُن کے اعمالنامہ میں لکھا جاتا ہے۔ اسی لئے شہداء، انبیاؑء اور آئمہ علیہم السلام کو ایصال ثواب نہیں کرتے بلکہ نیاز و نذر کرتے ہیں۔ اور وہ حضراتؑ نذر و نیاز کی چیزوں کو استعمال کرتے ہیں اور حضرت حجت علیہ السلام کا نظام بجنسہٖ وہ سامان اُن کے پاس پہنچاتا ہے۔ گو تمہارے پاس سے کم نہیں ہوتا مگر ہر وہ چیز جو تم نے نذر میں پیش کی تھی بجنسہٖ وہاں پہنچتی ہے۔

(5) اصل اعمال یا نیکی یا بدی کا پہنچنا: یہ بیان سنئے اور دیکھئے کہ تمہارا ہر عمل اُس روز تمہارے سامنے ہوگا اور اچھے اعمال تمہاری زندگی میں سہولت فراہم کریں گے اور بُرے اعمال اپنی برائی کے تناسب سے مصیبت میں مبتلا کریں گے:

یَوۡمَ تَاۡتِیۡ کُلُّ نَفۡسٍ تُجَادِلُ عَنۡ نَّفۡسِهَا وَ تُوَفّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَ هُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ o (نحل 16/111)

ہمارا ہر طرح قرآن کے مطابق ترجمہ: ''وہ دن جس روز ہر ذی حیات خود اپنی ذات کے لئے جھگڑتا ہوا آئے گا اور اُس دن ہر ذی حیات کو اُس کا ہر عمل پورا پورا دیا جائے گا اور اُن پر ظلم یا زیادتی نہ کی جائے گی۔'' یعنی اُن کے اعمال میں کمی بیشی نہ ہوگی۔

یہاں سورہ زلزال کی آخری آیات (8 تا 99/6) کو اور سورہ کے مقصد کو سمجھ لیں۔ یعنی:

''وہ دن ایسا ہوگا کہ تمام محروم الجزاوسزا اپنے اپنے مختلف حالات میں صادر ہوں گے۔ مثلاً کچھ لوگ زخمی حالت میں آئیں گے کچھ لوگ مسلح اور جنگ جوؤں کی صورت میں ہونگے۔ کچھ مظلوم اور ستائے ہوئے حال میں ہوں گے۔ کچھ شاہانہ ٹھاٹھ سے آئیں گے۔ (یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا؛ 99/6) پھر اُن پر اُنکے اعمال اثر انداز ہونگے۔ قاتلوں کو قتل کی لذت دکھائی جائیگی اور صابروں کو اُنکے صبر سے لطف اندوز کیا جائیگا (لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ o 99/6) اور سب کو اُنکے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے اعمال کا فائدہ یا نقصان بھگتنا پڑیگا (فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ o وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ o 99/7-8)

Presented by Ziaraat.Com

(6) سزا اور جزا پر ایک اور بیان اور سزا و جزا کی قانونی صورت:

اور اس کی مزید تشریح اور صورت یوں پیش کی ہے کہ:

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِھَا وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجۡزٰۤی اِلَّا مِثۡلَھَا وَ ھُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ o (انعام 6/161)

''جو بھی نیکی کے ساتھ آئے گا اُس کے لئے اُس کی اُس نیکی کی مانند دس نیکیاں ہیں۔ اور جو کوئی برائی لے کر آئے گا اُس کے لئے اُس کی اُس برائی کی مانند ایک ہی برائی ہے۔ اور اُن کے ساتھ کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔''

سابقہ قرآنی بیانات سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ نیکی کی جگہ دس نیکیاں اور برائی کی جگہ صرف ایک برائی دی جانا اللہ کا قانون ہے۔ مثلاً ایک مومن نے راہ خدا میں ایک روپیہ خرچ کر کے تھوڑی سی تنگی برداشت کی تھی اُسے اُس دن دس روپے دے کر دس گنا سہولت فراہم کی جائے گی۔ اور اگر کسی نے ایک بُرا کام کیا تھا تو اُس کے ساتھ وہی ایک بُرا کام کیا جائے گا۔ یعنی نیکی کے بدلے میں دس گنا نیکیاں اور بُرائی کے بدلے میں برابر کی ایک بُرائی ملے گی۔ مگر اُسے ذلیل و رُسوا ہر حال میں کیا جائے گا مثلاً فرمایا کہ:

(7) بدکرداروں کو ایک بُرائی پر بھی ذلیل و رسوا کیا جائے گا

وَالَّذِیۡنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍۭ بِمِثۡلِھَا وَ تَرۡھَقُھُمۡ ذِلَّۃٌ مَا لَھُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ عَاصِمٍ کَاَنَّمَاۤ اُغۡشِیَتۡ وُجُوۡھُھُمۡ قِطَعًا مِّنَ الَّیۡلِ مُظۡلِمًا اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ o (یونس 10/27)

''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائی ہیں۔ اُن کی ہر برائی کی جزا میں اُنہیں اُن کی برائی کی مانند ایک ایک برائی ملنا ہے۔ اور اُن پر ذلت کو مسلط کیا جائے گا۔ اور اللہ کی اُس ذلت سے اُنہیں بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اُن کے چہرے رات کی سیاہی کی طرح کالے کر دیئے جائیں گے وہ ہمیشہ آگ میں رہنے والے صحابہ ہوں گے۔''

(8) سزا اور جزا پر قرآن کا آخری اور مثالی بیان اور مودودی کا وہ ترجمہ جو اُن کی تمام چالاکیوں کا جواب ہے

یہاں تک بار بار قرآن کریم سے جنت اور دوزخ کے علاوہ دوسری قانونی اور فطری سزا اور جزا دیا جانا ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود ہم ایک اور آیت لکھتے ہیں تاکہ علامہ مودودی کا ایک ایسا ترجمہ دکھا سکیں جو اُن کی تمام عیاریوں، مکاریوں اور چالاکیوں پر پانی پھیر کر ہماری تائید میں حرفِ آخر کہلا سکتا ہے سنئے:

وَالَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآءِ الۡاٰخِرَۃِ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُھُمۡ ھَلۡ یُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ o (اعراف 7/147)

مودودی کا قریشی پالیسی کے خلاف ترجمہ: ''ہماری نشانیوں کو جس کسی نے جھٹلایا اور آخرت کی پیشی کا انکار کیا اُس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ کیا لوگ اِس کے سوا کچھ اور جزا پا سکتے ہیں کہ جیسا کریں ویسا بھریں؟'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 79)

ہمارا یہ زیرِ قلم عنوان قرآن کریم سے یہ دکھانے کے لئے قائم کیا گیا تھا کہ ہر انسان کو اِس دنیا میں وہ سب کچھ ملنا چاہئے جو اُس نے راہِ خدا میں صرف کیا اور ہر انسان پر وہ سب کچھ گزرنا چاہئے جس میں سے اُس نے دوسروں کو گزارا۔ یعنی جیسا کرے ویسا بھرے۔ دوسروں کی آزادی اور خوشحالی میں کوشاں رہا تو اُسے آزادی اور خوشحالی ملے۔ دوسروں کو قید و بند و مصائب میں رکھا تو اُسے قید و بند و مصائب میں رکھنا چاہئے اور اُسی ماحول میں رکھنا چاہئے جس میں دوسروں کو رکھا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

(9) سرمایہ داروں کو اِسی دنیا میں زراندوزی کی سزا ملنا ضروری ہے: خود فرمایا ہے کہ:

.... وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ o يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ o (توبہ 9/34-35)

مودودی ترجمہ: ''دردناک عذاب کی خوشخبری دواُن کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اُنہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اُسی سونے اور چاندی پر جہنم کی آگ دھکائی جائے گی اور پھر اُسی سے اُن لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزا چکھو۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 191)

16۔ قرآن میں مذکور حقوق العباد کی ادائیگی میں جزاوسزا کے لئے اس دُنیا اور دُنیا کے تمام سامان اور ماحول کی ضرورت ہے

ہم نے عرض کیا ہے کہ قرآن میں مذکور جزاوسزا کے وعدے اِس دنیا میں پورے ہونا لازم وواجب ہیں تاکہ لوگوں کو وہ نعمتیں دی جاسکیں جن سے انہیں محروم رہنا پڑا تھا اور محروم کرنے والوں کو محروم رکھنے کا انتظام رکھا جائے گا۔ زندگی سے محروم کرنے کے لئے تلواریں اور تازیانے اور ٹکٹکی وغیرہ کی ضرورت ہے۔ قید کرنے کے لئے قید خانے اور ہتھکڑیاں بیڑیاں اور زنجیریں لازم ہیں۔ مندرجہ بالا آخری آیت والی سزا کے لئے وہ تمام سونا اور چاندی اور سکے موجود ہونا لازم ہیں جن سے داغا جائے گا۔ اُن کو باندھنے اور دوڑ بھاگ سے روکنے کا انتظام ضروری ہے۔ وہ مکانات موجود ہونا چاہئیں جن میں چوری یا قتل اور دیگر جرائم واقع ہوئے وہ لوگ ہونے چاہئیں جن کے سامنے متعلقہ واقعات وقوع میں آئے تھے۔ ذلت ورسوائی کا تمام سامان موجود ہونا چاہیے ورنہ ''جیسا کرنا ویسا بھرنا'' ناقابل عمل ہوگا۔ مختصراً یہ سمجھ لیں کہ یہ سب کچھ قیامت سے پہلے یعنی آخری فیصلے سے پہلے وقوع میں آنا چاہئے۔ ورنہ زمین اور پہاڑ چُور چُور ہو جانے کے دوران یا بعد میں یہ سب کچھ نہ ہو سکے گا۔ نئی زمین اور نیا آسمان بن جانے کے بعد (سورہ حجر) وہ دفینے بھی زمین کے ساتھ چکنا چُور و تباہ ہو جائیں گے وہ مکانات بھی نہ رہیں گے جن میں واقعات رُونما ہوئے تھے۔ وہ قید خانے کہاں ہوں گے جن میں مظلوموں کو قید رکھا گیا تھا۔ تلواریں، بیڑیاں اور زنجیریں کہاں بچیں گی؟

17۔ اللہ کا سوفیصد عادل ومُنصف وعلیم وحکیم وقدیر ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر رَجعَتْ اِلَی اللّٰہ کی عملی ومشہود پالیسی کو نظر انداز کر دیا جائے

سابقہ عنوانات اس عنوان کے ثبوت میں بھرپور طریقے سے کافی ہیں۔ اب جس حقیقت کو سامنے لانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ:

1۔ ''رَجعَتْ اِلَی اللّٰہِ'' کیا ہے؟ کب ہوگی؟ کس طرح ہوگی اور:

2۔ ''رَجعَتْ'' کا ثبوت کیا ہے؟

رجعت کو بیان کرنا اور اُسکی تفصیل کو قرآن سے سامنے لانا ہی اس عنوان کا مقصد ہے۔ مندرجہ بالا سوالات کیلئے پہلی بات یہ سمجھنا چاہئے کہ لفظ ''رجعت'' ڈکشنری یا لغت کا عام اور بہت استعمال ہونیوالا لفظ ہے اور اس میں ذاتی طور پر کوئی دین کا یا بے دینی کا تصور نہیں ہے۔ اُس کے معنی ہیں ''پلٹنا'' اور اس معنی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو چیز کسی چیز کی طرف پلٹتی ہے وہ چیز اُس سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ تعلق اگر اُس چیز کی تخلیق یا فطرت سے ہے تو یہ پلٹنا اُسکی فطرت یا تخلیق میں داخل ہے۔ یعنی اُس کا پلٹنا تخلیقی اور فطری قوانین کے ماتحت ہے۔ یعنی اس پلٹنے میں وہ چیز مختار نہیں ہے کہ اگر نہ چاہے تو نہ پلٹے یا کسی اور طرف پلٹ جائے۔ اِس قانون کو عربی زبان میں یوں کہا گیا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''کُلُّ شَیءٍ ''یَرجِعُ'' اِلٰی اَصلِہٖ'' ''ہر چیز اپنی اَصل کی طرف پلٹتی ہے۔''

ہر چیز کا اپنی اصل وحقیقت کی طرف پلٹنا بتاتا ہے کہ کائنات کہ ہر چیز خود نہ اپنی ''اصل'' ہے نہ ''حقیقت'' ہے۔ بلکہ کسی ''اصل'' یا ''حقیقت'' کی فرع (شاخ یا جُز) ہے، چنانچہ:

(الف) رجعت کے قانونی، فطری یا سائنسی اور مشہود معنی پر بیان:

زمین سے پیدا ہونے والی وہ تمام چیزیں رفتہ رفتہ مٹی ہو جاتی ہیں جن کی ''اصل وحقیقت'' زمین ہے۔ اُن چیزوں کے مٹی بننے کا زمانہ یا مدت یکساں نہیں ہے۔ یعنی بعض چیزیں جلدی مٹی بن جاتی ہیں اور بعض کو مٹی بننے میں بہت عرصہ لگتا ہے۔ زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں میں لوہا یا دھاتیں باقی چیزوں سے سخت ہوتی ہیں اور انہیں بھی حسبِ حالت مٹی بننے میں بہت عرصہ لگتا ہے۔ اُن کا استعمال اور قیمت میں کمی بیشی اسی قاعدے پر منحصر ہے کہ کون سی دھات کتنے عرصہ تک اپنی خاصیت پر برقرار رہتی ہے اور مٹی بننے میں یا اپنی خاصیت اور قوت چھوڑنے میں کتنا عرصہ لگاتی ہے؟ زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں میں بھی بعض ایسی ہیں جن کے متعلق تجربہ سے یہ طے کرلیا گیا ہے کہ وہ ہرگز مٹی نہ بنیں گی۔ مثلاً سونا، ہیرا اور پلیٹینم (Platinum)۔ ہر چیز کو اُس کی اصل کی طرف پلٹانے کے تخلیقی قوانین ہر چیز کی تخلیق میں بھی رکھ دیئے ہیں۔ یعنی ہر چیز کے اندر ایک داخلی تخریب اُسے اُس کی اصل کی طرف پلٹنے پر مجبور کرتی چلی جاتی ہے اور ایسے قوانین بھی بنا دیئے ہیں جو باہر سے ہر چیز پر اثر انداز ہو کر اُن کو اُن کی اصل کی طرف پلٹانے یا رجعت کرانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ اور ایسے قوانین بھی موجود ہیں جن کو ماہرینِ قوانین استعمال کر کے چیزوں کی رجعت میں تاخیر پیدا کر سکتے ہیں۔ دھاتوں کو رجعت کرانے والا داخلی قانون، اور اُس کی مادی ومشہود صورت کو ''عِلمِ المعادنیات'' (Metallurgy) میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

The tendency of a metal to return to its original state is called Corrosion.

''کسی دھات کا وہ میلان طبع جو اُسے اُس کی بنیاد یا اصل کی طرف پلٹاتا ہے ''زنگ'' کہلاتا ہے۔''

چنانچہ ''زنگ'' وہ نتیجہ ہے جو دھاتوں کو اندرونی یا طبعی قانون کے دباؤ سے لگتا ہے۔ لوہے کا زنگ لال رنگ کے پاؤڈر کی صورت میں لوہے کو رجعت کراتا ہے۔ تانبے اور پیتل کا زنگ سبز رنگ کا اور ایلومینیم کا سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ اُن کو زنگ سے بچانے کیلئے ہی اُن پر رنگ وروغن (Paint) لگاتے ہیں۔ بہر حال اس بیان سے اشیاء یا موجودات کی ''رَجعَتْ'' اور رَجعَتْ کے معنی واضح ہو جانا چاہئیں۔ اب یہ سمجھ لیں کہ لفظ ''رجعت'' کا مادہ یا اصل وبنیاد وحقیقت ''ر۔ ج۔ ع'' ہے۔ اسی اصل سے لفظِ ''رُجُوعٌ'' بنتا ہے۔ اِسی سے لفظ رَاجِعُوْنَ اور تُرجَعُوْنَ بنتے ہیں۔ اور اسی سے لفظ ''مَرجَعٌ'' بنتا ہے یعنی وہ ہستی جس کی طرف متعلقہ چیزیں ''رَجعَتْ'' کرتی ہیں یا رجوع ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہر چیز وہر مخلوق کیلئے ایک ''مَرجَعْ'' ہوتا ہے اور اُس مرجع سے بننے والی تمام چیزیں اُسی کی طرف رجعت کرنے پر مجبور ومخلوق ہوتی ہیں۔ اسی اصول کی مجازی صورت ظاہر کرنے کے لئے اللہ نے قرآن میں یوں فرمایا ہے کہ:

(ب) اللہ پوری کائنات کی ہر مخلوق یا چیز کا مجازی مرجع ہے

وَاستَعِینُوا بِالصَّبرِ وَالصَّلٰوۃِ وَاِنَّھَا لَکَبِیرَۃٌ اِلَّا عَلَی الخٰشِعِینَ o الَّذِینَ یَظُنُّونَ اَنَّھُم مُّلٰقُوا رَبِّھِم وَ اَنَّھُم اِلَیہِ رٰجِعُونَ o (بقرہ 2/45-46)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی ترجمہ: ’’ صبر اور نماز سے مدد لو، بے شک صبر اور نماز ایک سخت مشکل کام ہے، مگر اُن فرماں بردار بندوں کے لئے مشکل نہیں ہے جو سمجھتے ہیں کہ آخرکار اُنہیں اپنے رب سے ملنا اور اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 74-73)

چونکہ بات رجعت کی ہو رہی ہے اس لئے مودودی نے آیت میں لفظ صبر موجود ہوتے ہوئے بھی صرف نماز کو مشکل کام لکھ کر صبر کو ترجمہ سے خارج کر دیا تھا جو ہم نے خود ترجمہ میں لکھا ہے۔ اور چونکہ مودودی اینڈ کمپنی کو رجعت سے بخار ہو جاتا ہے اِس لئے اُنہوں نے ’’رَجعت‘‘ کو آخری چیز یا ’’قیامت‘‘ بنانے کیلئے اپنی شیطانی جیب سے ترجمہ میں لفظِ ’’آخرکار‘‘ بڑھا دیا ہے جس کے لئے آیت میں کوئی لفظ نہیں ہے۔ بہر حال اِن آیات اور سینکڑوں دوسری آیات سے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی طرف رجعت ہونا ہے۔ اور وہی مرجع ہے۔

(ج) اللہ نے خود کو ہر چیز کے مرجع کی حیثیت یا پوزیشن میں پیش کیا ہے یعنی مقامِ رَجعت فرمایا ہے

ذیل میں چند آیات کے ٹکڑے پیش کرتے ہیں تاکہ لفظ ’’ مَـرْجَعُ ‘‘ (مقامِ رجعت) کا استعمال اور مودودی کا گھبرا گھبرا کر ہر جگہ لفظ ’’آخرکار‘‘ کا اضافہ اور فریب بھی سامنے آ جائے اور معلوم ہو جائے کہ قریشی علما کو ’’رَجْعَتْ‘‘ اور ’’مَرْجَع‘‘ سے کتنا خطرہ ہے اور وہ رجعت کو اپنے والی قیامت میں تبدیل کرنے کے لئے کس طرح بے تکلفانہ قرآن سے مکر و فریب کرتے رہے ہیں، سنئے:

(1) ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ (عمران 3/55) "پھر تم سب کو آخرکار میرے پاس آنا ہے۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 259)

یہاں رجعت کو آخری چیز بنانے کے لئے ’’آخرکار‘‘ تو بڑھایا ہی تھا، اُس کے ساتھ ہی لفظِ ’’سب کو‘‘ بھی بڑھا دیا اسلئے کہ قیامت میں ساری نوع انسان جمع ہوگی۔ لہٰذا رجعت کو قیامت بنانے کے لئے اللہ سے رہی ہوئی آیت کی دونوں خامیوں کی اصلاح کر کے قرآن کا عیب دُور کر دیا اور سنئے:

(2) اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا؛ (مائدہ 5/48) ’’آخرکار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 478)

یہاں لفظ جَمِيْعًا موجود تھا اس لئے صرف لفظِ ’’آخرکار‘‘ بڑھانا پڑا، ورنہ خامی رہ جاتی اور سنیں:

(3) ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ؛ (انعام 6/60) ’’آخرکار اُسی کی طرف تمہاری واپسی ہے۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 546)

مجال ہے جو مودودی بھول جائیں اور سنئے:

(4) ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ؛ (زمر 39/7) ’’آخرکار تم سب کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 361)

یہاں پھر علامہ نے اللہ کی دوہری اصلاح کر دی ہے لفظِ جَمِيْعًا آیت میں نہیں ہے نہ ہو علامہ پر واجب ہے کہ اللہ کو (معاذ اللہ) غلط یا ادھوری بات نہ کہنے دیں۔

(د) حقیقی مَرْجَعُ اللہ ہرگز نہیں ہے ورنہ تمام مخلوقات کو اللہ کے اجزا ماننا ہوگا

یہ گفتگو ہو چکی ہے کہ درحقیقت اللہ کی طرف کسی چیز کی یا کسی انسان کی ’’ رَجْعَت ‘‘ یا واپسی ممکن ہی نہیں ہے ورنہ سب چیزوں کو ایسے ذرات میں بکھیرنا ہوگا جو ناممکن ہیں کہ ہر ذرہ ہر جگہ رکھا جا سکے۔ علاوہ ازیں مخلوق میں سے کوئی چیز حتّٰی کہ اللہ کا نور بھی اللہ کا جُز نہیں ہے نہ اللہ سے کوئی چیز پیدا ہو سکتی ہے۔ اور حقیقی مرجع وہی ہو سکتا ہے جس سے چیزیں پیدا ہوں۔ جیسے زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں کا مرجع زمین ہے۔ اور سب اُسی میں مل کر مٹی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم بات کو بڑھائے بغیر یہ کہہ دیں کہ اس کائنات کی تمام مخلوقات نورِ محمدؐی سے پیدا کی گئی ہیں اور ہر چیز کسی نہ کسی سائنٹیفک طریقے سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجزا کا مجموعہ ہے۔ وہی اُن کی علتِ مادی اور علتِ صوری اور علتِ فاعلی اور علتِ غائی

Presented by Ziaraat.Com

ہیں اور وہؑی تمام مخلوقات کے حقیقی ''مَرجَع'' ومصدرؑ ہیں۔اور رجعت ہو یا قیامت وہ حضرت محمدؑ بن حسنؑ عسکری، حجة اللّٰه فی الخلق ربُّ الارؑض والسماوات ،قائم قیامتؑ ہیں،سلام اللّٰه علیه علیٰ آبائہٖ و اُمھاتہٖ۔رہ گیا اللہ کا مرجع ہونا؟ وہ مجازی ہے اور یہ آیت بھی اللہ کے مرجع حقیقی نہ ہونے پر دلیل ہے:

(ہ) اللہ نے آگ کے انبار کو یا ڈھیر کو انسانوں کا مرجع فرما کر خود مرجع ہونے کا انکار کر دیا ہے

اَ ذٰلِکَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِo اِنَّا جَعَلْنٰھَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَo اِنَّھَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِo طَلْعُھَا کَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِo فَاِنَّھُمْ لَاٰکِلُوْنَ مِنْھَا فَمَالِئُوْنَ مِنْھَا الْبُطُوْنَo ثُمَّ اِنَّ لَھُمْ عَلَیْھَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ o ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَھُمْ لَاِ اِلَی الْجَحِیْمِ o اِنَّھُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَ ھُمْ ضَآلِّیْنَo(الصّٰفّٰت 69 تا 37/62)

''کیا وہ صورتِ حال بہتر ہے جو آیات (50 تا 37/39) میں بیان ہوئی ہے یا یہ بہتر ہے جس میں زقوم کا درخت کھانے کو ملے گا۔ہم نے زقوم کے درخت کا نام ظالموں کے لئے بُری آزمائش یا فتنہ بنا دیا ہے۔وہ ایک ایسا درخت ہے جو آگ کے ڈھیر میں اُگا کرتا ہے۔اس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی مانند ٹیڑھے ہوا کرتے ہیں۔چنانچہ مجرم لوگوں کی غذا وہی درخت ہوگا اور اُسی سے اُن لوگوں کو اپنا پیٹ بھرنا پڑے گا۔اور پھر انہیں پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی ملے گا۔پھر اُن کا مرجع وہی جحیم،یعنی آگ کا ڈھیر ہوگا۔یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا تھا اور اُن ہی کے نقشِ قدم پر چلے تھے۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ نہ اللہ انسانوں کا حقیقی مرجع ہے نہ اللہ کو انسانوں کا مستقل مرجع قرار دیا جا سکتا ہے۔اور یہ کہ تمام جزئی اور عارضی مَرجَعُوں کا حقیقی ومستقل مرجع نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔اور تمام مخلوقات کی آخری رجعت بھی اُن ہی کی طرف ہونا ہے۔

(و) رجعت اپنے وسیع اور عام معنی میں ایک مسلسل اور مستقل قانونی عمل در آمد ہے

یہ حقیقت بیان ہو چکی کہ کائناتی مخلوقات کو اُن کے اندرونی اور بیرونی تخلیقی قوانین ہر لحہ اُن کی اصل کی طرف لوٹانے یا رجعت کرانے میں مصروف ہیں۔یعنی رجعت ہر لحہ ہو رہی ہے۔یہ ایک عملِ مسلسل ہے۔جو پیدا ہوتے ہی ہر چیز پر مسلط ہو جاتا ہے۔اور ہرگز پیچھا نہیں چھوڑتا جب تک مرجعؑ کے حضور حاضر ہونے کے قابل نہ بنا دے۔یا مَرجَعؑ خود ہی اُسے نہ روک دے۔اور رجعت کو روکنے کے لئے بھی اللہ کے قوانین ہی پر عمل کرنا ہوگا۔چنانچہ جب سلامتی کا ضابطہ،یعنی ''دینِ اسلام'' اپنی ہمہ گیر صورت میں نافذ کر دیا جائے گا تو اُس پر عمل کرنے والوں کے لئے صرف سلامتی ہی سلامتی رہ جائے گی۔وہ تمام قوتیں مغلوب ومفلوج ہو کر رہ جائیں گی جو نوعِ انسان کو تباہی وزوال وہلاکت وموت کی طرف بڑھاتی ہیں۔چنانچہ اُس زمانے کے لوگوں کو دنیا ہی میں حیاتِ جاوداں مل جائے گی۔وہی لوگ ہوں گی جو مار ڈالنے والے صُور سے بھی نہ مریں گے۔(زمر 39/68)

18۔ ایک ایسے دن کا اور ایک ایسے نظام کے آنے کا تین مرتبہ وعدہ کیا گیا ہے جس میں ''دینِ اسلام'' کے لانے والے کو ''دین'' کے ہر گوشہ پر غالب کر دیا جائے گا

یہاں سے اللہ کا وہ وعدہ دیکھئے جسے قرآن میں تین مرتبہ دوہرایا گیا ہے اور جو یہ بتاتا ہے کہ اللہ اسلام کے اوّلین وآخرین علم بردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نُور کو مکمل اور ہمہ گیر بنا دے گا اور آنحضرتؑ کو دین کے ہر ہر پہلو پر غالب کر دے گا۔یعنی وہ تمام قوتیں اور تمام مزاحمتیں اُنؑ کی

Presented by Ziaraat.Com

راہ سے ہٹادی جائیں گی۔ جنہوں نے لاانتہا مدت تک نہ اُنؐ کے نور کو مکمل ہونے دیا اور نہ دین کا ہر گوشہ، اور ہر حکم وقانون نافذ ہوسکا۔ جس میں نظامِ شرکت کو معطل کردیا جائے گا اور اُن لوگوں کی ناگواریوں کی پرواہ نہ کی جائے گی جو اسلامی حکومت میں نظامِ شرک ومشاورت کا حصہ اور شمولیت پرکاربند چلے آرہے تھے۔(آلِ عمران 154 تا 3/152) ملاحظہ ہو۔

(الف) تیسرے سال ہجرت، 3ہجری میں یہ آیات سُنائی گئیں

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ یُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ o یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ o هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ o (الصَّفّ 9 تا 61/7)

''اُس شخص سے بڑھ کراور کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ کے متعلق جھوٹی ایجادات کرے حالانکہ اُس شخص کو اسلام کی دعوت دی جارہی ہے؟ اور اللہ اُسے اور اُس کی ظالم قوم کو نہ ہدایت کرتا ہے اور نہ کرے گا۔ اُس شخص اور اُس کی قوم کی پالیسی یہ ہے کہ وہ اپنے پروپیگنڈے اور باتوں سے اللہ کے نور کی حقیقت کو پھیلنے سے روک دیں۔ اور اللہ نے اپنے نور کی حقیقی روشنی کو انتہائی مقام تک پہنچانا ہے۔ خواہ حق پوش لوگوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسوؐل کو مکمل ہدایات اور حق نما دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ رسوؐل کو دین کے ہر ہر پہلو پر غلبہ عطا کرے خواہ حکومتِ خداوندی میں شرکت کے قائلین کو گراں ہی کیوں نہ گزرے۔''

(ب) چھٹی ہجری، 6ھ میں اسی وعدے کو پھر دُہرایا گیا

سورۂ صف (7 تا 61/9) میں یہ وعدہ اور اعلان کرکے قریشی قوم اور اُس کے مجتہد لیڈر کو متنبہ کرکے تین سال کا موقع دیا گیا اور پھر فرمایا گیا کہ:

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًاo (فتح 48/28)

''اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسوؐل کو مکمل ہدایات اور حق نما دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُسےؐ مکمل دین کے ہر ہر گوشہ پر غلبہ عطا کردے اور اس وعدہ کی حقیقت پر اللہ بہت کافی گواہ ہے۔''

(ج) ہجرت کے نویں سال پھر وہی وعدہ یاد دلایا گیا تھا:

تین تین سال کی تیسری قسط پوری ہو جانے کے بعد فرمایا گیا کہ:

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ یَاْبَی اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ o هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَo (توبہ 33-9/32)

''قومی پالیسی یہ ہے کہ وہ اپنے پروپیگنڈے اور باتوں سے اللہ کے نوؐر کی روشنی کو پھیلنے سے روک دیں۔ مگر اللہ اپنے نوؐر کی حقیقی روشنی انتہائی مقام تک پہنچائے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ حق پوشوں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو؟ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسوؐل کو مکمل ہدایات اور حق نما دین کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ رسوؐل کو مکمل دین کے ہر ہر پہلو پر غلبہ عطا کردے خواہ حکومتِ خداوندی میں شرکت چاہنے والوں کو گراں ہی کیوں نہ گزرے؟''

Presented by Ziaraat.Com

(د) مودودی نے کہاں تک اِس وعدے کی تائید کی ہے اور کہاں تک حق سے پھرے ہیں؟

اِن آیات کی وضاحت ہم بعد میں کریں گے۔ پہلے آپ مودودی کی تشریحات میں سے اہم پہلو دیکھ لیں۔ہم نے ان وعدوں کو تلاوت کی ترتیب سے لکھا ہے تاکہ یہ نوٹ کرلیا جائے کہ پہلے اللہ نے کیا اور کتنا فرمایا۔ دوسری دفعہ کیا بتایا اور آخری مرتبہ کیا کچھ دہرایا؟ مگر مودودی نے سورتوں کے نمبروں کا خیال رکھا ہے لہٰذا پہلی بات آخر میں چلی گئی ہے۔لہٰذا اُن کی تشریحات کی ترتیب بھی اُلٹی ہی لکھنا پڑے گی۔ سنیئے تیسری دفعہ یعنی آخری بار والی آیات (9/32-33) کی تشریح پہلی تشریح بن گئی ہے۔

(1) دین کو غالب کرنا محمدؐ کا کام مانا ہے اور تمام نظامہائے زندگی پر غالب کرنا اُن کی ذمہ داری ہے:

''32 متن میں'' اَلـدِّیْـن '' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم نے ''جنسِ دین'' کیا ہے دین کا لفظ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، عربی زبان میں ''اُس نظامِ زندگی یا طریقِ زندگی'' کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کے قائم کرنے والے کو سند اور مطاع تسلیم کرکے اُس کا اتباع کیا جائے۔ پس بعثتِ رسولؐ کی غرض اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت اور دینِ حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے ''اُسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کردے'' دوسرے الفاظ میں رسولؐ کی بعثت کبھی اس غرض کیلئے نہیں ہوئی کہ جو نظامِ زندگی لے کر وہ آیا ہے'' وہ کسی دوسرے نظام کے تابع اور اُس سے مغلوب بن کر اور اُس کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے'' بلکہ وہ'' بادشاہِ ارض وسما کا نمائندہ بن کر آتا ہے۔ اور اپنے بادشاہ کے نظامِ حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے۔'' اگر کوئی دوسرا نظامِ زندگی دنیا میں رہے بھی تو اُسے'' خدائی نظام کی بخشی ہوئی گنجائشوں میں سمٹ کر رہنا چاہیے'' جیسا کہ جزیہ ادا کرنے کی صورت میں ذمیوں کا نظامِ زندگی رہتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 190)

اس تشریح کے تمام پہلوؤں کو ذہن میں رکھیئے اور ایک اور تشریح سورہ فتح (48/28) پر سنئے، لکھتے ہیں کہ:

'' 51 ---۔ بلکہ اُن کے علی الرّغم اُس ہدایت اور اُس دینِ حق کو پوری جنسِ دین پر غلبہ حاصل ہو کر رہے گا جسے لے کر یہ رسولؐ ہماری طرف سے آیا ہے، خواہ یہ منکرین اُسے روکنے کے لئے کتنا ہی زور مار کر دیکھ لیں۔''پوری جنسِ دین'' سے مراد زندگی کے وہ تمام نظام ہیں جو'' دین'' کی نوعیت رکھتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 62)

مودودی کی یہ تشریح بھی کم وبیش وہی کچھ کہتی ہے جو پہلی تشریح میں تفصیل سے لکھا ہے۔آخری تشریح سنیئے:

(2) مودودی نے مضحکہ خیز جھوٹ بولا ہے دینِ اسلام کبھی بھی رسولؐ اللہ کے زمانہ سے آج تک تمام ادیان ونظامہائے زندگی پر غالب نہیں آیا

مودودی لکھتے ہیں کہ:

''اِن حالات میں فرمایا گیا کہ اللہ کا یہ نور کسی کے بجھائے بجھ نہ سکے گا بلکہ پوری طرح روشن ہو کر اور'' دنیا بھر میں پھیل کر رہے گا'' یہ ایک صریح پیشینگوئی ہے جو'' حرف بحرف'' صحیح ثابت ہوئی۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 477، حاشیہ 12)

حرف بحرف کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اِس زمین کے طول وعرض میں ہر جگہ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا، یورپ، ایشیا اور تمام جزائر میں پہنچا اور ہر جگہ ہر دین ومذہب وفلسفہ اور نظامِ زندگی پر غالب آیا۔ اُن سب کو ذمیوں کی طرح رہنے پر مجبور کیا۔ اور پوری نوعِ انسان سے اللہ کا بادشاہِ ارض وسما ہونا منوالیا۔

Presented by Ziaraat.Com

قارئین خود سوچیں اور فیصلہ کریں کہ اس سے بڑا جھوٹ اور کیا ہوسکتا ہے؟ عہدِ رسوؐل میں رسوؐل کے ہاتھوں تو الگ؛ یہ صریح پیش گوئی تو آج تک ایک منٹ کے لئے بھی حرف بحرف صحیح ثابت نہیں ہوئی مودودی والا اسلام سینکڑوں فرقوں میں بکھر کر تباہ ہوگیا۔ مسلمان نام کے لوگ ساری دنیا میں بھکاری و ذلیل ہیں۔

(ہ) تمام رسوؐلوں کی بعثت کی غرض اگر بقول علامہ ساری دنیا کی اقوام ومذاہب ونظامہائے زندگی پر غلبہ تھا تو بھی وہ غرض پوری نہ ہوئی

یہ بھی نوٹ کریں کہ مودودی نے اپنی پہلی تشریح میں تمام رسوؐلوں کی بعثت کی غرض دنیا کے تمام ادیان ومذاہب اور نظامہائے زندگی پر غلبہ اور اللہ کی ہمہ گیر حکومت قائم کرنا لکھی ہے۔ اور ظاہر ہے اور خود مودودی کے مسلمات میں سے ہے کہ کسی سابقہ رسوؐل کو بھی ساری دنیا میں ایسا غلبہ اور روئے زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنا نصیب نہیں ہوا۔ لہٰذا لازم ہے کہ اللہ کا یہ تین جگہ دہرایا ہوا وعدہ واعلان اور پیشنگوئی حرف بحرف پوری ہو، اور محمدؐ کو تمام ادیان ومذاہب اور نظامہائے زندگی پر مکمل غلبہ ملے اور پوری دنیا میں حکومتِ خداوندی قائم ہو۔ اُسی دن کو "یوم الدین" یعنی "دین کے غالب آنے کا دن" یعنی تمام انبیا ورُسل علیھم السلام کو اُن کی سعی اور قربانیوں کی جزا ملنے کا دن۔ یعنی جنت وجہنم ملنے کا دن نہیں بلکہ نیکیاں نیکوں کو اور برائیاں بُروں کو ملنے کا دن۔ یعنی اُن تمام وعدوں کے پورے ہونے کا دن جن کو اس دنیا میں پورا کرنے کا وعدہ اللہ نے کیا تھا۔ اور وہ میعاد ومشیت کی بنا پر ساتھ کے ساتھ پورے نہ ہوسکے۔ لہٰذا تمام محروم الجزا لوگوں کو جزا ملنے کا دن۔

(و) وعدے والے تینوں مقامات میں قریش کو دوبار مشرک اور دوبار کافر فرمایا گیا اس لئے کہ وہ اقتدار میں شرکت چاہتے اور حق چھپاتے تھے

سابقہ آیات (9/32 تا 33، 48/28، 9 تا 61/7) میں دومرتبہ یہ فرمایا ہے کہ:

"ہم اپنے نور کو انتہائی مقام تک پہنچائیں گے خواہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرتا رہے۔" اور دوہی دفعہ یہ بتایا ہے کہ:

"ہم رسوؐل اللہ کو دین کے ہر ہر پہلو پر غلبہ عطا کریں گے خواہ مشرکوں کو گراں گزرتا رہے۔"

ہم کفر کے معنی مودودی کے قلم سے "حق کو چھپانا" ثابت کر چکے ہیں لہٰذا قریشی مسلمانوں کو 9ھ ہجری تک حقائق اسلامی کے چھپانے والا اور اتمام نوٗر کو ناپسند کرنے والا مجرم فرمایا گیا ہے۔

ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ قریشی صحابہ اقتدارِ حکومت میں شرکت چاہتے تھے۔ اور اس شرک کو انہوں نے دلوں میں چھپا رکھا تھا۔ (آل عمران 3/152 تا 154) اور آخر انہوں نے قومی حکومت لی اور حکومتِ الٰہیّہ میں اللہ کے شریک رہے لہٰذا وہ مسلمان مشرک اور مسلمان کافر تھے۔ اور قیامت تک وہی حقیقی کافر ومشرک رہیں گے۔

19۔ تمام وعدے پورے کئے جانے کا وقت اور میعاد وہی ہونا چاہئے جب تمام انسانوں کی ہر امید وتمنا وکوشش وکردار انتہا کو پہنچ جائے

یہاں تک قارئین نے یہ دیکھ لیا ہے کہ انسانوں کو اُن کے اعمال کی جزا اسی دنیا میں ملنا چاہیئے تھی۔ اور نیکوکاروں کو اس دنیا کی زندگی میں کسی قسم کا رنج وغم اور خوف وتشویش نہیں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن مشیت کے دھارے کو بہنے دیا گیا تاکہ انسانوں کی اُمیدوں اور تمناؤں کا سلسلہ مکمل ہو جانے کے بعد جزا وسزا مکمل طور پر ملے اور کوئی چیز ادھوری نہ رہ جائے۔ اور کسی قسم کی کمی بیشی اور خامی نہ رہنے پائے۔ نہ قوانین کے استعمال میں اور نہ لوگوں کے عمل وخیال میں۔ تاکہ اللہ کا یہ اصول پوری طرح کارفرما رہے۔ اور کسی کو کوئی عذر نہ رہ جائے:

Presented by Ziaraat.Com

(1) نجات وہلاکت کا خدائی اصول؟

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o (انفال 8/42)

''اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تم مخصوص دُنیا کے یکساں کنارے پر تھے اور وہ دُور والے کنارے پر تھے اور سوار دستہ تم سے نشیب کی طرف تھا اور اگر کہیں تم نے پہلے سے قرارداد اور وعدہ کرلیا ہوتا تو تم ضرور اُس موقع پر وعدہ خلافی اور پہلوتہی کرجاتے۔ لیکن اللہ نے تمہیں یہ موقع ہی نہ دیا کہ تم گڑبڑ کرسکتے اور اللہ نے جو فیصلہ کرلیا تھا اُسے ظہور میں لے آیا۔ تاکہ جسے دینی طور پر تباہ ہونا ہے وہ دلیلِ روشن کو سمجھ کر، جان بوجھ کر دُنیا وآخرت میں تباہ ہو۔ اور جسے دین ودنیا میں حیاتِ ابدی حاصل کرنا ہو وہ بھی روشن دلائل سے حقیقت کو سمجھ کر زندگی حاصل کرے۔ اور اللہ تو یقیناً دونوں حالتوں کا عالم اور سننے والا ہے۔''

(2) بیان الامامة اور انسانی جزاوسزا کے بیان میں ترجمہ کو الفاظِ قرآن کے ساتھ کس دیا گیا ہے

ہمارے اس ترجمہ میں نجات اور ہلاکت جزا اور سزا کے قانون کا لحاظ رکھتے ہوئے لفظ'' دُنیا'' پر قریش کے دونوں (مسلمان اور مخالف) گروہوں کو لاکھڑا کردیا ہے تاکہ نجات وہلاکت کا اصول فٹ ہوکر بات واضح ہوجائے۔ تفسیری ترجمہ میں جنگ بدر کی رعایت ملحوظ تھی وہاں لفظ''دُنیا'' کو عام چھوڑ دیا تھا۔ (تفصیل تفسیر احسن التعبیر میں) بہرحال یہ قانون سامنے آگیا کہ کسی بھی شخص کو نہ''نجات'' اتفاقیہ مل سکے اور نہ کسی کی دین ودنیا اتفاقیہ تباہ ہونے پائے۔ اس لئے اللہ نے اپنے وعدوں اور مِیعاد کے ساتھ جزا اور سزا کو باندھ کر رکھا تھا اور انسانوں کو پورا پورا موقع دیا تھا۔ اس طویل موقع کے باوجود بھی لوگ مزید موقع مانگنے کی کوشش کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔

(3) سزا اور جزا کے لئے زندگی بھر کا موقع دیا جانا بھی مجرموں کے لئے کافی نہ ہوا مزید مہلت طلب کرنا

چنانچہ مجرموں سے جب دریافت کیا گیا کہ:

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ o (مومنون 23/105)

مودودی ترجمہ: ''کیا تم وہی لوگ نہیں ہو؟ کہ میری آیات تمہیں سنائی جاتی تھیں تو تم اُنہیں جھٹلاتے تھے؟'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 301)

مجرموں نے جواب دیا کہ:

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ o رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ o (مومنون 107-23/106)

''مجرموں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر دوسروں کو محتاج بنانے میں مقابلہ بازی غالب آگئی تھی اور ہم پوری کی پوری قوم گمراہ ہوکر رہ گئے تھے۔ پروردگارا ہمیں اُس محاسبہ کی گرفت سے نکال دے اگر ہم اب کے پھر وہی اعمال کریں تو واقعی ہمارے معیار پر بھی ہم ظالم ٹھہریں گے۔''

(4) یہ قریشی مسلمانوں کی قوم تھی اور اُنہوں نے نیک بندوں اور اختلاف کرنے والوں کو مسخر کرکے اُن کا مضحکہ اُڑایا اور اُن کی ضد میں اللہ کو بھلا دیا تھا؟؟

اللہ نے جواب میں فرمایا کہ: قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ o اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا

Presented by Ziaraat.Com

فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ o فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِیًّا حَتّٰۤی اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ وَکُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَکُوۡنَ o اِنِّیۡ جَزَیۡتُهُمُ الۡیَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ o (مومنون 111 تا 23/108)۔

اللہ کا جواب ترجمہ میں سنئے: اللہ کا جواب، قریشی حکومت اور خلفا کی کارکردگی کا نقشہ:

''مواخذہ کی ذلتیں برداشت کرو اور میرے منہ نہ لگو۔ تم تو وہی قوم ہو جس نے میرے بندوں کے اُس فرقہ کو مجبور ومحتاج کر کے دنیا میں ہمیشہ مسخر اور زیردست رکھا اور اُن کو مضحکہ بنا دیا تھا۔ صرف اس لئے کہ اُن کا قول یہ رہتا چلا گیا کہ ''اے ہمارے پروردگار۔ ہم نے ایمان اختیار کرلیا ہے لہٰذا اب ہماری حفاظت کر اور ہم پر رحم وکرم جاری رکھ اور تُو تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ اور بہتر رحم کرنے والا ہے۔ تم نے اُن کے خلاف اس طرح جم کر اور محو ہو کر مہم چلائی کہ تم نے میرے ذکرؑ کو بھی بُھلا دیا۔ آج میں نے اُن کو اُن کے صابرانہ عملدرآمد کی جزا دی ہے اور وہی لوگ ہیں جو فائزالمرام ہوئے ہیں۔''

قارئین نوٹ کریں کہ ان آیات (111 تا 23/108) میں اُسی دن کا ذکر ہو رہا ہے جس کو تین دفعہ دہرائے ہوئے وعدے میں بھی '' یَوۡمُ الدِّیۡن '' یا ''دِیۡن'' کے اور محمدؐ کے غلبہ کا دن فرمایا گیا ہے۔ اور یہی دن ہے جسے اللہ نے اپنی حکومت و مالکیت کا دن اور خود کو اُس دن کا مالک (مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡن) فرما کر اُسے یَوۡمِ جزا قرار دیا ہے۔ یہی وہ دن ہے جس روز قریش کا پہلا سربراہ اپنا بیان دے گا اور بتائے گا کہ اُس نے کن حالات میں حضرت علی علیہ السلام کی جگہ قومی حکومت بنا کر سربراہی قبول کی تھی۔

(الف) عدالتؑ عالیہ کے حضور میں قریشی حکومت کے سربراہ کی پیشی اُس کو اَلظَّالم کا لقب دیا گیا ہے؛ اُس کی بے قراری، اپنے یار کی غداری کی وضاحت

قارئین اب وہ نظارہ دیکھیں جو یوم الجزا یا رجعت کے بعد سامنے آنیوالا، اور قرآن میں چودہ سو سال سے لکھا چلا آ رہا ہے، قرآن سنیئے:

وَیَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ وَنُزِّلَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ تَنۡزِیۡلًا o اَلۡمُلۡکُ یَوۡمَئِذِ الۡحَقُّ لِلرَّحۡمٰنِ وَکَانَ یَوۡمًا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ عَسِیۡرًا o وَیَوۡمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیۡهِ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِی اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِیۡلًا o یٰوَیۡلَتٰی لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا o لَقَدۡ اَضَلَّنِیۡ عَنِ الذِّکۡرِ بَعۡدَ اِذۡ جَآءَنِیۡ وَکَانَ الشَّیۡطٰنُ لِلۡاِنۡسَانِ خَذُوۡلًا o وَقَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا o وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ وَکَفٰی بِرَبِّکَ هَادِیًا وَّنَصِیۡرًا o (فرقان 31 تا 25/25)

''اور اُس روز آسمان کو چیرتا پھاڑتا ایک بادل سا معلوم ہونے والا تخت (الحاقۃ 69/17) نمودار ہوگا۔ اور اُس کے اوپر سے فرشتوں کے غول در غول لگا تار اُتارے جائیں گے۔ اُس دن حقیقی حکومتِ الٰہیہ خالص رحمٰن کے لئے قائم ہوگی اور اُس حکومتِ الٰہیہ کے دوران حقائق کو چھپانے والوں کے لئے دن گزارنا بہت کٹھن ہوگا۔ اور اُسی روز وہ بانیٔ ظلم وستم شخص اپنے اُن ہاتھوں کو چباتا ہوا پیش ہوگا جن سے اُس نے قومی حکومت بنانے میں بیعت لی تھی۔ اور حکومت الٰہیہ کے حق کو چھپایا تھا۔ وہ اپنے بیان میں کہے گا کہ ''کاش میں نے محمدؐ رسوؐل اللہ کی طرزِ حکومت کو اپنایا ہوتا۔ وائے برحالِ ما، کاش میں نے فلاں شخص کو دین کے بدلے میں اپنا یار بنا کر اپنی دنیا و آخرت تباہ نہ کی ہوتی۔ یقیناً اُس یار نے مجھے ایسی حالت میں بھی حکومتِ الٰہیہ سے گمراہ کر دیا جبکہ مجھے قومی حکومت سے باز رکھنے کے لئے رسوؐل اللہ میرے پاس آ چکے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا وہ یار ایک مجسم شیطان ثابت ہوا جس کا کام ہی یہ ہے کہ انسانوں کو تباہی میں ڈال کر بے

Presented by Ziaraat.Com

یار و مدد گار چھوڑ جائے۔ اور محمدؐ رسول اللہ نے تو اُسی وقت کہہ دیا تھا کہ: ''اے میرے پروردگار میری اِس قوم نے بلاشبہ اِس قرآن سے ہجرت کر کے، اور اُس یار کو لیڈر و راہنما بنا کے، مہجور کر دیا ہے یعنی اپنے اخذ و استنباط سے قرآن کو اس ترکیب سے چھوڑا ہے کہ چھوڑا ہوا معلوم نہ ہو۔''

اس شکایت اور بیانِ حقیقت سے متفق ہو کر اللہ نے جواب دیا تھا کہ: ''تیری قوم نے وہی کچھ کیا جو سابقہ اقوام کرتی رہی ہیں۔ اور یہ اِس لئے کہ ہم نے ہر نبیؑ کے مدِّ مُقابل جرائم پیشہ لوگوں کو اُن کا دشمن بنائے رکھا ہے اور تیرے معاملہ میں اور قرآنی تعلیمات کی صحیح تنفیذ کے سلسلے میں اللہ تیری نصرت و راہنمائی کے لئے کافی ہے۔'' (فرقان 31 تا 25/25)

معلوم ہوا کہ انسانی مہلت اور میعاد مکمل ہو جانے کے بعد پہلا کام قیامِ حکومت الٰہیّہ ہوگا تا کہ قرآنی وعدوں کے مطابق حضرت محمدؐ سربراہِ عصرؑ والزمان کو اسلام اور کائنات کے ہر گوشے، ہر پہلو اور ہر جزو پر کُلّیۃً غلبہ عطا کیا جائے اور نوعِ انسان کے لئے وہ تمام وعدے پورے کئے جائیں جو اس دنیا میں پورے ہونا طے کر دیا گیا تھا اور سب سے پہلے قریش کو ماخوذ کیا جائے جو نورِ محمدیؐ کو بجھانے اور چھپانے کے لئے قرآن کو مہجور کئے رہے اور تعلیماتِ قرآنیہ کو اس انداز سے پیش کرتے رہے کہ اُنکی قومی حکومت قائم ہوئی تو خلافتِ الٰہیّہ کہلانے لگی اور حقیقی حکومتِ الٰہیّہ کا تصور تک مٹ گیا۔ مندرجہ بالا تازہ بیان (31 تا 25/25) میں عہدِ رسولؐ کے دو یاروں کا باقاعدہ تذکرہ ہو گیا ہے اور ساری دنیا جانتی ہے کہ قرآن نے دو بنیادی یاروں کا پردہ چاک کر کے دونوں کا مواخذہ کے لئے حاضر ہونا اور اقبالِ جرم کرنا دکھا دیا ہے۔ اُن ہی میں سے ایک یار کا بیان یہ ہے کہ:

(ب)...... فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ o وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ o يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ o مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ o هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ o خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ o ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ o ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ o اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ o وَ لَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ o فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ o وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ o لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ o فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ o وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ o اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ o وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ o وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ o تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ o (حاقہ 43 تا 69/25)

''چنانچہ وہ کہے گا کہ: ''اے کاش میری کتاب مجھے نہ دی گئی ہوتی تو اچھا ہوتا۔ اور درایت و دلیل سے مجھے یہ بھی نہ جاننا پڑتا کہ میرا حساب کیا گیا ہے، اے کاش میری پہلی ہی موت فیصلہ کن ہوتی، مجھے میرے مال و دولت نے آخر کار غنی نہ رہنے دیا۔ مجھ سے میری سلطانی اور حاکمیت و سلطنت بھی چھن گئی۔'' یہی نہیں بلکہ حکم جاری ہو چکا ہے کہ اُسے'' پکڑ کر گرفتار کرو، طوق وغیرہ پہناؤ پھر اُسے شدید ترین گرم قید میں رکھو۔ پھر اُسے ایسی ایک زنجیر میں پیش کرو جس کی لمبائی ستر ہاتھ کی ہے۔'' یقیناً یہ وہی شخص ہے جو اللہ پر اُس کی عظمتوں کے ساتھ ایمان نہ رکھتا تھا۔ یعنی اللہ کے وجود کا تو منکر نہ تھا۔ اور نہ ہی یہ شخص کبھی مساکین و یتامٰی کی پرورش کے نظام میں رغبت رکھتا تھا۔ آج یہاں اُس کے یار و غم خوار مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں (28-25/27) نہ ہی زخموں کے دھوون کے علاوہ اُس کے لئے کوئی اور غذا ہے۔ اِس خوراک کو خطائے اجتہادی کو جائز ماننے والوں کے سوا اور کسی کو نہیں دیا جاتا ہے۔ یقیناً میں اُس حقیقت کی بھی قسم کھا کر کہتا ہوں جو تمہیں دکھائی دیتی ہے اور اُس حقیقت کی بھی قسم کھا کر بتاتا ہوں جو تمہارے مشاہدے میں نہیں آتی۔ کہ ''یہ قرآن درحقیقت رسولؐ کریم ہی کی صرف ایک بات ہے۔ اور قرآن ہرگز کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ اَے قریشی لیڈرو تم تو ایمان بھی بہت ہی گھٹا گھٹا کر لاتے ہو۔ یہ

Presented by Ziaraat.Com

قرآن کسی کاہن کا قول بھی نہیں ہے تم لوگ تو قرآن کا تذکرہ بھی بہت کم کرتے ہو۔قرآن تمام عالمین کے پروردگار کی طرف سے رسوؐل کریم کی ایک بات کی حیثیت میں نازل کیا ہوا ہے۔''

اِن آیات میں ثابت ہوگیا کہ یَومُ الجزا یا یَوْمُ الدِّین کا قیام قریشی قوم کو بے دست و پا کرنے کے لئے ہے۔اور اس بیان کا سامان اور لب ولہجہ وہی ہے جو سابقہ بیان (29 تا 25/25) تک تھا۔یعنی اس بیان میں قومی حکومت کی پالیسی بنانیوالا اور قریش کو پہلی حکومت سونپنے والا بولتا رہا ہے جسے اپنے خودساختہ عقائد کی رُو سے یہ یقین تھا کہ اُس کی حکومت کو باطل قرار دیکر اور اُسے مجرم کی صورت میں ماخوذ نہ کیا جائے گا۔

20۔دُنیا میں جزا کیلیئے زندہ کرنا اور قیامت کے آخری فیصلے کیلیئے زندہ کرنا دو مختلف باتیں ہیں، محروم الجزا لوگ دو مرتبہ زندہ کیئے جائیں گے

اِس آخری بیان میں قریشی سربراہ نے یہ سمجھا تھا کہ اُس کی پہلی موت ہی آخری موت ہوگی۔اس لئے اُس نے بطورِ افسوس اور حادثہ کے یہ کہا تھا کہ:

یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ o (حاقہ 69/27)

مودودی ترجمہ: ''کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کُن ہوتی۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 76)

چنانچہ معلوم ہوا کہ قریشی لیڈر اور اُنکے علما یہی عقیدہ رکھتے اور دُنیا میں پھیلاتے رہے ہیں کہ دُنیا میں ایک موت کا آنا کافی ہے۔اُس کے بعد صرف ایک مرتبہ قیامت میں زندہ کیا جائے گا اور اعمال کے مطابق جنت یا جہنم میں، ابدی زندگی گزارنے کے لئے، داخل کر دیا جائے گا۔اِسی عقیدہ کی وجہ سے اُنہوں نے عقیدۂ رجعت کا انکار کیا اور اُس تمام تفصیلی محاسبے اور تفصیلی جزا وسزا کا چھپا دینا ضروری سمجھا جس کے وعدوں سے قرآن لبریز ہے۔اور وہ اس لئے کہ دین کا غالب ہونا اور تفصیلی محاسبہ اور جزا وسزا کا دیا جانا آخری سربراہِ اسلام علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پانا تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس دنیا میں علیؑ و اولادِ علی علیھم السلام کی حکومت الٰہیہ کا تذکرہ زبان پر آئے۔

(الف) محروم الجزا لوگوں کو زندگی گزارنے کے بعد دو مرتبہ زندہ کیا جائے گا اوّل جزا کے لئے پھر آخری حساب کے لئے قیامت میں، باقی لوگوں کو صرف قیامت میں ایک دفعہ زندہ کیا جائے گا

یہاں تک ہم نے قرآن کریم کی بہت سی آیات سے یہ دکھا دیا ہے کہ جسے قریشی علما و عوام قیامت سمجھتے ہیں اُس میں حضرت آدمؑ سے لے کر اوّلین صور پھونکنے تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کو زندہ کر کے جمع کیا جائے گا اور فیصلہ کے بعد لوگوں کو استحقاق کی بنا پر جنت یا جہنم میں ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے داخل کر دیا جائے گا۔یعنی اُن کے نزدیک اس دنیا میں زندگی گزار کر مرنے والا ہر شخص صرف قیامت میں ایک دفعہ زندہ کیا جائے گا۔اور قرآنی حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں دو طرح کے آدمی ہیں اور دونوں کے لئے الگ الگ طریقے استعمال کئے جائیں گے۔اوّل وہ جنہیں اِس دُنیا میں وہ جزا نہ ملی جو قرآن کے وعدوں کے مطابق اسی دنیا میں ملنا چاہئے تھی اور وہ اپنی زندگی گزار کر مر گئے اور دنیاوی جزا سے محروم رہے۔اُنہیں اسی دنیا میں اُن کی جزا دینے کے لئے زندہ کیا جائے گا۔یہ اِس دنیا میں اُن کی دوسری زندگی ہوگی۔اس دوسری زندگی میں وہ وعدوں کے مطابق بھرپور جزا پا کر مر جائیں گے۔یعنی یہ موت اُن کی اس دنیا میں دوسری موت ہوگی۔پھر آخری فیصلے کے لئے انہیں قیامت کے صور سے زندہ کیا جائے گا۔یہ اس دنیا میں اُن کا پھر سے زندہ ہونا ہوگا۔اور اب وہ تیسری ابدی یا دائمی زندگی جئیں گے۔نیک لوگ جنت میں اور بدکردار لوگ جہنم میں۔

دوسرے وہ لوگ ہوں گے جن کو دنیا میں متعلقہ جزا ملتی رہی اور وہ زندگی گزار کر مرتے رہے۔وہ مرنا اُن کا پہلا مرنا تھا۔اب اُنہیں

Presented by Ziaraat.Com

قیامت کے صور سے زندہ کیا جائے گا۔ یہ اُن کا پہلا زندہ کرنا ہوگا۔ اور یوں زندہ ہو کر وہ بھی جنت یا جہنم میں دائمی زندگی گزاریں گے۔ یہ اُن کی دوسری زندگی ہوگی۔ یعنی یہ دوسری قسم کے لوگ نہ اس دنیا میں دومرتبہ زندہ کئے جائیں گے نہ انہیں زندگی گزارنے کے بعد دومرتبہ موت ہی آئے گی۔ لہٰذا وہ اس دنیا میں صرف ایک مرتبہ مرے اور قیامت میں ایک دفعہ زندہ ہوئے اور بس۔

(ب) دومرتبہ زندہ کئے جانے والے اور دوزندگیاں گزار کر دومرتبہ مرنے والے انسان یعنی دنیا میں دوبار زندگی گزارنے والوں کا وجود

قرآن سنئے اور ہمارے عنوانات کی حرف بحرف تصدیق دیکھئے:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ o رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآءِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَان فَتَكْفُرُوْنَ o قَالُوْا رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَابِذُنُوبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ o ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِo (مومن 12 تا 40/7)

''عرش کو اُٹھانے والے حضرات بھی اور وہ حضرات بھی جو عرش کے گرد و پیش رہتے ہیں وہ سب کے سب اپنے پروردگار کی ہمہ گیری کو حمد و ثنا کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور روز افزوں ایمان لاتے چلے جاتے ہیں۔ اور صاحبانِ ایمان لوگوں کے لئے یوں دعا مانگتے ہیں کہ'' اے ہمارے پروردگار تو اپنی کائناتی رحمتؑ اور علمؑ کے ذریعہ ہر ہر چیز پر وسیع احاطہ کئے ہوئے ہے۔ لہٰذا تو اُن لوگوں کو گناہوں سے تحفظ عطا فرما جنھوں نے غلط راہ چھوڑ کر تیری طرف اصلاح کے لئے توجہ کی ہے اور تیری راہ کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ اور اُنہیں شدید آگ کے عذاب سے بچالے۔ اور اے ہمارے پروردگار اُن مومنین کو اُن ہمیشہ باقی رہنے والے باغات میں داخل کرنا جن کا تو نے اُن سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اور اُن کے والدین واجداد کو اور اُن کی ازواج اور ذُرّیت میں سے جو اصلاح یافتہ ہوں اُن کو بھی اُن مومنین کے ساتھ ساتھ اُن ہی باغات میں داخل فرما دینا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تُو یہ سب کچھ کرنے پر غالب حکمت والا ہے۔ اور اُن سب کو اُس روز اُن کی ہوئی برائیوں سے بچا دینا اور جس کسی کو تُو اُس روز اُس کی برائیوں سے بچالے گا تو یقیناً اپنی رحمتؑ ہی سے بچائے گا۔ اور یہ بچ جانا اُس کی عظیم الشان کامیابی ہوگی۔ جن لوگوں نے حقائق اسلامی کو چھپائے رکھا تھا یقیناً اُن کو پکار کر بتایا جائے گا کہ'' آج تمہیں جس قدر شدید غصہ اپنے اوپر آرہا ہے اُس سے کہیں بڑھ کر اللہ کو تم پر اُس وقت غصہ آتا تھا جب تمہیں مکمل مجسّمؑ ایمان کی اطاعت کی دعوت دی جاتی تھی تو تم ایمانی حقیقت کو چھپایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ'' اے ہمارے پروردگار تو ہمیں دومرتبہ زندگی دے کر دودفعہ موت سے دوچار کر چکا ہے اور ہم نے گناہوں کا اعتراف بھی کر لیا ہے اب یہ بتا دے کہ کیا کوئی ایسا طریقہ باقی ہے جس پر عمل کر کے ہم عذاب سے نکل سکیں؟'' اُن سے کہا جائے گا کہ'' تمہارے لئے اب مستقل عذاب کا وہ حکم اس بنا پر ہے کہ جب بھی تمہارے لیڈروں کو الگ کر کے اللہ کو واحد واحد و یکتا قرار دیا جاتا تھا تو تم اُس حقیقت کو چھپا لیتے تھے۔ اور اگر اللہ کے ساتھ تمہارے لیڈروں کی شرکت کی بات ہوتی تھی تو تم ایمان لے آتے تھے۔ بہر حال حکومت اور حکمرانی تو بڑے علی اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔''

Presented by Ziaraat.Com

(ج) قرآن کے اس طویل بیان (مومن 12 تا 40/7) میں یَوْمُ الْجزا اور یَوْمُ الْقِیَامَۃ اور دونوں دنوں میں پیش ہونے والوں کی صورتِ حال مکمل موجود ہے

ان آیات کی ابتدا میں اُن حضرات علیھم السلام کی بات ہوئی ہے جو عرشِ خداوندی کو یعنی مرکزِ حکومتِ خداوندی کی ذمہ داریاں روزِ ازل سے اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو حضراتؑ اُن ذمہ داریوں کی ادائیگی اور انتظام میں شریک رہتے ہیں۔ اور ہم محمدؐ، آئمہ معصومینؑ، ملائکہ اور انبیاء علیھم السلام کو مرکزِ حکومتِ خداوندی کا مشہود نظام قرار دیتے ہیں۔ اُنؑ ہی کو ہم ادارۂ نبوّت لکھتے رہے ہیں۔

مودودی کا عرشِ خداوندی پر بیان: پہلے مودودی کا وہ ترجمہ دیکھیں جو انہوں نے قرآن میں پہلی مرتبہ لفظِ عرش وارد ہونے پر کیا تھا:

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (اعراف 7/54) ''پھر اپنے تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہوا۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 36)

یہ ایک کافرانہ عقیدہ ہے کہ اللہ کو ایک تخت پر بٹھا دیا جائے۔ درحقیقت مودودی اینڈ کمپنی یہ نہیں مانتی کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مادی و مشہود ظہور کا ذریعہ بنایا تھا (حدیث قدسی) اس لئے وہ یہ کیوں کہیں کہ نورِ محمدیؐ کو اللہ نے عرش پر جلوہ افروز کیا ہوا ہے۔

مودودی کی تشریح میں عرش کا بیان: بہر حال مودودی کی تشریح سنئے:

''41 خدا کے اِسْتوٰی عَلَی الْعَرْش (تخت سلطنت پر جلوہ فرما، ہونے) کی تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد کسی مقام کو اپنی اس لامحدود سلطنت کا مرکز قرار دے کر اپنی تجلیات کو وہاں مُرتکز فرما دیا ہو اور اُسی کا نام عرش ہو جہاں سے سارے عالم پر وجود اور قوت کا فیضان بھی ہو رہا ہے اور تدبیر امر بھی فرمائی جا رہی ہے۔'' (ایضاً 2 صفحہ 36)

مندرجہ بالا آیات کی ہماری تشریح کو آگے بڑھایئے: لہٰذا تصدیق ہو گیا کہ حاملانِ عرشِ خداوندی یہ چاہتے ہیں کہ ساری نوع انسان فلاح یافتہ ہو جائے اور اللہ کی ہدایات پر عمل کر کے فائز المرام ہو۔ اس لئے وہ حضرات نوع انسان کی بھلائی کیلئے اللہ سے دعائیں کرتے رہتے ہیں چنانچہ اِن آیات (12 تا 40/7) میں اُن کی دعا بھی مذکور ہوئی ہے۔ اِس دعا میں نوٹ کرنے کی پہلی بات یہ ہے کہ جس زمانہ میں وہ مومنین کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں وہ زمانہ ایسا ہے جس میں تمام رشتہ داریاں اور نسب منقطع نہیں ہوگا۔ یعنی اُنکی دعا کا پہلا درجہ قیامت سے متعلق نہیں جس میں تمام رشتے اور انساب منقطع ہو جانا قرآن (مومنون 23/101) میں مذکور ہے۔ یعنی زیرِ دعا زمانہ یَوْمُ الجزا ہے یَوْمُ الْقِیَّامۃ نہیں ہے۔ اور یہی وہ یوم الجزا ہے جس میں جہنم سے نہیں بلکہ جحیم سے بچانے کی دعا کی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جو لوگ یوم الجزا میں جحیم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے وہ خود بخود جہنم سے محفوظ اور ابدی جنت کے مستحق ہو جانیوالے ہیں۔ اور یہ بھی اس دعا میں شامل ہے اور مع اہل وعیال وغیرہ کے شامل ہے۔ اور یوم الجزا ہی میں برائیوں کی جزا برائیوں سے ملنے والی ہے۔ اور اُن حضراتؑ نے مومنین کو اُسی دن سیئات سے بچانے کی بھی دعا کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُن آیات میں ساتویں آیت سے لے کر نویں آیت تک قیامت یعنی آخری محاسبے کا بیان نہیں بلکہ یَوْمُ الدِّین یا یَوْمُ الجزا یا دین کے مکمل غلبے کا بیان ہے۔ اور دسویں آیت سے اُن لوگوں کا ذکر شروع ہوا ہے جو دنیا میں محروم الجزا رہ کر مر گئے تھے۔ اُنہیں پہلی مرتبہ زندہ کیا گیا تھا اور اُنہیں اُن کے جرائم کی سزا دینے کے بعد دوسری دفعہ مر جانے دیا تھا۔ پھر انہیں آخری محاسبے یا قیامت کے لئے دوسری مرتبہ زندہ کیا گیا ہے اور اب انہیں اُن کے عقائد و تصورات کے لئے ماخوذ کیا گیا ہے تا کہ اُنہیں دائمی جہنم کا فیصلہ سنایا جائے۔ اس آخری محاسبہ اور سزا سے بچنے کے لئے وہ عذرات کر رہے ہیں۔ اور اپنے دو مرتبہ زندہ کئے جانے اور دو مرتبہ مرنے اور گناہوں کے اقبال کو بطورِ اپیل پیش کیا تھا جو منظور نہیں کیا گیا۔

Presented by Ziaraat.Com

یہاں قارئین کے سامنے اچھا موقع ہے کہ وہ غور کریں کہ قریش نے قیامت کا پردہ ڈال کر کتنے اہم اور بنیادی حقائق کو چھپادیا ہے؟ اور جزاوسزا کے متعلق اللہ کے تمام وعدوں اور اصولوں کی تکذیب کردی ہے۔اُن کی بیان کردہ قیامت میں تو دنیا میں لوگوں کو ایک دفعہ مرنا ہوگا اور قیامت کے صور پر ایک مرتبہ زندہ ہونا ہے اور حساب کے بعد سیدھا جنت یا جہنم میں دھکیل دیا جائے گا اور بس۔

21۔ **یوم الجزا یا یوم الدین یا دین کے غلبے کے روز پوری نوع انسان کو نہیں بلکہ صرف محروم الجزا لوگوں کو زندہ کر کے محشور کیا جائے گا اور جزادی جائے گی**

ہم نے قیامت یا آخری محاسبے کی شناخت اور امتیاز کے لئے آیات کا انبار پیش کیا ہے۔جس میں بہت سی شناختوں میں سے بہت سادہ اور آسان شناخت یہ ہے کہ قیامت میں آخری فیصلے کے لئے ساری نوع انسان کو زندہ کر کے محشور کیا جائے گا۔اور اُن سب پر حقوق اللہ کے سلسلے میں مواخذہ ہوگا اور جنت وجہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل کردیا جائے گا۔اِس سب سے اہم اور آسان پہچان کو سامنے رکھ کر یہ آیات پڑھیں اور قیامت ویوم الدین میں امتیاز فرمائیں۔

(الف) **تمام اوّلین اور آخرین اُمتوں میں سے صرف اُن لوگوں کو محشور کیا جائے گا جو آیاتِ خداوندی کی خلاف ورزی سے قرآن کی تکذیب کرتے رہے**

وَ یَوۡمَ نَحۡشُرُ مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍ فَوۡجًا مِّمَّنۡ یُّکَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ o حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوۡ قَالَ اَکَذَّبۡتُمۡ بِاٰیٰتِیۡ وَلَمۡ تُحِیۡطُوۡا بِھَا عِلۡمًا اَمَّاذَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَo وَ وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَیۡھِمۡ بِمَا ظَلَمُوۡا فَھُمۡ لَا یَنۡطِقُوۡنَ o اَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا الَّیۡلَ لِیَسۡکُنُوۡا فِیۡہِ وَ النَّھَارَ مُبۡصِرًا اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ o(النمل 86 تا27/83)

''اوراُس دن کو بھی سامنے رکھنا چاہئے جس روز ہم تمام اُمتوں میں سے صرف اُن لوگوں کی ایک فوج کو محشور کر کے ترتیب دیں گے جو ہماری آیات کی خلاف ورزی کر کے جھٹلایا کرتے تھے۔جب وہ ہمارے سامنے پیش ہوں گے تو اُن سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے میری آیات کو ایسی حالت میں بھی جھٹلانا جاری رکھا جب کہ تمہیں اُن پر علمی احاطہ حاصل نہ تھا؟ یہ نہیں تو پھر تم کیا سمجھ کر جھٹلانے کا کام کرتے رہے؟اور آخر اُن پر اُنکی غلط کاریوں اور مظالم کے لئے مواخذہ اور سزا کی بات واقع ہوکر رہی اور وہ بولنے اور جواب دینے کے قابل نہ رہے۔کیا اُنہوں نے یہ نہ دیکھا اور سمجھا تھا کہ ہم نے راتیں سکون فراہم کرنے کے لئے بنائی ہیں اور دن کو بصیرت افروزی کے لئے بنایا ہے۔اور یہ کہ اُن دونوں میں مومنین کی قوم کے لئے بہت سے معجزات ہیں۔''

(ب) **اس صورتِ حال کے فوراً بعد مسلسل قیامت کا الگ سے تذکرہ فرما کر دونوں کو الگ کردیا ہے؛** مسلسل فرمایا کہ:

وَ یَوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ فَفَزِعَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰہُ وَ کُلٌّ اَتَوۡہُ دٰخِرِیۡنَo وَ تَرَی الۡجِبَالَ تَحۡسَبُھَا جَامِدَۃً وَّ ھِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنۡعَ اللّٰہِ الَّذِیۡۤ اَتۡقَنَ کُلَّ شَیۡءٍ اِنَّہٗ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَفۡعَلُوۡنَ o مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَۃِ فَلَہٗ خَیۡرٌ مِّنۡھَا وَ ھُمۡ مِّنۡ فَزَعٍ یَّوۡمَئِذٍ اٰمِنُوۡنَ o وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَکُبَّتۡ وُجُوۡھُھُمۡ فِی النَّارِ ھَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَo (النمل 90 تا27/87)

''اور ابھی تو اُن پر وہ دن بھی آنے والا ہے جس روز صور پھونکا جائے گا اور سوائے اُن لوگوں کے جن کو اللہ چاہے گا باقی سب کو، خواہ آسمانوں

Presented by Ziaraat.Com

میں ہوں یا زمین پر ہوں ہولنا کی کا سامنا کرنا پڑے گا۔اور تم سمجھو گے کہ پہاڑ اپنی جگہ پر جمے ہوئے ہیں لیکن درحقیقت وہ بادلوں کی مانند چل رہے ہوں گے یہ اللہ کی صنعت اور کاریگری کا مظاہرہ ہوگا جس نے کائنات کی تمام مخلوقات وموجودات کو مربوط واستوار کر رکھا ہے۔اور حد یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہورہا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُس سے حقیقی طور پر باخبر وخبیر ہے۔چنانچہ قیامت میں جو کوئی اچھائیاں لے کر آئے گا اُسے (وہ اچھائیاں نہیں بلکہ) اُن اچھائیوں سے بہتر ملے گا اور جو کوئی برائیاں لے کر آئے گا اُسے (وہ برائیاں نہیں بلکہ) اوندھے منہ آگ میں پھینکا جائے گا۔کیا تم اُس کے سوا کوئی اور جزا پا سکتے ہو کہ تمہیں بُرے عمل کا بدلہ بُرا ملے؟''

(ج) **شکوک وشبہات رفع کرنے والی چند ضروری باتیں**

پہلے اللہ کے اِن دونوں بیانات (الف) اور (ب) کا فرق نوٹ کر کے آخری محاسبہ اور آخری فیصلہ کو اُسی اصول پر الگ الگ کر لیں کہ آیات (86 تا27/83) میں ساری اُمتوں کے بجائے تمام اُمتوں میں سے ایک فوج کو محشور کیا جانے والا ہے۔فوج اس لئے فرمایا کہ وہ ایک باقاعدہ اللہ کے خلاف شیطان کا منظّم گروہ ہوگا اور اس لئے بھی کہ اُنہوں نے انبیاء علیہم السلام کے خلاف فوج کشی اور قتل وغارت بھی جاری رکھی تھی۔دوسرے بیان (90 تا27/87) میں پوری نوع انسان ہی نہیں بلکہ تمام اہلِ سماوات اور اہلِ زمین میدانِ حشر میں جمع اور دہشت زدہ ہوں گے اور ان آیات (90 تا27/89) میں جو جزا ملے گی وہ وہی نہ ہوگی جو یوم جزا میں ملنا طے ہے۔یعنی نیکی کے بدلے میں نیکیاں اور برائیوں کے بدلے میں برائیاں ملنے کا ذکر نہیں بلکہ نیکیوں کے بدلے میں اُن نیکیوں سے بہتر جزا فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اب اُن کے لئے جنت ہی ہے جہاں وہ سب کچھ ملے گا جو اُن کے تصور وخیال میں اُس وقت تک تھا یا جنت کے ماحول میں جا کر جو خیال وتصور آئندہ آتے رہیں۔اُدھر برائیوں کے بدلے میں برائیوں کے ملنے کا تذکرہ نہیں بلکہ جہنم میں داخلہ کا ذکر ہے اور جزا کا یہ طریقہ بھی یوم الدّین کی جزا سے مختلف ہے۔

(2) اب یہ بھی نوٹ کر لیں کہ اِن دونوں بیانات کو مسلسل ایک دوسرے کے بعد بیان کیا گیا ہے۔لیکن کہیں کہیں یہ بھی ہوا ہے کہ یوم جزا اور یوم قیامت کو ملا جُلا کر بیان کر دیا گیا ہے۔اور اسی قسم کے مقامات کو قریشی علما نے فریب دینے اور یوم الدین کو یوم القیامۃ بنا دینے کیلئے استعمال کیا ہے۔یہ بھی یہیں سمجھ لیں کہ حضرت حجۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی وہ ذات پاک ہیں جن کو قائمؑ قیامۃ کا لقب دیا گیا ہے۔یعنی وہ آج بھی قائمِ قیامۃ ہیں اور کل بھی قائمِ قیامۃ تھے اور آئندہ بھی قائمؑ قیامت رہیں گے۔مطلب واضح ہے کہ جس روز وہ حضوؑر اعلان ظہور فرمائیں گے اس روز بھی آپؑ قائم قیامت ہی ہوں گے۔اُن کے تمام کام اُسی طرح قیامت کو اپنے سامنے رکھ کر ہوں گے۔جیسے تمام انبیاء وآئمہ علیہم السلام نے اپنے ہر عمل میں قیامت کو ملحوظ رکھا تھا۔فرق یہ ہوگا کہ سابقہ انبیاء اور آئمہؑ میں قائم قیامت کوئی نہ تھا لیکن حضور علیہ السلام اعلان کے ساتھ ہی عملاً قائمؑ قیامت ہوں گے۔اُنہیںؑ مکمل دین پر غلبہ حاصل ہوگا یعنی ساری کائنات پر کائناتی قوانین پر غلبہ ہوگا اور اُسی وقت سے قیامت کی ابتدا ہو جائے گی۔یعنی اُن کا سارا دَور ہی دراصل قیامت کا دَور ہوگا۔قیامت کوئی انوکھا لفظ نہیں ہے۔لغت کے باقی الفاظ کی طرح ایک عام اور روزمرہ بولے جانے والا لفظ ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ قریشی پالیسی نے اُسے ایک ''ھَوّا'' ایک ''حربہ'' بنا کر لوگوں کے دلوں میں بٹھا دیا ہے لیکن اِس کے باوجود وہ ڈکشنری کا عام لفظ رہتا چلا آیا ہے۔روزمرہ کی اُردو میں بھی اس مصدر کے بے شمار لفظ بولے جاتے ہیں لفظ قِیامَۃٌ کی بنیاد یا مادہ ''ق۔و۔م'' ہے اور اس مادہ ہی کو اگر ملا کر لکھ دیا جائے یعنی قوم لکھا جائے تو پہلا لفظ ہی ''قَوْم'' بن جاتا ہے۔اس مادہ (ق۔و۔م) سے مصدر بھی قَوْمٌ ہی ہے۔اور اسکے معنی ہیں ''کھڑا ہونا''۔اسی مادہ اور مصدر سے الفاظ 1: قیام 2: قائم 3: قامت 4: قِوام 5: اِقامت 6: قَومیّت 7: اِستقامت

Presented by Ziaraat.Com

8:قیمت 9:مقام 10:قائم مقام وغیرہ بنتے ہیں جو اردو لکھے پڑھے لوگ روزانہ بولتے اور سمجھتے ہیں۔ اِن کے علاوہ اور بہت سے الفاظ اُن سے بنتے ہیں جو قرآن اور عربی زبان میں برابر استعمال ہوتے ہیں۔ اِن ہی الفاظ میں سے ایک لفظ قیامۃ بھی ہے۔ اور اس کے اندر بھی وہی معنی ہیں جو مندرجہ بالا دس الفاظ میں ہیں۔ یعنی ''کھڑے ہونا'' اس لفظ کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ یوں تو ساری نوع انسان کو مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ (2/36) فرما کر آزاد چھوڑ دیا گیا تھا یعنی اُنہیں اُٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے اور جو چاہے کرنے میں مختار بنا دیا گیا تھا۔ اور قوانین فطرت یا مشیّت کو جس طرح چاہیں استعمال کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ لیکن مذکورہ بالا گھڑی آتے ہی مہلت واختیارات کے اختتام کا اعلان یعنی اعلانِ ظہورِ حضرتؑ قائم قیامتؑ ہو گیا۔ اور اب ساری نوع انسان کو اپنی زندگی کا لیکھا جوکھا چکانے کے لئے کھڑا رہنا ہے۔ اس کھڑے رہنے اور کھڑے ہونے کو مختصراً ''قیامۃ'' یا ''قِیَامُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ'' فرمایا گیا ہے۔ اور اسی اعلان سے ''یوم الدین'' شروع ہوتا ہے۔ یعنی قیامت (یا کھڑے ہونے) کا مقصد سامنے آتا ہے۔ جو دو اَدوار میں پورا ہوگا۔ پہلا دَور حقوقُ العباد کے ادا کرنے کا دَور ہوگا جیسا کہ بیان ہوتا رہا ہے (نمل 86 تا 27/83) اور ظہور کے ساتھ ہی ساتھ شروع ہوگا اور ہزار ہا سال تک جاری رہیگا۔ دوسرا دَور پہلے دَور کے ختم ہوتے ہی شروع ہوگا اور جناب قائم قیامت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان ہی سے ظہور میں آئے گا (قمر 54/6,8،) اور ساری نوع انسان ڈرتی، ہانپتی کانپتی سر جھکائے دوڑتی ہوئی حضورؑ کی عدالت میں حاضر ہو جائیگی۔ اور اب حقوق اللہ پر محاسبہ ہوگا۔ آخری فیصلے کے مطابق جنت اور جہنم میں داخلہ ہو جائیگا۔ (90 تا 27/87)۔

(3) مودودی کا اقرار کہ قیامت کے مراحل سب کے سب ترتیب وار نہیں ہیں پہلی بات مؤخر کر دی گئی ہے

مودودی نے مانا ہے کہ کہیں کہیں قیامت کو بیان کرتے ہوئے ترتیب الٹ دی گئی ہے، سنئے:

13 ''اِس مقام پر یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ یہاں بھی قرآن کے دوسرے بہت سے مقامات کی طرح قیامت کے مختلف مراحل کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں اُس کیفیت کا ذکر ہے جو آخری نفخ صور کے وقت پیش آئیگی۔ اور بعد کی دو آیتوں میں وہ حالت بیان کی گئی ہے۔ جو دوسرے نفخ صور کے موقع پر رُونما ہوگی۔'' (تفہیم القرآن 6 صفحہ 228 حاشیہ نمبر 13)

لہٰذا ہم اپنے قارئین سے صرف اس قدر کہیں گے کہ اُنہیں صرف اس قدر دیکھنا چاہئے کہ بات ساری نوع انسان کی ہو رہی ہے یا محدود تعداد کی؟ یا یہ کہ بات جنت وجہنم کی ہو رہی ہے یا حقوق العباد کی؟ رہ گیا صور وغیرہ کا پھونکا یا بجایا جانا۔ یا دھاکوں کا ہونا۔ یا چنگھاڑ کا بلند ہونا یہ سب اور اسی قسم کے دہشتناک کام سرکارِ قیامت کی صواب دید اور ضرورت کے ماتحت ہیں۔ اُن کی تعداد گننا اور حالات کا خود ہی متعین کر لینا اجتہادی حربہ ہے جو حرام ہے۔

(4) مودودی مانتے ہیں کہ پہلے اور دوسرے صور کے درمیان بے حساب زمانہ ہو سکتا ہے

مودودی مانتے ہیں کہ: ''پہلے صور اور دوسرے صور کے درمیان کتنا زمانہ ہوگا؟ اس کے متعلق کوئی معلومات ہمیں حاصل نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ زمانہ سینکڑوں اور ہزاروں برس طویل ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 265، حاشیہ 47)

22۔ امام عصرؑ والزمان صرف قائم قیامت ہی نہیں بلکہ حضورؑ تو راہبر و راہنمائے انسانیت بھی ہیں لہٰذا مُنتہائے ترقی اُنکا منصب ہے

یہاں تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے اُس میں قریش کے تصورِ اسلام اور اُن کی قرآن فہمی کو باطل ثابت کر کے اللہ کے وعدوں اور قرآن کی تصدیق آپ کے سامنے لائی گئی ہے اور اُس سازش پر روشنی ڈالی گئی ہے جو قریش نے محمدؐ وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم اور قرآن وتعلیمات اسلام سے کی تھی۔ اس سلسلے میں قیامت اور رجعت اور اُن کے مختصر حالات واصول اور واقعات کا بیان ہوا ہے۔ تاکہ وہ اعتراضات رفع ہو جائیں جو قریش کے

Presented by Ziaraat.Com

تصورِ اسلام اور عملدر آمد سے اللہ اور تعلیماتِ اسلام پر عائد ہوتے تھے۔اب ہمیں یہ دکھانا ہے کہ وہ انسان جو حضرتِ حجت علیہ السلام کے ظہور کے وقت موجود ہونگے اور وہی زندگی گزار رہے ہوں گے جو اُنہیں اُس وقت سابقہ لوگوں سے ورثہ میں ملی ہوگی۔اور ظاہر ہے کہ اُس وقت بھی قریش کا بگاڑا ہوا اسلام ہی موجود ہوگا۔اُن لوگوں کے ساتھ حضور علیہ السلام کا کیا سلوک ہوگا؟ انہیں کس طرح راہ راست پر لایا جائے گا؟ اُنہیں اُس منتہائے ترقی پر کس طرح پہنچایا جائے گا جو اسلام کا یا ضابطۂ سلامتی کا نتیجہ ہے؟ یعنی لامحدود قدرت اور لامحدود حیات سے کیسے سرفراز کیا جائے گا؟ یعنی اُن کی راہ سے مزاحمت، زوال اور فنا کی طرف لے جانے والی چیزوں کو کیسے ہٹایا جائے گا؟ اور انہیں اسی زمین پر رہتے ہوئے اُس خوف و ہراس و مافوق الفطرت کارروائیوں سے کیسے بچایا جائے گا جن کا قیامت کے مختلف ادوار میں رجعت کے لئے زندہ کئے جانے والے محروم الجزا لوگوں پر جزا وسزا کے دوران گزرنا ثابت ہو چکا ہے؟

(الف) **ظہورِ قائمؑ قیامت، قیامِ عدل اور غلبۂ اسلام کے لئے اپنے ساتھ ایک دوہرا نظام لائے گا**

اِن سوالات کے تفصیلی جوابات دینے کے لئے نہ ہمارے پاس فرصت ہے نہ اجازت ہے۔بہرحال یہ سوالات خود ہم نے قائم کئے ہیں اور ہمارے قارئین کے قلوب میں ان تمام سوالات نے پیدا ہونا تھا اسلئے ہم اِن کے سلسلے میں چند اطمینان بخش اور خود کھلتے جانے والی چیزیں بتدریج پیش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ سرکار علیہ السلام کا نظام وانتظام سمجھنے اور سمجھانے میں ضروری سہولت حاصل ہو سکے۔

(ب) **مقصدِ ظہورِ امامِ عصر والزمان دو الفاظ میں ''تکمیل و غلبۂ'' اسلام**

1: تکمیل دین کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو کبھی یہ محسوس تک نہ ہو سکے کہ اُن کی ترقی میں حارج ہونے والی فلاں دِقّت یا مشکل کو رفع کرنے والی فلاں چیز ہوتی تو وہ مسلسل ترقی کرتے رہتے۔یعنی ہدایات کی فراوانی رہے؛ کبھی کوئی خامی اور کمی محسوس نہ ہو؛ ہر دِقّت ورکاوٹ اور اُلجھن کو سامنے سے ہٹانے کے لئے موقع بہ موقع ہدایات کا انبار ملتا چلا جائے۔ 2: غلبۂ دین کا مطلب یہ ہے کہ سو فیصد دین پر عمل کرنے والے ہر حالت میں سو فیصد غالب رہیں۔اُنہیں ناکامی و ہزیمت پیش ہی نہ آئے۔یعنی اِن دو الفاظ میں اُن تمام سوالات کا جواب موجود ہے جو ہم نے قائم کئے ہیں یا اس سلسلے میں آئندہ ذہن میں اُبھریں۔لہٰذا حضرت حجة علیه الصلوٰة و السلام کا پہلا کام یہ ہوگا کہ قرآن کو ایک ہمہ گیر ضابطۂ حیات کی صورت میں عملاً پیش فرمائیں۔اور یہ کوئی نیا یا اچانک پیش آ جانے والا کام نہ ہوگا۔اس پر حضورؑ اعلانِ غیبت (329ھ) سے عمل کراتے چلے آ رہے ہیں۔اور اگر آج اور اسی وقت آپؑ اعلانِ ظہور فرما دیں تو اِس کرۂ ارض پر ایک ہزار ایسے تعلیمی ادارے برسر کار آ سکتے ہیں جو تعلیمات و ہدایات کی فراوانی کا ذمہ لے سکتے ہیں۔اور جن سے قابل اساتذہ آج تک کسی بھی تعلیمی ادارہ نے نہیں دیکھے۔دنیا کی یہ ترقی یافتہ یونیورسٹیاں اور اُن میں تعلیم دینے والے اساتذہ حضورؑ کے شاگردوں کے سامنے طفلِ مکتب ثابت ہوں گے۔مگر افسوس کہ آپ تو تعلیماتِ اسلام کی طرح غیبت اور نظامِ غیبت کے متعلق بھی وہی تصور رکھتے ہیں جو قریشی پالیسی کی اجازت سے شیعہ علما میں آیا اور انہوں نے اُن غلط تصورات کی غلط اصلاح کر کے اپنی نام نہاد قوم واہلِ مذہب میں پھیلایا ہے۔شیعوں کو جو کچھ سمجھایا گیا ہے یا جو کچھ انہوں نے سمجھا ہے اُس میں تو امامؑ کو بچہ کشی میں لگا رکھا ہے۔کہیں کسی ناپید جزیرے میں جلاوطنی کی زندگی گزارنے میں لگا رکھا ہے۔سال بھر میں ایک دفعہ یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ اُنکا امام معاذ اللہ از قسم مینڈک کوئی مخلوق ہے۔نیٹی جیٹی (کراچی) کے پُل پر جا کر وہ تماشہ دیکھا جا سکتا ہے جس میں عیاشیوں اور بدمعاشیوں کے ساتھ ساتھ پانی میں ڈالے جانے والی درخواستوں کا اور اُن کے مضامین کا پتا بھی لگایا جا سکتا ہے۔بہرحال یہ نظامِ غیبت اور تعلیمات حضرت حجت علیہ السلام کا ہی ہلکا سا پَر تو ہے جو

انسانوں کو فضاؤں اور ہواؤں کی تسخیر میں مصروف کئے ہوئے ہے۔ یہ اُنؑ ہی کے نظام سے جھلکنے والی روشنی ہے جو دنیا کو منور کرتی جا رہی ہے۔ بہرطور ہم اس سے زیادہ کچھ اور کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ حضورؑ اعلان غیبت سے ستر سال قبل ہی سے اُس نظام و انتظام کی مادی تیاری میں مادی طریقے پر دن رات مصروف رہتے اور نظام میں روزانہ داخل و شامل کئے جانے والوں کو مصروف رکھتے چلے آئے ہیں جو اُنہوں نے اعلانِ ظہور کے وقت قائم کرنا ہے اور جو اُنؑ کا پہلا کام لکھا گیا ہے۔ اور چونکہ آپؑ نے دین خداوندی کو مکمل و غالب کرنا ہے اس لئے یہ تو ماننا ہی ہوگا کہ آپؑ اللہ کی طرح اُسکے ایک مکمل و غالب نمائندہؑ ہیں۔ اور اللہ کا ایک غالب و مکمل نمائندہؑ کیا کچھ کرسکتا ہے؟ اس کے لئے یہی صحیح اور مختصر جواب ہے کہ وہ وہی کچھ کرسکتا ہے جو اللہ کرسکتا ہے۔ ایسا راہبرؑ اور ایسا راہنماؑ ایک ہزار سال سے اپنے زیرِ زمین نظام کو یعنی نظامِ غیبت کو کیسی اور کتنی تعلیم دے سکتا ہے اور اپنے پسندیدہ اور مطیع لوگوں کو کہاں سے کہاں پہنچا سکتا ہے؟ حدودِ عقل وخیال و تصور سے بلند تر بات ہے۔ مختصراً یہ کہہ دوں کہ حضورؑ ہر وقت اور ہر لمحہ اس پوزیشن میں ہیں کہ اعلان ظہور فرما دیں اور اپنے تیار کردہ نظام کو دُنیا میں ظاہر فرما کر دُنیا کو ایک ایسی راہ، صراط مستقیم پر ڈال دیں کہ انسانوں کا راہ سے ڈگمگانا ممکن ہی نہ رہے۔ کیا آپ کو اوپر کی منزل پر جاتے ہوئے زینہ پر چڑھتے چڑھتے کبھی یہ خیال، وسوسہ یا شک ہوا ہے کہ اوپر والے زینہ پر قدم رکھتے چلے جانے سے شاید میں نیچے اُتر جاؤں؟ کبھی نہیں۔ آپ زینہ کو دیکھتے ہی یقین کر لیتے ہیں کہ مسلسل اوپر کو قدم رکھتے جانے سے اُوپر کو جاؤں گا۔ اور نیچے کی طرف پے در پے قدم رکھنے سے نیچے جاؤں گا۔ اِن دونوں حقیقتوں میں نہ آپ کو شبہ ہوا ہے اور نہ شبہ ہونا ممکن ہے۔ حضورؑ کی تیار کردہ تمام راہیں ایسی ہی ہوں گی جہاں شک وشبہ اور وسوسوں کو گنجائش نہ ملے گی۔ اور حصولِ مقصد اور ترقی کے لئے اُن راہوں سے بہتر اور سہل تر کوئی راہ تجویز کرسکنا کسی کیلئے ممکن ہی نہ ہوگا۔ لہٰذا یہ کہنا کافی ہے کہ بہکانے والی قوتوں کے تمام راستے بند ہو جائیں گے۔ لامحدود ترقی کا انتظام فُول پروف (Fool proof) یعنی معصوم ہوگا۔ جبلی اور انسانی فطرت کے مطابق (Instinctive) ہوگا۔ اُس کے خلاف عمل کرنا ممکن ہی نہ ہوگا۔ مثلاً چڑھائی چڑھتے ہوئے اوپر کا جسم آگے کو جھکانا اور اُترائی یا ڈھلوان سے اُترتے ہوئے جسم کو پیچھے کی طرف جھکانا، اور داہنے ہاتھ میں پانی کی بالٹی بھر کر چلتے وقت جسم کو بائیں طرف ورنہ داہنی طرف جھکانا فطری اور جبلی (Instinctive) ہے۔ اس لئے کہ یہ اللہ کے قانون کشش ثقل (Centre of gravity) کا تقاضہ ہے۔ اسی اصول پر ہوائی جہاز کے کنٹرول بنائے گئے ہیں۔ یعنی اگر آپ اُڑتے اُڑتے یہ چاہتے ہیں کہ جہاز اوپر کو جائے (Climbing) تو اوپر جانے کے لئے جہاز کی نوک (Nose) اوپر کا رخ کرے گی اور جب اگلا حصہ اوپر کو اُٹھے گا تو آپ کا جسم پیچھے کو جائے گا لہٰذا آپ جہاز کے کنٹرول کالم کو اپنی طرف کھینچ لیں جو جسم کے پیچھے جانے کے لئے آسان کام ہے۔ یہ کام کرتے ہی جہاز کا اگلا حصہ بلند ہو جائے گا اور آپ اوپر کو جانے لگیں گے۔ زمین کی طرف جانا یا اُترنا ہو تو کنٹرول کالم کو آگے دھکیل دیں۔ دھکیلنے میں آپ کا جسم آگے کو جھکے گا اور ایسا ہوتے ہی ہوائی جہاز زمین کا رُخ کرلے گا۔ اور جب تک آپ اسی حالت میں رہیں گے وہ مجبوراً نیچے کی طرف جاتا رہے گا۔ پھر اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ جہاز سیدھا سامنے کو اُڑتا ہوا داہنا بازو یا پَر (Wing) نیچے کو جائے اور بایاں اوپر کو آئے تو کنٹرول کالم کو داہنے طرف جھکا دیں ساتھ ہی بدن بھی داہنی طرف جھکے گا اور ایسا ہوتے ہی داہنا پَر نیچے جائے گا۔ اگر آپ اسی طرح جھکائے رکھیں تو جہاز اس طرح گھومنے لگے گا جیسے پہیا اپنے دُھرے (Axil) پر گھومتا ہے۔ یہی حرکت بائیں طرف جھکنے اور کنٹرول کالم کو جھکانے سے ہوگی۔ اب بایاں پَر نیچے کی جانب اور داہنا اوپر کی طرف جانے لگے گا اور پھر اُلٹا چکر یعنی رولنگ (Rolling) جاری ہوگا۔ یہ بھی قوانین قدرت وفطرت کی اطاعت سے ہوتا ہے۔ لہٰذا نظامِ حضرت حجتؑ میں غلطی کرنا ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہو جائے گا۔ یہی وہ حالت ہے جس کے لئے کہا گیا تھا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''میرا شیطان مسلمان ہو گیا'' یہ اُسی مندرجہ بالا مقصد کو ظاہر کرنے کے لئے کہا گیا ہے ورنہ شیطان اور قریش مجبور تو ہو سکتے ہیں اور ہوں گے مگر مسلمان ہرگز نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ اُن پر قیامت تک لعنت بھیجی گئی ہے۔ اور اُن کا روزِ ازل سے ملعون وکافر رہنا معلوم ہے۔

یہ ہے مختصراً وہ طریقہ جس پر چلا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نوعِ انسان کو ترقی کی انتہا تک لے جائینگے۔ اور سو فیصد قانونی اطاعت کی بنا پر بطور نتیجہ نوعِ انسان پر بہت سی مافوق الفطرت تبدیلیاں واقع ہونگی جو اُس اطاعت کیلئے روزِ ازل سے مقرر ہیں۔ مثلاً فرمایا گیا تھا کہ:

ملائکہ سے رابطہ قائم کرنے اور مدد لینے کی تعلیمات پر عمل

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ o(حٰمٓ سجدة 41/30)

''جن لوگوں نے اللہ کو اپنا خالق و مالک و رازق اور ہر حال میں پالنے اور ترقی دینے والا مان لیا اور پھر دنیا میں ہر وقت اس اعلان وایمان پر قائم رہے۔ اُن پر ملائکہ جنت کی بشارتیں اور کامیابیوں اور مسرتوں کی اطلاعات اور متعلقہ سامان لیکر اُترتے رہتے ہیں۔''

مسلمانوں سے پوچھو کہ کیا تم اللہ کو اپنا رب نہیں مانتے ہو؟ کیا تمہارے بزرگ اللہ کو اپنا رب نہ مانتے تھے؟ اگر مانتے ہو تو بتاؤ تم میں سے اور تمہارے بزرگوں میں سے کس پر ملائکہ کا نزول ہوتا تھا؟ قارئین نوٹ کریں کہ محمدؐ اور آئمہ معصومینؑ کے علاوہ اس امت میں کسی نے نہ یہ دعویٰ کیا اور نہ کسی پر کوئی فرشتہ اُترا۔ سبب وہی ہے کہ انہوں نے سچے دل سے اور عملاً کبھی اللہ کو اپنا رب نہیں سمجھا۔ اب سوچیں کہ حضور علیہ السلام کی مادی وعلمی تعلیمات اور تسخیرِ کائنات پر ہدایات انسان کو کہاں سے کہاں پہنچائیں گی؟ اور پھر سرکار علیہ السلام تو ایک نظر بھر کر جسے دیکھ لیں اسکے سامنے طبقات الارض والسما روشن ہو جائیں۔ وہ علوم وقوانین کا مجسمہ بن کر رہ جائے۔ یعنی تعلیمات و قانونی ہدایات کے ساتھ ہی ساتھ حضورؐ میں وہ پوری قوت و قدرتِ قدسیہ بھی تو موجود ہے جس سے مردے زندہ کئے جاتے رہے ہیں۔ اندھوں کو بصیرت و بصارت ملتی رہی ہے، سینکڑوں میل گھروں میں چھپا کر رکھے ہوئے ذخیرے نظر آتے رہے ہیں، مٹی کے بنائے ہوئے چڑیا نما کھلونے قوت پرواز وحیات حاصل کرتے رہے ہیں، لاعلاج مریض صرف ہاتھ پھرا دینے سے تندرست ہوتے رہے ہیں (آل عمران 3/49) اور جن سے ہواؤں کو مسخر کیا جاتا رہا (38/36) جن سے مادی اشیاء کو آناً فاناً دنیا میں اِدھر سے اُدھر بھیجا اور منگایا جا سکتا ہے (نمل 27/40) جن سے بے جان و بےشعور چیزوں کو قوت گویائی وغیرہ دی جا سکتی ہے (حٰم سجدہ 41/20-21) الغرض جن کو وہ تمام قدرت واختیارات دیئے گئے ہوں جو اللہ کا حقیقی نمائندہ ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ وہ جانشینؑ خداوندی، وہ حجتؑ اللہ اور خلیفۂ خداوندی اس کائنات کی ہر چیز پر غلبہ دلانے کا ذمہ دار ہے۔ وہ انسانوں کے ہاتھوں پوری کائنات اور موت وحیات کو مسخر کرا کے انہیں اللہ کے حضور پیش کرے گا تاکہ انہیں بلا حساب جنت میں رکھا جائے وہی حضرات تو ہوں گے جن پر موت والا صور بھی اثر انداز نہ ہوگا۔ (زمر 39/68)

(ج) دُنیا میں عدل وانصاف واطاعت کا دَور دَورہ، مخالفت وگمراہی اور عصیان وعدوان وشیطان کا زوال وخاتمہ، اللہ کے انعامات کا لامتناہی سیلاب

ہم عرض کر چکے ہیں کہ اگر قرآن کریم کے بیانات کو احادیثِ معصومینؑ علیہم السلام کی تائید وتفاصیل کے ساتھ پیش کیا جائے تو ہزاروں صفحات کا اضافہ ہو جائے گا اور ہم نہج البلاغہ کی تشریحات کو مکمل اور ختم کرنے سے پہلے ہی خود ختم ہو جائیں گے اور ہمارا مقصد ادھورا رہ جائے گا جو ہم نہیں چاہتے۔ بہرحال یہ دکھانے کیلئے کہ محمدؐ اور اُن کے جانشینؑ اللہ سے متفق رہے ہیں اور جو کچھ اُنؑ کے خالق و مالک اور پروردگار نے فرمایا ہے

Presented by Ziaraat.Com

انہوں نے وہی کچھ تفصیل سے بیان کیا اور اُس کے مطابق عمل کرنے میں ہمیشہ جان و مال واَولاد کی بازی لگائے رکھی اور اللہ کی رضا، قضا اور مشیت سے ذرہ برابر نہ ہٹے۔ لہٰذا یہاں دوطویل احادیث میں سے عنوان کی تائید میں تھوڑا تھوڑا سا حصہ آپ کے سامنے رکھ دیں۔ چنانچہ ہماری معتبر ترین کتاب کافی میں حضرت عمار ساباطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ''یہ فرمائیے کہ دونوں حالتوں میں عبادت کرنے والوں میں سے کس کی عبادت افضل اور زیادہ مفید ہے۔ یعنی امام زمانہ علیہ السلام کی حکومت کے دوران عبادت کرنے والوں کی یا غاصب اور غادر قریشی حکومتوں کے دوران عبادت کرنے والوں کی؟''

اس سوال کا نہایت دلائل اور وجوہات سے روشن جواب دیا ہے۔ ہم مختصراً اتنا لکھتے ہیں کہ:

''اُن لوگوں کی عبادت افضل اور زیادہ مفید ہے جو امام عصرؑ والزمان کے انتظار میں غاصب و غادر حکومتوں کے جبر وستم کے دوران عبادت جاری رکھیں۔'' یہ جواب سن کر جناب عمارؓ ساباطی اس قدر مطمئن ہوئے کہ یہ سوال کر دیا کہ: ''جناب ایسی حالت میں جب کہ ہماری عبادت ہی گھٹیا درجہ کی ہو کر رہ جائے تو ہم حضرتِ امام عصر علیہ السلام کی حکومت قائم ہونے کی تمنا کیوں کریں؟''

اس کا جواب ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی کافی سے لکھتے ہیں:

(د) **امام جعفرؑ صادق کے نزدیک ظہور اور حکومتِ امامِ آخر الزمانؑ کی اغراض ومقاصد اور فوائد:**

چنانچہ حضورؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ:

فقال : سُبحانَ اللّٰه اَمَّا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّظهر اللّٰه تبارك و تعالىٰ الحقَّ وَالْعَدلَ فى البلاد، و يجمع اللّٰه الْكَلمة ، و يُؤلّف اللّٰه بين قلوب مختلفة و لَا يعصون اللّٰه عزّ وَ جلّ فى ارضه و تقام حد ودہ فى خلقه و يردَّ اللّٰه الحقَّ اِلىٰ اَهله فيظهر ، حتّٰى لَا يَسْتَخفى بِشَىءٍ مِّنَ الْحَقِّ مخافة اَحَدٍ مِنَ الْخلق، اما و اللّٰه يَا عمّار لَا يَمُوْت مِنكم مَيّت عَلَى الْحَالِ الَّتِى اَنْتُمْ عليها اِلَّا كَانَ اَفْضَل عند اللّٰه مِن كَثِيْرٍ مِّنْ شهداء بَدرٍ وّ اُحُدٍ فَابْشُرُوْا.

(اصول كافى كتاب الحجة باب نادر فى حال غيبة حديث نمبر2 صفحہ 334-335)

''امامؑ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! کیا تمہیں یہ بات محبوب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مکمل حق اور مکمل عدل کو دُنیا میں ظاہر اور غالب کرے؟ اور یہ کہ پوری نوعِ انسان کو ایک کلمہ اور ایک دین پر متفق کر دے؟ اور پھٹے ہوئے متنفر دلوں میں الفت پیدا کر دے؟ اور دُنیا سے اللہ کی نافرمانی اور مخالفت کو مٹا دے؟ اور یہ کہ اللہ کے قوانین اور جزا وسزا کے مقرر چلے آنے والے عہد پورے ہوں؟ اور یہ کہ حقِ حکومت اور حقوق العباد حق داروں کو پہنچ جائیں؟ اور کسی کے خوف سے حق کا کوئی پہلو اوجھل نہ رہ جائے؟ خدا کی قسم اے عمار جس حال میں تم آج کل بسر کر رہے ہو اس حالت میں تمہارے مرنے والوں کی طرح ظہور کے زمانے کے لوگ نہ مریں گے بلکہ دوستدارانِ محمدؐ وآلِ محمدؐ بدر اور اُحد کے شہیدوں کی طرح شہدا کے مقام پر وفات پائیں گے۔ لہٰذا تم اُس زمانے کی زندگی اور موت پر خوشیاں مناؤ۔'' (کافی کتاب الحجة)

(ہ) **دوسری حدیث کے چند جملے:** حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ایک دوسری حدیث میں فرماتے ہیں کہ:

ابو عبد اللّٰه عليه السلام يقول: اِنَّ قَائِمُنَا اذا قَامَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ ربّهَا وَ استغنى العباد عَنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ وَ القَمر و صار الَّيْلَ و النهارَ وَاحِدًا، وَ ذَهَبَت الظُلمه و عَاشَ الرَّجُلُ فِى زمانه اَلْفَ سَنَة يُولد له فِى كُلِّ سنة غلام لا

Presented by Ziaraat.Com

یولدُ له جاریة یکسوهٗ ثوب فیطول علیه کُلّما طَالَ و یکون علیه اَیّ لون شَاءَ؛ و عنه لاَ یکون عَلٰی وجه الارض مُوْذِیٌ و لا شرٌ و لا سمٌّ و لَا فساد اصلًا و لا یکون لِلشَّیطَانِ وسوسة و لا عَمَلٌ و لا حسدٌ وَ لَا شَئیءٌ مِنَ الفساد......الخ (کتاب العصمة و الرَّجعة)

''یقیناً جب ہمارا قائمؑ قیامت ظہور کرے گا تو زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اُٹھے گی (زمر 39/29) تو بندگانِ خدا سورج اور چاند کی روشنی سے مستغنی ہو جائیں گے اور رات و دن ایک ہی ہو جائیں گے۔ ہر قسم کا اندھیرا دُنیا سے جاتا رہے گا۔ اُنؑ کے دورِ حکومت میں لوگ ہزار ہزار سال کی عمریں پائیں گے اور اُن کے یہاں ہر سال ایک بیٹا ہوا کرے گا۔ بیٹی پیدا نہ ہوگی۔ اور وہ اپنے بیٹوں کو جو لباس بھی پہنائیں گے وہ بچہ کی جسامت کے ساتھ ساتھ بڑھتا اور لمبا چوڑا ہوتا چلا جائے گا اور کپڑوں کا جو رنگ وہ پسند کریں گے وہی رنگ بدلتا چلا جائیگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اُنؑ کے عہد میں زمین پر کوئی چیز نہ رہے گی جو ایذا پہنچائے۔ شر اور فساد میں سے کچھ باقی نہ رہے گا اور نہ زہریلی چیزیں رہیں گی۔ اور شیطان کے پاس لوگوں میں پھیلانے کیلئے کوئی عمل یا وسوسہ تک نہ بچے گا۔ حسد اور فساد بھی نہ رہے گا۔''

(و) احادیث کے اِن دونوں اجزاء کی تشریح اور اصولی وضاحت و تفصیل

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت قائمِ قیامت امامؑ آخر الزمان کی تعلیمات کا انداز سو فیصد فطری ہوگا اور وہ رکاوٹیں راہ سے ہٹا دی جائیں گی جو قوانینِ فطرت یا مشیت کو اُلٹ کر اور تصادم انگیز بنا کر سامنے لاتی ہیں۔ اس لئے خلاف ورزی اور احکامِ امام علیہ السلام سے مختلف راہِ عمل اختیار کرنا خود بخود بند ہو جائے گا اور یوں ابلیس کا سارا سامان بے کار و بے نتیجہ ہو کر رہ جائے گا۔ اور یہی بڑا سبب ہوگا لوگوں کے قلوب میں الفت اور ہم آہنگی پیدا ہونے کا کہ قلوب سے نفرت و حسد و بغاوت پیدا کرنے والی قوت یعنی ابلیس کے حربے اور ہتھیار بے کار ہو جائیں گے۔ اور جب دُنیا میں نہ احکامِ خدا و رسولؐ و امامؑ کی مخالفت ہوگی نہ مخالفت کی ضرورت رہے گی تو خود بخود عصیان و نافرمانی ختم ہو کر رہ جائے گی اور جو کچھ تعمیلِ احکام کا نتیجہ ہوگا وہ وہی ہوگا جسے عمل کرنے والا پہلے سے جانتا ہوگا تو کسی کو ایک دوسرے کو محروم کرنے کی ضرورت بھی نہ رہے گی اور یوں حقوق العباد محفوظ اور ساتھ کے ساتھ ادا ہوتے رہیں گے۔ اور وہ لوگ جو اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہنا چاہیں گے ظاہر ہے کہ اُن کی مجتہدانہ شریعت و قوانین سے عدل برقرار نہ رہے گا لہٰذا بے انصافی ہوگی اور حقوق العباد پورے نہ ہو سکیں گے اور محروم رہ جانے والے لوگ امام علیہ السلام سے رجوع کریں گے اور اُنؑ پر واجب ہے کہ وہؑ دنیا میں کوئی کام عدل اور حقوق العباد کے خلاف نہ ہونے دیں لہٰذا محروموں کو پوری جزا دلانے کیلئے متعلقہ لوگوں کو سزا دے کر فارغ کیا جائے گا۔ اس طرح لوگ اپنے لیڈروں سے کٹ کر اسلام اختیار کر لیں گے۔ لہٰذا چند ہی سال میں کوئی مذہب یا تصورِ زندگی اسلام کے سوا باقی نہ رہے گا اور تمام انسان ایک کلمہؑ اور ایک دین پر متفق ہو جائیں گے۔ اور ساری نوعِ انسان جب بھی قوانینِ فطرت و مشیت پر اسلامی احکام کی روشنی میں عمل کرے گی تو بیماریاں دُنیا سے رخصت ہو جائیں گی اور خود بخود انسانوں کی صحت اور عمریں ترقی کریں گی اور اُنہیں امام علیہ السلام کے ساتھ ساتھ کائناتی تعاون بھی حاصل ہوگا اور اشیاء انسانوں کی مرضی کے مطابق یعنی قانونی مرضی کے مطابق کام کرنے لگیں گی۔ جیسا کہ لباس کا جسامت کے ساتھ بڑھنا اور رنگوں کا بدلنا وغیرہ اور یہی وہ مقام ہوگا جہاں امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد درکار ہوگی۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اس عہد کے مطیع لوگوں کے یہاں ہر سال لڑکا پیدا ہوگا اور لڑکیاں پیدا نہ ہوں گی۔ اس سے یہ اصول سمجھ لینا چاہئے کہ اولاد کے پیدا کرنے اور لڑکا یا لڑکی پیدا کرنے کا قانون معلوم ہو جائے گا۔ لہٰذا جس صنف کی کمی ہوگی وہ پیدا کر لی جایا کرے گی۔ ورنہ صرف لڑکے پیدا ہونے سے تو انسانی ضرورت

Presented by Ziaraat.Com

مسمار ہو جائے گی یعنی مردوں کو جوڑا نہ ملے گا۔اور ایسا خلاف قانون یا اصول مطلب اخذ کرنا دینی ضرورت کے خلاف ہے جو معصومین علیہم السلام سے ہرگز متوقع نہیں۔زہریلی چیزوں یا دوسری چیزوں کا وجود ختم ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ انسان خواصِ اشیا کا عالم ہو جائے گا اور مضر چیزوں کو استعمال ہی نہ کرے گا۔گویا اُن کا عدم اور وجود مُضرّت کے لئے برابر ہو جائے گا اور افادیت کے لئے وجود مفید ہو گا۔

23۔ نظام عدل کا دوسرا حصہ وہ ہے جس سے اس دنیا میں گزرنے والے مظالم، جبر وستم اور حق تلفیوں کو عدل میں تبدیل کیا جائے گا یعنی جزا وسزا

اس عنوان میں ہمیں اُس سوال کا جواب دینا ہے جو (عنوان 22) سابقہ عنوان کے شروع میں قائم کیا گیا تھا کہ ''جزا اور سزا دینے کے لئے محروم الجزا لوگوں کا خوفناک حال معمول کے مطابق زندگی کو بھی خوفناک اور جبری بنا دے گا اور لوگ خوشی سے نہیں جبراً نیک بنائے جائیں گے۔'' یہ تاثر بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقتاً صحیح نہیں ہے صحیح صورتِ حال کو بیان کرنے کیلئے ہم اپنی تفسیر **اَحسَنُ التَّعبِیر** سے ایک عنوان نقل کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کی نظامِ عدل، رجعت میں جزا اور سزا کے سلسلے میں مکمل تفصیلات بھی اسی تفسیر سے مل سکتی ہیں۔تفسیر کا وہ بیان جو سورۂ تطفیف (83) کا چوتھا عنوان چوتھا نظارہ پیش کرتا ہے؛ نظارہ دیکھئے:

چوتھا نظارہ جو میدانِ رجعت میں مواخذہ اور معمول حکومتِ الٰہیّہ کے درمیان پردے کے پیچھے ہو گا

اب آپ بھی چوتھا نظارہ کریں اور یہاں پر جس چیز کو خاص طور پر نوٹ کرنا ہو گا وہ یہ صورتِ حال ہے کہ جب امامِ آخرالزمان، قائمِ قیامت حضرت محمدؑ بن حسن عسکری علیہم السلام ظہور فرمائیں گے اور اس دُنیا کو عدل وانصاف سے لبریز فرما دیں گے اور کارِ جہان اللہ کے منشا کے مطابق عملاً جاری ہو جائے گا تو حضورؑ رجعت کا اعلان کریں گے۔اور وہ تمام لوگ باری باری زندہ کئے جائیں گے جو مشیت کے بہاؤ کی بنا پر اپنے اعمال کی جزا یا سزا سے محروم رہ گئے تھے تاکہ انہیں وہ جزا وسزا دی جائے جو نیکی یا بدی کے یا جرم یا گناہ کے سرزد ہونے کے بعد دنیا کی اسلامی حکومت کی طرف سے ملنا چاہئے تھی۔چونکہ اُس جزا وسزا کے لئے لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا جو اُس وقت کے موجودہ لوگوں کو خوف وہراس میں مبتلا کرے گا۔لہٰذا رجعت کی تمام کاروائیاں اس طرح اور زمین کے ایسے حصہ میں کی جائیں گی جہاں سے معمول کے مطابق چلنے والے انسانوں کو نظر نہ آسکیں۔ورنہ وہ حقائق کو بالمواجہ دیکھ کر جبراً برائیوں سے باز رہیں گے جو مشیت کا مقصد نہیں ہے۔اور اسی مقصد کے لئے آپ نے بار بار دیکھا ہے کہ زمین پر سے پہاڑ غائب ہو جائیں گے (التکویر 81/3) زمین کو پھیلا کر لمبا اور وسیع کر دیا جائے گا (الا نشقاق 84/3-4) الغرض اس نظارہ میں آپ رجعت کی کارروائیاں ایک قدرتی حجاب یا پردہ کے پیچھے سے دیکھیں گے جہاں وہی ماحول موجود ہو گا جس میں انسانوں نے جرم یا نیکی کی تھی۔ملاحظہ ہو:

''اے رسولؐ آپ اُس روز مخصوص مومنین اور مخصوص مومنات (الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰت) کو اس حال میں دیکھیں گے کہ اُنکا نور اُن کے آگے اور داہنے بائیں جدوجہد کر رہا ہو گا۔اُن سے کہا جائے گا کہ آج تمہارے لئے تو خوشخبریاں اور بشارتیں ہی بشارتیں ہیں کہ تم سب کیلئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور تمہیں ہمیشہ اُن میں رہنا ہے۔اور وہ عظیم الشان مرادمندی وکامیابی ہے۔اُس دن خاص منافق مردوں اور مخصوص منافق عورتوں کا حال یہ ہو گا کہ وہ مذکورہ مومنین ومومنات سے التجا کریں گے کہ ذرا ٹھہر کر ہمارا انتظار کرو تا کہ ہم بھی تمہارے اس نور سے مدد حاصل کر سکیں۔اُن سے کہا جائے گا کہ تم اُس نور سے پیچھے ہٹ کر اپنے لئے کسی اور نور کا التماس

Presented by Ziaraat.Com

کرو۔ چنانچہ اس کے بعد اُن کے درمیان ایک احاطہ بنا دیا جائے گا (فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۔ 57/13) اُس احاطہ میں ایک دروازہ ہوگا اُس دروازہ کے اندر کی طرف رحمت یعنی محمدؐ (انبیا 21/107) ہونگے ۔اور دروازہ کے باہر کی طرف سامنے کے میدان میں عذاب وسزا کا انتظام ہوگا۔قریشی مومنین آوازیں مار مار کر کہیں گے کہ اَے بھائیو کیا ہم تمہارے ساتھ ایمان وعمل میں شریک نہ تھے؟ (يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ) مومنین کہیں گے کہ کیوں نہیں تم واقعی ہمارے ساتھی تھے۔مگر تم نے فتنہ پیدا کر دیا تھا۔اور اُس فتنے میں گھُل مل گئے تھے (قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ) اور تم اِس انتظار میں لگے رہے کہ ہمیں ہمارے عقائد پر نقصانات ہوں چنانچہ تم اسی اُدھیڑ بُن اور اُلجھن میں مبتلا رہتے چلے گئے۔تمہیں اقتدار اور حکومت کی تمناؤں نے اُلجھائے رکھا یہاں تک کہ حکومتِ الٰہیہ کا اعلان ہوگیا (حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ) اور تمہیں وہ بڑا دھوکے باز شخص اللہ کے متعلق دھوکے میں رکھتا رہا (غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ) چنانچہ وہ دن آپہنچا کہ نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ حقائق کو چھپانے والوں سے سزا کے بدلے معاوضہ لیا جائے گا اب تمہیں آگ ہی میں پناہ ملے گی اور وہی تمہارا مولیٰ وحاکم ہوگی۔اور انجام کار وہ بہت بُری جگہ ہے۔کیا یہ سب کچھ سُن کر بھی اَے رسولؐ اِن تمہارے قریشی مومنین کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ اُن کے دل ذِکرُ اللہ کے سامنے اطاعت کے لئے جھک جائیں اور اس حق کو قبول کر لیں جو اللہ نے نازل کیا ہے۔اور کہیں یہ قریشی مومنین اُن لوگوں کی طرح گمراہ نہ ہو جائیں جن کو اِن سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے۔اُن کے اوپر تو ایک بہت طویل مدت گزر چکی ہے اور اسی لئے اُن کے قلوب اجتہادی مذہب پر سختی سے قائم ہوگئے اور آج اُن کی کثرت فاسق ہے۔یعنی احکامِ خداوندی کو بلا اجتہاد نافذ کرنے کی مخالف ہے۔‘‘

(مائدہ 5/47)(الحدید 16 تا 57/12)

قارئین نے اللہ کے چار مرتبہ دہرائے ہوئے وعدوں کو پڑھا تھا اور اب یہ چار دفعہ وعدہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کے حالات دکھانے کی تفصیل بھی دیکھ لی ہے۔اور اس کے علاوہ رجعت کی مزید تفصیلات متعلقہ سورتوں (شوریٰ اور حدید وغیرہ) میں دیکھی جا سکتی ہیں۔یہ یاد رکھئے کہ ہر مجرم کو اُس کے جرم کی اسلامی سزا ملنا عدل وانصاف کا تقاضا ہے۔اگر اُس کا جرم اس کے وقت کی اسلامی حکومت سے چھپا رہ گیا یا یہ کہ وہ خود ہی خلیفہ یا بادشاہ تھا اور اُسے سزا نہ مل سکی تو کائنات کے حقیقی حاکم محمدؐ سے اُس کا جرم پوشیدہ نہ تھا۔اُنہوں نے مشیّت کے دھارے کو بہنے دیا مگر اپنے ہمہ گیر ریکارڈ میں اُسے نوٹ رکھا اور حکومتِ کُلیہ ملتے ہی تمام ایسے مجرموں کو سزا دینے کیلئے رجعت مقرر کر دی۔‘‘ (تفسیر احسن التعبیر سورہ تطفیف)

تفسیر کے اس بیان میں نظامِ عدل کی تکمیل کا وہ طویل انتظام بھی سامنے آ گیا جو در پردہ اِسی زمین پر قائم ہوگا۔اور اللہ کے تمام وعدے پردہ کے اُدھر اور اِدھر دونوں طرف پورے کئے جائیں گے۔اور جب نوعِ انسان عملاً وہ مقام حاصل کر لے گی جو اسلام یا ضابطۂ اسلامی کا تقاضا ہے۔یعنی انسانیت، زوال وکمزوری اور محتاجی پر غالب آ جائے گی تو حضور امامِ آخر الزمان علیہ السلام اس قیامت کا اعلان فرمائیں گے جو کہ حقوق اللہ کا اجر وعذاب اور ثواب بہم پہنچائے گی اور اب جنت وجہنم میں داخلہ ہوگا۔

Presented by Ziaraat.Com

24۔ حضرت علیؑ اپنے زمانہ کے لوگوں کو اُسی مشہور جنت اور جہنم کے لئے مقابلہ اور سبقت کا تقاضا فرماتے ہیں اور جگاتے ہیں (خطبہ 28، جملہ نمبر 5,4)

ہم نے حضرت علی علیہ السلام کے چوتھے اور پانچویں جملے کو رائیگاں کرنا ہوتا تو قیامت اور قائم قیامت اور نظام عدل و جزا و سزا کا تذکرہ کئے بغیر، باقی مترجمین اور شارحین کی طرح گزر جاتے۔ لیکن ہم نے چاہا کہ اپنے قارئین کو حضورؑ کے خطبے کا حقیقی مقصد دکھائیں اور اُنہیں خطبہ میں مذکور سفر اور آنے والی منزلوں سے روشناس کر دیں تاکہ وہ لوگ نہ سہی آپ لوگ تو جنت کا حقیقی مطلب سمجھیں اور وہ زادِراہ جمع کریں جو اُس سفر اور اُن منزلوں کے لئے ضروری ہے۔ اور اُس غلط فہمی سے باہر نکل آئیں جو قریشی نظام نے سستی جنت اور سستے جہنم کیلئے پھیلائی ہے۔ اور اُنہیں وہ دقتیں اور محنتیں اور صبر و تحمل معلوم ہو جائے جو جنت میں جانے اور جہنم سے بچنے کے لئے ضروری ہیں۔ اور وہ اُس مواخذہ سے محفوظ رہ جائیں جو قیامت کے اوّلین دَور میں ہوگا۔ اور ہر سانس کا اور ہر عمل کا عملی حساب چکانا ہوگا۔ اور تاکہ وہ قریش کی تھپکیوں سے چھائی ہوئی نیند اور غفلت سے بیدار ہو جائیں جس سے حضرت علی علیہ السلام یہ فرما کر جگانا چاہتے تھے کہ:

اَلا وَ اِنِّیْ لَمْ اَرَ کَالْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا؛ وَ لَا كَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا؛ (خطبہ 28، جملہ نمبر 14-15)

''غور کرو کہ مجھے تو جنت کے سوا اور کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس کے طالب، طلب گار رہتے ہوئے بھی سو کر وقت ضائع کرتے ہوں۔ اور نہ جہنم جیسی کوئی دوسری چیز نظر آئی کہ جس سے ڈرنے اور بچنے اور دُور بھاگنے والوں سے زیادہ کوئی غافل رہتا ہو۔''

اَلا وَ اِنَّهٗ مَنْ لَّا یَنْفَعُهُ الْحَقُّ یَضُرُّهُ الْبَاطِلُ؛ وَ مَنْ لَّا یَسْتَقِیْمُ بِهِ الْهُدٰی یَجُرُّبِهِ الضَّلَالُ اِلَی الرَّدٰی؛ (خطبہ 28، جملہ نمبر 16-17)

''اور سُن رکھو کہ جسے حق پر عمل کرنا فائدہ نہیں دیتا ہے اُسے باطل سے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے، اور جسے ہدایت راست روی میں پائیداری نہ بخشے اُسے گمراہی، تباہی اور بربادی کی طرف کھینچ کرلے جایا کرتی ہے۔''

(الف) حق و ہدایت کی شناخت اُن کی افادیت سے ہوا کرتی ہے

عہد مرتضویؑ میں بھی اور آج بھی حضورؑ کے یہ دونوں جملے (16-17) یہ بتانے کے لئے کافی ہیں کہ جب تم یہ دیکھو کہ ہم حق و ہدایت کے مطابق کام کر رہے ہیں اور پے در پے منافع کی جگہ ہمیں نقصان ہو رہا ہے تو ٹھہرو، چونکو اور اپنے اعمال پر اور اُس حق و ہدایت پر الگ الگ اور مجموعی نظر ڈالو اور سمجھ لو کہ یا تو تمہارے اعمال و اقدامات میں خرابی و خامی ہے۔ یعنی وہ تمہیں ملے ہوئے حق و ہدایت کے مطابق نہیں یا اگر وہ مطابق ہیں تو جسے تم حق و ہدایت سمجھ رہے ہو وہ درحقیقت حق و ہدایت نہیں ہے۔ اس لئے کہ حق و ہدایت پر عمل کا نتیجہ یقیناً منافع ہوتا ہے نقصان و مضرت نہیں ہوتا۔ یہاں مشکل یہ پیش آئے گی کہ اعمال کا حق و ہدایت کے مطابق ہونا تو ہر آدمی نہایت آسانی سے معلوم کرلے گا۔ لیکن یہ جاننا کہ آیا وہ مذکور حق و ہدایت درحقیقت حق و ہدایت ہے یا نہیں مشکل ہے۔ اس سلسلے میں پہلی مددگار چیز یہ ہوگی کہ کوئی ایسا شخص ہمیں بتایئے جس کے متعلق سو فیصد یہ یقین ہو کہ وہ شخص اُس زمانے کے لوگوں میں اَلْحَقّ اور اَلْهُدٰی کے متعلق مکمل اطلاع رکھتا ہے اور اُس کا ہر فیصلہ حق و ہدایت کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر ایسا شخص ملے تو جو کچھ وہ بتائے گا وہی حق و ہدایت ہوگا۔ اور اگر سارے لوگ ایسے ہی ہوں جیسے متلاشی حق ہوتے ہیں تو حق و ہدایت کا پتہ لگنا ناممکن ہو جائے گا۔ اور یہی حال رہا ہے اِس اُمت کا اور اس امت کی ہم عصر اُمتوں کا کہ اُنہیں اُن میں کوئی ایسا شخص نہ ملتا تھا جو سو فیصد حق کا عالم و معلم ہوتا۔ اُن کی دینی قیادت کرنے والے لوگوں میں نہ صرف اختلاف و تضاد رہتا چلا آیا ہے بلکہ وہ ایک دوسرے کو گمراہ بھی کہتے رہے۔ ایسے ہی لوگ تھے

Presented by Ziaraat.Com

عہدِ مرتضوی میں۔ اُس زمانہ کے تمام مذہبی لیڈر دین کے تسلیم شدہ لیڈر بھی تھے اور ایک دوسرے کو گمراہ، بدعتی، نعثل اور یہودی اور واجب القتل بھی کہتے تھے۔ اس کے باوجود وہ دین کے راہنما بھی تھے۔ یعنی جتنے لیڈر تھے اُتنے ہی اُن مسلمانوں کے مذاہب اور طرزِ زندگی کے ضابطے تھے۔ ایسے لوگوں کو مخاطب کیا ہے حضرت علی علیہ السلام نے۔ آپ اُن کو اُن کے مذہب اور اعمال پر متوجہ فرما رہے ہیں حق و ہدایت کی شناخت بتا رہے ہیں۔ اُنہیں اُن کے اعمال پر نفع ونقصان کی وجہ بتا رہے ہیں۔ اور اس طرح یہ اصول سامنے رکھ رہے ہیں کہ دینی علوم پر انتہائی علم رکھنے والا ہونا چاہئے۔ اگر دین، اللہ کی طرف سے آیا تھا تو دینی تعلیمات مسلسل قیامت تک جاری رکھنے کے لئے انتظام کرنا خود اللہ اور رسوؐل کی ذمہ داری ہے۔ اب یا تو یہ سمجھئے کہ یہ دین ناقص ہے یا یہ کہ دین میں نہیں بلکہ گڑ بڑ کہیں اور ہے۔ اگر اللہ نے اسلامی تعلیمات اور حق وہدایت کے جاری رکھنے کا انتظام نہ کیا ہوتا تو بعد رسوؐل کوئی بھی یہ نہ کہتا کہ میں خدا کی طرف سے ساری امت کا سربراہ اور ھادی ہوں۔ لیکن سربراہ کہلانے والے اور رسوؐل کے مقام پر قائم ہونے والے تو موجود رہے ہیں۔ لہٰذا یقیناً اللہ نے انتظام کیا تھا۔ مگر وہ انتظام اور اللہ کے انتظام والے سربراہ ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔ انہیں تو تعلیماتِ اسلام پر عبور ہونا چاہئے۔ اُن کی ہر بات حق و ہدایت ہونا لازم ہے۔ اُن کا اللہ سے براہ راست رابطہ بھی ہونا واجب ہے۔ لہٰذا یہ قیادت، یہ خلافت اور یہ نیابت باطل ہے جس میں نہ کوئی حق وہدایت پر مطلع ہے نہ اُمت کو گمراہی ونقصان سے بچا سکتا ہے اسی صورت حال کی طرف متوجہ کرنے کیلئے حضوؐر نے یہ اپیل کی ہے کہ:

اَ فَلا تَـائِبٌ مِّـنْ خَـطِيْـئَتِهٖ قَبْلَ مَنِيَّتِهٖ؛ اَلا عَامِلٌ لِّنَفْسِهٖ قَبْلَ يَوْمِ بُؤْسِهٖ؟ اَلا وَ اِنَّكُمْ فِىْ اَيَّامِ اَمَلٍ مِّنْ وَرَآئِهٖ اَجَلٌ؛ فَمَنْ عَـمِلَ فِىْ اَيَّامِ اَمَلِهٖ قَبْلَ حُضُوْرِ اَجَلِهٖ نَفَعَهٗ عَـمَـلُهٗ، وَ لَمْ يَضْرُرْهُ اَجَلُهٗ؛ وَ مَنْ قَصَّرَ فِىْ اَيَّامِ اَمَلِهٖ قَبْلَ حُضُوْرِ اَجَلِهٖ فَقَدْ خَسِرَ عَمَلُهٗ، وَ ضَرَّهٗ اَجَلُهٗ اَلا فَاعْمَلُوْا فِى الرَّغْبَةِ كَمَا تَعْمَلُوْنَ فِى الرَّهْبَةِ. (خطبہ 28، جملہ نمبر 6-13)

''کیا کوئی بھی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو اپنی فیصلہ کُن گھڑی آ جانے سے پہلے پہلے اپنی خطاؤں کی اصلاح اور تدارک کیلئے مقامِ اصلاح وہدایت کی طرف پلٹ آئے؟ کیا کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنے یوم بد کے آنے سے پہلے پہلے اپنے تحفظ کیلئے کام کر سکے؟ سنو اور خبردار ہو جاؤ کہ تم امیدوں اور آرزوؤں کے دنوں میں مبتلا ہو اور اُن امیدوں اور تمناؤں کی آڑ میں پیچھے پیچھے چھپی ہوئی تمہاری موت تمہاری طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے۔ چنانچہ یہ سمجھ لو کہ جو شخص موت کے پہنچنے سے پہلے پہلے اِن آرزوؤں اور امیدوں کے دور میں مفید اعمال پر کاربند رہتا ہے۔ اُسے اُس کے اعمال نفع میں رکھتے ہیں اِسلئے اُسے اُس کی موت نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ اور جو کوئی امیدوں اور آرزوؤں کے دور میں اور موت کے آنے سے پہلے کوتاہیاں کرتا ہے اُسے اُس کے اعمال گھاٹے میں رکھتے ہیں، اس لئے اُس کی موت اُسے ضرر پہنچاتی ہے۔ خبردار تم لوگ اُسی طرح شوق اور لگن کے ساتھ خوش حالی میں بھی اعمال بجالاؤ جس طرح مصائب و آلام اور عالم دہشت میں عاجزی سے عمل کیا کرتے ہو۔

(ب) حضرت علیؑ کی دو خاص باتیں جن کا تقاضا پورا کرنے کے لئے نظامِ عدل وقیامت ورجعت کو سامنے لایا گیا

حضرت علی علیہ السلام کے مندرجہ بالا فرمانات یوں تو سب کے سب اعمال وجزاوسزا اور محتاط زندگی پر ہدایات ہیں لیکن حضوؐر کا یہ فرمانا کہ:

''اپنی فیصلہ کن گھڑی آ جانے سے پہلے پہلے اپنی خطاؤں کی اصلاح اور تدارک کیلئے مقامِ اصلاح وہدایت پر پلٹ آؤ۔ اور یومِ بد کے آنے سے پہلے پہلے اپنے تحفظ کے لئے کام کرو۔'' (جملہ نمبر 7-6)

Presented by Ziaraat.Com

یہ بیان صرف ''یَومُ الدین اور یَومُ الجزا کی کامیابی کا تقاضا کرتا ہے'' اور ہم نے فیصلہ کُن گھڑی اور یوم بد کو سمجھانے کے لئے تمام ہی سابقہ عنوانات لکھے ہیں۔لیکن باقی تمام مترجمین اور شارحین نے فیصلہ کن گھڑی سے موت سمجھا ہے جو قریشی سمجھ سے زیادہ نہیں ہے جو ہمیشہ قرآن کے خلاف ہوا کرتی ہے۔صرف ایک دلیل دیکھیں اور خطبہ کی تشریح کو ختم سمجھیں۔اللہ کا ارشاد ہے کہ ایک قریشی لیڈر نے تمنا کی تھی کہ:

یٰلَیۡتَهَا كَانَتِ الۡقَاضِيَةَ o(حاقہ 69/27)۔ مودودی ترجمہ:''کاش میری وہی موت جو دُنیا میں آئی تھی فیصلہ کن ہوتی۔''

نوٹ کریں کہ کسی کی موت بھی قرآن کے نزدیک فیصلہ کن نہیں ہوتی۔فیصلے تو یومُ الفصل اور یومُ الدین اور یومُ القیامۃ میں ہونا ہیں۔یہ تمام لوگ مکذّبِ قرآن ہیں۔والسلام

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر:29

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر:29

خُطبہ ﴿29﴾

ایک ہمہ گیر، بے باک اور مطمئن راہنما دب کر بات نہیں کرتا

1۔ جنگی ماحول میں بھی لیڈروں اور سرمایہ داروں اور قومی سرداروں کی خوشامد جائز نہیں ہے۔

2۔ زعمائے قوم کو ان کی ظاہری اور باطنی کمزوریوں اور خامیوں پر دوٹوک الفاظ میں مطلع کرنا حقیقی راہنما کی عادت ہونا چاہئے۔

3۔ مخاطب خواہ کوئی ہو اُسے یہ محسوس ہونا چاہئے کہ مقرر یا خطیب نہ کسی سے ڈرتا ہے نہ کسی کا محتاج ہے اور نہ موقع پرست ہے۔

4۔ جس عنوان پر خطبہ شروع کیا جائے وہ عنوان گفتگو کے ہر جملے میں بڑھ چڑھ کر پے در پے مخاطبین کے دماغ میں گونجتا رہے۔

5۔ تنقید سننے والوں کو یہ یقین رہنا چاہئے کہ ناقد میں کسی قسم کا عیب ونقص نہ موجود رہا ہے اور نہ پیدا ہوسکتا ہے۔

6۔ پبلک کو خطبہ کے دوران خطیب کی خوداعتمادی اور اطمینان پر حیرت ورشک رہنا چاہئے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَيُّهَا النَّاسُ الْمُجْتَمِعَةُ اَبْدَانُهُمْ ؛	1	اے لوگو تم جسمانی اور ظاہری حالت میں تو متحد اور متفق معلوم ہوتے ہو مگر
اَلْمُخْتَلِفَةُ اَهْوَآؤُهُمْ ؛	2	باطنی طور پر تمہاری خواہشیں اور مصلحتیں متضاد و مختلف ہیں۔
كَلَامُكُمْ يُوْهِي الصُّمَّ الصِّلَابَ ؛	3	تمہاری باتیں ایسی ہیں کہ انسان ہی نہیں بلکہ پتھر بھی نرم ہو جائیں۔
وَفِعْلُكُمْ يُطْمِعُ فِيْكُمُ الْاَعْدَءَ ؛	4	اور عمل تمہارے ایسے ہیں کہ دشمن لوگ تمہیں تباہ کرنے کی فکر وطمع میں لگ جائیں۔
تَقُوْلُوْنَ فِي الْمَجَالِسِ :	5	محفلوں اور مجلسوں میں بیٹھ کر تم غپیں ہانکتے ہو کہ:
كَيْتَ وَ كَيْتَ ؛	6	ہم یہ کر دیں گے اور یوں تیر و توپ مار دیں گے مگر۔
فَاِذَاجَآءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ:	7	جیسے ہی جنگی مہم سامنے آتی ہے تو
حِيْدِيْ حَيَادِ ؛	8	بدحواسی میں پناہ اور فریادیں بلند کر دیتے ہو۔
مَاعَزَّتْ دَعْوَةُ مَنْ دَعَاكُمْ ؛	9	تمہیں مدد کے لئے بلانے والے کو اُس کا بُلا وہ غلبہ نہیں دیتا۔
وَلَا اسْتَرَاحَ قَلْبُ مَنْ قَاسَاكُمْ ؛	10	اور تمہیں اپنا مددگار سمجھنے والے کا دل کبھی راحت نہیں پا سکتا۔
اَعَالِيْلُ بِاَضَالِيْلَ ؛	11	تم گمراہ کن علتیں اور بہانے کر کے میرے پروگراموں کو ٹالتے رہتے ہو۔
دِفَاعَ ذِى الدَّيْنِ الْمَطُوْلِ ؛	12	بالکل اسی طرح جس طرح ایک مقروض قرض خواہ کو مدتوں ٹالتا رہتا ہے۔
لَايَمْنَعُ الضَّيْمَ الذَّلِيْلُ ؛	13	ایک ذلیل شخص ذلتوں کی روک تھام نہیں کر سکتا۔

Presented by Ziaraat.Com

وَلَایُدْرَکُ الْحَقُّ اِلَّا بِالْجِدِّ ؛	14	حق بلا جدوجہداور کامیاب کوششوں کے بغیر نہیں ملا کرتا۔
اَیَّ دَارٍ بَعْدَ دَارِکُمْ تَمْنَعُوْنَ ؟	15	اس گھر اور وطن کے علاوہ اور کون سا ٹھکانہ ہے جس کا تحفظ کروگے؟
وَمَعَ اَیِّ اِمَامٍ بَعْدِیْ تُقَاتِلُوْنَ؟	16	اور میرے بعد وہ کون سا امام ہے جس کی تائید میں جنگ کروگے؟
اَلْمَغْرُوْرُ وَاللّٰهِ مَنْ غَرَرْتُمُوْهُ ؛	17	وہ شخص بخدا حقیقی فریب خوردہ ہے جسے تم نے دھوکا دیا ہو۔
وَمَنْ فَازَبِکُمْ فَقَدْ فَازَ وَاللّٰهِ بِالسَّهْمِ الْاَخْیَبِ ؛	18	اور جسے تمہاری نصرت کا شرف حاصل ہواُسے وہ ہتھیار اور تیر ملتے ہیں جن کی دھار کند اور بھال غائب ہو۔
وَمَنْ رَّمٰی بِکُمْ فَقَدْ رَمٰی بِاَفْوَقِ نَاصِلٍ ؛	19	اور جو شخص تمہاری مدد سے تیر اندازی کرے وہ ٹوٹے ہوئے اور ناکام تیروں سے جنگ کرتا ہے۔
اَصْبَحْتُ وَاللّٰهِ لَا اُصَدِّقُ قَوْلَکُمْ ؛	20	میں ہر روز صبح ایسی حالت میں کرتا ہوں کہ تمہاری باتوں کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔
وَلَا اَطْمَعُ فِیْ نَصْرِکُمْ ؛	21	اور تمہاری نصرت اور تائید سے امید وابستہ نہیں کرتا۔
وَلَا اُوْعِدُ الْعَدُوَّبِکُمْ ؛	22	اور نہ ہی تم پر اعتماد کر کے دشمن کو دھمکی دے سکتا ہوں۔
مَابَالُکُمْ ؟ مَادَوَاءُ کُمْ ؟مَاطِبُّکُمْ؟	23	تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تمہاری دوا کیا ہے؟ تمہاری بیماری کا علاج کیا ہے؟
اَلْقَوْمُ رِجَالٌ اَمْثَالُکُمْ ؛	24	دشمنانِ دین بھی تمہاری ہی طرح کے مردوں والی ایک قوم ہے۔
اَقَوْلًا بِغَیْرِ عِلْمٍ؟	25	کیا تم جہالت کی باتوں سے کام کی باتوں اور کام کی طرف نہ بڑھوگے؟
وَغَفْلَةً مِّنْ غَیْرِ وَرَعٍ ؟	26	کیا تقویٰ اور پرہیزگاری کو چھوڑ کر غفلت ہی میں پڑے رہوگے؟
وَطَمَعًا فِیْ غَیْرِ حَقٍّ؟	27	اور کیا ناحق اور غلط چیزوں کی طمع ہی میں الجھے رہوگے؟۔

اس خطبہ میں بھی دردناک اور اتمام حجّت والی اپیل ہے۔قریشی دوستوں کی وہی سابقہ مذکورہ حالت ہے۔معاویہ کی افواج کے مرتضوی رعایا پر قتل وغارت ولوٹ مار کے حملے جاری ہیں مذکورہ صحابہ کوفہ میں چین سے بے حس وحرکت ہیں۔فدا کار مومنین دفاع کے لئے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں یہ بھی ایسا موقع ہے کہ مذکورہ بے غیرت اور سازشی صحابہ کو غیرت دلانے کے لئے حضرتؑ نے جنگ کے لئے تنہا روانگی اختیار کر لی ہے۔مگر حجر بن عدی نے ضحاک بن قیس فہری کی چار ہزار فوج کو گھیرا اُنیس(19) فوجیوں کو قتل کیا اور باقی فرار کر گئے۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

عرب اور قریش، قرآن اور علیؑ کی نظر و بیان میں:

قریشی حکومتوں کی تیار کردہ تاریخ وتفسیر اور احادیث وسیئر کی کتابوں میں عربوں کے عموماً اور قریش کے خصوصاً قصاید اور مدح وثنا لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دُنیا کی تمام اقوام سے افضل واعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ شجاعت اور سخاوت میں ان کو بلند ترین مقام دیا گیا ہے۔ اخلاقیات اور تواضع، فداکاری اور وفاداری میں ان کو لاثانی لکھا گیا ہے۔ الغرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا گیا جس میں عربوں کو کسی قوم سے کم رُتبہ رکھا گیا ہو۔ اُدھر انہیں اللہ ورسوؐل کا سب سے زیادہ فرماں بردار وجاں نثار وخدمت گزار دکھایا گیا ہے۔ حد یہ ہے کہ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی تھوکتے تھے تو صحابہ نہایت شوق وکوشش سے ہاتھ پھیلائے ہوئے دوڑ کر جمع ہو جاتے تھے اور حضوؐر کا تھوک ہاتھوں میں لے کر اپنے مُنہ پر مَل لیا کرتے تھے۔ وضو فرماتے تھے تو پانی کی ایک بوند بھی نیچے نہ گرنے دیتے تھے۔ بطور تبرک جمع کر لیتے تھے۔ وہ لوگ جو ملکِ عرب اور عربوں کا قلبی احترام کرتے ہیں۔ جو مدینہ کی شان میں قوّالیاں لکھتے، سُنتے اور سر دُھنتے ہیں۔ جو قریشی صحابہ کا عموماً اور ابوبکر وعمر وعثمان، عائشہ، حفصہ، طلحہ وزبیر کا خصوصًا نام سنتے ہی سر جھکاتے ہیں، نعرے مارتے ہیں۔ وہ لوگ بے قصور ہیں انہوں نے یقیناً وہی سرکاری قصائد اور افسانے پڑھے یا سنے ہیں اور یوں وہ غریب قریشی فریب میں مبتلا ہوئے ہیں۔

اللہ کی سنت، قانون اور طریقہ یہ رہتا چلا آیا ہے کہ بُری سے بُری اور عذاب کی مستحق اقوام کی اچھائیوں کو بھی کبھی نہیں چھپایا اور ان کی وہ مدح وثنا جس کے وہ کبھی حقدار تھے اعلیٰ درجے کے الفاظ میں بیان کی ہے۔ پھر ان کے رویہ کے بدل جانے کو بھی بیان فرمایا ہے اور ان کی اعلیٰ درجے کی مذمت بھی کی ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے لئے مودودی کے ترجمہ کے مطابق یہ بھی فرمایا کہ:

بنی اسرائیل کی مذمت ''یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں۔ ان پر محتاجی ومغلوبی مسلط کر دی گئی ہے۔ اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ اللہ کی آیات سے کفر کرتے رہے اور انہوں نے پیغمبروںؑ کو ناحق قتل کیا یہ اُن کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا انجام ہے''۔

(آل عمران 3/112، تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 280)

مسلمان قریش کے لئے بھی کفر وکافر اور کافرون اِن ہی معنی میں بولا گیا ہے۔

اس آیت میں (یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ) مودودی مانتے ہیں کہ ''بنی اسرائیل اللہ کی آیات سے کفر کرتے رہے'' مگر مودودی اور ان کے تمام علمانے بنی اسرائیل کو بحیثیت مجموعی کافر یعنی بقول ان کے منکر اسلام نہیں مانا۔ معلوم ہوا کہ کفر کے وہی اصلی معنی (تفہیم اول صفحہ 129) چھپانا صحیح ہیں۔ لہٰذا عہد رسوؐل کے مسلمانوں کی کثرت ویسی ہی کافر تھی جیسے بنی اسرائیل کافر تھے یعنی حق پوش۔

بنی اسرائیل کی بحیثیت مجموعی انتہائی بزرگی اور مدح سرائی۔

آپ نے قومی حیثیت سے بنی اسرائیل کا نام لے کر ان کی بھرپور مذمت دیکھی ہے اب مودودی ہی کے ترجمہ سے نام لے کر بنی اسرائیل کی لاثانی مدح اور فضیلت بھی دیکھ لیں۔ فرمایا گیا ہے کہ:

1) ''اِس سے پہلے بنی اسرائیل کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تھی۔ ان کو ہم نے عمدہ سامانِ زیست سے نوازا۔ دنیا بھر کے لوگوں پر انہیں فضیلت عطا کی'' (جاثیہ 45/16) (تفہیم جلد 4 صفحہ 586) اور سنئے:

Presented by Ziaraat.Com

2)''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس اُس نعمت کو جس سے میں نے تمہیں نوازا تھا۔ اور اس بات کو کہ میں نے تمہیں دنیا کی ساری قوموں پر فضیلت عطا کی تھی''(بقرہ 2/47،2/122)(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 74 اور 108)

مودودی اعلیٰ درجہ کے کافر یعنی حقائق قرآن کو چھپانے والے اور بددیانت مترجم ہیں۔

یہاں پہلے یہ دردناک حقیقت نوٹ کرلیں کہ مذکورہ بالا آیات میں اللہ نے بنی اسرائیل کو پوری کائنات پر بزرگی اور فضیلت دینے کا اعلان فرمایا ہے اور اس کیلئے قرآن میں لفظ ''اَلْـعَـالَـمِـیْـنَ'' اب تک موجود ہے۔ مگر مودودی نے العالمین کا ترجمہ پہلے ''دُنیا بھر'' کیا اور پھر دو جگہ (2/47,2/122) پر ''دُنیا کی ساری قوموں پر'' کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ ملعون اپنی بددیانتی میں اس حد تک بڑھا ہے کہ اُس نے آنحضرتؐ کو بھی رَحْـمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ نہیں مانا ہے۔ وہاں بھی لفظ اَلْعَالَمِیْنَ کا ترجمہ ''دنیا والوں کے لئے'' کیا ہے(انبیا 21/107 تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 189) اور یہی نہیں بلکہ اس شیطان نے حضورؐ کو پوری کائنات کا نذیر بھی نہیں مانا ہے۔ وہاں بھی اس نے لفظ اَلْـعَـالَـمِـیْـنَ کا ترجمہ ''جہان والوں'' کیا ہے(فرقان 25/1)(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 431)۔ اللہ مودودی اور اس کے راہنماؤں پر لعنت کرتا رہے۔

2۔ اگر عربی اور قریشی مسلمان یا صحابہ ویسے ہی اللہ، رسولؐ اور دین کے فداکار واطاعت شعار اور چاہنے والے تھے تو قرآن ان کی مدح کیوں نہیں کرتا؟

بنی اسرائیل کی مثال دیکھ کر ہر صاحبِ عقل کے دماغ میں یہ سوال ابھرنا چاہئے تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ:۔

''قرآن میں اللہ نے ''مسلمان عربوں'' کی یا ''مسلمان قریش'' کی مدح وثنا اور فضیلت قومی حیثیت سے نام لے کر کیوں بیان نہ کی؟ جب کہ قرآن میں بار بار قومی حیثیت سے ان کی مذمت کی ہے اور انہیں کسی دوسری قوم سے بدل لینے کی دھمکیاں دی ہیں اور انہیں کافر قرار دیا ہے؟''

مثلاً فرمایا ہے کہ: اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلو گے تو تمہیں دردناک عذاب دیا جائے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دے گا۔

یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قومًا غَیْرَکُمْ۔(توبہ 9/39) وغیرہ

لہٰذا معلوم ہونا چاہئے کہ ملک عرب کے باشندوں اور قریشی مومنین کی قرآن میں مدح وثنا کا مجموعی حیثیت سے یا قومی حیثیت سے یا ملکی حیثیت سے نام لے کر کہیں تذکرہ نہیں ہے۔ جس کے معنی اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ قریشی حکومتوں نے اپنی مدح وثنا اور قصیدہ خوانی اپنی حکومت کے دباؤ سے، مال وزر خرچ کر کے یا خود اپنے قلم سے بطور فریب، خود ہی لکھ لی ہے۔ یعنی وہ بنی اسرائیل سے بھی بدترین وناہنجار قوم تھے اور کیوں نہ ہوتے انہیں تو اللہ واللہ کے رسولؐ نے مکذّب قرآن اور ایک دشمن خدا و رسولؐ جرائم پیشہ مجرموں کی قوم فرمایا ہے۔(انعام 6/66، فرقان 25/30-31) اور باقاعدہ لفظ ''قوم'' کہہ کر مذمت کی ہے چنانچہ رسولؐ نے فرمایا۔

1) اے میرے پروردگار میری قوم نے بلاشبہ اس قرآن کو مہجور کر کے رکھ دیا ہے(25/30) اور اللہ نے فرمایا:

2) اے رسولؐ تیری قوم نے قرآن کی تکذیب کر دی ہے(6/66)

Presented by Ziaraat.Com

3۔ حضرت علیؑ اور قرآن نے عربوں کی اور قریش کی ایسی تصویر کشی کی ہے جس سے اُن کے چہرے سے اسلام اور شرافت کا نقاب اُٹھ گیا اور وہ برھنہ ہو گئے۔

قرآن اور صاحبِ قرآن علیہ السلام نے عربوں اور قریش کے چہروں سے وہ تمام پردے اٹھا دیئے ہیں جو قریشی حکومتوں نے چھ سو سال تک اپنے دَورِ حکومت میں ڈالنا تھے۔ قریش نے اپنی بدکرداری اور ننگِ انسانیت کارناموں کو چھپائے رکھنے کے لئے اِدھر قرآن کو مجبور کیا یعنی قرآن کے تمام کلیدی الفاظ وعنوانات کے معنی تبدیل کر کے قرآن کو اپنے خودساختہ افسانوں، شانِ نزول اور روایات پر فٹ کیا۔ اور اُدھر اپنی قوم اور مملکت میں ان خودساختہ معنی اور افسانوں اور روایات کی دن رات چھ سو سال تک نشر واشاعت کی۔ دینی مدارس میں انہیں پڑھا پڑھا کر علما تیار کئے اور عمر کے زمانہ ہی سے اپنے تیار کردہ علما کو عدالتوں کا قاضی، صوبوں کا گورنر، فوجوں کے سردار اور محکموں کے اہل کار بنایا۔ ترقی کا معیار ہی یہ رکھا کہ جو کوئی اس پروپیگنڈا مہم میں زیادہ مہارت رکھتا ہو وہی ترقی پائے۔ اور دوسری طرف اُن لوگوں کی نسلوں تک کو دنیا سے مٹانے کی مہم شروع کی جو حقیقی اسلام اور حقیقی تعلیماتِ قرآن کے عالمؑ یا ان سے واقف تھے۔ اس ساری کدّ وکاوش اور جبر وتشدد پر پانی پھیرنے والی دو ہستیاں بہرحال آج بھی موجود ہیں اور وہ وہی قرآن ہے جس کے الفاظ اور متن قریش تبدیل نہ کر سکے۔ لہٰذا جو شخص قریش ساز تاریخ وروایات وشانِ نزول کو شیطانی کاروبار سمجھ کر اور قریش کی تیار کردہ لغات اور ڈکشنریوں سے ہٹ کر قرآن کے الفاظ کے مسلمہ مصدری معنی کو اختیار کر لے وہ قریش کو بے نقاب دیکھ سکتا ہے اور دوسری کفر شکن چیز نہج البلاغہ ہے۔ چنانچہ جو شخص قریشی علما کے تراجم وتشریحات کو نظر انداز کر کے حضرت علیؑ کے الفاظ وبیانات کو سامنے رکھ لے وہ قریش کا ظاہر وباطن دیکھ سکتا ہے۔ اور قرآن وصاحبِ قرآن نے بڑے شدّ ومدّ اور اصرار وتکرار سے عربوں اور قریش کو غدار فرمایا ہے۔ خیانت کار وبدکار قرار دیا ہے، انہیں محسن کش اور احسان فراموش فرمایا ہے۔ اور تو اور وہ خبیث تو خود اللہ ورسولؐ کے احسان فراموش اور محسن کش تھے۔ دیکھو اللہ فرما رہا ہے کہ: وَمَانَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (توبہ 9/74) ''قریشی مومنین نے اس بات کے علاوہ اور کسی بات کا انتقام نہیں لیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل وکرم سے خود فاقہ کشی کرتے ہوئے بھی قریش کو غنی بنا دیا ہے'' شریف لوگ غور کریں کہ قریش اور عرب کتنے کمینہ اور بے رحم لوگ تھے۔ کہ اللہ کا تو وہ کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے لیکن انہوں نے رسولؐ کو اور ان کی بارہ نسلوں کو پیسے پیسے اور زندگی کے تمام وسائل سے محروم رکھا۔ حاکم بن کر ان کے حقوق ضبط کئے ان کی زمین چھینی ان کے باغات پر قبضہ کیا۔ ان کا قتل عام کیا ان کی مستورات اور بچوں کو بھکاری بنایا ان کو قیدی بنا کر بازاروں میں پھرایا۔ ان کے سروں کو دربدر شہر بہ شہر نوکِ نیزہ پر بلند کر کے تماشہ دکھایا۔ یہ ہے وہ انتقام جو آج تک جاری ہے۔ قرآن وصاحبِ قرآنؑ نے انہیں دھوکے باز وفریب کار ثابت کیا ہے۔ بُزدل ونامرد بتایا ہے، بے عقل ومکار فرمایا ہے۔ خوشامدی اور موقع پرست دکھایا ہے، بے دین وبے اصول ثابت کیا ہے، بے حیا اور بے ایمان قرار دیا ہے، جھوٹا اور ناقابلِ اعتبار واعتماد کر کے دکھایا ہے لالچی اور سرمایہ پرست اور زراندوز قرار دیا، ظالم وسنگدل ثابت کیا ہے الغرض قرآن اور صاحبِ قرآنؑ نے عربوں کو عموماً اور قریش کو خصوصاً ان کے اصلی روپ میں اس طرح پیش کیا ہے کہ شریف الطبع اور خلیق انسانوں کو ان سے نفرت ہو جاتی ہے۔ یہ جو اقوامِ عالم نے مسلمان بننا چھوڑا ہے اور آج انہیں مسلمانوں سے جو نفرت ہے اس کا سبب یہی ہے کہ وہ ان ملاعین کی صفوں سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ برنارڈ شاہ نے کھل کر یہ وجہ بیان کر دی ہے بہرحال یہ خطبہ 29 بھی عربوں کی عموماً اور قریش کے مسلمان کہلانے والے صحابہ رسولؐ کی ہلکی سی تصویر خصوصاً پیش کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

4۔ عربوں کی اور قریشی مسلمانوں کی قدیم الایام سے چلے آنے والی عادتیں، خصلتیں، اخلاق ورسم ورواج ومذہب پر خطبہ کی روشنی

اگر ہم قرآن اور صاحبِ قرآن علیہ السلام کا بیان کردہ وہ سارا کچا چٹھا لکھنے لگیں تو سیکڑوں صفحات کالے ہوجائیں گے۔لہٰذا ہمیں اس خطبے کی حدود میں محدود رہ کر صرف وہ چیزیں لکھنا چاہئیں جو حضرت علی علیہ السلام کے سامنے عملاً پیش آرہی تھیں۔مثلاً حضورؐ کو قریشی صحابہ سے یہ شکوہ ہے کہ وہ جہاد سے جان چراتے ہیں۔اب اگر ہم قرآن سے وہ تمام مقامات لکھیں جہاں اللہ کو قریشی مسلمانوں سے یہی شکایت ہے تو یقین کیجئے کہ پھر سیکڑوں صفحات درکار ہوں گے۔اور قریشی متعلقات ہمارا بہت سا وقت کھاجائیں گے۔

(الف) تشریحات کو ممکنہ حد تک سیدھا چلانے اور اختصار برقرار رکھنے کے لئے ہم آیات کی عربی یا متن کے بجائے مودودی کا ترجمہ لکھیں گے

ہم نے یہ طے کیا ہے کہ اپنا ترجمہ اور آیات کی عربی لکھنے کے بجائے صرف علامہ مودودی کا ترجمہ لکھتے چلیں گے اور جہاں مودودی قرآن کے الفاظ سے بازیگری کریں گے وہاں قرآن کے الفاظ بجنسہٖ لکھ کر یا ان کے ترجمہ میں اپنے بریکٹ (قوسین) لگا کر مودودی کو سیدھا چلائیں گے اور ان کی چالاکیاں واضح کرتے جائیں گے۔جہاں کہیں آیات کی وضاحت دوسری آیات سے کرنا پڑے گی یا مودودی کی غلط ترجمانی دکھانے کے لئے دوسری آیات لانا ہوں گی وہاں ضروری ضروری آیات دکھا کر آگے بڑھ جائیں گے ہر پہلو پر بہت سی آیات موجود ہوتے ہوئے بھی اختصار کو ملحوظ رکھیں گے۔یا صرف آیات کے حوالے لکھ کر آگے بڑھ جائیں گے یعنی کوشش یہ کریں گے کہ زیر قلم عنوان سے زیادہ دور نہ جائیں۔

1) اللہ کو قرآن میں عہد رسولؐ کے صحابہ اور قریش سے شکوہ کہ وہ لوگ تقاضوں کے باوجود جہاد سے جی چراتے تھے۔

حضرت علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس خطبہ میں مذکور بہت سی شکایتوں میں سے سب سے بڑی شکایت یہی ہے کہ قریشی صحابہ جان بوجھ کر جہاد سے جان چراتے، بہانے بناتے اور غپ شپ مارتے رہتے تھے۔اب اللہ سے سنئے اور مودودی کا ترجمہ دیکھئے:

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو (یعنی اے صحابہ کرام۔احسنؔ) تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں (جہاد کی خاطر۔احسنؔ) نکلنے کے لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا ہے؟ تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔تم (جہاد کے لئے۔احسنؔ) نہ اٹھو گے تو خدا تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو بدل لے گا۔اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے“
(سورہ توبہ 9/38-39)(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 193-195)

2) اِن آیات (9/38-39) میں جو تصورات مودودی نے چھپالئے،قریش دنیا اور مال ومتاع پر فریفتہ آخرت سے باغی تھے۔

چونکہ مودودی کے سربراہوں اور ابوبکر وعمر وعثمان اور تمام قریشی صحابہ پر اللہ تنقید کررہا ہے۔اس لئے مودودی پر واجب تھا کہ جہاں تک ہوسکے ان کو بچائے۔لیکن ہمارا تو عنوان اور بحث ہی یہ ہے کہ قرآن سے مودودی کے خلفاء اور صحابہ اور قوم کے چہروں سے صحابیت وتقدس کی نقاب نوچ لی جائے۔لہٰذا اللہ نے قریش کو اسلام کے تحفظ میں مدد دینے سے الگ رہنے والے قرار دیا ہے۔انہیں آخرت کو چھوڑ کر دنیا کا اور دنیاوی مال و متاع اور اقتدار کا دلدادہ فرمایا ہے۔اور یہ بات اس سے پہلے بھی (آل عمران 3/152 وغیرہ) کہی جاچکی تھی۔اور قریش کو بحیثیتِ قوم مجموعی حیثیت سے عذاب دینے اور ایک دوسری قوم سے بدل لینے کی اطلاع دی گئی ہے۔مودودی نے اپنے ترجمہ میں دردناک عذاب کی جگہ دردناک سزا لکھا تھا ہم نے وہاں لفظ عذاب لکھ دیا ہے۔اسی طرح مودودی نے قوم کی قوم کے بدلنے کو چھپانے کے لئے قوم کی جگہ گروہ لکھا تھا اور بدلنے کی جگہ اٹھانا

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ کیا تھا۔ جسے ہم نے صحیح کر کے قریش کا پورا جرم ظاہر کرنا ضروری سمجھا۔

ان دونوں آیات (39-38/9) سے حضرت علی علیہ السلام کے (خطبہ 29 کے) جملوں (5 تا 11، 15۔16) کی تصدیق ہوگئی ہے ادھر اللہ نے قریش کو آخرت کا منکر اور مال وجاہ پرست قرار دے کر جملہ (نمبر 27-26) کی تصدیق بھی فرمادی ہے۔

3) جہاد سے بچنے کے لئے قریشی مسلمانوں کے بہانے، اللہ رسولؐ اور اسلام سے جان و مال پیارے، رجعت میں عذاب کا ہونا، حق پوشی اور قانون شکنی وغیرہ۔

پھر قرآن سنئے اور مودودی کی چالاکیاں بھی دیکھئے۔

مودودی ترجمہ: ''جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی گئی تھی (ان آیات میں اجازت کا کہیں ذکر نہیں) وہ اللہ کے رسولؐ کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کریں۔ انہوں نے لوگوں (لوگوں نہیں باقی مسلمانوں) سے کہا کہ ''اس سخت گرمی میں (جہاد کے لئے) نہ نکلو' ان سے کہو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے کاش انہیں اس کا شعور ہوتا۔ اب چاہئے کہ یہ لوگ (لوگ نہیں صحابہ) ہنسنا کم کریں اور روئیں زیادہ، اس لئے کہ جو بدی یہ کماتے رہے ہیں اس کی جزا ویسی ہی (بدی) ہے (کہ انہیں اس پر رونا چاہئے)۔ اگر اللہ ان (مسلمانوں) کے درمیان تمہیں واپس لے جائے۔ اور آئندہ اُن میں کوئی گروہ جہاد کے لئے نکلنے کی تم سے اجازت مانگے تو صاف کہہ دینا کہ ''اب تم میرے ساتھ ہرگز (تا ابد) نہیں چل سکتے۔ اور نہ میری معیت میں کسی دشمن سے لڑ سکتے ہو۔ تم نے پہلی مرتبہ بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا تو اب تم گھر بیٹھنے والوں ہی کے ساتھ بیٹھے رہو' اور آئندہ ان (مسلمانوں) میں جو کوئی مرے اس کی نماز جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اس (مسلمان) کی قبر پر (دعا کے لئے) کھڑے ہونا۔ کیوں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے۔ اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے۔ ان کی مالداری اور ان کی کثرتِ اولاد تم کو دھوکے (دھوکے نہیں تعجب) میں نہ ڈالے۔ اللہ نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ اس مال و اولاد کے ذریعہ سے ان کو اسی دنیا میں سزا (سزا نہیں عذاب) دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔ جب کبھی کوئی سورت اس مضمون کی نازل ہوئی کہ اللہ کو مانو (مانو نہیں اللہ پر ایمان لاؤ) اور اس کے رسولؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو (اَے رسولؐ) تم نے دیکھا کہ جو لوگ ان میں صاحبِ مقدرت تھے وہی تم سے درخواست کرنے لگے (درخواست نہیں انہوں نے کہہ دیا) کہ انہیں جہاد کی شرکت سے معاف رکھا جائے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہیں۔ ان لوگوں نے گھر بیٹھنے والیوں میں شامل ہونا پسند کیا اور ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیا گیا۔ اس لئے ان کی سمجھ میں اب کچھ نہیں آتا (فقہ کی گنجائش کی بات ہے)''۔ (توبہ 87-81/9)

تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 221-219) **(نوٹ: مذکورہ بالا ترجمہ میں بریکٹوں میں کیا گیا ترجمہ مصنف ''احسنؔ'' کا ہے تاکہ مودودی کی چالاکیاں ساتھ کے ساتھ قارئین کی سہولت کے لئے واضح کی جائیں)**

4) اپنے شیطان صفت راہنماؤں کو قرآن کی مار سے بچانے کے لئے دین و دیانت قربان

چونکہ قرآن قدم قدم پر قریشی مسلمانوں کا ذکر کرتا ہے (زخرف 43/44) اور طرح طرح ان کی بدکاریوں، مکاریوں اور دشمنانہ طرز زندگی کو بیان کرتا ہے۔ اس لئے قریشی علما بھی قرآن کے تراجم میں ہر قدم پر تبدیلیاں کرنے کی راہیں تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں اور طرح طرح کی بے ایمانیاں اور بددیانتی کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا سات آیتوں میں مودودی نے سات سے زیادہ جگہ ہی بے ایمانی کی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور ترجمہ کی ابتدا ہی بد دیانتی سے کی ہے جیسا کہ ہم نے بریکٹوں میں توجہ دلائی ہے کہ اللہ نے ہرگز ان آیات کو یہ کہہ کر شروع نہیں فرمایا کہ:

''جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی گئی تھی وہ۔۔۔۔۔''

مودودی نے اس جملے اور تصور کا اضافہ اپنی جیب خاص سے اس لئے کیا ہے تاکہ ان آیات میں مذکور قریشی صحابہ کے جرائم ہلکے ہو جائیں اور یہ معلوم نہ ہونے پائے کہ ان ملاعین نے جہاد پر جانے سے انکار کر دیا تھا اور اپنے اس انکار پر مسرت و شادمانی کا مظاہرہ کرنے کا تذکرہ آیت (9/81) میں کر کے ان کے باقی جرائم کا قصہ سنایا گیا ہے۔ مودودی کی دوسری اور پورے قرآن کی ترجمانی میں مستقل رہنے والی بات یہ ہے کہ جہاں بھی قرآن میں ان کے بزرگوں کی مذمت آئی ہے خواہ وہ مذمت اے مومنین (یَـآیُّھَـا الَّـذِیۡنَ اٰمَنُوا) کہہ کر ہی کیوں نہ آئی ہو وہاں مودودی ترجمہ میں ایسے الفاظ رکھ دیتے ہیں جن سے قاری یہ تاثر نہ لے کہ ''مومن ہو کر اس قسم کی بدکاریاں کی جاتی تھیں'' یا یہ کہ ''قریشی مسلمان اور صحابہ رسوؐل ایسے بدمعاش و خبیث لوگ تھے۔'' چنانچہ ان ساتوں آیات میں بھی مودودی نے یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ جہاد سے جان چرانے والے اور رسوؐل کی مخالفت کرنے والے رسوؐل کے صحابہ یا قریشی مسلمان تھے۔ آپ دوبارہ ان کا ترجمہ لفظ بلفظ پڑھیں اور دیکھیں کہ وہ بڑے عیارانہ و عالمانہ انداز میں ان حقائق کو چھپانے میں کامیاب گزرے ہیں۔

<u>وہ آیت (9/81) کا ترجمہ یوں شروع نہیں کرتے کہ:</u>

''جن قریشی مومن صحابہ نے رسوؐل کے حکم کے خلاف جہاد سے بچ کر پیچھے اپنے گھروں میں رہ جانا طے کر لیا تھا اور جنہیں یہ پسند نہ تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کریں وہ اپنے فیصلے پر گھروں میں امن و چین سے رہنے کی خوشیاں منا رہے ہیں۔ یہی مومن صحابہ تھے جنہوں نے جہاد پر آمادہ مومنین سے بھی کہا تھا کہ ایسی سخت گرمی کے زمانہ میں تم بھی جہاد کے لئے گھروں سے نہ نکلو۔ اَے رسوؐل ان اپنے صحابہ کو بتاؤ کہ تمہاری فقہ میں ہو یا نہ ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ جہنم کی آگ اس گرمی سے بہت شدید گرم ہے۔ (9/81)

ان آیات میں کی یہ پہلی آیت ہے اور اس آیت کے عربی الفاظ کو دیکھنے کے بعد یہی مطلب اور تصور سامنے آتا ہے جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ لیکن مودودی کے ترجمہ میں نہ یہ مطلب ہے نہ یہ تصور پیدا ہونے دیا گیا ہے وہاں تو وہی ٹیکنیک (Technique) استعمال کی گئی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ یعنی پہلے تو انہیں نہ مسلمان لکھا نہ مومن قرار دیا نہ قریشی کہا نہ صحابیت کا تصور آنے دیا۔ پھر انہیں ''اجازت یافتہ لوگ'' بنا کر بات کی سنگینی ہی کو مسمار کر دیا۔ پھر آیت میں الفاظ ''خلاف رسوؐل اللہ'' موجود ہیں یعنی ''رسوؐل اللہ کے حکم کے خلاف'' مودودی نے رسوؐل کی مخالفت کرنے کا ذکر ہی نہیں آنے دیا۔ یعنی ان کی مسلمانی اور قریشیت اور صحابیت کو آخر تک سامنے آنے نہیں دیا ہے۔ پھر اللہ نے تو لفظ ''ابدًا'' فرما کر ان مسلمانوں اور اُن قریشی صحابہ کو کم از کم تا قیامت رسوؐل کی ہر قسم کی ''<u>مَعِیۡتَ</u>'' سے خارج کیا ہے۔ اور ان کی نماز جنازہ حرام کر دی ہے۔ ان کی قبروں کو جہنم بنا دیا ہے۔

<u>5) قریشی مسلمانوں اور صحابہ کو مع ان کی اولاد و اموال کے دردناک عذاب اسی دنیا میں رجعت کے بعد دیا جائے گا۔</u>

اللہ نے قریش پر پہلی آیات (9/38-39) میں بھی اور پھر ان بعد والی آیات (9/81,85) میں بھی دردناک عذاب دینے کا اعلان فرمایا ہے۔ اور یہاں تین دلیلوں سے یہ ثابت ہے کہ قریشی مسلمانوں کو اور ان کے لیڈروں یعنی صحابہ رسوؐل کو، آخری قیامت سے پہلے پہلے اسی دنیا میں رجعت کرا کے عذاب اور ان ہی تکالیف میں مبتلا کیا جائے گا جو انہوں نے دوسرے عام انسانوں یا مسلمانوں یا خاندانِ رسوؐل کے افراد کو دی

Presented by Ziaraat.Com

تھیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ خود علامہ نے ترجمہ میں مانا ہے کہ:۔

(1) ''اللہ نے تو ارادہ کرلیا ہے کہ اس مال واولاد کے ذریعہ سے ان کو اسی دنیا میں سزا(عذاب) دے''

لہٰذا انہیں قیامت سے پہلے اسی دنیا میں عذاب دیا جانا ثابت ہوا۔ پھر آیت میں بھی اور علامہ کے ترجمہ میں بھی یہ ثابت ہے کہ:۔

(2)''قریش کو ان کے اموال واولاد کے ذریعہ سے عذاب دیا جانا ہے''یعنی عذاب کے وقت ان کا مال اور اولاد موجود ہوگی۔ حالانکہ مشہور کردہ قیامت میں مال موجود نہ ہوگا اور رشتہ داریاں اور انساب منقطع ہو چکے ہوں گے(مومنون 23/101) لہٰذا قریش کو لازم ہے کہ عذاب رجعت کرا کے اسی دنیا میں دیا جائے۔(3) پھر آیت (9/82) میں قریش کو وہی کچھ بُری جزا ملے گی جو انہوں نے کمائی تھی۔ مثلاً مظالم کئے تھے، قتل وغارت ولوٹ مار کی تھی۔ لہٰذا یہ سزا مشہور قیامت کی نہیں بلکہ رجعت کے بعد اسی دنیا میں قاتلوں کو قتل کرکے اور لٹیروں کو لوٹ کردی جانا ہیں (ملاحظہ فرمائیں سابقہ خطبہ نمبر 28)

6) قریشی علماء کی قرآن کے ساتھ ایک اور بڑی گہری اور مسلسل جاری رہنے والی سازش جسے علمائے شیعہ نے بھی پوری طرح اختیار کیا۔

کفرو کافر کے معنی؟

ہم نے اس سازش کو بھی بار بار واضح اور قرآن سے ثابت کیا ہے اور اپنی کسی کتاب کسی بحث میں اُسے نظر انداز نہیں کیا ہے۔ چنانچہ سابقہ خطبہ نمبر 28 میں بھی اس پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ اور یہاں ان آیات (9/84) میں بھی قریش کے کفر کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنۡھُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَاتَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِہٖ اِنَّھُمۡ کَفَرُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَمَاتُوۡا وَھُمۡ فٰسِقُوۡنَ O (سورہ توبہ 9/84)

قریش کی کافرانہ سازش کو یہ آیت تباہ کرتی ہے۔

مودودی ترجمہ: ''اور آئندہ ان میں سے جو کوئی مرے تو اس کی نماز جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسُولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 220)

اس آیت اور اس ترجمہ پر جو گفتگو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ قریشی علما اور مودودی ''کُفر'' کے معنی سارے قرآن میں ہر جگہ ''منکر'' اسلام یا منکر خدا و رسُولؐ یا منکر قیامت کرتے رہے ہیں۔ اور جہاں بھی لفظ ''کفر'' یا ''کافر'' یا کافروں یا کافرین آیا ہے وہاں ہر جگہ مسلسل اور مستقل طور پر غیر مسلم، منکر دین واسلام مراد لیا گیا ہے۔ اور قریشی علما کے اس استقلال سے شیعہ سنی علما اور قرآن پڑھنے والے عوام نہ یہ سمجھتے ہیں اور نہ تسلیم کر سکتے کہ ''مسلمانوں کا تذکرہ کافر یا کافرون کہہ کر بھی کیا جاسکتا ہے'' اس سازش نے قریشی علما کو یہ موقع دیا کہ جہاں جہاں قریش کو کافر یا کافرون کہہ کر مذمت کی گئی ہے وہاں ان کے طرفدار علمانے اس مذمت کو منکرینِ اسلام کے سر چپکا دیا اور قریش چھپ کر رہ گئے۔ مگر ہم نے اس سازش کا پردہ چاک کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ قریش مسلمان اور مومن ہوتے ہوئے بھی اور نمازی وحاجی اور تہجد گزار ہوتے ہوئے بھی دنیا کی تمام اقوام سے بڑے اور مستقل کافر تھے۔ اور ہمارے لئے اس سازش کا پردہ چاک کرنے میں قرآن اور خود مودودی مددگار ہوئے ہیں۔ قرآن اس طرح مددگار رہا کہ اس نے کاشتکاروں اور کسانوں کو بھی کافر اور کُفّار قرار دیا ہے یعنی گندم وغیرہ کے بیج کو اپنے نفع کے یقین پر زمین میں چھپا دینے والے لوگ (حدید 57/20) پھر پسندیدہ مومنین کے گناہوں اور برائیوں کو اعمالنامے سے چھپا دینا غائب کر دینا (آل عمران 3/193,195) مودودی نے یوں مدد کی کہ اس ملعون نے کفر و کافر کے معنی ہر جگہ منکر کرتے کرتے ایک جگہ یہ بھی لکھ دیا کہ:۔

Presented by Ziaraat.Com

''٦١۔کفر کے ''اصلی معنی'' چھپانے کے ہیں'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129)

حالانکہ اس خبیث مترجم قرآن نے سارے قرآن میں کفر و کافر کے یہ اصلی معنی کہیں بھول کر بھی نہ لکھے۔ اب تیسری مدد گار یہ زیر قلم آیت اور قریشی علما کے مسلمات ہیں۔ یہ آیت مودودی اور باقی تمام علماء کی رُو سے یہ بتاتی ہے کہ:۔ ''وہ تمام لوگ جو جہاد میں نہیں گئے تھے اور جن کا تذکرہ ان آیات (83-9/81) میں ہوتا رہا اور اس کے بعد آیت (9/87) تک ہوا ہے وہ اللہ اور اللہ کے رسوؐل کے منکر ہو گئے تھے'' یہ اس لئے کہ ہمارے سوا تمام علما ''کُفر'' کے معنی منکر کرتے ہیں۔ پھر یہ آیت (9/84) یہ کہتی ہوئی ختم ہوتی ہے کہ: وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (9/84)

مودودی ترجمہ: ''اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ ''فاسق'' تھے (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 220)

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ: ''جو لوگ اللہ و رسوؐل کے منکر ہو گئے تھے وہ آخر مرتے وقت فاسق تھے'' یعنی چہ؟ آیا منکر اور فاسق کے معنی ایک ہیں یا الگ الگ؟ یعنی آیا منکرِ خدا و رسوؐل ہی کو فاسق بھی کہتے ہیں؟ یعنی کیا ہر کافر یا منکر فاسق ہوتا ہے؟ اور کیا ہر فاسق، منکر و کافر ہوتا ہے؟ ہم جو کچھ آج تک سمجھے ہیں اور جو کچھ تمام مسلمان علما اور عوام میں مانا جاتا ہے وہ تو یہ ہے کہ ''فاسق'' ایک آزاد رَو، بے مہار اور قانون کی خلاف ورزیاں کر لینے والے کو کہتے ہیں اور یہ کہ ہر مسلمان جو گناہوں سے بچنے کے بجائے گناہوں میں آسانی سے الجھتا رہتا ہے وہ ''فاسق'' و فاجر کہلاتا ہے۔ اس مُسلّمہ کی رو سے آیت کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ ''جن لوگوں نے اللہ و رسوؐل کا انکار کر کے کفر اختیار کر لیا تھا یعنی جو لوگ بے دین ہو گئے تھے وہ جب مرے تو بُری قسم کے یعنی فاسق دیندار یا مسلمان مرے تھے'' اور یہ بات ہی غلط اور نا قابل قبول ہے۔ مانا تو یہ گیا ہے کہ جو کافر یا منکرِ خدا و رسوؐل ہو جائے وہ کسی قسم کا بھی مسلمان نہیں رہتا ہے۔ نہ اُسے اچھا یا بُرا دین دار یا مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ یعنی اس آیت کے غلط معنی کئے گئے ہیں۔ یعنی کفر اور کافر کے معنی ہرگز منکر نہیں ہوتے بلکہ حقیقتِ حال کو چھپانے والا ہوتے ہیں۔ لہٰذا اُس آیت کے معنی وہ کرنا چاہئیں جن کو مودودی نے کفر کے اصلی معنی لکھا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ:۔

7) قریش اللہ اور رسوؐل کی حقیقت کو چھپانے والی قوم تھی اور قوانینِ اسلام کی خلاف ورزیاں ان کا مسلک تھا۔

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ O (توبہ 9/84)۔

''جہاد سے جان و مال کو پیارا سمجھنے والوں اور رسوؐل کی مخالفت کرنے والے قریش نے بلاشبہ اللہ اور اللہ کے رسوؐل کے بیان کردہ حقائق کو چھپایا وہ مرتے دم تک قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزیاں کرنے والے برقرار رہے''۔

8) آیت (9/84) کے یہ معنی اور قریش کا بحیثیت قوم اسلامی حقائق کو چھپاتے رہنا قرآن اور مودودی دونوں کے نزدیک تسلیم شدہ ہے۔

جن لوگوں نے قومی حیثیت سے قرآن کو جھٹلانے اور اسے معنوی حیثیت سے بدل ڈالنے کا منصوبہ عہدِ رسوؐل ہی میں مکمل کر لیا ہو (انعام 6/66، فرقان 25/30) اُس قوم کو جو کچھ کہا جائے کم ہے۔

(ب) اللہ نے قرآن کریم میں ان مسلمانوں کو ''ظالم'' و ''کافر'' و ''فاسق'' قرار دیا ہے جو مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰهِ کے الفاظ میں حکم یا فیصلہ صادر نہ کریں

قارئین یہ ایسا عنوان ہے کہ آج تک اس کی رو سے معصومین علیہم السلام اور ان کے حقیقی پیروؤںؓ کے علاوہ یہ ساری کی ساری اُمت اور اس امت کے تمام علما کافر و فاسق و ظالم ثابت ہیں۔ اگر آپ شیعہ ہیں تو ذرا ہر گھر میں رہنے والے اور عوام کے لئے تحفہ کہلانے والی کتاب اٹھا کر دیکھیں کہ آیا اس میں کہیں کوئی ایسا حکم ہے جس کے لئے یہ لکھا ہو کہ: ''اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ۔۔۔۔؟ یہ کرو اور یوں کرو اور یوں نہ کرو''؟

Presented by Ziaraat.Com

ساری تحفۃ العوام پڑھ جایئے کہیں کوئی آیت سے نکلا ہوا حکم نہ ملے گا''میں کہتا ہوں''فلاں مجتہد نے یہ کہا ہے''یہ مباح ہے''''یہ واجب ہے''یہ مستحب ہے''یہ اَحْوَط ہے''یہ مکروہ ہے''وہ حرام ہے''یہ کام تین دفعہ کرو''وغیرہ۔اس عنوان میں تو یہ شرط ہے کہ'**بما انزل اللہ**'' ''اللہ کے نازل کردہ سے حکم صادر کرو''یعنی تمہارا اپنا نہ کوئی لفظ ہو نہ تمہاری رائے ہو۔یادرکھو کہ آج اس امت میں شیعہ اور سنی علما جس چیز کو شریعت اسلام کہتے ہیں وہ از سرتا پا اور از اوّل تا آخر خود ساختہ اور ان کی اپنی رائے اور فیصلے ہیں اور اکثر قرآن کے واضح اور مسلمہ احکام کے مخالف احکام اور فیصلے ہیں۔

آیئے قرآن کا تین مرتبہ اور ایک ہی جگہ دوہرایا ہوا حکم سنئے اور پہلے مودودی ہی کا ترجمہ اور تشریح سنئے:

1) **وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔**

مودودی ترجمہ:''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں''(مائدہ 5/44 تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 474)

2) **وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔**

مودودی:اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں''(5/45)(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 474)

3) **وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔**

مودودی ترجمہ:''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں''(مائدہ 5/47)(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 475)

(ج) مودودی نے ترجمہ میں تینوں جگہ قرآن سے ہٹ کر فیصلہ کرنے کی راہ ہموار کردی۔دو(2)الفاظ کا اضافہ

قارئین کرام غور فرمائیں کہ مودودی نے تینوں جگہ یعنی تینوں آیات میں بلا تکلف یہ جملہ بڑھادیا ہے کہ:

''قانون کے مطابق''اور اتفاق کی بات ہے کہ یہ دونوں الفاظ''قانون''اور''مطابق''عربی زبان میں استعمال ہونے والے الفاظ ہیں اور آیات میں تینوں جگہ موجود نہیں ہیں۔بات واضح ہے کہ علامہ کے نزدیک بات تب مکمل ہوتی ہے جب کہ اللہ یہ دونوں الفاظ ان تینوں آیات میں تینوں دفعہ نازل کرتا۔چنانچہ علامہ نے یہ اضافہ کرکے قرآن اور اللہ کی اس خامی کو دور کردیا۔ساتھ ہی یہ بھی نوٹ کرلیں کہ اللہ کے نزدیک یہ دونوں الفاظ مَردود ہیں اور قرآن میں یہاں سے وہاں تک کہیں ان کو جگہ نہیں دی ہے۔

(د) علامہ مودودی کے اضافہ کو فی الحال نظر انداز کرکے یہ دیکھیں کہ شیعوں کے مشہور و معروف و مقبول مترجمین بھی قریشی پیروی کرتے ہیں

اب دو عدد شیعوں کے قدیم اور شیعوں میں نہایت نامدار مترجمین کے ترجمے بھی دیکھ لیں اور سمجھ لیں کہ یہ لوگ بھی قریشی پالیسی کے ماتحت ترجمہ کرتے ہیں۔سنئے:

1) مقبول احمد کا ترجمہ۔اول''اور جو لوگ اس کے مطابق حکم نہ کریں جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے وہی کافر ہیں''۔(5/44)

دوم''اور جو لوگ اس کے مطابق حکم نہ کریں جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے پس وہی لوگ ظالم ہیں''۔(5/45)

سوم''اور جو اللہ کے نازل کئے کے بموجب فیصلہ نہ کریں وہی نافرمان ہیں''۔(5/47)(ترجمہ صفحہ 182-183)

2) فرمان علی کا ترجمہ:''اور(سمجھ لو کہ)جو شخص خدا کی نازل کی ہوئی(کتاب)کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں''۔

دوم''اور جو شخص خدا کی نازل کی ہوئی(کتاب)کے موافق حکم نہ دیں تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں''۔

سوم''اور جو شخص خدا کی نازل کی ہوئی(کتاب)کے موافق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بدکار ہیں''۔(ترجمہ صفحہ 182-183)

Presented by Ziaraat.Com

(ہ) ان شیعہ سنی ترجموں میں اضافہ کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کے یہاں مجتہدین کا خودساختہ اسلام جاری ہے۔

قارئین یہ جانتے ہیں کہ کہنے کے لئے تو مسلمانوں میں آج بھی سات آٹھ الگ الگ مختلف مذاہب یا فرقے موجود ہیں۔ اور سب کا یہ دعویٰ ہے کہ: ''ان کا مذہب یا فرقہ بالکل ''قرآن کے مطابق ہے'' یعنی جو کچھ جس فرقے نے سمجھا وہی قرآن کے مطابق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ:۔

''جو کچھ وہ سمجھے وہ قرآن نہیں ہے بلکہ قرآن کے مطابق یا قرآن کے موافق ہے''

یعنی الفاظ ''مطابق'' اور ''موافق'' میں اتنی گنجائش تو کم از کم ہے کہ ایک ہی قرآن سے آٹھ مختلف اور ایک دوسرے کو باطل کہنے والے فرقے بن جائیں اور سب کے سب ماشاءاللہ قرآن کے مطابق اور موافق بھی رہیں اور ہر سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص اس بات کو باطل اور اس عقیدے کو غلط کہے گا۔

(و) اب یہ دیکھئے کہ اللہ نے مطابق اور موافق کی بات نہیں کی ہے نہ کسی قانون کا ذکر کیا ہے۔

چونکہ قریش کی پالیسی یہ تھی کہ وہ خود کو مجبور دکھانے کے لئے قرآن کو ایک نامکمل کتاب ثابت کردیں۔ اور اپنی ضرورتوں، پالیسیوں اور منصوبوں اور مصلحتوں کو پروان چڑھانے کے لئے قرآن کو بطورِ آلہٗ کار استعمال کریں۔ اس لئے انہوں نے یہ لفظ مطابق اور موافق بڑھا دیا۔ چنانچہ انہوں نے قدیم سے چلے آنے والے اہل کتاب کے مجتہدانہ قوانین کے ماتحت قرآن سے وہ سب کچھ اخذ کرنا تھا جو ان کی ضرورتوں کو مکمل کر دے۔ اس لئے انہوں نے آیات کے ترجمہ میں تینوں دفعہ قانون کو بھی داخل کیا اور اضافہ کے بعد بھی یہ نہ لکھا کہ:۔

''جو کوئی اللہ کے نازل کردہ قانون سے فیصلہ نہ کریں وہ کافر و ظالم و فاسق ہیں''

یہ لکھنے، کہنے یا ماننے سے اُنہیں بہرحال قرآن کے اندر محدود رہنا پڑتا۔ اور اپنے ہر حکم اور ہر فیصلے کے لئے قرآن سے وہ قانون اور حکم و فیصلہ دکھانا پڑتا۔ اس پابندی سے بچنے اور فری اسٹائل (Free Style) کے احکام و فیصلے جاری کرنے کے لئے قانون کے ساتھ ساتھ لفظ مطابق اور موافق بھی بڑھانا پڑا۔ لہٰذا تمام شیعہ سنی علما نے جو چاہا قرآن کے مطابق کہہ کر امت میں پھیلایا اور یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے خودساختہ احکام اور فیصلوں کو اللہ کے فیصلے اور احکام کہہ کر امت پر نافذ کیا۔ (بقرہ۔2/79) اور سنی علما نے چودہ سو سال سے اور شیعہ مجتہدین نے ایک ہزار سال سے پوری امت کو گمراہ رکھ کر قرآن اور صاحبانِ قرآن کی تعلیمات سے محروم رکھا ہوا ہے۔ اور اللہ، رسولؐ اور قرآن کی رُو سے قرآن کے ہر تصور کو بدل بدل کر اس کی تکذیب کی ہے۔ (انعام 6/66، فرقان 25/30)

(ز) ایک قدیم دوسو (200) سال پہلے کے سنی عالم اور ایک تقریباً سو (100) سال قدیم شیعہ عالم کے ترجمے دیکھیں:

یہ دیکھنے کے لئے کہ مندرجہ بالا شیعہ اور مودودی ترجمہ غلط ہے ایک شیعہ مترجم اور مفسر کا ترجمہ شیعہ مترجمین کے خلاف اور سنی مترجم و مفسر کا ترجمہ مودودی کے خلاف ملاحظہ فرمائیں:

1) جناب عمار صاحب مرحوم کا ترجمہ، تفسیر عمدۃ البیان جلد اول صفحہ 304-305 سے:

1) ''اور جو شخص کہ نہ حکم کریں ساتھ اس چیز کے کہ نازل کیا ہے خدا نے محمدؐ پر پس یہ لوگ وہی کافر ہیں''۔ (5/44)

2) ''اور جو شخص کہ نہ حکم کریں ساتھ اس چیز کے کہ نازل کی ہے خدا نے محمدؐ پر پس یہ لوگ وہی ظلم کرنے والے ہیں''۔

3) ''اور جو شخص کہ نہ حکم کریں ساتھ اس چیز کے کہ نازل کی ہے خدا نے پس وہ لوگ وہی حکم خدا سے باہر ہونے والے ہیں''۔

Presented by Ziaraat.Com

2) **علامہ رفیع الدین مرحوم کا ترجمہ۔**

اول ''اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے پس یہ لوگ وہ ہیں کافر''

دوم ''اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے پس یہ لوگ وہ ہیں ظالم''

سوم ''اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے پس یہ لوگ وہی ہیں فاسق'' (ترجمہ صفحہ 141-140)

اب سوچئے کہ مودودی والے دو الفاظ ''قانون کے مطابق'' کہاں گئے اور کہاں سے آئے تھے؟ اگر آپ ان آیات کے الفاظ پر توجہ دیں گے تو معلوم ہوگا کہ مودودی اینڈ کمپنی نے لفظ ''بِمَا'' کا ترجمہ ان دونوں الفاظ ''قانون کے مطابق'' کیا تھا جو سراسر غلط اور خود ان کے اپنے ترجموں کے خلاف تھا۔

(ح) **مودودی نے نظام اجتہاد کو قائم رکھنے اور اسلام کے تصور کو ہمیشہ کے لئے بدلتے رہنے کا انتظام کرنے میں خود اپنے ترجموں کے خلاف جانے میں تکلف نہ کیا۔**

اب ہم دکھاتے ہیں کہ مودودی صاحب نے مندرجہ بالا آیات (5/44,45,47) کا غلط ترجمہ کرنے میں یہ بھی نہ سوچا کہ کوئی اُن کے دوسرے مقامات و آیات کے ترجمے پبلک کے سامنے رکھ کر اُن کی بددیانتی کا بھانڈا پھوڑ دے گا۔ چنانچہ ہم نے مودودی کو ایک اعلیٰ درجہ کا دیدہ دلیر، کمینہ دشمن قرآن ثابت کرنے کے لئے جو محنت کی ہے وہ سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ یہ ملعون اسی لفظ بِمَا کا ترجمہ مندرجہ بالا آیات کے علاوہ کہیں بھی قانون کے مطابق نہیں کرتا بلکہ یا تو صحیح ترجمہ کرتا ہے، جیسا کہ آخری دو (2) علما کا ترجمہ صحیح ہے یا بالکل ترجمہ کرتا ہی نہیں ہے۔ دیکھئے:

1) **بِمَا کا مودودی ترجمہ**:۔ وَاِذَا جَآءُوۡکَ حَیَّوۡکَ بِمَا لَمۡ یُحَیِّکَ بِهِ اللّٰهُ

''اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تمہیں اس طریقے سے سلام کرتے ہیں'' ''جس طرح'' اللہ نے تم پر سلام نہیں کیا ہے''۔

(مجادلہ 58/8، تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 359)

2) لفظ بِمَا کا یہ ترجمہ زیر بحث آیات (5/44,45,47) میں رکھ کر دیکھیں۔

''جو لوگ جس طرح اللہ نے نازل کیا ہے فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں'' (5/44,45,47 مائدہ)

یعنی ہر حکم و فیصلہ اُسی طرح لفظ بلفظ ہونا لازم ہے جس طرح اللہ نے قرآن میں نازل کر رکھا ہے۔ یہی اللہ و رسولؐ اور آئمہ معصومین علیہم السلام کا مقصود و مطلوب ہے۔

3) **لِكَیۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰی مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰىكُمۡ.**

مودودی: ''تا کہ جو کچھ بھی نقصان تمہیں ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ''۔

(حدید 57/23، تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 320-319)

4) **لفظ بِمَا کا ترجمہ ''جو کچھ بھی'' شامل کر لیں:**

''جو کچھ بھی اللہ نے نازل کیا ہے وہی فیصلہ جو کوئی نہ کرے وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں'' (5/44-45,47)

5) **فٰكِهِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمۡ رَبُّهُمۡ (طور 52/18)**

مودودی: ''لُطف لے رہے ہوں گے ان چیزوں سے جو اُن کا رب انہیں دے گا''۔ (طور 52/18) (ایضاً صفحہ 167)

Presented by Ziaraat.Com

6) لفظ بِمَا کا ترجمہ ''ان چیزوں سے'' شامل کرلیں:

''جو کوئی ان چیزوں سے حکم نہ دے جو اللہ نے نازل کی ہیں وہ کافر ہے، ظالم ہے اور فاسق ہے''

7) لفظ بِمَا کا ایک اور ترجمہ: ....وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ.....

مودودی: اور اس چیز کو مان لیا جو محمد پر نازل ہوئی'' (محمدؐ 47/2، ایضاً صفحہ 10)

8) لفظ بِمَا کا ترجمہ ''اس چیز کو'' ترجمہ میں شامل کریں:

''جو کوئی اس چیز کو فیصلہ یا حکم نہ بنائے جو اللہ نے نازل کی ہے وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں''۔(5/44,45,47)

9) لفظ بِمَا کا ایک اور ترجمہ:

وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ O (تغابن 64/2)

مودودی: ''اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو''۔(ایضاً صفحہ 528)

10) لفظ بِمَا کا ترجمہ وہ سب کچھ بھی شامل کرلیں:

''جو کوئی وہ سب کچھ فیصلہ میں نہ رکھے جو اللہ نے نازل کیا ہے وہ کافر و ظالم و فاسق ہے''

قارئین سوچیں کہ اگر ہم اسی طرح مودودی کی بے ایمانیاں اور فریب کاریاں دکھاتے چلیں اور اگر ہم سارے قرآن میں آئے ہوئے لفظ بِمَا کے تمام مختلف ترجمے سامنے لائیں تو کتنے صفحات کالے کرنا پڑیں گے؟ لہٰذا تفصیل کے ساتھ یہی چند حوالے کافی ہیں۔لیکن اہل تحقیق کی مزید دلچسپی کیلئے چند آیات کے نمبروں اور تفہیم کے صفحوں اور مختلف ترجموں کے الفاظ یہاں لکھے دیتے ہیں تاکہ اسلامی جماعت کو مسلمان کرنے میں دقت نہ ہو۔

(ط) لفظ بِمَا کے چند ترجموں کا جدول (چارٹ)۔

ترجمہ	آیت/سورہ	تفہیم القرآن جلد وصفحہ	ترجمہ	آیت/سورہ	تفہیم القرآن جلد وصفحہ
جسے	10/18	جلد2 صفحہ 276	جو کچھ	63/11	جلد5 صفحہ 522
جو	13/36	جلد2 صفحہ 463	جس سے	46/22	جلد4 صفحہ 615
جو	2/4,10	جلد1 صفحہ 50-53	جو کچھ	49/18	جلد5 صفحہ 102
جو کچھ	2/233	جلد1 صفحہ 179	کیا کچھ	62/8	جلد5 صفحہ 492
جو	2/285	جلد1 صفحہ 223	جو	59/18	جلد5 صفحہ 409
جو کچھ	3/180	جلد1 صفحہ 306	جو کچھ	58/13	جلد5 صفحہ 363
جو کچھ	84/23	جلد6 صفحہ 291	کس چیز کی بدولت	36/27	جلد4 صفحہ 254
جو	69/38	جلد6 صفحہ 78	جو کچھ بھی	39/70	جلد4 صفحہ 383
جو کچھ	64/8	جلد5 صفحہ 536	کیا کچھ	58/6	جلد5 صفحہ 356
کیا کچھ	64/7	جلد5 صفحہ 534	جو	3/188	جلد1 صفحہ 310

Presented by Ziaraat.Com

(ی) مودودی کے قلم سے اس حقیقت کی تصدیق کہ حضرت حُذیفہؓ نے اعلان کیا تھا کہ ان کے ہم عصر مسلمان وصحابہ، قرآن کے خلاف یہود کے پیرو رہیں گے۔

مودودی نے اپنے ہم مسلک مفسرین کو غلط کار لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ سابقہ عنوان میں زیر بحث رہنے والی آیات (مائدہ 5/44,45,47) میں مسلمان مخاطب تھے۔ اور وہی تھے جو قرآن کے الفاظ میں احکام کے مخالف اور اس لئے مسلمان رہتے ہوئے وہ کافر وظالم وفاسق تھے۔ سنئے:

''بعض اہل تفسیر نے ان آیات (5/44,45,47) کو اہل کتاب کے ساتھ مخصوص قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ مگر کلام الٰہی کے الفاظ میں اس تاویل کے لئے کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ اس تاویل کا بہترین جواب وہ ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیا ہے۔ ان سے کسی نے کہا کہ یہ تینوں آیات تو بنی اسرائیل کے حق میں ہیں۔ کہنے والے کا مطلب یہ تھا کہ ''یہودیوں میں سے جس نے خدا کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کیا ہو وہی کافر، وہی ظالم اور وہی فاسق ہے۔'' اس پر حضرت حذیفہ نے فرمایا:

''نعم الاخوۃ لکم بنی اسرائیل اَنْ کانت لَھُمْ کُلُّ مرّۃ و لکم کلّ حُلوۃ کَلّا و اللّٰہ لَتُسلکُنّ طریقھم قدر الشراک''

کتنے اچھے بھائی ہیں تمہارے یہ بنی اسرائیل کہ کڑوا کڑوا سب ان کے لئے ہے اور میٹھا میٹھا سب تمہارے لئے! ہرگز نہیں خدا کی قسم تم ان ہی کے طریقہ پر قدم بقدم چلو گے'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 476)

5۔ قریشی مومنین جہاد سے دوسرے مومنین کو بھی روکتے تھے، جہاد سے بچ نکلنے کو اللہ کا انعام اور قابلِ شکر احسان سمجھتے تھے، مظلوموں کی مدد کے لئے بھی جہاد کو ناپسند کرتے تھے۔

مودودی اور ان کے ہم مذہب لوگوں اور علما سے پوچھنا چاہئے کہ تم کس مُنہ سے یہ کہتے ہو کہ عہدِ رسوؐل کے مسلمان یا مومنین یا صحابہ میں اختلاف نہ تھا وہ سب صحیح اسلام پر کاربند تھے؟ ان میں کوئی فرقہ نہ تھا؟ وہ سب قابل حمد وثنا لوگ تھے؟ وہ دور سب ادوار سے اچھا زمانہ تھا؟ وہ اللہ و رسوؐل کے فرمانبردار اور جان نثار و وفادار صحابہ تھے؟ حالانکہ قرآن کی رو سے ان سے بدتر و بدنہاد لوگ کسی زمانہ میں موجود نہیں رہے ہیں اور عہد رسوؐل سے بُرا زمانہ اس آسمان نے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ رسوؐل کی پوری قوم اللہ و رسوؐل کی اور قرآن و اسلام کی دشمن اور مجرم تھی (فرقان 25/30-31) قریش نے اللہ و رسوؐل سے اس لئے انتقام جاری رکھا کہ انہوں نے اپنے فضل وکرم سے انہیں غنی وخود کفیل وآسودہ بنا دیا تھا (توبہ 9/74) وہ دن رات اللہ و رسوؐل سے خیانت کرتے رہے (انفال 8/27) اطاعتِ خدا ورسوؐل کی سیکڑوں تاکیدوں اور احکام کے باوجود انہوں نے ہمیشہ سرکشی، توہین، نافرمانی اور بدگوئی جاری رکھی، دشمنوں کے نرغہ میں رسوؐل کو ننگی تلواروں کے سامنے قتل ہو جانے کے لئے چھوڑ جاتے تھے۔ خود بھی رسوؐل کو قتل کرنے کی عمر بھر کوشش کرتے رہے اور آخر دوا کے بہانے انہیں زہر سے قتل کر ہی دیا (بخاری) بات یہ ہے کہ قریش کی بدکاریوں اور مذمتوں کو قرآن کے حوالوں کے سائے میں لکھنے میں کافی دیر لگتی ہے۔ آیات کی تلاش میں تکلف ہوتا ہے۔ اس لئے میں اپنے قارئین کو ترکیب نمبر گیارہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ:

آپ اپنے دل میں برے آدمیوں کی کوئی بھی مذمت یا بُرائی یا عیب سوچیں۔ مثلاً بدگمانی ایسی گھٹیا بُرائی سے لے کر بڑے سے بڑے جُرم یا سنگین سے سنگین گناہ اور شرمناک وقابلِ نفرت بُرائی کا نام لے دیں۔ اور نہایت اطمینان کے ساتھ اعلان کر دیں کہ وہ برائی قریش میں موجود تھی۔ بفضلِ خدا قرآن میں اس کا ثبوت مل جائے گا۔ یعنی ایسی کوئی بُرائی ہو ہی نہیں سکتی جو قریش میں اپنی ابتدا سے انتہا تک موجود نہ ہو۔ اس

Presented by Ziaraat.Com

معاملے میں دنیا کی کوئی قوم اور کسی قوم کا کوئی فرد قریشی قوم اور قریشی افراد سے نہ آگے بڑھا ہے نہ بڑھ سکتا ہے۔شرط یہی ہے کہ تحقیق کرنے والے کی آنکھوں پر قریشی حکومتوں کی تیار کردہ کوئی پٹی نہ بندھی ہو۔دل پر کوئی پردہ نہ لٹک رہا ہو۔ہم انشاء اللہ قریش کی مذمت میں آنے والے کسی مناسب خطبے کی ذیل میں اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے ایک عنوان ''قریش اور قرآن'' قائم کردیں گے۔فی الحال انتظار فرمائیں۔اور اختصار کی غرض سے جہاد کے متعلق بہت سے عنوانات کو چھوڑ کر ایک آخری مقام مودودی کے ترجمہ سے دیکھ لیں:

(الف) جہاد سے جان ومال چُرانے پر قریش کی صرف ایک اور دردناک صورتِ حال:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو مقابلہ کے لئے ہر وقت تیار رہو، پھر جیسا موقع ہو الگ الگ دستوں کی شکل میں جہاد کے لئے نکلو یا اکٹھے ہو کر۔ ہاں، تم میں کوئی کوئی آدمی {مومن} ایسا بھی ہے۔جو لڑائی {اللہ کی راہ میں جہاد} سے جی چراتا ہے''ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ خود تو جی چُراتا ہی ہے، دوسروں کی بھی ہمتیں پست کرتا ہے اور ان کو جہاد سے روکنے کے لئے ایسی باتیں کرتا ہے کہ وہ بھی اسی کی طرح بیٹھ رہیں حاشیہ 102 تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 371''اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو کہتا ہے کہ''اللہ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں ان لوگوں {مجاہدوں} کے ساتھ نہ گیا''اور اگر اللہ کی طرف سے تم پر فضل ہو تو کہتا ہے، اور اس طرح کہتا ہے کہ گویا تمہارے اس کے درمیان محبت کا تو کوئی تعلق تھا ہی نہیں۔''کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بڑا کام بن جاتا''ایسے لوگوں {لوگوں نہیں مومنین} کو معلوم ہو کہ اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے ان لوگوں کو جو آخرت کے بدلے میں دنیا کی زندگی کو فروخت کردیں، پھر جو اللہ کی راہ میں لڑے گا۔اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا۔ اسے ضروری ہم اجرِ عظیم عطا کریں گے۔آخر کیا وجہ ہے کہ تم {سب مومنین} اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو؟ جو کمزور پاکر دبا لئے گئے ہیں؟ اور فریاد کررہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے {محفوظ} نکال لے جس کے باشندے ظالم ہیں۔ اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی {حامی نہیں وَلیًّا} و مددگار {نَصِیرًا} پیدا کردے۔{پیدا کردے غلط ہے اس لئے کہ وہ تو بیس سال بعد مدد کے قابل ہو سکے گا} جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں {اور تم مومنین میں سے} جنہوں نے کُفر کا راستہ اختیار کیا ہے، وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں، پس شیطان کے ساتھیوں {ساتھیوں نہیں بلکہ شیطان کے مقرر کردہ وَلیوں یعنی حاکموں} سے لڑو اور یقین جانو کہ شیطان کی چالیں {مکر وکَید} حقیقت میں نہایت کمزور ہیں {اے مومنین} تم نے ان لوگوں {لوگوں نہیں مومنین} کو بھی دیکھا ہے جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔اب جو نہیں لڑائی {جہادِ راہِ خدا} کا حکم دیا تو ان میں سے ایک فریق {فرقہ} کا حال یہ ہے کہ لوگوں سے ایسا ڈر رہے ہیں جیسا خدا سے ڈرنا چاہئے۔یا کچھ اس سے بھی بڑھ کر {ڈر رہے ہیں} کہتے ہیں خدایا! یہ ہم پر لڑائی {جہاد} کا حکم کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہ ہمیں ابھی کچھ اور مہلت دی''؟ {اے رسولؐ} ان سے کہو دنیا کا سرمایہ زندگی تھوڑا ہے اور آخرت ایک خداترس {متقی} انسان کے لئے زیادہ بہتر ہے، تم پر ظلم ایک شمہ برابر بھی نہ کیا جائے گا۔رہی موت، تو جہاں بھی تم ہو وہ بہر حال تمہیں آکر رہے گی خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو۔اگر انہیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔اور اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ''یہ اے رسولؐ تمہاری بدولت ہے'' کہو کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے آخر ان لوگوں {لوگوں نہیں قوم} کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی {ان کی فقہ میں نہیں سماتی}؟ (سورہ نساء 78 تا 4/71) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 375-371)

نوٹ: مذکورہ بالا ترجمہ میں {بریکٹوں} میں کیا گیا ترجمہ مصنف ''احسنؔ'' کا ہے تاکہ مودودی کی چالاکیاں ساتھ کے ساتھ قارئین کی سہولت کیلئے واضح کی جائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

1) مودودی کی تشریح: قریش کی طرف اس جُھکے ہوئے ترجمہ کے بعد ان کی تشریحات بھی دیکھ لیں تو ہم مزید وضاحت کریں گے۔ سنئے:

''۱۰۳ یعنی اللہ کی راہ میں لڑنا دنیا طلب لوگوں (مومنین۔احسن) کا کام ہے ہی نہیں۔ یہ تو ایسے لوگوں کا کام ہے جن کے پیشِ نظر صرف اللہ کی خوشنودی ہو، جو اللہ اور آخرت پر کامل اعتماد رکھتے ہوں اور دنیا میں اپنی کامیابی وخوشحالی کے سارے امکانات اور اپنے ہر قسم کے دنیوی مفاد اس امید پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں کہ ان کا رب ان سے راضی ہوگا۔ اور اس دنیا میں نہیں تو آخرت میں بہر حال ان کی قربانیاں ضائع نہ ہوں گی''۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 372)

2) دوسری تشریح مظلوموں کی مدد کے لئے بھی جہاد نہ کرنے والے۔

''۱۰۴ اشارہ ہے ان مظلوم بچوں، عورتوں اور مردوں کی طرف جو مکہ میں اور عرب کے دوسرے قبائل میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر نہ ہجرت پر قادر تھے اور نہ اپنے آپ کو ظلم سے بچا سکتے تھے۔ یہ غریب طرح طرح سے تختۂ مشقِ ستم بنائے جا رہے تھے اور دعائیں مانگتے تھے کہ کوئی انہیں اس ظلم سے بچائے''۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 372-373)

3) تیسری تشریح اللہ اور طاغوت کی راہ میں لڑنے والوں کی پوزیشن

''۱۰۵ یہ اللہ کا دوٹوک فیصلہ ہے۔ اللہ کی راہ میں اس غرض کے لئے لڑنا کہ زمین پر اللہ کا دین قائم ہو، یہ اہل ایمان کا کام ہے اور جو واقعی مومن ہے وہ اس کام سے کبھی باز نہ رہے گا۔ اور طاغوت کی راہ میں اس غرض کے لئے لڑنا کہ خدا کی زمین پر خدا کے باغیوں کا راج ہو، یہ کافروں کا کام ہے اور کوئی ایمان رکھنے والا آدمی یہ کام نہیں کرسکتا''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 373)

4) چوتھی تشریح قریشی مومنین اللہ کی راہ میں جہاد کیوں پسند نہیں کرتے؟ تین جوابات

''۱۰۷ اس آیت (4/77) کے تین مفہوم ہیں اور تینوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں: ایک مفہوم یہ ہے کہ پہلے یہ لوگ (مومنین۔احسن) خود جنگ کے لئے بے تاب تھے۔ بار بار کہتے تھے کہ''صاحب ہم پر (مومن ہونے کی بنا پر۔احسن) ظلم کیا جا رہا ہے، ہمیں ستایا جاتا ہے، مارا جاتا ہے، گالیاں دی جاتی ہیں، آخر ہم کب تک صبر کریں؟ ہمیں مقابلے کی اجازت دی جائے؟ اس وقت ان سے کہا جاتا تھا کہ صبر کرو اور نماز وزکوٰۃ سے ابھی اپنے نفس کی اصلاح کرتے رہو، تو یہ صبر اور برداشت کا حکم ان پر شاق گزرتا تھا۔ مگر اب جو لڑائی کا حکم دے دیا گیا تو ان ہی تقاضا کرنے والوں میں سے ایک گروہ دشمنوں کا ہجوم اور جنگ کے خطرات دیکھ دیکھ کر سہما جا رہا ہے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب تک مطالبہ نماز اور زکوٰۃ اور ایسے ہی بے خطر کاموں کا تھا اور جانیں لڑانے کا کوئی سوال درمیان میں نہ آیا تھا تو یہ لوگ پکے دین دار تھے۔ مگر اب جو حق کی خاطر جان جوکھوں کا کام شروع ہوا تو اُن (مومنین۔احسن) پر لرزہ طاری ہونے لگا''۔

تیسرا مفہوم یہ ہے کہ پہلے تو لوٹ کھسوٹ اور نفسانی لڑائیوں کے لئے ان کی تلوار ہر وقت نیام سے نکلی پڑتی تھی اور رات دن کا مشغلہ ہی جنگ وپیکار تھا۔ اس وقت انہیں خون ریزی سے ہاتھ روکنے اور نماز وزکوٰۃ سے نفس کی اصلاح کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ اب جو خدا کے لئے تلوار اٹھانے کا حکم دیا گیا تو وہ لوگ (مومنین۔احسن) جو نفس کی خاطر لڑنے میں شیر دل تھے، خدا کی خاطر لڑنے میں بُزدل بنے جاتے تھے۔ وہ دستِ شمشیر زن جو نفس اور شیطان کی راہ میں بڑی تیزی دکھاتا تھا اب خدا کی راہ میں شَل ہوا جاتا ہے''۔

یہ تینوں مفہوم مختلف قسم کے (مومنین۔احسن) لوگوں پر چسپاں ہوتے ہیں اور آیت کے الفاظ ایسے جامع ہیں کہ تینوں پر یکساں دلالت

Presented by Ziaraat.Com

کرتے ہیں''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 374-375)

5) پانچویں تشریح قریشی مومنین رسولؐ کو ایک غلط کار آدمی سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں۔

آیت(4/78) کی ذیل میں لکھتے ہیں ''یعنی جب فتح وظفر اور کامیابی اور سُرخروئی نصیب ہوتی ہے تو اسے اللہ کا فضل قرار دیتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے ان پر یہ فضل نبی ہی کے ذریعہ سے فرمایا ہے۔مگر جب خود اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کے سبب سے کہیں شکست ہوتی ہے اور بڑھتے ہوئے قدم پیچھے پڑنے لگتے ہیں تو سارا الزام نبی کے سر تھوپتے ہیں اور خود بری الذمہ ہونا چاہتے ہیں''(ایضاً صفحہ 372 تا376،حاشیہ 109)

(ب) مودودی کے ترجمہ میں قریش یا قریشی صحابہ کا تحفظ اور محتاط جُملے؟

ہم نے بار ہا توجہ دلائی ہے کہ مودودی اپنے ترجمہ میں یہ محسوس نہیں ہونے دیتے کہ بات قریشی مومنین کی ہورہی ہے۔مذمت کی جگہ پر وہ مومن نہیں لکھتے بلکہ ''لوگ یا لوگوں'' کہہ کر قاری کے تصور کو اول سے آخر تک گمراہ کرتے اور اپنی تحریروں کے دھارے پر بہائے لئے چلے جاتے ہیں۔ اسی ترکیب کو ان کے ہر ترجمہ میں غور سے تلاش کرنا چاہیئے۔چنانچہ ہمارے ساتھ چلیں،اُن کا ترجمہ اور آیات میں آئے ہوئے الفاظ پر نظر رکھیں:

1) پوری قریشی قوم کی مذمت کی گئی ہے۔

یہ یادرکھیئے کہ عہد رسولؐ میں قرآن قریش کو رسولؐ کی قوم کہہ کر روشناس کراتا ہے اور اس کی بھرپور مذمت کرتا ہے(فرقان25/30،اور انعام6/66)(تفہیم القرآن جلد3 صفحہ585/3،حاشیہ نمبر64)(زخرف89-43/88 مودودی نے مانا ہے تفہیم القرآن جلد 4 حاشیہ نمبر70-71 صفحہ نمبر553-554) (زخرف43/44،تفہیم القرآن جلد4 صفحہ 540 حاشیہ نمبر39)(وغیرہ وغیرہ)

قریش کا جہاں جہاں دوسری قوم سے بدلنے کا ذکر ہوا ہے(محمدؐ47/38) وہاں اُس قوم کی بات بھی قریش کے ساتھ قومی حیثیت سے کی گئی ہے۔

اسی اصول پر زیر بحث آیات(4/71-74) کی آخری آیت (4/78) میں لفظ قوم موجود ہے دیکھئے آیت کے الفاظ یوں ہیں کہ:۔

فَمَا لِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًاO(سورہ نساء 4/78)

مودودی: ''آخر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی''

قارئین مودودی کو قرآن کے خون میں رنگے ہوئے لال ہاتھوں سے (Red Handed) پکڑیں اور پوچھیں کہ آیت میں لفظ ''القوم'' (خاص) یا پوری قوم موجود ہے مگر اُس نے اس ملعون ومشہور قوم کو بچانے کے لئے ترجمہ ''اِن لوگوں'' کردیا ہے؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ:۔

اول۔وہ لوگ جو جہاد سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی جہاد پر جانے سے منع کرتے تھے(توبہ 9/81) وہ قریشی قسم کے یا قریشی مسلمان تھے۔

دوم۔جو مومنین جہاد کی اجازت میں جلدی کرتے تھے وہ بھی قریشی مسلمان تھے۔

سوم۔جو لوگ لوٹ کھسوٹ کے لالچ میں جہاد میں آتے تھے وہ بھی قریشی مومنین ہی تھے(آل عمران 3/152 بھی دیکھیں)

چہارم۔جو لوگ جہاد کا حکم ملنے کے بعد مہلت چاہتے تھے(4/77) اور جہاد کے حکم کو عجلت پر مبنی کہتے تھے وہ بھی قریشی مسلمان تھے۔

پنجم۔جو ملاعین رسولؐ کی بصیرت پر معترض تھے اور انہیںؐ غلط کار کہتے تھے وہ بھی قریشی عقیدے کے مسلمان تھے۔(سورۃ النساء 4/78) (تفہیم القرآن جلد1،صفحہ نمبر375،حاشیہ 109)

ششم۔ مودودی نے اپنی اس آخری تشریح نمبر 109 میں آنحضرتؐ کو غلطی سے بچانے کی صورت لکھی ہے مگر ہمیں دو اعتراض ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

اول یہ کہ اس تشریح میں مودودی نے لفظِ ''نبی'' دومرتبہ لکھا ہے مگر نہ اس پر احترامی نشان (ؐ) بنایا نہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا۔ دوم یہ کہ وہ تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 197 حاشیہ نمبر 45 میں رسولؐ کو غلط کار مانتا ہے اور جلد سوم صفحہ 163 حاشیہ 49 تمام انبیاؑ کو بھی غلط کار لکھتا ہے۔

ہفتم۔ مودودی نے آخری آیت (4/78) میں نہ صرف اپنی راہنما قوم قریش کو غلط ترجمہ کی آڑ میں چھپا کر کفر کیا ہے بلکہ انہوں نے اس آیت کے ترجمہ سے یہ ثابت کر دیا کہ قریش کی پوری قوم عربی زبان بالکل نہ سمجھتی تھی۔ یا یہ کہ قریش کے لئے عربی زبان بالکل اجنبی تھی۔

ہشتم۔ عربی زبان قریش کے لئے اُسی طرح اجنبی اور نامعلوم تھی جس طرح یاجوج وماجوج کی قوم ذوالقرنین کی زبان سے ناواقف تھے۔

قرآن سے یہ آیت اور اس کا مودودی ترجمہ پڑھ کر مودودی کی چالاکی سمجھئے:

حَتّٰی اِذَا بَلَغَ بَیۡنَ السَّدَّیۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمَا قَوۡمًا لَّا یَكَادُوۡنَ یَفۡقَهُوۡنَ قَوۡلًاO (کہف 18/93)

مودودی کیا سمجھے؟ ''پھر اس نے (ایک اور مہم کا) سامان کیا یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی''

مودودی جو کچھ سمجھے اس کی تشریح سنئے ''۶۸ یعنی اس (قوم۔ احسنؔ) کی زبان ذوالقرنین اور اس کے ساتھیوں کے لئے قریب قریب بالکل اجنبی تھی۔ سخت وحشی ہونے کے سبب سے نہ کوئی ان کی زبان سے واقف تھا اور نہ وہ کسی غیر زبان سے واقف تھے'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 46)

قارئین نے دیکھ لیا کہ قرآن کے الفاظ لَا یَكَادُوۡنَ یَفۡقَهُوۡنَ قَوۡلًا کے معنی مودودی نے ''کوئی بات مشکل ہی سے سمجھنا کئے ہیں۔ اور تشریح میں ان معنی کے ماتحت دونوں فریق کو ایک دوسرے کی ''زبان سے قطعی ناواقف'' مان لیا ہے۔ اب قریشی قوم والی مذکورہ آیت (4/78 نساء) اور اس کا ترجمہ دیکھیں۔

قریشی قوم کے لئے وہی بات وہی الفاظ جو یاجوج وماجوج کی قوم کے لئے تھے۔

فَمَالِ هٰٓـؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَكَادُوۡنَ یَفۡقَهُوۡنَ حَدِیۡثًاO (4/78)

مودودی نے کیا بتایا؟ ''آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 375)

قارئین بتائیں کہ کیا قریش کو عربی زبان سے واقف مانا جائے؟ جب کہ ''ان کی سمجھ میں کوئی بات آتی ہی نہ تھی؟ اور جب کہ مودودی نے اُس قوم کو ذوالقرنین کی زبان سے ناواقف لکھا ہے جو کہ ''مشکل سے کوئی کوئی بات سمجھ لیتی تھی؟

یہ ہے قرآن کے الفاظ کے ساتھ بازی گری (Jugglery) کرنے کا نتیجہ کہ جناب علامہ خود ''مضحکہ'' (Laughing Stock) بنے کھڑے ہیں۔ اور اسکے بعد یہ بھی سن لیں کہ مودودی نے قرآن کے مذکورہ بالا الفاظ ''لَا یَكَادُوۡنَ '' کے معنی غلط کئے ہیں۔ چنانچہ علامہ رفیع الدین مرحوم کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

مودودی کا ترجمہ غلط علامہ رفیع الدین کی رو سے:

فَمَالِ هٰٓـؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَكَادُوۡنَ یَفۡقَهُوۡنَ حَدِیۡثًاO (4/78)

''پس کیا ہے واسطے اس قوم کے نزدیک نہیں کہ سمجھیں بات کو'' یعنی سمجھ سکتے ہیں مگر سمجھنے کے لئے پاس بھی نہیں پھٹکنا چاہتے (ترجمہ صفحہ 100)

اور یہاں یہ بھی نوٹ کرلیں کہ ہم نظامِ امامت کے لئے قرآن کریم کے اُن الفاظ کی داخلی وسعتوں کو استعمال کرنا لازم سمجھتے ہیں جو کہ

Presented by Ziaraat.Com

نظامِ نبوّت ورسالتؑ کے دائرے سے باہر نکلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ان ہی الفاظ میں سے لفظوں کا ایک سلسلہ ف۔ق۔ہ کے مادہ سے بنتا ہے۔اور لفظ ''یَفۡقَهُوۡنَ'' بھی اسی مادہ اور اسی سلسلے کا لفظ ہے۔اور اس سلسلے کا اور اس مادہ کا مصدر فِقۡهًا اور فَقَاهَةً ہے۔اور اس مصدر سے بنتے چلے جانے والے تمام الفاظ برقرار رہنے والے معنی سادہ طور پر ''سمجھنا'' سمجھنے کی قابلیت رکھنا'' ہوتے ہیں لیکن اس مصدر کے معنی ''گہرائی تک یا انتہا تک سمجھنا یا گہرائی اور انتہا تک سمجھنے کی قابلیت رکھنا'' ہوتے ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ مصدر انسانوں سے مخصوص ہے۔حیوانوں کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔یعنی اس مصدر کا تعلق اہلِ عقل وارادہ مخلوق سے ہے۔یعنی کسی بات یا چیز کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے اُس بات یا حقیقت کی وسعتوں اور گہرائیوں تک جانے اور معقول نتیجہ نکالنے کی قابلیت کو فِقه یا تفَقُّه کہتے ہیں۔اور ان ہی معنی کے ماتحت علمانے قانون سازی یا شریعت سازی کے لئے اس مصدر کے الفاظ ''فِقه ،تَفَقُّه،فُقَها،فقیه ،اور اُصولِ فقہ کو بار بار اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے لہٰذا مندرجہ بالا آیت (4/78) کے معنی یہ ہونا چاہئیں کہ:

''قریشی قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ حدیث کو اُس کی وسعتوں اور گہرائیوں تک سمجھنے کے نزدیک تک نہیں آتی ہے؟یعنی اپنی فقہ میں شامل نہیں کرتی۔

ج) **<u>آیات (78 تا 4/71) کی باقی حقیقتوں ،جہاد سے بچنے کو فضل خدا ماننا،مظلوموں کی مدد،ولیؑ و نصیرؑ،طاغوت اور قریش،اللہ سے اپیل ،وغیرہ پر وضاحت۔</u>**

1) مودودی کے ترجمہ اور تشریحات سے وہ بنیادی حقیقت ثابت ہوگئی کہ عہد رسوؐل کے مومنین وصحابہ میں ایک قوم ایسی تھی جو پوری کی پوری اللہ کے لئے جہاد سے جان چراتی تھی اور یہ خود بخود ثابت ہو گیا کہ وہ قوم رسوؐل کی قوم کہلانے والی یعنی مکہ کی باشندہ قوم تھی اور یہ بھی آیات (4/73,4/77) سے ثابت ہے کہ وہ قوم نہ منافق تھی نہ غیر مسلم تھی نہ مشرک معروف تھی بلکہ اللہ پر ایمان رکھتی تھی اسی لئے جنگ سے محفوظ رہنے کو اللہ کا فضل سمجھتی تھی اور اللہ سے جنگ میں عجلت وتاخیر کی دعا کرتی تھی۔اور اس لئے بھی کہ اس قوم کو نماز پڑھنے اور زکوۃ ادا کرتے رہنے کا مشورہ دیا گیا تھا (4/77) جو غیر مسلموں کو نہیں دیا جاتا۔

2) یہ بھی آیات (4/77-78) سے ثابت ہے کہ وہ قوم اللہ کی طرح رسوؐل کا حکم ماننا پسند نہ کرتے تھے۔اور یہ بھی کہ وہ قوم باقی مومنین سے رشتہ مؤدۃ ومحبت نہ رکھتی تھی (4/73) اور یہ کہ اس کا مرکز طاغوت تھا (4/76) جس کے فیصلوں پر عمل کیا کرتے تھے۔چنانچہ اسی سلسلہ گفتگو میں ان کا عقیدہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

<u>قریش قوم کا عقیدہ اور ارادہ:</u> اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِهٖ وَیُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًا بَعِیۡدًاO(4/60)

<u>مودودی ترجمہ</u> ''اے نبیؐ تم نے دیکھا نہیں اُن لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اُس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اُن کتابوں پر بھی جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں،مگر چاہتے یہ ہیں کہ (مگر اُن کا ارادہ یہ ہے کہ۔احسنؔ) اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے طاغوت کی طرف رجوع کریں،حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دُور لے جانا چاہتا ہے''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 366 تا 367،سورہ نساء 4/60)

قارئین دیکھیں کہ صرف دس گیارہ آیات پہلے بھی اسی قوم کا اور اُس کے سربراہ کا ذکر کیا گیا ہے۔اور اُن کے سربراہ اور راہنما کو شیطان

Presented by Ziaraat.Com

اور طاغوت کا لقب دیا گیا ہے۔طاغوت کیا ہوتا ہے؟

مودودی سے سنئے: طاغوت قریش کا سربراہ تھا۔اُسی کو شیطان بھی کہا ہے۔

''۹۱ یہاں صریح طور پر''طاغوت'' سے مراد وہ حاکم ہے جو قانونِ الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہو اور وہ نظامِ عدالت ہے جو نہ تو اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کا مطیع ہو اور نہ اللہ کی کتاب کو آخری سند مانتا ہو''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 367)(قریش، قرآن اور حدیث دونوں کو آخری سند نہیں مانتے)

قارئین دیکھ چکے ہیں کہ سورہ مائدہ(5/44,45,47)میں اسی طاغوت اور اس کے پیروؤں کو کافر، ظالم اور فاسق فرمایا گیا تھا۔اور حضرت حذیفہ نے قریش کو اُن کی سو فیصدی پیروی کا مجرم قرار دیا تھا(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 475،حاشیہ 77)

(4) اللہ کی راہ میں جان دینے اور جنگ کرنے والوں کا ذکر کرکے قریش کو حضرت علیؑ کی یاد دلائی گئی ہے۔(سورہ بقرہ 2/207)

جس شخص کو اللہ نے طاغوت قرار دیا ہے اُس کا منصوبہ سورہ بقرہ میں(2/204-205)بیان کیا گیا ہے۔اور آنحضرتؐ کو منع کیا گیا ہے کہ اُس کی پسندیدہ باتوں کو بھی ناپسند کریں اس لئے کہ وہ اسلام کو مارشل ازم بنانے کی پالیسی رکھتا ہے تاکہ دنیا میں طاغوتی راج قائم کرے اور زمین میں قتل وغارت اور لوٹ مار اور فساد پھیلائے(2/205)اُس کے بعد اللہ نے اُس کے مدمقابل رہنے والے فردِ فرید کا تذکرہ یوں فرمایا ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ...

''اور جہاں وہ اَلَدُّ الْخِصَام مسلمانوں میں موجود ہے وہیں اُن مسلمانوں میں وہ شخصؑ بھی موجود ہے جو اللہ کی مرضیاں حاصل کرنے کے لئے اپنی جان فروخت کرتا رہتا ہے اور فروخت کرتا چلا جائے گا''(بقرہ 2/207)اور یہ مسلمات میں سے کہ وہ ہستی جس نے اللہ کی تمام مرضیاں خرید لی تھیں وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں جنہوں نے قیامت تک قائم رہنے والا نظام سلامتی قائم کرنا تھا۔جسے اگلی آیت (2/208)میں''السِّلم''کہا ہے اور تمام مومنین کو سو فیصدی اُس سلامتی کے نظام میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے اور اُس ہی شیطان کی اتباع کرنے سے منع کیا ہے جسے سورہ نساء(4/76)میں طاغوت اور شیطان فرمایا ہے۔

(5) اللہ کی مرضی اور رضامندیاں جسؑ نے خریدی ہیں اُسی کو مظلوم مومنین اپنے لئے ولیؑ اور نصیرؑ کی حیثیت میں تعینات کرنے کی دعائیں مانگتے تھے

زیرِ نظر آیات(نساء 78-4/71)میں آپ نے دیکھا تھا کہ مظلوم و بے سہارا مومنین اللہ سے دعائیں کر رہے تھے کہ اُنہیں مکہ سے نکالنے اور ظالموں کے ظلم سے نجات دلانے کے لئے اپنا نمائندہؑ اپنا مستقل حاکم یعنی اپنا ولی اور مجسمۂ نصرت نصیر کو تعینات کردے(4/75)ظاہر ہے کہ وہ ہستیؑ جو ظالموں کے مقابلے میں سب سے قوی، شجاع اور ہر حال میں غالب رہنے والی ذات پاک تھی اُسی کی شان میں فرمایا گیا تھا کہ:

'' لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار شاہِ مردان شیرِ یزدان قوتِ پروردگار ''

جس کی معیت میں کبھی کسی فوج کو شکست نہیں ہوسکی۔

6۔ حضرت علیؑ نے قریشی صحابہ کو جنگ سے فرار کرتے ہوئے بھی دیکھا اور اُن کے وہ مکر و فریب اور بہانے بازیاں بھی سنیں تھیں اور خود بھی آزمایا اور بزدل پایا تھا

اب قارئین یہ دیکھیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے قریشی صحابہ کی جہاد سے جان چرانے میں کیا کیا شکایتیں کیں آیا وہ اور قرآن ہم

Presented by Ziaraat.Com

آہنگ نہیں؟ آپ نے فرمایا ہے کہ:

اَیُّھَاالنَّاسُ اَلْمُجْتَمِعَةُ اَبْدَانُھُمْ ؛اَلْمُخْتَلِفَةُ اَھْوَآؤُھُمْ؛ کَلاَمُکُمْ یُوْھِی الصُّمَّ الصِّلَابَ؛ وَفِعْلُکُمْ یُطْمِعُ فِیْکُمُ الْاَعْدَاءَ ؛ تَقُوْلُوْنَ فِی الْمَجَالِسِ، کَیْتَ وَ کَیْتَ؛ فَاِذَاجَآءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ،حِیْدِیْ حِیَادِ ؛(خطبہ 29، جملہ 1 تا 8)

تم لوگوں کے سامنے مجمع عام اور جلسہ گاہوں میں تو بڑی لن ترانیاں اور غپیں مارتے رہتے ہو لیکن جب بھی جنگ تمہارے سامنے آئی تو تم نے نالہ وفریاد مچانا اور اللہ کی دُہائی دینا شروع کردیا“ یہی اعتراض اللہ نے اِن پر اور ان کے بزرگوں پر کیا تھا کہ تم جہاد کیلئے بے قرار تھے مگر جہاد واجب ہوتے ہی تم پر مردنی چھا گئی (47/20 سورہ محمدؐ) اور سنئے مولائے کائنات فرماتے ہیں۔

اَعَالِیْلُ بِاَضَالِیْلَ ؛دِفَاعَ ذِی الدَّیْنِ الْمَطُوْلِ؛لَایَمْنَعُ الضَّیْمَ الذَّلِیْلُ ؛وَلَایُدْرَکُ الْحَقُّ اِلَّا بِالْجِدِّ ؛اَیَّ دَارٍ بَعْدَ دَارِکُمْ تَمْنَعُوْنَ،وَمَعَ اَیِّ اِمَامٍ بَعْدِیْ تُقَاتِلُوْنَ؟اَلْمَغْرُوْرُ وَاللّٰہِ مَنْ غَرَرْتُمُوْہُ ؛وَمَنْ فَازَبِکُمْ فَقَدْ فَازَ وَاللّٰہِ بِالسَّھْمِ الْاَخْیَبِ ؛ وَمَنْ رَّمٰی بِکُمْ فَقَدْ رَمٰی بِاَفْوَقِ نَاصِلٍ؛ اَصْبَحْتُ وَاللّٰہِ لَااُصَدِّقُ قَوْلَکُمْ ؛ وَلَا اَطْمَعُ فِیْ نَصْرِکُمْ ؛وَلَا اُوْعِدُ الْعَدُوَّبِکُمْ ؛ مَابَالُکُمْ ؟مَادَوَاءُ کُمْ ؟ مَاطِبُّکُمْ؟اَلْقَوْمُ رِجَالٌ اَمْثَالُکُمْ ؛اَقَوْلًا بِغَیْرِ عِلْمٍ؟وَغَفْلَةً مِنْ غَیْرِ وَرَعٍ ؟ وَطَمَعًا فِیْ غَیْرِ حَقٍّ؟(خطبہ 29، جملہ 11 تا 27)

”تم گمراہ کن بہانے اور علتیں پیش کرکے میرے پروگراموں کو ٹالتے اور تاخیر میں ڈالتے رہتے ہو۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک مقروض قرض خواہ کو مدتوں ٹالتا رہتا ہے۔ ایک ذلیل شخص ذلتوں کی روک تھام نہیں کرسکتا۔ حق بلا جدوجہد اور کامیاب کوششوں کے بغیر نہیں ملا کرتا۔ اپنے اس گھر اور وطن کے علاوہ اور کون سا تمہارا ٹھکانہ ہے جس کا تم تحفظ کروگے؟ اور میرے بعد وہ کون سا امام ہے جس کے ماتحت تم جنگ کروگے؟ وہی شخص صحیح معنی میں فریب خوردہ ہے جسے تم نے دھوکا دیا ہو۔ اور جو کوئی تمہاری مدد اور جنگی نصرت کا شرف حاصل کرے گا اُسے وہ ہتھیار اور تیرو تبر ملیں گے جن میں نہ دھار ہو نہ بھال اور نہ پیکان ہو۔ اور جو شخص تمہیں تیر سمجھ کر دشمن پر پھینکے وہ تمہیں ٹوٹا ہوا ناکام تیر پائے گا۔ میں ہر روز ایسی حالت میں صبح کرتا ہوں کہ کبھی میں نے تمہاری باتوں اور وعدوں کو صحیح نہیں سمجھا اور تمہاری نصرت وتائید سے اپنی اُمیدیں وابستہ نہیں کرتا ہوں۔ اور نہ ہی تمہارے بھروسے پر کسی دشمن کو دھمکی دے سکتا ہوں۔ ارے تمہیں یہ کیا ہوگیا ہے؟ تمہاری دوا کیا ہے؟ تمہاری اس بیماری کا علاج کیا ہے؟ دشمنانِ دین بھی تمہاری ہی مانند مردوں پر مشتمل ایک قوم ہیں۔ کیا تم ہمیشہ جہالت اور لاعلمی ہی کی باتیں کرتے رہوگے اور کبھی بھی علم ویقین کی بات اور کام نہ کروگے؟ کیا تقویٰ اور پرہیزگاری کو چھوڑ کر غفلت ہی میں پڑے رہوگے؟ کیا تم غلط اور ناحق چیزوں کی طمع ہی میں زندگی گزاردوگے؟“

یہ تھے وہ قریشی مسلمان جو قریش کے لیڈروں، ابوسفیان وابولھب اور ابوبکر وعمر نے تیار کئے تھے اور جن کی شان میں آپ نے قرآن اور صاحبان قرآن علیہم السلام کی شکایتیں دیکھی ہیں۔ اور ابھی چند جملے اور سنیں:

<u>(الف) قریش ایک ایسی قوم تھی جو جسمانی یگانگت اور قلبی منافرت میں مبتلا تھی، جن کی باتیں اور لکچر پتھر دلوں کو موم ونرم کردیں گے مگر جو دشمنوں کی ہمت افزائی کریں۔</u>

حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ نمبر 29 کو یوں شروع فرمایا تھا کہ: اَیُّھَاالنَّاسُ اَلْمُجْتَمِعَةُ اَبْدَانُھُمْ ؛ اَلْمُخْتَلِفَةُ اَھْوَآؤُھُمْ ؛

Presented by Ziaraat.Com

كَلاَمُكُمْ يُوهِي الصُّمَّ الصِّلاَبَ ؛ وَفِعْلُكُمْ يُطْمِعُ فِيكُمُ الْاَعْدَاءَ (خطبہ 29، جملہ 1 تا 4)

''اے وہ لوگو جو جسمانی طور پر متفق اور متحد اور ہم آہنگ رہتے ہو مگر خواہشات، اُمیدوں اور تمناؤں میں متضاد و مختلف اور منتشر رہتے ہو۔ باتیں تمہاری ایسی کہ پتھروں کو بھی پگھلا دیں اور کام تمہارے ایسے جن کو دیکھ کر دشمنوں کی ہمت افزائی ہوتی ہے اور وہ گھات میں لگ جاتے ہیں''۔

(ب) پھر قرآن سے صاحبؑ قرآن کی تصدیقات ملاحظہ کرنا چاہئیں۔

گو سابقہ چند آیات حضرت علی علیہ السلام کے قریشی صحابہ اور مسلمان دوستوں کے متعلق بیانات و احساسات کی تصدیق کر دیتی ہیں۔ مگر چند پہلوؤں کی مزید تصدیق و تکمیل کے لئے چند اور آیات دکھانا ضروری سمجھتا ہوں۔

(1) باتوں کی اثر انگیزی ایسی کہ خود آنحضرتؐ حیرانی اور تعجب کی حد تک پسند فرمائیں۔

قریش کے سب سے بڑے راہنما لیڈر یعنی عمر کے متعلق یہ بات قریشی تاریخ میں تسلیم کی گئی ہے کہ عمر ہی ایک ایسا صحابی تھا جسے ہر حال میں رسوؐل کو ٹوکنے اور غلط راہ سے روکنے کی جرأت ہوتی تھی۔ علامہ شبلی سے تفصیل سنئے:

قریشی تاریخ میں عمر رسوؐل کو ٹوکنے اور روکنے میں سب سے جری، اُن کا ہر خیال اور فیصلہ وحی بن جاتا تھا۔

''حضرت عمر نے مسائلِ فقہیہ میں جس قدر فکر اور خوض کیا تھا۔ صحابہ میں سے کسی نے نہیں کیا تھا، اُنہوں نے آغاز اسلام ہی سے فقہ کو اپنا مطمع نگاہ بنا لیا تھا۔ قرآن مجید میں جو مسائل فقہ مذکور ہیں اُن میں جہاں ابہام (یعنی ''وہم'' اور ''گنجلک'' احسنؔ) ہوتا تھا۔ وہ خود رسوؐل اللہ صلعم سے دریافت کر لیتے تھے اور جب تک پوری تسلی نہیں ہوتی تھی بس نہیں کرتے تھے یہ بات اور صحابہ کو حاصل نہ تھی کیوں کہ اُن کے برابر کوئی شخص رسوؐل اللہ کی خدمت میں کہنے سننے کی جرأت نہیں رکھتا تھا (یعنی ابو بکر بھی نہیں۔ احسنؔ) کلالہ کے مسئلے کو جو ایک دقیق اور نہایت مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اُنہوں نے آنحضرتؐ سے اس قدر بار بار دریافت کیا کہ آپ دِق آ گئے اور فرمایا کہ ''سورۂ نساء کی اخیر آیت تیرے لئے کافی ہو سکتی ہے'' (الفاروق حصہ دوم صفحہ 110) اور یہ کہ:

2۔ ''عبداللہ ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ ''جب عمر کسی معاملے میں یہ کہتے تھے کہ میرا اس کی نسبت یہ خیال ہے'' تو ہمیشہ وہی پیش آتا تھا جو اُن کا گمان ہوتا تھا (بخاری باب اسلام) اِس سے زیادہ اصابتِ رائے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ''اُن کی بہت سی رائیں مذہبی احکام بن گئیں اور آج تک قائم ہیں'' (ایضاً صفحہ 133)

(2) قریشی ہیرو اور لیڈر کی پوزیشن۔ قرآن سے عمر'' اَلَدُّ الْخِصَام '' رسوؐل کا سب سے بڑا حریف اور دشمن

قریش ساز افسانوں کا یہ ہیرو قرآن میں کیسا تھا؟

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ O (سورہ بقرہ 2/204)

مودودی کے ترجمہ سے سامنے آتا ہے۔

''انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے، جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں (اے رسوؐل۔ احسنؔ) تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے، مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمنِ حق ہوتا ہے'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 158، 159)

Presented by Ziaraat.Com

(3) قریشی لیڈر کی باتیں دل موہنے والی ہی نہ تھیں بلکہ اگر رسولؐ کو اللہ خبردار نہ کرتا تو اُس کی جنگی پالیسی کو درجہ قبولیت ملنے کا اللہ کو اندیشہ ہوا

مودودی نے اپنے راہنما کو بدکارلوگوں کی آڑ میں چھپانے کی ناکام کوشش کی ہے۔اللہ تو رسولؐ سے فرمارہا ہے کہ:

بقول مودودی ''جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں''۔

ظاہر ہے کہ وہ ہیرو عہدِ رسولؐ کا ایک ایسا شخص ہے جو بار بار اپنی نیک نیتی کا ثبوت دینے کے لئے رسولؐ کو دنیاوی زندگی کے کسی بہت دل چسپ منصوبے پر خدا کو اپنا گواہ بنا بنا کر سمجھاتا ہے اور رسولؐ کو وہ باتیں وہ منصوبہ پسند آتا ہے۔لیکن اللہ رسولؐ کو بتاتا ہے کہ وہ ہیرو ایک کمینہ خصلت خصم یعنی رسولؐ کا مدمقابل اور دشمن ہے۔اور اگلی آیت میں اُس کا پورا منصوبہ بیان کردیتا ہے۔یعنی اپنے منصوبے کے مطابق وہ شخص اقتدار حکومت حاصل کرتے ہی دنیا کو فساد سے لبریز کردے گا۔اور دنیا کو قتل وغارت کا اکھاڑہ بنادے گا اور یوں نسل انسانی (نسل رسولؐ) کو تباہ کرے گا اور فوج کشیوں سے کھیتوں کو غارت کردے گا'' (بقرہ 2/205 تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 159) اور دیکھ لو کہ عمر کا بنایا ہوا منصوبہ لفظ بلفظ پورا ہوا اور بخاری وشبلی کی تصدیق ہوگئی اور صدیوں تک دنیا میں وہی فوج کشی اور قتل وغارت ولوٹ مار کا ہنگامہ جاری رہا جو عمر اینڈ کمپنی نے قومی حکومت بنا کر جاری کیا تھا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ قریشی لیڈروں کی باتیں رسولؐ تک کو موہ لیتی تھیں اور انہیں قریشی لیڈر سے بچانے کے لئے اُس لیڈر کو **اَلَدُّ الْخِصَام** کا لقب دیا گیا تھا تاکہ معلوم ہو کہ قریش کی میٹھی باتوں کے پیچھے خطرناک اور کمینہ عزائم ہوتے تھے۔

مودودی سے سنئے کہ اَلَدُّ الْخِصَام کیا ہوتا ہے؟ لکھتے ہیں کہ:

''۲۲۴ ''اَلَدُّ الْخِصَام'' کے معنی ہیں ''وہ دشمن جو تمام دشمنوں سے زیادہ ٹیڑھا ہو''یعنی جو حق کی مخالفت میں ہر ممکن حربے سے کام لے۔کسی جھوٹ،کسی بے ایمانی،کسی غدر وبدعہدی اور کسی ٹیڑھی سے ٹیڑھی چال کو بھی استعمال کرنے میں تامل نہ کرے'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 159)

(4) مودودی جہاں غلط ترجمہ کرتے ہیں وہاں قریش کا یا قریش کے مفاد کا تحفظ منظور ہوتا ہے۔

آگے بڑھنا اسی وقت مفید ہوتا ہے جب قریشی علما کی بددیانتی واضح ہوجائے۔مودودی نے مندرجہ بالا آیت (بقرہ 2/204) کا ترجمہ غلط کیا ہے۔پہلی غلطی تو یہی ہے کہ اُنہوں نے الفاظ وَمِنَ النَّاسِ کا ترجمہ ''اِن قریشی مسلمانوں میں سے ایک ایسا شخص بھی ہے'' کی جگہ، بات کی حقیقت اور وزن کو ہلکا کرنے کے لئے، ''انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے'' کردیا ہے مطلب یہ ہے کہ ''ساری دنیا کے لوگوں میں سے کوئی'' مگر آیت میں لفظ ''یُعْجِبُکَ'' نے مودودی کی بددیانتی کی پول کھول دی اور بتادیا کہ وہ شخص تو رسولؐ کے ساتھ لگا رہنے والا قریشی اور خدا کو ماننے والا راہنما لیڈر ہے اور شبلی نے نام اور کام بتادیا اور ثابت کردیا کہ وہ شخص صرف عمر تھا جو رسولؐ کو تنگ پکڑا کرتا تھا اور سوالات کی بوچھاڑ رکھتا تھا۔دوسری بددیانتی دیکھ کر یقین کرلیں کہ بددیانتی کا سبب قریش کا تحفظ ہوا کرتا ہے۔سنئے:

قرآن میں ایک ہی جملے کے دو کافرانہ معنی؟

وَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا........ (سورہ توبہ 9/85)

مودودی ترجمہ؟: ''اِن کی مال داری اور اُن کی کثرت اولاد تم کو دھوکے میں نہ ڈالے'' اللہ نے تو ارادہ کرلیا ہے اِس مال واولاد کے ذریعہ سے اُن کو اسی دنیا میں سزا (عذاب۔احسن) دے''۔(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 221)

(2) فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا...... (9/55)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی دوبارہ وہی ترجمہ؟ ''اِن کے مال ودولت اور اِن کی کثرت اولاد کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں کے ذریعہ سے اِن کو دنیا کی زندگی میں بھی مبتلائے عذاب کرے''۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 202)

(3) وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ (بقرہ 2/204)

مودودی کاذب ہے۔ ''انسانوں میں سے کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں ''تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 158)

قارئین نوٹ کریں کہ ایک ہی لفظ ''عجب'' کا ترجمہ دو جگہ ''دھوکا'' کیا اور پھر اسی لفظ کو ''بھلا لگنا'' بنا دیا ہے۔ یہ ہے وہ قدیم فریب جس سے پورے قرآن کو مہجور کیا اور قریشی ملاعین کو رسولؐ کے صحابہ بنا کر پیش کر دیا ہے۔ یہی نہیں اس ملعون نے اسی لفظ کے معنی: پسند کرنا بھی کئے۔

(4) وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ (احزاب 33/52)

مودودی ''خواہ اُن کا حسن تمہیں کتنا ہی پسند ہو''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 118)

پھر معذرت ہے کہ اگر ہم مودودی کے قلم سے اسی لفظ کے مختلف معنی سارے دکھائیں تو یہ خبیث ہمارا کافی وقت کھا جائے گا۔

(5) حضرت علیؑ کے صحابہ کی طرح، صحابہ رسولؐ کا غپیں مارنا اور جنگ سے جان چراتے رہنا۔

بہرحال قریشی صحابہ کا جنگ کے لئے غپ مارنا اور کر کے کچھ نہ دکھانا۔ اللہ نے اُن مومنین کو یوں مخاطب کیا ہے کہ:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ O كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ O اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ O (الصف 4 تا 61/2)

مودودی کا ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اُس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 454 تا 456)

مودودی کی تشریح۔ ''۲۔ پہلا مدعا یہ ہے کہ ایک سچے مسلمان کے قول اور عمل میں مطابقت ہونی چاہئے۔ جو کچھ کہے اُسے کر کے دکھائے۔ اور کرنے کی نیت یا ہمت نہ ہو تو زبان سے بھی نہ نکالے۔ کہنا کچھ اور کرنا کچھ۔ یہ انسان کی اُن بدترین صفات میں سے ہے جو اللہ (اور علیؑ۔ احسن) کی نگاہ میں نہایت مبغوض ہیں، کجا کہ ایک ایسا شخص اِس اخلاقی عیب میں مبتلا ہو جو اللہ پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتا ہو۔ رہا وہ خاص مدعا جس کے لئے اس موقع پر یہ آیات ارشاد ہوئی ہیں۔ تو وہ بعد والی آیت (61/4) کو اِن کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ مقصود اُن لوگوں کو ملامت کرنا ہے جو اسلام کے لئے سرفروشی و جانبازی کے لمبے چوڑے وعدے کرتے تھے مگر جب آزمائش کا وقت آتا تھا تو بھاگ نکلتے تھے''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 454-455)

قارئین ذرا غور کریں کہ حضرت علی علیہ السلام نے مندرجہ بالا آیات میں اور مودودی کے بیانات میں آئی ہوئی تمام تفصیلات کو چار الفاظ (کَیْتَ وَ کَیْتَ اور حِیدَیْ حِیَادَ) میں سمو کر رکھ دیا ہے۔ یہ ہے کلام امامتؑ۔ اور وہ ہے کلام اللہ اور علما کا کلام اور فرق آنکھوں کے سامنے ہے۔

(6) لن ترانیاں بگھارنا اور کام کچھ نہ کرنا اللہ کو شدید غصہ دلاتا ہے۔ اور علیؑ کو بے چین اور غم و غصے میں مبتلا رکھتا چلا جاتا ہے۔

اللہ کو کسی انسان کی بدعملی اور نافرمانی رنج والم اور غم وغصہ اور افسوس وندامت میں مبتلا نہیں کر سکتی اور نہ ہی اللہ ایسی ہستی ہے جو اپنی

Presented by Ziaraat.Com

اطاعت وفرماں برداری اور جان نثاری پر شاداں اور فرحاں اور مسرور ہو سکے۔ اُس کی ذات پاک تمام جذبات اور احساسات سے اَرفع واَعلیٰ اور منزّہ ہے۔ اُس نے اپنے وجود اور قدرت کے محسوس ومشہود ظہور کے لئے ہی نور محمدؐی کو پیدا کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے اللہ نے اپنے لئے ''خالق'' کی صفت اختیار کی تھی۔ اور حضورؐ کو اللہ نے کائنات کے لئے بطور رحمت پیدا کیا تھا۔ اِس لئے صفات ''رحیم ورحمٰن'' اختیار کیں۔ حضورؐ کی بقا اور نشو ونما کے انتظام کی بنا پر رازق اور رب العالمین کہلایا۔ الغرض اللہ کی وہ تمام صفات جو قرآن یا دیگر الہامی کتابوں میں مذکور ہوئی ہیں۔ ایسی صفات اللہ کی ذات میں نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اُس کی ذات تغیرات سے پاک ہے۔ تغیرات ذات محمدؐی میں اور اُن کی وجہ سے کائنات اور کائناتی مخلوقات میں ہوتے ہیں نہ کہ اللہ کی ذات میں۔ مختصراً یہ سمجھ لیں کہ ذاتِ محمدؐی کے تغیرات کو اللہ اپنی ذات سے منسوب کرتا ہے۔ اُن کے احساسات اور جذبات کو اپنے احساسات وجذبات قرار دیتا ہے۔ اُن کے رنج وغم اور خوشی اور مسرت کو اپنا رنج وغم اور خوشی فرماتا ہے۔ اُن کے غیظ وغضب اور رضامندی وخوشنودی کو اپنا غیظ وغضب اور خوشنودی فرماتا ہے۔ ورنہ اگر اللہ کبھی غصہ فرمائے اور کبھی خوش ہوتا ہو تو ماننا پڑے گا کہ اللہ کی حالت میں تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ اور چونکہ متغیر ہونے والی تمام مخلوقات زوال پذیر اور فنا پذیر ہوتی ہیں اس لئے یہ ماننا ہی پڑے گا کہ اللہ سے منسوب تمام فنا پذیر صفات وحالات اُس کے مادّی اور محسوس ومشہود ظہورؐ کی صفات وحالات ہوتے ہیں اور یہ حقیقت معصومؑ بیانات سے بھی ثابت ہے۔

(7) محمدؐ اور علیؑ ہی کے جذبات واحساسات اللہ کے جذبات کہلاتے ہیں چنانچہ جن لوگوں نے اللہ کے حقیقی نمائندوں کو تکلیف دی اُنہوں نے اللہ کو ستایا

یہ عنوان اور یہ گفتگو اس لئے ہے کہ قارئین یہ بات سمجھیں کہ محمدؐ وعلیؑ اور اُن کے معصوم جانشین علیہم السلام نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اللہ ہی کا فرمانا ہے۔ چنانچہ اس عنوان اور بیان کے ثبوت میں امام جعفر صادق علیہ السلام اور قرآن ملاحظہ فرمائیں۔ جناب حمزہ بن بزیع رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر چاہی تھی کہ:

کیوں اللہ نے خود کو افسوس میں مبتلا فرمایا ہے۔ فَلَمَّا اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ O (زخرف 43/55)

مودودی ترجمہ: ''آخر کار جب اُنہوں نے ہمیں غضبناک کر دیا تو ہم نے اُن سے انتقام لیا اور اُن کو اکٹھا غرق کر دیا'' (ایضاً جلد 4 صفحہ 545-546)

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

فقال: ان اللّٰہ عزوجل لا یاسف کاسفنا ولکنہ خلق الاولیآء لنفسہٖ یاسفون و یرضون و ھُم مخلوقون مربوبون فجعل رضاھُم رضا نفسہٖ و سخطھُم سخط نفسہٖ، لَاَنَّہٗ جعلھُم الدعاۃ الیہ والا دلّا ء علیہ فلذالک صاروا کذلک....الخ (کافی کتاب التوحید)

''ارشاد ہوا کہ یقیناً اللہ ہمارے افسوس کی طرح افسوس نہیں کرتا ہے۔ لیکن اُس نے اپنی ذات کے ظہور کے لئے اپنے کچھ اولیاء پیدا کئے ہیں جو مخلوق ہونے اور رزق پانے والے ہونے کی بنا پر افسوس میں بھی مبتلا ہوتے ہیں اور مسرت بھی اُن پر واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ نے اُن کو اپنا ولی اور مظہر اور اپنے وجود پر دلیل بنانے کی وجہ سے اُن کی ناراضی اور رضامندی کو اپنی خفگی اور خوشی بنایا ہوا ہے''

حدیث مختلف دلائل اور وجوہات بیان کرتی ہوئی آگے بڑھتی ہے جو ہم اوپر کی گفتگو میں بیان کر چکے ہیں اور ہم جو بیان دیتے ہیں ہمارے سامنے آیات واحادیث ہوتی ہیں اُن سے باہر نکل کر کچھ کہنا یا لکھنا باطل سمجھتے ہیں۔ گو اختصار ضروری ہے لیکن اس عنوان کا ثابت ہونا اُس سے بھی زیادہ ضروری ہے لہٰذا ایک اور حدیث سن لیں وہ مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر کرتی ہے کہ: وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ O (بقرہ 2/57)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی ترجمہ: ''مگر تمہارے اسلاف نے جو کچھ کیا، وہ ہم پر ظلم نہ تھا بلکہ اُنہوں نے آپ اپنے ہی اوپر ظلم کیا'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 77-78)

امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے تفسیر میں بیان فرمایا۔

قال: اِنَّ اللّٰہ تعالٰی اَعۡظَمُ و اَعزُّ و اَجلُّ وَ اَمۡنَعُ مِنۡ اَنۡ یّظلم وَ لٰکِنَّہٗ خَلَطۡنَا بِنَفۡسِہٖ فَجَعَلَ ظُلۡمَنَا ظُلۡمَہٗ وَ ولایتنا ولایتہٗ'' (ایضاً)

''کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اِس صورت حال سے کہیں عظیم مرتبہ رکھتا ہے اور کہیں زیادہ عزت کا مالک ہے اور کہیں زیادہ اِس صورت حال کو اپنے سے دور رکھنے والا ہے کہ اُس پر ظلم واقع ہو سکے۔لیکن ہوا یہ ہے کہ اُس نے ہمیں اپنی ذات کے ساتھ ملا لیا ہے۔اس لئے اُس نے ہمارے اوپر ظلم کو اپنے اوپر ظلم فرمایا اور ہماری حکومت کو اپنی حکومت قرار دیا ہے''۔

(8) آیات (43/55، 2/57) اور دونوں احادیث میں ہم آہنگی پر سارا قرآن اور عقل گواہانِ ناطق ہیں۔

ہم نے بار بار عرض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحِد واَحَد اور یگانہ اور بے مثل ہے۔اس لئے جہاں جہاں وہ جمع کے صیغے سے بات کرتا ہے وہاں اُس کے ساتھ ازلی وابدی ادارہ نبوّت واَمّۃ کے افراد شامل ہوتے ہیں اور اسی حقیقت کو آیت (43/55) میں لفظ اٰسَفُوۡنَا (ہمیں افسوس میں مبتلا کیا) سے اور آیت (2/57) میں لفظ ظَلَمُوۡنَا (ہم پر ظلم کیا) سے نور محمدی کے اجزاء کو جمع کے صیغہ میں داخل رکھا ہے۔رہ گئے اللہ کے ایسے عملدر آمد پر شرک شرک کا شور مچا کر اللہ کی مخالفت کرنے والے لوگ، اُن کو ابلیس کے حصے (نساء 4/118) کا گروہ سمجھ کر ملعون کہئے اور وہ افسوس اور ظلم دیکھئے جس کا شکوہ حضرت علی علیہ السلام فرما رہے ہیں:۔

مَاعَزَّتۡ دَعۡوَۃُ مَنۡ دَعَاکُمۡ؛ وَلَا اسۡتَرَاحَ قَلۡبُ مَنۡ قَاسَاکُمۡ؛ دِفَاعَ ذِی الدَّیۡنِ الۡمَطُوۡلِ؛ لَایَمۡنَعُ الضَّیۡمَ الذَّلِیۡلُ؛ وَلَا یُدۡرَکُ الۡحَقُّ اِلَّا بِالۡجِدِّ؛ O (خطبہ 29، جملہ 9، 10، 12 تا 14)

''تمہیں مدد کے لئے پکارنا پکارنے والے کو نہ عزت سے رکھ سکتا نہ مدد پا کر غلبہ حاصل کر سکتا ہے اور تمہیں اپنا حامی و مددگار سمجھنے والا نہ راحت پا سکتا ہے نہ اطمینان سے رہ سکتا ہے، تم تو مدد مانگنے والے کو اُسی طرح ٹالتے اور ٹہلاتے رہتے ہو جس طرح کوئی نادہند شخص اپنے قرض خواہ کو مدتوں ٹالتا رہتا ہے۔بات یہ ہے کہ جو شخص خود ہی ذلیل ہو وہ ذلتوں کی روک تھام کر ہی نہیں سکتا۔اور حق کو بلا جدوجہد اور کامیاب کوششوں کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے''

یہ ہے وہ دَرد ودُکھ جسے اللہ کے حقیقی نمائندے سہتے اور صبر وتحمل سے کام لیتے ہیں اور جسے اللہ اپنا افسوس کرنا بتاتا ہے۔

(ج) قرآن کریم صاحبانِ قرآن کی تائید اور تصدیق کرنے میں کمی نہیں کرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے قریشی مومنین کو جسمانی طور پر متفق ومتحد فرمایا تھا اور اُن کی خواہشوں اور تمناؤں کو ایک دوسرے سے مختلف ومتضاد قرار دیا تھا (خطبہ نمبر 29، جملہ 1-2) یہی کچھ اللہ نے فرمایا ہے کہ: اِنَّ سَعۡیَکُمۡ لَشَتّٰی O (سورہ الّلیل 92/4)

مودودی ترجمہ قریش متحد مگر اعمال مختلف ومتضاد

''درحقیقت تم لوگوں (صحابہ۔احسن) کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 360)

مودودی کی تائیدی تشریح: ''مطلب یہ ہے کہ جس طرح رات اور دن اور نر و مادہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اور اُن میں سے ہر دو کے آثار ونتائج باہم متضاد ہیں، اُسی طرح تم لوگ (صحابہ ومومنین۔احسن) جن راہوں اور مقاصد میں اپنی کوششیں صرف کر رہے ہو وہ بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے

Presented by Ziaraat.Com

مختلف اور اپنے نتائج کے اعتبار سے متضاد ہیں" (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 360)۔ یہی عہد رسولؐ والے مومنین حضرت علیؑ کے سامنے تھے۔

(2) دیکھنے میں جسمانی شکل وشمائل دل رُبا اور باتیں دل نشین مگر کام کرنے میں نکمے۔

قریشی لیڈروں یعنی صحابہ کے ٹھاٹھدار مجسمے۔ گفتگو من موہن مگر عملی میدان میں ذلیل وکمینہ۔ سنئے:

وَاِذَا رَاَیۡتَہُمۡ تُعۡجِبُکَ اَجۡسَامُہُمۡ وَاِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِہِمۡ کَاَنَّہُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ یَحۡسَبُوۡنَ کُلَّ صَیۡحَۃٍ عَلَیۡہِمۡ ہُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡہُمۡ قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ O (سورہ منافقون 63/4)

مودودی کا ترجمہ۔

"اِنہیں دیکھو تو اِن کے جثّے تمہیں بڑے شاندار نظر آئیں۔ بولیں تو تم اُن کی باتیں سنتے رہ جاؤ۔ مگر اصل میں یہ گویا لکڑی کے کُندے ہیں جو دیوار کے ساتھ چن کر رکھ دئے گئے ہوں۔ ہر زور کی آواز کو یہ اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ پکے دشمن ہیں، اِن سے بچ کر رہو، اللہ کی مار اِن پر، یہ کدھر اُلٹے پھرائے جارہے ہیں" (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 517 تا 519)

(3) علامہ کے ترجمہ میں حق پوشی اپنے قریشی راہنماؤں کے تحفظ اور پردہ داری کے لئے ہوا کرتی ہے۔

یہ آیت (63/4) سورہ منافقون کی آیت ہے اور اس سورہ میں مذکور تمام لوگوں کو قریش نے اور قریشی مترجمین نے منافق مانا ہے۔ اور شیعہ مجتہدین بھی اُن سے متفق رہتے چلے آئے ہیں اور دلیل اُن کی یہ ہے کہ اِس سورہ کا نام سورۃ الۡمُنٰفِقُوۡنَ ہے۔ حالانکہ اس بے سروپا دلیل کے خلاف وہ سب متفق ہیں اور وہ مانتے ہیں کہ "کسی سورہ کا نام اس بات کی دلیل اور ثبوت نہیں ہوتا کہ وہ سورہ اپنے نام کی سو فیصد پابند ہوتی ہے اور صرف اسی نام کے ماتحت رہتی چلی جاتی ہے" چنانچہ بطور مثال مودودی کو سنئے:

(4) سورتوں کے نام اُن کے بیان کی دلیل نہیں ہوتے بلکہ صرف شناخت اور علامت ہوتے ہیں۔

"نام اور وجہ تسمیہ: اس سورۃ کا نام "بقرہ" اِس لئے ہے کہ اس میں ایک جگہ گائے کا ذکر آیا ہے۔ قرآن مجید کی ہر سورۃ میں اس قدر وسیع مضامین بیان ہوئے ہیں کہ اُن کے لئے مضمون کے لحاظ سے جامع عنوانات تجویز نہیں کئے جاسکتے۔ عربی زبان اگر چہ اپنی لغت کے اعتبار سے نہایت مالدار ہے۔ مگر پھر بھی بہر حال ہے تو انسانی زبان ہی۔ انسان جو زبانیں بھی بولتا ہے وہ اس قدر تنگ اور محدود ہیں کہ وہ ایسے الفاظ اور فقرے فراہم نہیں کرسکتیں جو اُن وسیع مضامین کے لئے جامع عنوان بن سکتے ہوں۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی راہنمائی سے قرآن کی پیشتر سورتوں کے لئے عنوانات کے بجائے نام تجویز فرمائے جو محض علامت کا کام دیتے ہیں۔ اس سورہ کو بقرہ کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ "اِس میں گائے کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے" بلکہ اِس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ "سورہ" جس میں گائے کا ذکر آیا ہے" (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 46)۔

لہٰذا "سورۃ المنافقون" وہ سورۃ ہے جس میں ایک جگہ منافقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کا یہ مطلب بالکل غلط اور قریشی فریب ہے کہ پوری سورۃ میں منافقوں ہی کا ذکر ہے۔

(5) منافق کے معنی، منافق کون ہوتا ہے؟ قریشی منصوبہ، قریشی مومنین سے رابطہ، جاسوسی نظام۔

ہم نے اپنی تفسیر "اَحۡسَنُ التعبیر" میں جہاں قریشی منصوبے کو بار بار بیان کیا ہے وہیں منافقین کی نقاب کشائی بھی جگہ جگہ کی ہے۔ فی الحال آپ یہ سمجھ لیں کہ ابوبکر و عمر و عثمان و عائشہ و حفصہ اور طلحہ و زبیر اور وہ تمام لوگ جن کے نام پر آپ کو رضی اللہ عنہ یا رضی اللہ عنہم یا "رضؓ" لکھا

Presented by Ziaraat.Com

ہوا ملے ہرگز منافق نہ تھے۔اُن کو منافق کہنے یا سمجھنے والے فریب خوردہ یا فریب ساز لوگ ہیں۔

اوّل۔منافق کے معنی۔ نوٹ کیجئے اور ہمیشہ یاد رکھئے کہ الفاظ مُنَافِقٌ ،نِفَاق ،اَنْفَاق ،نفقہ وغیرہ کی بنیاد یا مادہ۔ن۔ف۔ق۔ ہے اور مصدر نَفَقٌ ہے۔اور اس کے بنیادی معنی جو اس سے بننے والے ہر لفظ میں موجود رہنا چاہئیں۔''راہوں یا گزرگاہوں کا کھلا رکھنا'' رکاوٹ یا روک پیدا نہ ہونے دینا۔یہ بنیادی معنی قرآن کریم کی سند رکھتے ہیں اور الفاظ سے بازی گری کرنے والوں نے بھی اُن کو تسلیم کیا ہے۔(تفصیلات لغات القرآن عبدالدائم جلد5 صفحہ 456۔457 لفظ منافقات کی ذیل میں)

دوم۔لفظِ منافق کے بنیادی معنی قرآن سے۔ قرآن اور مودودی کا ترجمہ دیکھئے۔

وَاِن كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكَ اِعۡرَاضُهُمۡ فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِىَ نَفَقًا فِى الۡاَرۡضِ اَوۡ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاۡتِيَهُمۡ بِاٰيَةٍ ‌ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمۡ عَلَى الۡهُدٰى فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ O (انعام 6/35)

مودودی کا تاجرانہ ترجمہ:''تاہم اگر ان (قریشی مسلمان۔احسن) لوگوں کی بے رُخی تم سے برداشت نہیں ہوتی تو اگر تم میں کچھ زور ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈو یا آسمان میں سیڑھی لگاؤ اور اِن کے پاس کوئی نشانی لانے کی کوشش کرو۔اگر اللہ چاہتا تو اِن سب کو ہدایت پر جمع کرسکتا تھا۔لہٰذا نادان مت بنو''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 535۔536)

سوم۔حسبِ مذہب مودودی نے قریش کو محفوظ رکھا،رسوؐل کو نادان بنایا اور اُن پر الزام قائم کردیا ہے۔

ہمارا مقصد اس آیت سے یہ دکھانا تھا کہ لفظ نَفَقٌ یا نَفَقًا کے معنی آرپار سوراخ یا گزرگاہ یا راستہ کے ہوتے ہیں۔اور ذکر زمین میں آرپار سوراخ کرنے یا راستہ بنالینے کا تھا اس لئے مودودی نے اس مطلب کو لفظ''سرنگ'' سے ظاہر کرنا کچھ زیادہ موزوں سمجھا حالانکہ لفظ''سرنگ'' وہ مطلب ظاہر نہیں کرتا جو''آرپار سوراخ'' یا راستہ سے ظاہر ہوتا ہے۔یعنی قریش کے لئے آیت فراہم کرنے کے لئے یا تو زمین میں سوراخ کرکے اُس پار (امریکہ کی طرف) نکل جا یا سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جا۔تم جاہلوں میں سے ایک نہ بن جانا ہم نے تو اُن کو مجبور کرکے ہدایت پر متفق کرنے کی پالیسی اختیار ہی نہیں کی ہے۔لہٰذا قریشی مسلمانوں کو آزاد اور مختلف الخیال رہنے دو۔یعنی قریش ہدایت میں مختلف تھے۔

اللہ نے اس آیت میں ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ''اگر تم سے بے رخی برداشت نہیں ہوتی''مودودی نے یہ ترجمہ کرکے رسوؐل کی برداشت اور تحمل اور صبر پر اعتراض جڑ دیا ہے۔حالانکہ اللہ نے تو یہ فرمایا تھا کہ: ''اگر تم پر قریش کی بے رُخی گراں گزرتی ہے؟''

بہرحال مودودی نے اپنے اس ترجمہ میں نہ تو یہ ظاہر ہونے دیا کہ یہاں قریشی صحابہ کا یا قریشی مومنین کی بات ہو رہی ہے اور نہ یہ پتہ لگنے دیا کہ قریشی صحابہ ''الۡهُدٰى'' یعنی ''ایک مجسمۂ ہدایت'' کے سلسلے میں مختلف ومتضاد عقیدے رکھتے تھے۔جسے مودودی نے سابقہ عنوان نمبر (6۔ج) میں آیت (92/4) کے ماتحت اپنی تشریح میں تفصیل سے مانا ہے۔

بہرحال ثابت ہوا کہ لفظ نَفَقٌ یا نَفَقًا کے معنی''کھلا راستہ یا گزرگاہ'' ہوتے ہیں اسی معنی کو ظاہر کرنے کیلئے ہر گھر میں ایک لفظ بولا جاتا ہے۔یعنی ''نیفہ'' جو کمر بند کو گزارنے اور رکھنے کا''آرپار راستہ'' ہوتا ہے درحقیقت یہ لفظ اصل میں''نیفقہ'' تھا،کثرت استعمال سے نیفہ بن کر رہ گیا ہے۔

چہارم۔منافق کے معنی،منافق کون ہوتا ہے؟

جس سوراخ کو نیفقہ یا نیفہ کہتے ہیں وہ ایسا سوراخ یا راستہ ہونا چاہئے جس میں داخل ہونے اور نکلنے میں ایک ہی سوراخ یا راستہ کی

Presented by Ziaraat.Com

پابندی نہ ہو یعنی نکلنا بھی آسان ہو اور داخلہ بھی مشکل نہ ہو۔ ہمارے بچپن میں ہم نے دیکھا تھا کہ سندھ میں اُٹھارہ بیس گز چوڑی شلوار ہوتی تھی۔ دھو کر سوکھنے کے لئے پھیلانے میں پورے آنگن کی لمبائی تک پھیلتی تھی۔ اگر اُس میں آپ کے پاجامے کی طرح صرف دو سوراخ، ایک داخلہ کا اور دوسرا نکلنے کا، ہوتے تو بہت لمبی ''لکڑی یا کمر بند ڈالنی'' بنانا پڑتی اور بکلوں کو سمیٹنا مشکل ہو جاتا۔ اس لئے اُس میں مناسب فاصلوں پر سوراخ بنائے جاتے تھے تا کہ چھوٹی سی لکڑی سے بھی کمر بند ڈالا جا سکے۔ پاجامے یا شلوار کے اُن سوراخوں کو نہ معلوم بزرگوں نے ''چڑیا'' کا نام کیوں دیا ہے؟ شاید کبھی کوئی چڑیا شلوار میں اُلجھ گئی ہو اور کسی سوراخ سے نکل گئی ہو۔ بہرحال نیفقہ دراصل وہ سوراخ ہوتا ہے جس کے بہت سے منہ ہوتے ہیں اور زمین میں رہنے والے جانور، چوہے، گیدڑ، خرگوش وغیرہ بناتے ہیں تا کہ شکاری لوگ ایک طرف سے دھواں پہنچا کر اور ایک طرف جال لگا کر انہیں پکڑ نہ سکیں۔ اور وہ خطرہ محسوس ہوتے ہی یا ضرورت پڑتے ہی آسانی سے نکل جائیں۔ اور جب چاہیں اور جس طرف سے چاہیں داخل ہو جائیں۔ لہٰذا ایسا راستہ بنانے والے جنہیں داخلے اور نکلنے کی سہولت پہلے نمبر پر مطلوب ہو منافق ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں مستقلاً اندر رہنا مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ نکلنے اور داخل ہونے کی ضرورت مدنظر رکھتے ہیں۔

اسی اصول پر ہر وہ شخص منافق کہلائے گا جو کسی جگہ، کسی نظام یا کسی جماعت میں مستقلاً رہنا نہیں چاہتا اور پہلے وہ راہیں سوچتا اور تیار کرتا ہے جن سے جب ضرورت ہو باہر نکل سکے۔ مثلاً ایک جاسوس ضرورتِ جاسوسی کے لئے کسی ملک یا جماعت یا نظام میں داخل ہوتا ہے۔ اور جب متعلقہ معلومات حاصل کر لیتا ہے یا اپنا مشن پورا کر چکتا ہے تو واپس چلا آتا ہے۔ اور اپنے مشن کے دوران بھی اُن حربوں، چالوں اور معقول بہانوں سے آراستہ رہتا ہے جو اُسے واپس آنے میں مدد دیں۔ وہ ایسے تمام کام کرتا ہے۔ جن سے اُسے جاسوس نہ سمجھا جائے۔ جن سے اُس پر شبہ تک نہ ہو سکے۔ وہ متعلقہ ملک، جماعت یا نظام کے لوگوں میں صرف گھل مل ہی نہیں جاتا۔ بلکہ اعتماد پیدا کرتا ہے۔ وسائل فراہم کرتا ہے۔ ایسے معتبر اور صاحبان رسوخ لوگوں سے رسوخ پیدا کرتا ہے جو جم کر اُس کی دیانت و امانت اور وفاداری پر شہادت دیں۔ ایسے کارناموں کا ذخیرہ کرتا ہے جو اُس کی شخصیت پر بولتا چالتا ثبوت بنیں۔ اور لوگ اُس کی کارکردگی کی مثالیں دیں۔ اور وہ بے فکری اور اطمینان سے اپنا مشن تکمیل تک پہنچائے۔ اِن مراحل سے گزرنے کے لئے لازم ہے کہ منافق نہایت دانشمند ہو، چاق و چوبند ہو، حد بھر محتاط اور حاضر دماغ ہو۔ اپنے مشن سے متعلق وہ تمام ہی ضرورتوں اور علوم پر دستگاہ رکھتا ہو۔ پسندیدہ عادات اور صفات اور خصلتیں رکھتا ہو۔ تندرست و توانا، محنت کش و جفاکش اور مشکلات پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مشن مذہب سے متعلق ہے۔ تو وہ مذہبیات میں ماہر ہو۔ سیاست سے معاملہ ہو تو بہترین سیاست دان ہو۔ الغرض ایک ''منافق'' کو اعلیٰ درجہ کا شخص ہونا چاہئے۔ وہ لوگ ہرگز منافق نہیں ہو سکتے۔ جن سے احمقانہ حرکات سرزد ہونا معلوم ہو۔ جو مستقل طور پر کسی نظام، جماعت یا ملک میں قیام کریں۔ جو کسی نظام یا جماعت یا ملک میں جماعتی یا ملکی یا نظامی قوانین، رسم و رواج اور پابندیوں کی طرف سے غافل پائے جائیں۔ جیسے مثلاً نماز میں سستی، لاپرواہی یا ناغہ کرنا۔ اس لئے کہ یہ چیزیں اُسے مشکوک کر دیں گی لوگ اُس پر نظر رکھنے لگیں گے۔ منافق پر لازم ہے کہ اُس ملک، اُس جماعت اور اس نظام کے عام لوگوں سے بڑھ کر اور نمایاں ہو کر کام کرے۔ اور اپنی طرف کوئی اُنگلی یا نظر نہ اُٹھنے دے۔ خلاف ورزیوں کے عادی لوگ سب کچھ ہو سکتے ہیں۔ منافق ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے۔ یہ دوسری اور بڑی معنی خیز بات تھی کہ خلیفہ دوم نے حضرت حذیفہؓ سے کہا تھا کہ ''باللہ یا حذیفہ انا من المنافقین'' ''اے حذیفہ خدا کی قسم میں منافقوں میں سے ہوں''۔

پنجم۔منافق بھی کافر کی طرح عام لفظ ہے۔جس طرح طاغوت کا کافر اچھا کافر ہوتا ہے۔اُسی طرح اسلامی جاسوس اچھا منافق ہوتا ہے۔دونوں ضروری ہیں۔

نہ کافر گالی ہے نہ منافق بُرا ہے۔دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ کون کس سلسلے میں کافر یا منافق ہے۔اگر اُن کا مقصد تخریب ہے تو خواہ وہ کافر یا منافق ہو یا مومن ہو ملعون ہے۔اور اگر مقصد تحفظِ اسلام ہے تو تینوں ممدوح اور قابلِ قدر و تحسین ہیں۔

ہمیں قریشی تاریخ میں ایک بہت بدنام منافق ملتا ہے جو نہ صرف منافق مشہور کیا گیا ہے۔بلکہ جہاں جہاں قریشی علما، مورخین اور محدثین کو سچا کر بات کہنے کا موقع ملا وہاں اُس منافق کو انہوں نے ''رَاسُ الْمُنَافِقِیْن'' منافقوں کا سردار لکھا ہے۔اور ہم بھی (یعنی صرف میں اکیلا) اُسے منافق مانتے ہیں۔اور یہ جانتے ہیں کہ منافقوں کی نماز جنازہ منع ہے۔اُن کی دعائے مغفرت کی ممانعت ہے اور اسی سورہ منافقون میں فرمایا گیا ہے کہ:

منافقوں کے لئے دعائے مغفرت سے رسوؐل کو بار بار روکا گیا ہے۔مودودی ترجمہ۔

''اے نبی تم چاہے اُن کیلئے مغفرت کی دعا کرو یا نہ کرو۔اُن کیلئے یکساں ہے، اللہ ہرگز اُنہیں معاف نہیں کرے گا'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 520)

رسوؐل کا منافقوں کے لئے ستر مرتبہ دعائے مغفرت کرنا بھی بیکار ہے۔مودودی ترجمہ پڑھیں۔

اور سنیں: ''اے نبی تم ایسے لوگوں کے لئے خواہ معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو۔اگر تم ستر مرتبہ بھی اُنہیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو اللہ انہیں ہرگز معاف نہ کرے گا''۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 219)

ششم۔رسولؐ اللہ ہرگز ہرگز تخریب کار منافقوں کی نماز پڑھ کر اللہ کی مخالفت نہ کر سکتے تھے عبداللہ بن اُبیؑ اپنا تھا۔

اِس سب کے باوجود ہی نہیں بلکہ عمر کے یاد دلانے اور حملہ آور ہونے اور گریبان پکڑ کر جھنجھوڑنے (بخاری) کے باوجود بھی حضوؐر نے عبداللہ بن اُبیؑ کو کفن کے لئے اپنا کرتہ دیا اور نماز جنازہ پڑھی، قبر میں اپنے دست مبارک سے اُتارا اور دعائے مغفرت کی، سپرد خاک کیا اور فرمایا کہ ہم ستر مرتبہ سے زیادہ دعائے مغفرت کریں گے۔معلوم ہوا کہ وہ ایسا منافق تھا کہ سارے منافقین حتیٰ کہ منافقوں کے حقیقی کنٹرولر حضرت عمر ملعون تک اُس پر اعتماد کرتے تھے۔اور وہ اُن لوگوں کے سارے منصوبے آنحضرتؐ کو بروقت بتاتا رہتا تھا۔آخر عمر نے یہ راز معلوم کر لیا اور اُس کا جانی دشمن ہو گیا۔بہرحال طاغوت کا کافر (نساء 4/60) اور قریش کا منافق جنتی اور قابل صد تحسین ہوتا ہے۔

ہفتم۔اللہ کے عطیات اور اپنی کمائی اور آمدنی کو دوسرے ضرورتمندوں تک پہنچانے کی راہیں کھلی رکھنے والے بھی پسندیدہ اور اللہ کے ممدوح منافق ہوتے ہیں۔

جس طرح بخیل اور دولت سمیٹنے والوں کو ناپسند اور مذموم سمجھا جاتا ہے۔بالکل اُسی طرح اُن لوگوں کو پسندیدہ اور قابلِ مدح سمجھا جاتا ہے جو اپنی دولت اور وسائل کو اپنی تحویل میں مقید نہیں رکھتے بلکہ تمام ضرورت مند لوگوں تک پہنچانے کا پروگرام رکھتے ہیں۔یعنی دولت اور وسائل کے داخل ہونے اور باہر نکلنے کی راہیں کھلی رکھنے والے بھی پسندیدہ منافق ہوتے ہیں۔اور قرآن اس قسم کے لوگوں کی تعریف کرتا ہے۔

(6) اسلام کا عرب میں منافقوں سے کیا تعلق ہے؟ منافقوں اور نفاق کی ضرورت کیوں، کیسے اور کس کو پیش آئی؟ قرآن اس سلسلے میں کیا کہتا ہے؟

ہم نے مختلف مقامات پر قرآن سے یہ تفصیلات پیش کی ہیں کہ ابلیس کی جدوجہد نے بنی آدمؑ میں سے ایسے لوگ تیار کئے جو انبیاؑ کے

Presented by Ziaraat.Com

مقابلہ میں اس کا مشن انسانوں میں پھیلائیں (نساء 4/118) اور اپنے گروہ کی تعداد بڑھائیں۔ چنانچہ نسلاً بعد نسلٍ ابلیسی گروہ تیار ہوتا اور بڑھتا چلا آیا ہے۔ انبیاؑ جو تعلیم دیتے تھے یہ گروہ اُسی تعلیم کے ایسے پہلو انسانوں کے سامنے رکھتا تھا جو بظاہر نظر تعلیماتِ انبیاؑ ہی معلوم ہوتے تھے۔ مگر بباطن اُن میں ایسی لچک ہوتی تھی جو رفتہ رفتہ غیر محسوس طور پر تعلیماتِ انبیاء کے خلاف لے جاتی تھی۔ یہ گروہ جانتا تھا کہ انبیاؑ کا سلسلہ برابر جاری رہتا چلا جائے گا اس لئے اس گروہ کا اصول یہ تھا کہ جیسے ہی کوئی نبیؑ اپنی نبوت کا اعلان کرے تو جلد سے جلد اور نہایت احتیاط اور دانشمندی کے ساتھ اُس نبیؑ سے ملیں، معقول سوالات اور بحث کریں اور اُس پر اس طرح ایمان لائیں کہ وہ نبیؑ اور تمام دیکھنے والے اُن کے ایمان لانے کو معقول اور سنجیدہ سمجھ کر مطمئن ہو جائیں۔ اور اُس کی تعلیمات پر اس تندہی اور خلوص سے دن رات عمل کریں کہ اُنہیں نبیؑ کی نظر میں پسندیدہ مقام حاصل ہو جائے، اُن پر اعتماد کیا جانے لگے۔ ساتھ ہی اُن لوگوں کو متاثر کیا جائے جو ابلیسی گروہ کے ممبر نہیں ہیں۔ اُنہیں تعلیماتِ انبیاؑ کے خلاف لانے اور ابلیسی مشن کے حامی بنانے کے لئے مذکورہ بالا ابلیسی اصول اور تدریج کے ماتحت ہدایات فراہم کریں۔ مثلاً نبیؑ سے ملنے والے ہر حکم کے مختلف پہلوؤں کو بیان کریں اور بتائیں ''کہ نبیؑ نے فلاں حکم پر اس لئے زور نہیں دیا اور عمل کرنے پر اس لئے زیادہ تاکید نہیں کی، بلکہ ہماری کثرت اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ بلا دِقت اُس پر عمل کر سکے لیکن ہم میں جو لوگ آسودہ حال ہیں وہ تو بلا دِقت عمل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا نبیؑ کا مقصد زیادہ زور نہ دینے سے ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ آسودہ حال لوگ بھی عمل نہ کریں۔ چنانچہ ہم نے اُس حکم کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ وہ حکم آسودہ حال لوگوں پر واجب اور مؤکد ہے اور عوام پر سنت ہے۔ لیکن اگر عوام میں سے سمجھدار وحساس لوگ جذبہ فداکاری کے ماتحت اُس حکم کو اپنے اوپر واجب کر کے عمل کریں اور پیش آنے والی دقتوں کو برداشت کریں یا اُن کا تدارک کریں تو یقیناً اللہ کے یہاں زیادہ اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔ اور گو حکمِ نبیؑ کی ظاہری صورت کے خلاف ہوگا مگر اللہ بہر حال ایسے جاں نثار مومنین کی قدر کرے گا جو نبیؑ کی دی ہوئی رعایت کی آڑ نہیں لیتے بلکہ آگے بڑھ کر اسلام کے انتہائی مقصد کو پورا کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں''۔

قارئین رُک جائیں اور ابلیسی دانشوروں کے اس بیان میں وہ چال بتائیں جو مومنین سے چلی گئی ہے؟ اور بتائیں کہ اُن کے پیرو کیسے اور کیوں اللہ کے نزدیک اجر وثواب کے مستحق نہ ہوں گے جب کہ وہ حکمِ نبیؑ پر فداکارانہ عمل کر رہے ہوں گے؟

اگر آپ اُس چال کو سمجھ گئے جو ابلیسی دانشوروں نے چلی ہے اور نتیجہ میں یہ بھی سمجھ گئے کہ اُن کے پیروؤں کو اجر وثواب کے بجائے اللہ ماخوذ کر کے عذاب دے گا تو آپ دین کی اور ابلیس کی حقیقی غرض کو بھی سمجھ گئے۔ لیکن اگر آپ نہیں سمجھے؟ جیسا کہ ہمیں اُمید ہے کہ نہیں سمجھے۔ تو سوچئے کہ ابلیسی دانشوروں کی اُس چال کو وہ لوگ کیسے سمجھتے جو آپ سے ہزاروں سال پہلے اور عقل کے بہت پس ماندہ اَدوار کے لوگ تھے؟ بہر حال چال کہئے یا ابلیس کا پہلا قدم قرار دیجئے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ یا رسولؐ کے بیانات وہدایات اور احکامات کی خود اپنی عقل سے توجیہات کی جائیں''۔

1۔ ''فلاں حکم کی وجہ یہ ہے''۔ 2۔ ''وہ بیان اس سبب سے دیا گیا ہے''۔ 3۔ ''فلاں حکم میں یہ فوائد ہیں''۔ 4۔ ''فلاں حکم کی خلاف ورزی سے یہ نقصانات ہوں گے''۔ 5۔ ''اللہ کی غرض یہ ہے''۔ 6۔ ''نبیؑ کا منشا یہ ہے''۔ 7۔ ''مفادِ عامہ اس میں ہے''۔ 8۔ ''یہ حکم قومی یا ملکی حیثیت سے دیا گیا ہے''۔ 9۔ ''یہ حکم عارضی ہے دائمی نہیں ہے''۔ 10۔ ''کوئی بھی حکم بلا وجہ نہیں دیا جاتا یعنی ہر حکم کی ایک وجہ یا علّت یا غرض یا سبب ہوتا ہے''۔ 11۔ ''بلا سوچے سمجھے احکام پر عمل کرنے کی ممانعت بھی ہے اور عقل سے کام لئے بغیر عمل کرنا نامعقول بھی ہے''۔ 12۔ ''احکام کی وجہ، غرض، سبب اور علت معلوم کرنے کے بعد عمل کرنا مفید ہوگا ورنہ نہیں''۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ کم از کم دس باتیں ایسی ہیں جن کو سننے کے لئے لوگوں کو یا مومنین کو تیار کر لینا ابلیس ، ابلیسی گروہ یا مجتہدین کا پہلا قدم ہے ۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ ہر حکم کی ایسی دل لگتی اور معقول وجہ بیان کی جائے جسے مومنین پسند کرلیں ۔ تیسرا قدم یہ ہے کہ پھر اُس وجہ کے ماتحت اُس حکم کی پوزیشن بیان کی جائے ۔ یعنی آیا وہ حکم واجب ہے؟ یا فرض ہے؟ یا سُنّت ہے؟ یا فرض تو ہے مگر فرض کفائی ہے یا اجتماعی فرض ہے؟ وغیرہ وغیرہ اسی طریقہ کو اصول فقہ اور علم الفقہ کہتے ہیں ۔ مختصر مطلب یہ ہوا کہ حکم پر فوراً اور اُسی صورت میں عمل نہیں کیا جائے گا ۔ جیسا کہ وہ قرآن میں نازل ہوا یا نبیؐ کے منہ سے نکلا ۔ بلکہ پہلے اُس پر اصولِ فقہ کے ماتحت غور کیا جائے گا ۔ اُس کی وجہ اور غرض معلوم کی جائے گی اور اُس پر عمل کی صورت اور تدریج تجویز کی جائے گی ۔ اسی طرح وہ تمام لوگ جو ابلیسی گروہ میں شامل ہیں اور دانشور یا فقیہ یا مجتہد نہیں ہیں ۔ اُس وقت تک اُس حکم پر عمل نہ کریں گے جب تک اُن کا فقیہ یا مجتہد غور کر کے اپنا حکم صادر نہ کر دے ۔ چنانچہ ابلیسی گروہ کا راہنما یا مجتہد یہ حکم دے گا کہ :

اول ۔ اللہ و رسولؐ کا حکم مجتہد کی عقل و بصیرت اور فیصلے کے ماتحت دوسرے نمبر پر آ گیا ہے ۔

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا (5/41)

’’وہ کہتے ہیں اور آئندہ بھی کہتے رہیں گے کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو تم اُسے اختیار کر لیا کرو اور اگر تمہیں ایسا حکم نہ دیا جائے تو بچ نکلا کرو‘ یعنی انکار کئے بغیر ترکیب سے حکم کو ٹال دیا کرو‘‘ ۔

مودودی کی تشریح وہ بھی یہی کچھ سمجھے ۔

’’۶۶ یعنی وہ جاہل عوام سے کہتے ہیں کہ جو حکم ہم بتا رہے ہیں ۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی حکم تمہیں بتائیں تو اُسے قبول کرنا ورنہ رد کر دینا‘‘ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 470)

مطلب واضح ہے کہ اللہ اور رسولؐ اور اللہ اور رسولؐ کے احکامات مجتہد یا ابلیس کے ماتحت آ گئے ۔ اور چال یہ تھی کہ احکاماتِ خداوندی کی وجوہات (توجیہ) واغراض و مقاصد وغیرہ اپنے عقل و تجربہ سے تجویز کر کے پرخلوص اور سیدھے سادے مومنین سے منوالی جائیں اور بس کام ہو گیا ۔ اِسی چال کا توڑ کرنے کیلئے اللہ نے فرمایا تھا کہ مومنین ہر حکم مُنَزَّل مِنَ اللہ کی صورت میں دیں گے اور جو قرآن کے الفاظ میں حکم یا فیصلہ صادر نہ کرے گا ۔ وہ کافر یعنی حقائق کو چھپانے والا ہو گا یا وہ ظالم یعنی غلط کار ہو گا یا وہ فاسق یعنی قانون شکن ہو گا ۔ بہر حال یہ تھا وہ نظام ابلیس جس پر چلا کر وہ اپنا مومن گروہ تیار کرتا بڑھتا چلا آیا یہاں تک کہ تمام سابقہ نبیوںؑ کی امتوں کو رفتہ رفتہ اسی اپنے تیار کردہ نظام اجتہاد کے ماتحت لاتا اور رکھتا رہا ۔ اور بعثت محمدیہؐ سے پہلے تمام اُمتیں عموماً اور بنی اسرائیل ، یہود و نصاریٰ خصوصاً اسی نظام کے ماتحت اپنے اپنے خدائی دین کی پیروی کر رہے تھے ۔

دوم ۔ تعلیمات قرآن واسلام پر ابلیسی گروہ کی مومنانہ یلغار ، ابلیسی مرکز کا منصوبہ اور اُس کے وسائل و ذرائع ۔

اعلان بعثت سے پہلے ہی قریش یہ جانتے تھے کہ عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آخری نبی پیدا ہو گا ۔ وہی نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ اور دیگر تمام عرب و عجم کی اقوام جانتی تھیں ۔ اس لئے کہ تمام انبیاءؑ نے عموماً اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خصوصاً نام لے کر پیشنگوئیاں ، علامات اور نام تک بیان کر دیا تھا ۔ اور یہ سب کچھ قریشی تاریخ اور بحیرہ راہب کے بیانات سے بھی ثابت ہے ۔ کہنا یہ ہے کہ مکہ کا قریشی مرکز گوش بر آواز رہتا چلا آ رہا تھا ۔ اور اُس کو ابلیسی راہنمائی حاصل تھی ۔ چنانچہ قریشی مرکز نے اعلانِ نبوت سے پہلے ہی خاندان نبوتؐ پر اپنے نگران اور جاسوس یعنی منافق تعینات کر دیئے اور یہ وہی لوگ ہو سکتے تھے جن کا کچھ نہ کچھ اس خاندان سے تعلق تھا ۔ مثلاً گھر کے نوکر چاکر اور خادم و خادمائیں اور کاروباری تعلق

Presented by Ziaraat.Com

رکھنے والے لوگ۔ اور یہ اس لئے کہ نئے اور اجنبی لوگوں کا اچانک آس پاس رہنے لگنا خاندان رسولؐ کو مشکوک اور چوکنا کر دیتا۔ یہ سلسلہ جاری رہا اور قریشی مرکز کو ضروری معلومات، خاندان رسولؐ کے حالات اور خیالات اور تصورات معلوم ہوتے رہے۔ آنحضرتؐ پیدا ہوئے تو وہ نور عبدالمطلبؑ اور عبداللہؑ کی پیشانیوں سے غائب ہو گیا جو صدیوں سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش اور منتقلی کا رُخ اور خاندان متعین کرتا چلا آ رہا تھا۔ اب قریش کو یقین ہو گیا کہ وہ رسولؐ عبداللہؑ سے پیدا ہوگا۔ چنانچہ اب قریشی مرکز پر لازم ہو گیا کہ وہ اپنے جاسوسی نظام یا منافقین کو محمدؐ کی نقل وحرکت اور خیالات وتصورات معلوم کرنے پر تاکید کر دیں۔ اور معلوم کریں کہ محمدؐ کے والدینؑ، چچاؑ، چچیؑ اور داداؑ اور دادی محمدؐ کے متعلق کیا کچھ سوچتے، سمجھتے اور کہتے ہیں؟ الغرض بچپن سے جوانی اور جوانی سے اعلان نبوت تک قریشی منافقین رسولؐ کی عادات وخصلات اور رجحانات اور افتاد طبع پر نظر رکھے رہے۔ کچھ لوگ ہمدردی، محلّہ داری اور دوستی کا پردہ ڈال کر قریشی مرکز کو مطلع رکھتے رہے۔ اعلان نبوت کے بعد خاندان سے باہر کے بہت کم لوگ ایسے ہو سکتے ہیں۔ جو سچ مچ حق سمجھ کر ایمان لائے ہوں۔ ورنہ زیادہ تر وہ لوگ تھے جو قریشی مرکز کے اشارے پر بظاہر ایمان لائے تاکہ ساتھ ساتھ رہ کر اسلامی تعلیمات اور اسکیموں کا گہرا مطالعہ کریں اور وہ نظام جاری کریں جو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ اور اصول فقہ اور اجتہاد کو پھیلائیں۔ اور اپنی تعداد بڑھائیں۔ قریشی لیڈروں کی وجہ سے قریشی عوام بھی مسلمانوں میں داخل ہونے لگے اور ظاہر ہے وہ اُسی قسم کا ایمان اختیار کرتے تھے جس قسم کا ایمان قریشی لیڈر سکھاتے تھے۔ بہرحال مسلمانوں میں دونوں طرح کے لوگ موجود رہے۔ ایک حقیقی طور پر بلا قریشی سازش کے ایمان لانے والے اور دوسرے قریشی قسم کے مومن تھے۔ ہم نے اس سازش کو قریش کی داخلی سازش کا نام دیا ہے۔ اِس کا کھلا اور سیدھا سادہ مطلب یہ تھا کہ اگر قریشی مرکز اسلام کے خلاف کھلی مخالفت اور سادہ یا مسلح مزاحمت میں ناکام ہو جائے تو قریش کا داخلی نظام وہ مقام حاصل کر لے جہاں سے مسلمانوں پر تسلط حاصل کیا جا سکے اور جس کی آڑ میں تمام مخالف قریش کے لیڈر کلمہ پڑھ کر پناہ لے سکیں۔ اور رفتہ رفتہ مسلمانوں پر غلبہ پا سکیں۔

مکہ سے ہجرت کے بعد قریشی مرکز کے لئے لازم تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات، اسکیموں اور اقدامات پر مطلع رہیں۔ اس مقصد کے لئے قریشی جاسوس یعنی منافق مدینہ میں آتے اور رسولؐ سے یا کسی اور صحابی سے سوالات اور اسلام کے خلاف اعتراضات کرتے، جوابات سنتے اور بڑے حُسنِ تدبر سے منافقانہ احتیاط سے اسلام لے آتے۔ مسلمانوں میں گھل مل جاتے اور مشن پورا ہو جانے کے بعد کھسک جاتے یا جاسوسی کا کام دوسروں کو سونپ کر داخلی محاذ میں شریک ہو جاتے اور یوں قریشی مومنین کی تعداد اور قوت ورسوخ میں اضافہ کرتے۔ کہنا یہ ہے کہ مکہ سے ہجرت کے بعد جاسوسی کا عارضی یا مستقل نظام جاری کیا گیا تھا۔ بعض جاسوس خاموش طریقہ سے مدینہ آتے قریش کے اولین سابقین مومنین سے حالات معلوم کرتے یا اُدھر کا خط ادھر اور اِدھر کی رپورٹ قریشی مرکز کو پہنچاتے رہتے تھے۔ بعض دو چار دن قیام کرتے بعض مہینوں تک مسلمان بن کر مسلمانوں میں رہتے اور خود رپورٹ تیار کرتے اور چلے جاتے تھے۔ اِن آنے جانے اور جاسوسی کرنے والوں کو قرآن منافق کہتا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے شروع سے یا اب تک مستقل رہائش اختیار کر لی تھی انہیں قرآن میں منافق نہیں بلکہ مومنین کہا گیا ہے۔ اور مومن ہی کہہ کر اُن کی مذمت کی گئی ہے۔ لہٰذا قرآن میں مذکور مومنین دو طرح کے بیان ہوئے ہیں ایک وہ جن کی مذمت ہوتی رہی جنہیں حقائق کو چھپانے کی بنا پر کافر، غلط کاری کی بنا پر ظالم اور انحراف ونافرمانی کی وجہ سے فاسق کہا جاتا رہا ہے۔ اُن کو ہم نے قریشی مومنین لکھا ہے۔ دوسرے حقیقی مومنین تھے، حقیقی مومنین میں سے قریشی لیڈر قریشی یا اجتہادی اسلام کی تبلیغ کر کے اپنی جماعت میں اضافہ کرتے رہتے تھے اور مکے سے آنے والے لوگ

Presented by Ziaraat.Com

خواہ قریشی قوم کے ہوں یا کسی اور قوم و قبیلے سے ہوں وہ تو سیدھے قریشی لیڈروں کے پاس جاتے اور اُن ہی کے رنگ میں رنگ جاتے تھے۔ بہرحال مسلمان دوہی طرح کے تھے۔حقیقی مسلمان اور قریشی مسلمان۔اور قریشی مرکز سے آنے جانے والے لوگ تھے جنہیں منافق کہا گیا ہے اس لئے کہ وہ جانے کے لئے آتے تھے اور آنے سے پہلے ہی جانے کی راہیں تجویز کر کے چلتے تھے۔

یہاں یہ بھی سن لیں کہ قریشی مومنین جو شروع ہی سے ساتھ ساتھ تھے اُنہوں نے مکہ کے قیام ہی میں یہ انتظام کرلیا تھا کہ رسولؐ کی رات بھی اُن کے سامنے رہے۔ چنانچہ رسولؐ کی ازواج میں اپنی قوم کی اور اپنے مقاصد میں مددگار عورتیں بھی داخل کردی تھیں اُن میں سے ایک عائشہ تھی جس کا نہایت کم سنی میں منت سماجت کر کے مکہ ہی میں نکاح کر دیا تھا مگر آنحضرتؐ نے اُسے مدینہ آنے تک نہ اپنے گھر میں آنے دیا نہ زوجہ بنایا۔ مدینہ آکر ابوبکر نے اپنی جیب سے روپیہ دے کر جوں توں کر کے اُسے رسولؐ کے گھر بھیجا تھا۔اُس نے ہمیشہ اپنی قوم اور باپ کی طرفداری میں رسولؐ کے خلاف عورتوں کا ایک محاذ بنائے رکھا(سورہ تحریم 5 تا66/3)لہٰذا قرآن میں کہیں حقیقی مومنین کی مذمت نہیں ہوئی۔ مذمت قریشی مومنین یا منافقین کی ہوئی ہے۔

(7) منافقین کا تذکرہ اور متعلقہ مطالب اور حالات اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ قریش اور قریشی علما کی ایک اور کمین گاہ تباہ کردی جائے۔

ہم نے حضرت علی علیہ السلام کے قریشی صحابہ کے متعلق حضورؐ کے خطبے میں مذکور شکایات لکھ کر قرآن سے یہ دکھانا شروع کیا تھا کہ حضرتؐ کے صحابہ ہی کی طرح کے رسولؐ کے صحابہ بھی تھے۔یعنی قریش بفضل شیطان موروثی طور پر بہترین باتیں کرنے والے اور بدترین اعمال کے عادی تھے۔اس سلسلے میں سورہ منافقون کی آیت (63/4) پیش کر کے قریش کے حسین وجمیل وقد آور لوگ اور اُن کی نشاط انگیز باتوں اور عملی میدان میں بدکرداری دکھائی تھی(عنوان: ج کا(2))اور اس کے بعد منافقوں کی پوزیشن بیان کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ چنانچہ قارئین نے منافق کے معنی سمجھے، اُن کے کام دیکھے اُن کی ضرورت معلوم ہوئی۔اور قریشی مرکز کا انہیں استعمال کرنا سامنے آیا اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ قرآن کریم اس سلسلے میں کیا فرماتا ہے۔اور مسلمان ہوجانے والے قریش کا یعنی قریشی صحابہ کا قریشی مرکز مکہ سے آنے والے جاسوسوں یعنی منافقوں سے کیا تعلق تھا؟ تاکہ قارئین کو یہ علم ہوجائے کہ منافق بھی قریشی مومنین کے اپنے ہی قدیم مذہب کے لوگ تھے اور قریشی مسلمانوں میں اور منافقین میں عقائد کا کوئی فرق یا اختلاف نہ تھا۔اور نہ دونوں کے اندر الفاظ کے علاوہ کوئی بات غیر مشترک تھی۔ وہ بھی قریشی مکّی مرکز کے وفادار تھے یہ بھی اُن ہی کے فرماں بردار مطیع اور اطاعت شعار تھے۔قرآن سے فیصلہ کیجئے۔ارشاد ہے کہ:

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا O وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا O(نساء89-4/88)

مودودی کا منافقانہ اور کافرانہ ترجمہ قریشی صحابہ کو چھپانے کی کوشش۔

’’پھر یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تمہارے درمیان دو(2) رائیں پائی جاتی ہیں، حالانکہ جو برائیاں اُنہوں نے کمائی ہیں اُن کی بدولت اللہ انہیں اُلٹا پھیر چکا ہے۔کیا تم چاہتے ہو کہ جسے اللہ نے ہدایت نہیں بخشی اُسے تم ہدایت بخش دو؟ حالانکہ جس کو اللہ نے راستے سے ہٹادیا اُس کے لئے تم کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اُسی طرح تم بھی کافر ہوجاؤ

Presented by Ziaraat.Com

تا کہ تم اور وہ سب یکساں ہو جائیں۔لہٰذا اُن میں سے کسی کو اپنا دوست (اَوْلِیَا۔احسن) نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے نہ آجائیں اور اگر وہ ہجرت سے باز رہیں تو جہاں پاؤ انہیں پکڑو اور قتل کرو اور اُن میں سے کسی کو اپنا دوست (ولی۔احسن) اور مددگار (نصیر۔احسن) نہ بناؤ''۔(تفہیم جلداول صفحہ 380)

(1) مودودی کے ترجمہ پر تنقید اور نقاب کشائی۔

اللہ نے پہلی آیت (4/88) میں یہ فرمایا ہے کہ:

''اُس وقت کے مسلمان منافقوں کے سلسلے میں دو گروہ ہو گئے تھے'' مگر مودودی نے ایک گروہ کو چھپانے کے لئے لفظ ''فِئَتَيْنِ'' کا ترجمہ ''دو(2) رائیں'' کر دیا ہے جو کہ خود اُن کے اپنے ترجمہ کی مخالفت ہے۔اس لئے کہ مودودی نے اس لفظ ''فِئَتَيْنِ'' کا ترجمہ ''دو گروہ'' کیا ہے۔

(2) قریشی صحابہ کی بدکرداری کو چھپانے کے لئے مودودی ہر کمینہ حربہ استعمال کرتے ہیں۔

قرآن پڑھیے اور مودودی کی منافقانہ کوشش ملاحظہ کیجئے:

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ ....الخ (آل عمران 3/13)

مودودی کا صحیح ترجمہ۔''تمہارے لئے اُن ''دو گروہوں'' میں ایک نشان عبرت تھا (جو بدر میں) ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے تھے'' ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور ''دوسرا گروہ'' کافر تھا''۔(تفہیم القرآن جلداول صفحہ 236)

(3) مودودی نے قریشی صحابہ کو اور قریش کی پوری مومن قوم کو اللہ کی مخالفت اور منافقین کی جانب داری میں اُلجھا ہوا دیکھ کر قرآن کا ترجمہ بدل ڈالنے ہی کو بہتر سمجھا۔

قارئین نے دیکھ لیا کہ مودودی کس حد تک ابوبکر وعمر وعائشہ اور اُن کی قوم کے طرفدار ہیں۔اور اس جانبداری میں وہ اپنی عاقبت تباہ کرنے میں بھی کبھی پس وپیش نہیں کرتے۔اور کمال یہ ہے کہ اپنی دیانت اور امانت ثابت کرنے کے لئے اپنے جیسے بددیانت مترجمین کی مذمت یوں کرتے ہیں کہ:

(4) مودودی اپنے راہنما قریشی صحابہ کے لئے قرآن اور اللہ سے بددیانتی میں حدود فراموش مگر پھر بھی اپنی ساکھ جمانے کیلئے اپنے جیسوں کی مذمت۔

''کسی شخص کا دل اگر قرآن کی بات پر یقین نہ کرنا چاہتا ہو تو اُسے صاف کہنا چاہئے کہ میں اِس بات کو نہیں مانتا۔لیکن یہ بڑی اخلاقی بزدلی اور علمی خیانت ہے کہ آدمی قرآن کے صاف صاف الفاظ کو توڑ مروڑ کر اپنے مَن مانے معنی پر ڈھال لے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ قرآن کے بیان کو مانتا ہے۔حالانکہ دراصل قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے۔وہ اُسے نہیں بلکہ خود اپنے زبردستی گھڑے ہوئے مفہوم کو مانتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 563)

یہ ہے ملعون مولانا اور مترجم ومفسر قرآن جسے سارے مسلمان عموماً اور اسلامی جماعت خصوصاً بہت دیانت دار وبے باک عالم مانتے ہیں۔بہرحال ہم نے اپنی بہتر (72) سال کی عمر میں کوئی بھی شیعہ یا سنی مترجم ایسا نہیں دیکھا جس نے قرآن کے صاف صاف اور واضح الفاظ کے معنی تبدیل نہ کئے ہوں اور قرآن کے الفاظ کی معنوی وسعتوں کے اندر محدود رہا ہو۔لیکن ہم نے اُن سب میں مودودی سے بڑا بددیانت اور فریب ساز مترجم کسی کو نہیں پایا۔اس لئے ہم نے اِس ملعون کو اپنی تفسیر اور بیان الامامت میں ہر لحہ اپنے سامنے حاضر رکھا ہے تا کہ ہمارے قارئین پر

Presented by Ziaraat.Com

مودودی کا ظاہر و باطن آشکار ہو جائے اور وہ اُس کو سمجھ کر باقی تمام قریشی علما کو سمجھ سکیں اور دشمنانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ میں اور دوستداران ثلاثہ اینڈ کمپنی میں مودودی کا درجہ اول ثابت ہو جائے۔

(5) منافقوں اور قریش کا تعلق اور ساتھ ہی لفظ مذکور فِئَتَیۡنِ اور فِئَتَان کا دوبارہ صحیح ترجمہ بد دیانتی کی تصدیق مزید۔

اب دوبارہ دیکھئے کہ مودودی اُس لفظ ''فِئَۃ'' کی تمام قانونی صورتوں اور صحیح معنی پر مطلع تھے اور یہ کہ انہوں نے صرف قریش کے تحفظ میں لفظ ''فِئَتَیۡنِ'' کے معنی غلط کئے تھے۔ ورنہ وہ خود اپنے خلاف غلط معنی نہ کرتے۔ سنئے کہ اللہ تعالیٰ جنگ بدر کے سلسلے میں قریشی صحابہ اور قریشی مومنین کے حالات واحساسات وجذبات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا رہا ہے کہ قریشی صحابہ میں اس مرتبہ کے لوگ تھے جن سے ابلیس براہ راست تعلق رکھتا تھا۔ اُن کی راہنمائی کے لئے اُن کے سامنے آتا تھا۔ ساتھ ساتھ رہتا تھا اُن کا پڑوسی (جارٌ) بن گیا تھا اور عنوان کے مطابق قریش اور منافقین کا تعلق اور رشتہ بھی دیکھ لیں۔ مودودی کا ترجمہ لکھیں گے آیت کا وہی حصہ لکھیں گے جو ضروری ہوگا۔ سنئے:

مودودی ترجمہ ''اے ایمان لانے والو، جب کسی گروہ (فِـئَۃ) سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔ اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں (یعنی حقیقی مومنین سے۔ احسن) ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور اُن لوگوں کے رنگ ڈھنگ نہ اختیار کرو جو اپنے گھروں سے اِتراتے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے اور جن کی روش یہ ہے کہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں۔

وَاِذۡ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الۡیَوۡمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیۡ جَارٌ لَّكُمۡ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الۡفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰی عَقِبَیۡهِ وَقَالَ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡكُمۡ اِنِّیۡۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوۡنَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ۝ اِذۡ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیۡنُهُمۡ ...الخ (انفال 49 تا 8/45)

''ذرا خیال کرو اُس وقت کا جب کہ شیطان نے اُن لوگوں (قریشیوں۔ احسن) کے کرتوت اُن کی نگاہوں میں (یہ خواہ مخواہ کا اضافہ ہے۔ احسن) خوشنما بنا کر دکھائے تھے اور اُن سے کہا تھا کہ ''آج (انسانوں میں سے۔ احسن) کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور یہ کہ میں تمہارے ساتھ (تمہارا پڑوسی۔ احسن) ہوں'' مگر جب دونوں ''گروہوں'' کا آمنا سامنا ہوا تو وہ (شیطان۔ احسن) اُلٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا کہ ''میرا تمہارا ساتھ نہیں'' (یقیناً میں تم سے بَری ہوں۔ احسن) میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم لوگ نہیں دیکھتے مجھے خدا سے ڈر لگتا ہے اور خدا بڑی سخت سزا دینے والا (سخت تعقب کرنے والا۔ احسن) ہے جب کہ منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں کو روگ لگا ہوا ہے، کہہ رہے تھے کہ ''اُن (حقیقی مومن۔ احسن) لوگوں کو تو اِن کے دین نے خبط میں مبتلا کر رکھا ہے''۔ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 148 تا 150)

(الف) اِن پانچوں آیات (انفال 49 تا 8/45) کے الفاظ کو سامنے رکھ کر مودودی کے ترجمہ سے قریش، منافقین اور شیطان کے متعلق حقائق برآمد کیجئے۔

یہ تو قارئین کو بھی یقین ہو چکا ہے کہ مودودی ہرگز قرآن کی صحیح ترجمانی نہ کریں گے۔ بہرحال اُن کا ترجمہ اور قرآن کی آیات آپ کے سامنے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ اُن دونوں پر نظر ڈال کر حقائق کو نمبروار جمع کیجئے۔

Presented by Ziaraat.Com

پہلی نظر۔ سب سے پہلے یہ نوٹ کریں کہ جہاں جہاں ہم نے مودودی کے ترجمہ میں بریکٹ دیئے ہیں وہاں ہر جگہ مودودی نے چوری کی ہے۔ اور ہم نے وہ چوری بریکٹ میں ظاہر کردی ہے۔ پھر یہ دیکھیں کہ اللہ نے مخاطب تو تمام مومنین کو کیا ہے۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مگر درحقیقت مخاطب وہ لوگ ہیں جن پر ہر حال میں ثابت قدم رہنے کا یقین نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اُن کو ثابت قدم رہنا یاد دلایا گیا ہے۔ ساتھ ہی وہ لوگ ایسے مومنین نہیں جو ہر حال میں ذکرِ خدا کرتے رہتے ہوں۔ اور جو دشمن کی فوج کو دیکھ کر اپنے حواس برقرار رکھتے ہوں۔ اس لئے اُن سے کہا گیا کہ کثرت سے ذکر اللہ کرنا تاکہ دشمن کا رعب اثر انداز نہ ہو۔ اور نہ ہی یہ لوگ ہر حال میں اللہ اور رسوؐل کی اطاعت کرتے تھے۔ ورنہ ایماندار یا مومن ہونے کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ ہر حال میں اور ہر معاملے میں اللہ اور رسوؐل کی اطاعت کرنے والے لوگ۔ معلوم ہوا کہ یہ نظام اجتہاد کے ماتحت ایمان لانے والے لوگ تھے اور جیسا کہ بیان ہوا، یہ لوگ اللہ اور رسوؐل کی اطاعت تو کرتے تھے مگر اپنے راہنما یا مرکز یا طاغوت کی اجازت کے بعد اُن احکام کی اطاعت کرتے تھے جو مرکزی اجتہاد کے ماتحت صحیح ہوتے تھے۔ لہٰذا اللہ و رسوؐل کی جو اطاعت یہ قریشی مومنین کرتے تھے وہ درحقیقت اُن کے اپنے مجتہدین یا لیڈروں کی اطاعت ہوتی تھی نہ کہ اللہ و رسوؐل کی۔ لہٰذا طے ہوگیا کہ اِن آیات کے حقیقی مخاطب حقیقی مومنین نہیں تھے۔ بلکہ قریشی صحابہ و مومنین کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور اُنہیں اُن کے عقائد و اعمال کے ماتحت تنبیہات و تاکیدات کی گئی ہیں۔

دوسری نظر۔ دوسری نظر ذرا باریک اور مودودی کی اُلجھائی ہوئی باتوں پر ڈالنا ہوگی اس لئے مودودی کا ایک اُصولی سرمہ پہلے لگانا ضروری ہے۔ جس سے اُنہوں نے اپنے ہزاروں پیروؤں کو ساون کا اندھا کرنے میں مدد لی تھی۔ ڈریئے نہیں ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ انشاء اللہ آپ کو وہ نقصان کی جگہ فائدہ دے گا۔

مودودی کا ایک اصول جس کی بلند و بالا آڑ میں وہ قریشی صحابہ کو چھپاتے رہے۔

اور آپ آئندہ قریش کو ہر لباس اور ہر آیت میں بلا محنت کئے سہولت سے پہچان سکیں گے۔ سنئے، گھبرا کر لکھتے ہیں کہ:

''۱۸؎ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ قرآن مجید میں ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' یَآ اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کے الفاظ سے کہیں تو سچے اہل ایمان کو خطاب کیا گیا ہے، اور کہیں مسلمانوں کی جماعت بحیثیت مجموعی مخاطب ہے جس میں مومن اور منافق اور ضعیف الایمان سب شامل ہیں، اور کہیں روئے سخن خالص منافقین ہی کی طرف ہے۔ منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں کو '' اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا '' کہہ کر جب مخاطب کیا جاتا ہے تو اس سے مقصود اُن کو شرم دلانا ہوتا ہے کہ تم لوگ دعویٰ تو ایمان لانے کا کرتے ہو اور حرکتیں تمہاری یہ کچھ ہیں۔ سیاق وسباق پر غور کرنے سے ہر جگہ با آسانی معلوم ہوجاتا ہے کہ کس جگہ '' اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا '' سے مراد کون لوگ ہیں۔ یہاں سلسلہ کلام صاف بتا رہا ہے کہ مخاطب عام مسلمان ہیں''۔ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 134)

قارئین جانتے ہیں کہ قریشی علما نے قریشی صحابہ اور قریشی مومنین کی بدکرداریوں اور اُن کے شیطانی عقائد کو چھپانے کے لئے پہلا حربہ یہ استعمال کیا کہ کافر اور کفر کے معنی منکر اسلام کر کے جہاں جہاں قریش کو حق پوش کہا تھا اُن مقامات سے قارئین کی توجہ کو ہٹا کر منکرین اسلام پر مرکوز کردی دوسرا حربہ ہم بیان کر رہے تھے اور منافقوں کی بات ہو ہی رہی ہے۔ کہ یہ اندھا اصول سامنے آگیا۔ اور اب قریشی علما چاہتے ہیں کہ جن آیات میں یَآ اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کہہ کر مذمت سامنے آئے وہاں قریش کی طرف نظر نہ جائے۔ بلکہ قاری یہ سمجھ کر آگے بڑھتا جائے کہ مذمت منافقوں کی یا ضعیف الایمان لوگوں کی ہو رہی ہے۔ یعنی قریشی مسلمان اور صحابہ بہرحال محفوظ رہ جائیں گے۔ لیکن ہم یہ دکھا چکے ہیں کہ قریش

بحیثیت مجموعی یا پوری قوم ملعون ومردود اور دشمن خدا ورسول تھی اور قرآن نے بلا کسی شرط اور بلا کسی استثناء کے آنحضرتؐ سے " تیری قوم " کہہ کر تمام قریش کو مکذّبِ قرآن فرمایا اور قرآن کو بدل کر استعمال کرنے والے دشمنانِ خدا ورسولؐ قرار دیا ہے۔ (انعام 6/66، فرقان 31-25/30) اور قریشی علما متفق ہیں کہ سورہ انعام اور سورہ فرقان دونوں مکہ میں نازل ہوئی تھیں اور اُس وقت تک قوم قریش قرآن کو جھٹلا چکی تھی اور اُسے تبدیل کر کے دشمن خدا ورسولؐ ثابت ہو چکی تھی۔ لہٰذا مودودی کا مندرجہ بالا اصول صرف ایک فریب ہے تاکہ قریش چھپ کر رہ جائیں اور ہر قسم کی مذمت سے بچ جائیں اور الزام کچھ نامعلوم ضعیف الایمان لوگوں پر یا کچھ نامعلوم منافقوں پر عائد ہو کر رہ جائے۔

مگر ہم کہتے ہیں کہ مذمت جہاں بھی ہو وہ قوم قریش کے یا دوسرے الفاظ میں رسولؐ کی قوم کہلانے والے تمام لوگوں کی ہوتی ہے۔ رہ گئے ضعیف الایمان لوگ وہ بھی قریش ہی میں تھے۔ اور منافقین بھی قریش ہی تھے۔ قریش ہی نے ضعیف الایمان لوگوں کو اور منافقوں کو پیدا کیا تھا۔ اور مذمت والی کسی بھی آیت میں حقیقی مومنین مخاطب نہیں ہوتے۔ چنانچہ مودودی کی فریب کاری کو حقیقی مومنین پر وارد کرنا بلا دلیل اور کافرانہ ومنافقانہ جرأت ہے۔

تیسری نظر۔ قریشی قوم، یا رسولؐ کی قوم کہلانے والے تمام لوگ بحیثیت مجموعی کبھی حقیقی مومن ومسلم نہ تھے۔ آخری فیصلہ۔

دوسری نظر کا تقاضا ہے کہ قریش کو حقیقی مسلمین اور حقیقی مومنین سے کُلیتاً باہر رکھنے کے لئے قرآن کے فیصلے اور قریش پرست علما کی تائیدات لا کر قارئین کے لئے اطمینان فراہم کیا جائے تاکہ وہ مودودی کے مندرجہ بالا اندھے اصول میں کبھی نہ اُلجھ سکیں اور قرآن کی ہر مذمت کو قریش کی اور قریش کی راہنما اقوام کی مذمت سمجھنے میں کبھی نہ ہچکچائیں اور ہماری طرح قریش کو فی سبیل اللہ دشمنِ دین ودنیا، دشمنِ خدا ورسولؐ اور دشمنِ انسانیت یعنی شیطان سمجھیں۔

تیسری نظر میں غلام احمد پرویز مُفکّرِ قرآن کے تصورات سے مدد لینا ضروری ہے۔

مسٹر پرویز پاکستان میں مفکر قرآن کی حیثیت میں اُبھرے، قریشی مذہب یا خلیفہ دوم کے دین وسیاست کے احیاء پر کتابیں لکھیں۔ اور عمر کی مدح وثنا میں ایک کتاب "شاہکار رسالت" (یعنی عمر کو شاہکارِ رسالت ثابت کیا ہے) لکھی جو اور تو اور سعودی عرب میں مقبول ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں۔

"دعوت وتبلیغ اور نصیحت وتلقین کا وہ سلسلہ جس کا ذکر گزشتہ (339 صفحات) اوراق میں ہو چکا ہے۔ برابر جاری رہا اور وہ فولادی ذرّات جو اُس ریت کے ڈھیر میں پوشیدہ تھے، اس طرح اُڑ اُڑ کر اس مقناطیس حق وصداقت سے آکر ملتے رہے جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے تمثیلی واقعہ میں پرندے آپؑ کی آواز پر لبیک لبیک کہتے ہوئے دوڑے آئے تھے۔ حتیٰ کہ یہ تمام فولادی ذرات جن میں محض فطری کشش سے اس مرکز ہدایت ورشادت کے گرد جمع ہونے کی صلاحیت باقی تھی، جامد پتھر کے ذروں سے الگ ہو گئے۔ تحریکِ انقلاب آسمانی کا یہ پہلا دور اس عمل تخلیص (خالص مومنوں کو الگ کرنے) وتنقیح اور اپنی جماعت کی تعمیر وتطہیر کے لئے تھا۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ O تاکہ جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اُنہیں پاک کر دے اور جو منکرین حق ہیں انہیں یک قلم نیست ونابود کر دے (آل عمران 3/141)

اب وہی لوگ باقی رہ گئے جو قوت ودولت کے نشے میں بدمست، محض بر بنائے بغض وعداوت، مخالفت کئے جا رہے تھے۔ تمرد اور سرکشی نے اُن سے عقل وبصیرت اور دانش وعبرت کی تمام صلاحیتیں سلب کر لی تھیں۔ تعصب وجہالت نے اُن کی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے

Presented by Ziaraat.Com

تھے۔اور انکار وجحود نے اُن کے دلوں پر مہریں لگا رکھی تھیں۔ چنانچہ اُن کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ:

سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ O خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰى سَمۡعِهِمۡ وَعَلٰٓى اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ O (بقرہ 7-2/6)

(اَے پیغمبر!) تم انہیں (انکارِ حق کے نتائج سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ (کبھی) ماننے والے نہیں (اُنہوں نے روشنی کی طرف آنکھیں بند کر لی ہیں، اور اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو آنکھیں بند کر لیتا ہے اُس کے لئے تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے پس اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ) اُن کے دلوں اور کانوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ (کوئی بات کتنی ہی سچی ہو، سمجھ نہیں سکتے، کوئی آواز کتنی ہی اونچی ہو سن نہیں سکتے، کوئی چیز کتنی ہی روشن ہو دیکھ نہیں سکتے) سو (جن لوگوں نے اپنا یہ حال بنا لیا ہے، وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتے، کامیابی کی جگہ) اُن کے لئے عذاب جانکاہ ہے''

یہ وہ لوگ تھے کہ جن کے دل میں نہ حسنِ عمل کے جزاء کی تبشیر وترغیب کچھ ذوقِ سعادت اور وَلولۂ انابت پیدا کر سکتی تھی۔ اور نہ ہی اُن کی سرکشی وغوایت کے انجام وعواقب کی تنذیر وترہیب ہی اُن میں جذبہ تضرع وخشیت کی نمود کر سکتی تھی۔ لہٰذا اُن کے متعلق نبیؐ اکرم سے کہہ دیا گیا کہ اُن کے پیچھے سر کھپانے کی کوئی ضرورت نہیں اگر یہ نہیں سنتے تو اِن سے اعراض برتیئے۔ یہ اسی سلوک کے قابل ہیں۔

فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰى عَنۡ ذِكۡرِنَا وَلَمۡ يُرِدۡ اِلَّا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا O (نجم 53/29)

''تو (اَے پیغمبرؐ) تم بھی ان لوگوں سے اعراض برتو جو ہمارے ذکر سے گردن موڑ کر چل دیتے ہیں۔ اور جو دُنیوی زندگی کے سوا کسی اور بات کا ارادہ ہی نہیں کرتے'' اِس سے قبل جب ان لوگوں سے کچھ توقعات تھیں۔ یہ کہا گیا تھا کہ:

فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُكُمۡ صٰعِقَةً مِّثۡلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوۡدَ O (حم سجدہ 41/13)

''پس (اےُ پیغمبرؐ) اگر وہ منہ موڑ کر چل دیں تو اُن سے کہہ دو کہ میں نے تمہیں (انکار وبدعملی کے نتیجہ میں) قوم عاد وثمود والی کڑک کی طرح (خدا کے عذاب کی) ایک کڑک سے ڈرا دیا ہے (اور اپنا فرض پورا کر دیا ہے اب تم جانو اور تمہارا کام جانے!)

<u>اعراض</u>۔لیکن اب اُن کی طرف سے جب پوری پوری مایوسی ہوگئی تو کہہ دیا گیا کہ: فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ وَقُلۡ سَلٰمٌ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ O

''پس (اَے پیغمبرؐ!) اِن سے (اب) درگزر کرو اور کہہ دو کہ (بس اب میرا) سلام ہے چنانچہ کچھ عرصہ بعد وہ خود ہی جان لیں گے (کہ جو کچھ تم کہتے تھے اس میں کس قدر صداقت تھی) (زخرف 43/89) (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 340 تا 342)

<u>تیسری نظر کا نتیجہ</u>۔ہم پرویز کے متعلق اپنا وقت ضائع کئے بغیر صرف اتنا کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ وہ بھی پکا قریشی عالم ہے۔ اس لئے کہ۔1۔کافر کے معنی ''منکرین حق'' کرتا ہے۔2۔ تَوَلّٰی کے معنی گردن یا منہ موڑنا کرتا ہے اور۔3۔ بریکٹوں کے ذریعہ اللہ کی خامیاں دور کرتا ہے۔

بہر حال ہم نے یہ طویل اقتباس اس لئے لکھنے کی زحمت برداشت کی اور آپ کو پڑھنے کی تکلیف دی کہ پرویز نے قرآن سے کم از کم یہ ثابت کر دیا کہ ہجرت مدینہ سے پہلے پہلے اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ اب مکہ والوں میں سے کوئی اور شخص نہ ایمان لائے گا نہ اُن کے لئے ایمان لانا ممکن ہوگا۔ یعنی قریش یا اہل مکہ کی جو تعداد ہجرت مدینہ سے پہلے پہلے تھی اب اُس میں اضافہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ قریشی تواریخ سے جنگ بدر کے روز مدینہ میں مسلمانوں کی کل تعداد (313) تین سو تیرہ تھی۔ جن میں بقول شبلی صرف (60) مہاجر مع قریش کے تھے۔ سوال یہ ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

قریش کتنے تھے؟ قریش جتنے بھی ہوں بہر حال ساٹھ سے کم تھے۔ لہٰذا اُن ساٹھ کے علاوہ باقی تعداد جو وفاتِ رسولؐ کے وقت بتائی جاتی ہے ظاہر ہے کہ حقیقی مومن نہ تھی۔ اب صرف سوال یہ باقی رہ گیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ ساٹھ اشخاص حقیقی مومن تھے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب قریشی علما یا قریشی تاریخ سے نہیں بلکہ قرآن سے درکار ہے۔ چنانچہ قریشی علما سے وہ آیات مانگیں جن سے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ ساٹھ یا ساٹھ سے کم قریشی مومنین حقیقی مومن تھے؟

یہ ذمہ داری قریشی علما قبول نہ کریں گے۔ اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ اُنہیں ایسی آیات اِس قرآن میں تو نہ ملیں گی۔ لیکن ہمیں معلوم ہے اور قرآن کی آیات سے معلوم ہے کہ رسولؐ اللہ نے مکہ ہی میں اللہ سے عرض کر دیا تھا کہ:۔

وَقِيلِهِ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُونَ O فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ O (زخرف 43/88-89)

قریشی قوم بحیثیت مجموعی ہرگز ایمان لانے والی نہ تھی۔

مودودی ترجمہ: "قسم ہے رسولؐ کے اِس قول کی کہ "اَے رب، یہ وہ لوگ (لوگ نہیں قوم۔احسن) ہیں جو مان (مان نہیں ایمان۔احسن) کرنہیں دیتے۔ اچھا، اَے نبیؐ، اِن سے درگزر کرو اور کہہ دو کہ سلام ہے تمہیں، عنقریب اِنہیں معلوم ہو جائے گا" (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 553)

لفظِ قوم آ جائے اور مودودی غلط ترجمہ نہ کریں تو قریشی عالم کیسے رہیں۔

پہلے قارئین پرویز کو دیکھیں کہ اُس کے اقتباس میں اس سورہ کی آیت (43/88) کو چھوڑ کر اگلی آیت (43/89) لکھی گئی ہے۔ اگر وہ آیت بھی لکھ دیتے تو ثابت ہو گیا ہوتا کہ نہ ہجرت سے پہلے کوئی قریشی ایمان لایا تھا اور نہ بعد میں ایمان لانے والا تھا۔ لہٰذا پھر ثابت ہوا کہ علامہ پرویز بہر حال قریش کا تحفظ کرتے ہیں۔ پھر ہمارے باکمال استاد مودودی کو دیکھیں کہ انہوں نے آیت میں لفظ "هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ" موجود ہوتے ہوئے قوم کے ایمان کی نفی کرنے کے بجائے لفظ "وہ لوگ" لکھ دیا اور قوم کو بچا لیا ہے۔ مگر سارے سنی اندھے ہیں نہ شیعہ اندھے ہیں۔ وہ دیکھ سکتے ہیں کہ:

"رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ایسا صحیح اور بزرگ درجہ رکھتا ہے کہ اللہ نے اُس قول کی قسم کھائی ہے اور تصدیق کر دی ہے کہ "قریش کی پوری قوم ایمان نہ لائے گی"۔

اور مودودی نے ایمان کی جگہ لفظِ "مان" لکھ کر اپنے ایمان کو خراب کر لیا۔ پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ "مضارع" کے دوہرے معنی ہوتے ہیں یعنی "مضارع" حال اور مستقبل دونوں زمانوں پر حاوی ہوتا ہے۔ لہٰذا آیت کے اس جملے اور رسولؐ کے اس قول کے پورے معنی یہ ہوئے کہ:

"قریشی قوم نہ ایمان لائی ہے اور نہ مستقبل میں ایمان لائے گی"

قارئین اَب آئندہ یہ سمجھتے ہوئے آگے بڑھیں کہ قرآن کریم کا قرآنی فیصلہ یہ ہے کہ:

"قرآن میں جہاں کہیں عہدِ رسولؐ کے لوگوں کی مذمت ملے وہ کسی نہ کسی طرح قریشیوں ہی کی مذمت ہوتی ہے۔ خواہ مذمت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر کی گئی ہو۔ یا يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ فرمایا گیا ہو یا يٰٓاَيُّهَا الْمُنٰفِقُوْنَ کہہ کر مذمت کی گئی ہو یا بلا (ٹائٹل-Title) لقب کے مذمت ہو یا مذمت انفرادی ہو یا مذمت اجتماعی ہو بہر حال وہ مذمت رسولؐ کی قوم کہلانے والے قریش کی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ:

(1) حقائق اسلامی کو چھپانے والے یعنی کافر قریش ہی تھے۔

(2) قریش ہی نے آنحضرتؐ اور حقیقی مومنین کے تعاقب اور جاسوسی کے لئے منافق گروہ تیار کیا اور انہیں استعمال کیا اور اُن کے

Presented by Ziaraat.Com

ذریعے سے اپنے تیار کردہ قریشی مسلمانوں تک اپنا پروگرام اور پالیسیاں مکہ اور مدینہ میں مسلسل پہنچائیں۔

(3) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کہہ کر جن مومنین کی مذمت کی گئی ہے وہ وہی لوگ تھے جنہوں نے قریش کے سابقہ قدیم مذہب کو برقرار رکھنے کے لئے اسلام اختیار کیا اور ہر کلیدی مسئلہ کی تشریح قریش کے مذکورہ مذہب اور عقائد کے مطابق کر کے مسلمانوں میں پھیلائی اور قرآن کے الفاظ وآیات کے معنی بدل کر اپنی تیار کردہ تشریحات پر چسپاں کیں۔ یعنی قرآن کو مھجور کیا اور جھٹلایا۔ (6/66,25/30)

(4) ضعیف الایمان لوگ وہ تھے جو ابھی قریشی تبلیغ سے تازہ تازہ متاثر ہونا شروع ہوئے تھے یعنی نہ پوری طرح قریشی مذہب پر مستحکم ہوئے تھے نہ پوری طرح اللہ کے دین پر قائم رہے تھے۔ یعنی قریشی راہنماؤں کے ڈانواں ڈول کئے ہوئے مومنین۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:

مُّذَبۡذَبِیۡنَ بَیۡنَ ذٰلِکَ لَاۤ اِلٰی ھٰۤؤُلَآءِ....الخ (نساء 143-4/142)

اِن دونوں آیات کو قرآن میں دیکھیں۔ جتنا حصہ ہم نے یہاں لکھا ہے وہ اِن دونوں آیات کا تتمہ اور نتیجہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ منافقین مسلمانوں میں اپنی تبلیغ کے دوران اللہ کو دھوکے میں رکھنے کی کوششیں کر رہے ہیں اور اللہ اُنہیں دھوکا دے رہا ہے۔ اور یہ کام اس طرح ہو رہا ہے۔ کہ منافق اپنے حلقہ احباب میں لوگوں کو نماز میں سستی پر عملی لکچر دیتے ہیں۔ اور اللہ کے تذکرے میں کمی کر کے دکھاتے ہیں اور ایسے لوگ تیار کر رہے ہیں جو نماز وذکر خداوندی میں نہ تو حقیقی مومنین کی طرح رہے اور نہ ابھی قریشی عقائد پر راسخ ہوتے ہیں بلکہ دونوں کے درمیان ایک ڈھیلی قسم کے لوگ ہیں جو سوچ بچار اور تذبذب کی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی مذمت بھی قریشی مسلمانوں کی مذمت ہے۔ لہٰذا قارئین طے کر لیں کہ عہدِ رسولؐ کے لوگوں کی مذمت کہیں بھی ہو وہ قریش کی مذمت ہوتی ہے۔

چوتھی نظر۔ قارئین بھول نہ جائیں کہ ہم سورہ انفال کی آیات (49-8/45) اور عنوان (5) پر بار بار نظر ڈال رہے ہیں۔ اور ابھی آیت (8/45) تک ہی پہنچے تھے کہ مودودی کا اندھا اصول سامنے رکھنا پڑ گیا اور مذمت کو قریش کے حق میں مستقل کرنے کے لئے علامہ پرویز کی تائید سامنے لانا پڑی اور قرآن کا فیصلہ دکھایا گیا ہے کہ ''قرآن میں ہر مذمت قریشی مسلمانوں کی یا قریشی قسم کے مسلمانوں ہی کی ہوتی ہے۔ لہٰذا اب اگلی آیت (8/46) پر اور مودودی کے ترجمہ پر نظر ڈالنا ہے۔ آیت یہ ہے کہ:

وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡھَبَ رِیۡحُکُمۡ وَاصۡبِرُوۡا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ O(8/46)

مودودی ترجمہ: ''اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی۔

اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 148)

اِس آیت کا پہلا جملہ یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ یہاں وہ مومنین مخاطب ہیں جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت مستقلاً اور ہر حال میں نہیں کرتے۔ ورنہ سوفی صد اطاعت کرنے والوں پر اطاعت کی تاکید عبث کام ہے۔ اور اس آیت کا آخری جملہ عام اور مسلمہ ہے۔ نظر ڈالنا ہے درمیانی جملہ پر اس میں بھی آخری بات بتاتی ہے کہ مخاطب مومنین صبر بھی ہر حال میں نہیں کرتے تھے۔ ورنہ تاکیدی حکم فضول ہو جائے گا۔ اِس کاٹ چھانٹ کے بعد اس آیت (8/46) میں جو کچھ رہ گیا ہے اسی میں مودودی نے بددیانتی کی ہے اور یہی قریشی صحابہ کی مذمت اور پالیسی کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ: وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡھَبَ رِیۡحُکُمۡ (8/46)

مودودی:۔ ''آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی''۔ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 148)

Presented by Ziaraat.Com

اس ترجمہ سے مودودی نے اپنے قاریوں پر یہ تاثر ڈالا ہے کہ:

''اللہ تمام مومنین کو آپس میں جھگڑا کرنے سے روکے رکھنا چاہتا ہے۔2۔اور تمام مومنوں کو یہ بتاتا ہے کہ اگر تم نے جھگڑا کیا تو تم سب مومنین کمزور ہو جاؤ گے اور تمام مومنین کی ہوا اُکھڑ جائے گی''۔

مودودی کے اس غلط ترجمہ کے باوجود یہ سوال تو سامنے سے نہ ہٹا کہ وہ سارے مخاطب مومنین کس بات پر اور کیوں جھگڑا کرتے ؟اور ایسی کیا بات تھی جس پر جھگڑنے سے یہ سارے مومنین کمزور ہو جاتے ؟اور نتیجہ میں تمام کی ہوا اُکھڑ جاتی ؟اور چونکہ بات اُس حالت کی ہو رہی ہے جب کہ اُن تمام مومنین کے سامنے محاذ جنگ پر دشمن کی فوج سے آمنا سامنا ہوا اِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً ''جب تمہیں دشمن گروہ سے ملاقات پیش آئے'' لہٰذا یہاں کمزوری دشمن کے مقابلہ میں متوقع ہے اور دشمن کی نظر میں سارے مومنین کی ہوا اکھڑنے کی بات ہے۔لہٰذا وہ بات جس پر جھگڑا کرنے سے منع فرمایا گیا مسلمانوں کی شکست وہزیمت کی بات تھی یعنی جھگڑا دشمنوں کے لئے مفید اور مسلمانوں کے لئے مضر ہونا تھا۔اور وہ بات یا کام جس سے میدان جنگ میں شکست ہو جائے اِس کے سوا اور کیا ہو سکتی تھی کہ:

(1) مومنین کا بڑا حصہ دشمنوں کی طرفداری میں جنگ سے دست کش ہو کر بیٹھ رہے اور دشمن،مومنین کی قلت کا قتل عام کر دیں۔یا۔

(2) عین جنگ کے دوران ایک بڑا گروہ میدان جنگ سے فرار کر جائے اور باقی ماندہ مومنین قتل ہو جائیں۔یا میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوں اور یوں مسلمانوں کی فوج کی قوت کمزور ہو کر دشمن کی نگاہ میں ذلیل وخوار ہو کر رہ جائے۔یعنی رعب ختم ہو جائے اور ھوا اُکھڑ جائے یعنی دشمن کو یقین ہو جائے کہ مسلمانوں میں دو گروہ ہیں جن میں سے ایک اُن کا طرفدار ہے اور برسر تنازع رہتا ہے۔

قارئین سوچیں کہ مودودی نے غلط ترجمانی کر کے مندرجہ بالا سوالات پیدا ہونے سے روکنے کا کوئی بیان نہ دیا۔بہرحال اُنہوں نے سارے مومنین کو بڑے خطرناک کردار کا ملزم بنا دیا اور یوں اُن خبیث قریشی مومنین کو چھپا دیا جو اصل میں مخاطب تھے۔اب ہمیں مودودی کو اور اُن کی،اللہ ورسولؐ سے زیادہ پیاری،قوم کو خود مودودی کے ہاتھوں گرفتار کرنا اور حقیقت حال کو آپ کے سامنے لانا ہے۔اور یہ کام کرنے کے لئے چند اقدامات کرنا پڑیں گے اس لئے کہ نہ مودودی کو رنگے ہاتھوں (Red Handed) پکڑنا آسان ہے،نہ قریش کو۔یہ دونوں ابلیس کی پناہ میں رہتے ہیں اور مکر کے سیکڑوں پردے لٹکائے رکھتے ہیں۔لہٰذا زیر بحث آیات (45 تا 8/49) ہی کے سلسلے میں صرف دو آیات پہلے سے یعنی آیات (8/43-44) پڑھیں اور مودودی کا وہ ترجمہ دیکھیں جو قریشی علما کی قلبی حالت اور مودودی کی غلط ترجمانی سامنے لے آتا ہے۔

پہلا قدم قریشی مومنین کی قلبی حالت اور مودودی کی بددیانت ترجمانی۔

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ O وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ O (8/43-44)

مودودی ترجمہ: ''اور یاد کرو وہ وقت جب کہ اے نبیؐ،خدا اُن کو تمہارے خواب میں تھوڑا دکھا رہا تھا۔اور اگر کہیں وہ تمہیں اُن کی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم لوگ ہمت ہار جاتے (لَفَشِلْتُمْ) اور لڑائی کے معاملہ میں جھگڑا شروع کر دیتے لیکن اللہ ہی نے تمہیں اس سے بچایا،یقیناً وہ سینوں کا حال تک جانتا ہے۔اور یاد کرو جب کہ مقابلے کے وقت خدا نے تم لوگوں کی نگاہوں میں دشمنوں کو تھوڑا دکھایا اور اُن

Presented by Ziaraat.Com

کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے پیش کیا، تا کہ جو بات ہونی تھی اُسے اللہ ظہور میں لے آئے، اور آخر کار سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں''۔(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 147-148)

اس ترجمہ اور آیات میں سب سے پہلے یہ نوٹ کرلیں کہ جو مومنین مخاطب ہیں اُن کے دلوں میں وہ جذبات وتصورات پوشیدہ تھے جن سے جنگ میں شکست ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اللہ نے اُن مومنین کو دھوکا دے کر جنگ میں مصروف رکھنے اور میدان جنگ سے فرار کرنے سے روکنے کے لئے دشمنوں کی تعداد کو بہت کم کر کے دکھایا یعنی اُن کی نظروں کو فریب میں ڈال دیا۔ اگر اللہ ایسا نہ کرتا تو وہ مخاطب مومنین ہمت ہار دیتے یعنی جنگ نہ کرتے۔ یعنی تمام مومنین کی فوجی قوت کمزور ہو جاتی اور جو ہمت نہ ہارتے وہ تھوڑے ہونے کی بنا پر شکست کھا جاتے۔ اور واقعی ہوا اُکھڑ جاتی۔ لہٰذا اللہ نے اُن خبیث مومنین کو فریب دے کر ہمت ہارنے کے بہانے سے باز رکھا۔ اور دوسرا رخ یہ بتایا کہ پوری تعداد دیکھ کر وہ لڑائی کے معاملہ میں باقی مسلمانوں سے جھگڑا شروع کر دیتے۔ یعنی ہمت نہ ہارنے والے مومنین کو بھی جہاد سے روکتے اور جنگ آپس ہی میں ہو جاتی۔ یوں حقیقی مومنین اور اسلام کو شکست ہو جاتی۔ اور اسلام کا آئندہ کاروبار وقیادت اُس مومن گروہ کے ہاتھ میں آجاتی جو اسلام کی شکست چاہتا اور رسولؐ کا دشمن تھا اور وہ مومنین جو رسوؐل کے دشمن تھے قرآن (25/31) کی رُو سے رسوؐل کی قوم قریش کے لوگ تھے۔ علامہ کے اس ترجمہ سے معلوم ہو گیا کہ انہوں نے آیت (8/46) کا ترجمہ غلط کیا تھا جسے یوں ہونا چاہئے تھا کہ: وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔

<u>نیا مودودی ترجمہ</u>۔ ''اور لڑائی کے معاملے میں جھگڑا نہ کرنا ورنہ تم ہمت ہار بیٹھو گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی''۔

یعنی گو دو آیات پہلے اللہ نے دشمنوں کی تعداد کم دکھا کر اُن خبیث مومنوں کے لڑائی کے سلسلے میں جھگڑا کرنے اور ہمت نہ ہارنے کا انتظام کر دیا مگر پھر بھی اُن کو تاکید کرنا پڑی کہ اب کوئی بہانہ بنا کر جھگڑا نہ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کے دلوں میں بہر حال لڑائی کو ہرانے کی اسکیم موجود تھی۔ اور اُنہیں مادی طور پر آزمایا جا چکا تھا اور وہ تنازعہ کرنے اور مسلمانوں کو ہرانے اور دشمنوں کو فتح دلانے کی کوششیں کرنے کا عزم صمیم دلوں میں رکھتے تھے۔ دیکھئے اگلا عنوان:

<u>دوسرا قدم۔ تنازع کرنے اور جنگ ہرانے والے قریشی مسلمان تھے وہ جنگی قیادت اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے تھے خواہ رسوؐل کو قتل کرا کے ہی قیادت مل سکے؟</u>

یہاں ہم قارئین سے اپیل کریں گے کہ وہ مودودی کی تفہیم القرآن جلد اول کے صفحات (294 تا 296) پر سورہ آل عمران کی آیات (154 تا 152/3) کا ترجمہ پڑھیں اور دیکھیں کہ وہاں مودودی نے لفظ '' اَلْاَمْـر '' کا ترجمہ ''قیادت کے اختیارات'' بھی کیا ہے اور اسی لفظ '' اَلْاَمْـر'' کا ترجمہ ''کام'' بھی کیا ہے۔ اور ابھی ابھی گزرے ہوئے ترجمہ میں لفظ ''فِی الْاَمْـر'' کا ترجمہ ''لڑائی کے معاملے میں'' کیا ہے (8/43)(صفحہ 147 جلد2) لہٰذا اَلْاَمْـر کے ان تراجم کو مدنظر رکھ کر ہم مذکورہ بالا آیات کا مودودی ترجمہ پیش کرتے ہیں تا کہ زیر بحث آیت (8/46) کا مدعا اور اُن خبیث مومنین کا مشن اور منصوبہ واضح ہو جائے۔ سنئے:

<u>(1) قریشی مومنین محض دنیاداری اور لوٹ مار کے لئے جہاد میں شرکت کرتے تھے، رسولؐ کی حکومت وقیادت پر قبضہ چاہتے تھے۔ رسولؐ کے قتل کے خواہاں تھے۔ مودودی کا منتخب اور مختار ترجمہ۔</u>

''اللہ نے (تائید ونصرت کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اُس نے پورا کر دیا۔ ابتدا میں اُس کے حکم سے تم ہی اُن کو قتل کر رہے تھے۔ مگر جب

Presented by Ziaraat.Com

تم نے کمزوری دکھائی (اِذَافَشِلْتُمْ) اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا، (وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ) اور جونہی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مالِ غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی (عَصَیْتُمْ۔ نافرمانی۔ احسن) کر بیٹھے۔ اس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے (مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا) اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے (وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ) تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلہ میں پسپا کر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔ اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں معاف ہی کر دیا کیونکہ مومنوں پر اللہ بڑی نظرِ عنایت رکھتا ہے۔ یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے۔ کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمہیں نہ تھا اور رسوؐل تمہارے پیچھے تم کو پکار رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر ایک دوسرا گروہ جس کے لئے ساری اہمیت بس اپنے مفاد ہی کی تھی۔ اللہ کے متعلق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگا جو سراسر خلافِ حق تھے۔ یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ "اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے"؟ ان سے کہو "(کسی کا کوئی حصہ نہیں) اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں"۔ دراصل وہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اُسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ "اگر (قیادت) کے اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے" ان سے کہہ دو کہ "اگر تم گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے"۔ اور یہ جو معاملہ پیش آیا، یہ تو اس لئے تھا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں پوشیدہ ہے اللہ اُسے آزما لے اور جو کھوٹ تمہارے دلوں میں ہے اُسے چھانٹ دے، اللہ دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔ تم میں سے جو لوگ مقابلہ کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے اُن کی اس لغزش کا سبب یہ تھا کہ ان کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے اُن کے قدم ڈگمگا دیے تھے۔ اللہ نے انہیں معاف کر دیا، اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بُردبار ہے"۔ (آلِ عمران 155 تا 3/152)

اِن آیات میں زیرِ بحث مومنین کی پالیسی اور اُن کا قلبی پوشیدہ منصوبہ اور عقائد بھی معلوم ہو گئے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مودودی بھی انہیں دنیا و دولت اور لوٹ مار کا دلدادہ مانتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ مودودی والے مومنین تھے۔ منافق نہ تھے۔ اس لئے کہ مودودی نے اپنی تشریحات (109,110,111,112) میں اُن لوگوں کی حمایت کی ہے۔ ساتھ ہی لفظ "تَنَازَعُوْا" اور "تَنَازَعْتُمْ" کے صحیح معنی کی طرف مودودی نے اشارہ بھی کر دیا یعنی تَنَازَعْتُمْ کے معنی "اختلاف کرنا" لکھ دیئے (3/152 جلد اول صفحہ 294) لیکن پہلے تَنَازَعُوْا کے معنی صرف "جھگڑنا" کئے تھے (8/46 زیرِ بحث آیت) جو اس لئے بھی غلط ہیں کہ لفظ "جھگڑنے" کے لئے عربی میں لفظ "جَدَل" آتا ہے۔ مودودی ہی سے سنئے:

تَنَازَعُوْا کے وہ معنی کر دیئے جو تُجَادِلُ کے معنی ہیں۔

اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ؟ "کیا تم مجھ سے اُن ناموں پر جھگڑتے ہو؟" (اعراف 7/71 تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 46)

تَنَازَعُوْا کے وہ معنی جو مودودی کے خلاف ہیں۔

فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ "یہ سن کر اُن کے درمیان اختلافِ رائے ہو گیا" (طٰہٰ 20/62 تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 102)

معلوم ہوا کہ اللہ نے سورہ انفال کی آیت (8/46) میں کم از کم یہ فرمایا تھا کہ: وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ۔

"اور تم جہاد کے مسئلہ میں اختلافِ رائے نہ کرنا چنانچہ اس اختلاف سے ہمتیں پست ہو جائیں گی اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی"

اب ہم یہ بھی عرض کر دیں کہ لفظ "تَنَازَعُوْا" کے معنی "اختلافِ رائے" بھی غلط ہیں مگر قریب قریب بطور اشارہ اُنہیں تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ غلط ہونا

Presented by Ziaraat.Com

صاف ظاہر ہے کہ لفظ ''اختلاف'' خود عربی زبان کا لفظ ہے اور قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے (بقرہ 2/164، عمران 3/190، نساء 4/82 وغیرہ) اور لفظ ''رائے'' عربی لفظ ہے۔ اور عربی کے کسی ایک لفظ کے معنی ایسے ہرگز نہیں ہوسکتے جو عربی کے دو مختلف مصدروں سے بنتے یا نکلتے ہوں۔ لہٰذا معلوم ہونا چاہئے کہ لفظ '' تَنَازَعُوْا '' کا مادہ ن۔ ز۔ ع۔ ہے اور اس سے مصدر ''نَزْعٌ'' بنتا ہے اور اُس کے بنیادی معنی جو اس سے بننے والے ہر لفظ میں موجود ہوتے ہیں۔ وہ ہیں ''نکلنا اور نکالنا'' (دیکھو قرآن اعراف۔ 7/108، شعرا 26/33، قصص 28/75 وغیرہ) اور تمام ہی قارئین ''نزع'' کے وقت وحالت کو جانتے ہیں: ؎ وقتِ نزع آ کے بالیں پر مری اور بھی اُلجھن میں اُلجھن ڈالدی۔ یعنی جسم سے رُوح کے نکالنے یا نکلنے کا وقت۔

لہٰذا یہ وہ مومنین تھے جو بات بات میں حقیقی مومنین سے باہر نکل جانے اور اپنا الگ مرکز بنانے کے بہانے ڈھونڈتے رہتے تھے۔ اُن سے کہا گیا کہ تم نہ تو ہمت ہارنا اور نہ فوج سے نکلنا''۔

معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو اِن آیات (انفال 49-8/43) میں مذکور ہیں رسوؐل کی قوم کے تمام لوگ ہیں۔ جو طاغوتی مرکز کے ماتحت رہ کر اسلام پر عمل کرتے تھے (نساء 4/60) اور فرقان (31-25/30)

<u>پانچویں نظر۔ شیطان کا قریش سے کھلا دُوبدو رابطہ، اُس کا قریشی مرکز کو ہدایات دینا اور شکست سے پہلے مطلع کر دینا اور اللہ سے ڈرنا۔</u>

اب سورہ انفال کی آیات (49-8/43) میں سے آیت (8/48) پر نظر ڈالیں اور مودودی کا ترجمہ پھر سامنے لائیں وہ مانتے ہیں اور کوئی چار سو بیس نہیں کرتے۔ قارئین غور سے پڑھیں اور سوچیں۔

<u>مودودی ترجمہ</u>: ''ذرا خیال کرو اُس وقت کا جب کہ شیطان نے اُن لوگوں کے کرتوت اُن کی نگاہوں میں خوش نما بنا کر دکھائے تھے اور اُن سے کہا تھا کہ ''آج کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور یہ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں'' مگر جب دونوں گروہوں (الْفِئَتٰنِ) کا آمنا سامنا ہوا تو وہ اُلٹے پاؤں پھر گیا۔ اور کہنے لگا کہ ''اِنِّی بَرِیٓءٌ مِّنْکُمْ '' میرا تمہارا ساتھ نہیں ہے، میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم لوگ نہیں دیکھتے، مجھے خدا سے ڈر لگتا ہے اور خدا بڑی سخت سزا دینے والا ہے''

سب سے پہلی بات جو قابل تعجب ہے یہ ہے کہ مودودی نے اس آیت پر کوئی تشریحی نوٹ نہیں لکھا۔ یعنی یہ بھی نہ کہا کہ شیطان کا مذکورہ بالا عملدر آمد خیالی یا نظری ہے اور سچ مچ شیطان قریش کے ساتھ مادی و محسوس رابطہ نہ رکھتا تھا۔ بلکہ اُن کے دلوں میں خیالات کا القاء کرتا تھا جسے اللہ نے اِن الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔ اُن کا خاموش گزر جانا ایک دُلہن والی رضامندی سے تو کم نہیں ہوسکتا۔ بہر حال قارئین اللہ کی بات پر یقین کر کے من وعن مان لیں کہ قریش شیطان کی ایسی پسندیدہ قوم تھی کہ اُس نے قریش کے پڑوس (جَارٌ) میں اور اُن کے ساتھ ساتھ رہنا طے کر رکھا تھا۔ یعنی وہ قریشی مرکز یا طاغوت کا سب سے بڑا راہنما تھا۔ انہیں اپنی زیارت اور ہدایات سے سرفراز کرتا تھا۔ اور قبل از وقت انہیں حالات اور اُفتاد پر مطلع کرتا تھا۔ اور جب وہ خود بھی اللہ سے ڈرتا تھا تو ظاہر ہے کہ اُس کے پیرو بھی اللہ سے ڈرتے تھے۔ اور وہ بھی اللہ کے خلاف سرکشی نہ کرتے تھے محض انبیاؑ کو اپنے ایسا بشر سمجھنے کی بنا پر اُن کی سو فیصد اطاعت نہ کرتے تھے۔ قارئین نوٹ کریں کہ شیطان کا دنیا کی کسی قوم سے ایسا ربط وضبط ورابطہ نہ تھا جیسا کہ قریش سے تھا۔ یہی سبب ہے کہ اکثر مقامات پر قرآن میں قریشی مرکز یعنی عمر کو شیطان ہی کہا گیا ہے (فرقان 25/29)

Presented by Ziaraat.Com

چھٹی یا آخری نظر۔ قریشی مومنین کا منافقوں سے تعلق اور اُن کی زیرِ تربیت رہنے والے عام مومنین کا حال اور حقیقی مومنین کا فرق۔

آخر میں آخری آیت (8/49) پر نظر ڈالیں یہاں آپ کو تین قسم کے مومنین ایک ہی جگہ ملتے ہیں۔فرمایا گیا کہ:

اِذۡ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ غَرَّ ہٰۤؤُلَآءِ دِیۡنُہُمۡ (8/49)

مودودی ترجمہ۔ ''جب کہ منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں کو روگ لگا ہوا ہے، کہہ رہے تھے کہ ''اِن لوگوں کو تو اِن کے دین نے خبط میں مبتلا کر رکھا ہے'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 150)

یہاں صاف الفاظ میں تین قسم کے لوگ موجود ہیں۔1۔منافقین اور۔2۔دلوں میں کوئی مرض رکھنے والے اور۔3۔حقیقی مومنین۔ منافقین اور دلوں کے مریض ہم خیال وہم مسلک لوگ ہیں۔مگر حقیقی مومنین اُن سے مختلف ومتضاد لوگ ہیں کہ اول الذکر دونوں قسم کے لوگ انہیں دین کا خبطی قرار دیتے ہیں۔یا دین کے دھوکے میں مبتلا سمجھتے ہیں۔یعنی اُن دونوں پر دین کی حقیقت واضح ہے مگر حقیقی مومنین دین کے فریب میں مبتلا ہو گئے ہیں۔مودودی کی تشریح سن لیں پھر ہم باقی باتیں کریں گے۔

(1) مودودی کی تشریح دل کے مریضوں کی خاموش طرفداری۔

''۳۹؎ یعنی مدینہ کے منافقین اور وہ سب لوگ جو دنیا پرستی اور خدا سے غفلت کے مرض میں گرفتار تھے، یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر بے سروسامان جماعت قریش جیسی زبردست طاقت سے ٹکرانے کے لئے جارہی ہے، آپس میں کہتے تھے کہ یہ لوگ اپنے دینی جوش میں دیوانے ہو گئے ہیں، اس معرکے میں ان کی تباہی یقینی ہے، مگر اس نبی نے کچھ ایسا افسوں اُن پر پھونک رکھا ہے کہ اِن کی عقل خبط ہو گئی ہے۔اور آنکھوں دیکھے یہ موت کے منہ میں چلے جارہے ہیں'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 150)

اُس ترجمہ اور اس تشریح کو سامنے رکھ کر اس سورہ انفال کی ابتدائی آیات (8 تا 8/5) پڑھ کر مومنین کے ایک فرقے کا حال ملاحظہ کرلیں۔

مومنین کا ایک خاص فرقہ جو اس جنگ بدر کے لئے نکلنے پر خفا ہوا اور رسولؐ سے جھگڑا کیا، اس کے احساسات؟

مودودی صاحب ترجمہ کرتے ہیں کہ۔

کَمَاۤ اَخۡرَجَکَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَیۡتِکَ بِالۡحَقِّ وَ اِنَّ فَرِیۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لَکٰرِہُوۡنَ O یُجَادِلُوۡنَکَ فِی الۡحَقِّ بَعۡدَ مَا تَبَیَّنَ کَاَنَّمَا یُسَاقُوۡنَ اِلَی الۡمَوۡتِ وَ ہُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ O وَ اِذۡ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحۡدَی الطَّآئِفَتَیۡنِ اَنَّہَا لَکُمۡ وَ تَوَدُّوۡنَ اَنَّ غَیۡرَ ذَاتِ الشَّوۡکَۃِ تَکُوۡنُ لَکُمۡ وَ یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّحِقَّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَ یَقۡطَعَ دَابِرَ الۡکٰفِرِیۡنَ O لِیُحِقَّ الۡحَقَّ وَ یُبۡطِلَ الۡبَاطِلَ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ O

''(اس مال غنیمت کے معاملے میں بھی ویسی ہی صورت پیش آرہی ہے جیسی اُس وقت پیش آئی تھی جب کہ) تیرا رب تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا تھا اور مومنوں میں سے ایک گروہ (فریق ۔احسن) کو یہ سخت ناگوار تھا۔وہ اُس حق کے معاملہ میں تجھ سے جھگڑ رہے تھے دراں حالے کہ وہ صاف صاف نمایاں ہو چکا تھا۔اُن کا حال یہ تھا کہ گویا وہ آنکھوں دیکھے موت کی طرف ہانکے جارہے ہیں۔یاد کرو وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمہیں مل جائے گا۔تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ تمہیں ملے۔مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تا کہ حق حق ہو کر رہے اور باطل باطل ہو کر رہ جائے خواہ مجرموں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو'' (انفال 8-8/5 تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 130 تا 132)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی کی تشریح رسوؐل سے جھگڑنے والے فرقہ کی حالت؟

اِن آیات (8/5-8) پر تشریح سے بھی فارغ ہو لیں تاکہ نتائج اخذ کرنے میں سہولت اور وسعت حاصل ہو جائے۔ سنئے۔

’’۴؎ یعنی جس طرح اُس وقت یہ لوگ خطرے کا سامنا کرنے سے گھبرا رہے تھے۔ حالانکہ حق کا مطالبہ اُس وقت بھی یہی تھا کہ خطرے کے منہ میں چلے جائیں، اُسی طرح آج اُنہیں مالِ غنیمت ہاتھ سے چھوڑنا ناگوار ہو رہا ہے، حالانکہ حق کا مطالبہ یہی ہے کہ وہ اُسے چھوڑیں اور حکم کا انتظار کریں‘‘(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 131)

حقیقی مومنین اور قریشی مومنین کو مع شناخت الگ الگ کرلیں۔

قارئین نوٹ کرلیں کہ حقیقی مومنین اطاعتِ خدا اور رسوؐل میں اور اسلام کے فروغ کے لئے اِس حد تک سرفروشانہ اقدامات کرتے تھے کہ قریشی مومنین اور قریشی قسم کے مومنین اُنہیں خبطی اور دیوانہ اور ناعاقبت اندیش کہتے تھے۔ یہ حقیقت قرآن سے اور قریشی لیڈروں کے اور قریشی علما کے بیانات سے ثابت ہو جانے کے بعد یہ طے کرلینا سو فیصد صحیح اور عدل وانصاف اور عقلی تقاضوں کے مطابق ہے کہ قرآن میں کہیں بھی نہ حقیقی مومنین کی مذمت ہوئی ہے نہ ہونا چاہئے تھی۔ لہٰذا مذمت صرف قریشی مومنین کی اور قریش کے تیار کئے ہوئے مومنین کی اور قریش کے زیرِ تربیت مومنین کی ہوتی رہی ہے۔ اور ہونا چاہئے تھی۔ چنانچہ زیرِ قلم (8/49، 8-8/5) اور اُن کی مودودی تشریحات سے بار بار معلوم ہوا کہ قریشی لیڈر اور مومنین رسولؐ اللہ سے بے تکلفانہ بحث ومباحثہ اور جھگڑا کرتے رہتے تھے۔ اور علامہ شبلی کا بیان، الفاروق حصہ اول صفحہ 103) ثابت کرتا ہے کہ قریش کا جو لیڈر آنحضرتؐ کو تنگ پکڑا کرتا تھا اور بحث ومباحثہ میں سب سے جری تھا وہ عمر تھا۔ لہٰذا اُن آیات وبیانات میں عمر کا تعین ہو گیا اور مان لیا گیا کہ یہ شخص اور اُس کی لیڈر پارٹی حق کے قطعاً واضح ہو جانے کے باوجود اپنا قومی نظریہ منوانے کے لئے ہر جھگڑا جاری رکھتی تھی۔ اپنی جان ومال کو احکاماتِ خدا اور رسولؐ سے عزیز تر سمجھتی تھی۔ اللہ کے وعدوں کی تاویل کر کے اُنہیں ناقابل اعتماد بنا لیتی تھی۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا تھا کہ وہ خود ایک مستقل فرقہ یا فریق تھی۔ جس کا حقیقی مومنین سے کوئی عقیدہ مشترک نہ تھا۔ اور اُن سب کا مجرم ہونا اور رسولؐ کے خلاف رہنا بھی ثابت ہو گیا۔ (8/8) اور (25/31) اُن سب کا دُنیا پرست ہونا اور مال ودولت کے لئے ہر کمینہ حرکت اور نافرمانی کر گزرنا بھی ثابت ہو گیا ہے۔

(5) قریش کے مسلمان لیڈروں کی شناخت وہ خفیہ منصوبہ ہے جس میں اسلام کے نام پر قومی حکومت بنانا اور اسی لئے اسلام لانا طے کیا گیا تھا۔

قرآن میں جہاں کہیں بھی مسلمانوں کو اُن کے سینوں میں یا قلوب میں کسی چیز کو چھپانے کا طعنہ دیا گیا ہے وہاں ہر جگہ قریش کا قومی منصوبہ ملحوظ ہوتا ہے۔ چونکہ قریشی صحابہ یا لیڈر اپنے اس منصوبے کو کبھی کھل کر ظاہر نہ کرتے تھے۔ اور اسلام کے ماتحت جو کچھ کہتے یا کرتے تھے اپنی ہر بات اور ہر عمل میں اُسے ملحوظ رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ ورسوؐل بھی اُن کو مخاطب کرتے ہوئے ہمیشہ اُن کو یہ محسوس کراتے رہتے تھے کہ ہم تمہارے قلبی حالات پر مطلع ہیں تم ہمیں فریب نہیں دے سکتے ہو۔ دونوں طرف سے یہ اندازِ گفتگو اور عملدرآمد قرآن میں بار بار سامنے آتا ہے۔ اور ہم نے بھی اُس منصوبے کو بلا اُکتائے بار بار اور طرح طرح اپنی تصنیفات میں واضح کیا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم فریقین (اللہ ورسولؐ اور قریشی لیڈروں) کے اس طرزِ گفتگو کو قرآن سے دکھائیں پہلے قریشی تاریخ سے اُس منصوبے کو اور منصوبہ ساز کو مختصراً سامنے لے آئیں۔

اول۔ رسوؐل کی قائم کردہ حکومت کو خاندان رسوؐل سے نکالنا اور قریشی لیڈروں پر مشتمل حکومت بنانا۔

اس سلسلے میں پوری تفصیلات آپ علامہ شبلی کی کتاب الفاروق حصہ اول صفحہ 103 پر اور تاریخ طبری جلد دوم اور حصہ سوم صفحہ 279 تا 283 پر

Presented by Ziaraat.Com

ملاحظہ فرمائیں۔ہم الفاروق سے صرف وہ بیان لکھے دیتے ہیں جو خلیفہ دوم عمر بن الخطاب نے عبداللہ بن عباس کے سامنے دیا تھا۔تا کہ آئندہ بات یا اشارہ سمجھنے میں دِقت نہ ہو۔علامہ شبلی نقل کرتے ہیں کہ:

قریش کا وہ منصوبہ جسے پروان چڑھانے کے لئے اسلام اختیار کیا تھا۔

عبداللہ بن عباس:''میں نہیں جانتا''۔

حضرت عمر:''لیکن میں جانتا ہوں،تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہ کرتی تھی''۔

عبداللہ بن عباس:''کیوں؟''۔

حضرت عمر:''وہ نہیں پسند کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آجائیں۔شاید تم یہ کہو گے کہ حضرت ابوبکر نے تم کو خلافت سے محروم کردیا۔لیکن خدا کی قسم یہ بات نہیں ابوبکر نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہیں ہوسکتی۔اگر وہ تم کو خلافت دیتا بھی تو ایسا کرنا تمہارے حق میں کچھ مفید نہ ہوتا''۔(الفاروق حصہ اول صفحہ 103)

قریشی منصوبہ عمر کے اعلان تک برابر دلوں میں پوشیدہ راز رہا۔

اس مکالمہ کو نقل کرنے سے پہلے علامہ شبلی نے بات یوں شروع کی ہے کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش کسی طرح اُن کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے۔علامہ طبری نے اس معاملہ کے متعلق حضرت عمر کے خیالات مکالمہ کی صورت میں نقل کئے ہیں۔اُن کو اس موقع پر اس لئے درج کرتے ہیں کہ اس سے حضرت عمر کے خیالات کا راز سربستہ معلوم ہوگا''(ایضاً صفحہ 103)

یہ ہے وہ منصوبہ اور بنیاد جس کی وجہ سے قریش نے اسلام اختیار کیا۔اس لئے کہ اسلام اختیار کئے بغیر نہ وہ قرآنی تعلیمات کا رُخ اپنی طرف موڑ سکتے تھے نہ اپنی قوم اور دیگر مسلمانوں میں اعتماد حاصل کرسکتے تھے۔اور نہ جمہوری یا قومی حکومت اور شخصی و نسلی حکومتوں کے فوائد اور نقصانات کو مسلمانوں کے سامنے رکھ کر منوا سکتے تھے۔یعنی اسلام کے نام پر جو کچھ بھی اُنہوں نے کیا وہ صرف اور صرف حکومت مرتضوی کو قومی حکومت میں تبدیل کرنے کے لئے کیا تھا اور نہ وہ ایک منٹ کے لئے بھی حقیقی مسلمان نہ ہوئے تھے۔

دوم۔اللہ نے اس منصوبے کی طرف کہاں کہاں اور کس طرح توجہ دلائی؟

اب ہم قرآن کریم سے بطور مثال چند وہ مقامات دکھاتے ہیں جہاں اللہ نے قریشی صحابہ کو اُن کے قلب میں پوشیدہ اِس منصوبے پر اشارہ یا طنز کیا ہے۔اختصار کی غرض سے ہم ممکن ہے کہ پوری آیت یا آیات نہ لکھیں لیکن آپ حوالہ کے مطابق قرآن میں وہ آیت یا آیات ضرور دیکھیں اور پورے مضمون سے واقفیت حاصل کریں۔اور بات وہاں سے شروع کریں جہاں خود مودودی نے اس منصوبے کو تسلیم کیا ہے۔

(1) حکمرانی اور قیادت کا منصوبہ دل میں پوشیدہ ہے۔

چنانچہ اللہ نے فرمایا تھا کہ:

يُخۡفُوۡنَ فِىۡٓ اَنۡفُسِهِمۡ مَّا لَا يُبۡدُوۡنَ لَـكَ يَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ كَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَىۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا هٰهُنَا ....(آل عمران 3/154)

مودودی ترجمہ: ''دراصل یہ(مومنین۔احسن)لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اُسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔اِن کا اصل مطلب یہ

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ: ''اگر قیادت کے اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 296)

یہاں یہ نوٹ کر کے آگے بڑھیں کہ قریشی منصوبہ، بقول مودودی بھی، قیادت اسلامی پر قبضہ حاصل کرنے کا تھا۔اور یہ کہ یہ منصوبہ قریشی لیڈروں یا قریشی صحابہ کے علاوہ سب سے مخفی، پوشیدہ اور راز میں رکھنا ضروری تھا۔مگر اللہ ورسوؐل اور رسوؐل کے بعد کا جانشین حضرت علی علیہم السلام اس منصوبہ سے واقف تھے۔

(2) اللہ نے اس منصوبے کے ماتحت قریش کو آزمائش میں ڈالا اور ان کے قلب سے باہر نکال کر ظاہر کیا۔

اور قریش کو اس منصوبہ پر آزمانے اور اس راز کو کھول دینے کے لئے یہ فرمادیا تھا کہ:

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (آل عمران 3/154)

مودودی کا طرفدارانہ ترجمہ قریش کی صفائی۔

''اور یہ معاملہ جو پیش آیا، یہ اس لئے تھا کہ (یہ قرآن میں نہیں بلکہ مودودی کا اضافہ ہے۔احسنؔ) جو کچھ (جو کچھ نہیں بلکہ قیادت کا منصوبہ۔احسنؔ) تمہارے سینوں میں پوشیدہ ہے اللہ اُسے آزمالے اور جو کھوٹ تمہارے دلوں میں ہے اُسے چھانٹ دے، اللہ دلوں کا حال خوب جانتا ہے''۔(ایضاً صفحہ 296-297)

مودودی نے جانبداری کر کے اُن کا صحابہ رسوؐل ہونا ثابت کر دیا۔

اِس ترجمہ پر مودودی نے کوئی تشریحی نوٹ یا حاشیہ نہیں لکھا۔مگر پہلا جملہ اپنی طرف سے بڑھا کر اور ترجمہ میں لفظ کھوٹ بڑھا کر پھر اُس کا ترجمہ ''کھوٹ چھانٹنا'' کر کے زیر بحث مومنین کا جرم ہلکا اور اتفاقیہ بنا کر آخر کار انہیں پاک دل مومن بنا دیا۔اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ترجمہ میں علامہ بددیانتی اُسی وقت کرتے ہیں۔جب قریشی صحابہ خطرے میں ہوں لہٰذا ثابت ہوگیا کہ یہاں قریشی صحابہ کے دلوں میں قیادت وحکمرانی کا منصوبہ تھا۔جس کے ماتحت اُنہوں نے فرار کیا اور رسوؐل کو دشمنوں کے نرغہ میں قتل ہوجانے کے لئے چھوڑ گئے تاکہ بعد میں مسلمانوں کی قیادت سنبھال لیں (3/153)۔

اب ہم جلدی جلدی قدم بڑھا کر چلیں گے اور تشریح وتوضیح خود قارئین اور آیات اور مودودی کے ترجمہ پر چھوڑتے جائیں گے حتیٰ کہ کہیں رُکنا اشد ضروری نہ ہوجائے۔اسی سورہ (آل عمرانؑ) میں پہلے فرمایا تھا کہ:

(3) قریش کا بغض وعناد چہروں سے ظاہر اور دلوں میں بڑا خطرناک منصوبہ پوشیدہ۔

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ O....(آل عمران 119-3/118)

مودودی سے پورا ترجمہ سنئے:

''تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے۔اِنکے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے۔اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو تو (ان سے تعلق رکھنے میں احتیاط برتو گے۔) تم اِن سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو (آیت میں کتب نہیں بلکہ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ آیا ہے۔احسنؔ) جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی (تمہارے رسوؐل اور تمہاری کتاب

Presented by Ziaraat.Com

کو) مان لیا ہے، مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف اُن کے غیظ وغضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی اُنگلیاں چبانے لگتے ہیں"
(ترجمہ 3/119 کا ہے)(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 283-282)

(4) ان لوگوں کا بھی قریشی صحابہ اور قریشی مومنین ہونا ثابت ہوگیا۔

چونکہ علامہ نے یہاں آیت میں نازل شدہ لفظ "کتاب" کو "آسمانی کتابیں" بنا کر بددیانتی کی ہے۔ لہٰذا یقیناً یہ تمام لوگ قریشی صحابہ اور مومنین تھے۔ ورنہ ترجمہ میں بددیانتی کی مودودی کو ضرورت نہ پڑتی۔ اللہ نے یہ فرمایا تھا کہ:
"تم ساری کتاب یعنی پورے قرآن پر ایمان رکھتے ہو" (وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ) یعنی یہ زیر بحث لوگ پورے قرآن پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ صرف آمَنَا کہتے تھے۔ مگر مودودی نے یہاں بھی اپنی طرف سے "تمہارے رسولؐ اور تمہاری کتاب" خود ہی بڑھا دیا ہے۔ اور غلط ترجمانی کر کے اُن ملاعین کے قریش ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہنے دیا ہے۔

(5) حقیقی و ازلی مومنین، علیؑ اور گیارہ آئمہؑ کو اپنے اولیا یعنی حکمران نہ بنانے کا منصوبہ دل میں تھا۔

پہلے یہ نوٹ کرلیں کہ محمدؐ اور علیؑ اور گیارہ آئمہ خود مجسمۂ ایمان تھے۔ اور جب مادی ظہور فرمایا تو اُنؑ کے دلوں میں اللہ نے مکمل ایمان بھر دیا تھا اور اُن کی خدمت کے لئے اپنی ایک خاص روح ساتھ کردی تھی (سورہ مجادلہ 58/22) اس سورہ کا نام ہی "جھگڑا کرنے والی جماعت" ہے۔ اسے پڑھنے کے بعد بھی قریشی صحابہ نے جو کچھ طے کر رکھا تھا وہ مودودی کے ترجمہ میں پڑھئے:

"مومنین اہل ایمان (المومنین۔احسن) کو چھوڑ کر کافروں (حقائق قرآن چھپانے والوں۔احسن) کو اپنا رفیق اور دوست (اولیا حکمران۔احسن) ہرگز نہ بنائیں۔ جو ایسا کرے گا اُس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں یہ معاف ہے کہ تم اُن کے ظلم سے بچنے کے لئے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کر جاؤ۔ مگر (پھر بھی۔احسن) اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور تمہیں اللہ ہی کی طرف پلٹ کرآنا ہے اَے نبیؐ لوگوں کو خبردار کردو کہ "تمہارے دلوں میں جو کچھ (اولیا بنانے کا منصوبہ۔احسن) ہے، اُسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ بہرحال اُسے جانتا ہے، (تمہارا منصوبہ ہی نہیں بلکہ۔احسن) زمین وآسمان کی کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اور اُس کا اقتدار ہر چیز پر حاوی ہے۔ وہ دن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے کئے کا پھل حاضر پائے گا۔" (آل عمران 30-3/28)

(6) قریش محمدؐ و علیؑ اور اُن کے گیارہ جانشین اماموں کو اپنے اولیا یا حکمران بنانے کے بجائے اللہ ورسولؐ کے دشمنوں کو اپنا اولیا بناتے اور اُن کا احترام کرتے رہے۔

حوالہ نمبر 5 میں آپ نے دیکھ بھی لیا ہے اور ہم نے عرض بھی کردیا ہے کہ گو مودودی نے لفظ "کفر" کے "اصلی معنی چھپانا" مان لئے (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129) مگر وہ سارے قرآن میں اپنے تسلیم کردہ اصلی معنی استعمال نہ کرسکے اس لئے کہ اس طرح قریش کا زیر بحث "سربستہ راز" کھل جاتا۔ اور لوگوں کو معلوم ہوجاتا کہ قرآن نے قریش کو بھی کافر یعنی حق کو چھپانے والے ثابت کیا ہے۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اب ہم یہ بریکٹ بازی نہ کریں گے بلکہ مودودی کا ترجمہ لکھتے ہوئے اُن کے الفاظ کا صحیح ترجمہ لکھ دیں گے جن کا ترجمہ مودودی صاحب بدلنے کے عادی رہے ہیں۔ لہٰذا جب آپ ہمارے لکھے ہوئے ترجمہ کو مودودی کی تفہیم میں لکھے ہوئے ترجمہ سے مقابلہ کر کے کوئی لفظ اُن کے لفظ کے خلاف پائیں تو سمجھ لیں کہ ہم نے غلط معنی کو صحیح کر کے لکھا ہے۔ اور تحقیق کرنے سے معلوم ہوجائے گا کہ ہمارا لکھا ہوا صحیح ترجمہ ہے۔ یہ واضح رہے کہ ہم ہر

Presented by Ziaraat.Com

طرح اور ہر جگہ یہ اصلاح نہ کریں گے ورنہ اُن کا سارا ترجمہ ہی بدل جائے گا۔اس لئے کہ ماشاءاللہ وہ ترجمہ صحیح کرتے ہی نہیں تھے۔بہرحال ہم اُن کی غلطیاں وہاں درست کریں گے جہاں غلطی برداشت کرنے سے اللہ کا منشا و مقصد تباہ ہوتا ہو۔ورنہ ہم لفظ بلفظ اُن کا ترجمہ لکھتے اور برداشت کرتے چلیں گے۔

مودودی کا ترجمہ پڑھ کر عنوان نمبر 6 کی تصدیق کیجئے۔

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنے حکمران نہ بناؤ (اولیا) تم اُن کے ساتھ احترام (مودۃ) آمیز محبت کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے۔وہ اُسے چھپا دینا (کفروا) چاہتے ہیں۔اور اُن کی روش یہ ہے کہ رسولؐ کو اور خود تم کو صرف اس قصور پر جلاوطن کردیتے ہیں کہ تم اپنے رب، اللہ پر ایمان لائے ہو۔پھر بھی تم اُن سے پوشیدہ طور پر اظہار احترام و محبت کرتے ہو، (تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ) حالانکہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ تم اعلانیہ کہتے اور کرتے ہو، ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں۔اور جو شخص یا اشخاص تم میں سے ایسا کرتے ہیں وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گئے یعنی گمراہ ہو چکے ہیں'' (سورہ ممتحنہ 60/1، تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 423-424)

دنیا کو گمراہ کرنے اور قریشی صحابہ کی اسکیم کو چھپانے کے لئے ایک افسانہ گھڑا گیا ہے اُس کا بطلان اسی آیت میں موجود ہے۔

آپ تو یہ یاد رکھیں کہ یہ آیت اُن لوگوں سے اپیل کر رہی ہے جو جہاد کے لئے مدینہ سے روانہ ہو جانے کے بعد مذکورہ جرم مودۃ کر رہے ہیں اور دشمنوں کو اولیا بنائے ہوئے ہیں۔

(7) حقیقتِ اسلام کو چھپایا جا رہا تھا اور اُس کی جگہ قرآن کے مفاہیم کو بدل کر اپنا منصوبہ چسپاں کرنے والوں کو پلٹا کر عذاب تک مہلت دی گئی۔

دو آیات (31/23-24) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا ہے کہ:

''جو لوگ حق کو چھپا رہے ہیں اُن کا حق پوشی کرنا، اے رسولؐ تمہیں حزن و ملال میں مبتلا نہ کرے اُنہیں ہماری طرف رجعت کرنا ہی ہے چنانچہ ہم انہیں بتا دیں گے کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں۔یقیناً اللہ سینوں کے اندر چھپے ہوئے منصوبے اور راز جانتا ہے۔ہم تھوڑی مدت انہیں دنیا میں استفادہ کا موقع دے رہے ہیں (نُمَتِّعُهُم) پھر اُن کو بے بس کر کے ایک سخت عذاب کی طرف کھینچ لائیں گے''۔ (لقمان 31/23-24، تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 21)

جب تک قرآن کے الفاظ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ کے معنی میں ''قریشی منصوبہ'' شامل نہ کیا جائے۔ایسی آیات قاری پر محسوس ہونے والا اثر نہیں ڈالتیں۔بلکہ فضول اور رسمی سی ہو کر رہ جاتی ہیں۔اس لئے کہ اللہ کو ماننے والے سب لوگ پہلے سے جانتے ہیں کہ اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔لہٰذا صرف اس قدر کہنا ہے کہ: ''اللہ دلوں کا حال جانتا ہے'' یا یہ کہ ''اللہ سینوں کے اندر پوشیدہ راز جانتا ہے'' یا یہ کہ ''اللہ جانتا ہے کہ تم کیا کرتے رہے'' ایک ایسی اطلاع ہے جو سب لوگ جانتے اور مانتے ہیں۔ایسے جملوں میں جان پڑ جاتی ہے اگر آیات میں مذکور اہم چیز کا نام بھی ان جملوں میں مذکور ہو جائے مثلاً یہی کہ: ''یقیناً اللہ تمہارے اُس منصوبے یا مقصد کو جانتا ہے جس کو پورا کرنے کے لئے تم قرآن کی یا اسلام کی حقیقت کو چھپائے چلے جا رہے ہو'' ہمیں خیال رہتا ہے کہ علامہ کا سارا ترجمہ ہی نہ بدل جائے۔لہٰذا اب ہم قرآن کے الفاظ کی رعایت کے اندر رہ کر خود ترجمہ کریں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

(8) قریش کا یہ فیصلہ کہ نبوت اور حکومت کو ایک ہی خاندان میں ہرگز نہ رہنے دیا جائے گا تمہیں رنجیدہ نہ کرے اسلئے کہ ہمیں بھی یہ منصوبہ معلوم ہے

فَلَا یَحۡزُنۡکَ قَوۡلُهُمۡ اِنَّا نَعۡلَمُ مَا یُسِرُّوۡنَ وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ O (یٰسین 36/76)

''اے رسولؐ تم اُن کے خفیہ فیصلہ پر رنجیدہ نہ رہو اس لئے کہ ہم یقیناً اُن کے رازدارانہ منصوبے پر بھی مطلع ہیں اور اُن کے پروپیگنڈے اور ظاہری عملدرآمد کو بھی جانتے ہیں''

یعنی بظاہر تو وہ پکّے اور پرخلوص حقیقی مومن بنے ہوئے ہیں مگر اندر ہی اندر وہ تمام کوششیں کررہے ہیں جس سے خلافت الٰہیہ کی جگہ ایک قومی رضامندی کے ماتحت چلنے والی حکومت بن سکے۔

(9) ظہور حضرت حجۃؑ پر، جب نور محمدیؐ مکمل ہو کر دین کے ہر پہلو پر تسلط حاصل کرلے گا اور قریشی حکومت تباہ کردی جائے تو قریشی منصوبے کی ہر بات ظاہر ہوجائے گی۔

عمر بن خطاب کے راز سربستہ پر آیات آنے سے پہلے وہ نظارہ بھی قرآن کے مودودی ترجمے سے دیکھ لیں جس میں آنے والی آیات سچ کر سامنے آئیں گی۔ارشاد ہے کہ:

''اور جس کو اُس کی کتاب بائیں ہاتھ میں دی جائے گی وہ کہے گا کاش مجھے میری یہ کتاب نہ دی گئی ہوتی، اور مجھے میرا حساب معلوم نہ ہوا ہوتا، کاش میری وہی موت جو دنیا میں آئی تھی فیصلہ کن ہوجاتی، آج میری سمیٹی ہوئی دولت مجھے بچانے میں کام نہ آئی اور میری بنائی ہوئی قومی حکومت بھی ختم ہوگئی (هَلَکَ عَنِّیۡ سُلۡطَانِیَهۡ) حکم ملے گا اسے پکڑ و اور اس کی گردن میں طوق ڈالو پھر اُسے سخت گرم قید میں پہنچاؤ اور وہاں اُسے ستّر (70) ہاتھ لمبی زنجیر پہناؤ''۔(حاقہ 32-69/25) اب فرمایا جائے گا کہ:

یَوۡمَ هُمۡ بٰرِزُوۡنَ لَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنۡهُمۡ شَیۡءٌ لِمَنِ الۡمُلۡکُ الۡیَوۡمَ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ O (سورہ مومن 40/16)

''جس دن جنگی مبارزت اور چیلنج کر کے حکومت اور حکمرانی چھین لی جائے گی اُس روز تو یقین کرو گے کہ اللہ کے نمائندوں پر کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی ہے؟ بتاؤ آج آخر حکمرانی کس کے قبضے میں ہے؟ اُسی واحد اور قہار اللہ کی ہے نا؟ (مومن 40/16)

''آج ہی تو وہ دن ہے جس دن ہر شخص کو بعینہٖ اُس کی کمائی بطورِ جزا دی جائے گی۔ اور آج ہی تو وہ دن ہے جس دن کوئی فروگزاشت نہ ہوگی۔ اور یقیناً اللہ بہت سرعت سے حساب لینے والا ہے'' (مومن 40/17)

''اے نبیؐ یہ سب کچھ سنا کر قریش کو اُس دن سے ڈرادو جو قریب آلگا ہے اور جس روز اُن کے کلیجے اپنی جگہ سے اُکھڑ کر منہ کو آرہے ہوں گے اور وہ سب چپ چاپ غم کے گھونٹ پئے کھڑے ہوں گے۔ اور اِن ظالموں کا نہ کوئی حمایتی ہوگا، اور نہ کوئی ایسا سفارش کرنے والا ہوگا جس کی بات مانی جاسکے''۔(مومن 40/18) اُنہیں معلوم ہونا چاہئے کہ:

(10) قریش کا آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے منصوبے کی باتیں کر گزرنا بھی نوٹ ہوتا رہا۔

یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ O (40/19)

''اللہ آنکھوں سے کی جانے والی خیانتوں اور کنکھیوں سے دیکھنے اور ایک دوسرے کو آنکھ مارنے اور آنکھ مٹکانے کے مطالب کو بھی جانتا ہے اور وہ جو سینوں کے اندر تمہارا منصوبہ پوشیدہ ہے، جس کی بنا پر اشارے کرتے ہو اُس سے بھی بخوبی واقف ہے''

Presented by Ziaraat.Com

(11) مسلمانوں کے مجموعہ میں حقیقی یا سوفیصد ایمان رکھنے والے بھی تھے اور حق کو چھپانے والے مومن بھی تھے، دونوں کو الگ الگ اندر اور باہر سے دیکھا جارہا تھا۔

''اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اب تم میں وہ لوگ بھی ہیں جو ہر بات کو بجنسہٖ مانتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو حقائق کو چھپا رہے ہیں۔ اور اس حقیقت پر بھی مطلع ہیں کہ اللہ تمہارے تمام اعمال دیکھ رہا ہے۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ ہی نے یہ زمین اور تمام آسمان حقانیت کے لئے پیدا کئے ہیں اور اُسی نے تمہیں یہ صورتیں عطا کی ہیں اور بہت عمدہ تصویر کشی کی ہے۔ اور تم دونوں فریق کو اللہ ہی کی طرف پلٹنا بھی ہے۔ اور یہ بھی مانتے اور جانتے ہو کہ اللہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کو جانتا ہے۔ اور تمہارے اُس خفیہ منصوبے پر بھی مطلع ہے جو تم چھپائے پھرتے ہو اور اُس کی حقیقت سے بھی آگاہ ہے جو تم اعلان کر کر کے لوگوں کو باور کراتے رہتے ہو۔ اور یہی نہیں بلکہ اللہ تو سینوں کے اندر والے تصورات کا بھی جاننے والا ہے''۔ (سورہ تغابن آیات 2 تا 4)

(12) قرآن ایک محکم کتاب ہے، آنحضرتؐ نے قریش کو اچھے اور برے نتائج سے خبردار رکھا، توبہ کرنے کا حکم دیا عذاب سے ڈرایا مگر وہ اپنے خفیہ منصوبے پر کار بند رہے۔

الف۔ لام۔ ر۔ ایسی محکم کتاب ہے جو حقیقی حکیم مطلق اور مکمل خبیر کی طرف سے آئی ہے۔ یہ کہتی ہے کہ اَے قریش تم لوگ اللہ ورسولؐ کے علاوہ اور کسی کی مطلق اور سوفیصد اطاعت نہ کرنا۔ میں رسوؐل کی حیثیت میں اللہ کی طرف سے نذیر بھی ہوں۔ اور بشارت دینے والا بھی ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ تم اپنے پروردگار سے اپنی حفاظت کا سامان طلب کرو اور اپنی اصلاح کے لئے اُس کے مصلح کی طرف متوجہ رہو۔ اللہ تمہیں ایک نامزد مدت تک عمدہ قسم کے فوائد سے مستفید ہونے کا موقع دے گا۔ اور تمام بزرگی رکھنے والوں کی بزرگی برقرار رہنے کا انتظام رکھے گا۔ اور اگر تم نے ولایت سازی شروع کردی (تَوَلَّوا) تو میں تمہارے حق میں ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا اور تمہیں ڈراتا ہوں۔ یہ نوٹ کرلو کہ تمہارا مرجع اللہ سے متعلق ہے اور تم سب کو اُسی مرجع کی طرف رجعت کرنا ہے۔ اور سمجھ لو کہ اللہ تمہارے پلٹانے اور باز پرس کرنے پر بھی قادر ہے۔ خبردار ہوجائیں وہ لوگ جو اپنے سینوں میں ڈبل، دُہرا منصوبہ رکھتے ہیں تاکہ اُس دہرے پن کی وجہ سے وہ اللہ اور رسولؐ سے مخفی رہ جائیں۔ خبردار ہوکر سنو کہ اللہ تو اُس تمام تفصیلات سے بھی باخبر ہے۔ جو وہ اپنے کپڑوں کے اندر چھپائے ہوئے ہیں۔ اور وہ اُن کی رازدارانہ اسکیم کا بھی علم رکھتا ہے۔ اور اُس ظاہری دکھاوے پر بھی مطلع ہے جو وہ اعلانیہ کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ سینوں کے اندر پوشیدہ مقاصد وتصورات کا بھی عالم ہے'' (سورہ ھودؑ 5 تا 11/1)

(13) قریشی صحابہ اپنے خفیہ منصوبے کو پاؤں چلانے کے لئے قرآن کی آیات والفاظ میں موزوں گنجائش اور پہلو نکالا کرتے تھے۔

بار بار یہ پہلو سامنے لایا گیا ہے کہ قریش کے لیڈروں اور صحابہ نے قرآن کو مکمل حیثیت سے مہجور کردیا تھا (فرقان 25/30) یعنی اسلامی حکومت کو خاندان رسولؐ سے نکال کر قریش کی قومی حکومت بنانے کے لئے قرآن کے مفاہیم کو بدل بدل کر اپنے خفیہ منصوبے پر فٹ (Fit) کرلیا تھا اُن کے اس عمل درآمد اور کوششوں کو قرآن میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً فرمایا گیا ہے کہ:

اِنَّ الَّـذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ......الخ (حٰمٓ سجدہ 41-41/40)

موودودی کا ترجمہ۔ ''جو لوگ ہماری آیات کو اُلٹے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ خود ہی سوچ لو کہ آیا وہ شخص بہتر ہے

Presented by Ziaraat.Com

جو آگ میں جھونکا جانے والا ہے یا وہ جو قیامت کے روز اَمن کی حالت میں حاضر ہوگا؟ کرتے رہو جو کچھ تم چاہو،تمہاری ساری حرکتوں کو اللہ دیکھ رہا ہے۔ یہ وہ لوگ (مومنین۔احسن) ہیں جن کے سامنے کلامِ نصیحت (اَلْذِكْرِ) آیا تو اُنہوں نے اُس کی آمد کو چھپایا۔مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے'' (یعنی چھپے گی نہیں۔احسن) (حم سجدہ 41-41/40) (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 462)

یہاں یہ حقیقت قریشی پردوں سے باہر نکل آئی کہ اُنہوں نے قرآن کریم کے معنی ومفاہیم کو اُلٹ کر(یُلْحِدُوْنَ) اپنے منصوبے پرفٹ کیا یعنی قومی حکومت بنانے کا جواز نکالا اور قرآن میں مذکور خلافت الٰہیہ علویہ کو چھپایا (کَفَرُوْا) تھا۔

اللہ کی یہ پالیسی بھی معلوم ہوگئی کہ اللہ نے جانتے بوجھتے قریش کو یہ موقع فراہم کر دیا کہ قرآنی مفاہیم کو اُلٹنے اور بدلنے میں جو جو ترکیبیں کرنا چاہیں، جو جو چالیں چلنا چاہیں اور اپنی قوم اور دیگر ماتحت لوگوں کو جس طرح بہکانا چاہیں آزادانہ اور اس طرح بہکائیں کہ اُنہیں کوئی دیکھ نہیں رہا ہے۔اُن کا سارا کاروبار بالکل پوشیدہ اور محفوظ ہے۔یعنی انہیں بالکل آزاد رکھا گیا تھا۔(**اعملوا ما شئتم**۔کرو جو بھی تم چاہتے ہو) یوں جب قریش اپنے اخذ اور استنباط سے سارے قرآن کو تبدیل کر چکے تو رسولؐ نے اللہ کو اطلاع دی کہ اَے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر دیا ہے (فرقان 25/30) اللہ نے تصدیق کرتے ہوئے رسولؐ کی قوم کو سابقہ اقوام کی طرح کا مجرم اور دشمن رسولؐ قرار دیا۔رسولؐ کی راہنمائی اور نصرت کا وعدہ کیا (25/31) اور فرمایا کہ تیری قوم نے برحق قرآن کی پوری تکذیب کر دی ہے۔(انعام 6/66)

(14) <u>قریش نے قومی حکومت بنانے کا خفیہ منصوبہ دعوت ذوی العشیرہ کے بعد بنایا اور اس سلسلے میں بحث ونظر اور مشوروں کے لئے برابر راتوں کو جلسے جاری رکھے۔</u>

بقول عبداللہ ابن عباس (طبری) قریش کو عام دعوت دی گئی تھی کہ وہ رسولؐ اور اسلام کی وزارت وخلافت کے لئے اپنے میں سے ایک قابل آدمی رسولؐ کے حوالے کر دیں۔لیکن اُنہوں نے اس وقت اس دعوت اور فرضی حکومت کو مضحکہ انگیز سمجھا اور حضرت ابوطالب علیہ السلام کو یہ طعنہ دے کر جلسے سے اُٹھ آئے کہ: ''تم آئندہ علیؑ کے سامنے ادب سے حکم سن کر تعمیل کرنا''

یہ اس لئے کہ حضورؐ نے قریش کے انکار پر حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی، خلافت وحکومت واطاعت واجب کر دی تھی۔ یہ قریش کی سب سے بڑی سیاسی غلطی تھی۔ وہ اسلامی تحریک کا اندازہ کرنے سے قاصر رہے۔لیکن بہت جلد اُنہوں نے اس غلطی کو محسوس کیا اور اب خلافت وحکومت حاصل کرنے کے لئے زیرنظر خفیہ فیصلہ کیا اور زیربحث منصوبہ بنایا۔اور اپنی پہلی غلطی کے تدارک میں لاکھوں غلطیاں کیں،اور اپنی عاقبت کو تباہ کر لیا۔ابوسفیان اور عمر نے دو محاذ بنائے مزاحمت اور توڑ پھوڑ کی قیادت ابوسفیان نے اعلانیہ اختیار کی اور تائید وتخریب کی قیادت عمر کو دی۔دونوں قائد اور اُن کے مشیر دن رات کوشاں رہے اور دونوں نے اپنے اپنے محاذوں کی حیران کن راہنمائی کی۔

دونوں کے لیڈروں میں رابطہ اور مشاورت لازم رہتی چلی گئی۔رابطہ جاسوسوں یا منافقوں کے ہاتھ میں رکھا گیا۔ہجرت کا یقین حاصل کرتے ہی رسولؐ کی ہجرت سے چھ سات سال پہلے ہی عمر مدینہ آیا اور یہاں اپنے منصوبے کے لئے ذہنی، مالی اور دینی زمین ہموار کی۔ چنانچہ اُس نے مدینہ کے ایک دوردراز محلّہ قبا یا عوالی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہ محلّہ مدینہ شہر سے تین میل پہلے راستے میں پڑتا ہے۔جب رسول اللہؐ ہجرت کر کے آئے تو اسی محلے میں چندروز قیام فرمایا اور مسجد قبا تعمیر کرائی تھی۔لیکن جہاں قریشی تاریخ عمر کے قیام وکردار کی تفصیل چھپاتی ہے وہیں یہ بھی نہیں بتاتی کہ آنحضرتؐ کے پہنچنے پر عمر ملاقات کو آیا اور کیا سلوک کیا؟ بہرحال ابوبکر رسولؐ کے ساتھ اس محلّہ میں پہنچا تو یہاں ایک گھنٹہ بھی نہ ٹھہرا۔

Presented by Ziaraat.Com

مدینہ شہر گیا اور اُس نے بھی اپنی مستقل سکونت کے لئے محلّہ سُنح کا انتخاب کیا جو مدینہ شہر سے تین ہی میل دور اور محلّہ قبا کے مخالف سمت میں تھا۔ یہ دونوں، ابوبکر وعمر قومی حکومت بن جانے کے بعد اپنے اپنے محلوں سے مدینہ شہر میں منتقل ہوئے تھے۔ یعنی رسوؐل کی زندگی بھر یہ تین تین میل دُور رہے۔ عمر نے چھ سات سالوں میں یہود کے مذہبی اور سیاسی مرکز سے بہت معنی خیز گہرا رابطہ اور تعاون قائم کیا۔ یہودی درسگاہ سے عبرانی زبان اور اصول فقہ واجتہاد پڑھا۔ مدینہ کے سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول رضی اللہ عنہ سے دوستی کی پینگ بڑھائی اور اُس میں رسوؐل اللہ کے خلاف عداوت کی تخم ریزی کی اور اپنا سارا منصوبہ بتایا۔ جس میں یہودی علما اور مجتہدین کے تعاون کی ضرورت تھی تاکہ قرآنی احکامات ومسائل میں اجتہاد کرنے کے لئے یہود کے دوہزار سالہ تجربہ اور علم سے استفادہ کیا جاسکے۔ مطلب یہ ہے کہ رسوؐل اللہ تو بعد میں آئے مگر اُن کے آنے سے پہلے ہی عمر نے اُن کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم کرلیا تھا۔ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچتے ہی چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ چنانچہ قریشی صحابہ کے ساتھ ساتھ علمائے یہود ونصاریٰ کی طرف سے بھی سوالات کی بوچھاڑ شروع ہوگئی تھی۔ یہ تمام تفصیلات قرآن کریم میں محفوظ ہیں۔ یہ سوالات اگر صرف مسائل کو سمجھنے کے لئے ہوتے تو نہایت مفید ثابت ہوتے لیکن سوالات کی کثرت اس مقصد کے لئے تھی کہ آنحضرؐت کو چکر دے کر مختلف اور متضاد جوابات حاصل کرکے اُن سے اسلام کے خلاف حجۃ قائم کی جائے۔ ابوبکر وعمر کے گھر مرکز نبوتؐ وامامتؑ سے تین تین میل دُور تھے۔ وہاں نہایت اطمینان سے قریشی اور یہودی لیڈر جمع ہوتے تھے اور سوالات کی فہرستیں تیار کی جاتی تھیں۔ اور جوابات کو اُلٹ پلٹ کر مجتہدانہ مسائل گھڑے جاتے تھے۔ اور قرآنی تعلیمات سے خود قرآن کے خلاف عقائد واعمال تیار کئے جاتے تھے اور قریش کے عوام میں عموماً اور دیگر اقوام وقبائل میں خصوصاً اُلٹی یا تحریف شدہ مسائل کی تبلیغ کی جاتی تھی۔ لہٰذا ابوبکر وعمر کے گھروں میں الگ اور یہودی مرکز میں الگ الگ قریشی ساخت کا اسلام تیار کیا جارہا تھا۔

(15) <u>قریشی شریعت سازی کے لئے یہودی علما اور قریشی لیڈر جب موقع ملتا تھا دن رات میٹنگ اور مشورے کرکے اسلام کو بدل رہے تھے۔</u>

اللہ نے مدینہ میں یہود ونصاریٰ اور قریشی سازش کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا O (نساء4/81)

''وہ کہتے تو یہی ہیں کہ ہم مطیع وفرماں بردار ہیں مگر جب وہ اے رسوؐل تمہارے پاس سے مبازرت کے لئے جاتے ہیں تو اُن میں سے ایک گروہ راتوں کو ایک گھر میں جمع ہوکر تمہاری باتوں کا توڑ کرنے کے لئے مشورے کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ اُن کی مشاورت کی پوری پوری روداد لکھتا ہے اور لکھتا رہے گا۔ تم اُدھر زیادہ توجہ نہ دو اور اللہ کے تیار کردہ ریکارڈ پر توکل رکھو۔ وہی وکالت کے لئے کافی ہے''۔ (4/81)

<u>دوسرے موقع پر</u> یہ فرمایا کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا O وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا O يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا O هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا O (نساء109 تا 4/105)

''ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ جو کچھ اللہ نے تمہیں دکھادیا ہے اُسی سے احکام وفیصلے نافذ کیا کرو اور تم خیانت

Presented by Ziaraat.Com

کرنے والوں کی طرف سے مدمقابل نہ بنو، اور اللہ سے تحفظ طلب کرتے رہو، یقیناً اللہ تحفظ فراہم کرنے والا رحیم ہے، اور جو لوگ خود اپنی ذات کے ساتھ خیانت کرتے ہیں تم اُن کی طرفداری میں جھگڑا نہ کرو۔ اللہ ایسے لوگوں کو محبوب نہیں رکھتا ہے جو خیانت کاری اور گناہگاری میں مبتلا رہتے ہیں، یہ قریشی مومنین اپنے منصوبے کو لوگوں سے تو چھپا سکتے ہیں۔ لیکن اللہ سے مخفی نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے کہ اللہ تو اُن کے ساتھ اُس وقت بھی ہوتا ہے۔ جب کہ وہ راتوں کو چھپ چھپ کر اُس کی مرضی کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ اللہ اُن تمام تصورات اور اعمال پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ہاں ہاں تم لوگوں نے دنیا کی زندگی میں تو اُن راتوں کو مشورے کرنے والوں کی طرف داری میں بحث اور جھگڑا جاری رکھا ہے۔ مگر یہ بتاؤ کہ قیامت میں اللہ کے ساتھ اُن کی طرف داری میں کون وکالت کرے گا؟'' (نساء 109 تا 4/105)

اللہ نے قریشی منصوبے کے ہر پہلو کو واضح کر دیا ہے۔ یہ بھی بتا دیا ہے کہ عمر اور ابوبکر کے گھر وہ جلسہ گاہیں تھیں جہاں قریشی اور یہودی لیڈر رات کے اندھیرے میں جمع ہو کر مشورے کیا کرتے تھے اور اسلام کو قومی حکومت میں تبدیل کرنے کے پروگرام بناتے رہتے تھے۔ اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ قریشی لیڈر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اپنی حمایت پر رضامند کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے اسی لئے حضورؐ کو قریش کی طرف داری سے منع فرمایا گیا ہے۔ (4/105,107) اور بتایا گیا ہے کہ قریشی لیڈروں کا ظاہری خلوص ایک سیاسی فریب ہے دراصل وہ خیانت کار اور دھوکا باز ہیں۔ دلوں کے اندر مطیع اور فرمانبردار نہیں ہیں۔ یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے کی ہے کہ اللہ نے یہ راز کھول دیا ہے کہ ابوبکر وعمر اور یہودی لیڈروں کی ساری اسکیمیں، تمام پروگرام اور بحث ومباحثہ تحریری طور پر تیار کیا جا رہا تھا اور رسوؐل اللہ کے سامنے پیش کرنے کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ریکارڈ کوئی ایسا شخص ہی تیار کر سکتا تھا جس پر قریش اور یہود پورا پورا اعتماد کرتے ہوں۔ اور ایسا شخص یقیناً عبداللہ بن اُبی ہی ہو سکتا تھا۔ جسے قریشی اور یہودی لیڈروں نے اپنا سردار اور راہنما بنا رکھا تھا۔ اِسی لئے اُسے راس المنافقین کہا گیا ہے۔

(6) قرآن کریم نے جس طرح قریش کے دلوں میں پوشیدہ قومی حکومت بنانے کے منصوبے کا ذکر کیا ہے۔ اُسی طرح اِس منصوبے کو قریش کے دِلوں کا مرض بھی فرمایا ہے۔

قارئین یاد فرمائیں کہ ہم نے سورہ انفال کی پانچ آیات (8/45-49) پر مختلف حیثیتوں سے چھ (6) بار نظر ڈالی تھی۔ اور دکھایا تھا کہ قریش کی راہنمائی کے لئے شیطان اُن کے ساتھ مادی ومشہود رابطہ اور تعلق رکھتا تھا۔ اُن کا پڑوسی (جار) تھا۔ چھٹی نظر میں ہم نے ان لوگوں کا قول دکھایا تھا جو حقیقی مومنین کو خبطی اور دھوکے میں مبتلا کہتے تھے۔ اور اُن کو اللہ نے آیت (8/49) میں ''منافق'' اور ''دل کے مریض'' فرمایا ہے۔ اور مودودی نے ''دل کے مریضوں'' کو ''دُنیا پرستی اور خدا سے غفلت کے مرض میں گرفتار'' قرار دے کر قریشی منصوبے پر پردہ ڈال دیا تھا۔

اب ہم زیرِ قلم عنوان میں یہ دکھائیں گے کہ اللہ نے جن لوگوں کو 'دل کے مریض' فرمایا ہے۔ وہ قریش کے ایسے حقیقی اور اعلیٰ درجے کے لیڈر اور رسوؐل کے صحابی تھے جن کے دلوں میں قومی حکومت بنانے اور حضرت علیؑ کو محروم کرنے کی اسکیم راسخ تھی۔ جو سوتے جاگتے، چلتے پھرتے ہر لمحہ اور ہر بات میں اُس خفیہ منصوبے کو مدنظر رکھتے تھے جو ایک مستقل مرض کی طرح اُن کے قلوب کی گہرائی میں اُتر گیا تھا۔ اور یہ کہ اللہ نے بھی اُن صحابہ کو مخاطب کرنے کے لئے اُنہیں دل کا مریض کہنا اپنا تکیہ کلام بنا لیا تھا۔

بہرحال اِس صورت حال کو تازہ کرنے کے لئے ازسرنو وہ آیت (8/49) اور مودودی ترجمہ وتشریح سامنے رکھ لیں تاکہ ہمارا عنوان دھوم دھام کے ساتھ آگے بڑھے اور قریش اور مودودی کی خیانت اور پردہ داری واضح ہوتی چلی جائے۔ سنئے فرمایا تھا:

Presented by Ziaraat.Com

اِذۡ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤـؤُلَاۤءِ دِیۡنُهُمۡ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ O(8/49)

مودودی ترجمہ:۔’’جب کہ منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں کو روگ لگا ہوا ہے کہہ رہے تھے کہ ’’اِن لوگوں کو تو اِن کے دین نے خبط میں مبتلا کر رکھا ہے‘‘ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 150)

مودودی کی تشریح، دل کے مریضوں کی خاموش طرفداری۔

’’۳۹؎ یعنی مدینہ کے منافقین اور وہ سب لوگ جو دنیا پرستی اور خدا سے غفلت کے مرض میں گرفتار تھے، یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر بے سروسامان جماعت قریش جیسی زبردست طاقت سے ٹکرانے کے لئے جا رہی ہے، آپس میں کہتے تھے کہ یہ لوگ اپنے دینی جوش میں دیوانے ہوگئے ہیں اس معرکہ میں اِن کی تباہی یقینی ہے، مگر اس نبی نے کچھ ایسا افسوں اُن پر پھونک رکھا ہے کہ اُن کی عقل خبط ہوگئی ہے۔ اور آنکھوں دیکھے یہ موت کے منہ میں چلے جا رہے ہیں‘‘ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 150)

مودودی کی طرفداری کے باوجود یہ بات تو بہرحال ثابت ہوگئی کہ ’’دل کے مریض‘‘ جو کچھ بھی ہوں مگر وہ ’’منافق‘‘ نہیں ہیں بلکہ بقول مودودی وہ ’’غفلت میں مبتلا اور دنیا دار مسلمان یعنی ضعیف الایمان مسلمان ہیں‘‘ فی الحال اتنا کافی سمجھیں اور عنوان کو آگے بڑھائیں اور دیکھیں کہ دل کے مریضوں کے معاملے میں مودودی کتنا پریشان اور حواس باختہ ہوتے ہیں۔

(الف) قریشی مومنین قومی حکومت کے منصوبے کو پروان چڑھانے کے لئے علمائے یہود و نصاریٰ کے مجتہدانہ فیصلوں کو اپنا راہنما اور حاکم بنانے میں مصروف چلے جا رہے تھے۔

سابقہ عنوانات میں یہ دیکھا گیا تھا کہ عمر نے مدینہ میں آتے ہی علمائے یہود و نصاریٰ سے رابطہ قائم کر کے اُن کے نظام اجتہاد سے اسلام کو بدلنے اور اپنا تصورِ حکومت جاری کرنے کا مکمل انتظام کر لیا تھا اور یہود و نصاریٰ عمر کو تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ یہ بات علامہ شبلی سے سن کر پھر قرآن پڑھیں۔ لکھتے ہیں کہ:

’’ایک دفعہ حضرت عمر توراۃ کا ایک نسخہ آنحضرتؐ کے پاس لے گئے اور اس کو پڑھنا شروع کیا وہ پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرتؐ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر عبرانی زبان اس قدر سیکھ گئے تھے کہ توریت خود پڑھ سکتے تھے یہ اَمر بھی صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ یہودیوں کے یہاں جس دن توریت کا درس ہوتا تھا حضرت عمر اکثر شریک ہوتے تھے۔ اُن کا خود بیان ہے کہ میں یہودیوں کے درس کے دن اُن کے ہاں جایا کرتا تھا۔ چنانچہ یہودی کہا کرتے تھے کہ ’’تمہارے ہم مذہبوں میں سے ہم تم کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ کیونکہ تم ہمارے پاس آتے جاتے ہو‘‘ (الفاروق حصہ دوم صفحہ 132)

اب قارئین قرآن سے عمر اینڈ کمپنی اور یہود و نصاریٰ کا تعلق پڑھیں۔

مومنین سے فرمایا گیا تھا کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡیَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوۡلِیَآءَ ۘؔ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ O فَتَرَی الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوۡنَ فِیۡهِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ نَخۡشٰۤی اَنۡ تُصِیۡبَنَا دَآئِرَۃٌ ؕ فَعَسَی اللّٰهُ اَنۡ یَّاۡتِیَ بِالۡفَتۡحِ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَیُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَاۤ اَسَرُّوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ نٰدِمِیۡنَ O وَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَهٰۤـؤُلَآءِ

Presented by Ziaraat.Com

الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ O يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۤئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O (مائدہ 54 تا 5/51)

مودودی ترجمہ لفظ بلفظ۔

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا ''رفیق'' نہ بناؤ، یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی اُن کو اپنا ''رفیق'' بناتا ہے تو اُس کا شمار بھی پھر اُن ہی میں ہے، یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی راہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ جن کے دلوں میں ''نفاق'' کی بیماری ہے، وہ اُن ہی میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ''ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہم کسی مصیبت کے چکر میں نہ پھنس جائیں''۔ مگر بعید نہیں کہ اللہ جب تمہیں فیصلہ کن فتح بخشے گا یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے گا تو یہ لوگ اپنے اس ''نفاق پر جسے یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں نادم ہوں گے''۔ اور اُس وقت اہل ایمان کہیں گے ''کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام سے کڑی کڑی قسمیں کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں''؟ اِن کے سب اعمال ضائع ہو گئے اور آخر کار یہ ناکام و نامراد ہو کر رہے۔ اَے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا، جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ اُن کو محبوب ہوگا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 480 تا 482)

(ب) مودودی نے چار آیتوں میں پانچ خیانتیں کیں، (1) قومی ولایت کو چھپایا (2)۔ ظالم قوم اور۔ (3)۔ محبوب قوم پر پردہ ڈالا۔ (4)۔ مومنین کو منافق بنایا۔ (5)۔ قلبی منصوبہ غائب کیا۔ (6)۔ جہاد کو عام کوشش بنا دیا۔

ہم نے دل سخت کر کے مودودی کا ترجمہ لفظ بلفظ، بلا مسلّمہ اصلاحات لکھ دیا ہے۔ اور یہ بار بار کا تجربہ ہے کہ تمام قریشی علما عموماً اور مودودی خصوصاً بلا فریب اور بددیانتی کے ہرگز ترجمہ نہیں کرتے۔ چنانچہ اِن چاروں آیات کا صحیح ترجمہ دکھانے کے لئے مودودی کی خیانتیں دکھانا ضروری ہیں۔ لہٰذا پھر مودودی کے ترجمہ پر نظر ڈالنا ہوگی۔ سنئے:

پہلی نظر۔ مودودی کے ترجمہ کو بجنسہٖ موجود رکھنے سے بھی عمر اینڈ کمپنی غیر مسلم، گمراہ اور یہودی ثابت ہو گئے۔

قارئین نے مودودی کے ترجمہ سے اتنا تو دیکھ لیا کہ اللہ نے یہود و نصاریٰ کو، بقول مودودی، رفیق بنانے کی مسلمانوں کو ممانعت کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جو کوئی یہود و نصاریٰ کو اپنا رفیق بنائے گا وہ اسلام سے خارج اور یہود و نصاریٰ میں شمار ہوگا۔ اور اللہ انہیں اپنی راہنمائی سے محروم کر دے گا۔ یہ فیصلہ تو پہلی ہی آیت میں موجود ہے۔ (5/51) اس سے پہلے آپ نے شبلی سے معلوم کیا ہے کہ عمر یہود و نصاریٰ کے درس میں پابندی سے جاتا تھا۔ اُن سے عبرانی زبان سیکھی تھی اور یہود و نصاریٰ عمر کو اپنا عزیز سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ وہ اُن میں گھلا ملا رہتا تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ عمر گمراہ، اللہ کی راہنمائی سے محروم اور یہودی تھا۔ پھر دوسری آیت (5/52) سے بقول مودودی، عمر کا نفاق کی بیماری میں مبتلا ہونا اور مومنین میں شامل رہنے کو خطرناک سمجھنا اور کسی چکر میں پھنس جانے سے ڈرنا بھی ثابت ہو گیا۔ یعنی مودودی کی بددیانتی اور غلط ترجمہ بھی عمر کو اللہ سے نہ بچا سکا۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسری نظر۔ وَلی ، اَولیآء. یَتَوَلّیٰ،تَوَلّٰی ، تَوَلَّیۡتُمۡ اور وَلُّوۡا کے معنی حاکمِ مطلق اور ہمدردترین حکمران کے کرنے کے بجائے رفیق ودوست کرنا باطل ہے۔

اِس نظر میں یہ بتانا ہے کہ جس طرح قریشی علما،شیعہ وسنی دونوں،کفروکافر کے معنی ''منکرِحق'' یا ''منکرِاسلام'' کرکے قریش کی بدکرداری کو چھپاتے رہے، اُسی طرح ''و۔ل۔ی'' مادہ سے بننے والے تمام الفاظ کے معنی میں دوستی ، رفاقت ، سرپرستی حمایت اور منہ پھیرنا وغیرہ کرکے حکومت الٰہیہ علویہ کو چھپاتے رہے ہیں۔حالانکہ اِن معنی کے لئے عربی زبان اور خود قرآن میں الفاظ خلیل ، رَفِیۡق ، حَامِی ، اِعراض وغیرہ وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔بہرحال ہم چند ایسے مقامات دکھاتے ہیں جہاں مودودی نے تقریباً صحیح معنی کئے ہیں۔

(1) وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الۡاَرۡضِ......الخ(بقرہ2/205)

مودودی: ''جب اُسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے''۔(تفہیم القرآن،جلداول صفحہ 159)

(2) مِّن دُونِہٖ وَلِیٌّ....الخ(انعام 6/51)

مودودی: ''اُس کے سواوہاں کوئی ایسا ذی اقتدار نہ ہوگا''۔(ایضاً صفحہ 543)

(3) وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ.....الخ(نور 24/11)

مودودی: ''اور جس شخص نے اُس کی ذمہ داری کا بڑا حصہ اپنے سرلیا''۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 366)

(4)فَھَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ .....الخ(محمدؐ 47/22)

مودودی: ''۳۳؎اصل الفاظ ہیں' اِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ ' اِن کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اوپر متن میں کیا ہے اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ:۔
''اگر تم اُن لوگوں کے حاکم بن گئے''۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 26)

یہ ہیں مودودی کے بادل نخواستہ چار ترجمے لیکن آخر اس ملعون نے متن کے بجائے اپنی تشریح نمبر 33 میں صحیح ترجمہ کرہی دیا۔اور ثابت ہوگیا کہ یہ شیطان حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وحکومت کو چھپانے میں حدبھر کوشاں رہاہے۔

(5) باب. حَدَّثَنَا عُثۡمَانُ بنَ الۡھَیۡثَمِ، قال حَدَّثَنَا عَوۡفٌ عَنِ الۡحَسَنِ عَنۡ اَبِیۡ بَکۡرَۃَ قَالَ لَقَدۡ نَفَعَنِیَ اللّٰہُ بِکَلِمَۃٍ اَیَّامَ الۡجَمَلِ لَمَّا بَلَغَ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَنَّ فَارِسَ مَلَّکُوا ابۡنَۃَ کِسۡرٰی قَالَ: لَنۡ یُّفۡلِحَ قَوۡمٌ وَلُّوۡا اَمۡرَھُمۡ اِمۡرَأَۃً .
(بخاری جلد دوم پارہ نمبر 29 کتاب الفتن)

''ابی بکرہ نے کہا کہ جنگ جمل کے دنوں میں مجھے اللہ نے آنحضرتؐ کی ایک بات نے نفع پہنچایا وہ یہ تھی کہ جب رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ اہل فارس نے بادشاہ کسریٰ کی بیٹی کو ملکہ بنالیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جو کسی عورت کو اپنا حاکم بنالے''ابوبکرہ نے عائشہ کی حکومت سے بچنے کو نفع قرار دیا ہے۔

صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مندرجہ بالا حدیث معلوم ہوجانے کے بعد کم ازکم کسی اہلسنت کہلانے والے مسلمان کو تو یہ جرأت نہ ہونا چاہئے کہ وہ مادہ۔و۔ل۔ی۔سے بننے والے مصدر(ولایۃ)اور الفاظ کے معنی میں ایسے الفاظ اختیار کرے جن کے لئے عربی زبان میں اور قرآن میں دوسرے مادے اور مصادر اور الفاظ موجود ہوں۔بہرحال ہمارے قارئین یہ نہ بھولیں کہ مادہ۔و۔ل۔ی اور مصدر

Presented by Ziaraat.Com

(ولایۃ) میں ہمیشہ ''حکومت'' کا تصور ہر لفظ میں برقرار رہنا چاہئے۔اور جہاں یہ تصور نکلتا ہوا دیکھیں سمجھ لیں کہ معنی میں یا لفظ کے استعمال میں کوئی گڑ بڑ ہے یا گڑ بڑ کی گئی ہے۔ہم نے اپنی پوری تفسیر میں اس مادہ اور مصدر سے بننے والے الفاظ کے معنی سے کہیں بھی حکومت کا تصور نکلنے نہیں دیا ہے۔البتہ بعض مخصوص استعمالات سامنے آتے ہیں۔مثلاً اللہ کا انسانوں کو اپنا ولی یا اولیا فرمانا۔وہاں اللہ اُن انسانوں کو اپنا مقرر کیا ہوا حاکم قرار دیتا ہے۔یا لوگوں کو لوگوں کا ولی اور اولیا فرمانا۔یا اُن کا آپس میں ایک دوسرے کے ولی یا اولیا ہونا۔ایسے مقامات پر دونوں میں حکومت یا محکومیت کا تعلق ظاہر کیا جاتا ہے۔ایک دوسرے پر اختیار حاصل ہوتا ہے۔جیسے ہر باپ فطری طور پر اپنے بچوں کا ولی ہوتا ہے۔یعنی اللہ کے عطا کردہ اختیارات اور حکومت کا مالک ہوتا ہے۔یا جیسے فرمایا گیا ہے کہ:فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبۡلَۃً تَرۡضٰہَا فَوَلِّ وَجۡہَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ (بقرہ 2/144)

''ہم ضرور تمہاری ولایت کا ایسا مرکزی قبلہ مقرر کرتے ہیں کہ تم اُس سے راضی ہو جاؤ گے۔چنانچہ تم اپنی توجہ، مسجد محترم کے نصف دائرہ میں ولایت پر مرکوز رکھو''۔

یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ ولی ایسے حاکم کو کہنا چاہئے جو ہر حال میں ہمدرد و بہی خواہ ہو۔ورنہ عام حاکم جابر و ظالم و خود غرض ہو سکتا ہے۔

اب یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے۔کہ قریش نے لفظ ولی اولیا کے معنی بدل کر ولایۃ و حکومت الٰہیہ کو سو فیصد چھپا دیا۔اور قومی یا جمہوری حکومت بنانے کے لئے ہر وہ مکر و فریب و سازش کی جو اُن کے لئے ممکن تھی۔

تیسری نظر۔ قومی حکومت بنانے کی بیماری اور دلوں میں پوشیدہ منصوبے کو چھپانے کے لئے مودودی نے قرآن میں اضافہ کیا اور دونوں قوموں کو چھپا دیا ہے۔

سب سے پہلے قارئین یہ دیکھیں کہ ان آیات (54 تا 5/51) میں کہیں بھی لفظ ''نفاق'' نہیں ہے۔مگر مودودی نے دو جگہ لفظِ نفاق ترجمہ میں بڑھا کر یہ لکھا ہے کہ:

(1) ''تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں ''نفاق'' کی بیماری ہے'' اور

(2) ''یہ لوگ اپنے اس ''نفاق'' پر جسے یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں''۔

یہ ہے وہ کوشش جو قریشی صحابہ کی سازش کو منافقوں سے چپکانے کے لئے قریشی علما کو سارے قرآن میں کرنا پڑی ہے۔تاکہ قریشی صحابہ پر عوام کو شبہ نہ ہونے پائے۔اور الزام منافقوں پر سمجھا جائے۔حالانکہ اللہ نے اُن لوگوں کو اور اُن کے دل میں پوشیدہ مرض کو واضح کر دیا ہے۔وہ ایسے مومن صحابہ ہیں جو یہود و نصاریٰ سے مل کر قومی حکومت بنانے کے لئے قرآن میں تبدیلیاں کر رہے ہیں انہیں اپنا قاضی و مفتی اور ولی و اولیا بنا رکھا ہے۔اور سارے حقیقی مومنین سے اپنی سازش کو صیغہ راز میں رکھا ہوا ہے۔اور جنہیں اللہ نے ''یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا'' کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔مگر مودودی اُن کو منافق بنائے دے رہے ہیں۔اور اُن کے دل میں قومی حکومت کی بیماری کی جگہ نفاق کی بیماری بتاتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ اس سے پہلے۔دل کے مریضوں کو ''دنیا پرست اور غافل مسلمان'' لکھا تھا۔اور منافقوں کو ایک الگ گروہ قرار دیا تھا۔(8/49 تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 150)

پھر ان آیات میں دو جگہ لفظ ''قوم'' آیا ہے لیکن مودودی کے ترجمہ میں کہیں لفظ قوم نہ ملے گا۔اس لئے کہ پہلے اللہ نے یہود و نصاریٰ کو اولیا بنانے اور قومی منصوبے میں مدد لینے والی قوم کو اَلۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ فرما کر ہمیشہ کے لئے اپنی ہدایت سے محروم کیا ہے۔لہٰذا مودودی کے لئے ضروری ہو گیا کہ اپنی راہنما قوم کو بچائیں اور کوئی چار سو بیسی کریں لہٰذا ترجمہ میں قوم کو ساقط کر کے یہ جملہ لکھ دیا کہ:

یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی راہنمائی سے محروم کر دیتا ہے''

اس سے قریش کی پوری قوم کا ظالم اور ہدایت سے محروم ہونا چھپ کر رہ گیا۔ دوسری جگہ اللہ نے اس ظالم قوم کو یعنی قریشی قوم کو اُس کے مرتد ہو جانے کی صورت میں اسلام سے خارج کر کے اپنی ایک محبوب اور محبت کرنے والی قوم کو لانے کا اعلان کیا ہے "یَاتِی اللّٰہ بِقَوْمٍ" یہاں بھی ضروری تھا کہ مودودی کوئی کرتب دکھائیں تاکہ اُن کی راہنما قوم اور صحابہ کا راندۂ درگاہِ خداوندی ہو جانا غائب ہو جائے اور ایک ایسی عظیم الشان قوم کا لایا جانا اُن کے ہم مذہبوں میں ہیجان برپا نہ کر دے۔ لہٰذا اس ملعون نے پہلے تو ترجمہ سے لفظ قوم غائب کر لیا اور پھر لکھا بھی تو ایسا جملہ لکھا جو کم از کم بیس سال بعد مفید ہو سکتا ہے۔ یعنی: ''اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ اُن کو محبوب ہوگا''۔

یعنی پہلے کسی قوم کا من حیث الکل آنا غائب ہو گیا۔ پھر جو لوگ پیدا ہوں گے وہ ممکن ہے کہ بیس سال بعد قریش سے کچھ بہتر ہوں تو ہوں۔ پھر اس ملعون نے اُس محبوب قوم کی ایک صفت ہی کو تبدیل کر دیا اللہ نے فرمایا تھا کہ: یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (5/54)

رفیع الدین کا ترجمہ:۔ ''جہاد کریں گے بیچ راہ اللہ کے'' (ترجمہ قرآن صفحہ 142)

مگر مودودی نے لکھا ہے کہ:۔ ''اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے'' (صفحہ 481)

حالانکہ یہ ملعون، (1)۔ یُجَاھِدُوْا۔ (2)۔ جَاھِدُوْا۔ کے ترجے جہاد کرتا رہا ہے۔ (9/44,81,86,88) وغیرہ۔

(ج) قریشی صحابہ کے دلوں میں جما ہوا مرض اللہ نے بیان کر دیا ہے وہ طاغوتی حکومت چاہتے تھے تمام کتبہائے خداوندی کو طاغوتی بنا رہے تھے۔

مودودی نے پہلے دل کے مریضوں کو دنیا پرست اور غافل مسلمان قرار دیا جب زیادہ دباؤ پڑتا دیکھا تو اُنہیں نفاق کا مریض لکھ دیا۔ لیکن اللہ یہ بتا رہا ہے کہ: مودودی ترجمہ:

''اے نبیؐ تم نے دیکھا نہیں اُن لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اُن کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں، مگر چاہتے یہ ہیں (یُرِیْدُوْنَ) کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے طاغوت کی طرف رجوع کریں، حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ شیطان اُنہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے (یُرِیْد) اور جب اُن سے کہا جاتا کہ آؤ اُس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسولؐ کی طرف تو اِن منافقوں کو تم دیکھتے ہو کہ یہ تمہاری طرف آنے سے کتراتے ہیں۔ پھر اُس وقت کیا ہوتا ہے جب اِن کے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی مصیبت اِن پر آپڑتی ہے؟ اُس وقت یہ تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم تو صرف بھلائی چاہتے تھے اور ہماری نیت تو یہ تھی کہ فریقین میں کسی طرح موافقت ہو جائے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، ان سے تعرض مت کرو، انہیں سمجھاؤ اور ایسی نصیحت کرو جو اُن کے دلوں میں اُتر جائے۔ (اُنہیں بتاؤ کہ) ہم نے جو رسولؐ بھی بھیجا ہے اسی لئے بھیجا ہے کہ اذنِ خداوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے اگر انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی (مغفرت) مانگتے، اور رسول بھی اُن کے لئے معافی (مغفرت) کی درخواست کرتا، تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔ نہیں، اے محمدؐ تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اُس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں''۔ (65 تا 4/60) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 369-366)

Presented by Ziaraat.Com

جیسا کہ سابقہ عنوان (پانچویں نظر 8/48، صفحہ نمبر 1225) میں معلوم ہوا کہ قریش کے ساتھ ابلیس کا مادی محسوس ومشہود رابطہ تھا اور وہ اُن کی راہنمائی کے لئے اُن کا ساتھی اور پڑوسی (جَارٌ) بنا ہوا تھا (8/48) اب اُسی شیطان کا ارادہ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ قریش کو راہ راست سے دور سے دور لے جا کر چھوڑے گا اور قریش کا اپنا ارادہ بھی یہ ہے کہ وہ قرآن اور تمام سابقہ کتابوں پر ایمان رکھیں گے لیکن اپنے ایمان وعمل کا دارومدار قریشی مرکز (طاغوت) کی صواب دید پر منحصر سمجھیں گے۔ یہ بات اِن آیات (4/60) میں اُس لفظ سے اور بھی واضح ہو جاتی ہے جو اللہ نے شیطان اور قریش کے لئے نازل فرمایا ہے یعنی ''یُرِیْدُوْنَ'' اور ''یُرِیْدُ'' یہ الفاظ ''مضارع'' کی صورت میں نازل ہوئے ہیں اور یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ مضارع کے معنی حال اور استقبال دونوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ یعنی:۔

طاغوت کی دائمی حکمرانی۔ ''قریش کا ارادہ یہ ہے اور آئندہ بھی یہی ارادہ رہے گا کہ احکامات اور فیصلوں کے لئے طاغوت سے وابستہ رہیں''۔

شیطان کی مستقل راہنمائی۔ ''ابلیس کا ارادہ یہ ہے اور آئندہ بھی یہی ارادہ رہے گا کہ وہ قریش کو راہ راست سے دور سے دور لے جا کر چھوڑے''۔

قریش کے دلوں میں جاگزیں مستقل مرض طاغوتی یا قومی حکومت تھی۔

لہٰذا ان دونوں الفاظ یُرِیْدُوْنَ اور یُرِیْدُ سے واضح ہو گیا کہ قریش کے دلوں میں قومی یا طاغوتی حکمرانی قائم کرنے کا ارادہ ہی وہ ''مرض'' تھا جسے اللہ نے اپنا تکیہ کلام بنا کر قریش کے کرتا دھرتا بڑے صحابہ کو ''اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ'' (مائدہ 5/52 وغیرہ) کا لقب اور خطاب دے دیا تھا۔

اللہ کے وہ تمام جملے جو اُن کی قلبی بیماری یا قومی حکومت یا منصوبے کو ظاہر کرتے اور اُنہیں چڑاتے ہیں۔

لہٰذا جہاں بھی قرآن میں یہ جملہ یا اِسی قسم کے دوسرے جملے آئیں تو سمجھ لیں کہ قریشی لیڈروں کی دُکھتی رگ پکڑی جا رہی ہے۔ اور اُنہیں اُن کے تہہ در تہہ پوشیدہ رازوں، اسکیموں اور کوششوں پر بے نیازی سے منہ چڑایا جا رہا ہے۔ اور ہم ساتھ کے ساتھ مودودی کے حوالے اس لئے لکھیں گے کہ قارئین مودودی کی قریشی قینچی اور کتر بیونت دیکھ سکیں اور مقابلہ کر کے حق وباطل الگ الگ کر لیں۔

(1) قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ .. (آل عمران 3/29)

اے رسولؐ قریش کو بتا دو کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے، اُسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ بہرحال اُسے جانتا ہے۔ (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 244)

(2) وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ (آل عمران 3/118)

اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اِس سے شدید تر ہے۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 283)

(3) یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O (تغابن 64/4)

جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو سب اُس کو معلوم ہے، اور اللہ دلوں کا حال تک جانتا ہے۔ (ایضًا جلد 5 صفحہ 529)

(4) یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ...... (نساء 4/108)

قریشی لیڈر، انسانوں سے اپنے پوشیدہ کارنامے چھپاتے ہیں مگر اللہ سے تو نہیں چھپا سکتے۔ (ایضًا جلد اول صفحہ 395)

(5) وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O (ملک 67/13)

خواہ تم اپنی باتیں راز میں رکھو یا بلند آواز سے بولا کرو یقیناً اللہ تو سینوں کے اندر کی باتیں اور تصورات بھی جانتا ہے۔ (ایضًا جلد 6 صفحہ 47-46)

(6) یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِیَةٌ O (حاقہ 69/18)

Presented by Ziaraat.Com

وہ دن ہوگا جب تم لوگ پیش کئے جاؤ گے، تمہارا کوئی راز بھی چھپا نہ رہ جائے گا۔(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 75)

(7) يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ...(آل عمران 3/154)

دراصل یہ قریشی صحابہ اپنے دلوں میں جو منصوبہ چھپائے ہوئے ہیں وہ تجھ پر ظاہر نہیں کرتے۔اُن کا اصل مطلب یہ ہے کہ اگر انہیں اسلام کی قیادت کے اختیارات حاصل ہو جائیں.......‘‘(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 296)

(8) وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ O (نحل 16/19)

اور اللہ تمہارے رازدارانہ منصوبے کو بھی جانتا ہے اور تمہاری ظاہری ریاکاری سے بھی واقف ہے۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 532)

(9) اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (16/23)

یہ بھی کہ یقیناً اللہ ان کے راز میں پوشیدہ منصوبے کو بھی جانتا ہے اور ان کے ظاہری پروپیگنڈے پر بھی مطلع ہے۔(ایضاً جلد 2 صفحہ 533)

(10) وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ O (مائدہ 5/99)

اور اللہ اُسے بھی جانتا ہے جو تم پوشیدہ کارروائیاں کرتے ہو اور وہ بھی جانتا ہے جو تم لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہو۔(ایضاً جلد اول صفحہ 506)

(11) وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ O (نمل 27/25)

جسے تم اعلانیہ کرتے اور کہتے ہو اُسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ تم مخفی رکھنا چاہتے ہو اس کا بھی عالم ہے۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 570)

(12) فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O (سورہ لقمٰن 31/23)

پھر ہم اُنہیں وہ تمام غیبی خبریں دے دیں گے جو اُن کے خیال میں کسی کو معلوم نہیں اور اُن کی تمام پوشیدہ کارستانیاں اُن کے سامنے لے آئیں گے یقیناً اللہ سینوں کے اندر پوشیدہ تصورات سے بھی واقف ہے۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 21)

(13) فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ O (سورہ یٰسین 36/76)

اے رسولؐ تمہیں قریش کی یہ باتیں رنجیدہ نہ کریں اس لئے کہ ہم ان باتوں کا وہ مطلب بھی جانتے ہیں جو اُن کے پوشیدہ منصوبے سے متعلق ہے اور وہ مطلب بھی ہمیں معلوم ہے جس کا یہ پروپیگنڈا کرتے پھرتے ہیں۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 271)

(14) يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ O (مومن 40/19)

اللہ کو قریش کی آنکھوں کی خیانتیں اور آنکھ مارنا بھی معلوم ہے اور وہ منصوبہ بھی معلوم ہے جو اُن کے سینوں میں چھپا ہوا ہے۔(ایضاً جلد 4 صفحہ 401)

(15) يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (مومن 40/16)

جس دن جنگی مبارزت اور چیلنج کر کے حکومت وحکمرانی چھین لی جائے گی اُس روز تو یقین کرو گے کہ اللہ کے نمائندوں پر کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔

(16) اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَ لَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O (ہود 11/5)

’’خبردار ہو جائیں وہ لوگ جو اپنے سینوں میں دوہرا منصوبہ رکھتے ہیں تاکہ اُس دوہرے پن کی وجہ سے وہ اللہ اور رسولؐ سے مخفی رہ جائیں۔خبردار ہو کر سنو کہ اللہ تو اُن تمام تفصیلات سے بھی باخبر ہے جو وہ اپنے کپڑوں کے اندر چھپائے ہوئے ہیں اور وہ اُن کی رازدارانہ اسکیم کا بھی علم رکھتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اوراس ظاہر دکھاوے پر بھی مطلع ہے جو وہ اعلانیہ کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ سینوں کے اندر پوشیدہ تصورات کا بھی عالم ہے"۔

(17) وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ... (نساء4/81)

"اور اللہ اُن کے وہ تمام مشورے اور فیصلے لکھ رہا ہے اور لکھتا رہے گا جو وہ راتوں کو چھپ کر کرتے رہتے ہیں آپ اُن کی طرف سے دھیان ہٹالیں"

(18) يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ O (آل عمران 3/167)

"قریشی لیڈر زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں ہوتیں اور اللہ اُس منصوبے کو خوب جانتا ہے جسے یہ چھپاتے ہیں"۔

(19) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِم.... (نساء4/63)

"یہ وہی قریشی صحابہ ہیں جن کے دلوں میں جو منصوبہ ہے اللہ اُسے جانتا ہے"۔

(20) يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ Oفِيْ قُلُوْبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ Oوَاِذَاقِيْلَ لَهُمْ لَاتُفْسِدُوْافِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ Oاَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ Oوَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآاٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓااَنُؤْمِنُ كَمَااٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ O وَاِذَالَقُواالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓااٰمَنَّا وَاِذَاخَلَوْااِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓااِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ Oاَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ Oاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُاالضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ O (بقرہ 16 تا2/9) ترجمہ مندرجہ ذیل بیان میں:

(د) __اللہ نے اِن آیات (2/9-16) میں قریش کی بیماری حکومت اور اُن کا رویہ اور اسلامی تعلیمات میں انفرادیت اور حقیقی مومنین کے ساتھ سلوک دکھایا ہے۔__

سورہ بقرہ کی یہ آٹھ آیات قریشی مسلمانوں اور اُن کے راہنما لیڈروں کا حال بیان کرتی ہیں۔ یہاں منکرین اسلام یا یہود ونصاریٰ اور مشرکین کا قطعاً تذکرہ نہیں ہوا ہے۔ یہاں تو وہ صحابہ خاص طور پر زیر گفتگو رہے ہیں۔ جن کے دلوں میں مرض ہے۔ اور وہ اُس مرض کی موجودگی کو چھپانا چاہتے ہیں۔ یعنی اُدھر اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں یعنی یہ سمجھ رہے ہیں کہ اُن کا اختیار کردہ اسلام وہی ہے اور اُسی طرح کا ہے جیسا اللہ چاہتا ہے۔ ساتھ ہی وہ حقیقی مومنین کو بھی یہ یقین دلائے ہوئے ہیں کہ وہ بھی حقیقی مومن ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسا یقین کر کے خود فریب میں مبتلا ہو گئے لیکن حقیقت حال کا شعور نہیں ہے۔ لاشعوری میں اُن کا مرض بڑھتا جارہا ہے اور اُن کے لئے دردناک عذاب واجب ہو چکا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ غلط تعبیرات کر کے قرآن کی حقیقی تعلیمات کو ایک قریشی قسم کے اسلام پر فٹ کر کے جھٹلا رہے ہیں۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ جب قریشی لیڈروں کو بتایا جاتا ہے کہ تم جس طریقے سے اسلام کو لوگوں میں نافذ کر رہے ہو یہ تو فساد پر منتج ہوگا۔ اِس پر وہ بڑے اطمینان سے کہتے ہیں کہ حقیقی اصلاح تو ہمارے ہی اسلامی طریقے سے ہوگی۔ اُن کو بتایا جاچکا ہے کہ صحیح معنی میں قریشی صحابہ ہی فساد پھیلا رہے ہیں۔ مگر انہیں حقیقت کا شعور نہیں ہے۔ اور جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے کہ بھائیو تم اسلام کی اُن ہی تعبیرات پر اور اُسی طرح سے ایمان لاؤ جس طرح باقی مسلمان مانتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بھی اسلام کے متعلق اُسی طرح کے غلط سلط عقائد وایمان اختیار کرلیں۔ جیسا کہ جاہل واحمق وان پڑھ لوگ ایمان لائے ہیں؟ خبردار رہو کہ صرف قریشی دانشور ہی حقیقی معنی میں بے وقوف واحمق ہیں مگر اپنی

Presented by Ziaraat.Com

حماقت کا علم نہیں رکھتے۔ اِن اختلافات وعقائد کوعوام سے پوشیدہ رکھ کر جب بھی وہ عام مومنین سے ملتے ہیں تو خود کو ویسا ہی مومن ظاہر کرتے ہیں اور وہ اُنہیں اپنے ایسا مسلمان سمجھتے ہی ہیں۔ مگر جب یہ لوگ اپنے قریشی لیڈروں کے پاس جاتے ہیں تو بتاتے ہیں کہ ہم تو سو فیصد تمہارے طریقے پر قائم ہیں ہم تو بے وقوف مسلمانوں والے اعمال وعقائد کا مذاق اُڑانے کے لئے اُن ہی کی طرح عمل کر رہے تھے۔ مگر وہ تو اتنے احمق ہیں کہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ہم اُن کا اور اُن کے اختیار کردہ اسلام کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ کا انتظام اُن کا مذاق اُڑا رہا ہے اور اُنہیں اُن کی طاغوتیت اور سرکشی میں ڈھیل دے کر آگے بڑھا رہا ہے تاکہ وہ بھٹکنے میں سہولت حاصل کرتے رہیں۔ وہی مسلمان تو ہیں جنہوں نے ہدایت دے کر گمراہی خریدی ہے۔ چنانچہ نہ تو اُن کی یہ تجارت ہی اُن کے لئے مفید ہوئی اور نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہوسکے''۔

(ہ) بیمارانِ حکومت کی قرآن فہمی اور قرآن کو اپنے منصوبے پر ڈھالنے کا طریقہ یہی تھا جو چودھویں صدی تک برابر قریشی علما میں جاری رہا ہے۔

مندرجہ بالا عنوان تک یہ بات واضح ہو چکی کہ قریشی لیڈر اپنے دلوں میں مسلسل قومی حکومت بنانے کا پروگرام رکھتے اور اللہ کی طرف سے مختلف ریمارکس اور طنز سُنتے برداشت کرتے چلے آئے۔ اُن کے لئے بہت سہولت ہوتی اگر آنحضرتؐ بھی سابقہ انبیاؑ کی طرح پورا قرآن اُن کے سامنے رکھ دیتے۔ قرآن کے اِس طریقہ تلاوت نے قریشی ماہرین کو بہت تنگ پکڑا تھا۔ انہیں شروع سے آخر تک کبھی بھی یہ پتہ نہ چلنے پایا کہ کل کیا تلاوت کیا جائے گا؟ اور کون سی بات نازل ہو جائے گی؟ اس لئے اُن کی پروگرامنگ اصولی ہوتی تھی، تخمینی رہتی تھی۔ اُنہیں ہر وقت یہ اندیشہ لگا رہتا تھا کہ نہ معلوم کل پروگرام میں کہاں، کیا اور کیسی اور کتنی تبدیلی کرنا پڑے اور پھر وہ تبدیلی ہماری حماقت بن کر قرآن میں نازل ہو جائے گی۔ مگر خیریت یہ تھی کہ نہ قرآن میں نام لے کر بات کی جاتی تھی نہ ہی لوگوں کو منہ پر مطعون کیا جاتا تھا۔ یہ پردہ داری جہاں بیمارانِ حکومت کو مستقبل میں کام کرنے کا موقعہ دیتی تھی وہیں یہ اسلام کی بنیادی پالیسی کے لئے بھی مفید تھی۔ یعنی قریشی ماہرین کو اسلام کے کھلے انکار اور مزاحمت سے روکتے ہوئے بھولے بھالے سیدھے سادے بے غرض انسانوں کو اسلام اختیار کرنے اور اپنے اسلامی عقائد پختہ کرنے میں مدد دیتی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ دیکھو قریش کے کتنے قد آور اور عظیم الشان لوگ اسلام لے آئے ہیں۔ اُنہیں اس مثال سے مدد ملتی تھی۔ وہ غریب یہ نہ جانتے تھے کہ وہ لیڈر تو بیمارانِ حکومت ہیں اور ایک مخصوص قسم کا قومی اسلام تیار کر رہے ہیں۔ اُدھر قریشی راہنماؤں کو قوی اُمید رہتی تھی کہ وہ نومسلموں کو آسانی سے اپنا قومی اسلام سکھا کر رسولؐ کی پالیسی کے خلاف تیار کرسکیں گے۔ اس دورُخی افادیت کے لئے نزولِ قرآن کی بے نام پالیسی جاری تھی اس طرح یہ موقع تھا کہ قریش کی مذمت اور اُن کا کچّا چٹھّا مرتب کیا جاتا رہے اُن کے لمحہ بہ لمحہ حالات واقدامات مسلمانوں کے روبرو آتے رہیں۔ اور قریشی صحابہ کبھی یہ کہہ کر کہ یہ مذمت منافقوں کی ہوئی ہے ہدف ملامت بننے سے بچتے رہیں۔ کبھی کافروں پر الزام دھرتے رہیں کہیں اہل کتاب کی آڑ میں چھپ جائیں اور کہیں ضعیف الایمان لوگوں میں پناہ لیتے رہیں۔ اُدھر قرآن کے بیانات کلیدی الفاظ آیات میں رکھ کر قریش اور بیمارانِ حکومت کا تعین کرتے رہیں۔ ایک بے نام اور بھرپور تنزیل جاری رہی۔ اور نزولِ قرآن کے زمانے والے قریشی علما ہی نہیں بلکہ آج تک کے بعد والے علما بھی اپنے مذہب اور تصورات کی مرمت اور اُدھیڑ بُن میں مبتلا رہے اور اُن میں ہزاروں مرکزی اور بنیادی اختلافات پیدا ہوتے بڑھتے چلے گئے۔ یہی طریقہ تلاوت تھا جس نے حقیقی علما کو عمری وبکری اسلام کی شکست وریخت میں مدد دی۔ اور وہ قریشی علما کو فٹ بال کی طرح کھیلتے کھلاتے وہاں لے آئے جہاں اُن کے پاس حق کو قبول کرنے کے سوا دوسرا راستہ نہیں ہے۔ اور اُن کے عوام تو ہماری صرف پانچ منٹ کی گفتگو سے حق کو قبول کر لیتے ہیں۔ یہی وہ قرآنی حربہ ہے جو باطل کو چاروں طرف سے گھیرنے کے لئے آیات کا جال بچھا دیتا ہے۔ اور منٹوں میں انبار لگا دیتا ہے۔ ابھی ابھی ہم

Presented by Ziaraat.Com

نے بیمارانِ حکومت پر آیات کا ڈھیر پیش کیا تھا۔اس کے باوجود یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ قرآن کا سامان ختم ہوگیا ہے۔نہیں بلکہ ہم نے قریش کے اُس طریقے سے روشناس کرانے کی طرف رُخ موڑا ہے جو وہ لوگ قرآن کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے استعمال کرتے تھے اور جس سے وہ حقائق اسلام کو سامنے سے ہٹا کر بتدریج، غیر محسوس طور پر اپنے منصوبے کو اور منصوبے کے اجزا کو حق کے لباس میں پیش کرتے تھے۔اس طریقہ تک پہنچنے کے لئے دو قدم رک کر چلنا ہوگا اور پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ بعض آیات کس طرح اُنہیں حیران و ششدر کر کے رکھ دیتی تھیں اور کس طرح اُن کا تخمینی پروگرام اُلٹ کر رہ جاتا تھا۔حیرت سے منہ کھلے اور آنکھیں پھٹی رہ جاتی تھیں۔نزول قرآن کا ایک نظارہ جو اچانک پیش نہ آیا تھا۔بلکہ قریشی صحابہ خود تقاضا کر رہے تھے کہ:

(1) عہدِ رسولؐ میں بھی حضرت علیؑ نے جہاد کے حکم پر قریشی صحابہ پر مردنی چھائی ہوئی دیکھی تھی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى لَهُمْ O طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ O (محمدؐ 47/20-21)

”قریشی مومنین برابر تقاضا کرتے رہے کہ جہاد کی اجازت پر سورۃ کیوں نازل نہیں ہو رہی ہے؟ لیکن جب ایک محکم سورہ نازل ہوئی جس میں جہاد کا ذکر کیا گیا تو تم نے اُن مومنین کو دیکھا جن کے دلوں میں حکومت کا روگ جما ہوا ہے کہ وہ سب تمہاری طرف اس طرح طوطا چشمی سے دیکھ رہے تھے جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو۔اُن پر شخصِ اولیٰ کا مسلط ہونا ہی اُن کو ہوش میں لائے گا۔اُن کی زبان پر فرمانبرداری کے نعرے اور پسندیدہ جملے (Dialogue) رہتے ہیں۔مگر جنگی قیادت کا فیصلہ ہونے پر اگر وہ اللہ کی تائید و تصدیق کرتے تو اُن کے لئے خیریت رہتی“۔

دیکھا آپ نے قرآن کا سامان ختم نہیں ہوا ہے۔بلکہ شروع ہوا ہے۔اور قریشی صحابہ کے نئے نئے انداز سامنے آرہے ہیں اور آیات اور سورتوں کے نزول پر اُن کا ردِعمل پھر بیان ہو رہا ہے۔اور بتایا جا رہا ہے کہ:

(2) ہر اُترنے والی سورۃ اور آیت بیمارانِ حکومت یعنی کارپردازانِ قریش کے لئے دردِ سر پیدا کر دیتی تھی اور وہ نئی راہیں نکالنے کے لئے مومنین کا تاثر دیکھتے تھے۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ O وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ O (9/124-125 سورہ توبہ)

”جب بھی کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو وہ مومنین جن کے دلوں میں حکومت حاصل کرنے کی بیماری ہے مومنین کا ردِعمل دیکھنے کے لئے پوچھا کرتے ہیں کہ تم میں سے کون اس سورۃ سے زیادہ استفادہ کرتا ہے اور اُس کے ایمان و یقین و معلومات میں اس سے کیا اور کیسا استفادہ ہوا ہے؟ لیکن بیمارانِ حکومت کے ناپاک منصوبے میں تو ناپاکی کا اور اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔اور انہیں مرتے مرتے بھی حقائق کو چھپاتے رہنے کی فکر دامنگیر رہے گی۔مگر حقیقی مومنین کے ایمان و یقین و اطمینان اور معلومات میں نہ صرف اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے بلکہ وہ تو دن رات خوشیاں بھی مناتے رہتے ہیں“

Presented by Ziaraat.Com

(3) بیمارانِ حکومت کا قریش میں مقام، منافقین کا ساتھ رہنا، نزولِ قرآن پر نگرانی رکھنا اور قریشی مرکز میں رسُولؐ کے احکام واطلاعات کی ترسیل

نزولِ قرآن پر نظر رکھنے اور آیات میں معنوی ردوبدل کرکے قوم میں پھیلانے کی باتیں برابر ہوتی چلی آرہی ہیں۔ اور برابر یہ پہلو سامنے سے گزرتا رہے گا یہاں جس چیز کو زیادہ سے زیادہ سامنے رکھنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ قریشی علما اپنی تفسیروں اور تشریحات میں اُن لوگوں کو معمولی اور گھٹیا درجہ کے لوگ کہہ کر سامنے سے ہٹاتے اور چھپاتے رہے ہیں جن کے لئے اللہ نے قرآن میں بار بار ''الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِھِم مَّرَض'' ''وہ لوگ جو قلبی بیماری میں مبتلا ہیں'' فرمایا ہے۔ لیکن نہ اللہ نے اُن کے تذکرے پر خواہ مخواہ اتنی آیات قرآن میں نازل کیں اور نہ ہم نے انہیں نظرانداز کرنے کے لئے اتنے حوالے اور حالات قرآن سے پیش کئے ہیں۔ یہ صورت حال اور اہمیت چلاّ چلاّ کر کہہ رہی ہے کہ وہ لوگ قومی دردکو دل کی گہرائی میں لئے لئے پھرتے تھے۔ وہی لیڈر تھے جو قریش کے حقیقی بہی خواہ اور اُن کی فلاح وبہبود کے ذمہ دار تھے۔ اُنہوں نے قومی مقاصد کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ وہ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت قومی حکومت قائم کرکے قریش کو آفاقی اور عالمی امامت سونپنے کی فکر میں غلطاں وپیچاں رہتے تھے اور یہ سب کچھ ہو نہیں سکتا تھا جب تک خاندانِ رسالت کی تین ہزار سال سے مسلسل چلے آنے والی اور قرآن میں مذکور حکومت (مُلۡکًا عظیمًا، سورہ نساء 4/54) کو آئندہ کے لئے غلط اور ناجائز ثابت نہ کردیا جائے۔ ذرا سوچیے کہ قرآن سے اتنا بڑا کام لینا کتنا مشکل تھا؟ اُسے انجام دینے اور پورے قرآن کو اپنے قومی وقلبی منصوبے سے ہم آہنگ کرنے کے لئے کتنی قابلیت وہمت وقانونی مہارت کی ضرورت تھی؟ جن لوگوں نے قوم کی طرف سے یہ عظیم الشان ذمہ داری سنبھالی تھی اور ایک دن اس ذمہ داری کو پروان چڑھا کر قوم کو ساری دنیا کی امامت وسربراہی وراہنمائی سونپی تھی۔ اُن کو نظرانداز کرنا ہمارا کام نہیں ہے یہ دوسری بات ہے کہ قریش روزِ ازل سے یہ چاہتے تھے کہ دنیا پر وہ راز نہ کھلے جو دلوں کی بیماری بن کر رہ گیا تھا۔ جس نے راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام کردیا تھا (نساء 108-4/81) اور اسی لئے ساری قوم اُن کے منہ اور ہاتھوں کی طرف دیکھتی رہتی تھی کہ کب کیا حکم دیتے ہیں اور کیا اشارہ کرتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ساتھ اُن کے باڈی گارڈ اور رابطہ قائم رکھنے والے جاسوس یا منافقین اور غلام رہتے تھے۔ جاسوس یا منافقین چونکہ بدلتے رہتے تھے۔ اس لئے وہ مجمعِ عام میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے سے گھبراتے تھے کہ کہیں مجمع میں سے کوئی اُن کو پہچان نہ لے۔

(4) منافقوں یا جاسوسوں کا محتاط رویہ اور اشاروں اشاروں میں کام انجام دینا۔

چنانچہ وہ لوگ جو نزولِ قرآن اور دیگر اطلاعات قریشی مرکز میں پہنچانے پر مامور رہتے تھے۔ اُن کی کارگزاری خود قرآن نے ریکارڈ کی ہے وہ سنیئے۔ فرمایا گیا کہ:

وَاِذَا مَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَۃٌ نَّظَرَ بَعۡضُھُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ ھَلۡ یَرٰکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ ثُمَّ انۡصَرَفُوۡا صَرَفَ اللّٰہُ قُلُوۡبَھُمۡ بِاَنَّھُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَفۡقَھُوۡنَ O (توبہ 9/127)

''جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو قریشیوں کا نگران گروہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتا ہے کہ کہیں ہمیں کسی نے بھانپ تو نہیں لیا ہے۔ پھر نہایت احتیاط سے کھسک جاتے ہیں۔ اللہ نے تو اُن کے دلوں ہی کو کھسکا رکھا ہے۔ کیوں کہ اُن کی فقہ میں تو اور کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں ہے''۔

اس آیت میں چونکہ لفظ قوم آیا ہے اس لئے مودودی پر لازم تھا کہ وہ ترجمہ میں قوم کی ہوا تک نہ لگنے دیتے اور ساتھ ہی جن لوگوں کی اور جس قوم کی سوجھ بوجھ خود اس آیت میں ثابت ہے اُسے مودودی نے ''ناسمجھ لوگ'' قرار دیا ہے۔ حالانکہ اللہ نے اسی قوم کے لئے فرمایا ہے کہ:

وَاِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ وَیَمۡکُرُوۡنَ وَیَمۡکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ O (انفال 8/30)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی ترجمہ دیکھئے وہی قوم صاحبِ تدبیر۔

''وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کہ منکرینِ حق (کَفَرُوْا) تیرے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تجھے قید کردیں یا قتل کر ڈالیں یا جلاوطن کردیں۔ وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے''
(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 140-141)

قارئین دیکھیں اسی شخص نے یہ ترجمہ کیا تھا کہ: بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ O (توبہ 9/127) ''کیوں کہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں'' (ایضًا جلد 2 صفحہ 254) ذرا سوچیں کہ یہ ملعون اول تو لفظ ''قوم'' کو یکسر غائب کرلیتا ہے پھر اُس مکار و چالباز قوم (8/30) کو ''ناسمجھ لوگ'' بنا دیتا ہے۔

بہر حال اس آیت میں یہ نظارہ سامنے آ گیا کہ کچھ لوگ رسوؐل اللہ کے آس پاس صرف اس لئے لگے رہتے تھے کہ کوئی نئی آیت یا سورۃ نازل ہو تو قریشی مرکز کو فوراً مطلع کر دیا جائے۔ یہ گروہ جلسہ عام کے اندر ہر اُس نگاہ کی زد سے بچ کر رہنا چاہتا تھا جو ممکن ہے کہ اُن کی نقل و حرکت کی تلاش میں ہو۔ چنانچہ پورے جلسہ گاہ کو بھی اور آپس میں بھی ایک دوسرے کو نظر میں رکھتے تھے۔ تا کہ جیسے ہی کسی غلط نظر کا دباؤ محسوس ہو پارٹی کا ہر فرد مطلع اور چوکنا ہو جائے۔ چنانچہ جب کبھی ایسا ہوتا تھا تو وہ باری باری غیر محسوس طریقے سے کھسک جایا کرتے تھے۔ اللہ کے اس بیان سے جہاں قریش کے منافق گروہ کی ڈیوٹی اور محتاط طریقہ معلوم ہو گیا وہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قریش کے لیڈروں کو قرآن اور نزولِ قرآن کی بھی انتہا درجہ کی فکر رہتی تھی۔ اور کیوں نہ رہتی جب کہ یہ بھی اُن ہی کی ذمہ داری تھی کہ قریشی قوم کے افراد میں قرآن کا کوئی غلط عقیدہ یا عمل جاری نہ ہونے پائے۔ اور قریشی عوام صرف اُن عقائد و اعمال کو اختیار کریں جس پر قریشی مرکز اپنی مشاورت کے بعد متفق ہو گیا ہو۔

(5) رسوؐل کا صرف وہ حکم اختیار کیا جائے گا جو قریشی مرکز کے مطابق ہو۔

ورنہ رسوؐل کے ہر حکم کو ترکیب سے ٹال دینے کا حکم قریشی مرکز سے جاری ہو چکا تھا۔ یہ بات بھی قرآن سے سنئے:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ......الخ (مائدہ 5/41)

''قریشی صحابہ قرآن کے الفاظ اور مطالب کا رخ اپنے منصوبے کی طرف موڑتے رہتے ہیں باوجودیکہ اللہ نے قرآن کے الفاظ کے معنی و مفاہیم متعین کردیئے ہیں۔ اُنہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ اگر تمہیں رسوؐل اللہ یہی مفہوم بتائیں تو عمل کرلیا کرو اور اس کے خلاف بتائیں تو ترکیب سے ٹال دیا کرو''۔

معلوم ہوا کہ مدینہ میں بھی اسلام کے نام پر دو مرکزوں سے اللہ کی تعلیمات نافذ ہوتی رہیں اور یوں دو قسم کے مسلمان تیار ہوتے رہے۔ اور یہی وہ دو فرقے یا مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں جن کا تذکرہ قرآن میں ہوتا چلا گیا ہے۔ اور قریشی علما اس دوسرے فرقے کو طرح طرح چھپانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ کبھی اُن کو ضعیف الایمان کہہ کر چھپایا گیا۔ کبھی منافقوں کا گروہ کہہ دیا گیا۔ کبھی دل کے بیماروں کا گروہ کہہ دیا گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب قریشی مرکز کے تیار کئے ہوئے مسلمان تھے اور یہی وہ فرقہ تھا جو حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی رسوؐل کی بات ماننے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ اور اپنے طے کردہ اصول و عقائد کو منوانے کے لئے رسوؐل سے برابر جھگڑا جاری رکھتا۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ:

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ O

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ O (انفال 8/5-6)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی کا بلا تکلف ترجمہ۔

''(جب کہ) تیرا رب تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا تھا اور مومنوں میں سے ایک گروہ کو یہ سخت نا گوار تھا۔ وہ اُس حق کے معاملہ میں تجھ سے جھگڑ رہے تھے درآں حالے کہ وہ صاف صاف نمایاں ہو چکا تھا۔ اُن کا حال یہ تھا کہ گویا وہ آنکھوں دیکھے موت کی طرف ہانکے جارہے ہیں'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 130-131)

اِن آیات میں اور مودودی کے ترجمہ سے صرف یہ دیکھنا کافی ہے کہ:

1۔ ''مومنین ہی کے ایک دوسرے فرقہ کا وجود ثابت ہے'' اور یہ کہ ''2۔ وہ مومن فرقہ اپنی سخت نا گواری کو بلا تکلف ظاہر کرتا ہے'' اور یہ کہ:

3۔ ''وہ مومن فرقہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی رسوؐل کی بات نہیں مانتا بلکہ اپنا تصور منوانے کے لئے جھگڑا جاری رکھتا ہے''۔

(6) قریشی مرکز کا تیار کردہ اسلام اور اسلامی عقائد و اعمال کیوں قابل تبدیل نہ ہوتے تھے؟ قریشی مرکز میں دن رات قرآن پر ریسرچ جاری رہتی تھی

جیسا کہ معلوم ہوتا چلا آرہا ہے کہ قریشی لیڈر، قرآنی اور اسلامی تین ہزار سال سے چلے آنے والی رسوؐل کی خاندانی حکومت کو سامنے سے ہٹا کر اُس کی جگہ قریش کی قومی حکومت قرآن سے قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہیں دن رات قرآن پر ریسرچ کرنا پڑ رہی تھی۔ اور اپنی تحقیق وتلاش اور بحث ومباحثہ اور مشاورت کے بعد جس مسئلے پر مرکزی اتفاق ہوجاتا تھا۔ اُسے تبدیل کرنا اُن کی اسکیم کو مسمار کرنے کے مترادف تھا۔ اس لئے وہ کسی ایسے مسئلے میں بھی تبدیلی نہ کرسکتے تھے۔ جو دلیل و برہان سے اُن کے فیصلے کے خلاف بھی ثابت ہوجائے۔ یہی وجہ تھی مندرجہ بالا آیت (8/6) میں قریشی مومن فرقہ کے لوگوں کے جھگڑنے کی۔ بہرحال قریشی ماہرین رسوؐل کے مقابلے میں اپنے لئے جو اسلام تیار کررہے تھے۔ اُس کی تیاری میں وہ لوگ جن کے قلب میں بیماری بتائی گئی ہے، ہر وقت اپنے مقاصد کو سامنے رکھ کر قرآن کی آیات پر غور کرتے تھے اور وہ پہلو تلاش کرتے تھے جن سے اُن کے مقاصد برآمد ہوسکیں۔ چنانچہ وہ اپنے منصوبے کو قلوب میں رکھ کر قرآن کی آیات پر سے بار بار گزرتے تھے۔ اور جہاں کہیں کوئی ایسا پہلو سامنے آتا تھا جو اُن کے قلبی تصور یا ضرورت کے مشابہ ہوتا تھا، یا ذرا و راسی معنوی ہیر پھیر سے مشابہ ہوسکتا تھا۔ وہ ایسی آیات کو نوٹ کرتے جاتے تھے۔ اور اپنے راتوں کے خفیہ اجلاس (نساء 4/81,108) تمام صحابہ اپنی اپنی نوٹ کی ہوئی منتخب آیات کو سب کے سامنے پیش کردیتے تھے۔ اور ہر آیت پر باری باری بحث و مباحثہ کے بعد اصلاح و ترمیم کے ساتھ ایک اجماعی یا اجتماعی فیصلہ کرلیتے تھے۔ جس میں قومی مفاد برقرار رکھا جاتا تھا اور اُن اعتراضات کا جواب ملحوظ رہتا تھا جو دوسرے فرقے کے مومنین کی طرف ممکن ہوسکتا تھا۔ اس کارروائی کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

هُوَ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَ ابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ وَ مَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ....الخ (آل عمران 3/7)

مودودی ترجمہ: ''وہی خدا ہے، جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں: ایک محکمات، جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات، جن لوگوں کے دلوں میں ''ٹیڑھ'' ہے، وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور اُن کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں، حالانکہ اُن کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 233-235)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی آیات متشابہات کو نہایت خطرناک آیتیں کہتے ہیں۔

ہم مودودی کے ترجمہ پر بعد میں یہ گفتگو کریں گے پہلے یہ سمجھ لیں کہ قرآن میں آیات متشابہات ایسی آیات ہیں جن سے وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھ یا زیغ یا مرض ہوتا ہے۔وہ زبردست فتنہ (الفتنة) پیدا کرتے رہے ہیں۔یعنی اللہ نے آیات متشابہات کو فتنہ پیدا کرنے کا ایک ذریعہ بنادیا ہے۔اگر آیات محکمات ہی ہوتیں تو لوگوں کو قرآن کے نام پر فتنہ پھیلانے کا موقع نہ ملتا۔اُن کی تشریح دیکھئے۔

''۶ متشابہات ،یعنی وہ آیات جن کے مفہوم میں اشتباہ (شبہ) کی گنجائش ہے..... ایسی آیات کے مفہوم کو متعین کرنے کی جتنی کوشش کی جائے گی،اُتنے ہی زیادہ اشتباہات واحتمالات سے سابقہ پیش آئے گا،حتیٰ کہ انسان حقیقت سے قریب تر ہونے کے بجائے اورزیادہ دُور ہوتا چلا جائے گا۔پس جو لوگ طالبِ حق ہیں اور ذوق فضول نہیں رکھتے ،وہ تو متشابہات سے حقیقت کے اُس دھندلے تصور پر قناعت کرلیتے ہیں جو کام چلانے کے لئے کافی ہے اوراپنی تمام تر توجہ محکمات پر صرف کرتے ہیں،مگر جو لوگ بوالفضول یا فتنہ جُو ہوتے ہیں،اُن کا تمام تر مشغلہ متشابہات ہی کی بحث وتنقیب ہوتا ہے''۔(تفہیم القرآن جلداول صفحہ 234-235)

بات پختہ ہوگئی کہ اللہ نے قرآن میں بعض ایسی آیات بھی شامل کردی ہیں جن کے معنی میں شبہات اورطرح طرح کے احتمالات موجود ہیں جن پر غور وفکر کرنے سے آدمی گمراہ ہوجاتا ہے۔لہٰذا مودودی کا یہ فریب کارانہ بیان بھی ہمارے عنوان کو ثابت کردیتا ہے۔یعنی قریش نے جو اسلام تیار کیا تھا وہ آیاتِ متشابہات کی مدد سے تیار کیا گیا تھا۔اور جتنی گمراہیاں بعد میں پھیلیں یا پھیلائی گئیں وہ سب اُن ہی آیات کی مدد سے پھیلیں اور پھیلائی گئی تھیں۔اور یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہوا کہ اللہ نے قرآن میں اس قسم کی آیات بھی شامل کردیں جن کا حقیقی مفہوم بقول مودودی،اللہ کے علاوہ کوئی بھی نہ سمجھتا تھا۔یعنی خود رسوؐل بھی آیات متشابہات کے حقیقی معنی ومفاہیم پر مطلع نہ تھے۔لہٰذا عہد رسوؐل کے صحابہ میں اور رسوؐل میں اختلاف اور دوسرا مخالف فرقہ بننے کا سبب آیات متشابہات تھیں۔جن کے معنی صحابہ (عمر) جاننا چاہتے تھے اور رسوؐل کے جواب سے مطمئن نہ ہوکر باربار دریافت کرتے تھے اور رسوؐل اللہ تنگ آکر ٹال دیتے تھے۔(الفاروق حصہ دوم صفحہ 110)

لہٰذا نہ صحابہ قصوروار تھے نہ رسوؐل کی خطا تھی۔خطا اللہ کی تھی جس نے ایسی آیات قرآن میں رکھ دیں جن کے مفہوم پر وہ خود ہی مطلع تھا۔نہ کوئی اور جانتا تھا نہ اُس نے بتایا تھا۔اور نہ بعد میں سیکڑوں فرقے بننے اور بنانے میں کوئی خطاوار ہے۔

(7) آیاتِ متشابہات کے سلسلے میں مودودی نے فریب دیا ہے۔آیات کا صحیح ترجمہ اور مودودی کے ترجمہ کی وضاحت اور دلیل

اب قارئین دوبارہ آیت پر اور مودودی کے ترجمہ پر نظر ڈالیں اور بطور مدد علامہ رفیع الدین مرحوم کا ترجمہ دیکھ کر مودودی کی بڑی بڑی غلطیاں نوٹ کریں۔

رفیع الدین کا ترجمہ۔ ''وہی ہے جس نے اُتاری اُوپر تیرے کتاب بعضی اس کی آیتیں محکم ہیں یعنی ظاہری معنوں کی،وہ جڑ ہیں کتاب کی اور اور متشابہ معنی کئی طرف ملتے پس وہ لوگ کہ بیچ دلوں اُن کے کجی ہے پس پیروی کرتے ہیں اُس چیز کی کہ شبہ ڈالتی ہے اُس میں سے واسطے چاہنے گمراہی کے اور واسطے چاہنے حقیقت اُس کی کے اور نہیں جانتا حقیقت اُس کی کو مگر اللہ''(ترجمہ صفحہ 62)

علامہ رفیع الدین کا یہ ترجمہ دیکھ کر سب سے پہلے مودودی کے ترجمہ میں سے یہ جملہ خارج کردیں کہ ''اس کتاب میں دوطرح کی آیات ہیں'' یہ جملہ نہ رفیع الدین کے ترجمہ میں ہے نہ کسی اور کے اور نہ آیت کی عربی میں اس جملہ کے لئے الفاظ ہی موجود ہیں۔مطلب یہ ہوا کہ مودودی نے پہلے سے یہ طے کررکھا تھا کہ قرآن میں دوطرح کی آیات ثابت کرنا ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد مودودی کے ترجمہ میں یہ لکھا گیا ہے کہ:''وہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں''۔

اور رفیع الدین نے اسی جملہ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ: پیروی کرتے ہیں اُس چیز کی کہ شبہ ڈالتی ہے اُس میں سے''۔

اور عربی کا جملہ یہ ہے'' فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ '' لہٰذا معلوم ہوا کہ نہ تو عربی جملے میں لفظ''متشابہات''موجود ہے اور نہ رفیع الدین نے اپنے ترجمہ میں لکھا ہے۔ثابت ہوا کہ مودودی نے لفظ متشابہات کا اضافہ کیا ہے اس لئے کہ مودودی پہلے ہی سے چاہتے تھے کہ فتنہ پیدا کرنے کی وجہ آیاتِ متشابہات بن جائیں۔بہرحال یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ علامہ رفیع الدین بھی قریشی پالیسی اور طرزِ تفہیم ہی کے پروردہ ہیں اس لئے وہ بھی مجبور ہیں کہ اس راہ پر چلیں جو قریشی حکومتوں نے سات (7) سو سال کی محنت سے تیار کی تھی۔وہی نہیں بلکہ اس آیت کے ترجمہ میں تمام علمائے شیعہ بھی اُن ہی کے قدم بقدم چلے ہیں۔

ہمارا لفظی یا تحتِ لفظ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

''وہ وہی ہے جس نے تمہارے اوپر مکمل کتاب (الکتاب) نازل کی ہے۔اُس کتاب میں (مِنْهُ) محکم آیتیں ہیں جو کتاب کی بنیاد یا ماں ہیں۔ آخری یا دوسری محکمات ہی جیسی ہیں (مشابہ)۔چنانچہ جن لوگوں کے دلوں میں زیغ (منصوبہ) ہے وہ اپنے زیغ سے مشابہت رکھنے والی چیزوں کی پیروی کرتے ہیں تاکہ فتنہ کھڑا کریں اور اُس زیغ کی تاویل کرلیں۔اور اُن کے زیغ کی تاویل (مفہوم) اللہ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا ہے''۔

اس آیت کے الفاظ سے اور ہمارے اور رفیع الدین کے ترجموں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ اہلِ زیغ آیاتِ متشابہات کی پیروی نہیں کرتے یعنی آیاتِ متشابہات کے ذریعہ سے فتنہ پیدا نہیں کرتے اور قرآن اور آیات اور اللہ کے ذمہ سے عائد کیا ہوا الزام رفع ہو گیا ہے۔مگر ابھی اس آیت کی مزید وضاحت ضروری ہے۔چنانچہ پھر دیکھئے کہ وہ لوگ جس چیز کی پیروی کرتے ہیں اُسے مذکر کی ضمیر سے بیان کیا ہے یعنی، ''فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ'' آیت کے اس جملے میں لفظ''مِنْهُ''میں''مِنْ'حرف جر ہے''هُ''ضمیر واحد مذکر غائب کی ہے۔اور لفظ''تَشَابَهَ'' مضارع کا صیغہ ہے۔جو واحد مذکر غائب ہے اور تَشَابَهَ کے معنی ہیں''وہ مشابہ ہوتا ہے''۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ جو کچھ مشابہ ہوتا ہے وہ بھی مذکر ہے اور جس سے مشابہ ہوا ہے وہ بھی مذکر ہے۔اور یہ سب جانتے ہیں کہ لفظ''متشابہات''جمع مونث ہے۔لہٰذا وہ لوگ متشابہات کی پیروی نہیں کرتے ہیں اور جب تک آیت سے متشابہات کی پیروی ثابت نہ ہو جائے اللہ پر اور قرآن پر یا آیاتِ متشابہات پر فتنہ پیدا کرنے کا الزام نہیں آتا۔پھر ہمارے ساتھ ساتھ اس آیت کے مذکر و مونث الفاظ کا ذکر کرتے ہوئے ترجمہ کریں۔

آیت (3/7) کا مونث و مذکر واضح کرتے ہوئے ترجمہ سنئے۔

''وہ وہی مذکر ہستی ہے جس نے تم پر ایک مذکر مکمل کتاب نازل کی ہے۔اُس مذکر کتاب میں مونث محکمات آیات ہیں اور وہ مونث محکم آیات اُس مذکر کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری مونث متشابہات ہیں۔جن مذکر لوگوں کے مذکر دلوں میں مذکر زیغ ہے وہ اپنے مذکر زیغ سے مشابہ ہو جانے والے مذکر کی پیروی کرتے ہیں تاکہ مونث فتنہ پیدا کرلیں اور اُس مذکر کی تاویل یا مفہوم متعین کرلیں اور اُس مذکر کی تاویل اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا ہے''۔

قارئین سوچیں اور تلاش کریں کہ آیاتِ متشابہات کی پیروی کہاں گئی؟ اور جب آیاتِ متشابہات کی پیروی کرنے کا اس آیت (3/7) میں ذکر ہی

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ہوا ہے تو آیاتِ متشابہات سے فتنہ پھیلنے کی گنجائش کہاں سے آئے گی؟ وہاں تو قریشی لیڈروں کی ریسرچ کا وہی طریقہ بیان کیا گیا ہے جو سابقہ عنوان (6) میں سامنے آیا تھا۔یعنی۔

''قریشی صحابہ جو تصورات دلوں میں لے کر قرآن کی آیات پر سے گزرتے ہیں اُسے اللہ نے لفظِ ''زیغ'' سے ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ آیات پڑھتے ہوئے جہاں کہیں اُس ''زیغ'' سے مشابہت یا مشابہت کا شبہ ہوتا تھا۔اُسی آیت سے وہ اپنا باطل مفہوم نچوڑ لیتے تھے۔اور کہہ دیتے تھے کہ آیت کا حقیقی مفہوم وہی ہے جو ہمارا تصور یعنی زیغ تھا''۔

اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اُن کے قلب میں کیا تصور یا زیغ تھا؟ اُس کا علم صرف عالم الغیب یعنی اللہ ہی کو ہوسکتا ہے۔لہٰذا آیت کے اس جملے کا مطلب ''مَا يَعۡلَمُ تَاوِيۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ'' یہ نہیں ہے کہ ''متشابہات کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔اس لئے کہ قرآن کی ہر آیت کی تاویل تو رسولؐ اللہ اور راسخون فی العلم خوب خوب جانتے تھے۔البتہ کس لیڈر کے دل میں کیا زیغ تھا؟ کیا مطلب تھا جس پر وہ قرآن کو فٹ کرنا چاہتے تھے؟ یہ بات واقعی اللہ کے سوا کوئی اور نہ جانتا تھا نہ جان سکتا تھا۔

(8) مودودی اور تمام علما، شیعہ سنی دونوں، فریب ساز ہیں اور قرآن سے طاغوتی یا مجتہدانہ مطالب ومسائل اخذ کرنے کی سازش کے مجرم ہیں۔

اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ تمام مسلمان نام کے علمانے جان بوجھ کر آیاتِ متشابہات کو باطل مسائل کے اخذ کرنے کا بہانہ بنایا ہے۔ورنہ اللہ نے تو پوری کتاب یعنی قرآن کو محکم بھی فرمایا ہے۔جیسا کہ بار بار سورہ ہائے قرآنی کا محکم صورت میں نازل ہونا پہلے بھی بیان ہوا ہے۔ (محمدؐ 47/20) اور آیات کو محکم کرنا بھی ثابت ہے (حج 22/52)

(1) پورا قرآن متشابہ کتاب ہے تو ساری کتاب کو خطرناک وگمراہ کن کتاب کیوں نہ مانا جائے؟

اور اللہ نے قرآن کو بحیثیت مجموعی متشابہ کتاب فرمایا ہے۔سنئے ارشاد ہے کہ:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ O (زمر 39/23)

مودودی کا ترجمہ جس سے وہ اور تمام مترجمین گرفت میں۔

''اللہ نے بہترین کلام اُتارا ہے، ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزا ہمرنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دہرائے گئے ہیں۔اُسے سن کر اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں اور پھر اُن کے جسم اور اُن کے دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ راہ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے۔اور جسے اللہ ہی ہدایت نہ دے اُس کے لئے پھر کوئی ہادی نہیں ہے''۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 367-368)

قارئین غور فرمائیں کہ لفظ مُتَشَابِهًا مذکر ہے اور اسی مذکر لفظ سے لفظ ''مُتَشَابِهَاتٌ'' بنتا ہے۔لیکن مودودی اور تمام شیعہ وسنی علمانے آیات متشابہات کے معنی وہ آیات کئے تھے جن کے معنی میں ''اشتباہات وشبہات اور احتمالات ہوں''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 234)

جن میں گنجلک ہو یا جن کے معنی گول گول ہوں یا جن کے بہت سے مختلف ومتضاد معنی ہوسکیں یا بقول صالح ترین مترجم علامہ رفیع الدین ''متشابہ معنی کئی طرف ملتے''۔(صفحہ 62) یعنی ایسی آیات جن کے معنی ''موم کی ناک'' ہوں۔جسے لمبا، چھوٹا، موٹا، سیدھا اور ٹیڑھا کیا جاسکے۔لیکن

Presented by Ziaraat.Com

یہ تمام شیعہ اور سنی مترجمین زیرِقلم آیت (39/23) پرآکرگرفتار ہوگئے۔اب یہ کہتے ہیں کہ مُتَشَابِھًا اور مُتَشَابِھَات کے معنی ہیں ''ہمرنگ''

سوال یہ ہے کہ ان تمام ملاعین نے سورہ آلِ عمران کی آیت (3/7) کا ترجمہ یوں کیوں نہ کیا کہ:

مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ.....

مودودی: ''اس کتاب میں دوطرح کی آیات ہیں''۔یہ تو ذاتی اضافہ تھا۔

''ایک محکمات جو کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری ہمرنگ ہیں''؟ یعنی ''محکمات اور محکمات کی ہمرنگ آیات ہیں''۔

(2) آنحضرتؐ کو قریشی صحابہ کی اُن بحثوں اور ریسرچ میں شرکت کی ممانعت کی گئی تھی جن میں وہ قرآن کے معنی بدلتے اور غلط مفاہیم چسپاں کرتے تھے

یہاں تک تفصیل سے ثابت ہوا کہ قریشی صحابہ اور ماہرین دن رات (4/81,108) قرآن میں معنوی تحریف کرتے اور غلط وخودساختہ مفاہیم آیات کے ساتھ چسپاں کرتے رہتے تھے۔(3/7)اور(25/30)اور ہرقلبی تصور یازیغ کو قرآن کا جامہ پہنانے پر بحث وفکر کرتے رہتے تھے اور چاہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالمواجہ مسائل تیار کر کے لوگوں کو یقین دلاسکیں دیکھو فلاں وقت رسولؐ اللہ ہمارے پاس بیٹھے تھے اور ہم نے فلاں آیات کے یہ اور یہ مفاہیم سمجھے تھے اور آنحضرتؐ نے ہماری تصدیق کی تھی۔اور قومی حکومت بنالینے کے بعد تو قریش سازافسانوں میں یہاں تک طے کرلیا گیا ہے کہ قرآن وہی کچھ ہے جو صحابہ نے سمجھا اور بیان کیا اور صحابہ کی تفہیم کے خلاف قرآن کا کوئی مفہوم اختیار کرنا قرآن کی مخالفت ہے۔لیکن اللہ نے حضورؐ کو ہرایسی نشست میں بیٹھنے کی سختی سے ممانعت کی ہے۔جس میں لوگ قرآن کی آیات پر غوروخوض کررہے ہوں۔سنئے فرمایا گیا کہ:

مودودی کا طرفدارانہ ترجمہ۔ وَاِذَا رَاَيۡتَ الَّذِيۡنَ يَخُوۡضُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰى يَخُوۡضُوۡا فِىۡ حَدِيۡثٍ غَيۡرِهٖ (انعام 6/68)

''اے محمدؐ، جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پرنکتہ چینیاں کررہے ہیں، تو اُن کے پاس سے ہٹ جاؤ یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑکر دوسری باتوں میں لگ جائیں''۔(تفہیم القرآن جلداول صفحہ 549)

یہاں مودودی نے اپنے صحابہ کرام کو بچانے کے لئے لفظ ''یَخُوۡضُوۡنَ'' کے معنی ''نکتہ چینیاں'' کردیئے ہیں۔تاکہ قرآن کی آیات میں نکتہ چینی کرنے والوں کے پاس بیٹھنا منع سمجھا جائے اور غوروخوض کرنے والوں کے پاس بیٹھنا اور اُن کی بحثوں میں حصہ لینا رسولؐ کے لئے جائز ہوجائے۔اور یہ کہا جاسکے کہ صحابہ اور رسولؐ مل کر مشورے سے آیات کے مفاہیم اور تنفیذ کی صورت طے کیا کرتے تھے۔لیکن اللہ نے مومنین کو یہ اجازت ہرگزنہیں دی کہ وہ ازخود غوروخوض کر کے کوئی معنی یا مفہوم اور مطلب اخذ کرلیں اور اس پر عمل کریں۔

(3) صاحبانِ قرآن کی موجودگی میں کسی اور مومن کو آیات پرغوروخوض کر کے معنی ومفاہیم طے کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

لہٰذا مودودی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے خود اُسی آیت (6/68) میں دوبارہ آئے ہوئے لفظ ''یَخُوۡضُوۡا'' کے معنی مودودی کے قلم سے دوبارہ دیکھیں۔(یَخُوۡضُوۡا اور یَخُوۡضُوۡنَ۔ایک ہی لفظ ہے۔) حَتّٰى يَخُوۡضُوۡا فِىۡ حَدِيۡثٍ غَيۡرِهٖ (انعام 6/68)

مودودی: ''یہاں تک کہ وہ (اس گفتگو کو چھوڑکر) دوسری باتوں میں لگ جائیں''۔(تفہیم القرآن جلداول صفحہ 549)

یہ بریکٹ ہم نے لگادیا ہے اس لئے کہ یہ مودودی نے اپنی جیب سے اضافہ کیا ہے قرآن کی آیت میں اِس جملے کے لئے عربی الفاظ نہیں ہیں۔یہاں یہ بھی دیکھیں کہ اس آیت میں نہ کافروں کی بات ہے نہ منافقوں کا قصہ ہے بلکہ ایک عام قانون کی صورت ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

’’جو کوئی بھی اور جب کبھی آیات میں غور وخوض کرے باطل ہے اور رسولؐ کو خاص طور پر ایسی محفلوں میں بیٹھنا منع ہے تا کہ لوگ اُن کی سند سے غلط مفہوم پیش نہ کریں۔ لہٰذا ہم ایسے افسانوں کا انکار کرتے ہیں جن میں مسلمانوں کا آیات پر ذاتی غور وخوض بیان اور جائز کیا گیا ہو۔

(4) مودودی نے لفظ یَخُوْضُوْنَ کے معنی غلط کر کے فریب دیا ہے اور یہ کہ آنحضرتؐ کو دوبارہ ممانعت ہوئی کہ آیات پر غور وخوض کرنے والوں سے الگ رہا کریں۔

پھر نوٹ کریں کہ آنحضرتؐ کو دوبارہ منع کیا جا رہا ہے کہ:

مودودی صحیح ترجمہ کر کے پکڑے گئے۔ یَخُوْضُوْا وَیَلْعَبُوْاحَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ (زخرف۔43/83)

’’اچھا اُنہیں اپنے باطل خیالات میں غرق اور اپنے کھیل میں منہمک رہنے دو یہاں تک کہ یہ اپنا وہ دن دیکھ لیں جس کا انہیں خوف دلایا جا رہا ہے‘‘۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 551)

اس آیت میں مودودی نے لفظ یَخُوْضُوْا کے معنی ’’غرق رہنا‘‘ اور منہمک رہنا کئے ہیں۔ لہٰذا پھر معلوم ہوا کہ قریش کے لوگوں نے قرآن کو اپنے منصوبے پر فٹ کرنے کے لئے یلغار کر رکھی تھی۔

(5) مومنین کو بھی آیات کے معنی خود متعین کرنے اور دوسروں کے غور وخوض میں شامل ہونے کی ممانعت رہتی چلی گئی تھی۔ تیسرا حکم عام ہے۔

اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَا O (نساء 4/140)

’’اے مومنین تمہیں اس کتاب میں پہلے ہی سے یہ حکم دیا جا چکا ہے کہ جب تم یہ سنو کہ آیات کے حقیقی معنی چھپائے جا رہے ہیں اور اُن کو مضحکہ خیز معنی پہنائے جا رہے ہیں تو اُن لوگوں کے ساتھ مت بیٹھا کرو یہاں تک کہ وہ قرآن کے علاوہ کسی اور بات پر غور وخوض کرنے لگیں۔ اگر تم بھی یہی کچھ کرو گے تو تم بھی اُن ہی کی مانند حق پوش اور مخالف جاسوس شمار ہو گے۔ اور یقین کر لو کہ اللہ حق پوشوں اور اُن کے جاسوسوں کو جہنم میں کلیۃً جمع کرے گا‘‘۔

(6) قرآن سے ثابت ہو گیا کہ قریشی صحابہ نے خاندان رسولؐ کی حکومت کو غصب کیا تھا اور علیؑ کے ساتھی اُن کے حق کی طمع کر رہے تھے۔

قرآن کریم سے تفصیل کے ساتھ سامنے آ گیا کہ قریش نے حکومت کی طمع میں اسلام اختیار کیا اور قرآن کریم کی غلط تاویلات سے اپنی قومی حکومت کا لالچ دیا۔ قوم کو حضرت علی علیہ السلام کے خلاف مجتمع کیا تھا اور رفتہ رفتہ خاندان رسولؐ سے قریش کو متنفر کر دیا تھا۔ حق کو باطل کا اور باطل کو حق کا لباس پہنا دیا تھا۔ اور جب قریش کی سیاست، سیاست علویہ سے مغلوب ہوئی اور حکومت خود بڑھ کر حضرت علی علیہ السلام کے قدموں پر آ گری تو قریشی لیڈر حضرت علیؑ کے چاروں طرف دوستی کے لباس میں جمع ہو گئے تھے اور ہر لحہ حضرتؐ سے اُن کا حق چھین لینے کے اقدامات کرتے رہتے تھے۔ اُن سے حضورؐ نے فرمایا تھا کہ:۔ وَغَفْلَةً مِّنْ غَیْرِ وَرَعٍ ،وَطَمَعًا فِیْ غَیْرِ حَقٍّ (خطبہ نمبر 29، جملہ نمبر 26 تا 27)

’’کیا تم تقویٰ اور پرہیز گاری کو چھوڑ کر غفلت ہی میں پڑے رہو گے اور کیا کسی کے حق کو چھین لینے کی طمع برابر کرتے چلے جاؤ گے؟

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر:30

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر:30

خُطبہ ﴿30﴾

1۔قریشی لیڈراور سردارانِ قوم عثمان کے مخالف ہوگئے۔ان کی مخالفت عثمان کے قتل کا سبب بن گئی۔

2۔عثمان اوراس کے مخالف وحمایتی تینوں سے مواخذہ ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَوْ اَمَرْتُ بِهٖ لَكُنْتُ قَاتِلًا؛	1	اگر میں نے عثمان کے قتل کا حکم دیا ہوتا تو اس کا قتل کرانے والا میں ہوتا۔
اَوْنَهَيْتُ عَنْهُ لَكُنْتُ نَاصِرًا ؛	2	اور اگر میں نے قتل کی ممانعت کی ہوتی تو میں اس کا مددگار رہوتا۔
غَيْرَ اَنَّ مَنْ نَّصَرَهٗ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّقُوْلَ :	3	علاوہ ازیں جنہوں نے اس کی نصرت کی انہیں بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ
خَذَلَهٗ مَنْ اَنَاخَيْرٌ مِّنْهُ ؛	4	''جنہوں نے اسے بے یارومددگار چھوڑا ہم ان سے بہتر پوزیشن میں ہیں''۔
وَمَنْ خَذَلَهٗ لَايَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّقُوْلَ :	5	اور جنہوں نے اسے بے یارومددگار چھوڑا تھا وہ بھی یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتے کہ:
نَصَرَهٗ مَنْ هُوَخَيْرٌ مِّنِّيْ ؛	6	''جنہوں نے اس کی مدد کی تھی وہ ہم سے بہتر پوزیشن میں ہیں''
وَاَنَا جَامِعٌ لَّكُمْ اَمْرَهٗ ؛	7	میں تم سے دونوں کی پوزیشن بیان کئے دیتا ہوں۔
اِسْتَاْثَرَ فَاَسَاءَ الْاَثَرَةَ؛	8	عثمان نے جانب داری کی اور بری طرح جانب دار رہا کیا۔
وَجَزِعْتُمْ فَاَسَاْتُمُ الْجَزَعَ ؛	9	اور تم نے اضطراب وگھبراہٹ کا مظاہرہ کیا اور بری طرح مظاہرہ کیا۔
وَلِلّٰهِ حُكْمٌ وَاقِعٌ فِي الْمُسْتَاْثِرِ الْجَازِعِ	10	اب تم دونوں کے لئے بُری جانب داری اور برے اضطراب کا حکم اللہ کی طرف سے وقوع میں آنا ہے۔

تشریحات:

1۔ اِس خطبے میں مولائے کائنات علیہ السلام نے عثمان کے متعلق اور اُس کے مخالفوں اور حمایتیوں کے لئے مختصر مگر بلیغ وجامع ریمارکس دیئے ہیں۔اور ہمیں اُن ریمارکس کی تشریح کرنا ہے۔اور اُن مغالطّوں کو واضح کرنا ہے۔جو قریشی افسانوں اور اثرات سے پیدا ہوتے ہیں۔چونکہ قریشی حکومتوں نے اپنی تیار کردہ تاریخوں، تفسیروں، حدیث کے نام پر روایتوں، فقہ اور اجتہادی قوانین، اور سوانح عمریوں اور رسوم ورواج اور کہانیوں کی بھرمار سے فضائے عالم کو بھرتے اور چھلکاتے اور دوہراتے رہنے کا ہنگامہ جاری رکھا۔دینی مدارس اور تمدنی اسکولوں میں اُنہیں پڑھانے یاد کرانے اور اُن میں مہارت پر پبلک کو ترقی اور ملازمت دینے کا سلسلہ مسلسل جاری رہا اس لئے اپنے پرائے، مسلم وغیر مسلم، شیعہ وسنی، سب کی دماغی فضا کو اپنے منصوبوں اور اسکیموں سے لبریز رکھا۔اس لئے وہی چیزیں حق بن کر رہ گئیں۔جو قریش نے چاہا کہ حق سمجھی جائیں۔اور وہ چیزیں

غلط اور باطل کہلائیں جنہیں اُنہوں نے غلط و باطل قرار دیا۔لہٰذا آج یہ پتہ لگانے کے لئے کہ حق کیا ہے؟ اور باطل کیا ہے؟ ایک محقق کو وہی تعریفیں (Definitions) اور اصطلاحات (Terms) پڑھنا پڑیں گی جو قریشی حکومتوں نے چودہ سو سال کے عرصے میں اپنے ماہرین سے تیار کر کے دُنیا میں پھیلائیں اور درجۂ قبول حاصل کرایا۔حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنے کے لئے وہی قوانین وقواعد وضوابط اختیار کرنا پڑیں گے جو اُنہوں نے تیار کر کے مدارس اور مکتبوں میں پڑھائے اور یاد کرائے تھے۔واقعات وحالات کا پتہ لگانے کے لئے وہی تاریخیں اور احادیث وغیرہ کی کتابیں سامنے رکھنا ہوں گی جو قریشی حکومتوں نے اپنے وظیفہ خوار وتنخواہ دار علما سے مرتب کرائیں۔المختصر ایک محقق اپنا ہو یا پرایا ہو، مسلم ہو یا غیر مسلم ہو، شیعہ ہو یا سنی ہو، دوست ہو یا دشمن ہو، مجبور ہے کہ اُن ہی راہوں پر چلے جو قریش نے سوچ سمجھ کر تیار کی تھیں۔حد یہ ہے کہ اُسے زبان اور محاورے اور معنی بھی وہی اختیار کرنا پڑیں گے جو قریش نے تیار اور جاری کئے تھے۔اور جنہیں بولتے اور لکھتے ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں۔ اور جنہیں غیر اقوام بھی اُسی طرح سمجھنے اور بولنے اور لکھنے پر مجبور چلی آ رہی ہیں۔جو انہوں نے چاروں طرف دیکھا اور سنا اور پڑھا اور عربوں کو اہل زبان سمجھ کر اختیار کیا۔سوچئے اور بتایئے کہ وہ کون سا طریقہ ممکن ہے جسے استعمال کر کے آپ قریش کے اس ہمہ گیر انتظام سے باہر نکل جائیں اور اپنی تحقیق کے لئے اطمینان ویقین سے یہ کہہ سکیں کہ آپ کی تحقیق قریشی انتظام سے ہرگز متاثر نہیں ہوئی ہے۔

2۔ قریشی انتظام بلاشبہ ہمہ گیر و بے پناہ ہے۔مگر قریش کی تمام جدو جہد اور اسکیم خلّاقِ عالَم علّامُ الغیوب کو معلوم تھی اور اُس کا تدارک موجود ہے۔

مسلمانوں میں بہت سے محققین ایسے گزرے ہیں جنہوں نے حق و باطل کا پتہ لگانے کی سر توڑ کوششیں کی ہیں اور بہت سی حق باتوں تک پہنچے ہیں لیکن اُن میں سے کوئی بھی خالص حق کو باطل سے الگ کر لینے میں کامیاب نہ ہوسکا۔حد یہ ہے کہ علمائے شیعہ بھی کامیاب نہ ہوسکے۔ حالانکہ وہ حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ بلافصل مانتے اور قریشی خلافتوں کو غاصب وغادر وخائن کہتے اور اُن پر لعنت تک بھیجتے رہے ہیں۔علمائے شیعہ نے دن رات قریشی علما سے مناظرے کئے، فاتح (ٹیکسلا وغیرہ) کہلائے اور اُن کے رد میں ہزاروں کتابیں لکھیں۔مگر آخری نتیجہ کیا ہوا؟ اسے تازہ ترین بیانات سے سنئے اور دیکھئے کہ کیا حق و باطل الگ الگ ہوگئے؟۔

(الف) شیعہ شیعہ رہتے ہوئے اور سُنّی سُنّی رہتے ہوئے دونوں حق پر ہیں دونوں میں کوئی فرق نہیں، کوئی اختلاف نہیں، فرق واختلاف بتانے والے کافر ہیں۔ ایرانی ناظم الامور، ابوشریف صاحب کی پشاور میں تقریر۔

ایران کے ناظم الامور کی تقریر پڑھئے جو پندرہ روزہ اخبار ذوالفقار کے پہلے صفحہ پر آب وتاب سے شائع کی گئی ہے لکھا ہے کہ:

''جمہوریہ اسلامی ایران کے ناظم الامور برادر ابوشریف نے علمائے کرام کا استقبال کیا۔آپ نے اپنی افتتاحی تقریر میں معزز علمائے کرام کو خوش آمدید کرتے ہوئے کہا کہ آج خدا کا شکر ہے کہ ہم سب شیعہ وسنی علمائے کرام اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں اور وحدت کی فضا میں بات چیت کر رہے ہیں۔اُنہوں نے مسلمانوں کے نفاق اور اختلافات کی تاریخ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کفار نے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے ملت میں نفاق کے بیج بوئے تا کہ وہ ہم پر حکومت کر سکیں۔اور کفار مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے رہے۔اُن ہی شیعہ وسنی اختلافات کو ہوا دی گئی۔حالانکہ شیعہ اور سنی میں کوئی فرق نہیں کوئی اختلاف نہیں ہے''۔(اشاعت 16 جنوری 1982ء)

Presented by Ziaraat.Com

(ب) تمام مسلمانوں کو متحد و متفق کر کے اُن میں حقیقی اسلامی نظام اور اللہ کی مطلوبہ حکومت قائم کرنے کے متمنی دردمند شیعہ کے چند احساسات۔

6 فروری کو ہمیں جناب عابد عباس رضوی صاحب نے اپنی تصنیف بنام ''حج کانفرنس'' ''نظام مسجد'' مفت اور رجسٹری کر کے ارسال فرمائی ہے۔ اور جس نظام اور حکومت کو قائم کرنے پر یہ کتاب لکھی گئی ہے اور عملی نمونہ دیا گیا ہے۔ اس نظام اور اُس حکومت کو سب کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن آئمہ معصومین علیہم السلام کے تصور مذہب سے اُن کا کوئی تعلق ہے نہ قرآن سے رشتہ ہے۔ ایک خاطی اور خطا کاروں کے اپنے سمجھے ہوئے نظام اور حکومت کو نظام اسلام اور حکومت الٰہیہ مان لیا گیا ہے۔ چنانچہ اُن کے نزدیک خلافت راشدہ برحق حکومت تھی۔ ابتدائی تعارف میں لکھا ہے کہ:

''زیر نظر کتاب میں اُن تمام مسلمان سیاستدان اور صاحبان اقتدار کے کردار کا بھی بھرپور جائزہ لیا گیا ہے جنہوں نے خلافت راشدہ کے خاتمہ پر مسلمانوں کی حکومت کی زمام اقتدار سنبھالی اور اسلامی حکومت کی راہنمائی کا دعویٰ کیا'' (صفحہ 6)

اس سلسلے کا دوسرا مقام: ''اب اس معیار پر سوائے خلفائے راشدین کے کوئی نہیں پورا اترتا ہے۔ اور خلفائے راشدین کے آخری دور میں بلکہ حضرت عثمان کے زمانہ میں ہی اس معاشرہ میں شگاف پڑنے لگے تھے''۔ (صفحہ 56)

صفحہ 65 پر تسلیم کیا ہے کہ دنیا میں فتوحات کرنے والے حکمرانوں کو اللہ نے حکومت کا انعام دیا تھا۔ انہوں نے دنیا میں اسلام پھیلایا اور یہ کہ ''مسلمان کی اذان سے اتمام حجت ہو رہی ہے'' پھر بلا ولایت کی اذان پر کوئی اعتراض نہیں کیا ہے۔ (صفحہ 65)

بہرحال اس کتاب میں بھی کھل کر خلفائے ثلاثہ کے فلسفہ اسلام کو جائز مان کر قبول کر لیا ہے۔ یعنی آخر قریشی حکومت کی پالیسی اور اُن کی تعلیم ساری دنیا پر عموماً اور شیعوں پر خصوصاً غالب آ چکی ہے۔ یہ تھی اُس کی ہمہ گیری اور بے پناہی اور یہ نکلا ہے اُس کا نتیجہ کہ آج قریش کے اور قریشی عقائد کے دشمن بھی اُن کے راستے پر چلنا اسلام کی صحیح تعلیم ماننے لگے ہیں۔ اور اس کتاب کو عابد صاحب نے خمینی کے نام سے منسوب کیا ہے۔

3۔ اس دنیا میں کوئی شخص اُس وقت تک حق کو نہیں پا سکتا جب تک وہ قرآن سے قریش اور اُن کی پالیسی کو نہ سمجھے اور قرآن پر لفظ بلفظ عمل نہ کرے۔

ہمارے اس عنوان کی صحیح اسپرٹ کو سمجھنے کے لئے بھی آپ کو جناب علی مرتضٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک بیان سننا پڑے گا۔ تاکہ آپ پوری توجہ سے قرآن کریم کی طرف راہنمائی کے لئے راغب ہوں اور حق و باطل کو الگ الگ کر سکنے کی راہ اور طریقہ سمجھ سکیں۔

سنئے فرمایا گیا ہے کہ: اَلَا وَاِنَّكُمْ قَدْ نَفَضْتُمْ اَيْدِيَكُمْ مِنْ حَبْلِ الطَّاعَةِ ؛ وَثَلَمْتُمْ حِصْنَ اللّٰهِ الْمَضْرُوْبَ عَلَيْكُمْ بِاَحْكَامِ الْجَاهِلِيَّةِ ؛ وَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ. قَدِامْتَنَّ عَلٰى جَمَاعَةِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ .... وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ صِرْتُمْ بَعْدَا الْهِجْرَةِ اَعْرَابًا ؛ وَبَعْدَ الْمُوَا لَاةِ اَحْزَابًا ؛ مَاتَتَعَلَّقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا بِاسْمِهِ ؛ وَلَا تَعْرِفُوْنَ مِنَ الْاِيْمَانِ اِلَّا رَسْمَهُ؛

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر 234، قاصعہ)

''خبردار ہو جاؤ کہ تم نے خود کو اطاعت کی بندشوں سے آزاد کر لیا ہے اور زمانہ جاہلیت کے احکام پر عمل کر کے اُس دیوار کو توڑ دیا ہے جو تمہیں بے دینی سے بچانے کے لئے تمہارے چاروں طرف تعمیر کی گئی تھی۔ بلاشبہ اللہ نے اس اُمت پر اس گراں قیمت نعمت کا احسان کیا تھا۔........ جان رکھو کہ تم نے ہجرت کرنے کے بعد دوبارہ ایام جاہلیت کا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اور اسلامی ولایت میں داخل ہونے کے بعد پھر مخالف گروہ بن گئے ہو۔ اب تمہارا نام کے سوا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ اور لفظوں کے علاوہ تمہارا ایمان سے تعارف بھی باقی نہیں ہے''۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسرے مقام پر فرمایا کہ:

فَاجْتَمَعَ الْقَوْمُ عَلَى الْفُرْقَةِ وَافْتَرَقُوا عَنِ الْجَمَاعَةِ ؛ كَاَنَّهُمْ اَئِمَّةُ الْكِتَابِ وَلَيْسَ الْكِتَابُ اِمَامَهُمْ ؛ فَلَمْ يَبْقَ عِنْدَهُمْ مِنْهُ اِلَّا اسْمُهُ وَلَا يَعْرِفُوْنَ اِلَّا خَطَّهُ وَزَبْرَهُ ؛ .... وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ لَنْ تَعْرِفُوا الرُّشْدَ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِىْ تَرَكَهُ ؛ وَلَنْ تَاْخُذُوْا بِمِيْثَاقِ الْكِتَابِ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِىْ نَقَضَهُ ؛ وَلَنْ تَمَسَّكُوْا بِهِ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِىْ نَبَذَهُ ؛ فَالْتَمِسُوْا ذٰلِكَ مِنْ عِنْدِ اَهْلِهِ ؛ فَاِنَّهُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ وَمَوْتُ الْجَهْلِ ؛......الخ (خطبہ نمبر 147)

''یہ پوری قوم تفرقہ پردازی پر متفق اور مجتمع ہوگئی ہے اور اسلامی جماعت سے خود کو منقطع کرلیا ہے۔ گویا کہ وہ قرآن کے امام اور راہنما ہیں اور قرآن اُن کا امام و راہنما نہیں ہے۔ چنانچہ اُن کے پاس قرآن کی تعلیمات میں سے صرف قرآن کا نام رہ گیا ہے۔ اور اب انہیں قرآن کے زیر وزبر اور الفاظ کے علاوہ کسی اور حقیقت سے تعارف بھی نہیں رہا ہے۔..... اور یہ بھی جان لو کہ تم ہرگز ہدایت نہیں پاسکتے۔ جب تک تم اُن لوگوں کو نہ پہچان لو جنھوں نے ہدایت کو ترک کردیا ہے اور قرآن کے عہد و پیمان تک رسائی نہ پاسکو گے جب تک اُن لوگوں کو نہ پہچان لو جنھوں نے قرآن کے عہد و پیمان توڑ دیئے ہیں۔ اور تم کبھی تعلیماتِ قرآن سے رابطہ قائم نہیں کرسکتے جب تک تمہیں اُن لوگوں سے تعارف نہ ہو جائے جنھوں نے قرآن سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ چنانچہ تمہیں تعلیماتِ قرآن سے ہدایت حاصل کرنے اور رابطہ رکھنے کے لئے صاحبؑ قرآن سے التماس کرنا چاہئے اس لئے کہ صاحبانِ قرآن ہی علم کی زندگی اور جہالت و گمراہی کی موت ہیں''۔

4۔ جس قوم نے اسلام سے پہلے والے مذہب پر عمل کیا اور اسلام و قرآن کو پس پشت ڈالا تھا، وہ رسوؐل اللہ کی قوم قریش تھی جو بے دین ہو گئی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے قریش کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اُس میں اُن کا نام نہیں لیا ہے۔ اس لئے کہ قریش ہی اُن کے مخاطب رہے ہیں۔ لیکن خطبات کی تشریح کرنے والوں کے لئے یہ گنجائش ہے کہ وہ قریش سے خطاب کا انکار کردیں اور یہ کہہ دیں کہ قریش ہی تو حقیقی دین دار تھے، رسوؐل کے عظیم الشان صحابہ تھے، یہ خطاب ہرگز قریش کو مخاطب نہیں کرتا اور یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ پوری قریشی قوم اسلام لانے اور مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مرتد ہوگئی ہو۔ اور اسلام و قرآن سے دست برداری اختیار کرلی ہو اور دین و قرآن سے کسی قسم کا تعلق اور رابطہ نہ رکھا ہو۔

یہی کچھ قریش نے اپنی حکمرانی کے دوران کہا اور کتابوں میں اپنے قصائد و فضائل لکھوائے۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ جو کچھ صاحبِ قرآن علیہ السلام نے بطور اشارہ فرمایا وہ سب کچھ قرآن نے تفصیل سے پبلک تک پہنچا دیا ہے۔ اور باقاعدہ اُن کا سب سے بڑا تشخص ساری دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کی تعلیمات سے ہجرت کرنے اور قرآن میں معنوی تحریف کرکے قرآن ہی سے اپنے سابقہ مذہب کی سند لینے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے یوں شکایت کی تھی کہ:

(1) وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا O (فرقان 25/30)

''اللہ کے رسول محمدؐ نے کہا تھا کہ اے میرے پروردگار بلاشبہ میری قوم نے اِس قرآن کو اپنے اخذ و استنباط سے مہجور کرکے رکھ دیا ہے''۔

اور اللہ نے جواب میں تصدیق فرماتے ہوئے کہا تھا کہ:

(2) لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا O (25/31)

Presented by Ziaraat.Com

''جس طرح تیری قوم نے تیرے ساتھ دشمنی اور مجرموں والا سلوک کیا ہے اُسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبیؑ کے دشمن بنائے رکھے ہیں۔مگر تم قرآن کو مہجور کرنے کی اس لئے فکر نہ کرو کہ تیرا پروردگار تو قرآن کے سلسلے میں بھی تیرا راہنما اور مددگار رہے گا۔''

(3) مکہ کے قیام ہی کے دوران قریش اپنے افسانوں کو قرآن پر فٹ کر کے اُس کی حقیقی تعلیمات کو جھٹلا چکے تھے۔

قریش کے لئے یہ بھی نوٹ کرلیں کہ اُنہوں نے اسلام کے پردوں میں اپنے سابقہ دین کو لپیٹ کر جاری کردیا تھا۔ چنانچہ اللہ نے اعلان کیا تھا کہ:

اُنظُر کَیفَ نُصَرِّفُ الاٰیٰتِ لَعَلَّھُم یَفقَھُونَ O وَکَذَّبَ بِہٖ قَومُکَ وَھُوَ الحَقُّ قُل لَّستُ عَلَیکُم بِوَکِیلٍ O لِکُلِّ نَبَاٍمُّستَقَرٌّ وَّسَوفَ تَعلَمُونَ O وَاِذَا رَاَیتَ الَّذِینَ یَخُوضُونَ فِیٓ اٰیٰتِنَا فَاَعرِض عَنھُم حَتّٰی یَخُوضُوا فِی حَدِیثٍ غَیرِہٖ ....الخ (انعام 68 تا 6/65)

''اے نبیؐ تم یہ دیکھو کہ ہم آیات کو کس طرح بار بار مختلف طریقوں سے ان قریشیوں کے سامنے پیش کرتے جارہے ہیں شاید یہ کسی طرح اُنہیں اپنی فقہ میں شامل کرلیں۔مگر تمہاری قوم تو اس قرآن کی تکذیب کرتی جارہی ہے۔حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔اُن قریشیوں کو بتادو کہ میں تمہارے معاملے میں وکالت نہ کروں گا۔اور یہ اس لئے کہ ہر غیبی خبر کے ظہور کا ایک مقام وموقع مقرر ہوتا ہے۔اور یہ کہ تم جلد ہی معلوم کرلو گے۔اور اے رسولؐ جب تم قریشی لوگوں کو ہماری آیات کے مفاہیم بدلنے کے لئے غور وخوض اور بحث ومباحثہ کرتے دیکھا کرو تو اُن سے الگ ہوجایا کرو تاکہ وہ اپنے تبدیل کردہ مفہوم پر تمہیں سند نہ بناسکیں۔اور جب وہ دوسری باتوں میں لگ جایا کریں تو متوجہ ہوجایا کرو''۔

یہی کچھ صرف قوم کہہ کر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا مگر قرآن نے بتایا ہے کہ وہ قوم قریش یا رسولؐ کی قوم تھی۔

5۔ قرآن اور صاحبؑ قرآن کا تقاضا ہے کہ حق اور باطل کو الگ الگ کرنے اور رکھنے اور تعلیمات اسلام حاصل کرنے کے لئے قریش کو الگ کیا جائے

لہٰذا قارئین پر واجب ہے کہ قریش کی کوئی ایسی بات نہ مانیں جو خود اُن کی تائید کرتی نظر آئے، جو اُنہیں اسلام اور رسولؐ کا مخلص ثابت کرتی ہو، جو قرآن فہمی کے لئے کہی گئی ہو۔مختصر یہ کہ قریش کو ہر حال میں دشمنان خدا اور رسولؐ سمجھنا چاہئے۔اس لئے کہ اللہ خواہ مخواہ اُن کو دشمن اور جرائم پیشہ نہیں فرماسکتا تھا۔اُس پوری قوم کو اللہ نے مُکَذِّبِ قرآن اسی لئے فرمایا ہے کہ اُنہوں نے اپنے خود ساختہ اسلام کو اور اپنی گھڑی ہوئی تاریخ وتفسیر کو قرآن کے ذمہ لگا کر دنیا میں مشہور کیا تھا۔اور اپنی پوزیشن کو ہمہ گیر وبے پناہ بنا کر پیش کیا تھا۔لہٰذا قریش کی صرف وہ باتیں ماننا چاہئیں جو اُن کے خلاف ہوں، جو قرآن اور صاحبؑ قرآن علیہ السلام کے مذکورہ بالا بیانات کی تائید وتصدیق کرتی ہوں اور بس۔

اور ہر اُس کتاب کو قریشی سازش کا پلندہ سمجھنا چاہئے جو اس چودہ سو سال میں لکھی گئی ہو۔ساتھ ہی ہر اس کتاب کو اور کتابوں کے مصنفوں کو فریب خوردہ سمجھنا چاہئے جو قریشی علما کے علاوہ دوسرے علما نے لکھی ہو۔اس سلسلے میں قریش کے دوستوں، ہمدردوں اور ہم مذہبوں کو بھی اور قریش کے مخالفوں اور دشمنوں کو بھی ناقابل اعتبار سمجھنا چاہئے اس لئے کہ انہوں نے اپنی موافقت اور مخالفت کی بنیاد قریش کے تیار کردہ ریکارڈ پر رکھی ہے جو پہلے ہی ناقابل اعتبار ثابت ہوچکا ہے۔البتہ قریشی ریکارڈ کی اور قریشی علما کی ہر وہ بات قابل قبول اور قابل غور ہوسکتی ہے جو قریش کے خلاف ہو۔لہٰذا ہمارے قارئین کو چاہئے کہ وہ خالی الذہن ہو کر حضرت علی علیہ السلام کے بیانات اور ہماری تشریحات کا مطالعہ کریں۔

Presented by Ziaraat.Com

6۔ حضرت علیؑ کا یہ خطبہ نمبر 30 اپنے اندر صرف ایک سوال کا جواب رکھتا ہے مگر یہ جواب سیکڑوں سوالات کو سامنے لانے کا سبب بن جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے خطبے کو سامنے لانے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہ خطبہ جسے تیسواں خطبہ کہہ کر لکھا گیا ہے اُس میں کل دس جملے ہیں۔اور ہم ابتدا میں عرض کر چکے ہیں کہ چند جملوں کو تقریر یا خطبہ کہنا اور لکھنا صرف تقریر یا خطبہ کا مذاق اُڑانا ہے۔بہرحال یہ چیز ہمارے وسائل سے باہر ہے کہ ہم وہ پوری تقریر یا خطبہ حاضر کرلیں جس میں سے رضیؒ صاحب نے دو دو چار چار یا چند جملے لے کر اُنہیں خطبہ کا عنوان اور نمبر دے دیا ہے۔بہرحال یہ دس جملے دیکھئے اور وہ مطالب سمجھنے میں ہماری مدد کیجئے۔جو حضرت علی علیہ السلام لوگوں کو سمجھانا چاہتے تھے۔فرمایا ہے کہ:

لَوْ اَمَرْتُ بِهٖ لَكُنْتُ قَاتِلًا؛اَوْنَهَيْتُ عَنْهُ لَكُنْتُ نَاصِرًا ؛غَيْرَ اَنَّ مَنْ نَّصَرَهٗ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّقُوْلَ :خَذَلَهٗ مَنْ اَنَاخَيْرٌ مِّنْهُ ؛ وَمَنْ خَذَلَهٗ لَايَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّقُوْلَ :نَصَرَهٗ مَنْ هُوَخَيْرٌ مِّنِّىْ ؛وَاَنَا جَامِعٌ لَّكُمْ اَمْرَهٗ ؛اِسْتَاْثَرَ فَاَسَاءَ الْاَثَرَةَ؛وَجَزِ عْتُمْ فَاَسَاتُمُ الْجَزَ عَ ؛وَلِلّٰهِ حُكْمٌ وَاقِعٌ فِى الْمُسْتَاْثِرِ الْجَازِ عِ (خطبہ 30، جملہ نمبر 1 تا 10)

''اگر میں نے عثمان کے قتل کرنے کا حکم دیا ہوتا تو اُس کو قتل کرانے والا میں ہوتا۔اور اگر میں نے اُس کے قتل کی ممانعت کی ہوتی تو میں اُس کا مددگار رہوتا۔علاوہ ازیں جنہوں نے اُس کی نصرت کی اُنہیں بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ:''جنہوں نے عثمان کو بے یارومددگا چھوڑا ہم اُن سے بہتر ہیں''اور جنہوں نے اُسے بے یارومددگار چھوڑا تھا وہ بھی یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتے کہ:جنہوں نے اس کی مدد کی تھی وہ ہم سے بہتر پوزیشن میں ہیں۔میں تم سے دونوں کی پوزیشن جامع انداز میں بیان کئے دیتا ہوں''عثمان نے جانبداری کی تھی اور بہت بُری جانبداری کی تھی۔اور تم نے اضطراب وگھبراہٹ کا مظاہرہ کیا تھا اور بُرا مظاہرہ کیا تھا۔اب تم دونوں فریق کے لئے بُری جانبداری اور بُرا مظاہرہ کرنے پراللہ کی طرف سے ایک وقوع میں آنے والا حکم اور مواخذہ ہونا ہے''

(الف) حضرت علیؑ کے بیان کو سمجھنے کے لئے جملوں پر غور کریں۔

سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ حضوؑر نے عثمان کا یا کسی اور کا نام نہیں لیا ہے۔مگر ہم نے ترجمہ میں عثمان کا نام لکھ دیا ہے۔اور تمام مترجمین اور شارحین نہج البلاغہ نے عثمان ہی کو سمجھا ہے۔صرف اس لئے کہ عثمان کے قتل اور متعلقہ واقعات کی دھوم مچی ہوئی تھی۔لہٰذا یہ طے شدہ اور عملی صورت حال ہے کہ جب کسی واقعہ کی دھوم مچ جاتی ہے یا جھوٹ موٹ بطور پروپیگنڈا دھوم مچادی جاتی ہے تو لوگ اطمینان سے خود ہی وہ کچھ سمجھ جاتے ہیں جو کچھ پروپیگنڈا کرنے اور دھوم مچانے والے سمجھانے اور منوانے کا ارادہ یا منصوبہ رکھتے ہیں۔یہی حال رہا ہے قریشی حکومتوں کے سات سو سالہ پروپیگنڈے اور نشرواشاعت کا کہ لوگوں نے اُن کے متواترات پر یقین کیا۔بحثیں کر کر کے اُن کو پختہ کیا۔یعنی موافق اور مخالف اُن کی متواترات کا تذکرہ کرتے چلے آئے اور وہ سب کچھ نسلاً بعد نسلٍ لوگوں کے ذہنوں میں رہتا چلا آیا اور اب ہر بات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اُسی سامان کا سہارا لیا جاتا ہے۔یہ سہارا لینا بھی باطل ہے اور اس سہارے کی مدد سے موافق اور مخالف نتائج اخذ کر کے اُن پر عمل کرنا بھی غلط ہے۔اس لئے کہ بنیاد غلط ہے تو اس پر تعمیر بھی غلط ہے۔دوسری بات یہ سوچیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے عثمان کے لئے نہ کسی ظلم کرنے کی بات فرمائی نہ زیادتی کی اور نہ اُسے استبداد کا مجرم قرار دیا ہے۔لیکن تمام مترجمین نے ترجموں میں وہی کچھ لکھ دیا جو وہ قریشی تاریخ یا پروپیگنڈے سے سمجھے تھے۔

مترجمین اور شارحین نے کیا کیا سمجھا؟ چنانچہ جناب الشیخ محمد عبدہ نے''استبداد اور بُری استبداد''سمجھا۔مفتی جعفر نے''عزیز واقارب کی

Presented by Ziaraat.Com

طرفداری'' سمجھا۔ رئیس احمد جعفری نے ''خودرائی کا مجرم'' سمجھا۔ علی نقی طہرانی فیض الاسلام نے بھی ''اخراجات میں استبداد'' ہی سمجھا ہے۔

لیکن حضورعلیہ السلام نے اس سلسلے میں جوالفاظ فرمائے ہیں ''1۔ اِسْتَاثَرَ ۔2۔ اَلْاَثَرَۃُ'' اوران الفاظ کا بنیادی مادہ ہے۔ الف۔ث۔ر، اورمصدر ہے۔ ''اَثرًا۔ اور۔ اَثَرَۃً۔ اور۔ اَثَارَۃً۔ اور بنیادی معنی ہیں ''کسی چیز کا وجود یا نشان قائم کرنا۔ اِسی کو مُتَاثّر کرنا کہتے ہیں۔ لفظ ''تَاثِیر'' اُسی نشان یا نتیجہ یا وجود کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی قوت سے ظہور میں آئیں۔ صحت ہو جانا دوا کی تاثیر کا ثبوت ہے۔ اور لفظ '' اِسْتَاثَرَ'' بھی اسی مادہ اور مصدر پر مزید تعمیر کے بعد مصدر اِسْتِفْعَالٌ سے بنایا جاتا ہے اور اس کے معنی ہوتے ہیں:

''نشان یا اثر پیدا کرنے یا اُبھارنے کی کوشش کرنا'' مُتاثر کرنا'' سب کچھ چھوڑ کر ایک مقصد کے پیچھے لگ جانا'' وغیرہ اور انگریزی میں یہ بھی کہ ''کلیتاً کسی چیز کا خود مالک بن بیٹھنا یا قابض ہو جانا'' یا سب کو اپنے حضور میں حاضر چاہنا''

1- (To appropriate a thing),

2-(To call any one to him)(exclusively to ones self)

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے صرف دوالفاظ فرمائے ہیں اور دوسرا لفظ لفظوں کی تعداد کے لئے نہیں بلکہ پہلے لفظ اِسْتَاثَرَ کی بُری صورت تک لے جانے کے لئے ہے۔ یعنی صرف ایک لفظ فرمایا ہے۔ اوراس لفظ سے عثمان کے مادی اقدامات نہیں بلکہ اُس کا رُجحانِ طبیعت، اور مقصدِ خلافت، یا انتہائی مطمع نظر (Goal) سامنے رکھ دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ وہ اپنی طبیعت کے رجحان یا مقصدِ حکومت یا مطمع نظر میں بہت بُری حدود تک بڑھ گیا تھا۔ خطبہ سننے والوں نے اُس وقت اور پڑھنے والوں نے آج تک جو کچھ سمجھا وہ اُس وقت کے عثمانی کردار کے کسی ایک بُرے گوشے کو سمجھا ہے۔ کوئی ایسی بات سمجھنے کی کوشش نہیں کی جس میں عثمان کا پورا کردار ومقاصد غرق ہو جائیں۔ یعنی جز کے بجائے کُل سمجھ میں آجائے۔ وہ ''کُل'' کیا تھا؟ وقت ملا تو ہم بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

تیسری بات یہ دیکھیں کہ مترجمین وشارحین نے قتلِ عثمان اور اُس کے مخالفوں اور موافقوں میں سے حضرت علیؑ کو کیا مقام دیا ہے؟ مفتی جعفر حسین نے بریکٹ میں ''غیر جانبدار'' لکھ کر اپنا اطمینان کرلیا یعنی یہ سمجھ لیا کہ اس معاملے میں حضرت علیؑ کا غیر جانبدار رہنا ہی حق تھا۔ ورنہ اُن کے خیال میں حضرت علیؑ غلط کار ہوتے۔ پھر مفتی صاحب نے تفصیل سے ہنگامہ کی روداد قتل ہونے تک لکھتے ہوئے عثمان کے قتل کا سبب اور عثمان کی شان یوں لکھی ہے:

''اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عثمان کا قتل اُن کی کمزوریوں اور اُن کے عمال کے سیاہ کارناموں کا نتیجہ تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان متفقہ طور پر اُن کے قتل پر آمادہ اور اُن کی جان لینے کے درپے ہو جاتے۔ اور اُن کے گھر کے چند آدمیوں کے علاوہ کوئی اُن کی حمایت ومدافعت کیلئے کھڑا نہ ہوتا۔ مسلمان یقیناً اُن کے سن وسال، اُن کی بزرگی و وقار اور شرفِ مصاحبت کا پاس ولحاظ کرتے۔ مگر اُن کے طور طریقوں نے فضا کو اس طرح بگاڑ رکھا تھا کہ کوئی اُن کی ہمدردی وپاسداری کے لئے آمادہ نظر نہ آتا تھا''۔ (ترجمہ مفتی جعفر جلد اول صفحہ 155)

شیعہ قارئین خاص طور پر نوٹ کریں کہ مفتی ومجتہد نام کا جعفر حسین مولوی، عثمان کی بزرگی و وقار اور شرفِ مصاحبتِ رسولؐ کا قائل ہے۔

علامہ شیخ محمد عبدہٗ حضرت علیؑ کی طرفداری مانتے ہیں۔

علامہ محمد عبدہ نے تشریح میں لکھا ہے کہ: ''یَقُوْلُ، اَنَّهُ لَمْ يَامر بقتل عثمان وَاِلَّا كَانَ قَاتِلًا لَهُ مَعَ اَنَّهُ بَرِیءٌ مِّن قتله، وَلَمْ ينه

Presented by Ziaraat.Com

عَنْ قتله، اَی لَمْ یَدَافع عنه بِسَیْفِهٖ وَلَمْ یقاتل دونه وَالّا کَانَ ناصِرًا لَہٗ اَمَّانِهَیَه عَنْ قتله بلسانه فَھُوَثَابِتٌ۔وَھُوَالَّذی امر الحسنؑ وَالحسینؑ اَنْ یَّذابالنَّاس عنه ''(نہج البلاغہ صفحہ 75)

''فرماتے ہیں کہ:''یہ کہ میں نے عثمان کے قتل کا حکم نہیں دیا ورنہ میں اُس کا قاتل ہوتا لہٰذا میں اُس کے قتل سے بری ہوں اور یہ کہ میں نے اُس کے قتل سے منع نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اُس کا تلوار سے دفاع نہیں کیا اور نہ اس کے لئے جنگ کی ورنہ میں اس کا مددگار ہوتا۔البتہ عثمان کے قتل سے زبانی ممانعت کرنا بالکل ثابت ہے اور وہ یوں کہ آپ نے حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کو تعینات کیا تھا کہ لوگوں کو اُن پر حملہ کرنے سے دور رکھیں''۔

چوتھی بات یہ سوچنا ہے کہ قتل کا حکم دینے والا تو قاتل نہیں ہوتا۔ اِس لئے کہ قتل کا فعل یا عمل کرنے والا انکار کرسکتا ہے۔قاتل تو صرف اُسی کو قرار دیا جاتا ہے جو سوچ سمجھ کر، اچھا برا دیکھ کر اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔خواہ کسی اور ہی کے حکم یا اجازت یا اِیماء (اشارہ) سے قتل کرے۔اگر وہ شخص قتل کا مستحق تھا تو نہ حکم دینے والا مجرم ہے نہ قتل کا فعل کرنے والا جوابدہ ہے۔اور بلاقصور کسی کے قتل کا حکم دینا جرم تو ہے مگر بلاقصور قتل کرنے والے سے کم جرم ہے۔اس لئے کہ قتل کرنے والے کو قصاص میں قتل کیا جائے گا لیکن قتل کا مشورہ یا حکم دینے والے کو قتل نہیں بلکہ تعزیزی سزا دی جائے گی۔
پھر سوال یہ ہے کہ حضوؑر نے یہ کیوں فرمایا کہ:

''اگر میں قتل کا حکم دیتا تو میں قاتل ہوتا''؟ یہ فرمانا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؑ کے اوپر قتل کی تہمت لگائی جا رہی تھی اور آپ اپنے جواب سے یہ ثابت فرما رہے تھے کہ''میرا قتل کرنا تو الگ تم تو یہ بھی ثابت نہیں کرسکتے کہ میں نے کوئی ایسا جملہ بولا ہو جس کا مطلب قتل کا حکم یا اشارہ یا قتل پر رضامندی ہو''۔

ساتھ ہی بات کو ان الفاظ میں اس لئے فرما رہے تھے کہ عائشہ نے ایسا جملہ ایک معزز گروہ کے سامنے بولا تھا کہ:
''اُقْتِلُوا النَّعثِلَ قَدْ کَفَرَ ''تم اِس نعثل کو قتل کرڈالو یہ کافر ہوگیا ہے۔مطلب یہ کہ عائشہ کو اور اُسی قسم کا حکم دینے والوں کو قاتل نہیں سمجھتے تو مجھے کیسے قاتل کہہ سکتے ہو؟ پھر یہ حقیقت یوں بھی ثابت ہے کہ آپؑ نے یہ بھی فرمادیا کہ:

'' اگر میں اُسے قتل کرنے کی ممانعت کرتا تو میں اُس کے مددگاروں میں سے ایک ہوتا''۔

'' تا کہ لوگ چلا اُٹھیں کہ آپ نے برابر لوگوں کو اُس کے قتل سے منع بھی کیا اور قتل سے اُنہیں روکا بھی''۔

اور پبلک خود کہے کہ حضرت علیؑ عثمان کے مددگاروں میں سے ایک ہیں نہ کہ عثمان کے قاتل''۔

پانچویں بات یہ ہے کہ حضوؑر نے عثمان کی مدد کرنے والوں کو اور مدد نہ کرنے والوں کو برابر کردیا ہے۔نہ اُنہیں بہتر اور اہل خیر وصلاح فرمایا نہ اِنہیں بہتر اور اہل خیر قرار دیا۔یعنی عثمان کا دفاع کسی پر واجب نہ تھا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ عثمان کے قاتلوں سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔جس قتل پر قاتلوں سے مواخذہ ہوتا ہے۔اُس قتل کا دفاع موجودین پر واجب ہوتا ہے اور دفاع نہ کرنا گناہ قرار پاتا ہے۔یہ بات اس لئے بھی صحیح ہے کہ عثمان کو اور گھبرا جانے والوں کو یا گھبراہٹ میں قتل کرڈالنے والوں کو بہرحال مجرم قرار دیا ہے۔یعنی عثمان قتل ہوجانے کے بعد بھی مجرم رہے۔اور قتل کرڈالنے والے قتل کرکے بھی اپنے جرائم سے فارغ نہ ہوئے۔یعنی عثمان کو قتل کے علاوہ کچھ اور سزا بھی ملنا باقی ہے اور قتل کرنے والے بھی ابھی اور سزا کے مستحق ہیں۔

چھٹی بات جسے اللہ، محمدؐ اور علیؑ اور دیگر آئمہ معصوؑمین کے بیانات میں ہمیشہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اِنؑ کے بیان میں ایسی

Presented by Ziaraat.Com

گنجائش نہیں رکھی جاتی جسے قریشی ماہرین سیاسی حربہ بنا کر خود اُن کے خلاف استعمال کرسکیں۔ مثلاً یہ حضرات مجرموں کے نام عموماً ظاہر نہیں کرتے تاکہ اُن کے طرفدار اشتعال پیدا کر کے لوگوں کو مخالفت پر آمادہ نہ کرسکیں۔ یہ حضرات ناموں کی جگہ ایسی صفات اور شناخت یا ایسے کلیدی الفاظ بیان میں رکھ دیتے ہیں کہ سمجھنے والے لوگ خود سمجھ لیں کہ کس کا ذکر ہو رہا ہے؟ چنانچہ حضوؐر کے اسی خطبے میں کسی کا نام نہیں ہے۔ لیکن اُس وقت بھی اور آج تک بھی وہ شخص پہچانا جاتا رہا جو حضرت کا مقصود و مطلوب ہے۔

لہٰذا یہاں اس خطبہ میں بھی جرائم اور جرائم کی سزا کی تصریح سے پرہیز فرمایا گیا ہے۔ اور ایسا بیان دیا گیا ہے کہ لوگ خود سوچیں اور اس بیان کی مدد سے صحیح فیصلہ بھی کرسکیں۔

7۔ اگر قریش کی پوزیشن کو اور اسلامی نظام کو سمجھنے کیلئے قرآن اور صاحبؐ قرآن کو بنیاد میں نہ رکھا جائے تو باقی وسائلِ تحقیق گمراہ کر دیتے ہیں

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ خود دشمنانِ قریش یعنی شیعہ علماء بھی آخر آج قریشی نظام کو اسلام کا صحیح نظام ماننے اور لکھنے لگے ہیں۔ اور اس کا سبب یہی ہوا ہے کہ اُنہوں نے قرآن اور صاحبؐ قرآن کو اپنی تحقیق کی بنیاد بنانے کے بجائے قریش کی تیار کردہ تاریخ و تفاسیر و روایات کو سامنے رکھا اور اُن میں تنقید و تحقیق و تلاشِ حق شروع کی تھی اور قریشی پالیسی نے بتدریج، غیر محسوس طریقے سے اُنہیں متاثر کرلیا۔ اور وہ قریش کی پالیسی کے ماتحت گمراہ ہوگئے۔ اور اُنہیں گمراہ ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے قرآن اور صاحبؐ قرآن تو قریش کو یکسر ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔ اُنہیں مُکذِبّ و مُحرِّفِ قرآن اور رسوؐل کا دشمن قرار دیتے ہیں۔ (انعام 6/66، فرقان 31-25/30) اور ظاہر ہے کہ قرآن کی معنوی تحریف کر کے قرآن کے حقائق و عقائد کو جھٹلانے کی ضرورت قریش کو اسی لئے پیش آسکتی تھی کہ اُنہیں تعلیماتِ رسوؐل اور قرآن سے ہٹ کر اپنا الگ اسلام تیار کرنا تھا۔ تاکہ دنیا میں انہیں قرآن اور اسلام کا ماننے والا سمجھا جاتا رہے۔ اور وہ قرآن کی تعلیمات کے خلاف بھی عمل کرتے رہیں۔ اور کوئی اِس راز کو سمجھ بھی نہ سکے۔ اسی راز سے پردہ ہٹانے کے لئے قرآن نے آیت میں یہ نہیں کہا کہ ''قریش نے قرآن کا انکار کردیا ہے'' یا یہ نہیں فرمایا کہ ''تیری قوم نے قرآن کو ترک کردیا ہے'' کیوں کہ ایسا کہنے کے بعد قریش اسلام سے خارج ہو جاتے۔ اور اگر قرآن میں قریش کے اسلام سے خارج ہو جانے کا اعلان ہو جاتا تو قریش کے لئے یہ ممکن ہی نہ رہتا کہ وہ مسلمان کہلائیں۔ اور قرآن کے نام پر ہی قرآنی عقائد و تعلیمات کو تبدیل کریں۔ پھر اسلام سے خروج کا اعلان اس لئے غلط اعلان ہوتا کہ قریش نے قرآن کو ترک نہیں کیا تھا۔ اس کا انکار نہیں کیا تھا۔ وہ تو قرآن کو یاد کر رہے تھے۔ قرآن کی تعلیمات میں غور و فکر اور خوض کر کے اُس کے مفید ترین مطالب اخذ کر رہے تھے۔ (انعام 68-6/66) اسی لئے فرمایا گیا تھا کہ:

اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا O(25/30) ''یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو اپنے اخذ و استنباط سے مہجور کر کے رکھ دیا ہے''

8۔ اللہ نے قریش کو یہ بتادیا تھا کہ تم ایک حقیقی ایمان لانے والی جماعت پر مسلّط ہو جاؤ گے اُسے سو فیصد مغلوب و ماتحت کر کے اُس کا مذاق اُڑایا کرو گے اور جہنم میں جاؤ گے۔

قرآن کریم قریش سے کہہ رہا ہے کہ:

اَلَمۡ تَکُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَکُنۡتُمۡ بِهَا تُکَذِّبُوۡنَ Oقَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَیۡنَا شِقۡوَتُنَا وَ کُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّیۡنَOرَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ O قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِیۡهَا وَلَا تُکَلِّمُوۡنِ Oاِنَّهٗ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡ عِبَادِیۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ Oفَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِیًّا حَتّٰۤی اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ وَکُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَکُوۡنَ Oاِنِّیۡ

Presented by Ziaraat.Com

جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ O (سورۃ المومنون 111 تا 23/105)

''کیا تم وہی قوم نہیں ہو کہ میری آیات جب تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں تو تم معنوی ترکیب سے اُنہیں جھٹلا دیا کرتے تھے؟ اُنہوں نے کہا کہ اَے ہمارے پروردگار ہم پر دوسروں کو محتاج بنانے میں مقابلہ بازی غالب آ گئی تھی۔ اور ہماری پوری قوم گمراہ ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر وہ گمراہ قوم کہے گی کہ اَے ہمارے پروردگار ہمیں اس عذاب سے نکال دے اگر پھر بھی ہم آئندہ تیری آیات کو جھٹلائیں تو ہم یقیناً ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا کہ تم اسی عذاب میں مبتلا رہو اور میرے سامنے سے دُور ہو جاؤ اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ تم وہی قوم تو ہو کہ جب میرے بندوں میں سے ایک فرقہ کے لوگ کہتے تھے کہ اَے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ہوئے ہیں اس لئے تو ہمیں تحفظ عطا فرمادے اور ہم پر رحم کر تو تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ تو تم نے اُس فرقہ کو مسخر کر کے اپنا زیردست محتاج بنائے رکھا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن انہوں نے اپنے صبر اور اسلامی منصوبے سے تمہیں ایسا سرکش بنا دیا تھا کہ تم میرے ذکرِ مجسم کو بھول گئے اور اُن کے دین کا مذاق اڑانے لگ گئے تھے۔ یقیناً میں نے آج اُس فرقے کو اُس کے صبر کی جزا دی ہے اور دراصل وہی فائز المرام ہوئے ہیں''۔ (سورۃ المومنون 111 تا 23/105)

اِن آیات سے یہ معلوم ہو گیا کہ قریش نے تعلیماتِ قرآن کو اس لئے اپنے منصوبے پر فٹ کیا تھا کہ وہ صاحبانِ قرآن اور ذکر اللہ کو زیر دست و مسخر کر لیں اور ان کی بلندی و بزرگی اور حکومت غصب کر لیں۔ قریش نے یہ آیات سنی تھیں۔ انہیں حفظ یاد کیا تھا اس کے باوجود اُنہوں نے منصوبہ بنا کر رسوؐل کے خاندان سے حکومت نکالنے کا خفیہ فیصلہ کیا (الفاروق حصہ اول صفحہ 103 اور طبری)

اور بائیس سال ہر نازل ہونے والی آیت کی معنوی تحریف کی، جھوٹے قصے گھڑ کر اُن کے ساتھ چپکائے اور نازل ہونے والی حقیقی تعلیمات کو جھٹلایا اور سابقہ مجرم اقوام کی طرح رسوؐل اور خاندان رسوؐل سے دشمنی کی (25/30-31) اور حضرت علی علیہ السلام کو اور اُن کے بعد کے آئمہؑ کو نہ صرف اللہ و رسوؐل کی حکومت سے محروم کیا بلکہ اُن کو اُن کے تمام حقوق سے بھی محروم کیا جو انہوں نے دوسروں کو دیئے۔ اُن کا قتل عام جاری رکھا۔ اپنا گھڑا ہوا اسلام ساری دنیا میں جاری کیا اپنا حقیقی اور فدا کار مسلمان ہونا مشہور کیا۔

9۔ اُن کی منصوبہ سازی اور ریاکارانہ اسلام کا بھانڈا پھوڑنے کے لئے انہیں ڈھیل دی گئی سابقہ مجرم اقوام کا انہیں خلیفہ بنانے کی پیشگوئی کی گئی مگر قریش نے عادلانہ حکمرانی بھی نہ کی۔

قریش کو اعلان نبوت سے آدھی صدی پہلے بحیرہ راہب اور ایک اُزدی عالم نے بھی محمدؐ و آل محمدؐ سے اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی تھی اور بتایا تھا کہ اَے ابوبکر تو محمدؐ کے بعد حاکم بن جائے گا لہٰذا اس خانوادے کے ساتھ رحم و کرم و دیانت کا سلوک کرنا۔ اللہ نے بھی قرآن میں بتایا ہے کہ:

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ O ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ O (یونسؑ 14-10/13)

مودودی کا ترجمہ: ''لوگو! تم سے پہلے کی قوموں کو (جو اپنے اپنے زمانہ میں برسرِ عروج تھیں) ہم نے ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کی روش اختیار کی اور اُن کے رسول اُن کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور انہوں نے ایمان لا کر ہی نہ دیا۔ اس طرح ہم مجرموں (25/31) کو اُن کے جرائم کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اب اُن (اے قریش اُن مجرم اقوام۔ احسنؔ) کے بعد ہم نے تم کو زمین (پر خلیفہ بنا دیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔احسنؔ) میں اُن کی جگہ دی۔تا کہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو'' (تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 271)

یہ بات تو شیطان کی سنت ہے کہ جہاں لفظ قوم آجائے اور قریش پر اثر انداز ہوتا ہو وہاں مودودی لفظِ قوم کو ترجموں میں ضرور غائب کر جاتے ہیں۔ اور چونکہ اِن آیات میں قریشی قوم کو سابقہ مجرم اقوام کا خلیفہ بنانے کی اطلاع ہے اس لئے مودودی نے یہاں لفظ ''خلائف'' کو بھی غائب کر لیا ہے تا کہ قارئین کی توجہ ادھر نہ جائے کہ قریشی قوم کو سورہ فرقان میں مجرم اقوام کا پیرو قرار دیا تھا۔(25/31) اور اب قریش کو مجرم اقوام کا خلیفہ بنایا گیا ہے۔لہٰذا قریش ہرگز رسوؐل اللہ کے یا اللہ کے خلیفہ نہ تھے۔اور وہ تمام کہانیاں اور ریکارڈ جھوٹا ہے جس میں قریش کے خلفاء ابوبکر وعمر وعثمان وغیرہ رسوؐل کے خلیفہ مشہور کئے گئے ہیں۔حالانکہ وہ مجرم اقوام کے خلیفہ تھے(10/14)۔مگر کبھی عوام کو یہ نہیں بتایا کہ:

(الف) مودودی کی تشریح مانتی ہے کہ ابوبکر وعمر وعثمان مجرم اقوام کے خلیفہ تھے۔

''خیال رہے کہ خطاب اہل عرب سے ہو رہا ہے اور اُن سے کہا یہ جا رہا ہے کہ پچھلی قوموں کو اپنے اپنے زمانے میں کام کرنے کا موقع دیا گیا تھا، مگر اُنہوں نے آخر کار ظلم وبغاوت کی روش اختیار کی اور جو انبیاءؑ اُن کو راہ راست دکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے اُن کی بات اُنہوں نے نہ مانی اس لئے وہ ہمارے امتحان میں ناکام ہوئیں اور میدان سے ہٹادی گئیں۔اب اَے اہل عرب تمہارے باری آئی ہے۔ تمہیں اُن (مجرم وتباہ شدہ اقوام۔احسنؔ) کی جگہ موقع دیا جاتا ہے۔تم اس امتحان گاہ میں کھڑے ہو جس سے تمہارے پیشرو ناکام ہو کر نکالے جاچکے۔اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارا انجام بھی وہی ہو جو اُن کا ہوا تو اِس موقع سے، جو تمہیں دیا جا رہا ہے، صحیح فائدہ اُٹھاؤ۔پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو اور اُن غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو اُن کی تباہی کی موجب ہوئیں''۔(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 271)

یہاں اُن تمام علما وعوام کو توبہ کرنا واجب ہے جو ابوبکر وعمر وعثمان کو رسوؐل کا خلیفہ کہتے اور لکھتے رہے ہیں۔اور ساری دنیا کو ماننا چاہئے کہ قرآن کی رُو سے قریش ایک مجرم قوم تھی مجرم اقوام کی جانشین وخلیفہ بنائی گئی تھی۔اور عہد رسوؐل ہی میں اللہ سے ظالم اور مکذِّب قرآن کا اور رسوؐل کے دشمن ہونے کا لقب پا چکی تھی۔

(ب) مودودی نے مانا ہے کہ مسلمانوں نے یہود کی پیروی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔

اور مودودی کا بیان سن کر قریش اور قریشی مسلمانوں کا حال بھی دیکھتے چلیں لکھا ہے کہ:

''یعنی پہلے اُنہوں نے خود ہی عقائد اور احکام میں موشگافیاں کیں اور ایک ایک چیز کے متعلق سوال کر کر کے تفصیلات اور قیود کا ایک جال اپنے لئے تیار کرایا، پھر خود ہی اس میں اُلجھ کر اعتقادی گمراہیوں اور عملی نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے۔اس گروہ سے مراد یہودی ہیں جن کے نقش قدم پر چلنے میں، قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہات کے باوجود، مسلمانوں نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی ہے''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 508)

یاد رہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنبیہات قریشی ریکارڈ میں بھری پڑی ہیں۔مثلاً صحیح بخاری میں حضور کی کئی ایک حدیثیں کہتی ہیں کہ:

(1) عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَا تقوم السَّاعة حتّٰی تَاخذ اُمَّتِی بِاَخذِ القرونِ قبلها شِبرًا بِشبر و ذراعًا بذراعٍ فقیل یا رسوّل اللّٰہ کَفَارس والرُّوم؟قال وَمَن الناس اِلَّااُولٰئِک۔

(2) عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قبلکم شِبرًا شِبرًا و ذراعًا ذراعًا حَتّٰی لَوْدَخلُوا حجرضَبٍّ تَبِعتُمُوهُم،قلنا یا رسول اللّٰہ الیهود و النصاریٰ ؟قال فَمَنْ؟(بخاری پارہ تیسواں جلد2 صفحہ 1088)

Presented by Ziaraat.Com

(1)''آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت قائم ہی نہیں ہوسکتی جب تک میری امت سابقہ اقوام کی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ ناپ کر پیروی نہ کرلے چنانچہ پوچھا گیا کہ حضوؐر کیا اہل ایران اور اہل روم کی پیروی کرے گی؟ فرمایا اُن کے علاوہ پیروی کرنے کیلئے اور کون سے انسان ہوسکتے ہیں؟

(2)''حضوؐر نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے سے پہلوں کی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ بھر ناپ ناپ کر پیروی کروگے؟ ہم نے پوچھا کہ یارسوؐل اللہ کیا ہم یہود ونصاریٰ کی بھی پیروی کرلیں گے؟ فرمایا تو پھر کس کی؟

قرآن، صاحبؐ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِن بیانات سے اور مودودی کی تائیدات سے یہ یقین ہوجانا چاہئے کہ قریش اور قریشی حکومت کی وہ تمام باتیں غلط ہیں جن میں انہوں نے خود کو حقیقی مسلمان کہا یا اسلام کی حمایت کا ذکر کیا ہے۔ اس کے برخلاف یہ ثابت ہوچکا کہ اُنہوں نے آنحضرؐت کے بعد حکومت ہتھیانے اور حضرت علیؑ کو محروم کرنے کے لئے اسلام سے وابستگی اختیار کی تھی اور اپنی قومی حکومت کو اسلامی اور قرآنی جائز حکومت ثابت کرنے کے لئے قرآن کی تعلیمات کو معنوی تبدیلیوں اور افسانہ سازیوں سے تبدیل کیا تھا۔ لہٰذا قرآن کی ترجمانی کے لئے قریش اور قریشی علما کی کسی بات کو ماننا غلط ہوگا۔ اُن کی صرف وہ باتیں قابل غور اور قابل قبول ہوسکتی ہیں جن میں اُن کی خامیاں غلطیاں اور مذمت ملتی ہو۔ ساتھ ہی ہر وہ عذر ناقابل قبول سمجھنا چاہئے جو قریش کی طرفداری میں کسی کی جانب سے پیش کیا جائے۔ اس لئے کہ عذر پیش کرنے والا اگر غیر قریشی عالم ہے تو قریشی پروپیگنڈے کے فریب میں مبتلا ہے۔ ورنہ فریب ساز ودھوکے باز ہے۔

10۔ اگر کسی سنگین مجرم کو حکومت مل جائے تو دورانِ حکمرانی سرزد ہونے والے جرائم کے ہلکے یا بھاری ہونے پر بحث اور فیصلے کرنا غلط ہے۔ اُس کے سابقہ جرائم پر مواخذہ پہلے ہوگا۔

اگر ابوبکر وعمر وعثمان اور اُن کی قوم نے وفات رسوؐل سے پہلے ہی ایسے جرائم کئے ہوں جن کی پاداش میں اُن کا قتل کیا جانا اور دردناک عذاب میں مبتلا ہونا واجب ہوچکا تھا تو خلافت حاصل کرلینے سے اُن کا سابقہ جرائم سے بری الذمہ ہوجانا کس دلیل سے مان لیا جائے گا؟ اِس قسم کے تصورات تمام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کردیئے گئے ہیں کہ اگر کوئی شخص اسلام اختیار کرتا ہے تو اُس کے تمام سابقہ جرائم وگناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یا اگر کوئی شخص آئمہ معصومین علیہم السلام کا مذہب اختیار کرلیتا ہے یعنی شیعہ ہوجاتا ہے تو اُس کے تمام سابقہ جرائم وگناہ مٹادیئے جاتے ہیں۔ مثال میں حضرت حرُ علیہ السلام کو رکھا جاتا ہے۔ یہ بات اگر سچ ہو تو اُن تمام آیات واحادیث کو غلط وباطل ماننا پڑے گا جن سے یہ ثابت اور مسلمہ ہے کہ حقوق العباد صرف بندے معاف کرسکتے ہیں۔ اللہ اُن کو معاف نہیں کرسکتا۔ اور عقل کا تقاضا اور انصاف وعدل کا نظام بھی یہی کہتا ہے کہ چوری، زنا، قتل وغیرہ کی قسم کے جرائم سے انسانوں کو تکلیف اور نقصان پہنچتا ہے لہٰذا لازم ہے کہ چور، زانی، اور قاتل وغیرہ سے اُن انسانوں کی تکلیف دور کرائی جائے اور نقصان پورا کرایا جائے جنہیں تکلیف ونقصان ہوا تھا۔ اور یہ تکلیف ونقصان پورا کرائے بغیر اللہ کو یا کسی اور کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ چور، زانی اور قاتل کو بری الذمہ کردے۔ البتہ اللہ حقوق اللہ کے مجرموں کو معاف کرسکتا ہے۔ اُسی طرح بندے اپنے قصورواروں کو بخش سکتے ہیں۔ اس عقلی، فطری اور قانونی تقاضے کا حل قریشی اسلام میں یہ ہے کہ اللہ پر انصاف وعدل کرنا واجب نہیں وہ جسے چاہے اور جو چاہے سزادے سکتا ہے۔ بالکل بے قصور کو جہنم میں اور سرتاپا ظالم ومجرم کو جنت میں بھیج سکتا ہے۔ تنگ آکر وہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ بندہ جو کچھ کرتا ہے وہ کرہی نہیں سکتا جب تک اللہ نہ چاہے۔ لہٰذا انسان جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ کے کرانے یا حکم واذن سے کرتا ہے۔ عذاب وثواب دینا اللہ کی مرضی پر منحصر

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ یوں سارے قرآن کو، جنت وجہنم کو، عذاب وثواب کو، انہوں نے باطل کر کے رکھ دیا ہے اور یہی مطلب ہے اللہ کا جب اُس نے فرمایا کہ اَے رسولؐ تیری قوم نے اس قرآن کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ حق ہے اور کہہ دو کہ میں تمہارے ان عقائد پر تمہاری وکالت نہ کروں گا''۔(انعام 6/66) بہر حال سابقہ تمام جرائم وگناہ بخشے جاتے ہیں اگر کسی عمل کے نتیجے میں شہادت واقع ہو جائے یعنی ایسا عمل کرنا جس کے بدلے میں زندگی کو قربان کرنا پڑے۔ عیسائی یا یہودی یا ہندو اپنے مذہب میں رہتے ہوئے بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ذمہ دار ہے اور مسلمان ہو جانے کے بعد بھی اُس کا وہی اعمالنامہ جاری رہتا ہے۔ وہ جہاں بھی مرجائے وہیں تک اپنے اعمال کا ذمہ دار رہے گا۔ مسلمان ہونے سے پہلے کے گناہوں پر بھی مواخذہ ہوگا اس لئے کہ وہ سابقہ مذہب میں سابقہ قوانین کا پابند تھا۔ لہٰذا یہ سراسر قریشی یا ابلیسی عقیدہ ہے کہ مسلمان ہوتے ہی تمام سابقہ گناہ وجرائم ہر مسلمان ہونے والے کے بخش دیئے جاتے ہیں۔ اِس سلسلے میں ہر وہ چیز جو اس کی تائید کرتی ہو باطل اور قریشی ساختہ پرداختہ ہے۔ لہٰذا پہلے اُنہوں نے قریش کے ہر فرد کو مسلمان ہوتے ہی ایسا مان لیا کہ جیسا وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ پھر انہیں صحبتِ رسولؐ میں رہنے کا اعزاز دے کر کندن اور نورانی بنا دیا۔ پھر انہیں جانشین رسولؐ بنا کر رسولؐ کے برابر کر دیا۔ یوں انہیں باز پرس اور تنقید سے ارفع واعلیٰ بنا کر پیش کیا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اُنہوں نے قرآن کی آیات میں تبدیلی اور تحریف سے بالا ہی بالا کیا ہے۔ قرآن کے الفاظ اور صاحبِؑ قرآن کے بیانات اُن کا ساتھ نہیں دیتے بلکہ اُن کو سنگین جرائم کا اور رسولؐ کے دشمن ہونے کا مجرم ثابت کرتے ہیں۔ اِس لئے فرمایا گیا کہ قرآن کو پس پشت پھینکنے والوں، قرآن کے عہد اور ذمہ داریوں کے توڑنے والوں اور قرآن سے تعلق منقطع کرنے والوں کو پہلے سمجھو، تب قرآن سمجھ میں آئے گا۔ اور قرآن سے رشتہ قائم کرنے کے لئے صاحبِؑ قرآن سے التماس کرو کہ وہؑ علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں (خطبہ نمبر 147) لہٰذا قریش کو اسلام اختیار کرنے سے قبل کے اور دورانِ اسلام کے جرائم پر پہلے ماخوذ کیا جانا چاہیئے۔ پھر اگر ضرورت ہو تب بعد وفاتِ رسولؐ، دورانِ حکومت سرزد ہونے والے جرائم پر تفتیش وگفتگو کا نمبر آئے گا۔ لہٰذا عثمان کے جرائم اور سزا کی اسی لئے تصریح نہیں فرمائی گئی ہے۔ اور اسی لئے اُس کے قاتلوں پر فرد جرم عائد نہیں کی ہے۔ اور اسی لئے قاتلوں کو اور حمایت کرنے والوں کو اور مدد نہ کرنے والوں کو برابر کر دیا ہے۔ (خطبہ 10، جملہ نمبر 8 تا 10)

(الف) اعلان نبوت سے پہلے سرزد ہونے والے جرم کو حضرت موسیٰ نبوت مل جانے کے بعد بھی قابل مواخذہ سمجھتے رہے ہیں تو خلافت تو اس سے کم مرتبہ ہے۔

قریش کو قرآنی واسلامی خلافت نہیں ملی تھی وہ مجرم اقوام کے مجرم خلیفہ بنائے گئے تھے تا کہ جن جرائم کو بلا حکومت واقتدار ملے ہوئے کرنا مشکل یا ناممکن تھا اُنہیں بھی اپنی مجرمانہ امنگوں کے معیار پر کر سکیں اور اُسی معیار پر سزا پا سکیں۔ اسی مقصد کے ماتحت فرمایا گیا تھا کہ:۔

''لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ؟(10/14) '' تا کہ ہم سب اپنی نظروں سے بذات خود دیکھ لیں کہ تم اقتدار وحکومت وتسلط مل جانے کے بعد اپنے جرائم کو کس شانِ شہنشاہی سے انجام دیتے ہو؟ اور کمزوروں، شریفوں، بے بس عورتوں اور بچوں پر کس بے دردی سے مظالم کرتے ہو؟'' اور پھر تمہارے طرف دار اور لگے سگے کس کس مکر وفریب سے تمہیں بے قصور وبرحق ثابت کرتے ہیں اور تمہارے خلاف بولنے والوں کی زبانیں کس طرح خاموش اور بند کرتے ہیں''؟؟؟

یہ ہے ان تین الفاظ کا سمٹا ہوا مفہوم جو قریشی تاریخ کے چودہ سو سال نہیں بلکہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ اور جس کی ذیل میں کروڑ ہا مجرم سنگین سزائیں پانے والے ہیں۔ اس لئے کہ خلیفہ بن جانے سے اُن کے اور اُن کی قوم کے جرائم معاف نہیں بلکہ سنگین تر ہو گئے تھے۔ دیکھو

Presented by Ziaraat.Com

ذمہ داری محسوس کرنے والے لوگ کسی مرتبہ پر پہنچ کر ذمہ داری کو نظر انداز نہیں کر دیتے۔حالانکہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمادیا تھا کہ:

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰکَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰکَ فُتُوْنًا ۔الخ۔(طٰہٰ۔20/40-41)

''تو نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا ہم نے تجھے اُس سے نجات دی اور تجھے مختلف تکلیف دہ آزمائشوں میں سے گزارا اب اَے موسیٰؑ تم اپنی مقدر شدہ حالت پر آ گئے ہو اور میں نے تجھے اپنی ذات کے لئے ہی صنعت کاری کی یہ حالت عطا کی ہے''۔(طٰہٰ 20/40-41)

اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے اور تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ نے یہ نہیں سوچا کہ فرعون اور مصر کا قانون مجھ سے قتل پر مواخذہ نہ کرے گا۔چنانچہ اللہ سے عرض کیا تھا کہ: قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰیO(20/45)

''موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں نے کہا کہ ہمیں یہ ڈر ہے کہ کہیں فرعون ہم پر زیادتی کرے یا ہمارے ساتھ سرکشی کا سلوک کرے؟''۔

اللہ نے مدد کرنے کا یہ وعدہ فرمایا کہ: قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰیO(20/46)

''فرمایا کہ تم دونوں کو کوئی خوف نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ میں سب کچھ سننے اور دیکھنے کے لئے تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گا''۔

اِسی اصول پر قریش کو اور اُن کے تمام متعلقین کو اپنی ذمہ داریوں کا خوف رہنا چاہئے۔اور اُن کو تو بری الذمہ نہیں کیا گیا ہے۔اُن کو نجات کا کوئی وعدہ نہیں دیا گیا ہے۔اور قارئین یہ بھی یاد رکھیں گے کہ جب تک قرآن سے ''رسوؐل کی قوم'' یا رسوؐل کی ''قوم کے''فرد''یا''افراد''یا لفظ ''قریش'' نہ دکھایا جائے گا ہم آیت یا حدیث کا مدعا اور مفہوم قریش کے حق میں تسلیم نہ کریں گے۔مثلاً جن آیات میں مہاجرین کی مدح وثنا ہوگی اُس سے قریش کی مدح وثنا مراد نہ لیں گے اس لئے کہ مہاجر یا مہاجرین کا ترجمہ قریش نہیں ہے۔نہ اچھے مومنین کا ترجمہ قریش ہے۔نہ اولین وسابقین کے معنی قریش ہوتے ہیں۔البتہ ہر مذمت میں پہلے نمبر پر قریش کو مراد لیں گے یہ اس لئے کہ انہیں قومی حیثیت سے مجرم اور دشمنِ رسوؐل فرمایا گیا ہے۔اور یہ سب کچھ اُن کی نسلی خصلتوں اور صفات میں خود اُن کے اپنے ہم مذہب علمانے بھی تسلیم کیا اور مانا ہے کہ کلمہ پڑھ لینے یا خود کو مسلمان کہہ دینے سے وہ سر سے پیر تک بدل نہ سکتے تھے۔

(ب) قریش نے اپنی دو ہزار سالہ ذہنیت اور جبلت کو تبدیل نہیں کیا تھا اور نہ اُن کے لئے ممکن تھا کہ وہ باطنی رجحانات اور طبیعت کو بدل دیتے۔

علامہ مشرقی اپنی کتاب ''تذکرہ'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:

''اسلام وقرآن نے عربوں کی جبلت وطینت کو نہیں بدلا تھا۔وہ عادتیں اور خصلتیں جو اُن کی فطرت میں ہزار دو ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں کس طرح چشم زدن میں اُن سے رخصت ہو کر اپنا نقش پا نہ چھوڑتیں؟ وہ ملّی اوصاف جو قرنوں اور صدیوں پہلے اُن کی مٹی میں خمیر ہو چکے تھے۔اُن کے طبعی میلان کار کو کیسے بے اثر چھوڑ دیتے؟ قرآن اور اسلام کی تعلیم سے عرب اپنی ظاہری عبادات اور رسومات کو بدل سکتے تھے۔مگر طبائع کے باطنی رجحانات اور اصل طریق تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے۔وہ دراصل اُس مٹی میں رہنے والے وہم زدہ لوگ اور قریب قریب اُس آب وہوا میں پلے ہوئے فرقہ بند آدمی تھے جنہوں نے وادی سینا میں موسیٰ کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لے کر اُن کی غیبت میں اپنی پرانی عادت کے موافق انکار اور بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی''۔(مقدمہ صفحہ 67,68)

وہ لوگ غور فرمائیں جو قریشی صحابہ کو محض اُن کے اپنے تراشیدہ افسانے پڑھ سن کر فرشتہ خصلت سمجھتے ہیں۔

(ج) قریش دسویں سال ہجری تک یعنی رسوؐل کی آخری عمر تک خبیث یعنی ناپاک مومنین رہتے رہے۔ جنہیں قرآن نے دسویں سال ہجری تک

Presented by Ziaraat.Com

بد باطن اور خبیث و ناپاک مومنین قرار دیا ہے۔ فرمایا گیا کہ:

مَّا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ....الخ (آل عمران 3/179)

''اللہ کے لئے یہ صورت حال برداشت کرتے رہنا مناسب نہیں جس پر اے مومنین تم آج کل موجود ہو۔ وہ تو پاک مومنین کو ناپاک مومنین سے الگ اور ممتاز کر کے رہے گا''۔

11۔ قریش اور قریشی لیڈروں، ابوبکر و عمر و عثمان کا مجہول مطلق ہونا، اُن کی خباثتوں اور کمینہ خصلتوں کو اُن کی حکومتوں کا چھپا لینا اور انہیں نیا جنم دینا۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین صاحب اُن مورخین میں سے ہیں جنھوں نے جہاں تک ہو سکا قریش کے قائم کردہ تعصب سے ہٹ کر تاریخی واقعات کو بیان کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے انہوں نے بھی اپنی تحقیق میں قریشی عظمت کو بنیاد بنا کر اور قریشی اصول و قواعد کو حقیقت مان کر بات کی ہے لہٰذا اُن کا گمراہ رہنا اور جگہ جگہ حق سے دور ہوتے جانا لازمی تھا۔ پھر اُنہوں نے اپنی تحقیق میں قرآن کو ہرگز اپنا راہنما نہیں بنایا۔ لہٰذا حق تک جا پہنچنا اُن کے لئے ناممکن رہا۔ وہ تحقیق کرنے سے پہلے بھی خلفائے ثلاثہ کو برحق مانتے تھے اور تحقیق مکمل کرنے کے بعد بھی انہیں اُن کی حقانیت میں کوئی شبہ تک نہ ہوا۔ اور کیسے ہو سکتا تھا جب کہ اُنہوں نے انہیں برحق مان کر اور اُن ہی کے اعمال کو بنیاد بنا کر تحقیق شروع کی تھی؟ البتہ اُنہوں نے کچھ ایسی باتیں بے دھڑک لکھ دیں جنہیں اکثر لوگ نہیں لکھتے۔ مگر باتیں وہی لکھیں جن کے متعلق اُن کو پہلے سے یقین تھا کہ اُن کے ماننے اور لکھ ڈالنے سے ثلاثہ اینڈ کمپنی کے برحق رہنے میں خلل یا کمزوری نہ آئے گی۔ ساتھ ہی اُنہیں یہ بھی یقین تھا کہ وہ باتیں لکھنے سے لوگ اُنہیں بے باک اور حق گو محقق کہیں گے اور اُن کی تحقیق اور نتائج کو تسلیم کر لیں گے۔ اسی اصول کو قریش کے ہم مسلک ماڈرن علما اختیار کر رہے ہیں کہ پہلے اُن باتوں کو الگ کر لیا جائے جن جن پر سختی سے تنقید کرنا خلفا کو برحق رکھے، اور پڑھنے والے یہ سمجھیں کہ محقق صاحب اُنہیں تباہ کئے دے رہے ہیں۔ پھر دوسرے چکر میں قارئین سے اپیل کے موڈ میں یا دوسرے طریقوں سے انہیں برحق ثابت کر دیا جائے۔ یاد رہے کہ خود ابوبکر و عمر و عثمان اور اُن کے پیرو عوام و علما اُن کو خطا کار مانتے ہیں۔ لہٰذا جو محقق بعض غلط کاریوں کو سخت الفاظ میں بیان کرتا ہے وہ کوئی ایسی بات نہیں جو تحقیق کا تقاضا ہو وہ مسلمات کو بیان کرتا ہے اور جانتا ہے کہ ایک لاکھ غلطیاں بیان کر دینے سے بھی اُن کی خلافت برحق رہتی ہے۔ بہر حال ڈاکٹر طٰہٰ ہوں یا مودودی یا دوسرے ماڈرن قریشی علما ہوں، اُن سے یہ فائدہ ضرور پہنچ رہا ہے کہ ابوبکر و عمر و عثمان و عائشہ وغیرہ پر تنقید کے لئے زبانیں کھلنے لگی ہیں۔ اور لوگ تنقید سننے کے لئے تیار ہو رہے ہیں اور یا یہ کہ تحقیق کی راہ ہموار ہو رہی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہو رہا ہے کہ یہ ماڈرن محققین بعض ایسی باتیں بھی لکھ جاتے ہیں جو پہلے منہ پر لانا جرم سمجھا جاتا تھا۔ اور اُن میں سے بعض باتیں ایسی بنیاد فراہم کر دیتی ہیں جن پر مزید تحقیق کی عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔ اور وہ باتیں بہت سی جعلی اور خود ساختہ صفات اور قریشی قصیدوں کی کمر توڑ دیتی ہیں۔ ہم اس قسم کی باتیں ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی تصنیف سے قارئین کے سامنے لاتے ہیں۔

(الف) قریشی خلافتوں کے خود ساختہ اسلام نے اور خود بافتہ تاریخ نے کس طرح قریشی قوم اور قریشی صحابہ کی بدنسلی و بدکرداری اور قومی خباثت کو چھپا کر اُنہیں اسلام کا نمونہ بنا دیا۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے قریش کا تعارف کراتے ہوئے اُن کی انتہائی مدح و ثنا کی ہے اور کیوں نہ کرتے جب کہ وہ ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافتوں

Presented by Ziaraat.Com

کے برحق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اُن پر اس لئے سخت تنقید کرتے ہیں کہ لوگ انہیں بے لاگ اور بے باک مورخ سمجھ کر ثلاثہ اینڈ کمپنی کی خلافتوں پر اٹل ایمان لے آئیں۔لیکن قریشی علما یہ نہیں جانتے کہ جہاں وہ قریشی اسلام اور قریشی خلافتوں کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ وہیں خدائی انتظام باطل کو مٹانے اور حق کو نمایاں کرنے میں لگا ہوا ہے اور خود اُن کے قلم کی گردشوں پر اثر انداز ہو کر اُن کے بیانات کو حق کی طرف اس طرح موڑتا چلا جارہا ہے کہ وہ زندگی بھر یہ نہیں سمجھ پاتے کہ ہم سے کیا لکھوالیا گیا ہے؟ اللہ کا یہ انتظام ڈاکٹر صاحب کے اس مدحیہ بیان میں دیکھئے ہم اُسے نمبر دے کر پیش کرتے ہیں۔لکھا ہے کہ:

1۔''دوسرے صحابہ کی طرح حضرت عثمان کے بھی ایامِ جاہلیّت کے تقریباً تمام حالات تاریخ کی نظر ہو گئے۔ 2۔ اسلام نے صحابہ کرام کو صرف اُن کے نفوس وقلوب وعقول کے اعتبار ہی سے نیا جنم نہیں دیا۔3۔ بلکہ اسلام نے اُنہیں تاریخی اعتبار سے بھی از سرنو پیدا کیا۔ 4۔اسلام نے اُنہیں پہلے کی زندگی سے اس طرح منقطع کردیا گویا وہ پیدا ہی اس وقت ہوئے جب وہ اسلام لائے''۔

(الفتنة الکبریٰ باب چہارم صفحہ 105،مترجمہ پروفیسر محمد منور صاحب ایم اے،شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام جون 1985ء)

اس بیان میں تین افراد کا ذکر ہوا ہے۔ اولین فرد قریش اور قریشی صحابہ ہیں جن کی بزرگی اور مدح وثنا بیان کی گئی ہے۔ دوسری فرد تاریخ ہے۔ اور تیسری فرد اسلام ہے۔اور وہ کام بتایا گیا ہے جو تاریخ اور اسلام نے کیا ہے۔

قارئین ہمارے ساتھ ان تینوں افراد پر الگ الگ نظر ڈالیں۔

اول قریش۔ ڈاکٹر صاحب نے واضح الفاظ میں لکھ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے کے یعنی زمانہ جاہلیت کے قریشی حالات موجود نہیں ہیں۔ یعنی نہ ہمیں یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ قریش کس نسل سے ہیں؟ وہ نسل اچھی تھی یا بری؟ قریش کا پہلا مذہب کیا تھا؟ اُن کا اخلاق وکردار کیسا تھا؟ اُن کا پیشہ اور معاشرت کیا تھی۔ مختصر یہ کہ قریش کا ماضی تاریکی کے قبرستان میں دفن ہے۔

دوم تاریخ۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ قریش کا مذکورہ بالا ماضی تاریخ کی نظر ہو گیا۔ یعنی آج قریش کے ماضی کے تمام حالات اس تاریخ میں نہیں ملتے ہیں۔ مطلب یہ کہ مورخین نے خود قریش کے ماضی کو تاریخ میں نہیں لکھا ہے۔

سوم اسلام۔ اسلام نے قریش کو نیا جنم دیا۔ اور جنم بھی اُسی دن یا جس دن قریش اسلام لائے۔ یعنی اسلام نے قریش کو پیدائشی مسلمان بنا کر پیش کیا ہے۔ اور یہ کہ اسلام ہی نے خود قریش کے قلوب بنائے۔ اسلام ہی نے اُن کے نفوس واجسام تیار کئے اور اسلام ہی نے اُن کی عقلیں پیدا کیں۔ اور آخری اور بہت اہم بات یہ ہے کہ اسلام ہی نے قریش کو اور قریشی صحابہ کو اُن کی پہلی زندگی سے سو فیصد منقطع کر دیا تھا۔

یہ ہیں قریش کے مناقب اور فضائل۔ بتایئے اُس قوم سے اور قوم کے افراد سے کون سی قوم اور کس قوم کے افراد بڑھ کر ہوسکتے ہیں۔ جن کو خود اسلام جنم بخشے، جن کے جسم اسلام خود اسلامی سامان سے تیار کرے، جنہیں اسلام اسلامی عقل سے نواز دے، جن کے قلوب کو خود اسلام بنائے اور اسلامی ذہنیت سے بھر دے؟ جن کا ایک لمحہ بھی کفر ونفاق والحاد وبے دینی سے ملوث نہ ہوا ہو۔ یہ ہے وہ مقام جو شیعہ حضرات کے یہاں علی وفاطمہ وحسن اور حسین علیہم السلام کے لئے مانا جاتا ہے۔ یعنی طہٰ حسین قریش کو ایسا مقام دے رہے ہیں جو قریش نے خود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نہ دیا۔ اُن کے والدین علیہم السلام کو اور اُن کے بزرگوں کو کھل کر کافر لکھا گیا ہے۔ خود رسوؐل کو قریش اور قریشی صحابہ کے مذہب میں کافروں کی اولاد اور چالیس سال تک ایمان واسلام سے جاہل قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ انہوں نے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں بھی مشرکوں سے کی تھیں۔ یعنی آنحضرتؐ کو کفر

Presented by Ziaraat.Com

وشرک واسلام وایمان کی کوئی تمیز نہ تھی۔

چہارم۔ ہم اور طٰہٰ حسین یا ڈاکٹر صاحب کی تاریخ اور اسلام۔

یہ تو تھا وہ نتیجہ جو ڈاکٹر صاحب کے بیان سے اُنہوں نے اور اُن کی کتاب پڑھنے والوں نے نکالا ہوگا۔لیکن ہم اپنے قارئین کو یہ بتاتے آرہے ہیں کہ قریش اِس دنیا کی بدترین اورنسلی بدقماش وفریب ساز قوم ہے۔اور اُس کی اسکیم اور پالیسیاں ایسی ہیں کہ بڑے بڑے محققین اور شاطر قسم کے مُفتّش بھی اُن کے پھیلائے ہوئے جال سے نہ بچ سکے چنانچہ جناب ڈاکٹر طٰہٰ حسین صاحب بھی شعوری یا لاشعوری طور پر قریش کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔اور نہ معلوم کتنے لوگوں کو اس میں پھنسایا ہوگا۔آیئے اُن کو اس سے باہر نکالیں اور آئندہ کے لئے اس جال کو تباہ کردیں۔

پہلی بات یہ دیکھیں۔

چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے زیرنظر چاروں جملے پھر پڑھیں۔اور حقیقت تک پہنچنے کے لئے کہ وہ تاریخ کس نے تیار کی تھی،جس کی نذر قریش اور قریشی صحابہ کا سارا ماضی ہوگیا؟ ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ پہلا شخص جس نے تاریخ لکھوانے کی ابتدا کی تھی وہ معاویہ بن ابی سفیان تھا اور اس کے بعد تمام قریشی خلفا نے اپنے اپنے زمانے میں تواریخ واحادیث اور تفاسیر کی کتابیں لکھوائیں۔اور کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ وہ کوئی ایسی حقیقت زبان سے کہہ سکتا یا لکھ سکتا جو قریشی حکومت کے مذہب یا پالیسیوں کے خلاف ہو۔اور کسی شخص کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ کسی بھی عنوان پر کوئی کتاب حکومت کی مدد کے بغیر لکھ سکے اس لئے کہ کوئی کاغذ بنانے کا کارخانہ یا فیکٹری ملک میں نہ تھی نہ آج تک ہے۔نہ صدیوں تک کاغذ کی کوئی مارکیٹ تھی نہ دکان موجود تھی۔پھر نہ کاغذ ہر ملک میں بنتا تھا۔صرف چین میں کاغذ بنتا تھا اور اتنی کم مقدار میں بنتا تھا کہ تمام ملکوں کی حکومتوں ہی کو اُن کی ضرورت کے لئے کافی نہ مل سکتا تھا۔بہرحال تاریخ وتفسیر وحدیث کی اور دیگر علوم کی کتابیں معاویہ کے زمانے سے لکھنا شروع ہوئیں اور ہمیشہ حکومت کے تنخواہ دار علمانے لکھیں اور لکھوائیں اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین ہی نہیں بلکہ تمام سنی شیعہ علما اس کو جانتے اور مانتے چلے آرہے ہیں اور اس کے انکار کی راہیں بند ہیں۔لہٰذا ڈاکٹر صاحب نے اپنے پہلے جملے میں یہ لکھا ہے کہ:

''قریشی خلافتوں اور قریشی مورخین نے قریش اور قریش کے صحابہ کے وہ تمام حالات تاریخ میں لکھنا مفید نہ سمجھا جو اعلان نبوت سے پہلے اس قوم پر گزرے تھے۔یعنی اُن کی مصلحت یہی تھی کہ کوئی شخص کسی طرح قریش کے ماضی سے واقفیت حاصل ہی نہ کرسکے۔یعنی قریشی تاریخ نے قریش کے ماضی کو اُن کے حال اور مستقبل سے کاٹ کر رکھ دیا اور جو کچھ لکھا وہ اعلان نبوت کے بعد کے حالات تھے۔پھر:

دوسری بات یہ دیکھیں کہ جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنے چوتھے یا آخری جملے میں یہ لکھا ہے کہ:

''اسلام نے انہیں پہلے کی زندگی سے اس طرح منقطع کردیا گویا وہ پیدا ہی اُس وقت ہوئے جب وہ اسلام لائے''۔

یہاں صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس جملہ میں جس چیز نے قریش کو اُن کی سابقہ زندگی سے منقطع کیا یا اُن کے ماضی کو چھپادیا تھا وہ اسلام نہیں بلکہ تاریخ تھی جس کی نذر میں قریش کا ماضی کردیا گیا تھا۔اس لئے بھی کہ ''اسلام'' کسی شخص واحد یا کسی جماعت کا نام نہ اُس وقت تھا نہ بعد میں ہوا جو قریش کے ماضی کو قریش سے منقطع کرتا۔یا قریش کو اُن کے ماضی سے جدا کردیتا۔لہٰذا بات یہ ہوئی کہ:

تیسری بات قریش کا فریب ہی فریب ہے۔

''قریشی قوم نے رسوؐل کی حکومت پر قبضہ کرکے ایک خودساختہ اسلام تیار کیا اور ایک فرضی تاریخ مرتب کی اور اعلان نبوت سے پہلے کی اپنی تمام حرام

Presented by Ziaraat.Com

کاری تمام خباثتوں کو اور پوری شرمناک تاریخ کو چھپا دیا۔ اور اپنی تاریخ، اسلام لانے کے بعد ایسی لکھی جس میں خود کو تمام مسلمانوں سے بزرگ، فدا کار و اسلام کا وفادار و مجسم خیر و صلاح سر سے پیر تک ایمان و اسلامی عقل سے آراستہ کر کے دکھایا۔ لہٰذا وہ پورا فراڈ جو قریش نے کیا اور کرنا تھا، لفظ بلفظ قرآن میں ریکارڈ کیا ہوا رکھا ہے۔ وہ کیسے لوگ تھے اور اسلام کو قبول کرنے کے بعد کیسے بنے؟ یہ سوالات قرآن سے دریافت کرنے کے ہیں۔ قریش کی تاریخ اور اُن کا اپنا گھڑا ہوا ریکارڈ ہی تو وہ سامان ہے جس پر ایمان لا کر ڈاکٹر طٰہٰ حسین ایسے ہزاروں محققین تحقیق کے باوجود گمراہ ہوتے رہے ہیں۔ اور حق بات معلوم ہو جانے اور لکھ دینے کے بعد بھی حق تک نہ پہنچ سکے۔

12۔ یہ بھی ایک فریب ہے کہ قریش کا ماضی قطعاً چھپا دیا گیا تھا۔ قریش کی حکومتوں اور قریش کے لیڈروں کو اپنے ماضی پر بھی پورا تسلط حاصل نہ تھا۔

قریش کا ماضی، حال اور مستقبل قرآن اور اللہ اور صاحبانِ قرآن کے علم میں محصور رہا ہے۔ اُدھر قریش کا ماضی اہل روم و یونان اور ایران کے ساتھ بندھا ہوا تھا اور آج بھی اُن اقوام کی تاریخیں اور آثار و قدیمہ کے ذخائر قریش اور عربوں کو ننگا اور بے نقاب دکھانے کے لئے موجود ہیں۔ اس سلسلے میں صرف اسی قدر صحیح ہے کہ قریش اور اُن کی حکومتوں نے چار پانچ سو سال تک حد بھر کوشش کی کہ وہ اپنے ماضی کو اور اُس زمانہ کو چھپا دیں۔ جسے عہد رسوؐل کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ ایسا کرنے میں بھی کامیاب نہ ہوئے۔ مگر اُن کے چالاک علما نے یہ کہنا اور مشہور کرنا شروع کیا کہ قریش کا ماضی تاریخ کی نذر ہو گیا ''یا یہ سامان نوشت و خواند اور تعلیم کی کمی کی بنا پر ضبط تحریر میں نہ آسکا۔'' تاکہ وہ یہ کہہ سکیں کہ تمہیں کہاں سے اور کیسے معلوم ہوا کہ قریش نہایت ناہنجار قوم تھی؟ اُن کا تو ماضی کسی کو معلوم نہیں ہے؟ اُن کا یہ فریب اس لئے ناکام ہوا کہ خود اُن کی اپنی تاریخ نے اُس زمانہ میں عرب حکومتوں کی لائبریریاں موجود ہونا لکھ دیا ہے۔ الغرض وہ چاروں طرف سے پکڑے گئے اور ہمیشہ اس میدان میں بھی رسوا ہوتے چلے آئے۔ اور تو اور ہم خود ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی اس کتاب فتنہ سے قریش کا دنیا بھر کی اقوام سے کمینہ، بدمعاش، خودغرض اور بدترین قوم ہونا دکھائے دیتے ہیں۔

(الف) قریش کیسی قوم تھی؟ اُس کے افراد کی صفات اور مستقل عادتیں اور اخلاق کیسے تھے؟ اُن کا دین کیا تھا؟ وہ دین و دیانت میں کیسے تھے؟

ڈاکٹر صاحب نے آگے چل کر قریش کا ماضی بھی لکھا ہے اور اپنی باطل مصلحت کے ماتحت یہ بھلا دیا کہ قریش کو اُن کے اسلام نے ماضی سے کلیتاً منقطع کر دیا تھا۔ اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ قریش کے تمام سابقہ حالات تو تاریخ کی نظر ہو گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب نے وہ سب کچھ یا تو قارئین کو بے وقوف بنانے یا فریب دینے کے لئے لکھا تھا۔ سوچئے کہ ایسی خلافِ واقعہ باتیں لکھنے اور جھوٹی مدح و ثنا کرنے والوں کو کیوں نہ قریش پرست کہا جائے۔ بہر حال قریش کا ماضی لکھنے میں بھی وہ حقیقت حال کو نظر انداز کرتے گئے ہیں۔ یعنی وہ حضرات قصیؑ، ہاشمؑ اور عبد المطلبؑ کا ذکر کئے بغیر عربوں کی برتری دکھاتے دکھاتے یہاں پہنچے کہ لکھا:

(1) قریش بہادر اور مردِ میدان قبیلہ نہ تھا بلکہ دین سے ریاکارانہ و فریب کارانہ تعلق رکھنے کی بنا پر دین دار مانا جاتا تھا۔ دین اُن کے نزدیک اقتدار حاصل کرنے کا وسیلہ تھا۔

''اس برتری کا سبب اُن کا جنگی تفوق یا تلوار کی طاقت میں امتیاز نہ تھا۔ کیوں کہ قریش کوئی جنگ جو قبیلہ نہ تھا۔ بلکہ اُن کی اس سیادت کا منبع ''دین'' تھا اور دین کے چھوٹے بڑے مسائل کی واقفیت پر مبنی تھا'' (فتنۃ الکبریٰ، صفحہ 173)

قارئین نوٹ کر رکھیں کہ عہد رسوؐل میں قریش جاہل لوگ نہ تھے بلکہ دینی قیادت اُن کے پاس تھی اور دینی مسائل میں سارا عرب اُن کی سیادت اور

Presented by Ziaraat.Com

بالادستی کالوہامانتا تھا۔اور سنئے:

(2)’’اُن کی چالبازی اس حدتک وسعت اختیار کر چکی تھی کہ باوجود اس کے کہ قریش کو دین سے قطعاً کوئی تعلق اور لگاؤ نہ تھا۔وہ عرب والوں کو یہی بتاتے رہے کہ وہی اکیلے دین کے محافظ اور امین ہیں۔سردارانِ قریش کے نزدیک اگر دین کی کوئی وقعت تھی تو یہ کہ دین ایک وسیلہ ہے نہ کہ غایت۔اُن نصب شدہ بتوں کے متعلق اُن کا یہی خیال تھا کہ وہ روزی کمانے اور اقتدار پھیلانے کے ذرائع ہیں۔اور بس۔
گویا ہر قریشی سردار ایک خودغرض،حریص،دوراندیش،چالاک اور انتہائی مدبر سیاستدان تھا۔وہ جانتا تھا کہ ہجوم مشکلات کا کیوں کر سامنا کرے؟ اور کس طرح ابتلاء ومحن کے چنگل سے صحیح وسالم نکل آئے؟‘‘(فتنۃ الکبریٰ،صفحہ 175-174)

قارئین قریش کے سرداروں کی اِن مستقل عادتوں خصلتوں اور صفات کو اسلام کے معاملے میں کبھی نہ بھولیں اور جہاں جہاں قرآن اپنے مخاطبوں کا نام لے لے کر کمینہ خصلتوں،فریب کاریوں،چالاکیوں،مکاریوں دنیا سازیوں،ریاکاریوں،بے دینی اور بددیانتی اور خودغرضیوں اور مال واقتدار طلبیوں کا ذکر کرے وہاں ہمیشہ قریشی صحابہ کرام کو پہلا نمبر دیں قریش کو مخاطب سمجھیں اور قریشی علما کے ترجموں سے کبھی فریب نہ کھائیں۔اور سمجھ لیں کہ یہ قریش کا سیاسی تدبر ہی تھا جس کی بنا پر وہ حکومت رسولؐ پر قبضہ کرنے اور خاندان رسولؐ کو رسولؐ کی حکومت سے محروم کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔قریش کو کبھی کسی حالت میں اور کسی مقدار میں بھی دیندار و مذہبی لوگ نہ سمجھیں بلکہ اُنہیں اقتدار پرست سیاسی لوگ یقین کریں۔اور سنئے:

(3) ’’قریش مشرقِ بعید اور مشرقِ قریب کے مابین تجارت کی وجہ سے ایک رشتہ قائم کئے ہوئے تھے۔اور اسی بنا پر وہ مشرق ومغرب بلکہ روم وہند کے مابین تعلقات قائم کئے ہوئے تھے۔اِس تجارت نے قریش کو بہت مالی فائدوں سے زیادہ دنیاوی تجربے سکھائے۔کثرتِ دولت نے قریش کو حریص۔محافظتِ زر۔خوش تدبیری۔اور مال سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنا سکھایا۔مسلسل تجربات اور اقوام عالم سے ارتباط واختلاط نیز مختلف دور دراز کے علاقوں کی سیر وسیاحت نے انہیں مشکلات کا مقابلہ کرنے اور اُن پر قابو پالینے میں ماہر بنادیا تھا۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بالآخر اسی کا نتیجہ تھا کہ قریش نہایت پختہ کار۔بڑا چالاک وہوشیار اور حیلہ ساز قبیلہ بن گیا تھا۔ان تمام امور نے قریش کو بے حد بلند ہمت اور طامع بنادیا تھا۔اسی چیز نے انہیں ناموافق وناسازگار حالات میں استقلال سے کام لے کر مشکلات پر قابو پانے اور دشواریوں کو مسخر کرنے کا خوگر بنادیا تھا۔یہی نہیں بلکہ ان اُمور نے قریش کو اس سے بھی زیادہ خطرناک حدتک بڑھادیا تھا۔جس پر پہنچنے کے بعد انہوں نے مسلمہ اقدار کو حقیر سمجھنا شروع کردیا تھا۔وہ لوگوں کے محترم عقائد ورسوم کا تمسخر اُڑانے لگے تھے۔وہ فوری یا دیریاب منفعت کی خاطر ہر شئے کو جائز قرار دے رہے تھے۔ان کی چالبازی اس حدتک.......(لکھا جاچکا ہے)‘‘(فتنۃ الکبریٰ صفحہ 174)

قارئین نوٹ کریں کہ ہر ہر صورت حال قریش کے اندر صرف کمینہ خصائل پیدا کرتی جارہی تھی۔اور یہ بھی نوٹ کریں کہ دنیا بھر سے عربوں کے تعلقات اور بے ٹیکس تجارت جن حضراتؓ نے قائم کرائی تھی اُن کا تذکرہ طٰہٰ صاحب نے بھولے سے بھی نہیں کیا ہے۔اس بیان میں بھی ہر جملہ یہ بتاتا چلا جارہا ہے کہ قریش مالی منفعت اور آسودگی حاصل کرنے کے سلسلے میں حیلہ ساز تھے۔مال ہی کی طمع اور حرص رکھتے تھے۔مالی مشکلات ہی پر قابو حاصل کرنے میں ماہر تھے۔مالی دقتوں اور دیوالے سے نکل جانے میں استقلال دکھاتے تھے۔یعنی اُن کی ہر صفت کو اُبھارنے اور برسرکار لانے کی وجہ مالی منفعت ہوا کرتی تھی۔مال کے علاوہ دوسرے حقائق اُن کے قلب وذہن میں کوئی تحریک پیدا نہ کرتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

(ب) اسلام کا لباس پہن لینے کے بعد بھی قریش کے دل و دماغ تبدیل نہ ہوئے اُن کے کمینہ اعمال وخیال و عادات واقوال احتیاط کے باوجود سامنے آگیئے۔

یہاں مختصراً ڈاکٹر کے قلم سے قریش کو مسلمان ہو جانے بعد دیکھیں اور غور کریں کہ اُنہوں نے اپنی سابقہ صفات و عادات کو کیا رنگ دیا تھا۔ڈاکٹر لکھتا ہے کہ:

(1) عمر قریش کی طرف سے مستقل بدگمانی رکھتا رہا قریش کی حرص وطمع اور ظالمانہ عادات سے خوفزدہ تھا۔

''عمر قریش کو بخوبی جانتے تھے اور قریش کی طرف سے بدگمانی رکھتے تھے کہ وہ قوت کا غلط استعمال کریں گے۔اُس سے ناجائز فائدہ اُٹھانے سے باز نہیں رہیں گے۔وہ آگاہ تھے کہ قریش میں اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کی قدرت موجود نہ تھی۔یہی چیز قریش کا کمزور پہلو تھی۔کیوں کہ اس کے سبب وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتے تھے اور غرور و کبریائی کا شکار ہو جاتے تھے۔اسی کے باعث وہ مال کی محبت اور لالچ کرنے لگتے اور اُسے ناحق لینے کے درپے ہو جاتے تھے۔یہی چیز انہیں خودغرضی کا سبق سکھاتی تھی۔نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ زودیات منافع اور لذّات پر اُمڈ پڑتے تھے۔حالانکہ کبھی کبھی یہ لذّات گناہ سے بھی ملوث ہوتی تھی۔یہی چیز انہیں حرص بے پایاں کی راہ دکھاتی تھی۔جس کے باعث وہ ہر حد کو عبور کر کے دوسروں کے مال پر نگاہ ڈالنے کا عادی اور ظلم و استبداد کا مرتکب کر دیتی تھی''(فتنہ 177-176)

(2) مہاجر اور روز اول سے رسولؐ کی صحبت میں رہنے والے صحابہ کبار بھی مذکورہ اعمال و عادات میں مبتلا تھے۔قریش نے اسلام کو بطور تجارت سودے کی طرح لیا تھا۔

اب یہ دیکھئے کہ عمر دونوں قسم کے قریش کو خطرناک سمجھتے تھے۔صحابہ کبار اور دیگر قریش میں خطرہ کی مقدار کا فرق تھا۔خطرناک دونوں تھے۔سنئے:

''جب کہ حضرت عمر ان مہاجرین سے اس قدر خائف تھے (جن کا ذکر اوپر ہوا ہے) جو عرصہ تک رسولؐ خدا کی صحبت میں رہے..... تو ظاہر ہے کہ اُن قریشیوں سے جو بعد میں اسلام لائے حضرت عمر کو لازماً اتنا ہی بلکہ اُن سے زیادہ خطرہ ہوگا۔کیوں کہ اُن میں وہ بوڑھے اور وہ جوان بھی شامل تھے جنہوں نے برضا و رغبت اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ یا تو اسلام کے پلڑے کو جھکتا ہوا دیکھ کر طمع ولالچ کی وجہ سے مسلمان ہوئے تھے یا پھر جب وہ مکہ میں چاروں طرف سے گھر گئے تو کرھاً اسلام کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھا کہ وہ ایک ایسا دین ہے جس کا تعلق قلوب وضمائر سے ہے اور جس میں اللہ کے حقوق وفرائض کی پابندی لازم ہوتی ہے بلکہ:

''انہوں نے اسلام کو ایک ''بڑے سودے'' کی حیثیت سے دیکھا جیسے ''سودے'' وہ کرتے رہتے تھے۔اُنہوں نے اُسے بھی ''ایک خطرناک اور جرأت مندانہ اقدام'' خیال کیا'' جیسے اقدامات وہ عموماً اندرون و بیرونِ عرب میں کرتے رہتے تھے۔اُنہیں یہ بھی یاد تھا کہ جب رسولؐ خدا نے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی تو اُن سے ''دنیوی حکومت'' اور ''اُخروی جزائے خیر'' کا وعدہ فرمایا تھا۔چنانچہ ''دنیوی حکومت'' تو سب ہی کے خیال میں تھی لیکن اُخروی ثواب کا خیال معدودے چند کو تھا۔اس ''دنیوی حکومت'' کے خیال نے اُنہیں قبول اسلام پر آمادہ کیا تھا''(فتنہ 178-177)

(ج) آگے چل کر ابوبکر وعمر نے قریش کی قومی حکومت قائم کرنے کے لئے بھی مندرجہ بالا خطرناک، جان لیوا اور جرأتمندانہ اقدامات کئے تھے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر طہٰ حسین کا اعتقاد سن کر بات مکمل کرلیں تاکہ وہ سب کچھ ثابت ہو جائے جو ہم ساری عمر سے اپنی ہر تصنیف میں قرآن

Presented by Ziaraat.Com

سے دکھاتے اور ثابت کرتے چلے آرہے ہیں۔وہ کتاب کی ابتداہی میں یہ جملے لکھ گئے کہ:

''مجھے اس اعتقاد کے اظہار میں بھی باک نہیں کہ خلافت اسلامیہ کا جومفہوم حضرات ابوبکر وعمر رضوان اللہ علیہا کے یہاں تھا وہ ایک ''بہت بڑا جرأتمندانہ تجربہ تھا'' جوتقریباً جان کی بازی لگانے کے مترادف تھا۔ لیکن یہ جان آزما مہم اپنے انجام تک نہ پہنچی نہ ہی اُس کا انجام تک پہنچنا ممکن تھا۔ کیوں کہ اسکی داغ بیل ایک ایسے دور میں ڈالی گئی جو اُس کیلئے موزوں ومناسب نہ تھا۔وہ اُس عہد کے لئے بہت ہی پیش ازوقت چیز تھی''(فتنہ صفحہ 5)

قریش اور قریشی صحابہ کے متعلق ان بیانات کے بعد کسی اور تشریح کی ضرورت نہیں رہتی۔فیصلہ سامنے رکھا ہوا ہے کہ قریش کے لیڈروں سرداروں اور راہنماؤں نے دنیاوی اقتدار وحکومت حاصل کرنے کے لئے (بقرہ 205-2/204،آل عمران 154-3/152)اسلام کی نقاب پہنی اور اپنی حیلہ سازی،سیاسی تدبر،مکروفریب میں مستقل مزاجی اور جان کی بازی لگا کر حکومتِ علویہ کو چھین لیا۔اور قوم وملک وملت کا تعاون حاصل کرنے کے لئے شخصی وخاندانی حکومت سے خوفزدہ کیا قرآن کی ایسی تاویلات وتفہیم کی جو قوم وعوام الناس کو مفید معلوم ہوئیں۔مگر اُن کی اسکیم بہت جلد ظاہر ہوگئی اور خود عوام نے اُن کی مذمت جاری کردی۔

قریشی مسلک کے حضرات سوچیں کہ اگر ابوبکر کی خلافت کے متعلق وہ باتیں صحیح ہوتیں جو مناظروں میں پیش کرکے ابوبکر وعمر وغیرہ کی خلافت کو جائز اور منجانب رسوؐل بتایا جاتا ہے تو ابوبکر وعمر کو کسی خطرناک جان لیوا اور جرأتمندانہ اقدام کی ضرورت کیوں ہوتی؟بات وہی ہے جو کہ ہے۔کہ قریش نے اپنی تاجرانہ ذہنیت کے ماتحت حکومت کے لئے اسلام اختیار کرنے کا ''جرأتمندانہ سودا'' کیا تھا۔اور اس سودے کی بھرپور قیمت وصول کرنے کے لئے لازم تھا کہ وہ ''جان تک کی بازی لگا کر خلافت وحکومت حاصل کرنے کے لئے آخر ''جرأتمندانہ اقدام'' کریں۔لہٰذا وہ کامیاب ہوئے اُنہوں نے خاندانؑ رسوؐل کو ''بے دست پا اور مسخر'' کرکے رکھ دیا اپنی قوم میں اُن کو مضحکہ بنادیا۔(مومنون 112-23/105)

قریش کے ایرا غیرا نتھو خیرا تک نے خود کو اُن سے افضل سمجھا۔اُن کی ہر ممکن توہین کی۔اُن کی نسل کو مٹانے کے لئے اُن کے بچوں تک کا قتل عام کردیا۔اُن کی مستورات تک کو قید وبند میں رکھا اُن کے ہر جوان ہونے والے مرد کو گیارہ نسلوں تک قتل کیا۔اُن کے دین کو دنیا سے مٹانے کے لئے ہر اُس شخص کو قتل کرتے رہے جو اُن کا طرفدار وجانبدار وخیرخواہ معلوم ہوا۔اُن کی زبانیں گردن کی گدی سے کھینچی جاتی رہیں۔اُن کے ہاتھ پیر کاٹے جاتے رہے۔اُن کی لاشیں درختوں پر لٹکتی رہیں۔

13۔ قریش کی پوری قوم باربار قتل کئے جانے کی مستحق تھی،مشیت اور اتمام حجت نے اُنہیں مہلت موقع اور قدرت واقتدار دیا تاکہ کھل کر جرائم کرسکیں۔

سابقہ عنوان میں یہ ثابت ہوجانا کافی ہے کہ قریش نے اللہ ورسوؐل کے احکامات اور منشا کو بہترین طریقہ پر سمجھ کر عمداً اسکیم بنا کر اللہ ورسوؐل کے خلاف بغاوت جاری رکھی،اسلام میں روز اول سے تفرقہ پردازی کی (انفال 6-8/5)دغا فریب اور سازش سے حیات رسوؐل ہی میں اپنی حکومت قائم کی(بقرہ205-2/204)(محمدؐ23-47/22)رسوؐل کی طرز حکومت اور خلیفہ کو چھوڑا(فرقان 29-25/27)(مائدہ 5/55)اپنے حقیقی حکمران اور اُن کے خاندان کو ظلم وجبر سے مقہور وزیردست بنایا(112-23/105)اور ہمیشہ اللہ ورسوؐل کے خلاف برسرپیکار رہے اس لئے اُن کی سزا لامحدود ہونا چاہئے تھی جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْیُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌO(مائدہ 5/33)

''جولوگ اللہ اوراُس کے رسوؐل سے برسرِ پیکار ہوتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اوراسی میں کوشاں رہتے ہیں اُن کی جزا اس کے سوااور کچھ نہیں ہے کہ اُنہیں سختی سے قتل کیا جائے یا سولی چڑھا کر موت کے گھاٹ اُتارا جائے یا اُن کے ہاتھ اور پیر مخالف سمتوں سے کاٹ کر مارا جائے یا جس طرح بھی ہوسکے انہیں دنیا سے نفی کردیا جائے۔وہ تمام قسم کی سزائیں تو اُنہیں اسی دنیا میں دی جانا چاہئیں اور آخرت میں اُن کو عظیم ترین عذاب سے معذّب کیا جائے گا''۔

(الف) <u>حضرت علی علیہ السلام نے تینوں قریشی خلفا کو واجب القتل قرار دے رکھا تھا اور عثمان کو خاص طور پر قتل کی خبر دے دی تھی۔</u>

قارئین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے سترہویں خطبے میں فرمایا ہے کہ:

تَصْرُخُ مِنْ جَوْرِ قَضَآئِہِ الدِّمَآءُ ؛ وَتَعِجُّ مِنْہُ الْمَوَارِیْثُ; اِلَی اللّٰہِ اَشْکُومِنْ مَّعْشَرٍ یَّعِیْشُوْنَ جُھَّالًا ؛ وَّیَمُوْتُوْنَ ضُلاَّلاً ؛ لَیْسَ فِیْھِمْ سِلْعَۃٌ اَبْوَرُ مِنَ الْکِتٰبِ اِذَاتُلِیَ حَقَّ تِلاَوَتِہٖ ؛ وَلَا سِلْعَۃٌ اَنْفَقُ بَیْعًاوَّلَا اَغْلٰی ثَمَنًا مِّنَ الْکِتٰبِ اِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِہٖ ؛ وَلَاعِنْدَ ھُمْ اَنْکَرُ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَلَا اَعْرَفُ مِنَ الْمُنْکَرِ ؛(خطبہ نمبر 17، جملہ نمبر 34 تا 40)

34''ناحق بہائے ہوئے خون اُس کے ظالمانہ فیصلوں کی وجہ سے چیخیں مار رہے ہیں۔35۔غیر مستحق لوگوں کو دی ہوئی میراثیں چلا رہی ہیں۔36۔ میں اللہ سے اس معاشرہ کا شکوہ کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا جو بڑے اطمینان سے جہالت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ 37۔اور جو گمراہی کی موت مرتے جارہے ہیں۔38۔اُن میں قرآن سے زیادہ اور کوئی بے قدر و قیمت چیز نہیں ہے۔جب کہ قرآن کو اُسی طرح پڑھا جائے جس طرح پڑھنے کا حق ہے۔39۔اوراس قرآن سے زیادہ اُن میں اور کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں ہے۔جب کہ اُس کے معنی ومفاہیم کو حقیقی موضوعات سے ہٹا کر تلاوت کیا جائے۔40۔اُن کی پالیسی کے خلاف نیکی سے بُری اور کوئی بات نہیں ہے۔ اور پالیسی کے حق میں رہنے والی بُرائی سے اچھی کوئی نیکی نہیں ہے۔

یہ تھی قریش کی قوم وحکومت جس کے ہاتھوں کروڑوں بے گناہ انسان تہہ تیغ ہوئے کروڑوں لوگوں کا مال لوٹ کر اُس کے مالک ووارث غلط لوگ بنے۔جنہوں نے قرآن کو بدل کر رکھ دیا۔اسلام کی ہر تعلیم کو اُلٹ دیا۔الٹی کو سیدھا اور غلط کو حق سمجھنا دنیا میں جاری کر کے چھوڑا۔قومی لیڈر کروڑوں پتی بن گئے تھے۔

(1) عثمان کے محل کی وسعت اس قدر تھی کہ اس میں سات سو جنگ جو سپاہی مع اپنے اسلحہ اور سازوسامان کے موجود تھے۔ (خلافت وملوکیت صفحہ 120)

(2) عثمان کو خلیفہ بنانے والے عبدالرحمٰن بن عوف نے:''جو سونا چھوڑا اُسے کلہاڑیوں سے توڑا گیا تھا اور اُسے کاٹنے والوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے تھے۔ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عبدالرحمٰن ہی واحد شخص نہ تھے جو اس قدر عظیم سرمایہ (ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں چار بیویوں کو چار لاکھ میراث) کے مالک تھے۔تمام صحابہ کبار اور روٴسا قریش کا یہی حال تھا۔(فتنہ صفحہ 235-234)

(3) آغاز اسلام ہی میں وہ بڑی جاگیرداریاں رونما ہوگئی جو رومن جمہوریت کے آخری ایام میں نمودار ہو کر اُس کی بربادی کا باعث ہوئی تھیں

Presented by Ziaraat.Com

وہی رومن جاگیردارانہ نظام جس نے رومن جمہوریت کو تباہ کیا تھا بعینہٖ اُس نے اسلامی خلافت کو بھی برباد کر دیا (فتنہ 235)

(4) ''اہل روما کی مٹھی بھر اقلیت اٹلی کی تمام زمینوں کی مالک بن گئی چنانچہ لوگ اُن سے وابستہ ہو کر گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم ہوگئے تھے بعینہٖ مسلمانوں کی بھی ایک قلیل تعداد مملکت کی زمینوں کی مالک بن گئی۔ اور لوگ اُن کے دامن سے وابستہ ہو کر گروہوں میں منقسم ہوگئے'' (فتنہ صفحہ 235)

(5) <u>عثمان کو قتل ہو جانے کی اطلاع دی گئی اور قتل سے بچنے کی راہ بھی عثمان کو بتائی گئی تھی۔ حضرت علیؑ اور نائلہ زوجہ عثمان کے بیانات۔</u>

مودودی لکھتے ہیں کہ: ''حتیٰ کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے شوہر محترم سے صاف صاف کہا کہ: ''اگر آپ مروان کے کہے پر چلیں گے تو یہ آپ کو قتل کرا کے چھوڑے گا۔ اس شخص کے اندر نہ اللہ کی قدر ہے نہ محبت'' (خلافت وملوکیت صفحہ 116)

<u>بدترین حاکم کون تھا؟</u> حضرت علی علیہ السلام عثمان کو متنبہ فرماتے ہوئے بتاتے ہیں کہ:

وَاِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ اِمَامٌ جَائِرٌ ضَلَّ وَضُلَّ بِهٖ ؛ فَاَمَاتَ سُنَّةً مَاخُوْذَةً ؛ وَاَحْيٰى بِدْعَةً مَتْرُوْكَةً ؛ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : ''يُؤْتٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْاِمَامِ الْجَائِرِ وَلَيْسَ مَعَهٗ نَصِيْرٌ وَلَا عَاذِرٌ ؛ فَيُلْقٰى فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيَدُوْرُ فِيْهَا كَمَا تَدُوْرُ الرَّحٰى ثُمَّ يَرْتَبِطُ فِیْ قَعْرِهَا'' وَاِنِّیْ اَنْشُدُكَ اللّٰهَ اَنْ لَا تَكُوْنَ اِمَامَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْمَقْتُوْلَ ؛ فَاِنَّهٗ كَانَ يُقَالُ ؛ يُقْتَلُ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِمَامٌ يَفْتَحُ عَلَيْهَا الْقَتْلَ وَالْقِتَالَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ؛ وَيَلْبِسُ اُمُوْرَهَا عَلَيْهَا ؛ وَيَبُثُّ الْفِتَنَ فِيْهَا ؛ فَلَا يُبْصِرُوْنَ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ ؛ يَمُوْجُوْنَ فِيْهَا مَوْجًا ؛ وَيَمْرُجُوْنَ فِيْهَا مَرْجًا ؛ فَلَا تَكُوْنَنَّ لِمَرْوَانَ سَيِّقَةً يَسُوْقُكَ حَيْثُ شَآءَ بَعْدَ جَلَالِ السِّنِّ وَتَقَضِّی الْعُمُرِ ؛

''حقیقت یہ ہے کہ سارے انسانوں میں سب سے زیادہ شریر اللہ کے نزدیک وہ ستمگار امام ہے جو خود بھی گمراہ ہو اور اس کی وجہ سے دوسرے انسان بھی گمراہ ہوتے رہیں جو باقاعدہ جاری قوانین کو فنا کر کے ممنوعہ قوانین کو جاری کر دے۔ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ قیامت کے روز اس قسم کے امام کو اس طرح حاضر کیا جائے گا کہ نہ تو اُس کے ساتھ کوئی اس کا مددگار ہو گا اور نہ کوئی ایسا شخص ہی ہو گا جو اُس کی طرف سے کوئی عذر پیش کر سکے گا۔ باز پرس کے بعد اُسے جہنم واصل کر دیا جائے گا جہاں وہ جہنم میں اس طرح گھومے گا جس طرح چکی گھومتی ہے۔ پھر اُسے جہنم کے بہت گہرے مقام پر مربوط کر دیا جائے گا۔ میں تمہیں اَے عثمان اللہ کی قسم دے کر منع کرتا ہوں کہ تم اس امت کے وہ امام نہ بن جاؤ جسے قتل بھی ہو کر رہنا ہے۔ اس لئے کہ یہ کہا گیا ہے کہ اس امت میں ایک ایسا امام قتل کیا جانے والا ہے جو اس اُمت پر قیامت تک کے لئے قتل وغارت کا دروازہ کھول دے گا۔ اور اِس اُمت پر اُس کے تمام دینی معاملات کو میک اَپ (Makeup) کر کے رکھ دے گا۔ اور اس امت میں فتنے پھیلا دے گا۔ اور امت کے لوگ حق کو باطل سے الگ کر کے دیکھنے کے قابل نہ رہیں گے۔ اور گمراہی کے دریا میں موجوں کی طرح اُلٹ پلٹ ہوتے رہیں گے۔ اور تہ و بالا ہونے میں مصروف رہیں گے۔ اَے عثمان تم مروان کی فرماں بردار سواری بن کر نہ رہ جاؤ کہ وہ تمہیں جدھر چاہے ہانک کر لے جایا کرے۔ حالانکہ تم بڑھاپے کو پہنچ چکے اور تمہاری عمر بھی اب یہ سب کچھ سہنے کی نہیں ہے''۔ (خطبہ نمبر 162 مفتی جعفر جلد 2 صفحہ 106-105)

یہی خطبہ ہے جس کے دباؤ سے محققین نے عثمان پر مختلف زوائے نظر سے تنقید کی ہے۔ اور اسی کا اثر تھا کہ ڈاکٹر طہٰ حسین نے عثمان کی سوانح عمری کو

Presented by Ziaraat.Com

اَلْفِتْنَۃُ الْکُبْریٰ بنایا۔اور یہی سبب ہے عثمان کے قاتلوں پر فردِ جرم نہ لگانے کا اور یہی وجہ ہے عثمان کے طرفداروں اور دست کش رہنے والوں کی برابری کا۔

(6) عثمان پر حملہ آور اور اصلاح کے طلب گار مصریوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ عثمان پر اللہ کے لئے غضبناک ہوئے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کا وہ خط بھی عثمان اینڈ کمپنی کے جرائم اور اُن کی سزا کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ جو حضورؑ نے اہل مصر کو اُس وقت بھیجا تھا جب آپؑ نے مالک اشتر کو گورنر بنا کر بھیجا تھا۔ارشاد ہوا تھا کہ:

مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ؛ اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ غَضِبُوْا لِلّٰہِ حِیْنَ عُصِیَ فِیْ اَرْضِہٖ ؛وَ ذُھِبَ بِحَقِّہٖ ؛ فَضَرَبَ الْجَوْرُ سُرَادِقَہٗ ؛ عَلَی الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ ؛وَالْمُقِیْمِ وَالظَّاعِنِ ؛ فَلَا مَعْرُوْفٌ یُسْتَرَاحُ اِلَیْہِ ؛ وَلَا مُنْکَرٌ یُتَنَاھٰی عَنْہُ ؛

(مکتوب نمبر 38 مفتی جعفر جلد 3 صفحہ 88)

’’خدا کے بندے علیؑ امیر المومنین کی طرف سے اُس قوم کے نام خط جو اللہ کے لئے غضبناک ہوئی تھی اور ایسی حالت میں اپنے غیض وغضب کا اظہار کیا تھا جب کہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کی جارہی تھیں اور اللہ کی حقانیت کو مٹایا جارہا تھا۔اور جور وستم نے تمام نیکوں اور بدکاروں اور مقامی باشندوں اور پردیسیوں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔نہ کہیں کوئی پسندیدہ عمل تھا جس سے لوگوں کو راحت ملتی نہ کہیں برائیوں سے روکنے کا رواج رہا تھا کہ بدکاروں کو تکلیف پہنچتی‘‘

یعنی روئے زمین پر فساد ہی فساد کا دور دورہ تھا اور فساد فی الارض پھیلانے والوں کی سزائیں قرآن سے سامنے آچکی ہیں (مائدہ 5/33۔نمبر 13) سوچئے کہ قریش اور قریشی خلفا کے قتل کر دیئے جانے سے وہ قصاص کہاں پورا ہوسکتا ہے جو اُن پر واجب تھا؟ اُن کے ذمہ تو پوری نوع انسان کو ذلت وخواری کے عالم میں قتل کرنے کی سزا ہے؟ جو زمانہ رجعت میں دی جانا ہے۔

(7) ایک بے گناہ کا قتل یا زمین میں فساد پھیلانا اسلام کے حقیقی نظام میں ساری نوع انسان کو موت کے گھاٹ اتار دینے کے برابر فرمایا گیا ہے۔

اللہ کا وہ فرمان سنئے جسے وعظ ومجالس میں بیان نہیں کیا جاتا ہے۔

اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ......الخ (مائدہ 5/32)

’’یقیناً جس نے کسی ایک شخص کو ایسی حالت میں قتل کر دیا جب کہ اُس شخص کے ذمہ نہ کسی بے گناہ کا قتل تھا اور نہ زمین میں فساد پھیلانے کا جرم تھا۔ایسے بے گناہ شخص کا قتل ایسا ہی ہے جیسے کہ اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا ہو‘‘۔

14۔ عثمان کے قتل پر مختلف وجوہات سے قریش اور قریشی صحابہ اور تمام مملکت کی رعایا اور سردار وسرغنہ لوگ متفق اور ہم آہنگ تھے

سابقہ خطبات کی تشریح میں ہم نے عثمان کے متعلق کافی تفصیل سے لکھا ہے۔ یہاں مختصراً یہ دکھانا ہے کہ سوائے چند اہل کاروں اور خاندان کے رشتہ داروں کے اور ساری مسلمان رعایا، اُس کے سردار و راہنما وصحابہ عثمان کو قتل کرانے پر متفق ہوگئے تھے۔اختصار کی غرض سے ہم ترجموں کا بھی خلاصہ لکھتے جائیں گے۔ بہت سے حوالوں میں سے ایک دو حوالے لکھنا کافی سمجھیں گے تاکہ عنوان (14) کی تکمیل ہوسکے۔

(1) عائشہ عثمان کو سمندر میں ڈبو کر مارنے میں خوش تھی۔

’’مروان، زید بن ثابت اور عبدالرحمٰن بن عتاب نے عثمان کے تحفظ کے لئے عائشہ کو حج کے بے موسمی سفر سے روکنے کی کوشش کی۔

Presented by Ziaraat.Com

اور جب انہوں نے انکار کر دیا تو مروان نے چلتے ہوئے یہ شعر پڑھ دیا کہ :

؎ ''قیس نے شہروں میں میرے خلاف آگ لگا دی، پھر جب آگ خوب بھڑک اُٹھی تو مجھے چھوڑ کر چلا گیا''

شعر سن کر عائشہ نے کہا سنو!

ایک روایت کی رُو سے :''میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے اور تمہارے صاحب عثمان دونوں کے پیروں میں ایک ایک چکی بندھی ہوتی اور تم دونوں سمندر میں ڈال دیئے جاتے''۔

دوسری روایت : ''جی تو یہ چاہتا ہے کہ عثمان میرے ان تھیلوں میں سے ایک تھیلے میں بند ہوتا اور میں خود اُٹھا کر لے جاتی اور سمندر میں ڈبو دیتی''

(علامہ ابن سعد اور علامہ بلاذری)

(2) قتل عثمان پر عائشہ کی رائے اور عائشہ کی زبانی عائشہ کے مقابلہ میں حضرت ام سلمہؑ رسولؐ اللہ کی نظروں میں بلند مرتبہ۔

علامہ ابو مخنف نے بتایا ہے کہ ''عائشہ نے حضرت اُم سلمہ علیہا السلام سے کہا کہ اَے دختر بنتِ ابی امیہ آپ رسولؐ اللہ کی بیویوں میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والی ہیں اور امہات المومنین میں سب سے بزرگ بھی ہیں۔ رسولؐ اللہ آپ ہی کے گھر سے ہم لوگوں کو چیزیں تقسیم کرتے تھے۔ جبرائیل امین زیادہ تر آپ ہی کے گھر میں آیا کئے........ امؑ سلمہ نے کہا کہ تم یہ باتیں کس غرض سے کر رہی ہو؟ عائشہ نے بتایا کہ عبداللہ نے مجھے بتایا ہے کہ لوگوں نے پہلے عثمان سے توبہ کرائی، جب انہوں نے توبہ کر لی تو روزہ کی حالت میں انہیں قتل کر ڈالا۔ میں نے بصرے جانے کا قطعی ارادہ کر لیا ہے۔ میرے ساتھ طلحہ اور زبیر بھی ہوں گے۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔ قوی اُمید ہے کہ خدا ہمارے اور آپ کے ہاتھوں معاملات کو سدھار دے گا۔ ام سلمہؑ نے اعتراض کیا کہ تم کل کے دن لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکاتی تھیں اور بری بری باتیں اُن کے متعلق کہتی تھیں۔ اور سوا نَعثَل کے کوئی دوسرا نام اُن کے لئے تمہارے پاس نہ تھا۔ اور تم خوب اچھی طرح جانتی ہو کہ رسولؐ اللہ کے نزدیک علیؑ کی کیا منزلت تھی؟''

یہ سب کچھ اور بہت کچھ ''طبقات ابن سعد جلد 5 صفحہ 25، کتاب الانساب بلاذری جلد 5 صفحہ 71، 75، 191، الامامۃ والسیاسۃ، تاریخ طبری ابن عساکر وغیرہ میں دیکھیں۔

(3) عبدالرحمٰن بن عوف نے عثمان کو سنت شیخین کی آڑ میں خلیفہ بنایا اور علیؑ کو فریب سے محروم کیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے عبدالرحمٰن کو عثمان کے کردار پر متوجہ کر کے کہا کہ یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ تو نے تلوار اُٹھا کر حضرت علیؑ کی معیت میں عثمان سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ عثمان نے غلاموں سے پٹوا کر عبدالرحمٰن کو اپنے محل سے نکلوایا تھا۔ عبدالرحمٰن نے وصیت کی تھی کہ عثمان اس کی نماز جنازہ نہ پڑھے۔ عثمان عیادت کو آیا تو منہ پھرا لیا اور اُس سے بات نہ کی۔

(4) طلحہ، جسے عثمان نے روپے پیسے اور چاندی سونے سے مالا مال رکھا عثمان کا سب سے زیادہ دشمن تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ کو عثمان کے خون کا پیاسا فرمایا۔ عثمان نے کہا کہ خدا طلحہ کا ستیاناس کرے میں نے اُسے اتنا اور اتنا دیا اور اب وہی میرے خون کا پیاسا ہے۔ خدایا اسے اس دولت سے استفادہ کا موقع نہ دینا۔ وہ منہ پر نقاب ڈالے عثمان کی طرف تیر چلاتے رہے۔ طلحہ ہی نے عثمان کے دشمنوں کو وہ راستہ بتایا تھا جس سے وہ عثمان کے گھر میں داخل ہو کر قتل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ طلحہ ہی کے کہنے سے عثمان کے گھر میں کھانا اور پانی کا جانا بند کیا گیا تھا۔ (تمام مذکورہ کتابیں)

Presented by Ziaraat.Com

(5) زبیر بھی خلافت کا امیدوار تھا وہ عثمان بن عفان کے قتل کا فتویٰ دیتا رہتا تھا طلحہ کے برابر کا دشمن تھا۔

عائشہ کی طرح زبیر بھی عثمان کو قتل کرانے کے لئے لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ ''اُقْتُلُوْهُ فَقَدْ بَدَّلَ دِيْنُكُمْ'' عثمان کو قتل کر ڈالو یقیناً اُس نے تمہارے دین کو تبدیل کر دیا ہے۔ حضرت علیؑ نے زبیر سے فرمایا تھا کہ تم لوگ مجھ سے عثمان کے خون کا بدلہ مانگتے ہو حالانکہ عثمان کے اصلی قاتل تم ہی ہو۔ اور طلحہ و زبیر دونوں کو عثمان کے قتل کا مجرم قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ:

یہ اس خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں جسے انہوں نے خود بہایا۔ یہ مجھ سے وہ حق مانگتے ہیں جسے خود کھویا ہے۔ میری رائے اور مشورے کے بغیر ان دونوں نے عثمان کے قتل کو انجام دیا ہے۔ عثمان کا خون ان ہی لوگوں کی گردن پر ہے۔

(6) عبداللہ بن مسعود نے عثمان کے خلاف کوفہ و مدینہ میں برسوں تقریریں کیں۔

عثمان نے عبداللہ بن مسعود کو زمین پر گرا کر پٹوایا اُن کی پسلی توڑ دی اور کہا کہ ''عبداللہ بن مسعود میرے خون کو مباح قرار دیتے ہیں۔ عثمان نے اُن کا وظیفہ بند کیا۔ قید کیا تھا۔ (فتنۃ الکبریٰ) (تمام تواریخ)

(7) عمارؓ بن یاسر عثمان کو کافر کہا کرتے تھے۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں کہا تھا کہ عثمان کو نیکو کار بندوں نے قتل کیا تھا جو سرکشی اور ظلم کو ناپسند کرتے تھے۔ اور عثمان کافر تھا ہم نے ایک کافر کو قتل کیا تھا۔ (باقلانی شرح نہج البلاغہ کتاب صفین)

ہم دیکھ رہے ہیں کہ انتہائی اختصار کے باوجود طول ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے ہم مخالفین عثمان کی فہرست میں سے چند ایسے نام لکھے دیتے ہیں جن سے صحابہ اور بزرگوں کی اجتماعی رائے معلوم ہو جائے گی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(8) مقدادؓ بن اسود کندی (9) حجرؓ بن عدی (10) عبدؓ الرحمٰن بن حسان عنزی (11) جھجاہ بن سعید غفاری (12) سہل بن حنیف ابو ثابت انصاری (13) رفاعہ بن رافع بن مالک ابی معاذ انصاری (14) حجاج بن غزیہ انصاری (15) ابو ایوب انصاری (16) قیس بن سعد (17) فروہ بن عمرو ابن ودقہ بیاضی انصاری (18) محمد بن عمرو ابن حزم انصاری (19) جابر بن عبداللہ انصاری (20) جبلہ بن عمرو ابن ساعدہ ساعدی (21) محمد بن مسلمہ انصاری (22) عبداللہ ابن عباس (23) عمرو عاص (24) ابوالطفیل عامر بن واثلہ (25) سعد بن ابی وقاص (26) مالک اشتر (27) محمد بن حذیفہ (28) عمرو بن زراہ نخعی (29) صعصعہ بن صوحان (30) حکیم بن جبلہ عبدی (31) ہشام ابن ولید مخزومی (32) معاویہ ابن ابی سفیان۔

تمام مذکورہ بالا مخالفین کے لئے ملاحظہ ہوں۔ 1۔ کتاب امامۃ والسیاسۃ۔ 2۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔ 3۔ کتاب الصفین۔ 4۔ مروج الذہب۔ 5۔ استیعاب۔ 6۔ اسد الغابہ۔ 7۔ کتاب الانساب بلاذری۔ 8۔ اصابہ۔ 9۔ تاریخ کامل۔ 10۔ تاریخ ابن کثیر۔ 11۔ تاریخ الخلفاء سیوطی۔ 12۔ نہایہ ابن کثیر۔ 13۔ تاریخ ابن خلدون۔ 14۔ تاریخ طبری۔ 15۔ جمرۃ الخطب۔ 16۔ عقد الفرید۔ 17۔ تاریخ یعقوبی۔

یہ تمام کتابیں اس عنوان کا مکمل ثبوت فراہم کرتی ہیں۔

15۔ عہد عثمان کے صحابہ اور صحابہ زادے متفق تھے کہ عثمان مہاجرین و انصار کے اجماع و اتفاق سے قتل کیے گئے۔

قدیم زمانے کے مسلمان عثمان کے قتل پر کیا رائے رکھتے تھے یہ بھی سن ہی لیں تو بہتر ہوگا۔

Presented by Ziaraat.Com

(1) علامہ بلاذری مدائنی سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن فائد کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے فرزند ثابت نے اہل شام کی طرف دیکھ کر کہا کہ ''میں اِن سے نفرت کرتا ہوں'' حضرت عثمان کے پوتے سعید نے کہا کہ ''تم اِسی لئے نفرت کرتے ہو کہ اُنہوں نے تمہارے باپ عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا تھا؟ ثابت نے کہا کہ ''سچ کہتے ہو مگر میرے باپ کو شام کے کافروں اور وحشیوں نے قتل کیا تھا اور تمہارے دادا عثمان کو مہاجرین وانصار نے قتل کیا تھا'' (کتاب الانساب بلاذری جلد 5 صفحہ 195، 372)

قارئین مزید تحقیق کے لئے ہماری مذکورہ کتابوں میں عثمان کے حالات والی جلد نکال کر تمام واقعات وحالات ترتیب وار دیکھے جاسکتے ہیں۔

(2) عثمان کے قاتل صرف مہاجرین وانصار ہی نہ تھے۔ جنگ صفین میں دس ہزار آدمی دعویدار تھے۔

کتاب الامامۃ والسیاسۃ بتاتی ہے کہ جنگ صفین میں ابو ہریرہؓ اور ابو درداء حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کی فضیلت قابل انکار نہیں ہے۔ اور معاویہ تو صرف اس قدر چاہتا ہے کہ قاتلان عثمان کو اُس کے حوالے کر دیا جائے۔ آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم قاتلانِ عثمان کو پہچانتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا ہاں پہچانتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ جاؤ اُن کو پکڑ کر لے جاؤ میری اجازت ہے۔ یہ دونوں محمد بن ابوبکر اور عمار یاسر اور اُشتر کے پاس آئے اور کہا کہ تم عثمان کے قاتل ہو ہمیں حکم ملا ہے کہ تمہیں پکڑ کر لے جائیں۔ یہ سنتے ہی دس ہزار سے زیادہ آدمی یہ کہتے ہوئے دونوں کی طرف بڑھے کہ ''ہم نے عثمان کو قتل کیا تھا ہم نے اُسے قتل کیا تھا''۔ (صفحہ 106)

اس واقعہ کے بعد ابو ہریرہؓ اور ابو درداء حمص واپس آئے تو حضرت عثمان کے بیٹے عبدالرحمٰن سے ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے اِن دونوں سے پوچھا تم کہاں گئے تھے؟ اُنہوں نے واقعہ بیان کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ تم دونوں پر اس لئے تعجب ہے کہ تم نبیؐ کے صحابہ ہو۔ تم دونوں نے جنگ سے تو اپنے ہاتھ روک لئے ہیں۔ مگر اپنی زبانوں کو نہیں روکا ہے۔ اَرے تم علیؑ کے پاس جاتے ہو اور اُن سے قاتلین عثمان کو مانگتے ہو۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اگر مہاجرین وانصار عثمان کا خون بہانا حرام جانتے تو لامحالہ عثمان کی مدد کرتے، اور علیؑ سے اسی شرط پر بیعت کرتے کہ قاتلین عثمان دے دیئے جائیں''۔ تو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ مہاجرین نے یہ شرط کی تھی؟ اس سے زیادہ تعجب خیز تمہارا صحابہ کے عملدرآمد سے منہ پھیرنا ہے اور یہ کہنا ہے کہ شوریٰ کرو اور خلافت سے دستبردار ہو جاؤ۔ درآں حالیکہ تم جانتے ہو کہ علیؑ کی خلافت پر راضی رہنے والے اُس سے بہتر ہیں جو اُن کی خلافت کو بُرا سمجھے۔ جس نے علیؑ کی بیعت کی وہ اُن سے بہتر ہے جنہوں نے بیعت نہیں کی۔ اور اِس پر اور زیادہ تعجب ہے کہ تم دونوں اُس کے فرستادہ بن کر علیؑ کے پاس گئے جو طلقاء کی اولاد ہے۔ جس کے لئے خلافت جائز ہی نہیں ہے۔ جب یہ گفتگو عام طور پر پھیل گئی اور معاویہ کو بھی یہ معلوم ہو گیا تو اُس نے چاہا کہ عثمان کے بیٹے کو قتل کر دے مگر پھر اُن کے قبیلے کا اور خاندان کا خیال کر کے باز رہا'' (صفحہ 106)

(3) مہاجرین وانصار کا دوسرے صحابہ کو عثمان کی شکایتیں لکھ کر عثمان کے خلاف جہاد کے لئے بلانا۔

واقدی نے لکھا ہے کہ 34ھ میں بعض اصحاب پیغمبرؐ نے دوسرے صحابہ کو خطوط لکھے جن میں عثمان کے طرزِ عمل اور اُن کے تغیر وتبدل کی شکایت لکھی تھی۔ اور اُن مصائب کا تذکرہ کیا تھا جو حضرت عثمان کے عاملوں کے ہاتھوں عامۃ الناس جھیل رہے تھے۔ خطوط میں یہ بھی تھا کہ آپ حضرات جہاد پر تیار ہیں تو مدینہ آیئے۔ اس وقت کیفیت یہ تھی کہ اصحاب پیغمبرؐ میں سے کوئی بھی عثمان کی حمایت نہیں کرتا تھا اور اُن پر جتنے اعتراضات ہوتے اور اُن پر نکتہ چینی ہوتی تو کسی کو ناگوار نہ گزرتی .... الخ'' (کتاب الانساب بلاذری جلد 5 صفحہ 68۔ تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 97 تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 63۔ تاریخ ابوالفداء جلد 1 صفحہ 168۔ تاریخ ابن خلدون جلد 2 صفحہ 391)

Presented by Ziaraat.Com

یہ مضمون آگے بڑھتا چلا گیا ہے۔جس میں صحابہ کا مدینہ میں جمع ہونا۔حضرت علیؑ کو عثمان کے پاس بھیجنا اور اُن کا عثمان کو سمجھانا اور اس کا حیلے حوالے اور بہانے بازیاں کرنا لکھا ہے۔جسے ہم نے فضول سمجھ کر ترک کر دیا ہے۔

مورخ عمر ابو نصر نے عثمان اور مدینہ کے صحابہ کے رویے پر ذرا کھل کر روشنی ڈالی ہے۔

زیرِ قلم عنوان پر ایک مصری اور ماڈرن مورخ سے چند باتیں سن کے ہمارے عنوان کی تصدیق فرمائیں لکھا ہے کہ:

(4) مدینہ کے صحابہ کی عثمان سے نفرت اور نعثل کا لقب عام ہو گیا تھا؟

''یہی حال مدینہ کا بھی ہوا۔اگر اُن حالات کی چھان بین کی جائے اور حضرت عثمان کے حق میں جو باتیں وہاں کے سر برآوردہ لوگ آپ کے سامنے اور آپ کے پیچھے کرتے تھے اُن پر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت عثمان سے نفرت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔اور بعض نے تو آپ کا لقب ''نعثل'' رکھ دیا تھا۔(نعثل ایک مصری تھا جس کی داڑھی بہت لمبی تھی)۔اُس سے حضرت عثمان کو مشابہت محض آپ سے نفرت اور ناگواری کی وجہ سے دی جاتی تھی۔اور تو اور بڑے بڑے صحابہ بھی ایسی باتیں اعلانیہ عام لوگوں کے سامنے کہتے تھے''(''خلفاءِ محمد'' علامہ عمر ابو النصر کی کتاب مترجمہ محمد احمد پانی پتی ادارہ فروغ اُردو لاہور)(صفحہ 97)

(5) ''اہلِ مدینہ خاموشی اور سکون سے تمام حالات کا مطالعہ کر رہے تھے وہ حضرت عثمان کی مدد کرنے کو بالکل تیار نہ تھے''۔(صفحہ 38)

(6) اہلِ مدینہ نے عثمان کو بالکل چھوڑ دیا تھا وہ محاصرہ میں بالواسطہ شریک رہے۔

اہلِ مدینہ نے اس بغاوت کے وقت عجیب وغریب روش اختیار کر لی تھی، بجائے اس کے کہ وہ متحد ہو کر اس فتنہ کا مقابلہ کرتے اور اس بغاوت کا سر کچلتے انہوں نے اپنی عجیب وغریب روش کی بنا پر مفسدین اور باغیوں کے ہاتھ مضبوط کر دیئے۔اس لحاظ سے اگر کہا جائے کہ اہلِ مدینہ بھی حضرت عثمان کے محاصرہ اور قتل میں بالواسطہ شریک تھے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔اُنہوں نے حضرت عثمان کو بالکل چھوڑ دیا تھا۔اور محاصرہ کی تمام مدت میں بالکل خاموش رہے۔خلاصہ یہ کہ حضرت عثمان کے خلاف کئی عوامل کام کر رہے تھے۔

(7) عثمان کے محاصرہ میں اور محاصرہ میں طول دینے میں اہلِ مدینہ بھی شامل اور مخالف تھے۔

1۔ایک تو باغی کہ جو کچھ اُن کے سر میں سما جاتا تھا اُس کے کرنے پر تل جاتے تھے۔2۔دوسرے اہلِ مدینہ جو حضرت عثمان کو چھوڑ بیٹھے تھے اور اس معاملے میں بالکل خاموش تھے۔اُن میں سے بعض خاموشی کی حد سے گزر کر حضرت عثمان کے خلاف آمادہ پیکار بھی تھے۔

3۔بنو اُمیہ جو چاہتے تھے کہ معاملے کو یہاں تک ڈھیل دی جائے کہ فوجیں مدینہ پہنچ جائیں۔اگر حضرت عثمان کوئی وعدہ کرتے تو وہ اُسے تڑوا دیتے۔اگر آپ لوگوں کے مطالبات کو ماننے کا ارادہ کرتے بھی تو آپ کو اُس سے پھیر دیتے۔انہوں نے حضرت عثمان کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ اُن ہی کے کہنے پر چلتے رہیں۔اور خلافت سے معزول ہونے سے بالکل انکار کر دیں''۔(صفحہ 15)

(8) مدینہ کے صحابہ پر گرفت بھی اور اُن کا تحفظ بھی قریشی علما کی مجبوریاں۔

آخر عمر ابو نصر قریشی سنت پر اُتر آئے۔''دودھ بھی پیارا پوت بھی پیارا قسم کس کی کھاؤں؟'' آخر دونوں کی جانب رُخ رکھے ہوئے لکھا ہے کہ ''واقعہ یہ ہے کہ جو شخص ان حوادث کی تفصیل پڑھے جو حضرت عثمان کے قتل سے پہلے رونما ہوئے (صحیح حوادث کس نے لکھے وہ تو بعد میں سوچ سوچ کر گھڑے گئے تھے۔) تو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ قریش کے سر برآوردہ لوگوں کو ہر قسم کے الزامات سے بری قرار دے سکے (یہی تو ہوا ہے) اگر چہ

Presented by Ziaraat.Com

یہ بھی مشکل ہے (عقید تمندی کی رُو سے) کہ اُن پر فسادیوں کے ساتھ کسی حقیقی عملی قدم اُٹھانے کا الزام لگایا جاسکے۔(سب سے بڑا الزام تم سب پر یہ ہے کہ ظلم وستم کی فریاد کرنے والوں کو باغی اور فسادی کہا جاتا رہا ہے) مگر وہ غفلت کے مجرم ضرور تھے (یعنی آمادہ پیکار بھی غفلت ہی میں تھے؟) چنانچہ سب سے بڑا جو اعتراض اُن پر آتا ہے وہ یہی کہ انہوں نے خلیفۃ المسلمین کی مدد کرنے میں انتہائی لاپرواہی سے کام لیا (غلط ہے وہ توبہ کرانے اور عملی اقدام کا انتظار کرتے رہے خواہ مخواہ مدد ظالم و جابر کی مدد ہوتی) اور آپ کی شان میں ایسے گستاخانہ (واقعاتی) الفاظ استعمال کئے (ظالم و جابر و قبیلہ پرور ستہ کو مٹانے والا کہا) جو حضرت عثمان جیسے (فرشتہ معصوم) انسان کے مرتبہ سے بعید تھے۔(یعنی ایک صحابی کی طرفداری میں تمام صحابہ کو گناہگار کہنا ٹھیک ہے تو وہ ایک کیسے اور کس دلیل سے بچے گا؟) ایسے الفاظ نہایت نازک زمانہ میں اور فتنہ کے سرغنوں (مطالبات کی پیروی کرنے والوں) کے سامنے کہے گئے جن کو وہ لوگ اپنی بغاوت (مطالبات) کی تائید اور اپنے اُٹھائے ہوئے فساد کے جواز میں استعمال کرتے تھے۔(نوٹ: قارئین کی سہولت اور طوالت سے بچنے کے لئے ساتھ کے ساتھ بریکٹس میں وضاحت کردی گئی۔احسنؔ)

(9) مطالبات نوٹ کر کے یہ فیصلہ کریں کہ مطالبہ کرنے والے اور اُن کے طرفدار فسادی و باغی تھے یا نہیں؟

1۔بنی اُمیہ کو تمام معاملات حکومت سپرد کر دینا۔2۔اُن ہی کو اپنا مشیر و راز دار بنالینا۔ایسا امر تھا کہ جس نے مہاجرین کو سخت برانگیختہ کر دیا تھا۔3۔اور دوراندیش لوگوں کو اس بات کا ڈر پیدا ہونے لگا تھا کہ کہیں حکومت اسلامیہ اموی رنگ میں نہ رنگ جائے۔4۔وہ کہتے تھے کہ حکومت اِن لوگوں کا حق نہیں ہے۔(مگر عمر نے شوریٰ سے اُن ہی کو حکومت دی تھی۔احسنؔ) بلکہ تمام مسلمانوں کا اور خصوصاً **سابقون الاولون** اور مہاجرین کا حق ہے۔لیکن حضرت عثمان نہ چاہتے تھے کہ اپنے رشتہ داروں کو اُن کے عہدوں سے ہٹا دیں۔اسی وجہ سے انہوں نے اُمت کے مطالبے کا کوئی جواب نہ دیا۔اس اصرار کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔(1)۔اُن کی قوم بنی اُمیہ اور اُن کے رشتہ داروں نے اُن کو کمزور پا کر اُن پر غلبہ حاصل کر لیا۔(2) حضرت عثمان کو یہ ڈر رہا ہو کہ اگر وہ اپنی قوم سے الگ رہے۔اور اپنے اہل وعیال وخاندان سے علیحدگی اختیار کر لی اور عمال نے آپ سے بغاوت کر دی تو اُن کے خاندان کے علاوہ اور کوئی ایسا شخص نہ ہوگا جو باغیوں کے مقابلہ میں آپ کی طرف سے کھڑا ہو سکے اس وجہ سے آپ نے اپنے رشتہ داروں کو ہی ہر معاملہ میں ترجیح دی اور مختلف علاقوں پر اُن ہی کو والی اور حاکم بنایا۔جب اس طرزِ عمل کے متعلق شور وغوغا برپا ہوا اور حضرت عثمان کے خلاف اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی اور لوگوں نے اُن کو معزول کرنے کے لئے آواز اُٹھانی شروع کی تو حضرت عثمان کو بہت فکر پیدا ہوئی اور یقین ہو گیا کہ میرا خدشہ صحیح ثابت ہوا انہوں نے اِن شکایتوں پر کان نہ دھرا۔ولایتوں پر اپنے رشتہ داروں ہی کو باقی رکھنے پر اصرار کیا اور اُن ہی کے مشوروں پر اعتماد کیا۔اس پر عامۃ المسلمین اور صحابہ میں ہیجان پیدا ہو گیا اور باغیوں نے اسی بات کو لے کر آپ سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا''(صفحہ 187)

ان تازہ بیانات سے دوبارہ ثابت ہو گیا کہ عثمان اور اُن کے رشتہ داروں اور عہدیداروں کے علاوہ تمام صحابہ مہاجرین وانصار اور عامۃ المسلمین اجتماعی طور پر عثمان کو معزول کرنے اور پھر قتل کرنے پر آمادہ تھے۔

16۔ مدنی صحابہ کے تین خطوط جو اُنہوں نے محاذ جنگ پر موجود صحابہ کو اور اہل مصر کو اور خود عثمان کو اصلاح حال کے لئے لکھے تھے

طبری نے عبدالرحمٰن بن یسار کے واسطے سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان کے افعال واعمال کی شدت محسوس کی تو مدینہ کے اصحاب پیغمبرؐ نے اُن صحابہ کو خط لکھا جو سرحدی شہروں میں مقیم تھے۔

(1) محاذ جنگ پر سرحدی شہروں میں مقیم صحابہ کے نام خط: انکم انما خرجتم ان تجاھدوا فی سبیل اللّٰہ عزّوجَل تطلبون دین محمد فان دین محمدً قد افسدہ من خلفکم و ترک فھلّموا فاقیموا دین محمدً.

''آپ لوگ اس لئے مدینہ سے باہر گئے تھے کہ دین محمدؐ کی سربلندی کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کریں مگر جسے آپ خلیفہ کی حیثیت سے مدینہ میں چھوڑ گئے تھے اس نے دین محمدؐ کو بگاڑ دیا ہے جلد آیئے اور دین محمدؐ کو استوار کیجئے''

علامہ ابن اثیر نے اس خط کے الفاظ یوں لکھے ہیں کہ: فان دین محمد قد افسد خلیفتکم فاقیموہ

''دین محمدؐ کو تمہارے خلیفہ نے فاسد کر دیا ہے آ کر اسے استوار کیجئے''

علامہ ابن ابی الحدید کے الفاظ یوں ہیں: قد افسدہ خلیفتکم فاخلعوہ فاختطفت علیہ القلوب فاقبلوا من کل افق حتّٰی قتلوہُ۔

''تمہارے خلیفہ نے یقیناً دین محمدؐ کو بگاڑ دیا ہے۔ آ کر اُسے علیحدہ کرو۔ اُس خط کو پڑھ کر لوگوں کے دل ڈوب گئے وہ ہر جانب سے اُمڈ پڑے یہاں تک کہ عثمان کو قتل کر دیا''

طبری کے دوسری روایت والے خط کے الفاظ: ان اقدموا فان کنتم تریدون الجھاد فعندنا الجھاد

''جلد پہنچئے اگر تم جہاد کا واقعی ارادہ رکھتے ہو تو جہاد کی ضرورت ہمارے پاس ہے۔ لوگ نہایت شدت سے عثمان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کی اتنی مذمتیں کی جا رہی تھیں جتنی کسی کی بھی نہ کی گئی ہوگی۔ اصحاب پیغمبرؐ دیکھتے اور سنتے تھے لیکن اُن میں کوئی ایسا نہ تھا جو لوگوں کو منع کرتا اور عثمان کی مدافعت کرتا۔ سوائے دو چار اشخاص کے جیسے زید بن ثابت، ابو اسید ساعدی، کعب بن مالک اور حسان بن ثابت وغیرہ کے۔ اُس وقت مہاجرین وانصار وغیرہ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور اُن سے درخواست کی کہ آپؑ حضرت عثمان سے گفتگو کیجئے انہیں نصیحت فرمایئے''۔

(تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 196، کتاب الانساب بلاذری جلد 5 صفحہ 60۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد 2 صفحہ 64۔ ابن کثیر جلد 7 صفحہ 198)

(2) مہاجرین کا اہل مصر کے نام خط۔

مِنَ المجھاجرین الاولین و بقیة الشوریٰ الٰی من بمصر مِنَ الصحابة والتابعین .اما بعد ان تعالوا الینا و تدارکوا خلافة رسوؐل اللّٰہ قبل ان یسلبھا اھلھا فان کتاب اللّٰہ قد بَدّلَ وسنة رسوؐل اللّٰہ قد غَیَّرتُ و احکام الخلیفتین قد بَدّلَتُ فننشد اللّٰہ مَنُ قَرَا کتابنا مِنُ بقیة اصحاب رسوؐل اللّٰہ والتابعین باحسانٍ اِلّا اَقُبَلَ الینا واخذ الحق لنا واعطاناہ، فَاَقُبَلُوَا اِلَیُنَا اِنُ کُنُتُمُ تومنون باللّٰہ والیوم الاخر واقیموا الحق عَلَی المنھاج الواضح الَّذِی فَارَقُتُمُ عَلَیُہِ نبیّکم وفَارَقکم علیہ الخلفاء، غلبنا علٰی حقنا واستولیٰ علٰی فئنا وحَیُلَ بیننا و بین امرنا، وکانت الخلافة بعد نبیناً خلافة نبوة رحمة وھِیَ الْیَوُم مُلُکٌ عضوض مَنُ غَلَبَ شئِی اَکَلَهُ .

خط کا ترجمہ: ''یہ خط مدینہ کے مہاجرین اولین اور ارکان شوریٰ کے باقی ماندہ حضرات کی جانب سے مصر میں مقیم صحابہ اور تابعین کے نام لکھا جا رہا ہے۔ آپ حضرات جلد مدینہ پہنچئے اور قبل اس کے کہ خلافت پیغمبرؐ پر حکمران قبضہ کر کے اُسے حقداران خلافت سے نکال لیں اس کا تدارک کیجئے۔ قرآن کو تبدیل کر دیا گیا ہے، سنتِ رسوؐل میں تغیر پیدا کر دیا گیا ہے۔ اور دونوں خلفا کے احکام بدل دیئے گئے ہیں۔ رسوؐل اللہ کے باقی ماندہ صحابہ اور قرآن پڑھنے والوں کو ہم اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ وہ جلد از جلد ہم تک پہنچیں۔ ہمارے حقوق حکمرانوں سے وصول کر کے ہمیں دیں۔ اگر آپ

Presented by Ziaraat.Com

اللہ پر اور قیامت کے مواخذہ پر ایمان رکھتے ہیں تو جلد آیئے اور حق کو راہ راست پر قائم کیجئے۔ اسی راہ راست پر قائم کیجئے جس پر آپ کے پیغمبرؐ نے تمہیں چھوڑا تھا اور دونوں خلفا سے تم جدا ہوئے تھے۔ ہمارے حقوق پر غلبہ کرلیا گیا ہے۔ ہمارے اموال فی کو غصب کرلیا ہے۔ اور ہمارے اور ہمارے حقوق کے درمیان حائل ہوگئے ہیں۔ پیغمبرؐ کی قائم کردہ حکومت جو رحمت تھی آج جابر و قاہر حکومت میں تبدیل ہوگئی ہے۔ اور جو کچھ اس کے ہاتھ آتا ہے اُسے ہضم کرجاتا ہے۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد اول صفحہ 32)

(3) اہل مدینہ کا ایک خط عثمان کے نام۔

علامہ طبری نے عبداللہ بن زبیر کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے اپنے والد زبیر سے نقل کیا ہے کہ باشندگانِ مدینہ نے عثمان کو ایک خط لکھا جس میں اُنہیں توبہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ اُن پر الزامات عائد کئے تھے اور خدا کی قسم کھائی تھی کہ جب بھی قابو پائیں گے اُنہیں قتل کرکے رہیں گے۔ ورنہ وہ ہمارے وہ حقوق واپس دیں جو خداوند عالم نے اُن پر فرض کئے ہیں'' (طبری جلد 5 صفحہ 116)

17۔ مملکت عثمانیہ یا قریشی حکومت کا اس سے بڑا اجماع واتفاق واتحاد اور کسی مسئلے پر ثابت نہیں کیا جاسکتا جتنا بڑا اجماع واتفاق واتحاد قتل عثمان پر ثابت ہے۔

وہ بے شمار روایات و بیانات جو صحابہ کرام، مہاجرین وانصار اور دیگر اکابرِ اسلام کی زبان وقلم سے موجود ہیں۔ اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے بار بار اور ہر طرح کافی ہیں کہ گنتی کے دو چار گھٹیا درجہ کے خود غرض لوگوں کے سوا سب مسلمان عثمان سے نالاں، برہم اور اُس کے خلاف صف بستہ رہے۔ کسی کے ہاتھ براہ راست اُس کے خون سے رنگین ہوئے کسی نے دوسروں کو اُن کے قتل پر برانگیختہ کیا۔ کسی نے اُن کی بداعمالیوں کو طشت ازبام کیا۔ کسی نے اُس کی تباہی و بربادی کا سامان فراہم کیا۔ کسی نے نکتہ چینی اور نصیحت جاری رکھی، بری حرکتوں سے روکنے کی کوشش کی، کسی نے اُسے برملا برا بھلا کہتے رہنے کو جاری رکھا۔ کسی نے اُس کی مدد سے تنگ آکر پہلوتہی کی۔ اور حد یہ ہے کہ جو لوگ روزِ اول سے عثمان سے برہم اور اُس کے قتل پر آمادہ تھے انہیں کوئی ناپسند و مجرم نہیں کہتا تھا۔ اُسے ٹوکنے، روکنے والوں کو کسی نے منع نہیں کیا۔ خلیفہ وقت کے منصب کی رعایت کسی کو ملحوظ نہ تھی۔ اور یہ مانے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ عہد عثمانی کے تمام قسم کے صحابہ اور مملکت کے تمام سرکردہ مسلمان عثمان کے مخالف اور اُس کے قتل پر آمادہ ورضامند تھے۔ اور اگر وہ لنگڑا لُولا اور خود ساختہ اجماع برحق تھا اور اُس پر عمل کرنا واجب تھا جو ابوبکر کی بیعت سے متعلق گھڑا گیا ہے تو عثمان کی حکومت کے باطل ہونے اور اُس کا قتل واجب ہونے پر جو حقیقی اور بلا جبر و اکراہ اجماع ہوا وہ یقیناً برحق تھا اور اس پر عمل کرنا اور اُس کو صحیح ماننا واجب تھا۔ جب کہ اِس اجماع میں وہ تمام حضرات شامل ہیں جو شیعوں اور سنیوں دونوں کے نزدیک صاحبانِ منزلت مانے جاتے ہیں۔ اُن میں ازواجِ رسولؐ داخل وشامل ہیں۔ بدر واحد کے صحابہ شریک ہیں۔ عشرہ مبشرہ کے زندہ لوگ تائید کرتے ہیں۔ خاندانِ رسولؐ، مہاجرین وانصار اور تمام اہل مدینہ داخل ہیں۔ بیرونجات کے سربرآوردہ مسلمان اُس میں سرگرم رہے ہیں۔

وہ فہرست جو اجماع میں موجود اشخاص کی تعداد و تفصیل بتاتی ہے۔

1	حضرت علیؑ بن ابی طالب	28	محمد بن ابی حذیفہ عبشمی	55	ثابت بن قیس نخعی
2	ام المومنین عائشہ	29	عمرو بن زرارہ ابن قیس نخعی	56	اصعر بن قیس حارثی
3	عبدالرحمٰن بن عوف	30	صعصعہ بن صوحان	57	یزید بن مکفف نخعی

Presented by Ziaraat.Com

4	طلحہ بن عبداللہ	31	حکیم بن جبلہ	58	حارث بن عبداللہ الاعور ہمدانی
5	زبیر بن عوام	32	ہشام بن ولید مخزومی	59	فضل بن عباس قریشی
6	عبداللہ بن مسعود	33	معاویہ بن ابی سفیان	60	عمرو بن بدیل بن ورقاء خزاعی
7	عمار یاسرؓ	34	زید بن صوحان	61	زیاد بن نصر حارثی
8	مقداد بن اسود	35	عمرو بن حمق خزاعی	62	عبداللہ بن اصم عامری
9	حجر بن عدی کوفی	36	عدی بن حاتم طائی	63	عمرو بن الاھتم کوفی
10	ہاشم مرقال	37	عروہ بن سعد	64	ذریح بن عباد عبدی
11	جہجاہ بن سعید غفاری	38	عبدالرحمٰن بن حسان غزی کوفی	65	بشر بن شریح قیسی
12	سہل بن حنیف انصاری	39	محمد بن ابوبکر بن قحافہ	66	سودان بن حمران سکونی
13	رفاعہ بن رافع انصاری	40	کمیل بن زیاد نخعی	67	عبدالرحمٰن بن عدیس بلوی
14	حجاج بن غزیہ انصاری	41	عائذ بن حملۃ تمیمی	68	عروہ بن شییم کنانی لیثی
15	ابوایوب انصاری	42	جندب بن زہیر ازدی	69	کنانہ بن بشر سکونی
16	قیس بن ساعد انصاری	43	ارقم بن عبداللہ کندی	70	غافقی بن حرب عکی
17	فروہ بن عمرو بیاضی	44	شریک بن شداد حضرمی	71	کعب بن عبدہ
18	محمد بن عمرو بن حزم انصاری	45	قبیصہ بن ضبیعہ عبسی	72	مثنیٰ بن مخربہ عبدی
19	جابر بن عبداللہ انصاری	46	کریم بن عفیف خثعمی	73	عامر بن بکیر بن عبد یالیل
20	جبلہ بن عمرو ساعدی انصاری	47	عاصم بن عوف بجلی	74	عبید بن رفاعہ بن رافع زرقی
21	محمد بن مسلمہ انصاری	48	ورقا بن سمی البجلی	75	عبدالرحمٰن بن عبداللہ جمحی
22	عبداللہ بن عباس	49	کدام بن حیان الغزی	76	مسلم بن کریب قاضی ہمدانی
23	عمرو بن العاص	50	صیفی بن نسیل شیبانی	77	عمرو بن عبید حارثی ہمدانی
24	ابوطفیل عامر بن واثلہ، کنانی لیثی	51	معزز بن شہاب تمیمی	88	عمرو بن حزم انصاری
25	سعد بن ابی وقاص	52	عبداللہ بن حویۃ سعدی تمیمی	79	عمیر بن ضبا تمیمی
26	مالک بن حارث اشتر	53	عتبہ بن اخنس سعدی	80	اسلم بن اوس بن بجرہ ساعدی۔
27	عبداللہ بن حکیم	54	سعید بن عمران ہمدانی		

یہ اَسی (80) نام ایسے اشخاص کے ہیں جن کی تائید خلفائے ثلاثہ و مابعد کے خلفا کو بھی کبھی حاصل نہ ہوسکی۔ قتل عثمان کے بعد حضرت علیؑ کی مخالفت کے لئے اور اُن سے حکومت چھین لینے کی خاطر اگر ان لوگوں میں سے بعض نے خود اپنے اجماع کی مخالفت کی تو اس سے اُن کی بدعہدی، جرم اور مخالفت محمدؐ و آل محمدؑ میں اضافہ کے سوا اور کچھ نہیں ہوا۔ اور عثمان کو بہر حال اس بدعہدی سے فائدہ نہیں پہنچتا۔

Presented by Ziaraat.Com

18۔ علامہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے عثمان کی ماڈرن سوانح عمری یعنی ''اَلْـفِتْنَةُ الْكُبریٰ'' کے آخری باب میں ترکیب سے وہ سب کچھ مان لیا جو ثابت ہوچکا۔

ڈاکٹر موصوف نے عنوان قائم کیا ہے کہ: **''ایک جواب طلب سوال؟''**

اس عنوان کے ماتحت علامہ نے وہ سب کچھ تسلیم کرلیا جو ہم نے اب تک ثابت کردیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

(1) خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو برحق ماننے والوں سے اور قرآن سے ہٹنے والوں سے جواب ناممکن تھا۔

اِس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا قدماء نے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ بلکہ اکثر بزرگوں نے اس کا جواب دینے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔لیکن بایں ہمہ ہمیں اس سوال کا کوئی جواب تلاش کرنا ہی پڑے گا۔سوال یہ ہے کہ:

''حضرت عثمان کے عُمّال نے اُن کو مدد دینے میں کس طرح اور کیوں اتنی تاخیر اور سستی روا رکھی کہ باغی حضرت عثمان کا دیر تک محاصرہ کئے رہنے اور آخرکار اُن کو قتل کردینے میں کامیاب ہوگئے؟''

کہا جاتا ہے کہ محاصرہ مسلسل چالیس (40) دن تک جاری رہا۔ یہ صحیح ہے کہ ذرائع نقل وحمل آسان اور قریب نہ تھے لیکن دوسری طرف ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خبریں حیرت انگیز سرعت کے ساتھ صوبہ جات میں پہنچ رہی تھیں۔عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (والی مصر) کو علم تھا کہ مصری حضرت عثمان کے خلاف غم وغصے کے جذبات لئے ہوئے گئے ہیں۔اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اُنہوں نے امیر معاویہ کو اس امر کی اطلاع بھی دی تھی۔اس طرح اُنہوں نے خود حضرت عثمان کو بھی خط کے ذریعہ اس صورت حال سے مطلع کردیا تھا۔حضرت ابوموسیٰ اشعری نے بھی اہل کوفہ کو مدینے کا رخ کرتے دیکھا تھا۔ وہ بھی عبداللہ بن سعد ابی سرح کی طرح جانے والوں کے مقصد وارادہ سے آگاہ تھے۔یہی صورت بصرے میں عبداللہ بن عامر کی تھی۔ پھر آخر کیا سبب ہے کہ اتنی خبر ہونے کے باوجود یہ عمّال خلیفہ کی امداد پر بسرعت تمام کمربستہ نہ ہوسکے؟ پھر اُن عمال کو کیا ہوگیا تھا کہ وہ حضرت عثمان کی طرف سے امداد کے مطالبہ پر مشتمل خطوط ملنے کے بعد بھی تیزی سے مدینہ نہ پہنچے؟ آخر اُن لوگوں نے کیوں اتنی دیر لگائی اور تساہل برتا کہ اُن کی مدد پہنچنے سے پہلے ہی شر واقع ہوگیا؟ اور امام قتل کردیئے گئے؟ پھر ان سب اُمور سے بڑھ چڑھ کر یہ کہ حضرت عثمان نے اپنے عمّال کو پابند کر رکھا تھا کہ وہ حج کے دنوں میں اُن سے ضرور ملا کریں۔آخر کیا سبب ہے کہ اُن کے تمام عمّال اس سال اپنے اپنے صوبوں میں رہے اور حج پر نہ گئے؟ یہاں تک کہ حضرت عثمان نے محصور ہونے کی وجہ سے مجبوراً حضرت عبداللہ بن عباس کو حج کی قیادت پر مقرر کیا۔ان سب سے بھی زیادہ حیرت انگیز وتعجب خیز یہ بات ہے کہ مورخین کے بیان کے مطابق حضرت ابن عباس حضرت عثمان کی طرف سے حاجیوں کے نام ایک چٹھی لے گئے تھے۔جس میں اُنہوں نے اپنا قضیہ پیش کیا تھا۔اور اپنا بے قصور ہونا ثابت کیا تھا۔مورخین کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے یہ چٹھی حج کے موقع پر لوگوں کو پڑھ کر سنائی۔ یہ خط جس کا مکمل متن طبری نے بیان کیا ہے۔کس طرح لوگوں نے سن لیا؟ اور اُن کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی؟ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے؟ اور کوئی بھی خلیفہ کی مدد پر کمربستہ نہ ہوا؟ اور کوئی گروہ بھی مدینہ کے حادثات کا مشاہدہ کرنے کے لئے وہاں نہ پہنچا؟ یہ کیسے ہوگیا کہ حضرت عثمان کا عاملِ مکہ خاموشی، بے حسی اور اطمینان سے اُس خط کو پی گیا؟ اور اُس نے لوگوں کو خلیفہ کی امداد پر برانگیختہ نہ کیا؟ اگر وہ اہل مکہ ہی کو جوش دلا کر بھیج دیتا اور وہاں کے صحرانشینوں کا ایک لشکر جمع کرلیتا تو یقیناً یہ فوج باغیوں کو اُس وقت تک مشغول کئے رکھتی جب تک کہ صوبہ جات سے باقاعدہ فوجی کمک پہنچ جاتی۔کیا سبب ہے کہ اِن میں سے کوئی بات بھی نہ ہوئی؟ کیا وجہ ہے کہ کسی عامل نے بھی حرکت نہ کی؟ کیا

سبب ہے کہ حاجی بھی خلیفہ کی امداد پر آمادہ نہ ہوئے؟ کیا اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ:

''تمام اُمت نے متفقہ طور پر اُس خلیفہ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا؟ رعیت تھک چکی تھی؟ عمّال اپنے دلوں میں کچھ اغراض چھپانے کی وجہ سے کاہلی اور سستی کر رہے تھے؟ اُن میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوئی تھی؟ اور اُنہوں نے خلیفہ کو مدینہ والوں کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ جو کچھ عثمان کے ساتھ کرنا چاہیں کر لیں۔ یا حضرت عثمان جو کچھ مدینہ والوں کے ساتھ کر سکیں کر لیں''؟

آپ دیکھ چکے ہیں کہ خود اہل مدینہ کی اکثریت باغیوں کے ساتھ شامل تھی۔ مدینہ میں صحابہ کرام کی ایک مختصر جماعت ایسی بھی تھی جس نے عملاً تو حضرت عثمان کا ساتھ چھوڑ رکھا تھا۔لیکن زبانی وہ اس صورت حال پر اپنے غم وغصہ کا اظہار کرتی تھی''۔

اگر اصحاب رسولؐ کی یہ جماعت ہی باغیوں کے مقابلے میں کھڑی ہو جاتی اور اُن کی اُمیدیں خاک میں ملا دیتی تو یہ باغی لوگ بے نیل ومرام واپس ہو جاتے۔ جیسا کہ بعض قدیم مورخین کی رائے ہے۔ اِن چیزوں کے پیش نظر حضرت عثمان کا وہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ لوگ میری درازی عمر کو لامتناہی سمجھ کر مجھ سے دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔ مگر غالباً لوگوں کے لئے صرف اُن کی درازی عمر ہی ایک اُکتا دینے والا مسئلہ نہ تھا۔ بلکہ وہ اُس سیاست کے لامتناہی سلسلے سے دل برداشتہ ہو گئے تھے جو انہیں عہد فاروقی سے مختلف معلوم ہو رہی تھی۔ اور جو اُن کی دیکھی بھالی قیصر وکسریٰ کی ملوکیت سے بھی الگ کوئی سیاست نظر آتی تھی۔ اُنہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُن دونوں (عمری اور قیصر وکسروی) سیاستوں کے بین بین کوئی سیاست ہے''۔(الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 486-489)

(2) ابوبکر وعمر کی سیاست کوئی مستقل سیاست یا نظام حکومت نہ تھا۔ اُن دونوں نے روز اول سے کلمہ طیبہ کی آڑ میں قیصری وکسروی سیاست کو بتدریج نافذ کیا تھا۔

قارئین سب سے پہلے یہ نوٹ کریں کہ جو کچھ ایک ہزار سال سے اُمت کے سامنے رکھا گیا ہے وہ پہلی چار صدیوں میں قریشی خلافتوں نے تیار کرایا تھا۔ اور ظاہری وفطری ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی جانشین حکومتیں ہرگز کوئی ایسی بات آگے نہ بڑھا سکتی تھیں جو اُن کے یا اُن کے تینوں خلیفوں کی پالیسی اور کردار کو گھناؤنا کر کے دکھائے۔ لہٰذا وہ باتیں خانہ ساز وباطل اور جھوٹ کا پلندہ ہیں جو مندرجہ ذیل نتیجے میں شکوک وشبہات پیدا کریں۔ اور یہ نتیجہ خود فاروقی وقریشی تاریخ وحدیث سے ثابت ہے۔

(3) اسلام کی نقاب میں لادینی حکومت قائم کرنا مقصود تھا۔

وفات رسولؐ کے وقت قریش نے بوکھلا کر ابوبکر کی حکومت کو انتخاب کی شکل دینے کی بھونڈی کوشش کی تھی'' اور عمر نے خود مانا ہے کہ ابوبکر کی بیعت فِلْتَۃً یعنی اچانک یا فِتْنَۃً یعنی ایک ناگہانی آزمائش کے طور پر ہو گئی تھی۔ جس کے خطرناک نتائج سے ہم بچ نکلے'' لیکن اُس کے بعد اعلان کر دیا تھا کہ ''اب اگر کوئی کسی کی بیعت اُسی طرح کرے گا جیسے ابوبکر کی بیعت کی گئی تھی تو اُسے قتل کر دیا جائے گا'' یہ اس لئے کہ حکومت جم چکی تھی۔ چنانچہ ابوبکر کی بیعت بھدّے اور دیہاتی طریقے سے رومی انتخاب سے ملتی تھی۔ لیکن دو سال بعد ابوبکر نے ایرانی اور یونانی حکومت کے طریقہ پر خود خلیفہ نامزد کر دیا۔ یعنی عمر کی حکومت کی بنیاد ہی شخصی حکومت پر قائم ہوئی۔ یہ یاد رکھنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ ابوبکر وعمر اور دیگر سرداران قریش نے ابوسفیان کا تعاون حاصل کرنے کے لئے وعدہ اور معاہدہ کیا تھا۔ جس کے پورا کرنے کے لئے یزید بن ابوسفیان اور معاویہ کو ملک شام کی حکومت دی گئی تھی۔ اور انہیں وہاں موروثی حیثیت سے برقرار رکھا گیا تھا۔ پھر عثمان نے شام کی حکومت کے ماتحت یعنی معاویہ کی سلطنت میں آدھے سے

Presented by Ziaraat.Com

زیادہ ملک دے دیا تھا اور اُسے آخر وقت تک اُس عظیم الشان سلطنت پر برقرار رکھا تھا۔

یہ بھی تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ عمر نے رومی و یونانی اور ایرانی حکومتوں کے قوانین کو اپنی سلطنت میں رائج کیا تھا (الفاروق وطبری) اور ہر وہ عملدرآمد جاری کیا تھا جس سے بتدریج شخصی یا ایرانی و یونانی حکومت برسر کار آ جائے اور کوئی تصادم بھی نہ ہونے پائے۔ عمر نے اپنے عہد حکومت میں صحابہ نام کے تمام لوگوں کو نظر بند کر کے مدینہ سے باہر نکلنے کی ممانعت رکھی تھی (تمام قریشی تواریخ) یعنی وفات رسولؐ سے لے کر عثمان کی حکومت تک تمام صحابہ قید و بند میں رکھے گئے۔ اس طرح اسلام کی صحیح تعلیمات اور حدیث کی اشاعت قطعاً روک کر یونانی اور ایرانی اور رومی قوانین کو رائج کرنے اور انہیں اسلامی شریعت کہنے میں مدد ملی۔ اور بعد میں یہ افسانے تیار کر کے پھیلائے گئے کہ عمر صحابہ سے مشورہ لے کر اجماعی یا اجتماعی قانون نافذ کرتے تھے۔ خزانوں اور افواج کی بھرمار سے تمام صحابہ کو خاموش رکھا اور عملاً رومی و یونانی اور ایرانی حکومتوں کو ملک میں رائج کر دیا گیا۔ البتہ اپنے بعد وہ معاویہ کو حکمران بنانے کا براہِ راست حکم جاری نہ کر سکا۔ اس لئے کہ علی علیہ السلام ابھی تک زندہ تھے۔ اُن کو راہ سے ہٹانے اور حکومت معاویہ تک پہنچانے کے لئے انتظام شوریٰ اور سنت شیخین کی صورت میں کیا گیا اور حکومت عثمان تک پہنچا دی گئی۔ اور عثمان کو وصیت و نصیحت میں وہی کچھ کہا گیا جو اُس نے بعد میں عملاً کیا۔ اُس نے ہرگز نہیں مانا کہ وہ ابوبکر و عمر کی پالیسیوں کے خلاف عمل کرتا رہا ہے۔ وہ اور اُس کے عمال یا گورنر جانتے تھے کہ حکومت کو علیؑ سے بچا کر معاویہ تک پہنچانے میں بہت سی قومی قربانیاں دینا ہوں گی۔ چنانچہ سب سے پہلے قربانی دینا عثمان ہی کا کام تھا اور یہ طے ہو چکا تھا کہ عثمان کو قتل قبول کرنا چاہئے۔ لہٰذا معاویہ نے عثمان سے کہہ دیا تھا کہ اگر تمہیں قتل سے بچنا اور حکومت کو اُس تک منتقل کرنا ہے تو اُس کے ساتھ ملک شام کو چلو۔ یا مدینہ میں تحفظ کے لئے شامی فوج منگا لو۔ عثمان نے نہ شام جا کر معاویہ کے ہاتھوں میں قید رہنا اور یوں خلافت کو منتقل کرنا پسند کیا اور نہ مدینہ میں رہتے ہوئے فوجی کمانڈر کی نظر بندی میں رہنا پسند کیا۔ یہ باتیں قریشی احتیاط کے ساتھ ڈاکٹر طٰہٰ حسین سے سنئے: لکھتے ہیں کہ:

معاویہ عثمانی حکومت کو اپنے زیرنگیں لانے اور مدینہ سے شام منتقل کرنا چاہتے تھے۔

''۳۴ھ میں حضرت عثمان کو الوداع کہنے سے قبل امیر معاویہ نے عثمان کے سامنے دو تجویزیں پیش کی تھیں۔ جن کی حضرت عثمان نے سختی سے تردید کر دی تھی۔ پہلی تجویز یہ تھی کہ ''حضرت عثمان امیر معاویہ کے ہمراہ شام چلے جائیں اور وہاں امن و حفاظت سے رہیں''۔ (الفتنہ صفحہ 476)

اس تجویز کے متعلق طٰہٰ صاحب چند قریشی بکواس کے بعد آخر یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ:

''علاوہ ازیں اگر حضرت عثمان ایسا کر بھی لیتے تو گویا وہ امیر معاویہ کے ہاتھ میں اسیر ہو جاتے مگر حضرت عثمان کو یہ گوارا تھا کہ وہ معاویہ بن ابوسفیان کے بجائے اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں اسیر ہو جائیں''۔ (الفتنہ صفحہ 477)

پھر لکھتے ہیں کہ: ''امیر معاویہ کی دوسری تجویز یہ تھی کہ وہ شامیوں کا ایک لشکر حضرت عثمان کی خدمت میں بھیج دیں جو مدینہ میں اُن کے پاس رہے۔ اور اُنہیں پیش آنے والے خطرات سے محفوظ رکھے۔ حضرت عثمان نے یہ پیشکش بھی ٹھکرا دی''۔ (الفتنہ صفحہ 477)

معاویہ کی یہ دونوں تجویزیں چند سطروں میں آ جاتی تھیں لیکن طٰہٰ حسین نے اِن پر چار صفحات ضائع کئے ہیں کہ وہ کھینچ تان کر ان دونوں تجاویز کو خلفائے ثلاثہ کے حق میں عموماً اور عثمان کے لئے خصوصاً مفید اور بے داغ بنا دیں۔ لیکن تجاویز امیر معاویہ کا مقصد خود بیان کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ معاویہ عثمان کو اور اُن کے مخالفوں کو بے دست و پا کر دینا چاہتے تھے۔ اور براہ راست اقتدار کو اپنے ہاتھوں میں لے لینا چاہتے تھے۔ یعنی اگر

Presented by Ziaraat.Com

عثمان مدینہ میں شامی افواج بلانے پر راضی ہو جائیں تب بھی اختیار افواج کے کمانڈروں کے ہاتھ میں رہتا اور وہ جب چاہتے اُس نظر بند خلیفہ کو شام بھیج دیتے اور مدینہ پر اپنا تسلط قائم رکھتے اور حقیقی خلیفہ یا حکمران خود معاویہ ہوتا۔اور فوراً شخصی اور پچیس (25) سال سے مسلسل چلے آنے والی ابوسفیان کی نسلی حکومت قائم ہو جاتی اور ابوبکر وعمر کی کوششیں بار آور ہو جاتیں اور لا اِلہ الاّ اللہ کہنے والی ایک رومی ، ایرانی اور یونانی حکومتوں کی جانشین حکومت قائم ہو جاتی۔مگر عثمان نے ان دونوں تجاویز کو صرف اس لئے منظور نہ کیا کہ اُسے ابوبکر وعمر کی طرز حکومت پر آخری سانس تک عمل کرنا تھا۔ ورنہ یہ کہا جاتا کہ اُن دونوں نے تو کسی کو اس طرح اقتدار منتقل نہیں کیا تھا۔اور اُسے یقین تھا کہ اقتدار بہر حال معاویہ کو منتقل ہونا ہی ہے۔یعنی ابوبکر وعمر کی پالیسی پر چلنے میں ۔1۔ مجھے قتل ہونا ہے۔2۔حکومت عارضی طور پر علیؑ کو منتقل ہونا ہے۔3۔پھر قومی پالیسی اور منصوبے کے ماتحت پوری قوم کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ علیؑ کو خلافت واقتدار سے محروم کرے۔لہٰذا عائشہ ،طلحہ، زبیر عبدالرحمٰن بن عوف ،عبداللہ ابن عمر وغیرہ علیؑ کے خلاف محاذ بنائیں۔اور معاویہ اُن کی مدد کر کے اقتدار وحکومت حاصل کرلے۔یعنی ابوبکر وعمر اور تمام مخصوص افراد کو یہ تینوں مراحل معلوم تھے۔چنانچہ یہ پلان معاویہ کو بھی معلوم تھا۔طٰہٰ سے سنئے:

تین مراحل سے گزر کر حکومت کا معاویہ تک آنا طے شدہ تھا۔

''بالآخر جب امیر معاویہ نے اُن سے کہا کہ ''اگر آپ ان دونوں تجاویز میں سے کوئی بھی منظور نہیں کرتے تو پھر حالات کی نزاکت بتا رہی ہے کہ یا تو آپ کے خلاف جنگ کی جائے گی یا پھر اچانک بے خبری میں آپ کو مار ڈالا جائے گا'' اس پر حضرت عثمان نے جواب دیا۔ ''حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل ''یعنی جس طرح اللہ کی مفروضہ کتاب عمر کے منصوبے کے حسب حال تھی۔اُسی طرح وہی مفروضہ اللہ میرے حسب حال ہے اور اچھا وکالت کرنے والا ہے''۔(الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 480)

یہ سب کچھ سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ ابوبکر وعمر کی اسکیم کے ماتحت معاویہ سمیت ساری نام نہاد اُمت عثمان کے خلاف مجتمع تھی اور تمام صحابہ اور دانشوروں نے عثمان کو قتل کر کے اقتدار وحکومت چھین لینا طے کر لیا تھا۔عثمان کا قتل ہو کر رہنا اور مروان پارٹی کا قتل کرا کے چھوڑنا ایک ایسی تسلیم شدہ حقیقت بن کر رہ گئی تھی کہ ہماشُما کی زبان پر جاری رہی ہے۔حتیٰ کہ خود عثمان کی زوجہ نائلہ کو یقین تھا کہ اس شخص نے قتل ہو جانا اور ابوبکر وعمر کی سنت پر بھینٹ چڑھ جانا طے کر رکھا ہے۔اس نتیجے اور صورت حال کے علاوہ باقی بیانات اور بکواس بعد کی ایجادات ہیں۔البتہ حضرت علی علیہ السلام اس تمام ہنگامہ سے بری الذمہ رہے ہیں۔اور اسی بنا پر عثمان کے مخالفوں کو اور اُس کے طرفداروں اور خاندان کے افراد کو بالکل ہم پلہ اور یکساں مجرم گردانتے رہے ہیں۔اور اُن حضرت سلام اللہ علیہ وآلہ کے اس فیصلے کو خود طٰہٰ حسین نے اپنے انداز اور مقصد کے ماتحت سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ:

حضرت علیؑ کے اِس خطبہ کا جملہ نمبر (8-9) تمام علما نے پسند کیا ہے۔

اسی فتنہ کی شرح کرتے ہوئے حضرت علیؑ نے اہل کوفہ سے کیا خوب کہا تھا کہ :.

اِسۡتَاۡثَرَ فَاَسَاءَ الۡاَثَرَةَ؛ وَجَزِ عۡتُمۡ فَاَسَاتُمُ الۡجَزَ عَ ؛'' (خطبہ نمبر 30 جملہ نمبر 8-9)

حضرت عثمان نے اپنے اقربا کو ترجیح دی تو برا کیا، اور تم نے اس پر احتجاج کر کے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا یہ بھی برا کیا''۔(الفتنۃ صفحہ 494)

طٰہٰ صاحب کی مادری زبان عربی تھی۔اور اس زبان میں دستگاہ کمال رکھتے بھی تھے۔مگر برا ہو ابوبکر وعمر پرستی کا کہ ایسے عالم نے بھی اُن کی پالیسی کے

Presented by Ziaraat.Com

تحفظ میں اپنے پاس سے ان جملوں کے ترجمہ میں ''اقربا کی ترجیح'' کو لا کر علویؑ بیان کی وسعت اور عمق کو ضائع کر دیا۔

عبداللہ بن سبا ایک فرضی ہیرو ہے۔ جسے دوسو سال کے بعد گھڑا اور طبری میں ریکارڈ کرایا گیا۔

علامہ طٰہٰ حسین نے عبداللہ ابن سبا کو ایک فرضی ہیرو قرار دیا ہے اور شیعوں کے دشمنوں کی سازش لکھا ہے۔(ترجمہ صفحہ 282 تا 290)

عبداللہ ابن سبا کے قصوں کے متعلق اُن کے الفاظ یہ ہیں:

1۔''جو لوگ ابن سبا کے معاملے کو اس حد تک اہمیت دیتے ہیں وہ نہ صرف اپنے آپ پر بلکہ تاریخ پر بھی شدید ظلم کرتے ہیں''(صفحہ 285-284)

2۔''اس سلسلے میں سب سے پہلی غور طلب چیز یہ ہے کہ اُن تمام اہم مآخذ میں جو حضرت عثمان کے خلاف رونما ہونے والی شورش پر روشنی ڈالتے ہیں ہمیں عبداللہ ابن سبا کا ذکر ہی نہیں ملتا ہے''(صفحہ 285)

3۔''شیعہ دشمن عناصر نے عہد امیہ وعباسیہ میں عبداللہ بن سبا کے معاملے میں اس لئے مبالغہ کا رنگ دیا کہ ایک طرف تو کچھ ایسے واقعات جو حضرت عثمان اور اُن کے والیوں سے منسوب ہیں مشکوک ہو جائیں اور دوسری طرف حضرت علیؑ اور اُن کے ساتھیوں پر زد پڑے اور یہ ظاہر کیا جائے کہ شیعہ ایک یہودی کے جھانسے میں آئے ہوئے تھے۔ جو محض اسلام دشمنی کی خاطر اسلام لایا تھا''۔(صفحہ 289)

4۔''یہ تمام باتیں ایسی ہیں جو عقل کی کسوٹی پر ثابت نہیں ہوتیں نہ تنقید کی تاب لاسکتی ہیں۔ لہٰذا ان باتوں پر تاریخی اُمور کی بنیاد استوار کرنا درست نہیں''۔(صفحہ 290)

19۔ عثمان کو قتل کرنا یا ابوبکر وعمر کو قتل کرنا اُن کے جرائم کی پوری سزا نہ تھی۔ مسلمانوں کو سزائے موت کے بعد غسل وکفن نماز و دفن سے محروم نہیں رکھا جاتا۔

ثلاثہ اینڈ کمپنی اور اُن کی پوری قوم نے جو ظاہری اور باطنی جرائم کئے تھے اُن کی صحیح سزا تو زمانہ رجعت میں حضرت حجۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی دے سکیں گے۔ اس لئے کہ اُنہیں بار بار زندہ کر کے بار بار شدید عذاب کے ساتھ بار بار سزائے موت کوئی اور نہ دے سکتا تھا۔ دنیا کے نظام میں جو سزا دی جاسکتی تھی وہ صرف ایک مرتبہ سزائے موت ہی ہوسکتی تھی جو ساری اُمت نے متفقہ طور پر عثمان کو دی تھی۔ اس کے بعد امت نے یہ بھی جائز نہ سمجھا کہ اُس کے جنازے کا مسلمان کے جنازے کی طرح احترام کیا جائے یا غسل وکفن دیا جائے یا نماز پڑھ کر جنازہ کو دفن کیا جائے۔ اس سلسلے میں چند تاریخی بیانات سنیں:

(1) عثمان تین دن بے غسل وکفن رہے لاش پر سنگ باری یہودی قبرستان۔

طبری نے بھی لکھا ہے کہ عثمان کی لاش تین روز بے غسل وکفن پڑی رہی۔ حکیم بن حزام اور جبیر بن مطعم وغیرہ نے حضرت علیؑ سے درخواست کی کہ حضرت عثمان کے رشتہ داروں کو اجازت دی جائے کہ وہ اُس کی لاش کو دفن کر سکیں آپؑ نے انہیں اجازت دے دی۔ جب اجازت کی خبر مشہور ہوگئی تو دشمن راستے میں پتھر لے کر بیٹھ گئے۔ عثمان کے رشتہ دار لاش کو لے کر مدینہ کے ایک یہودی باغ حش کوکب کی طرف روانہ ہوئے جس میں یہودیوں کے مردے دفن ہوا کرتے تھے۔ راستے میں مسلمانوں نے لاش پر سنگ باری کی تو لاش اُٹھانے والوں نے ارادہ کیا کہ میت چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ مگر حضرت علیؑ نے کہلا بھیجا کہ ان حرکتوں سے باز رہو اس پر سنگ باری رک گئی اور لاش حش کوکب میں دفن کر دی گئی۔

Presented by Ziaraat.Com

(2) معاویہ نے عثمان کی قبر کو مسلمانوں کے قبرستان میں ملا دیا تھا؟

معاویہ نے اپنے دور حکومت میں حش کو کب کے اُس مقام کو قبرستان بقیع میں ملا دیا تھا۔ اور لوگوں سے کہا تھا کہ اپنے مردوں کو عثمان کے اردگرد دفن کیا کریں رفتہ رفتہ وہ جگہ مسلمانوں کے قبرستان سے متصل ہوگئی۔

(3) سنگ باری سے بچنے کے لئے حش کو کب میں ایک دیوار کے پیچھے دفن کیا گیا۔ جنازے کے شرکاء کون تھے۔

طبری نے ابی کرب کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ عثمان کو مغرب کے بعد اندھیرے میں دفن کیا گیا تھا۔ جنازہ پر صرف مروان بن حکم اور تین غلام اور اُن کی ایک بیٹی تھی۔ بیٹی چلاّ کر رونے لگی تو لوگوں نے نعثل نعثل کہہ کر پتھر پھینکنا شروع کئے قریب تھا کہ لاش سنگسار ہو جائے آخر ایک دیوار کے تلے دفن کئے گئے۔ یہ ابی کرب بیت المال کا نگران تھا۔

(4) دو رات بے غسل و کفن رہے، صحابہ نے مسلمانوں کے قبرستان اور نماز جنازہ سے روکا تھا۔ شرکاء جنازہ۔ حش کو کب میں دفن۔

عبداللہ ابن ساعدہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ عثمان دو راتیں بے دفن پڑے رہے۔ کسی کو اُن کے کفن و دفن کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آخر چار اشخاص میت کو اُٹھا کر لے چلے حکیم بن حزام، جبیر بن مطعم، نیار بن مکرم، اور ابو جہم ابن ابی حذیفہ۔ جب میت نماز کے لئے رکھی گئی۔ تو کچھ صحابہ آ کر نماز میں مزاحم ہوئے نہ نماز پڑھنے دی نہ بقیع میں دفن ہونے دیا۔ کہا کہ خدا کی قسم یہ مسلمانوں کے قبرستان میں ہرگز دفن نہیں کئے جاسکتے۔ (یہی فتویٰ تھا عائشہ کا کہ عثمان کو قتل کرو یہ کافر ہو گیا ہے۔ احسن) مجبوراً حش کو کب میں دفن کئے گئے جب بنی امیہ بادشاہ ہوئے انہوں نے حش کو کب کو بقیع میں شامل کر دیا۔ چنانچہ وہ آج کے دن بنی اُمیہ کا قبرستان ہے۔

(5) عثمان کا سر کاٹنا چاہا مگر عورتوں کی فریاد نے بچا لیا تھا۔

عبداللہ بن موسیٰ مخزومی کے واسطے سے روایت کیا گیا ہے کہ جب عثمان قتل کر ڈالے گئے تو دشمنوں نے چاہا کہ اُن کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔ مگر نائلہ اور ام البنین عثمان کی بیویاں اُن کی لاش پر گر پڑیں۔ اور چیخنے چلانے لگیں پیٹتے پیٹتے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے تو ابن عدیس نے کہا کہ جانے دو سر نہ کاٹو۔

(6) عثمان سے مرنے کے بعد انتقام لیا گیا اُن کی پسلی توڑ ڈالی گئی تھی۔

حضرت عثمان کی میت بقیع میں بے غسل و کفن لے جائی گئی لوگوں نے چاہا کہ نماز پڑھیں مگر انصار نے نماز پڑھنے سے روک دیا۔ میت ایک دروازے کے پاس رکھی ہوئی تھی کہ عمیر بن ضابی آیا اور میت پر چڑھ کر اُس نے ایک پسلی توڑ ڈالی اور کہا کہ تم نے میرے باپ کو قید خانے میں ڈال دیا تھا اور وہ قید خانے میں مر گیا تھا۔

(7) کواڑ پر رکھ کر لاش تیزی سے لے جانا اور عثمان کا سر کا کھٹا کھٹ ٹکراتے جانا۔

ابن سعد و طبری دونوں نے مالک بن عامر کے واسطے سے روایت کی ہے کہ عثمان کی میت اُٹھانے والوں میں، میں بھی تھا۔ ہم لوگ دروازے کے ایک پٹ پر لاش رکھے لے جا رہے تھے۔ تیز تیز چلنے کی وجہ سے میت کا سر تختے سے ٹکراتا جاتا تھا۔ اور ٹھک ٹھک کی آواز دیتا جاتا تھا۔ ہم لوگوں پر قیامت کی دہشت طاری تھی۔ آخر ہم لوگوں نے حش کو کب لے جا کر دفن کر دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

(8) نماز جنازہ کی ممانعت عثمان کی لاش کا روندا جانا۔۔۔؟

نماز جنازہ کی ممانعت کو علامہ ابوعمرو نے بھی کتاب الاستیعاب میں لکھا ہے۔ ابوعمرو کہتے ہیں کہ جب لاش لے جائی جا رہی تھی۔ تو انصار کے کچھ لوگ آ گئے اور میت لے جانے والوں سے برسر پیکار ہو گئے۔ آخر اُن لوگوں نے میت کو زمین پر ڈال دیا۔ عمیر بن ضابی نے عثمان کے پیٹ کو روند ڈالا۔ اور کہتا جاتا تھا کہ آج تک میں نے کسی کافر کا پیٹ اتنا نرم نہیں دیکھا۔ عمیر بن ضابی عثمان کا سخت دشمن تھا۔ وہ اس دن کہتا تھا کہ مجھے میرے باپ ضابی کو دکھاؤ۔ ضابی کو زندہ کر دو تا کہ آج وہ عثمان کی حالت کو دیکھیں۔

(9) عثمان کی لاش کوڑے کے ڈھیر پر ننگی کھلی تین دن پڑی رہی۔ عائشہ بنت عثمان کا چراغ دکھانا۔

علامہ ابوعمرو نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ قتل کے بعد عثمان کی لاش مزبلہ (کوڑی) پر ڈال دی گئی جہاں وہ تین دن تک پڑی رہی رات کے وقت بارہ آدمی آئے اور اُٹھا کر قبرستان بقیع میں لے گئے چاہا کہ دفن کریں مگر بنی مازن کے کچھ لوگوں نے آ کر کہا کہ اگر تم یہاں دفن کرو گے تو ہم صبح کو سب کو بتا دیں گے۔ اُن لوگوں نے میت تختہ پر اُٹھائی میت کا سر ٹک ٹک کرتا جاتا تھا۔ حش کوکب میں لائے وہاں قبر کھودی گئی۔ عائشہ بنت عثمان چراغ لئے ساتھ تھیں۔ جب دفن کے لئے میت نکالی گئی تو چیخنے چلانے لگیں۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ اگر چپ نہ رہو گی تو تمہاری آنکھوں پر ماریں گے۔

(10) میت کا تین دن مزبلہ پر پڑا رہنا تمام تواریخ نے لکھا ہے۔

صفدری نے تمام المتون صفحہ 89 میں لکھا ہے کہ عثمان کی لاش تین روز تک کُوڑی پر پڑی رہی تھی، یعقوبی نے بھی لاش کا تین روز پڑے رہنا لکھا ہے۔

حوالہ جات۔ طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 55۔ کتاب اشراف الانساب بلاذری جلد 5 صفحہ 83، 86، 99۔

الامامۃ والسیاسۃ جلد 1 صفحہ 40۔ تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 144-143۔ تاریخ یعقوبی جلد 2 صفحہ 153۔

استیعاب جلد 2 صفحہ 479-478۔ صفۃ الصفوۃ جلد 1 صفحہ 117۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد 3 صفحہ 67۔

ریاض النضرۃ جلد 2 صفحہ 132-131۔ معجم البلدان جلد 3 صفحہ 181۔ تاریخ ابن کثیر جلد 7 صفحہ 191-190۔

حیوٰۃ الحیوان دمیری جلد 1 صفحہ 54۔ وفاء الوفاء جلد 2 صفحہ 799۔ سیرۃ الحلبیہ صفحہ 85۔

تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 265۔ عثمان کے حالات پر کتابوں کا انبار لگا ہوا ہے۔ یہ حوالے بطور نمونہ ہیں۔

20۔ قریش اسلام لانے کے بعد بھی وہی قریش رہے جو اسلام لانے سے پہلے تھے۔ اُن کی خود ساختہ کہانیوں سے فریب کھانا بند کر دیجئے۔

عثمان اور قریش کے حالات کے بعد اب پھر ہمارے دسویں عنوان کا پیرا (ب) سامنے لایئے اور پھر یہ دیکھئے کہ عربوں اور قریش کے متعلق جو کچھ علامہ مشرقی نے کہا تھا وہی کچھ علامہ احمد امین مصری نے لکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

(1) عربوں کی فطرت اور طبیعت کے بدل جانے کے دعویدار حقائق سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

''اسلام ایک سرتاپا انقلاب تھا جس کو کامیاب ہونے کے لئے بڑی سعی و کاوش اور طویل زمانہ ہی درکار ہو سکتا تھا۔ بقول شخصے سو برس کا دلوں میں رچا ہوا رام رام بیک جنبش نظر رحیم میں تبدیل نہیں ہو سکتا تھا۔ جو لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور سمجھتے ہیں کہ تیئس (۲۳) سالہ عرصہ نبوت میں عرب کا زمین آسمان ہی بدل گیا تھا اور عربوں کی فطرت اور طبیعت ہی یکسر تبدیل ہو گئی تھی وہ دراصل تاریخ اور حقیقت سے

Presented by Ziaraat.Com

چشم پوشی کرنا چاہتے ہیں‘‘(ترجمہ فجر الاسلام صفحہ 252 شائع کردہ طلوع اسلام)

(2) عرب لوگ اسلام سے کس حد تک متاثر ہوئے؟

پھر لکھتے ہیں کہ:’’اس کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ عرب کے یہ باشندے اسلام سے کس حد تک متاثر ہوئے تھے؟ کیا محض اُن کے اسلام میں داخل ہو جانے سے جاہلیت کی یہ تعلیمات اور جاہلیت کے یہ رجحانات بالکلیہ ملیامیٹ ہو گئے تھے؟ واقعہ یہ ہے کہ ایسا بالکل نہیں ہوا۔ ادیان اور آراء کی تاریخ اِس کے امکان کا قطعاً انکار کرتی ہے۔ نئے اور پرُانے رجحانات، وراثتی دین اور نئے دین کے درمیان عرصہ دراز تک نزاع قائم رہتی ہے۔ اور نئی چیز پرانی چیز کی جگہ پر آہستہ آہستہ اور تدریجاً ہی جما کرتی ہے۔ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ پرانی چیزیں یکسر مٹ جائیں۔ یہی کچھ جاہلیت اور اسلام کے درمیان ہوا۔ وقتاً فوقتاً جاہلی رجحانات ظاہر ہوتے رہتے اور اسلامی رجحانات سے نبرد آزما ہوتے تھے۔ ایک عرصہ دراز تک یہی صورت قائم رہی ہے۔(صفحہ 259)

قارئین نوٹ کریں کہ حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت میں قریش کا اُٹھنا، قومی حکومت کا منصوبہ بنانا، قرآن کی شخصی خلافت الٰہیہ کے خلاف محاذ بنانا۔ رسولؐ کی قائم کردہ حکومت پر قبضہ کرنا اور سابقہ اقوام کی جانشینی میں خود ساختہ حکومت بنانا، یہود و نصاریٰ اور رومی و ایرانی و یونانی حکومتوں کے قوانین و قواعد کو اختیار کرنا تمام وہ اعمال و افکار و رجحانات تھے جو اسلام سے پہلے قریش میں معمول بہ تھے۔ قرآن نے خود قریش کو ایامِ جاہلیت کے اصولوں پر چلنے کا طعنہ دیا ہے اور جنگ اُحد میں کھل کر فرمایا ہے کہ:

يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا (آل عمران 3/154)

ترجمہ:’’اُنہوں نے اللہ کے متعلق وہی قبل از اسلام کے عقائد و تصورات قائم کرنا شروع کئے جو خلافِ حقیقت تھے۔ یہ قریشی صحابہ کہہ رہے تھے اور کہتے رہیں گے کہ کیا ہمیں اقتدارِ حکومت میں حصہ دیا گیا ہے۔ اَے رسولؐ اُن مومنین کو بتا دو کہ اقتدارِ حکومت خالصتاً اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس قول کے پیچھے وہ مومنین اپنے دلوں میں ایک منصوبہ چھپائے ہوئے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ اُن کے دلوں میں یہ بات ہے کہ قیادت و اقتدار حکومت میں ہمارا حصہ ہونا چاہئے چنانچہ اگر ہمیں اقتدار حکومت میں اختیارات دیئے گئے ہوتے تو یہ جنگ شکست میں نہ بدل جاتی اور قوم کا یوں قتل عام نہ ہوا ہوتا۔ اُن کو بتا دو کہ جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود ہی اپنی قتل گاہ میں پہنچ کر رہتے۔ تاکہ اللہ تمہارے دلوں میں پوشیدہ اسکیم کو آزمائش میں ڈال کر جو کچھ سینوں میں چھپا رکھا تھا اُسے لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے خود تمہارے قول و عمل سے ثابت کر دے۔ یاد رکھو کہ اللہ تمہارے سینوں میں پوشیدہ تمام افکار و رجحانات سے باخبر ہے‘‘۔

صرف یہ اکیلی آیت قریش کی ساری اسکیم اور عملدر آمد کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ یعنی وہ صحابہ ہوتے ہوئے اپنے سابقہ مذہب پر باقی تھے۔ اسلام کا ذرہ برابر اثر نہ لیا تھا۔ روزِ اول ہی سے حکومتِ علویہ پر قابو و قبضہ حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگے رہے۔ حکومت پر قبضے کے بعد اُسے علیؑ تک جانے کے روکنے کا انتظام کرتے رہے یہاں تک کہ عثمان اس انتظام پر قربان ہو گیا اور حکومت حقدار کو مل گئی۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر:31

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر:31

خُطبہ ﴿31﴾

لَمَّا اَنفَذَ عَبدَاللّٰہِ ابنَ عبَّاسٍ اِلٰی الزُّبَیرِقَبلَ وُقُوعِ الحَربِ یَومَ الجَملِ لِیَستَفِیئَہُ اِلٰی طَاعَتِہٖ.

1) حضرت علی السلام کا وہ خطبہ جس میں عبداللہ بن عباس کو زبیر کے پاس زبانی پیغام دے کر بھیجا تھا تاکہ جنگ جمل سے پہلے پہلے اسے اپنی اطاعت کی دعوت دے کر اس پر اتمام حجت کردیں۔ اس خطبہ میں عبداللہ ابن عباس کو بھی نصیحت فرمائی ہے کہ وہ صرف زبیر سے ملے طلحہ سے بات نہ کرے۔

2) بدباطن اور آزمودہ سرکش شخص سے نصیحت آموز بات کرنا بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی لئے طلحہ کی غیبت کرنا جائز ہوگیا وہ اپنی سرکشی اور بدباطنی کو اچھی صفات سمجھ کر ان کا خود ہی پروپیگنڈا کیا کرتا تھا۔ توہین محسوس نہ کرتا تھا۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ O

لَاتَلقَیَنَّ طَلحَۃَ فَاِنَّکَ اِن تَلقَہُ تَجِدہُ کَالثَّورِعَاقِصًا قَرنَہٗ ؛	1	تم طلحہ سے ملاقات نہ کرنا اگر کہیں تم نے اس سے ملاقات کی تو تم اسے اس جنگلی سانڈ کی طرح پاؤ گے جو حملہ کرنے کے لئے سینگ جھکائے ہوئے ہو۔
یَرکَبُ الصَّعبَ وَ یَقُولُ :	2	وہ سخت صورت حال پر سوار ہوجایا کرتا ہے اور کہا کرتا ہے کہ:
ھُوَالذَّلُولُ :	3	وہ تو میرے لئے بہت حقیر سا معاملہ ہے۔
وَلٰکِنِ القَ الزُّبَیرَ فَاِنَّہٗ اَلیَنُ عَرِیکَۃً ؛	4	اور تمہیں زبیر سے ملاقات کرنا چاہئے بلاشبہ وہ طلحہ سے نرم خو اور بردبار ہے۔
فَقُل لَّہٗ : یَقُولُ لَکَ ابنُ خَالِکَ :	5	چنانچہ تم اس سے کہنا کہ تیرے ماموں زاد بھائی نے کہا ہے کہ:
عَرَفتَنِی بِالحِجَازِوَ اَنکَرتَنِی بِالعِرَاقِ	6	تم حجاز میں تو میرے ساتھ متعارف تھے اور عراق آکر تو نے مجھے اجنبی سمجھ لیا یعنی میرا منکر ہوگیا ہے۔
فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا ؟	7	وہ کیا ساز وسامان ہے جس سے یہ نئی صورت حال ظہور میں آئی ہے؟

تشریحات:

اِس خطبے کے متعلق خطبے کی ابتدا میں باقی علمانے بھی اور علامہ رضی رضی اللہ عنہ نے بھی یہ نوٹ دیا ہے کہ میدان جنگ میں جنگ جمل سے پہلے حضورؑ نے عبداللہ ابن عباس کی زبانی زبیر کو یہ پیغام بھیجا تھا۔ جو اس خطبے میں موجود ہے۔ اور تاکید کردی تھی کہ عبداللہ ابن عباس طلحہ سے ملاقات نہ کرے۔ بلکہ صرف زبیر سے مل کر اور پیغام دے کر چلا آئے۔ پورے خطبے میں کل سات جملے ہیں۔ جن میں سے آخری دو جملے زبیر سے ایک سوال دریافت کرتے ہیں یا اُسے ماضی کی یاد دلاتے ہیں۔ جس کی بنا پر رضی صاحب اور باقی علمانے یہ قیاس کیا ہے کہ اِن دونوں جملوں سے

Presented by Ziaraat.Com

زبیر کو اطاعت پر مائل کرنا مقصود ہے۔حالانکہ جملوں میں کہیں لفظ اطاعت یا ارادہ بدلنے کی بات نہیں فرمائی ہے۔زبیر سے تو یہ پوچھا ہے کہ:

عَرَفْتَنِیْ بِالْحِجَازِ وَ اَنْکَرْتَنِیْ بِالْعِرَاقِ ،فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا ؟ (خطبہ نمبر 31، جملہ نمبر 6-7)

''تجھے حجاز میں تو میرا تعارف تھا مگر عراق میں آ کر تو میرا منکر ہو گیا ہے یہ بتاؤ کہ وہ کیا ساز و سامان ہے جس کی بنا پر یہ نئی صورتِ حال ظہور میں آئی ہے؟

زبیر نے عبداللہ ابن عباس کو کیا جواب دیا تھا؟ ہمیں معلوم نہیں ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ عبداللہ نے یہ پیغام یا سوال زبیر کو پہنچایا تھا یا نہیں۔بہرحال ہمیں معلوم ہے کہ زبیر حضرت علی علیہ السلام کے منکر رہتے ہوئے میدان جنگ جمل میں قتل ہوا تھا۔اور یہ کہ بغاوت اور اللہ و رسولؐ کے خلاف جنگ کرنے کا مجرم اور شدید ترین دنیاوی عذاب کا اور جہنم کے دائمی عذاب کا حقدار تھا۔اور یہ کافی ہے۔

طلحہ سے ملاقات نہ کرنے کی تاکید کا سبب حضورؑ نے طلحہ کی سرکشی اور بدباطنی بتایا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے عبداللہ بن عباس سے فرمایا تھا کہ:

لَا تَلْقَیَنَّ طَلْحَۃَ فَاِنَّکَ اِنْ تَلْقَہُ تَجِدْہُ کَالثَّوْرِ عَاقِصًا قَرْنَہُ ؛ یَرْکَبُ الصَّعْبَ وَ یَقُوْلُ :ھُوَ الذَّلُوْلُ :وَلٰکِنِ الْقَ الزُّبَیْرَ فَاِنَّہُ اَلْیَنُ عَرِیْکَۃً ؛فَقُلْ لَہٗ : یَقُوْلُ لَکَ ابْنُ خَالِکَ :عَرَفْتَنِیْ بِالْحِجَازِ وَ اَنْکَرْتَنِیْ بِالْعِرَاقِ ،فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا ؟ (خطبہ 31)

تم طلحہ سے ملاقات نہ کرنا اگر کہیں تم نے اس سے ملاقات کی تو تم اسے اس جنگلی سانڈ کی طرح پاؤ گے جو حملہ کرنے کے لئے سینگ جھکائے ہوئے ہو۔وہ سخت صورت حال پر سوار ہو جایا کرتا ہے اور کہا کرتا ہے کہ: وہ تو میرے لئے بہت حقیر سا معاملہ ہے۔اور تمہیں زبیر سے ملاقات کرنا چاہئے بلاشبہ وہ طلحہ سے نرم خو اور بردبار ہے۔چنانچہ تم اس سے کہنا کہ تیرے ماموں زاد بھائی نے کہا ہے کہ: تم حجاز میں تو میرے ساتھ متعارف تھے اور عراق آ کر تو نے مجھے اجنبی سمجھ لیا یعنی میرا منکر ہو گیا ہے۔وہ کیا ساز و سامان ہے جس سے یہ نئی صورت حال ظہور میں آئی ہے؟

1۔طلحہ اور زبیر کے متعلق حضرت علیؑ کے چند دیگر ریمارکس۔

زبیر کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کے ریمارکس آٹھویں خطبے میں بیان ہو چکے ہیں۔وہاں حضورؑ نے زبیر کا یہ عذر بیان فرمایا ہے کہ:

''میں نے صرف ہاتھ سے بیعت کی تھی دل سے نہیں کی تھی''

اِس عُذر پر سرکارؑ نے ایسا اعتراض کیا ہے جس کا جواب زبیر ہی سے نہیں بلکہ زبیر کے تمام طرفداروں سے بھی ناممکن ہے۔فرمایا تھا کہ:

''زبیر کا یہ تسلیم کر لینا کہ اُس نے ''ہاتھ سے بیعت کی تھی'' بیعت پر برقرار رہنے اور اُس وقت تک میری اطاعت کرتے رہنے کی دلیل ہے۔جب تک وہ اپنے قلبی ارادے کا مادی و مشہود ثبوت پیش نہ کر دے''۔

لہٰذا وہ کوئی ثبوت پیش نہ کر سکا اور جنگ کرنے پر مصر رہا اور جنگ کی اور جنگ کے دوران مارا گیا۔اس لئے اس پر بغاوت اور اللہ و رسولؐ سے جنگ کا جرم ثابت ہو گیا جو اُسے جہنمی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

(الف) طلحہ اور زبیر نے عام لوگوں کی طرح بیعت نہیں کی تھی بلکہ حضرت علیؑ کے ساتھ زبردستی بیعت کی تھی۔

چونکہ ہم نے پوری نہج البلاغہ کا ترجمہ پیش کرنا ہے لہٰذا ہم حوالے دینے کے لئے نہ خطبوں کی عربی یہاں لکھیں گے نہ اپنا ترجمہ لکھیں گے

Presented by Ziaraat.Com

تاکہ طول سے محفوظ رہیں۔اس لئے صرف مفتی جعفر حسین کا ترجمہ پیش کر کے عنوانات کو ثابت کرتے چلے جائیں گے۔لہٰذا دیکھئے حضرت علی علیہ السلام طلحہ اور زبیر کا حال یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''تم اس طرح شوق و رغبت سے بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑھے جس طرح نئی بیائی ہوئی اُونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف آئیں۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے اُنہیں اپنی طرف پھیلایا۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے چھیننا چاہا مگر تم نے اُنہیں کھینچا۔خدایا اُن دونوں نے میرے حقوق کو نظر انداز کیا۔اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے اور میری بیعت کو توڑ دیا ہے۔اور میرے خلاف لوگوں کو اُکسایا ہے۔لہٰذا تو، جو اُنہوں نے گرہیں لگائی ہیں انہیں کھول دے۔اور جو اُنہوں نے بٹا ہے اُسے مضبوط نہ ہونے دے۔ اور اُنہیں اُن کی اُمیدوں اور کرتوتوں کا بُرا نتیجہ دکھا۔میں نے جنگ چھڑنے سے پہلے اُنہیں باز رکھنا چاہا اور لڑائی سے قبل اُنہیں ڈھیل دیتا رہا۔لیکن اُنہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرا دیا''۔(خطبہ نمبر 135)

یہ تھے وہ دونوں ملاعین جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے اوپر گر کر بیعت کی تھی۔اور سمجھے تھے کہ اقتدار و حکومت میں ساجھے دار بنایا جائے گا۔

(ب) **طلحہ وزبیر کو اقتدار و حکومت میں حصہ نہ ملا اور ناجائز طرف داری کی اُمید نہ رہی تو اپنا جرم علیؑ پر لگانے کا انتظام کیا تھا۔**

طلحہ اور زبیر نے حضرت علی علیہ السلام سے وہی اُمید کی تھی جو انہیں ابوبکر و عمر سے تھی یعنی جس طرح ابوبکر و عمر نے اپنی زوردار حمایت وتائید کرنے والوں کو ہر جائز و ناجائز مدد دی کروڑوں پتی بنایا تھا۔اسی طرح علیؑ کی بیعت میں مبالغہ کرنے اور خوشامدانہ رویہ رکھنے سے علیؑ بھی انہیں مزید دولت مند بنائیں گے۔عہدے اور حکمرانی کے مواقع دیں گے اور قتل عثمان کے انتقام سے بچانے میں مددگار رہوں گے۔لیکن حضرت علی علیہ السلام نے تو ابوبکر و عمر کے طریقہ کار کا انکار کر کے آتی ہوئی حکومت کو لات ماردی تھی۔اُنہوں نے تو اعلان کیا تھا کہ وہ قرآن و رسولؐ کے مطابق حکومت کریں گے۔اس لئے طلحہ و زبیر مایوس ہو گئے اور شکوے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے۔فریقین کی گفتگو سنئے:

''حضرتؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد طلحہ اور زبیر نے آپ سے شکایت کی کہ اُن سے اُمور حکومت میں مشورہ نہیں لیا جاتا اور کیوں اُن سے امداد کی خواہش نہیں کی جاتی؟ تو حضرت نے فرمایا:

''ذرا سی بات پر تو تمہارے تیور بگڑ گئے ہیں اور بہت سی چیزوں کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے۔کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ کسی چیز میں تمہارا حق تھا اور میں نے اُسے دبا لیا ہو؟ یا تمہارے حصّے میں کوئی چیز آتی ہو اور میں نے اُس سے دریغ کیا ہو؟ یا کسی مسلمان نے میرے سامنے کوئی دعویٰ پیش کیا ہو اور میں اُس کا فیصلہ کرنے سے عاجز یا اُس کے حکم سے جاہل رہا ہوں؟ یا صحیح طریقہ کار سے خطا کی ہو۔خدا کی قسم مجھے تو کبھی بھی اپنے لئے خلافت و حکومت کی حاجت و تمنا نہیں رہی تم ہی لوگوں نے مجھے اس کی طرف دعوت دی اور اس پر آمادہ کیا۔چنانچہ جب وہ مجھ تک پہنچ گئی تو میں نے اللہ کی کتاب کو نظر میں رکھا اور جو لائحہ عمل اُس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور جس طرح فیصلہ کرنے کا اُس نے حکم دیا میں اُسی کے مطابق چلا اور جو سنت پیغمبرؐ قرار پا گئی اُس کی پیروی کی۔اُس میں نہ تو تم سے کبھی مجھے رائے لینے کی احتیاج ہوئی اور نہ تمہارے علاوہ کسی اور سے۔لیکن تم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے بیت المال سے برابر کی تقسیم جاری کی ہے تو یہ میری رائے کا حکم اور میری خواہش نفسانی کا فیصلہ نہیں ہے۔بلکہ یہ وہی طے شدہ چیز ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے جو میرے بھی سامنے ہے اور تمہارے بھی پیش نظر ہے۔تو جس چیز کی اللہ نے حد بندی کر دی اور اُس کا قطعی حکم دے دیا اُس میں تم سے مجھے رائے لینے

کی احتیاج نہیں ہے''۔(خطبہ نمبر 203)

بات واضح اور صاف ہوگئی کہ طلحہ وزبیر جب اپنا مطلوبہ ابلیسی مقصد حاصل نہ کر سکے تو اُن کے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا کہ بغاوت کریں۔ الزامات گھڑیں اور عثمان کے قتل کا انتقام لینے کی آڑ میں علیؑ سے حکومت چھین لینے کا مشن چلائیں اور ساری ملعون قوم کو ساتھ ملالیں۔

(ج) طلحہ اور زبیر اسلام اور مسلمانوں کو قریش کی مدد سے نبوت سے پہلے دین پر پلٹانا چاہتے تھے؟

اِس خطبے (نمبر 203) میں یہ معلوم ہوگیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر وعمر کے طریقوں کو مسمار کرنا اور مسلمانوں کو ازسرِنو قرآنی تعلیمات پر قائم کرنا شروع کردیا تھا۔ اور یہ چیز قریش کو کسی صورت میں اور کسی قیمت پر منظور نہ تھی۔ لہٰذا قریش نے یہ بھی بھلا دیا کہ طلحہ وزبیر ہی عثمان کے قتل کا سبب بنے تھے اور آنکھیں بند کرکے طلحہ وزبیر کے ساتھ مل گئے اور عثمان کا قصاص لینے کے بہانے علیؑ سے حکومت چھین لینا ضروری سمجھا۔ لیکن اُن دونوں کے لئے حضرت علیؑ نے یہ فرمایا ہے کہ:

''یہ لوگ جہاں تک میری خلافت سے ناراضمندی کا تعلق ہے وہ آپس میں متفق ہو چکے ہیں...... اگر وہ اپنی رائے کی کمزوری کے باوجود اُس میں کامیاب ہوگئے تو مسلمانوں کا نظم ونسق ٹوٹ جائے گا۔ یہ اُس شخص پر جسے اللہ نے امارت وخلافت دی ہے حسد کرتے ہوئے اس دنیا کے طلب گار بن گئے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ تمام اُمورِ شریعت کو پلٹا کر دورِ جاہلیت کی طرف لے جائیں''۔(خطبہ نمبر 167)

(د) عائشہ کو شہر بہ شہر لئے پھرنا، اپنے لشکر سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کرنا، اُن کا مجموعی قتل کرنا جائز تھا۔

طلحہ اور زبیر کے جرائم کی فہرست جس کی رُو سے اُن دونوں کا مع اُن کی فوج کے قتل کیا جانا جائز تھا۔
ارشاد فرمایا ہے کہ:

''وہ لوگ مکہ سے بصرہ کا رخ کئے ہوئے اس طرح نکلے کہ رسولؐ اللہ کی حرمت وناموس کو یوں کھینچے پھرتے تھے جس طرح کسی کنیز کو فروخت کے لئے شہر بہ شہر پھرایا جاتا ہے۔ اُن دونوں نے اپنی بیویوں کو تو گھروں میں روک رکھا ہے اور رسولؐ اللہ کی بیوی کو اپنے اور دوسروں کے سامنے کھلے بندوں لے آئے تھے۔ ایک ایسے لشکر میں کہ جس کا ایک ایک فرد میری اطاعت تسلیم کئے ہوئے تھا۔ اور برضا ورغبت میری بیعت کر چکا تھا۔ یہ لوگ بصرے میں میرے مقرر کردہ عامل اور مسلمانوں کے بیت المال کے خزینہ داروں اور وہاں کے دوسرے باشندوں تک پہنچ گئے۔ اور کچھ لوگوں کو قید کے اندر مار مار کے اور کچھ لوگوں کو حیلہ ومکر سے شہید کیا۔ خدا کی قسم اگر وہ صرف ایک ناکردہ گناہ مسلمان کو عمداً قتل کرتے تو بھی میرے لئے جائز ہوتا کہ میں اُس تمام لشکر کو قتل کردوں۔ کیوں کہ وہ موجود تھے۔ اور اُنہوں نے نہ تو اُسے بُرا سمجھا اور نہ زبان وہاتھ سے اُس کی روک تھام کی چہ جائیکہ اُنہوں نے مسلمانوں کے اتنے آدمی قتل کردیئے جتنی تعداد خود اُن کے لشکر کی تھی جسے لے کر اُن پر چڑھ دوڑے تھے''۔(خطبہ نمبر 170)

قارئین سوچیں کہ علی علیہ السلام سے حکومت چھیننے کے لئے قریش کو کس قدر ضرورت تھی؟ اور کتنا خون بہا دینا ضروری سمجھتے تھے؟ اور وہ کس بے دینی اور بددیانتی سے بے رحمی اور سنگدلی پر عمل کرسکتے تھے۔ اِسی خطبے کی ابتدا میں حضرت علی علیہ السلام اپنی حق تلفی کے سلسلے میں قریش اور قریشی لیڈروں کی شکایت وحالت یوں سناتے ہیں کہ:

Presented by Ziaraat.Com

(ہ) قریش نے حضرت علیؑ کو اُن کی حکومت سے محروم کرنے کے لئے مکر وفریب کی انتہا کر دی تھی۔

''مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اَے ابن ابی طالبؑ آپ تو اس خلافت پر للچائے ہوئے ہیں۔تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم تم اس پر کہیں زیادہ حریص اور اس منصب کی اہلیت سے کہیں زیادہ دُور ہو۔اور میں اس کا اہل اور پیغمبرؐ سے نزدیک تر ہوں۔میں نے تو اپنا حق طلب کیا ہے۔اور تم میرے اور میرے حق کے درمیان حائل ہو جاتے ہو اور جب اُسے حاصل کرنا چاہتا ہوں تو تم میرا رُخ موڑ دیتے ہو۔ چنانچہ جب بھری محفل میں، میں نے اس دلیل سے اُس کے کان کے پردوں کو کھٹکھٹایا تو چونکا ہوا اور اس طرح مبہوت ہو کر رہ گیا کہ اُسے کوئی جواب نہ سوجھتا تھا۔خدایا میں قریش اور اُن کے مددگاروں کے خلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔کیوں کہ اُنہوں نے قطع رحمی کی ہے۔ اور میرے مرتبہ کی بلندی کو پست سمجھا ہے اور اس خلافت پر، جو میرے لئے مخصوص تھی ٹکرانے کے لئے ایکا کر لیا ہے۔پھر کہتے ہیں کہ حق تو یہی ہے کہ آپ اِسے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ آپ اس سے دستبردار ہو جائیں'' (خطبہ نمبر 170)

(و) طلحہ اور زبیر دونوں خلیفہ بن جانے میں ایک دوسرے پر بازی لے جانا چاہتے تھے اور دلوں میں مخالف تھے مگر علیؑ کے خلاف متفق اور دوست تھے

اب یہ سنئے کہ طلحہ اور زبیر حضرت علی علیہ السلام سے حکومت چھین لینے پر تو متفق تھے مگر آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔یعنی قریش علی علیہ السلام کی مخالفت میں اپنے تمام اختلافات اور دشمنیاں فراموش کر کے متحد و متفق ہو جایا کرتے تھے۔سنئے:

''اِن دونوں میں سے ہر ایک اپنے لئے خلافت کا امیدوار ہے۔اور اُسے اپنی ہی طرف موڑ کر لانا چاہتا ہے۔نہ کہ اپنے ساتھی کی طرف۔ وہ اللہ کی طرف کسی وسیلہ سے توسل نہیں ڈھونڈتے اور نہ کوئی ذریعہ لے کر اُس کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے دلوں میں کینہ لئے ہوئے ہیں اور جلدی ہی اس سلسلے میں بے نقاب ہو جائیں گے۔اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائیں تو ایک اُن میں سے دوسرے کو جان ہی سے مار ڈالے۔اور ختم کر کے ہی دم لے'' (خطبہ نمبر 146)

(ز) طلحہ اور زبیر کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں اُن سے عثمان کے قتل پر باز پرس نہ ہو جائے اِس لئے علیؑ کے خلاف اُٹھے تھے۔

طلحہ وزبیر پہلے نمبر پر قتل عثمان کے الزام سے بچنا چاہتے تھے اس لئے کہ اِس جرم کے باوجود قریش اُن کو خلیفہ نہ بناتے لہٰذا اُنہوں نے علی علیہ السلام سے قصاص کی آڑ میں خلافت چھین لینے کا پروگرام بنایا تھا۔تاکہ جنگ کے دوران یہ مان لیا جائے کہ اصل قاتل طلحہ وزبیر نہیں تھے بلکہ علیؑ تھے اور اگر طلحہ وزبیر نے عثمان کے خلاف کچھ اقدامات کئے بھی تھے تو یہ سمجھا جائے کہ وہ حضرت علیؑ کے اشارے اور رضامندی سے کئے تھے۔اور جب حکومت چھین لیں تو بلا کسی رکاوٹ کے وہ خلیفہ بن جائیں۔یہ صورت حال حضرت علی علیہ السلام سے سنئے اور دیکھئے کہ آنحضرتؑ کا کیریکٹر کس طرح تمام عائد کردہ الزامات واتہامات وشکوک وشبہات سے پاک رہا۔؟

''مجھے تو کبھی بھی حرب وضرب سے دھمکایا اور ڈرایا نہیں جاسکا ہے۔میں اپنے پروردگار کے کئے ہوئے وعدہ نصرت پر مطمئن ہوں۔خدا کی قسم وہ خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لئے کھنچی ہوئی تلوار کی طرح اس لئے اُٹھ کھڑا ہوا ہے کہ اُسے یہ ڈر ہے کہ کہیں اُسی سے عثمان کے خون کا مطالبہ نہ ہونے لگے۔اِس لئے کہ لوگوں کا ظنِ غالب اُس کے متعلق یہی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ قتل کرنے والی جماعت میں اِس سے بڑھ کر اُن کے خون کا پیاسا ایک بھی نہ تھا۔چنانچہ اُس نے خون کا عوض لینے کے لئے جو فوجیں فراہم کی ہیں اس سے یہ چاہا ہے کہ لوگوں کو مغالطہ دے تاکہ حقیقت مشتبہ ہو جائے اور اس میں شک پڑ جائے۔خدا کی قسم اُس نے عثمان کے معاملے میں اِن تین باتوں میں سے کسی

Presented by Ziaraat.Com

ایک بات پر بھی تو عمل نہیں کیا۔ 1۔ اگر ابن عفان جیسا کہ اُس کا خیال تھا، ظالم تھا تو اِس صورت میں اُسے چاہئے تھا کہ اس کے قاتلوں کی مدد کرتا یا عثمان کے مددگاروں سے علیحدگی اختیار کر لیتا۔ 2۔ اور اگر عثمان مظلوم تھا تو اس صورت میں اُس پر لازم تھا کہ اس کے قتل سے روکنے والوں اور اُس کی طرف سے عذر و معذرت کرنے والوں میں سے ہوتا۔ 3۔ اور اگر ان دونوں باتوں میں اُسے شبہ تھا۔ تو اس صورت میں اُسے یہ چاہئے تھا کہ اُس سے کنارہ کش ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا اور اُسے لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا۔ لیکن اُس نے ان باتوں میں سے کسی پر بھی عمل نہ کیا اور ایک ایسی بات کو لے کر سامنے آ گیا جس کی صحت کی کوئی صورت ہی نہیں اور نہ اس کا کوئی عذر درست ہے"۔ (خطبہ نمبر 172)

(ح) طلحہ وزبیر کے ساتھ ساتھ عائشہ بھی ایسی ہی دشمن تھی جو دشمن کے ساتھ کسی عدل وانصاف ودیانت کو جائز نہ رکھتے تھے بلکہ تہمت بھی لگاتے تھے

آخر میں ایسا خطبہ آ رہا ہے جس میں طلحہ اور زبیر کے ساتھ پھر عائشہ کا ذکر فرمایا ہے اور اِسے اُن دونوں کی سازش میں برابر کا شریک قرار دیا ہے۔ سنئے ارشاد ہے کہ:

"خدا کی قسم اُنہوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ اُنہوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا ہے۔ وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے انہوں نے خود ہی چھوڑ دیا تھا (یعنی شوریٰ میں ناکام ہوئے اور خلافت عثمان کو مل گئی۔ اور مجھے خود بیعت کر کے اپنا خلیفہ بنایا لہٰذا خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد خلافت مانگتے ہیں) اور اُس خون کا بدلہ چاہتے ہیں جسے اُنہوں نے خود بہایا ہے..... اُن کے عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ وہ خود اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اور میرے ساتھ تو میری بصیرت کی جلوہ گری ہے نہ میں نے خود کو دھوکا دیا نہ مجھے دھوکا دیا جا سکا۔ اور بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنک (حمیرا) ہے۔ اور حق پر سیاہ پردے ڈالنے والے شبہے ہیں۔ اب تو حقیقتِ حال کھل کر سامنے آ چکی ہے۔ اور باطل اپنی بنیادوں سے ہل چکا ہے" (خطبہ نمبر 135)

2۔ قریش نے سرتوڑ کوشش کی ہے کہ وہ خود کو نسل ابراہیم علیہ السلام اور خانوادۂ نبوت میں سے ثابت کر دیں لیکن ہم نے اِس فریب وسازش کو بھی باطل کر دیا ہے۔

قریشی حکومتوں نے اپنی تیار کردہ تواریخ وتفاسیر وسوانح میں اور احادیث کے مجموعوں میں مسلسل چار سو سال تک طرح طرح اور بار بار یہ لکھا کہ قریش اُسی نسل ابراہیمی کا ایک قبیلہ ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور قریشی اصرار وتکرار ومتواتر چلے آنے والے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اور قریشی تصنیفات وبیانات اور تقاریر کو حق سمجھ کر اُمت کے تمام علما نے یہ مان لیا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے آباواجداد، عبدؑاللہ، ابوطالبؑ، عبدالمطلبؑ وغیرہ بھی قریشی ہیں۔ اور یہ کہ عباس وابولھب وغیرہ ملاعین، معاذ اللہ، رسولؐ اللہ کے حقیقی چچا تھے۔ اور یہی نہیں بلکہ خانوادہ رسوؐل کو اور حضرت عدنان علیہ السلام کو قیدار کی اولاد میں شمار کیا ہے۔ یعنی شجرۂ ملعونہ کے ان لوگوں نے آنحضرتؐ کے پورے شجرے ہی کو انتقاماً غلط کر کے مشہور کر دیا ہے۔ اور امت کے تمام علما نے ہی نہیں بلکہ خود سیدوں نے بھی اس غلط انتساب پر اتفاق واتحاد قائم کر لیا۔ اس سلسلے میں پوری تحقیق وتفصیل ہماری کتاب مرکز انسانیت میں ملاحظہ ہو۔ یہاں تو آپ کو علامہ شبلی کی مشہور عالم کتاب "سیرۃ النبی" سے دو مختصر بیانات دکھا کر آگے بڑھ جائیں گے۔ علامہ لکھتے ہیں کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''

''سلسلہ نسب''

''سلسلۂ نسب یہ ہے محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشمؑ بن عبدمناف بن قصیؑ بن کلاب بن مرہؑ بن کعبؑ بن لوئیؑ بن غالبؑ بن فہرؑ بن مالکؑ بن نضرؑ بن کنانہؑ بن خزیمہؑ بن مدرکہؑ ابن الیاسؑ بن مضرؑ بن نزارؑ بن معدؑ بن عدنانؑ۔صحیح بخاری باب مبعث النبی میں یہیں تک ہے لیکن امام بخاری نے اپنی تاریخ میں عدنانؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک نام گنائے ہیں۔یعنی عدنانؑ بن عدد بن المقومؑ بن تارحؑ بن یشجبؑ بن یعربؑ بن نابتؑ بن اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے،جن کا ذکر تورات میں بھی ہے۔اُن میں سے قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اور بہت پھیلی اُن ہی کی اولاد میں عدنان ہیں،اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن ہی کے خاندان سے ہیں''۔(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 160)

اس بیان میں آپ نے حضرت عدنان سے نام بنام شجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک تاریخ بخاری اور شبلی کے قلم سے دیکھا۔اُسے پھر دیکھئے اور تلاش کیجئے کہ کہیں اُن آٹھ ناموں میں،جو حضرت عدنان علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاتے ہیں، کہیں قیدار کا نام ہے؟ وہاں تو حضرت عدنان کے والد،دادا،پردادا بڑھتے بڑھتے حضرت نابت علیہ السلام تک جاتے ہیں جو حضرت اسماعیلؑ کے بڑے بیٹے اور حضرت ابراہیمؑ کے پوتے ہیں۔یعنی حضرت عدنانؑ کے اباواجداد حضرت نابتؑ کی اولاد ہیں۔اس خاندان کا قیدار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت نابت علیہ السلام کے خاندان سے ہیں نہ کہ قیدار کے خاندان سے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ علامہ شبلی کی طرح قریش پرست اور اُن کے وظیفہ خوار وہم مذہب علمانے ہاتھ کی صفائی سے اُسی طرح فریب دیا جیسا شبلی نے دیا ہے۔

شبلی نسب نامہ کی اس فریب سازی کو عربی نسّابوں کی اتفاقیہ غلطی کہتے ہیں۔

آگے چل کر علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ:

''علامہ سہیلی نے بہت سے تاریخی حوالوں اور شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ ''عدنان'' سے حضرت اسماعیل تک چالیس پشتوں کا فاصلہ ہے،اس غلطی نے بعض عیسائی مورخوں کو اس بات کا موقع دیا ہے کہ سرے سے اس بات کے منکر ہو گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاندان ابراہیمؑ سے ہیں۔اس غلطی کی زیادہ وجہ یہ ہوئی کہ اہل عرب زیادہ تر مشہور آدمیوں کے نام پر اکتفا کرتے تھے۔اور بیچ کی سیڑھیوں (پشتوں) کو چھوڑ دیتے تھے۔اس کے علاوہ اہل عرب کے نزدیک چونکہ ''عدنان'' کا حضرت اسماعیلؑ کے خاندان سے ہونا قطعی اور یقینی تھا۔اس لئے وہ صرف اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ عدنان تک سلسلہ نسب صحیح طور سے نام بنام پہنچ جائے۔اوپر کے اشخاص کا نام لینا غیر ضروری سمجھتے تھے اس لئے چند مشہور آدمیوں کا نام لے کر چھوڑ دیتے تھے''۔(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 162-161)

بات کھل گئی کہ عرب کے بھانڈ جس کا نام چاہتے تھے شجرہ سے خارج کردیتے تھے اور جس کا نام چاہتے مشہور کی آڑ میں داخل کردیتے تھے۔جس نے زیادہ خیر خیرات دی شجرہ کو اس کی طرف موڑ دیا۔دراصل عرب میں ایک مخلوط وملعون نسل کے لوگ رہتے تھے (قرآن نساء 4/23) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل میں حضرت آدم علیہ السلام تک نہ کوئی کافرومنکرِ خدا گزرا تھا نہ زانی اور بدچلن پیدا ہوا تھا وہ سب ماں باپ کی طرف سے پاکیزہ لوگ تھے۔جب حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ میں آکر آباد ہوئے تو عربوں نے کوشش شروع کی کہ اُن کی نسل سے ربط وضبط ورشتہ داریاں

Presented by Ziaraat.Com

پیدا کریں اور رفتہ رفتہ نسل ابراہیمیؑ میں شمار ہو جائیں۔اس کوشش میں بھی اُنہوں نے حد درجہ کی بدمعاشیاں، چالاکیاں اور فریب سازیاں کیں اور رفتہ رفتہ وہ ابراہیمی نسل بن بیٹھے۔اور قریش کی مسلمان خلافتوں نے تو ایسا ریکارڈ تیار کر دیا کہ قریش کے نسب پر انگلی اُٹھانا مشکل ہو گیا۔ساتھ ہی اُنہوں نے اپنے ریکارڈ اور شجروں کو اس طرح مرتب کیا کہ اگر قریش کے نسب میں خامی، غلطی یا فراڈ ثابت ہو جائے تو ساتھ ہی محمدؐ بھی نسل ابراہیمؑ سے خارج ہو جائیں۔اور اس ڈر سے لوگ زبان بند رکھیں کہ اپنا رسولؐ بھی ہاتھ سے جا رہا ہے۔بہر حال قریش نے جو کچھ کیا اور جس طرح کیا اُسے چھوڑ کر خود شبلی سے دریافت کیا جائے گا کہ تو نے تاریخ بخاری سے حضرت عدنانؑ کو جناب نابت علیہ السلام کی اولاد میں لکھا اور صرف دو سطروں کے اندر ہی اندر انہیں قیدار کی اولاد لکھ دیا یہ کیوں؟ سنو ابو بکر وعمر کے مذہب پر علما ہوں یا عوام اُن سے یہ اُمید رکھنا ہی غلط ہے کہ وہ حق بات کہیں گے یا حق کو پسند کریں گے۔اُن کا تو آوے کا آوا ہی باطل ہے۔یاد رکھیں کہ مکہ میں خانوادہ محمدؐ وعلیؑ کے چند عزیزوں کے سوا کوئی اُن کے خاندان یا قبیلے کا آدمی نہ تھا۔البتہ مدینہ میں انصار سب کے سب اُن کے قبیلے کے لوگ تھے۔وہ غیروں بلکہ دشمنوں میں سے نکل کر ہجرت کر کے اپنوں میں، اپنے قبیلے اور خاندان میں گئے تھے۔بہر حال یہ سب باتیں اس لئے نئی معلوم ہوتی ہیں کہ قریش اور قریشی علما نے چودہ سو سال سے برابر تاریخ و تفسیر وحدیث میں فریب و فراڈ جاری رکھا ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی کی کتاب ارض القرآن سے صحیح شجرہ دیکھ لیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ: حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اُن کا نسب پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ:

''ہم کُوثی (واقع عراق) کے نبط ہیں''۔(نَحنُ کُوثِیُّ النَّبطِی)اور یہ بالاتفاق معلوم ہے کہ وہ اسماعیلی قریشی عرب تھے۔اس سے ثابت ہوگا کہ نبط اسماعیلی عرب ہیں جو عراق تک پھیلے تھے۔نابت کی بقیہ اولادیں، خود اندرون ملک میں بھی تھیں۔اور متعدد وجوہ سے ہماری رائے یہ ہے کہ عرب شمالی کی وہ اکثر قومیں جو غلطی سے قحطانی کہلاتی ہیں وہ دراصل نابتی ہیں۔من جملہ دیگر قبائل کے غسان اور اَوس وخزرج کے متعلق تو بتصریح ثابت ہے کہ وہ قحطانی نہیں بلکہ نابتی ہیں۔تفصیل آتی ہے''۔(ارض القرآن جلد 2 صفحہ 59-58)

نوٹ کریں کہ سلیمان صاحب نے بھی یہ جملہ قریش پرستی میں لکھا ہے کہ ''وہ اسماعیلی قریشی عرب تھے'' یہ بھی سمجھ کر آگے بڑھیں کہ یہ قریشی فراڈ ہے کہ خود قحطانی ہوتے ہوئے اسماعیلی بن گئے اور انصار کے اوس وخزرج اور غسان کے قبیلوں کو قحطانی بنا کر ریکارڈ تیار کیا گیا تھا۔(تفصیل کتاب ''مرکز انسانیت'' میں ملاحظہ فرمائیں)

3۔زبیر کو ماموں زاد یا خالہ زاد بھائی کہہ دینے سے نہ زبیر علیؑ کے خاندان کا فرد بنتا ہے نہ قریش کا محمدؐ وعلیؑ سے خاندانی ونسبی ونسلی رشتہ قائم ہوتا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبہ 31 میں عبد اللہ ابن عباس کو زبیر کے پاس بھیجتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ تم زبیر سے یہ کہنا کہ:

یَقُولُ لَکَ ابنُ خَالِکَ : ''تجھ سے تیرا ماموں کا یا خالو کا بیٹا کہتا ہے''

اِس جملے سے زبیر کو محمد وعلی (صلوۃ اللہ علیہما) کے خاندان میں شمار کرنا غلط ہے۔

ساری دنیا کی اقوام جانتی ہیں کہ عورتوں کی بنیاد پر نسلوں اور خاندانوں میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔یعنی جس خاندان کی لڑکی کسی خاندان میں شادی ہو کر جائے وہ لڑکی والا خاندان لڑکی کے شوہر کے خاندان میں شمار نہیں ہوتا اور نہ لڑکے کا خاندان لڑکی کے خاندان میں شمار ہوتا ہے۔ساری دنیا یہ

Presented by Ziaraat.Com

مانتی ہے کہ خاندان یا نسل بیٹوں سے چلتی اور شمار ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: ''مادرِ زبیر صفیہ خواہرِ ابوطالبؑ است'' یعنی ''حضرت ابوطالبؑ کی بہن صفیہ زبیر کی والدہ تھیں'' (ترجمہ نہج البلاغہ علی نقی طہرانی) قریشی سازش اور افسانہ طرازیوں کے بعد یقین واطمینان سے یہ ماننا کہ واقعی حضرت ابوطالب علیہ السلام کی ایک بہن تھی اور اُس کا نام صفیہ ہی تھا۔ اور وہ زبیر کی ماں بھی تھیں، ہمارے لئے ممکن نہیں۔ لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے تو بھی زبیر علیؑ ومحمدؐ کے خاندان کا فرد نہیں بن جاتا۔ پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں یا بھائیوں سے یہ نہیں کہا جاتا کہ:

(1) ''تو حجاز میں مجھے جانتا یا پہچانتا تھا'' یا یہ کہ:

(2) ''حجاز میں تو مجھ سے متعارف یا واقف تھا اور عراق آکر میرا منکر ہوگیا ہے''

ایسی بات تو بالکل غیر متعلق لوگوں سے کہی جاتی ہے جن سے اتفاقیہ واقفیت ہوگئی ہو۔ جن کے لئے بھول جانے یا بھلا دینے کا امکان ہو۔ پھر یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ عرب لوگ لوگوں کو رشتوں سے پکارنے میں یہ نہیں دیکھتے تھے کہ جسے پکار رہے ہیں یا جسے مخاطب کر رہے ہیں اُس سے درحقیقت کوئی رشتہ داری یا سابقہ واقفیت ہے بھی یا نہیں۔ بلکہ وہ جو بات کہنا چاہتے ہیں اُسے اثر انگیز ونتیجہ خیز بنانا مقصود ہوتا تھا۔ یعنی اُن کا خطاب خودغرضانہ اور خوشامدانہ ہوتا تھا۔ لہٰذا اُن کے خطاب یا اُن کی پکار کو دلیل بنانا بڑی ناسمجھی اور ناعاقبت اندیشی کی بات ہے۔ اور یہ بھی یہیں سمجھ لیں کہ حضرت علی علیہ السلام ساری عمر قریش کو اپنے کلام اور طرزِ گفتگو سے بے وقوف بناتے رہے ہیں۔ وہ عموماً ایسے جملے بولتے رہے کہ عرب کے عوام اُن کی بات فوراً اور صحیح سمجھیں اور خواص یعنی فصاحب وبلاغت اور زبان دانی اور سخنوری کے دعویدار اُلجھ کر رہ جائیں اور جو کچھ پلّے پڑے اُس پر مطمئن نہ ہوسکیں۔ یہی طرز کلام تھا جس کی بنا پر وہ عربوں کی اور قریش کی بھرپور مذمت کرسکے اور جو کہنا چاہا وہ ہزاروں کے مجمع میں منبر یا گھوڑے کی بلندی سے ببانگ دُہل فرماتے رہے۔ اور قریش کی جابر وقاہر وجانی دشمن حکومتیں پابندی نہ لگا سکیں۔

(الف) زبیر کے متعلق حضورؐ کا ایک اور جملہ جس پر علمائے قریش نے زبیر کو حضرات محمدؐ وعلیؑ کا عزیز ورشتہ دار بنایا ہے۔ اور ایک جاہل مفتی ومجتہد نے اُسے سگا یا حقیقی عزیز مانا ہے۔

طلحہ وزبیر کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کے خطبوں کے جملے لکھتے ہوئے ہم نے اپنے آخری حوالے (1۔ح) میں مفتی ومجتہد جعفر حسین کا یہ ترجمہ لکھا ہے: ''بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر ہے) اور ایک بچھو کا ڈنک (حمیرا) ہے'' (ترجمہ نہج البلاغہ جلد 2 صفحہ 43)
جس عربی جملے کا یہ مفتیانہ ترجمہ ہے وہ نہج البلاغہ میں یوں موجود رہتا چلا آیا ہے کہ: ''وَاِنَّھَا لَلْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ فِیْھَا الْحَمَا وَالْحُمَۃُ''

جملے کے چند اور ترجمے۔

اِس جملے میں حضرت علی علیہ السلام نے آخری دو الفاظ ''اَلْحَمَا'' اور ''اَلْحُمَۃُ'' ایسے فرما دیئے ہیں جن پر علما اُلجھتے رہے ہیں۔ اِن کے معنی کو واضح کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ مفتی جعفر حسین کے ساتھ ساتھ آپ دوسرے مترجمین کے ترجمے بھی دیکھ لیں تو زیادہ مفید ہوگا۔

رئیس احمد ترجمہ ''اور درحقیقت یہی گروہ ستمگار اور تباہ کار ہے۔ اِن ہی میں ہے گلِ سیاہ (فتنہ وفساد) وزہرِ عقرب (کینہ ودشمنی)''۔
(ترجمہ نہج البلاغہ صفحہ 964)

علی نقی طہرانی فیض الاسلام۔ ''آن ھا گروہی ھستند ستمگر وتباہ کار (چنانکہ رسوؐل اکرم بمن خبر دادہ) درایشاں است گلِ سیاہ (فتنہ وفساد کہ براثر آن

Presented by Ziaraat.Com

آسائشِ اُمت را از بین بُرند چناں کہ گِل آبِ صاف را تیرہ می سازد) وزہرِ عقرب (کینہ ودشمنی)''

فارسی ترجمہ کا ہمارا اُردو ترجمہ۔ ''اور یہ وہی ستم گر اور تباہی مچانے والا گروہ ہے (جس کی مجھے رسولؐ اللہ نے خبر دی تھی) اور اُن ہی کے اندر کالی مٹی ہے۔ (یعنی فتنہ وفساد ہے جس کے اثر سے اُمت کی سہولتیں اور آسائشیں اُٹھ جائیں گی جیسا کہ مٹی کا کام ہی یہ ہے کہ وہ صاف پانی کو گدلا کر دیتی ہے) اور اُسی گروہ میں بچھو کا زہر بھی ہے (یعنی کینہ اور دشمنی بھی ہے)''۔

یہاں یہ خوب سمجھا جاسکتا ہے کہ رئیس احمد نے نہج البلاغہ کا ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ علی نقی مجتہد طہرانی فیض الاسلام کے فارسی ترجمہ کا ترجمہ کرکے وہ نہج البلاغہ کے مترجم بن گئے ہیں۔ ہم نے رئیس احمد کے خلاف اب تک کچھ زیادہ نہیں لکھا تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے خود اقرار کیا ہے کہ:

''دوسرا نسخہ وہ ہے جو نہایت شاندار طریقے پر ایران (طہران) سے شائع ہوا ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ ضروری تشریحات کے ساتھ اور حسب موقع حواشی اور ذیلی مندرجات کے ساتھ ''علامہ تقی الدین فیض الاسلام مجتہد العصر ایران نے فارسی زبان میں کیا ہے۔ اِس سے میں نے بہت فائدہ اُٹھایا ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ گراں بہا نعمت میرے سامنے نہ ہوتی تو شاید میں یہ کام نہ کرپاتا۔ بار بار اسکے حوالے آپ کی نظروں سے گزریں گے''۔ (شذرات ترجمہ نہج البلاغہ مترجمہ رئیس احمد امروہوی صفحہ 28)

رئیس صاحب نے اپنے سامنے کئی ایک ترجموں کی موجودگی مان کر یہ اعلان کردیا کہ فیض الاسلام کے فارسی ترجمہ کے نہ ہونے پر مترجم نہ بن سکتے تھے یہاں یہ عجیب بات ہے کہ رئیس احمد کی تحویل وملکیت میں زیر گفتگو ترجمہ برسوں سے ہے اور اپنا ترجمہ کرتے ہوئے کئی سال اُس کی ورق گردانی بھی کی تھی مگر مترجم کا نام ''السید علی نقی فیض الاسلام کے بجائے ''تقی الدین'' لکھ مارا ہے۔ یہ بھی نوٹ کرلیں کہ انہوں نے صرف فارسی ترجمہ کا اُردو ترجمہ کرنے کے لئے اس ترجمہ سے مدد لی ہے۔ ورنہ خطبوں کے متون اور ترتیب اور نمبروں اور صحت الفاظ میں کسی قریشی مترجم کو راہنما بنایا ہے۔ اور اکثر عربی عبارات چھوڑ گئے ہیں جن کا ترجمہ موجود ہے اور ترجمہ چھوڑ گئے جن کی عربی موجود ہے۔

علامہ شیخ محمد عبدہ مفتی دیار مصر نے الفاظ اَلْحَمَا اور اَلْحُمَۃُ کی وضاحت یوں کی ہے۔

''(2) اَلْمُرَادُ بِالْحَمَاھُنَا مطلق القریب والنسیب. وھو کنایۃ عن الزبیر فانہ من قرابۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابن عَمَّتِہٖ .قالوا وکان النبی اخبر علیاً انہ ستبغی علیہ فئۃ فیھا بعض احمائہ واحدی زوجاتِہٖ.والْحُمَۃُ بضمِّ ففتح کنایۃ عنھا . واصلھا الحیۃ اوابرۃ اللاسعۃ من الھوام .واللّٰہ اعلم . (نہج البلاغہ مشرحہ محمد عبدہ حصہ دوم صفحہ 20)

مفتی صاحب نے کیا فرمایا ہمارا ترجمہ۔

''(2) لفظ ''اَلْحَمَا'' سے یہاں سلسلہ نسب میں بہت قریبی رشتہ مراد لیا گیا ہے اور یہ اشارہ ہے زبیر کی موجودگی پر۔ چنانچہ زبیر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری میں قرابت حاصل تھی اور وہ حضوؐر کی پھُپی کا بیٹا تھا۔ روایات میں کہا گیا کہ حضرت علیؑ کو رسوؐل اللہ نے خبر دی تھی کہ عنقریب تیرے خلاف ایک گروہ بغاوت کرے گا اس میں بعض میرے اَحْمَا (قریبی رشتہ دار) ہوں گے اور میری بیویوں میں سے ایک بیوی بھی ہوگی۔ اور اُسی زوجہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس لفظ اَلْــحُــمَۃُ سے جو پیش اور زبر واقع ہوا ہے۔ اور اس لفظ کی اصل یا بنیاد اژدھا (بڑا سانپ) ہے یا موذی جانوروں کا ڈنک ہے''۔

Presented by Ziaraat.Com

(ب) اِن ترجموں پر ایک نظر، قریشی پالیسی کا حامی کون ہے؟

قارئین اِن تینوں ترجموں میں علی نقی طہرانی نے زبیر اور عائشہ کو صاف اُڑا دیا۔ یعنی الفاظ ''اَلْحَمَا'' اور ''اَلْحُمَۃُ'' کے معنی رشتہ دار یا قریبی وغیرہ نہیں کئے بلکہ لغت سے تلاش کر کے ایسے معنی لکھ دیئے جو نہ سہی حقیقی معنی مگر لغت میں ملتے تو ہیں یعنی سیاہ مٹی اور بچھو کا زہر۔ چونکہ یہ معنی صحیح نہ تھے اس لئے بریکٹ لگا کر سیاہ مٹی کے غلط معنی فتنہ وفساد بنا دئے اور بچھو کے زہر کے غلط معنی کینہ اور اس کے بعد دشمنی لکھ دیئے۔ اور پھر کھینچ تان کر انہیں فٹ کرنے کی کوشش کی ہے اس کے بعد رئیس احمد کی بات کرنا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ انہوں نے تو طہرانی مجتہد کی نقل کر لی ہے۔ چنانچہ وہ بھی زبیر اور عائشہ سے بچ کر نکل گئے۔ اِن دونوں کے بعد رہ گئے میاں مفتی جعفر حسین صاحب جو مفت کے مجتہد ہیں۔ اُنہوں نے قریش کی پالیسی کو سو فیصد تصدیق کر کے زبیر کو حضرت علیؑ کا ''سگا'' اور عائشہ کو بچھو کا ڈنک بنا دیا۔ یعنی اُنہوں نے الفاظ ''اَلْحَمَا'' کے معنی ''سگا'' اور ''اَلْحُمَۃُ'' کے معنی ''بچھو کا ڈنک'' کر دیئے ہیں۔

(ج) حدیث کی روشنی میں حدیث کی لغت، **انوار اللغۃ** سے علامہ محدث وحید الزمان خانصاحب کی تحقیقات کیا ہیں۔

اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ الفاظ ''اَلْحَمَا'' اور ''اَلْحُمَۃُ'' کے حقیقی معنی تک پہنچنے کے لئے علامہ وحید الزماں سے بھی استفادہ کر لیں جنہوں نے بڑی محنت اور کدّ وکاوش سے اُن تمام الفاظ کے معنی لکھنے اور جمع کرنے کے لئے اٹھائیس جلدیں لکھی تھیں، جو الفاظ شیعہ وسُنّی ریکارڈ میں آئی ہوئی حدیثوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ آپ نے علامہ محمد عبدہٗ کی تشریحات میں وہ حدیث بھی دیکھی ہے جس میں رسوؐل اللہ نے اپنے اَحْمَآ اور ایک زوجہ کے بغاوت میں شریک ہونے کی اطلاع حضرت علی علیہ السلام کو دی تھی اور جو علما میں مشہور حدیث ہے اس میں لفظ ''اَحْمَآء'' لفظ ''اَلْحَمَا'' (حما) کی جمع ہے بقول علامہ محمد عبدہ لفظ ''اَلْحُمَۃ'' سے عائشہ مراد ہے۔ اور یہ بات صاف نظر آرہی ہے کہ (اَلْحُمَۃُ) مونث ہے۔ اور اَحْمَاءِ اور حَمَا مذکر ہیں۔ یعنی دونوں الفاظ میں مونث ومذکر کے علاوہ اور کوئی فرق نہیں ہے۔ اتنا سمجھ کر اب لغات الحدیث کی سیر کریں اور اِن دونوں الفاظ پر اور اُن کے اب تک کے بیان شدہ معنی پر نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھیں۔ وحید صاحب لکھتے ہیں کہ:

1۔ ''حَمْاۃٌ کائی نکالنا۔ 2۔ حَمْاٌ وحَمَاٌ پانی میں کائی مل جانا۔ 3۔ حَمِیَ عَلَیْہِ اُس پر غصہ ہوا۔ 4۔ حَمًاٌ اور حَمَاٌ اور حَمَا اور حَمُوٌ۔ خاوند کا عزیز جیسے دیور یا جیٹھ وغیرہ۔ 5۔ حَمَاٌ اور حَمَاۃٌ۔ کائی کالی مٹی۔ کَمَا تُنْبُتُ الْحَبَّۃُ فِیْ حَمِئَۃِ جیسے دانہ کائی میں جمتا ہے۔ (ایک روایت میں حَمِیْلَۃِ ہے۔ یعنی پانی جو کچرا کوڑا بہا کر لاتا ہے''۔ (جلد اول صفحہ 132-133)

یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ یہ تمام الفاظ۔ ح۔م۔أ۔ کے مادہ سے ہیں۔ اب مادہ۔ ح۔م۔و۔ سے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

''6۔ حَمُوٌ۔ حرارت یا خاوند کا بھائی، عزیز باپ وغیرہ جیسے حَمًاٌ اس کا مونث حَمَاۃٌ ہے یعنی خاوند کی عزیز عورت مثلاً دیورانی جٹھانی، نند وغیرہ۔ ''محیط'' میں ہے کہ عورت کے باپ یا بھائی یا چچا کو بھی حَمُوٌ کہتے ہیں۔ اُس کی جمع ''اَحْمَاءٌ'' ہے ''مغرب'' میں ہے کہ اَحْمَآءٌ خاص خاوند کے عزیزوں کو کہتے ہیں۔

7۔ اٰجَرْتُ رَجُلًامِنْ اَحْمَائِیْ ''میں نے اپنے سسرالی رشتہ داروں میں سے ایک شخص کو نوکر رکھا''۔ (صفحہ 146-147)

اب مادہ۔ ح۔م۔ی سے ملاحظہ کریں۔

8۔ حَمْیٌ یا حِمَایَۃٌ یا مَحْمِیَۃٌ۔ روکنا، دفع کرنا، مدد کرنا۔ پرہیز کرنا۔ 9۔ حِمْیَۃٌ پرہیز۔ 10۔ حُمَیَّا غصہ کی سختی۔

Presented by Ziaraat.Com

11۔ حَمِیَّۃٌ۔غیرت۔12۔ حُمَّۃٌ۔ڈنک،زہر۔

(1)''رَخَّصَ فِی الرُّقْیَۃِ مِنَ الْحُمَۃِ''آنحضرتؐ نے سانپ بچھو وغیرہ کے منتر کرنے کی اجازت دی(یعنی ہر ڈنک دار جانور کے ڈنک کا منتر کرنے کی اجازت دی،جس کے ڈنک میں زہر ہو)مراد وہی منتر ہے جس میں شرک اور کفر کے الفاظ نہ ہوں۔

(2) وَتُنْزَعُ حُمَۃُ کُلِّ دَابَّۃٍ ۔''ہر جانور کا زہر نکال لیا جائے گا''یعنی جس وقت دجال مارا جائے گا اُس وقت زہریلے جانوروں کا زہر باقی نہ رہے گا''۔

(3) لَا رُقْیَۃَ اِلَّا عَنْ عَیْنٍ اَوْحُمَۃٍ۔منتر یا بدنظری کے لئے ہے یا ڈنک مارنے کے لئے ہے۔(یعنی اِن دو چیزوں میں منتر زیادہ مفید ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اور بیماریوں کے لئے منتر نہیں ہوسکتا)۔

(4) لَا حِمٰی اِلَّا لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ۔''چراگاہ کا محفوظ رکھنا کسی کو جائز نہیں مگر اللہ اور اُس کے رسولؐ کو''(ایضاً جلد اول صفحہ 146-147)

(د) مترجمین کا اس لغت سے تعلق رہا ہے مگر وحید الزمان بھی ٹامک ٹوئیاں مارتے رہے۔

اسی لغت سے علامہ علی نقی طہرانی نے گلِ سیاہ اور زہرِ عقرب اختیار کئے۔اور یہی لغت ہے جس میں سے مفتی جعفر نے بچھو کا ڈنک اخذ کئے۔اور اسی لغت سے محمد عبدہٗ نے سرسری سا استفادہ کیا ہے اور باقی جو کچھ لکھا ہے وہ قریشی پروپیگنڈے کے ماتحت لکھا ہے۔چنانچہ جتنے معنی آپ کے سامنے آئے ہیں اُن سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ الفاظ''اَلْحَمَا''اور''اَلْحُمَۃُ''کے معنی نسبی یا نسلی رشتہ داری یا قریب ترین رشتہ دار یا ''سگا''ہوتے ہیں یا ہوسکتے ہیں۔البتہ مذکورہ بالا معنی میں جس چیز پر زیادہ زور رہا ہے وہ سسرالی رشتہ داری ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باغیوں والی حدیث میں بھی اِن ہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ:

''اے علیؑ عنقریب تمہارے خلاف قریش کا ایک گروہ بغاوت کرے گا جس کی راہنمائی اور قیادت میرے سسرالی رشتے کے کچھ مرد اور میری ایک زوجہ کرے گی''۔

لہٰذا محمد عبدہٗ کی بیان کردہ اس حدیث کے یہی معنی اختیار کر لینے سے اس لغات الحدیث کا بیان ثابت ہوجاتا ہے۔اور چونکہ آنحضرتؐ ابوبکر کے داماد تھے۔اس لئے وسیع معنی میں قریش کے تمام افراد مع طلحہ وزبیر وغیرہ حضورؐ کے سسرالی رشتہ دار مانے جائیں گے۔اور اس سے یہ بھی دوبارہ ثابت ہوا کہ قریش سے حضورؐ کا سسرالی رشتے کے علاوہ اور کوئی خاندانی یا نسلی رشتہ نہ تھا۔ورنہ آپ ازار بندی رشتہ کے بجائے کوئی ایسی بات فرماتے جس سے خونی رشتہ ثابت ہوجاتا سسرالی رشتہ کی حیثیت صرف ایک لفظ''طلاق''سے مسمار ہوجاتی ہے۔اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو سسرالی رشتہ کو طلاق سے منقطع کرنے کی وصیت کے طور پر اجازت دے دی تھی۔اور عائشہ ہرگز مدینہ واپس نہ آتی اگر حضرت علی علیہ السلام نے اُسے رسولؐ کی وہ اجازت یاد نہ دلائی ہوتی۔جیسے ہی عائشہ کو حضورؐ نے یہ دھمکی دی تو گرتی پڑتی دوڑ دوڑ کر سامان سفر اکٹھا کرنا شروع کردیا تھا۔جس پر میزبان خاتون نے پوچھا تھا کہ یا تو تم نے صاف انکار کردیا تھا یا اب گر گر پڑتی ہو دوپٹہ میں اُلجھ اُلجھ جاتی ہو تمہیں کیا ہوگیا اتنی جلدی کیوں ہے؟ تو عائشہ نے اُسے بتایا کہ مجھے علیؑ نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے جس سے میرا مستقبل بالکل تاریک ہوسکتا ہے۔لہٰذا یہاں تک یہ ثابت ہوگیا کہ علی ومحمد علیہما السلام کا زبیر یا تمام قریش سے خاندانی،نسلی اور خونی کوئی رشتہ ہرگز نہ تھا۔اور تھا تو محض کمر بندی رشتہ تھا۔جو بڑے شرم کی بات ہے۔دامادوں سے شریف النسل لوگ ہرگز وہ گھناؤنا سلوک نہیں کرتے جو اُن ملاعین نے کیا تھا۔اور اس سے بھی ثابت ہوا کہ وہ شریف نسل

Presented by Ziaraat.Com

کے لوگ نہ تھے۔ رہ گیا اُن کی بیٹی عائشہ وحفصہ کو بیوی بنالینا یہ اس لئے کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ اُن دونوں سے کوئی اولاد ہوئی نہ انہیں حمل قرار پایا لہٰذا قریشی ریکارڈ اور افسانوں کے علاوہ کسی مستند ریکارڈ سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو زوجہ کی طرح استعمال کیا تھا۔ قریش کا اپنے ریکارڈ میں عائشہ کے متعلق رنگیلے رسوؐل والا شرمناک سلوک لکھنا بھی اسی کا ثبوت ہے کہ قریش یہ چاہتے تھے کہ اُسے عملاً زوجہ ثابت کردکھائیں۔ علاوہ ازیں اُن سے نکاح کے بعد ولیمہ ثابت نہیں۔ یعنی قریشی ریکارڈ میں بھی خود عائشہ کی روایت ہے کہ میرے نکاح اور رخصتی پر نہ کوئی بکرا ذبح کیا گیا نہ خوشی منائی گئی۔ وہ کھانا جو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے روزانہ حضوؐر کے لئے آیا کرتا تھا وہ ہم دونوں نے ساتھ بیٹھ کر کھالیا تھا۔ پھر عائشہ اور قریش کا حضوؐر کو دوا کے بہانے زہر دے کر مارنا (بخاری) اور اولادِ رسولؐ کے ساتھ نہایت بے رحمانہ وسنگدلانہ سلوک بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ قریش اور عائشہ نے رسوؐل سے اس بات کا بھی انتقام لیا کہ نکاح سے اُسے قیدِ زوجیت میں ڈال کر عمر بھر کے لئے فطری ضرورت سے بھی محروم کردیا تھا۔

(ہ) انوار اللغۃ میں وحید الزمان صاحب بھی بالکل اُس سازش کو نہ سمجھے جو قریشی حکومتوں اور علما نے کی تھی۔

ہم عربی زبان اور قرآن کے متعلق قریشی سازش کا تذکرہ آخر میں کریں گے پہلے یہ دیکھ لیں کہ سابقہ عنوان (ج) میں جو بارہ الفاظ اور اُن کے معنی لکھے گئے ہیں اُن میں علامہ وحید الزمان محدث نے زیرِ بحث الفاظ اور اُن کے معنی کو سمجھے بغیر اپنی لغت میں نقل کرلیا ہے۔ اِس لئے وہ نہ چونکے نہ حیران ہوئے اور نہ یہ محسوس کیا کہ میں ایک غلط کام کرتا چلا جارہا ہوں۔ چنانچہ جو اُن کے سامنے آیا لکھا اور آگے بڑھ گئے۔ چنانچہ قارئین نوٹ کریں کہ الفاظ۔ نمبر 1۔ اور نمبر 2 کے معنی ایک ہی ہونا چاہئیں اس لئے کہ لفظ حَمٌ دونوں جگہ ایک ہی ہے اگر اس کے معنی کائی نکالنا تھے تو کائی کا پانی میں مل جانا معنی کیوں اور کیسے ہوگئے؟ مگر علامہ نے نقل کیا اور چل دیئے۔ پھر نمبر 1۔ نمبر 2۔ اور نمبر 4 میں یہی لفظ حَمٌ ہے۔ اور اب اس کے معنی خاوند کا عزیز جیسے دیور۔ جیٹھ وغیرہ ہوگئے۔

لہٰذا علامہ یہ سمجھنے اور بتانے سے قاصر رہے کہ اسی پہلے لفظ کے پہلی ہی صورت میں رہتے ہوئے تیسری مرتبہ پھر معنی کیوں بدل گئے؟

ہم وقت ضائع کئے بغیر پھر عرض کردیں کہ علامہ وحید الزمان سے زبردست محدث اور لغت کے عالم بھی قریش کی سازش میں اُلجھے رہے اور عربی زبان کو نہ سمجھ سکے۔ اور کمال یہ ہے اس سمجھ بوجھ پر اُنہوں نے حدیث کی چھ زبردست اور ضخیم کتابوں کا یعنی صحاح ستہ کا ایسا شاندار ترجمہ کیا کہ قریشی مذہب کے تمام علما اُن کو داد دیتے رہے۔ وہ مکہ و مدینہ میں بھی عرصہ دراز تک مقیم رہے اور عربی زبان کو مادری زبان کی طرح فرفر بولتے تھے۔ لیکن ماشاء اللہ اُن کے ترجمے ویسے ہی ہیں جیسے ہمارے شیعہ سنی قرآن کے ترجمے ہیں۔ جن میں حق کو تلاش کرنا سارے باقی کاموں سے مشکل ہے۔ جس طرح علامہ ابن حزم نے کہا ہے کہ ''تفسیروں میں سب کچھ ہے مگر تفسیر ہی نہیں ہے'' اسی طرح مسلمان علما کے تراجم میں سب کچھ ہے مگر اللہ نے جو کچھ قرآن میں فرمایا اُس کا ترجمہ یا ترجمانی نہیں ہے۔ اور یہی مقصد تھا قریشی سازش کا۔ اُنہوں نے ایسی کئی لغات تیار کرائیں کہ تمام طالبانِ علم غلط زبان وغلط معانی کو صحیح عربی زبان سمجھنے لگیں۔ چنانچہ علم الحدیث کی موسٹ ماڈرن لغت کا حال سامنے ہے۔ اب قرآن کے تمام الفاظ کی لغت اور معنی بچشم خود دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ زیرِ بحث الفاظ۔ ''اَلْحَمَاءُ'' اور ''اَلْحُمَۃُ'' علما کے لئے مستقل دردسر بن گئے اور کوشش کے باوجود بھٹکتے چلے گئے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

4۔ حضرت علیؑ کے استعمال فرمودہ الفاظ پر قرآن اور لغات القرآن سے بھی استفادہ کرلیں تا کہ قریشی سازش کا یقین ہو جائے

قریش نے عربی زبان کا ستیاناس کرنے کے لئے بڑے بڑے جتن کئے۔ مدرسوں میں غلط معنی کے استعمال کا رواج دیا ایسی لغات تیار کرائیں جن میں الفاظ کے بنیادی، حقیقی اور وضعی معنی کو تبدیل کرایا اور ایک ایک لفظ کو کئی کئی مختلف ومتضاد معنی کے ساتھ لکھا تا کہ کسی لفظ کے کوئی معنی مستقل نہ رہیں۔ آج علامہ راغب اصفہانی کی تیار کردہ لغت ''المفردات فی غریب القرآن'' عربی سے عربی میں نوسو(900) سال سے موجود ہے۔ جسے پڑھ کر ہزاروں طالب علم اور علما پاگل ہوتے رہے ہیں۔ اور اُس کی سند و سرٹیفکیٹ سے عربی کے علما کہلاتے رہے ہیں۔ ہم اس سے نمونے پیش کر کے اپنا وقت ضائع نہ کریں گے۔ اس لئے کہ پھر ہمیں اس کا ترجمہ بھی کرنا پڑے گا اُس کے بدلے میں ہم ایک ایسی عربی اردو لغت کو پیش کرتے ہیں جو ہندوستان سے 1943ء میں ندوۃ المصنفین کے علما نے مل کر تیار کی تھی۔ اور اس کی اہمیت خود اُن ہی سے سن لیں۔ لکھا ہے کہ:

''الفاظ قرآن کے معنی اور اُن کی تحقیق میں میرا (مولانا محمد عبدالرشید نعمانی) جو کچھ سرمایہ ہے وہ بڑی حد تک امام راغب اصفہانی کی کتاب مفردات غریب القرآن ہے اور پھر تفسیر حدیث، لغت اور جغرافیہ کی وہ تمام مستند اور متداول کتابیں ہیں جن کے حوالے جا بجا کتاب کے صفحات پر بکھرے پڑے ہیں۔ اس امر کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ جو کچھ لکھا جائے پوری تحقیق سے لکھا جائے چنانچہ کسی آسان لفظ کا ترجمہ بھی کتابوں کی مراجعت کے بغیر تحریر نہیں کیا گیا۔ (لغات القرآن جلد اول صفحہ 8)

اس بہترین اور عربی اردو کی بے مثل لغت کی سیر کریں۔

(الف) لغات القرآن کے بیانات۔

1۔ حَمَاءٍ۔ گارا۔ کیچڑ۔ (جلد2 صفحہ 291) (آیت الحجر 15/26)

2۔ حَمِئَة۔ کیچڑ والا۔ دَلدل والا، حَمأً (مصدر) سے جس کے معنی کیچڑ اور دلدل ہونے کے ہیں۔

(جلد2 صفحہ 294) (آیت کہف 18/86)

3۔ یُحمٰی۔ واحد مذکر غائب مضارع مجہول،

4۔ اِحمَاءٌ مصدر (باب افعال) تپایا جائے گا۔ خوب گرم کیا جائے گا۔ (توبہ 9/35) (جلد6 صفحہ 205)

5۔ حَمیٌ،6۔ حِمَایَةٌ۔7۔ مَحمِیَةٌ۔ مصادر ہیں (باب ضرب) معنی: محفوظ رکھنا، بچانا، حمایت کرنا۔

8۔ حَمِیَّةٌ۔9۔ مُحمِیَةٌ۔ (باب سمع) مصادر معنی: عار سمجھنا۔

10۔ حَمیٌ۔11۔ حَمِیٌّ۔12۔ حُمُوٌّ مصادر ہیں (باب سمع) معنی دھوپ کا، آگ کا، لوہے کا، تنور کا خوب گرم ہو جانا تپ جانا۔

(1) حَمِیَ الْفَرَسُ دوڑنے میں گھوڑا گرما گیا۔ (2) حَمِیَ الْوَحْیُ وحی گرما گرم ہوگئی یعنی جلد جلد آنے لگی۔

13۔ اِحمَاءٌ۔ خوب گرم کرنا۔ تپانا۔ (1) اَحمَی الْحَدِیْدَ اُس نے لوہے کو تپایا۔ (2) تَحمَّی الْمَرِیْضُ بیمار نے پرہیز کیا۔

14۔ اِحتِمَاءٌ مصدر پرہیز۔ اور پرہیز کرنا۔15۔ یَحمُوْم۔ اسم ہے۔ سیاہ دھواں (آیت واقعہ 56/43)

اس لفظ کا مادہ حَمَمٌ ہے۔ حَمَمٌ سے مختلف مشتقات مستعمل ہیں۔ اور اکثر الفاظ کے مفہوم میں سیاہی، گرمی یا صرف سیاہی یا صرف گرمی کا ہونا ضروری ہے جیسے: (1) حُمَّ الظَّهِیرَةِ۔ دوپہر کی سخت گرمی۔ (2) حُمَّةُ الْحَرِّ۔ گرمی کی شدت۔ (3) حَمَمٌ۔ سیاہی۔

Presented by Ziaraat.Com

16۔ حُمَّامٌ گرمابہ۔ 17۔ حَمِیْمٌ قریبی رشتہ دار۔ گہرا دوست جس کے دل میں محبت کی گرمی ہو۔ گرم پانی۔

18۔ حَمِیْمَۃٌ گرم پانی۔ 19۔ حُمِیمَۃٌ ۔ انگارا۔

20۔ حَمّٰی بخار۔ (1) شَفَۃٌ حَمَّاءٌ۔ سیاہ رنگ کے ہونٹ۔ (2) مَحَمَّۃٌ۔ بخار پیدا کرنے والی زمین۔

21۔ حَمٌّ (باب نَصَرَ) پختہ ارادہ کرنا۔ گرم کرنا۔ پگھلانا۔ اللہ کی طرف سے کسی بات کا مقدر ہونا۔

22۔ حَمَمٌ (باب سمع) سیاہ ہوجانا۔ گرم ہوجانا کوئلہ ہوجانا۔ وغیرہ (جلد 6 صفحہ 205-206)

یہاں لغات القرآن کا سامان ختم ہوگیا اب اُس سامان پر معنوی نظر ڈالیں اور اُس اضطراب سے لطف اندوز ہوں جو اُس میں مسلسل جھلکتا رہا ہے۔

(ب) **لغات القرآن کے بیانات پر لفظ بلفظ معنوی اور مسلمہ قوانین وقواعد کی ایک تنقیدی نظر۔**

سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ لغات القرآن کو لکھنے اور ترتیب دینے والے علما نے پندرہویں (15) لفظ ''یَحْمُوْمٌ'' کا مادہ ''حَمَمٌ'' لکھا ہے۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اُن علما کو یہ معلوم ہے کہ ہر عربی لفظ کی ایک مستقل بنیاد یا ''مادّہ'' ہوتا ہے تو اُن حضرات نے صرف پندرہویں لفظ ''یَحْمُوْم'' ہی کا مادہ کیوں لکھا اور باقی اکیس (21) الفاظ کا ''مادہ'' بتانے اور لکھنے سے احتراز کیوں کیا؟

بہرحال قارئین یہ سمجھ لیں کہ مذکورہ بالا تمام الفاظ، خواہ وہ اسم ہوں یا فعل ہوں، کا مادہ مقرر ہے اور یہ کہ اگر مادہ مقرر و متعین نہ ہوتو نہ مصدر بن سکتا ہے نہ کوئی لفظ بنایا جاسکتا ہے۔ اور یہ بھی سمجھ لیں کہ مادہ پر اعراب یا زیر وزبر اور پیش نہیں دیئے جاتے بلکہ اُسے الگ الگ حروف میں لکھا جاتا ہے۔ مثلاً ''حَمَمٌ'' کی جگہ ''ح۔م۔م'' لکھا جانا چاہئے۔ اوراس مادہ سے باقی بننے والے الفاظ کا مصدر ''حَمَمٌ'' بنے گا۔ لہٰذا اُن علما نے دراصل تین حرفی مصدر کو ''مادّہ'' لکھ دیا ہے۔ اور یہ پہلا مغالطہ ہے جو انہیں اس لئے ہوا ہے کہ وہ ''عالم'' ہیں۔ طالبِ علم نہیں۔ اور نہ اُنہیں یہ خیال رہا ہے کہ اُن کی تیار کردہ لغت ایسی ہونا چاہئے کہ پڑھنے والے عربی الفاظ کے بننے اور بنانے اور اُن کے استعمال میں مہارت حاصل کریں۔ الفاظ کی صورت وشکل دیکھتے ہی یہ سمجھ لیں کہ وہ اپنے مادہ یا بنیاد سے کتنے فاصلے پر ہیں۔ اور کن تبدیلیوں کی بنا پر یہ صورت اختیار کی ہے اور یہ کہ یہ صورت صحیح ہے یا اس میں کوئی غلطی ہے؟ اس مقصد کو نہ پہلے والے عربی علما نے سامنے رکھا تھا نہ بعد والوں نے اس پر غور کیا۔ رٹتے رٹاتے عالم بنتے چلے آئے اور بس۔

وہ نہ کسی کی ''کیوں'' کا جواب دینے کے قابل رہے نہ یہ بتاسکنے کی قابلیت ہوئی کہ یہ سمجھ اور سمجھا سکیں کہ فلاں لفظ کی فلاں صورت ''کیسے'' بن گئی ہے۔ ہم بھی یہاں علم اللغۃ کی بحث اور تفصیل پیش کرنے سے قاصر ہیں اس لئے کہ یہ عنوان اور کتاب عربی پڑھانے کے لئے نہیں ہے۔ بہرحال مختصراً یہ بتائیں گے کہ مذکورہ بالا بائیس الفاظ چار مادوں یا بنیادوں سے بنے ہیں۔

اول ''ح۔م۔ء یا ح۔م۔اَ (الف) یعنی ہمزہ۔، دوم ''ح۔م۔م''

سوم ''ح۔م۔وْ'' چہارم ''ح۔م۔ی''

گڑبڑ کرنے کی وجہ یہ رہتی چلی آئی ہے کہ مادوں سے بننے والے الفاظ کو مادہ کا خیال کئے بغیر یا مادہ سے ناواقفیت کی بنا پر گڈمڈ کرلیا جاتا ہے۔ اس لئے بھی اچانک معنوی تضاد لغت میں سامنے آتے رہتے ہیں اور پڑھنے والے یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ یہ متضاد معنی بھی اُسی لفظ کے ہیں جو زیر بحث چل رہا ہے۔ اس کی مثال آپ کو مذکورہ الفاظ کے بارہویں نمبر پر ملتی ہے۔ کہ جہاں بارہویں لفظ حُمُوٌّ کو دسویں اور گیارہویں (حَمٌی حَمِیٌّ)

Presented by Ziaraat.Com

کے ساتھ لکھ دیا گیا اور یہ نہیں سوچا کہ الفاظ دسویں اور گیارہویں میں تو تیسرا حرف ''یٖ'' آرہا تھا۔ یہاں تیسرا لفظ واؤ کیسے اور کیوں آ گیا ہے؟

رَٹ رَٹا کر بننے اور بنانے والے علما کی ایک اور مصیبت؟

حالانکہ یہ بارہواں لفظ '' حُمُوٌّ '' ح۔م۔ی کے مادہ سے ہے ہی نہیں یہ تو ہمارے لکھے ہوئے تیسرے مادہ ''ح۔م۔وٗ'' سے ہے۔لیکن لغات القرآن والوں نے اس کو ح۔م۔ی ہی کے مادہ سے سمجھا اس لئے دسویں، گیارہویں الفاظ کے ساتھ لکھ دیا اور معنی میں بھی اُن کے ساتھ شامل کر دیا یعنی سمجھا کہ جو معنی۔ح۔م۔ی سے بننے والے الفاظ کے ہیں وہی۔ح۔م۔و۔سے بننے والے الفاظ کے بھی ہونا چاہئیں؟

انہوں نے اِن تینوں کو ایک تو سمجھا مگر مثالیں صرف۔ح۔م۔ی کی دی ہوئی ہیں۔(حَمِيَ الْفَرس اور حَمِيَ الوَحی)انہیں ح۔م۔و۔کی کوئی مثال نہ ملی اس لئے کہ وہ ان دونوں سے تعلق نہیں رکھتا۔

پھر یہ بھی عربی زبان کی ایک خصوصیت ہے کہ اس میں حروف الف (ا)، واؤ (و) اور یاء (ی) ایسے حروف ہیں جو آپس میں موقع ملتے ہی ایک دوسرے سے بدل جایا کرتے ہیں یعنی واؤ الف سے اور ''ی'' بھی الف سے بدلنے کی تاک میں رہتے ہیں اور اسی اَدلا بدلی کی عادت کی بنا پر ان تینوں کا نام حروف ''عِلّتْ'' رکھا گیا اور طالب علموں کو یاد کرانے کے لئے اِن تینوں سے جو با معنی لفظ بنتا ہے وہ بنا کر ''وائے'' کی صورت میں ذہن میں بٹھایا گیا تھا۔یعنی وائے (افسوس) ہے اُن علما پر جو الف، واؤ اور یے کا خیال رکھے بغیر عربی الفاظ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔بہر حال یہ تینوں حروف رَٹا باز علما کے لئے ایک مصیبت رہے ہیں۔اس لئے کہ یہ الفاظ کی صورتیں بدل دیتے ہیں اور وہ بچارے الفاظ کی بنیاد یا مادہ کو سمجھنے سے قاصر رہ کر معنی میں اُوٹ پٹانگ ہانک دیتے ہیں۔اور اُن کے ترجموں کو پڑھنے والے بھٹکتے اور اُلجھتے رہ جاتے ہیں۔اور نتیجے میں مذہبی قدروں کو مسمار کر ڈالتے ہیں۔اور نہیں سمجھتے کہ وہ گمراہ کئے گئے ہیں اور گمراہی میں گمراہ کن محنت سے حق کی تلاش کر رہے ہیں۔

پھر یہ نوٹ کیجئے کہ لغات القرآن والوں نے پہلے دونوں الفاظ حَمَاءِ اور حَمِئَة کے معنی گارا، کیچڑ اور کیچڑ والا، دلدل والا کر کے اس کا مصدر حَمَاً بتایا تھا۔یعنی وہ دونوں الفاظ حَمَاً مصدر سے بنے ہیں اور اس مصدر کے معنی کیچڑ اور دلدل ہونے کے ہیں لہٰذا اس سے بننے والے اُن دونوں الفاظ کے معنی بھی وہی گارا، کیچڑ اور دلدل ہونا چاہئیں جو اُن کے مصدر کے ہیں۔بہر حال اب آپ یہ سنیں کہ عربی الفاظ کی بنیاد تین حروف پر رکھی جاتی ہے ۔یعنی عربی الفاظ میں قواعد وقوانین تخلیق کی بنا پر بہت سے حروف آجاتے ہیں جیسے کہ مُسْتَقْبِلٌ یا اِسْتِقْبَالٌ یا مُسْتَعْمِلٌ اور اِسْتِعْمَالٌ۔مگر ان کی بنیاد صرف تین حروف پر ہے یعنی قَبْلٌ اور عَمَلٌ پر اضافہ کرتے کرتے وہ صورتیں بنی تھیں۔اسی لئے عربی کے تمام الفاظ کا مادہ تین حرفی ہوتا ہے یعنی ان مثالی الفاظ کا مادہ ''ق۔ب۔ل اور ع۔م۔ل ہے۔اور ان سے اوّلین مصادر بھی تین حرفی ہیں۔یعنی قَبْلٌ اور عَمَلٌ اِن کے بنیادی مصدر ہیں۔پھر ان مصدروں سے مزید تعمیر کے لئے اور مصدر اور اُن مصدروں سے اور الفاظ بنائے جاتے ہیں۔اور بنانے کی صورت میں ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لئے کچھ قاعدے مقرر ہیں۔جنہیں ''باب اور ابواب'' کہا جاتا ہے مثلاً ایک باب کا نام '' اِفْعَالٌ '' رکھا گیا ہے اور ایک کا نام '' اِسْتِفْعَلٌ '' ہے۔مطلب یہ ہے کہ تین حرفی مادہ یا مصدر سے اِن ابواب کی شکل صورت اور وزن کے مطابق نئے مصادر بنائے جانا چاہئیں۔یہ دونوں مثالی ابواب بتاتے ہیں کہ جس تین حرفی مادہ یا مصدر سے کوئی اگلا مصدر ان ابواب کی صورت اور وزن پر بنانا ہو تو اُن تین حروف کو اِن ہی ابواب کے حروف کی ترتیب کے ساتھ سامنے رکھنا ہوگا۔مثلاً اِفْعَالٌ میں پہلے الف ہے تو آپ بھی زیرِ تعمیر مادہ کے پہلے حرف سے پہلے الف لانے کے پابند ہیں۔پھر مادہ کا دوسرا حرف لائیں۔پھر ایک الف اور بڑھا کر مادہ کا تیسرا حرف لکھ دیں۔جیسے ع۔م۔ل۔سے۔اع م ال۔یعنی اِعْمَالٌ

Presented by Ziaraat.Com

وہ نیا مصدر بن گیا۔اسی طرح اِسْتِفْعَالٌ میں پہلے الف، س، ت آئیں گے پھر تین حرفی مادہ کا پہلا حرف آئے گا پھر دوسرا حرف پھر الف لاکر تیسرا حرف لایا جائے گا۔لہٰذا۔ ع۔م۔ل یا عَمَلٌ سے اِسْتِعْمَالٌ بنے گا۔

اور۔ق۔ب۔ل۔یا۔ قَبْلٌ سے ا۔ق۔ب۔ا۔ل۔یعنی اِقْبَالٌ اور ا۔س۔ت۔ق۔ب۔ا۔ل۔یعنی اِسْتِقْبَالٌ مصدر بنیں گے۔اس بیان کو سامنے رکھ کر اب لغات القرآن سے مذکور چوتھے لفظ ''اِحْـمَـاءٌ'' کو دیکھئے اور پڑھئے کہ اس لفظ کو انہوں نے مصدر فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ باب ''افعال'' سے ہے۔یعنی اس کی وہی شکل ہے جو ہم نے ابھی ابھی قَبْلٌ (ق۔ب۔ل) سے اِقْبَالٌ اور اس سے پہلے عَمَلٌ یا (ع۔م۔ل) سے اِعْـمَالٌ بناکر دکھائی تھی۔لہٰذا اُن کے بیان کردہ اس مصدر اِحْـمَاءٌ کا مادہ یا سہ حرفی مصدر بنانے کیلئے آپ اُن حروف کو ساقط کردیں جو تین حرفی مادہ یا مصدر کو اِفْـعَالٌ کے باب میں تبدیل کرنے کے لئے بڑھائے تھے۔یعنی۔ا۔ف۔ع۔ا۔ل۔سے۔ا۔ع۔م۔ا۔ل۔(اِعْمَالٌ) بنانے میں تین حرفی مادہ (ع۔م۔ل) یا مصدر (عَـمَـلٌ) کے پہلے لایا ہوا الف ہٹادیں تو عمال رہ جائے گا۔پھر دوسرے حرف کے بعد کالایا ہوا الف بھی ساقط کریں تو عَمَلٌ یا ع۔م۔ل۔رہ جاتا ہے اور یہی تین حرفی مادہ اور مصدر ہے لہٰذا مصدر اِحْمَاءٌ میں سے بھی دونوں الف ہٹادیں تو ح۔م۔ء۔ یا۔ح۔م۔أ۔رہ جائے گا اور تین حرفی مصدر ''حَـمْأٌ'' بنے گا۔یعنی مصدر اِحْـمَاءٌ کو جب تین حرفی مادہ اور مصدر کی طرف واپس لایا گیا تو معلوم ہوا کہ اُس کا بنیادی مصدر اور مادہ ''حَمْأٌ'' یا۔ح۔م۔ا۔تھا۔

اب یہ سوچنے اور بوجھنے کی بات ہے کہ لغات القرآن والے علمانے پہلے دونوں الفاظ یعنی حَـمَاءٍ اور حَـمِئَۃٍ کا مصدر ''حَـمْأٌ'' بتایا تھا۔اور اس کے معنی ''کیچڑ اور دلدل ہونے کے بتائے تھے۔تو مصدر اِحْـمَـاءٌ کے معنی کیچڑ اور دلدل سے نکل کر ''تپایا جانا اور خوب گرم کیا جانا'' کیسے ہوگئے؟ یہ کون سا قاعدہ یا منتر ہے جس نے بنیادی مصدر کے معنی کو بدل کر رکھ دیا؟

قارئین نوٹ کریں کہ بنیادی یعنی تین حرفی مصدر کے معنی کسی دوسرے باب میں جانے سے ہرگز نہیں بدلتے۔البتہ متعینہ معنی میں وسعت پیدا کرنے کے لئے تین حرفی ابواب سے آگے والے ابواب میں لے جاتے ہیں۔جیسا کہ مثالوں میں دیکھا گیا ہے۔یعنی عَـمَلٌ کے معنی کام کرنا تھے اور باب اِسْتِفْعَالٌ میں جاکر عَـمَلٌ سے نیا مصدر اِسْتِعْـمَالٌ بنا تب بھی معنی نہیں بدلے بلکہ اب ''کام کرنا'' سے ''کام لینا'' یعنی استعمال کرنا ہوگئے ہیں۔ قَبْلٌ کے معنی ''پہل کرنا'' یا ''پہلے ہونا'' تھے۔اس کو جب باب استفعال میں لایا گیا تو لفظ قَبْلٌ سے اِسْتِقْبَالٌ۔نیا مصدر بنا اور اب بھی اُس کے بنیادی معنی برقرار رہے یعنی کسی آنے والے شخص کے آنے یا پہنچنے سے پہلے پہنچا ہوا ہونا۔اس کے آنے سے پہلے آنا۔آنے میں پہل کرنا۔لہٰذا اگر مصدر حَـمْأٌ کے معنی گارا یا کیچڑ کرنا تھا تو نئے مصدر اِحْـمَاءٌ کے معنی گارا یا کیچڑ کرانا چاہئیں۔گرم کرنا یا تپانا تو کسی طرح بھی نہیں ہوسکتے یا اگر حَـمْأٌ کے معنی گرم کرنا یا تپانا تھے۔تو نئے مصدر اِحْـمَاءٌ کے معنی گرم کرانا یا تپوانا ہونا چاہئیں۔یہ ہے رٹا مارنے والی قوم کا یا اہل زبان کا یعنی پیدائشی رٹا مارنے والوں کا حال۔مادری زبان ہونا اگر کافی ہوا کرتا تو اسکول جانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔مادری زبان اس کے سوا اور کیا ہے؟ کہ بچہ جو کچھ سنتا ہے اُسے یاد کرلیتا ہے یا رٹتا چلا جاتا ہے۔اور بس۔

لیکن اگر اسکول میں بھی وہ اساتذہ ملیں جنہوں نے گرائمر کورٹ لیا تھا تو مادری زبان والوں کی بدقسمتی اور زیادہ ہے۔اس لئے کہ وہ بولنا تو جانتے ہی ہیں۔لہٰذا وہ کم سے کم سوالات کریں گے۔لیکن جس کی مادری زبان نہیں وہ تو سمجھ کر بولنے اور لکھنے کے خیال سے زیادہ سے زیادہ اور قدم قدم پر سوالات کرے گا۔یہاں تک کہ اُسے غبی الذہن کہہ کر ڈانٹ ڈپٹ کر چپ رہنے پر مجبور نہ کردیا جائے۔بہر حال اُس کے بعد یہ دیکھئے

Presented by Ziaraat.Com

کہ مذکورہ بالا بائیس الفاظ چار مختلف صورت اور مختلف المعنی مادوں اور مصدروں سے بنے ہیں۔

لیکن گارے اور کیچڑ کی دلدل کے بعد تمام الفاظ کے معنی میں ایسی گرمی کی رٹ لگائی ہے جو مسلسل آخر تک چلی گئی ہے اور اسی گرمی میں پرہیز کرنا بھی ہے علاج کرنا بھی، دھواں اور سیاہی بھی پھیلتی چلی گئی ہے یہاں تک کہ لغت سے استفادہ کرنے والا چکرا جاتا ہے اور ذہن میں روشنی کی جگہ اندھیرا یا تاریکی چھا جاتی ہے۔ یہ لغات القرآن ہے جس سے استفادہ کرنے والے مترجمین نے قرآن کا ستیاناس کر کے رکھ دیا ہے۔

حقیقتاً ہوا یہ ہے کہ ح اور م جن مادوں میں آیا ہے اور حروف علت نے جن کی صورتوں کو ہم شکل کر دیا ہے۔ اُن کو علما نے مذکورہ بالا چاروں مادوں میں اور اُن کے مقررہ معنوں میں خلط ملط کر دیا اس لئے مادوں اور بنیادی مصدروں کے مختلف ہونے کے باوجود بھی اُن کے معنی ہر جگہ لکھتے چلے گئے ہیں۔ ساتھ ہی اُن پر خود ساختہ قدیم روایات کا اثر بھی ہوا مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق والی روایات نے لفظ ''حَـمَـا'' کے معنی ''گارا، کیچڑ اور دَلدل'' کرا دیئے اور یہ نہیں سوچا کہ آیت میں جن الفاظ کی بنا پر ''کیچڑ یا گارا'' مراد لیا گیا ہے وہ ''صَلْصَال'' اور ''مَسْنُوْن'' ہیں۔

آیت ملاحظہ کیجئے ارشاد ہے کہ: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ O (سورہ الحجر 15/26)

ہم اس آیت کا ترجمہ یا معنی ابھی نہیں لکھتے بلکہ پہلے یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس آیت میں انسانی تخلیق کے متعلق ایک فیصلہ سامنے رکھا گیا ہے۔ اور تمام اہل علم جانتے ہیں کہ ''تخلیق انسان'' اس کائنات کے تمام مسائل میں سب سے اہم سب سے مشکل اور سب سے عجیب وحیران کن مسئلہ ہے۔ اور جن لوگوں نے اس مسئلے کو قرآن کی تاکیدی ہدایات کے خلاف (نحل 16/43، انبیاً 21/7، فرقان 25/59 وغیرہ) صاحبانِ قرآن کو نظر انداز کر کے خود اپنی زبان دانی اور بصیرت کے برتے پر سمجھنے کی کوشش کی اُن کا کیا حال ہوا؟ وہ کیا سمجھے؟ اور کیسے سمجھے؟ کتنی سَر توڑ اور سَر کھپانے والی محنت ومشقت کی اور کیسی ذِلت وخواری کا سامنا مسلمانوں کو اُس وقت کرنا پڑے گا جب اُن کے نام نہاد کفار و بے دین لوگ سائنسی راہنمائی کے ذریعہ تخلیق انسان کا سربستہ راز فاش کر کے خود انسان سازی کی مہم شروع کر دیں گے اور مسلمانوں کی بکواس، قرآن کو ایک غلط کتاب ثابت کرنے میں مددگار رہنے گی؟

(5) مزید توضیحات تا کہ کلام مرتضوی تک رسائی ہو اور علیؑ وآئمہ معصومینؑ سے ہجرت (25/30) پر عملی ندامت واصلاح حال پر اقدامات کی توفیق ملے۔

آپ نے انسان کی اولین تخلیق پر بہت سی آیات میں سے ایک آیت پڑھی اور دیکھا کہ اُس میں غور طلب تین الفاظ آئے ہیں۔ اُن میں سے پہلے لفظ کے متعلق پھر مذکورہ لغات القرآن میں سے گزریں، ناول کی طرح نہیں، بلکہ ایک طالب علم اور متلاشی حق کی طرح غور کرتے ہوئے گذریں نیند آنے لگے یا طبیعت اُلجھنے لگے تو کتاب تکیے کے نیچے رکھ کر سو جائیں۔ اور معمول کے مطابق تلاش حق کو ''پھر کبھی'' کہہ کر چھوڑ دیں۔ اور اپنے کاروبار میں مصروف ہو جائیں۔ وہ بھی تو واجب ہے۔ اور ایسا واجب جو سوتے جاگتے ہر وقت سر پر سوار رہتا ہے۔ رہ گیا تلاشِ حق کا معاملہ اُس پر مواخذہ میں لاکھوں سال باقی ہیں۔ اور بقول معاویہ وبزرگانِ دین خبر نہیں کہ مواخذہ ہوگا بھی کہ نہیں؟

(الف) لفظ صلصال اور لغات القرآن۔

''صلصال۔ بجتی ہوئی مٹی، کھنکھناتی ہوئی مٹی، وہ خشک مٹی کہ جب اُس پر اُنگلی ماری جائے تو بجنے اور کھنکھنانے لگے (اِس مولویانہ اور بے نیازانہ جملہ پر غور بھی کریں اور عمل بھی۔ یعنی زمین سے سوکھی مٹی کی ایک مٹھی اُٹھایئے اور اُس پر انگلی مار کر آواز سننے کی کوشش کیجئے اور اگر وہ نہ بجے یا

Presented by Ziaraat.Com

نہ کھنکھنائے تو سب سے پہلے جو مولوی ملے وہ مٹی کی مٹھی اُس کی آنکھوں میں آنکھ بچا کر جھونک دیجئے اس لئے کہ مولوی مولوی سب برابر اور سب بھائی بھائی۔اس ملعون کو کہنا چاہئے تھا کہ پہلے مٹی کو پانی میں گوندھ کر سوکھنے دیجئے۔وغیرہ۔احسؔن)صلصال کہلاتی ہے۔اور بعض نے اس کے معنی سڑی ہوئی مٹی کے بھی بیان کئے ہیں۔امام راغب (وہی نوسو سال پہلے کا عالم) لکھتے ہیں کہ:

’’اصل میں صلصال، خشک چیز کے بجنے کا نام ہے (یعنی بجنے والی مٹی کا نام نہیں بلکہ اس کی آواز کا نام ہے۔احسن) اسی سے محاورہ ہے صَلَّ الْمِسْمَارَ (کھونٹی بجی) (یہاں بقول بعض اگر ’’صَلّ‘‘ کے معنی درود یا نماز کر لیں تو معنی ہوں گے کہ ’’کھونٹی نے نماز پڑھی یا درود بھیجا۔یہ علما پر طنزیہ جملے ہیں۔احسن) اور اسی سے خشک مٹی صلصال سے موسوم ہے۔(یعنی دراصل خود صلصال مٹی نہیں ہے۔احسؔن) اِس لئے کہ وہ بجتی ہے۔ارشاد ہے مِنۡ صَلۡصَالٍ كَالۡفَخَّارِ (کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا۔رحمٰن 55/14) اور مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَإٍ مَّسۡنُونٍ (کھنکھناتے سَنے گارے سے۔ حجر 15/26) اور صَلۡصَلَةٌ اُس باقی ماندہ پانی کا نام ہے جو مشکیزے میں ہلنے کی کھڑکھڑاہٹ سے مشابہ ہونے کی بنا پر اِس نام سے موسوم ہے۔اور بعض نے کہا کہ صلصال سڑی ہوئی مٹی ہے۔یہ عرب کے محاورے صَلَّ اللَّحۡمُ (گوشت سڑ گیا) (یا گوشت نے درود بھیجا یا نماز پڑھی۔یہ علما پر طنزیہ جملے ہیں۔احسن) سے ماخوذ ہے۔اُن کا بیان ہے کہ اس کی اصل صَلَّالٌ ہے۔ایک لام کو ص سے بدل لیا گیا ہے‘‘ (راغب کا بیان ختم)

فَــرَّاء کا بیان ہے کہ صلصال وہ مٹی ہے جس میں ریگ (ریت) ملی ہوئی ہو۔اور اس طرح بجنے لگے جس طرح کہ ٹھیکری بجتی ہے۔اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ صلصال وہ مٹی ہے جس کو آنچ نہ پہنچی ہو اور جب تم اُس کو اُنگلی سے ٹھونکو تو بجنے لگے۔اور تم اُس کی کھنکھناہٹ سن لو، اور جب وہ آگ میں پکائی جائے تو فَخَّارٌ ہے۔نیز ہر وہ شے جو کھن کھن بولے صلصال ہے۔(یعنی تانبہ، پیتل وغیرہ۔احسن) طبری نے قتادہ سے باسناد صحیح ایسا ہی نقل کیا ہے۔اور مجاہد سے سڑی ہوئی کے معنی روایت کئے ہیں اور کسائی نے بھی مجاہد ہی کے قول کو اختیار کیا ہے۔(فتح الباری جلد 6 صفحہ 257-258 معالم التنزیل جلد 4 صفحہ 53 طبع مصر)

لغات القرآن کا بیان ابھی جاری ہے۔یہاں رک کر یہ سوچئے کہ اگر اللہ نے مٹی کو پانی میں گوندھ کر اُسے سکھا کر آگ پر پکا کر اُسے کھنکھنانے اور بجنے کے قابل بنا کر پھر اس سے آدمؑ کو بنایا تھا تو کمال کر دیا تھا یعنی اس ٹھیکرے کی طرح سخت دو تین من مٹی میں یہ لچک پیدا کرنا کمال ہی تھا کہ پھر اُس سے یہ انگلیاں اور یہ رگیں اور یہ گوشت و خون جیسے نرم اعضا اور سامان بنا دیا۔اس لئے علما نے اللہ کو زیادہ جھگڑے سے بچانے کیلئے لکھ دیا کہ گارے سے پیدا کیا تھا۔کیوں کہ گارے کو شکل دینا آسان تھا۔لہٰذا علما قابل تعریف ہیں نہ کہ قابل مذمت؟ (بیان جاری ہوتا ہے)

’’یہاں یہ امر ذہن نشین رہے (لغات القرآن والے بول رہے ہیں۔احسؔن) کہ صفتِ خلقتِ انسانی یعنی حضرت آدمؑ علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں قرآن مجید میں مختلف عبارتیں مذکور ہیں۔کہیں فرمایا مِنۡ تُـرَابٍ (مٹی سے) کہیں ارشاد ہے کہ مِنۡ طِيۡنٍ لَّازِبٍ (چپکتے گارے سے) (غور کریں کہ یہاں طین کے معنی بھی گارا کئے ہیں۔احسؔن) اور کہیں مذکور ہے مِنۡ حَـمَإٍ مَّسۡنُوۡنٍ (سَنے گارے سے) اور کہیں وارد ہے۔صَلۡصَالٍ كَالۡفَخَّارِ (کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا) تو واضح رہے کہ اِن عبارات میں حقیقت میں اختلاف نہیں ہے۔بلکہ مطلب ایک ہی ہے۔کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اول مٹی سے پیدا کیا پھر (پیدا شدہ آدم میں۔احسؔن) اُس میں پانی ملا تو ’’طین لازب‘‘ ہوئی۔یعنی اُس میں چپک پیدا ہوئی (یعنی آدمؑ چپکنے لگے۔احسؔن) اس کے بعد حَمَإٍ مَّسۡنُون کہلائی کہ سیاہ ہوگئی

Presented by Ziaraat.Com

اور سڑ گئی (یعنی آدمؑ کالے ہوکر بدبودار ہوگئے۔اور لغات قرآن کے سابقہ بیان کی رو سے آدمؑ پھر کیچڑ اور گارا اور دلدل بن گئے۔احسن) پھر جب خشک ہوگئی صلصال کَالفَخَّارِ سے موسوم ہوئی کہ ٹھیکری کی طرح کھن کھن بولنے لگی (یعنی آدمؑ آخر کار ایک مٹکے کی صورت میں تیار ہوگئے۔احسن) (دیکھو لباب التاویل از علامہ خازن بغدادی جلد 7 صفحہ 4 طبع مصر) اور لغات القرآن کی جلد 4 صفحہ 32-31)

یہ تھا آپ کے جدّاعلیٰ کی پیدائش کا قرآنی قصہ۔اِس سے پہلے آپ نے اس آیت (15/26) کے دوسرے لفظ ''حَمَاٍ'' کا بیان پڑھ لیا ہے۔اب تیسرے لفظ پر روشنی یا اندھیرا دیکھیں۔لکھا ہے کہ:

''مَسْنُوْنٍ۔اسم مفعول واحد مذکر ہے۔ سَنٌّ۔مصدر ہے۔باب نَصَرَ سے ہے۔1۔متغیر (علامہ بغوی) سڑا ہوا۔2۔(سیوطی)3۔تیز کرنا۔ 4۔ملنا۔5۔رگڑنا۔6۔تیز چلانا۔7۔متغیر کر دینا۔8۔ظاہر کرنا۔9۔دانت سے کاٹنا۔10۔سخت سزا دینا۔11۔راستہ پر چلنا۔12۔منہ پر پانی بہانا۔(13۔مسلمان ہوکر مولوی بن جانا۔ احسن) سِنٌّ۔دانت۔اَسنَانٌ۔جمع ہے۔سُنَّۃٌ۔چہرہ۔2۔رخسار۔3۔پیشانی۔4۔صورت۔ 5۔عادت۔6۔طبیعت۔7۔طریقہ(8۔بکواس۔احسن) سَنَنٌ۔1۔کھلا راستہ۔2۔روشن۔(3۔گمراہی۔احسن) سِنَانٌ۔1۔بھالا۔2۔ ہر چیز کی تیزی۔سَنُوْنٌ منجن۔ مِسَنٌّ۔تیز کرنے کا آلہ یعنی۔سَانٌ۔مَسْنُوْنٌ۔1۔تیز اور چمکدار چھری۔2۔ہر متغیر چیز۔(یعنی وہ چیز جس پر سالھا سال گزرنے سے تغیر اور تبدل آ گیا ہو۔لغات القرآن) تَسَنُّنٌ۔1۔متغیر ہونا۔2۔طریقہ اختیار کرنا۔3۔یعنی سنت رسولؐ پر چلنا''۔
(لغات القرآن جلد 5 صفحہ 386)

قارئین فہرست کے اوقات میں ان تیس بتیس معنی کو ادل بدل کر زیر بحث آیت (حجر 15/26) میں فٹ کر کے دیکھیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو اور اللہ کو اور قرآن کو پہچانیں اور علما کو اُن کی اس گمراہ کن محنت پر داد دیں۔یا ہمیں برا بھلا کہہ ڈالیں۔اور ساتھ ہی یہ نوٹ کریں کہ ان معنی میں کئی ایک الفاظ ایسے ہیں جن کی عربی آپ کو بھی معلوم ہے مگر سب کو لفظ مَسْنُوْنٌ کے معنی پر گھسیڑ دیا گیا تا کہ معنی کی تحقیق کرنے والا گمراہ ہوکر اور چکرا کر رہ جائے۔اور یقین ہوجائے کہ قرآن کے کسی لفظ کے کوئی مستقل معنی نہیں ہیں۔معنی کے لغوی ڈھیر میں سے جو معنی جس کو پسند ہوں قرآن کے ترجمہ میں لکھ دے۔اور مترجم بن جائے۔یہی سبب ہوا کہ ہم نے قرآن کے ترجمہ اور تشریح کا کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔اگر ایک ترجمہ بھی ایسا ہوا ہوتا جو اللہ کی منشاء ومراد کی ترجمانی کرتا تو ہم اس محنت سے بچ کر اتنے دنوں میں کوئی اور مفید کام کرتے۔لیکن ہم نے دیکھا اور برسوں برداشت کیا کہ قرآن اور نہج البلاغہ کو شیعہ اور سنی علمانے قریشی پالیسی کی تائید میں بکواس بنا دیا ہے اور جو بھی ترجمہ کیلئے اُٹھتا ہے۔اسے بکواسِ مبین بنا تا جارہا ہے۔لوگ مفکر قرآن بن کر اُٹھتے ہیں اور امت کو مزید گمراہی میں مبتلا کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔آیئے ہم نہج البلاغہ کے پہلے خطبے سے اپنا وہ ترجمہ دکھائیں جس میں حضرت علی علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق پر روشنی ڈالتے ہیں۔اور اُن کی تخلیق کے متعلق تمام آیات کو اُجاگر فرماتے ہیں۔

<u>(ب) حضرت علیؑ، صاحبؑ قرآن تخلیق آدمؑ پر چند قابل فہم جملے ارشاد فرماتے ہیں۔یہی وہ بزرگؑ و برتر اور تخلیق کائنات پر شہیدؑ ہیں جن سے پوچھنا لازم ہے۔</u>

آپ نے ضرور دیکھا ہوگا کہ دفتروں میں اور اُن لوگوں کی میزوں پر جو کاغذات پھیلائے رکھتے ہیں، مختلف شکل کے پیپرویٹ (کاغذ دبانے کے وزن Paper weights) ہوتے ہیں۔تا کہ کاغذات اُڑنے اور بکھرنے نہ پائیں۔ان میں کچھ شیشے کے بنے ہوئے بھی ہوتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ بڑے دیدہ زیب، گنبد نما، جن کے اندر بڑے حسین رنگوں کے پھول بھی ہوتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ایک پیپرویٹ لے کر کسی بھی عالم یا آیت اللہ، حجۃ اللہ کے پاس جائیں اور اُسے دکھا کر دریافت کیجئے کہ حضور اس سفید شیشے کے اندر یہ مختلف رنگ کے پھول کیسے بنائے گئے ہیں؟ اگر آپ نے اور مجتہد صاحب نے کسی گلاس فیکٹری میں جا کر بلبوں (Bulbs) چمنیوں، گلاسوں وغیرہ وغیرہ کو بناتے اور بنتے ہوئے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تو آپ اور وہ اُن کے متعلق جو کچھ کہیں گے وہ قیاسِ باطل کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔ انسان ہی کے متعلق نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز کی تخلیق کے متعلق صحیح جواب اُس انسان کا ہوسکتا ہے جو تخلیق کے مختلف مراحل میں اپنے ہوش وحواس وعقل وشعور کے ساتھ اس مقصد کے لئے موجود رہا ہو یا رکھا گیا ہو کہ اُس کو کائنات کی ہر چیز کی تخلیق و ماہیت وخواص وغرض وغایت بیان کرنا اور سکھانا ہے۔ سرسری طور پر اتفاقیہ دیکھ لینا کافی نہیں ہے۔ نہ تماشائی کی حیثیت سے دیکھنا مفید ہے۔ اپنے ہاتھوں تخلیق کے تمام مراحل مکمل کرنے والا ہی کہہ سکتا ہے کہ:

"آدمؑ کا خمیر میں نے چالیس دن میں تیار کیا تھا"

ہم نہیں جانتے مگر اندازہ ہے کہ چالیس میں کا ہر دن پچاس پچاس ہزار سال کا ہونا چاہئے یعنی کم از کم بیس لاکھ سال کی مدت صرف خمیر اُٹھانے اور سانئے میں لگنا چاہئے۔ یہی سبب ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا O الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا O (فرقان 25/58-59)

مودودی ایسے دشمنِ علیؑ کا ترجمہ؟

"اے محمدؐ اُس خدا پر بھروسہ رکھو جو زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں۔ اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو۔ اپنے بندوں کے گناہوں سے بس اُسی کا باخبر ہونا کافی ہے۔ وہ جس نے چھ دنوں میں زمین اور آسمانوں کو اور اُن ساری چیزوں کو بنا کر رکھ دیا جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں، پھر آپ ہی (کائنات کے تختِ سلطنت) "عرش" پر جلوہ فرما ہوا۔ رحمٰن، بس اس کی شان بس کسی جاننے والے سے پوچھو"
(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 460۔ فرقان 25/58-59)

ہمارا با مقصد اور قرآن کے الفاظ کی رعایت کے ساتھ ترجمہ۔

"اے محمدؐ، تم اپنے تمام معاملات اور مشکلات میں اُس مخصوص زندہ ہستی پر بھروسہ رکھو جو کبھی مرنے والی نہیں ہے اور اُس کی حمد کو ہمہ گیر بنادو اور وہی اپنے تمام بندوں کے متعلقات پر ایسا خبیر ہے کہ جس نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے سب کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کے بعد عرش پر مرکز حکومت قائم کیا۔ بہرحال رحمٰن اور اُس کی مخلوقات کی تفصیل پر تم خبیر سے معلومات حاصل کیا کرو"۔

اِن دونوں آیات میں دو (2) خبیرؑ مذکور ہوئے ہیں۔ ایک خبیر اللہ ہے۔ جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ دوسرا خبیرؑ مخلوق ہے۔ اور رحمٰن پر اور اُس کی مخلوقات پر تخلیقی طور پر مطلع ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ انسانی زبان میں انسانوں کی سمجھ میں آسکنے کے قابل کائناتی معلومات پر اُس سے خود بھی سوال کیا کریں اور دوسروں کو بھی حکم دیں کہ جس بات کو بھی وہ نہ جانتے ہوں اور جاننا چاہیں تو اُس صاحب قرآن اور صاحبِ رسولؐ سے دریافت کرلیا کریں (16/43، 21/7)

Presented by Ziaraat.Com

حضرت آدمؑ اور علیؑ۔

اب ہم حضور علیہ السلام کے بیان کا صرف ترجمہ لکھیں گے اور جملوں کے مذکورہ نمبر بھی دیں گے تاکہ ترجمہ کا مقابلہ کیا جا سکے:

(115) پھر اس ذات پاک نے زمین میں سے رنج وملال وسہولت فراہم کرنے والے عناصر جمع کئے (116) اور لذیذ وتلخ سامان فراہم کیا (یعنی صرف مٹی ہی جمع نہیں کی تھی بلکہ وہ سامان لیا تھا جو غذاؤں کی صورت میں انسان کو مٹی سے ملتا ہے۔ احسن)

(117) عناصر سے بھرپور اُس مٹی کو پانی کے ساتھ اُس وقت تک قانونی ترکیب دی گئی جب تک کہ وہ خلوص کی حامل نہ ہوگئی۔

(118) اور اُس کو افادیت کے ذخیرہ کے ساتھ حاملہ کیا جاتا رہا یہاں تک کہ وہ ایک مخصوص حالت اختیار کر گئی۔

(119) چنانچہ یوں تیار کردہ سامان سے اللہ نے ایک ایسی جبلّی صورت تیار کر دی جو پسند کر کے وصول کرنے والی اور ناپسند کر کے الگ اور دُور کرنے والی تھی۔ (120) اور جس میں اعضائے جسمانی اور جسم کے مختلف حصے تھے۔ (121) اُسے منجمد کرنے کی کارروائی اُس وقت تک جاری رکھی گئی جب تک اُس کے تمام اعضا نے آپس میں تعلق پیدا نہ کر لیا۔ (122) اور جسمانی اعضاء میں تمسک کے بعد اُس مجسمہ کی صفائی، (123) رعنائی کا کام اس وقت تک جاری رہا جب تک اس نے راحت اور تکلیف پر ردعمل ظاہر نہ کیا۔ (124) یہ تمام عملدرآمد برابر ایک قابل شمار مدت تک جاری رکھا گیا جس کی صحیح مدت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ (125) جسمانی ساخت اور نظام جسمانی کی تکمیل کے بعد اللہ نے اُس مجسمہؑ کے اندر اپنی روح میں سے پھونک دیا۔ (126) پھر کیا تھا وہ مجسمہ تو ایسے انسان کی صورت میں اُٹھ کھڑا ہوا جو ذہنی قوتوں کو استعمال کرنے والا تھا۔ (127) اور قوت فکریہ پر قابو رکھتا تھا۔ (128) اور اپنے اعضائے جسمانی سے خدمت وکام لیتا تھا۔ (129) اور آلات ووسائل کو انقلاب کے لئے استعمال کرتا تھا۔ (130) اور ایسی معرفت اور تمیز رکھتا تھا جو حق اور باطل کا فرق معلوم کر لیتی تھی۔ (131) اور مختلف چیزوں کے ذائقے اور خوشبو کا پتہ چلا سکتی تھی (132) اور تمام رنگوں اور جنسوں کو جان سکتی تھی۔ (133) اس لئے کہ وہ....... خود بھی مختلف قسم کے رنگوں کے نچوڑ اور خصوصیات کا مرکب تھا۔ (134) اور کائنات کی مختلف یگانگت رکھنے والی چیزوں کی پیداوار تھا۔ (135) اور اُس میں وہ اجزا بھی تھے جو ایک دوسری کی ضد ہوتے ہیں اور (136) ایسے عناصر اور موالید بھی تھے جن میں کشیدگی پائی جاتی ہے۔ (137) مثلاً وہ سردی اور گرمی کا بھی احساس رکھتا تھا۔ (138) اور افادیت اور جمود کو جانتا تھا اور پرکھ سکتا تھا۔ (139) اور وہ مسرت اور کوفت وبرائی میں تمیز کر سکتا تھا۔ (140) اور اب اللہ سبحانہ نے ملائکہ سے اپنی سونپی ہوئی امانت طلب کی جو اُن کے پاس تھی۔ (141) اور چاہا کہ ملائکہ وہ معاہدہ پورا کریں جو اُن کے ساتھ کیا گیا تھا۔ (142) جو کہ آدمؑ کے لئے سجدہ کے حکم کو تسلیم کرنے کے معاملہ میں تھا۔ (خطبہ نمبر 1 بیان الامامۃ)

قارئین سوچیں کہ اس چشم دید اور حقیقت انگیز بیان کی موجودگی میں بھی علمائے شیعہ نے تخلیق آدم علیہ السلام پر وہی بکواس جاری رکھی جو قریشی پالیسی اور روایات نے فراہم کی تھی۔ گارے مٹی، کیچڑ کے اچھالنے اور دلدل میں پھنسنے اور پھنسانے میں مصروف رہے۔ حالانکہ مٹی ہی تمام پھول اور اُن میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ سونا چاندی اور پھل اور پھلوں میں ذائقے اور لذت عطا کرتی ہے۔ اُسی سے نرمی، سختی، جذبات اور احساسات پیدا ہوتے ہیں۔ آیئے جھوٹوں پر لعنت کریں اور یہ بتائیں کہ مولائے کائنات کے استعمال کردہ الفاظ "اَلْحَمَأ" اور "اَلْحُمَۃُ" سے مراد جہاں سارے برسرپیکار قریش مع طلحہ وزبیر اور عائشہ ہیں۔ وہیں سارے قریشی قبیلے کو سُسرالی رشتہ والا قبیلہ فرمایا ہے اور اُس پر یہ حقیقت مزید واضح فرمائی ہے کہ یہ قبیلہ درحقیقت خانوادہ نبوت علیہ السلام کی حمایت میں داخل تھا۔ یعنی حمایت میں اور سرپرستی میں رہتے رہتے اسماعیل علیہ السلام کی

Presented by Ziaraat.Com

اولاد میں کہلانے لگا۔ ورنہ درحقیقت وہ قحطان کی نسل کے مخلوط النسل لوگ تھے۔ یعنی خالص قحطانی بھی نہ رہے تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جنہیں حضرت قُصَّی علیہ السلام مکہ کے گردونواح میں سے جمع کر کے (قریش کے معنی) خانہ بدوشی کی زندگی چھوڑنے اور مکہ کے خالی پڑے ہوئے گھروں میں آباد ہو جانے کو کہا تھا۔ اور یوں یہ لوگ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ہوتے ہوئے بھان متی کا کنبہ بنے اور بنی ہاشمؑ کی خدمت کرتے کرتے رشتہ دار بن بیٹھے اور حکومت پر قبضہ کر لینے کے بعد تو باقاعدہ افسانوی تاریخ و حدیث و تفسیر سے رشتہ داری کو ثابت کرنے کا ڈھونگ رچایا اور صدیوں تک اتنا ڈھول پیٹا اور پروپیگنڈا کیا کہ ساری دنیا نے یہ سمجھ لیا کہ:

''اچھے، بُرے، مخالف و موالف، جیسے بھی تھے، تھے رشتہ دار ہی''

حالانکہ اُن خبیثوں سے محمدؐ و علیؑ اور اُن کے خاندان علیہم السلام کا کسی قسم کا بھی رشتہ نہ تھا۔ قریش ایک مخاطب مگر غیر قوم اور دشمن قوم تھی۔

(فرقان 25/31)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر:32

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر:32

خُطبہ ﴿32﴾

عہدِ مرتضوی کے مسلمانوں کا دینِ اسلام سے تعلق اور عمل در آمد، مسلمانوں کی چار بڑی بڑی قسمیں، منبر نشین لُٹیرے اور متقی و مقدس قزّاق۔

1۔دین کی آڑ میں قتل و غارت اور لوٹ مار کرنے والے۔2۔منبروں پر تقریروں اور قیادت و سربراہی کے ذریعہ دولت کمانے والے۔3۔دین کو مقدس و متقیوں کے لباس میں تباہ کرنے والے4۔دینی اقدار کو بدلنے والے نیکی کو بدی اور برائی کو اچھائی بنا ڈالنے والے۔5۔آفات و حادثات سے لاپرواہ اور غافل رہنے والے۔6۔قیامت کے مواخذہ سے ڈر ڈر کر آنسو بہانے والے، گوشہ نشینی میں بھی خوف و ہراس و ذلت میں بسر کرنے والے۔7۔نصیحت و تبلیغ کرتے کرتے تھک کر، اُکتا کر بیٹھ رہنے والے، منہ بند کر کے ذلت اور زیردستی کی زندگی بسر کرنے والے۔8 ۔صرف دعاؤں سے حالات کو بدلنے میں کوشاں اور ناکام لوگ۔9۔علم سے کام نہ لینے اور جہالت پر قناعت کر لینے والے 10۔دنیا کمانے کے لئے نیکیاں کرنے والے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا قَدْ اَصْبَحْنَا فِیْ دَهْرٍ عَنُوْدٍ ؛	1	اے لوگو! ہم نے ایسے لوگوں کی دنیا میں صبح کی ہے جو بغض و عناد میں مبتلا ہیں۔
وَّزَمَنٍ كَنُوْدٍ؛	2	اور ہم ایسے زمانہ میں موجود ہیں جس میں ناشکری کا دور دورہ ہے۔
يُعَدُّ فِيْهِ الْمُحْسِنُ مُسِيْئًا ؛	3	جہاں نیکوں سے بدکاروں ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔
وَّيَزْدَادُ الظَّالِمُ فِيْهِ عُتُوًّا ؛	4	اور جہاں ظالم لوگوں کی سرکشی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔
لَانَنْتَفِعُ بِمَاعَلِمْنَا ؛	5	ہم اپنے علم اور معلومات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔
وَلَانَسْاَلُ عَمَّاجَهِلْنَا ؛	6	اور جن چیزوں سے ہم جاہل ہیں ان کا علم حاصل نہیں کرتے۔
وَلَانَتَخَوَّفُ قَارِعَةً حَتّٰى تَحِلَّ بِنَا ؛	7	اور جب تک آفات و مصائب ہمارا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے اس وقت تک ہم ان سے نہیں ڈرتے۔
فَالنَّاسُ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَصْنَافٍ :	8	چنانچہ یہاں چار قسم کے لوگ ہیں اور ان چاروں قسموں میں سے ایک وہ ہیں
مِنْهُمْ مَّنْ لَّايَمْنَعُهُ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِلَّامَهَانَةُ نَفْسِهٖ ؛	9	جو اس دنیا میں اس لئے فتنہ و فساد پھیلانے سے باز رہتے ہیں کہ وہ خود گھٹیا درجے کے اور بے علم و ہنر لوگ ہیں اور اپنے گھٹیا پن اور بے بضاعتی پر مطلع ہیں اور یہ کہ:

Presented by Ziaraat.Com

وَ كَلَالَةُ حَدِّهٖ ؛	10	ان کے پاس لوگوں کو مغلوب کرنے اور متاثر کرنے کا سامان محدود ہے۔
وَنَضِيْضُ وَفْرِهٖ ؛	11	اوران کے پاس سرمایہ بھی کافی نہیں ہے۔(ورنہ وہ فساد کرتے)
وَمِنْهُمُ الْمُصْلِتُ لِسَيْفِهٖ ؛	12	اوردوسرے وہ ہیں جو تیغ بکف رہتے ہیں۔
وَالْمُعْلِنُ بِشَرِّهٖ ؛	13	اوراعلانیہ شر پھیلانے کا کاروبار کرتے ہیں۔
وَالْمُجْلِبُ بِخَيْلِهٖ وَرَجْلِهٖ ؛	14	اوراپنی کامیابی کے لئے سوار و پیادہ افواج جمع کر کے قتل و غارت کررہے ہیں،
قَدْاَشْرَطَ نَفْسَهٗ ؛	15	اورحصول مقصد کے لئے اپنی ذات کوداؤ پرلگا دیا ہے
وَاَوْبَقَ دِيْنَهٗ ؛	16	اوراپنے دین کوتباہ و برباد کرلیا ہے۔
لِحُطَامٍ تَنْتَهِزُهٗ ؛	17	تاکہ دین کے ذریعہ دنیا ودولت کمائے اور دین کو دنیا کے بدلے بیچتا رہے۔
اَوْمِقْنَبٍ يَّقُوْدُهٗ ؛	18	یادین کے ذریعہ سے قیادت اورسربراہی حاصل کرلے،
اَوْمِنْبَرٍ يَّفْرَعُهٗ ؛	19	یامنبر پرتسلط حاصل کرکے اپنے وسائل میں وسعت پیدا کرے۔
وَلَبِئْسَ الْمَتْجَرُ اَنْ تَرَى الدُّنْيَا لِنَفْسِكَ ثَمَنًا ؛	20	بہت ہی برا کاروبار ہے یہ کہ جس میں اپنا دین اپنی عزت اوراپنی ذات اوراپنی آخرت کے پیسے بنالئے ہیں۔
وَمِمَّالَكَ عِنْدَاللّٰهِ عِوَضًا ؛	21	اوراللہ کی نعمتوں کا گھٹیابدلہ لیا ہے۔
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّطْلُبُ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْاٰخِرَةِ ؛	22	اورایک قسم کے لوگ وہ ہیں جو دینی عبادات ورسومات وتبلیغات اس لئے جم کر کرتے ہیں کہ ان اعمال سے دنیا کمائیں۔
وَلَا يَطْلُبُ الْاٰخِرَةَ بِعَمَلِ الدُّنْيَا ؛	23	اوردنیا میں نیکیاں کرکے آخرت میں نجات حاصل نہیں کرتے۔
قَدْ طَاْمَنَ مِنْ شَخْصِهٖ ؛	24	انہوں نے اپنی شخصیت پرمصنوعی انکساری سنجیدگی اور وقار برقرار رکھنے کی پریکٹس کرلی ہے۔
وَقَارَبَ مِنْ خَطْوِهٖ ؛	25	وہ آہستہ آہستہ خاص انداز سے قدم اٹھاتے ہوئے چلاکرتے ہیں۔
وَشَمَّرَ مِنْ ثَوْبِهٖ ؛	26	اپنے لباس اوردامن اور پیجامہ کوسنوار کے سنبھال کے رکھتے ہیں۔
وَزَخْرَفَ مِنْ نَّفْسِهٖ لِلْاَمَانَةِ ؛	27	اوراپنے مصنوعی حالات ایسے بنالیتے ہیں کہ لوگ انہیں امانت دارسمجھنے لگتے ہیں۔
وَاتَّخَذَ سِتْرَاللّٰهِ ذَرِيْعَةً اِلَى الْمَعْصِيَةِ ؛	28	انہوں نے اللہ کے پردہ پوشانہ رویہ کوگناہ کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے تاکہ موقع شناسی سے گناہ کریں۔
وَمِنْهُمْ مَّنْ اَقْعَدَهٗ عَنْ طَلَبِ الْمُلْكِ	29	ان ہی میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جوفطری سستی اورکم ہمتی کی بناپرملکی اقتدار

ضُؤُوْلَةُ نَفْسِهٖ ؛		حاصل کرنے میں پچھڑ گئے ہیں (ورنہ وہ بھی دوسروں کی طرح فتوحات میں حصہ لیتے)
وَ انْقِطَاعُ سَبَبِهٖ ؛	30	اور وسائل و اسباب کے فقدان نے انہیں مجبور کیا ہے کہ:۔
فَقَصَرَتْهُ الْحَالُ عَلٰى حَالِهٖ ؛	31	جس ناسازگار ماحول میں پڑے ہیں اسی حال پر قناعت کرلیں۔
فَتَحَلّٰى بِاسْمِ الْقَنَاعَةِ ؛	32	انہوں نے اپنی تمام کمزوریوں کو چھپانے کیلئے قناعت کا زیور و لباس پہن رکھا ہے
وَتَزَيَّنَ بِلِبَاسِ اَهْلِ الزَّهَادَةِ ؛	33	اور خود کو عابدوں اور زاہدوں کے بہروپ میں لوگوں کے سامنے ڈھونگ کے لباس میں سجا کر پیش کرتے ہیں۔
وَلَيْسَ مِنْ ذٰلِكَ فِيْ مَرَاحٍ وَّ لَا مَغْدًى ؛	34	حالانکہ قناعت و زہد و عبادت سے ان لوگوں کو نہ سوتے وقت اور نہ ہی جاگتے وقت کوئی تعلق رہتا ہے۔
وَبَقِيَ رِجَالٌ غَضَّ اَبْصَارَهُمْ ذِكْرُ الْمَرْجِعِ ؛	35	اب باقی رہے چوتھی قسم کے تھوڑے سے لوگ جن کی آنکھیں اللہ کی طرف واپسی کی یاد میں اور واپسی کی فکر میں جھکی رہتی ہیں۔
وَاَرَاقَ دُمُوْعَهُمْ خَوْفُ الْمَحْشَرِ ؛	36	اور حشر و نشر کے خوف سے آنسو بہتے رہتے ہیں۔
فَهُمْ بَيْنَ شَرِيْدٍ نَّادٍّ ؛	37	ان میں سے بعض ترک دنیا کر کے تنہائیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔
وَخَائِفٍ مَّقْمُوْعٍ ؛	38	کچھ خوف زدہ و ستم رسیدہ ہیں اور ذلتیں برداشت کر رہے ہیں۔
وَسَاكِتٍ مَكْعُوْمٍ ؛	39	اور ایسے بھی ہیں جو ہمیشہ کے لئے چپ سادھ چکے ہیں۔
وَدَاعٍ مُّخْلِصٍ ؛	40	کچھ حصول مقاصد دینی کے لئے پرخلوص دعائیں مانگتے ہیں
وَثَكْلَانَ مُوْجَعٍ ؛	41	کچھ غم زدہ اور درد رسیدہ ہیں۔
قَدْ اَخْمَلَتْهُمُ التَّقِيَّةُ؛	42	یقیناً انہیں تقیہ نے گمنامی کے پردہ میں دھکیل دیا ہے۔
وَشَمِلَتْهُمُ الذِّلَّةُ؛	43	اور تقیہ ہی نے انہیں ذلت و خواری سے دوچار کردیا ہے۔
فَهُمْ فِيْ بَحْرٍ اُجَاجٍ ؛	44	وہ ایک تلخی کے سمندر میں غوطے کھا رہے ہیں۔
اَفْوَاهُهُمْ ضَامِزَةٌ ؛	45	ان کے منہ بند ہیں کہ تلخی اندر نہ جائے،
وَقُلُوْبُهُمْ قَرِحَةٌ ؛	46	اور ان کے دلوں کے اندر گھاؤ زخم ہیں،
قَدْ وَعَظُوْا حَتّٰى مَلُّوْا ؛	47	یقیناً انہوں نے اس قدر تبلیغ اور وعظ کئے کہ وہ اکتا گئے اور ان کا دل بھر گیا۔
وَقُهِرُوْا حَتّٰى ذَلُّوْا ؛	48	اور ان پر اس قدر جبر ہوا کہ ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔
وَقُتِلُوْا حَتّٰى قَلُّوْا؛	49	اور اتنا قتل کئے گئے کہ قلیل تعداد میں رہ گئے۔

فَلْتَكُنِ الدُّنْيَا فِىْ اَعْيُنِكُمْ اَصْغَرَ مِنْ حُثَالَةِ الْقَرَظِ ؛	50	ان حالات کا تقاضا یہ ہے کہ تمہاری نظر میں دنیا اور دنیا کا سامان ببول کے چھلکوں ،
وَقُرَاضَةِ الْجَلَمِ ؛	51	اوراون کے ڈھول نما ذرّوں سے زیادہ قیمتی نہ رہنے پائے۔
وَاتَّعِظُوْا بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَبْلَ اَنْ يَّتَّعِظَ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ ؛	52	اور تمہیں اپنے سے قبل کے لوگوں کے حالات سے عبرت اور سبق حاصل کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ تمہارے بعد والے لوگ تمہارے برے حالات سے سبق حاصل کریں۔
وَارْفُضُوْهَا ذَمِيْمَةً فَاِنَّهَا قَدْ رَفَضَتْ مَنْ كَانَ اَشْغَفَ بِهَا مِنْكُمْ ؛	53	لہٰذا تمہیں چاہئے کہ تم دنیا کی آسائشوں کو مذموم سمجھ کر اسکے سامان سے روگردانی کرلو اس لئے کہ اس دنیا نے ان لوگوں سے منہ پھرالیا تھا جو تم سے زیادہ اس کے شیدا تھے۔

تشریحات۔

وفات رسولؐ کے فوراً بعد سے لے کر اپنے زمانے تک قریش اور اُمت کے مابین گزرنے والے حالات وحادثات کو حضورؑ نے سمیٹ کر بعد والے لوگوں کے لئے جمع کر دیا ہے۔

یہ خطبہ جہاں قریشی حکومتوں اور عہد مرتضوی کے مسلمانوں کی رُوداد بیان کرتا ہے وہیں دنیا میں رہنے کا طریقہ بھی سامنے لاتا ہے۔ اور وہ مختصراً یہ ہے کہ انسان دنیا کو آخرت کمانے کا ذریعہ بنائے اور دنیا، سامان دُنیا اور لذات وآسائشِ دُنیا میں گم ہو کر نہ رہ جائے۔ جیسا کہ اس رُوداد میں تفصیل سے مذکور ہوا ہے اور اُن تمام طریقوں سے بچ کر گزرے جن کی حضورؑ نے مذمت کی ہے۔

1۔ اپنے موجودہ علم سے استفادہ کرنا اور اپنی موجودہ جہالت کو دُور کرنے کے لئے علم حاصل کرنا۔

اِس خطبے میں جو چیز سب سے زیادہ اہم، سب سے زیادہ مفید اور سب سے زیادہ نظر اندازی کا شکار ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسانوں کی کثرت اُن چیزوں پر عمل نہیں کرتی جو اُس کے علم میں ہیں، جنہیں تمام انسان جانتے ہیں کہ وہ ہر طرح مفید ہیں، صحیح ہیں اور ساری نوع کی فلاح وبہبود کی ضامن ہیں۔ مثلاً ہمیں معلوم ہے کہ سچ بولنا اچھا ہے، پسندیدہ اور مفید ہے۔ جھوٹ بولنا بُرا ہے ناپسندیدہ ہے اور نقصان ہی نقصان پہنچاتا ہے ہمیں معلوم ہے کہ سخاوت اچھی اور مفید ہے۔ بخل یا کنجوسی بُری اور مُضر ہے۔ آپ خود سوچئے آپ کو یقین ہو جائے گا کہ ایک جاہل آدمی بھی ہزاروں مفید چیزوں کا علم رکھتا ہے۔ اور آپ یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ہزاروں سال پہلے کے تمام انسان مزید علوم وتعلیمات حاصل کرنا بند کر کے اپنی اُس وقت کی موجودہ معلومات سے استفادہ شروع کر دیتے اور کوئی ایسا کام نہ کرتے جو اُن کے علم میں بُرا تھا تو اس دنیا کا ہزاروں سال پہلے ہی نقشہ بدل چکا ہوتا۔ یہ دُنیا جنت نظیر اور نوع انسان کے لئے امن وعافیت وآسائشوں کا گہوارہ بن گئی ہوتی۔ اور اگر آج بھی انسان اس پر عمل کریں تو بدرجہا بڑھا ہوا نتیجہ سامنے آئے گا۔ اور اگر ساتھ ہی جو فائدہ پہنچانے والی چیزیں معلوم نہ ہوں اُنہیں معلوم کر کے اُن کو بھی عملی زندگی میں شامل کر لیا جائے تو چشمِ تصور سے دیکھئے کہ یہ دنیا اور یہ انسانیت کیا سے کیا بن جائے اور کہاں جا پہنچے؟ یہ سب کچھ اور وہ بہت کچھ جو آپ کے تصور میں آسکتا ہے۔ حضورؑ نے اِن دو (2) جملوں میں فرمایا ہے کہ: لَا نَنْتَفِعُ بِمَا عَلِمْنَا ؛وَلَا نَسْأَلُ عَمَّا جَهِلْنَا ؛ (خطبہ نمبر 32، جملہ نمبر 5 تا 6)

1۔ ہم اپنے علم اور اپنی معلومات سے فائدہ نہیں اُٹھاتے ہیں۔ 2۔ اور جن چیزوں سے ہم جاہل ہیں اُن کا علم حاصل نہیں کرتے۔ دوسرے الفاظ

میں یہ کہا جاسکتا کہ یہ دو(2) جملے انسانی فلاح و بہبود کی ذمہ داری لے سکتے ہیں۔

2۔ بات دراصل مُعلّم اور علم سے صحیح استفادہ کی ہورہی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے یہ دونوں جملے اور ہمارا توضیحی بیان ہماری موجودہ حالت اور موجودہ حالت میں ہمارے علم اور جہالت اور جہالت کو علم سے بدلنے کی بات کرتے ہیں۔لہٰذا یہ سوال پہلے نمبر پر سامنے آتا ہے کہ جن چیزوں کا آج نوعِ انسان کو علم نہیں ہے۔اُن کو کس سے معلوم کیا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ جس حقیقت سے یا جن حقائق سے پوری نوع انسان یا سارے انسان لاعلم و جاہل ہیں وہ حقیقت یا حقائق انسانوں کو کون بتائے گا؟ ساتھ ہی یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ آج تک کی معلومات یا علم،انسانوں کو کس نے دیا تھا؟ اگر اس دوسرے سوال کا صحیح جواب مل جائے تو پہلے سوال کا جواب بھی مل جائے گا۔یعنی جس نے آج کی معلومات انسانوں کو دی تھیں وہی آئندہ بھی بتائے گا۔اور انسان اُس ہی سے علم حاصل کیا کریں گے۔اور جو کچھ جاننا چاہیں گے اُسی سے دریافت کرلیا کریں گے۔لہٰذا اُن دونوں جملوں میں پوشیدہ اصلی اور بنیادی سوال یہ ہے کہ وہ پُر یقین اور آزمودہ ذریعہ علم کیا ہے،کون ہے کہ جس کی ہر بات صحیح،بے خطا اور ہر حالت میں حقیقتِ واقعی ہوتی ہے۔جس میں ہرگز غلطی کا امکان نہیں ہوتا؟ نہ ہوسکتا ہے۔غور کیجئے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کتنے سادہ جملوں میں کتنی اہم اور انتہائی مفید اور کیسی اصولی و بنیادی بات لپیٹ دی ہے؟ کہ جس کو سمجھنے اور بیان کرنے کے لئے دفتر چاہیئے۔

3۔ انسان کی بے روک و مسلسل ترقی کے لئے ضروری ولازم ہے کہ پوری کائنات اور ساری کائناتی مخلوقات و موجودات کا علم رکھنے والا انسانوں کے درمیان رہے۔

جو کچھ اب تک ہوا اور آج ہورہا ہے وہ تو یہ ہے کہ ہر انسان اپنے نزدیک والے انسان سے دریافت کرتا چلا جارہا ہے۔اور جس سے یہ اُمید ہوتی ہے کہ وہ صحیح جواب دے سکے گا۔اُس سے معلومات حاصل کرکے عمل کیا جاتا ہے۔اور کوئی بھی تو ایسا شخص اس دُنیا میں نہیں گزرا جس نے اپنے علم و یقین کے ماتحت کسی بھی نقصان پہنچانے والی چیز پر عمل کیا ہو۔اس کے باوجود انسانوں کو ہر قسم کا نقصان ہوتا چلا آیا ہے۔اور اُسے اپنی اصلاح حال کے لئے برابر نئے اور اپنے یقین کے مطابق عمدہ سے عمدہ اور مفید طریقے اور قوانین بنانا اور پھر اُن میں ترمیم کرنا پڑتی رہی ہے۔یعنی انسانی ترقی نہ مسلسل ہوسکی اور نہ وہ نقصانات اور تضیع جان و مال واوقات سے محفوظ رہ سکا ہے۔یہ حال ساری اقوام کا ہے۔اس میں بامذہب اقوام بھی ہیں۔اور مذہب سے آزاد (کمیونسٹ و سوشلسٹ) اقوام وممالک بھی شامل رہے ہیں۔اور سب کا حال اس معاملے میں یکساں ہے۔آج انسانی علما دن رات تجربات میں مصروف ہیں۔اور اُن کے تجربات پر نوع انسان کی خون پسینے کی کمائی خرچ ہوتی ہے۔اگر وہ کسی حقیقی اور مفید نتیجے پر پہنچتے ہیں تو اُس کے بدلے انسانوں کی کثرت قلاش و کنگال ہوجاتی ہے۔بچوں کی ہڈیوں کا گُودا اور خون اُن تجربات پر خرچ ہوجاتا ہے۔یہ ترقی ہی کا ثمر تو ہے کہ آج انسان بھوکوں مر رہے ہیں۔اور کثرت الناس کو وہ مصنوعی گھی،نقلی اور بے غذائیت انڈے اور دودھ ملا ہوا پانی بھی میسر نہیں آتا۔انسانوں کے پاس کھانا،کپڑا اور سر چھپانے،دھوپ اور بارش سے محفوظ رہنے کے لئے مکان نہیں سفر کے لئے سائیکل بھی نہیں۔اگر کروڑوں اربوں انسانوں کا یہ حال ہو تو اُن چند ہوائی جہازوں سے انہیں کیا فائدہ پہنچے گا جو حکومت کی تحویل میں رن ویز (Runways) پر کھڑے یا اُڑ رہے ہوں یعنی وہ جہاز وہ اسلحہ اور ٹینک اُن ہی کے نقصان اور دیوالہ کا باعث بنتے ہیں جن کی گاڑھے خون و پسینے کی کمائی سے خریدے جاتے ہیں۔اور دن رات تجربہ و تحقیق کرنے والوں کے لئے فرصت،سہولتیں،اطمینان قلب و ذہن اور آرام و آسائش اور عمدہ غذا فراہم کرنا بھی تو اُن ہی کا کام ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

جنہیں نہ خود پیٹ بھرالٹا سیدھا موٹا جھوٹا کھانا ملتا ہے۔نہ اُن کے بچوں کو غذا و دوا میسر آتی ہے نہ اُن کا آرام وچین سے کوئی رشتہ ہے۔حکومت کے لئے قوانین بنانے والوں، ترقی کے منصوبے تیار کرنے والوں کے لئے آسائشوں اور نعمتوں کا انبار لگائے رکھنا بھی اُن ہی بدنصیبوں کی ذمہ داری ہے جنہیں چلنا تو سارے دن پڑتا ہے لیکن پیر میں جوتا پہننا عید پر بھی نصیب نہیں ہوتا اور ہوتا ہے تو پھر بچوں کے خون اور ہڈیوں کے گودے میں غیر محسوس کمی کر کے ہوتا ہے۔ یہ حال ساری دنیا کا، ہر ملک کا اور ہر قوم کا ہے۔یہ ہے وہ ترقی جس پر ہر منٹ انسانی خون کی بھینٹ چڑھائی جارہی ہے اور مسلمان ہوں یا عیسائی، یہودی ہوں یا ہندو، پارسی ہوں یا بدھ مذہب، کمیونسٹ ہوں یا سوشلسٹ ہوں۔سب اسی طریقہ حصول علم وترقی پر متفق ومتحد ہیں۔یعنی وہ سب ایک مذہب ایک فلسفہ حیات اور ایک ہی دین کے لوگ ہیں۔رہ گئے اُن کے اپنے اپنے الگ الگ مذہب وہ صرف نعروں اور عوام کو گرمانے اور ساتھ لگائے رکھنے کے لئے ہوتے ہیں۔مثلاً کمیونزم کا قانون، مذہب یا نعرہ یہ ہے کہ:(کام قابلیت کے مطابق اُجرت ضرورت کے مطابق)

(1)''ہر شخص کو لازم ہے کہ وہ اپنی قابلیت کے مطابق محنت سے کام کرے اور نظام پر واجب ولازم ہے کہ ہر شخص کی ضرورت کے مطابق کام کا اُجر فراہم کرے''۔

(2)''طبقہ واریت کو مٹانا''یعنی الفاظ''امیر وغریب'' چھوٹا اور بڑا''اعلیٰ وادنیٰ'' کو حرفِ غلط کی طرح عملاً مٹا کر چھوڑنا''۔

اس قسم کے نعرے اِن سب اقوام ومذاہب کے یہاں ہیں۔مگر عملی دنیا سب کی ایک ہے۔فرق اتنا ہے جس کے یہاں جتنے زیادہ نعرے ہیں وہ باقی سب اقوام ومذاہب سے زیادہ پس ماندہ، بدحال، بدمعاش، بدکردار، بدنہاد اور بدعقل ہے۔ بہرحال آج دنیا کی تمام اقوام واہل مذاہب اس پر متفق ہیں کہ راہنمائی اور حصولِ علم کا یہی طریقہ ہے جس پر عمل ہو رہا ہے۔اور کوئی ایسا طریقہ اور حصولِ علم کا ذریعہ نہیں ہے جس سے سو فیصد صحیح ہدایات وعلم حاصل کیا جاسکے۔جس میں غلطی ناممکن ہو اور جو طریقہ متفقہ طور پر پسندیدہ اور اُن سب کا مختار ہے وہ یہ ہے کہ:

''عقلائے قوم جمع ہوں اپنے اپنے علم وتجربہ سے اپنی اپنی تحقیق پیش کریں۔جس تجویز پر عقلائے قوم کی کثرت متفق ہوجائے اُسے اُس وقت تک صحیح اور آخری فیصلہ سمجھا جائے جب تک اُس میں غلطی کے وجود پر پھر عقلائے قوم متفق نہ ہو جائیں۔اُس کے بعد دوسرا متفقہ فیصلہ صحیح اور آخری بات ہوگا۔ .....جب تک کہ........''

عقل انسانی کی یہ گردش یا دَور دَورہ میں رہتا چلا جائے گا۔جب تک کہ گردشِ زمانہ جاری رہے گی۔اور یہ دَور و دَورہ صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ کہلائے گا۔اور یوں نوع انسان چکر کھاتی، چکراتی اور چکروں کو سیدھا راستہ سمجھتی فنا کے گھاٹ اُتر جائے گی۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡن۔

4۔ حضرت علیؑ اپنے زمانہ میں اسی قسم کے مسلمانوں، یہود ونصاریٰ اور پارسیوں اور صابیوں اور عقلا کو اس چکر اور مشاورت واجتہاد کے دَورہ سے نکال کر حقیقی علم دینا چاہتے تھے۔

عہد مرتضوی کی دُنیا عموماً اور اُس وقت کے مسلمان خصوصاً حضرت علی علیہ السلام کے مخالف تھے۔اُس وقت دنیا کی تمام اقوام میں عموماً اور حکومت روم وایران ویونان میں خصوصاً مندرجہ بالا مشاورت اور اجتہاد کا طریقہ جاری تھا۔اور یہ طریقہ نوع انسانی کے کئی ہزار سال کی تحقیق ومحنت کا نتیجہ تھا اور اس طریقہ کو عمر بن الخطاب مسلمانوں میں سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔اور اُسے اختیار کرنے میں بڑی دل چسپی لیتے تھے۔ چنانچہ علامہ شبلی سے سنئے لکھتے ہیں کہ:

Presented by Ziaraat.Com

(الف) خلیفہ دوم عمر بن الخطاب نے نوع انسانی کی سابقہ محنت اور مجتہدانہ سعی وکوشش کو اپنایا اور مسلمانوں میں رائج کر کے چھوڑا۔

''حضرت عمر کی سیاست کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ وہ قدیم سلطنتوں اور حکمرانوں کے قواعد اور انتظامات سے واقفیت پیدا کرتے تھے۔ اور اُن میں جو چیزیں پسند کے قابل ہوتی تھیں۔ اُن کو اختیار کرتے تھے۔ خراج، عشور، دفتر، رسد کا غذاتِ حساب اِن تمام انتظامات میں انہوں نے ایران وشام کے قدیم قواعد پر عمل کیا۔ البتہ جہاں کوئی نقص پایا (یعنی جو قریشی پالیسی کے خلاف ملا۔ احسؔن) اُس کی اصلاح کردی (یعنی اپنی پالیسی کے رُوپ میں ڈھال دیا۔ احسؔن) عراق کے بندوبست کا جب ارادہ کیا تو حذیفہ اور عثمان بن حنیف کے نام حکم بھیجا کہ عراق کے دو بڑے زمینداروں کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ یہ زمیندار مع مترجم کے اُن کے پاس آئے۔ اور اُنہوں نے اُن سے دریافت کیا کہ سلاطین عجم کے یہاں مالگزاری کی تشخیص کا کیا طریقہ تھا؟ ''جزیہ'' حالانکہ بظاہر مذہبی لگاؤ رکھتا ہے۔ تاہم اُس کی تشخیص میں وہی اصول ملحوظ رکھے جو نوشیروان نے اپنی حکومت میں قائم کئے تھے۔ علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے جہاں نوشیروان کے انتظامات و بالخصوص جزیہ کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:

''وَهِيَ الْوَدَائِع الَّتِيُ اقْتَدیٰ بِهَا عمر بن الخطاب حين افتح بلاد الفرس''۔

یعنی یہ وہی قاعدے ہیں کہ حضرت عمر نے جب فارس کا ملک فتح کیا تو اُن کی اقتداء کی'' (تاریخ طبری صفحہ 223)

''اس سے زیادہ صاف اور مُصرّح علامہ ابن مسکویہ نے اس مضمون کو لکھا ہے۔ علامہ مذکور نے جو حکیم اور فلسفی اور شیخ بوعلی سینا کا معاصر وہم پایہ تھا۔ تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''تجارب الامم'' ہے۔ اُس میں جہاں حضرت عمر کے انتظامات ملکی کا ذکر لکھا ہے کہ:

'' وَكَانَ عمر يكثر الحلوة بقوم مِنَ الْفَرَس يقرؤن عَلَيُه سياسيات الملوك وَلَا سيما ملوک العجم لِفضلاء و سيما انوشيروان فانّه كان مُعُجبا بِهَا كثير الْاِقْتِدَاء بها''

''یعنی عمر فاروق فارس کے چند آدمیوں کو صحبت خاص میں رکھتے تھے۔ یہ لوگ اُن بادشاہوں کے آئین حکومت پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ خصوصاً شاہان عجم اور اُن میں بھی خاص کر نوشیروان کے۔ اس لئے کہ اُن کو نوشیروان کے آئین بہت پسند تھے اور اُن کی بہت پیروی کرتے تھے۔''

علامہ موصوف کے بیان کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ عموماً مورخوں نے لکھا ہے کہ جب فارس کا رئیس ہرمزان اسلام لایا تو حضرت عمر نے اُس کو اپنے خاص درباریوں میں داخل کیا اور انتظامات ملکی کے متعلق اُس سے اکثر مشورہ لیتے''۔ (الفاروق حصہ 2 صفحہ 88-89)

یہاں تک یہ تو ثابت ہوگیا کہ قرآن کی تعلیمات کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یعنی تیئیس (23) سالہ طرزِ عمل کو ناکافی وناقص پا کر عمر نے اپنے وسیع تر اسلامی منصوبے کے لئے سابقہ ماہرین سیاسیات اور حکومتوں اور اقوام کے قوانین وتجربات کو اختیار کر لیا تھا۔ مگر یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ عمر نے قرآن وسنت پر نظام مشاورت واجتہاد کا یہ اضافہ اپنی خلافت کے دوران کیا ہوگا۔ ایسا سمجھنا اس لئے غلط ہے کہ ابوبکر کی خلافت کا زمانہ بھی عمر کے احکام ومشورے کے ماتحت رہا ہے۔ یعنی خلیفہ خود عمر ہی تھے۔ ابوبکر کی آڑ میں حکومت وہی چلا رہے تھے۔ اس حقیقت کی طرف علامہ مودودی اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

(ب) ابوبکر کو خلیفہ بنانا مخالفوں کو ٹھنڈا کرنے کیلئے تھا۔ ورنہ درحقیقت عمر ہی حکمران تھے۔

''حنفیہ کا استدلال اُس واقعہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد عُیَیْنَہ بن حصن اور اَقرَع بن حابس حضرت ابوبکر کے پاس

Presented by Ziaraat.Com

آئے اور اُنہوں نے ایک زمین آپ سے طلب کی ۔آپ نے اُن کوعطیہ کا فرمان لکھ دیا۔اُنہوں نے چاہا کہ مزید پختگی کے لئے دوسرے اعیان صحابہ بھی اس فرمان پر گواہیاں ثبت کردیں ۔ چنانچہ گواہیاں بھی ہوگئیں مگر جب یہ لوگ حضرت عمر کے پاس گواہی لینے گئے تو اُنہوں نے فرمان کو پڑھ کر اُسے اُن کی آنکھوں کے سامنے چاک کردیا اور اُن سے کہا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی تالیف قلب کے لئے تمہیں دیا کرتے تھے۔مگر وہ اسلام کی کمزوری کا زمانہ تھا۔اب اللہ نے اسلام کو تم جیسے لوگوں سے بے نیاز کردیا ہے۔اِس پر وہ حضرت ابوبکر کے پاس شکایت لے کر آئے اور آپ کو طعنہ بھی دیا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟''(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 206)

آپ نے دیکھ لیا کہ ابوبکر اور تمام بڑے بڑے صحابہ اللہ ورسوؐل کے حکم (سورہ توبہ۔9/60) پر عمل کرنا مفید سمجھتے تھے۔لیکن عمر کو اللہ ورسوؐل کے طرز عمل کو جاری رکھنا مفید نظر نہ آیا اس لئے قرآن کے اُس غیر مشروط حکم پر عمل بند کردیا۔جسے اللہ نے فَرِیْضَةً مِنَ اللّٰہ فرمایا تھا۔

(ج) **موودودی نے ابوبکر کا جواب چھپا کر یہاں بھی خیانت کی ہے۔**

یعنی عمر نے اللہ ورسوؐل کو اُس مقام سے معطل کردیا کہ اُن کی ہر تعلیم ،اُن کا ہر حکم ہر حالت میں انسانوں کے لئے مفید ہوتا ہے۔اور انسانی فیصلوں اور تقاضائے وقت اور مصلحتوں کو اللہ،قرآن اور رسوؐل پر ترجیح دینے یعنی اجتہاد کرنے کا طریقہ جاری کردیا۔

اب یہ سنئے کہ جب مذکورہ بالا دونوں صحابۂ رسوؐل شکایت لے کر ابوبکر کے پاس آئے ۔تو ابوبکر کا جواب موودودی نے لکھنا پسند نہیں کیا یعنی موودودی کو یہ پسند نہ آیا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ ابوبکر کی آڑ میں خود عمر حکمرانی کررہے تھے۔چنانچہ اسی قسم کی مداخلت کا ایک دوسرا واقعہ تاریخ خمیس سے سنئے اور عمر کی بالا دستی ملاحظہ کیجئے اور ابوبکر کا وہ جواب سنئے جو حقیقت واضح کیا کرتا تھا۔

خَرَجَ زَبرقان وَالَاقْرع(بن حابس)اِلٰی ابی بکر وقَالَا اجْعَلْ لَّنا خراجَ البحرین ونَضْمن لک اَن لاَ یرجع من قومنا احد''فَفَعَلَ وَکَتَبَ الکتاب و کان الَّذی یختلف بینهم طلحة بن عبیدالله وَاَشْهَدُ وا شُهُوْدًا منهم عمر، فَلَمَّااتی عمر بالکتب فنظر فیه لم یشهد .قال لا واللّٰه وَلا کرامة .ثم مزق الکتاب و محاه. فغضب طلحة فاتی ابا بکر فقال اَاَنتَ الْاَمیرُ اَمْ عمر؟ فقال عمر .غَیْرَاَنَّ طاعة لی.فَسَکَتُ''۔(تاریخ خمیس جلد2 صفحہ 247)

''زبرقان اور اقرع بن حابس حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ بحرین کا خراج ہمارے لئے مقرر کردیجئے اور ہم لوگ ضامن ہوتے ہیں کہ ہماری قوم سے کوئی شخص نہیں پلٹے گا۔حضرت ابوبکر نے یہ بات مان لی اور ایک دستاویز لکھ کردے دی۔اِن لوگوں کے درمیان طلحہ بن عبیداللہ معاملہ طے کررہے تھے۔اُن لوگوں نے اس دستاویز پر کئی گواہ مقرر کئے جن میں عمر کا نام بھی تھا۔مگر جب گواہی کے لئے عمر کے پاس وہ دستاویز لائی گئی تو عمر نے اُسے پڑھا اور دستخط نہیں کئے اور کہا کہ خدا کی قسم یہ نہایت مضر کام ہے پھر اس دستاویز کو پھاڑ کر یہ بات ہی مٹادی۔طلحہ غصہ میں بھرے ہوئے ابوبکر کے پاس آئے اور سوال کیا کہ تم حکمران ہو یا عمر؟ ابوبکر نے کہا کہ حکم تو عمر کا چلتا ہے اور نام میری اطاعت کا ہوتا ہے''

یہ اور ایسے بہت سے واقعات قریشی تاریخوں میں مذکور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عمر ہی نے قومی حکومت کا منصوبہ اور اُس کی پالیسیاں تیار کی تھیں اور وہی از اول تا آخر اس حکومت کو مستحکم کرنے اور چلانے والے تھے۔البتہ قومی مصلحت کے ماتحت ابوبکر کو پہلا نمبر دیا تھا اور خود کو دوسرے نمبر پر رکھنا مفید سمجھا تھا(ج 9 تا 22/3)اور پہلے ہی دن سے ایران ویونان اور رومی حکومتوں کے اور یہود ونصاریٰ کے اجتہاد کو اپنا

Presented by Ziaraat.Com

راہنما بنالیا تھااور قرآن کو اُن کے قوانین پڑھالنے کا کام تو مکہ ہی میں مکمل کر چکے تھے (فرقان 25/30)

(د) پھر مودودی کی مدد سے قریش اور عمر کا اللہ، قرآن کریم اور رسولؐ کو چھوڑنا اور طاغوتی اجتہاد کو علمی مرکز بنانا دیکھیں۔

حضرت علی علیہ السلام مسلمانوں کو اس خطبے (32) میں یہی بتا رہے تھے کہ تم نے قرآن کی آڑ میں یہود ونصاریٰ اور ایران ویونان وغیرہ کے قواعد وقوانین ورسوم ورواج کو اختیار کر رکھا ہے۔ حالانکہ تم یہ جانتے ہو کہ قرآن، رسولؐ اور اللہ ہی صحیح تعلیمات کے ذمہ دار ہیں اور اُنہوں نے تمہیں طاغوتی یا شیطانی طرز زندگی پر عمل کرنے سے بار بار اور طرح طرح منع کیا ہے۔ (نساء 65 تا 4/60) مگر تم برابر یہود ونصاریٰ کی پیروی کرتے جا رہے ہو۔ مودودی سے بھی سن لیں:

''یعنی پہلے اُنہوں نے خود ہی عقائد اور احکام میں موشگافیاں کیں اور ایک ایک چیز کے متعلق سوال کر کر کے تفصیلات اور قیود کا ایک جال اپنے لئے تیار کرایا، پھر خود ہی اُس میں اُلجھ کر اعتقادی گمراہیوں اور عملی نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے۔ اس گروہ سے مراد یہودی ہیں جن کے نقش قدم پر چلنے میں قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہات کے باوجود، مسلمانوں نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی''۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 508)

قارئین نے قرآن کی تنبیہات پر حوالے دیکھے ہیں (آلِ عمران 101-3/100) اور ہم نے صحیح بخاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ احادیث پیش کر دی ہیں جن میں حضورؐ نے اطلاع دی تھی کہ:

''اے میرے مخاطب صحابہ تم یہود ونصاریٰ کی اور ایران وروم ویونان کے لوگوں کی بالشت بالشت (شِبْـرًا شِبْـرًا) پیروی کرو گے اور اُن میں سے کوئی اگر کسی جانور کے سوراخ میں گھسا ہو گا تو تم بھی گھسو گے''۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 1088)

اِس تفصیل سے یہ یقین ہو جانا چاہئے کہ قومی حکومت بنا کر قریش نے قرآن سے علوم حاصل کرنا بند کر دیا تھا۔ بلکہ قرآن فہمی کے لئے اپنی ایک مجلس مشاورت بنا کر علم کو اُس مجلس کے اندر محدود کر دیا تھا۔ حالانکہ بقول حضرت علی علیہ السلام وہ جانتے تھے کہ اُس مجلس مشاورت کا ہر فرد ایک محدود علم وتجربہ اور معلومات رکھتا ہے۔ اور یہ کہ اُن میں سے کوئی بھی یعنی ابوبکر وعمر بھی کائناتی علوم واطلاعات سے آگاہ نہیں۔ اور یہ بھی کہ وہ سب جانتے تھے کہ وہ تمام خاطی ہیں۔ یعنی اُن سب سے کسی چیز کو سمجھنے اور سمجھانے میں بھی ہر وقت غلطی ممکن ہے۔ اور وہ سب اپنی غلط کاری کو مانتے تھے۔ اِس کے باوجود اُنہوں نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ قرآن کے علوم اور کائناتی معلومات بس اُسی قدر اور اُتنی ہی ہیں جتنی اُن کے نظام مشاورت کے مجتہدین کو ہیں۔ اور جہاں تک نظام مشاورت کے وہ خاطی علما سوچ سکتے ہیں اُس سے آگے نہ کوئی سوچ سکتا ہے اور نہ اُس سے آگے کچھ حقائق موجود ہیں۔ لَا یَحْسَبُ الْعِلْمَ فِیْ شَیْءٍ مِمَّا اَنْکَرَہُ ؛ وَلَا یَرَی اَنَّ مِنْ وَرَآءِ مَابَلَغَ مَذْھَبًا لِغَیْرِہٖ۔ (خطبہ نمبر 17، جملہ نمبر 31 تا 32)

5۔ حضرت علیؑ قریش اور ابوبکر وعمر کے بگاڑے ہوئے یہود ونصاریٰ اور ایران وروم ویونان کی پیروی کرنے والے مسلمانوں کو قرآن واسلام کی تعلیمات کی طرف لانا چاہتے تھے۔

اِس خطبہ میں پہلے مسلمانوں کو اُن کی تیار کی ہوئی دُنیا کے لئے فرمایا ہے کہ:

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا قَدْ اَصْبَحْنَا فِیْ دَھْرٍ عَنُوْدٍ ؛وَّزَمَنٍ کَنُوْدٍ ؛یُعَدُّ فِیْہِ الْمُحْسِنُ مُسِیْئًا ؛وَّیَزْدَادُ الظَّالِمُ فِیْہِ عُتُوًّا ؛ لَانَنْتَفِعُ بِمَاعَلِمْنَا ؛وَلَانَسْأَلُ عَمَّاجَھِلْنَا ؛وَلَانَتَخَوَّفُ قَارِعَۃً حَتّٰی تَحِلَّ بِنَا ؛ (خطبہ نمبر 32، جملہ 1 تا 7)

اَے لوگو تمہاری اس دنیا میں چاروں طرف بغض وعناد پھیلا ہوا ہے اور ایک ایسا دَور گزر رہا ہے جس میں ناشکری اور احسان فراموشی کا دور دورہ ہے۔

اور تمہارے تیار کردہ نظام کی وجہ سے یہاں نیکوں کے ساتھ مجرموں ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ظلم وجبر کا نظام جاری کرنے والوں کی ہمت افزائی ہوتی رہتی ہے۔ اور تمہاری تیار کی ہوئی اس دنیا میں لوگ اپنی ذاتی معلومات اور علم سے فائدہ نہ اُٹھائیں گے بلکہ ایک خاطی قیادت کی پیروی کرتے چلے جائیں گے۔ اور تقلید کی پٹی باندھے ہوئے اور اپنی جہالت پر برقرار رہتے چلے جائیں گے (خطبہ 32، جملہ 5۔6)۔ اور ایسے غافل ہو جائیں گے کہ جب تک مصیبت سر پر ٹوٹ نہ پڑے اور دروازوں کو کھٹکھٹاتی نہ پھرے اُس سے بچنے کا کوئی خیال تک نہ کریں گے۔ اور یوں اچانک مصیبت میں گرفتار ہو جانے کا تدارک پہلے سے معلوم کرکے نہ رکھیں گے (خطبہ 32، جملہ 6)۔ اس لئے کہ اُن کے قائدین جانتے ہی نہیں ہیں کہ آفات وحادثات ارضی وسماوی سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ حالانکہ قرآن کریم نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ نے ہر ہر چیز کی اور ہر ہر صورت حال کی تفصیل بیان کردی ہے۔ اور اُسے ہر اُس شخص اور قوم کے لئے ہدایت کار اور رحمت بنا کر قیامت تک موجود رکھا ہے۔ جو اللہ کی ایسی قدرت اور ایسے ہدایت کار کا وجود مانتا ہو۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ:

(الف) قرآن اور صاحبِ قرآن ہر وقت انسانوں کے درمیان موجود رہے گا۔ ہر ضرورتمند اور سائل ہر وقت استفادہ کرسکے گا۔

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (12/111)

مودودی ترجمہ: ''یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جارہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اِس سے پہلے آئی ہوئی ہیں اُن ہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والی قوم کے لئے ہدایت اور رحمت''۔ (سورہ یوسف 12/111۔ اور تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 438)

(ب) قریش نے صرف اس لئے قرآن میں ہر ہر چیز کی اور ہر سوال کے جواب کی تفصیل کا انکار کیا کہ علیؑ کو سربراہ ماننا پڑتا۔

قرآن کے اِن الفاظ کو اور مودودی کے اس ترجمہ کو بغور دیکھیں اور سوچیں کہ اس قریش پرست عالم نے مان لیا کہ:

''قرآن میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے'' پھر یہ سوچیں کہ ''ہر چیز کی تفصیل'' کہنے کے بعد کوئی چیز ایسی بھی ہوسکتی ہے کہ جس کی تفصیل ہر چیز کی تفصیل سے باہر رہ جائے؟ مگر قریش اور قریشی مذہب کے علما کے لئے یہ مانتے ہی کہ ''قرآن میں ہر چیز کی تفصیل ہے'' وہ تمام راستے بند ہو جاتے ہیں جن سے وہ اپنے من پسند خیالات اور اپنی ذاتی وقومی مصلحتوں اور تمناؤں کو اسلام کہہ کر دنیا میں پھیلانا چاہتے تھے۔ لہٰذا ابوبکر وعمر نے اور اُن کے بعد اُن کے ہم مذہب علمانے دنیا میں یہ مشہور کیا کہ قرآن ایک نامکمل کتاب ہے۔ اس میں چند اصولی تعلیمات ہیں۔ جن کو سامنے رکھ کر علما نئے نئے مسائل خود اپنی عقل اور اجتہاد سے تیار کریں گے۔ لہٰذا اُنہوں نے اس آیت (12/111) کا ترجمہ صحیح کرکے بھی لکھ دیا کہ:

مودودی اینڈ کمپنی قرآن کی ہمہ گیری کا انکار کرتی ہے۔

''۸۰ یعنی ہر اُس چیز کی تفصیل جو ''انسان کی ہدایت وراہنمائی کے لئے ضروری ہے'' بعض لوگ ''ہر چیز کی تفصیل'' سے مراد خواہ مخواہ دنیا بھر کی چیزوں کی تفصیل لے لیتے ہیں اور پھر اُن کو یہ پریشانی پیش آتی ہے کہ قرآن میں جنگلات اور طب اور ریاضی اور دوسرے علوم وفنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی''۔ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 438)

فیصلہ ہو گیا کہ قرآن میں نہ جنگلات کی تفصیل ہے اور نہ طب وحکمت ہی کی تفصیل ہے۔ نہ ریاضی، حساب والجبراء وغیرہ کی تفصیل قرآن میں ہے نہ کہیں اُس میں دوسرے ہزاروں علوم وفنون کی تفصیل ہے۔ اگر قریش کے اس عقیدے اور بیان کو صحیح مان لیا جائے تو تین باتیں ایک ساتھ ماننا پڑیں گی۔

Presented by Ziaraat.Com

اول یہ کہ رسولؐ اللہ (معاذ اللہ) جنگلات اور علم طب اور علم الحساب اور باقی تمام علوم وفنون سے ناواقف تھے۔لہٰذا
دوم یہ کہ: رسولؐ اللہ، اُن تمام علما کے محتاج تھے جو جنگلات اور مذکورہ علوم میں مہارت رکھتے تھے اور اُن سے آنحضرتؐ بہر حال افضل نہیں تھے۔اور
سوم یہ کہ: انسانی ہدایت اور راہنمائی میں اُن تمام علوم وفنون کی ضرورت نہیں ہے۔جو مذکور ہوئے۔یعنی ایک مسلمان کو نہ جنگلات کے متعلق کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے وہ علم الطب، علم الھند سہ یا حساب وریاضی اور باقی تمام علوم وفنون کو سیکھے بغیر صحیح مسلمان رہتا ہے۔یعنی مذہب اسلام چند عبادات ورسوم کا نام ہے۔اور بس۔

اور یہی سبب ہے کہ اس چودہ سو سال میں مسلمان علما دنیا کی تمام اقوام کے علما اور دانشوروں کے محتاج رہتے چلے آرہے ہیں۔اُن سے عقل وہنر اور علوم کی بھیک مانگتے رہے ہیں۔اور اپنے نام نہاد بے دینوں اور کافروں یعنی بقول اُن کے، یہود ونصاریٰ اور کمیونسٹوں سے بھیک مانگتے رہے ہیں۔

(ج) قریش نے قرآن کو اپنے سابقہ مذہب کے عقائد پر فٹ کر کے قرآن کو جھٹلا دیا ہے۔

ہم قرآن ہی سے یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے نوع انسان کو لامحدود ترقی اور لامحدود حیات حاصل کرنے کے لئے ہر چیز کی تفصیل کی حامل کتاب اور کتاب کے معلمؑ عطا کئے تھے۔اور چونکہ قریش نے اپنی قومی حکومت بنانا تھی (بقرہ 2/205، محمد 47/22۔وغیرہ) اس لئے اُنہوں نے قرآن کی معنوی تحریف کر کے قرآن کو اپنے عقائد پر فٹ کیا (فرقان 25/30) اور جو کچھ خود گھڑا اُسے قرآن کی تعلیمات کہہ کر قرآن کی حقیقی تعلیم کو جھٹلا دیا تھا (انعام 6/66) اس لئے ہم اللہ رسولؐ اور قرآن کو سچا اور ابوبکر وعمر اور قریش کو اور قریشی مذہب کو جھوٹا اور فریب ساز کہنے میں قرآن کی رُو سے حق بجانب ہیں۔اور بتاتے ہیں کہ قرآن میں حقیقتاً ہر ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔مگر اس قوم کو وہ تفصیلات نہیں مل سکتیں جو قرآن پر اور قرآن کے بتائے ہوئے طریقوں پر ایمان نہ لائے اور اُن طریقوں سے ہٹ کر قرآن سے وہ تفصیلات تلاش کرنا چاہئے (یوسف 12/111)

(د) قرآن رسولؐ کی اور رسولؐ والوں کی زبان سے آسان بنایا گیا ہے قرآن کی تعلیم اہل قرآن یعنی اہلؑ الذکرؑ سے حاصل کر کے سب کچھ ملے گا۔

سنئے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا O (مریمؑ 19/98)

''اے محمدؐ اِس کے سوا کچھ اور مطلب اخذ کرنا غلط ہوگا کہ ہم نے تو قرآن کو تمہاری زبان سے آسان کیا ہے اور آسان صرف اس لئے کیا ہے کہ آپؐ متقی یعنی ذمہ دار لوگوں کو اس قرآن سے تمام خوشخبریاں دیتے چلے جائیں اور اُس قوم کو اُس کی بدعملی سے خبردار کرتے رہیں جو خود بھی اور اُس مسلمان قوم کا راہنما بھی تمہارا حریف اور انتہائی کمینہ دشمن یعنی اَلَدُّالْخِصَامِ (بقرہ 2/204) ہے''۔

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَکَفٰی بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا O۔۔۔الخ (فرقان 59-25/58)

پھر فرمایا کہ:۔اے محمدؐ تم اپنے تمام معاملات ومشکلات میں اُس زندہ ہستی پر توکل اور اعتماد رکھو جس نے کبھی مرنا نہیں ہے اور اللہ کی حمد کو ہمہ گیر بناتے رہو اور اللہ اپنے بندوں کے متعلقات سے خبردار ہے وہی جس نے چھ دن کے اندر اندر تمام آسمانوں کو اور تمام زمینوں کو اور اُن تمام ہی مخلوقات وموجودات کو بنا کر تیار کر دیا تھا جو آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہیں۔پھر اُس نے عرش پر ساری کائنات کی حکمرانی کا مرکز قائم کیا تھا۔چنانچہ رحمان کی اور عرش کی اور ساری کائنات ومخلوقات کی تفصیل اس خبیر سے معلوم کرتے رہو۔(فرقان 59-25/58)

لہٰذا واضح الفاظ میں معلوم ہوا کہ قرآن میں ہر ہر چیز کی تفصیل اس لئے رکھی گئی ہے کہ ایک ایسی ہستی سے معلومات حاصل کی جائیں جسے

Presented by Ziaraat.Com

خود اللہ ساری کائنات کی ہر چیز پر خبیر فرماتا ہے اور خود رسولؐ کو حکم دیتا ہے کہ وہ بھی اس خبیر سے دریافت کیا کریں اور امت کو بھی بتائیں کہ:

فَسۡئَلُوۡٓا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ (نحل 16/43)، فَسۡئَلُوۡٓا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَO (سورہ انبیا 21/7)

''وہ جو کچھ نہ جانتے ہوں اور جاننا چاہیں تو اہل ذکر سے سوال کیا کریں''

اِن آیات (21/7، 16/43، 25/59) میں یہ بات واضح ہوگئی کہ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے لئے اللہ نے قرآنی اور کائناتی علوم حاصل کرنے کیلئے اُن کے اندر اہلِ قرآن اور اہلِ رسولؐ کا وجود قائم رکھا ہے۔ جنہیں قرآن نے ''اَهۡلُ الذِّكۡر'' کے لقب سے متعارف کرایا ہے اور قرآن میں ''الذِّكۡر'' سے رسولؐ اللہ بھی مراد ہیں (سورہ طلاق 11-65/10) اور خود قرآن کو بھی الذکر فرمایا گیا ہے (نحل 16/44) لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ حضراتؑ جو رسولؐ والے ہیں وہی قرآن والے ہیں۔ اور وہی حضرات ہیں جو خود بھی مجسم قرآن ہیں یعنی قرآن روزِ ازل سے اُن کے سینوں میں آیات بینات کی صورت میں لکھا ہوا موجود تھا (عنکبوت 29/49)۔ اور ظاہر ہے کہ وہ حضراتؑ رسولؐ کے علاوہ ہیں۔ لہٰذا وہی عہد رسولؐ میں علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ اور فاطمہؑ کی صورت میں موجود تھے۔ اور اس طرح یہ انتظام قرآن سے ثابت ہے کہ عہدِ رسولؐ سے 61 ہجری تک اسلام کی سربراہی اور اُمت کی ہمہ گیر تعلیم کے ذمہ دار علی حسن اور حسین علیہم السلام تھے اور قرآن کی ہمہ گیر تعلیم کو قیامت تک برقرار رکھنا اُن ہی کی ذمہ داری تھی۔ اور اس سلسلۂ امامت وخلافت وحکومت الٰہیہ نے مسلسل جاری رہنا ہے۔ اور قریش نے مکہ ہی میں یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ محمدؐ کے خاندان میں حکومت کو ہرگز نہ جانے دیں گے۔ (الفاروق حصہ 2 صفحہ 103۔ و۔ طبری)

اور ثابت کردیں گے کہ قریش کا کوئی فرد بھی خاندان رسولؐ سے نہیں ہے۔ یعنی بنی امیہ ہوں یا بنی عباس ہوں وہ ہرگز رسولؐ کے رشتہ دار یا خاندان کے افراد نہ تھے۔ اِس لئے کہ حکومت اُن کو ملی تھی، اور اُن ہی میں رکھی گئی۔ قریش نے اپنی حکومت بنانے کا فیصلہ کرکے ساری دُنیا کو اُن نعمتوں سے محروم کردیا جو قرآن اور صاحبان قرآن علیہم السلام کی ہمہ گیر تعلیم سے ملنا طے پایا تھا۔ اور اُس فیصلے کے بعد خود بھی قرآن اور صاحبانِ قرآن سے کٹ کر رہ گئے۔ اور پوری نوعِ انسان کو بھی اپنے فریب انگیز پروپیگنڈے سے کاٹ کر رکھ دیا۔ اور اس نتیجہ پر متفق ہوگئے کہ آئندہ قیامت تک اللہ سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ کائنات میں ارتقائی ترقیاں اور تبدیلیاں ہوتی چلی جائیں گی مگر انسانوں کو اُن ترقیوں سے مستفید ہونے کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے۔ انسان خود اپنے محدود تجربوں اور عقل سے کام لیتا اور ٹھوکریں کھاتا چلا جائے گا۔ قریشی مسلمانوں کے لیڈروں، راہنماؤں اور ابوبکر وعمر کی پیش کردہ اس اسلامی صورت نے اس دُنیا میں ہر انسان کو، ہر قوم کو اور ہر ملک کو خودغرض بنا دیا اور روئے زمین پر چھینا جھپٹی اور لوٹ مار اور قتل وغارت میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی دوڑ دھوپ شروع ہوگئی اور قدرتی طور پر انسان اُن چار قسم کے گروہوں میں تبدیل ہوتے چلے گئے جن کا حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبہ نمبر 32 میں ذکر فرمایا ہے اور ہر ایک کے چند اعمال وتصورات لوگوں کے سامنے رکھے ہیں۔

6۔ قریش نے اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے تلوار اور بے رحمی و بے دردی کو اپنا وسیلہ بنا کر رسولؐ اللہ کی عطا کردہ قوتوں کو خرچ کردیا۔

قریش کی فتوحات اور غلبہ کا راز اُس اسکیم میں ہے جو اُن کے عظیم راہنما عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بڑے خلوص اور اللہ کو گواہ بنا کر صاف الفاظ میں رکھی تھی اور آنحضرتؐ کو بہت پسند آئی تھی اور اگر کہیں اللہ نے مداخلت کرکے اُس پُرخلوص راہنما کو یعنی عمر کو آنحضرتؐ کا مدِّ مقابل حریف وانتہائی کمینہ اور بے درد دشمن قرار نہ دے دیا ہوتا تو بظاہر نظر رسولؐ اللہ اُس کی اسکیم کو تسلیم کرلیتے۔ اور اُسے وہ منصوبہ نہ بنانا پڑتا جو اُسے مجبور ہوکر بنانا پڑا تھا اور اُسے اس کی ضرورت نہ پڑتی کہ وہ خانوادہ نبوّت کو یعنی علیؑ کو ہمیشہ کیلئے اسلامی حکومت سے محروم کرتا۔ نہ

اُسے قرآنی تعلیمات کوتبدیل کرنے کی ضرورت پڑتی۔ نہ بیت النبوّت واماّمت میں آگ لگانا پڑتی نہ جنگ جمل وصفین پیش آتی نہ کربلا کا دلدوز روح فرساقتل عام ہواہوتا۔ پوری زمین، ساری دنیا اور تمام اقوام عالم اور سارے مذاہبِ اسلامی حکومت کے زیرِ نگین ہوتے اور اقصاءِ عالم تک ہر طرف اسلامی پرچم لہراتا۔ اور قرآن کا وہ انتہائی وعدہ بھی پورا ہوجاتا جو اللہ نے بہت سے دوسرے وعدوں کے ساتھ، قرآن میں کیا ہے اور اسلامی تحریک کا آخر منظر اور نتیجہ یوں پیش فرمایا ہے کہ:

(الف) **اللہ کا بار بار دُہرایا ہوا وعدہ جس کو سامنے رکھ کر عمر نے پہلا اور دوسرا منصوبہ بنایا اور بے جگری سے چلایا۔**

اول۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا O مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًاO۔ (سورہ الفتح 48/28-29)

”وہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسوؐل کو ہدایات اور دینِ حق کے ساتھ ارسال کیا ہے تا کہ اُس رسوؐل کو تمام دینوں پر غلبہ دے دے۔ اور اِس پر اللہ ہی چشم دید گواہ کی حیثیت سے کافی ہے۔ اللہ کا وہ رسوؐل محمدؐ ہے اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے بہت شدت برتنے والے اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔ تم جب بھی اُنہیں دیکھو تو انہیں رکوع اور سجدوں میں اللہ کا فضل اور خوشنودی طلب کرتے ہوئے پاؤ گے اور اُن کے چہروں پر بھی رکوع اور سجدوں کے اثرات موجود ہیں۔ اُن کی وہ صفات توریت میں بھی مذکور ہیں اور انجیل میں اُن کی مثال یوں ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی اور پھر اُسے طاقتور بنایا پھر وہ موٹی تازی ہوئی اور یوں رفتہ رفتہ مضبوطی سے اپنے تنے پر جم کر کھڑی ہوگئی جو کہ کھیتی بونے والوں کو پسند آتی ہے اور کفار کو اس مثال پر غصہ آتا ہے۔ اللہ نے اُن لوگوں سے مغفرت اور عظیم الشان اجر کا وعدہ کیا ہوا ہے جو ایمان لا کر صالح اعمال بجالاتے ہیں“۔

یہ نوٹ کرنے کی پہلی بات ہے کہ یہ سورہ مدینہ میں 6 ہجری میں تلاوت کی گئی تھی۔ دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ ان دونوں آیات کے ترجمہ میں عمر کی ذہنیت اور سوجھ بوجھ کی رعایت کی گئی ہے۔ یا یوں کہئے کہ شیعوں اور سنیوں کے قدیم مترجموں کا خیال رکھا گیا ہے۔ تا کہ اُس اسکیم کو آسانی سے قارئین کے ذہن میں بٹھایا جاسکے جو عمر نے اِن آیات کو سننے کے بعد تیار کی تھی۔

(ب) **عمر یا اُسی قسم کے لوگ اِن آیات سے کیا سمجھ سکتے تھے؟ اور آیات میں مذکورہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اُنہیں کیا کچھ کرنا چاہئے تھا؟**

قارئین کو چاہئے کہ وہ مندرجہ بالا ترجمہ ہمارے ساتھ ساتھ پڑھیں اور جو کچھ ہم اب لکھیں اُس کو اس نظر سے دیکھیں کہ آیا ہم آیات سے وہ مفہوم صحیح اخذ کرتے ہیں یا نہیں جسے ہم عمر کی طرف سے پیش کرنے والے ہیں۔ یعنی ہمیں اِن آیات سے وہ اسکیم اخذ کرنا ہے جو عمر نے آنحضرت صلی علیہ وآلہ وسلم کے رُوبرو پیش کی تھی جو بقول قرآن حضوؐر کو پسند آئی تھی۔ لہٰذا آپ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ:

(1) اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے رسوؐل کی حیثیت سے بھیجا تھا اور اللہ کا مقصد یہ تھا کہ:

(2) محمدؐ کو دنیا میں موجود تمام دینوں پر غلبہ عطا کرے۔ چنانچہ تمام ادیان پر غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ:

(3) اُن تمام اقوام پر غالب آجانا جو اُن مذاہب یا ادیان کی پیرو تھیں۔ اور اس زمانہ میں جو ادیان موجود تھے۔ وہ:

(4) یہودی مذہب۔2۔ عیسائی مذہب۔3۔ زرتشتی مذہب یعنی مجوسیت۔4۔ بدھ مذہب۔5۔ ہندو یا جینی مذہب۔6۔ کنفیوشس اور۔ 7۔ طاؤ مذہب۔8۔ صابی مذہب۔9۔ شنٹو مذہب۔10۔ فطرت پرست یا دھریہ مذہب۔11۔ مشرک یا مذہبِ اشتراکیت۔12۔ مجسمہ پرستی۔ یہ بارہ مذاہب عرب سے لے کر تمام دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ یعنی مقصد خداوندی حاصل کرنے کے لئے لازم تھا کہ اُن تمام اقوام پر غلبہ حاصل کیا جائے جو اِن بارہ مذاہب پر عمل پیرا تھیں۔ یعنی۔

(5) اسلام اور محمدؐ کو ساری دنیا کی اقوام و مذہب پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے لازم تھا کہ ایک جنگی پالیسی تیار کی جائے۔ اور کھیتی کی طرح۔

(6) ایک کونپل سے ابتدا کر کے تناور درخت کی صورت اختیار کی جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے ساتھی مومنین اللہ کے فضل وخوشنودی کی طلب میں دن رات رکوع اور سجدوں میں گزاریں اور ایک پیارا اور رحیمانہ ماحول تیار کریں اور

(7) جو لوگ اسلام اختیار نہ کریں اُن پر ہر ممکن تشدد کریں یہاں تک کہ وہ اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔ اور۔

(8) اس انتہائی مقصد کو حاصل کرنے میں کسی ملامت، طعن وطنز اور فلسفہ ونصیحت کو روک نہ بننے دیں۔ نیز۔

(9) قرآن کی دوسری ہدایات کے ماتحت جنگی سامان، اسلحہ اور گھوڑے برابر جمع رکھیں اور بڑھائیں تاکہ متمدن اقوام اور حکومتوں کی افواج کو شکست دے سکیں۔ اور انہیں اسلام کے اور اطاعتِ رسوؐل کے سامنے جھکا سکیں۔

قارئین کرام نے اگر اپنے ذہن سے وہ تمام خیالات وعقائد نکال کر غور کیا ہے جو اُنہیں اُن کے ماحول و مذہب نے عطا کئے ہیں تو انہیں ان نو (9) نتائج سے اختلاف نہیں ہوسکتا۔ بہرحال یہ نو باتیں عمر نے نوٹ کیں اور اُس کتابچہ میں لکھ دیں جو وہ تیار کرتے چلے آرہے تھے۔ (الفاروق حصہ 2 صفحہ 110 وغیرہ) اور لکھا تھا کہ:

دوم۔ یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ O ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ O (صف 9-61/8)

’’کافروں اور مشرکوں کا ارادہ یہ ہے اور آئندہ بھی رہے گا کہ وہ اپنے پروپیگنڈے سے اللہ کے نور کی روشنی کو پھیلنے سے روک دیں اور اللہ اپنے نور کو پوری طرح پھیلانے والا ہے خواہ کافروں پر جبر ہی کیوں نہ گزر جائے۔ وہی تو وہ ہستی ہے جس نے اپنے رسوؐل محمدؐ کو ہدایات اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ محمدؐ کو تمام دینوں پر غالب کردے خواہ مشرکوں پر جبر ہی کیوں نہ گزر جائے‘‘۔

قارئین نوٹ کریں کہ اللہ کا یہ وعدہ جنگ احد کے بعد تیسری ہجری میں تلاوت کیا گیا تھا۔ یعنی عمر تین سال سے اسلام کو اور اسلام کے رسوؐل کو روئے زمین پر غلبہ دلانے کیلئے پر غور کر رہے تھے۔ اور اسی وعدے میں واضح کیا گیا تھا کہ کافروں اور مشرکوں کو مجبور کرنا اور اسلام کو غالب کر کے چھوڑنا ہی اللہ کا منشا ومقصود ہے۔ اور اسی لئے محمدؐ کے ساتھیوں کو اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّار (و الۡمُشۡرِکُون) فرمایا گیا ہے۔ یعنی عمر کی نو (9) نکاتی اسکیم کی تصدیق وتائید ہوتی چلی گئی ہے۔ اور پھر 9 ہجری میں اللہ نے پھر تصدیق فرمادی کہ:

سوم۔ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَیَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ O ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ O (33-9/32 سورہ توبہ)

Presented by Ziaraat.Com

''کفار اور مشرکین یہ ارادہ رکھتے ہیں اور وہ اس ارادہ پر برقرار رہیں گے (مضارع) کہ اپنے پروپیگنڈے سے اللہ کے نور کی روشنی پھیلنے سے روک دیں۔ مگر اللہ اپنے اس ارادہ پر اٹل ہے کہ وہ اپنے نور کو اُس کی انتہائی وسعتوں تک پھیلا کر چھوڑے خواہ کافروں پر زبردستی ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ وہ وہی ہستی تو ہے جس نے اپنے رسول محمدؐ کو ہدایات اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تا کہ اُس رسولؐ کو تمام ادیان پر غلبہ وتسلط عطا کر دے خواہ مشرکوں پر زبردستی ہی کیوں نہ کرنا پڑے''۔

(ج) **عمر نے رسولؐ اللہ کے سامنے اپنی مذکورہ بالا نو (9) نکاتی اسکیم کب اور کن الفاظ میں پیش کی تھی؟ اور آیا وہ قرآن سے اخذ کی تھی؟**

ہم نہ یہ بات دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ عمر نے اپنی اسکیم قرآن کی مندرجہ بالا آیات (9/32-33، 61/8-9، 48/28-29) کے نزول کے بعد اور اِن ہی آیات سے متاثر ہو کر تیار کی تھی یا یہودی مرکز میں حاصل کردہ دروس سے؟ (الفاروق حصہ 2 صفحہ 132)

اور ہم یہ بھی دعوے کے ساتھ نہیں جانتے کہ عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی اُسی اسکیم کو کب اور کن الفاظ میں رکھا تھا۔ مگر ہم یہ بات دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ دعوت ذوی العشیرہ (شعراء 26/214) میں حضرت علی علیہ السلام کی وزارت وخلافت کے اعلان کے بعد قریش نے اپنی غلطی محسوس کر لینے کے بعد بڑے غور وفکر اور مشوروں کے بعد کیا تھا۔ اور چاہا تھا کہ کسی طرح اُن کو خلافت الٰہیہ میں شریک کر لیا جائے تا کہ وہ قومی مصلحتوں کا تحفظ کر سکیں اور حضرت علی علیہ السلام مطلق العنان حکمرانی نہ کر سکیں اور اُن کے مشوروں کو اپنے احکام میں شامل رکھنے کے لئے سرکاری طور پر پابند ہو جائیں۔ اِس انتہائی اور ممکن الحصول مقصد کے لئے قریشی لیڈر نے یعنی عمر نے نظام مشاورت اور جمہوریت کی خوبیاں اور شخصی آمریت کے نقائص حضورؐ کے سامنے رکھنا شروع کئے اور اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانے اور تمام اقوام عالم کو اسلام کے زیر نگیں لا کر اُنہیں اسلامی وقرآنی نعمتوں سے مالا مال کرنے کا پروگرام نہایت ڈپلومیٹک زبان میں سمجھانا جاری کیا تھا۔ اور حضورؐ کے مزاج کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت پسندیدہ انداز اختیار کیا تھا اور عمر کو یہ امید ہو چلی تھی کہ آنحضرتؐ آخر کار اُس کی اسکیم پر رضا مند ہو جائیں گے لیکن آخر کار ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کے منصوبے کی پول کھول کر اُس منصوبے کے پیچھے چھپے ہوئے قریشی مقاصد کو آنحضرتؐ پر واضح کر دیا اور اس سلسلے کی تفصیل کو صیغہ راز میں رکھتے ہوئے ضروری پہلو قرآن میں اس طرح ریکارڈ کر دیئے کہ اہلِ فکر اصل تفصیل کو خود اپنے غور وفکر سے مرتب کر سکیں۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعۡجِبُكَ قَوۡلُهُۥ فِي الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِي قَلۡبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ O وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الۡاَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيۡهَا وَيُهۡلِكَ الۡحَرۡثَ وَالنَّسۡلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡفَسَادَ O وَاِذَا قِيۡلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئۡسَ الۡمِهَادُ O وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ O (بقرہ 2/204-207)

''اے رسولؐ تم اِن مسلمان لوگوں میں سے اُس شخص پر اپنی توجہ مرکوز کرو جس کی ہر وہ بات تمہیں تعجب کی حد تک پسند آتی ہے جو وہ دنیا میں اسلام کے عملی نظامِ حیات کے سلسلے میں کہا کرتا ہے اور اُس تمام تفصیل پر اللہ کو گواہ بنایا کرتا ہے جو اُس کے دل میں رہتی ہے۔ اور غور سے سنو کہ وہ مسلمان لیڈر اپنی تمام باتوں اور قلبی اسکیم میں تمہارا سب سے بڑا حریف (خصم) اور بدترین دشمن ہے (اور اُس قوم کا راہنما ہے جسے خبردار رکھنے کی تاکید میں ہم نے اُسے قَوۡمًا لُّدًّا دُشمن قوم کہا ہے (مریم۔19/98)۔ اور جسے قرآن کو مہجور کرنے کی بنا پر دشمن اور مجرم

Presented by Ziaraat.Com

قوم قرار دیا گیا ہے (فرقان 31-25/30) چنانچہ جب وہ اپنی قلبی اسکیم کے ماتحت ولایت وحکومت کا اقتدار حاصل کر کے حاکم بن جائے گا تو وہ ساری دنیا کو فساد سے لبریز کرنے، اور دنیا کی فصلیں اور نسلیں تباہ کرنے کے لئے اپنی حاصل کردہ حکومت کے تمام وسائل استعمال کرنے میں کوشاں ہوگا اور جب اُسے اُس کے ظلم وجبر سے روکنے کے لئے اللہ کے نام پر اُس سے تقویٰ کی اپیل کی جائے گی تو اُسے اُس کی حکومت کا وقار گھٹتا نظر آئے گا اور گناہوں پر زیادہ جم جائے گا اور جہنم اُس کے حسب حال مقرر ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے اس لئے کہ اللہ تو فساد کو کسی صورت میں بھی پسند نہیں کرتا۔ یہ سب اسکیم اِن ہی مسلمانوں میں سے اُسؑ کے خلاف ہے جسؑ نے اللہ کی رضامندیاں خرید کر اپنی ملکیت بنانے کے لئے اپنی ذات کو فروخت کر دیا ہے اور برابر اس خرید وفروخت کا سلسلہ قائم کر دیا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر خود بھی مہربان رہتا ہے''۔

یہ ہے وہ ترجمہ جو اس اسکیم کے منظر وپس منظر کو سامنے لے آتا ہے۔لیکن اِن آیات کے سادہ اور تحتِ لفظ ترجمہ سے بھی مسلمانوں میں ایک ایسے شخص کا موجود ہونا ثابت ہو جاتا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برسرعام اور تخلیہ میں باتیں کرنے کا کافی موقع ملتا رہتا تھا۔اور آپؐ اُس کی باتیں بڑی دلچسپی سے سنا کرتے تھے۔اور یقیناً ایسا شخص مخصوص درجہ رکھنے والا صحابی ہوسکتا ہے۔اور قریشی تاریخوں میں اُس شخص کا نام بڑے فخر سے عمر بن الخطاب بتایا گیا ہے۔اور بقول شبلی تو عمر صرف تنہا صحابی تھا جسے حضوؐر کی خدمت میں بلاتکلف ہر بات کہنے کی جرأت واجازت تھی (الفاروق حصہ 2 صفحہ 110) اور عمر ہی وہ صحابی ہے جسے قریش کے معتبر ترین ریکارڈ (صحیح بخاری وغیرہ) میں رسوؐل سے جھگڑنے اور ہاتھا پائی کر کے اپنی بات منواتے دکھایا گیا ہے۔پھر علامہ رفیع الدین اور مودودی کے ترجموں سے لفظ ''تَـوَلّـی'' کے معنی ''اقتدار حاصل کرنا اور حاکم بن جانا'' بھی تسلیم شدہ ہے۔لہٰذا وہ صحابی ایسا تھا جو بعدِ رسوؐل حاکم بننے والا تھا اور اُس نے اس دنیا میں قتل وغارت کر کے فساد پھیلانا تھا۔(2/205) اور یہ بات قریشی ریکارڈ سے دیکھی جاسکتی ہے کہ عمر نے لاکھوں کی تعداد میں ہر وقت آپریشن کے لئے تیار رہنے والی پیدل اور سوار مسلح فوجیں تیار کیں اُن کے لئے چھاؤنیاں بنوائیں اسلحہ خانے بنائے اور بیرونی ممالک پر مسلسل فوج کشیاں اور تاخت وتاراج کی مہم جاری رکھی تھی۔لہٰذا یہ آیات (205-2/204) عمر پر سو فیصد واقع ہوتی ہیں۔اور قرآن میں اور کئی مقامات پر قومی حکومت بنانا اور دنیا بھر میں فساد پھیلانا اور اپنے قابل احترام ارحام کو قتل کرنا موجود ہے (مثلاً محمدؐ 47/22) اور یہاں بھی مودودی اور رفیع الدین نے قومی یا قریشی حکومت سمجھا ہے۔اور صحیح بخاری میں قتل عام کرنے کی حضوؐر نے اطلاع دی تھی۔لہٰذا ہر طرح اور ہر طرف سے عمر وابوبکر کا منصوبہ حکومت ثابت ہے۔(فرقان 29-25/27)

(د) محمدؐ اور اسلام کو ساری دُنیا کی اقوام پر اور اُن کے ادیان پر غلبہ دینا اور زبردستی ساری دنیا کو فتح کرنا عمر ہی نے نہیں سمجھا بلکہ شیعہ علمانے بھی تائید کی ہے۔

عمر کی نو (9) نکاتی اسکیم اُن ترجموں سے سو فیصد صحیح ثابت ہوتی ہے جو شیعہ سنی علمانے کئے ہیں۔اگر یہ اُردو میں ترجمہ کرنے والے علما تیرہ چودہ سو سال بعد بھی وہی سب کچھ سمجھے جو عمر نے سمجھا تو عمر کی خطا کم اور اِن کی خطا زیادہ ہے۔یا یہ کہئے کہ اُنہوں نے عمر کو اپنا راہنما اور بزرگ سمجھ کر اُس کی تائید اور تصدیق کرنے کے لئے جان بوجھ کر غلط ترجمہ کیا تھا۔اور عمر کے سنگین اور جہنم میں لے جانے والے جرم کو چھپا کر اُسے حق بجانب ثابت کیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

(ہ) شیعوں کے قدیم وجدید اُردو میں ترجمہ کرنے والے سب سے زیادہ مقبول اور معتبر علمانے غلط ترجمہ کر کے عمر کی تائید وتصدیق کی ہے۔ چندمثالیں۔

ہم نے قرآن میں تین مرتبہ مذکوراللہ کے وعدہ پروہ تینوں مقامات (توبہ۔9/32-33،فتح 48/28-29،الصّف 61/8-9) مع غلط ترجمہ کے لکھ دیئے ہیں۔اب تین شیعہ علما کا بطورنمونہ ترجمہ لکھتے ہیں۔

(1) سب سے قدیم مترجم ومفسر جناب عمار صاحب۔

لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۔''تا کہ غالب کرے وہ اُس دین کواوپر دین کے کل اُس دین کے یعنی سب دینوں پراُس کوغالب کرے''

(توبہ۔9/32-33،فتح 48/28-29،الصّف 61/8-9)(عمدۃ البیان جلد1 صفحہ 499)

(2) مقبول احمد صاحب ''کہ اُس کوتمام ادیان پر غالب کردے''۔(ترجمہ 305)

(3) فرمان علی صاحب ''تاکہ اُس کوتمام دینوں پر غالب کرے''۔(ترجمہ صفحہ 304)

اِن تینوں نے جوغلطی کی ہے اُسے مودودی کے ترجمہ سے سمجھ لیں۔

مودودی ترجمہ ''تاکہ اُسے پوری جنسِ دین پر غالب کردے''۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 190)

لہٰذانہ اُس مقام پرتمام دینوں کا ذکر ہے نہ ترجمہ میں''تمام دینوں پرغلبہ'' آنا چاہیئے''عَلَى الاَدیان''نہیں ہے بلکہ'عَلَى الدِّيۡنِ'' واحد کا صیغہ ہےاورلفظ''كُلِّهٖ''خوداُسی واحد دین یعنی دین اسلام کے لئے ہےاورمطلب وہی ہے کہ''اسلام کے ہر ہر پہلواور ہر ہرشعبہ پر غالب کردے''

(5) مودودی عمر کا پجاری ہےاس لئے صحیح ترجمہ کر کے بھی ساری دُنیا کو جبروقوت سے مجبورومقہور کرنامان لیا ہے۔

ہمیں مودودی سے شکایت نہیں ہے اس لئے کہ وہ سنی المذہب اور ابوبکروعمر کا پرستار ہے۔شکوہ صرف علمائے شیعہ سے ہے جواپنے روزگار کو جاری رکھنے کے لئے شیعہ کہلاتے ہیں اورسب دست غیب حاصل کرنے کے لئے سنی حکمرانوں کی کونسلوں اور قانون سازاداروں میں بھی شریک رہتے ہیں تاکہ کرسی واقتدار ملنے کی گنجائش رہے۔بہرحال مودودی کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

''۳۲'' متن'' میں ''اَلدِّيۡن'' کالفظ استعمال ہواہےجس کا ترجمہ ہم نے''جنس دین'' کیا ہے۔دین کالفظ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں،عربی زبان میں اس نظام زندگی یا طریق زندگی کے لئے استعمال ہوتا ہےجس کے قائم کرنے والے کوسنداورمطاع تسلیم کر کے اُس کا اتباع کیا جائے۔پس بعثت رسولؐ کی غرض اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت اوردین حق کووہ خدا کی طرف سے لایا ہے۔اُسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اورنظاموں پر غالب کردے۔دوسرے الفاظ میں رسولؐ کی بعثت کبھی اس غرض کے لئے نہیں ہوئی کہ جونظام زندگی لے کروہ آیا ہے وہ کسی دوسرے نظام زندگی کا تابع اوراُس سے مغلوب بن کراوراُس کی دی ہوئی رعایتوں اورگنجائشوں میں سمٹ کررہے۔بلکہ وہ بادشاہ ارض وسما کا نمائندہ بن کرآتا ہےاوراپنے بادشاہ کے نظام حق کوغالب دیکھنا چاہتا ہے۔اگرکوئی دوسرانظام زندگی دنیا میں رہےبھی تواُسے خدائی نظام (یعنی عمر۔احسنؔ) کی بخشی ہوئی گنجائشوں میں سمٹ کررہنا چاہیئے جیسا کہ جزیہ اداکرنے کی صورت میں ذمیوں کا نظام زندگی رہتا ہے''۔(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 190)

علامہ مودودی کی یہ تشریح عمر کے نو (9) نکاتی منصوبے کولفظ بلفظ ثابت کردیتی ہےاور جب علمائے شیعہ کے تراجم اِس کے ساتھ شامل کرلئے

Presented by Ziaraat.Com

جائیں تو شیعہ سنی دونوں کے عوام کو یقین ہو جاتا ہے کہ ابوبکر وعمر نے قرآن کو ٹھیک سمجھا تھا اور اُن کی فوج کشیاں واقعی قرآن کے مطابق جہاد تھا۔ اور وہ وعدے جو اللہ نے حقیقی مسلمانوں کے ساتھ کیئے تھے۔ بلاشبہ ابوبکر وعمر کے ہاتھوں پورے ہوئے تھے مثلاً اللہ نے فرمایا تھا کہ: (مودودی ترجمہ)

(6) شیعہ علما کے غلط ترجموں سے ابوبکر وعمر کی خلافت برحق ثابت ہوتی ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ...... O (نور 24/55)

''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ اُن کو اُسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، اُن کے لئے اُن کے اُس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا جسے اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں پسند کیا ہے۔۔۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 416-417)

یعنی شیعہ علما کی تائید سے ابوبکر وعمر کی بنائی ہوئی خلافت برحق ثابت ہوگئی۔ علاوہ ازیں اللہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

(7) شیعہ علما کی غلط ترجمانی نے ابوبکر وعمر کی فوجی لوٹ مار وقتل وغارت کو قرآن کی غنیمت بنا دیا۔

وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًاO وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًاO وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا...O (48/18-20)

(پھر مودودی ترجمہ)۔ ''اُن کو انعام میں قریبی فتح بخشی، اور بہت سا مال غنیمت اُنہیں عطا کر دیا جسے وہ عنقریب حاصل کریں گے اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ اللہ تم سے بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے۔ جسے تم حاصل کرو گے۔۔۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 56)

مختصراً یہ کہیئے کہ جن خبیث علما کی تائیدات اور بکواس سے قریشی مذہب کو تقویت ملتی چلی آئی ہے۔ اور یہ باطل مذہب چودہ سو سال تک موجود رہتا پھلتا پھولتا اور بڑھتا چلا آیا ہے۔ وہ شیعہ لیبل لگانے والے مجتہد تھے۔

(8) وہ ہستیؑ جس نے ابوبکر وعمر کی قائم کردہ حکومت کو مع اُن کے مذہب کے باطل، خلافِ قرآن اور اُن دونوں کو غاصب وغادر وخائین ثابت کر کے رکھ دیا۔

قریش کی اپنی تیار کردہ تاریخ کا وہ نظارہ سامنے لایئے کہ عمر کا قائم کردہ شوریٰ جاری ہے۔ جماعت شوریٰ کا خود کاشتہ اور مسلّمہ ثالث عبدالرحمٰن ابن عوف حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑے ہوئے منبر کے پہلو میں کھڑا ہے۔ اور اپنا فیصلہ یوں سناتا ہے کہ:

''یا علیؑ اگر آپ یہ اقرار کریں کہ آپ سُنّتِ ابوبکر وعمر کی پیروی کریں گے تو میں آپ کو خلیفہ بنا کر آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرتا ہوں''

(9) ابوبکر وعمر کی سنت کے ساتھ آتی ہوئی حکومت بھی ٹھکرا دی۔

مولائے کائنات علیہ السلام نے منبر کی بلندی سے اعلان کیا کہ میں:

''صرف قرآن کریم و رسولؐ کریم کی پیروی کروں گا اور اپنے علم وبصیرت کو استعمال کروں گا''

سارا مجمع سناٹے میں رہ گیا۔ یعنی ببانگ دُہل سب نے سنا کہ ابوبکر وعمر کی سنت نہ قرآن کے مطابق تھی نہ وہ سنت رسولؐ کے ماتحت آتی تھی اور نہ علم مرتضوؑی کے رُو سے حق تھی۔ اور آپ پڑھ چکے اور ثبوت میں حوالہ جات دیکھ چکے کہ ابوبکر وعمر نے قرآن وسنت رسولؐ کے خلاف اعلانیہ عمل کیا۔ ایران و یونان و روم و یہودی اور نصرانی قوانین وقواعد کو مسلمانوں میں رواج دیا اور ساری دنیا کو فتنہ وفساد سے لبریز کر کے کروڑوں بے گناہ

Presented by Ziaraat.Com

انسانوں کا خون بہایا۔ کروڑوں عورتوں کی عصمت دری کی۔ کروڑوں گھروں کو لوٹا۔ رسولؐ کے گھر کو جلایا۔ فاطمہ علیہا السلام پر مظالم کئے۔ تمام صحابہ رسولؐ کو مدینہ میں نظر بند رکھا دین میں سینکڑوں بدعتیں جاری کیں۔

قارئین نوٹ کریں کہ جس طرح دنیا کے سارے انسان اور جنّات مل کر اس قرآن کا جواب نہیں لا سکتے بالکل اُسی طرح وہ سب مل کر صاحب قرآن علی علیہ السلام کا جواب نہیں لا سکتے۔ قریش نے اور اُن کے حلیفوں نے، اُن کے خلفا نے، اُن کے وظیفہ خوار و تنخواہ دار شیعہ سنی علما نے، اُن کی لاکھوں مساجد سے لاکھوں پیش نمازوں اور خطیبوں نے، اُن کی افواج اور افواج کے جنرلوں (Generals) نے، اُن کے ہزار در ہزار مدارس اور مدرّسوں نے اُن کے تمام محکموں اور اہلکاروں نے، اُن کے مُبلّغوں، مصنفوں، محدثوں، مفسروں نے چودہ سو سال ایڑی چوٹی کا زور لگایا، پانی کی طرح روپیہ اور خون بہایا۔ مگر حضرت علیؑ کی ایک بات اور ہر ایک بات انہیں نہایت سادہ اور عام فہم الفاظ میں باطل پرست، اللہ، رسولؐ اور قرآن کا دشمن اور لعنتی ثابت کر دیتی ہے۔ ایک ضربت حیدری اُن کے تیار کردہ مذہب کے محل کو مسمار کر دیتی ہے۔ اور وہ مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں۔

(و) علومِ قرآن و صاحبؑ قرآن کے بغیر اسلام کے مجموعی مقاصد کا حصول ناممکن تھا اِس لئے عمر نے تمام علمی پہلوؤں کو چھوڑ کر ایک مکمل مارشلزم اسلام سے اخذ کیا اور اُسے ہی اسلام بنا دیا۔

وہ تدبر بہر حال قابل داد ہے جو عمر کے منصوبے کو نہایت جاہ و جلال اور شان و شوکت سے برسر کار لایا اور جس کے قدم چومنے کے لئے کامیابیاں منتظر رہتی تھیں۔ اگر ہم اُس کی تفصیل و تدریج و تدبیر و انتظام کو اُس کے شایانِ شان انداز میں قلمبند کریں تو کم از کم الفاروق ایسے سائز کی کتاب درکار ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہمیں صرف اِسی خطبے کی تشریح نہیں کرنا ہے۔ ہمارے سامنے ابھی حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطبات و فرمانات و خطوط کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ناپیدا کنار سمندر ہے۔ جس کے کنارے پر کھڑے ہم ایسا محسوس کرتے ہیں کہ ایک سن رسیدہ، کمر خمیدہ ضعیف و ناتوان ملاح ایک چھوٹی سی کمزور بادبانی کشتی کو کنارے سے آگے بڑھانے کے لئے وہ تمام جتن کر رہا ہے جو اُسے معلوم ہیں۔ سمندر کی وسعت پر خیال و نظر نہ جا پڑے سر جھکائے بڑھ رہا ہے۔ کبھی کبھی موجوں کے تھپیڑوں سے گھبرا کر اِدھر اُدھر کسی مددگار، کسی ناخدا اور خدا کی طرف دیکھتا ہے اور پھر مصروف ہو جاتا ہے۔ ایسے عالم میں عمر ایسے عظیم الشان لیڈر کے شایانِ شان لکھنے کی فرصت کہاں ملے گی؟ بہر حال ہم جلدی جلدی اُس کے منصوبے پر سے گزرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔ لیکن پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ ہمارا بیان درحقیقت اُس عمر کو اُس کے پورے خدوخال اور قد و قامت کے ساتھ پیش نہ کر سکے گا جس نے اللہ، رسولؐ، علیؑ اور قرآن سے ٹکر لی اور خوب ٹکرایا جس سے اللہ نے رسولؐ کو خبردار کرنے کے لئے اُسے اُن کا زبردست حریف اَلَدُّ الْخِصَام فرمایا۔ جس کی شان کو پبلک کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ........ (اعراف 176-7/175)

"اے رسولؐ تم اِن مسلمانوں کے سامنے اُس ہستی کی وہ خبر تلاوت کر دو جو ابھی پردہ غیب میں ہے جسے ہم نے اپنی آیات دے دی تھیں اور جس نے اُن آیات میں ایسی موشگافیاں کیں کہ شیطان نے بھی اُس کی پیروی اختیار کر لی اور وہ تو پہلے ہی سے اغوا ہو چکا تھا۔ اگر ہم چاہتے تو اُسے اُن آیات اور آیات کی موشگافیوں سے بلندی پر پہنچا دیتے۔ مگر اُس نے بلندیوں کے بجائے روئے زمین پر تسلط کی طرف رُخ کر لیا۔ اور اپنے منصوبے پر چلنے لگا۔۔۔۔۔"

Presented by Ziaraat.Com

(1) قریشی منصوبے کا خاکہ، اُس کی بڑی بڑی ضروریات، ضروریات کی فراہمی کا انتظام اور مخالفت کی مکمل روک تھام۔

اپنی ڈپلومیٹک چالوں سے حکومت حاصل کر چکنے پر عمر کے سامنے ساری دُنیا پر تسلط حاصل کرنے اور اسلام کو اقصائے عالم تک پھیلانے کے لئے پہلی ضرورت بے دریغ تیغ آزمائی کرنے والے جوانوں کی تھی۔ دوسری ضرورت سامان جنگ تھی۔ تیسری ضرورت اُن لوگوں کا مسلسل موجود رہنا جو پہلی اور دوسری ضرورتوں کی فراہمی کو بلا ناغہ جاری رکھیں۔ اور تمام اسلامی تعلیمات کو اس ہمہ گیر تسلط کے چاروں طرف مرکوز کر کے رکھ دیں۔ چوتھی ضرورت تھی ہر قسم کے اختلاف اور مخالفت کو کچل دینا۔

(الف) چاروں ضروریات پر مسلمانوں کی توجہات کو مرکوز رکھنے کا خاکہ

قتل وغارت اور لوٹ مار کی مذموم صورت کو بدلنے اور مقدس اور پسندیدہ بنانے کے لئے انہیں اسلام کا تجویز کردہ نام جہاد دیا گیا۔ تمام غیر مسلم اقوام کو اسلامی دعوت دینا، وفود بھیجنا، اور اسلام کی مخالفت کرنے والوں سے اُس وقت تک جہاد کرنا جب تک وہ ہتھیار رکھ کر اطاعت قبول نہ کر لیں۔ مسلسل جنگ کرنے اور مخالفت کرنے والوں کو قتل کرنا، اُن کے اسلحہ واموال کو اپنے قبضہ میں لینا واجب ہوگا۔

پہلی ضرورت۔ پہلی ضرورت کا انتظام جنگ وجدل کے ماہر ابوسفیان کو سونپا گیا اور یزید بن ابوسفیان کو فیلڈ مارشل بنا دیا گیا۔

جہاد کی پالیسی میں ضروری قرار پایا کہ تمام تندرست وتوانا مسلمانوں کو فوج میں بھرتی کیا جائے، ٹریننگ دی جائے اور جہاں ضرورت ہو فوراً بھیجا جائے۔ 2۔ تمام ضعیف العمر اور کمزور اور ناموزوں لوگوں کو افواج میں ہرگز نہ لیا جائے۔ 3۔ اُن لوگوں کو ناموزوں قرار دیا جائے جو عہد رسوؐل میں عبوری اور محدود جہاد کرتے رہے اور آپس میں اختلاف اور پس وپیش میں مبتلا رہے تھے۔ 4۔ اُن میں سے صرف وہ حضرات لئے جا سکتے ہیں جن کو موجودہ حکومت لیڈری یا سرداری کے لئے موزوں سمجھے۔ 5۔ ساتھ ہی مدینہ کے باشندہ تمام صحابہ کو مدینہ سے باہر جانے اور جنگ یا جنگ سے متعلق کسی عنوان پر اظہارِ خیال سے قطعاً روک دیا جائے اور مخالفت کی صورت میں قید وبند وسزا میں تکلف نہ کیا جائے۔ 6۔ اُن کے روزینے مقرر کر دیئے جائیں کہ تلاش معاش کا عذر نہ رہے۔ 7۔ تمام گورنر افرادی قوت اور سامانِ جنگ کی فراہمی پر اپنی پوری قوت اور اختیارات صرف کر دیں اور مداخلت یا مخالفت کرنے والوں کو بے دریغ قتل کر دیں۔ 8۔ جنگ کے لئے تمام ناموزوں افراد کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں۔ 1۔ جہاد کی تعلیم دینے والے اور۔ 2۔ تعلیم حاصل کرنے والے۔

جہاد کی رغبت، ولولہ اور جوش پیدا کرنے، بڑھاوا دینے اور نتائج سامنے لانے کا انتظام۔

1۔ جہاد قرآن میں تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ اُس پر انتہائی تاکیدیں، اُس کا اجر وثواب، قتل ہو جانے والوں اور سامان جنگ فراہم کرنے والوں کا مقام آیات قرآن سے پیش کرتے رہنا۔ 2۔ سامان جنگ کی تفاصیل، افرادی قوت یعنی افواج، سواری، باربرداری اور اسلحہ، فداکاری، اللہ کی راہ میں جان ومال کی بے دریغ قربانی، غیر مسلم ومتمدن اقوام کی قوت اور افواج اور اُن کے جدید ترین مہلک اسلحہ وساز وسامان کی تفصیلات بیان کرتے رہنا۔ 3۔ اللہ نے ساری دنیا کو فتح کرانے کے وعدے کئے ہیں فتح کے ساتھ لامحدود غنیمت عطا کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا کفار کے سونے چاندی، اور زر وجواہرات سے لبریز خزانے ملیں گے، غلاموں کنیزوں کے حسین غول خدمت کے لئے آئیں گے، قالینیں، ریشمی وسوتی اور اونی قیمتی لباس، شاہانہ پوشاکیں تمہارے قبضہ میں آئیں گی۔ تیار فصلیں، زرخیز زمینیں، کھیتی کرنے کے آلات اناج وغلہ اور چارہ، ہاتھی، گھوڑے، اونٹ، بیل، بکریاں، گائیں اور بھینس، بھیڑیں، گدھے اور خچر، دشمن کا سامانِ جنگ اور اسلحہ، زیورات مکانات، شاہی محلات، تخت وتاج تمہارے

Presented by Ziaraat.Com

پیروں میں ہوگا۔ اسلام اور اسلامی انعامات کے لئے جان پر کھیل جاؤ، عظیم الشان دولت حاصل کرنے کے لئے جو کچھ قلیل سا سرمایہ اور وسائل موجود ہیں اُسے نثار کردو اسلام اور فی سبیل اللہ انفاق پر قرآن پڑھو اور دوسروں کو سناؤ۔ سفر کی صعوبتوں کو خوشی خوشی سہنے کی تیاری کرو۔ اللہ کے وعدوں کو دہراؤ، دعاؤں اور تمناؤں میں مصروف و مگن رہو۔ محنت و مشقت اور اللہ کی راہ میں دقیق برداشت کرنے کی تعلیم دو خود عمل کرو۔ تندرستی اور صحت فکر کے سبق لو۔ کفایت شعاری، دیانت اور امانت گزاری پر قرآن پڑھو اور سنو، اللہ کے وعدوں پر یقین کا عملی ثبوت دو، حسد و بغض و کینہ کو دُور کرنا سیکھو، قومی عصبیت کہاں مفید اور کہاں مضر ہوتی ہے معلوم کرو۔ سب کو بتاؤ کہ دنیا میں اللہ کے حکم اور رضامندی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ تم اللہ کی رضامندیوں کے لئے اس کی رضامندی دوسروں پر نافذ کرو۔ دن رات، چلتے پھرتے قرآن کا وِرد رکھو۔

صبر و صلوٰۃ سے مدد اور قوت حاصل کرو۔ اپنے پاس موجود مال کو خرچ کردو اور زکوٰۃ دینے میں تو ہرگز تاخیر نہ کرو، مالِ غنیمت ملے تو پانچواں حصہ اللہ کے مقاصد کے لئے فوراً دے دو۔ روزوں کو راہِ خدا میں بھوک اور پیاس اور محنت برداشت کرنے کا ذریعہ بنالو۔ مساجد میں پابندی سے جاؤ۔ احکامِ حکومت، تعلیم قرآن سنو، حج میں اپنے خلیفہ کی زیارت کرو براہِ راست خدا کے نمائندے سے استفادہ کرو۔ اپنی اصلاحی تجاویز پیش کرو اُس کے احکام کی اللہ و رسولؐ کے احکام کی طرح بے چوں و چرا اطاعت کرو دوسروں کو اطاعت کراؤ۔ اس کے مقرر کئے ہوئے حاکم حبشی یا غلام ہوں اُن کی فرمانبرداری واجب سمجھو۔ اُن پر تنقید کو حرام سمجھو۔ اور جو تنقید کرے اُسے مواخذہ کے لئے پیش کرو۔ کسی دوسرے مسلمان پر رشک نہ کرو۔ امیری اور غریبی، رزق کی کمی اور فراوانی اللہ کی طرف سے ہے۔ قناعت کو اپنا وظیفہ بنالو۔ فتنہ و فساد پھیلانے والوں کو ماخوذ کرو، نزدیک ترین ذمہ دار اہلکار کے حوالے کردو۔ یاد رکھو اللہ کے یہاں تمام مسلمان برابر اور بھائی بھائی ہیں۔ آزاد اور غلام برابر ہیں وہاں قبیلوں کی فضیلت شمار نہیں ہے۔ حکومت اور عزت و ذلت کا دینا اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عزت و حکومت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت سے دوچار کرتا ہے۔ اس کے حکم کے بغیر پتہ بھی ہل نہیں سکتا۔ تم ہر حال میں راضی برضائے خدا رہو۔ خیر و شر اللہ کے ہاتھ میں ہے تم خیر میں کوشاں رہو۔ سب کی بھلائی چاہو۔ گناہ گاروں کو نفرت سے نہ دیکھو۔ اللہ چاہے تو بدترین گناہگار کو جنت عطا کردے۔ وہ چاہے تو ایک عابد و زاہد و نمازی و پرہیزگار روزہ دار اور تہجد گزار کو جنت کے بجائے جہنم میں ڈال دے۔ لہٰذا یاد رکھو کہ نجات، بخشش اور جنت تمہارے اعمال کے بدلے میں لازم نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ کی رحمت اور مہربانی پر منحصر ہیں۔ اس لئے اپنی نیک عملی اور عبادتوں پر اِتراؤ نہیں اور دوسروں کو حقیر مت خیال کرو۔ انکسار و تواضع کو اپنا شعار بناؤ اللہ کی راہ میں جان و مال و اولاد و وسائل حیات کو صرف کرنے میں کبھی دریغ نہ کرو۔

(ب) <u>بظاہر نظر سارا اسلام عمر کے منصوبے میں داخل ہوگیا لیکن غور کرنے والوں کو معلوم ہوگا کہ عمر نے صرف پانچ چیزوں کا انتخاب کیا ہے۔</u>

عمر کے اس منصوبے میں جہاد یا جنگی مہمات میں مددگار چیزوں کو انتخاب میں سامنے رکھا گیا ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس چودہ سو سال کے زمانہ میں شیعوں اور سنیوں دونوں نے بھی اُن ہی چیزوں کو سارا اسلام سمجھا ہے۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات کی ہزاروں چیزوں میں سے صرف پانچ چیزوں کو مارشلزم کے قیام و استحکام کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔

<u>اوّل نماز ہے</u>۔ اور آج تک سارے مسلمانوں میں نماز ہی کو پہلا نمبر دیا جاتا ہے۔ سبزی ترکاری اور سامان لانے والے جھولوں اور تھیلوں پر، کوڑے کے ڈراموں پر، بسوں اور دکانوں اور مکانوں پر نماز پڑھنے کی تاکیدیں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

نماز کو اختیار کرنے کے فوائد اور اسباب ہیں۔

دن میں روزانہ پانچ مرتبہ پوری مملکت کے افراد کو جمع کرنے کا اس سے زیادہ آسان اور اثر انگیز اور کوئی طریقہ کسی قوم کے پاس نہ تھا۔ 2۔لوگوں کی رغبت اور منصوبے سے دل چسپی اور مخالف عناصر کے پتہ لگانے کا بہترین ذریعہ ہے۔2۔ ہر محلے، ہر شہر کی تعداد معلوم کرنے کا انتظام ہے۔3۔تندرستوں، بیماروں، امیروں اور غریبوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔4۔مملکت کے احکام اور تعلیم دینے کا ذریعہ۔5۔حکومت کے واجبات وصول کرنے، تقاضا کرنے اور حکومت کے عطیات پہنچانے کا ذریعہ۔6۔فوجی پریڈ کے لئے مفید ہے۔7۔قرآن یاد کرانا اور امتحانات لینا قدرتی اور آسان ہے۔8۔تمام قسم کی افرادی ضرورتوں کے لئے موزوں اشخاص کے انتخاب میں مددگار ہے۔9۔تعزیر و تادیب اور انعامات کا پروپیگنڈا کرنے کی آسانی۔10۔ملکی حالات ہر کان تک پہنچانا سہل۔

دوم زکوٰۃ اور سوم خمس ہیں۔

حکومت کے مختلف اخراجات کو پورا کرنے کے لئے زکوٰۃ و خمس واجبات میں سے ہیں۔اُن کے ساتھ ہی ساتھ خیرات وصدقات وعطیات بھی خود بخود وصول ہو جائیں گے۔ ہر مسجد کا سرکاری پیش نماز ذمہ دار ہوگا کہ وہ نمازوں کے دوران محکمہ مال کے لئے سامان اور نقدی جمع رکھے۔اور حکومت کے مالی نمائندوں کے حوالے کرتا رہے۔نام بنام حساب ورسیدات رکھے۔خلاف ورزیاں نوٹ کرائے۔

چوتھے نمبر پر روزہ ہے۔

روزہ راشن بندی اور محنت و مشقت کا عادی بنانے کے لئے ضروری ہے۔اس سے فوجی مشقوں میں پوری مدد ملے گی۔تراویح میں یقین کیا جاسکتا ہے کہ ہر شخص نے پورا قرآن سنا ہے۔قرآن سنانے والوں کی تیاری میں مددگار ہے۔وقت بے وقت،سونے، جاگنے، جگانے اور کھانے پینے کی عادت ہر حال میں مفید ہے۔فوجی آپریشن کے دوران، رسد رُک جانے یا کمی پڑ جانے کی پرواہ کئے بغیر کمانڈر اطمینان بخش اقدامات جاری رکھ سکتا ہے۔اور جب چاہے روزے کی ڈالی ہوئی عادت سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

پانچویں نمبر پر حج ہے۔

حج اُدھر آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔دُور دراز کے ممالک سے لوگوں کا آنا مختلف تجارتی سامان لانا۔آنے کے راستوں کو کُھلا اور پُرامن رکھنا۔دوسرے ممالک کو تعاون پر آمادہ یا مجبور کرنا۔مرکز اور سربراہ اسلام سے براہ راست رابطہ قائم رہنا۔دنیا بھر کی مختلف ضروریات پر اطلاع وتدارک کا ذریعہ ہے۔ ہر ملک کے حالات پر نگاہ رکھنے اور اصلاح وتخریب کا پروگرام بنانے میں مددگار۔زحمت سفر کا شوق وذوق سے برداشت کرنا۔عالمی رائے عامہ اور مسائل پر اطلاع نظام جاسوسی میں ممد ومعاون۔دنیا بھر کی سیر وسیاحت کے ساتھ ساتھ ایک لباس یعنی احرام میں ملبوس رہ کر حج اور مناسک میں اس طرح مصروف کہ دنیا کی آزادی و بے مہاری ختم کر دینا۔دن رات مسلسل عبادت میں گزارنا۔پتھروں تک کا احترام کرنا۔صدیوں پرانی یادگاروں کو احترام سے منانا۔دوڑنا۔طواف کرنا۔آثارِ قدیمہ کو دیکھنا، مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرنا،عہدرسولؐ کے آثار پر سے گزرنا یہ تمام زحمتیں فوجی مہم میں ممد ومعاون ہوں گی۔دور دراز کے گورنروں اور اہلکاروں کو جدید احکام دینے اور ملنے ملانے میں مدد کریں گی۔ اِن مقامات کا تصور وتحفظ پختہ ہو جانا۔یہ تھا وہ خاکہ جو عمر کے منصوبے کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے۔اُس نے ملک عرب کو عالمی تسلط کے تصور پر متفق کر لیا تھا۔اختلاف ومخالفت کے امکانات پر تالے ڈال دیئے تھے۔مخالفت میں بولنے والی زبانوں کی راہ بند کر دی تھی۔مخالفت کرنے والے کو

Presented by Ziaraat.Com

مخالفت کرنے سے پہلے ہی یہ یقین دامن گیر ہو جاتا تھا کہ پبلک مجھے دین کے سب سے بڑے مقصد کا مخالف قرار دے گی اور حکومت کی طرف سے سنگین سزا دینے میں تکلف نہ ہوگا۔ عمر نے قریش اور دوسرے بڑے معزز قبیلوں کے گھروں کو دولت سے بھر دیا تھا۔ عہد رسولؐ کی غربت و تنگ حالی اب خواب بن کر رہ گئی تھی۔ چاروں طرف خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ ازواج رسولؐ کو بارہ بارہ ہزار کی رقم ملتی تھی۔ اُن کے پاس نہ کوئی پالنے کے لئے بچہ تھا نہ کنبہ تھا۔ سوچئے کہ ایک تنہا عورت کو بارہ ہزار کا وظیفہ کتنا مطمئن کرے گا؟ تمام صحابہ اسی طرح گھر بیٹھے وظائف سے مالا مال ہو رہے تھے۔ علیؑ اور خانوادۂ مرتضویؑ کے علاوہ غریب مسلمان کا ملنا مشکل تھا۔ حکومت کی مخالفت کرنے کے معنی اپنی خوش حالی کی مخالفت تھے۔ لہٰذا ہر زبان مالی دباؤ سے بھی بندھی تھی۔ ہر شہر میں مسلح افواج کی چھاؤنی تھی۔ فوج ایسے لوگوں پر مشتمل تھی جو کمانڈر کے اشارہ پر سروں کو تن سے جدا کرنا دینی خدمت سمجھتی تھی۔ اُن کا دین، کمانڈر اور خلیفہ کا حکم تھا۔ اور حکم کی فوری تعمیل دینداری تھی۔

7۔ عمر کے اُس منصوبے نے مسلمانوں کو موٹی موٹی چار قسموں میں تبدیل کر دیا تھا اور حضرت علیؑ نے اُن اقسام کا ذکر فرمایا ہے جو آج تک باقی ہیں۔

اب ہم حضرت علی علیہ السلام کے خطبے کو آگے بڑھائیں گے تا کہ قارئین یہ دیکھیں کہ ابوبکر عمر ایسی جابر و قہار اور عربوں کی پسندیدہ حکومتوں کے دوران جس زبان کو مخالفت اور حق گوئی سے روکا نہ جاسکا وہ حضرت علی علیہ السلام کی زبان تھی۔ جنہوں نے مجمع عام میں ہمیشہ اُن کے منصوبوں کی، ڈپلومیسی کی اور فریب کارانہ پالیسیوں کی مذمت کی۔ اُن کے اغراض و مقاصد واضح فرمائے اور متلاشیانِ حق کے سامنے حق و باطل کو الگ الگ واضح کر کے رکھ دیا چنانچہ اس خطبہ میں عمر کی جنگی پالیسی اور بے دریغ ناحق خون بہانے پر کئی پہلوؤں سے نظر ڈالی ہے اور اُن چاروں گروہوں کا ذکر فرمایا ہے۔ جو عمری منصوبے سے وجود میں آئے تھے۔ 1۔ تیغ بُرّان لئے قتل عام میں مصروف گروہ۔ 2۔ بلا تیغ فتنہ پھیلانے والا گروہ۔ 3۔ قتل عام کو جائز کر کے لوگوں کو جنگ پر اُبھارنے والا گروہ۔ 4۔ ہار تھک کر نیک بن کر بیٹھ رہنے والا گروہ۔

ہم ترجمہ ہی میں تشریح کرتے ہوئے گزریں گے تا کہ ہر جملہ کا منظر و پس منظر سامنے آتا چلا جائے۔

8۔ خطبہ نمبر 32 کا باقی تشریحی و تفصیلی ترجمہ جو قریشی فوج کشی اور عالمی تسلط کے عناصر اور نتائج پر بھرپور روشنی ڈالتا ہے۔

(8) چنانچہ انسان چار اقسام میں تقسیم ہو کر رہ گئے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

(9) ایک گروہ وہ ہے جو دل سے تو یہی چاہتا تھا کہ وہ بھی تیغ آزما لوگوں کے ساتھ مل کر دنیا میں تسلط کی پالیسی میں ہاتھ بٹاتا۔ مگر جن چیزوں نے اُنہیں دنیا میں فساد پھیلانے سے روکا ہے وہ اُن کی اپنی بے مائیگی اور نکما پن ہے۔

(10) اُن میں تیغ آزمائی کی قوت اور ہنر موجود ہوتا تو وہ منتخب ہو جاتے۔

(11) اُن میں جرأت و جسارت، ذاتی وجاہت اور لوگوں پر اثر انداز ہونے والی چیزیں بھی نہ تھیں۔

یعنی اس قسم کے ناکارہ لوگوں کو حکومت کے جنگی منتظمین نے افواج میں شامل نہ کیا لہٰذا وہ فتنہ و فساد پھیلانے سے باز رہے۔ مگر وہ حکومت کے طرفدار لوگ تھے اور گھر بیٹھے بھی اُن کا شمار فسادیوں میں ہوگا۔

منتخب ہو جانے والوں کی مختلف ٹولیاں۔

(12) اور اُن چار قسموں میں سے وہ گروہ بھی ہے جو تلوار بکف قتل و غارت اور لوٹ مار میں مصروف ہے۔ (13) خدمتِ دین سمجھ کر

Presented by Ziaraat.Com

اعلانیہ شر پھیلانے میں مددگار رہے۔(14) اور کامیاب مہم کے لئے اپنے تمام سواروں اور پیدل لوگوں کو لے کر میدانِ کارزار میں مصروف ہے (15) اُس گروہ نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا رکھا ہے۔(16) اور اپنے دین کو سراسر تباہ کر لیا ہے۔(17) دین کو دنیا کمانے اور دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔(18) دین ہی کی راہ سے لوگوں کی قیادت اور سربراہی حاصل کر رہا ہے۔(19) اور دینی جذبہ اور ولولہ اُبھارنے کے لئے منبر پر خطابت کی بلندی حاصل کر لی ہے۔(20) بہت ہی برا ہے یہ کاروبار جس میں جان بوجھ کر وہ تمام نعمتیں قربان کر دی جائیں جن کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔(21) اور یوں اپنی عاقبت، عزت اور انسانیت کو فروخت کر کے ادنیٰ درجہ کا بدلہ لے لیا جائے۔

یہ تھا وہ مقبول ترین گروہ جس نے دامے، درمے، سُخنے اور قدمے ہی ابوبکر و عمر کی حکومت اور مقاصد میں مدد نہیں کی بلکہ اپنا دین، اپنی دُنیا بھی اُن کے لئے بیچ ڈالی۔ جتنے جوان اور تیغ آزما لوگ مل سکتے تھے فراہم کئے، سامان جنگ سے مدد کی، دھن دولت اُن کو سپرد کیا۔ گھر گھر پھر کر روپیہ جمع کر کے دیا۔ منبروں پر تقریریں کر کے لوگوں کے وسائل حاصل کئے اور جنگ کی آگ میں جھونک دئے۔ یہی گروہ تھا جس نے اُدھر جنگی مہم میں ہر ضروری مدد کی تھی اور اِدھر حکومت کے لئے علما اور مفتی و قاضی، پیش نماز، لکچرار و خطیب فراہم کئے فوجوں کے لئے سہولتیں فراہم کیں، مختلف محکموں کے لئے اہلکار و افسران اور عملہ انتخاب کر کے بھیجا۔ حکومت کے وفاداروں اور مخالفوں کی فہرستیں بنا کر دیں۔ یوں کہئے کہ یہ گروہ دراصل حکومت میں برابر کا حصہ دار تھا۔ اس گروہ میں سارے قریش، بنی امیہ اور بنی عباس وغیرہ، داخل تھے۔ اس میں وہ تمام قبائل تھے جو جنگ جمل وصفین میں حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ پر آئے۔ اُن ہی قبائل اور صوبوں سے وہ افواج تیار کی گئی تھیں جو میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے خلاف بھیجی گئی تھیں معاویہ اور پورا ملک شام ابوبکر و عمر کے نظام پر شیدا تھا۔ یہی وہ گروہ تھا جن کی نسلیں ہمیشہ محمد و آل محمد علیہم السلام کی دشمن رہتی چلی آئی ہیں۔

تیسرا گروہ جس میں ناکارہ گروہ بھی شامل تھا۔

(22) اور اُن میں ایک گروہ وہ تھا جس کو حکومت اور اہل کاران حکومت منہ نہ لگاتے تھے اور اُسے اپنا پیٹ پالنے کے لئے نیکیاں اور آخرت نما کام کرنا پڑتے تھے۔(23) وہ راست روی اور اچھے اعمال اس لئے نہ کرتے تھے کہ نیک عملی سے آخرت کمائیں بلکہ لوگوں میں مقبولیت اور عطیات حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے تھے۔ (24) وہ مصنوعی طریقے پر منکسر المزاج، سنجیدہ اور باوقار بنے ہوئے لوگ تھے۔ (25) اُنہوں نے نرم روی اور سنور سنور کر چلنا، (26) کپڑوں اور دامن کو گندی جگہ سے گزرتے ہوئے سنبھالے رکھنا اور پاکباز رہنا اختیار کر رکھا تھا۔(27) اور زندگی اس طرح بسر کرتے تھے کہ آس پاس کے لوگ اُنہیں امین اور امانت دار سمجھنے لگیں۔(28) اُنہوں نے اللہ کی ستاری اور مہلت کو گناہ اور جرائم کرتے رہنے کے لئے آڑ بنا رکھا ہے۔(29) اسی گروہ میں وہ لوگ بھی شامل ہو گئے تھے جو خود حکومت کو ہتھیا لینے کی فکر میں تھے مگر حکومت سے اس لئے دستکش ہو کر بیٹھ رہے تھے کہ وہ اپنے حریف کے مقابلے میں سُست گام اور کم ہمت نکلے۔(30) اور حکومت ہڑپ کرنے کے لئے اُن کے پاس وسائل اور اسباب نہ تھے۔(31) چنانچہ جس ناسازگار حالت میں تھے اُسی میں پڑا رہنا غنیمت سمجھا۔(32) اس لئے اُنہوں نے اپنی خامیوں اور کمزوریوں کو چھپانے کے لئے قناعت کا مصنوعی جامہ زیب تن کر لیا۔(33) اور عابدوں اور زاہدوں کے لباس اور بہروپ میں بن ٹھن کر لوگوں میں رہتے ہیں (34) حالانکہ اُن کا قناعت و عبادت اور زُھد سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ وہ جاگتے ہوئے بھی دھوکے بازی کرتے ہیں اور سوتے ہوئے بھی وہ فریب ساز عابد و زاہد ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

چوتھا گروہ حق پرست مگر مرکزی ہدایت کے بغیر غلط کار وشکست خوردہ۔

(35)باقی رہ گیا وہ گروہ جس میں کچھ لوگ قیامت کی باز پرس سے آنکھیں جھکائے ہوئے ہیں۔(36)اورخوف محشر سے آنسو بہاتے رہتے ہیں۔(37)اُن میں سے کچھ ایسے ہیں جنھوں نے گوشہ نشینی اختیار کررکھی ہے۔(38)خوف زدہ اور ذلتیں برداشت کر کے ستم رسیدہ ہیں۔(39)اور کچھ ایسے ہیں جو گوشہ نشین تو نہیں ہیں مگر حق گوئی کے معاملہ میں منہ بند کئے ہوئے دن گزار رہے ہیں۔(40) کچھ وہ ہیں جو حصول مقاصد دین کیلئے پرُخلوص دعائیں مانگتے ہیں۔(41)اور غمزدہ ورنجور ودرد رسیدہ نامراد پڑے ہیں۔(42)اُنہیں تقیہ نے گمنامی کے غار میں ڈھکیل دیا ہے۔(43)اور تقیہ ہی نے اُنہیں ذلت وخواری سے دوچار رکھا ہے۔(44)چنانچہ اُنہیں تو ایک تلخی وبدمزگی کے سمندر میں غوطے کھانے والوں کی طرح سمجھو کہ(45) جنھوں نے اپنے منہ بند کر رکھے ہیں اور(46)اُن کے دلوں میں زخم ہیں۔یعنی منہ کھولیں تو سمندر کا نمک زخموں کو تازہ کردے۔(47)اُنہوں نے ایک زمانے میں اندھادھنداور بے بصیرتی سے اتنے وعظ اور تقریریں کیں کہ تبلیغ پر کسی نے کان نہ دھرا اور وہ اُکتا کر ملول ہو گئے اور تبلیغ حق سے دل بھر گیا(48)اور بے موقع تبلیغ پر انہیں ذلت کی حد تک مجبور کر کے چھوڑا گیا(49)اور جنھوں نے منہ بند نہ کیا اُنہیں وہاں تک قتل کیا گیا کہ وہ قلیل وناقابل شمار تعداد میں رہ گئے۔

اپنے مخاطبوں سے چند ناصحانہ جملے۔

(50)چنانچہ یہ سب کچھ دیکھتے چلے آنے اور میرے دوہرانے کے بعد اب تمہاری نظر(51)میں یہ دنیا اور اس کا گمراہ کن سامان ببول کی چھال اور اُون کے ڈھول کی طرح اڑ جانے والے ذرات سے زیادہ قیمتی نہ رہنا چاہئے۔(52)تمہیں چاہئے کہ تم اپنے سے پہلے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے بعد والے تمہارے عبرت انگیز حالات سے سبق لیں(53)تم بھی دنیا کے مذموم سامان کے رافضی ہو جاؤ یعنی اس طرف سے دلچسپیاں ہٹالو اس لئے کہ یہ دُنیا بھی اُن لوگوں کی رافضی رہتی چلی آئی ہے جو تم سے کہیں زیادہ اس دنیا میں دلچسپیاں رکھتے اور اِس پر تم سے زیادہ فریفتہ وشیدا تھے''۔

9۔ یہ سارے گروہ آج تک نوع انسان کو اپنے نرغہ میں لئے ہوئے بفضل شیطان وعمر موجود ہیں اور قارئین اُن سب کا احترام واکرام کرتے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا یہ خطبہ مذکورہ چاروں قسم کے لوگوں کو شناخت کرنے میں مدد دے گا۔پہلی قسم کے لوگوں میں وہ سب قومی لیڈر اور علما اور دانشور آجاتے ہیں جو کسی ملکی انتخاب کے بعد یا سابقہ حکومت کا تختہ اُلٹنے کے بعد اقتدار کی کرسیوں سے دُور رکھے جاتے ہیں۔حالانکہ وہ اقتدار میں آنے والی پارٹی کی دن رات مدد کرتے رہے تھے اور اُن ہی کی کوششوں اور باغیانہ کارروائیوں سے اُس پارٹی کو حکومت ملتی ہے۔مگر اقتدار میں آنے والی پارٹی اس طرح مدد کرنے والوں کو غدار سمجھ کر یا خود غرض اور لالچی سمجھ کر اتنی دُور رکھنا چاہا کرتی ہے تاکہ وہ لوگ اس پارٹی سے غداری نہ کرسکیں۔آج بھی ایسے لیڈر، علما اور دانشور دیکھے جاسکتے ہیں جنہیں موجودہ حکومت نے انقلاب کے بعد گھاس نہیں ڈالی اور اقتدار کی کرسیوں کی ہوا تک لگنے نہیں دی ہے۔علما میں نورانی، لیڈروں میں اصغر کو دیکھ لیں اُن کی پارٹیاں اور متعلقہ دانشور چوروں کی طرح چھپتے اور باتیں کرتے سنے اور دیکھے جاسکتے ہیں۔یہ تمام علما، لیڈر اور پارٹیاں اس حکومت کو اقتدار میں لائی تھیں اور رفتہ رفتہ جھٹک کر الگ کردی گئی تھیں۔اور برابر کوشاں رہی ہیں کہ موجودہ حکومت کے خلاف سر جوڑ کر بغاوت کریں۔اور وہ اتنے ذلیل وکمینہ ہیں کہ اُس پارٹی کی منت سماجت کرتے نہیں

Presented by Ziaraat.Com

تھکتے جس سے انہوں نے غداری کر کے موجودہ حکومت قائم کی تھی۔ یہ اِس قدر خودغرض اور ناعاقبت اندیش گروہ ہے کہ آج کی پُرامن، غیر جانبدار اور سابقہ تمام حکومتوں سے بہتر خدمت گار اور فعال حکومت کا تختہ اُلٹنے کی اَن تھک کوششیں کرتے چلے آرہے ہیں۔

دوسرا گروہ حکومت کی کرسیوں پر بیٹھنے والا، کونسلر بننے والا، مختلف عہدے اور اختیارات پانے والا، اور نوکر شاہی کے محکمے پولیس وغیرہ اور تائید کرنے والے سرمایہ دار، وڈیرے، چوہدری، بدمعاش اور غنڈے لوگوں کی صورت میں پبلک کا خون چوسنے اور حکومت کے نام پر استحصال کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اِسی گروہ میں علما شامل ہوجاتے ہیں۔ جو اپنی کرسیوں اور اقتدار کے لئے منبروں سے اپنا پروپیگنڈا کرتے ہیں اور حکومت کو مرعوب کرنے کے لئے مذہب کے نام پر بڑے بڑے مجمعے لگا کر یہ دکھاتے ہیں کہ ہمارے پیچھے ہماری تائید کرنے والے اتنے لوگ ہیں۔ اگر ہمیں نظرانداز کیا گیا تو پھر تختہ اُلٹ جائے گا۔ یہ منبر نشین علما دو کام کرتے ہیں۔ پہلے حکومت کو دبانے کے لئے بڑے بڑے مجمعے لگانا اور معنی خیز تقریریں کرنا۔ پھر حکومت کی مراعات مل جانے پر حکومت کا اثر ورسوخ بڑھانا۔ چنانچہ سابقہ حکومتوں سے لے کر آج تک اُن علما کو گھر بیٹھے چیک اور لائسنس ملتے رہے۔ کمیشنوں اور مشاورتی اور دیگر کونسلوں میں کرسیاں اور تنخواہیں ملتی رہی ہیں اور آج تو وزارت کے قلمدان بھی سامنے رکھے ہیں۔ یہ علما پبلک کا دین اور دنیا دونوں تباہ کرنے میں ہمیشہ مددگار رہتے چلے آئے ہیں۔ اِن کی سفارش سے بڑے بڑے عقدے حل ہوتے ہیں اور دولت ملتی ہے۔ پھر ایک دوسری قسم کے علما ہوتے ہیں جنہیں ہم یتیم کہا کرتے ہیں وہ اپنا آزوقہ حاصل کرنے کے لئے دونوں طرف نظریں لگائے رکھتے ہیں۔ اُوپر بھی دیکھتے ہیں، اللہ کی طرف نہیں بلکہ کرسی ومنبر نشین علما کی طرف اور نظر بچا کر حکومت اور اہلکارانِ حکومت کی طرف۔ اور نیچے پبلک اور اپنی قوم ومذہب کی طرف تاکہ عطیات وخیرات وصدقات میں زیادہ سے زیادہ حصہ ملے۔ یہی لوگ ہیں جو قناعت وزہد وعبادت اور کم سخنی اور جی حضوری کا رُوپ دھارتے ہیں۔ بڑے عابد وزاہد ومرنجان مرنج بنے رہتے ہیں۔ یتیم خانے کھولتے ہیں، مساجد میں نماز پڑھاتے ہیں۔ عربی سکھانے کے نام پر بھی کماتے ہیں۔ نکاح اور نماز جنازہ اور ٹوٹی پھوٹی نماز جمعہ پڑھ کر یا مساجد میں اذان دے کر اور دووقت نماز پڑھا کر روزی کماتے ہیں۔ اِن ہی میں سے بعض بعض تبلیغ وتقریر سے اُکتا کر منہ بند کر لیتے ہیں۔ آج تقیہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اس لئے کہ سید مرتضیٰ جھنڈے شاہ کے زمانے سے مجتہدین اور آیت اللہ وحجۃ اللہ لوگوں نے مذہب کو ایسا بے اثر بنا دیا کہ اب بُری سے بُری بات کہنے کا بھی اثر نہیں ہوتا اور کوئی علما یا عوام کو قتل نہیں کرتا فریقین کو یقین ہوگیا ہے کہ ہم ایک ہی مذہب کے لوگ ہیں۔ یہ لیبل یہ نعرے یہ مدح اور یہ تبرا محض پبلک کو گرم اور فعال رکھنے اور کمائی کرنے کا ذریعہ ہیں۔ دل سے وہ سب ابوبکر وعمر اور قریش کے قدردان اور ہم مسلک ہیں۔ الفاظ بدل کر تبلیغ اُن ہی کے مشن کی کرتے ہیں۔ لہٰذا تقیہ فضول ہوکر رہ گیا۔ یہ بھی سن لیں کہ جس عملدرآمد کا نام تقیہ رکھ کر لوگوں میں مشہور کیا گیا ہے۔ اور جس کے جواز پر یہ نام نہاد شیعہ علما منبر سے تقریریں کیا کرتے ہیں۔ وہ سب کچھ ہے مگر ''تقیہ'' ہی نہیں ہے۔ تقیہ جو آئمہ علیہم السلام کا مذہب تھا۔ جس پر عمل کرنا دین کے نو (9) حصوں پر عمل سے افضل ہے۔ اُس پر عمل کرنے والوں کو گرفتار اور قتل کرنا تو الگ، اُن پر تو نظر ڈالنا اور پہچاننا بھی ناممکن ہے۔ وہ تو جسے چاہیں قتل وتباہ کرسکتے ہیں۔ تقیہ تو ہے ہی اِس لئے کہ دشمنانِ دین کے تمام ظاہری اور پوشیدہ منصوبوں اور پالیسیوں پر نظر رکھی جائے اور جب حکم ملے تو دشمنوں کے سارے نظام کو اُلٹ کر تباہ کر دیا جائے۔ شیعہ مجتہدین والا تقیہ بزدلوں کے لئے ایجاد کیا گیا ہے۔ تاکہ شہادت اور شہیدوں کو بھلایا جاسکے۔ اُس سے بزدلی، کم ہمتی، بے بصیرتی اور کمزوری پیدا کرنا مطلوب ہے۔ اور حقیقی تقیہ جرأت وجسارت ودینی بصیرت اور شوق شہادت پیدا کرنے کے لئے ہے۔ اور وہی حقیقی شیعوں کا مشن ہے۔ دین اور مذہب ہے۔ اسلام کی ساری تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ اور آج دنیا کی تمام مظلوم ومقہور ومجبور قومیں اُس

Presented by Ziaraat.Com

کی بے راہنما نقل کر رہی ہیں اور ظالموں کا، قاہروں کا اور جابر اقوام اور حکومتوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ اور ہمارا مشن بھی مظلوموں کی مدد کرتا ہے۔ محض پرخلوص دعائیں مانگنا، سجدوں میں گڑ گڑا گڑ گڑا کر دعائیں مانگنا، گھٹی گھٹی آوازیں نکال کر رونا اور فریاد کرنا یتیم علمانے جاری کیا تھا۔ اللہ نے کبھی اُن ناکارہ لوگوں کی دعا کی طرف توجہ نہیں کی نہ کرے گا۔ اُن کی ذلت وتباہی طے شدہ ہے۔

(9۔الف) اگر اُمت کے اِن نام نہاد مسلمانوں کو اور اسلامی نظام کے نعرے مارنے والوں کو کامیابی درکار ہے تو قرآن اور صاحبِ قرآن کے سامنے جھکنا لازم ہے۔

یہ طے شدہ اور فطری حقیقت ہے کہ کامیابیاں اور بزرگیاں صرف اُن لوگوں کا حصہ اور حق ہیں جو خالق ومالک کائنات کے احکام وہدایات پر بے چوں وچرا اور بلا ذاتی مداخلت کے عمل کریں۔ لہٰذا اُن تمام لوگوں کو قرآن اور صاحبِ قرآن علیہ السلام کے سامنے جھکنا ہوگا۔ جو قریشی فراڈ میں اُلجھ کر اسلام اور قرآن کو اجتہاد اور مجتہدین کے چشمے سے دیکھ کر حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، بابی، بہائی، شیخی، لقمانی اور بریلوی وغیرہ بن گئے ہیں۔ اور آئمہ علیہم السلام کے نام پر امامیہ یا اجتہادی شیعہ بنے ہوئے ہیں۔ اُنہیں اپنے اپنے اڈّوں اور کمین گاہوں سے توبہ کرتے ہوئے (Hands up) باہر نکلنا ہوگا۔ قرآن اور سابقہ تمام کتابوں پر سچا ایمان لانا ہوگا۔ (نساء 4/136) اور اُس کے بعد قرآن کی عالمگیر وہمہ گیر تعلیمات صاحبِ قرآن علیہ السلام سے حاصل کرنا اور لامحدود ترقی کا راستہ اختیار کرنا ہوگا اور اُس راستہ کو تحقیق اور عملی یقین حاصل کر کے چھوڑنا ہوگا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ:

مودودی کا قرآن علوم وفنون سے خالی ہے۔

''قرآن میں جنگلات اور علم طب اور ریاضی اور دوسرے علوم وفنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی''۔ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 438)

(الف) قریش پرست علما کی جامہ تلاشی لے کر اُن کی جیب وگریباں میں دیکھئے کہ اُنہوں نے قرآنی ہمہ گیری کو کہیں چھپا تو نہیں رکھا ہے۔

آپ نے ابتداہی (عنوان) (5۔ب) میں مودودی کے یہ مندرجہ بالا ریمارکس دیکھے تھے اور قرآن مجید کی ہمہ گیری اور ہر چیز کی تفصیل پر آیت (یوسف 12/111) دیکھی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''قرآن میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے'' اور عمر پرست علمانے تمام علوم وفنون کے قرآن میں ہونے کا انکار کر دیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا اُن علمانے کہیں حق کو چھپانے میں غلطی کی ہے یا نہیں؟ چونکہ فطری قانون یہ ہے کہ ہر مجرم سے جرم کرنے کے دوران کم از کم ایک غلطی ضرور ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا یہ بات ممکن ہی نہیں ہے کہ قریشی علما قرآن کی ہمہ گیری کو چھپانے میں کوئی غلطی نہ کریں۔

(ب) عمر، محمد اسماعیل بخاری، اور مودودی کا اقبال کہ رسولؐ اللہ نے اس کائنات کے تمام حقائق ازل سے ابد تک بیان کئے اور قرآن اُن حقائق کا حامل موجود ہے۔

جس شخص نے سب سے پہلے قرآن کریم اور رسولؐ کریم کے ہمہ گیر علم کو چھپانے کا منصوبہ شروع کیا تھا وہ قریش کا سب سے بڑا چہیتا لیڈر عمر بن الخطاب تھا۔ (فرقان 31 تا 25/27) سب سے پہلے اُس کا اقبال اور اعلان سب سے بڑے محدث اور معتبر محمد اسماعیل بخاری سے اور سب سے بلند مرتبہ کتاب صحیح بخاری، جسے قرآن کے بعد (بعد کتاب باری) دوسرا درجہ دیا گیا ہے، سے ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے کہ:

عَنْ طارق بن شهاب قال سَمِعتُ عُمر يَقُوْلُ قَامَ فِيْنَا النَّبِى صلى الله عليه وسلم مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بداء الخلق

Presented by Ziaraat.Com

حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِکَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ۔

''طارق بن شہاب نے بیان کیا کہ میں نے عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ہمیں مخلوقات کی ابتداء سے لے کر اُس وقت تک کے تمام حالات کی تفصیل سے خبر دی تھی جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں اپنی اپنی منزلوں میں پہنچیں گے۔ اُن کے حالات کو جس نے یاد رکھا اُسی نے یاد رکھا اور جنہوں نے بھلا دیا انہوں نے اُن کو بھلا دیا''۔

حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

(1) بخاری کی اس حقیقت انگیز روایت پر حاشیہ میں ساری مخلوقات کے حالات پر دلیل کہا گیا ہے۔

''ف ۱۰ قَالَ الطَّیِّبِی دَلَّ ذٰلِکَ اَنَّهٗ اَخْبَرَ عَنْ جَمِیْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ '' (بخاری جلد اول صفحہ 453 پارہ نمبر 13)

''علامہ طیبی نے کہا ہے کہ یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرتؐ نے روز ازل سے انتہا تک تمام کائناتی مخلوقات کے حالات بیان فرما دیئے تھے''

عمر نے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کی ہمہ گیری کا اعلان واقرار کیا ہے۔ وہیں اُن صحابہ کی اطلاع بھی فراہم کی ہے جنہوں نے آنحضرتؐ کی دی ہوئی ہمہ گیر تعلیم کو عمر ہی کے زمانہ تک بھلا دیا تھا اور ظاہر ہے کہ بھلانے والے صحابہ اُن تعلیمات سے دلچسپی نہ رکھتے تھے اور نہ چاہتے تھے وہ عالمگیر تعلیمات آگے بڑھیں۔ اور یقیناً ایسے صحابہ نہ اسلام کے دوست ہو سکتے ہیں اور نہ اللہ و رسولؐ اور قرآن کے ہمدرد کہلا سکتے ہیں۔ پھر عمر نے اُن صحابہ کی موجودگی کی نشاندہی بھی کر دی ہے جنہوں نے رسولؐ اللہ کی دی ہوئی ہمہ گیر تعلیمات کی حفاظت کی اور انہیں موجود رکھا تھا۔ اور مسلمانوں میں یہی وہ جماعتیں تھیں۔ جو عہد رسولؐ سے لے کر آج تک اپنے اپنے عقائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور میں اور مودودی بھی اُن ہی دونوں جماعتوں میں سے ہیں۔ قارئین دیکھتے چلے آ رہے ہیں کہ مودودی منکر جماعت کے عالم ہیں اور میں اقرار کرنے والی جماعت کا طالب علم ہوں۔ اور بقول عمر، مودودی اور اُس کے ہم عقیدہ وہم مذہب لوگ باطل پرست اور ہم حق پرست ہیں۔ اور یہ بہت بڑی سند ہے۔

(2) صحیح بخاری سے آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ قرآن کو بھی ہمہ گیری کا بلند مقام حاصل ہے۔

بخاری کی مندرجہ بالا حدیث کے پہلے قرآن کی ہمہ گیری پر یہ روایت موجود ہے کہ:

عن عمران بن حصین، قال رسوؐل اللّٰہ: کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ غَیْرُهٗ وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَاءِ وَکَتَبَ فِی الذِّکْرِ کُلَّ شَیْءٍ وَخَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ۔ (ایضاً بخاری صفحہ 453۔ جز 13)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت وہ تھا کہ اللہ موجود تھا اور اللہ کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی اور عرش خداوندی اس وقت پانی پر تھا جب اللہ نے ''الذکر'' میں ہر ہر چیز کو لکھ دیا تھا اور اُس کے بعد تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا''۔

قرآن کا ایک نام اللہ نے '' الذکر '' بھی بتایا ہے (نحل 16/44) اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب و نام بھی ہے۔ (سورہ طلاق 65/10-11) لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن کریم اور رسولؐ کریم اس کائنات کی ہر ایک چیز کی تفصیل جاننے والے اور محفوظ رکھنے اور تعلیم دینے والے ہیں اور مندرجہ بالا قرآن کو الذکر بتانے والی آیت (16/44) سے پہلی آیت (16/43) میں یہ بتایا گیا ہے کہ:

''جو کچھ تم نہیں جانتے اور جاننا چاہتے ہو وہ ''اَهْلُ الذِّکْر'' سے سوال کر کے معلوم کر لیا کرو''۔ (16/43)

Presented by Ziaraat.Com

معلوم ہوا کہ تعلیمات قرآن ورسوؐل کو قیامت تک محفوظ رکھنے اور بتانے والے وہ حضراتؑ ہیں جنؑ کی طرف قرآن اور رسوؐل کو مضاف کر کے اُنہیںؑ مضاف الٰہیہ بنایا گیا ہے۔یعنی قرآن والےؑ اور رسوؐل والے۔یعنی اُن سے پوچھا کرو جن کا رسوؐل بھی ہے اور قرآن بھی اُن ہی کا ہے۔

(ج) زیر بحث چوری کا پتہ لگانے کے لئے مودودی کی جامہ تلاشی بھی لینا ضروری ہے تا کہ حقائق خدا ورسوؐل اور قرآن کے چوروں کا پتہ لگ سکے۔

آخر میں مودودی کی تلاشی لے کر وہ سامان دیکھیے جو اُس نے چرایا، چُھپایا، تسلیم کیا اور پھر بھی غلط عقائد پھیلائے ہیں۔

قارئین نے سنا ضرور ہوگا کہ اللہ نے قریشی علما کی بکواس پر اُنہیں بار بار چیلنج کیا ہے کہ تم قرآن کی مانند کلام تیار کر کے دکھا دو تو تمہاری بکواس مُدلّل بات ہو سکتی ہے۔(یونسؑ 10/38،ہودؑ 11/13، بقرہ 2/23)اسی چیلنج کو چوتھی مرتبہ سورہ طور پر یوں دوہرایا گیا ہے کہ:

فَلۡيَاۡتُوۡا بِحَدِيۡثٍ مِّثۡلِهٖۤ اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِيۡنَ (52/34)

مودودی ترجمہ ''اگر یہ اپنے اس قول (بکواس۔احسنؔ) میں سچے ہیں تو اسی شان کا ایک کلام بنالائیں''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 174)

اس آیت کی تفسیر میں مودودی کو قرآن کی شان اور ایسی حقیقتوں کو ماننا اور لکھنا پڑا جو اُن کے بنیادی اور قومی اور مذہبی اور قریشی عقائد کے خلاف ہیں۔

چنانچہ وہی مودودی جس نے کہا تھا کہ قرآن میں علم الطب، حساب اور دیگر تمام علوم وفنون نہیں ہیں۔مجبوراً لکھتا ہے کہ:

''جس موضوع سے یہ کتاب (قرآن) بحث کرتی ہے وہ ایک وسیع ترین موضوع ہے جس کا دائرہ ازل سے ابد تک پوری کائنات پر حاوی ہے۔ وہ کائنات کی حقیقت اور اُس کے آغاز وانجام اور اُس کے نظم و آئین پر کلام کرتی ہے۔وہ بتاتی ہے کہ اس کائنات کا خالق اور ناظم اور مُدبّر کون ہے، کیا اُس کی صفات ہیں، کیا اُس کے اختیارات ہیں، اور وہ حقیقتؔ نفس الامری کیا ہے جس پر اُس نے یہ پورا نظام عالم قائم کیا ہے۔وہ اس جہان میں انسان کی حیثیت اور اُس کا مقام ٹھیک ٹھیک مشخص کر کے بتاتی ہے کہ یہ اُس کا فطری مقام اور یہ اُس کی پیدائشی حیثیت ہے جسے بدل دینے پر وہ قادر نہیں ہے۔وہ بتاتی ہے کہ اس مقام اور اس حیثیت کے لحاظ سے انسان کے لئے فکر وعمل کا صحیح راستہ کیا ہے جو حقیقت سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے اور غلط راستے کیا ہیں جو حقیقت سے متصادم ہوتے ہیں۔صحیح راستے کے صحیح ہونے اور غلط راستوں کے غلط ہونے پر وہ زمین وآسمان کی ایک ایک چیز سے، نظامِ کائنات کے ایک ایک گوشے سے، انسان کے اپنے نفس اور اُس کے وجود سے، اور انسان کی اپنی تاریخ سے بے شمار دلائل پیش کرتی ہے۔اس کے ساتھ وہ یہ بھی بتاتی ہے کہ انسان غلط راستوں پر کیسے اور کن اسباب سے پڑتا رہا ہے۔اور صحیح راستہ، جو ہمیشہ سے ایک ہی تھا اور ایک ہی رہے گا، کس ذریعہ سے اُس کو معلوم ہو سکتا ہے اور کس طرح ہر زمانہ میں اُس کو بتایا جاتا رہا ہے۔وہ صحیح راستے کی صرف نشاندہی کر کے نہیں رہ جاتی بلکہ اس راستے پر چلنے کے لئے ایک پورے نظام زندگی کا نقشہ پیش کرتی ہے۔جس میں۔1۔عقائد۔2۔اخلاق۔3۔تزکیۂ نفس۔4۔عبادات۔5۔معاشرت۔6۔تہذیب۔7۔تمدُّن۔8۔معیشت۔9۔سیاست۔10۔عدالت۔11۔قانون، غرض حیاتِ انسانی کے ہر پہلو سے متعلق ایک نہایت مربوط ضابطہ بیان کر دیا گیا ہے۔مزید برآں وہ پوری تفصیل کے ساتھ بتاتی ہے کہ اُس صحیح راستے کی پیروی کرنے اور اُن غلط راستوں پر چلنے کے کیا نتائج اس دُنیا میں ہیں اور کیا نتائج دنیا کا موجودہ نظام ختم ہونے کے بعد ایک دوسرے عالم میں رُونما ہونے والے ہیں۔وہ اس دُنیا کے ختم ہونے اور دوسرا عالم برپا ہونے کی نہایت مفصل کیفیت بیان کرتی ہے، اِس تغیر کے تمام مراحل ایک ایک کر کے بتاتی ہے، دوسرے عالم کا پورا نقشہ نگاہوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے،۔۔۔۔

اس وسیع مضمون پر جو کلام اس کتاب میں کیا گیا ہے وہ اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اُس کا مصنف کچھ صغریٰ کبریٰ جوڑ کر چند قیاسات کی ایک عمارت تعمیر کر رہا ہے، بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اس کا مصنف حقیقت کا براہ راست علم رکھتا ہے، اُس کی نگاہ ازل سے ابد تک سب کچھ دیکھ رہی ہے، تمام حقائق اس پر عیاں ہیں، کائنات پوری کی پوری اُس کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے، نوع انسانی کے آغاز سے اُس کے خاتمہ تک ہی نہیں، بلکہ خاتمہ کے بعد اُس کی دوسری زندگی تک بھی وہ اس کو بیک نظر دیکھ رہا ہے، اور قیاس وگمان کی بنا پر نہیں بلکہ علم کی بنیاد پر انسان کی راہنمائی کر رہا ہے۔ جن حقائق کو علم کی حیثیت سے وہ پیش کرتا ہے اُن میں سے کوئی ایک بھی آج تک غلط ثابت نہیں کیا جا سکا ہے۔ جو تصور کائنات وانسان وہ پیش کرتا ہے وہ تمام مظاہر اور واقعات کی مکمل توجیہ کرتا ہے اور ہر شعبہ علم میں تحقیق کی بنیاد بن سکتا ہے۔ فلسفہ وسائنس اور علوم عمران کے تمام آخری مسائل کے جوابات اُس کے کلام میں موجود ہیں اور اُن سب کے درمیان ایسا منطقی ربط ہے کہ اُن پر ایک مکمل، مربوط اور جامع نظام فکر قائم ہوتا ہے۔ پھر عملی حیثیت سے جو راہنمائی اس نے زندگی کے ہر پہلو کے متعلق انسان کو دی ہے وہ صرف انتہائی معقول اور انتہائی پاکیزہ ہی نہیں ہے بلکہ چودہ سو سال سے روئے زمین کے مختلف گوشوں میں بے شمار انسان بالفعل اُس کی پیروی کر رہے ہیں اور تجربے نے اس کو بہترین ثابت کیا ہے"۔

"یہ کتاب پوری کی پوری بیک وقت لکھ کر دُنیا کے سامنے پیش نہیں کر دی گئی تھی۔ بلکہ چند ابتدائی ہدایات کے ساتھ ایک تحریکِ اصلاح کا آغاز کیا گیا تھا۔ اس کے بعد 23 سال تک وہ تحریک جن جن مرحلوں سے گزرتی رہی اُن کے حالات اور اُن کی ضروریات کے مطابق اُس کے اجزاء اُس تحریک کے راہنما کی زبان سے کبھی طویل خطبوں اور کبھی مختصر جملوں کی شکل میں ادا ہوتے رہے۔ پھر اس مشن کی تکمیل پر مختلف اوقات میں صادر ہونے والے یہ اجزاء اُس مکمل کتاب کی صورت میں مرتب ہو کر دنیا کے سامنے رکھ دیئے گئے جسے "قرآن" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ تحریک کے راہنما کا بیان ہے کہ یہ خطبے اور جملے اُس کے طبع زاد نہیں ہیں بلکہ خداوند عالم کی طرف سے اُس پر نازل ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص انہیں اُس راہنما کے طبعزاد قرار دیتا ہے تو وہ دُنیا کی پوری تاریخ سے کوئی نظیر ایسی پیش کرے کہ کسی انسان نے سالہا سال تک مسلسل ایک زبردست اجتماعی تحریک کی بطورِ خود راہنمائی کرتے ہوئے کبھی ایک واعظ اور معلم اخلاق کی حیثیت سے، کبھی ایک مظلوم جماعت کے سربراہ کی حیثیت سے، کبھی ایک مملکت کے فرمانروا کی حیثیت سے، کبھی ایک برسر جنگ فوج کے قائد کی حیثیت سے، کبھی ایک شارع اور مقنّن کی حیثیت سے، غرض بکثرت مختلف حالات اور اوقات میں بہت سی مختلف حیثیتوں سے جو مختلف تقریریں کی ہوں یا باتیں کہی ہوں وہ جمع ہو کر ایک مکمل، مربوط اور جامع نظام فکر وعمل بنا دیں، اُن میں کہیں کوئی تناقص اور تضاد نہ پایا جائے، اُن میں ابتدا سے انتہا تک ایک ہی مرکزی تخیل اور سلسلہ فکر کارفرما نظر آئے، اُس نے اوّل روز سے اپنی دعوت کی جو بنیاد بیان کی ہو آخری دن تک اُسی بنیاد پر وہ عقائد واعمال کا ایک ایسا ہمہ گیر نظام بناتا چلا جائے جس کا ہر جز دوسرے اجزاء سے کامل مطابقت رکھتا ہو، اور اُس مجموعہ کو پڑھنے والا کوئی صاحبِ بصیرت آدمی یہ محسوس کئے بغیر نہ رہے کہ تحریک کا آغاز کرتے وقت اُس کے محرک کے سامنے آخری مرحلے تک کا پورا نقشہ موجود تھا اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ بیچ کے کسی مقام پر اُس کے ذہن میں کوئی ایسا خیال آیا ہو جو پہلے اُس پر منکشف نہ تھا یا جسے بعد میں اُسے بدلنا پڑا۔ اس شان کا کوئی انسان اگر کبھی گزرا ہو جس نے اپنے ذہن کی خلاقی کا یہ کمال دکھایا ہو تو اُس کی نشان دہی کی جائے؟"

Presented by Ziaraat.Com

’’آج حالت یہ ہے کہ فلسفہ وسائنس اور علوم عمران کی کسی ایک شاخ کے مطالعہ میں اپنی عمر کھپا دینے کے بعد آدمی کو پتہ چلتا ہے کہ اُس شعبہ علم کے آخری مسائل کیا ہیں، اور پھر جب وہ غائر نگاہ سے قرآن کو دیکھتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں اُن مسائل کا ایک واضح جواب موجود ہے۔ یہ معاملہ کسی ایک علم تک محدود نہیں بلکہ اُن تمام علوم کے باب میں صحیح ہے جو کائنات اور انسان سے کوئی تعلق رکھتے ہیں۔ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ چودہ سو برس پہلے ریگستان عرب میں ایک اُمّی کو علم کے ہر گوشے پر اتنی وسیع نظر حاصل تھی؟‘‘۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 176 تا 179)

(د) <u>قرآن اور رسولؐ کے ہمہ گیر مقام کا منکر اپنے اس بیان میں کیا کیا مانتا ہے؟ مختصر الفاظ میں۔</u>

مودودی نے قرآن میں جنگلات، علم طب، حساب اور دیگر علوم وفنون کی موجودگی کا انکار کیا تھا۔ لیکن اب وہی ملعون لکھتا ہے کہ:

(1) قرآن ازل سے ابد تک ساری کائنات پر حاوی ہے۔

(2) قرآن ساری کائنات کے حقائق کا، اُس کے آغاز وانجام کا اور کائناتی قوانین وآئین کا اور نظام کائنات کا علم رکھتا ہے۔ اور قرآن

(3) کائنات میں انسان کے فکر وعمل کا صحیح راستہ بتاتا ہے۔ اور

(4) قرآن زمین وآسمان کی ایک ایک چیز پر اور ہر چیز پر اور کائنات کے ہر ہر گوشہ پر ثبوت اور دلائل پیش کرتا ہے۔

(5) قرآن عقائد واخلاق پر، تزکیۂ نفس پر، عبادات ومعاشرت پر، تہذیب اور تمدن پر، معیشت وسیاسیات پر، عدالت اور قانون پر اور حیات انسانی کے ہر شعبے پر ایک مکمل ومربوط ضابطہ پیش کرتا ہے۔

(6) قرآن ازل سے ابد تک کائنات میں رُونما ہونے والے تغیرات پر اور ارتقا کے تمام مرحلوں پر ایک مکمل نقشہ فراہم کرتا ہے۔

(7) قرآن کائنات کے تمام مظاہر اور واقعات اور اُن کی توجیہات بیان کرتا ہے۔

(8) قرآن ہر شعبۂ علم کی بنیادیں فراہم کرتا ہے۔

(9) قرآن فلسفہ، سائنس اور علوم عمران کے تمام آخری مسائل کے جوابات دیتا ہے اور اُن کی وضاحت پیش کرتا ہے۔

(10) قرآن کی ہدایات کسی ایک علم تک محدود نہیں بلکہ وہ تمام کائناتی اور انسانی علوم پر محیط ہے۔

یہ دس حقیقتیں مودودی کے قلم سے نکلیں اور معلوم ہوا کہ قرآنی حقائق کو چھپانے اور چرُانے میں مودودی کو چوروں کا سب سے بڑا اعزاز ملنا چاہئے۔

(ہ) <u>قرآنی حقائق برآمد ہو چکے تو صاحبؐ قرآن کے چوری شدہ حقائق بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔</u>

قرآن کے ساتھ ساتھ صاحبؐ قرآن کا چرُایا ہوا سامان بھی مودودی کی ابلیسی زنبیل سے برآمد کرتے ہیں۔

(1) <u>ہر نبیؑ نے جن چیزوں پر ایمان لانے کی دعوت دی یا جو ہدایات فرمائیں وہ تمام چیزیں دیکھی بھالی تھیں۔</u>

چنانچہ دیکھئے کہ نبیوںؑ کو اپنے مانند بشر کہنے والوں کا عالم کیا لکھتا ہے:

’’انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ کا جو معاملہ ہے، اُسے اگر اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے، تو کسی کھینچ تان کی ضرورت پیش نہیں آسکتی۔ عام اہلِ ایمان کو اس زندگی میں جو خدمت انجام دینی ہے، اُس کے لئے تو محض ایمان بالغیب (بے دیکھے ماننا) کافی ہے لیکن انبیاؑ کو جو خدمت اللہ نے سپرد کی تھی اُس کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنی آنکھوں سے وہ حقیقتیں دیکھ لیتے جن پر ایمان لانے کی دعوت انہیں دنیا کو دینا

Presented by Ziaraat.Com

تھی۔ اُنہیں دنیا سے پورے زور کے ساتھ یہ کہنا تھا کہ تم لوگ تو قیاسات ڈوراتے ہو، مگر ہم آنکھوں دیکھی بات کہہ رہے ہیں۔ تمہارے پاس گمان ہے اور ہمارے پاس علم ہے، تم اندھے ہو اور ہم بینا ہیں۔ اسی لئے انبیاؑ کے سامنے فرشتے عیاناً آئے ہیں۔ اُن کو آسمان وزمین کے نظام حکومت یعنی (ملکوت) کا مشاہدہ کرایا گیا ہے، اُن کو جنت و دوزخ آنکھوں سے دکھائی گئی ہے، اور بعث بعد الموت کا اُن کے سامنے مظاہرہ کر کے دکھایا گیا ہے۔ ایمان بالغیب کی منزل سے یہ حضرات منصب نبوت پر فائز ہونے سے پہلے گزر چکے ہوتے ہیں۔ نبی ہونے کے بعد انہیں ایمان بالشہادۃ کی نعمت دی جاتی ہے اور یہ نعمت اُن ہی کے ساتھ مخصوص ہے‘‘ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 202)

(2) پوری کائنات اور کائنات کی ہر وہ چیز جو انسانی نظر سے پوشیدہ، نزدیک یا دور ہو آنحضرتؐ کی نگاہ کے سامنے حاضر ہے۔

مودودی کا ایک اور بیان دیکھنے کے بعد دونوں بیانات کی تصدیق پر نظر ڈالنا بہتر ہوگا۔ سنئے:

’’اصل بات جو معراج کے سلسلے میں سمجھ لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے منصب کی مناسبت سے ملکوت سمٰوات وارض کا مشاہدہ کرایا ہے اور مادی حجابات بیچ میں سے ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتیں دکھائی ہیں جن پر ایمان بالغیب لانے کی دعوت دینے پر وہ مامور کئے گئے تھے، تاکہ اُن کا مقام ایک فلسفی کے مقام سے بالکل ممیز ہو جائے۔ فلسفی جو کچھ بھی کہتا ہے قیاس وگمان سے کہتا ہے، وہ خود اگر اپنی حیثیت سے واقف ہو تو کبھی اپنی کسی رائے کی صداقت پر شہادت نہ دے گا۔ مگر انبیاؑ جو کچھ کہتے ہیں وہ براہ راست علم اور مشاہدے کی بنا پر کہتے ہیں، اور وہ خلق کے سامنے یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم اِن باتوں کو جانتے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں‘‘ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 590)

(3) اگر مودودی اپنے اِن دونوں بیانات میں سچا ہے تو یقیناً اللہ بھی آنحضرتؐ کا دیکھا بھالا ہے۔

اِن دونوں بیانات کے بعد کسی سُنّی یا شیعہ شخص کو تمام انبیاء علیہم السلام کے مقامِ بلند پر عموماً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی مقام پر خصوصاً کوئی اعتراض کرنے کا حق نہیں رہتا۔ اور سب کو نہ صرف یہ ماننا لازم ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز ہر وقت حضورؐ کے سامنے رہتی تھی۔ بلکہ یہ بھی اُن کو ماننا ہوگا کہ خود اللہ بھی آنحضرتؐ کی نگاہوں کے سامنے ہر وقت و ہر لحہ موجود رہتا تھا۔ اس لئے کہ جن چیزوں پر ایمان لانے کی دعوت انبیاؑ دیتے تھے اُن میں سب سے اہم اور سب سے پہلی ہستی خود ذات باری، اللہ تعالیٰ کی ہے۔ بہرحال ان دونوں بیانات سے عمر کے بیان کی تصدیق بھی ہوگئی جو بخاری سے دکھایا جا چکا ہے۔ (9۔ب) اور جس میں عمر نے بتایا ہے کہ حضورؐ نے تخلیق کائنات سے لے کر جنت اور جہنم میں داخلے تک سب کچھ بیان فرما دیا تھا۔ کچھ صحابہ نے اُسے یاد رکھا تھا اور کچھ نے عمر ہی کے سامنے بھلا دیا تھا۔ (بخاری پارہ نمبر 13)

معلوم ہوا کہ عمر کے بعد مسلمانوں کے دو گروہ آگے چلے جن میں ایک جماعت وہ تھی جس نے تعلیمات خدا اور رسولؐ کو قرآن میں موجود ہوتے ہوئے بھی طاقِ نسیان پر رکھنا ضروری سمجھا تھا۔ اور دوسری جماعت وہ تھی جو اُن تعلیمات کا تحفظ اور وجود لازم سمجھتی تھی۔

(4) جن صحابہ نے تعلیماتِ خدا اور رسولؐ کو قرآن میں لکھی ہوئی ہونے کے باوجود بھلا دیا تھا وہ کون اور کیسے مسلمان تھے؟

قرآن کریم اُن بھلانے والے صحابہ کے متعلق فرماتا ہے کہ:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (59/18-19)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی کا ترجمہ:۔" اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لئے کیا سامان کیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمہارے اُن سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے اُنہیں خود اپنا نفس بھلا دیا، یہی لوگ فاسق ہیں"۔(سورہ الحشر۔19-18/59، تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 409۔410)

یہاں جن مومنین کو مخاطب کیا گیا ہے اُن پر ایک ہی آیت یا جملے میں دو مرتبہ تقویٰ کا تقاضا کیا گیا ہے۔ اُنہیں قیامت سے خبردار کیا گیا ہے۔ اُن کے غلط اعمال پر تنبیہ کی گئی ہے اور انہیں بتایا گیا ہے کہ تم اللہ کو بُھلا بیٹھنے والے نہ بن جانا۔ اور نتیجہ یہ بتایا ہے کہ اللہ تمہیں خود فراموشی میں مبتلا کر کے فاسقوں میں شمار کرے گا۔ یعنی یہ مسلمان یا مومنین تو تھے مگر متقی نہ تھے اور متقی نہ تھے تو ظاہر ہے کہ فاسق مومنین تھے جنہیں عاقبت و قیامت کی فکر نہ تھی جنہیں یہ بتانے کی ضرورت تھی کہ اللہ تمہارے اعمال پر نظر تنقید رکھے ہوئے ہے لہٰذا چوکنا رہو اور وہ راستہ اختیار نہ کرو کہ اللہ کو بُھلا بیٹھو اور عذاب میں مبتلا ہو جاؤ۔ یہ لوگ وہ تھے جو مدینہ میں قریش والے اسلام کو اختیار کرتے جارہے تھے۔ اُنہیں قریشی رویہ اور قریشی اسلام اختیار کرنے سے روکنے ہی کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ:

"تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور پھر اللہ نے اُن لوگوں کو خود فراموش بنا دیا"

یہ قریش ہی کی بات ہے جنہوں نے قیام مکہ ہی میں قرآن کو مہجور کر کے خود رسولؐ اللہ کو بھی دنیا سے فراموش کرانے کا انتظام کر رکھا تھا سنئے:

(5) قریش نے درحقیقت اَلذِکر کو یعنی قرآن اور رسولؐ دونوں کو قیام مکہ ہی میں بھلا دیا تھا۔

....قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ مَا کَانَ یَنۡۢبَغِیۡ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ مِنۡ دُوۡنِکَ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ وَ لٰکِنۡ مَّتَّعۡتَہُمۡ وَ اٰبَآءَہُمۡ حَتّٰی نَسُوا الذِّکۡرَ ۚ وَ کَانُوۡا قَوۡمًۢا بُوۡرًا O فَقَدۡ کَذَّبُوۡکُمۡ بِمَا تَقُوۡلُوۡنَ ۙ فَمَا تَسۡتَطِیۡعُوۡنَ صَرۡفًا وَّ لَا نَصۡرًا ۚ وَ مَنۡ یَّظۡلِمۡ مِّنۡکُمۡ نُذِقۡہُ عَذَابًا کَبِیۡرًا O (فرقان 19-17/25)

مودودی کا ترجمہ:" وہی دن ہو گا جب کہ (تمہارا رب) اُن لوگوں کو بھی گھیر لائے گا اور اُن کے اُن معبودوں کو بھی بلا لے گا جنہیں آج یہ اللہ کو چھوڑ کر پوج رہے ہیں، پھر وہ اُن سے پوچھے گا" کیا تم نے میرے اِن بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا یہ خود راہ راست سے بھٹک گئے تھے؟" وہ عرض کریں گے پاک ہے آپ کی ذات ہماری تو یہ بھی مجال نہ تھی کہ آپ کے سوا کسی کو اپنا مولیٰ بنائیں۔ مگر آپ نے اِن کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامانِ زندگی دیا حتّٰی کہ یہ سبق (الذکر۔احسؔن) بھول گئے۔ اور شامت زدہ (قوم۔احسؔن) ہو کر رہے۔ یوں جھٹلا دیں گے وہ (تمہارے معبود) تمہاری اُن باتوں کو جو آج تم کہہ رہے ہو، پھر تم نہ اپنی شامت کو ٹال سکو گے نہ کہیں سے مدد پا سکو گے اور جو بھی تم میں سے ظلم کرے اُسے ہم سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے"۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 442 تا 444)

(6) جس قوم نے الذکر کو بھلا دیا اور شامت زدہ قوم ہو گئی تھی وہ قرآن کو مہجور کرنے والی رسولؐ کی قوم تھی۔

مودودی کے ترجمہ اور قریش پر تنقید بعد میں ہو گی پہلے اس سلسلے کی ایک اور آیت دیکھ لیں ارشاد ہے کہ:

وَ قَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَہۡجُوۡرًا (فرقان 30/25)

"اور حکومتِ رسولؐ کو غصب کرنے والے ظالم کے بیان پر اللہ کے رسولؐ محمدؐ نے کہا کہ اے میرے پروردگار یقیناً میری قوم نے اس قرآن سے بھی ہجرت کر کے اُسے مہجور کر دیا ہے"۔

Presented by Ziaraat.Com

(7) ہماری تنقیداور مودودی کے ترجموں میں قریش کی طرف داری کی وجہ سے بددیانتی۔

تنقید شروع کرنے سے پہلے آپ یہ دیکھیں کہ مودودی اس سورہ فرقان کا نزول مکہ میں بتاتے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ:

''زمانۂ نزول انداز بیان اور مضامین پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ نزول بھی وہی ہے جو سورہ مومنون وغیرہ کا ہے یعنی زمانہ قیام مکہ کا دَورِ متوسط''۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 430)

لہٰذا آیت (25/30) بتاتی ہے کہ رسولؐ کی قوم قریش نے مکہ ہی میں قرآن سے ہجرت کر کے اُسے مہجور کر دیا تھا۔ جس طرح لوگ مکہ سے ہجرت کر کے ملک حبش یا مدینہ گئے تھے اور اہل مکہ کے ظلم و جبر سے محفوظ ہوکر آزاد اور اپنی پسند کی زندگی بسر کرنے لگے تھے یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر چلے گئے تھے۔ مگر قرآن سے ہجرت کے معنی اُسی حساب سے یہ ہوں گے کہ قرآن اور صاحبؐ قرآن کی عائد کردہ پابندیوں سے نجات پانے اور ایک آزاد اور پسندیدہ زندگی بسر کرنے کے لئے قومی لیڈروں کی مشاورت اور اجتہاد کو یا بقولِ قرآن طاغوت کو قرآن کی جگہ اپنا ہادی، امام اور راہنما بنالیا تھا۔ یعنی قریش نے دو ہجرتیں کی تھیں ایک مکہ سے مدینہ کی طرف رسولؐ کی حکومت پر قریب سے نظر رکھنے اور موقع ملتے ہی تسلط حاصل کرنے کے لئے اور دوسری قرآن سے طاغوت کی طرف نبیؐ کی جگہ راہنمائی وہدایت کاری اور احکام وقوانین حاصل کرنے کے لئے (سورہ نساء 65 تا 4/60) اور قریش کے یہ دونوں مقاصد قرآن کو مہجور کرنے والی آیت (25/30) کے قبل کی تین آیات (29 تا 25/27) سے بھی ثابت ہیں۔ لہٰذا جس قوم کو شامت زدہ قرار دیا گیا ہے (19 تا 25/17) وہ یہی رسولؐ کی قوم قریش تھی۔ اسی کا دوسرا ثبوت یہ بھی ہے کہ جہاں مودودی ترجمہ میں گڑبڑ کریں وہاں قومِ قریش ہی مقصود ہوا کرتی ہے اور وہاں مودودی لفظ ''قَوْم'' کا ترجمہ اکثر قوم نہیں کیا کرتے ہیں۔

(8) مودودی لفظ ''قوم'' سے بچ کر گزرتے ہیں اور لفظ ''اَلذِّکر'' کا کفر کرتے ہیں؟

چنانچہ آیت (25/18) دیکھ لیں قوم کا ترجمہ غائب کرلیا ہے اور سب سے بڑی خیانت اور بددیانتی یہ کی ہے کہ آیت (25/18) میں لفظ ''الذکر'' کے صحیح معنی ومفہوم ومراد جانتے ہوئے بھی مودودی نے اِس کے معنی ''سبق'' کر دیئے ہیں تا کہ اُس کی راہنما قوم کا اور قوم کے راہنما لیڈروں کا یعنی ابوبکر وعمر کا جرم ہلکا ہو جائے دین کے لاکھوں اسباق میں سے کسی ایک سبق کو بھلا دینا ایک بہت معمولی بلکہ نا قابل ذکر قصور کہلا سکتا ہے۔ لیکن بقول عمر روزِ ازل سے تخلیقِ کائنات اور تمام دینی متعلقات پر جنت اور جہنم میں داخلہ تک کی ساری تعلیمات کا بھلا دینا، یا سارے قرآن میں مذکور تعلیمات کو بھلا دینا یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو سرے سے بھلا دینا تو ایسا سنگین جرم ہے جس سے جہنم واجب ہوتا ہے۔ اور پوری قوم کے لئے فرمایا ہے کہ: حَتّٰی نَسُوا الذِّکْرَ وَ کَانُوْا قَوْمًا بُوْرًاO (25/18)

''یہاں تک کہ اُنہوں نے ''الذکر'' کو بھلا دیا اور پوری قوم شامت زدہ ہوکر رہ گئی''۔

قارئین نے بخاری میں آنحضرتؐ کی حدیث دیکھی تھی (9۔ب2) جہاں فرمایا گیا تھا کہ:

و کتب فی الذکر کل شیءٍ۔ (بخاری جز نمبر 13۔ صفحہ 453) ''اور اللہ نے الذکر میں تمام چیزیں لکھ دی تھیں''

سوچئے کہ قریش نے اُس چیز کو بھلا دیا تھا جس میں کائنات کی ہر چیز لکھی ہوئی اور موجود تھی اور مودودی نے اُسے ایک سبق بنا کر سنگین ترین قابل جہنم جرم کو ایک ادنیٰ درجہ کا قصور بنا دیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

(9) مودودی جانتا اور لکھتا رہا ہے کہ الذکر قرآن اور آنحضرتؐ کا لقب ہے۔

بہر حال قرآن کی آیت مودودی کا ترجمہ اور تشریح دیکھئے اور سوچئے کہ اس قریش پرست عالم نے جان بوجھ کر قریش کے بدترین جرم کو کیوں چھپایا؟

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ O(نحل 16/44)

مودودی ترجمہ: ''اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُس کی تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو اُن کے لئے اُتاری گئی ہے، تاکہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں'' (نحل 16/44، تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 543-544)

اب اس آیت کی تشریح ملاحظہ فرمائیں:

''یہ ذکر فرشتوں کے ذریعہ سے بھی بھیجا جاسکتا تھا۔ براہ راست چھاپ کر ایک ایک انسان تک بھی پہنچایا جاسکتا تھا۔ مگر محض ذکر بھیج دینے سے وہ مقصد پورا نہیں ہوسکتا تھا جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت و ربوبیت اُس کی تنزیل کی متقاضی تھی۔ اُس مقصد کی تکمیل کے لئے ضروری تھا کہ اِس ''ذکر'' کو ایک قابل ترین انسان لے کر آئے۔ وہ اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ جن کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئے اُس کا مطلب سمجھائے۔ جنہیں کچھ شک ہو اُن کا شک رفع کرے۔ جنہیں کوئی اعتراض ہو اُن کے اعتراض کا جواب دے۔ جو نہ مانیں اور مخالفت اور مزاحمت کریں اُن کے مقابلے میں وہ اُس طرح کا رویہ برت کر دکھائے جو اِس ''ذکر'' کے حاملین کی شان کے شایاں ہے۔ جو مان لیں انہیں زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو کے متعلق ہدایات دے، اُن کے سامنے خود اپنی زندگی کو نمونہ بنا کر پیش کرے، اور اُن کو اجتماعی و انفرادی تربیت دے کر ساری دنیا کے سامنے ایک ایسی سوسائٹی کو بطور مثال رکھ دے جس کا پورا اجتماعی نظام ''ذکر'' کے منشا کی شرح ہو۔ یہ آیت جس طرح اُن منکرین نبوت کی حجت کے لئے قاطع تھی جو خدا کا ''ذکر'' بشر کے ذریعہ سے آنے کو نہیں مانتے تھے، اُسی طرح آج یہ آیت اُن منکرینِ حدیث کی حجت کے لئے بھی قاطع ہے جو نبیؐ کی تشریح اور توضیح کے بغیر صرف ''ذکر'' کو لے لینا چاہتے ہیں۔ وہ خواہ اس بات کے قائل ہوں کہ نبیؐ نے تشریح و توضیح کچھ بھی نہیں کی تھی صرف ''ذکر'' پیش کر دیا تھا۔ 2۔ یا اس کے قائل ہوں کہ ماننے کے لائق صرف ''ذکر'' ہی ہے نہ کہ نبیؐ کی تشریح۔ 3۔ یا اس کے قائل ہوں کہ اب ہمارے لئے صرف ''ذکر'' کافی ہے نبیؐ کی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں، 4۔ یا اس بات کے قائل ہوں کہ اب صرف ''ذکر'' ہی قابل اعتماد حالت میں باقی رہ گیا ہے۔ نبیؐ کی تشریح یا تو باقی ہی نہیں رہی یا باقی ہے بھی تو بھروسے کے لائق نہیں ہے۔ غرض ان چاروں باتوں میں سے جس بات کے بھی وہ قائل ہوں، اُن کا مسلک بہر حال قرآن کی اس آیت (16/44) سے ٹکراتا ہے۔

اگر وہ پہلی بات کے قائل ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی نے اُس منشا ہی کو فوت کر دیا جس کی خاطر ''ذکر'' کو فرشتوں کے ہاتھ بھیجنے یا براہ راست لوگوں تک پہنچا دینے کے بجائے اُسے واسطہ تبلیغ بنایا گیا تھا۔

اور اگر وہ دوسری یا تیسری بات کے قائل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ میاں نے (معاذ اللہ) یہ فضول حرکت کی کہ اپنا ''ذکر'' ایک نبیؐ کے ذریعہ سے بھیجا۔ کیوں کہ نبیؐ کی آمد کا حاصل بھی وہی ہے جو نبیؐ کے بغیر صرف ''ذکر'' کے مطبوعہ شکل میں نازل ہو جانے کا ہوسکتا ہے۔

اور اگر وہ چوتھی بات کے قائل ہیں تو دراصل یہ قرآن اور نبوت محمدیؐ دونوں کے نسخ کا اعلان ہے جس کے بعد اگر کوئی مسلکِ معقول باقی رہ جاتا ہے تو وہ صرف اُن لوگوں کا مسلک ہے جو ایک نئی نبوت اور نئی وحی کے قائل ہیں اس لئے کہ اِس آیت (16/44) میں اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید

کے مقصد نزول کی تکمیل کیلئے نبیؐ کی تشریح کو ناگزیر ٹھیرا رہا ہے اور نبیؐ کی ضرورت ہی اس طرح ثابت کر رہا ہے کہ وہ ''ذکر'' کی منشاء کی توضیح کرے۔اب اگر منکرین حدیث کا یہ قول صحیح ہے کہ نبیؐ کی توضیح وتشریح دنیا میں باقی نہیں رہی ہے تو اس کے دو نتیجے کھلے ہوئے ہیں۔ پہلا نتیجہ یہ ہے کہ نمونہ اتباع کی حیثیت سے نبوتِ محمدیؐ ختم ہوگئی اور ہمارا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف اُس طرح کا رہ گیا ہے جیسا ھودؑ اور صالح اور شعیب علیہم السلام کے ساتھ ہے کہ ہم اُن کی تصدیق کرتے ہیں اُن پر ایمان لاتے ہیں، مگر اُن کا کوئی اسوہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ جس کا ہم اتباع کریں، یہ چیز نئی نبوت کی ضرورت آپ سے آپ ثابت کر دیتی ہے صرف ایک بے وقوف ہی اس کے بعد ختم نبوت پر اصرار کرسکتا ہے۔

دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ اکیلا قرآن نبیؐ کی تشریح وتبئین کے بغیر خود اپنے بھیجنے والے کے قول کے مطابق ہدایت کے لئے ناکافی ہے اس لئے قرآن کے ماننے والے خواہ کتنے ہی زور سے چیخ چیخ کر اُسے بجائے خود کافی قرار دیں، مدعی سست کی حمایت میں گواہان چست کی بات ہرگز نہیں چل سکتی اور ایک نئی کتاب کے نزول کی ضرورت آپ سے آپ خود قرآن کی رُو سے ثابت ہو جاتی ہے۔قَاتَلَهُمُ اللّٰه اس طرح یہ لوگ حقیقت میں انکارِ حدیث کے ذریعہ دین کی جڑ کھود رہے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 543 تا 545)

(10) الذکر آنحضرتؐ کا لقب ہے وہی مجسم قرآن بھی ہیں۔مودودی کا دوسرا بیان اور تصدیق۔

یہ طویل بیان جہاں حدیثِ رسوؐل کے منوانے میں نہایت مُدَلّل اور مفصل ہے وہیں قرآن کو ''الذکر'' ثابت کرنے میں پورا دباؤ ڈالتا ہے۔اور مودودی نے چودہ مرتبہ لفظ ''الذکر'' قرآن کی جگہ اور قرآن کے معنی میں لکھا ہے۔مگر جہاں الذکر کو قرآن مانتا تھا وہاں اُسے ''ایک سبق'' کہہ کر قریشی قوم کے جرم کو ختم کر دیا ہے۔اور یہ ثابت ہوگیا کہ یہ شخص غلطی یا لاعلمی کی بنا پر یہ حرکت نہیں کرتا بلکہ عمداً سمجھ بوجھ کر ایک مجرم قوم (25/31) کی طرفداری میں قرآن اور رسوؐل کے خلاف لکھتا ہے۔اب یہ دیکھیں کہ یہ مودودی یہ بھی جانتا ہے کہ ''الذکر'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب بھی ہے۔چنانچہ پھر آیت اور آیت کا مودودی ترجمہ اور تشریح ملاحظہ کریں:

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا O رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ .....

مودودی ترجمہ: ''اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل کر دی ہے، ایک ایسا رسوؐل جو تم کو اللہ کی صاف صاف ہدایات دینے والی آیات سناتا ہے'' (طلاق 65/10-11)(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 580)

اس ترجمہ میں اس خبیث مترجم نے ذکر کے معنی نصیحت کر دیئے حالانکہ نصیحت، ناصح، نَاصِحون، نَاصِحِین وغیرہ خود عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ اُس نے نہ چاہا کہ قریشی طرز ترجمہ کو ترک کرے اور ترجمہ کو تشریحات کا محتاج نہ بنائے۔ ورنہ سیدھا سادہ اور آسان اور الفاظ کی رعایت کے ساتھ ترجمہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ: ''یقیناً اللہ نے تمہاری طرف ایک ذکر مجسم رسوؐل نازل کر دیا ہے جو تمہارے سامنے اللہ کی منہ بولتی آیات کی تلاوت کرتا ہے''۔ بہر حال وہ اپنی تشریح میں اصل مقصد کی طرف اشارہ اور اقبال کرتا ہے۔

مودودی کی تشریح کہ وہ نصیحت رسوؐل اللہ ہیں۔

''۳۲ مفسرین میں سے بعض نے نصیحت سے مراد قرآن لیا ہے، اور رسوؐل سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔اور بعض کہتے ہیں کہ نصیحت سے مراد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں یعنی آپؐ کی ذات ہمہ تن نصیحت تھی۔ ہمارے نزدیک یہی دوسری تفسیر زیادہ صحیح ہے، کیوں کہ پہلی تفسیر کی رُو

Presented by Ziaraat.Com

سے فقرہ یوں بنانا پڑے گا کہ ''ہم نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے اور ایک ایسا رسوؐل بھیجا ہے''۔ قرآن کی عبارت میں اس تبدیلی کی آخر ضرورت کیا ہے جب کہ اس کے بغیر ہی عبارت نہ صرف پوری طرح بامعنی ہے بلکہ زیادہ پر معنی بھی''۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 580) قرآن میں معنوی تحریف کے لئے دشمنانِ قرآن نے ہر تبدیلی کی ہے اور تبدیلیاں کرنے کو جائز رکھا ہے خود مودودی نے جو لفظ ''الذکر'' کے غلط معنی تبدیل کر کے نصیحت جڑے تو پھر غلطی سے بھی صحیح معنی نہ کئے برابر نصیحت ہی لکھتے چلے گئے۔ لہٰذا یہ خبیث بھی قرآن کو تبدیلیوں اور تشریحات کا محتاج رکھتا چلا گیا ہے۔

10۔ قرآن اور رسوؐل کے ہمہ گیر مقام کو قریش پرست علما کی جامہ تلاشی میں برآمد کر کے مودودی ہی کے قلم سے اُنؑ کی ہمہ گیری منوالی گئی

دشمنانِ دین کے طویل ومفصل بیانات سامنے آچکے ہیں۔ چرائی ہوئی حقیقتیں برآمد ہو چکی ہیں لہٰذا قارئین کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی تکلف یا شبہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کی طرف سے نوعِ انسان کو لامحدود ترقی کرانے کے لئے اُنہیں لامحدود علوم وہدایات فراہم کرنے والا قرآن اور صاحبِ قرآن علیہ السلام عطا فرمایا گیا اور ان دونوں کو قیامت تک موجود رکھنے کا انتظام کیا۔ اور تمام انسانوں کو بتایا گیا کہ وہ اپنی لاعلمی کو علم میں تبدیل کرنے کے لئے اہلؑ الذکر یا صاحبانِ قرآن سے سوال کرتے رہیں۔ (نحل 16/43، انبیاؑ 21/7)

(الف) اہلؑ الذکر اور قرآن کی پوزیشن اہلؑ الذکر کی زبانی، اِس کائنات کی چیزیں ہر لحہ صاحبانِ قرآن کے سامنے رہتی ہیں

مودودی کے بیان میں یہ ثابت ہو گیا تھا کہ اللہ نے تمام انبیاء علیہم السلام کے سامنے سے تمام مادّی حجابات ہٹا کر انہیں ملکوت السماوات والارض کا مشاہدہ کرایا تھا یعنی وہ پوری مملکت انہیں دکھادی تھی جس پر اللہ حکومت کرتا ہے اور تمام انتظامات اور طریقِ حکومت اور قوانینِ حکمرانی پر انہیںؑ مطلع کر دیا تھا اور مودودی نے بھی لکھا تھا کہ کائنات اور نظام کائنات کا مشاہدہ کرانے میں اللہ نے انبیاؑ کے منصب اور ذمہ داریوں کی وسعت کو ملحوظ رکھا ہے یعنی جس کی ذمہ داریاں زیادہ تھیں اُسے زیادہ وسیع وتفصیلی مشاہدہ کرایا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ مشاہدہ بھی اُن کے لامحدود منصب اور بے حد وحساب ذمہ داریوں کی بنا پر لامحدود اور بے حد وحساب تھا۔ اب اسی سلسلے میں آپ جانشینانِ محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم کا بیان سن لیں۔ ارشاد ہے:

عن عبدالاعلیٰ بن اعین قال:سمعت ابا عبداللّٰہ علیہ السلام یقول :ولدنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم وانا اعلم کتاب اللّٰہ وفیہ بدء الخلق وما ھو کائن الی یوم القیمۃ وفیہ خبر السماء و خبر الارض وخبر الجنۃ وخبر النار و خبر ما کان و خبر ما ھو کائن اعلم ذٰلک کما انظر الیٰ کفی اِنَّ اللّٰہ یقول فیہ تبیان کل شی۔

''امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مجھے رسوؐل اللہ نے جنم دیا ہے اور میں اللہ کی کتاب کا عالم ہوں اور کتاب اللہ میں تخلیق کائنات سے لے کر قیامت تک ہونے والی ہر بات کا علم موجود ہے اور اُس میں آسمانوں کی خبریں بھی ہیں اور زمینوں کے حالات بھی ہیں اور جنتوں کی بھی خبریں اُس میں موجود ہیں اور جہنم کے حالات بھی مذکور ہیں اور جو کچھ کہ اب تک ہو چکا وہ سب بھی کتاب اللہ میں لکھا ہوا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے اس کا بھی حال موجود ہے اور میں کتاب اللہ کی تمام تفاصیل کا ویسا ہی عالم ہوں جیسا کہ اپنی ہتھیلی کا عالم جس طرح مجھے اپنی ہتھیلی نظر آتی ہے اسی طرح پوری کائنات دکھائی دیتی ہے۔'' (اصول کافی کتاب فضل العلم حدیث نمبر 8) (بابُ الرَّدّ اِلیٰ کتاب اللّٰہ والسنۃ)

Presented by Ziaraat.Com

یہ بھی آپؑ ہی نے فرمایا ہے کہ:

ان اللّٰہ تبارک و تعالی انزل فی القرآن تبیان کُل شیءٍ حتّٰی وَاللّٰہ ما ترک اللّٰہ شیا یحتاج الیہ العباد حتی لا یستطیع عبدٌ یقول لو کان ھٰذا انزل فی القرآن اِلا وقد انز ل اللّٰہ فیہ (ایضاً حدیث نمبر 1)

(2)''یقیناً اللہ نے قرآن میں ہر چیز کا بیان نازل کردیا ہے۔ یہاں تک کہ بخدا اللہ نے کوئی ایسی چیز نازل کرنے سے نہیں چھوڑی جس کی انسانوں کو قیامت تک ضرورت ہوسکتی تھی۔ حد یہ ہے کہ کسی انسان کی یہ مجال نہیں کہ وہ یہ دعویٰ کرسکے کہ قرآن میں اگر فلاں چیز بھی ہوتی تو اچھا ہوتا اس لئے کہ اللہ نے وہ چیز بھی پہلے سے نازل کررکھی ہے۔ یعنی کسی ایسی چیز کا تصور بھی قیامت تک نہیں کیا جاسکتا جو قرآن میں نازل نہ کردی گئی ہو۔''

معلوم ہوا کہ قرآن میں ہر وہ چیز، ہر وہ بات، ہر وہ حل، ہر وہ تدارک نازل کردیا گیا ہے جس کی قیامت تک کسی معاملے میں کسی انسان کو ضرورت ممکن ہے۔ لہٰذا وہ لوگ جو قرآن کی تعلیم کے لئے صاحبانِ قرآن کو وسیلہ سمجھ کر اُن سے معلومات حاصل کریں گے اُنہیں پوری کائنات کی اور کائنات میں گزرنے والے واقعات وحادثات وآفات کی اطلاع اور علم دیا جانا طے شدہ ہے۔ (نحل 16/43، انبیا 21/7، فرقان 25/59)

11۔ حضرت علیؑ نے اس خطبہ نمبر <u>32</u> میں نہ صرف تمام مفید ومضر، غلط وصحیح کاموں کا علم فراہم کرنے کی بات کی ہے بلکہ تمام حادثات وآفات سے بھی بچانا چاہا ہے۔

حضور علیہ السلام نے سادہ سادہ اور روزمرہ کی ضرورتوں کا علم فراہم کرنے کے لئے تو یہ فرمایا تھا کہ:

لَا نَنْتَفِعُ بِمَاعَلِمْنَا ؛وَلَانَسْأَلُ عَمَّاجَهِلْنَا ؛ ''ہم اپنے علم ومعلومات سے فائدہ نہیں اُٹھاتے (خطبہ 32، جملہ 5)۔

اور جن چیزوں سے ہم جاہل ہیں اُن کو معلوم کرنے کے لئے ہم سوال نہیں کرتے (خطبہ 32، جملہ 6)۔

اور مخصوص حالات وحادثات وآفات سے بچنے اور قبل از وقت ڈرنے اور تدارک کے لئے یہ فرما کر دعوت دی تھی کہ:

وَلَانَتَخَوَّفُ قَارِعَةً حَتّٰى تَحِلَّ بِنَا ؛ (خطبہ 32، جملہ 7)۔

''اور جب تک آفات ومصائب ہمارا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے اُس وقت تک ہم اُن سے نہیں ڈرتے۔ یعنی جب سر پر آفت ٹوٹ پڑتی ہے تب ہائے واویلا کرتے ہیں۔ لہٰذا تم کو چاہیے کہ آفات وحادثات کے وقوع میں آنے سے پہلے اُن کا علم حاصل کرو اور اُن سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ کے بتائے ہوئے طریقے استعمال کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اہل الذکرؑ کے سوا اور کوئی نہ کرسکتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 33

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 33

خُطبہ ﴾33﴿

1۔ عربوں پر حکومت کرنے والوں کی اور عربی مملکت کی قیمت حضرت علیؑ کے شکستہ جوتے سے بھی بہت کم تھی۔

2۔ حضرت علیؑ کا مشن باطل کو مٹا کر حق قائم کرنا تھا۔

3۔ بعثت محمدؐ کے وقت کوئی نہ کتابِ خداوندی کی قرات کرتا تھا نہ کوئی نبوت کا دعویدار تھا۔

4۔ آنحضرتؐ نے انہیں ہانک کر ان کے ٹھکانوں پر پہنچایا نجات کی منزل تک لے آئے ان کے حالات کو سنوارا اور اطمینان فراہم کر دیا۔

5۔ بخدا میں بھی عربوں کے ہانکنے میں شریک اور مستعد رہا ہوں۔ 6۔ میں باطل کو توڑ کر چھپائے ہوئے حق کو برآمد کروں گا۔

7۔ میں نے قریش سے ان کے کفر کی حالت میں جنگ کی تھی اور اب ان کے فتنہ کی حالت میں بھی جنگ کروں گا۔ 8۔ قریش ہم سے اس کا انتقام لے رہے ہیں کہ اللہ نے ہمیں ان پر برتری دی ہے۔ 9۔ اور ہم نے ان کو ذلت وخواری سے نکال کر اپنے برابر کے حقوق دیئے ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عِنۡدَ خُرُوۡجِہٖ لِقِتَالِ اَھۡلِ بَصۡرَۃِ ؛قَالَ عَبۡدُ اللّٰہِ ابۡنُ عَبَّاسٍ دَخَلۡتُ عَلٰی اَمِیۡرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ بِذِیۡ قَارٍ وَّھُوَ یَخۡصِفُ نَعۡلَہٗ فَقَالَ لِیۡ: مَاقِیۡمَۃُ ھٰذَا النَّعۡلِ ؟فَقُلۡتُ: لَاقِیۡمَۃَ لَھَا ؛ فَقَالَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ : وَاللّٰہِ لَھِیَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنۡ اَمۡرَتِکُمۡ اِلَّا اَنۡ اُقِیۡمَ حَقًّا اَوۡاَدۡفَعَ بَاطِلًا ثُمَّ خَرَجَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ :		جب حضرت علی علیہ السلام اہل بصرہ سے جنگ کے لئے روانہ ہونے والے تھے۔ اس وقت عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ وادی ذی قار میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور اپنے جوتے کی مرمت کر رہے ہیں مجھے دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ: میرے اس جوتے کی اب کیا قیمت ہوگی؟ میں نے عرض کیا کہ اب تو اس کی کچھ بھی قیمت نہیں ہے۔ تو علیؑ نے فرمایا کہ: خدا کی قسم مجھے تمہاری حکومت اور مملکت سے یہ جوتا زیادہ محبوب ہے یہ دوسری بات ہے کہ میں نے حق کو قائم کرنے اور باطل کو مٹانے کے لئے تمہاری حکومت قبول کر لی ہے۔ پھر آپ باہر آئے اور لوگوں کو یوں مخاطب کیا کہ:
اِنَّ اللّٰہَ سُبۡحَانَہٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَلَیۡسَ اَحَدٌ مِّنَ الۡعَرَبِ یَقۡرَاُ کِتَابًا	1	یقیناً اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے زمانے میں مبعوث فرمایا تھا جب کہ ملک عرب میں نہ کوئی کتاب کی قرات کرتا تھا۔
وَلَا یَدَّعِیۡ نُبُوَّۃً ؛	2	اور نہ کوئی نبوت کا دعویدار ہی تھا۔
فَسَاقَ النَّاسَ حَتّٰی بَوَّاَھُمۡ مَحَلَّتَھُمۡ ؛	3	چنانچہ آنحضرتؐ نے عربوں کو ہانک ہانک کر ان کے ان ٹھکانوں تک پہنچایا۔
وَبَلَّغَھُمۡ مَنۡجَاتَھُمۡ ؛	4	اور انہیں ان کی نجات پانے کی جگہ پہنچا دیا۔
فَاسۡتَقَامَتۡ قَنَاتُھُمۡ ؛	5	ان کی قناتوں نے پائیداری اختیار کر لی۔

Presented by Ziaraat.Com

وَاطْمَأَنَّتْ صَفَاتُهُمْ ؛	6	ان کے مجرمانہ اور انتقامی ارادوں میں سکون واطمینان پیدا ہو گیا۔
اَمَا وَاللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَفِیْ سَاقَتِهَا ؛	7	قسم بخدا میں بھی رسوؐل اللہ کے ساتھ ان کو ہانکنے ٹھکانے لگانے اور محفوظ کرنے میں یقیناً ساتھ ساتھ رہا۔
حَتّٰی وَلَّتْ بِحَذَا فِیْرِهَا ؛	8	یہاں تک کہ اِدھر سے اُدھر تک ان پر ولایت قائم ہو گئی۔
مَاضَعُفْتُ وَلَاجَبُنْتُ ؛	9	اس تمام مہم میں نہ میں نے کمزوری دکھائی اور نہ بزدلی کو قریب پھٹکنے دیا۔
وَاِنَّ مَسِیْرِیْ هٰذَا لَمِثْلِهَا ؛	10	میرا موجودہ رویہ و رفتار اور سفر بھی مخالفوں کے ساتھ اسی طرزِ عمل کی مانند ہے جو عہدِ رسوؐل میں میرا طرزِ عمل تھا۔
فَلَا بْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰی یَخْرُجَ الْحَقُّ مِنْ جَنْبِهٖ ؛	11	چنانچہ ضروری ہے کہ میں باطل کو پاش پاش کر دوں تا کہ باطل کی بغل میں چھپایا ہوا حق باہر نکل آئے۔
مَالِیْ وَلِقُرَیْشٍ ؛؟	12	میرا قریش اور قریشیوں سے کیا رشتہ؟
وَاللّٰهِ لَقَدْ قَاتَلْتُهُمْ كَافِرِیْنَ ؛	13	میں نے تو بخدا قریش سے اس زمانہ میں بھی جہاد کیا تھا جب وہ قرآن کے حقائق چھپاتے تھے
وَلَاُقَاتِلَنَّهُمْ مَفْتُوْنِیْنَ ؛	14	اور اب جب کہ وہ فتنہ انگیزی میں مبتلا ہیں میرے لئے بخدا بہت ضروری ہے کہ میں ان سے جنگ کروں۔
وَاِنِّیْ لَصَاحِبُهُمْ بِالْاَمْسِ ؛	15	اور بلا شبہ میں کل بھی ان کا مالک تھا۔
كَمَا اَنَا صَاحِبُهُمُ الْیَوْمَ ؛	16	جیسا کہ آج بھی ان کا مالک ہوں۔
وَاللّٰهِ مَاتَنْقِمُ مِنَّا قُرَیْشٌ اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنَا عَلَیْهِمْ ؛	17	خدا کی قسم قریشی قوم کا ہم سے انتقام لینا صرف اس جرم کے بدلے میں ہے کہ اللہ نے ہمیں ان کے مقابلے میں اپنی حکومت کے لئے پسند کر لیا ہے۔
فَاَدْخَلْنَاهُمْ فِیْ حَیِّزِ نَافَكَانُوْا كَمَاقَالَ الْاَوَّلُ : اَدَمْتَ لَعَمْرِیْ شُرْبَكَ الْمَحْضَ صَابِحًا وَاَكْلَكَ بِالزُّبْدِ الْمُقَشَّرَةَ الْبُجْرَا وَنَحْنُ وَهَبْنَاكَ الْعَلَاءَ وَلَمْ تَكُنْ ؛ عَلِیًّا وَحُطْنَا حَوْلَكَ الْجُرْدَ وَالسَّمْرَا ؛	18	چنانچہ حاکم و پسندیدۂ خدا ہوتے ہوئے بھی ہم نے قریش سے نرم روی جاری رکھی اور انہیں اپنے دائرہ میں داخل کر لیا تھا یہ ہمارا سلوک ویسا ہی تھا جیسا کہ شاعر اوّل نے کہا ہے کہ: ''اپنی زندگی کی قسم کہ میں نے تجھے بہترین غذائیں اور جام وسبو فراہم کئے۔ تجھے ایسی بلندیاں اور ترقیاں عطا کیں جو تجھے حاصل نہ تھیں۔ اور تو ہرگز بزرگ و بلند مرتبہ نہ تھا۔ ہم نے تیرے تحفظ کے لئے تیرے چاروں طرف چست و تند گھوڑوں اور بھورے رنگ کے نیزوں کا احاطہ کئے رکھا ہے''

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

1۔ اِس خطبہ پر قدیم سے لکھے چلے آنے والے ریمارکس صحیح ہیں اس لئے ہم نے بھی اُنہیں ''بیان الامامۃ'' میں بحال رکھا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہو کر بصرہ کے قریب ذی قار نام کے ایک گاؤں اور چشمے پر مقیم ہیں اور گردونواح سے نصرت کے لئے آنے والوں کا انتظار فرمارہے ہیں۔ چاروں طرف سے لوگ جوق درجوق آرہے ہیں۔ عائشہ، طلحہ اور زبیر کی پوزیشنوں اور موجودہ صورت حال پر سوالات کئے جارہے ہیں۔ اسی سلسلے میں حضورؑ نے مسلمانوں کے اطمینان کے لئے جوابات دیئے ہیں۔ اُن ہی میں سے یہ خطبہ بھی ہے۔ چنانچہ آپ نے اس خطبہ میں اپنی اور قریش کی اور قریشی حکومت کی پوزیشن واضح کردی ہے۔

2۔ حضرت علیؑ کی پوزیشن، بلا اختلاف ایک واجب الاطاعت نائبِ خداوندی، خلیفہ رسولؐ اور خلیفۃ المسلمین اور سربراہِ اسلام کی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کو ساری دنیا کے، مسلم وغیر مسلم، علما نے خلیفۂ برحق اور اُن کے مخالفوں کو باغی تسلیم کیا ہے۔ شیعہ عُلما حضرت علیؑ کو منصوص من اللہ اور روز اوّل سے خلیفہ مانتے ہی ہیں اور باقی مسلمان علما اُن کو عظیم الشان اور فقید المثال کثرت کا منتخب خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ مودودی نے مانا ہے کہ:

(الف) **حضرت علیؑ کے مقابلہ پر کوئی دوسرا اصحابی خلافت کا حق دار تھا ہی نہیں۔**

''پوری دنیائے اسلام میں دوسرا کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی طرف اس غرض کے لئے مسلمانوں کی نگاہیں اُٹھتیں۔ حتّٰی کہ اگر آج کے رائج طریقوں کے مطابق بھی کوئی انتخاب کرایا جاتا تو لازماً عظیم اکثریت کے ووٹ اُنؑ ہی کو حاصل ہوتے'' (خلافت وملوکیت صفحہ 121)

پھر لکھتے ہیں کہ:

(ب) **منت خوشامد کر کے تمام مہاجرین اور انصار نام کے صحابہ نے اُن کو اپنا حاکم بنایا تھا۔**

''اُنہوں نے انکار کیا اور لوگ اصرار کرتے رہے آخر کار اُنہوں نے کہا کہ: ''میری بیعت گھر بیٹھے خفیہ طریقہ سے نہیں ہوسکتی عام مسلمانوں کی رضا کے بغیر ایسا ہونا ممکن نہیں'' پھر مسجد نبوی میں اجتماع ہوا اور تمام مہاجرین وانصار نے اُنؑ کے ہاتھ پر بیعت کی'' (ایضاً صفحہ 122)

مودودی نے یہ نہیں لکھا کہ سابقہ تینوں خلفا کو ایسی عظیم الشان اکثریت نے خلیفہ نہیں بنایا تھا بلکہ مہاجرین وانصار میں بڑے بڑے تمام صحابہ اُن کے مخالف تھے۔

(ج) **حضرت علیؑ نے قریشی حکومت کو قبول کرنے سے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ اُس کے حصول میں کوئی کوشش بھی نہ کی۔**

حضرت علی علیہ السلام قریشی حکومت کو برابر ٹھکراتے رہے۔ اُس کو حاصل کرنے پر کبھی توجہ تک نہ دی مودودی سے سنئے:

''وہ زبردستی اقتدار پر قابض نہیں ہوئے۔ اُنہوں نے خلافت حاصل کرنے کے لئے برائے نام بھی کوشش نہیں کی۔ لوگوں نے خود آزادانہ مشاورت سے اُن کو خلیفہ منتخب کیا۔ صحابہ کی عظیم اکثریت نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور بعد میں شام کے سوا تمام بلادِ اسلامیہ نے اُن کو خلیفہ تسلیم کیا''۔ (ایضاً صفحہ 122)

(د) **حضرت علیؑ کو خلیفہ برحق نہ ماننے والے اور مخالفت کرنے والے سب اللہ ورسولؐ سے باغی تھے۔**

پھر لکھتے ہیں کہ: ''یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ جنگ صفین کے بعد تک پورا جزیرۃ العرب اور شام کے مشرق اور مغرب میں دونوں

Presented by Ziaraat.Com

طرف اسلامی سلطنت کا ہر صوبہ حضرت علیؑ کی بیعت پر قائم تھا۔اور صرف شام معاویہ کے زیر اثر ہونے کی بنا پر اُن کی اطاعت سے منحرف تھا۔ اِس لئے صحیح آئینی پوزیشن یہ نہ تھی کہ دنیائے اسلام میں کوئی طوائف الملو کی برپا تھی جس میں کوئی کسی کی اطاعت کا پابند نہ تھا، بلکہ یہ تھی کہ مملکت میں ایک جائز، قانونی، مرکزی حکومت موجود تھی جس کی اطاعت تمام دوسرے صوبے کر رہے تھے۔اور صرف ایک صوبہ باغی تھا''۔

(طبری جلد3 صفحہ 463-462۔ابن الاثیر جلد3 صفحہ 137 تا 141۔البدایہ والنہایہ جلد7 صفحہ 229 تا 251)(ایضاً صفحہ نمبر 125 حاشیہ میں)

(ہ) عائشہ،طلحہ زبیر اور معاویہ کی پوزیشن غیر آئینی اور غلط تھی وہ جاہلیت کے زمانہ کا عملدرآمد کر رہے تھے۔

مودودی چونکہ قریش کی ہر حالت میں پوجا کرنا لازم سمجھتے ہیں اس لئے اگر وہ عائشہ وغیرہ کو باغی مانتے ہوئے بھی اُن کا احترام کریں تو تعجب کا مقام نہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''ایک طرف حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ و زبیر اور دوسری طرف حضرت معاویہ۔ اِن دونوں فریقوں کے مرتبہ ومقام اور جلالتِ قدر کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے بھی یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ دونوں کی پوزیشن آئینی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں مانی جاسکتی۔ظاہر ہے کہ یہ جاہلیت کے دَور کا قبائلی نظام تو نہ تھا کہ کسی مقتول کے خون کا مطالبہ لے کر جو چاہے اور جس طرح چاہے اُٹھ کھڑا ہو اور جو طریقہ چاہے اُسے پُورا کرانے کے لئے استعمال کرے۔ یہ ایک باقاعدہ حکومت تھی۔جس میں ہر دعوے کے لئے ایک ضابطہ اور قانون موجود تھا۔خون کا مطالبہ لے کر اُٹھنے کا حق مقتول کے وارثوں کو تھا جو زندہ تھے اور وہیں موجود تھے''(ایضاً صفحہ 124)

(و) شیاطین کی جلالتِ قدر کا احترام کرنے کی وجہ سے مودودی حق کو قسطوں پر تقسیم کر کے احترامی الفاظ میں لپیٹ کر لکھتے ہیں۔

چند سطروں کے بعد بڑے احترام سے باطل کا سہرا عائشہ طلحہ و زبیر کے سر باندھتے ہیں۔سنئے:

''اس سے بھی زیادہ غیر آئینی طریق کار یہ تھا کہ پہلے فریق (عائشہ طلحہ اور زبیر۔احسن) نے بجائے اس کے کہ وہ مدینہ جا کر اپنا مطالبہ پیش کرتا، جہاں خلیفہ اور مجرمین اور مقتول کے ورثاء سب موجود تھے اور عدالتی کارروائی کی جاسکتی تھی، بصرے کا رخ کیا اور فوج جمع کر کے خونِ عثمان کا بدلہ لینے کی کوشش کی۔جس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا کہ ایک خون کے بجائے دس ہزار مزید خون ہوں اور مملکت کا نظام الگ درہم برہم ہو جائے۔ شریعت الٰہی تو درکنار دُنیا کے کسی آئین و قانون کی رُو سے بھی اُسے ایک جائز کارروائی نہیں مانا جاسکتا''(ایضاً صفحہ 125-124)

(ز) دوسری قسط میں معاویہ کے لئے چند احترامی والزامی جُملے۔

مسلسل معاویہ کے لئے لکھا ہے کہ: ''اِس سے بدرجہا زیادہ غیر آئینی طرزِ عمل دوسرے فریق، یعنی حضرتِ معاویہ کا تھا۔ جو معاویہ بن ابوسفیان کی حیثیت سے نہیں بلکہ شام کے گورنر کی حیثیت سے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے اُٹھے، مرکزی حکومت کی اطاعت سے انکار کیا، گورنری کی طاقت اپنے اس مقصد کے لئے استعمال کی، اور مطالبہ بھی یہ نہیں کیا کہ حضرت علیؑ قاتلینِ عثمان پر مقدمہ چلا کر اُنہیں سزادیں، بلکہ یہ مطالبہ کیا کہ وہ قاتلینِ عثمان کو اُن کے یعنی معاویہ کے حوالے کر دیں تا کہ وہ خود انہیں قتل کریں۔ یہ سب کچھ دورِ اسلام کی نظامی حکومت کے بجائے زمانہ قبل اسلام کی یعنی زمانہ جاہلیت کی قبائلی بدنظمی سے اَشبہ ہے''(ایضاً صفحہ 125)

(ح) آخر قاضی ابوبکر ابن العربی کی آڑ لے کر مودودی نے اُن کے قلم سے علیؑ کے مخالفوں کو واجب القتل لکھ دیا۔

مودودی تو بدستور احترام واکرام میں لگے رہے مگر ایک قاضی کا یہ فتویٰ لکھ دیا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''حضرت علیؑ نے اُن حالات میں اسی آیت (حجرات 49/9، احسن) کے مطابق عمل کیا تھا۔ اُنہوں نے اُن باغیوں کے خلاف جنگ کی جو امامؑ پر اپنی رائے مسلّط کرنا چاہتے تھے۔ اور ایسا مطالبہ کر رہے تھے جس کا انہیں حق نہ تھا''(ایضاً صفحہ 127)

یہ نو عدد حوالے حضرت علی علیہ السلام کی حقانیت اور عائشہ، حفصہ، طلحہ و زبیر اور سارے قریش کے باطل پرست ہونے کا ثبوت ہیں۔ یعنی ابوبکر و عمر کے اختیار کردہ اسلام کی اور اُن کے علما کی رُو سے بھی حضرت علیؑ حق پر اور اُن کے مخالف باطل پر تھے۔

3۔ قریش کی قائم کردہ حکومت حضرت علیؑ کی پرانی اور شکستہ جوتی سے بھی حقیر درجہ رکھتی تھی اور قریش نے اُس حکومت کیلئے دین و دنیا تباہ کئے

سابقہ حوالوں میں بھی یہ حقیقت واضح ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اُس قریشی حکومت کو حاصل کرنے کی کبھی کسی قسم کی کوشش نہیں کی اور شوریٰ کے موقع پر اُس حکومت کو اپنے قدموں میں آجانے کے بعد یہ فرما کر ٹھکرا دیا کہ میں ابوبکر اور عمر کی سنت پر عمل نہ کروں گا۔ بلکہ میں قرآن، رسولؐ کی سنت اور اپنے علم پر عمل کروں گا۔ یعنی نہ وہ حکومت اور نہ ابوبکر و عمر کی سنۃ قرآن کے مطابق تھی نہ وہ سنتِ رسولؐ سے تعلق رکھتی تھی۔ اور نہ حضرت علیؑ کا قرآنی علم و بصیرت اُسے پسند کرتا تھا۔ یہی سبب ہے کہ حضورؐ نے بارہا اُس حکومت کی مذمت اور تحقیر فرمائی ہے۔ اُسے بھیڑ کی ناک پر لگی ہوئی گندگی سے بدتر قرار دیا۔ اپنی ٹوٹی ہوئی جوتی کو اُس سے عزیز تر و محبوب تر فرمایا ہے۔ اِس کے برعکس ابوبکر و عمر اور اُن کی پوری قوم نے اس حکومت کو حاصل کرنے کے لئے اپنی انسانیت، اپنی عزت و دیانت، اپنا دین اور دنیا سب کچھ قربان کردیا۔ کروڑوں بے گناہ انسانوں کو قتل کیا اور قیامت تک قتل عام ہوتے رہنے کا نظام جاری کیا نسل انسانی کو ہلاکت کے غار میں پھینک دیا لُوٹ مار اور غارتگری کو اپنا مذہب بنالیا۔ (بقرہ 2/205، سورہ محمدؐ 23-47/22) کروڑوں عورتوں کو بیوہ اور کروڑوں بچوں کو یتیم کیا۔ خاندانِ رسولؐ تک کا قتل عام کیا۔ ہزار ہا گھر جلائے، لاکھوں خاندانوں کو جلاء وطن کیا۔ یہ اتنی ملعون حکومت تھی کہ خود یزید ملعون کے بیٹے نے اُسے ٹھکرا دیا۔ اور موت قبول کرلی۔

(الف) عبداللہ ابن عباس کو جھٹکا دینے کے لئے قریشی حکومت اور اپنی جوتی کا تقابل اور قیمت بیان کی تھی، وہ عمر کا رازدار تھا۔

قارئین سابقہ عنوانات و خطبات میں دیکھ چکے ہیں کہ عمر اکثر و بیشتر عبداللہ ابن عباس سے تخلیہ میں باتیں کرتا ہوا پایا جاتا ہے۔ اور باتیں بھی عموماً حکومت اور حکومت کی پالیسی کے متعلق ہوا کرتی ہیں۔ یہی عبداللہ تھا جس پر عمر نے بقول علامہ شبلی، خلافت کا رازِ سربستہ کھولا تھا۔ (الفاروق حصہ 2 صفحہ 103)

دراصل عبداللہ کو عمر نے اپنا چمچہ بنا رکھا تھا وہ اُس سے مُخبر کا کام بھی لیتا تھا اور اُسے پتہ نہ چلنے دیتا تھا کہ اُسے جاسوس کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ عمر سمجھتا تھا کہ عبداللہ خلافت کے متعلق ہر بات حضرت علی علیہ السلام کو ضرور سنائے گا اور وہ حضرتؑ بھی سن کر کوئی نہ کوئی بات ضرور کریں گے۔ اور اول تو حضرت علیؑ کی بات عبداللہ خود ہی سنا دے گا۔ نہ سنائے گا تو عمر کے شاطرانہ سوال و جواب کے سلسلے میں علیؑ کی بات یا جواب بالواسطہ ظاہر ہوجائے گا۔ عبداللہ کو شروع سے یہ اُمید تھی کہ ابوبکر و عمر اُسے بھی کسی نہ کسی کلیدی منصب اور عہدے پر تعینات کریں گے۔ اس لئے وہ اُدھر بھی اپنی پوزیشن بنائے رکھنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ لیکن ابوبکر و عمر و عثمان نے اُسے گھاس نہ ڈالی صرف وظیفہ کے بدلے میں اُسے ساتھ لگائے رکھا۔ چھوٹی نسل اُن رشتہ داریوں کو صحیح سمجھتی تھی جو قریش کے بزرگوں نے مشہور کر رکھی تھیں۔ مثلاً جوان العمر سب لوگ یہ سمجھتے تھے کہ عباس و ابولھب وغیرہم رسولؐ اللہ کے چچا تھے۔ مگر عمر اینڈ کمپنی اس فراڈ پر مطلع تھے۔ وہ عبداللہ کو حضرت علیؑ کا چچا زاد بھائی کہتے رہتے تھے۔ اور مذکورہ بالا خلافت کا سربستہ راز بھی عبداللہ پر اسی لئے اور اسی انداز میں ظاہر کیا تھا کہ وہ قریشی پالیسی سن کر حکومت میں حصہ نہ مانگے۔ اور اپنی اُمیدیں علیؑ سے وابستہ

Presented by Ziaraat.Com

رکھے۔ عبداللہ ابن عباس طلحہ وزبیر وغیرہ خطبہ نمبر 32 میں مذکورلوگوں کی اسی قسم میں داخل تھے۔ جوحکومت کے حصول میں ناکام ہوکراورعمراینڈ کمپنی سے پٹ کررہ گئے تھے۔اس لئے حضرت علیؑ نے قریشی حکومت کی پوزیشن پراپنا خیال ظاہر فرمایا اوراُس سے اپنی جوتی کی قیمت معلوم کی تھی۔اسی عبداللہ نے اپنی گورنری کے زمانہ میں بیت المال کا سارا سامان سمیٹ کرغبن کیا تھا اوراپنی ریاکارانہ وفاداری کا بھانڈا پھوڑا تھا۔اس سلسلے میں ہم کافی واقعات وحالات نظرِ ناظرین کرچکے ہیں۔اس کوحضرت علیؑ نے بتایا تھا کہ اگر مجھے اِحقاقِ حق اورابطالِ باطل منظور نہ ہوتا تو میں ہرگز اس ملعونوں کی بنائی ہوئی ملعون حکومت کوقبول نہ کرتا لہٰذا اگرتمہیں حق کی تائیدوتقویت مطلوب ہوتوشامل رہوورنہ تم بھی دوسرے کیمپ میں جانے کے لئے آزاد ہو۔مگروہ غبن کئے بغیرجانے والانہ تھا۔اس ملعون کی بے دینی کی تفصیل ڈاکٹر طہٰ حسین نے بڑے ادب واحتیاط سے لکھی ہے۔(کتاب علی صفحہ 239 تا 257) بہرحال ہم نے اس شخص کے متعلق بھی وہ فریب نہیں کھایا جوقریشی افسانوں نے شیعہ سُنّی علما کو دیا ہے۔قرآن نے جس پوری قوم کومجرم اوردشمن رسولؐ کہا ہو (25/31) اُس قوم کا کوئی فرد کیسے نیک ہوسکتا ہے؟

4۔جنگ جمل وصفین وغیرہ کاجُوتی کی مرمت سے بڑاپُرانا اورمقدس تعلق ہے،رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ کو ''خَاصِفُ النَّعْل'' کالقب دیا تھا۔

اِس خطبہ کی ابتدا سے پہلے عبداللہ بن عباس نے جوتی کی مرمت کی بات کرکے یہ موقعہ فراہم کردیا کہ ہم اپنے قارئین کومختصراً دوباتیں بتائیں اول یہ کہ اللہ ورسوؐل نے جس حکومت کوخلافتِ الٰہیہ قراردیا اورجس خلیفہ کوخلیفہ یا جانشینِ خداوندی فرمایا ہے۔اُس کی شکل،صورت، خدّ وخال اورقدّ وقامت اورقوت اورعلم وبصیرت اورطرز زندگی اگر دیکھنا ہوتو قریش کی افسانوی اورفراڈی تاریخ میں بھی علیؑ کے سوا کوئی دوسرا شخص نہ ملے گا۔غپّیں توابوبکروعمر کے لئے بھی بہت ساری ماری گئی ہیں۔مگراُن غپّوں کے اندرہی ابوبکروعمرپٹ کررہ جاتے ہیں۔چنانچہ ابوبکروعمر جیسے تو ہزاروں بادشاہ،خلیفہ،سلطان اورسربراہان مملکت گزرے مگراولین وآخرین میں کسی کوعلیؑ کی مانند پیش نہیں کیا جاسکتا۔معاویہ نے باقاعدہ کھُلے فرمانات جاری کرکے خزانوں کے منہ کھول کرعلیؑ کے مقابلہ میں ابوبکروعمروعثمان کے لئے روایات گھڑوائیں اورسُنّی مورخین ومحدثین نے تسلیم کیا۔مگراس کے باوجودہمیں ایسا حکمران بتایئے جوعین جنگی تیاری کے وقت اپنی پُرانی ٹوٹی ہوئی جوتی کی مرمت کرتا ہوادیکھا گیا ہو؟ اوروہی پُرانی جوتی پہن کرتیغ بکف جمل وصفین جیسی جنگوں میں برسرجنگ رہا ہو۔جوبوڑھا ہوچکا ہواورلاکھوں تیغ آزما بہادروں میں سے اُس کے مقابلہ پرکوئی نہ آتا ہو؟ جسے کبھی کسی جنگ میں شکست نہ ہوئی ہو؟ جس نے ایسا لباس پہنا ہوجس میں پیوند لگانے کی گنجائش نہ رہی ہو؟ جس نے تاحیات جوکی باسی روٹی کھائی ہو؟ جس نے ابوبکروعمروعثمان کی تیارکی ہوئی عظیم الشان اوروسیع ترین وزرخیز مملکت کوٹوٹی ہوئی جوتی سے حقیر قراردیا ہو؟ جس نے منبر سے یہ اعلان کیا ہوکہ زمین وآسمانوں میں سے کسی چیز کی تفصیلات مجھ سے دریافت کرلو؟ بہرحال قریش نے چونکہ ایک سرمایہ دارانہ نظام قائم کرنا تھا اس لئے بھی علیؑ اورعلیؑ کا کیریکٹر قریش کے لئے بہت بڑا خطرہ تھا۔شوریٰ میں جن صحابہ کونامزد کیا گیا تھا اُن میں علیؑ کے سواسب کروڑ پتی لوگ تھے۔ انہیں اوراُن کے علاوہ ہزاروں مسلمانوں کوابوبکروعمر نے سمجھ بوجھ کرکروڑ پتی بنایا تھا۔تاکہ وہ سب مل کرحضرت علیؑ کوحکومت سے دُور رکھیں۔اورسمجھ لیں کہ اگرعنانِ حکومت علیؑ کے ہاتھ میں آگئی تووہ اُن سے تمام مال ودولت چھین کرغربا میں تقسیم کردیں گے۔اوراب جوعائشہ وطلحہ وزبیراورتمام قریش حضرت علی علیہ السلام سے برسرجنگ ہیں۔اورغدّاری،بددیانتی اورمکروفریب کوجائزرکھے ہوئے ہیں۔اس کا سب سے بڑا اورحقیقی سبب یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام قرآن کے خلاف قائم کردہ قریشی حکومت کی جگہ قرآنی حکومت قائم کررہے تھے۔جس میں سرمایہ داروں کا اورسرمایہ

Presented by Ziaraat.Com

داری کی ذہنیت کا مٹ جانا اور غربا کا برسرِ اقتدار آجانا ضروری ہے۔ اور یہی وہ حقیقت تھی جسے ابوبکر وعمر نے تبدیل کر کے سرمایہ دارانہ نظام قائم کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں کو اپنے پروپیگنڈے اور تدبّر سے یہ باور کرا دیا تھا کہ قرآنی اور اسلامی حکومت سرمایہ کا اور سرمایہ داروں کا تحفظ کرنے کا انتظام کرے گی۔ یعنی قریش نے تعلیماتِ قرآن ورسولؐ کو بدل دیا تھا (فرقان 25/30) اور اس تبدیل شدہ صورت کو ختم کر کے قرآن کی صحیح تفہیم پر جنگ کرنا حضرت علی علیہ السلام کے حصے میں تھا۔

(الف) رسولؐ اللہ نے قرآن کی تنزیل اور تکمیل پر قریش سے جنگ کی تھی اور حضرت علیؑ نے تنفیذ وتفہیم قرآن پر قریش سے بحث ومجادلہ اور جنگ وجدل کرنا تھا۔

عبداللہ ابن عباس نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنی جوتی کی مرمت کرتے ہوئے دیکھا اور حضرت علیؑ نے اپنی جوتی کی قیمت بتائی تھی۔ ہم یہاں عہدِ رسولؐ میں حضرت علیؑ کو رسولؐ اللہ کی جوتی کی مرمت کرتے ہوئے دکھانا چاہتے ہیں تاکہ جوتی کی مرمت ایک اتفاقی حادثہ معلوم نہ ہو بلکہ اُس کی قدامت، مقصد اور تقدس سامنے آجائے اور قریش سے جنگ کی حیثیت بھی واضح ہو جائے اور اس خطبہ کا بڑا مقصد بھی واضح ہو سکے۔ چنانچہ قارئین یہ پڑھ چکے ہیں کہ مودودی اور اُن کے پسندیدہ قاضی ابوبکر ابن العربی نے عائشہ، طلحہ، زبیر اور معاویہ کو ایامِ جاہلیت کے طرزِ عمل پر کاربند مانا اور انہیں برحق خلیفہ کا باغی لکھا اور اُن سے حضرت علیؑ کا جنگ کرنا قرآن (حجرات۔9) کے حکم کے مطابق تھا۔ اسی مطابقت کو صحاحِ ستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے بطور پیش گوئی بھی سن لیں۔

عَنْ ابی سعید الخدری قَالَ : كُنَّا جُلُوْسًا مُنْتَظِرًا رَسُوْلُ اللّٰه صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم، فَخَرَجَ اِلَيْنَاقَدِ انْقَطَعَ شُسْعَ نَعْلَهٗ فَرَمٰی بِهَا اِلٰی عَلِيٍّ ؛فَقَالَ :اِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا مَّنْ يُّقَاتِلُ عَلٰی تَاوِيْلِ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلٰی تَنْزِيْلِهٖ .فَقَالَ ابوبكرءَ اَنَا هُوَ ؟يَارَسُوْلَ اللّٰه ؟فَقَالَ لَا فَقَالَ عمرءَ اَنَاهُوَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟فَقَالَ لَا وَلٰكِنْ خَاصِفُ النَّعلِ۔(صحیح نسائی شریف)

جناب ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے کہ حضورؐ ہمارے پاس اس طرح آئے کہ اُن کی جوتی کا تسمہ الگ ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے جوتی اور تسمہ علیؑ کی طرف پھینک دیا اور فرمایا کہ یقیناً تم میں سے ایک مرد، وہ ہے جو قرآن کی تاویل وتفہیم پر جنگ کرے گا بالکل اُسی طرح جس طرح میں نے قرآن کی تنزیل پر جنگ کی تھی۔ یہ سن کر ابوبکر نے پوچھا کہ یارسولؐ اللہ کیا وہ شخص میں ہوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم نہیں ہو۔ پھر عمر نے دریافت کیا کہ یارسولؐ اللہ کیا وہ شخص میں ہوں گا؟ فرمایا کہ تم بھی نہیں بلکہ وہ شخص وہ ہے جو جوتی کی مرمت کر رہا ہے''۔

(ب) سوال یہ ہے کہ صرف ابوبکر وعمر نے یہ سوال کیوں کیا اور باقی صحابہ اور خود راوی کیوں خاموش رہے؟

اس سوال کا سادہ سا جواب ہے ''چور کی داڑھی میں تنکا'' اور تفصیلی وتاریخی جوابات خطبہ نمبر 3 (عنوان نمبر 6) میں گزر چکے ہیں یہاں اُن دونوں کے لئے ایک ایک روایت لکھے دیتے ہیں تاکہ یہ خطبہ خالی نہ رہے۔ اور قارئین کو انتظار نہ کرنا پڑے۔

(1) **ابوبکر کے لئے پیشگوئی۔** خود ابوبکر نے بیان کیا ہے کہ:

قال ابوبكر خرجتُ الی اليمن قبل ان يبعث النبی صلی الله عكه وسلم .فنزلت علی شيخ من الازد عالم قد قَرأَ الكتب وعلم علم الناس كثيرا .فلما رانی قال احسبک حرميا؟قلت نعم .قال واحسبک قرشيا قلت نعم .قال

احسبک تیمیا .قلت نعم .قال بقیت لی منک واحدة قلت ماهی؟قال تکشف لی عن بطنک قلت لم ذاک؟قال اجد فی العلم الصحیح الصادق ان نبیا یبعث فی الحرم یعاونه علی امره فتی و کهل فاما الفتی فخواض غمرات و دفاع معضلات فاما الکهل فابیض نحیف علی بطنه شامة وعلی فخذه الیسری علامة وما علیک ان ترینی ما سالتک فقد تکاملت لی فیک الصفة الا ماخفی علی؟قال ابوبکر فکشفت له عن بطنی فرای شامة سودا فوق سرتی .فقال انت هو و رب الکعبة (یہاں تک لکھنے کے بعد شاہ ولی اللہ باقی عبارت کوعمر کی زنبیل میں چھپا گئے (احسنؔ) شاہ ولی اللہ نے یہاں سے آگے کا بیان ازلۃ الخفا میں نہیں لکھا ہے) وانی متقدم الیک امر فاحذره قال ابوبکر و ما هو؟قال ایاک والمیل عن الهدی وتمسک بالطریق الوسطیٰ وخف الله فی ماخولک واعطاک ۔

''میں نبیؐ کے مبعوث ہونے سے پہلے یمن گیا تھااور وہاں ایک ازدی عالم کے یہاں مہمان ہوا تھاوہ کتب ساویہ پڑھا کرتا تھااوراُن کے علاوہ دوسرے انسانی علوم کا بھی عالم تھا جیسے ہی اُس نے مجھے دیکھا کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم حرم کے باشندے ہو۔میں نے کہا کہ ہاں میں حرم کا رہنے والا ہوں۔پھراس نے کہا کہ میرے خیال میں تم قریش سے ہو۔میں نے اقرار کیا۔پھراُس نے کہا کہ میرے نزدیک تم قبیلہ تیم سے ہو۔میں نے مان لیا۔کہ میں تیمی بھی ہوں۔اُس نے کہا کہ اب صرف ایک بات باقی رہ گئی ہے۔میں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ تم اپنا پیٹ کھول دو۔میں نے کہا کہ میں ایسا نہ کروں گا جب تک اس کا سبب نہ بتادو۔اُس نے کہا کہ مجھے علم صحیح اور صادق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ایک نبیؐ حرم میں مبعوث ہونے والا ہے۔اُن کے کام میں ایک جوان اور ایک ادھیڑ عمر کا آدمی مددگار رہوں گے۔جوان تو اُس نبیؐ کی مصیبتوں میں کام آنے والا اور اُس کی مشکلات حل کرنے والا ہوگا۔اور ادھیڑ عمر کا آدمی گورا دُبلا پتلا ہوگا اُس کے پیٹ پر ایک تِل ہوگا۔اور بائیں ران پر ایک نشان ہوگا۔اگر تم مجھے اپنا پیٹ دکھادو تو تمہارا کیا نقصان ہوگا اور سب باتیں تو تم میں موجود ہیں۔یہی ایک بات رہ گئی ہے۔جو میری پیشنگوئی کو مکمل کردے گی۔ابوبکر نے کہا کہ میں نے اپنا پیٹ کھول دیا اُس نے دیکھا تو میری ناف کے اوپر ایک سیاہ تِل تھا۔کہنے لگا قسم ہے رب کعبہ کی وہ شخص تم ہی ہو۔(شاہ ولی اللہ نے یہاں سے آگے کا بیان ازالۃ الخفا میں نہیں لکھا ہے)مگر میں تمہیں قبل از وقت ایک تنبیہ کرتا ہوں۔میں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ خبردار ہدایت سے منہ نہ پھرانا یعنی گمراہی اختیار نہ کرنا۔اور درمیانہ روش کو نہ چھوڑنا اور تمہیں جو کچھ سپرد کیا جائے اور عطا کیا جائے اس میں اللہ سے ڈرتے رہنا''

ہم اس روایت کے الفاظ کی ذمہ داری نہیں لے سکتے اس لئے کہ یہ قریشی دست بُرد اور تنقید کے بعد آگے بڑھائی گئی ہے۔بہرحال یہ ماننے میں حق کی تائید ہوتی ہے۔کہ ابوبکر وعمر نے حکومت حاصل کرنے کے لئے اسلام اختیار کیا تھا۔لہٰذا اُن کی سازش کا بڑا سبب خود قریشی زبان سے ثابت ہوگیا۔(تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 324،ترجمہ ازالۃ الخفا جلد اول صفحہ 124)

(2) <u>عمر کے لئے نمونہ کی ایک پیشنگوئی</u>۔یہ روایت بھی خود عمر نے بیان کی ہے کہ:

قال خرجت مع ناس من قریش فی تجارة الی الشام فی الجاهلیة فلما خرجنا الی مکة نسیت قضاء حاجة فرجعت فقلت لا صحابی الحقکم .فوالله انی لفی سوق من اسواقها اذاانا ببطریق قد جاء فاخذ بعنقی فذهبت انازعه فادخلنی کنیسة فاذا تراب متراکب بعضه علی بعض فدفع الی محرفة وفاسا و زنبیلا وقال انقل هذا

Presented by Ziaraat.Com

التراب فجلست اتفكر فى امرى كيف اصنع .فاتانى فى الهاجرة فقال لى لم اراك اخرجت شيئا ثم ضم اصابعه فضرب بها وسط راسى فقمت فضربت بها هامته فاذا دماغه قد انتشر .ثم خرجت على. وجهى ما ادرى اين اسلك فمشيت بقية يومى وليلتى حتى اصحبت فانتهيت الى دير فاستظللت فى ظله فخرج الى رجل فقال يا عبدالله ما يجئيك ههنا؟قلت ضللت عن اصحابى .فجاء نى بطعام و شراب و صعد فى النظر و خفضه ثم قال يا هذا قد علم اهل الكتاب انه لم يبق على وجه الارض احد اعلم منى بالكتب و انى اجد صفتك الذى تخرجنا من هذا الدير و تغلب على هذا البلدة فقلت له ايها الرجل قد ذهبت فى غير مذهب قال ما اسمك ؟قلت عمر بن الخطاب . قال انت والله صاحبنا غير شك فاكتب لى على ديرى وما فيه قلت ايها الرجل قد صنعت معروفا فلا تكدره فقال اكتب لى كتابا فى رق ليس عليك فيه شيئى فان تك صاحبنا فهو ما نريد وان تكن الاخرىٰ فليس يضرُک قلت هات فكتبت له ثم ختمت عليه فلما قدم عمر الشام فى خلافته اتاه ذلك الراهب وهو صاحب الدير القدس فذلك الكتاب فلما راه عمر تعجب منه فانشاء يحدثنا حديثه . فقال اوف لى بشرطى فقال عمر ليس لعمر ولا لابن عمر منه شيءٍ ۔

’’میں زمانہ جاہلیت میں قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ تجارۃ کے لئے شام گیا تھا۔ جب ہم فارغ ہوکر مکہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو مجھے قضاء حاجت، جو بھول گیا تھا یاد آ گئی میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم چلو میں آ کر تمہارے ساتھ مل جاؤں گا۔ خدا کی قسم میں شام کے بازاروں میں سے ایک بازار میں چلا جا رہا تھا کہ مجھے اچانک ایک عیسائی بطریق (عالم) نے گردن سے آ پکڑا میں اُس سے تنازعہ کرتا ہوا چلا۔ چنانچہ اُس نے مجھے ایک گرجا میں داخل کر دیا وہاں مٹی کے جگہ جگہ ڈھیر تھے۔ اُس نے مجھے ایک بیلچہ، ایک پھاوڑا اور ایک ٹوکری مجھے پکڑا کر کہا کہ یہ تمام مٹی ہموار کر دو۔ یہ کہہ کر وہ تو چلا گیا اور پھاٹک بند کرتا گیا۔ میں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اب کیا کروں پھر وہ دوپہر کے وقت میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو نے کچھ بھی مٹی نہیں نکالی پھر اُس نے مٹھی بند کر کے ایک گھونسہ میرے سر پر مارا۔ میں اُٹھا اور ایک بیلچہ اُس کے سر پر ایسا مارا کہ اس کا بھیجا نکل پڑا۔ میں فوراً وہاں سے بھاگا اور نہ سمجھتا تھا کہ کدھر جاؤں اور کیا کروں؟ الغرض میں سارا دن اور ساری رات چلتا رہا صبح ہوئی تو ایک گرجا کے پاس پہنچا اور گرجا کے سائے میں ستانے کے لئے بیٹھ گیا۔ اس گرجا سے ایک شخص نکلا میرے پاس آ کر کہا کہ اَے بندۂ خدا تو یہاں کیوں آیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ کر راستہ بھول گیا ہوں۔ پھر وہ شخص میرے لئے کھانا اور پانی لایا اور ایک مرتبہ مجھے نیچے سے اوپر تک غور سے دیکھا اور کہا کہ تمام اہل کتاب جانتے ہیں کہ آج اس دنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی شخص بھی کتاب الٰہی کا عالم نہیں ہے۔ اور میں اپنے علم کی رُو سے تجھے وہی شخص سمجھتا ہوں جو ہم کو اس گرجا سے نکالے گا۔ اور اس شہر پر قبضہ کرے گا۔ میں نے اُس سے کہا کہ اَے شخص تو تو موضوع اور صورت حال سے الگ ہٹ کر نہ معلوم کیا باتیں کرنے لگا ہے۔ اُس نے پوچھا کہ بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرا نام عمر بن الخطاب ہے۔ یہ سنتے ہی اُس نے کہا کہ قسم بخدا تو وہی شخص ہے۔ اب کوئی شک باقی نہیں رہا ہے۔ بہر حال تم ہمیں اس گرجا کا اور گرجا سے متعلق جو کچھ بھی ہے اُس کا معافی نامہ لکھ کر اُسے واگزار کر دو۔ میں نے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا ہے ایسی باتیں کر کے اپنے احسان وسلوک کو دُھندلا نہ کرو۔

Presented by Ziaraat.Com

اُس نے کہا کہ ایک کاغذ لکھ دو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ اگر تم وہی شخص ہو تو ہمارا مقصود حل ہو جائے گا۔ اور بالفرض محال اگر تم وہ شخص نہیں ہو تو یہ تحریر تمہیں ضرر نہ پہنچائے گی۔ چنانچہ میں نے ایک واگزاری کی تحریر اُسے لکھ کر دیدی۔ اور اُس پر مہر بھی لگا دی۔ ابوبکرہ روایت کرتا ہے کہ جب عمر اپنی خلافت کے دوران شام گئے تو وہی راہب آپ کے پاس وہ تحریر لایا اور وہ راہب ہی اس مقدس گرجا کا متولی تھا۔ حضرت عمر نے اس تحریر کو تعجب سے دیکھا اور اُس وقت انہوں نے یہ سارا واقعہ بیان کیا۔ راہب نے کہا کہ اب آپ اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ عمر نے کہا کہ اس گرجا میں نہ عمر کی کوئی چیز ہے نہ عمر کے بیٹے کی'' (ترجمہ ازالۃ الخفا جلد اول صفحہ 126-125) مطلب یہ کہ عمر گرجا میں مداخلت نہ کرے گا۔

(ج) عمر کو عیسائی عالم نے گردن سے کیوں پکڑا اور گرجا میں بیگار کیوں لی؟

قارئین غور کریں کہ عمر والی روایت میں جب تاجروں کا قافلہ مکہ کو روانہ ہونے لگا تو عمر ساتھیوں کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ روایت میں اُن کے واپس جانے کا کوئی خاص سبب بیان نہیں ہوا ہے۔ صرف یہ کہا ہے کہ'' نسیت قضآ حاجۃً ''اس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ میں ایک کام بھول گیا ہوں۔ لیکن اس کا صحیح ترجمہ یہ ہونا چاہئے کہ'' مجھے بیت الخلا جانا یاد نہیں رہا'' لہٰذا عمر ساتھیوں کو چھوڑ کر رفع حاجت کے لئے تنہا اور پردے کی جگہ کی تلاش میں چل دیئے۔ اور یہ تذکرہ نہیں کیا کہ میں نے فلاں مقام پر رفع حاجت کی۔ لیکن گرجا کے عالم کا آ کر عمر کو سر بازار پکڑنا بتاتا ہے کہ وہ گرجا میں فارغ ہو کر آئے تھے۔ جو راہب کی اجازت کے بغیر غلط اور گندا کام تھا۔ لہٰذا پکڑے گئے اور ہوا جو کچھ کہ ہوا۔

5۔ قریش کے ساتھ حضرت علیؑ کا رویہ عہد رسولؐ کے بعد بھی قرآن اور رسولؐ کے فرمان کے مطابق تھا

مندرجہ بالا حدیث میں حضورؐ نے اعلان فرمادیا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام قریش پر قرآن کی حکومت قائم کرنے کے لئے بھی رسولؐ کی طرح جہاد کریں گے اور یہی وہ اعلان ہے جسے حضرت علی علیہ السلام لوگوں کے سوالات کے جواب میں پیش کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ:

وَاللّٰهِ لَهِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَمْرَتِكُمْ اِلَّا اَنْ اُقِيْمَ حَقًّا اَوْ اَدْفَعَ بَاطِلًا ۔

''خدا کی قسم میری یہ ٹوٹی ہوئی جوتی تم لوگوں پر حکومت کرنے سے اور تمہاری مملکت سے میرے نزدیک زیادہ قیمتی ہے اور مجھے یقیناً زیادہ محبوب ہے۔ لیکن مجھے حق کو قائم کرنا اور باطل کو مٹانا ہے اس لئے میں نے یہ حکومت اختیار کرلی ہے'' (خطبہ نمبر 33)

خطبہ شروع کرنے سے پہلے ہی یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ قریشی خلافت نے حق کو مٹا دیا تھا اور باطل کو قائم کر دیا تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام اِس کی تفصیل بعثتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل کے زمانے سے شروع کر کے اپنے عہد حکومت تک بیان فرماتے ہیں۔

(الف) قریش اور اصلی عرب، بعثت رسولؐ سے پہلے بھی دین دار یا مذہبی لوگ نہ تھے۔ بلکہ مذہب سے باغی آزاد خیال اور آزاد و دھریہ تھے۔

یہ تذکرہ بار بار ہوا ہے کہ اصلی عرب عموماً اور قریش خصوصاً ہر دین اور ہر ضابطہ سے باغی اور بے روک و بے مہار زندگی بسر کرتے چلے آنے والے لوگ تھے۔ اور ہر اُس شخص کو حقارت ونفرت سے دیکھتے تھے جو اُن پر کسی قسم کی پابندی عائد کرے یا اُنہیں آزاد روش اور من مانی کرنے سے روکے۔ وہ پابندیاں عائد کرنے والوں کو نوعِ انسان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ وہ مذہب اور مذہبی احکام اُسی حد تک مانتے تھے جہاں تک اُن سے اُن کی آزادروی اور مفاد کا تحفظ ہوتا ہو۔ اُن کی اس ذہنیت کو واضح کرنے کے لئے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ كِتَابًا وَلَا يَدَّعِيْ نُبُوَّةً ؛ (خطبہ نمبر 33، جملہ 1 تا 2)

Presented by Ziaraat.Com

''یقیناً اللہ پاک نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو اُس زمانے میں اصلی عربوں میں کوئی شخص بھی ایسا موجود نہ تھا جو کتاب کی قرأت کرتا ہوتا یا کسی نبوت کا دعویدار ہوتا''

حضرت علیؑ نے یہاں یہود و نصاریٰ کو عربیت سے خارج فرمادیا ہے۔اس لئے کہ اُن میں تو ایک نہیں بلکہ سیکڑوں لوگ ایسے تھے جو پابندی سے توریت وزبور وانجیل کی قرأت وتلاوت کیا کرتے تھے۔اور حضرت عیسیٰ اور موسیٰ اور باقی تمام انبیاؑ علیہم السلام کی نبوتوں اور کتابوں کے دعویدار بھی تھے اور اُن کے مذہب کی تبلیغ وتشہیر بھی کرتے تھے۔جیسا کہ اللہ نے قرآن کریم میں بتایا ہے کہ:

لَيْسُوا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ O يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ O ۔(آل عمران 114-113/3)

''یہود ونصاریٰ بھی سب کے سب برابر نہیں ہیں۔اہل کتاب میں تو ایک ایسی اُمت بھی قائم رہتی چلی آئی ہے جو دن رات اللہ کی آیات کی تلاوت بھی کرتے ہیں اور اللہ کو سجدے بھی کرتے ہیں۔وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور آخرت کے دن کے حساب کو بھی مانتے ہیں۔اور عالمی پسندیدہ چیزوں پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور عالمی ناپسندی کے کاموں سے منع کرتے ہیں خیرات اور مفید کاموں میں کوشاں رہتے ہیں اور وہ لوگ اصلاح کرنے والوں میں شمار ہیں''

اللہ کے اس بیان کی موجودگی میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ''عربوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو قرأت کرتا ہو یا کسی نبوت کا دعویدار ہو'' ثابت کرتا ہے کہ حضورؐ نے خالص یا قدیم سے عرب میں آباد رہنے والے لوگوں کی بات کی ہے۔اور لفظ ''عرب'' کو مذموم حیثیت سے استعمال کیا ہے۔یعنی جتنے خالص عربی باشندے تھے وہ بے دین لوگ تھے۔یہیں سے اور اسی سند سے ہم نے یہ قاعدہ بنالیا کہ جس شخص کی گھنٹوں مذمت کرنا پڑتی ہو، وقت اور محنت بچانے کے لئے اُسے ''عرب'' کہہ دینا کافی ہے۔اور جسے گھنٹوں گالیاں دینے سے بات واضح ہوتی ہو، وقت اور محنت بچانے کے لئے اُسے ''قریشی'' کہہ ڈالنا کافی ہے۔چنانچہ ملک عرب میں کتب ہائے خداوندی بھی موجود تھیں اور اُن کی تلاوت کرنے والے بھی موجود تھے۔اور دعویداران نبوت و مذاہب بھی عرب میں اور خود مکہ ومدینہ اور گردونواح میں موجود تھے۔مگر علی مرتضیٰ علیہ السلام جن لوگوں کی بات کررہے ہیں وہ واقعی مذہب اور مذہبی یا الٰہی کتابوں سے اور انبیا علیہم السلام سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔اور اُنہوں نے بعثت کے بعد بھی بلکہ اسلام اختیار کر لینے کے بعد بھی دین اور دینی تعلیمات سے قلبی تعلق نہ رکھا تھا۔اسی لئے فرمایا گیا کہ:

فَسَاقَ النَّاسَ حَتّٰى بَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ ؛وَبَلَّغَهُمْ مَنْجَاتَهُمْ ؛۔(خطبہ نمبر 33، جملہ 3 تا 4)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن بے دین لوگوں کو جانوروں کی طرح ہانک ہانک کر اُن کے موجودہ ٹھکانوں تک یعنی اِن گھروں تک پہنچایا جن میں وہ آجکل مہذب انسانوں کی طرح ٹھاٹ اور شان کے ساتھ رہتے ہیں۔ورنہ یہ وہی وحشی انسان تھے۔جو بیابانوں میں چند لکڑیوں پر اپنے پھٹے پرانے کپڑے پھیلا کر تان کر اُن کے سایہ میں تمازتِ آفتاب سے جھلستے رہتے تھے۔چوہے اور چھپکلیاں تک کھا جاتے تھے۔جوتوں کا چمڑا اُبال کر بھون کر زہر مار کر لیتے تھے۔اور آج یہ لوگ شاہانہ انداز کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔انہیں تمدن وترقی کے نام سے بخار چڑھ جاتا تھا۔وہ تمدنی پابندیوں سے آزاد جانوروں کی زندگی کو زیادہ پسند کرتے تھے۔بہر حال جس طرح ممکن ہوا اُنہیں گھیر گھیر کر تمیز وتہذیب وتمدن کی طرف ہانکا گیا اور آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو وحشیوں اور حیوانوں کی زندگی سے نجات پانے کی زندگی تک پہنچا دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

فَاسۡتَقَامَتۡ قَنَاتُهُمۡ ؛وَاطۡمَأَنَّتۡ صَفَاتُهُمۡ ؛۔(خطبہ نمبر 33، جملہ 5 تا 6)

اور یہاں پہنچ کر اُن کی پھٹی پرانی قناتیں پائیدار چار دیواریوں میں تبدیل ہو کر حفاظت کا سامان بن گئیں جن کی وجہ سے اُن کے مجرمانہ اور منتقمانہ ارادوں میں سکون واطمینان پیدا ہو گیا۔یعنی زیرِ آسمان بیٹھا ہوا بکریوں کا ریوڑ اور غیر محفوظ سامنے پڑا ہوا اثاثہ اور ننگی کھلی لیٹی ہوئی عورتوں پر حملہ، چوری اور ڈاکہ ڈالنے کے ارادوں میں مکانات اور چار دیواریاں حائل ہو گئیں۔اور چین سے رات بھر سونا نصیب ہوا۔یہاں تک نہایت حقارت آمیز انداز میں حضوؑر نے خانہ بدوشی کی زندگی سے تہذیب وتمدن کی زندگی تک لانے کی تفصیلات اور مراحل کو نظر انداز کر کے موجودہ متمدن قریش کو اُن کی سابقہ زندگی کی جھلک اور نظارہ دکھایا اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے عربوں اور قریش کو حیوانیت سے انسانیت کی طرف ہانکنے اور لانے میں انہیں متمدن زندگی کا عادی بنانے میں جو کچھ بھی کیا جو دقتیں اُٹھائیں، جو محاذ آرائی اور جنگیں پیش آئیں، جن مکاریوں اور فریب سازیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اَمَاوَاللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُ لَفِیۡ سَاقَتِهَا ؛ حَتّٰی وَلَّتۡ بِحَذَافِیۡرِهَا ؛(خطبہ نمبر 33، جملہ 7 تا 8)
(ان دراصل اِنـہٗ ہے) میں رسوؑل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ اِن لوگوں کو ہانکنے میں شریک وسینہ سپر تھا۔ہر مصیبت اور ہر مشکل کو جھیلتا اور حل کرتا گزرتا رہا۔یہاں تک کہ عرب کے اس کنارے سے اُس کنارے تک اور اِدھر سے اُدھر تک ولایت قائم ہو گئی۔اور اُن تمام خطرناک مراحل میں، میں نے نہ کمزوری کا اظہار کیا نہ بزدلی کو پاس پھٹکنے دیا''

مَـاضَـعُـفۡتُ وَلَاجَبُنۡتُ (خطبہ نمبر 33، جملہ 9) مطلب یہ کہ ہر حال میں دلیرانہ وسرفروشانہ رسولؐ اللہ پر اور اُن کے مشن پر قربان ہو جانے کے لئے سربکف رہا۔اور ہمیشہ قربانی کے لئے تیار ومستعد پایا جاؤں گا:

وَاِنَّ مَسِیۡرِیۡ هٰذَالَمِثۡلِهَا؛فَلَا بُقُرَنَّ الۡبَاطِلَ حَتّٰی یَخۡرُجَ الۡحَقُّ مِنۡ جَنۡبِهٖ ؛مَالِیۡ وَلِقُرَیۡشٍ ؛؟وَاللّٰهِ لَقَدۡ قَاتَلۡتُهُمۡ كَافِرِیۡنَ؛ وَلَاُقَاتِلَنَّهُمۡ مَفۡتُوۡنِیۡنَ ؛ وَاِنِّیۡ لَصَاحِبُهُمۡ بِالۡاَمۡسِ ؛كَمَا اَنَاصَاحِبُهُمُ الۡیَوۡمَ ؛(خطبہ نمبر 33، جملہ 10 تا 16)

چنانچہ میرا رویہ اور رفتار اور میرا یہ سفر بھی عہدِ رسوؑل کے رویہ اور رفتار اور جنگی سفروں کی مانند ہے۔اس کی غرض بھی وہی ہے جو عہدِ رسوؑل میں تھی۔ چنانچہ میرے لئے لازم ہے کہ میں باطل کو چور چور کر دوں تا کہ باطل کی بغل میں چھپایا ہوا حق باہر نکل سکے۔اور لوگ اُس فراڈ کو سمجھ سکیں۔جو قریش نے اپنی حکومت اور دولت کے زور پر قرآنی تعلیمات میں کیا ہے۔مجھے قریش اور قریشیوں سے کیا واسطہ؟یعنی مجھے قریش کی جانبداری پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔اور میرے نزدیک قریش تو وہی قوم ہے جس کے ساتھ میں نے بخدا اس وقت جنگ کی تھی جب وہ قرآن میں ردوبدل کر کے (فرقان 25/30)اس کے حقائق کو چھپا کر اُن کی جگہ جھوٹے قصے تیار کر رہے تھے(6/66)اور اُن کے تمام بہادروں اور سرکردہ سرداروں کو میں نے موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔اور میں اب بھی اُن سے اُسی طرح جنگ کروں گا جب کہ وہ فتنہ پھیلا رہے ہیں۔یعنی منت سماجت کر کے متفقہ طور پر خلیفہ بنا کر بیعت توڑنے اور جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔حالانکہ جس طرح آج میں سربراہ اسلام اور اُن کا مالک ہوں اسی طرح اس سے پہلے کل تک بھی میں اُن کا حاکم ومالک تھا۔اِس جملے کی (خطبہ نمبر 33، جملہ 15 تا 16) کی مزید تشریح کا انتظار فرمائیں اور اسی جملے کی تشریح کرتے ہوئے حضوؑر نے یہ شکوہ فرمایا ہے کہ خدا کی قسم قریش ہم سے جس جرم کا انتقام لے رہے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں قریش پر حاکم بنایا اور اُن کے مقابلے میں ہمیں پسند کیا۔لیکن اس کے باوجود ہم نے قریش سے نہایت نرم سلوک کیا اور اپنے دائرہ میں لے لیا تھا۔

وَاللّٰهِ مَاتَنۡقِمُ مِنَّا قُرَیۡشُ اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اخۡتَارَنَاعَلَیۡهِمۡ ؛(خطبہ نمبر 33، جملہ 17)

Presented by Ziaraat.Com

ہمارا یہ سلوک بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ شاعرِ اوّل نے کہا ہے کہ:

فَادْخَلْنَاهُمْ فِیْ حَیِّزِنَا فَکَانُوْا کَمَاقَالَ الْاَوَّلُ : اَدَمْتَ لَعَمْرِیْ شُرْبَکَ الْمَحْضَ صَابِحًا وَاَکْلُکَ بِالزُّبْدِ الْمُقَشَّرَۃَ الْبُجْرَا وَنَحْنُ وَهَبْنَاکَ الْعَلَاءَ وَلَمْ تَکُنْ ؛ عَلِیًّا وَحُطْنَا حَوْلَکَ الْجُرْدَ وَالسَّمَرَا ؛

''اپنی زندگی کی قسم کہ میں نے تجھے بہترین غذائیں اور جام وسبو فراہم کئے۔ہم نے تجھے ایسی بلندیاں اور بزرگیاں عطا کیں جو نہ تجھے حاصل تھیں اور نہ تو اُن بزرگیوں کا اہل تھا۔ بہرحال ہم نے تیرے تحفظ اور عزت کے لئے تیرے چاروں طرف چست وتند گھوڑے اور بادامی رنگ کے نیزوں سے احاطہ کئے رکھا''یعنی تمہاری عزت وثروت ہماری نوازشات اور توجہات کا صدقہ ہے۔ورنہ جو کچھ تم تھے وہ پہلے بھی ظاہر کر چکا ہوں کہ تمہیں جانوروں اور وحشیوں کی طرح ہانک ہانک کر اور مار پیٹ کر تمدن اور تہذیب تک لایا گیا تھا۔

(ب) دین سے باغی عربوں میں قریش راہنمائی کا درجہ رکھتے تھے۔اُن کو اسلامی تحریک میں موثر مداخلت سے روکنے کے لئے طاقت سے ہانکا گیا۔

اس خطبے میں اُن ہی عربوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔جو دین سے باغی رہتے چلے آئے تھے۔کبھی بھی اپنی باگ ڈور انبیا علیہم السلام کو سپرد کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔اور کتب ہائے خداوندی اور نبوت کو اپنے مقاصد پر فٹ کرنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔اُن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے صرف ڈھکیلنے اور ہانکنے کا رویہ اختیار کیا تھا اور عرب کی دوسری اقوام وقبائل میں باقاعدہ اسلام کی تبلیغات وتعلیمات کا نظام شروع کیا تھا۔اور کوشش کی تھی کہ قریش دیگر اقوام وقبائل کی اسلامی ترقی میں مداخلت نہ کرسکیں اور اسلام کا پیغام پورے ملک میں اور ملک سے باہر پہنچ جائے۔اس طرز عمل کو حضرت علی علیہ السلام نے قریش کے لئے یوں ظاہر فرمایا کہ: فَسَاقَ النَّاسَ حَتّٰی بَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ ؛

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبعوث ہو کر اُن مخصوص لوگوں (النّاس) کو جو کتبِ خداوندی اور نبوت سے کوئی تعلق نہ رکھنا چاہتے تھے۔اُس وقت تک مسلسل ''ہانکا'' جب تک اُنہیں اُن کے اِن ٹھکانوں تک نہ پہنچادیا جہاں وہ اب مقیم ہیں۔اور جہاں سے اگر وہ چاہیں تو اپنی نجات اور تحفظ حاصل کرنے کی راہ اختیار کرلیں۔(وَبَلَّغَهُمْ مَنْجَاتَهُمْ ؛)

چونکہ پہلے دونوں جملوں سے اِن لوگوں کا سمجھ بوجھ کر، کتب ہائے خداوندی اور سلسلہ نبوت موجود ہوتے ہوئے دُور رہنا ثابت ہوگیا ہے۔اِس لئے اِن کو کتاب ونبوت کی تعلیم دینا اور اُن سے حق کو قبول کرنے کی امید رکھنا فضول تھا۔اس لئے اِن دونوں جملوں (خطبہ نمبر 33، جملہ 3 تا 4) کے معنی یہ سمجھنا غلط ہے کہ قریش کو قرآن کی تعلیم دے کر اُنہیں نجات کی راہ پر لگا دیا یا نجات کا مستحق بنایا تھا۔پھر لفظ ''فساق'' (ہانکا) بھی ہدایت فراہم کرنے کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔بلکہ ''ڈھکیلنے'' ''تکتکانے'' اور ''پنڈلیوں (ساقٌ) پر ڈنڈے مار مار کر آگے بڑھانے'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور ''ہانکنے والے'' اور ''ہانکے جانے والوں'' میں اتفاقِ خیال ومقصد نہیں ہوتا۔اور وہ ہم خیال ومتفق ہوتے تو خود بخود چلتے اور ہانکنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔کسی کو اُس کی خوشی اور مرضی کے خلاف کہیں لے جانے ہی کو ''ہانکنا'' کہا جاتا ہے۔

(ج) قریش جہاد کو ناپسند کرتے تھے اور اسی بنا پر رسولؐ سے جھگڑا کرتے تھے اور جہاد پر جانے کو موت کے منہ میں ڈھکیلنا قرار دے کر الگ فرقہ بن گئے تھے۔ چنانچہ لفظ ''فساق'' کے معنی، قریش کا عقیدہ اور اُن کا عہدِ رسولؐ ہی میں مسلمان مومنین سے الگ ایک فرقہ ہونا اور قرآن ورسولؐ کے خلاف رہنا خود قرآن سے دیکھئے۔ارشاد ہے کہ:

کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِهُوْنَ O یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ

Presented by Ziaraat.Com

كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ O (سورہ انفال 6-8/5)

مودودی کا اصلاحی ترجمہ: ''اس مالِ غنیمت کے معاملے میں بھی ویسی ہی صورت پیش آ رہی ہے جیسی اُس وقت پیش آئی تھی جب کہ تیرا رب تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا تھا۔ اور مومنوں میں سے ایک فرقہ کو یہ سخت ناگوار تھا۔ وہ فرقہ اُس حق کے معاملے میں تجھ سے جھگڑ رہا تھا درآں حالے کہ وہ حق صاف صاف نمایاں ہو چکا تھا۔ اُن کا حال یہ تھا کہ گویا وہ آنکھوں دیکھے موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں''

(د) قریش کتب ہائے خداوندی اور نبوت کے برابر مخالف رہے (خطبہ نمبر 33، جملہ 1 تا 2) مسلمانوں میں وہ الگ فرقہ کی حیثیت سے آگے بڑھے حق کے خلاف محاذ بنایا۔

یہ دونوں آیات (سورہ انفال 6-8/5) ثابت کرتی ہیں کہ:

(1) اُنہیں اپنی مرضی کے خلاف جہاد پر یا کسی اور کام کے لئے لے جانا ''ہانکنے'' کے معنی رکھتا ہے۔ چنانچہ لفظ (فساق) کے معنی ''مرضی کے خلاف زبردستی ہانکنا۔ ڈھکیلنا'' ثابت ہو گئے۔

یعنی قریش کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ زبردستی قوت وطاقت سے کیا گیا۔ اس زبردستی اور قوت وطاقت کے عمل میں خود حضرت علی علیہ السلام کی قوت وطاقت سرفروشانہ انداز میں صرف ہوئی تھی۔ جس میں کسی کمزوری، بزدلی اور خامی کا شائبہ نہ تھا (خطبہ نمبر 33، جملہ 7 تا 9) اور آنحضرتؐ کا یہ مشن قرآن کی تنزیل کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے تھا (مندرجہ بالا حدیث) اور حضرت علی علیہ السلام کے لئے قرآن کی تاویل وتفہیم پر قریش سے جنگ کرنے کی پیش گوئی بھی کر دی گئی تھی۔ (حدیث خَاصِفُ النَّعل) اور حضرت علیؑ نے اپنے موجودہ مشن کو رسولؐ کے مشن کی مثل ومانند فرمایا ہے (خطبہ نمبر 33، جملہ 10) اور اپنا مقصد ومشن یہ بتایا ہے کہ ''حق کو قائم کروں گا۔ باطل کو دفع کروں گا۔ چنانچہ باطل کو یعنی قریش کی بغل کو چیر پھاڑ کر چھپائے ہوئے حق کو باہر نکل سکنے کا انتظام کروں گا۔'' (خطبہ نمبر 33، جملہ 11)

6۔ حضرت علیؑ حاکم اور مالک اور قریش محکوم ومملوک تھے۔ قریش کو خاندانِ مرتضوی نے نوازا عزت دی اور انہوں نے محسن کشی کی

حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ کے باقی حصے (خطبہ نمبر 33، جملہ 12 تا 18) میں اپنےؑ اور اپنے بزرگوںؑ کا وہ سلوک جتلایا ہے جو قریش کو زمین سے اُٹھا کر آسمان تک پہنچانے کے لئے کیا تھا۔ پھر قریش کے ظالمانہ، وحشیانہ اور کمینہ انتقام کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو برابر آج تک جاری رہتا چلا آیا ہے۔ اس کی تفصیلات قریش ساز تاریخ میں بھی بکھری پڑی ہیں۔

(الف) قریش کہلانے والی قوم درحقیقت ایک مخلوط النسل قوم تھی جو اپنی حکومت کے زور سے اسماعیلی اور حضورؐ کی رشتہ دار بن بیٹھی البتہ اُسے قحطانی نسل کہا جا سکتا ہے۔

ہم نے اپنی کتاب ''مرکز انسانیت'' میں بڑی تفصیل سے قریشی فراڈ کو واضح کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریش ساز شجرے کو غلط ثابت کر کے، خود قریشی ریکارڈ ہی سے حضورؐ کا صحیح اور پورا شجرہ حضرت آدم علیہ السلام تک لکھا ہے۔ اور دکھایا ہے کہ حضورؐ قیدار کی اولاد میں نہیں بلکہ حضرت نابط (نابت) علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ لہٰذا اُنہیں قیداری نہیں بلکہ نابتی (نابطی) کہنا چاہئے اور یہ کہ قیدار کی اولاد عرصہ دراز پہلے دنیا سے ختم ہو گئی تھی۔ رہ گئی قریش کہلانے والی قوم، اُس کا نہ صرف یہ کہ آنحضرتؐ سے کوئی رشتہ نہ تھا بلکہ وہ تو ایسی مخلوط النسل قوم تھی جس میں اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں تک کو زوجہ بنا کر اولاد پیدا کر لی جاتی تھی (سورہ نساء 4/23 وغیرہ) اور اُس قوم میں خود اُن کو یہ تحقیق کرنا مشکل

Presented by Ziaraat.Com

ہو جاتا تھا کہ کون کس کا بیٹا یا باپ ہے۔(احزاب 33/4-5)؟ اسلام اختیار کر لینے کے بعد بھی زنا زادہ اولاد کو بیٹا بنا لینا جاری رہا (زیاد بن ابوسفیان) اور یہ اجرا عملاً معاویہ بن ابوسفیان نے کیا تھا جو ابوبکر و عمر و عثمان کا جانشین اور قریش کا چوتھا اور معیاری خلیفہ تھا اور جس نے قریشی اسکیم کے ماتحت وہ تاریخ و تفسیر و حدیث اور نسب نامے گھڑوا کر پھیلائے جو آج تک علما اور دنیا کو فریب میں مبتلا رکھتے چلے آئے ہیں۔اور جسے صحیح اسلام سمجھا جاتا رہا ہے۔حالانکہ قریش کے ریکارڈ کا حقیقی اسلام سے نام کے علاوہ کوئی رشتہ و تعلق نہیں۔

(1) معاویہ اور اُسکے جانشین خلفانے حکمًا و جبرًا اور دولت کے زور پر ایسا ریکارڈ تیار کرایا جو قریش کو اعلیٰ درجہ کی اور بے داغ قوم بنا کر پیش کرے۔

علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب ''سیرۃ النبیؐ ''میں لکھتے ہیں کہ:

اول۔ ''تصنیف و تالیف کی ابتدا سلطنت کی وجہ سے ہوئی''

''صحابہ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اگر چہ فقہ و حدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہوئی، بہت سے درس کے حلقے قائم ہوئے، لیکن جو کچھ تھا، زیادہ تر زبانی تھا۔لیکن بنی اُمیہ نے حکماً علما سے تصنیفیں لکھوائیں۔قاضی ابن عبد البر نے ''جامع بیان العلم'' میں امام زہری کا قول نقل کیا ہے: **کنا نکرہ کتاب العلم حتی اکرھنا ھولاء الامرا۔** ''ہم لوگ علم کا قلم بند کرنا پسند نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ امراء نے ہم کو مجبور کیا''''سب سے پہلے امیر معاویہ نے عبید بن شریہ کو یمن سے بلا کر قدماء کی تاریخ مرتب کرائی جس کا نام ''اخبار الماضین'' ہے''(سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ 20)

یہاں یہ نوٹ کر لیں کہ علامہ شبلی نے جو کچھ یہاں لکھا ہے وہ اسی کتاب کی تعلیم کے مطابق لکھا ہے۔یعنی یہ کہ:

''فقہ و حدیث کی کثرت سے اشاعت ہوئی بہت سے درس کے حلقے قائم ہوئے لیکن جو کچھ تھا زبانی تھا''

یہ اور اس قسم کی تمام باتیں معاویہ اینڈ کمپنی نے لکھوا کر آگے بڑھائی تھیں۔

دوم۔ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہتا چلا آیا۔

اس کے بعد مسلسل لکھتے ہیں کہ:

''امیر معاویہ کے بعد عبد الملک بن مروان نے جو 65ھ میں تخت نشین ہوا ہر فن میں علما سے تصنیفیں لکھوائیں۔سعید بن جبیر جو اعلم العلماء تھے اُن کو حکم بھیجا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھیں چنانچہ امام موصوف نے تفسیر لکھ کر بھیجی جو کتب خانہ شاہی میں رکھی گئی۔عطاء بن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے۔اُن ہی کی تفسیر ہے۔عطاء کو خزانہ شاہی سے یہ نسخہ ہات آ گیا تھا''(ایضاً صفحہ 20)

اس کے بعد علامہ شبلی برابر تصنیف و تالیف کا سلسلہ علما کے اور کتابوں کے نام لکھتے چلے گئے ہیں (صفحہ 20 تا 35)

اختصار کی غرض سے ہم یہ کہہ کر آگے بڑھتے ہیں کہ معاویہ نے انعام و رشوت دے دے کر اپنے ہی زمانہ میں خلفائے ثلاثہ کے لئے اور خود اپنے لئے اور تمام قریش کے لئے روایتیں تیار کرائیں تاکہ حدیث کے نام پر اپنے اور اُن کے فضائل تیار کرا کے اُمت کو اُن کی بزرگی کا یقین دلائے۔(دیکھو کتاب الانساب حافظ ابوسعید سمعانی اور تاریخ ابن عرفہ المعروف بہ نفطویہ وغیرہ) ہم مکمل تفصیلات اُس خطبہ کی شرح میں لکھیں گے جو حضورؐ نے احادیث کی پوزیشن پر دیا ہے۔(یعنی خطبہ نمبر 201)

بہر حال یہ تھا وہ ریکارڈ جو معاویہ اور اُس کے جانشین خلفا نے جبر و ظلم اور رشوت و دولت کی طاقت سے تیار کرایا تھا۔اور جس میں قریش کو

Presented by Ziaraat.Com

نہ صرف نسلِ اسماعیل علیہ السلام سے دکھایا گیا ہے۔ بلکہ اُنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب و دور کے رشتہ دار بھی بنا دیا ہے۔

(ب) قریش کہلانے والی قوم کا رسوؐل کے خاندان و نسل اسماعیل سے نہ ہونا قریشی ریکارڈ پر تحقیقی نظر ڈالنے کا متقاضی ہے۔

ذرا سوچئے کہ جو ریکارڈ تیار ہی اس لئے کیا گیا ہو کہ آنحضرؐت اور قریشی قوم کو ایک نسل اور ایک خاندان سے ثابت کیا جائے۔ اسی ریکارڈ سے یہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش ہم نسل وہم خاندان نہ تھے؟ بہرحال ہم جانتے ہیں کہ ہر مجرم اپنے جرم کے دوران کم ازکم ایک غلطی ایسی کرتا ہے جس سے اُس جرم کی تفتیش اور مجرم کا پتہ لگانا آسان ہوجاتا ہے۔ آیئے علامہ شبلی کے بیانات پر ایک تنقیدی نظر ڈالیں جو نہ صرف قریش پرست اور قریشی عالم ہیں بلکہ وہ اپنے بیانات کے حاصل کرنے اور لکھنے میں اپنے مذہب کے تمام علما سے سخت تر اور سب سے زیادہ محتاط اور متعصب بھی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

(1) حضرت اسماعیلؑ کے کتنے بیٹے تھے اور آنحضرؐت کون سے بیٹے کی اولاد ہیں؟

''حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ جن کا ذکر توراۃ میں بھی ہے۔ اُن میں سے قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اور بہت پھیلی۔ اُن ہی کی اولاد میں عدنان ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن ہی کے خاندان سے ہیں'' (سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ 160)

دو فیصلے نوٹ کرلیں: اول یہ کہ حجاز میں جو اسماعیلی آباد ہیں وہ قیدار کی اولاد میں سے ہیں۔ اور

دوم یہ کہ آنحضرؐت عدنان کے خاندان سے ہیں اور عدنان بھی قیدار بن اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں۔

(2) توریت میں حضرت اسماعیلؑ کے بیٹوں کی تعداد اور سب کے نام کیا ہیں؟

''اسماعیلؑ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ اسماعیلؑ کا پہلوٹا نبایوتؑ تھا۔ پھر قیدار اور ادبئیل اور مبسام اور شماع اور دومہ اور مسّا۔ حدد اور تیما اور یطور اور نفیس اور قدمہ۔ یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں۔ اور ان ہی کے ناموں سے اُن کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ (12) اپنے اپنے قبیلے کے سردار ہوئے''۔ (توریت کی کتاب اول یعنی پیدائش باب 25 آیات 13 تا 16)

(3) علامہ سید سلیمان ندوی کی تصدیق وتفصیل بارہ بیٹے اُن کے نام، قیام اور پیشہ؟

کتاب ارض القرآن میں لکھا ہے کہ:

''حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹوں کے نام یہ تھے۔ نبایوط۔ قیدار، ادبائیل، مبشام۔ مشماع۔ دوما۔ مشاء۔ حدد۔ تیما۔ یطور۔ نفیس۔ قیدماہ یہ بارہوں بیٹے حسبِ بشارتِ ربانی اپنے خاندان کے بارہ رئیس تھے۔ اُن میں سب سے بڑے بیٹے نبایوط، اور اُن سے چھوٹے قیدار تھے اور یہی دونوں پچھلی تاریخوں میں سب سے نمایاں نظر آتے ہیں، یہ تمام بھائی باپ کے زمانہ میں اور ایک عرصہ بعد تک حجاز ہی میں آباد رہے اور چچا (اسحٰق۔ احسنؑ) زاد بھائی کے بیٹوں یعنی فرزندان مدین کے ساتھ مل کر یمن وحجاز سے شام ومصر تک تجارتی قافلوں کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے'' (ارض القرآن جلد 2 صفحہ 49)

صرف قیدار کی اولاد کا حجاز میں رہنا اور بڑھنا دھوکہ تھا۔

علامہ سید سلیمان کے بیان سے ثابت ہوا کہ حجاز میں صرف قیدار کی اولاد ہی آباد نہ تھی بلکہ بارہ بھائیوں کی اولاد حجاز میں بستی رہی۔ مگر قریشی پالیسی میں قیدار کو اہمیت دیا جانا ضروری تھا۔ اس لئے کہ قیدار کے نام کو بطور فریب استعمال کرنا ضروری تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیوں؟ جواب یہ

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ قیدار کی نسل مسلسل جاری نہیں رہی تھی۔اور شجرہ کی تصدیق یا تردید ناممکن تھی۔ پھر شبلی سے سنئے:

(4) آنحضرتؐ کا سلسلہ نسب ''سلسلہ نسب یہ ہے محمدؐ بن عبدؑاللہ بن عبدؑالمطلب بن ہاشمؑ بن عبدمنافؑ بن قصیؑ بن کلابؑ، بن مرہؑ بن کعبؑ بن لوئیؑ بن غالبؑ بن فہرؑ بن مالکؑ بن نضرؑ بن کنانہؑ بن خزیمہؑ بن مدرکہؑ بن الیاسؑ بن مضرؑ بن نزارؑ بن معدؑ بن عدنانؑ۔صحیح بخاری باب مبعث النبی میں یہیں تک ہے۔لیکن امام بخاری نے اپنی تاریخ میں عدنانؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک نام گنائے ہیں۔یعنی عدنانؑ بن عددؑ بن المقومؑ بن تارحؑ بن یشجبؑ بن یعربؑ بن نابتؑ بن اسماعیلؑ بن ابراہیم علیہ السلام'' (سیرۃ جلد اول صفحہ 160)

(5) تاریخ طبری سے بخاری کے شجرہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

محمد اسماعیل بخاری نے سوفیصد صحیح شجرہ لکھا ہے اسی کی تصدیق حدیث رسولؐ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

''شجرہ نسب'' ''ام المومنین اُم سلمہؓ رسولؐ اللہ صلعم کی بیوی فرماتی ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ کی زبانی سنا ہے۔

''معد بن عدنان بن ادو بن زند بن یری بن اعراق الثریٰ۔اُم سلمہ فرماتی ہیں کہ زند ھمیسع ہے۔یری نبت ہے۔اور اعراق الثریٰ خود اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ ہیں''۔

2۔''مقداد بن اسود البہرانی کی بیٹی سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا'' معد بن عدنان بن ادد بن یری بن اعراق الثریٰ''۔

3۔''بعض نساب کہتے ہیں کہ عدنان ابن ادد بن مقوّم بن ناحور بن تیرہ بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیلؑ بن ابراہیم علیہ السلام''۔ (ترجمہ طبری جلد اول صفحہ 53)

(6) فریب سازوں کی غلطی پکڑی گئی،قریش ساز شجرہ دھوکہ تھا۔آنحضرتؐ اور حضرت عدنانؑ قیدار کی اولاد نہیں وہ نابتی تھے۔

علامہ شبلی نے قریشی فریب کو آگے بڑھانا چاہا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور حضرت عدنان علیہ السلام کو قیدار کی اولاد میں لکھ دیا۔مگر اُن سے یہ غلطی ہوگئی کہ دھوکا دینے والے اس بیان سے پہلی ہی سطر میں آنحضرتؐ کو اور حضرت عدنانؑ کو حضرت نابتؑ بن اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ کی اولاد میں لکھا ہے۔یعنی اللہ نے شبلی کے قلم سے پہلے حق اور صحیح شجرہ لکھوا کر اُنہیں اور تمام قریشی حکومتوں کو جھوٹا اور ناکام ثابت کرنے کے لئے جھوٹا بیان بھی قلمبند کرا لیا تاکہ قیامت تک اُن کی لکھی ہوئی سیرۃ النبیؐ پڑھنے والے لوگ انہیں اور قریش کو جھوٹا سمجھتے رہیں اور **لعنة اللّٰہ علی الکاذبین** پڑھتے رہیں۔اُدھر علامہ طبری نے اُن کے کاذب ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔اور حدیث رسولؐ سے دو بیان لکھ کر قریش کو فریب ساز ثابت کر دیا ہے۔یہی نہیں بلکہ نساب کا صحیح بیان بھی تائید میں لکھ دیا ہے۔اور کئی ایک غلط شجرے لکھ کر یہ بھی ثابت کر دیا کہ عرب کے نساب اتنے جاہل تھے کہ وہ قیدار کو حضرت نابت علیہ السلام کا چھوٹا بھائی سمجھنے کے بجائے اُن کا بیٹا بیان کرتے رہے ہیں۔حالانکہ اُن دونوں کا حقیقی بھائی ہونا سب نے مانا ہے۔

(7) قریش نے آنحضرتؐ اور حضرت عدنانؑ کو قیدار کی اولاد میں سے دکھا کر اُنہیں اُس امامت سے بھی محروم کرنا چاہا جو اللہ نے ابراہیمی نسل میں رکھی تھی۔

یہ قرآنی حقیت ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نوع انسان کا امام بنایا تھا۔اور آپؑ نے اپنی ذریت میں بھی اُس امامت کو جاری رکھنے کی تمنا کی تھی اور اللہ نے فرمایا تھا کہ امامت صرف معصوؐمین ہی کو ملے گی یعنی تمہاری ذریت میں جو غلط کار و غلط بین ہوں گے اُن کو امام

Presented by Ziaraat.Com

نہیں بنایا جائے گا۔اس لئے بھی کہ معصوم کا جانشین صرف معصوم ہی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبیؑ تھے۔رسولؑ تھے۔اور خلیل تھے اور اِن سب سے بڑھ کرانہیں انتہائی مرتبہ امامت کا دیا گیااور وہ روزازل سے معصومؑ تھے لہٰذا اُن کے اِن تمام عہدوں میں جانشین حضرت اسماعیل علیہ السلام ہوئے جو روزازل سے ہی معصوم تھے۔اب حضرت اسماعیل علیہ السلام کا جانشین بھی معصوم ہونا قدرتی اور قرآنی حیثیت سے لازم تھا(**لا ینالُ عھدی الظلمین**۔بقرہ 2/124) لہٰذا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے جانشین دستوری اور فطری حیثیت سے بھی حضرت نابت علیہ السلام ہوئے اور اس طرح حضرت اسماعیلؑ کے گیارہ بیٹوں کی اولادعہدہ امامت سے خارج ہوگئی۔اور امامت حضرت نابتؑ کی اولاد میں مخصوص ہوکر رہ گئی۔اور اللہ کے تمام توریت وقرآن کے وعدے حضرت نابتؑ اور اُن کی اُولاد کے توسط سے باقی نسل ابراہیمؑ کو ملتے رہنا طے ہوگئے۔اور یوں تمام سابقہ انبیاؑ ورُسلؑ کی اور حضرت ابراہیم واسماعیل علیہم السلام کی وراثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانے کا ذریعہ حضرت نابتؑ اور اُن کے جانشین اماموںؑ کو بنایا گیا تھا۔

(8) حضرت نابت علیہ السلام حضرت اسماعیلؑ اور ابراہیمؑ اور تمام سابقہ انبیاؑ ورُسلؑ کے ورثہ دار و جانشین مقرر ہوئے۔جن کے آخری جانشین وامامؑ ابوطالب علیہ السلام تھے۔

تمام تواریخ سے عموماً اور خودقریشی تاریخ سے حضرت نابت علیہ السلام حضرت اسماعیلؑ کے جانشین اور کعبہ کے متولی مقرر ہوئے تھے۔

چنانچہ علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ:''حضرت اسماعیلؑ کی وفات کے بعداُن کے بڑے بیٹے نابتؑ کعبہ کے متولی ہوئے''(سیرۃ جلداول صفحہ 156) یعنی قیدار اور باقی تمام بیٹے تولیت وجانشینی سے محروم ہوگئے لہٰذا معلوم ہوا کہ قریش نے دھوکہ دینے کے لئے جو شجرہ بنایا تھا وہ آنحضرتؐ کو درجہ امامت اور تولیتِ کعبہ سے محروم کرنے کے لئے تھا۔تاریخ طبری میں ہے کہ:

تاریخ طبری سے حضرت نابتؑ کی جانشینی وتولیت۔

''حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت اسماعیلؑ کعبہ کے متولی ہوئے۔اُن کے بعد نبتؑ متولی ہوا''(ترجمہ طبری جلداول صفحہ 64)

ارض القرآن سے حضرت نابت کی جانشینی اور تولیت۔

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ:

''نبایوط کو اہل عرب عموماً نابت کہتے ہیں۔اُن کی روایتوں کے مطابق خانہ کعبہ کی تولیت حضرت اسماعیلؑ کے بعد سب سے بڑے بیٹے نابت کے حصے میں آئی،اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبایوط نے حجاز ہی میں قیام کیا،لیکن بعض حوالوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ فرزندانِ نبایوط عراق میں موجود تھے۔لیکن اصل یہ ہے کہ بدویانہ زندگی کے ساتھ وہ حجاز سے عراق تک خانہ بدوشانہ پھیلے ہوئے ہوں گے۔تحریری حیثیت سے نبایوط کا نام ساتویں صدی قبل مسیح میں نظر آتا ہے۔(حوالہ غلط تھا۔احسنؔ)۔حزقیال نبی پیشنگوئی کرتے ہیں کہ''نبایوط کی بھیڑیں نذر لی جائیں گی'' (یسعیاہ فصل یاباب 60 آیت نمبر 7)اَشور بانیپال اسیریا کا بادشاہ جس کا زمانہ بھی یہی ہے۔اپنے مفتوحین کی فہرست میں نباطی قوم کا نام لیتا ہے۔یوسیفوس یہودی جو پہلی صدی مسیحی میں تھا لکھتا ہے:

''ملک بحراحمر(حجاز) سے نہرفرات(عراق) تک اسماعیلؑ کے بارہ بیٹوں کے قبضے میں ہے۔جن کے سبب سے اس کا نام نباطینہ پڑ گیا ہے۔(حوالہ آتا ہے)''اِسی زمانہ میں جب رُومی شام پر قبضہ کرنا چاہتے تھے تو نبطی عربوں سے اُن کی مڈبھیڑ ہوتی ہے۔اور شام وعرب کے حدود پر اُن کی عظیم

Presented by Ziaraat.Com

الشان حکومت نظر آتی ہے۔اہل عرب بھی اُن نبطیوں سے واقف تھے۔اِسی لفظ نبط کی جمع عربی میں انباط ہے۔

انبات اور روایات عرب۔

مورخین عرب فرزندان نبایوط سے زیادہ واقف نہیں ہیں۔وہ صرف انباط کے نام اور اُن کے مسکن تخمینی سے البتہ واقف ہیں،اُن کا نام (فریب دینے کے لئے۔احسنؔ) کبھی نبط اور کبھی ''آرامی'' بتاتے ہیں اور اُن کا مسکن شام اور عراق ظاہر کرتے ہیں،ابن خلدون نے لکھا ہے:

داوّل ملک للعرب بالشام فیما علمنا للعمالقة ثم لبنی ارم بن سام و یعرفون بالارمانیین ۔

''جہاں تک ہم کو معلوم ہے عربوں کی پہلی حکومت شام میں عمالقہ کی تھی پھرارم بن سام کی اولاد (یعنی ارمانیوں کی تھی۔احسنؔ) جو ارمانی ہی مشہور ہیں'' اس کے ساتھ حمزہؔ اصفہانی کی عبارت ضم کرو: **الارمانیون نبط الشام و الاردوانیون نبط العراق۔**

''ارمانی شام کے نبطیوں کا نام ہے اور اُردونی عراق کے نبط کا''(ارض القرآن جلد2 صفحہ 56-57)

یہاں تک یہ ثابت ہوگیا کہ عربوں نے دنیا کو فریب دینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجرے کو قیدار سے منسوب کیا تھا حالانکہ وہ ہرگز قیدار کی اولاد میں سے نہ تھے۔اسی سلسلے میں علامہ سید سلیمان یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اُن کا نسب پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ ''ہم کوثی (واقع عراق) کے نبط ہیں (نحن کوثی النبطی)'' اور یہ بالاتفاق معلوم ہے کہ وہ اسماعیلی عرب تھے۔اس سے ثابت ہوگا کہ نبط اسماعیلی عرب ہیں۔ جو عراق تک پھیلے تھے''۔(ارض القرآن جلد2 صفحہ 58-59)

(ج) قریش کہلانے والی قوم اسماعیلی تھی یا نہیں؟

چودہ سو سال میں برابر یہ ڈھنڈورا پیٹا جاتا رہا کہ قریش نام کی قوم حضرت اسماعیلؑ کی اولاد اور رسوؐل کے رشتہ داروں میں سے ہے۔اس غلط بکواس کو صحیح دکھانے کے لئے معاویہ کے زمانہ سے مسلسل پانچ سو سال تک قریشی حکومتوں کا پورا زور لگتا رہا ہے۔اور وہ ریکارڈ تیار کرایا گیا جس میں اُس نانہجار قوم کو فرشتہ خصلت اور رسوؐل کی فدا کار و پیرو کار قوم بنا کر دکھایا گیا ہے۔ایسے ریکارڈ سے یہ ثابت کرنا پھر مشکل ہے کہ وہ خدا اور رسوؐل کی دشمن قوم تھی۔(فرقان 25/30-31)اور یہ کہ وہ اسماعیلیؑ ہرگز نہ تھی۔بہرحال جس طرح اُن کی مجرمانہ غلطیوں سے رسوؐل کا صحیح شجرہ برآمد ہوگیا اُسی طرح اُن کا حقیقی شجرہ اور نسل بھی معلوم ہوسکتی ہے۔چنانچہ پھر اُن کے بیانات میں اُن سے سرزد ہوجانے والی مجرمانہ غلطیوں کی تلاش اور اُن کی ہربات پر شبہات و تشکیک ضروری ہے۔

(1) حضرت اسماعیلؑ سے کون سی قومیں اپنا رشتہ جوڑنے اور اُن سے گھل مل جانے میں کوشاں ہوسکتی تھیں؟ اور انہیں اس کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے

ہم اس اصول پر نظر ڈالیں گے کہ کسی شخص یا قوم سے منسوب ہونے کے لئے کن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے؟ پہلی چیز وہ فائدہ ہے جو کسی شخص یا قوم سے منسوب ہونے پر حاصل ہوگا۔دوسری چیز وہ قربت ہے جو اس نسبت کو ممکن بنادے اور لوگوں کو شبہ کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ حضرت اسماعیلؑ سے منسوب ہونے کے معنی ظاہر ہیں کہ نبوتؑ و امامتؑ سے منسوب لوگوں کی عزت و حرمت سب پر واجب ہوجائے گی۔چنانچہ آج تک قریش کی عزت کی جاتی ہے۔قربت اس قوم کو حاصل رہے گی اور گھل مل جانے کا موقع بھی اُسی قوم کو ملے گا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے قریب ترین فاصلے پر ہو یا خود حضرت اسماعیل اُن سے قریب تر ہوں۔اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور حضرت

Presented by Ziaraat.Com

اسماعیل علیہما السلام کو مکہ میں چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے۔ مکہ میں اُن دونوں ماںؑ بیٹوںؑ کو ہمدرد پڑوسیوں کی ضرورت تھی۔ دلاسہ دینے والے درکار تھے۔ زندہ رہنے کے لئے دنیا کی ہر چیز چاہیے تھی۔ اُنہیں ضرورت تھی کہ وہ کسی کو اپنا کہہ سکیں یا کوئی اُنہیں اپنا بنالے۔ ایسے دردناک حالات میں توجہ سے بات سننے والے، ہمدردی کرنے والے مدد کرنے والے انسانوں کا دل جیت سکتے ہیں۔ اِس پہلو پر نظر رکھیں اور اور ساتھ ہی یہ دیکھیں کہ قریش کا تیار کردہ ریکارڈ کدھر جھکتا ہے۔ یعنی قریشی ریکارڈ تیار کرنے والے ماہرین کا اپنا مقصد و میلان طبع کیا ہے؟ اس میلان طبع کا پتہ لگتے ہی یہ سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ قریش کا اپنا فائدہ اُسی چیز کے ثابت ہو جانے میں ہے۔ جس کی طرف اُن کا بیان جھک رہا ہے۔ پھر اُس جھکاؤ کا تسلسل اور اس پر اصرار یہ بتانے کے لئے کافی ہوگا کہ قریشی خود وہی قوم یا نسل ہیں۔ جس سے وہ اسماعیل علیہ السلام کو منسوب کرنے میں اپنا فائدہ دیکھتے ہیں۔ اور قدیم ہو یا جدید ریکارڈ سارا قریشی قوم کہلانے والے لوگوں نے تیار کیا ہے۔ بیانات، جملے، الفاظ اور بندشیں سب اُن کی ہیں۔

(2) جس قوم نے سب سے پہلے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت حاجرہؑ سے رابطہ ورشتہ قائم کیا وہ قوم قریشی ریکارڈ میں قحطان کی نسل سے جرہم تھی۔

علامہ سید سلیمان ندوی ارض القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

''3۔ جرہم'' یہ قبیلہ حجاز میں آباد ہوا تھا۔ تقریباً دوہزار دوسو سال (2200) قبل مسیح میں جب حضرت اسماعیلؑ اس ملک میں آئے تو یہ قبیلہ (جرہم) اِن ہی اطراف میں موجود تھا، حضرت اسماعیلؑ نے اپنے پڑوس میں جگہ دی اور باہم اُس سے رشتہ قائم کیا، جرہم کی قومیت کیا تھی اور کس سلسلہ نسب سے اُس کو تعلق تھا؟ بعض ارباب تاریخ کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ نسباً اُمِم سامیہ اُولیٰ سے تھا، اور بعض اُس کو قحطان کی نسل سے سمجھتے ہیں، عام مورخین نے دونوں تھیوریوں کو یکجا کر دیا ہے۔ کہ جرہم دو (2) تھے۔ جرہم اُولیٰ اور جرہم ثانیہ۔ جرہم اُولیٰ معاصر عاد تھا اور وہ اُمم سامیہ اُولیٰ سے تھے۔ اور جرہم ثانیہ قحطان کا بیٹا اور حضرت اسماعیل کا پڑوسی اور رشتہ دار تھا۔ جرہم کا دوسرا بھائی یعرب بن قحطان یمن کا مالک تھا۔ اور جرہم بن قحطان کے حصے میں حجاز کا ملک دیا گیا تھا۔'' (ارض القرآن جلد اول صفحہ 198)

(3) قریشی ریکارڈ کے اس بیان سے ثابت ہوگیا کہ حضرت اسماعیلؑ سے قحطانی نسل کے لوگوں نے تعلقات پیدا کئے تھے اور وہ برابر اُن سے چمٹے رہے

ہمارے مقصد اور موضوع کی تمہید کے لئے مندرجہ بالا بیان کافی ہے۔ اس لئے وہ قوم جس نے حضرت اسماعیلؑ کے خاندان کی قربت اور نسبت کو مسلسل اور جائز و ناجائز طریقوں سے استعمال کرا کے استفادہ کیا وہ قحطانی قوم تھی۔ رہ گیا یہ سوال کہ وہ جرہم کی اولاد تھی یا نہیں؟ اور جرہم قحطان کا بیٹا تھا یا نہیں؟ اس پر سلیمان صاحب کی تحقیق بھی دیکھ لیں۔ حالانکہ ہمارے لئے اسی قدر کافی ہے کہ وہ قوم قحطانی تھی اور بس۔

(4) جرہم قحطان کے کسی بیٹے کا نام نہیں تھا ہو سکتا ہے کہ جرہم کوئی دُور پار کا رشتہ دار ہو مگر قریش کی پالیسی جرہم اور جرہمیوں کا وجود چاہتی ہے۔

کئی ایک مورخین کو اور سلیمان صاحب کو جرہم بن قحطان کو تسلیم کرنے میں تکلف ہوا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''قحطان اور اُس کی بارہ اولاد کا نام بنام تورات میں ذکر ہے۔ جن میں سے ایک یارح ہے جس کو یعرب سمجھ لو۔ لیکن جرہم یا اُس کا مماثل کوئی نام مذکور نہیں۔ اس بنا پر بعض نصرانی علمائے یورپ نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ یارح اور جرہم کو ایک ہی نام ثابت کیا جائے۔ اس اشتباہ کا سبب یہ ہے کہ عربی و عبرانی اور لاطینی و یونانی میں باہم ی اور ج کا مبادلہ ہو جاتا ہے۔ اور اس بنا پر یورپین تراجم میں، جن کا ماخذ یونانی و لاطینی ترجمہ ہے۔ یارح کا تلفظ جرح یا جارح ہوا ہے۔ جس کو نہایت آسانی سے جرہم فرض کرنا ممکن ہے۔ لیکن یہ شدید غلطی ہے۔ اولاً یہ کہ توراۃ کے نام عربی میں عبری سے آئے ہیں، یونانی یا لاطینی سے نہیں آئے ہیں، اس لئے ثبوت طلب تو یہ بات ہے کہ عربی

Presented by Ziaraat.Com

اور عبرانی میں ''ی'' اور ''جیم'' کا باہم مبادلہ ہوتا ہے؟ اور یہ غیر مسلّم ہے۔ ثانیاً یہ کہ اگر یرح اور جرح جرہم ہے تو پھر یعرب کی اصل کیا ہے؟ ثالثاً یہ کہ یعرب اور جرہم ایک ہی نام (یارح) کے دو متفرق تلفظ ایک ہی ملک اور ایک ہی زبان میں کیوں کر پھیلے؟ آخراً یہ کہ جس زمانہ میں جرھم کا وجود حجاز میں نظر آتا ہے۔ اُس وقت قحطانی عربوں میں کوئی سیاسی جنبش نہیں پیدا ہوئی تھی۔ قحطانیوں کی حرکتِ سیاسی اُمم سامیہ اُولیٰ وثانیہ کی تباہی کے بعد ایک ہزار سال قبل مسیح میں نظر آتی ہے۔ اِن وجوہ سے ہم اُس فریق کے ساتھ ہیں جو جرھم کو صرف ایک اور اُس ایک کو بھی اُمم سامیہ اُولیٰ میں تسلیم کرتا ہے''۔ (ارض القرآن جلد اول صفحہ 198-199)

اس بیان پر علامہ نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ

: ''و کان ولد جرهم بن عامر لما صار اخواتهم من بنی قحطان بن عامر الی الیمن ''۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرھم قحطان کا بیٹا نہ تھا بلکہ برابر کا بھائی تھا'' (تاریخ یعقوبی جلد اول صفحہ 221) (ارض القرآن جلد اول صفحہ 198)

ہمیں یہ دونوں بیانات لکھنا ضروری تھے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ قریشی ریکارڈ جس قوم کو حضرت اسماعیل اور اُن کی اولاد سے وابستہ دکھانا چاہتا ہے وہ قحطانی نسل تھی۔ اور اس قحطانی نسل میں ایک شخص جرہم تھا جس کی اولاد مکہ میں حضرت اسماعیلؑ سے ملی تھی۔ اور یہ کہ قریش کی کوشش یہ رہی ہے کہ جرھم کو قحطان کا بیٹا مانا جائے۔ اور ہم قریش کی اِن تمام باتوں کو مان لینے میں اپنے مقصد کی کوئی خرابی نہیں دیکھتے مگر قارئین کو نوٹ کرنا چاہئے کہ قریش زیر بحث قوم کو جرھم کی اولاد اور جرہمی کہنا چاہتے ہیں۔

(5) قریشی پالیسی یہ چاہتی ہے کہ حضرت اسماعیلؑ اور اُن کی اولاد کو قحطانی یا جرہمی نسل سے خلط ملط کر کے دونوں کی اولاد کو ایک کر دیا جائے۔

قریشی ریکارڈ میں یہ دکھانے کی سرتوڑ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی شادی مکہ ہی میں قبیلہ جرہم کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی تھی۔ یعنی اولاد اسماعیل علیہ السلام کی ننھیال جرھم کے قبیلے میں تھی۔ یہ وہی رشتہ ہے جو قریش نے خود رسولؐ اللہ کے ساتھ قائم کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلے مگر ناکام رہے۔ یعنی منت سماجت کر کے بڑی شرمناک کم سنی کی عمر میں عائشہ کا نکاح آنحضرتؐ سے کیا گیا۔ برسوں عائشہ خانوادہ رسولؐ میں آتی جاتی اور حالات سے واقفیت حاصل کرتی رہی۔ یعنی مکہ ہی میں برسوں عائشہ نے قریش کے لئے جاسوسی کا کام انجام دیا۔ مدینہ آ کر بھی رسولؐ نے عائشہ کی طرف توجہ نہ کی یہاں تک کہ خود ابوبکر نے پھر منت سماجت کی اور خود اپنے پاس سے روپیہ (چاندی) دے کر عائشہ کو پیغمبرؐ کے گھر بھیجا تھا۔ تاکہ جاسوسی برابر جاری رہے اور اولاد میں قریش کا مستقل حصہ قائم ہو جائے۔ اور یوں رسولؐ کی حکومت، وراثت میں قریش کو ہاتھ آجائے اور علیؑ وخاندان مصطفویؐ محروم ہو جائے۔ مگر اللہ نے وہ دروازہ ہی بند کر دیا جس سے حکومت ملنے کی اُمید کی گئی تھی۔ لیکن قریش نے دوسری راہوں سے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ یہی چاہا تھا جرھمی یا قحطانی لوگوں نے دو ہزار دو سو سال قبل مسیح میں۔ یعنی قریش کے آباواجداد نے تین ہزار سال سے خانوادۂ رسالت سے استفادہ کا انتظام شروع کیا تھا۔ بہر حال پھر علامہ ندوی سے یہ قصہ سنئے:

(6) حالانکہ خانوادۂ رسالت ہمیشہ اپنے خاندان میں شادیاں کرتا رہا ہے۔ مگر قریش مخلوط ہو جانے کے لئے بیٹیاں دینے اور لینے کا پروپیگنڈا کرتے رہے۔ قدیمی پروپیگنڈا۔ علامہ نے لکھا ہے کہ:

''اِسی جرھم کے گھرانے میں، بہ روایتِ عرب، حضرتِ اسماعیلؑ نے شادی کی تھی (بخاری کتاب الانبیأ) لیکن توراۃ میں ہے کہ اُن کی ماں نے جو مصریہ تھیں ایک مصری عورت سے اُن کا بیاہ کر دیا تھا (تکوین 21-21) اس اختلاف پر علمائے نصاریٰ کی اکثر انگلیاں اٹھی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن اگر اُنہیں یہ معلوم ہوتا کہ اُس وقت عرب سامیہ اُولیٰ خود مصر پر قابض تھے اور اُن کا سلسلہ تعلق مصر سے جاری تھا تو کبھی اس اختلاف سے اُن کو حیرت نہ ہوتی۔ بیان مذکور کے مطابق یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ ''اُمم سامیہ کے خاندان جرھم نام میں شادی ہوئی'' اور یہ بھی صحیح ہے کہ ''حضرت اسماعیلؑ کی بیوی مصر سے تعلق رکھتی ہیں''۔(ارض القرآن جلد اول صفحہ 200)

اسی کی تائید و وضاحت میں لکھا ہے کہ:

''تورات کے بیانات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اُمم سامیہ میں سے عربوں کے تعلقات مصر کے ساتھ سب سے زیادہ تھے۔ اسماعیلی عربوں کی ماں ہاجرہ مصر کی تھیں (تکوین 16۔30) خود حضرت اسماعیلؑ کی ماں کے سوا بیوی بھی مصر کی تھیں (تکوین 21۔21)''
(ارض القرآن جلد اول صفحہ 153)

اس کی تائید مزید، حضرت ابراہیمؑ اور شاہانِ مصر کے نسبی تعلقات تھے۔

علامہ نے ثابت کیا ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام خود اپنے شاہی خاندان میں بیاہی گئی تھیں۔ سنئے:

''بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ ہاجرہؑ سارہؑ کی لونڈی تھی، اس لئے بنی اسماعیلؑ بنی اسرائیل کے برابر نہیں، اولاً تو یہ اصول غلط ہے، ثانیاً ہاجرہؑ کا لونڈی ہونا زیرِ بحث ہے، ناظرین کو اس وقت عرب سامیہ اولیٰ کی تاریخ کا پھر اعادہ کرنا چاہئے۔ اُس سے معلوم ہوگا کہ اُس وقت مصر میں حکمران قوت عرب کی ایک سامی قوم تھی، جس سے حضرت ابراہیمؑ کے نہایت قریبی نسبی تعلقات تھے۔ لفظ ''ہاجرہ'' کا عبرانی ہونا بھی اس دعوے کی ایک مستحکم دلیل ہے، اس بنا پر فرعون کا ہاجرہؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں دینا خود اس بات کی قوی شہادت ہے کہ ''درحقیقت اس ازدواج سے نسبی تعلق کا استحکام مقصود تھا'' اس تاریخی قیاس کی یہودی روایات سے کما حقہ تصدیق ہوتی ہے۔ سفر ایشار میں (جو یہودیوں کی ایک معتبر تاریخ ہے) مذکور ہے کہ:

''حضرتِ ابراہیم کے زمانہ میں مصر کا بادشاہ حضرت کا ہم وطن تھا، رَبی شلوم، توراۃ کا ایک مفسر تکوین (16۔10) کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ:

''ہاجرہ فرعون کی بیٹی تھی، فرعون نے جب سارہ کی کرامات دیکھی تو کہا کہ اُس گھر میں لونڈی بن کر رہنا دوسرے گھر میں بی بی بن کر رہنے سے بہتر ہے''۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بڑی بیوی ہونے کی حیثیت سے وہ سارہ کی خدمت گزار تھیں اور یہ خود ہماری حدیث کی کتابوں میں بھی مذکور ہے (صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ۔ واخدمھا ھاجرہ)''(ارض القرآن جلد2 صفحہ 41-40)

(7) قریش نے حضرت اسماعیلؑ کی مصری شادی کو چھپانے اور مکہ کے جرھمی یا قحطانی خاندان میں شادی ہونے پر اپنا سارا زورِ خرچ کر دیا ہے۔

علامہ سلیمان نے بخاری کی طویل حدیث کا ترجمہ نقل کیا ہے ہم ضروری اور متعلقہ حصہ آپ کو دکھاتے ہیں۔

''اتفاقاً جرھم کے کچھ آدمیوں کا اُدھر سے گزر ہوا، پرندوں کو منڈلاتے دیکھ کر بولے کہ پانی یہاں ہے، ایک آدمی کو تحقیق کے لئے بھیجا تو پانی پایا، آ کر خبر کی، وہ لوگ بھی آئے اور اُم اسماعیلؑ سے یہاں رہنے کی اجازت چاہی، اُمّ اسماعیلؑ نے کہا رہو، لیکن پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں۔ ابن عباس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُم اسماعیل کو یہ بات پسند آئی کہ وہ آبادی اور معیت چاہتی تھیں۔ وہ لوگ رہنے لگے اور چند گھرانے وہاں ہو گئے، لڑکا جوان ہوا اور اُن سے عربی زبان سیکھی جب جوان ہوا تو اُن لوگوں کو بہت پسند آیا۔ بالغ

Presented by Ziaraat.Com

ہونے پر اپنی ایک لڑکی اُسے بیاہ دی (کتاب بخاری الانبیا۔ پارہ 13) (ارض القرآن جلد 2 صفحہ 46)

(نوٹ) یہ نوٹ کریں کہ روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ نے یا اُن کی والدہؑ نے منگنی کی تھی یا رشتہ مانگا تھا۔ انہوں نے بھی ابوبکر کی طرح لڑکے کو پسند کیا اور از خود "لڑکی بیاہ دی" یہ عادت یا سنت اس نسل میں برابر تین ہزار سال تک جاری رہتی چلی گئی۔

(8) قریشی ریکارڈ برابر حضرت اسماعیلؑ کی شادی اور اُن کو گھیرنے اور مخلوط کرنے کی طرف جھکتا چلا جارہا ہے۔ قحطانیوں اور جرھمیوں کو اصلی وخالص عرب کہا۔

علامہ شبلی نے عرب کی قسمیں اور حضرت اسماعیلؑ کی بود و باش اور شادی کی بات کرتے کرتے عرب کے باشندوں کی کثرت کو اُن کی اولاد بنا دیا ہے اور یہی منشا تھا قریش کی سازش کا۔ سنئے:

"سلسلہ اسماعیلی" "یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ مورخین عرب نے عربوں کی تین قسمیں کی ہیں:

1۔ عرب کی وہ قدیم قومیں جو بالکل برباد ہو گئیں مثلاً طسم و جدیس وغیرہ

2۔ خالص عرب جو قحطان کی اولاد ہیں۔ مثلاً اہل یمن اور انصار اور۔

3۔ تیسرا سلسلہ اسماعیلی۔

حضرت اسماعیلؑ جب مکہ میں آباد ہوئے تو حوالیٔ مکہ میں بنو جرھم آباد تھے۔ حضرت اسماعیلؑ نے اِس خاندان میں شادی کی، اس سے جو اولاد ہوئی وہ عرب مستعربہ کہلاتی ہے۔ اب عرب کا بڑا حصہ اسی خاندان سے ہے۔ پیغمبرؐ اسلام اور خود اسلام کی تاریخ تمام تر اسی اخیر سلسلے سے وابستہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیلؑ ہی کے خاندان سے ہیں۔ اور جو شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئی وہی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو عطا ہوئی تھی" (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 129)

(9) رفتہ رفتہ قریشی ریکارڈ اپنے مقصد میں کامیابی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بیٹی دینے والوں نے کعبہ کی تولیت وحکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔

ابوبکر کو اللہ نے نانا نہ بننے دیا۔ لہٰذا رسولؐ کی تولیت وحکومت بطور ورثہ نہ مل سکی۔ مگر حضرت اسماعیلؑ کی اولادؑ کا نانا ابراہیمیؑ واسماعیلیؑ حکومت اور تولیت کعبہ کا وارث بن گیا۔ شبلی سے سنئے:

"حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہؑ اور اسماعیلؑ کو عرب میں لائے اور اُن کو یہیں آباد کیا (صفحہ 154) کعبہ کی برکت اور کشش سے لوگ آس پاس آباد ہونے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے قبیلہ جرھم آکر آباد ہوا۔ اس قبیلے میں مضاض بن عمرو جرھمی ایک ممتاز شخص تھا (جو بادشاہ تک بنا تھا) حضرت اسماعیلؑ نے اُن کی لڑکی سے شادی کی۔ اُن سے بارہ اولاد ہوئی جن کے نام توریت میں مذکور ہیں۔ اُن میں سے اکثر اہلِ عرب قیدار کی اولاد ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ کی وفات کے بعد بڑے بیٹے نابت کعبہ کے متولی ہوئے۔ اُن کے مرنے کے بعد اُن کے نانا مضاض نے یہ منصب حاصل کر لیا۔ اور کعبہ کی تولیت خاندان اسماعیلؑ سے نکل کر جرھم کے خاندان میں آ گئی"۔

(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 156)

Presented by Ziaraat.Com

(10) قریشی سازش کی غرض وغایت، اسماعیلؑ کی شادی کا ڈھونگ کیوں رچایا گیا؟ نسل اسماعیلؑ اور وقارِ ابراہیمؑ میں شرکت اور آخر مکمل کامیابی اور اسماعیلی بن جانا۔

تاریخ طبری میں لکھا گیا ہے کہ:

''حضرت نوحؑ کے عہد سے کعبہ کا کوئی ولی نہ تھا۔ اُسے اُٹھالیا گیا تھا۔ اللہ رسولؐ اللہ کو اسماعیلؑ کی اولاد میں مبعوث فرما کر اُن کو یہ سعادت دینا چاہتا تھا۔ اُس نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ تم اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو یہاں آباد کرو چنانچہ حضرت نوحؑ کے بعد اب حضرت ابراہیمؑ واسماعیل علیہما السلام کعبہ کی تولیت انجام دیتے تھے۔ اُس وقت مکہ بالکل غیر آباد چٹیل میدان تھا۔ البتہ اُس کے اطراف واکناف میں جرھم اور عمالقہ بودوباش رکھتے تھے۔ جرھم کی ایک عورت سے حضرت اسماعیلؑ نے نکاح کیا اُسی کی طرف عمرو بن الحارث بن مضاض نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔ ؎ **وصاھرنا من اکرم الناس والدا**

فابناہ ھنا و نحن الاصاھر ۔

ترجمہ: ''ہمارے ہاں اُس شخص نے شادی کی جو اپنے باپ کی وجہ سے معزز ترین شخص تھا اُس کی اولاد ہم سے ہے اور ہم اُس کی سسرال والے ہیں''

مسلسل لکھا کہ:

''حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت اسماعیلؑ کعبہ کے متولی ہوئے اُن کے بعد نبتؑ متولی ہوا۔ اُس کی ماں جرھمیہ تھی۔ پھر نبتؑ مرگیا اور چونکہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد زیادہ نہ تھی۔ اس لئے پھر جرھم نے کعبہ کی تولیت پر قبضہ کرلیا۔ اسی طرف عمرو بن الحارث بن مضاض نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔ ؎ **وکنا ولاۃ البیت من بعد نابت**

نطوف بذاک البیت الخبر ظاھر.

ترجمہ: نابت کے بعد ہم کعبہ کے ولی ہوئے اب ہم اس گھر کے چاروں طرف طواف کرتے ہیں اور یہ بات سب ہی مانتے ہیں''

اس کے بعد طبری عنوان لکھ کر جرھم کا حال بیان کرتے ہیں کہ: **''بنو جرہم کی بداعمالیاں''**

''جرھم میں سب سے اول مضاض کعبہ کا متولی ہوا۔ اس کے بعد اس کی اولاد میں جو سب سے بڑا ہوتا وہ متولی ہوتا۔ عرصے تک اسی خاندان میں تولیت متوارث رہی۔ پھر جرھم نے مکہ میں بدمعاشی اور فسق وفجور شروع کیا۔ بیت اللہ کی حرمت کو باطل کیا۔ اُسی مال کو جو کعبہ کو بطور نذر کے بھیجا جاتا تھا کھانے لگے۔ جو مکہ میں آتا اس پر ظلم کرتے۔ پھر اُنہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اگر اُن میں کسی شخص کو کوئی دوسری جگہ زنا کے لئے نہیں ملتی تو وہ خود کعبہ میں آکر بدکاری کرتا۔ اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ اساف نے نائلہ سے کعبہ میں زنا کیا اور اس کی پاداش میں اللہ نے دونوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی کعبہ کی حرمت اس قدر تھی کہ نہ وہاں کوئی کسی پر ظلم کرتا تھا اور نہ بدکاری کرتا تھا۔ اگر بادشاہ بھی اس کی حرمت کو باطل کرتا تو فوراً اُسی جگہ ہلاک ہوجاتا اسی وجہ سے کعبہ کو ناسّہ کہتے تھے اور مکہ بھی اسی لئے کہتے تھے کہ جو ظالم وسرکش یا بدکار وہاں ظلم یا بدکاری کرتا تھا اس کی گردن ماردی جاتی۔ جب جرھم اپنی بداعمالیوں سے باز نہ آئے۔ اور عمرو بن عامر کی اولاد یمن سے اِدھر اُدھر پھیل گئی اُن میں سے بنو حارثہ بن عمر تہامہ آکر متوطن ہوئے چونکہ یہ اپنی اصل جماعت سے منقطع ہوگئے تھے اس وجہ سے اُن کا نام خزاعہ ہوا۔ اور یہ بنو عمرو بن ربیعہ بن حارثہ ہیں۔ اسلم، مالک، ملکان بنو قصی بن حارثہ ہیں۔ اللہ نے جرھم پر جسم پر آبلے پڑنے اور نکسیر بہنے کا عذاب نازل کیا جس

Presented by Ziaraat.Com

سے وہ فنا ہو گئے۔ اور اب خزاعہ بھی اُن کے بقیہ کو مکہ سے نکال دینے کے لئے جمع ہو کر تیار ہوئے۔ اُن کا سردار عمرو بن ربیعہ بن حارثہ تھا۔ اس کی ماں فہیرہ بنت عامر بن الحارث بن مضاض تھی۔ فریقین خوب لڑے جب عامر بن حارث نے محسوس کیا کہ اُسے شکست ہوگی وہ کعبہ کے دونوں غزالوں اور رُکن کے پتھر کے پاس توبہ کرنے آیا۔ وہ کہہ رہا تھا:

لاھم ان جرھما عبادک الناس طوف وھم تلادک بھم قدیماً عمرت بلادک۔

ترجمہ: '' اے اللہ جرھم تیرے بندے ہیں اور لوگ تو نوزائیدہ ہیں اور وہ تیرے پرانے ہیں۔ قدیم سے اُن ہی نے تیرے شہر آباد کئے ہیں''
مگر جب اس کی توبہ قبول نہ ہوئی۔ اُس نے وہ دونوں ہرن اور حجر الرکن زمزم میں ڈال دیئے اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔ اس لڑائی کے بعد جو جرھم بچے وہ جھنیہ کی سرزمین میں چلے گئے۔ یہاں ایک بڑے زبردست سیلاب نے اُن کو آلیا اور وہ سب کو بہالے گیا اسی طرف امیہ بن صلت نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے:۔ **جرھم وطنوا تھامۃ فی الدھر فسالت بجمعھم آضم۔**
ترجمہ: ''اور جرھم ایک زمانہ سے تہامہ میں رہے تھے اُن سب کو کوہ اضم بہالے گیا۔ جرھم کے بعد عمر بن ربیعہ (یہ بھی تو جرھمی ہے۔ احسن) کعبہ کا متولی ہوا۔ بنوقصی کہتے ہیں کہ عمر بن الحارث کعبہ کا متولی ہوا۔ اور اسی کا اس نے اپنے اس شعر میں اظہار کیا ہے۔

ونحن ولینا البیت من بعد جرھم لنعمرہ من کل باغ و ملحد۔

ترجمہ: '' جرھم کے بعد ہم بیت اللہ کے ولی ہوئے تاکہ اُسے ہر ظالم اور بے دین سے بچا کر آباد رکھیں'' اس کا قول تھا کہ آخرت کے لئے عمل کرو اور ضروریات دنیا سے بے فکر رہو۔

''کعبہ کے متولی بنوخزاعہ''

اس طرح اب بنوخزاعہ بیت اللہ کے متولی ہوئے۔ البتہ دوسرے قبائل مضر میں تین خدمتیں باقی رہیں۔ ا۔ عرفہ سے لوگوں کو حج کرانے لے جانا۔ یہ خدمت غوث بن مرکو سپرد تھی۔ یہ ہی صوفہ ہے۔ چنانچہ عرفہ سے اجازت ملتی تو عرب کہتے اجیزی صوفتہ۔ دوسری خدمت حاجیوں کو قربانی کے دن منیٰ لے جانے کی تھی یہ بنوزید بن عدوان کے سپرد تھی۔ اِن میں سے آخری شخص جو اس خدمت کا متولی ہوا وہ ابوسیارہ عمیلیہ بن الاعزل بن خالد بن سعد بن الحارث بن فرایش بن زید تھا۔ تیسری خدمت نسی یعنی مقدس مہینوں کا التواء، یہ قلمس کے سپرد تھا۔ اُس کا اصل نام حذیفہ بن نقیم بن عدی تھا۔ جو بنو مالک بن کنانہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس کے بعد یہ خدمت اُس کے بیٹوں کو ملی۔ آخری شخص جو اس خدمت پر فائز تھا وہ ابوثمامہ جنادہ بن عوف بن اُمیہ بن قلع بن حذیفہ تھا۔ اب اسلام آیا اور اُس نے نسی کی رسم کو مٹا کر مقدس مہینوں کی حرمت کو بحال کر دیا۔ جب معد کی تعداد بہت زیادہ ہوئی وہ مکہ چھوڑ کر متفرق ہو گئے مگر قریش نے مکہ نہ چھوڑا'' (طبری جلد اول صفحہ 64 تا 66)

(د) قریشی ریکارڈ کے یہ دس بیانات اُن مقاصد و مصالح کو ثابت کرتے چلے آئے ہیں جو ہم نے ہر عنوان کے ماتحت لکھے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ قریش قحطانی ہیں۔

مندرجہ بالا دسوں بیانات یہ ثابت کرتے ہیں کہ قریشی ماہرین نے خود کو نسل اسماعیل علیہ السلام سے ثابت کرنے کے لئے جو راہ نکالی وہ یہ نہ تھی کہ وہ حضرت اسماعیلؑ سے لے کر اپنے زمانہ تک کا شجرہ نام بنام تیار کرتی اور بتاتی کہ ہم حضرت اسماعیلؑ کے فلاں بیٹے کی اولاد ہیں۔ شجرہ تو کہاں انہوں نے تو حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹوں میں سے کسی بیٹے کی اولاد کے نام تک نہ بتائے یعنی اُن کے علمائے انساب کو معلوم ہی

Presented by Ziaraat.Com

نہ تھا کہ حضرت اسماعیلؑ کے کتنے بیٹے تھے اور اُن کے نام کیا تھے اور ہر بیٹے کے یہاں کون کون بیٹے پیدا ہوئے یعنی انہیں حضرت اسماعیل کے پوتوں کے نام بھی معلوم نہ تھے۔اور جب اُن کو پہلی ہی نسل کے نام معلوم نہ تھے تو وہ پورا شجرہ کیسے اور کہاں سے لکھتے ؟ یہ تو توریت کی مہربانی ہے کہ اُس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تفصیل سے نام بنام لکھی ہوئی چلی آئی ہے اور وہاں سے قریش نے اپنی مصلحت کے ماتحت جتنا اور جو ضروری سمجھا لکھ لیا۔انہوں نے حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد میں سے ہونے کا تو انکار کردیا۔اور خود کو قیدار کی اولاد میں سے لکھا ہے۔ لہٰذا خود کو قیدار کی اولاد میں سے ثابت کرنے کے لئے اُن کو بتانا ہوگا کہ قیدار کے یہاں کتنے بیٹے تھے اور یہ کہ وہ قیدار کے کون سے بیٹے کی اولاد ہیں؟ ہم اُنہیں اُس شجرہ سے باہر نکال چکے ہیں، جو حضرت نابتؑ بن اسماعیلؑ پر ختم ہوتا ہے۔انہیں اس شجرہ کے علاوہ ایک شجرہ دکھانا چاہئے جو قیدار بن اسماعیلؑ پر ختم ہو؟ ایسا شجرہ نہ اُنہیں معلوم تھا نہ وہ بتا سکتے ہیں نہ اب بنا سکتے ہیں۔ یہ کہنا فریب ہے کہ حضرت عدنانؑ قیدار کی اولاد میں ہیں۔اس لئے کہ ایک آدمی دو مختلف باپوں کی اولاد نہ ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے۔حضرت عدنانؑ حضرت نابتؑ کی اولاد میں مانے جاچکے ہیں۔تو وہ قیدار کی اولاد میں ہو ہی نہیں سکتے۔

دوسرا فریب یہ ہے کہ اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد مکہ کی ایک جرھمی یا قحطانی عورت سے تھی۔تو اُس کے نام توریت میں کیسے پہنچے؟ جب کہ توریت کا کوئی مصنف یا مؤلف مکہ میں آیا ہی نہیں؟ اور یہود و نصاریٰ کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ وہ جرھمی عورت سے پیدا ہونے والی اولاد کو توریت میں لکھتے۔البتہ یہ فطری اور قدرتی اور جذباتی بات ہے کہ اپنی نسل کی عورت سے پیدا ہونے والی اولاد کا شجرہ رکھا جائے۔

چنانچہ تورات نے قیدار کی نسل کے تباہ ہوجانے کا ذکر کردیا ہے۔اور قریشی ماہرین کو معلوم تھا کہ قیدار کی اولاد کا مسلسل شجرہ کسی کو مل ہی نہیں سکتا اس لئے انہوں نے خود کو قیدار سے منسوب کیا تاکہ نہ کوئی قیدار کے بیٹوں کا پتہ لگا سکے گا نہ ہماری نسبت کو غلط ثابت کرسکے گا۔مگر جب تورات اس نسل کے آگے چلنے کا انکار کرتی ہے تو نسب خود بخود باطل ہوجاتی ہے۔اس لئے قریش نے جرھم کا ڈھونگ رچایا۔اور حضرت اسماعیلؑ کی حقیقی شادی کو چھپایا جو توریت کے ریکارڈ میں موجود ہے۔اور وہ زوجہ اپنے خاندان کی لڑکی ہے اور شاہی خاندان سے ہے۔جیسا کہ خود ہاجرہ علیہا السلام شاہی خاندان کی بیٹی تھیں۔اس تاریخی چوری کا مطلب اس کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا کہ قریشی ماہرین کو اس کی سخت ضرورت تھی کہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد اور نسل کو عربوں سے یا قحطانی جرھمیوں سے چلایا جائے؟ اگر قریش خود قحطانی نہ ہوتے تو نہ اُن کو اس چوری کی ضرورت تھی نہ جرھم میں شادی پر سیکڑوں غلط بیان دینے کی ضرورت تھی۔اسی سلسلے کا تیسرا افراڈ یہ ہے کہ وہ یہ ڈھول پیٹتے رہے کہ حضرت اسماعیل کی شادی جرھمیوں میں ہوئی تھی۔اور یہ ڈھول اتنا پیٹا کہ اب وہ خود کو جرھمی یا قحطانی کہتے تو نسل رسوؐل میں منسوب نہ ہوسکتے تھے لہٰذا وہ ادھر تو یہ نہیں کہہ پائے کہ ہم قحطانی یا جرھمی ہیں اس لئے کہ قحطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دادا کا بھائی یعنی حضرت سلحؑ کا چھوٹا بیٹا ہے اور قحطانی نہ ابراہیمیؑ ہوسکتے تھے نہ اسماعیلی بن سکتے تھے۔اور بننا انہیں اسماعیلی تھا۔اس لئے کہ جس طرح یہ معلوم تھا کہ حضرت اسماعیلؑ رسوؐل ہیں اور رسوؐل سے نسبت حاصل کر کے نہ صرف اعزاز و بزرگی ملتی ہے بلکہ موقع شناسوں کو رسوؐل کی حکومت و وراثت بھی مل سکتی ہے۔ چنانچہ قحطانی نسل صدیوں تک حضرت

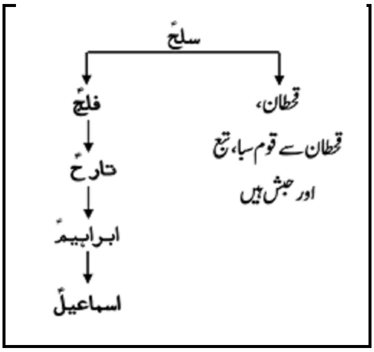

اسماعیلؑ کی حکومت اور تولیت پر قابض رہی اور اُن کی اولاد کو اپنی اولاد کہتی اور کعبہ کی تولیت پر فخر یہ اشعار بھی کہتی رہی اور پھر قحطانیوں کی طرح نام نہاد اسماعیلیوں یعنی قریشیوں نے بھی زبردستی بیٹی دے کر وہی راہ اختیار کی جو اُن کے بزرگوں نے تین ہزار سال پہلے اختیار کی تھی کنواری نہایت کم سن لڑکی سے نکاح کیا تا کہ لفظ نکاح سے پردہ کھلے۔ بے تکلفانہ ملنے کا موقع ملے اور نفسیاتی طور پر لڑکی جلد بالغ ہو اور تمناؤں بھری اولاد پیدا ہو اور قریش بھی کہہ سکیں کہ:

؎ وصاهرنا من اکرم الناس والدا فابنا منا و نحن الاصاهر

ترجمہ: ''ہم لوگوں کو اُس شخص نے صُہر ابنانے کی عزت عطا کی ہے جو اپنے باپ کی وجہ سے ساری دنیا سے معزز ترین شخص تھا۔ چنانچہ اس کی اولاد ہماری اولاد ہے اور ہم اس کے صُہرے ہیں''

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے اُس کنواری کو ایسا محروم کیا کہ اُدھر وہ قیامت تک اُس لذت سے محروم رہی جو ارادہ کر کے آئی تھی اُدھر اس پر قیامت تک فطری لذت کا دروازہ بند کر دیا۔ اِدھر اُس کا باپ اور قوم وراثتِ رسولؐ سے محروم ہوگئی۔ یہ محرومی ہی انہیں اس انتقام پر تیار کرتی ہے جو انہوں نے نہ صرف کربلا کے قتلِ عام تک لیا بلکہ آج بھی نسلِ رسولؐ کو ختم کرنے کے مواقع تلاش کر رہے ہیں۔

رسولؐ اور آلِ رسولؐ سے دشمنی کا سب سے بڑا اور کرب انگیز سبب یہی تھا کہ عائشہ رسولؐ کی طرف سے کنواری رہی اور غالبًا کنواری ہی دفن ہوئی۔ بہر حال وہ خود کو قحطانی نہ کہہ سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک اور فراڈ کیا اور وہ یہ کہ یہ کوشش کی کہ قحطانی نسل کے فنا ہو جانے، تباہ ہو جانے کا ڈھونگ رچایا جائے چنانچہ مندرجہ بالا دسویں بیان میں آپ نے پڑھا ہے۔ پہلے یہ سوچا گیا کہ ایک پوری اور سارے عرب میں پھیلی ہوئی قوم کو کیسے ایک دم دنیا سے مٹا دیا جائے چنانچہ جرھم کی بداعمالیاں گھڑی گئیں اور انہیں کعبہ میں زنا کرنے کا مجرم بنا کر عذاب کا مستحق بنایا گیا اور پھر نکسیر جاری رہنے اور جسم پر آبلے پڑنے کے عذاب میں مبتلا دکھایا گیا۔ اور لکھ دیا گیا کہ اس عذاب سے جرھم فنا ہو گئے۔ اس کے بعد سوچا گیا کہ شاید کوئی یہ کہہ دے کہ کچھ نہ کچھ جرھمی عذاب سے بچ گئے ہوں گے اس لئے ایک اور فراڈ کر کے ایک اور قبیلے سے اُن کی جنگ کرائی اور سب کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ڈرامہ کیا۔ اور اس کے بعد بھی کچھ قحطانیوں کے باقی رہ جانے کے امکان کو یہ دکھا کر ختم کر دیا کہ ایک طوفانی سیلاب آیا تھا اور باقی ماندہ سب کو بہا لے گیا۔ یوں جرھم کو دنیا سے ختم کر کے بنی خزاعہ کو کعبہ کا متولی بنا دیا اور چند شعر گھڑ کر بات پختہ کر دی۔ اور عمرو بن ربیعہ کو ایک بہت نیک آدمی کا میک اپ کرا کے کعبہ کا متولی بنا دیا۔ شعر بھی کہلوا دیئے۔ اور ڈراپ سین کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ:

''اس طرح اب بنوخزاعہ بیت اللہ کے متولی ہوئے البتہ مضر کے دوسرے قبائل میں کعبہ کی تین خدمتیں بہر حال باقی رہ گئیں''۔

(دسواں بیان طبری جلد اول صفحہ 66 ترجمہ)

اس جملے سے معلوم ہوا کہ بنوخزاعہ کے متولی ہونے سے پہلے ساری خدمتیں مضر ہی کے قبائل کے پاس تھیں۔ یعنی وہ کعبہ کا سارا انتظام کرتے تھے۔

(1) قحطانی جناب مضرؑ بن نزارؑ بن معدؑ بن عدنانؑ کو آڑ بناتے ہیں؟؟؟

اب آپ وہ شجرہ دیکھیں۔ جس میں قریش کھلم کھلا داخل ہوئے تھے اور سارے قریشی و غیر قریشی علما نے اُسے لکھا ہے۔ اُس میں حضرت عدنان علیہ السلام کا بیٹا جناب معدؑ کو بتایا گیا ہے اُن کا بیٹا نزارؑ ہے اور نزارؑ کے بیٹے کا نام مضر ہے۔ جن کے قبائل کو مذکورہ تین خدمتوں پر بحال رکھا گیا تھا۔ یعنی یہ وہ پہلی کروٹ ہے جہاں قحطانیوں کو اسماعیلی بنانے میں خطرہ محسوس نہیں کیا گیا ہے۔ مگر اتنی احتیاط ضرور کی گئی ہے کہ عام قاریوں کو

Presented by Ziaraat.Com

کھل کر پتہ نہ چلے کہ قریشی ماہرین اپنے مفروضہ قبیلے کو سامنے لا رہے ہیں یعنی جرھمیوں کے اقتدار کو بنی خزاعہ کے سپرد کرنے کے جھمیلے میں چپکے سے یہ جملہ لکھ دیا ہے کہ: ''اس طرح اب بنوخزاعہ بیت اللہ کے متولی ہوئے۔ البتہ دوسرے قبائل مضر میں تین خدمتیں باقی رہیں''

یہاں یہ جملہ یوں مکمل کرنا چاہیے تھا کہ:

''البتہ دوسرے قبائل مضر میں تین خدمتیں باقی رہیں اُن تین خدمتوں کے علاوہ باقی تمام خدمتیں بنوخزاعہ نے واپس لے لی تھیں''

یا یوں کہنا چاہیئے تھا کہ:

''قبائلِ مضر سے بنوخزاعہ نے تمام خدمات واپس لے لی تھیں البتہ دوسرے قبائل مضر کے پاس تین خدمتیں باقی چھوڑی گئی تھیں''

اگر زیر اصلاح جملے کو اس طرح لکھا جاتا تو کھل کر یہ ثابت ہو جاتا کہ:

(1) جب جرھمی کعبہ کے متولی تھے تو اُنہوں نے کعبہ کی تمام خدمات یا ذمہ داریاں قبائل مضر کو دے رکھی تھیں۔

(2) جب اقتدار تبدیل ہو کر کعبہ کی تولیت بنوخزاعہ کے قبضے میں آئی تو بنوخزاعہ نے کچھ قبائل مضر کے پاس کعبہ کی تین خدمتیں چھوڑ کر باقی قبائل مضر سے تمام خدمات واپس لے لیں''

مطلب یہ ہے کہ قریشی ماہرین نے ایسا انداز تحریر اختیار کیا جس سے عام قاریوں کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ قریشی ماہرین ہی شروع سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے منصب اور تولیت پر قابض چلے آ رہے تھے اور اُن ہی نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کو وراثت سے محروم کیا تھا۔ اور وہی درحقیقت جرھم بن قحطان کی اولاد تھے۔ یعنی وہ اسماعیلی نہیں بلکہ قحطانی تھے۔ جو رفتہ رفتہ تیسری کروٹ لے کر اسماعیلی بن گئے تھے۔

(2) قریشی ماہرین نے تین کروٹیں دے کر قحطانیوں کو اسماعیلی بنا دیا تھا؟

دسویں بیان تک قریشی ریکارڈ میں حضرت اسماعیلؑ اور اُن کی اولاد کے ساتھ کھل کر جرھمیوں کو وابستہ دکھایا ہے۔ اور بلاتکلف لکھتے رہے کہ حضرت نابتؑ کے بعد جرھمیوں نے تولیت کعبہ پر قبضہ جما لیا اور صدیوں تک اسماعیلؑ کی اولاد کو اُن کی وراثت اور تولیت سے محروم رکھا۔ یہ پہلا مرحلہ یا پہلی کروٹ تھی۔ اس میں اپنے اسماعیلیؑ یا ابراہیمیؑ ہونے کا قطعاً تذکرہ نہیں کیا۔ دوسری کروٹ میں قریشی ماہرین نے جرھمیوں کے اُن خاندانوں کو ایک الگ قبیلہ بنانے کی سازش کی جو یمن سے نکل کر تہامہ میں آباد ہو گئے تھے۔

(3) کھلا اور تسلیم کردہ فریب، قحطانیوں ہی کو خزاعہ کا نام دے کر مختلف قبیلہ بنا دیا۔

دیکھئے اور نوٹ کیجئے کہ قریشی ماہر کتنے ڈھیٹ تھے کہ اپنے فریب کو لکھتے ہوئے نہ شرماتے ہیں نہ جھجکتے ہیں:

''عمرو بن عامر کی اولاد یمن سے اِدھر اُدھر پھیل گئی تھی۔ اُن میں سے حارثہ بن عمر تہامہ آ کر متوطن ہوئے چونکہ یہ اپنی اصل جماعت (جرھم) سے منقطع ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے اُن کا نام خزاعہ ہوا۔ اور بنوعمرو بن ربیعہ بن حارثہ ہیں۔ اسلم، مالک، ملکان بنی اقصی بن حارثہ ہے'' (دسواں بیان طبری۔ طبری سے)

آپ نے دیکھا کہ جرھمیوں کے چند خاندانوں کو یمن سے دُور جا بسنے پر ایک بالکل جدا اور نیا قبیلہ بنا دیا گیا۔ تیسری کروٹ میں اس خودساختہ قبیلہ کو جرھمیوں سے برسرپیکار دکھایا اور جرھمیوں کو دنیا سے ختم کرنے کے لئے اللہ کے عذاب اور خزاعہ سے جنگ اور سیلاب کا ڈھونگ رچا کر انہیں نیست و نابود کر کے کعبہ کی تولیت کو اُس نئے قبیلے کے قبضے میں دکھا دیا۔ حالانکہ خزاعہ خود جرھم ہی تھے۔ اس کے بعد نہایت خاموشی سے کعبہ کی تین خدمات کا

Presented by Ziaraat.Com

قبیلہ مضر کے پاس رہنا دکھایا ہے۔یعنی یہاں سے قریشی ماہرین خود کو اسماعیلی کہلانے کا موقع پیدا کرتے ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ از اول تا آخر قحطانی یا جرھمی تھے۔

(3۔الف) اب قارئین یہ سمجھ سکتے ہیں کہ قریشی ریکارڈ میں کیوں قحطانیوں کو اسماعیلی اور اسماعیلیوں کو قحطانی اور قبائل کو مختلف نام دیئے گئے ہیں؟

یہاں سے چند ایسے بیانات دیکھئے جن میں قریشی ریکارڈ قبائل واقوام کو مشکوک کرنے کے لئے انہیں مختلف ناموں اور نسبوں سے منسوب کرتا ہے۔تاکہ قریش کہلانے والی قوم کسی طرح اسماعیلی اور رسوؐل کے خاندان میں شمار ہو سکے۔

علامہ سلیمان ندوی تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''لیکن ہمارے نزدیک قبیلہ ہمدان واشعر اور بعض دیگر قبائل کا قحطانی الاصل ہونا مشکوک ہے،قضاعہ،خزاعہ اور لخم کو تو عموماً محققین انساب نے اسماعیلی وعدنانی کہا ہے،خزاعہ (اسلم) کو حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسماعیل کہا،اوس وخزرج کا اسماعیلی النسب ہونا بھی بخاری کی روایت سے ثابت ہے،اور خود اوس وخزرج کو بھی اس کا دعویٰ تھا۔(ذرا آگے چل کر لکھا ہے کہ)

''اس نکتے کے سمجھنے کے بعد یہ عقدہ خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ بعض علمائے انساب وحدیث خود قحطان کو اسماعیلی کیوں کہتے ہیں؟ امام بخاری کا میلان طبع بھی ادھر ہی نظر آتا ہے۔چنانچہ صحیح بخاری میں انہوں نے ''باب نسبۃ الیمن الیٰ بنی اسماعیل'' ایک مستقل باب باندھا ہے،علمائے انساب میں زبیر بن بکار کی،اور ابن اسحاق کی بھی یہی روایت ہے،علامہ ابن حجر بھی فتح الباری میں اسی پہلو کو راجح قرار دیتے ہیں۔اس مبالغہ میں اصل حقیقت صرف یہ ہے کہ بعض قحطانی شاخیں اسماعیلی ہیں اور یمن میں سکونت کے باعث یا کسی اور سبب سے اُن کو قحطانی فرض کر لیا گیا ہے'' (ارض القرآن جلد اول صفحہ 271-272)

(4) قریش کا اپنا نسب نامہ بھی اور قریش کے تیار کردہ باقی قبائل اور اقوام کے نسب نامے بھی غلط وباطل ہیں اُن کا ریکارڈ جھوٹا ہے۔

سلیمان ندوی قریشی علما کے تیار کردہ نسب ناموں اور ریکارڈ کے لئے لکھتے ہیں کہ:

''لیکن اصولِ تحقیق کی رُو سے یہ تمام تر افسانہ ہے۔گذشتہ ابواب میں قحطانی واسماعیلی خاندانوں کی تشخیص وتمیز کی اتنی علامتیں بیان کی جاچکی ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے بآسانی دونوں سلسلوں میں امتیاز کیا جاسکتا ہے جس سے علامہ کلبی اور ابن ہشام (علمائے انساب) کے اکاذیب کا انبار دفعتاً جل کر خاکستر ہو جاتا ہے'' (ارض القرآن جلد 2 صفحہ 78)

قارئین سوچیں کہ قریش کا اپنا ذاتی طور پر تیار کردہ اسلام اور تاریخ وحدیث کی کتابیں جھوٹ کا ایک ڈھیر ثابت ہو گیا لہٰذا اُن کا اسماعیلی بن جانے کے لئے کوشش کرنا اب ایک سازش سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔قریشی حکومتوں نے نہ صرف روایات اور افسانے گھڑوا کر اپنا خود ساختہ اسلام حقیقی اسلام کی جگہ پیش کیا،ایک فرضی تاریخ تیار کرائی بلکہ اُنہوں نے اپنے تیار کردہ ریکارڈ کی قدامت اور حقانیت ثابت کرنے کے لئے اشعار وقصائد بھی گھڑوائے اور انہیں پرانے اور قدیم شاعروں کے نام سے پیش کیا۔پھر ندوی صاحب سے سنئے:

''لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بعد کو بعض سادہ لوح مسلمانوں یا شریر لوگوں نے بہت سے جھوٹے شعر بنا بنا کر اُن لوگوں کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔قرآن کی آیتوں کی آیتیں لے کر اُن کو موزوں کر کے اُن کے نام سے شعر کہہ دیئے ہیں۔آج کل کے عربی داں عیسائی اُن اشعار کو بڑی چالاکی سے اس ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ دیکھو محمدؐ نے شعرائے جاہلیت کے کلام کو اُلٹ پلٹ کر قرآن بنا دیا ہے۔اُن اشعار میں صحیح اور غلط

Presented by Ziaraat.Com

اور سچے اور جھوٹے کی تمیز صرف عربی زبان کے باریک بین اور نکتہ شناس ادیب ہی کر سکتے ہیں'' (ارض القرآن جلد دوم صفحہ 216)
یہ ہے مختصراً وہ نمونہ جس سے قریش کے تیار کردہ اسلام وروایات وانساب کا ناقابل اعتبار اور سازشی ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔

(ہ) لفظِ قریش اور قومِ قریش کی تحقیق کے ساتھ ساتھ یہ بھی مسلّمہ حقیقت ہے کہ قریش کے افسانوی ریکارڈ کا تیار کرنے والا خود قحطانی تھا۔

قارئین یہ دیکھ چکے ہیں کہ قریش کے معیاری وحقیقی چوتھے خلیفہ معاویہ بن ابوسفیان نے دولت اور دباؤ کے زور سے وہ ریکارڈ تیار کرایا تھا جس کو راہنما بنا کر صدیوں تک اور آج تک اسلام کے نام پر تاریخ وتفسیر واحادیث وفقہ وشریعت کی شیعہ وسنی کتابیں تیار ہوتی رہی ہیں یہاں پھر ایک دفعہ اُس اولین شخص سے تعارف حاصل کیجیے جو علمائے قریش میں سب سے پہلا اہلِ قلم اور مصنف ومؤلف ہے۔

(1) قریشی ماہرین نے جرھم بن قحطان کی اولاد کو سابقہ بیانات میں عذابِ جنگ وسیلاب سے ناپید اور فنا کر دیا تھا۔ یہ بھی سازش اور جھوٹ تھا۔

ہم علامہ شبلی کے قلم سے دکھا چکے ہیں کہ وہ شخص جس کو معاویہ نے قریش کے افسانوی ریکارڈ کی تیاری پر تعینات کیا تھا۔ اس کا نام عبید بن شریہ تھا۔ یہاں ندوی صاحب سے اس کا مزید اَتا پتا سنئے:

''عہد ظہور اسلام میں جرھم (بن قحطان۔احسن) کی جمعیت باقی نہ تھی، تاہم اُس کے منتشر افراد باقی تھے، عبید ابن شریہ جرھمی نام ایک شخص اُس زمانہ میں یمن میں موجود تھا جو اسی خاندان جرھم (بن قحطان۔احسن) کی طرف منسوب تھا، کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر وہ اسلام لایا تھا، حضرتِ معاویہ کے حکم سے اُس کی یہ زبانی داستانیں قیدِ تحریر میں لائی گئیں''۔
(ارض القرآن جلد اول صفحہ 200)

(2) قریش کس کو سمجھا جائے؟ ایک پیشہ ور مجرم قوم (25/30-31 فرقان) میں خود بھی اختلاف وانتشار رہے۔ اُن کی متفقہ بات بھی مقبول نہیں ہے

آج ایک ہزار سال سے لفظِ قریش یا قریشی منہ سے نکلتے ہی سننے والوں کے سر جھکتے نظر آتے رہے ہیں۔ اور بڑے اطمینان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی (معاذ اللہ) قریشی کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہزار سال پہلے یہ صورتِ حال نہ تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ قریشی حکومتوں اور حکمرانوں کی سازشی کوششوں اور دن رات کے ہمہ گیر پروپیگنڈے نے لوگوں کو لفظِ قریش اور قریش کی اُس عظمت پر ایمان دِلا کر مطمئن کر دیا۔ جو دو ہزار سال سے قریش بن جانے والوں کی طرف سے بیان ہوتی چلی آئی ہے۔ مگر ہم اور ہمارے وہ بزرگ جو اس سازش پر مطلع تھے ہمیشہ اس لفظ کو اور اس کے اختیار کرنے والوں کو مجرم وملعون سمجھتے اور سمجھاتے اور لوگوں کو بتاتے چلے آئے ہیں اور یہاں بھی حقیقی صورتِ حال کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ اس سلسلے کے بنیادی اور ابتدائی قریشی بیانات پڑھیں اور سوچیں کہ کس بیان پر کیوں اعتبار کیا جائے؟
اول۔ طبری کا بیان۔ تاریخ طبری کہتی ہے کہ:

''قریش کی وجہ تسمیہ''

''ابن الکلبی کہتا ہے کہ قریش کے معنی ''نسب کا دیوان ہیں'' یہ نہ کوئی باپ ہے نہ ماں نہ مربی نہ مربیہ۔ 2۔ دوسرے ارباب سیَر کہتے ہیں کہ بنو النضر بن کنانہ کا نام قریش یوں ہوا کہ ایک نضر بن کنانہ اپنی قوم کی چوپال (بیٹھک) میں آیا جو لوگ وہاں تھے اُن میں کسی نے دوسرے سے کہا ''نضر دیکھو وہ ایک بڑا زبردست اونٹ معلوم ہوتا ہے''۔ 3۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قریش کا یہ نام ایک بحری جانور کے نام پر رکھا گیا ہے۔ جسے قِرش کہتے ہیں اور جو تمام دوسرے بحری جانوروں کو کھا لیتا ہے۔ اور چونکہ وہ بحری جانوروں میں سب سے زیادہ قوی اور

طاقت ور ہے اس لئے بنوالنضر بن کنانہ کو اُس سے مشابہت دی گئی ہے۔4۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ چونکہ نضر بن کنانہ لوگوں کے حالات کی تفتیش کر کے اپنے مال سے اُن کی حاجت براری کرتا تھا اور قریش کے معنی اُن کے بیان کے مطابق تفتیش کے ہیں۔ اور اُس کے بیٹے بھی حاجیوں کے حالات کی تفتیش کر کے اپنی استطاعت کے مطابق اُن کی حاجت براری کرتے تھے۔ اُن کا یہ لقب ہوا۔ اُنہوں نے تقریش کے معنی جو تفتیش کر لئے ہیں اِن پر وہ کسی شاعر کا یہ شعر بطورِ شہادت پیش کرتے ہیں۔

ایھا الناطق المقرش عنا

عند عمر و فھل لھن انتھا۔

ترجمہ: اَے شخص جو ہمیں عمرو کے ہاں دریافت کر رہا ہے کچھ ہماری محبوباؤں کی بھی خبر ہے؟

5۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نضر بن کنانہ کا نام ہی قریش تھا۔6۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب تک قصّی بن کلاب نے تمام بنونضر بن کنانہ کو ایک جا جمع نہیں کر دیا یہ بدستور بنونضر ہی کہلاتے رہے۔ جب سب جمع ہو گئے تو اب اُن کو اس لئے قریش کہا جانے لگا۔ اس بنا پر عرب کہنے لگے کہ " تقرش بنو النضر " یعنی تمام بنونضر جمع ہو گئے۔7۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بنونضر کو قریش اس لئے کہا گیا ہے کہ اب اُنہوں نے غارت گری چھوڑ دی۔8۔ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے محمد بن جبیر بن مطعم سے دریافت کیا کہ قریش کا یہ نام قریش کس وقت سے ہوا؟ اُس نے کہا جب انتشار کے بعد قریش حرم میں جمع ہوئے اور یہ اجتماع تقرش ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ میں نے یہ بات نہیں سنی مجھے تو یہ معلوم ہے کہ قصّی کو قرشی پکارا جاتا ہے۔ اور اُس سے پہلے قریش کا یہ نام نہیں تھا۔9۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ جب قصی نے حرم میں آ کر اس پر اپنا قبضہ اور تسلط قائم کیا اور بہت سے مفید اور نیک کام کئے اُسے قرشی کہنے لگے۔ سب سے پہلے اُسی کا یہ نام ہوا۔10۔ ابوبکر بن عبیداللہ بن ابی جہم سے مروی ہے کہ نضر بن کنانہ کو قرشی کہتے تھے"۔ (طبری جلد اول۔صفحہ 47-46)۔11۔ ہشام بن محمد کے بیان کے مطابق فہر (بن مالک) جامع قریش ہے۔ (ایضاً جلد اول صفحہ 45)

(3) قریش کی وجہ تسمیہ سے لفظِ قریش اور قریشی قوم سازشی بکواس بن گئے؟

مندرجہ بالا قریشی بیان کے ہر پہلو پر تنقید کرنے کی نہ فرصت ہے نہ ضرورت ہے۔ البتہ چند پہلو سامنے رکھنا ضروری ہیں۔ اول یہ کہ لفظ قریش کو بطورِ لقب اختیار کرنے یا کرانے کی "وجہ تسمیہ" کوئی بھی متفقہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں دس مختلف و متضاد وجوہات بیان کی گئی ہیں لہٰذا اس قسم کی ہر ایک بات کو محض بکواس قرار دیا جاتا۔ دوم یہ کہ لفظ قریش کے بھی متعدد اور متضاد معنی بتائے گئے جو کہ عربی قانون کے اور تجربے کے خلاف ہیں۔ چنانچہ عربی زبان میں ہر لفظ کے صرف اور صرف ایک معنی ہوتے ہیں۔ اور جتنے معنی قریشی ماہرین نے روایت کرائے ہیں وہ سب عربی میں مستقل الفاظ رکھتے ہیں یہ سازشی قریش یا قریشی علما لفظ قریش کے معنی میں چوڑا چکلا یا قد آور لکھتے ہیں۔ بحری جانور بھی کہتے ہیں۔ اُونٹ یا زبردست اونٹ بھی سمجھتے ہیں۔

حالات کا پتہ لگانا یا تفتیش کرنا بھی اُس کے معنی بتاتے ہیں۔ جمع کرنا یا اکٹھا کرنا بھی مانتے ہیں۔ غارتگری سے باز آ جانا بھی قریش بن جاتا ہے۔ اچھے اور نیک کام کرنا بھی مانتے ہیں۔ یہ معنی بھی بکواس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ ان معنی کی تصدیق کے لئے یا کسی اور غرض کے لئے شعر گھڑنا یا گھڑوا لینا ارض القرآن سے دکھایا جا چکا ہے۔ جو قریش کے لئے نہایت آسان تھا۔ سوم یہ کہ درحقیقت قریش کس شخص کا لقب تھا؟ یہ خود

قریش کو بھی معلوم نہیں۔عبدالملک بادشاہِ عرب اور قریش زادہ بھی ناواقف تھا۔اور پہلی ہی بات یہ ہے کہ:

’’قریش کوئی مرد گزرا ہے۔نہ عورت۔نہ قریش کے یہاں اولاد ہوئی نہ وہ خود پیدا ہوا۔نہ اُس نے کسی کو پالا پوسا اور نہ تربیت وربوبیت کی نہ اُسے پالا پوسا گیا‘‘

یعنی قریش ایک بکواس کا نام ہے آدمیوں کا نہیں۔یہ ایک کھلی سازش ہے جس میں یقیناً وہ تمام لوگ آجانا چاہئیں جو فہر اور نضر کی اولاد بن جانا چاہتے تھے۔اسی لئے تین مختلف اشخاص کو قریش بنانے کی ضرورت پیش آئی۔فہر اور نضر کی نفی کر کے قصی کو قریش کہو تو بہت سے سازشی لوگ اس بکواس سے محروم ہو جاتے ہیں۔اس لئے یہ مان لیا گیا کہ تین نہیں بلکہ وہ سب قریش تھے۔خدا قریش پر دن رات۔صبح شام اور مدام لعنت کرے۔آمین۔

اب ہم علامہ شبلی کا بیان لکھتے ہیں:

دوم۔علامہ شبلی کا بیان۔

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان اگرچہ ابا عن جدِ معزز وممتاز چلا آتا تھا۔لیکن جس شخص نے اس خاندان کو قریش کے لقب سے ممتاز کیا وہ نضر بن کنانہ تھے۔بعض محققین کے نزدیک قریش کا لقب سب سے پہلے فہر کو ملا اور اُن ہی کی اولاد قریشی ہے۔حافظ عراقی سیرۃ منظوم میں لکھتے ہیں۔

؎ اما قریش فالاصح فهر جماعها والاكثرون النضر (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 165-164) اور سنیئے:

’’قصی نے اس قدر شہرت اور اعتبار حاصل کیا کہ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ قریش کا لقب اول اُن ہی کو ملا۔چنانچہ علامہ ابن عبدربہ نے عقد الفرید میں لکھا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے۔کہ قصی نے چونکہ خاندان کو جمع کر کے کعبہ کے آس پاس بسایا اس لئے اُن کو قریش کہتے ہیں۔کیوں کہ تقریش کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔اسی بنا پر اُن کو مجمع بھی کہتے ہیں۔چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

؎ قصی ابو كم من يسمى مجمعا به جمع الله القبائل من فهر (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 162 تا 165)

قارئین نے علامہ شبلی کے بیان میں بھی وہی باتیں دیکھیں جو تاریخ طبری سے معلوم ہوئی تھیں۔جو سب آپس میں ایک دوسرے کی تائید وتصدیق کی جگہ مخالفت اور تکذیب کرتی ہیں۔اور صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اُن باتوں یا افسانوں کو تیار کرنے والے یا گھڑنے والوں میں ہم آہنگی نہ تھی نہایت بےفکری واطمینان سے جب جیسی ضرورت پیش آئی ایک صورت حال گھڑ لی جاتی تھی۔باتیں بنانے والوں کی اس کثرت سے واقعات وحالات تیار کرنا پڑ رہے تھے کہ انہیں اتنا وقت ہی نہ ملتا تھا کہ اُن پر نظر ثانی کر کے اُن کی اصلاح کر سکیں۔بہرحال یہاں یہ بھی فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ قریش درحقیقت کون تھا؟ اور یہ نام یا لقب کس نے اور کس طرح اور کیوں دیا تھا؟ اب آپ علامہ سلیمان ندوی کی کتاب سے قریش کا فراڈ ملاحظہ کیجئے لکھتے ہیں:

علامہ سلیمان ندوی کا بیان۔

’’مضر کی شاخ متعدد وسیع خاندانوں میں منقسم ہوگئی، جن میں سے ایک قریش کا خاندان ہے، بانیِ خاندان کا نام ’’فہر‘‘ تھا، عدنان تک اُس کا سلسلہ نسب یہ ہے، فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ۔۔۔۔بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان‘‘۔

(ارض القرآن جلد 2 صفحہ 97)

Presented by Ziaraat.Com

مسلّمہ سیدھا سیدھا شجرہ۔

محمدؐ بن عبدؑ اللہ بن عبدؑ المطلب ۔ہاشمؑ ۔عبد منافؑ ۔قصیؑ ۔کلابؑ ۔مرہؑ ۔کعبؑ ۔لوئیؑ ۔غالبؑ ۔فہرؑ ۔مالکؑ ۔نضرؑ ۔کنانہؑ ۔خزیمہؑ ۔ مدرکہؑ ۔ الیاسؑ ۔مضرؑ ۔نزارؑ ۔معدؑ ۔عدنانؑ ۔سب نے صحیح مانا ہے۔

ایک سوال۔

سوال یہ ہے کہ حضرت مضر علیہ السلام کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر وعمر وعثمان اُنیسویں پشت میں ہیں ۔وہاں سے قریش کو کیوں اس خاندان میں شامل کیا گیا؟ کیوں نہ اُن کے بعد یہ تذکرہ کسی اور نام سے شروع کیا گیا۔یعنی یہ کیوں کہا گیا کہ:

''مضر کی شاخ متعدد وسیع خاندانوں میں منقسم ہوگئی جن میں سے ایک قریش کا خاندان ہے''؟

کیوں نہ مضر کے بعد والے کسی قریبی بزرگ کے بیٹے کا نام بتادیا گیا جس کی اولاد سے یہ قریش لقب خاندان نکلا تھا؟ ظاہر ہے کہ قریشی ماہرین نے اپنے سازشی خاندان کو حضرت مضر علیہ السلام کے خاندان کی وسعتوں میں چھپانے اور اس بزرگ خاندان سے منسوب وملحق ہوجانے کا موقع دیا ہے۔اور پھر اس بے معنی وحیوانی لقب کو چسپاں کرنے میں بار بار غلطیاں کی ہیں یا لوگوں کو تحقیق سے روکنے اور مشکوک کرنے کی چال چلی ہے۔

قریش کے متعلق ندوی کا دوسرا بیان۔

'' ''لفظ قریش '' فہر کا لقب قریش تھا،اس بنا پر اس کی نسل نے ''قریش'' اپنا خاندانی علم قرار دیا،لفظ قریش کے عربی میں متعدد معنی ہیں اس کا ایک ماخذ تقریش وقرش ہے جس کے معنی ''اکتساب وتحصیل'' ہیں،خیال ہے کہ چونکہ اس خاندان کا اصل پیشہ تجارت تھا،اس لئے قریش کے نام سے موسوم ہے،قریش ایک دریائی درندے جانور کا بھی نام ہے،جو دریائی جانوروں کا شکار کرتا ہے،فہر نے اپنے اِستیلاء وقوت کے اظہار کے لئے یہ لقب اختیار کیا۔حضرت ابن عباس نے اسی دوسری تاویل کو اختیار کیا ہے'' (ارض القرآن جلد 2 صفحہ 97-98)

قارئین خود دیکھ سکتے ہیں کہ اِن کہانیوں کو تیار کرنے والوں میں اور پروپیگنڈا کرنے والوں اور تحریری صورت میں آگے بڑھانے والوں میں خود اختلاف ہے۔اور ایک دوسرے کے خلاف بیانات دیئے ہیں اور یہاں تک جو کچھ لکھا گیا وہ قریش کو ایک بے ڈھنگی سی اور بعد از وقت تیار کی جانے والی سازش ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔اُن کے متعلق جس زاویہ نگاہ سے بھی تحقیق وتفتیش کی جائے ہرگز یہ یقین فراہم نہیں ہوتا کہ کوئی قریشی نام کی قوم یا قبیلہ عرب میں موجود تھا اور یہ کہ وہ قوم یا قبیلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھا۔یا یہ لفظ قریش حضرت قصیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یا اُن سے پہلے کبھی کسی قوم یا قبیلے یا جانور کے لئے بولا گیا تھا۔یہ سارا سازشی افسانہ ابوبکر وعمر وعثمان ومعاویہ نے گھڑ کر آگے بڑھایا ہے۔اور اُن لوگوں کو قوم قریش مشہور کیا ہے۔جو حضرت قصیٰ کے زمانہ میں مکہ کے گردونواح میں وحشیوں اور جانوروں کی طرح سرکیوں، پھٹے پرانے خیموں میں بھیڑوں اور بکریوں کے ساتھ مارے مارے پھرتے تھے۔جنہیں حضرت قصیٰ نے ادھر اُدھر سے سمیٹا اور اجاڑ پڑے ہوئے مکہ کے گھروں میں آباد کیا۔انہیں تمیز وتہذیب سکھائی۔کپڑے پہننا اور بے حیائی سے بچنا سکھایا۔انہیں جانوروں سے آدمی بننا سکھایا۔اُن میں نظم ونسق وشیرازہ بندی کی یوں یہ مختلف،مجہول ومخلوط نسلوں کے لوگ باہم مل جل کر رہنے لگے قریش اور لفظ تقریش کو اُن ہی لوگوں پر فٹ کیا گیا اور یوں کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ملا کر یہ بھان متی کا کنبہ قریش بن گیا تھا۔قریشی حکومتوں کی چھ سات سو سال کی کوششوں کے باوجود بھی یہ جملہ پڑھ کر معلوم ہوگا کہ اُن کی محنت ضائع ہوگئی۔

Presented by Ziaraat.Com

قریش کے متعلق ایک قریشی مورخ ومحقق کا مایوس کر ڈالنے والا جملہ۔

علامہ السید سلیمان ندوی بڑی تک بندیوں کے بعد یہ جملہ بھی لکھتے ہیں کہ:

''قریش کا زمانہ'' ''قریش دُنیا کی تاریخ میں کب ظاہر ہوئے؟ اور اس خاص خاندان کی کب بنا پڑی؟ تاریخوں میں اِس کا ذکر نہیں'' (ارض القرآن جلد 2 صفحہ 101)

قارئین مطمئن ہو جائیں کہ قریش کہلانے والی قوم اور یہ لفظ قریش نہ تاریخی قوم وقبیلہ ہے اور نہ تاریخی لفظ ہے۔ یہ ایک ایامِ جاہلیت کی وہ سازش ہے جس کے ذریعہ سے عربوں کے مختلف قبیلوں نے مختلف زمانوں میں خانوادۂ ابراہیمؑ واسماعیلؑ میں مخلوط ہو جانے کی کوشش کی تھی۔ آخری کوشش کا نام قریش رکھا جاسکتا ہے۔ اُس سازشی جماعت کو قرآن کریم نے بھی قریش کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ جس نے اپنا نام قریش رکھا ہوا تھا۔ اس خطاب کے معنی وہی ہیں جو قریش کو مومن کہہ کر پکارنے کے ہیں۔ یعنی:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ۔ (نساء 4/136)

''اے وہ مومنین جو مومن کہلاتے ہو تم اللہ پر اور اُس کے رسوؐل پر ایمان لاؤ اور اُس کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے رسوؐل پر نازل کی ہے اور اُس کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو اللہ نے قرآن سے پہلے نازل کی تھی''۔

قارئین دیکھیں کہ قریش ایسے مومنین ہیں کہ نہ وہ اللہ پر حقیقی ایمان لائے ہوئے تھے نہ رسوؐل اللہ کو حقیقی معنی میں رسوؐل مانتے تھے نہ اُن کا اس قرآن پر ایسا ایمان تھا جیسا کہ ہونا چاہئے۔ اور نہ وہ توریت وزبور وانجیل ہی پر ایمان رکھتے تھے۔ مطلب صاف ہے کہ انہوں نے اپنا نام ''مومن'' رکھا ہوا تھا لہٰذا اللہ بھی اُنہیں منکر خدا اور رسوؐل وکتب خداوندی ہوتے ہوئے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا کہہ کر پکارتا اور روشناس کراتا رہا۔ اِسی طرح اُنہوں نے عہد رسوؐل سے پہلے ہی اپنا نام قریش رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ اللہ نے حضرت قصیٰ علیہ السلام کا احسان جتاتے ہوئے یہ تاکید فرمائی ہے کہ:

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۝ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ۝ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ھٰذَا الۡبَیۡتِ ۝ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّاٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ۝ (القریش 106/1-4)

ترجمہ ''قریش کو آپس میں منتقی کرنے کے بدلے میں اور، سردی اور گرمی کے اِن تجارتی سفروں کو دلچسپ وہم آہنگ کرنے کے بدلے میں قریش پر لازم ہے کہ وہ اِس گھر (کعبہ) کے پروردگار کی عبادت کیا کریں۔ جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور قتل وغارت اور لوٹے جانے کے خطرات سے بچا کر مستقل اَمن وعافیت فراہم کی''۔

7۔ حضرت علیؑ کا مالک اور قریش کا مملوک ہونا اور قریش کو ذلت کی جگہ عزت، خوفزدگی کی جگہ اَمن، اور ناداری اور فاقہ کی جگہ رزق وخوشحالی دینا۔

ہم حضرت علی علیہ السلام کے اِس خطبہ نمبر 33 کے آخری جملوں (15 تا 18 / 33) کی تشریح کرتے کرتے اس مقام پر آچکے ہیں جہاں آپ نے قرآن کریم سے وہ بنیاد ملاحظہ کی ہے جس پر حضرت علی علیہ السلام نے اپنی اور اپنے خاندان کی پوزیشن بیان کی ہے اور فرمایا ہے کہ:

وَاللّٰہِ مَاتَنۡقِمُ مِنَّا قُرَیۡشُ اِلَّا اَنَّ اللّٰہَ اخۡتَارَنَا عَلَیۡھِمۡ ؛ فَاَدۡخَلۡنَاھُمۡ فِیۡ حَیِّزِ نَافَکَانُوۡا کَمَاقَالَ الۡاَوَّلُ ۔ (خطبہ 33، جملہ 17 تا 18)

''خدا کی قسم قریش ہم سے اِس بات کے سوا اور کسی بات کا انتقام نہیں لے رہے ہیں کہ اللہ نے ہمیں قریش پر حاکمیت اور بزرگی کے لئے

Presented by Ziaraat.Com

ترجیح دے رکھی ہے اور ہم نے قریش کو اُن کے حاکم اور اُن سے بزرگ ہوتے ہوئے بھی، اپنے دائرہ میں داخل کئے رکھا ہے۔ ورنہ وہ تو ویسے ہی تھے۔ جیسا کہ شاعر اوّل نے کہا ہے۔

''اپنی جان کی قسم میں نے تجھے بہترین غذائیں کھانے کو دیں اور تیرے لئے ہر وقت جام و سبو فراہم رکھے۔ تجھے ایسے بلند و بالا مقام اور ترقیوں تک پہنچایا جو نہ تجھے حاصل تھیں اور نہ تو اُن بزرگیوں کا اہل تھا۔ ہم نے تیرے تحفظ اور اعزاز کے لئے تیرے چاروں طرف چلنے اور تیار رہنے والے بھورے رنگ کے نیزوں سے مسلح اور چست و تند گھوڑوں پر سوار ہونے والی فوج تعینات رکھی۔ جو تجھے ہر وقت اپنے احاطہ میں رکھتی تھی''۔

حضرت علی علیہ السلام کے اِن دونوں (خطبہ 33، جملہ 17 تا 18) جملوں میں اور شاعر کے منقول قول میں تین حقیقتیں واضح ہیں اول یہ کہ حضرت علی علیہ السلام نے جمع کے صیغے **(منا، اختارنا، فادخلنا، حیزنا)** کہہ کر قریش سے اپنے اور اپنے بزرگوں کے حسن سلوک اور احسانات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ دوم یہ کہ قریش پر اللہ نے اُنہیںؐ حاکمیت اور بزرگی عطا فرمائی اس کے باوجود قریش سے احسان و ہمدردی کا سلوک کیا گیا۔ سوم یہ کہ قریش نے اُن سے انتقام و عداوت کا رویہ اختیار کیا ہوا ہے۔

(الف) <u>علیؑ اور خاندانِ مرتضوی نے قریش کے ساتھ کب اور کیا سلوک کیا تھا؟ اور اللہ نے اُس سلوک کو کیا مقام دیا ہے؟</u>

سورہ قریش میں اللہ نے خاندان مرتضوی کے سلوک کو اپنا سلوک قرار دیا ہے۔ اور پہلی بات یہ فرمائی ہے کہ اُن متفرق و مختلف قبائل کے صحرا نشین خانہ بدوشوں کو ایک جگہ آباد کر کے اُن کی بدخوئی اور قتل و غارت کی پیدائشی اور جنگلی عادات کو بدل کر اُن میں الفت و ہم آہنگی اور ربط و ضبط (ایلاف) پیدا کیا۔ اور یہ سب کچھ حضرت قصی علیہ السلام نے کیا تھا۔ اور دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ اللہ نے انہیں تجارتی سفروں پر متوجہ کیا، تجارت سکھائی، تجارت کے لئے سرمایہ اور وسائل فراہم کئے، سفر اور عالمی تجارت کی راہ سے دقتیں دور کیں اور سہولتیں عطا کیں۔ اور یہ سب کچھ بھی علی مرتضیٰ علیہ السلام کے بزرگوں نے کیا تھا۔ جسے اللہ نے اپنا عملدرآمد فرما کر احسان جتایا ہے۔ تیسری بات یہ فرمائی ہے کہ قریش کو بھوک پیاس اور معاشی دِقتوں سے نجات دے کر آسائش و فراوانیاں دی ہیں۔ اور اُن سے چاہا ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت و عبادت کریں۔ یعنی اللہ نے جن حضرات علیہم السلام کے ہاتھوں یہ تمام سلوک اور احسانات کرائے ہیں۔ اُن کی ہر حال میں اطاعت و مدح و ثنا کرتے زندگی گزاریں۔

(1) <u>حضرت ہاشم علیہ السلام کے قریش کہلانے والی قوم کے ساتھ سلوک و احسانات۔</u>

علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ:

''ہاشم نے اپنے (والد کے عائد کردہ) فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ حجاج کو نہایت سیر چشمی سے کھانا کھلاتے تھے۔ چرمی حوضوں میں پانی بھروا کر زمزم اور منیٰ کے پاس سبیل رکھتے تھے۔ تجارت کو نہایت ترقی دی۔ قیصر روم سے <u>خط و کتابت کر کے</u> فرمان لکھوایا کہ قریش جب اُس کے ملک میں اسبابِ تجارت لے کر جائیں تو اُن سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔ حبش کے بادشاہ نجاشی سے بھی اسی قسم کا فرمان حاصل کیا۔ چنانچہ اہل عرب جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام اور ایشیائے کوچک تک تجارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں انگوریہ (انقرہ) جو ایشیائے کوچک کا مشہور شہر ہے۔ قیصر روم کا پایہ تخت تھا۔ تجار قریش انگوریہ میں جاتے تو قیصر روم نہایت عزت و حرمت سے <u>خیر مقدم کرتا تھا</u>۔ عرب میں راستے محفوظ نہ تھے ہاشمؑ نے مختلف قبائل میں دورہ کر کے قبائل سے یہ ''معاہدہ کیا کہ قریش کے

Presented by Ziaraat.Com

کاروانِ تجارت کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔ جس کے صلے میں کاروانِ قریش اُن قبائل میں اُن کی ضرورت کی چیزیں خود لے کر جائے گا اور اُن سے خرید و فروخت کرے گا'' یہ سبب تھا کہ عرب میں باوجود عام لوٹ مار کے قریش کا قافلہ تجارت ہمیشہ محفوظ رہتا تھا''۔

(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 166-165)

(2) خاندان مرتضوی کے تمام بزرگ بادشاہان عالم کے بھی بزرگ اور قابل اطاعت حکمران تھے۔

خاندانِ مرتضوی کے قریش پر احسان وسلوک کے ساتھ ساتھ یہ بھی غور کرتے چلیں کہ خود علی مرتضیٰ علیہ السلام کا اور اُن کے آباءؑ واجدادؑ کا رتبہ و مقام اِس دنیا کے بادشاہوں اور شہنشاہوں میں کیا تھا؟ سوچنے کی بات ہے کہ صرف خط وکتابت سے بادشاہوں اور شہنشاہوں کا ٹیکس معاف کر دینا۔ خط لکھنے والے کا کیا مقام متعین کرتا ہے؟ اور اُن حضرات علیہم السلام کی اپنی کیا منزلت ہوگی جن کے خطوط کی وجہ سے شہنشاہ روم عرب کے تاجروں کا خیر مقدم کرنا اپنی بزرگیوں اور مقبولیت میں شمار کرلے؟ اور سوچیے کہ عرب کے اُن بدوؤں اور وحشیوں اور جنگلیوں کو خاندانِ مرتضوی نے اُس عزت واکرام میں شامل کرلیا تھا جو انہیں خود حاصل تھی۔ اور یہی فرمایا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے (خطبہ 33، جملہ 18) اور منقولہ شعر میں اسی عزت واکرام واحترام کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اِن چھپکلیوں اور حشرات الارض کے کھانے والوں کو شاہی دسترخوان تک پہنچا دیا تھا۔ اور یہ بھی دیکھنے اور یاد رکھنے کی بات ہے کہ ساری عرب وعجم کی رعایا عموماً اور عرب کی درندہ خصلت اقوام وقبائل خصوصاً، خاندانِ مرتضوی کا کس قدر پاس ولحاظ کرتے تھے کہ اُن کے فرمانے سے بلا کسی لالچ اور مفاد کے قریش کے کاروانوں کو گزند نہ پہنچاتے تھے؟ بقول قرآن قریش کے لئے ساری دنیا کو امن وعافیت کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ اُن سے خوف وخطرات کے ہر شائبہ کو دُور کر دیا تھا۔ رزق کی فراوانی اور عزت واکرام کا ہمہ گیر بندوبست علیؑ کے بزرگوںؑ نے کیا تھا اور قریش پر اللہ نے علی وخاندان علی علیہم السلام کی عبادت وحرمت واطاعت واجب کی تھی (4 تا 106/1) اور واضح کیا تھا کہ علیؑ اور اُن کے بزرگوںؑ اور اولاؑد کی کارکردگی کو اللہ اپنی کارکردگی کہتا ہے اور اُن کی اطاعت ونافرمانی وناراضی کو اپنی اطاعت ونافرمانی وناراضی قرار دیتا ہے۔ اور اُن کی اطاعت وفرمانبرداری پر قرآن سے اِصرار فرمایا ہے۔

(3) قریش کو بھوک اور فاقوں سے بچانے کے لئے حضرت عمرو کا لقب ہاشم رکھا گیا ہے۔

علامہ شبلی نے مسلسل لکھا ہے کہ:

''ایک دفعہ مکہ میں قحط پڑا ہاشم نے اس قحط میں شوربے میں روٹیاں چورا کر کے لوگوں کو کھلائیں۔ اس وقت سے اُن کا نام ہاشم مشہور ہوگیا۔ عربی زبان میں چورا کرنے کو ہشم کہتے ہیں۔ جس کا اسم فاعل ہاشم ہے (ایضاً صفحہ 166)

(4) قحط سالی میں دور دراز ملکوں سے غلہ لا کر بھوکوں کو پیٹ بھر کھانا اور دوسرے سامان فراہم کرنا۔

قارئین یہ نوٹ کریں کہ خانوادہ مرتضوی کے متعلق یہ حقائق اس لئے قبول کئے گئے اور تاریخوں میں لکھوائے گئے کہ ان سے قریشی پالیسیوں اور عملدرآمد کو خطرہ محسوس نہ ہوتا تھا۔ لیکن قریشی مورخ اِن حقائق میں کاٹ چھانٹ سے بہرحال باز نہیں آئے یعنی انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ مکہ، گردونواحِ مکہ اور سارے حجاز میں قحط سالی تھی اور ہاشم علیہ السلام نے پورے ایک سال تک اُن خبیثوں کو روٹی کپڑا اور ہر ضرورت سے مستغنی رکھا تھا۔ بہرحال علامہ طبری سے سنئے:

Presented by Ziaraat.Com

''ہاشم بن عبدمناف''

''ہاشم کا نام عمرو ہے۔ ہاشم اس لئے مشہور ہوا کہ مکہ میں سب سے پہلے انہوں نے روٹیوں کو شوربے میں توڑ کر اُن کو اپنی قوم کو کھلایا تھا۔ اسی کے متعلق مطرد بن کعب الخزاعی یا ابن کلبی کے قول کے مطابق ابن الزبعری نے یہ شعر کہا ہے۔

عمرو الذی حشم الثرید ھومۃ ورجال مکۃ مسنتون عجاف۔

ترجمہ: ''وہ عمرو جس نے اپنی قوم کو روٹی چور کر کھلائی۔ جب کہ مکہ والے سخت قحط میں مبتلا تھے''

اُن کی قوم قریش قحط وافلاس کی سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ یہ فلسطین گئے اور وہاں سے بہت سا آٹا لے کر مکہ آئے۔ اُس کی روٹیاں پکوائیں۔ اور بہت سے جانور ذبح کر کے اس کا قورمہ تیار کیا اور روٹیوں کو اس میں توڑ کر انہوں نے اپنی قوم کی دعوت کی۔ ہاشم پہلے شخص تھے جنہوں نے قریش کے لئے سال میں دو سفر جاڑے اور گرمی.......''

یہاں طبری کے مترجم نے مضمون کو اَدھورا چھوڑ کر دوسرا عنوان شروع کر دیا ہے۔ (طبری ترجمہ جلد اول صفحہ 35)

(5) حضرات قصیؑ وہاشمؑ سلیمان ندوی کے بیان میں۔

ندوی صاحب نے حقائق کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں فرضی باتیں بھی حقائق میں سمونے اور قریش کی تائید کرنے کی کوشش کی ہے۔ بہر حال اُن کے قلم سے چند خالص صحیح جملے لکھے جاتے ہیں سنئے:

''جب قصیؑ وہاشم پیدا ہوئے تو اُنہوں نے قریش کے کاروان تجارت کو منظّم کیا۔ اہل حبش یمن پر قابض ہو گئے تھے۔ شام بہت پہلے سے رومیوں کے ہاتھ میں تھا۔ ہاشم نے نجاشی اور قیصر سے فرمان حاصل کئے کہ قریش کو اُن ملکوں میں بے روک ٹوک آمدورفت کی اجازت رہے، سال کی دو فصلیں مقرر کیں، جاڑا اور گرمی، جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام بلکہ ایشیائے کوچک تک قریشی سوداگر جاتے تھے، یہ تعجب انگیز امر ہے کہ ملک عرب میں جو عام بدامنی اور لوٹ مار جاری تھی، اس کے باوجود قریش کا کاروانِ تجارت بے خطر آیا جایا کرتا تھا، حالانکہ اوپر گزر چکا ہے کہ بادشاہوں کا تجارتی مال بھی عام خطرے سے خالی نہیں رہتا تھا'' (ارض القرآن جلد 2 صفحہ 124-125)

(6) جس قوم کو بعد میں اور آج تک قریش کہا جاتا رہا ہے وہ مختلف قبائل کے بدو تھے۔ وہ قصیؑ سے پہلے کوئی قوم نہ تھی قصیؑ نے انہیں مستقل ہستی بنایا تہذیب سکھائی۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی انتہائی کوشش کی ہے کہ اُن کی کتابیں پڑھنے والے یہ محسوس کرنے لگیں کہ قریش واقعی ایک شخص کا لقب تھا اور یہ کہ وہ شخص حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ لیکن ایک حسّاس قاری یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قریش پرست یا قریشی مذہب کے علما حالات وواقعات بیان کرتے ہوئے، خواہ موقع ہو یا نہ ہو، لفظ قریش اپنی عبارتوں میں ٹھونستے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ لفظ قریش لکھنے سے پہلے انہیں چاہئے تھا کہ وہ یہ ثابت کر چکے ہوتے کہ قریش کیا ہے؟ کس شخص یا قوم کا نام ہے۔ اور کب سے اور کس نے یہ نام رکھا اور کیوں رکھا؟ حالانکہ یہ ثابت کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے جب کہ وہ خود لکھ چکے ہوں کہ:

1۔ ''قریش کی وجہ تسمیہ'' ابن الکلبی کہتا ہے کہ قریش کے معنی نسب کا دیوان ہیں۔ یہ نہ کوئی باپ ہے نہ ماں نہ مربی نہ مربیہ ہے''۔

(طبری ترجمہ جلد اول صفحہ 46)

Presented by Ziaraat.Com

2۔ ''قریش دنیا کی تاریخ میں کب ظاہر ہوئے؟اوراس خاص خاندان کی کب بناپڑی؟ تاریخوں میں اِس کا ذکر نہیں''۔
(ارض القرآن جلد2 صفحہ 101)

3۔ ''قصیؑ کا جو زمانہ ہم نے متعین کیا ہے۔وہ بالکل ٹھیک ہے۔یعنی پانچویں صدی عیسوی کا عہد اواسط۔یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ قصیؑ نے حدودِ شام میں تربیت پائی تھی،قریشی عرب اُس وقت تک بدوی تھے،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قصیؑ نے تہذیب زندگی،نظم حکومت اور تاسیس قومیت کے اصول شام ہی کے ملک سے سیکھے اور جوانی کے بعد حجاز آکر اسی اصول پر قریش کے منتشر اجزاء کو یکجا کیا''(ایضاً صفحہ 104)

4۔ ''قریش کے خاندان میں قصیؑ نام ایک دوسرا نامور پیدا ہوا جس نے قریش کی ایک مستقل ہستی پیدا کردی''(ایضاً صفحہ 103)

5۔ ''اصل یہ ہے کہ تمام تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ قریش کی سیاسی عظمت وجلال کا بانی قصیؑ تھا،قصیؑ سے پہلے قریش میں کسی قسم کا نظامِ قومی نہ تھا''(ارض القرآن جلد2 صفحہ 100)

یہ پانچ بیانات ہیں جن کے بعد قریش کا بحثیت قوم وقبیلہ تذکرہ کرنا محض دیدہ دلیری رہ جاتا ہے۔ساتھ ہی یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ عہد رسولؐ میں بابعدِ رسولؐ قریش کہلانے والے لوگ جو کچھ تھے وہ خانوادہ مرتضوؑی کی تخلیق اور رہین منت تھے اُن کا بال بال احسانات میں بندھا ہوا تھا۔اس سے پہلے پانچ عنوانات سے ثابت ہوگیا کہ قریش کو زمین سے اُٹھا کر آسمان شہرت وترقی تک پہنچانے والے حضرات علیہم السلام بھی حضرت علیؑ کے بزرگ تھے اور خطبہ نمبر 33 کا ہر لفظ تصدیق ہو چکا ہے۔

(ب) دوسری حقیقت علیؑ اور خانوادۂ مرتضوؑی کا نام نہاد قریش اور ساری کائنات پر حاکم ومطاع مطلق ومختار رہنا۔

اب ہم قرآن کریم سے یہ دکھاتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت علی علیہ السلام تک اللہ کی عطا کردہ عظیم مملکت اور حکمرانی مسلسل چلی آرہی تھی اور سابقہ عنوانات میں جناب قصی وہاشم وعبدالمطلب علیہم السلام وہ حکمران تھے جن تک یہ حکمرانی پہنچی تھی۔اور یہی وجہ تھی کہ تمام بادشاہان عالم اُن کے خطوط میں لکھے ہوئے احکام کی من وعن تعمیل کرتے تھے۔چنانچہ ساری دنیا اور تمام اقوام کے خلاف جو لوگ حضرت علیؑ اور اُن کے بزرگوںؑ کی حکومت اور حکمرانی پر حسد کرتے تھے وہ وہی قریش کہلانے والی قوم تھی اور دن رات جس طرح خانوادۂ مرتضوؑی میں مخلوط ہوجانے میں کوشاں رہتی چلی آئی تھی اسی طرح خاندان مرتضوؑی کی حکومت میں حصہ دار بننے میں (آل عمران 154 تا 3/152) یا حکومت پر قبضہ کرلینے میں کوشاں رہتے چلے آئے تھے۔اور نہ چاہتے تھے حضرت ابوطالب علیہ السلام کی حکومت حضرت علیؑ کو ملے قرآن کریم سے پوری تفصیل ملاحظہ کیجئے ارشاد ہے:

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا O فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا O (نساء 55-4/54)

''جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے عطیات دیئے ہیں کیا اُن پر یہ مخصوص لوگ حسد کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے؟ یہی کچھ نہیں بلکہ اللہ نے تو آل ابراہیمؑ کو ایک مکمل کتاب اور مکمل حکمت بھی عطا کی ہے اور ہم نے تو انہیں ایک عظیم ترین وعظیم الشان مملکت بھی دے رکھی ہے اور اُنہیں اُس پر حکمران بنا رکھا ہے۔چنانچہ حاسدوں میں سے بعض تو حسد کی بنا پر اُس حکمرانی کو روکنے میں مصروف ہیں اور بعض لوگ ایمان لاکر حسد پر کاربند ہیں۔اور راہیں روکنے والے بھی اور باقی حسد کرنے والے بھی ایمان لاکر اپنی کامیابی کی راہیں نکال رہے ہیں۔چنانچہ

Presented by Ziaraat.Com

تمام راہیں روکنے والوں اور حسد کرنے والوں اور حسد کے ساتھ ایمان لانے والوں کے لئے بھڑکتا ہوا جہنم کافی ہے'' (نساء 55-4/54)

اِن دونوں آیات میں محمد وآلِ محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کو جس طرح کتاب وحکمت دیا جا چکنا مانا گیا ہے۔ اُسی طرح آیت کے الفاظ کا تقاضا ہے کہ آلِ ابراہیم علیہم السلام کو تقریباً تین ہزار سال سے ملی ہوئی حکومت مانی جائے لفظ '' اٰتَیۡنٰھُمۡ '' کے معنی'' ہم اُن کو دے چکے ہیں'' یا'' ہم نے اُن کو دے دی ہے'' تمام شیعہ سنی علما نے ''مستقبل میں حکومت کا دیا جانا'' کئے ہیں جو قرآن کے الفاظ اور لب ولہجے کے خلاف ہے۔ لہٰذا تمام مسلمان علما کی ذمہ داری ہے کہ وہ اُس عظیم الشان مملکت کی نشاندہی کریں جو سورہ نساء کے نزول (3 یا 4ھ) کے وقت رسولؐ اللہ کو حاصل تھی۔ اور ساری دنیا جانتی ہے کہ 4 ہجری تک تو آنحضرتؐ کو سارے مدینہ پر بھی حکمرانی حاصل نہ تھی۔ اور علامہ مودودی تو دنیا کی تمام اقوام پر اقتدار کی بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(1) مودودی نے ساری دنیا پر اقتدار، عالمی راہنمائی اور قیادت اقوام عالم مانا ہے۔

''۸۶؎ ملک عظیم '' سے مراد دنیا کی امامت وراہنمائی اور اقوام عالم پر قائدانہ اقتدار ہے جو کتاب اللہ کا علم پانے اور اس علم وحکمت کے مطابق عمل کرنے سے لازماً حاصل ہوتا ہے''۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 361)

مسلمانوں کی قریشی تاریخ تو بتاتی ہے کہ ساری دنیا کی اقوام کی امامت وراہنمائی اور اُن پر قائدانہ اقتدار کسی بھی زمانہ میں نہ رسولؐ اللہ کو ملا نہ مسلمانوں کو یہ مقام حاصل ہوا ہے۔ (آج تک) اور یہ ہو نہیں سکتا کہ قرآن میں اللہ کا کوئی بیان غلط نکل جائے۔

(2) حضرت اسماعیلؑ اور حضرت نابتؑ کے ہاتھوں قائم ہونے والی عظیم الشان حکومت خلیفہ دوم کے زمانے تک موجود رہتی آئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ دوم عمر کے زمانہ تک، تقریباً تین ہزار سال سے اس زمین پر مسلسل حکومت کرتی چلی آرہی تھی۔ یہاں ارض القرآن سے اس بزرگ ترین نسلؑ کے چند آخری بادشاہوں کا ذکر کرنے کے بعد ہم اُن حضرات علیہم السلام کی خداداد حکومت پر متوجہ کریں گے۔

اول۔ حضورؐ کی پیدائش سے ستر (70) سال پہلے کا بادشاہ جبلہ تھا۔ جو حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد سے ایک بہادر شخص تھا۔

<u>سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ:</u>

''آلِ غسان کی تاریخ تمام تر ایران وروم کی تاریخ کا خلاصہ ہے، اور اس تعلق سے غسان ہمیشہ حیرہ کے بادشاہوں سے لڑتے رہتے تھے، ایرانیوں کے مقابلہ میں رومیوں کو اگر کبھی کامیابی ہوئی تو وہ ہمیشہ غسانیوں کی امداد کا نتیجہ تھا۔ اور خود رومی بھی شکر گزاری کے ساتھ اس نتیجہ کا احساس کرتے تھے، رومیوں کی تاریخ میں سب سے پہلے جبلہ کا نام آتا ہے۔ 497ء کی ملکی بغاوت میں اُس نے رومیوں کی بڑی مدد کی تھی، جبلہ کے بعد حارث بن جبلہ رومیوں کی نظر میں عرب کا سب سے بڑا ہیرو ہے، یہ نہایت مہیب، شجاع اور پُر دل بادشاہ 528ء میں حیرہ کی اور 531ء میں رومیوں کے ساتھ ایرانیوں کی لڑائی میں اُس نے نہایت ناموری حاصل کی 563ء میں قیصر روم کی ملاقات کے لئے قسطنطنیہ گیا، اِسی کی وساطت سے کندہ کا شہزادہ اور عربی کا مشہور شاعر امراء القیس قیصر تک پہنچا تھا، حارث نے 569ء میں وفات پائی، (یعنی دو سال بعد 571ء میں حضورؐ پیدا ہوئے تھے۔ احسنؔ) حارث کے بعد منذر تخت نشین ہوا، بہادری اور رومیوں کی اعانت میں یہ بھی اپنے پیشرووں سے کم ثابت نہ ہوا، 580ء میں قسطنطنیہ گیا، رومیوں نے اس کے سر پر تاج رکھا، حارث کے بعد اور بھی ایک دو

Presented by Ziaraat.Com

بادشاہ رومیوں کی تاریخ میں مذکور ہیں۔لیکن اُنہوں نے کوئی بڑی ناموری حاصل نہیں کی.... قرآن مجید کی یہ پیشنگوئی، جو سورہ روم میں ہے، اسی موقع کے متعلق ہے، رومی اپنی شہنشاہی کا تمام مشرقی حصہ کھو چکے تھے، آرمینیہ، شام، مصر، ایشیائے کوچک، ہر جگہ صلیبی علم کے بجائے درفش کاویانی لہرا رہا تھا، ایرانی قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے پڑے تھے، ہرقل (ہرکلیوس) قیصر روم، قسطنطنیہ سے فرار کا سامان کر چکا تھا۔کہ مکہ کا پیغمبر نبوۃ کی پُر جلال آواز میں مترنم ہوا:

آلمٓO غُلِبَتِ الرُّوْمُ O فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ O فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ O بِنَصْرِ اللّٰهِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ O وَعْدَ اللّٰهِ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ O یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ O۔(سورہ روم 7-30/1)

ہمارا ترجمہ۔اس لئے کہ نہ سلیمان نے تمام متعلقہ آیات لکھیں اور نہ ترجمہ میں اثر انگیزی باقی رہنے دی۔

''آ۔ل۔م م (آل محمدؐ)۔ملک رُوم کی حکومت مغلوب ہوگئی ہے۔وہ عرب سے قریبی سرزمین تک مغلوب ہوئی ہے۔لیکن اس ہزیمت کے بعد دشمن پر غالب آجائے گی۔اس غلبہ میں اُسے صرف چند سال لگیں گے اور حکمرانی تو اس سے پہلے بھی اللہ ہی کی رہی ہے اور اس کے بعد بھی حکم اُسی کا چلتا رہے گا۔مگر حکومتِ روم کی فتح کے روز مومنین جشنِ مسرت منائیں گے اور اللہ کی نصرت پر خوشیاں منائی جائیں گی اللہ جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہی ہر حال میں غالب رہنے والا رحیم ہے۔اللہ روم کی فتح کا وعدہ کر چکا ہے اور وہ کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔مگر لوگوں کی کثرت روم کی فتح جیسی غائبانہ صورت حال کا علم نہیں رکھتی۔وہ تو دنیا کی زندگی کے بھی صرف ظاہری پہلوؤں کا علم رکھتے ہیں۔اور وہ آخرۃ کے متعلق صرف غفلت میں مبتلا ہیں، اور انجام پر مطلع نہیں ہیں''(سلیمان مسلسل لکھتے ہیں کہ)

دفعۃً ہوا کا رُخ بدل گیا، 616ء تک رومیوں نے ایک ایک کر کے اپنا ملک واپس لے لیا، غسانیوں نے سنبھالا لیا، حارث بن ابی شمر ایک پرزُور شخص غسانیوں میں بادشاہ ہوا، لیکن اب خود اسلام کا نیر تاباں شعاع افگن تھا، 7ھ (629ء) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ عالم کے نام اسلام کی دعوت بھیجی، وحیہ کلبیؓ ہرقل کے اور شجاعؓ بن وہب اسدی جبلہ غسانی کے دربار میں پہنچے، لیکن بدبختوں نے نہ صرف یہ سعادت قبول نہ کی بلکہ بعض دعاۃ اسلام کو تکلیف دی یا قتل کر ڈالا، اور گزشتہ فتوحات سے بدمست ہو کر اب خود مدینہ پر حملہ کی تیاری کرنے لگے''(ارض القرآن جلد 2 صفحہ 82-83)

اگلے صفحے پر باقی بکواس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ:

''14ھ (636ء) میں جو فاروق اعظم کا دورِ خلافت تھا، مسلمانوں نے شام پر مسلسل حملے شروع کئے غسانی شہزادہ جبلہ بن ایہم مطیعانہ اسلام لایا اور نہایت تزک واحتشام کے ساتھ مدینہ آیا، حضرت عمر نے اُس کی بڑی عزت کی، اتفاق سے حج کا موسم پیش آیا، طواف میں اُس کی چادر کا گوشہ ایک بدوی عرب کے پاؤں کے نیچے دب گیا، تو مسلم شہزادے نے غصہ سے اس کو ایک طمانچہ مارا، بدوی نے حضرت عمر سے فریاد کی، حضرت عمر نے فرمایا تم کو اس کا قصاص دینا ہوگا، شہزادے نے کہا کہ کیا ایک عامی شخص کے مقابلہ میں بادشاہ کی کوئی عزت نہیں ہے؟ عمر نے کہا ہاں اس بارگاہ میں شاہ وگدا کی کوئی تمیز نہیں ہے، جبلہ نے ایک شب کی مہلت طلب کی، رات کو چھپ کر شام چل دیا اور وہاں سے عیسائی بن کر قسطنطنیہ چلا گیا، لیکن اب وہ نادم تھا، اور جب تک جیتا رہا ندامت کے آنسو بہاتا رہا''(ایضاً صفحہ 84)

Presented by Ziaraat.Com

(3) شہنشاہانِ مملکت عظیمہ کے متعلق چند وضاحتیں اور قریشی سازش کے ماتحت سلیمان ندوی کی معاندانہ تحریروں کی نقاب کشائی۔

قریشی سازش اور مکاریوں کو جہاں جہاں موقع ملا وہاں اُنہوں نے اور اُن کے ہم مذہب یا تنخواہ دار علمانے حقائق کو تبدیل کرنے میں کبھی کمی نہیں کی ہے۔اور واقعات وحالات سے جاہل رکھی ہوئی اپنی رعایا یا ہم مسلک عوام کے سامنے حقائق کو اُلٹ کر رکھنے میں پورے تدبر وتدریج وحکمت عملی سے کام لیا ہے۔اس طویل بیان میں یہ تدبر وتدریج اور مکاری ہر اس شخص پر ظاہر ہے جو اُس حکمت عملی پر مطلع ہے جو قریش نے اختیار کررکھی تھی۔ یہ بیان کسی بیان کی نقل نہیں ہے۔ بلکہ خود سید صاحب نے اُسے مرتب کیا اور لکھا ہے۔ یہ بیان مانتا ہے کہ اس میں شہنشاہ روم کی بات ہورہی ہے۔مگر لکھا اس انداز سے گیا ہے کہ جہاں لفظ بادشاہ یا شہنشاہ زیادہ اثر انداز ہو وہاں نہ لکھا جائے اور جہاں کم سے کم اثر ہو وہاں بطور حقیقت قبول کر کے لکھ دیا جائے۔مثلاً لکھا ہے کہ:

1۔ ’’غسان ہمیشہ حیرہ کے بادشاہوں سے لڑتے رہے‘‘ ہونا یہ چاہئے تھا کہ:

’’بادشاہِ غسان ہمیشہ حیرہ کے بادشاہوں سے لڑتے رہے‘‘

یہاں قارئین یہ نوٹ کریں کہ بادشاہانِ غسان حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں (ارض القرآن) اور وہ اپنے چچازاد بھائیوں کی یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد کی حکومتوں کے طرفدار اور مشرک حکومتوں سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔یعنی ایرانی حکومتیں اور اُن کی طرف دار عرب کی مشرک حکومتیں دینِ خداوندی کی پہلے سے دشمن چلی آرہی تھیں۔اور یہ بھی سمجھ لیں کہ ندوی نے جبلہ بادشاہ کا عیسائی ہونا لکھا ہے۔اگر وہ پہلے سے عیسائی ہوتا تو عیسائی ہوجانے کی ضرورت ہی نہ تھی اُسے مرتد لکھا جانا چاہئے تھا۔یاد رہے قریشی حکومتوں نے کوشش کر کے حضرت نابتؑ کے خاندان کو بدنام کیا ہے۔وہ سب عمر کے زمانہ تک دینِ ابراہیمیؑ پر عامل تھے۔رومیوں کی طرفداری کی وجہ سے اُن پر عیسائی ہونے کی تہمت لگائی گئی ہے۔پھر ندوی کے طرز تحریر کو دیکھئے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رومیوں کو ایرانیوں یعنی مشرکوں کے مقابلہ میں جو بھی کامیابی ہوتی تھی وہ۔

2۔’’ہمیشہ غسانیوں کی امداد کا نتیجہ تھی۔‘‘ یہ نہ لکھا کہ: ’’وہ ہمیشہ بادشاہانِ غسان کی امداد کا نتیجہ ہوتی تھی‘‘ اور

3۔’’رومیوں کی تاریخ میں سب سے پہلے جبلہ کا نام آتا ہے۔‘‘ لکھنا یہ چاہئے تھا کہ:

’’رومیوں کی تاریخ میں سب سے پہلے جبلہ بادشاہ کا نام آتا ہے‘‘

قارئین ندوی ہی کا نہیں بلکہ کسی بھی قریشی عالم کا بیان پڑھیں اب آپ کو اُن ملاعین کے الفاظ سے عداوت وکینہ ٹپکتا نظر آئے گا۔یہ نمونہ ہے اپنے مخالف کے متعلق اثر انگیزی اور حقیقت پوشی کا۔یہ خبیث لکھتا ہے کہ:

4۔’’رومیوں نے اس کے سر پر تاج رکھا‘‘ حالانکہ بات یہ تھی کہ:

’’منذر بادشاہِ غسان کو رومی شہنشاہ قیصر روم نے بلایا اور باقاعدہ اُسے بادشاہ تسلیم کر کے اس کی تاج پوشی کی تھی‘‘

قارئین نوٹ کریں کہ شہنشاہِ روم حضرت نابتؑ کی اولاد میں ہونے والے ہر بادشاہ کی اپنے دربار میں تاج پوشی کر کے اُن کی حکومت کو تسلیم کرتا تھا۔اور یہی سبب ہے حضرت ہاشمؑ اور اُن کے خاندان کے اماموںؑ کے سادہ سے خط کی اُسی طرح تعمیل واطاعت کی جاتی تھی جس طرح شہنشاہ اعظم کے احکام وفرمانات کی تعمیل کی جاتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

(4) شہنشاہانِ دین ودنیا یعنی بزرگوارانِ محمدؐ وعلیؑ سے باقاعدہ تعارف اور وہ حقائق جو قریش نے بکھیر کے بےاثر کر دیئے ہیں۔

قارئین نے قرآن کریم سے آلِ ابراہیم علیہم السلام کو ایک عظیم الشان سلطنت ومملکت وحکمرانی کا دیا جا چکنا دیکھا (نساء55-4/54) اور یہ بھی دیکھا کہ خلیفہ دوم کے عہد تک حکومت نسل ابراہیمؑ واسماعیلؑ ونابت علیہم السلام میں چلی آرہی تھی اور اُن کے ساتھ ہی ساتھ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد کی قائم کردہ حکومت رومۃ الکبریٰ کی صورت میں موجود تھی جسے ایک ایک شہنشاہ یعنی بادشاہوں کا بادشاہ اور اُس وقت شہنشاہ قیصر روم چلاتا تھا۔یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی دونوں شاخوں میں حکومت وحکمرانی جاری تھی۔اور اُن دونوں کا اتفاق واتحاد قریشی تاریخ سے بھی ثابت ہے۔اور خود قرآن کریم نے اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کردی کہ: (سورہ روم)

اول۔نسل اسماعیلؑ یعنی نابتی خاندان میں اور نسل اسحاقؑ کے خاندان میں حد بھر ہم آہنگی ومحبت تھی دونوں اللہ وقرآن کے معیار پر مومنین تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے رنج ومسرت میں برابر کے شریک تھے۔

دوم۔محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن میں سلطنت رُوم کے غلبہ کی پیشن گوئی فرما کر اُدھر اپنی نبوت کا منہ بولتا ثبوت فراہم کردیا اِدھر قرآن کی ایک سورت کا نام سورہ روم رکھ کر دونوں خاندانوں کی نبوتوں اور حکومتوں اور حق پرستی کا ریکارڈ قائم کردیا۔اور برسوں پہلے یہ بتادیا کہ اُن پر ایمان لانے والی نئی امت بنی اسرائیل کے ساتھ محبت واحسان کا سلوک کرے گی اور اُن کی مسرت وترقی میں کوشاں ہوگی اُن کے دشمنوں سے برسر اصلاح رہ کر دشمنی کو دوستی میں تبدیل کرے گی۔لیکن قریشی مسلمانوں کو اور اُن کی نسل اور اُن کے ہم وطنوں کو یہ بات پسند نہ آئی وہ ہمیشہ جس طرح رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے دشمن رہے اُسی طرح یہود ونصاریٰ اور اُن کی حکومتوں کے بھی دشمن رہے اور آج تک دونوں کے دشمن رہتے چلے آئے ہیں۔اور دشمنی کے جائز ہونے کا دن رات اس طرح پروپیگنڈا کیا ہے کہ خود اولادِ رسولؐ کی کثرت اور علمائے شیعہ بھی یہود ونصاریٰ کو اپنا دشمن سمجھتے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ ایک باپ ابراہیمؑ کے دو بیٹوں کی چچازاد اولاد ہیں۔جن میں فطری اور مذہبی طور پر محبت رہنا لازم تھی اور لازم ہے۔لیکن ہم میں اور اُن میں مسلسل محبت ودوستی وتعاون کا رہتے چلا آنا تاریخی حقیقت ہے اور ہم آج اُن سے زیادہ نہ کسی کو اپنا دوست وہمدرد ومددگار سمجھتے ہیں نہ کوئی اور حقیقی دوست وہمدرد ومددگار رہے۔

(5) قرآن سے پہلے توریت میں اُس عظیم ترین اور مستقل حکومت (ملکاً عظیمًا) کی بار بار اور طرح طرح سے پیشنگوئی اور وعدہ کیا گیا تھا۔

اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی اولادؑ میں ہمیشہ امامت وحکومت قائم رہنے کا وعدہ فرمایا تھا:

اول۔عہد عمومی۔

هَـا اَنَـا اَجْـعَـلُ عَـهْـدِیْ مَـعَـکَ وَتَـکُـوْنُ اَبَاجُمْهُوْرِ اُمَمٍ. وَلَایَکُوْنُ اسْمُکَ اَبْرَامَ بَعْدُ بَلْ یَکُوْنُ اسْمُکَ اِبْرَاهِیْمَ لِاَنِّیْ جَـعَـلْـتُـکَ اَبَـاجُـمْـهُـوْرِ اُمَـمٍ وَسَاُنْمِیْکَ جِدًّا جِدًّا وَاَجْعَلُکَ اُمَمًا وَّمُلُوْکًا مِنْکَ یَخْرُجُوْنَ وَاُقِیْمُ عَهْدِیْ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ وَبَیْـنَ نَسْلِکَ مِنْ بَعْدِکَ مَدَیٰ اَجْیَالِهِمْ عَهْدَ الدَّهْرِ لَاَکُوْنُ لَکَ اِلٰهًا وَنَسْلِکَ مِنْ بَعْدِکَ. (سفر تکوین 7 تا 4/17) کتاب المقدس۔بیروت۔

"یہ دیکھو کہ میرا عہد تیرے ساتھ رہے گا اور تو بہت سی اُمتوں کا باپ ہوگا۔اور آئندہ تیرا نام ابرام نہیں بلکہ ابراہیمؑ ہوگا۔یہ اس لئے کہ میں نے تجھے بہت سی اُمتوں کا باپ مقرر کردیا ہے۔اور میں تجھے بہت پھلنے پھولنے اور برومند ہونے کا موقع دوں گا۔اور قومیں تیری نسل سے

Presented by Ziaraat.Com

ہوں گی اور تیری اولاد خاص سے بادشاہ ہوں گے۔اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان اپنا ابدی عہد برقرار رکھوں گا۔تا کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا عملاً خدار ہتا چلا جاؤں‘‘

یہ ہے وہ عمومی عہد جس کی رُو سے نسلِ ابراہیمؑ میں اُمتوں اور بادشاہوں کا سلسلہ جاری رہنا لازم رہا ہے اور جو آج تک ثابت اور قیامت تک برقرار ہے۔

دوم۔حضرت سارہ کی اولاد میں حکومتیں۔

وَقَالَ اللّٰہُ لِاِ بْرٰھِیْمَ سَارَایَ امْرَاَتَکَ لَا تُسَمِّھَا سَارَایَ بَلْ سَمِّھَا سَارَۃَ. وَاَنَا اُبَارِکُھَا وَاُعْطِیْکَ مِنْھَا ابْنًاوَ اُبَارِکُھَا وَتَکُوْنُ اُمَمًا مُلُوْکُ شُعُوْبٍ مِنْھَا یَکُوْنُوْنَ۔(ایضاً16-17/15 تکوین)

’’اوراللہ نے ابراہیمؑ سے کہا کہ سارائی جو تیری بیوی ہے اب تم اُسے سارہ کہا کرو سارائی نہ کہا کرنا اور میں اسے برکتیں دینے والا ہوں اور اس سے بھی تجھے ایک فرزند عطا کروں گا۔اور اس سلسلے میں بھی برکت دوں گا اور اُس کی اولاد میں بھی اُمتیں ہوں گی اور بادشاہوں کے گروہ اُس سے ہوں گے‘‘۔

یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہر نبیؑ اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اسی اصول پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن تمام امتوں کا باپ فرمایا گیا ہے۔جو اُن کی اولادؑ کے انبیاؑ و آئمہ علیہم السلام کی امتیں قیامت تک ہونا ہیں۔اُن امتوں کو نسلِ ابراہیمؑ یا اولادؑ و آلِ ابراہیمؑ نہ سمجھنا چاہئے۔اس بات کو اللہ نے اگلی فصل میں واضح کر دیا ہے۔

فَقَالَ الرَّبُّ أَ اَکْتُمُ عَنْ اِبْرٰھِیْمَ مَااَنَاصَانِعُہُ وَاِبْرٰھِیْمُ سَیَکُوْنُ اُمَّۃً کَبِیْرَۃً مُّقْتَدِرَۃً یَتَبَارَکُ بِہٖ جَمِیْعُ اُمَمِ الْاَرْضِ. وَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّہٗ سَیُوْصِیْ بَنِیْہِ وَاَھْلَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ بِاَنْ یَّحْفَظُوْا طَرِیْقَ الرَّبِّ لِیَعْمَلُوْا بِالْبِرِّ وَالْعَدْلِ حَتّٰی یُنْجِزَ الرَّبُّ لِاِبْرٰھِیْمَ مَاوَعَدَہٗ بِہٖ۔(ایضاً19 تا17/18)

’’اللہ نے کہا کہ کیا میں وہ سب کچھ ابراہیمؑ سے چھپالوں جو میں اُس کے ساتھ کرنے والا ہوں۔اور ابراہیمؑ تو خود ایک بہت بڑی اور صاحبِ اقتدار اُمت بننے والا ہے۔جس سے دنیا کی تمام امتوں کو برکت ملنا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ ابراہیمؑ اپنی اولادؑ کو اور اپنے تمام اہلؑ کو اپنے بعد کے لئے عنقریب یہ وصیت کرے گا کہ پروردگار کے طریقوں کی حفاظت کرتے رہنا۔اور نیکیوں اور عدل وانصاف پر کاربندرہنا تا کہ اللہ اُن تمام وعدوں کو پورا کرے جو اُس نے ابراہیمؑ سے کئے ہوئے ہیں‘‘

سوم۔حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حکومت کا تیسرا سلسلہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسماعیلؑ اور حضرت یعقوبؑ کی اولاد دنیا میں مشہور ہے اور اُن دونوں خاندانوں کی حکومتوں کا حال بھی لوگوں کو معلوم ہے لیکن حکومتوں کا ایک تیسرا سلسلہ اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔اور جو شروع ہوا تھا حضرت اسحاقؑ کے دوسرے بیٹے جن کا نام عیسو یا اُدُوم تھا۔جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آگئے تھے۔اور حضرت اسماعیل نے اپنی بیٹی جناب محلّہؑ سے اُن کی شادی کر دی تھی اور وہ اور اُن کی اولاد ہمیشہ حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کے ساتھ ساتھ رہے۔مکہ اور مدینہ میں جو حقیقی عیسائی یا یہودی تھے وہ حضرت عیسو علیہ السلام ہی کی اولاد تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عیسوٰبن اسحاقؑ کے متعلق توریت کے بیانات۔

رَایٰ عِیسُوْاَنَّ بَنَاتِ کَنْعَانَ شَرِیْرَاتٌ فِیْ عَیْنَیْ اِسْحَاقَ اَبِیْهِ فَمَضٰی عِیْسُوْ اِلٰی اِسْمَاعِیْلَ فَتَزَوَّجَ مَحْلَةَ بِنْتَ اِسْمَاعِیْلَ بْنَ اِبْرٰهِیْمَ اُخْتَ نَبَایُوْتَ لِتَکُوْنُ لَهٗ زَوْجَةً مَعْ نِسَائِهٖ۔(ایضاً9-8/18 تکوین)

''جب عیسوٰنے بچشم خود دیکھ اور سمجھ لیا کہ کنعان کی عورتیں شریر و شر پسند ہیں اور حضرت اسحاقؑ کا کہنا بھی یہی تھا تو عیسوٰ کنعان سے اسماعیلؑ کے پاس چلے گئے جہاں اُنہوں نے اسماعیلؑ کی بیٹی اور نابتؑ کی بہن محلہؑ سے شادی کرلی تاکہ وہ بھی اُن کی دوسری ازواج کے ساتھ رہے''۔

حضرت عیسوٰ کا مع اپنی اولاد و ازواج و مال و اسباب اور مویشیوں کے مستقلاً حضرت اسماعیلؑ کے پاس آبسنا۔

وَاَخَذَ عِیْسُوْ نِسَآءَ وَبَنِیْهِ وَبَنَاتِهٖ وَکُلَّ نَفْسٍ فِیْ بَیْتِهٖ وَمَاشِیَتَهٗ وَکُلَّ بَهَائِمِهٖ وَسَائِرَمُقْتَنَاهُ الَّذِیْ اقْتَنٰی فِیْ اَرْضِ کَنْعَانَ وَانْتَقَلَ اِلٰی اَرْضِ اُخْرٰی مِنْ وَجْهِ یَعْقُوْبَ اَخِیْهِ وَاَقَامَ عِیْسُوْ بِجَبَلِ سَعِیْرَ وَعِیْسُوْ هُوَ اَدُوْمُ۔(تکوین8 تا6/36)

''عیسوٰ اپنی بیویوں، بیٹوں اور بیٹیوں اور نوکروں کو مع اپنے مویشیوں اور مال و سامان کو لے کر کوہ شعیر کے علاقہ میں آ گیا۔اور ہر وہ چیز ساتھ لے آیا جو اُس نے کنعان میں فراہم کی تھی اس طرح اپنے بھائی یعقوب سے جدا ہو کر مستقلاً اپنے چچا اسماعیلؑ کے علاقہ میں آباد ہو گیا حضرت عیسوٰ ہی کو اَدوم کہا گیا ہے۔

حضرت عیسوٰ کے بیٹے اور پوتے جنہوں نے حضرت نابتؑ اور اُن کی اولادؑ کے ماتحت حکومتیں قائم رکھی تھیں۔

بہت ممکن ہے کہ ہمارے قارئین کرام کو توریت کے یہ بیانات دلچسپ معلوم نہ ہو رہے ہوں۔لیکن انہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ قریشی علما نے مسلمانوں کو سابقہ کتبہائے خداوندی سے دُور رکھ کر مسلمانوں کو ہزاروں بنیادی حقائق سے بے بہرہ اور جاہل رکھا ہے اور اس طرح اُمتِ مسلمہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی تفصیل سے بھی محروم رکھا ہے تاکہ خانوادۂ محمدؐ و علیؑ کی تین ہزار سالہ تاریخی عظمت کو مسلمانوں کی نظر سے غائب کیا جاسکے۔لیکن ہمارا فریضہ ہے کہ دنیا کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عظیم الشان خاندان کو معتبر ترین سند یعنی توریت سے پیش کریں اس لئے کہ اسی خاندان کی عظمت وعزت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی عظمت وعزت منحصر ہے۔اس کے بعد ہم تاریخ ارض القرآن سے اِس کی تصدیقات سامنے لائیں گے چنانچہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد کی دوسری شاخ حضرت عیسوٰ یا اُدُوم کو ملاحظہ کریں۔اور نوٹ کریں کہ حضرت عیسوٰ کی تین بیویاںؑ تھیں ایک کا نام عادۂ تھا جو اَیلون الحثی کی بیٹی تھیں۔دوسری کا نام اَھلیبامہ تھا جو حُوی صبعون کی نواسی تھیں اور تیسری زوجہ جناب نبایوتؑ کی بہن اور حضرت اسماعیلؑ کی بیٹی تھیں جن کا نام محلہؑ اور لقب بسمہؑ تھا۔اِن تینوں خواتین سے حضرت عیسوٰ کے یہاں اولادیں ہوئیں اور اُنہوں نے اَدومی کو یعنی حضرت عیسوٰ کی قائم کردہ حکومت کو برابر قائم اور ترقی پذیر رکھا تھا۔اُن کے نام دیکھئے:

هٰذِهٖ اَسْمَآءُ بَنِیْ عِیْسُوْ اَلِیْفَازُ ابْنُ عَادَةَ امْرَاَةِ عِیْسُوْ وَرَعُوْئِیْلُ ابْنُ بَسْمَةَ (مَحْلَةَ)امْرَاَتِهٖ.وَبَنُوْ اَلِیْفَاز تِیْمَانُ وَاَوْمَارُ وَصَفُوْوَجَعْتَامُ وَ قَنَازُ ۔ وَکَانَتْ تِمْنَاعُ سُرِیَّةً لِاَلِیْفَازَ بن عِیْسُوْ فَوَلَدَتْ لِاَلِیْفَازَ عَمَالِیْقَ ۔هٰؤُلَآءِ بَنُوْ عَادَةَ امْرَاَةِ عِیْسُوْ۔ وَهٰؤُلَآءِ بَنُوْرَعُوْئِیْلَ۔ نَحَتُ وَزَارَحُ وَ شَمَّةُ وَمِزَّةُ هٰؤُلَاءِ بَنُوْ بَسْمَةَ(مَحْلَةَ)امْرَاَةِ عِیْسُوْ ۔ وَهٰؤُلَاءِ بَنُوْ اَهْلِیْبَامَةَ بِنْتِ عَانَةَ بِنْتِ صِبْعُوْنَ امْرَاَةِ عِیْسُوْ۔ وَلَدَتْ لِعِیْسُوْ یَعُوْشَ وَیَعْلَامَ وَقُوْرَحَ۔(تکوین14 تا10/36)

Presented by Ziaraat.Com

''عیسوؑ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ الیفز جو عیسوؑ کی زوجہ عدہ کا بیٹا تھا۔ اور رعوئیل جو بسمہ یعنی محلّہ کا بیٹا تھا۔ پھر الیفز کے بیٹے تیمان اور اومر اور صفور اور جعتام اور قنز تھے اور مسماۃ تمناع عیسو کے بیٹے کی حرم تھیں اس سے عمالیق پیدا ہوا تھا۔ رعوئیل کے بیٹے یہ تھے۔ نحت، زارح، سمہ۔ اور مزّہ۔ اور اہلیبامہ سے جو عانہ کی بیٹی اور صبعون کی نواسی اور عیسو کی بیوی تھیں، یعوش اور یعلام اور قورح''

اس کے بعد توریت نے دوبارہ ان ہی حضرات کے نام لکھتے ہوئے ہر ایک کے ساتھ لفظ '' الـزعیم ' ' یعنی دعویدار ان حکومت لکھا ہے اور تمام تفصیلات کے بعد کہا ہے کہ:

وَھٰؤُلآءِ الْمُلُوْکُ الَّذِیْنَ مَلَکُوْا فِیْ اَرْضِ اَدُوْمَ قَبْلَ اَنْ یَّمْلِکَ مَلِکٌ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیل. وَمَلَکَ فِیْ اَدُوْمَ بَالَعُ ابْنُ بَعُوْرَ وَ اسْمُ مَدِیْنَتِہٖ دَنْھَابَۃُ ۔ وَمَاتَ بَالَعُ فَمَلَکَ بَعْدَہٗ یُوْبَابُ بن زَارِح مِنْ بُصْرَۃَ وَمَاتَ یُوْبَاب فَمَلَکَ بَعْدَہ حُوْشَامُ مِنْ اَرْضِ التِّیمَانِیِّیْنَ ۔ وَمَاتَ حُوْشَامُ فَمَلَکَ بَعْدَہٗ ھَدَدُبْنُ بَدَدَالَّذِی کَسَرَ مِدْیَنَ فِیْ بَلَادِ مُوْآب وَاسْمُ مَدِیْنَتِہٖ عَوِیْتُ ۔ وَمَاتَ ھَدَدُ فَمَلَکَ بَعْدَہٗ سَمِلَۃُ مِنْ مَسْرِیْقَۃَ. وَمَاتَ سَمْلَۃُ فَمَلَکَ بَعْدَہٗ شَاوُلُ مِنْ رَحْبَۃِ النَّھْرِ. وَمَاتَ شَاوُلُ فَمَلَکَ بَعْدَہ بَعْلَ حَانَانُ بن عَکْبُوْرَ ۔ وَمَاتُ بَعْلَ حَانَانُ بن عَکْبُوْر فَمَلَکَ بعدہ ھَدَرُوَاسْمُ مَدِیْنَتِہٖ فَاعُوْ۔ وَاسْمُ امْرَاَتِہٖ مَھِیْطَبْئِیل بنتِ مَطْرِدَ بِنْتِ مِیْزَھَبَ. وَھٰذِہٖ اسْمَآءِ زُعْمَاعِیْسُوبِقَبَائِلِھِمْ وَمَوَاضِعِھِمْ بِاَسْمَائِھِمْ الزَّعِیْمُ تِمْنَاعُ وَالزَّعِیْمُ عَلْوَۃُ وَالزَّعِیْمُ یَتِیْتُ ۔ وَالزَّعِیْمُ اَھْلِیْبَامَۃُ وَالزَّعِیْم اِیْلَۃُ وَالزَّعِیْمُ فِیْنُوْنَ ۔ وَالزَّعِیْمُ قَنَازُ وَالزَّعِیْمُ تِیْمَانُ وَالزَّعِیْمُ مِبْصَارُ وَالزَّعِیْمُ مَجْدِیْئِیْلَ وَالزَّعِیْمُ عِیْرَامُ ۔ ھٰؤُلآءِ زُعْمَاءِ اَدُوْمَ فِیْ مَسَاکِنِھِمْ فِیْ اَرْضِ مِلْکِھِمْ وَھٰذَا ھُوَ عِیْسُو اَبُوْالْاَدُوْمِیِّیْنَ ۔(ایضاً 43 تا 31/36 تکوین)

''عیسوؑ کے خاندان سے یہی وہ بادشاہ ہیں کہ جن سے پہلے بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص بادشاہ نہ ہوا تھا۔ بالع بن باعور اَدوم میں بادشاہ تھا۔ اور اُس کے پایہ تخت کا نام دنہابہ تھا۔ جب بالع مرگیا تو اس کے بعد یوباب بن زارح بادشاہ ہوا جو بُصرہ ہی سے تھا۔ پھر یوباب بن زارح مرا تو اس کے بعد حوشام بادشاہ ہوا جو تیمانیوں ہی میں سے تھا۔ حوشام کے انتقال کے بعد ہدد بن بدد بادشاہ ہوا۔ جس نے مواب کے میدان میں مدیانیوں کو شکست دی تھی۔ اور اس کے پایہ تخت کا نام عویت تھا۔ ہدد کے مرنے پر سملہ بادشاہ ہوا جو سریقہ سے تھا۔ سملہ کے انتقال پر شاؤل بادشاہ ہوا تھا جو رحبہ کا رہنے والا تھا۔ شاؤل کے بعد بعل حنان اس کی جگہ بادشاہ ہوا۔ بعل حنان بن عکبور کے بعد حدر اس کا باپ جانشین بادشاہ ہوا اس کی بیوی کا نام مہیطب ایل اور اُس کے پایہ تخت کا نام فاعو تھا۔ مہیطب مطرد کی بیٹی اور میضاہاب کی نواسی تھی۔ چنانچہ عیسوؑ کے حکمرانوں کے نام اُن کے خاندانوں اور مقامات کے ناموں کے ساتھ یوں ہیں۔ رئیس تمناع، رئیس علوہ، رئیس یتیت، رئیس اہلیبامہ۔ رئیس ایلہ، رئیس فینون، رئیس قنز، رئیس تیمان، رئیس مبصار، رئیس مجدایل، رئیس عرام، اُدوم کے رئیس یہی ہیں۔ جن کے نام اُن کے مقبوضہ ملک میں اُن کے مسکن کے مطابق دیئے گئے ہیں۔ یہ حال اُدومیوں کے باپ عیسوؑ کا ہے''

چہارم حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حکومت کا چوتھا سلسلہ۔

یہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جن خاندانوں اور افراد کا تذکرہ توریت سے کیا گیا ہے وہ حضرت سارہ علیھا السلام سے پیدا ہوئے تھے۔ اب اُن کی تیسری زوجہ حضرت قطورہ سے پیدا ہونے والی اولاد بھی دیکھ لیں۔ اور نوٹ کرلیں کہ یہ سلسلہ بھی حکومت و ریاست کا حامل رہا ہے۔ سنئے:

Presented by Ziaraat.Com

وَعَادَ اِبْرٰهِیْمُ فَاَخَذَ زَوْجَةً اسْمُهَا قَطُوْرَةُ ۔ فَوَلَدَتْ زِمْرَانَ وَيُقْشَانَ وَمَدَانَ وَمَدْيَنَ وَبِشْبَاقَ وَ شُوْحًا ۔ وَوَلَدَ يُقْشَانُ شَبَا وَدَدَانَ وَبَنُوْ دَدَانَ اَشُوْرِيْمُ وَلَطُوْشِيْمُ وَلُؤُمِّيْمُ وَبَنُوْ مِدْيَنَ عَيْفَةُ وَعِفْرٌ وَحَنُوكُ وَاَبِيْدَعُ وَاَلْدَاعَةُ. كُلُّ هٰؤُلَاءِ بَنُوْ قَطُوْرَةَ ۔ (تکوین 4 تا 25/1)

''پھر ابراہیمؑ نے ایک اور شادی کی اس زوجہ کا نام قطورہ تھا۔ اور اُس سے زمران اور یقشان اور مدان اور مدیان اور اشباق اور شوح پیدا ہوئے اور یقشان سے سبا اور ددان پیدا ہوئے۔ اور ددان کی اولاد میں اشوری اور لطّوسی اور لومی تھے۔ اور مدیان کے بیٹے عیفاہ اور عفر اور حنوک اور ابیداع اور الدوعا تھے۔ یہ سب بنی قطورہ تھے''

حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کے نام بھی توریت سے۔

ہم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹوں کے نام سابقہ عنوانات میں لکھ چکے ہیں۔ لیکن چاہتے ہیں کہ اُن کے اسماء گرامی کا ریکارڈ بھی توریت کے الفاظ میں جمع کر دیا جائے لہٰذا دیکھئے:

وَهٰذِهٖ مَوَالِيْدُ اِسْمٰعِيْلَ ابْنِ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِیْ وَلَدَتْهُ هَاجَرُ الْمِصْرِيَّةُ ۔ هٰذِهٖ اَسْمَآءُ بَنِیْ اِسْمٰعِيْلَ بِحَسَبِ اَسْمَائِهِمْ وَ مَوَالِيْدِهِمْ ۔ نَبَايُوْتُ بِكْرُ اِسْمٰعِيْلَ وَقِيْدَارُ وَاَدَبِيْلُ وَ مِبْسَامُ وَمِشْمَاعُ وَدُوْمَةُ وَ مَسَّا وَحَدَارُ وَتَيْمَا وَ يَطُوْرُ وَنَافِيْش وَ قِدْمَةُ ۔ هٰؤُلَآءِ بَنُوْ اِسْمٰعِيْلَ وَهٰذِهٖ اَسْمَآؤُهُمْ بِحَسَبِ اَحْوِيَتِهِمْ وَحَظَائِرِهِمْ اثْنَا عَشَرَ زَعِيْمًا لِقَبَائِلِهِمْ. وَهٰذِهٖ سِنُوْ حَيَاةِ اِسْمٰعِيْلَ مِئَةُ سَنَةٍ وَسَبْعٌ وَثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَوَفّٰی وَانْضَمَّ اِلٰی قَوْمِهٖ وَكَانَتْ مَسَاكِنُهُمْ مِنْ حَوِيْلَةَ ۔ اِلٰی شُوْرَ الَّتِیْ تُجَاهُ مِصْرَ وَاَنْتَ آتٍ نَحْوَ اَشُّوْرَ قُبَالَةَ ۔ جَمِيْعِ اِخْوَتِهٖ نَزَلَ ۔ (18 تا 25/12)

''یہ نسب نامہ ابراہیمؑ کے بیٹے اسماعیلؑ کا ہے جو ابراہیمؑ کی زوجہ ہاجرہؑ مصریہ سے پیدا ہوا۔ اور اسماعیلؑ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ یہ نام ترتیب وار اُن کی پیدائش کے مطابق ہیں۔ اسماعیل کا پہلوٹا نبایوتؑ تھا۔ پھر قیدار اور ادبئیل اور مبسام اور مشماع اور دومہ اور مسا، حدد اور تیما اور یطور نفیس اور قدمہ۔ یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں۔ اور اُن کے ناموں سے اُن کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں۔ اور یہی بارہ اپنے اپنے قبیلے کے سردار ہوئے۔ اور اسماعیل کی کل عمر ایک سوسینتیس (137) برس ہوئی تب اُس نے وفات پائی اور اپنی قوم میں جا ملا۔ اور اس کی اولاد حویلہ سے شور تک آباد تھی جو مصر کے سامنے اُس راستہ پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے مدِّ مقابل آباد ہیں'' (تکوین 18 تا 25/12)

(6) حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کو ریگستان کے ذروں اور آسمان کے تاروں سے زیادہ وسعت دینے کے وعدے قریش نے چھپا کر رکھ دیئے۔

اللہ نے جو وعدے توریت میں فرمائے تھے وہ قارئین کے سامنے سے گزر چکے ہیں اور خاندان ابراہیمؑ کی چاروں شاخوں کی تفصیل بھی دیکھی جا چکی۔ اب سوال یہ ہے کہ قریش خود کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے منسوب کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ ہر ممکن مکر وحیلہ اور فریب کرتے رہے۔ جھوٹے شجرے گھڑتے رہے۔ مگر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کی یہ تفصیلات کیوں نہ لکھیں۔ جو توریت میں برابر لکھی ہوئی چلی آرہی ہیں؟ ظاہر ہے کہ اگر وہ اِن تفصیلات کو لکھتے تو انہیں ماننا پڑتا کہ اللہ نے تین ہزار سال پہلے سے حضرت ابراہیمؑ کے خاندان میں ایک عظیم الشان حکومت برقرار رکھی ہوئی تھی اور یہ بھی ماننا پڑتا کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد اُس عظیم الشان مملکت کے عظیم الشان

Presented by Ziaraat.Com

بادشاہ بھی برابر گزرتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ مانتے ہی اُنہیں ماننا پڑتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آخری جانشین حضرت ابوطالب علیہ السلام تھے لہٰذا اُس عظیم الشان حکومت (نساء 55۔54/4) کے بادشاہ وحکمران حضرت ابوطالب علیہ السلام ہی تھے۔ لیکن قریش سب کچھ مان سکتے تھے مگر جو حقیقت اُن کے لئے تباہ کن اور ناقابل قبول تھی وہ یہی تھی کہ حضرت علی علیہ السلام حضرات ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے جدی، پشتینی، موروثی اور قانونی اور وعدۂ خداوندی کے مطابق وارث وجانشین، بادشاہ حکمران اور امام عصر والزمان تھے۔ اور اس استحقاق میں نبوت محمدؐ یہ کا اور خود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی دخل نہ تھا۔ محمدؐ کو نبوت ملی ہوتی یا نہ ملی ہوتی حضرت علیؑ بہرحال ملکًا عظیمًا کے بادشاہ تھے۔ اور اگر نبوت اور نبوت کی تائید میں جنگیں نہ ہوئی ہوتیں اور حضرت علیؑ نے سیکڑوں سرداران قریش کو قتل نہ کیا ہوتا تو قریش اور سارا عرب حکومت مرتضویؑ کو اُسی طرح خوشی خوشی قبول کرتا جیسے ابوطالبؑ وعبدالمطلبؑ وہاشم علیہم السلام کی حکومتوں کو قبول کرتے چلے آرہے تھے۔ اور یوں حضرت علی علیہ السلام کو اپنا مالک ومطاع ومختار ماننے میں انہیں کوئی تکلف نہ ہوتا۔ لیکن نبوت نے بیچ میں آکر قریش کو مخالفت کی راہیں سوچنے اور خود اپنی حکومت قائم کرنے کی فکر میں لگا دیا اور حضرت علی علیہ السلام کا فطری وخاندانی اور توریت والا استحقاق معرضِ خطر میں پڑ گیا اور جس کو دینے کا اللہ نے قرآن میں بھی دوہرا تقاضا کیا ہے وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ۔ (بنی اسرائیل 17/26، روم 30/38) ''اے رسولؐ اُس شخص کو اُس کا متعینہ ومعلومہ حق دے دو جو مملکتِ عظیمہ کے قرابت داروں کا ذمہ دار ہے۔ سورہ روم تو ہے ہی مملکتِ عظیمہ کے شہنشاہوں کی شان میں اس سورہ میں اس حکم کا صرف یہ مطلب ہے کہ اُس کی حکومت کا اعلان کردو۔

(ج) دوسری حقیقت یعنی علیؑ کا قریش پر مطاع ہونا اور حق مالکیت رکھنا دوسرے انداز میں ارض القرآن کی تصدیقات کے ساتھ۔

مملکتِ عظیمہ جس خاندان کو دی جانا تھی وہ توریت کی تشریحات سے آپ کے سامنے ہے اُسے ذہن میں رکھئے اور جہاں بھول جائیں وہاں توریت سے لکھے ہوئے بیانات سے مدد لے لیں تاکہ ارض القرآن کا بیان واضح ہو جائے۔ یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ سلیمان ندوی نے اس کتاب، ارض القرآن کی دوسری جلد کے اولین چھیانوے (96) صفحات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیدا ہونے والے خاندانوں کا تذکرہ لکھا ہے۔ مگر لکھا اس طرح ہے کہ قریشی پالیسیاں مجروح نہ ہونے پائیں۔

(1) اولادِ ابراہیمؑ میں سے وہ خاندان جن کا ملک عرب سے خصوصی تعلق رہا ہے۔

ارض القرآن جلد دوم کی ابتدا یوں کی گئی ہے کہ:

''حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویاں تھیں، سارہؑ، ہاجرہؑ اور قطورا، سارہؑ کے بیٹے اسحٰق تھے ان کے دو بیٹے تھے۔ حضرت یعقوبؑ جو بنی اسرائیل کے باپ تھے۔ اور عیسوؑ جن کا لقب اَدُوم تھا، اس سلسلے میں سے اَدُومؑ اپنے بھائی یعقوبؑ سے الگ ہو کر اپنے چچا اسماعیلؑ کے پاس عرب میں متوطن ہوئے، بقیہ سلسلے مصر وشام ہی میں رہے۔ قطوراؑ کے بطن کی تمام اولادوں کو، جن میں ایک کا نام مدین تھا۔ عرب ہی میں اُن کے باپ حضرت ابراہیمؑ نے اُن کو بسایا تھا، اُن میں سے بنو مدین اور ددان کے سوا اوروں کا حال نہیں معلوم، ہاجرہؑ کے بطن سے صرف ایک بیٹا ہوا، حضرت اسماعیلؑ، انہوں نے بھی عرب ہی میں اپنے باپ کے حکم سے سکونت کی، ارض القرآن کا یہ حصہ صرف اُن ہی خاندانوں کی تفصیل پر محدود ہے اور اُن میں سے بھی اُن خاندانوں کا ذکر مفصل ہے جن کا نام قرآن مجید میں کسی حیثیت سے مذکور ہے۔ (یعنی)

1۔ بنو قطورا میں سے اہل مدین اور اہل ددان (اصحاب الایکہ)

Presented by Ziaraat.Com

2۔بنوسارہ میں سے اُدُوم (یعنی حضرت ایوبؑ اوراُن کی قوم)

3۔بنوہاجرہ میں سے حضرت اسماعیلؑ اورانباط (اصحاب الحجر) قیداراورقریش'' (ارض القرآن جلد2 صفحہ 2,1)

(2) سلیمان ندوی ابتداہی میں قریش کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت نابتؑ اوراُن کی اولاد کا اور قیدار کا ذکر کرنا کافی تھا۔اس لئے کہ علامہ صاحب صدیوں کے بعد قریش کوقیدار ہی کی اولاد میں لکھیں گے۔اس کے باوجود قریش کا الگ سے لکھنا بتا تا ہے کہ سلیمان صاحب حضرت اسماعیلؑ اورانباط کا جس قدر بھی تذکرہ کریں گے وہ بطورتمہید ہوگا تا کہ قریش پر کتاب کی تان توڑی جاسکے۔یعنی اصل مقصد قریش کوسامنے لانا ہے۔نہ کہ اسماعیلؑ اورانباط کو۔

یہ بات بھی یہیں نوٹ کرلیں کہ علامہ نے اہل مدین کے لئے بریکٹ میں ''اصحاب الایکہ''اورانباط کے لئے''اصحاب الحجر'' لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ نہ اہل مدین کے معنی اصحاب الایکہ ہیں اور نہ انباط کا مطلب اصحاب الحجر ہے۔اورنہ قرآن میں یہ تعین موجود ہے کہ اہل مدین اصحاب الایکہ یا انباط اصحاب الحجر ہیں۔لہٰذا معلوم ہوا کہ ندوی صاحب اپنے قیاسات کی بنا پراُن کواصحاب الایکہ بنائے ہوئے ہیں۔اوراِن کواصحاب الحجر سمجھے بیٹھے ہیں۔اوروقت آنے پر دونوں کے لئے قرآن کی آیات فٹ کردیں گے۔اور یہ بھی قریشی پالیسی کی تائید میں کریں گے۔تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے بڑے اورشان دار حصے کوجہنمی قراردے سکیں اورقریش کوکھینچ تان کراسماعیلی بنا کراچھی نسل بناسکیں۔

(3) ارض القرآن کے بیانات میں خاندان ابراہیمؑ کی قدامت وقدرت اورحکومت کی تصدیقات کا اختصار۔

اختصاراورحقائق کے حصول کے لئے ہم ارض القرآن پر سے گزریں گے اور ہروہ بات نوٹ کرتے چلیں گے جوحضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندانوں کی عظمت ظاہر کرتی ہو۔چنانچہ علامہ صاحب سب سے پہلے حضرت قطوراؑ کی اولاد میں مدین کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی قدامت 2100 قبل مسیح سے مانتے ہیں۔(ارض القرآن جلد دوم صفحہ 3۔4) جو قافلہ حضرت یوسفؑ کومصر لایا تھا اُسے مدیانی مانتے ہیں (صفحہ 4) حضرت موسیٰؑ اوراُن کی قوم کا مصر سے نکل کرمدین کے ملک میں آنااور وہاں ایک مدیانی عالم کا حضرت موسیٰؑ کوعدل وانصاف اورنظام قومی پرتعلیم دینااور مدیانیوں کا متمدن ومہذب ومنظّم قوم ہونا حضرت موسیٰؑ کا اس قوم کے نبی شعیبؑ کی بکریاں چرانا وغیرہ (4-6/5)مدیانی سلاطین اوراُن کی سلطنت وحکومت کا اقرارتوریت کے حوالوں سے (صفحہ 7) نو(9) بادشاہوں کے نام لکھے ہیں۔(صفحہ 6۔7) مدین کودنیا کی سب سے پہلی تاجرقوم بھی مانا ہے۔(صفحہ 13)

(4) حضرت عیسوٰؑ یعنی اُدُوم کے خاندانوں کی باتیں۔

1700 قبل مسیح سے پہلے اُدُومیوں کی عظیم الشان حکومت کا وجود مانا اورادومی بادشاہوں کے نام لکھے ہیں (صفحہ 29-30)

(5) حضرت نابتؑ اورنبطیوں کے وجودعظمت وحکومت پرکیا کہا؟

حضرت نابت علیہ السلام اوراُن کے خاندان نبطیوں کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ہم اُن کی عظمت وحکومت کے سلسلے میں ندوی کے چند حوالے اور جملے من وعن لکھتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اول۔نبطیوں کا ملک وعلاقہ۔

حضرت موسیٰؑ کے عہد میں (تقریباً 1500 ق م میں) بنو اسماعیل تمام حجاز میں یمن (حویلہ) سے شام (اشور) تک پھیل گئے تھے، حضرت موسیٰؑ کے بعد قضاۃ بنی اسرائیل کے زمانے میں (تقریباً 1300 ق م) وہ عمالیق اور اہل مدین کے پہلو بہ پہلو سپاہیانہ جوہر کے ساتھ بنی اسرائیل پر چھاپہ مارتے ہوئے نظر آتے ہیں'' (صفحہ 50)

''2۔ملک بحر احمر (حجاز) سے نہر فرات (عراق) تک اسماعیلؑ کے بارہ بیٹوں کے قبضے میں ہے۔جن کے سبب سے اُس کا نام نباطینہ پڑ گیا ہے'' (صفحہ 56)

''3۔انباط کا رقبہ حکومت''

انباط کی حکومت کے حدود اولاً وہ قطعہ ملک تھا جس کو یونانی عرب سنگستان (عربیا پٹرا) کہتے ہیں، اور عبرانی ادوم اور سعیر (سراۃ) یعنی خلیج عقبہ سے بحر میت تک ڈائیڈروس (80 ق م) بیان کرتا ہے کہ ''انباط خلیج ایلہ (عقبہ) پر رہتے ہیں اسٹرابو 24ء ایک ضمنی تذکرہ میں کہتا ہے کہ اہل اُدوم انباط ہیں'' لیکن اُدوم سے آگے بڑھ کر اب وہ عرب آبادان پر بھی قابض ہو گئے تھے....... (نتیجہ یہ لکھا کہ۔احسنؔ) اِن شہادتوں سے ظاہر ہوگا کہ انباط کا ملک مغرب میں بحر احمر اور مشرق میں خلیج فارس تک وسیع تھا، اور اس کے درمیان کے تمام ممالک یعنی عرب سنگستان وعرب ریگستان وبعض قطعہ عرب آبادان پر قابض تھے، لیکن اس طویل وعریض ملک میں انباط کی اصل آبادی خلیج عقبہ (ایلہ) کے اطراف میں تھی ڈائیڈورس کا بیان ہے۔

''اوپر گزرتے ہوئے تم خلیج عقبہ (ایلہ) میں داخل ہو گے جس کے حدود پر ان عربوں کی بہت سی آبادیاں ہیں جن کو لوگ نبط کہتے ہیں، یہ لوگ نہ صرف سواحل کے بڑے حصے پر قابض ہیں بلکہ وہ اندرون ملک میں بھی دور تک پھیل گئے ہیں، کیونکہ زمین آباد اور نہایت سرسبز ہے'' (مسلسل لکھا ہے کہ) تخصیص کے ساتھ ملک انباط کے دس (۱۰) شہروں کے نام یوسیفوس میں مذکور ہیں، لیکن یونانی تلفظ نے عربی رنگ وروغن اُن کے چہروں سے بالکل اُتار دیا ہے، وہ شہر یہ ہیں، میدابہ، بنالو، لیبیس۔ثرابسہ، غالہ۔اثون۔صور، اوروں، مریسہ، روہ، لوسہ، عروبہ، اِن کے علاوہ رقیم (پٹرا) اور حجر مشہور شہر تھے۔(ارض القرآن جلد 2 صفحہ 59 تا 61)

دوم۔نبطیوں کی حکومت۔

''اسی زمانہ میں جب رومی شام پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، تو نبطی عربوں سے اُن کی مڈبھیڑ ہوتی ہے، اور شام وعرب کے حدود پر اُن کی ایک عظیم الشان حکومت نظر آتی ہے، اہل عرب بھی اُن نبطیوں سے واقف تھے، اسی لفظ ''نبط'' کی جمع عربی میں انباط ہے'' (ایضاً صفحہ 56)

سوم۔انباط کا دار الحکومت۔

''انباط کا ملک جن حدود پر مشتمل تھا وہ درحقیقت تین قدیم ممالک کا مجموعہ تھا، 1۔ملک ثمود (وادی القری) جس کا دار الحکومت حجر تھا، 2۔ملک مدین جس کا پایہ تخت خود شہر مدین تھا۔3۔اور ملک ادوم جس کی حکومت کا مرکزی شہر رقیم (پٹرا) تھا جہاں اُن کے آثار اب تک باقی ہیں''۔(ایضاً صفحہ 61)

Presented by Ziaraat.Com

2۔ ''اسٹرابو(24ء) جوڈائیڈوروس کی طرح انباط کا معاصر تھا، اُن کے متعلق دلچسپ واقعات بیان کرتا ہے۔

''شہر پٹرا رقیم جو عمدہ قوانین رکھتا ہے، اس پر شاہی خاندان میں سے ہمیشہ ایک بادشاہ حکومت کرتا ہے۔ وزیر اُس بادشاہ کے ساتھیوں میں سے ایک ہوتا ہے۔ اسی لئے اس کو 'بھائی'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ انباط کفایت شعارانہ ذخیرہ ملکیت کے شائق ہیں۔ جماعت اُن پر جرمانہ کرتی ہے۔ جو اپنی دولت ضائع کرتے ہیں۔ اور جو اپنی دولت بڑھاتا ہے اُس کو انعام دیتی ہے۔ انباط کے پاس غلام کم ہیں۔ اکثر اُن کی خدمت اُن کے متعلقین کرتے ہیں۔ یا ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں۔ ہر شخص اپنا نوکر آپ ہوتا ہے۔ یہ طریقہ بادشاہوں تک میں جاری ہے۔ جو جمہور کی رضامندی کے اس قدر آرزومند ہیں کہ وہ اپنی رعایا کی خدمت کرتے ہیں۔ بادشاہ کو انتظام ملکی کے متعلق بیانات لوگوں کو دینے ہوتے ہیں اور وہ اکثر اپنے بادشاہ کے ذاتی حالات و عادات بھی دریافت کرتے رہتے ہیں'' (ایضاً صفحہ 64-65)

چہارم۔ نبطی بادشاہوں اور عوام نے گلہ بانی چھوڑ کر شاہانہ طرز حیات کیوں اختیار کیا؟ ایک بہادرانہ نظارہ شہنشاہان عالم کی گردنیں جھکنا۔

ایک آخری حوالہ اور دیکھیں:

''انٹی گونس نے اپنے ایک سردار تھینیاؤس کی سرکردگی میں (نبطی حکومت کے خلاف۔احسن) ایک مہم روانہ کی جس نے گوبے خبری میں (نبطی دارالخلافہ۔احسن) رقیم (پٹرا) کو برباد کر دیا لیکن اس کا ایک سپاہی بھی نبطیوں کے ہاتھ سے بچ کر واپس نہ آیا، ناچار انٹی گونس نے خود اپنے بیٹے ڈیمیٹر یوس کے زیر قیادت ایک دوسری جمعیت روانہ کی، بے سروسامان نبطی عرب میدان میں مقابلہ نہ کر سکے قلعہ بند ہو گئے یونانیوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس قید سے تنگ آ کر ایک دن ایک نبطی عرب نے ڈیمیٹر یوس کو ان الفاظ میں مخاطب کیا:

''اے بادشاہ ڈیمیٹر یوس تم کس غرض سے اور کس کے حکم سے مجھ سے لڑتے ہو؟ ہم صحرا میں رہتے ہیں، جہاں نہ پانی ہے نہ غلہ ہے، نہ شراب ہے نہ اور کوئی ضرورت کی چیز ہے، ہم نے صرف اپنی آزادی کی خاطر اس صحرا کی سکونت اختیار کی ہے اور تمام آسائش کی چیزیں دوسروں کے لئے چھوڑ دی ہیں اور ہم نے اس حیوانی زندگی پر قناعت کی ہے، تمہیں ہم نے ستایا نہیں، تم ہمیں کیوں ستاتے ہو؟ ہمیں اپنا دوست سمجھو، ورنہ یاد رکھو کہ تم اس طرح یہاں زیادہ دن تک نہیں ٹھہر سکتے، تم کو پانی اور دوسری چیزوں کی ضرورت ہوگی اور تم ہم کو اپنے طرز زندگی کے بدلنے پر مجبور نہیں کر سکتے، اگر تم نے قلعہ پر قبضہ بھی پالیا، تو تڑپتی ہوئی لاشوں اور چند غمزدہ قیدیوں کے سوا، جو کبھی دوسروں کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے، تم کچھ نہیں پاؤ گے''۔

ڈیمیٹر یوس اس گفتگو سے بے حد متاثر ہوا، اور صلح قبول کر لی، اس اچانک حملہ نے اُن نبطی عربوں کو ایک منتظم سیاسی جمعیت کے قالب میں بدل جانے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ اس انقلاب نے اس بدوی قوم کو وہ اہمیت بخشی کہ یونانِ عظمیٰ، رُومۃ الکبریٰ اور خاندان اسرائیل کی گردنیں بھی اُس کے آگے کبھی کبھی جھک جاتی تھیں (ایضاً صفحہ 67-68)

(6) مملکت عظیمہ (نساء 4/54) کی جھلک پھر نظر آ گئی اب اِس کی مخالف قوم قریش کا اِس کے وجود سے اغماض اور کفر (4/55) بھی ارض القرآن سے دیکھ لیں۔

یہ تھی حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد میں چلی آنے والی وہ حکومت جس کے آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم کا عمر کے زمانہ تک موجود ہونا پہلے دکھایا جا چکا ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ قریشی قوم کا معاندانہ رویہ پھر سامنے لائیں اور دکھائیں کہ اُن کی حکومتوں کے اشارے سے اُن کے

Presented by Ziaraat.Com

علمائے مؤرخین ومحدثین ومفسرین اور خود خلفا نے کس طرح اُس عظیم الشان قوم وخاندان اور عظیم المرتبہ حکومت کو منظرِ عام پر آنے سے روکا اور کیا کیا مکروفریب و پروپیگنڈا جاری رکھا؟ اور کس طرح اللہ نے قریش پرست علما کو مجبور کر کے اُن کی نقاب کشائی کی؟ چنانچہ جناب سلیمان ندوی صاحب ایک مستقل عنوان قائم کر کے عربوں کی حالت بیان کرتے ہیں دیکھئے:

''اَنباط اور روایاتِ عرب''

مورخین عرب فرزندان نبایوط یا انباط سے زیادہ واقف نہیں ہیں، وہ صرف انباط کے نام اور اُن کے مسکنِ تخمینی سے البتہ واقف ہیں، اُن کا نام کبھی نبط اور کبھی آرامی بتاتے ہیں اور اُن کا مسکن شام وعراق ظاہر کرتے ہیں، ابن خلدون نے لکھا ہے کہ:

واول ملک للعرب بالشام فیما علمناہ للعمالقۃ ثم لبنی ارم بن سام و یعرفون بالارمانین ۔(جلد 2 صفحہ 278)

''جہاں تک ہم کو معلوم ہے عربوں کی پہلی حکومت شام میں عمالقہ کی تھی پھر ارم بن سام کی جو ارمانی کے نام سے مشہور ہیں''

اس عبارت کے ساتھ حمزۂ اصفہانی کی عبارت کو ضم کرو:

الارمانیون نبط الشام والاردوانیون نبط العراق۔

''اَرمانی شام کے نبطیوں کا نام ہے اور اردونی عراق کے نبطیوں کا نام ہے''

اَنباط نے چونکہ ایک متمدن وغیر بدوی زندگی اختیار کر لی تھی اس لئے عربوں کے محاورے میں:

اما النبط فکل من لم یکن راعیا او جندیا عند العرب من ساکنی الارضین۔

''نبط عرب کے نزدیک ہر وہ شخص ہے جو کہ چرواہا یا سپاہی نہ ہو''

اہلِ عرب نہیں بلکہ قریش کی ایک مکارانہ چال کا اثر۔

اہلِ عرب عموماً نبط کو قوماً و اصلاً غیر عرب سمجھتے ہیں، اُن کے نزدیک عرب وعجم جس طرح دو متقابل نام ہیں اُسی طرح نبطی وعربی کو بھی باہم متقابل سمجھتے ہیں، اس کا سبب صرف معاشرت، طرزِ زندگی اور زبان کا اختلاف ہے، ورنہ درحقیقت نبط بھی اسماعیلی عرب ہیں۔(ارض القرآن صفحہ 57)

اس بیان سے قریش کی وہ چال آسانی سے سمجھ میں آتی ہے۔جس سے اُنہوں نے حضرت نابط (نابت) علیہ السلام کو خاندانِ اسماعیلؑ سے کاٹ کر عجمی اور غیر قوم بنا دیا۔اور عربوں کی شناخت یہ رکھ دی کہ جو کوئی بدو اور لڑاکا نہ ہو وہ نہ عرب کا باشندہ ہے اور نہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے ہے۔حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد شہر بابل کی مہذب ترین ومتمدن ترین زندگی کے راہنما تھے۔نمرود کے دربار کے اعلیٰ ترین فرد تھے اور دنیا میں کوئی شخص حتیٰ کہ خود نمرود بھی اُن سے زیادہ علم وادب وتہذیب وتمدن کو نہ جانتا تھا۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تربیت وتعلیم جس معیار پر ہوئی تھی وہ اس قابل تھا کہ بادشاہِ مصر اپنی بیٹی ہاجرہ کو بطور کنیز پیش کرتا ہے۔اور اپنی خوش نصیبی اور عزت میں اضافہ سمجھتا ہے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام شاہی خاندان کے فرد اور شاہی تہذیب کے پروردہ تھے۔اور تہذیب وتمدن واخلاق وآداب کئی درجہ بڑھ کر جناب نابتؑ اور اُن کی نسل میں ودیعت تھا۔اُن سے یہ اُمید رکھنا کہ وہ بدو اور چرواہے اور جنگلی عادات کے حامل لوگ ہوں گے نہایت احمقانہ اور غیر فطری اُمید ہے۔یہ اُمید تو حضرت ابراہیمؑ واسماعیل علیہما السلام سے بھی غلط ہے اور اُن کی اولاد ونسل سے بھی باطل ہے۔اس لئے کہ وہ ہرگز خالص عرب نہ تھے۔اسی بنا پر خود عربوں نے اُن کو ''عرب مستعربہ'' بناوٹی یا بنے ہوئے عرب کہا ہے۔چنانچہ علامہ شبلی کا بیان سنیں لکھا ہے:

Presented by Ziaraat.Com

عرب کے اقوام وقبائل۔

''مورخین عرب نے اقوام وقبائل عرب کو تین حصوں میں منقسم کیا ہے:

1۔عرب بائدہ، یعنی عرب کے قدیم ترین قبائل جو اسلام سے بہت پہلے فنا ہو چکے تھے۔

2۔عرب عاربہ، بنوقحطان جو عرب بائدہ کے بعد عرب کے اصلی باشندے تھے اور جن کا اصل مسکن ملک یمن تھا۔

3۔عرب مستعربہ بنواسماعیل یعنی حضرت اسماعیلؑ کی اولاد جو حجاز میں آباد تھی'' (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 107)

لغات سے اِستعرب اور مستعربہ کے معنی۔

تعرب و استعرب۔

(1) To adopt the customs of Arab.(2) To become a naturalized Arab.

(1) عربوں کے رسم ورواج کو اختیار کر لینا۔(2) فطری طور پر عرب بن جانا۔

عرب،متعربۃ و مستعربۃ۔

(1)People of Foreign or mixed descent naturalized.

(1) بیرون جات کے لوگ یا مخلوط وملی جلی نسلوں کے لوگ یا فطری طور سے عربوں میں گھل مل جانے والے لوگ۔

اس صورت حال کو سمجھ لینے کے بعد یہ یقین ہو جانا چاہئے کہ حضرات ابراہیمؑ واسماعیلؑ ونابت علیہم السلام گہوارہ تہذیب وتمدن وناز ونعم اور حکومت وعظمت کی گود میں پلنے والے حضرات تھے۔ جن پر اللہ کی جانب سے بھی مسلسل نعمتوں اور احسانات کی بارشیں ہوتی رہتی تھیں جن کے دروازے پر ملائکہ حاضر ہوتے تھے۔ اُن سے قریش کا یا کسی اور خبیث کا کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ ایک برگزیدہ، ستُودہ اور مصطفیٰ نسل تھی۔ جہاں ہمیشہ شہنشاہان عالم کے سر جھکتے رہے۔

ارض القرآن کا دوسرا بیان جس میں ایک خبیث ترین وحرام درحرام سے پیدا ہونے والی نسل کے خبیث ترین شخص کی طرفداری ونمائندگی کی گئی ہے۔ ندوی صاحب نبطیوں کے متعلق قریشی پالیسی اور مورخین کی نانہجاریاں لکھتے ہوئے مسلسل کہتے ہیں کہ:

''لیکن چونکہ اُنہوں نے عموماً حدودِ عرب اور حدود عرب سے باہر غیر قوموں میں اپنا مسکن بنایا اس لئے وہ اپنا نسب محفوظ نہ رکھ سکے۔

حضرت عمر فرماتے ہیں: **تعلموا النسب ولا تکونوا کنبط السواد اذاسئل احدھم عن اصلہ قال من قریۃ کذا۔** (عقد الفرید جلد 3 صفحہ 37) ''نسب نامہ سیکھو عراق کے نبط کی طرح نہ بن جاؤ کہ جب اُن میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ تم کس خاندان سے ہو؟ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم فلاں شہر کے ہیں'' (جلد نمبر 2 صفحہ 57)

یہ تھے عمر بن خطاب جو سورہ نساء کی حرام فہرست (4/23) کا نچوڑ یا مجسم ذخیرہ تھے۔ جنہوں نے اُس شجرے اور نسب پر مثالی اعتراض کیا جس کی پاکیزگی اور تقدس پر آدمؑ سے خاتمؐ تک پوری امت کا اتفاق ہے۔ اور جسے مشکوک کرنے اور حرامی نسلوں کے برابر لانے میں قریش اور خلفائے قریش کوشاں وناکام رہے۔ علامہ سلیمان ندوی نے بار بار لکھا اور آپ نے پڑھا کہ نبطی وغسانی حکومتوں کا دارالخلافہ ''حجر'' میں رہا ہے اور یہ کہ نبطیوں کی آبادی وادی القریٰ میں تھی۔ اس کے باوجود اس خبیث علامہ نے عمر کے لئے تمہیدی الفاظ لکھتے ہوئے لکھ مارا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''حدودِعرب سے باہر غیر قوموں میں اپنا مسکن بنایا۔اس لئے وہ اپنا نسب محفوظ نہ رکھ سکے''

یہ قریشی مذہب پر ہونے کا ثبوت ہے کہ بیانات ہمیشہ متضاد اور جھوٹے ہوں ۔ بات درحقیقت یہ ہے کہ حضرت اسماعیل و نابت علیہما السلام کی نسل بدوؤں، جنگلیوں اور ذلیل لوگوں کو اپنے ساتھ اور اپنے پڑوس میں رہنے کی اجازت نہ دیتی تھی اور اپنی بستیوں اور محلوں کو خالص نبطیوں سے آباد رکھتی تھی اس لئے جب اُن کی بستی کا نام لیا جاتا تھا تو سننے والا خود سمجھ جاتا تھا۔کہ وہاں خالص نسلِ اسماعیلؑ یا نبطی رہتے ہیں۔

ارض القرآن کا تیسرا بیان مورخین اور قریشی سازش کی مزید نقاب کشائی۔

علامہ ندوی سرخی قائم کرتے ہیں کہ:

''انباط،نبایوط و نابت کا ترادف''

''سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ انباط جن کی تاریخ کا مفصل تذکرہ یونانی و رومی مورخین نے کیا ہے۔اور نبایوطؑ پسر اسماعیلؑ جن کا تورات میں ذکر ہے اور نابت بن اسماعیل جن سے عربوں کو ہم نسبی کا دعوی ہے، کیا درحقیقت اِن مختلف الفاظ سے ایک ہی مفہوم مراد ہے؟ ہمارا جواب اثبات میں ہے۔اہلِ عرب انباط کو عربوں سے الگ ایک بیرونی قوم سمجھتے ہیں۔لیکن درحقیقت ایک مدت تک کے تباعد اور تفریق کا نتیجہ ہے۔جن یونانی اور رومی مورخین نے انباط کا ذکر کیا ہے۔اُنہوں نے متفقاً اُن کو عرب لکھا ہے۔سب سے بڑی معتبر شہادت یہودی مورخ یوسیفوس کی ہے۔جو انباط کا معاصر اور نسل و وطن کے لحاظ سے بھی اُن سے قریب تھا۔اس لئے یقین ہے کہ اُن کے متعلق اِس کی شہادت پایۂ اعتبار سے ساقط نہ ہوگی۔وہ بتصریح تمام لکھتا ہے کہ''انباط اسماعیلی عرب از نسل نبایوط ہیں'' مورخین اسلام بھی اس رائے کے ساتھ ہیں۔مؤرخ طبری نے لکھا ہے۔ ومن نابت و قیدار نشر اللّٰہ العرب۔(جلد 1 صفحہ 352)''عرب کو نابت اور قیدار کی نسل سے خدا نے پھیلایا''(ارض القرآن جلد 2 صفحہ 58)

علامہ لکھتے چلے آرہے ہیں کہ تمام عرب نبطیوں کو عجمی قوم سمجھتے تھے۔اور غیر قوم سمجھنے کی وجوہات بھی لکھتے رہے ہیں۔اور عربوں کے طاغوت کی زبانی اور خود اپنے قلم سے نبطیوں کو مخلوط النسل اور نسب سے بے بہرہ بھی لکھا ہے اس کے باوجود یہ بھی لکھ دیا کہ:

''اور نابتؑ بن اسماعیلؑ جن سے عربوں کو ہم نسبی کا دعویٰ ہے''

سوچئے کہ وہ کون سے عرب ہیں جن کو حضرتِ نابتؑ کے ہم نسب ہونے کا دعویٰ تھا اور وہ کون سا صفحہ ہے جہاں تم نے اس دعوے کا ذکر وثبوت لکھا ہے۔ندوی صاحب قریشی ریکارڈ کی مرمت بھی کرتے جاتے ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ قریش کو حقیقت حال معلوم تھی لیکن وہ نابتؑ اور نبطیوں کو لوگوں کے دماغ سے بھلانے کے لئے طرح طرح کا پروپیگنڈا کرتے اور لکھتے چلے گئے تاکہ نبطیوں کو دیئے جانے والی مملکت عظیمہ کو تسلیم نہ کرنا پڑے۔طبری کا یہ قول بھی فراڈ اور ایجادِ قریش ہے کہ''عرب کو نابت و قیدار کی نسل سے پھیلایا گیا''نابتؑ کو تو عرب جانتے ہی نہ تھے یا چھپانا چاہتے تھے۔رہ گیا قیدار کا نام تو اس کی نسل مدت دراز پہلے فنا ہو چکی تھی۔

ارض القرآن کا چوتھا بیان نبطیوں کو غیر عرب اور غیر قوم سمجھنے کا مزید قصہ۔

پھر علامہ لکھتے ہیں کہ:

''یاقوت حموی نے (لفظ عربہ کے تحت میں) ایک نئی بات لکھی ہے کہ:''عرب ہر اُس قوم کو نبط کہتے ہیں جو گلہ بان اور سپاہی نہ ہو'' دوسرے

Presented by Ziaraat.Com

الفاظ میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو بھی غیر بدوی زندگی بسر کرتی ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ نبط نے عراق کے تاثر سے متمدن زندگی اختیار کر لی تھی اس لئے بادیہ نشینانِ عرب نے ہر غیر بدوی قوم کو نبط کا مرادف سمجھ لیا'' (ایضاً صفحہ 58)

اِن بیانات میں جو چیز صاف طور پر ابھری ہوئی ملتی ہے وہ قریش کا سازشی پروپیگنڈا اور فریب کارانہ ریکارڈ ہے۔ جس سے یہ اُمید کی گئی ہے کہ سیدھے سادے لوگ اُن کے مکارانہ عذرات کو حقیقتِ حال سمجھ کر مطمئن ہو جائیں گے۔ اور ہماری تصنیفات سے پہلے کے عوام و علما مطمئن رہتے چلے آئے ہیں۔ مگر ہم نے قریشی سازش کی تدریج و تدبر و مکارانہ ترتیب کو اس طرح کھولا ہے اور بار بار دہرایا ہے کہ آئندہ سادہ دل سے سادہ دل شخص کو بھی فریب نہ دیا جا سکے گا۔ کمال یہ ہے کہ خود سلیمان ندوی متضاد بیانات لکھنے کے باوجود باطل پر قائم رہتے ہوئے مر گئے۔

ارض القرآن کا پانچواں بیان جس سے قیدار کی نسل والا ڈھونگ واضح ہوتا ہے اور قریش کی سازش کا بھانڈا چوراہے پر پھوٹتا ہے؟

مندرجہ ذیل بیان دیکھئے کہ اگر یہ بیان سچا ہو اور پھر بھی ندوی صاحب آنحضرتؐ اور قریش کو قیدار کی نسل سے مانیں تو اُن کے مجنون ہونے میں شبہ نہیں رہ سکتا ہے۔ سنئے:

''حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اُن کا نسب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ''ہم کُوثی (واقع عراق) کے نبط ہیں''

''اور یہ بالاتفاق معلوم ہے کہ وہ اسماعیلی قریشی عرب تھے، اس سے ثابت ہوگا کہ نبط اسماعیلی عرب ہیں جو عراق تک پھیلے تھے۔ نابت کی بقیہ اولادیں خود اندرونِ ملک میں بھی تھیں، اور متعدد وجوہ سے ہماری رائے یہ ہے کہ عرب شمالی کی وہ اکثر قومیں جو غلطی سے قحطانی کہلاتی ہیں وہ دراصل نابتی ہیں۔ من جملہ دیگر قبائل کے غسان اور اوس و خزرج کے متعلق تو بتصریح ثابت ہے کہ وہ قحطانی نہیں بلکہ نابتی ہیں'' (جلد 2 صفحہ 58-59)

چھٹا بیان قریش نے مدینہ کے انصار، اوس و خزرج کو بھی حضرتِ اسماعیلؑ اور آنحضرتؐ کے خاندان سے خارج غیر قوم مشہور کر رکھا تھا۔

قریش نے خود کو اسماعیلی اور آنحضرتؐ کے رشتہ دار بنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی عزیزوں کو بھی غیر قوم مشہور کر دیا تھا۔ چنانچہ آج بھی ننانوے اعشاریہ ننانوے فیصد مسلمان یہ نہیں جانتے کہ مدینہ کے انصار آنحضرتؐ کے قبیلے کے نبطی اور حضورؐ کے اور حضورؐ کے آبا و اجداد کے رشتہ دار اور ننہیال تھے۔ اور یہ کہ حضورؐ مکہ کے اغیار اور بدنسل لوگوں میں سے نکل کر اپنے عزیز و اقربا میں آئے تھے۔ قریش کے اس فراڈ کو ارض القرآن سے سنئے، ندوی صاحب نے عنوان قائم کیا ہے کہ:

''اوس و خزرج''

''نابتؑ بن اسماعیلؑ کی ایک اور شاخ''

''انصار''

''اوس و خزرج عرب کے دو مشہور قبیلوں کے نام ہیں، جو اسلام کے پہلے سے مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ اسلام آیا تو وہ اُس کے پُرزور دست و بازو تھے، اور انصار اُن کا خطاب تھا،

''اوس و خزرج کا نسب''

''عام طور پر اُن کو بھی قحطانی الاصل اور کہلان کے خاندان سے قرار دیا گیا ہے، لیکن ہمارے نزدیک یہ رائے بھی صحت سے تہی مایہ ہے،

زبان، مذہب اور اخلاق قومی کے علاوہ روایات سے بھی اُن کے اسماعیلی ہونے پر مستحکم دلائل قائم ہیں۔ بخاری میں روایت ہے کہ ابوہریرہ نے انصار کے ایک مجمع کو مخاطب کر کے حضرت ہاجرہؑ کا قصہ سنایا۔ آخر میں کہا کہ **تلک امکم یا بنی ماء السما**''اے پاک نسبو یہ تھیں تمہاری ماں'' محدثین کو (قریش کو۔احسن) اس حدیث کی تاویل میں نہایت دقتیں تھیں۔لیکن آج جدید تحقیق نے تاویل واشتباہ (اور قریشی سازش) کا پردہ چاک کر دیا، تمام علمائے انساب اس پر متفق ہیں کہ اوس وخزرج، غسان کے ہم نسب ہیں۔اور خود اوس وخزرج کا بھی بجائے خود یہی دعویٰ ہے۔اس بنا پر اگر ہمارے دلائل غسان کے نابتی الاصل ہونے پر صحیح ہیں تو وہی بعینہ اوس وخزرج کے نابتی ہونے پر بھی ثبوت ہیں'' اوس وخزرج کے اسماعیلی ہونے پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ قریش سے اُن کے رشتے ناتے تھے۔ ہر سال پابندی کے ساتھ وہ حج کو آتے تھے'' (ارض القرآن جلد 2 صفحہ 85-86)

علامہ نے زبردستی قریش سے انصار کے رشتے ناتے لکھ دیئے ہیں اور جن سے رشتے ناتے تھے اُن کا یہاں ذکر نہیں کیا ہے۔لیکن اوس وخزرج کے خاندانوں کی تفصیل میں لکھا ہے کہ: ''عمرو بن خزرج۔ بنونجار (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناںہالی لوگ)'' (ایضاً صفحہ 87)

بہر حال علامہ نے بڑی تفصیل اور مضبوط دلائل سے اوس وخزرج کو حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد ثابت کیا ہے (نمبر 85 تا 96)

ارض القرآن کا ساتواں بیان مملکتِ عظیمہ کے آخری بادشاہوں کا حضرت نابتؑ کے خاندان سے ہونا تین ہزار سالہ حکومت۔

قریشی ماہرین ایک ہی نسل کے لوگوں کو القاب یا نام بدلنے پر دوسری نسل بنانے کا فریب بھی کرتے رہے ہیں۔جس کی مثال، جرھمی نسل میں سے خزیمہ نام پڑ جانے پر دوسری نسل بنا دیا جانا پہلے گزر چکی ہے۔چنانچہ یہاں بھی نابتی نسل کے لوگوں کو دوسری نسل اس لئے بنا دیا گیا کہ نابتی لوگوں کا ایک خاندان غسان نام کی ایک نہر کے پاس آباد تھا اور نہر سے منسوب کر کے اس کو غسانی کہنے لگے تھے۔لہذا اُسے ایک الگ نسل مشہور کر کے نابطی نسل سے کاٹنے کا دھوکا دیا گیا۔ندوی صاحب سے متعلقہ بیان سن لیں:

''انباط کے مٹنے کے بعد حدود شام میں ایک اور عرب خاندان نے ظہور کیا جس کو عموماً آل غسان یا غساسنہ اور کبھی بانی خاندان کے نام سے آل جفنہ کہتے ہیں''۔ (جلد 2 صفحہ 78)

اِن چند ابتدائی سطروں میں نبطی نسل کا مٹ جانا لکھنے سے ہر قاری یہ سمجھے گا کہ نبطی نسل ختم ہو چکی تھی۔لیکن یہ قریشی ترکیب بہت قدیم ہے جب خزاعہ کو کعبہ کا متولی بنایا اور ایک نئی نسل کر کے دکھایا گیا تھا تو اس سے پہلے جرھم کی نسل کو عذاب اور جنگ اور سیلاب سے فنا کرنے کا ڈھونگ رچایا تھا حالانکہ نہ جرھمی خاندان مٹا تھا نہ فنا ہوا تھا بلکہ جرھمی خاندان ہی کا ایک مورخ عبد بن شریہ معاویہ کے حکم سے قدیم زمانے کی وہ تاریخ لکھتا ہے جس میں قریشی افسانے اور پالیسیاں فٹ کی گئی تھیں۔اُسی طرح اس جملے میں بڑے اطمینان سے نبطیوں کا مٹ جانا اور ایک نئے خاندان کا ظہور میں آنا لکھا گیا ہے۔حالانکہ اسی علامہ کے قلم سے حضرت علی علیہ السلام ایک نبطی کی حیثیت میں موجود تھے۔لہٰذا یہ دروغ بافی اور سازش کی تمہید ہے کہ نبطی نسل مٹ گئی تھی۔کہنا یہ چاہئے تھا کہ غسانی قبیلہ خود نبطی تھا اور بادشاہت اب غسانی خاندان میں چلی گئی تھی۔یعنی اب جو مملکت عظیمہ کے بادشاہ ہوں گے انہیں غسانی کہا جا سکتا ہے۔بہر حال مسلسل ندوی صاحب کا بیان پڑھئے وہ خود یہ تمام حقائق تسلیم کریں گے مگر قریش کی مقرر کردہ قسطوں میں قبول کریں گے۔چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

''آلِ غسان کا نسب''

''عام علمائے انساب کی تشریح کی بنا پر آل غسان قحطانی سبا کے خاندان کہلان سے تھے کہلان کے سالار خاندان عمر مزیقیا کو پہلے سے معلوم ہو چکا تھا کہ سدِ ارم ٹوٹے گا اور سبا برباد ہو جائیں گے۔اس لئے وہ یمن سے نکل کر حجاز کی راہ سے شام آیا، بعض حجاز اور تہامہ میں رہ گئے اور وہ اوس وخزرج ہیں، اور بقیہ حصہ شام وعراق چلا گیا، لیکن اصول تحقیق کی رُو سے یہ تمام تر (قریش ساز۔احسؔن) افسانہ ہے، گزشتہ ابواب میں قحطانی واسماعیلی خاندانوں کی تشخیص وتمیز کی اتنی علامتیں بیان کی جاچکی ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے باآسانی دونوں سلسلوں میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔جس سے کلبی اور ابن ہشام (علمائے انساب) کے (قریشی۔احسؔن) اکاذیب کا انبار دفعۃً جل کر خاکستر ہو جاتا ہے۔سبا وحمیر کے بیان میں قحطان، اور انباط کی فہرست میں اسماعیلی ناموں کی طویل فہرست گزر چکی ہے، آل غسان کے ناموں کو دونوں کے درمیان رکھ کر دیکھ لو، تم فوراً کہہ دو گے کہ یہ یقیناً اسماعیلی تھے، اور اسماعیلیوں میں بھی نابتی، آل غسان کی زبان اور خطِ تحریر دونوں اسماعیلی ہیں، زبان شمالی عربی زبان ہے، اور خط تحریر نبطی ہے، اگر یہ قحطانی خاندان ہوتا تو زبان وخط دونوں حمیری ہوتے، خود عرب مورخین کی شہادت ہے کہ آل جفتہ پہلے تہامہ میں نہر غسان کے پاس آباد تھے اور اسے لئے اُن کو غسانی کہتے ہیں، اور یہ معلوم ہے کہ تہامہ خاص اسماعیلی عربوں کا مرکز تھا'' (ایضاً 78۔79)

یہاں تک قارئین کرام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہ چاروں خاندان دیکھ لئے جن میں بحکم خدا حکومتیں رہنا تھیں۔اور چاروں حکومتوں نے مل کر مقاصد خداوندی کو انجام دینا تھا۔اور مرکزی ہدایات کے مطابق اپنے اپنے حصے کی خدمات بجالانا تھا۔تاکہ اُنہیں اور نوع انسان کو وہ تمام انعامات ملتے چلے جائیں جن کا وعدہ اللہ نے امام زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا (توریت)۔

(د) ابراہیمؑ خاندانوں کی حکومتوں کا مرکزی سربراہؑ امام زمانہؑ رہتا چلا جائے گا۔نبوت ورسالت تعاون، اِتباع اور اقتداء کریں گی اللہ اپنے وعدے پورے کرے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے خُلّت ونبوت ورسالت کے بعد نوع انسان کی امامت کے عہدے پر فائز کیا (بقرہ 2/124) اور منصب امامت کو اُن کی ذریت میں مخصوص کر دیا مگر یہ شرط لگادی کہ منصب امامت کسی غلط بین وغلط کار وغلط نواز (ظالم) شخص کو نہیں دیا جائے گا۔یعنی عہدہ امامت کے لئے قیامت تک جاری رہنے والا معصوم اماموں کا سلسلہ موجود رہے گا (2/124) چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے مکہ معظّمہ کو مرکز بنانے کے لئے سفر کا حکم دیا اور آپ نے حضرت اسماعیل وہاجرہ علیہما السلام کو ضروری ہدایات کے ساتھ وہاں اپنا جانشین ونمائندہ بنا کر تعینات کیا۔واپس آکر حضرتِ اسحاقؑ کی تربیت شروع کی۔حضرت قطورہ علیہا السلام سے شادی کی اور اپنی زندگی ہی میں حضرت قطورہ اور اُن کی اولاد کو عرب میں مناسب مقام پر آباد کیا تاکہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے ماتحت رہ کر مقاصدِ خداوندی میں معاون ومددگار رہیں۔یہ بھی توریت سے معلوم ہو چکا کہ حضرت عیسو علیہ السلام بھی مع اپنے اہل وعیال واموال اور اولاد کے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ رہائش پذیر ہو گئے تھے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین خاندان مکہ اور گردونواح مکہ میں آباد اور ہم آہنگ تھے۔صرف ایک یعنی چوتھا خاندان عرب سے باہر رہ گیا تھا اور وہ جناب اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کا خاندان تھا۔جو برابر تین ہزار سال تک یعنی بعثت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مرکزی خاندانؑ کے ماتحت رہتا چلا گیا۔نیابت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ یوں بھی حضرت اسماعیلؑ برادر بزرگ تھے اور

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابراہیمؑ کے بعد پورے خاندان کے باپ تھے۔اور توریت نے بھی اُن کو خاندان کا اور پوری نوع انسان کا سربراہ وامام وراہنما مقرر کیا تھا۔

(1) حضرت اسماعیلؑ تو اللہ کے بعد دوسرا درجہ رکھتے تھے اُن کا تو نمائندہ بھی انبیاؑ کا مالک ومولا اور مسجود وقابل صد تعظیم ہوتا تھا۔

یہ دکھانے کے لئے کہ خاندان ابراہیمی کے تمام بادشاہ اور تمام انبیاؑ حضرت اسماعیلؑ اور اُن کے جانشین اماموںؑ کے مطیع وفرمانبردار رہتے چلے گئے ہم توریت سے وہ طرزِ عمل دکھاتے ہیں جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے نبی ہوتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے داماد اور نمائندے حضرت عیسو علیہ السلام کے ساتھ اختیار کیا تھا۔توریت میں ہے کہ:

ثُمَّ رَفَعَ یَعْقُوْبُ طَرْفَهٗ وَنَظَرَ فَاِذَا عِیْسُو مُقْبِلٌ وَمَعَهٗ اَرْبَعُ مِئَةِ رَجُلٍ فَفَرَّقَ اَوْلَادَهٗ عَلٰی لَیْئَةَ وَرَاحِیْلَ وَالْاَمَتَیْنِ وَجَعَلَ الْاَمَتَیْنِ وَاَوْلَادَ هُمَا اَوَّلًا ثُمَّ لَیْئَةَ وَاَوْلَادَهَا ثُمَّ رَاحِیْلَ وَیُوْسُفَ اَخِیْرًا.وَهُوَ یَقْدُمُهُمْ وَسَجَدَ اِلَی الْاَرْضِ سَبْعَ مَرَّاتٍ حَتّٰی دَنَا مِنْ اَخِیْهِ .فَبَادَرَ عِیْسُو وَتَلَقَّاهُ وَعَانَقَهٗ وَاَلْقٰی بِنَفْسِهٖ عَلٰی عُنُقِهٖ وَقَبَّلَهٗ وَبَكَیَا. وَرَفَعَ عَیْنَیْهِ فَنَظَرَ النِّسَاءَ وَاَوْلَادَ فَقَالَ مَا هٰؤُلَاءِ مِنْکَ ؟ قَالَ الْبَنُوْنَ الَّذِیْنَ رَزَقَهُمُ اللّٰهُ عَبْدَکَ: فَتَقَدَّمَتَ الْاَمَتَانِ وَاَوْلَادُهُمَا وَسَجَدُوْا.ثُمَّ تَقَدَّمَتْ لَیْئَةَ اَیْضًا وَ اَوْلَادُهَا وَسَجَدُوْا.وَاَخِیْرًا تَقَدَّمَ یُوْسُفُ وَرَاحِیْلُ وَسَجَدَا.فَقَالَ مَا اَرَدْتَ مِنْ جَمِیْعِ الثَّرْوَةِ الَّتِیْ صَادَفْتُهَا؟ قَالَ اَنْ اَنَالَ حُظْوَةً فِیْ عَیْنَیْ سَیِّدِیْ. قَالَ عِیْسُو اِنَّ عِنْدِیْ كَثِیْرًا فَمَالَکَ یَبْقٰی لَکَ یَا اَخِیْ. قَالَ یَعْقُوْبُ لَا اِنْ نِلْتُ حُظْوَةً فِیْ عَیْنَیْکَ فَاقْبَلْ هَدِیَّتِیْ مِنْ یَدِیْ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ وَجْهَکَ كَمَا یُرٰی وَجْهُ اللّٰهِ وَرَضِیْتَ عَنِّیْ. فَاَقْبَلْ بَرَكَتِیَ الَّتِیْ جِئْتُ بِهَا اِلَیْکَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَنْعَمَ عَلَیَّ وَعِنْدِیْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَاَلَحَّ عَلَیْهِ فَقَبِلَ. (تکوین 11 تا 33/1)

''پھر یعقوبؑ نے پہلو بدل کر دیکھا تو اچانک چار سو آدمیوں کے ساتھ عیسوؑ سامنے سے چلا آرہا ہے۔یہ دیکھتے ہی یعقوبؑ نے لیاہ اور راحیل اور دونوں کنیزوں میں اپنی اولاد کو اس طرح تقسیم کر دیا کہ لونڈیوں اور اُن کے بچوں کو سب سے آگے رکھا اور لیاہ اور اُس کے بچوں کو اُن کے پیچھے کیا اور راحیل اور یوسفؑ کو سب سے پیچھے رکھا۔اور خود یعقوبؑ سب کے آگے آگے چلے اور اپنے بھائی عیسو تک پہنچتے پہنچتے سات مرتبہ زمین بوس ہو کر سجدہ کیا۔اُدھر عیسوؑ یعقوبؑ سے ملاقات کے لئے آگے بڑھا اور اُس سے بغل گیر ہوا اور گلے لگایا اور بوسہ دیا اور دونوں رونے لگے۔پھر اس نے نظر اُٹھا کر عورتوں اور بچوں کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ تمہارے کون ہیں؟ یعقوبؑ نے کہا کہ یہ وہ بیٹے ہیں جو اللہ نے تیرے اس بندے کو عطا کئے ہیں۔اب کنیزیں اور اُن کی اولاد آگے بڑھی اور سب نے عیسوؑ کے سامنے سجدہ کیا۔پھر لیاہ اور اس کی اولاد سامنے آئی اور عیسوؑ کو سجدہ کیا۔آخر میں راحیل اور یوسفؑ آگے بڑھے اور عیسوؑ کو سجدہ بجالائے۔پھر عیسوؑ نے پوچھا کہ تم نے جو دولت وسامان کا انبار میرے پاس بھیجا اور جو مجھے راستے میں مل چکا ہے۔اس کو بھیجنے میں تمہارا کیا ارادہ تھا؟ یعقوبؑ نے کہا کہ میری نیت یہ تھی کہ میں اپنے خداوند کے حضور نذرانہ پیش کر کے حضور کی نظر میں مقبول بندہ ٹھیروں۔عیسوؑ نے کہا کہ میرے پاس بہت مال متاع ہے لہٰذا بھیا وہ سب تمہیں مبارک ہو۔یعقوبؑ نے عرض کیا کہ اگر آپ نے مجھے پسند کر لیا ہے تو از راہ کرم میرا نذرانہ قبول فرمالیں۔کیوں کہ میں نے تو تمہارا منہ دیکھ کر گویا اللہ کا چہرہ (وجہ اللہ) دیکھ لیا ہے۔اور تم مجھ سے راضی اور خوش بھی ہو گئے ہو۔چنانچہ پیش خدمت کیا جانے والا نذرانہ قبول فرمالیں۔کیوں کہ اللہ نے مجھ پر بڑا فضل کیا ہے اور میرے پاس اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے اور منت وزاری کی بنا پر

Presented by Ziaraat.Com

عیسوؑ نے یعقوبؑ کا ہدیہ قبول کر لیا‘‘

وہ مومنین جو کتبہائے خداوندی پر حکم خداوندی کے مطابق ایمان لاتے ہیں وہ تمام انبیا علیہم السلام کو مسجودِ خلائق سمجھتے ہیں۔اور جو لوگ ابلیس کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ صرف اللہ کے لئے سجدہ کو جائز کہتے ہیں۔اور انبیاؑ کو سجدہ کرنا شرک قرار دیتے ہیں۔اس لئے کہ ابلیس نے پہلے نبیؑ حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا تھا۔وہ ایسا توحید پرست تھا کہ خود اللہ کے حکم کے باوجود انبیاؑ کو سجدہ ناجائز سمجھتا تھا۔صرف اسی توحید پرستی نے اس کو جہنمی اور ملعون بنایا تھا۔اور سجدہ کے حق کو چھپانے کی بنا پر اُسے کافروں میں شمار کیا گیا ہے۔اُس کی پیروی میں بہت سے علما اور عوام اور غیر خدا کو سجدہ کرنا شرک مانتے ہیں اور یوں وہ دو عظیم گناہوں کے بیک وقت مرتکب ہیں۔پہلا گناہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے خلاف اللہ اور انبیاؑ و رسلؑ میں تفریق کر کے نبیوںؑ کو اللہ سے الگ مانتے ہیں۔(نساء 4/150) دوسرا گناہ یہ ہے کہ اللہ نے انبیاؑ کے لئے سجدہ کا واضح حکم دیا تھا اس کو غلط حکم قرار دیتے ہیں۔

(2) مقام امامت وہ مقام ہے جہاں مسجود ملائکہ اور وہ انبیاؑ سجدے کرتے ہیں جن کو بھرے دربار میں انسان سجدہ کرتے رہے۔

آپ نے دیکھا کہ حضرتِ عیسو علیہ السلام نہ نبی تھے نہ رسوؑل تھے لیکن اُن کو حضرت یوسف اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اس لئے سجدہ کیا اور بار بار کیا کہ وہ امامت کے نمائندے اور امام زمانہؑ کے حاشیہ نشین تھے۔حضرت یعقوب اور یوسف علیہما السلام کا مقام قرآن سے سنئے:

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْالَهٗ سُجَّدًا۔ الخ (یوسفؑ 12/100)

’’اور یوسفؑ نے اپنے والدینؑ کو تختِ حکومت پر بلند کیا تو تمام اہل دربار حضرت یوسفؑ و یعقوبؑ اور یوسفؑ کی والدہ کے لئے سجدہ میں گر پڑے‘‘

اُس وقت اہل دربار میں یوسفؑ کے بھائی بھی تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا تھا۔سوچئے کہ حضرت یعقوب اور یوسف علیہما السلام مرکزی حکومت کے نمائندے کے روبرو سات مرتبہ سجدہ کر کے پہنچے تھے۔یہ تھی حضرت اسماعیلؑ اور اُن کے جانشین آئمہ علیہم السلام کی خدائی شان۔چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چاروں خاندانوں کی حکومتیں پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ماتحت مرکزی حکومت کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو خدا کی عائد کردہ ذمہ داریاں سمجھ کر انجام دیتی رہیں۔پھر حضرت نابت علیہ السلام امامؑ زمانہ کی حیثیت میں جانشین ہوئے۔اور سب سے پہلے وہ شہنشاہ ہیں جو چاروں حکومتوں پر یعنی **ملگا عظیمًا** (نساء4/54) پر حکمران تھے۔چنانچہ تاریخ طبری میں آنحضرتؐ کا شجرہ لکھتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا چالیسواں نمبر لکھا ہے اور اُن سے پہلے نمبر 39 پر جناب جشم کا نام لکھا ہے اور اُن ہی کو عوام کہا ہے اور ظاہر ہے کہ وہی حضرت نابت علیہ السلام ہیں۔اُن کے لئے لکھا ہے کہ:’’اسماعیلؑ کی اولاد میں سب سے پہلا فرمانروا ہے‘‘ (ترجمہ جلد اول صفحہ 57)

طبری کا یہ شجرہ دیکھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ جانشینانؑ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ میں بہت سے آئمہ علیہم السلام خود بادشاہ نہیں ہوئے بلکہ خاندان کے دوسرے افراد کو بادشاہ بناتے رہے۔لیکن مملکت عظیمہ کی سربراہی ہر زمانہ کے امامؑ ہی کرتے تھے۔اور چاروں خاندانی حکومتوں اور بعض غیر خاندانوں کی حکومتیں بھی مرکزی حیثیت سے اُن ہی کی اطاعت کرتی تھیں۔یہی صورت حال تھی حضرت قصیٰؑ، ہاشمؑ، عبدؑ المطلب اور ابوطالب علیہم السلام کے زمانہ میں۔اور ان کا یہی تسلیم شدہ مقام تھا جس کی بنا پر رومۃ الکبریٰ یعنی حضرت ابراہیمؑ کی یعقوؑبی شاخ کی حکومت، اور دیگر بادشاہانِ عالم اُن کے خطوط کو فرمان شہنشاہی کا مقام دیتے تھے اور حکومت کے ٹیکس جیسی اہم آمدنی کا نقصان بھی برداشت کر لیتے تھے۔اور اُن حضراتؑ کے اعتماد پر لوگوں کو اپنے ملک میں بلا روک ٹوک اور جانچ پڑتال کے رہنے اور پھرنے دیتے تھے۔اور جاسوس ہونے کا شبہ تک نہ کرتے تھے۔اور یہی خاندانی اور خدائی رشتہ تھا جس کی بنا پر سلطنت روم کی شکست پر رنج اور فتح پر خوشیاں منانے کے لئے سورہ روم نام رکھا گیا تھا۔اور دونوں فریق کو

Presented by Ziaraat.Com

مومن مان کر خوشی کا جشن منانے کی تاکید کی گئی تھی۔

(3) حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی دُعا کے نتیجہ میں خاندان ابراہیمیؑ میں برابر ایک اُمۃ مسلمہ رہتی چلی گئی قرآن میں اُس کا وجود دیکھیں۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ O رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ O۔ (سورہ بقرہ 129-2/128)

حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ دعا مانگ رہے ہیں کہ: ''اے ہمارے پروردگار تو ہم دونوں کو اپنا خاص مسلم بنالے اور ہماری ذریت میں سے بھی اپنی ایک خاص مسلم اُمت بنادے اور اُنہیں اور ہمیں ہماری ذمہ داریاں اور ہدایات دکھاتے رہنا طے فرمالے اور ہماری اصلاح کے لئے ہم پر متوجہ رہتا چلا جا اور بلاشبہ تو تو اصلاح کے لئے بار بار متوجہ ہونے والا اور انتہا درجہ کا رحیم ہے ہی اور اے ہمارے پروردگار اُس امتِ مسلمہ میں اُن ہی کے اندر سے ایک ایسا رسوؐل مبعوث کرنا جو اُس اُمت مسلمہ کے سامنے تیری آیات کی برابر تلاوت کرتا چلا جائے اور اُنہیں مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا رہے۔ اور اُس امت مسلمہ کا تزکیہ نفسی کرتا رہے۔ بلاشبہ تُو تو ہے بھی ہر حالت میں غالب رہنے والا الحکیم''۔

حضرات ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی اس دعا کے پورا ہونے پر قرآن، توریت وانجیل وزبور بھی گواہ ہیں اور تاریخ روم ویونان وایران بھی شاہد ہیں اور سارے مسلمانوں کا بھی اتفاق واجماع ہے اور یہ شعر بھی گواہی دیتا ہے کہ: ؎ ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا۔ دعائے خلیل ونوید مسیحا۔

لہٰذا وہ اُمت مسلمہ مسلسل تین ہزار سال تک برابر بڑھتی چلی آئی اور وہ بالکل اُسی معیار ومرتبہ کی اُمت تھی جو حضرات ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے اسلام کا معیار ومرتبہ تھا اس لئے کہ انہوں نے دونوں کیلئے ایک ہی معیار رکھا تھا یعنی اپنے لئے مُّسْلِمِين لَّكَ اور امت کے لئے اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ''اور یقیناً وہ امت بھی حضرات ابراہیم واسماعیلؑ کی طرح معصومؑ اور نبوت ورسالت وامامت کو جنم دینے اور پالنے والی تھی۔ اور تین ہزار سال میں اُس کی تبلیغ واثر سے ہر زمانہ میں ہزارہا حقیقی مسلمان رہتے چلے آئے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں حقیقی مسلمانوں کی ایسی قوم موجود تھی جس کے لئے رسوؐل سے فرمایا گیا کہ:

''یہ تھی ہماری وہ حجت جو ہم نے ابراہیمؑ کو اُس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرا پروردگار نہایت دانا اور علیم ہے۔ پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد دی اور ہر ایک کی راہنمائی کی۔ نوحؑ کی راہنمائی اس سے پہلے ہم کر ہی چکے تھے اور اس ہی کی ذریت سے ہم نے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کی راہنمائی کی اسی طرح ہم احسان پیشہ لوگوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ اور اُسی کی ذریت میں زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو ہدایت دی اُن میں سے ہر فرد صالح تھا۔ اِسی گھرانے سے اسماعیلؑ، الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کی راہنمائی کی گئی اُن میں سے ہر ایک کو ہم نے پوری کائنات پر بزرگی عطا کی نیز اُن کے باپ دادوں میں سے اور اُن کی ذریت میں سے اور اُن کے بھائیوں میں سے ہم نے مجتبیٰ بنایا ہدایت یافتہ کیا اور صراط مستقیم پر برقرار رکھا۔ وہی اللہ کا نظام ہدایت ہے جس کے ذریعہ سے اللہ اپنی مشیت کے مطابق ہدایت کرتا ہے۔ لیکن اگر کہیں مذکورہ بالا لوگوں نے نظام اشتراک اختیار کرلیا ہوتا تو اُن کے تمام نیک اعمال ضائع ہوگئے ہوتے۔ چنانچہ مذکورہ حضرات وہی لوگ ہیں جنہیں ہم نے مکمل کتاب دی اور حکومت ونبوت عطا کی تھی۔ چنانچہ اگر یہ قریش ان تعلیمات کو چھپائیں تو پرواہ نہ کرنا ہم نے اُن پر ایک قوم کو

Presented by Ziaraat.Com

وکیل بنا رکھا ہے جو ان تعلیمات کو ہرگز پوشیدہ نہ ہونے دے گی۔اور یہ سمجھ لو کہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں چنانچہ تم اے رسولؐ اُن ہی کے اقتداء کرتے رہو‘‘(انعام 90تا6/83)

قارئین نے دیکھا کہ اللہ نے خود حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے ہادیانِ دین کی اور ہادیانِ دین کے پالنے پوسنے والوں کے حالات اور اُن کا بلندترین مقام بیان کیا اور امتِ مسلمہ کے تمام افراد کا مسلسل ذکر کرتے کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کا سلسلہ پیش کر کے ایک ایسی قوم کا وجود ثابت کیا ہے جو کسی طرح حق پوشی نہ کرے گی اور حق پوشی کرنے والے قریش سے مواخذہ کرے گی۔اس قوم کا وجود کسی نہ کسی طرح مودودی نے بھی مانا ہے۔

یعنی ’’۵۸؎ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ کافر و مشرک لوگ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں تو کردیں، ہم نے اہل ایمان کا ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے جو اس نعمت کی قدر کرنے والا ہے‘‘(تفہیم القرآن جلداول صفحہ 562)

مودودی صاحب نے قرآن کے الفاظ کو نظرانداز کر کے اپنے اور اپنے ہم مذہب لوگوں کے دل کو بہلانے کی کوشش کی ہے۔یعنی قرآن کی آخری آیات سے اُن لوگوں کو مراد سمجھا اور سمجھایا ہے۔جو خود مسلمانوں ہی میں موجود ہیں۔لیکن مودودی مانتے اور جانتے ہیں۔کہ سورہ انعام اُن کی تحریر کے مطابق مکہ میں نازل ہوئی تھی اور مکہ میں روزِ ہجرتِ مدینہ تک گنتی کے چند لوگ اسلام لائے تھے۔اُن سب کو بھی ’’ایک ایسی قوم نہیں کہا جاسکتا جو سارے قریش اور مکہ کی پوری آبادی پر بطور وکیل مسلط کی جاسکے‘‘

قرآن کریم میں مذکورہ قوم کے لئے اللہ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔

(1)اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحُکۡمَ وَ النُّبُوَّۃَ،

’’وہ تو وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے مکمل کتاب اور مکمل حکومت اور مکمل نبوت دے رکھی ہے۔

(2) فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِهَا قَوۡمًا لَّیۡسُوۡا بِهَا بِکٰفِرِیۡنَ O

’’چنانچہ اگر یہ قریش واہل مکہ اس کو چھپائیں تو یقیناً ہم نے چھپانے والوں پر ایک ایسی قوم کو وکیل بنا رکھا ہے جو اُسے نہیں چھپائیں گے۔

(3) اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقۡتَدِهۡ۔۔

وہ تو وہی لوگ ہیں جن کو خود اللہ نے ہدایت یافتہ بنایا ہے۔چنانچہ اے محمدؐ تم نبیؐ اور رسولؐ ہوتے ہوئے بھی اُن کی اِقتداء کرو یعنی تم اُن کے پیچھے پیچھے چلا کرو‘‘(انعام89-6/90)

قارئین سوچنے کی بات یہ ہے کہ اِن آیات میں چند لوگوں کی یا کسی ایک گروہ کی بات نہیں ہے۔بلکہ ایک قوم کی بات ہے۔اور وہ قوم بھی کوئی معمولی درجے کی قوم نہیں ہے۔بلکہ ایک ایسی قوم ہے۔جسے ساری نبوتیںؑ اور رسالتیںؑ حاصل ہیں۔یعنی ایسی قوم جو تمام نبوتوںؑ اور رسالتوںؑ کا نتیجہ یا نچوڑ ہے اور جسے ساری حکومت بھی حاصل ہے یعنی اُس قوم پر اللہ کی پوری حکمرانی کا دارومدار ہے۔یہی نہیں بلکہ وہ ایسی قوم ہے کہ جسے اللہ نے خود بنفس نفیس ہدایت یافتہ بنایا ہے۔اور جس کی ہدایات پر محمدؐ ایسی بزرگ ہستی کو نبیؐ اور رسولؐ ہوتے ہوئے بھی عمل کرنا ہے۔اور اُس قوم کے پیچھے رہنا اور اُس کے پیچھے پیچھے چلنا ہے۔یعنی ہر حال اور ہر معاملے میں اُس قوم کی پیروی کرنا ہے۔یعنی وہ قوم، جو ساری نبوتوں اور رسالتوں کا مرکز ہے، جو اللہ کی تمام حکومتوں کا محور ہے۔جس پر اللہ کی ہدایت کاری ختم ہو چکی ہے۔موجود ہے۔ورنہ اقتداء کا حکم صادق نہ آئے گا۔اب یہ

Presented by Ziaraat.Com

سوچیں کہ مودودی نے ایسی عظیم المرتبت قوم کو''مومنوں کا ایک گروہ'' کہہ کر کتنی عظیم الشان اور سامنے موجود حکومت کا کفر کیا ہے؟ جو تاریخ روم ویونان میں مذکور ہے۔ جسے توریت نے تفصیل سے ریکارڈ کیا ہے۔جس کو قرآن کے سینے میں محفوظ کیا گیا ہے۔(نساء 4/54)اور ملکًا عظیمًا کا حامل فرمایا گیا ہے۔اور جس کے ثبوت میں علامہ ندوی نے ارض القرآن کی دو جلدیں لکھی ہیں اور جسے النبوۃ اور الحکم اورالکتاب کی حامل حکمران قوم فرمایا گیا ہے؟(6/90)

(4) وہ قومؑ جس کی اِقتداء کا محمدؐ کو حکم دیا گیا ہے وہی قومؑ ہے جس کی اتباع کا محمدؐ پر قرآن میں بار باراور طرح طرح سے واجب ہونا بیان ہوا ہے

یہاں تک تاریخ وحدیث وقرآن وتوریت سے ایک عظیم الشان حکومت اور عظیم المرتبہ حکمرانوں کا موجود ہونا ثابت ہو چکا ہے اب یہ دیکھئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس قوم کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے وہ قرآن کے الفاظ میں ملت ابراہیم علیہ السلام بھی کہلاتی ہے۔قرآن سنئے:

(5) جس حکمران قوم کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے وہ ملت ابراہیمؑ اور اُمۃ مسلمۃ اُس وقت موجود تھی۔

اللہ نے جس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مذکورہ بالا حکمران قوم کی اقتداء کا حکم دیا(انعام ۸۹۔۹۰/۶) ہے اُس سے بھی پہلے یہ حکم دیا تھا کہ:

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ Oشَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ اِجۡتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍO وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَOثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَO(سورہ نحل 16/120-123)

''حقیقت یوں ہے کہ ابراہیمؑ اپنی پوزیشن میں ایک مطیع فرمان اور یک سو رہنے والی پوری امت تھا۔اور نظام اشتراک سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا۔وہ اللہ کی نعمتوں پر شکر گزار تھا۔اللہ نے اُسے منتخب کیا تھا اور صراط مستقیم کی ہدایت کر رکھی تھی۔دنیا میں اس کو بھلائیاں دی گئی تھیں۔اور آخرت میں وہ اہم ترین صالحین میں سے تھا۔پھر ابراہیمؑ کے بعد تمہیں ہم نے وحی کی کہ تم نہایت یکسوئی کے ساتھ ملت ابراہیمؑ کی پیروی کرو اور یہ کہ ابراہیمؑ نظام اشتراکِ سے الگ رہتا تھا''(سورہ نحل 16/120-123)

ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کا دوسرا حکم۔

وَمَنۡ اَحۡسَنُ دِيۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبۡرٰهِيۡمَ خَلِيۡلًا O (4/125)

''بھلا اُس شخص سے بہتر کس کا دین ہوسکتا ہے کہ جس نے اللہ کے حضور میں اپنی تمام توجہات پیش کر رکھی ہوں اور ساتھ ہی وہ احسان پیشہ بھی ہو اور ملت ابراہیمؑ کی پیروی بھی کرتا ہو اُس ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی جسے اللہ نے اپنے دوست کی حیثیت سے اختیار کر رکھا ہو''(سورہ نساء 4/125)

محمدؐ ہی نہیں بلکہ قیامت تک ہونے والے تمام مسلمانوں کو ملت ابراہیمؑ کی پیروی کرنا ہے۔

مذکورہ بالا مکمل کتاب اور مکمل نبوت کی حامل حکمران قوم کا قیامت تک موجود رہنا اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور اُن پر ایمان لانے والوں کو قیامت تک اُس عظیم المرتبہ حاکم قوم کے پیچھے پیچھے اُن کے نقش قدم پر پیر رکھتے ہوئے چلنا لازم وواجب کیا گیا تھا۔پھر قرآن سنئے:

فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَO(آل عمران 3/95)

''اَے نبیؐ تم اِن مسلمانوں سے کہہ دو کہ اللہ نے اِس سلسلے میں جو کچھ بھی فرمایا ہے سچ فرمایا ہے کہ تم سب کو بالکل یکسوئی سے متوجہ رہ کر

Presented by Ziaraat.Com

ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کرتے چلے جانا ہے۔اس لئے کہ وہ نظام اشتراک سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا‘‘

(6) ابراہیمؑ اور ملت ابراہیمؑ کے ساتھ لفظ ’’حنیفًا‘‘ اور ’’مشرکین‘‘ کی نفی ضرور مذکور ہوتے ہیں۔تاکہ اتباع کے معنی پر تاکید قائم ہوجائے۔

آپ نے یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ اللہ نہایت شدومد سے اور بڑی تفصیل وتاکید وتوجیہہ سے یہ چاہتا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تین ہزار سال سے موجود برسرِ کار رہتے چلے آنے والی اُمتِ مسلمہ،ملتِ ابراہیمؑ اور اللہ کی مملکتِ عظیمہ پر حکمران قوم کی اقتداء اور اتباع کرتے چلے جائیں۔اُن تمام متعلقہ آیات میں یکسو ہوکر اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس لئے کہ لفظ اتباع کے معنی یہ ہیں کہ:

’’اِدھر اُدھر دیکھے بغیر جس کے پیچھے پیچھے چلنا ہے یعنی جس کی اقتداء کرنا ہے اُس کے نقش قدم پر پیر رکھتے ہوئے چلنا‘‘

قرآن سے اتباع کے معنی دیکھئے۔

قرآن سے اتباع کے معنی اور اتباع کرنے والوں کو دیکھئے:

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ O۔(حجر 15/65)

’’چنانچہ تم کچھ رات گئے اپنے گھر والوں کو لے کر نکلو اور اُن کے پیچھے پیچھے اس طرح اُن کے نقش قدم پر چلو کہ تم میں سے کوئی اِدھر اُدھر ملتفت نہ ہونے پائے۔سیدھے اُدھر چلے جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم ملے‘‘

اس آیت سے اتباع میں ا۔پیچھے پیچھے چلنا بھی داخل ہیں جو اقتداء (6/91) کے معنی ہیں یعنی اتباع کرنے میں اقتداء بھی داخل ہے۔ 2۔پھر اتباع میں لازم ہے کہ اتباع کرنے والا کسی اور طرف متوجہ یا راغب نہ ہو سوائے اس کے کہ جس کی اتباع کر رہا ہے۔اس کے نقش قدم پر دھیان رکھ کر قدم رکھتا ہوا چلے اور۔3۔بلاچون وچرا کئے برابر پیچھے پیچھے رہ کر پیروی کرتا ہوا وہاں جائے جہاں متبوع لے جانا چاہے۔اس لئے لفظ ’’حنیفا‘‘ آیات میں لاکر یہ تاکید کی گئی ہے کہ اتباع کرنے میں یکسو رہتے ہوئے اتباع کرے،راہ میں کہیں پروگرام نہ بدل بیٹھے،آخری منزل تک کسی اور شخص کو اپنے پروگرام یا اتباع میں نظام مشاورت کو شریک نہ کرے۔

(7) اُمۃ مسلمہؑ یا نبوت وکتاب کی حامل حکمرانؑ قوم کو معصوم ہونا لازم ہے ورنہ ایک عظیم ترین معصومؑ نبیؐ ورسولؐ کو اتباع واقتداء کا حکم؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لامحدود ولاتحصٰی فضائل اور مراتب کے حامل ہیں۔اقتداء اور اتباع تو کسی عام جاہل شخص پر بھی معصوم کے علاوہ کسی خاطی کی واجب نہیں ہوسکتی خواہ وہ شخص آیت اللہ اور حجۃ اللہ ہی کا لیبل کیوں نہ لگائے ہوئے ہو۔اتباع ہو یا اقتداء ہو یا تقلید ہو یہ صرف معصومؑ کی کی جائے گی۔غیر معصوم یا خاطی کی اقتداء واتباع اور تقلید حرام ہے۔دوسری شرط یہ ہے کہ تقلید واتباع اور اقتداء افضل کی ہوتی ہے۔

(8) اُمۃِ مسلمہ اور نبوۃ ورسالۃ اور کتبہائے خداوندی کی حامل حکمران قوم کو آنحضرتؐ سے افضل ہونا چاہئے اس لئے کہ مفضول کی اتباع باطل ہے

چونکہ قرآن میں آنحضرتؐ پر اور اُن کی امت پر مذکورہ بالا قومؑ یا امتؑ مسلمہ کی اتباع واقتداء ثابت ہے لہٰذا لازم ہے کہ زیر بحث قوم اور اُمت مسلمہ آنحضرتؐ سے اور اُن کی اُمت سے افضل ہو۔چنانچہ قرآن میں وہ حضرات مذکور ہیں جن کے رُوبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سر جھکا کر دست بستہ،انتہائی عاجزانہ ومنکسرانہ وغلامانہ انداز سے کھڑا ہونا واجب تھا۔جن کے سامنے بلند آواز سے بولنا گناہ تھا۔جن کے سامنے کسی بات پر اُف تک کرنا منع تھا اور وہ حضرات وہی تھے جنہوں نے آنحضرتؐ کی ربوبیت کی تھی۔(بنی اسرائیل 17/23) جنہوں نے حضورؐ کی بے کسی وبے بسی میں ماں باپ سے بڑھ کر پرورش کی اُن کے لئے مضبوط پناہ (آویٰ) فراہم کی،جنہوں نے انگلی پکڑ کر راہ نبوت پر ہدایت کی،جنہوں نے

Presented by Ziaraat.Com

انہیںؑ دنیا میں مستغنی کر دیا۔جن کے کاموں کواللہ نے اپنے افعال قرار دیا(ضحیٰ 11 تا5/93) اُن حضرات کے سینوں میں مکمل قرآن روزِ ازل سے لکھا ہوا تھااور جوازلی عالم تھے(عنکبوت29/49) جو آنحضرتؐ کو ساری کائنات کی خبریں دے سکتے تھے(فرقان25/59)۔

(9) حضرت علیؑ اور اُن کے آباؑ واجدادؑ عربوں ہی کے نہیں بلکہ ساری نوعِ انسان کے مالک ومعبود رہتے آئے۔

یہ مسلّمات دین میں سے ہے کہ سربراہِ اسلام یا خلیفۂ خداوندی تمام انسانوں کی جان ومال کا مالک ومختار ہوتا ہے۔چنانچہ قرآن کا ایک عام قاعدہ یہ ہے کہ:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا۔ (احزاب33/6)

”یہ مخصوص ومکمل نبی محمدؐ تمام مومنین پر اُن کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ اوّلیت رکھنے والا ہمدرد حاکم ہے اور اُس کی یہ موجودہ بیویاں مذکورہ مومنین کی مائیں ہیں اور اُس کے ارحام والے لوگ تمام مومنین اور مہاجرین پر بھی اور خود آپس میں بھی بعض کے اوپر رسولؐ کی طرح اوّلیت رکھنے والے ہمدرد حاکم ہیں یہ سب کتاب اللہ کے قائم کیئے ہوئے عہدے ہیں۔ہاں اُس کی اجازت ہے کہ معروف طریقہ پر وہ مومنین ومہاجرین اپنے گھریلو اولیا کے ساتھ بہتر سلوک کریں یہ بھی الکتٰب میں سطروں میں لکھا ہوا ہے“۔

اس آیت کی ایمان افروز تشریح ہماری تفسیر احسن التعبیر میں ملاحظہ فرمائیں۔یہاں تو ایک عام مسلّمہ حقیقت پر اس خطبے کی تشریح کو ختم کر دینا مطلوب ہے۔اور وہ یہ ہے کہ تمام مذاہبِ عالم میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً ایک نمائندہ خداوندی یا خلیفۃ اللہ بھی اللہ کی طرح تمام انسانوں کا مالک ومختار مانا جاتا ہے۔اور اُس کے احکام وفرمان کی تعمیل اللہ کی تعمیل واطاعت مانی جاتی ہے۔چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کا مسلمانوں کے لئے یہ فرمانا صحیح ہے کہ: وَاِنِّیْ لَصَاحِبُهُمْ بِالْاَمْسِ ؛كَمَا اَنَا صَاحِبُهُمُ الْيَوْمَ ؛(خطبہ 33، جملے 15۔16)

”جیسا کہ میں آج تمہارا مالک ہوں ویسا ہی میں کل بھی تمہارا مالک تھا“

یہ مالکیت خلافتِ ظاہری کی بنا پر مسلّمہ تھی۔لیکن ظاہری خلافت سے پہلے کی مالکیت ثابت کرنے کے لئے ہم نے توریت وتاریخ عالم سے اور خود قریشی تاریخ ارض القرآن سے اور قرآن کریم کے بیانات سے حقائق کا انبار لگا دیا ہے۔وہ مالکیت تین ہزار سال سے اللہ کی قائم کردہ حکومت کی صورت میں خاندان مرتضویؑ میں سے گزرتی ہوئی حضرت علی علیہ السلام تک پہنچی۔اور خلیفہ دوم عمر کے زمانہ تک حکومت علویہ کے ماتحت قیصر روم اور جبلہ ابن ایہم ایسے بادشاہ موجود تھے۔لہٰذا حضرت علی علیہ السلام عمر کے زمانہ تک شہنشاہِ عرب وعجم تھے۔یہ دوسری بات ہے کہ آپؑ نے جبراً اپنی حکومت نہیں منوائی۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 34

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 34

خُطبہ ﴿34﴾

1۔حضرت علیؑ قریش کو عہد رسولؐ میں ان پر گزرنے والی حالت کا مرقع دکھاتے ہیں۔
قرآن کریم میں پیش کردہ نظارہ انکے سامنے رکھتے ہیں۔

2۔دنیا کو بتاتے ہیں کہ عہد رسولؐ کی فتوحات اور کامیابیاں قریشی قوم سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔
جیسی یہ قوم آج ہے ویسی ہی عہد رسولؐ میں بھی تھی۔

3۔دشمنان دین کی طرفداری میں عقل وتدبر کھو بیٹھنے والے دشمن کے خلاف کوئی اقدام کرنے سے باز رہنے والے۔
اسلام کے تحفظ میں غافل لوگ۔

4۔میں تمہارے طرز عمل کے خلاف تنہا دشمن کے پرخچے اڑا دوں گا۔

5۔تمہارا طرز عمل شکست کا پیش خیمہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اُفٍّ لَّکُمۡ لَقَدۡ سَئِمۡتُ عِتَابَکُمۡ ؛	1	میں تمہیں ملامت کر کر کے مایوس ہو گیا اب تو تمہارے لئے میرے پاس افسوس ہی افسوس ہے۔
اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَۃِ عِوَضًا؟	2	کیا تم نے آخرۃ کے بدلے میں دنیا کے مال ومتاع اور عیاشی کی زندگی کو پسند اور اختیار کر لیا ہے؟
وَبِالذُّلِّ مِنَ الۡعِزِّ خَلَفًا ؟	3	اور عزت کی جگہ ذلت کو دے دی ہے؟
اِذَا دَعَوۡتُمۡ اِلٰی جِهَادِ عَدُوِّکُمۡ دَارَتۡ اَعۡیُنُکُمۡ کَاَنَّکُمۡ مِنَ الۡمَوۡتِ فِیۡ غَمۡرَۃٍ ؛	4	جب تمہیں تمہارے دشمنوں سے جہاد کی دعوت دی جاتی ہے تو تمہاری آنکھیں اس طرح گھومنے اور چکرانے لگتی ہیں جیسے تم موت کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہو
وَمِنَ الذُّهُوۡلِ فِیۡ سَکۡرَۃٍ	5	اور تم پر جان کنی اور نزع کی غفلت اور مدہوشی چھا رہی ہو۔
یُرۡتَجُ عَلَیۡکُمۡ حَوَارِیۡ فَتَعۡمَهُوۡنَ ؛	6	تم میری کسی ہدایت کو سمجھ کر اختیار نہیں کرتے۔اسی لئے تم حیران وحواس باختہ ہو کر رہ جاتے ہو۔
فَکَاَنَّ قُلُوۡبَکُمۡ مَاْلُوۡسَۃٌ ؛	7	معلوم یہ ہونے لگتا ہے کہ گویا تمہارے قلوب آسیب زدہ ہیں۔
فَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡقِلُوۡنَ ؛	8	پھر گویا آسیب زدگی سے تمہاری عقل ماری گئی ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

مَاانْتُمْ لِیْ بِثِقَةٍ سَجِیْسَ اللَّیَالِیْ ؛	9	جب تک دن رات آتے جاتے رہیں گے نہ تم میرے لئے قابل اعتبار ہو۔
وَمَاانْتُمْ بِرُکْنٍ یُّمَالُ بِکُمْ ؛	10	اور نہ ہی تم ایسا سہارا رہ گئے ہو جس سے ٹیک لگائی جا سکے۔
وَلَا زَوَافِرُ عِزٍّ یُّفْتَقَرُ اِلَیْکُمْ ؛	11	اور نہ ہی تم حصول عزت کے لئے وسیلہ اور سبب بن سکتے ہو کہ کوئی تمہاری احتیاج محسوس کرے۔
مَاانْتُمْ اِلَّا کَاِبِلٍ ضَلَّ رُعَاتُهَا ؛	12	تم تو اونٹوں کے اس غول کی طرح ہو جن کے چرواہے گم ہو گئے ہوں۔
فَکُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ انْتَشَرَتْ مِنْ اٰخَرَ ؛	13	چنانچہ جب ان اونٹوں کو ایک طرف جمع کیا جائے تو وہ دوسری طرف بکھر جائیں
لَبِئْسَ لَعَمْرُ اللّٰهِ سَعْرُ نَارِ الْحَرْبِ اَنْتُمْ ؛	14	قسم بخدا تم جنگ کی آگ بھڑکانے کے سلسلے میں بہت برے نکلے۔
تُکَادُوْنَ وَلَا تَکِیْدُوْنَ ؛	15	تم سے مکر کیا جاتا ہے مگر تم کوئی چال نہیں چلتے ہو۔
وَتُنْتَقَصُ اَطْرَافُکُمْ فَلَا تَمْتَعِضُوْنَ ؛	16	تمہاری ملکی حدود پر قبضہ کر کے کم کیا جا رہا ہے۔ مگر تمہیں غصہ تک بھی نہیں آتا۔
لَایُنَامُ عَنْکُمْ وَاَنْتُمْ فِیْ غَفْلَةٍ سَاهُوْنَ ؛	17	تمہاری تباہی کی فکر میں دشمن کو نیند نہیں آتی اور تم لاپرواہی میں غلطاں رہتے ہو۔
غُلِبَ وَاللّٰهِ الْمُتَخَاذِلُوْنَ ؛	18	خدا کی قسم ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑنے والے سب مغلوب ہوا کرتے ہیں۔
وَایْمُ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَظُنُّ بِکُمْ اَنْ لَّوْحَمِسَ الْوَغٰی ؛	19	بخدا میرا تو یقین ہے کہ اگر جنگ نے شدت اختیار کی اور موت کا بازار گرم ہو گیا
وَاسْتَحَرَّ الْمَوْتُ قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ انْفِرَاجَ الرَّاْسِ ؛	20	تو تم ضرور علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اس طرح کٹ جاؤ گے جس طرح سر گردن سے کٹ کر جدا ہو جایا کرتا ہے۔
وَاللّٰهِ اِنَّ امْرَاً یُّمَکِّنُ عَدُوَّهٗ مِنْ نَّفْسِهٖ یَعْرُقُ لَحْمَهٗ ؛	21	بخدا اگر کوئی اپنے دشمن کو اپنے اوپر اس طرح غالب کر لے کہ دشمن اس کا گوشت ہڈیوں سے اتار لے
وَیَهْشِمُ عَظْمَهٗ ؛	22	اور اس کی ہڈیوں کا چورا کر ڈالے۔
وَیَفْرِیْ جِلْدَهٗ ؛	23	اور کھال تک اتار کر ٹکڑے کر دے۔
لَعَظِیْمٌ عَجْزُهٗ ؛	24	اس سے اس کی عظیم عاجزی اور کمزوری ثابت ہوتی ہے۔
ضَعِیْفٌ مَّاضُمَّتْ عَلَیْهِ جَوَانِحُ صَدْرِهٖ ؛	25	ایسے عاجز شخص کا وہ دل بہت کمزور ہے جس پر اس کے سینے کی ہڈیاں قائم ہیں۔
اَنْتَ فَکُنْ ذَاکَ اِنْ شِئْتَ ؛	26	اگر ایسا عاجز و ناتوان بن جانا چاہو تو بن جاؤ۔
فَاَمَّا اَنَافَوَاللّٰهِ دُوْنَ اَنْ اُعْطِیَ ذٰلِکَ ضَرْبٌ بِالْمَشْرَفِیَّةِ تَطِیْرُ مِنْهُ فَرَاشُ الْهَامِ ؛	27	رہ گیا میں تو خدا کی قسم شمشیر آبدار کی ایسی مار دوں گا جس سے کھوپڑی کی ہڈیاں ٹکڑے ہو کر بکھر جائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

وَتَطِيحَ السَّوَاعِدُ وَالْاَقْدَامُ ؛	28	اور دست و باز و اور کلائیاں اور ٹانگیں گرتی اور برستی نظر آئیں۔
وَيَفْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَايَشَآءُ ؛	29	جب میں ایسا کر چکوں تو اس کے بعد اللہ کو جو پسند آئے کرلے۔
اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ لِيْ عَلَيْكُمْ حَقًّا؛	30	اے لوگو سنو کہ تم پر میرے حق ادا کرنا واجب ہے۔
وَلَكُمْ عَلَيَّ حَقٌّ ؛	31	اور مجھ پر بھی تمہارے حق ادا کرنا واجب ہیں۔
فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلَيَّ فَالنَّصِيحَةُ لَكُمْ ؛	32	چنانچہ تمہارے مجھ پر یہ حقوق ہیں کہ میں تمہیں نصیحت کرتا رہوں۔
وَتَوْفِيرُ فَيْئِكُمْ عَلَيْكُمْ ؛	33	اور واجب الادا مال تم پر لوٹاتا رہوں۔
وَتَعْلِيمُكُمْ كَيْلَا تَجْهَلُوْا ؛	34	اور تمہیں اس طرح تعلیم دوں کہ تم جہالت کا شکار نہ بنو۔
وَتَاْدِيبُكُمْ كَيْمَا تَعْلَمُوْا ؛	35	تمہیں ادب سکھاؤں تاکہ تم ناواقف نہ رہ سکو۔
وَاَمَّا حَقِّيْ عَلَيْكُمْ فَالْوَفَآءُ بِالْبَيْعَةِ ؛	36	اور میرا حق تم پر یہ ہے کہ تم خود کو فروخت کر دینے میں وفادار رہو اور پورے اترو۔
وَالنَّصِيحَةُ فِي الْمَشْهَدِ وَالْمَغِيبِ ؛	37	اور اعلانیہ سب کے سامنے بھی اور غیبت کے عالم میں بھی اپنے خلوص اور بہتری چاہنے کا ثبوت دو۔
وَالْاِجَابَةُ حِيْنَ اَدْعُوكُمْ ؛	38	اور جب بھی بلاؤں فوراً حاضر ہو جاؤ۔
والطَّاعَةُ حِيْنَ اٰمُرُكُمْ ؛	39	اور جب حکم دوں بلا چوں و چرا اطاعت کرو۔

تشریحات۔

اللہ کو ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی مشیت کی رعایت پسند آتی ہے۔

اِس خطبے میں حضرت علی علیہ السلام نے اپنی اور اللہ کی ہم آہنگی کا اور مخلوقات عالم اور نظام کائنات پر اپنی قدرت اور اختیار کا ایسا مظاہرہ فرمایا ہے جس سے اُنؑ کا مجسم مشیت ہونا ثابت ہوجاتا ہے یہ مظاہرہ دیکھنے سے پہلے وہ صورتحال سمجھنا ضروری ہے جس میں اُس مظاہرہ کی ضرورت پیش آئی تھی۔

1۔ قریشی صحابہ نے اِسلام اور دوستی کے پردہ میں ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ حضرت علیؑ کو مجبور ہو کر حکومت سے دستبردار ہونا پڑتا۔

قریش نے اسلام کو اپنے منصوبے کے ماتحت رکھنے کے لئے اعلان نبوت کے ساتھ ہی دو محاذ بنا دیئے تھے۔ایک مخالف محاذ اور ایک دوست محاذ۔ مخالف محاذ کا انتہائی کام یہ تھا کہ اگر یہ نبوت ڈھونگ ہو تو اُسے ختم کر کے دم لے اور اگر حق ہو تو اُسے قومی پالیسیوں اور قومی مفاد کے تحفظ پر مجبور کرتا چلا جائے۔اور جیسے ہی دوست محاذ اپنی پوزیشن مضبوط کرلے اعلانِ اسلام کر کے دوست محاذ میں گھل مل جائے۔
دوست محاذ کا انتہائی مقصد یہ تھا کہ وہ اس قدر اعتماد حاصل کرلے کہ نبوت کے بعد حکومت قوم کے ماتحت آجائے اور اگر حالات سازگار ہو جائیں تو خود نبیؐ کی تصدیق و تائید کے ساتھ دوران نبوت ہی حکومت قومی راہنماؤں کے ہاتھ میں آجائے۔

یہ دونوں محاذ ایک دوسرے سے تعاون کے ساتھ اپنا اپنا کام کرنے لگے۔ مخالف محاذ دھونس، دھمکی اور موقع بموقع دباؤ ڈالنے سے لے کر میدان جنگ میں فوج کشی اور تیغ آزمائی تک ہر ممکن کوشش کرتا چلا گیا۔ دوست محاذ یعنی صحابہ رسولؐ کہلانے والا محاذ، ایمان و اسلام کی آڑ میں رہ کر رسولؐ اور حقیقی مومنین کی ہمت شکنی کرتا، اُن میں اختلافات پھیلاتا، افواہوں کے ذریعہ سے انہیں خوفزدہ رکھتا، عقائد اور قرآن فہمی میں مختلف صورتیں پیدا کرتا، لوگوں کو اپنا ہم خیال بناتا، جانی و مالی تعاون سے جی چراتا، اور دوسروں کو جنگ سے روکتا۔ اور برابر یہ کوشش کرتا رہا کہ اسلام کے نام پر بہت سے یا کم از کم دو نظریے تو ضرور وجود میں آجائیں تاکہ لوگ اہم مسائل اور منصوبوں میں رسولؐ سے بحث اور اختلاف کرنے لگیں، بات میں سے بات نکلے اور مسائل کی مختلف صورتیں سامنے آنے لگیں۔ ساتھ ہی ایسا محسوس ہوتا رہے کہ مسلمان پر خلوص ہیں اور اسلام سے ہمدردی کی بنا پر مختلف سوالات کرتے ہیں اور مسئلہ صاف اور واضح کرانا چاہتے ہیں تاکہ عمل کے دوران شک وشبہ وارد نہ ہوا کرے۔ قریشی محاذوں نے آخر کامیابی حاصل کر لی۔ مسلمانوں کی کثرت اُن سے متفق رہی اور بعد وفاتِ رسولؐ ایک قریشی یا قومی حکومت وجود میں آگئی۔ اور قریش ساز اسلام چاروں طرف پھیل گیا۔

(الف) **حضرت علیؑ کو قریش کے دونوں محاذوں نے گھیر کر ناکامی اور حکومت سے دستبرداری کی طرف بڑھایا۔**

یہی دونوں محاذ اُس وقت بھی قائم کئے گئے جب قریش کو پالیسی اور ڈپلومیسی کے میدان میں شکست ہوگئی۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام کے اسلامی صبر وضبط کے محاذ نے قریش کو مجبور کر دیا کہ وہ جمہوری میدان بھی حضرت علیؑ کو سپرد کر دیں۔ یعنی مسلمانوں کی عظیم الشان اور بے نظیر کثرت نے ہجوم در ہجوم، دوڑ دوڑ کر حضرت علیؑ کے ہاتھ پر زبردستی بیعت کر لی اور دانشورانِ قریش منہ دیکھتے اور دل مسوستے رہ گئے۔ اُس وقت قریشی طاغوت نے اُسی ترکیب سے کام لیا جو عہد رسولؐ میں کامیابی کا ذریعہ بنی تھی۔ اور جسے قرآن نے بڑی تفصیل اور تکرار کے ساتھ ریکارڈ کیا ہے۔ چنانچہ مخالف محاذ رسولؐ کی ازواج اور خلفا کے اعزا کی قیادت میں اُٹھا۔ اُس نے قوم اور سابقہ خلفا کے نام پر اپیلیں کیں۔ قومی عصبیت اور غیرت کو اُبھارا اور حضرت علی علیہ السلام سے بیعت کر چکنے والے، طلحہ و زبیر کے سائز کے صحابہ کو توڑ کر اپنے ساتھ ملایا۔ اور ایک مستقل انتظام کر دیا تاکہ حضرت علیؑ کے طرفداروں میں سے صحابہ اور صحابہ کو دیکھ کر عوام ٹوٹ ٹوٹ کر مخالف محاذ میں شامل ہوتے رہیں۔ یہ مستقل انتظام ہی وہ دوسرا محاذ تھا جو قریشی ماہرین کی صورت میں حضرت علیؑ کے رفقائے کار میں، افسروں اور عہدیداروں میں دوستی کا نقاب پہن کر شامل ہوگیا۔ جو مرکز میں، صوبوں میں، مساجد میں، دفتروں میں وہی کام کرنے لگا جو عہد رسولؐ میں رسولؐ کے قریشی صحابہ کیا کرتے تھے۔ بیت النبوۃ میں ازواجِ رسولؐ کرتی تھیں۔ دور دراز علاقوں میں جاسوس یا منافق کرتے تھے۔ بالکل اُسی طرح حضرت علی علیہ السلام کے چاروں طرف دوستوں کا یا صحابہ کا ایک جال بچھا دیا گیا۔ اُن سب کا مخالف محاذ سے رابطہ تھا۔ اُن کا ہر قدم علیؑ کے خلاف اور مخالف محاذ کی پالیسی کی تائید میں اُٹھتا تھا۔ دوستوں کے یا صحابہ کے محاذ نے طرفدارانِ علیؑ کو سوفی صد امن پسند اور مسلمانوں سے جنگ کرنے سے متنفر بنا دیا تھا۔ مخالف محاذ لوٹ مار و قتل و غارت کرنے میں تکلف نہ کرتا تھا۔ مگر طرفدارانِ علیؑ امن اور صلح جوئی کا پرچار کرتے تھے۔ صبر وضبط و تحمل کے راگ الاپتے تھے۔ کوئی حضرت علی علیہ السلام کے جہادی اپیلوں پر کان نہ دھرتا تھا۔ دن دہاڑے دشمن کے فوجی دستے آتے اور بلا مزاحمت دیہاتیوں کا سامان لوٹ کر گٹھڑیاں باندھ کر لے جاتے تھے۔

(ب) **حضرت علیؑ کے دوست محاذ نے جو حالات پیدا کر دیئے تھے وہ حضرت علیؑ سے سنئے اور دیکھئے کہ کیا علیؑ کے سوا کوئی اور حکمران ٹھہر سکتا تھا؟**

حضرت علی علیہ السلام کو یقین دلایا جا چکا ہے کہ اُن سے کسی صحابی کو کوئی ہمدردی نہیں کوئی اُن کے تحفظ کیلئے تیار نہیں ہے۔ قسمیہ بیان دیتے ہیں کہ:

وَایمُ اللّٰهِ اِنِّی لَاَظُنُّ بِکُمْ اَنْ لَّوْحَمِسَ الْوَغٰی ؛وَاسْتَحَرَّ الْمَوْتُ قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ اَبِی طَالِبٍ انْفِرَاجَ الرَّاسِ؛ (خطبہ 34، جملے 19۔20)

''بخدا میرا تو یقین ہے کہ اگر کہیں جنگ نے شدت اختیار کر لی اور موت کا بازار گرم ہو گیا تو تم ضرور علیؑ بن ابی طالب سے اُسی طرح کٹ کر الگ ہو جاؤ گے جس طرح سر گردن سے کٹ کر الگ ہو جایا کرتا ہے۔

قریشی صحابہ قومی حکومت کی بحالی کے لئے اپنا تن من دھن اور گوشت پوست دے دیں گے مگر علیؑ کی طرفداری میں جنگ نہ کریں گے۔

علیؑ کے ساتھ شامل ہونے والے قریشی صحابہ نے ہر قیمت پر علیؑ کو شکست سے دوچار کرنا طے کر رکھا تھا۔ وہ کب تک سپر انداختہ رہیں گے اور حضرت علیؑ کی طرف سے اپنے قومی محاذ سے جہاد نہ کریں گے؟ حضرت علی علیہ السلام سے سنئے:

وَاللّٰهِ اِنَّ امْرَأً يُّمَكِّنُ عَدُوَّهُ مِنْ نَّفْسِهٖ يَعْرُقُ لَحْمَهٗ ؛ وَيَهْشِمُ عَظْمَهٗ ؛ وَيَفْرِیْ جِلْدَهٗ ؛لَعَظِيْمٌ عَجْزُهٗ ؛ضَعِيْفٌ مَّاضُمَّتْ عَلَيْهِ جَوَانِحُ صَدْرِهٖ ؛اَنْتَ فَكُنْ ذَاكَ اِنْ شِئْتَ ؛۔(خطبہ 34، جملے 21 تا 26)

''بخدا اگر کوئی شخص اپنے دشمن کو اپنے اوپر مسلط اور غالب کر لے اُس کا دشمن اُس کی ہڈیوں سے اُس کا گوشت چھیل کر اُتار سکے اور اُس کی ہڈیوں کا چورا کر ڈالے اور اُس کی کھال کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو یہ صورت حال اُس شخص کی عظیم ترین عاجزی اور بے بسی کا ثبوت ہو گی۔ ایسے عاجز اور بے بس شخص کا وہ دل بہت ہی کمزور ہے جس پر اُس کے سینے کی ہڈیاں ابھری ہوئی ہیں۔ لہٰذا اے میرے مخاطب گروہ اگر تو اتنا عاجز و ناتوان بن جانا پسند کرتا ہے تو بن جا'' (مگر مجھ سے ایسی اُمید نہ رکھنا۔ یہ میری شان نہیں ہے۔ احسنؔ)

2۔ نظامِ کائنات کو چاہئے کہ رخ بدلے، مقدرات کو چاہئے کہ ٹھہریں، قوانین مشیت کو چاہئے کہ علیؑ کا انتظار کریں۔

یداللہ ہو کر حالات کے سامنے سر جھکانا علیؑ کا کام نہیں۔ یہ اللہ کی توہین ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ:

فَاَمَّا اَنَافَوَاللّٰهِ دُوْنَ اَنْ اُعْطِیَ ذٰلِكَ ضَرْبٌ بِالْمَشْرَفِيَّةِ تَطِيْرُ مِنْهُ فَرَاشُ الْهَامِ ؛وَتَطِيْحُ السَّوَاعِدُ وَالْاَقْدَامُ ؛وَيَفْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَايَشَآءُ ؛۔(34/27-29)(خطبہ 34، جملے 27 تا 29)

''رہ گیا میں اور میرا معاملہ تو سنو کہ میں ہتھیار ڈالنے اور مجبور ہو جانے کی جگہ اُن کو تلوارِ آبدار کی وہ مار عطا کروں گا جس سے اُن کی کھوپڑی کی ہڈیاں اُڑتی پھریں اور اُن کے دست و بازو اور ٹانگیں گرتی اور برستی نظر آئیں۔ جب میں یہ سب کچھ کر چکوں گا تو اُس کے بعد اللہ جو پسند کرے اور جو چاہے کرے۔''

3۔ اگر محمدؐ و علیؑ مشیّتُ اللہ اور ارادۃُ اللہ و لسان اللہ وغیرہ نہ ہوتے تو قریش کی مجال نہ تھی کہ قومی حکومت بنا سکتے یا ایک سانس بھی مخالفت میں لے سکتے۔

قرآن کریم سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ یہ پوری کائنات اور کائنات کی تمام مخلوقات و موجودات، خواہ ملائکہ ہوں یا جنات، نباتات ہوں یا جمادات، انسان ہوں یا حیوانات، فضائیں ہوں یا کُرات، ہوائیں ہوں یا سماوات سب بحکم خدا محمدؐ و علیؑ کے حضور میں مسخر و مطیع ہیں۔ (لقمان 31/20، جاثیہ 45/13 وغیرہ۔) مگر رضائے خداوندی کا تقاضا رہا ہے کہ وہ حضرات اور اُن کے جانشین علیہم السلام منشائے الٰہی اور مقاصدِ خداوندی کو بہترین صورت میں پورا کرنے کے لئے خود کو بھی اور اللہ کے دیئے ہوئے تمام اختیارات اور قدرت کو بھی اُسی طرح اللہ کو سپرد کر دیں۔ جس طرح

Presented by Ziaraat.Com

اُس نے اپنی پوری خدائی سپرد کی تھی اور بجائے اِس کے کہ منشائے خداوندی کے مطابق کام کرتے خود منشائے الٰہی یا مشیت خداوندی بن گئے اور اللہ سے یہ سند لے لی کہ:

(1) وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا O (دھر 76/30)

(2) وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ O (تکویر 81/29)

(1) ''اور تم نہ تو کچھ چاہتے ہو اور نہ چاہو گے سوائے اِس کے کہ جب اللہ چاہتا ہے تو تم چاہتے ہو اور جب اللہ چاہے گا تو تم چاہو گے۔ یقیناً اللہ نے تمہیں اپنے علم وحکمت کے ماتحت ایسا بنایا ہے۔

(2) ''اور تم نہیں چاہتے جب تک اللہ نہ چاہے اور تم نہ چاہو گے جب تک اللہ نہ چاہے گا۔ جو تمام عالمین کا خالق ومربی اور باقی رکھنے والا اور ترقی دینے والا ہے''

یعنی اُن حضرات کا چاہنا دراصل اللہ کا چاہنا ہے اور اللہ کا چاہنا درحقیقت اُن حضرات کا چاہنا ہے۔ اسی اصول پر عمل ہوا تھا جب حضرت علی علیہ السلام نے یہ فیصلہ کرلیا کہ پہلے میں قریش کو تلوار کی مار دے دوں تب اللہ اپنی منشا کو جس طرح چاہے نافذ کرے۔ اللہ نے اس فیصلہ کی تعمیل پر پوری کائنات اور نظام کائنات کو مامور کردیا تھا اور جب تک مرتضوی منصوبہ وقوع میں نہ آ گیا کوئی تصادم وتزاحم واقع نہ ہوا۔ اسی طرح اگر حضرت علی علیہ السلام چاہتے تو اپنی حکومت وولایت کو بے روک قائم کر سکتے تھے۔ لیکن اس طرح قریش جرائم سے بچ جاتے۔ اور بلا کوشش ومحنت غیرارادی طور پر نیک رہنے کا اجر پاتے جو ظلم ہی ظلم ہوتا اور ظلم میں اللہ اور معصومین حصہ دار نہیں ہوتے۔ لہٰذا حضرت علیؑ نے اپنے حقوق کو پس انداز کردیا اس لئے کہ اُن کے ملنے کا یقین حاصل تھا۔ اور حالات کو مَشِیَة کا تازیانہ لگا کر آگے بڑھا دیا۔ اور یہ پسند فرمایا کہ قریش کو نصیحت وتنذیر کے انتہائی درجے تک لے جائیں اور اتمام حجت اس طرح کردیں کہ قریش کو انتہائی سزائیں اور عذاب دینے میں کوئی عذر باقی نہ رہ جائے اور اللہ کا وہ بیان لفظ بلفظ صادق آجائے جو قرآن میں قریش کے حق میں پہلے سے ریکارڈ کردیا گیا تھا۔

4۔ اگر علیؑ نے اپنی قدرت وقوت استعمال کی ہوتی اور خود کو خوشی خوشی قریشی اسکیم کے حوالے نہ کردیا ہوتا تو بروز قیامت قریش سے یہ مکالمہ بھی نہ ہوتا کہ:

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ O قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ O رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ O قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ O اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِىْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ O فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِىْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ O اِنِّىْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ O (23/105-111 سورہ مومنون)

''کیا تمہارے لئے تمہارے سامنے ہماری آیتیں تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ اور کیا تم اُن آیتوں کو غلط مفاہیم پر فٹ کرکے جھٹلاتے نہ رہتے تھے؟ اُنہوں نے جواب میں اقرار کرتے ہوئے یہ عذر کیا کہ اَے ہمارے پروردگار ہم پر ہماری وہ اسکیم غالب آ گئی تھی جس کی رُو سے ہم نے لوگوں کو محتاج اور قلاش بنانا طے کیا تھا اور یوں ہماری پوری قوم گمراہی میں پھنس گئی تھی۔ چنانچہ اَے ہمارے پالنے والے ہمیں جہنم سے نکال کر اصلاح کا ایک موقع اور دے دے اگر ہم اب کے بھی اُسی گمراہی پر پلٹ جائیں تو ہم واقعی غلط بین وغلط کار وغلط نواز

Presented by Ziaraat.Com

ہوں گے۔اللہ نے فرمایا کہ میرے سامنے سے دُور ہٹو اور جہنم ہی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ یقیناً تمہارا سابقہ میرے بندوں میں سے اُس فرقہ سے پڑا ہے جو یہ کہا کرتا تھا کہ اَے ہمارے پروردگار چونکہ ہم ایمان لائے ہیں اور ایمان پر برقرار رہنا بھی چاہتے ہیں اسلئے ہمارے تحفظ کا انتظام فرمادے اور ہم پر رحم وکرم فرماتا رہ اور تو تو ہے بھی تمام رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا۔ چنانچہ تم لوگوں نے اُس فرقہ کو مسخر کرلیا اور اُن پر زیادتیاں کرنے میں اس قدر محو ہوگئے کہ تم یہ بھی بھول گئے کہ میرا ذکرؑ بھی وہیں کہیں ہے۔اور تم نے اُنہیں مذاق بنا کر چھوڑ دیا تھا۔اور وہ صبر کرتے رہے۔ بلاشبہ آج میں نے اُنہیں اُن کے صبر کی جزا عطا کی ہے اور آج وہی فائزالمرام ہیں''

قارئین غور فرمائیں اور قریشی تاریخ سے بھی تصدیق دیکھیں کہ وہ کون سا فرقہ تھا جس نے عہد رسولؐ سے آج تک صرف صبر کیا؟ اور جسے قریشی حکومتوں نے ہمیشہ زیردست ہی نہیں رکھا بلکہ اُسے مٹانے کی تمام ترکیبیں جاری رکھیں؟ اور قریش ہی وہ قوم تھی جس کے دو یاروں نے مل کر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا طریقہ چھوڑ کر اپنی خلافت اور طریقہ جاری کیا تھا۔اور قریش ہی کا پہلا خلیفہ تھا جس کے پاس الذکرؑ سمجھانے بجھانے کے لئے بنفس نفیس آیا تھا لیکن بقول خود وہ اپنے یار کے بہکانے میں آگیا تھا۔قریش ہی وہ قوم تھی جس نے عہد رسولؐ ہی میں قرآن کے مفاہیم ومقاصد کو اپنی پالیسیوں پر فٹ کرلیا تھا (فرقان 31-25/27) اور ان ہی آیات سے قریش کا مجرم اور دشمن خدا اور رسولؐ ہونا بھی ثابت ہے اور یہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا اگر علی مرتضیٰ علیہ السلام نے اپنے حقوق کے مقابلہ میں مشیت خداوندی کو پہلا نمبر نہ دیا ہوتا۔اور اپنی مستقل حکومت قائم کرلی ہوتی۔

5۔ قریشی صحابہ اور مومنین کے ساتھ اللہ، رسولؐ اور علیؑ کا رویہ اُن کی اصلاح کی کوششیں اور قریش کا جوابی عمل در آمد اور اُن کی مذمتیں؟

جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام کے بیان میں دیکھا گیا ہے کہ حضرت علیؑ، قریشی صحابہ کی عاجزی اور جنگ سے باز رہنے میں اپنا خون وگوشت تک دے دینے پر آمادگی کی شکایت فرماتے رہے ہیں۔اُسی طرح قریش عہد رسولؐ میں بھی اپنے مرکزی وقومی محاذ کے خلاف جہاد کرنے پر رضامند نہ ہوتے تھے۔خواہ اُن کا قومی مرکز مسلمانوں پر کتنے ہی مظالم توڑتا رہے اور خواہ اللہ قریشی مسلمانوں کو جہاد پر کتنا ہی اکساتا اور ملامت کرتا رہے۔

(الف) قریشی مسلمان اپنے قومی مرکز سے جہاد وجنگ پر رضامند نہ ہوتے تھے یہ قوم کا لحاظ تھا۔

قریش کا یہ حال قرآن میں بار بار بیان ہوا ہے۔سنئے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا O (نساء 4/75)

''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم مسلمان ہوتے ہوئے مظلوموں کی مدد کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے (اور نہ کروگے) اور بے بس وناتوان مردوں اور عورتوں اور بچوں کی فریادیں بلند ہورہی ہیں اور تم پرواہ نہیں کرتے۔وہ فریاد کررہے ہیں کہ اَے ہمارے پروردگار ہمیں اس مکے سے محفوظ نکال لے یہاں کے باشندے مظالم ڈھارہے ہیں۔ چنانچہ ہمارے تحفظ کے لئے اپنی طرف سے ہمارے لئے ایک ہمدرد حاکمؑ متعین کردے اور اپنی طرف سے ہماری مدد کے لئے ایک مستقل نصرت کرنے والؑا مقرر فرمادے۔''

یہ تھا قریشی مسلمانوں کا رویہ کہ اُن کی قوم بے بس وبے کس مسلمان عورتوں اور بچوں اور مردوں پر ظلم کرتی رہے۔مگر وہ اپنی قوم کے مقابلے میں مظلوموں کی مدد کے لئے جنگ نہ کریں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

(ب) 5ھ میں مظلوم کس کو ولیؑ اور نصیر چاہتے تھے؟ وہ محمدؐ کے علاوہ ہونا چاہئے۔

یہ بھی نوٹ کرلیں کہ 5ہجری تک سارے عرب کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ سے تعارف ہو چکا تھا۔ مکہ کے مظلوم مرد، عورتیں اور بچے اللہ سے یہ نہیں کہتے کہ ہماری مدد کے لئے آنحضرؐت کو تعینات کردے اور نہ اُن کو اپنے لئے ولی بنانے کی درخواست کرتے ہیں۔ سوچئے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دوسرا کون سا ایسا ولی اور نصیر تھا جسے اللہ نے اپنی طرف سے سارے مسلمانوں کا حاکم اور ناصر مقرر کیا تھا؟

(ج) اللہ کی راہ میں جہاد نہ کرنے والی قوم قریش کے سوا اور کوئی قوم نہ تھی۔ وہی قوم تھی جسے عذاب عظیم ہونا تھا اور جسے مِنۡ حَیۡثُ الۡکُلِّ بدلنا تھا۔

سابقہ آیت میں جنگ نہ کرنے والوں کا کھلا تعین نہیں ہوا ہے۔ یعنی قریشی علما یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہاں قریش کو مخصوص کرلینا زیادتی ہے۔ لہٰذا دوسرا مقام دیکھئے ارشاد ہے کہ:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَالَکُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیۡلٌ O اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا وَّیَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ وَلَا تَضُرُّوۡہُ شَیۡـًٔا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ O (توبہ 9/38-39)

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب بھی تمہیں اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلنے کو کہا جاتا ہے تو تم بوجھل ہو کر زمین گیر ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرۃ کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ دنیاوی زندگی کا سارا ساز وسامان اور عیاشیاں آخرۃ کی زندگی کے سامنے بڑا حقیر و قلیل سامان ہے۔ اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلو گے تو تمہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اور تمہاری قوم کی جگہ تمہارے علاوہ ایک دوسری قوم کو تبدیل کرلیا جائے گا اور تم اُس قوم کو ذرہ برابر نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ اور اللہ یہ سب کچھ کرنے پر قدرت رکھتا ہے“

اللہ کے اس بیان پر پوری توجہ ضروری ہے اس لئے کہ حضرت علیؑ قریش کی اسی پوزیشن اور اسی طرز عمل پر گفتگو فرمائیں گے۔ اللہ نے قریش کے ایمان اور اسلام کی حیثیت یہ بتائی ہے کہ وہ اپنے عقائد میں آخرت کا کوئی مقام نہیں رکھتے اُن کے اسلام میں دنیا اور دنیا کا مال وجاہ واقتدار ہی اصلی مقصد ہے۔ اور یہ کہ قریشی اسلام میں قریش کے خلاف جنگ و جہاد کرنا جائز نہیں ہے۔ اور تیسری بات یہ بتائی ہے کہ یہ پوری قوم قابل تبدیلی ہے۔ اس کا اسلام اور اس کے اعمال قابل قبول نہیں ہیں۔ اور یہ کہ یہ عذاب عظیم کی مستحق ہے۔ آخری بات وہی ہے جو سابقہ خطبہ میں تفصیل سے آئی تھی یعنی ایک ایسی مسلم قوم عہد رسولؐ میں موجود تھی جو تعداد وقوت میں قریش سے کہیں بڑی اور زبردست تھی۔ جسے قریش نقصان پہنچانے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قریش اسلام میں داخل ہونے والوں کو نقصان پہنچایا کرتے تھے۔ یعنی جو اُن کا ہم خیال مسلمان نہ بنتا تھا اُس پر زمین تنگ کردیتے تھے اور جس قوم کو قریش نقصان نہ پہنچا سکتے تھے ظاہر ہے کہ وہ وہی قوم تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اُن ہی کے زمانہ سے موجود رہتی چلی آئی تھی۔ (بقرہ، 2/128) اُسی کو اللہ نے اُمت مسلمہ کا لقب دیا تھا (بقرہ، 2/128) اور اسی قوم کے افراد تھے محمدؐ وعلیؑ کے آباؑ و اجدادؑ (2/129) اُسی قوم کو اللہ نے دنیا کی تمام اقوام پر تین ہزار سال سے وکیل بنائے رکھا تھا اور وہی قریش پر بھی وکیل رہتی چلی آئی تھی۔ (انعام 6/90) وہی قوم تین ہزار سال سے تعلیمات خداوندی کی ذمہ دار، نبوتوں کی حامل اور محافظ اور عظیم الشان حکومت کی صورت میں موجود رہتی چلی آرہی تھی (6/90، نساء 4/54) اور وہی حکومت علویہ تھی (دیکھو سابقہ خطبہ)۔

Presented by Ziaraat.Com

(د) جہاد نہ کرنے پر قریش عہد مرتضوی تک متفق رہے اور دنیا طلبی میں نہ عزت کا خیال تھا نہ ذلت کی پرواہ تھی۔ قومی طرفداری میں ہر مذمت منظور تھی۔

اللہ کے بعد اب علیؑ کی زبان سے قریش کی حالت سنئے:

(1)اُفٍّ لَّكُمْ لَقَدْ سَئِمْتُ عِتَابَكُمْ ؛ (2)اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ عِوَضًا؟(3) وَبِالذُّلِّ مِنَ الْعِزِّ خَلَفًا ؟ (4)اِذَا دَعَوْتُمْ اِلٰى جِهَادِ عَدُوِّكُمْ دَارَتْ ؛(5)اَعْيُنُكُمْ كَاَنَّكُمْ مِنَ الْمَوْتِ فِيْ غَمْرَةٍ ؛ (6)وَمِنَ الذُّهُوْلِ فِيْ سَكْرَةٍ (خطبہ 34، جملے 1 تا5)

''میں تمہیں ملامت کرتے کرتے تمہاری اصلاح سے مایوس ہو چکا ہوں، ہاتھ ملتے رہنا اور اُف اُف کرتے رہنا تمہارا مقدر بن چکا ہے۔ کیا تم آخرت کی زندگی کے بدلے میں دنیا کی عیاشانہ زندگی پر راضی ہو چکے ہو؟ مطلب یہ کہ کیا تم نے اللہ کی تمام تعلیمات وتاکیدات اور ہدایات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے؟ اور کیا دنیا وآخرت میں عزت ووقار کی زندگی کی جگہ ذلت وخواری کی زندگی پسند کر لی ہے؟ میں جب بھی تمہیں تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں جہاد کی دعوت دیتا ہوں تو تمہاری آنکھیں اس طرح گھومنے اور چکرانے لگتی ہیں جیسے کہ تم موت کے پنجہ میں گرفتار ہو اور تم پر جان کنی اور نزع کی غفلت ومدہوشی طاری ہو۔''

قریش نے عہد رسوؐل کے بعد بھی کبھی آخرت اور عاقبت کو مدنظر نہیں رکھا تھا۔ یعنی اُن کا یہ عقیدہ بہت مستحکم تھا کہ اسلام کا حقیقی مقصد دنیا میں حکومت واقتدار اور مال ومنال حاصل کرنا ہے۔

(ہ) جہاد کی بات کو ٹالنے کے لئے دیوانگی اور عالم نزع کا ڈھونگ قریش کا بہت قدیم حربہ تھا وہ عہد رسوؐل میں بھی آنکھیں گھمایا کرتے تھے۔

قریشی صحابہ کا اپنی قوم سے جنگ نہ کرنا اُن کی پالیسی کا اصل الاصول تھا۔ اُن میں محاذ بناتے وقت طے یہ ہوا تھا کہ دونوں محاذ مل کر اسلامی حکومت حاصل کریں گے اور اس مقصد کے قریب پہنچتے ہی دونوں محاذ آپس میں گھل مل جائیں گے۔ اگر وہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرتے تو گھلنا ملنا دل سے نہ ہوتا اس لئے کہ دونوں محاذوں میں ایک دوسرے کے قاتل بھی ہوتے اور مقتولوں کے متعلقین، لازم تھا کہ قاتلوں سے بغض وکینہ دلوں میں لئے ہوئے ملتے اور یہ ملنا قلبی ہم آہنگی کے منافی ہوتا۔ جس طرح قریش نے کبھی یہ نہ سوچا کہ حضرت علیؑ نے قریشی سرداروں کو اسلام کی نصرت میں قتل کیا تھا اور اللہ ورسوؐل کی تائید کی تھی۔ بلکہ ہمیشہ حضرت علیؑ کو دشمن سمجھا اور اُن کے اور اُن کی اولاد کے ساتھ دشمنوں ایسا منتقمانہ سلوک کیا اس لئے کہ اُنہوں نے سیکڑوں قریشی بہادروں کو تہہ تیغ کیا تھا۔ وہ آپس میں اس قسم کی دشمنی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ وہ ہر ملامت اور ہر سزا سہہ سکتے تھے۔ مگر اپنی قوم سے یا اپنی قوم کے کسی فرد سے جنگ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ یہ وجہ تھی کہ اُنہوں نے نہ علیؑ کی طرف سے ہونے والی مذمت اور طعن وتشنیع کی پرواہ کی نہ اس معاملے میں اللہ ورسوؐل کی بات کو کوئی اہمیت دی۔ قریشی رویے پر قرآن سنئے:

جنگ سے بچنے کا ڈھونگ اور حیلے حوالے مودودی کے تراجم اور تشریح میں۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا O اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا O ۔(33/18-19)

Presented by Ziaraat.Com

''اللہ تم میں سے اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو (جنگ کے کام میں) رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں، جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ '' آؤ ہماری طرف'' جو لڑائی میں حصہ لیتے بھی ہیں تو بس نام گنانے کو، جو تمہارا ساتھ دینے میں سخت بخیل ہیں۔ خطرے کا وقت آ جائے تو اس طرح دیدے پھرا پھرا کر تمہاری طرف دیکھتے ہیں جیسے کسی مرنے والے پر غشی طاری ہو رہی ہو، مگر جب خطرہ گزر جاتا ہے تو یہی لوگ فائدوں کے حریص بن کر قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبانیں لئے تمہارے استقبال کو آ جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائے، اس لئے اللہ نے اُن کے سارے اعمال ضائع کر دیئے۔ اور ایسا کرنا اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔ (احزاب۔ 19-18/33)

جنگ کے دوران قریش کا یہ قول کہ '' آؤ ہماری طرف'' مودودی کی تشریح۔

''۲۹ یعنی چھوڑو اس پیغمبرؐ کا ساتھ۔ کہاں دین و ایمان اور حق و صداقت کے چکر میں پڑے ہو؟ اپنے آپ کو خطرات اور مصائب میں مبتلا کرنے کے بجائے وہی عافیت کوشی کی پالیسی اختیار کرو جو ہم نے اختیار کر رکھی ہے'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 79)

آیت 33/19 پر مودودی کی وضاحت۔

''۳۱ لغت کے اعتبار سے اس آیت کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ لڑائی سے جب تم کامیاب پلٹتے ہو تو وہ بڑے تپاک سے تمہارا استقبال کرتے ہیں اور چرب زبانی سے کام لے کر یہ دھونس جمانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم بھی بڑے مومن ہیں اور ہم نے بھی اس کام کو فروغ دینے میں حصہ لیا ہے، لہٰذا ہم بھی مال غنیمت کے حق دار ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر فتح نصیب ہوتی ہے تو مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر یہ لوگ زبان کی بڑی تیزی دکھاتے ہیں اور بڑھ بڑھ کر مطالبے کرتے ہیں کہ لاؤ ہمارا حصہ، ہم نے بھی خدمات انجام دی ہیں، سب کچھ تم ہی لوگ نہ لوٹ لے جاؤ''۔ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 79)

(و) مودودی کی تشریح اور آیات کا حضرت علیؑ سے ہم آہنگ ہونا۔

مندرجہ بالا دونوں آیات (19-18/33) میں قریش کا آنکھیں بدلنا اور اپنے اُوپر موت کی سی کیفیت طاری کر لینا عہد رسولؐ میں بھی جاری رہا اور حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ میں بھی بدستور باقی تھا۔ قرآن اور صاحبِ قرآن کے بیانات میں ہم آہنگی اور قریش کی مستقل عادت دیکھ لینے کے بعد اب مودودی کی تشریحات کو دیکھیں اور غور کریں کہ مودودی مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت کا وجود مانتے ہیں جو آیت کی رُو سے حقیقی طور پر ایمان نہ لائی تھی اور مومن بنی رہتی تھی اور مومنین اسے مومن جماعت سمجھتے تھے اور وہ مال غنیمت میں برابر کا حصہ طلب کرتی تھی۔ اور اُسے حصہ دیا جاتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ وہ جماعت کون سی تھی؟ مودودی کا اور مودودی کے ہم مذہب چار یاری علما کا جواب ہوگا کہ '' وہ منافقوں کی جماعت تھی۔'' یہ جواب اس لئے غلط ہے اور قابل قبول نہیں کہ آیات میں لفظ منافق یا منافقین موجود نہیں ہے۔ اور چار آیات کے بعد جو لفظ ''المنافقین'' آیا ہے وہاں موضوع بدل چکا ہے۔ اور اگر مذکورہ لوگوں کا تعلق وہاں سے جوڑا بھی جائے تو وہاں اُن کو عذاب دینے اور توبہ قبول کرنے کی بات ہو رہی ہے۔ مگر آیات زیر بحث میں تو یہ کہا گیا ہے کہ '' وہ جماعت ایمان لائی ہی نہیں۔'' توبہ تو ایماندار گنہگاروں کی قبول ہوا کرتی ہے۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ منافق جماعت تو ایک پوشیدہ رہنے والی ٹولی ہوا کرتی ہے۔ اُس میں نہ اتنی ہمت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو تبلیغ کر کے اپنے اندر شامل کریں اور نہ ہی ایک قلیل وحقیر جماعت کی دعوت پر کوئی توجہ دیا کرتا ہے۔ اُس جماعت کا علی الاعلان مسلمانوں کو دعوت دینا بتاتا ہے کہ وہ جماعت طاقتور قومی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اُس کے مقابلہ میں حقیقی مسلمان قلت میں ہونا چاہئیں ورنہ وہ جنگ سے دست کش ہو کر رسولؐ کو تنہا چھوڑ

Presented by Ziaraat.Com

آنے اور عافیت کوشی کی دعوت نہ دے سکتی تھی۔ آیات میں یہ نہیں کہا گیا کہ: ''وہ جماعت چپکے چپکے دعوت دیتی ہے''۔

وہاں تو یہ کہا گیا ہے کہ: وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِھِمْ ھَلُمَّ اِلَیْنَا وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا O(33/18)

''وہ مخصوص لوگ ''اپنے بھائیوں'' سے کہتے ہیں (اور کہتے رہیں گے کہ) تم لوگ جنگ سے ہٹ کر ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ اور اُن لوگوں کی قلت جنگ میں شامل ہوتی ہے'' یعنی اُن کی ''کثرت جنگ میں شریک نہیں ہوتی ہے''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اس جماعت میں مسلمانوں کی ایسی کثرت شامل ہے جس کی قلت جنگ میں شریک رہتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ قریشی قوم کے مسلمانوں کی بات ہوئی ہے۔

<u>مودودی کی تشریح کا دوسرا رخ یہ ہے</u> کہ مذکورہ جماعت حقیقی مومن ہونے اور اسلامی کارنامے بجالانے کا دعویٰ کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے دعوؤں کو کس طرح قرآن سے غلط ثابت کیا جائے گا؟ اگر اس قسم کے مدعی ہر اُس آیت کو اپنے حق میں پیش کریں جس میں مومنین کی مدح و ثنا مذکور ہو جس میں دینی کارناموں کے بجالانے والوں کا ذکر ہو تو مودودی اینڈ کمپنی کیا کہے گی؟ کس طرح مدعی کے مطلوبہ لوگوں کو آیات سے خارج کرے گی؟ بالکل یہی صورت حال مودودی اور تمام چار یاری علما پیش کرتے ہیں وہ ابوبکر وعمر وغیرہ قسم کے لوگوں کو حقیقی مومن قرار دیتے ہیں۔ اُن کے حق میں بہت سی اسلامی خدمات اور کارناموں کی فہرست پیش کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر روایات اور قریش ساز افسانوں کو الگ کر دیا جائے تو قرآن سے اُن قریشی صحابہ کی عظمت کیسے ثابت کی جائے گی؟ جب کہ اُن کا نام آیات میں مذکور نہیں ہے۔ آیات میں تو مہاجرین کی مدح ملے گی۔ مہاجرین کے معنی نہ ابوبکر ہیں نہ عمر ہیں۔ وہاں مومنوں کی تعریف ملے گی۔ اور مومنین کے معنی ابوبکر وعمر نہیں ہوتے۔ اس کے خلاف رسولؐ کی قوم کو قرآن کے جھٹلانے والا اور قرآن کو غلط استعمال کرنے والا اور دشمن دین کہا گیا ہے۔ (انعام 6/66۔ فرقان 31-25/30)

اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ابوبکر وعمر اینڈ کمپنی رسولؐ کی نام نہاد قوم قریش کی چشم و چراغ تھی۔ لہٰذا اُن سب کا دشمن اسلام ہونا اظہر من الشمس ہے اس پر کسی بحث و تحقیق کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا جس جماعت یا قوم کا آیات (احزاب 19-33/18) میں ذکر ہوا ہے اور جس پر مودودی نے تنقید کی ہے وہ بلاشبہ قریش تھے۔ جو حقیقی مسلمانوں کو جنگ سے باز رہنے، رسولؐ کو میدان جنگ میں چھوڑ آنے کی دعوت دیا کرتے تھے اور یہ عملدرآمد کوئی نیا نہ تھا بالکل قریش کی مستقل سنت تھی جو عہد رسولؐ ہی میں نہیں بلکہ عہد مرتضوی میں بھی برقرار تھی اور ابھی اس کا ذکر آنے والا ہے۔ یہاں تو پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

<u>(ز) قریش کا اسلامی حکومت اور قیادت میں حصہ اور اختیار مانگنا، غلط پروپیگنڈا کرنا، رسولؐ کو میدان میں چھوڑ جانا</u>

قریش حکومت اور اسلامی قیادت میں اپنا اختیار مانگنے کے لئے کس حد تک جاتے تھے۔ قرآن سنئے: ارشاد ہے کہ:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ ....وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَھَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاھِلِیَّةِ یَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ یُخْفُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا ھٰھُنَا....الخ (آل عمران 154-3/153)

''وہ وقت یاد کرو جب تم بھاگ کر پہاڑ پر چڑھے جا رہے تھے۔ اور کوئی ایک شخص بھی کسی دوسرے کی طرف پلٹ کر نہ دیکھتا تھا اور محمدؐ رسول اللہ تمہیں تمہارے پیچھے سے پکار رہے تھے اور تم دوڑے چلے جا رہے تھے .... اور ایک وہ گروہ تھا

Presented by Ziaraat.Com

جس نے ساری ہمت اور اہمیت اپنے منصوبے پر مرکوز کر رکھی تھی۔ وہ اللہ کے متعلق ایسے عقائد پھیلا رہا تھا جو حق کے مخالف اور قبلِ نبوت کے مذہب سے متعلق تھے۔ یہ میدان جنگ سے بھاگ آنے والے لوگ کہہ رہے تھے کہ کیا اسلامی قیادت میں ہمیں کوئی مقام دیا گیا ہے؟ دراصل یہ لوگ آپس میں جس اسکیم کو خفیہ رکھے ہوئے اور جسے تم پر ظاہر نہیں کرتے وہ یہ ہے کہ انہیں حکومت وقیادت میں شریک کیا جائے اور جنگ میں شکست کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ انہیں قیادت میں کوئی حصہ واختیار نہیں دیا گیا ورنہ یہ قتل عام نہ ہوا ہوتا۔''

مودودی مانتے ہیں کہ میدان سے ہٹنے والے منافق نہیں مسلمان تھے۔

''۱۰۱۔ جب مسلمانوں پر اچانک دو طرف سے حملہ ہوا اور اُن کی صفوں میں ابتری پھیل گئی تو کچھ لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے اور کچھ اُحد پر چڑھ گئے، مگر نبیؐ ایک انچ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ دشمنوں کا چاروں طرف ہجوم تھا۔۔۔۔۔ رسولؐ بھاگنے والوں کو پکار رہا تھا۔

''اِلَیَّ عِبَادَاللّٰہِ اِلَیَّ عِبَادَاللّٰہِ'' اللہ کے بندو میری طرف آؤ، اللہ کے بندو میری طرف آؤ'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 295)

ثابت ہوا کہ وہ اسلام وایمان سے خارج ہو کر صرف اللہ کے بندے رہ گئے تھے۔

(ح) اللہ اور رسولؐ کے ساتھ اگر قریش پرخلوص اور وفادار وقابل اعتماد وبھروسہ نہ تھے تو علیؑ کے ساتھ انہیں کیسا ہونا چاہئے؟ علیؑ سے سنئے:

عہد رسولؐ میں قریش نے اسلام کے ساتھ جو کچھ کیا تھا وہ چند مقامات بیان کر دینے سے سامنے نہیں آ سکتا۔ اُسی طرح قریش نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کیا وہ چند جملوں میں نہیں سما سکتا۔ بہرحال سنئے کہ مولائے کائنات قریش کی پوزیشن کا ایک نمونہ پیش فرماتے ہیں جس میں قریش کی یہ پالیسی سامنے آئے گی کہ علیؑ کے ساتھ اس طرح رہو کہ علیؑ تنہائی محسوس کریں۔ نہ کوئی مشورہ دو نہ مفید بات بتاؤ۔ بلکہ اُن کے مشوروں اور احکام پر بھی صحیح صحیح عمل نہ کرو ہر بات کو ترکیب سے اُلٹ دو اور غلط فہمی کا عذر کرتے رہو تا کہ علیؑ اپنی محدود معلومات میں گھر کر رہ جائیں اور تنگ آ کر حکومت سے دستکش ہو جائیں اور یوں حکومت قریشی مرکز میں چلی جائے۔ مگر قریش نے دیکھا کہ علیؑ لامحدود علم وتجربہ کے حامل تھے۔ اور قریش کی رگ رگ سے واقف تھے۔ انہوں نے قریش اور دیگر رعایا کے سو فیصد عدم تعاون کے باوجود قریش کو پانچ سال ناک چنے چبوائے اُنؑ سے بچ نکلنے کی صرف ایک راہ تھی یعنی اُنہیں دھوکے سے قتل کر دیا جائے جو نہایت آسان راہ تھی اس لئے کہ حضورؐ کبھی دوسرے خلفا اور دوسرے بادشاہوں کی طرح باڈی گارڈ نہ رکھتے تھے۔ کوئی اپنے ذاتی تحفظ کا انتظام نہ کرتے تھے۔ چاروں طرف دشمنوں کی موجودگی میں بھی تنہا راتوں کو نکلتے تھے۔ اسی طرز عمل سے لوگوں کو قتل کا موقع ہاتھ آیا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حیات رسولؐ میں اور بعد وفات رسولؐ برسہا برس تک لوگوں کو آپؑ کے قتل کی جرأت کیوں نہ ہوئی جب کہ آپ قریش کے سیکڑوں بہادروں کے قاتل بھی تھے؟ اس کا جواب آپؑ نے خود دیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ نے میری حفاظت کا انتظام کر رکھا ہے۔ جب وہ انتظام ہٹا لیا جائے تو میں اللہ سے ملاقات کروں گا۔ بہرحال قریشی صحابہ کا حال سنئے:

(6) یُرْتَجُ عَلَیْکُمْ حَوَارِی فَتَعْمَھُوْنَ؛ (7) فَکَاَنَّ قُلُوْبَکُمْ مَاْلُوْسَۃٌ؛ (8) فَاَنْتُمْ لَا تَعْقِلُوْنَ؛ (9) مَااَنْتُمْ لِیْ بِثِقَۃٍ سَجِیْسَ اللَّیَالِیْ؛ (10) وَمَااَنْتُمْ بِرُکْنٍ یُّمَالُ بِکُمْ؛ (11) وَلَا زَوَافِرُ عِزٍّ یُّفْتَقَرُ اِلَیْکُمْ؛ (12) مَااَنْتُمْ اِلَّا کَاِبِلٍ ضَلَّ رُعَاتُھَا؛ (13) فَکُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ انْتَشَرَتْ مِنْ اٰخَرَ؛ (14) لَبِئْسَ لَعَمْرُ اللّٰہِ سَعْرُ نَارِ الْحَرْبِ اَنْتُمْ؛ (15) تُکَادُوْنَ وَلَا تَکِیْدُوْنَ؛ (16) وَتُنْتَقَصُ اَطْرَافُکُمْ فَلَا تَمْتَعِضُوْنَ؛ (17) لَایُنَامُ عَنْکُمْ وَاَنْتُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ سَاھُوْنَ؛ (18) غُلِبَ وَاللّٰہِ الْمُتَخَاذِلُوْنَ؛ (19) وَایْمُ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاَظُنُّ بِکُمْ اَنْ لَّوْحَمِسَ الْوَغٰی؛ (20) وَاسْتَحَرَّ الْمَوْتُ قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ

Presented by Ziaraat.Com

طَالِبٍ انْفِرَاجَ الرَّاسِ؛۔(خطبہ 34، جملے 6۔20)

''(6) تم میری کسی ہدایت کو بھی سمجھ کر اختیار نہیں کرتے ہو اسی لئے تم حیران وحواس باختہ ہو کر رہ جاتے ہو، (7) معلوم یہ ہونے لگتا ہے کہ گویا تم اور تمہارے قلوب آسیب زدہ ہیں۔(8) پھر گویا آسیب زدگی سے تمہاری عقلیں ماری گئی ہوں اور تم عقل سے کام لینے کے قابل نہ رہے ہو۔(9) جب تک یہ دن رات آتے جاتے رہیں گے نہ تم میرے لئے قابل اعتبار بنو گے (10) اور نہ تم ایسا سہارا بنو گے جس سے ٹیک لگائی جاسکے، (11) اور نہ ہی تم حصول عزت کے لئے وسیلہ اور سبب ہو سکتے ہو کہ کوئی تمہاری ضرورت اور احتیاج محسوس کرے، (12) تم تو اُونٹوں کے اُس غول کی طرح ہو جس کے چرواہے گم ہو گئے ہوں، (13) چنانچہ جب اُن اونٹوں کو ایک طرف سے جمع کیا جائے تو وہ دوسری طرف بکھر جائیں، (14) قسم بخدا تم جنگ کی آگ بھڑکانے کے لئے بہت بُرا ایندھن ہو، (15) تم سے مکر کیا جاتا ہے مگر تم کوئی مکر نہیں کرتے ہو، (16) تمہاری ملکی حدود پر قبضہ کر کے اُنہیں گم کیا جارہا ہے مگر تمہیں غصہ تک نہیں آتا ہے، (17) تمہاری تباہی کی فکر میں دشمن کی نیند اُڑ گئی ہے اور تم غفلت ولا پرواہی میں مبتلا ہو، (18) خدا کی قسم وہی لوگ مغلوب ہوا کرتے ہیں جو ایک دوسرے کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا کرتے ہیں۔(19) بخدا مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اگر جنگ نے شدت اختیار کر لی اور موت کا بازار گرم ہو گیا تو (20) تم ضرور ابوطالبؑ کے بیٹے کو چھوڑ کر اُس سے اس طرح کٹ جاؤ گے جیسے سر گردن سے کٹ کر الگ ہو جاتا ہے''۔

(ط) رسولؐ کو قتل ہو جانے کے لئے نرغۂ اعدا میں چھوڑنے والے ممکن تھا کہ علیؑ کو بھی چھوڑ جاتے۔

ذرا دیر پہلے قرآن سے دیکھا تھا کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میدان جنگ میں قریش کی کھنچی ہوئی تلواروں میں چھوڑ دیا تھا۔اور ساری دنیا جانتی ہے اور قریشی تاریخیں مانتی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے قریش کے خونخوار لشکر کو تن تنہا فرار پر مجبور کیا تھا۔آنحضرتؐ زخمی ہو گئے تھے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام تک موقع واردات پر پہنچ گئی تھیں۔یہی موقعہ تھا جب حضورؐ کے دو دانت شہید ہوئے تھے۔اسی جنگ میں حضرت امیر حمزہ علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔اسی کا نام جنگ اُحد ہے۔اُحد وہی پہاڑ ہے جس پر قریشی صحابہ جا کر بیٹھے اور دوسرے اقدام کے لئے مجلس شوریٰ منعقد ہو رہی تھی کہ ابوسفیان کا لشکر فرار کر گیا اور اس کے بعد وہی بے غیرت صحابہ طرح طرح کے عذرات کے ساتھ آ آ کر جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔اُن کا دوسرا اقدام یہی ہوتا کہ وہ رسولؐ کی جگہ قومی حکومت بناتے اور اس میں ابوسفیان کی فوج اُن کی مدد کرتی۔اُن سے حضرت علیؑ کا یہ کہنا کہ تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گے۔اسی حادثہ کو یاد دلانے کے لئے ہے۔ورنہ حضرت علی علیہ السلام کا نہ تو ایسا انتظام تھا کہ قریشی صحابہ بھاگ کھڑے ہوتے اور نہ حضورؐ بے دست و پا کئے جاسکتے۔آنحضرتؐ تو تلوار سے کام لینا پسند نہ کرتے تھے اس کے برعکس علیؑ سارے قریش کو تنہا فنا کر سکتے تھے۔

(ط۔الف) حضرت علیؑ کے اِن جملوں (34/6-20) میں مذکور مختلف پہلوؤں پر قریشی مصلحتوں کے ماتحت دوبارہ نظر ڈالنا ضروری ہے۔

پہلی بات یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت علی علیہ السلام قریشی صحابہ کو اُن کی اپنی فرضی پوزیشن میں مخاطب فرماتے ہیں۔یعنی یہ لوگ خود کو علیؑ کا طرفدار و ہمدرد اور علوی حکومت کا حامی کہتے تھے۔اور حضرت علیؑ کے مخالفوں اور دشمنوں کو اپنا مخالف اور دشمن باور کراتے تھے۔اس لئے اپنے دشمنوں کو قریشی صحابہ کا دشمن فرمایا ہے۔اپنی مملکت کو اُن کی مملکت قرار دے کر بات کی ہے۔اپنی ملکی حدود کو اُن کی ملکی حدود فرمایا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اُن سے جو بھی شکوہ کیا اُسی طرح کیا ہے۔جس طرح اپنے دوستوں اور رفقائے کار سے شکایت کی جاتی ہے۔حالانکہ قریشی صحابہ خواہ قدیم ہوں یا جدید ہوں، اپنے ساتھ چپکے ہوئے اور طرفدار بنے ہوئے ہوں یا غیر جانبدار رہنے والے ہوں ہرگز کبھی نہ علیؑ کے دوست تھے نہ دوست ہو سکنا ممکن

Presented by Ziaraat.Com

ہی تھا۔ وہ سب قلب کی گہرائی میں حضرت علیؑ اور خاندان مرتضویؑ کے جانی اور خونخوار وکمینہ ترین دشمن رہے ہیں۔ اور کبھی اپنی قوم کے یا کسی قومی فرد کے دشمن نہ تھے۔ دل کی گہرائی میں قوم پرستی بھری ہوئی تھی۔ اُن میں سے کسی کے کسی ایسے بیان پر ہرگز یقین نہ کرنا چاہئے جس میں قریش کو قریشی سے مخالفت یا دشمنی کا پتہ ملتا ہو۔ ایسا بیان فریب خوردگی یا فریب سازی پر محمول کرنا چاہئے۔

حضرت علیؑ کے بیانات میں مذکور شکایات کا واقعاتی جواب۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کی قریشی صحابہ کے متعلق سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ وہ حضرت علیؑ کے مخالفین کے مقابلہ پر جہاد میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ یہی شکایت ہے جسے حضورؑ نے طرح طرح سے بہت سے خطبات میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ زیرتشریح خطبے (34) میں بھی فرمایا ہے کہ:

''جب بھی میں تمہیں تمہارے دشمن کے مقابلہ پر جہاد کی دعوت دیتا ہوں تو تمہاری آنکھیں اس طرح گھومنے اور چکرانے لگتی ہیں جیسے کہ تم موت کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہو اور جیسا کہ تم پر جان کنی اور نزع کی غفلت اور مدہوشی طاری ہو'' (خطبہ 34، جملے 4-5)

اسی سلسلے میں یوں بھی فرمایا کہ:

''قسم بخدا تم جنگ کی آگ بھڑکانے میں بہت بُرا ایندھن ہو۔ تم سے مکر کیا جاتا ہے مگر تم مکر کا توڑ مکر سے نہیں کرتے۔ تمہاری ملکی حدود پر قبضہ کر کے انہیں گھٹایا جارہا ہے۔ مگر تمہیں غصہ تک نہیں آتا۔ تمہارا دشمن تمہاری تباہی کی فکر میں سوتا تک نہیں اور تم غفلت ولاپرواہی میں مگن رہتے ہو۔'' (خطبہ 34، جملے 14 تا 17)

یہ صورت حال فطری طور پر بتاتی ہے کہ جن لوگوں کو حضرت علیؑ اپنے مخاطب قریشی صحابہ کا دشمن فرماتے ہیں وہ ہرگز اُن کے دشمن نہیں ورنہ دنیا میں ایسا شخص نہ پیدا ہوا اور نہ پیدا ہوگا جو اپنے دشمن کو کھلی چھٹی دے دے اور تنبیہہ وتاکید کے بعد بھی دشمن کی طرف سے لاپرواہ اور بےفکر رہے۔ حضرت علیؑ خود بھی جانتے ہیں لیکن دوستی کا ڈھونگ رچانے والے اِن قریشی لوگوں کو اور کیا کہہ کر مطعون کریں؟ یہی وہ طریقہ تھا جس سے یہ ملعون ٹولا باقی مومنین کی نظروں میں حقیر وذلیل کیا جاسکتا تھا۔ یہ بڑی نازک صورت حال تھی وہ لوگ ہروقت ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ نمازیں ساتھ پڑھتے تھے۔ کہیں کھل کر مخالفت نہ کرتے تھے۔ ہمدردی اور یاری کے دعوے کرتے تھے۔ حضرت علیؑ اُن سے کیسے کہیں کہ تم دشمنان اسلام، طلحہ وزبیر اور عائشہ اور معاویہ کے دوست ہو؟ بالکل یہی صورت حال چار یاری لوگوں نے رسولؐ کے چاروں طرف پیدا کئے رکھی اور کامیاب ہوئے۔ وہاں بھی اور یہاں بھی ضروری تھا کہ اُن ملاعین کو اور اِن شیاطین کو ساتھ لگا کر رکھا جائے وہاں اللہ فرماتا ہے کہ:

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ O (آل عمران 3/159)

نرمی اور تحمل کی مار بھی ضروری ہوتی ہے۔

''اے نبیؐ یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ تم ان قریشیوں کے ساتھ معیاری طور پر نرم رو اور بردباری سے پیش آرہے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم (اُن کی سازشوں، بدعقیدگیوں، حکومت الٰہیہ میں شرکت واختیار چاہنے پر (155 تا 3/153) اُن پر سختی سے باز پرس کرتے تو یہ نام نہاد مومنین تمہیں چھوڑ کر کھلم کھلا سرداران قریش سے جاملتے۔ لہٰذا اُن کو ساتھ لگائے رکھنے کے لئے فی الحال اُن کے کردار کو نظر انداز کردو اور اُن کی بھی اصلاح کو ممکن سمجھ کر اُن کے لئے ہم سے بخشش کی دعا کرتے رہو اور حقیقی مومنین کے ساتھ ساتھ انہیں بھی حکومت الٰہیہ کے متعلق اپنے

Presented by Ziaraat.Com

خیالات اور مشوروں کا اظہار کرنے دیا کرو۔ لیکن اگر آپ نے اُن کو جھٹک دینے کا عزم کر ہی لیا ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ تو یقیناً بھروسہ کرنے والوں ہی کو محبوب رکھا کرتا ہے۔''

اور یہاں حضرت علی علیہ السلام اُن پر حقیقت حال کو نہ کھول کر انہیں جمائے رکھتے ہیں۔ ورنہ وہ طلحہ و زبیر اور معاویہ کے پاس جانے میں حق بجانب ہو جاتے اور عوام اصل حقیقت کو جاننے سے قاصر رہتے اور حضرت علیؑ پر سخت کوشی کا الزام عائد ہو جاتا۔ یہ تھی قریشی ماہرین کی وہ پالیسی جس کی بنا پر اُنہیں اُسی طرح ڈھیل دی گئی جس طرح ابلیس نے چیلنج کرنے اور حکم عدولی کے باوجود بڑی لمبی مہلت حاصل کر لی تھی۔ مہلت نہ دی جاتی تو اتمام حجت نہ ہوتا۔ مہلت دی گئی تو لاتعداد گمراہیاں پھیلنے کا موقع دیا گیا۔ بہرحال اللہ اور معصومینؑ علیہم السلام نے اتمام حجت ہی کو پسند کیا۔ انہیں سزا دینے اور مواخذہ کرنے کی جلدی تو اُس حالت میں ہونا چاہئے جب مواخذہ اور سزا دینے کا وقت ہاتھ سے نکل جائے۔ یا مجرم قابو سے باہر ہو جائیں اور ہاتھ آنے کا امکان نہ رہے۔ قریش و ابلیس اور زمان و مکان اور مواخذہ اور سزا سب اللہ کے اختیار میں ہے لہٰذا اُن کو وہ سارا موقع دیا گیا کہ وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں کوئی تمنا اور آرزو باقی نہ رہے۔ اور پھر مواخذہ اور سزا بھی اللہ اور معصومینؑ کے معیار پر دی جاسکے۔

(ی) قرآن سے ثابت ہے کہ اللہ بھی قریش سے وہی کچھ کہتا رہا جو علیؑ فرماتے رہے۔ حقیقتاً قریش کبھی آپس میں دشمن نہ تھے۔

قریش ایمان لائے تو سازش اور منصوبے کے ماتحت ایمان لائے۔ قریش نے مخالفت کی تو سازش اور منصوبے کے ماتحت مخالفت کی، وہ طرفداران محمدؐ و علیؑ میں شامل ہوئے تو سازش اور منصوبے کے ماتحت شامل ہوئے۔ قریش تیغ بکف سامنے آئے تب بھی سازش اور منصوبے کی اطاعت میں آئے۔ وہ اُدھر رہے یا اِدھر رہے۔ دونوں محاذ دونوں گروہ متفق و ہم آہنگ تھے اُنہوں نے جو کچھ کیا وہ سوچا سمجھا، جانا بوجھا اور متفقہ تھا وہ ہر حال میں آپس میں دوست اور محمدؐ و علیؑ کے دشمن تھے اُن پر کبھی اللہ اور علیؑ کے طعن و طنز اثر انداز نہیں ہو سکے۔

قریش سے اللہ کا طنزیہ سوال؟ قرآن سنئے اور مودودی کے ترجمہ سے سمجھئے ارشاد ہے:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O (توبہ 9/13)

''کیا تم نہ لڑو گے ایسے لوگوں سے جو اپنے عہد توڑتے رہے ہیں اور جنہوں نے رسولؐ کو ملک سے نکال دینے کا قصد کیا تھا اور زیادتی کی ابتدا کرنے والے وہی تھے؟ کیا تم اُن سے ڈرتے ہو؟ اگر تم مومن ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 181-180)

مودودی کی تشریح میں سے بھی چند الفاظ سن لیں۔

''۱۶... اُن کے لئے یہ معاملہ بڑی کڑی آزمائش کا تھا۔ کیوں کہ اُن کے بہت سے بھائی بند، عزیز اقارب ابھی تک مشرک تھے اور اُن میں ایسے لوگ بھی تھے جن کے مفاد قدیم نظام جاہلی کے مناصب سے وابستہ تھے'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 180)

یہ ترجمہ اور تشریح بات کو واضح کرنے کیلئے نہیں کئے جاتے بلکہ اپنے بزرگوں یعنی قریش کے تحفظ کا ان میں پہلے خیال رکھا جاتا ہے۔ اور وہ اِس طرح کہ اللہ تو مسلمانوں سے یہ فرماتا ہے کہ کیا تم ہمارے حکم کے باوجود اُس قوم سے جنگ نہ کرو گے جس نے رسولؐ کو نکال دینے کی ہمت کی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ وہ قوم قریش تھی۔ مودودی نے قوم کا ترجمہ قوم نہیں کیا بلکہ ''لوگ'' ترجمہ کرکے بات کو قوم سے ہٹا کر چند آدمیوں کی طرف موڑ

Presented by Ziaraat.Com

دیا۔ پھر آیت میں لفظ ''ملک'' نہیں ہے۔ علامہ نے اپنی جیب سے لفظ ملک بڑھا کر یہ دکھا دیا کہ ملک عرب سے نکالنے کا قصد کیا تھا نکالا نہ تھا۔ یہ قریش کا تحفظ ہوگیا۔ بہر حال وہ لوگ جو قریش سے جنگ کے لئے تیار نہ تھے وہ مسلمان تھے اور رسوؐل کے صحابہ اور طرفداری و ہمدردی کا نقاب پہنے ہوئے تھے۔ اللہ نے اُن پر اپنی قوم سے جنگ نہ کرنے کا جرم عائد کیا اپنی نافرمانی کرنے والے کہہ کر یہ طعنہ بھی دیا کہ تم ایسے مومن ہو کہ اللہ سے ڈرنے کے بجائے اپنی قوم سے ڈرتے ہو۔

اِن مسلمانوں کے تحفظ میں مودودی کا لکھا ہوا جملہ ہم نے اُن کی تشریح میں سے نہیں لکھا۔ اِس لئے کہ انہوں نے وہاں بھی اپنی جیب سے اُن جنگ نہ کرنے والے مومنین کو تازہ مسلمان بنانے کی کوشش کی ہے حالانکہ آیت میں تمام قریشی مسلمانوں پر جرم عائد کیا گیا ہے۔ یہی حال تھا حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ چپکے ہوئے قریشی صحابہ کا۔ پھر قرآن سے سنئے:

قریش ایمان لانے کے بعد بھی اپنے قومی مرکز ہی کو اپنا ولی و حاکم سمجھا کرتے تھے۔

لَا يَنۡهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيۡنَ لَمۡ يُقَاتِلُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَلَمۡ يُخۡرِجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ O اِنَّمَا يَنۡهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيۡنَ قَاتَلُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَاَخۡرَجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ وَظٰهَرُوۡا عَلٰۤى اِخۡرَاجِكُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ O (ممتحنہ 9-8/60)

مودودی ترجمہ ''اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم اُن لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم اُن لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے۔ اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔ اُن سے جو لوگ دوستی کریں وہی ظالم ہیں'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 432)

مودودی کا یہ قوم پرستانہ ترجمہ بھی اتنا تو مانتا ہی ہے کہ قریشی مسلمان اپنے قومی مرکز اور قوم سے برابر دوستانہ تعلق برقرار رکھے ہوئے تھے اور اُن کے ساتھ ہر ممکن اچھا سلوک کرتے رہتے تھے۔ حالانکہ قریش برابر اللہ و رسوؐل کے مقاصد کو ناکام کرنے میں مصروف تھے۔ اُنہوں نے رسوؐل اللہ کو اور خود قریشی مسلمانوں کو اُن کے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا اُن پر فوج کشی کی اور جنگ کر کے مسلمانوں کو قتل بھی کیا مگر اس سب کے باوجود قریشی مسلمانوں کو نہ قریش پر اور نہ قریشی مرکز پر غصہ آیا نہ انہوں نے جنگ مسلط کرنے اور گھروں سے نکال دیئے جانے کا بُرا مانا بلکہ اللہ و رسوؐل اور اسلامی مقاصد کے خلاف قریش سے دوستانہ تعلقات برقرار رکھے۔ اس لئے کہ وہ قریشی قوم و مرکز کے مقاصد کو آسانی سے حاصل کرنے کے لئے اسلام لائے تھے۔ نہ کہ اللہ کے مقاصد کے حصول کے لئے؟ وہ گھروں سے اس لئے نکلے تھے کہ باقی مسلمانوں کو یقین دلائیں کہ وہ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے طرفدار اور قریش کے دشمن ہیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ لگے رہنے کا اس کے سوا دوسرا اور کوئی طریقہ نہ تھا۔ ساتھ لگے رہنے ہی سے وہ مسلمانوں کی صحیح صورت حال قریشی مرکز کو بتا سکتے تھے۔ ساتھ رہ کر بھی وہ داخلی تخریب کر سکتے تھے۔ اُن کا گھروں سے بے گھر ہونا دراصل اپنی قوم کے لئے قربانی تھی۔ اور گھر فراہم کرنے میں رسوؐل اور طرفدارانِ رسوؐل کو زیر بار کرنا بھی قوم ہی کے لئے مفید تھا۔ نہ کہ اسلام کے لئے؟ ثابت ہوا کہ عہدِ رسوؐل ہو یا عہدِ مرتضوؑی ہو۔ قریشی اسلامی نقاب میں ہوں یا دشمنوں کے لباس میں ہوں وہ ہر حال میں آپس میں دوست رہتے ہیں۔ وہ سب کچھ ہو سکتے ہیں وہ سب کچھ کر سکتے ہیں مگر وہ ہرگز ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہو سکتے ہیں۔ قریش قریش کے کسی حال میں دشمن نہیں ہو سکتے۔

Presented by Ziaraat.Com

صرف دوستی نہیں بلکہ قریش قریش کے سوا کسی اور کو اپنا مرکز اور حاکم بھی نہیں مان سکتے۔

مودودی کا ترجمہ ہر حال میں قریش کا طرفدار رہنا ضروری ہے۔ اللہ نے قریشی مسلمانوں کو قریش کے مرکز سے دوستی رکھنے کی ممانعت نہیں کی ہے۔
یہ تو مودودی کے غلط ترجمہ کا کرشمہ ہے اللہ نے تو فرمایا ہے کہ:

''اے قریشی مسلمانوں تم مسلمان ہو کر قریشی مرکز کو اپنا حاکم علی الاطلاق نہ بناؤ جب کہ اُس نے تمہارے اسلام کے خلاف جنگ بھی جاری کر رکھی ہے۔ اور تمہیں تمہارے شہروں سے بھی نکال باہر کیا ہے۔ یعنی یہ کیسا ایمان ہے کہ اللہ ورسوؐل کو اپنا حاکمِ مطلق ماننے کے بجائے قریشی مرکز کو اپنا حاکم بنائے ہوئے ہو؟''

مودودی نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کو ابوبکر وعمر وغیرہ کی شرمناک سنت کا علم ہو جائے۔ اس لئے الفاظ ''تَوَلَّوْا'' اور ''یَتَوَلَّ'' کے غلط معنی کرنا ضروری تھے۔ اس لئے اُن کے معنی دوستی کر کے اپنے قاریوں کو گمراہ کیا ہے۔

چار یاری علمانے الفاظ وَلی، مولیٰ وغیرہ کے معنی سارے قرآن میں برابر غلط کئے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کو حکومت الٰہیہ سے محروم کرنے اور قومی حکومت قائم کرنے کے لئے قریش نے کیا کیا کِیا؟ ہم تفصیلات بیان کرتے رہے ہیں۔ اللہ نے قرآن میں قریش کی سازش کا ہر پہلو بیان فرما دیا ہے۔ یہاں تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ قریش کی سازش کا ایک پہلو یہ تھا کہ قرآن کے تمام کلیدی اور اہم الفاظ کے معنی بدل دیئے جائیں (سورہ فرقان 25/30) چنانچہ عہد رسوؐل ہی میں یہ کام مکمل کرلیا گیا تھا۔ (25/31) مودودی اور تمام چار یاری علمانے قریش کی اس سنت کو ہمیشہ جاری رکھا ہے چنانچہ مودودی اس آیت (60/9) میں آئے ہوئے الفاظ کے صحیح معنی جانتے ہیں۔ مگر جان بوجھ کر حق کو چھپانے (یعنی کفر کرنے) کے لئے اِن کے معنی ''دوستی'' کرتے رہے ہیں۔

مودودی سے صحیح معنی اُگلوانے کے لئے قارئین کو ذرا سی محنت کرنا ہوگی۔

مودودی سے ایک ایسی آیت کا ترجمہ سنئے جس میں اللہ یہ بتاتا ہے کہ جب قریش اپنی قومی حکومت بنالیں گے تو کیسا قتل عام اور دنیا میں کتنا فساد پھیلائیں گے۔ مگر چونکہ بات قریش کی ہو رہی ہے اس لئے علامہ اپنا کرتب دکھاتے دکھاتے پکڑے جاتے ہیں۔ سنئے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۔(محمدؐ 47/22)

مودودی ترجمہ ''اَب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم اُلٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے''؟ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 26)

مودودی کے اِس ترجمہ پر ننانوے فیصد شیعہ سنی قاریوں کو شک تک نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ ترجمہ سو فیصد غلط ہے۔ غلطی پکڑنے اور سمجھنے کے لئے علامہ رفیع الدین کا دوسو سال پرانا ترجمہ دیکھیں:

رفیع الدین کا ترجمہ۔ ''پس کیا ہو تم نزدیک اِس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے یہ کہ فساد کرو بیچ زمین کے اور کاٹو قرابتیں اپنی'' (ترجمہ صفحہ 612)
اُمید ہے کہ قاریوں کی سمجھ میں بات آ گئی ہوگی نہیں تو وہ چالاکی دیکھئے جس سے صحیح کرنے کے بعد حق کو چھپا کر کفر کیا گیا ہے۔

مودودی کا صحیح ترجمہ جو حاشیہ میں چھپا دیا گیا ہے۔

''۳۳ اصل الفاظ ہیں ''اِنْ تَوَلَّيْتُمْ'' اِن کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اُوپر متن میں کیا ہے اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ ''اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے''

Presented by Ziaraat.Com

اتنا لکھ کر یہ خبیث علامہ چپکے سے کھسک گیا اور یہ نہ بتایا کہ یہ دو ترجمے کون سے قواعد کی رُو سے کئے گئے ہیں۔ اور اِن میں صحیح ترجمہ کون سا ہے؟ اور یہ کہ یہ حاشیہ والا ترجمہ اُس نے متن میں کیوں نہ لکھا؟ معلوم ہوا کہ آیت زیر بحث (60/9) میں قریش کے نام نہاد مومنین سے یہ کہا گیا تھا کہ:

اِنَّمَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ .... اَنۡ تَوَلَّوۡھُمۡ وَمَنۡ یَّتَوَلَّھُمۡ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۔(60/9)

''تمہیں اللہ اس بات سے منع کرتا ہے کہ تم قریش کو اپنا حکمران اور مرکز بناؤ۔ اور جو کوئی تم میں سے قریش کو اپنا مرکزی حکمران بنائے گا وہی مکمل ظالم ہوگا۔'' یعنی وہ قرآن کو غلط استعمال کرنے والا ہوگا۔ (مائدہ 5/45)

دوبارہ ثابت ہوا کہ قریشی مسلمان اسلام لانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا مرکز اور حکمران نہ سمجھتے تھے۔ بھلا وہ حضرت علیؑ کو قریشی مرکز کے مقابلہ میں کیسے اپنا مرکزی حکمران سمجھتے؟ اُن کے لئے تو اللہ نے فرمایا تھا کہ:

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّھُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡٓا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡٓا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ وَیُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّھُمۡ ضَلٰلًا بَعِیۡدًا ۝ (نساء 4/60)

<u>قرآن میں قریشی حکمران کو طاغوت فرمایا گیا ہے۔</u>

''اے رسولؐ کیا آپ نے اُن لوگوں کو نوٹ کرلیا ہے جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور تم سے پہلے نازل ہونے والی توریت وزبور اور انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہیں وہ یہ ارادہ رکھتے ہیں اور یہی ارادہ مستقبل میں بھی رکھتے چلے جائیں گے کہ اپنا حکمران فیصلے کرنے والا طاغوت کو بنائیں۔ حالانکہ اُن کو یہ حکم دیا جاچکا ہے کہ طاغوت کی پوزیشن کو غائب کردیں مگر شیطان کا مستقل ارادہ یہ ہے کہ اُنہیں انتہائی حدود تک گمراہ کر کے چھوڑے''۔

<u>قریش، قریش کے خلاف نہ اللہ کا حکم مانتے تھے نہ اللہ کی کوئی اپیل سنتے تھے، وہ اللہ ورسولؐ کے کھلے دشمنوں سے پوشیدہ مودۃ رکھتے تھے اُن کی بزرگی مانتے تھے۔</u>

قریشی صحابہ اور مومنین نے جو اسلام اختیار کیا تھا اس کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ اللہ کا کوئی حکم قریش کے مفاد کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ جہاں ایسا محسوس ہو کہ فلاں حکم قریش کے اجتماعی مفاد وفلاح کے خلاف ہے وہاں اُس حکم پر قومی مرکز غور کرے گا اور اُس حکم کا وہ مطلب اختیار کیا جائے گا جو مرکز کی طرف سے اجماعی فیصلہ ہوگا۔ اس اصول کو قرآن نے اِن الفاظ میں ریکارڈ کیا ہے کہ:

یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوَاضِعِہٖ یَقُوۡلُوۡنَ اِنۡ اُوۡتِیۡتُمۡ ھٰذَا فَخُذُوۡہُ وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡتَوۡہُ فَاحۡذَرُوۡا ۔۔۔۔الخ (مائدہ 5/41)

''قرآن کے الفاظ کو اُن کے صحیح موضوع ومفہوم متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں اور اپنے مقلدین کو حکم دیتے ہیں کہ اگر تمہیں محمدؐ کی طرف سے یہ یا ایسا حکم دیا جائے تو اُسے اختیار کرلیا کرو' اور اگر ایسا حکم یا مسئلہ نہ ہو تو تعمیل سے بچ نکلا کرو''

یہ اصول تھا جس کی وجہ سے آپ کو قرآن میں بہت سے ایسے احکام اور بیانات ملتے ہیں جن کی کھلی خلاف ورزی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے ملتی ہے اور چار یاری علما طرح طرح کے بہانے اور عذرات کرتے ہوئے ملیں گے۔ انہیں صاف الفاظ میں مندرجہ بالا اصول بیان کردینا چاہئے تاکہ وہ فضول کے بہانوں سے بچ سکیں اور کہہ سکیں کہ قریش کی پوزیشن مسلّمہ ہے اور اُن سے اللہ کو راضی رہنا ہی ہے خواہ وہ قرآن میں کچھ بھی کہتا رہا ہو نتیجہ بہرحال قریش کے حق میں نکلنا ہے۔ چنانچہ اللہ کی مندرجہ ذیل اپیل اور قریشی عملدرآمد پر غور فرمائیں اور دیکھیں کہ قریش کے سامنے اللہ کس

Presented by Ziaraat.Com

مشکل میں پھنسا رہا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ رَبِّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِھَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَیْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ یَّفْعَلْہُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ O (ممتحنہ 60/1)

''اے نام نہاد مومنین تم میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنے اولیا یعنی حکمران نہ بناؤ تم میرے اور اپنے دشمنوں سے ایسی صورتِ حال میں بھی احترام اور محبت کے جذبات لئے ہوئے ملاقاتیں کرتے ہو جب کہ اُنہوں نے اُس حقیقت کو پوشیدہ کرلیا ہے جو تمہارے پاس آئی ہے۔ اور جب کہ اُن دشمنوں نے تمہیں بھی اور رسولؐ کو بھی مکہ سے نکال دیا ہے اور صرف اس لئے نکال دیا اور دشمنی کررہے ہیں کہ تم لوگوں نے اپنے پروردگار اللہ پر ایمان کا اعلان کردیا۔ لہٰذا سنو کہ اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضامندیاں حاصل کرنے کے لئے ایمان لائے ہو اور ہجرت کر کے آئے ہو اور اب دشمنانِ اسلام سے جنگ کے لئے نکل کر آئے ہو تو یہ کیا بات ہے کہ تم نے اپنے اور میرے اُن دشمنوں سے محبت و احترام واطاعت کا یہ خفیہ رابطہ رکھا ہوا ہے؟ میں تمہاری تمام خفیہ ساز باز کو بھی اور تمہارے تخریب کارانہ اعلانات کو بھی خوب جانتا ہوں۔ لہٰذا تم میں سے جو مومنین یہ دورُخی رفتار چل رہے ہیں وہ متوازن راستے سے گمراہ ہو چکے ہیں''

اِن چند قرآنی مثالوں سے یہ بات واضح ،مکمل اور پایہ ثبوت تک پہنچ جانا چاہئے کہ قریش نے ایسا اسلام اختیار کیا تھا جس میں اللہ اور رسولؐ کو بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا اور تمام اختیارات قریشی لیڈروں کے ہاتھوں میں سپرد کردیئے گئے تھے اور آج تک چار یاری علما میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ قرآن کریم اور حدیث کا وہی مفہوم صحیح اور قابلِ قبول ہے جو صحابہ نے سمجھا اور قبول کیا اس کے علاوہ جو قرآن میں ہے۔ وہ یا تو منسوخ ہے یا مشروط ہے۔ یا سابقہ اُمتوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ یا متشابہات ہیں جن کو سمجھنے کی کوشش کرنا خطرناک ہے۔ یعنی حق سے دُور اور گمراہی سے قریب لے جاتا ہے۔ متشابہات سے بچ کر رہنے کی تاکید خود مودودی صاحب نے فرمائی ہے۔ (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 235-234)

6۔ سربراہِ اسلام کے مسلمانوں پر اور مسلمانوں کے سربراہِ اسلام پر بڑے بڑے حقوق حضرت علیؑ کی زبانی؟

اس خطبے میں حضرت علی علیہ السلام نے قریشی صحابہ کی اسلام مخالف ذہنیت، عادت اور کردار بیان کرنے کے بعد اپنے اور مسلمانوں کے چند بنیادی حقوق یوں بیان فرمائے ہیں کہ:

(30) اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ لِیْ عَلَیْکُمْ حَقًّا؛ (31) وَلَکُمْ عَلَیَّ حَقٌّ؛ (32) فَاَمَّا حَقُّکُمْ عَلَیَّ فَالنَّصِیْحَۃُ لَکُمْ؛ (33) وَتَوْفِیْرُ فَیْئِکُمْ عَلَیْکُمْ؛ (34) وَتَعْلِیْمُکُمْ کَیْلَا تَجْھَلُوْا؛ (35) وَتَادِیْبُکُمْ کَیْمَا تَعْلَمُوْا؛ (36) وَاَمَّا حَقِّیْ عَلَیْکُمْ فَالْوَفَآءُ بِالْبَیْعَۃِ؛ (37) وَالنَّصِیْحَۃُ فِی الْمَشْھَدِ وَالْمَغِیْبِ؛ (38) وَالْاِجَابَۃُ حِیْنَ اَدْعُوْکُمْ؛ (39) وَالطَّاعَۃُ حِیْنَ اٰمُرُکُمْ؛۔

''اے لوگو سنو کہ تم پر میرے حق ادا کرنا واجب ہے اور مجھ پر بھی تمہارے حق ادا کرنا واجب ہے۔ چنانچہ تمہارے مجھ پر یہ حقوق ہیں کہ میں تمہاری فلاح و بہبود کے لئے تمہیں نصیحتیں کرتا رہوں، اور واجب الادا سامان تمہیں پہنچاتا رہوں۔ اور تمہیں ایسی تعلیم دُوں کہ تم جہالت کا شکار نہ بن سکو، تمہیں تنبیہ و تادیب کرتا ہوں تا کہ تم ناواقف نہ رہو۔ اور میرا حق تم پر یہ ہے کہ تم بیعت میں یعنی خود کو میرے ہاتھ فروخت کردینے میں وفادار رہو اور پورے اُترو۔ اور سب کے سامنے اعلانیہ بھی اور عالم غیبت میں بھی میرے ساتھ خلوص اور بہتری چاہنے کا

Presented by Ziaraat.Com

ثبوت دیتے رہو اور جب بھی بلاؤں فوراً حاضر ہو جاؤ۔ اور جب حکم دوں تو بلا چوں و چرا میری اطاعت کرو' (خطبہ 34، جملے 30 تا 39)

<u>قارئین اِن دس (10) جملوں کی تشریح کے لئے ہمارے محتاج نہیں رہے۔</u>

اِس اکیلے ہی خطبے میں حضرت علی علیہ السلام نے مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے کا ثبوت دے دیا ہے۔ اور مسلمان کس حد تک حضرت علیؑ کے حقوق ادا کر رہے تھے؟ وہ بھی سامنے آچکا ہے۔ علاوہ ازیں تمام چار یاری علما بھی مانتے اور لکھتے رہے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے اور اپنے فرائض انجام دینے میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کی اور حقیقی مومنین نے بھی محمد و آل محمد صلوۃ اللہ علیہم کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے میں کبھی تکلف نہیں کیا۔ رہ گئے قریشی مومنین! اُنہوں نے اپنے ذمہ اللہ، رسولؐ اور علیؑ کا کوئی حق تسلیم ہی نہیں کیا تو حق ادا کہاں سے کرتے؟

<u>ہمیں صرف اس قدر کہنا ہے کہ علیؑ اور خانوادہ علی علیہم السلام سے قریش کی عداوت کا سبب ہی یہ تھا کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے پر اصرار کرتے رہے۔</u>

Presented by Ziaraat.Com